رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
فون نمبر ۷۳۲۷
لوائے ماپنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات
۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا یا پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجدد ونکا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن
پیغامِ صلح
ایڈیٹر دوست محمد
سالانہ چندہ۔ چھ روپے ۔ ممالک غیر سے سالانہ چندہ۔ پندرہ شلنگ

جلد ۳۸ ۔ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ ۔ ۴ جنوری ۱۹۵۰ء ۔ نمبر ۱

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات خانبہادر میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور رئیس جھنگ

مولانا مرتضیٰ خاں حسن صاحب

خاں بہادر میاں غلام رسول ۔ در صف بندگان حق مقبول
کرد رحلت بسوئے ملک بقا ۔ از فراقش قیامتے برپا
ما ہمہ مبتلائے کرب و بلا ۔ داغ بر سینہ آہ بر لبہا
پیکر صدق شد ز ما مستور ۔ شد غروب آفتاب شد و نور
قلب صافیش ہمچو آئینہ ۔ علم و عقل و خرد را گنجینہ
دولت دین و دولت دنیا ۔ حق عطا کرد بیحساب او را
خدمت خلق کرد صبح و مسا ۔ مر غریباں را ملجا و ماویٰ
صاحب علم ہم ذکی و فہیم ۔ مایۂ ناز خاندان تہیم
حامیٔ دین و خادم اسلام ۔ تا قیامت برو ہزار سلام
گر کنی دو عدد زیادہ دریں ۔ بطل مغفور ہست سال حزیں

۱۳۶۷

$2 + 1367 = 1369$

نیز اولاد او بفضل قدیر ۔ یعنی عباس و حیدر و تنویر
ہمہ نیکو خصال و نیکو سیر ۔ ہمہ اہل کمال و اہل ہنر
بر ہمہ رحمت خدا بارد ۔ حق تعالیٰ بحفظ خود دارد

اتحاد پریس ہال روڈ لاہور میں باہتمام ... محمد اختر پرنٹر چھپ کر دفتر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع ہوا

میاں غلام رسول صاحب مرحوم کے قبولِ احمدیت کی سرگذشت

(میاں صاحب مرحوم کے اپنے قلم سے)

شیعہ خیالات کا اثر

ابتداء عمر ہی میں باوجود ابّاً عن جداً اہل سنت و الجماعت ہونے کے کچھ تو ماحول کی فضا سے اور کچھ روایات کے انبار اور رنگینی کی وجہ سے اور زیادہ تر خون جناب امام حسین علیہ السلام کے کفارہ ہونے کے پچھپے عقیدہ سے شیعہ تاثرات کا شکار ہوا اور ترقی کرتا کرتا ایک باضابطہ ذاکر اور کچھ مزید عرصہ کے بعد ایک خطرناک سُنّی نما شیعہ بن گیا۔ کافی زمانہ اس حالت میں گزارنے کے بعد تجربہ ہوا کہ اس میں سوائے اباحت اور گناہ پذیری کے اور یا ناقابل تلافی مافات پر لکیر پیٹنے کے اور کچھ حاصل نہیں چنانچہ اس سے کنارہ کش صوفیا کے دامن میں جا لگا اور کچھ عرصہ تک سلسلہ چشتیائی میں راگ رنگ کی بہاریں اور وجدوں کے کرشمے دیکھے مگر آخر کار وہاں بھی اندرونی حالات کے علم نے اس قدر متنغض اور متنفر کیا کہ اسے بھی چھوڑ کر بیکلخت وہابیت کے دامن میں پناہ لینی پڑی۔

اہلحدیث اور نیچری خیالات کی طرف رجحان

چندے اہل حدیث کے فلسفہ توحید اور دلائل و مباحث پر فریفتہ رہا۔ مگر کچھ عرصہ کے تجربہ کے بعد وہاں بھی خشک استدلال ہی استدلال پایا۔ جس میں روحانیت اور معرفت کا نشان ہی نہ تھا جو فطری اور قدرتی پیاس کے لئے کچھ باعث تسکین ہو سکے۔ آخر یہاں سے بھی بدکا اور نیچریت کے جال میں جا اٹکا۔

سرسید احمد خاں مرحوم کی تفسیر اور دیگر تصانیف نے کچھ عرصہ تک نیچریت کا پرستار رکھا مگر آخر یہاں بھی روحانی تسکین اور تسلی کا کوئی سامان نہ پایا اور جس طرح شیعیت اور صوفیائی میں شخص پرستی ایک گونہ شرک کی حد تک پہنچ کر افراط کی صورت رکھتی تھی اسی طرح وہابیت اور نیچریت تفریط کی صورت میں نظر آئی۔

آخر ان سب کی خصوصیات کو چھوڑ کر مگر سب کی عمومیات میں رہ کر خذ ما صفا ودع ما کدر کے ماتحت میں ایک معجون مرکب سا مسلمان رہ گیا۔ اگرچہ ان دنوں کے خیالات اور حالات کا اندازہ کرتے ہوئے مجھے شک ہے کہ میں مسلمان تھا بھی یا نہیں۔

البتہ یہ غنیمت تھا کہ باوجود اس ہیر پھیر کے بھی نماز اور تلاوت کا التزام کبھی ہاتھ سے نہ دیا تھا گو اس نماز کو اب نماز کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور قرآن کریم کی تلاوت سے اس قدر سخت ٹھوکریں لگتی تھیں کہ گویا قدم قدم پر منہ کے بل گر گر پڑتا تھا۔

ان دنوں کہیں کہیں حضرت مرزا صاحب کا چرچا تھا اور اگرچہ حضرت موصوف کا رسالہ فتح اسلام یا ازالہ اوہام بھی ایک اتفاق سے دیکھا تھا مگر طبیعت مذہبی دوکانداری سے متنفر ہو چکی تھی اس لئے بمصداق

”مار گزیدہ از ریسمان می ترسد“

اسے بھی ویسی ہی ایک دوکان خیال کرکے چنداں التفات نہ کی۔

سفر میں ایک واقعہ

۱۹۰۰ء میں جب میری عمر بھی ۲۲ ... ی کے ساتھ ریل میں ہمسفر ہونے کا اتفاق ہوا اور بہت دیر تک باہمی مذہبی گفتگو جاری رہی۔ آدھی رات کے وقت وہ منٹگمری اسٹیشن پر اُتر گیا۔ اور اتفاقاً اخبار الحکم قادیان کا ایک پرچہ جو وہ اپنی سیٹ پر بچھا کر اوپر بیٹھا رہا تھا وہیں چھوڑ گیا۔ میں نے سرسری طور پر وہ پرچہ اٹھا کر دیکھا تو اس کے ایک صفحہ پر حضرت مرزا صاحب کی تفسیر سورۃ فاتحہ کا تھوڑا سا حصہ درج تھا۔ اسے پڑھ کر میں حیران سا رہ گیا اور اس قدر گرویدہ ہوا کہ منٹگمری سے رائیونڈ تک تقریباً چار گھنٹہ کا سارا عرصہ میں بار بار اسی صفحہ کو پڑھتا رہا۔ اور ایک غیر معمولی قسم کی لذت اٹھاتا رہا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا دوسرے تمام مترجم اور مفسر تو جن سے میں واقف تھا ایک بند مکان کے باہر کھڑے ہو کر مکان کے اندرونی حالات اور سامان کو اپنے قیاس سے بتلاتے ہیں۔ مگر یہ شخص اس مکان کے اندر کھڑا ہو کر حالات اور سامان کی تفصیل اپنے مشاہدہ بلکہ عین الیقین اور حق الیقین کی بناء پر دے رہا ہے۔ یہ چار بجے صبح کا وقت تھا اور میں نے وہاں گاڑی بدلنی تھی چنانچہ گاڑی سے اتر کر میں سیدھا ڈاکخانہ پہنچا جو پرانے ریلوے اسٹیشن سے خاصہ فاصلہ پر تھا اور وہاں ایک باہر سوئے ہوئے چٹھی رساں سے ایک پیسہ والا پوسٹ کارڈ چار پیسہ میں خرید کر مینیجر الحکم کو وہیں لکھا کہ جن پرچوں میں یہ تفسیر چھپی ہے وہ مجھے بھیجدے۔ چنانچہ اس نے سارے سال کی فائل بھیجدی اور اخبار میرے نام جاری کر دیا۔

احمدیت کی کشش

میں نے وہ تحریر جس میں تفسیر کی گئی تھی باالالتزام پڑھی اور بار بار پڑھی، اور اخبار بھی کسی کسی مقام سے خصوصاً جہاں حضرت صاحب کے کلمات ہوتے تھے پڑھ لیا کرتا تھا مگر جوں جوں مجھے حضرت صاحب کی طرف ارادت ہوتی تھی میں اسے ایک گونہ گناہ اور شیطان کا تسلط سمجھتا تھا چنانچہ جب وہ عقیدت و ارادت جبراً مضبوط ہونے لگی تو میں بہت ڈرا اور قدرتاً حضرت صاحب کے مشہور مخالفین اور معاندین کی طرف جن میں سے بعض میرے دوست اور شناسا بھی تھے متوجہ ہوا اور امداد اور دستگیری کی استدعا کی۔ انہوں نے بھی نہایت تپاک اور اہتمام سے میری التجا قبول کی اور حضرت صاحب کی مخالفت میں خطوط اور رسائل اور کتب کا میرے پاس انبار لگا دیا۔ جسے میں نے نہایت نیک نیتی اور کھلے دل سے محض اس لئے بغور پڑھا تا کہ ان کی امداد سے میرے دل سے یہ شیطانی تسلط رفع ہو مگر جوں جوں میں اس مخالف لٹریچر کا مطالعہ کرتا تھا حضرت صاحب کی صداقت کا خیال اور زیادہ مضبوط ہوتا جاتا تھا۔

بیعت

اسی اثنا میں مجھے کئی بار خواب میں رؤیا بھی ہوئے مگر میں نے ان کی پروا نہ کی۔ اور حدیث نفس پر محمول کرتا رہا اور اسی کوشش میں رہا کہ کسی طرح یہ خیال دل سے نکل جائے اور اسی غرض سے میں نے اس وقت تک حضرت صاحب یا سلسلہ کی دیگر تصانیف کے پڑھنے سے بھی احتراز کیا۔ آخر وہ خیال جسے میں نکالنا چاہتا تھا مبدل بہ یقین ہوتا چلا گیا اور ایک روز ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے اس قدر خشوع اور گداز ہوا جس کا واہمہ بھی کبھی میرے دل پر نہ گذرا تھا اور ابھی نماز میں مجھے نماز کی حقیقت معلوم ہوئی اور وہی نماز میری ساری عمر گذشتہ میں پہلی نماز تھی۔ اس قدر انشراح صدر کے بعد مزید تاخیر کو گناہ سمجھا اور نماز سے فارغ ہوتے ہی حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اپنے سارے دعاوی میں سچے ہیں اور آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ گواہی دی ہے۔ میں خود بھی حاضر ہوں گا مگر ممکن ہے موت مہلت نہ دے اس لئے بذریعہ عریضہ بیعت کرتا ہوں“۔ چنانچہ واپسی ارشاد پہنچا کہ بیعت منظور ہے۔ اس واقعہ کو اب یہ اکتیسواں سال جا رہا ہے اور باوجود اس قدر مذہبی ہرجائی ہونے کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی میرے ایمان اور عقیدہ میں کوئی تزلزل واقعہ نہیں ہوا اور باوجود سراپا گنہگار اور نابکار ہونے کے اللہ تعالیٰ نے استقامت بخشی اور کم و بیش خدمت قربانی اور خدمت دین کی توفیق بخشی اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور حضرت مسیح موعود سے نسبت غلامی کے طفیل ہے۔ ورنہ ؎

من خراب کجا و رہ صواب کجا

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱

آہ! میاں غلام رسول صاحب

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ہمارے مکرم و محترم بزرگ میاں غلام رسول صاحب جن کی وفات کی خبر جلسہ سالانہ سے ایک دن پہلے (۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء) کو موصول ہوئی جماعت احمدیہ لاہور کی ممتاز ترین ہستیوں میں سے تھے، جنہوں نے نہ صرف اپنی جان و مال سے اس سلسلہ کی خدمت میں بہترین حصہ لیا اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہر قسم کی قربانی کو مقصد حیات قرار دیا بلکہ اپنے نیک اور پاک نمونہ سے اپنی علمی قابلیت اور روحانی اثرات سے بہتوں کے لئے ہدایت ...... کا موجب ہوئے، انکی باوقار شخصیت، ان کا بزرگانہ انداز گفتگو، ان کی حلیمی و خوش خلقی اور خدمت دین اور خدمت خلق میں ان کی پیشقدمی ایسی چیزیں ہیں جن کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے اور انکی ان خصوصیات کی حقیقت کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس کو ان سے ملنے اور ان کے پاس بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا ہو۔

ہمیں وہ زمانہ یاد ہے، جب آپ لاہور میں ایک پولیس افسر کی حیثیت سے مختلف عہدوں پر متمکن رہے، اس زمانہ میں باوجودیکہ دنیا اس بات سے واقف تھی کہ آپ جماعت احمدیہ کے ایک ممتاز فرد ہیں، تاہم اس جماعت کے اشد ترین مخالفین کو بھی آپکے خلاف حرف گیری کا موقعہ نہ ملا تو آپکے شرف دینی و پاکبازی کے کھلے دل سے معترف تھے، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ کئی مخالف آپکی صحبت میں آکر بیٹھنا بھی سعادت سمجھتے تھے، اور اسی وجہ سے ان کو حضرت مسیح موعود اور جماعت احمدیہ کے خلاف زبان طعن دراز کرنے کی جرأت ہی باقی نہ رہتی تھی، اور کئی لوگ آپ کے نیک نمونہ اور تبلیغ سے جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئے۔ آپ ان دنوں میں بھی اپنی پنجگانہ نمازیں عموماً مسجد احمدیہ بلڈنگس میں باجماعت پڑھتے اور اس غرض سے بہت دور سے پیدل آتے تھے بسا اوقات ڈیوٹی پر ہونے کی وجہ سے انہیں باوردی آنا پڑتا اور اس حالت میں ان کا خدائے واحد کے آگے سربسجود ہونا ایک خاص اثر دلوں پر پیدا کرتا، ان کی نماز واقعی پر اس وقت بھی خضوع و خشوع کی وہ کیفیت ہوتی تھی جو ایک روحانی انسان کی نمازوں میں ہونی چاہئیے۔

میاں صاحب محض ایک پولیس افسر اور نمازی ہی نہ تھے بلکہ ان کو علم دین سے بہرہ وافی حاصل تھا۔ اور بوقت ضرورت آپ مسائل دینیہ پر اس انداز سے روشنی ڈالتے تھے کہ سننے والا عش عش کر اٹھتا تھا۔ آپ ایک نہایت خوش بیان مقرر اور اچھے خطیب تھے کئی مرتبہ مسجد احمدیہ بلڈنگس میں آپ کو نماز جمعہ پڑھانے اور خطبہ دینے کا موقعہ ملا اور سننے والے جانتے ہیں کہ آپ کے کلام میں کس قدر شیرینی اور لطافت ہوتی تھی اور آپ کا انداز بیان کس قدر پرلطف اور مخصوص علمی حقائق پر مشتمل ہوتا تھا۔ تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی آپ کو بڑی مقدرت حاصل تھی، اور جب لکھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زبان قلم سے ادب و علم کے پھول جھڑ رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں راقم الحروف کو آپ کی غیر مطبوعہ تصنیف کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے، جو احادیث کے خلاف سلسلہ دلیلیں اشتہار کے ذریعن کا نام یاد نہیں رہا) جواب میں آپ نے لکھی تھی، افسوس کہ اس کی طباعت نہ ہوئی ورنہ جماعت احمدیہ کے علم کلام میں وہ ایک عمدہ اضافہ ہوتا۔

یہ سب دوران ملازمت کی باتیں ہیں جو ایک افسر کی حیثیت سے بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہوں، لیکن ریٹائر ہونے کے بعد اگرچہ آپ اپنے وطن مالوف جھنگ تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت پذیر ہو گئے۔ لیکن ان کی روح اس دینی ماحول سے الگ نہ تھی، جو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں اس وقت پایا جاتا تھا، آپ ہماری انجمن کے لائف ممبر تھے، اس سلسلہ میں بھی آپ کو اکثر اوقات لاہور آنا پڑتا اور قومی تحریکات و خدمات دینیہ میں حصہ لینا پڑتا تھا۔ قومی معاملات میں آپ کی رائے کو بڑا وقار حاصل تھا۔

جھنگ میں بھی اس دینی ماحول کو آپ نے پیدا کرنے کی کوشش کی، اور ایک خوبصورت مسجد وہاں بنوائی جس کی آبادی کے لئے انجمن سے ایک مبلغ کی خدمات حاصل کیں، ہر سال وہاں پر ایک جلسہ منعقد کر کے جماعت کے بہترین لیکچراروں کے ذریعہ تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے۔ اس کے علاوہ ایک ہومیوپیتھک شفاخانہ بھی آپ نے اپنے خرچ سے وہاں قائم کیا جس میں آخر عمر تک خود ہی بطور معالج کام کرتے رہے اور کئی لوگوں کو آپ کے دست شفا سے صحت حاصل ہوئی، اور بھی کئی رنگوں میں آپ خدمت خلق کا فرض ادا کرتے رہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ جھنگ میں نہ صرف آپ کی نیکی اور صفات زبان زد خلائق ہیں بلکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو بھی عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔

دوران ملازمت میں حضرت میاں صاحب مرحوم نے اپنی حسن خدمات کے صلہ میں بہت ہی ایک انعامات حاصل کئے اور ایک ادنےٰ کنسٹیبل کی حیثیت سے شروع کر کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے اعلیٰ عہدہ پر پہنچ گئے وہاں "خانبہادر" کا خطاب بھی آپ کو حاصل ہوا، لیکن مسلم لیگ کی اس قومی جنگ میں جو حصول پاکستان کے لئے لڑی گئی، جب سرکاری خطابات اور امتیازی القاب کو ترک کرنے کی تحریک ہوئی تو آپ نے اس بارہ میں ذرا پس و پیش نہ کرتے ہوئے فوراً خانبہادر کے خطاب سے دست برداری اختیار کر لی۔ اگرچہ اس کی وجہ سے آپ کو بعض حکام کی نظروں میں معتوب بھی ہونا پڑا لیکن آپ نے اس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قومی مفاد پر ذاتی عزت و وجاہت کو قربان کرنے سے ذرا دریغ نہ کیا۔

غرض جس رنگ میں دیکھیں حضرت میاں صاحب مرحوم کی ذات گرامی بہترین صفات کا مجموعہ نظر آتی ہے۔ ہماری آنکھیں متبسم چہرہ کو اب بھی دیکھ رہی ہیں جو ہر چھوٹے بڑے، ادنےٰ اعلیٰ فرد جماعت سے مل کر پھول کی طرح کھل جاتا اور بغلگیر ہونے کے لئے ہاتھ پھیلا دیتا تھا۔ اب بھی وہ دل خوش کن آواز ہمارے کانوں کو کھٹکھٹا رہی ہے جو جھنگ کی ٹھیٹھ پنجابی زبان میں میاں صاحب مرحوم کی زبان شیریں مقال سے پیدا ہو کر دلوں کے رنج و کلفت کو دور کر دیتی تھی، اللہ بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

آپ کی وفات سلسلہ احمدیہ کا ایک ایسا نقصان ہے، جس کی تلافی موجودہ حالات میں ناممکن نظر آتی ہے۔ اس قسم کی کئی بزرگ ہستیاں جو اس سلسلہ کی روح رواں تھیں آج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور جو باقی ہیں (خدا تعالیٰ ان کو تادیر سلامت رکھے) آہستہ آہستہ ہم سے جدا ہو رہی ہیں ان کی تلافی کون اور کس طرح کر سکتا ہے، کہاں مسیح موعود دوبارہ پیدا ہوں! اور پھر اس قسم کی پاکیزہ روحیں آپ کے فیض روحانی اور قوت قدسی سے حصہ لیکر دنیا کے لئے ہدایت کا موجب ہوں۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے اولاد بھی نیک و صالح عطا کی ہے۔ آپ کے فرزندان رشید میاں غلام عباس صاحب، میاں غلام حیدر صاحب، اور میاں غلام شبیر صاحب باوجودیکہ بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر متمکن ہیں لیکن اپنے والد ماجد کی طرح دین کا کامل لگاؤ اور خدمت دین کا ایک بے پناہ جذبہ اپنے دل میں رکھتے ہیں اور جماعت کی ہر تحریک میں اپنی پاک کمائیوں سے حصہ لیتے رہتے ہیں، آپ کی بیٹی آمنہ تمیم ایک صالح و دیندار خاتون ہیں اور اپنے جذبات دینی کو "پیغام صلح" کے صفحات میں اشعار کی صورت میں ظاہر کرتی رہتی ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس سانحۂ الیمہ میں جو ایک قومی حادثہ کی حیثیت رکھتا ہے صبر جمیل عطا فرمائے اور اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، اور حضرت میاں صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق شاعر نے کہا ہے اور کیا خوب کہا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

میاں غلام رسول صاحب کی یاد میں جلسہ سالانہ پر تمام قوم کی طرف سے تعزیتی ریزولیشن

۲۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حسب ذیل ریزولیوشن جماعت احمدیہ لاہور نے منظور کیا:-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ سالانہ اجتماع اپنے محترم بزرگ میاں غلام رسول صاحب رئیس جھنگ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و تاسف کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ایک عظیم قومی نقصان تصور کرتے ہوئے درگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب مرحوم و مغفور کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہماری قوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

یہ جلسہ میاں صاحب مرحوم کے صاحبزادگان اور جملہ اعزہ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے اور ان کے نقش قدم پر چلائے"

قائد اعظم مرحوم کی یاد میں جماعت احمدیہ لاہور کا ریزولیشن

۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء کو حضرت قائد اعظم مرحوم کے یوم ولادت پر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے جلسہ سالانہ میں حسب ذیل ریزولیشن منظور کیا۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ جلسہ قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے یوم ولادت پر ارباب و ارباب حکومت پاکستان کی خدمت میں یہ التماس پیش کرتا ہے کہ حضرت قائد اعظم نے ہمارے لئے دو وراثتیں چھوڑی ہیں۔ پاکستان اور پاکستان کے اندر رہنے والی مسلمان قوم جس کے اندر اتحاد اور یقین محکم کا جذبہ حضرت قائد اعظم نے حیرت انگیز طریق پر پیدا کر دیا تھا۔ اس وقت ایک اندرونی فتنہ اس قومیت متحدہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کے لئے سر نکال رہا ہے اور تکفیر کے ہتھیار کا قیام پاکستان سے قبل کی سی کیفیت پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا سدباب ابھی کرنا ضروری ہے۔ اتحاد، یقین محکم اور تنظیم کی مسلمانوں کو اس وقت بھی سخت ضرورت ہے اور استحکام پاکستان اس وقت تک ایک حقیقت بن سکتا ہے جب تک کہ ہر کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کو اپنی برادری کا رکن خیال کرے گا۔

ایک با اخلاق و باخدا پولیس افسر کی وفات

میاں غلام رسول صاحب کی وفات موت العالم کی مصداق ہے

جلسہ سالانہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی تقریر میاں صاحب مرحوم کی تعزیت میں

اور جلسہ سالانہ کی پہلی نشست کا التوا

مرزا مسعود بیگ صاحب کی تعزیتی تقریر

۲۴ دسمبر کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو افتتاحی تقریر فرمائی اس میں آپ نے بتایا کہ "کل جمعہ سے قبل ہمارے نہایت محترم دوست اور جماعت کے معزز رکن میاں غلام رسول صاحب کے انتقال کی خبر پہنچ گئی تھی اور خطبہ جمعہ میں میں نے ان کے متعلق اس حادثہ پر کچھ خیالات کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ اس وقت یہ خیال ہے کہ میاں صاحب مرحوم کے احترام میں جلسہ کو کچھ دیر کے لئے ملتوی کر دیا جائے اور اس کا دوسرا اجلاس ۱/۲ ۴ بجے نماز ظہر کے ساتھ شروع ہو۔ اس وقت بعض ان دوستوں کی اطلاع کے لئے جن کو حالات سے پوری خبر نہیں مرزا مسعود بیگ صاحب آپ کے سامنے مرحوم کے کچھ حالات مختصراً سنائیں گے۔ بعد ازاں صدر جلسہ (خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد صاحب) اس جلسہ کی طرف سے ایک تعزیت کا ریزولیوشن پیش کریں گے جس کی اطلاع جناب میاں صاحب کے ورثاء کو کر دی جائے گی۔ ان چند مختصر الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔"

اس کے بعد مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول نمبر ۲ نے وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل کی آیہ کریمہ تلاوت کر کے میاں صاحب مرحوم کے اخلاق حمیدہ اور سیرت و کردار پر ایک بسیط تقریر فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ

موت ہر انسان کے لئے مقدر ہے۔ لیکن انسان انسان کی موت میں فرق ہے۔ بعض لوگوں کا اس جہان سے گذر جانا ایک قومی حادثہ ہوتا ہے اور بعض افراد کی موت ایک حیوان کے مر جانے سے کوئی زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

موت العالم

یہ موت جس کا ذکر ابھی حضرت امیر (ایدہ اللہ تعالیٰ) نے کیا ہے قوم کے ایک بہت بڑے رکن کی موت ہے۔ میاں صاحب کا انتقال موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ میاں صاحب مرحوم عام طور پر ہمارے سالانہ جلسہ پہلی نشست کی صدارت فرمایا کرتے تھے لیکن امسال وہ باوقار اور پرنور چہرہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ منشاء ایزدی ہی اسی طرح تھا ہم اس کی رضا پر راضی ہیں۔

غم و حزن میں رضا بقضا

مسلمانوں کو ایسے موقعوں پر جو تعلیم دی گئی ہے وہ یہی ہے کہ آنکھیں تو آنسو بہا رہی ہوں اور قلوب غم و حزن سے بھرپور لیکن رضائے الٰہی پر راضی ہوں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جس دن بچہ فوت ہوا تو بتقاضائے بشریت آپ کی بھی یہی حالت تھی آپ کی آنکھ روتی تھی اور دل مغموم و محزون تھا ایک صحابی نے اس پر تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں؟ فرمایا یہ تقاضائے بشریت ہے العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی به الله۔ آج ہم بھی اس فقرہ کو دہراتے ہیں، ہماری آنکھ نالاں ہے اور دل مغموم ہے، لیکن ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں۔

کنسٹیبل سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ

میاں صاحب مرحوم کی شخصیت بہت ہی خوبیوں کی مالک تھی۔ وہ عرصہ ملازمت میں ایک آفیسر ہونے کے لحاظ سے ایک دوست اور جماعت کے اعلیٰ رکن ہونے کی حیثیت سے ایک بے نظیر انسان تھے مختلف مجالس میں مجھے ان کی زبان سے متعدد بار بعض باتیں سننے کا موقعہ ملا ہے انہوں نے ایک بار کہا کہ بہت دنوں وہ ملازمت سے متنفر تھے گو وہ ایک بڑے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے باوجود اس کے ان دنوں ملازمت کا مل جانا بہت مشکل تھا۔ نگران کی طبیعت کا میلان مطلقاً ملازمت اختیار کرنے کی طرف نہ تھا۔ ایک انقلاب آیا اور ملازمت کے حصول کے لئے کوشش کرنے لگے حالات بدل چکے تھے ملازمت کا حاصل کرنا مشکل امر ہو چکا تھا۔ ایک معمولی کانسٹیبل کی حیثیت سے پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ زمانہ گذرتا گیا اور میاں صاحب بڑی مستعدی سے اپنی نوکری سرانجام دیتے رہے بعض دفعہ اپنی ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد دوسرے آدمی کی بھی ڈیوٹی سرانجام دے دیتے یہی وجہ تھی کہ آپ ترقی کرتے چلے گئے یہاں تک کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے ممتاز عہدہ پر فائز ہو گئے۔ اس وقت ایک ہندوستانی کا اس عہدہ پر متمکن ہونا بہت بڑے امتیاز کا نشان تھا۔

با اخلاق اور باخدا پولیس افسر

ملازمت کے دوران میں آپ بڑے اعلیٰ اخلاق کا اظہار فرماتے رہے۔ لاہور میں بڑے عرصہ تک آپ کوتوال رہے اس زمانہ میں تمام لوگ آپ کے اخلاق کی وجہ سے آپ کے گرویدہ ہو گئے اہل لاہور کے دلوں میں ابھی تک ان کے اخلاق کے نقوش موجود ہیں۔ اہل لاہور دو کوتوالوں کو کبھی نہیں بھول سکتے۔ ایک میاں صاحب مرحوم اور دوسرے رحمت اللہ خاں صاحب مرحوم۔ میاں صاحب مرحوم کی یادگار لاہور کی وہ نئی کوتوالی ہے جو دہلی دروازہ کے باہر ہے یہ آپ ہی کے اہتمام میں بنائی گئی اور آپ کا نام اس کے صدر دروازہ پر آج بھی لکھا ہوا موجود ہے جسے شک ہو وہاں جا کر دیکھ سکتا ہے۔ پولیس افسروں کی عام طور پر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اپنا وقار اور رعب قائم کرنے کے لئے بڑی بدزبانی کرتے اور گالی گلوچ دیتے ہیں۔ اس لئے لوگ بھی دل سے ان کی عزت نہیں کرتے اور نفرت کرتے ہیں لیکن میاں صاحب مرحوم اعلیٰ افسر ہونے کے باوجود عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور انہوں نے ملازمت کے دوران میں باخدا انسان ہونے کا ایک بہترین نمونہ پیش کیا۔

حق کی تلاش

میاں صاحب مرحوم خاندانی لحاظ سے شیعہ تھے لیکن آپ شیعہ خیالات سے مطمئن نہ تھے۔ شروع سے ہی مذہب کی طرف رجحان تھا اور دل میں حق کی تلاش کے لئے ایک بہت بڑی تڑپ تھی اس پیاس کو بجھانے کے لئے علماء اور فقراء سے اکثر ملتے رہتے۔ بعد میں اہل حدیث خیال کے ہو گئے لیکن اس سے بھی پیاس کامل طور پر نہ بجھی۔ ان دنوں حضرت مرزا صاحب کا بھی خوب چرچا تھا۔ جن دنوں جلسہ مذاہب عالم ہوا میاں صاحب بطور ایک پولیس افسر وہاں متعین تھے۔ حضرت صاحب کی تقریر کو شروع سے آخر تک سنا بڑا اثر ہوا لیکن کچھ مدت بعد یہ اثر کم ہو گیا اور تلاش برابر جاری رہی۔ آخر جب آپ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ ان کی پیاس کو بجھانے والا صرف وہی سرچشمہ ہے جو قادیان سے پھوٹا ہے تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۹۰۵ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

بزرگانہ انداز اور اخلاق و اعمال

میاں صاحب مرحوم نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد گذار تھے۔ جہاں بھی تبدیل ہو کر چلے گئے وہاں ہی اپنے پاک اور موثر نمونہ سے لوگوں کو اس سلسلہ میں داخل کیا۔ فیروزپور میں بہت سے لوگوں نے صرف آپ کے نمونہ کو دیکھ کر اس سلسلہ میں شمولیت اختیار کی۔ ان کی گفتگو کا انداز نہایت ہی مدبرانہ اور نرالا تھا۔ کبھی کبھی ٹھیٹھ پنجابی میں باتیں کرتے ایسا معلوم ہوتا جیسے پھول جھڑ رہے ہیں۔ شکل و صورت سے باوقار اور ذی وجاہت انسان معلوم ہوتے تھے۔ انکی بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ دو بھائیوں میں اگر کبھی شکر رنجی ہوئی تو انہوں نے فوراً انکی رنجش کو نپٹا دیا۔ بڑے بڑے نازک موقعوں پر انہوں نے ٹوٹتے ہوئے دلوں کو جوڑ کر رکھ دیا۔ کسی نوجوان سے ملتے اس کی پیٹھ پر بزرگانہ انداز سے تھپکی دیتے نہایت ہی شفقت سے پیش آتے۔ اور بغیر بغلگیر ہوئے نہ چھوڑتے

(باقی بر صفحہ ۵ کالم نمبر ۱)

ایک وفاشعار اور زاہد وعابد دوست کی جدائی

مسیح موعودؑ کی صحبت نے ایک پولیس افسر کی زندگی پر کیا اثر پیدا کیا

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مؤرخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء

قال اللہ تعالیٰ - الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون -

غالباً یہاں سب کو اطلاع مل چکی ہوگی کہ میاں غلام رسول صاحب کا جو ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلے آتے تھے آج صبح انتقال ہوگیا ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہر ایک دوست کی موت غم کا موجب ہوتی ہے - لیکن بعض دوستوں کا گزر جانا ایک بڑا بھاری قومی صدمہ ہوتا ہے - میاں صاحب مرحوم ان دوستوں میں سے تھے جو جب سے یہاں جماعت کی بنیاد رکھی گئی - اس وقت سے ہمارے ساتھ رہے - اور ہمیشہ جماعت کے لئے بڑی قوت کا موجب ثابت ہوتے رہے -

حضرت امام وقت کا فیضان صحبت

بعض لوگوں پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضان کا اس قدر اثر نظر آتا ہے کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ایک مرد خدا کی صحبت کیا تبدیلی انسان کے اندر پیدا کر سکتی ہے - ایک پولیس افسر ہو کر انہوں نے پاکیزہ زندگی بسر کی - وہ بظاہر تو اس محکمے کے اس انتظامی طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو خاصہ بدنام طبقہ ہے - بوجہ ان زیادتیوں کے جو اکثر پولیس افسروں کی طرف سے لوگوں پر ہو جاتی ہیں ان کا قلب خدا کے نور سے روشن تھا - اور باوجود ان دنیا کے کاموں کے ایک زاہد اور عابد کی زندگی بسر کرتے تھے - یہ اثر حضرت امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا ایک شخص پر نہیں بلکہ بہت لوگوں پر ہوا اور فی الحقیقت کسی وعظ سے یہ نتیجہ پیدا نہیں ہو سکتا - یہ کوئی انسان کے قلب کے اندر خداوند تعالیٰ نے ایسی قوت رکھی ہے کہ اس کی نیکی کی قوت اس قدر زبردست ہوتی ہے - اس کے دل کے اندر خدا کا جو نور ہوتا ہے وہ اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ وہ بغیر وعظ اور نصیحت کے دوسروں پر اثر کر جاتا ہے - یہی حالت امامنا حضرت مرزا صاحب کے پاس بیٹھنے والوں کی ہو گئی تھی -

جو لوگ آپ کی صحبت میں جا کر بیٹھے ان میں الا ماشاء اللہ ایسے بھی لوگ تھے جنہوں نے آپ کی صحبت سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا - لیکن ایسے لوگ بہت کم تھے بعض ان میں سے ایسے بھی تھے جنہوں نے اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق کم فائدہ اٹھایا لیکن ان میں سے ایسے لوگ بہت ہی زیادہ تھے جن کی زندگیوں میں آپ کی صحبت کے اثر سے ایک انقلاب رونما ہو گیا - دنیا کو واقعی ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہمیشہ رہی اور اب بھی ہے -

اسلام کو بدنام کرنے والا نقشہ

آج جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں چاروں طرف ایک ایسا نقشہ نظر آتا ہے کہ وہ لوگ جو خدا کے کلام قرآن کریم کی اتباع اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ سے محبت کا دعوےٰ کرتے ہیں، ان کی زندگیوں کو خدا اور اس کے رسول سے دور کا تعلق بھی نظر نہیں آتا - یہی وہ چیز ہے جس نے آج اسلام کو بدنام کر رکھا ہے - اور جو مسلمانوں کی تمام تکالیف اور دکھوں کا موجب ہے - لوگ اس دنیا کو ہی اپنی غرض وغایت سمجھ لیتے ہیں -

موت اور عالم اُخروی کی جزا و سزا کا احساس

لیکن اللہ تعالیٰ نے جو تعلیم دی ہے اس کا ماحصل یہی ہے کہ درحقیقت یہ زندگی یہاں پر ختم نہیں ہو جاتی - یہ چیز جس کو ہم موت کہتے ہیں انسان کو فی الحقیقت ختم نہیں کر دیتی بلکہ ایک دوسرے عالم میں منتقل کر دیتی ہے - اس کا احساس اگر کسی کے دل میں پیدا ہو جائے تو خداوند تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کا خیال تک بھی اس کے دل میں نہیں آ سکتا - لیکن آج اہل مذاہب جو مذہب کے پیرو کہلاتے ہیں وہ منہ سے تو اس بات کے قائل ہیں کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں جزا و سزا دی جائے گی لیکن کوئی کام کرتے وقت ان کے دل پر یہ احساس نہیں ہوتا کہ فی الواقع ہمارا یہ عمل قابل گرفت ہے - اسی عدم احساس کی وجہ سے لوگ گناہ کرنے پر دلیر ہو جاتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان بھی گناہ کرنے سے نہیں رکتے -

حضرت مرزا صاحب نے یہ احساس پیدا کیا

حضرت مرزا صاحب کی صحبت میں بیٹھنے والوں پر جو اثر آپ کے پاس بیٹھنے سے ہوتا تھا وہ فی الحقیقت اسی احساس کا پیدا ہو جانا تھا کہ یہ ہماری زندگی اصل منتہا نہیں بلکہ ایک دوسرے لازوالی اور دائمی عالم کی طرف ہمیں کوچ کرنا ہے - اور یہ ہماری یہ حالت ایک سفر کی حالت ہے ....

.... فی الحقیقت انسان اگر اتنا سمجھ لے کہ یہ ایک سفر کی حالت ہے تو اس سے اس کا دل پاک ہو سکتا ہے اور اعمال میں پاکیزگی پیدا ہو سکتی ہے -

موت کے بعد کام آنے والی چیز

اس وقت میں صرف آپ کو ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں - وہ یہ کہ دوستوں کی موت سے سبق لینا چاہئے ہو تو سمجھ لو کہ انسان کی زندگی کا کچھ بھی اعتماد نہیں - ہماری تمام آرزوئیں اور تمام خیالات جو اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں - وہ اس کے بعد کی آنے والی زندگی میں موت کا موجب ہوتے ہیں - اور وہ خیالات جو خدا کا نام دنیا میں بلند کرنے کے متعلق ہیں وہ زندہ رہنے والی چیز ہے - یہی صرف ایک چیز ہے جو آئندہ ہمارے کام آ سکتی ہے -

مرحوم کے دل میں خدمت خلق کا جذبہ

ہمارے مرحوم دوست نے نہ صرف ایک نمونہ اپنی اس ملازمت میں ہی دکھلایا بلکہ اس کے بعد بھی جب وہ اس کام سے فارغ ہو گئے تو ان کے دل کے اندر مخلوق خدا کی ہمدردی کا جذبہ موجزن تھا - اور یہ جذبہ ان کے دل میں آخر دم تک رہا - وہ اپنے علم کے مطابق کثیر مخلوق کے نفع کا موجب ہوئے - انہوں نے اپنی زندگی کو مخلوق خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہوا تھا یہاں تک کہ بیماری کی حالت میں بھی اس کام کو چھوڑنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے - ڈاکٹروں نے کئی بار مشورہ دیا کہ اس حالت میں اپنے ذمہ اس قسم کا بوجھ نہ رکھیں - لیکن وہ اس خدمت کے سرانجام دینے سے رکے نہیں -

میاں صاحب مرحوم کی عمر

ہر انسان کا ایک وقت مقدر ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اچھی عمر عطا کی - میرا خیال ہے کہ انکی عمر ۸۰، ۸۲ سال ہوگی، (شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی نے بتایا کہ میاں صاحب ۸۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں اور عمر کے متعلق انہوں نے مرحوم کے لواحقین سے شہادت لی ہے) مرحوم نے اس لمبی عمر کو بہترین رنگ میں صرف کیا - لمبی عمریں تو بہت سے انسانوں کو مل جاتی ہیں لیکن اگر وہ اچھی باتوں میں صرف نہ ہوں تو وہ عمر نقصان کا موجب ہوتی ہے

مالی قربانیاں اور صالح اولاد

خدا تعالیٰ نے آپ کو مال بھی کثرت سے دیا اور انہوں نے اس کو خدا کی راہ میں اچھی طرح خرچ بھی کیا - ہر قربانی کے موقعہ پر ان کا قدم آگے ہوتا تھا - خدا نے اولاد بھی دی اور یہ اسی کا فضل ہے کہ بڑی اچھی صالح اولاد ان کو ملی - وہ سب بھائی بڑے ممتاز عہدوں پر متمکن ہیں - اور یہ خوبی اُن کے اندر بھی پائی جاتی ہے - اپنے عہدہ سے کسی قسم کا ناجائز فائدہ اٹھانا ان کے وہم وگمان میں بھی کبھی نہیں آتا - مرحوم اپنے پیچھے ایک اچھی یادگار چھوڑ گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جناب میں بلند مقام عطا فرمائے - وہ مقام جو اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتا ہے - اور انکی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو یہ توفیق دے کہ ہمارے دلوں پر بھی اس آنے والے وقت کا احساس پیدا ہو جائے

(باقی دیکھئے کالم ۲)

زینت بخشی اس نشست میں کمیونزم کے بطلان پر تقریریں تھیں اور ہر تقریر کے بعد دس منٹ سوال و جواب کے لئے بھی مقرر کئے گئے تھے۔ لیکن اصل تقاریر شروع ہونے سے پہلے ڈیچ گائنا سے آئے ہوئے ایک نوجوان کو وہاں کی جماعت احمدیہ کے حالات بیان کرنے کے لئے وقت دیا گیا اور انہوں نے نہایت شستہ انگریزی میں بہت دلچسپ حالات سنائے جو آئندہ اشاعت میں درج ہوں گے۔ اس کے بعد مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے "ہم اشتراکی کیوں نہیں" کے موضوع پر ایک مقالہ پڑھا اس میں انہوں نے مدلل طور پر مارکسزم کے باطل اصولوں کو رد کرتے ہوئے معاشی مشکلات کا صحیح اور اسلامی طریق علاج پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مارکس نے مرض تو پہچانی ہے لیکن جو علاج وہ اس کا تجویز کرتا ہے وہ غلط ہے۔ ان کا مقالہ نہایت ہی ٹھوس معلومات پر مشتمل تھا۔ مولانا صاحب نے نہایت پرزور اور دلنشین پیرایہ میں اپنا مقالہ پڑھا جس کا سامعین پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ مقالہ ختم ہوا اور نگاہیں چاروں طرف گھومنے لگیں کہ ابھی کسی کونے سے کوئی سائل کھڑا ہو گا۔ اگرچہ کمیونزم کے کچھ حامی آئے ہوئے تھے لیکن چند منٹ انتظار کے بعد معلوم ہوا کہ کوئی سوال کرنے والا نہیں۔ دوسرے مقرر مولانا یعقوب خان صاحب تھے خانصاحب کی تقریر کا موضوع تھا "کیا مذہب افیون ہے"۔ انہوں نے مارکس کے اس سلوگن "مذہب افیون ہے" کے بطلان کو مدلل طور پر طشت از بام کیا۔ اور ثابت کیا کہ اس سلوگن کو گھڑتے وقت مارکس کے سامنے صرف عیسائیت ہی کی تاریخ تھی کہ کس طرح اس کے پادری رہبانیت کو اختیار کرنے کی تلقین کرتے اور دنیا اور اس کے امور سے لگاؤ کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسلام اس ... فہرست میں نہیں آسکتا کیونکہ یہ ایک کامل زندگی کا نظریہ پیش کرتا ہے۔ سامعین پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اور سوالات کی دعوت دینے کے باوجود کسی مخالف کو اس پر بھی لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی۔ سب کے آخر میں مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی تقریر تھی۔ تھوڑا وقت تمہید بیان کرنے کے بعد آپ نے اسلام میں ملکیت کے موضوع پر مدلل اور مفصل طور پر خیالات کا اظہار فرمایا جس سے سامعین مستفید ہوتے۔ تمہید کے مضمون پر کسی صاحب نے دو اعتراضات لکھ کر بھیجے جن کا جواب مصری صاحب نے فوراً مدلل طور پر دے دیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کمر میں درد ہونے کی وجہ سے جلسہ کے دوران ہی میں تشریف لے

گئے تھے ان کی جگہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی آئی سی ایس نے صدارت فرمائی۔ اب آفتاب غروب ہونے کو تھا۔

احمدیہ کانفرنس

جلسہ ختم ہوا اور اعلان کیا گیا کہ ۷½ بجے احمدیہ کانفرنس ہو گی۔ تمام احباب نماز اور کھانے سے فارغ ہو کر پھر مسجد میں جمع ہو گئے۔ اور مجلس تقریباً دس بجے تک جاری رہی جس میں جماعت کی توسیع و استحکام اور بعض دوسرے امور کے متعلق تجاویز ہوتی رہیں اور کئی احباب نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

مولینا صدر الدین صاحب کا درس

دوسری صبح بھی وہی نظارہ تھا مسجد میں تہجد کے لئے کافی لوگ جمع تھے۔ صبح کی اذان ہوئی مسجد بھر گئی۔ اس دن کافی احباب تشریف لا چکے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد حضرت مولنا صدر الدین صاحب نے حسب معمول نہایت ہی دلکش اور موثر پیرایہ میں قرآن کریم کا درس دیا۔ سامعین پر ایک وجد طاری تھا اور حضرت مولنا نے اپنے دلنشین پیرایہ میں سورہ یوسف کے رکوع سے سامعین کے لئے عبرت و موعظت کا سامان بہم پہنچایا۔

درس کے بعد پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب پڑھ کر سنائی گئی جو اور بھی موجب کشش و جذب تھی۔

دوسرے دن کا جلسہ

دس بجے الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا مقررین کے بلند پایہ خیالات سے حاضرین بہت ہی مستفید ہوئے۔ یہ خیالات آئندہ اشاعتوں میں ہدیہ ناظرین ہوتے رہیں گے اس موقعہ پر صاحب صدر نے حضرت قائد اعظم مرحوم کے یوم ولادت کی تقریب پر ایک ریزولیوشن پیش کیا جو دوسری جگہ درج ہے۔ جب حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کا وقت آیا تو جلسہ کی رونق پہلے سے بہت بڑھ گئی تمام جلسہ گاہ میں کوئی جگہ خالی نظر نہ آتی تھی۔ حضرت ممدوح نے قوم کے سامنے دنیا کی مختلف ۵۰۰۰ لائبریریوں میں کتابوں پر مشتمل ایک سیٹ کے بھیجنے کی تحریک پیش کی اور فرمایا کہ قریباً چار ہزار لائبریریوں کے لئے کراچی میں انتظام ہو چکا ہے میں چاہتا ہوں کہ ایک ہزار جس کی قیمت ۷۰ ہزار روپیہ ہے اس کا انتظام ابھی ہو جائے۔ خدا کا فضل ہے کہ حضرت امیر کی تحریک پر لوگ پروانہ وار گرنے شروع ہو گئے۔ اور چاروں طرف سے ۵۰، ۲۵، ۱۰۰، ۵ ایک سیٹوں کی آوازیں آنے لگیں یہ نظارہ دیکھنے کے لائق تھا کہ کس طرح سے

اقرضو اللہ قرضاً حسنہ

کا عملی نمونہ نظر آرہا تھا اور حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہ کی قربانیوں کی یاد ایک چھوٹے پیمانہ پر تازہ ہو رہی تھی اسلام کی خاطر یہ جذبہ کس نے پیدا کیا؟ یہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کا نفخ صور تھا جس نے مردوں میں ایک زندگی پیدا کر دی۔ آج مسلمان انہیں جس نام سے چاہیں یاد کریں لیکن اس امر کا اعتراف کئے بغیر وہ بھی نہیں رہ سکتے کہ قربانی کا جو جذبہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا ہے وہ واقعی بے نظیر ہے۔

تیسرا دن

آخری دن کا جلسہ حضرت مولنا صدر الدین صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا اور چوہدری محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات نے فتنۂ احرار پر تقریر کرتے ہوئے بتلایا کہ کس طرح یہ لوگ مسلمانوں میں افتراق و تشتت پیدا کر کے پاکستان کو کمزور کرنا چاہتے ہیں وہ ذریعہ اتحاد جس کی بنا پر قائد اعظم مرحوم کی ان تھک کوششوں اور خدا کے فضل سے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اس میں ضعف پیدا کر کے پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ درحقیقت یہ لوگ پاکستان کے بدترین دشمن ہیں گورنمنٹ کو چاہیئے کہ ایسے مفسد لوگوں کا جلد سے جلد سدباب کرے۔

اس کے بعد صاحب صدر حضرت مولنا صدر الدین صاحب نے اتحاد اسلامی پر تقریر فرمائی۔ حضرت مولنا صاحب کی آواز سن کر لوگ جوق در جوق جلسہ گاہ میں آنے شروع ہو گئے۔ اور تمام جلسہ گاہ بھرپور ہو گئی۔ مولنا صاحب نے اپنے مخصوص انداز اور نہایت ہی دلکش پیرایہ میں قرآن اور حدیث سے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا زندگی بخش جام پلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں کے اس قول پر

لیست الیھود علی شیء ولیست النصاری علی شیء

تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرماتا ہے

وھم یتلون الکتاب

کتاب پڑھتے ہوئے یہ لوگ ایسی جاہلانہ باتیں کرتے ہیں۔ یہی حال آج مسلمان فرقوں کا ہے حالانکہ ہمارا خدا ایک رسول ایک، کتاب ایک پھر کس طرح انکو مان کر کوئی کافر ہو سکتا ہے۔

غرضیکہ آپ نے مدلل طور پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی جس سے حاضرین جلسہ بہت ہی متاثر ہوئے۔ اس کے بعد پیر ... صاحب نے بعض احباب [illegible]

[illegible] ... حالات وقوم کو ... [illegible] ... والا تھا حضرت ... [illegible] ... مدلل طور پر بتایا کہ الا بذکر اللہ

تطمئن القلوب کا موجب ... ہے۔ اور آج بھی اگر لوگ ... [illegible] حل کر سکیں اور چین کی زندگی ... ہیں تو اس کا حل صرف یہی ہے کہ ذکر الٰہی پر زور دیا جائے اور زندگی کے ہر شعبہ اور کام میں خدا یاد رہے یہی غرض نماز پنجگانہ کی ہے جس کی طرف ہمارے احباب کو خاص توجہ رکھنی چاہیئے اور نماز کا کوئی وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد حضور نے ... درد انداز میں دعا فرمائی ... [illegible] ... ہو گی۔ بعض احباب ابھی ... ایک دوسرے کو سلام اور الوداع کہتے ہوئے رخصت ہو گئے ... [illegible] دن کے بعد تشریف لے گئے ... ہمارا سالانہ جلسہ نہایت ہی کامیاب رہا دعا ہے اللہ تعالیٰ تمام ... مقررین اور دلنشین ... [illegible]

اس موقعہ پر یہ ذکر کر دینا ... نہ ہو گا کہ جلسہ کے انتظامی امور ... [illegible] ... ہمارے مکرم دوست ... [illegible] ... کے ساتھ مولنا ... [illegible] ... مولوی شمس الرحمن ... چوہدری ... [illegible]

بقیہ خطبہ از صفحہ ۵

جوانی کے عالم میں یہ احساس ... [illegible] لیکن جوں جوں انسان عمر میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور منزل کے قریب ... ہے اس کا احساس بھی بڑھتا چلا جاتا ہے

دعائے مغفرت ... [illegible]

[illegible]

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲

کمیونزم کا حقیقی علاج

آج کی اشاعت میں مولٰنا آفتاب الدین احمد صاحب کا ایک بسیط مضمون بعنوان کمیونزم کا ایک مختصر جائزہ" درج ہے، اس مضمون میں مولٰنا ممدوح نے جس پیرایہ میں کمیونزم پر تنقید کی ہے اور اس کے ان مطالبات پر جو دنیا کی معاشی ضروریات سے تعلق رکھتے ہیں جس عالمانہ انداز میں قرآن کریم سے روشنی ڈالی ہے وہ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ کمیونزم دنیا کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کی بجائے دہریت الحاد کو پھیلانے اور مختلف قسم کے مصائب دنیا میں پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے اور اس کا یہ دعوٰی سراسر غلط ہے کہ وہ دنیا میں امن و مساوات پیدا کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک دلائل و واقعات کا تعلق ہے، کمیونزم کے تمام دعاوی جو دنیا کی معاشی فلاح اور اقتصادی بہبودی کے بارے میں کئے گئے ہیں اور وہ تمام راہیں جو اس نے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اختیار کی ہیں صحیح ثابت نہیں ہوئیں بلکہ ایک غلط رستہ کی طرف لے جا کر مصائب کو بڑھانے ہی کا موجب ہوئیں۔ اور ہم مولٰنا آفتاب الدین احمد صاحب کے بیحد ممنون ہیں کہ انہوں نے ان تمام امور کو نہایت معقول اور دلنشین پیرایہ میں اپنے مضمون کے اندر واضح کر دیا ہے۔

لیکن اسی ضمن میں ایک اور امر بھی غور طلب ہے، کمیونزم کے دعاوی کا غلط ثابت ہونا، اس کے پیرؤوں کا طریق عمل دنیا کے لئے فائدہ کے بجائے مضرت رساں ہونا، اور اس کے بالمقابل اسلام اور قرآن کریم کی بتائی ہوئی راہ اور اسکے معاشی نظام اور اقتصادی لائحہ عمل کو محض دلائل و نقلیات کی بناء پر صحیح اور مفید ثابت کر دینا چنداں اثر انداز نہیں ہو سکتا جب تک مسلمانوں کے عمل سے اس کو ثابت نہ کیا جائے، غور کر کے دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مسلمانوں کا عمل قرآن کریم اور اس کے بتائے ہوئے اصولوں کے سراسر خلاف جا رہا ہے اور یہی ایک چیز ہے جو کمیونزم کو اس کی تمام خامیوں کے باوجود قدم آگے بڑھانے کی دعوت دے رہی ہے دولت مندی اور سرمایہ داری کوئی نئی چیزیں نہیں غریب اور امیر ہمیشہ دنیا میں رہے ہیں تاہم تاریخ سے قطعًا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مارکس سے پہلے بھی کسی زمانہ میں اس قسم کی معاشی مشکلات پیش آئی ہوں جو آج امیر اور غریب یا سرمایہ دار اور مزدور کی باہمی آویزش اور جنگ کا موجب ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمانوں کے امرا یا سرمایہ داروں کا نظریہ موجودہ زمانہ کے امرا اور سرمایہ داروں سے بالکل مختلف رہا ہے بلکہ ہم کہیں گے کہ غربا اور مزدوروں کا نظریہ بھی آج وہ نہیں جو پہلے زمانوں میں ہوا کرتا تھا، دو چیزیں ہیں جو پہلے زمانوں میں کام کرتی ہوئی نظر آتی ہیں اور انہیں دونوں چیزوں کی وجہ سے ان میں کوئی اقتصادی جنگ پیش نہیں آئی اور آج انہی دونوں چیزوں کے نظر انداز ہونے کی وجہ سے کمیونزم اور اقتصادی جنگوں کا خطرہ پیش آ رہا ہے، وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ امراء کے دلوں میں اپنے غریب بھائیوں کی پرورش و امداد کا جذبہ اور غربا کے دلوں میں سیر چشمی و قناعت، غور کر کے دیکھ لیجئے پہلے زمانوں کے امراء میں داد و دہش کا جذبہ اس قدر پایا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں شاذ و نادر ہی اس کی کوئی نظیر مل سکے گی، وہ دولت جمع کرتے تھے، لیکن خزانے بھرنے کے لئے نہیں بلکہ جہاں اس سے اپنے آرام آسائش کا سامان کرتے تھے، وہیں غربا کی پرورش اور حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے خزانوں کے منہ بھی کھول دیتے تھے، جس محلہ میں کوئی امیر رہتا تھا وہ اپنے غریب محلہ داروں کا بھی خیال رکھتا تھا، ان کے شادی بیاہ اور موت فوت پر حسب ضرورت ان کی امداد کرتا اور ان کو رسوائی سے بچاتا تھا، حاجتمند ان کے دروازوں پر آتے اور اپنی ضروریات کے مطابق بلکہ اکثر اوقات اس سے بڑھ کر دامن مراد بھر لے جاتے تھے، بادشاہوں اور سلاطین کو چھوڑئیے ان کے مصاحبوں اور ملازمین ہی کے حالات کو دیکھئے تو پتہ چل جائیگا کہ ان میں سے ایک ایک شخص دولتمند ہونے کے باوجود دولت پرست نہ تھا، بلکہ مخلوق خدا کی حاجت روائی کے لئے اپنی دولت کو کام میں لاتا تھا۔ اس قسم کے بیسیوں اور سینکڑوں واقعات تاریخ میں پائے جاتے ہیں، جعفر برمکی، بیرم خاں خانخانان اور کئی ایک دوسرے امراء کی داد و دہش کے واقعات تاریخ کی کھلی شہادتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت و امارت سے ان لوگوں نے صرف اپنے ہی عیش و آرام کا سامان بہم نہیں پہنچایا بلکہ مخلوق خدا کی معاشی و اقتصادی مشکلات کو بھی بہترین طور پر حل کرتے رہے اور اس زمانہ کے غربا کے اندر بھی سیر چشمی و قناعت اس درجہ موجود تھی کہ ہر شخص اپنی حالت پر قانع تھا، اور کبھی امراء کی طرف ان کی دولت کی وجہ سے حسد و عناد کی نظروں سے نہ دیکھتا تھا۔ قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ ترقی کی طرف قدم نہ بڑھایا جائے یہ تو انسان کی فطرت ہے، جائز طریقوں سے جس قدر ترقی کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے کرے، لیکن ناجائز وسائل سے دوسروں کے اموال چھیننا یا ان کی دولت کو حسد و عناد کی نظروں سے دیکھنا کسی طرح پسندیدہ نہیں۔

افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ میں یہ دونو چیزیں میسر نہیں امراء میں دولت پرستی اس درجہ پر پہنچ گئی ہے کہ مخلوق خدا کی ہمدردی یا غربا کی پرورش کا جذبہ ان کے دلوں سے محو ہو چکا ہے الا ماشاء اللہ۔ خواہ کوئی کتنا بھی بڑے سے بڑا امیر ہو وہ اپنی دولت میں کمی ہی دیکھتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کا ایک حبہ بھی دوسروں کی جیب میں جائے، بلکہ ناجائز وسائل سے بھی دوسروں اور غرباء کی جیبوں سے نکالنا آج کل کے امراء کا شعار ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کے خلاف عناد کا جذبہ ترقی کرتا جا رہا ہے، اور کمیونزم کے خیالات لوگوں کے دلوں میں گھر کرتے جا رہے ہیں اگر امراء اپنے دلوں کو وسیع کریں خدا کے دیئے ہوئے میں سے غربا کی پرورش اور حاجتمندوں کی حاجت برآری کو اپنا شعار بنالیں اور ایسے وسائل پیدا کریں کہ موجودہ معاشی مشکلات کے دور ہونے کا سامان ہو جائے تو کمیونزم کا آج خاتمہ ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف غربا یا متوسط طبقہ کے لوگوں میں بھی قناعت یا سیر چشمی باقی نہیں رہی، امیر اور غریب ہر ایک اسی کوشش میں ہے کہ دنیا بھر کی دولت سمٹ سمٹا کر اسی کی جیب میں آ جائے یہ کوشش بری نہیں اگر جائز وسائل سے کی جائے، اور حسد و عناد کے جذبہ سے خالی ہو کر کی جائے اور اس کے ساتھ ہی اس دولت سے صرف اپنا ہی پیٹ بھرنا اور سامان عیش بہم پہنچانا مقصود نہ ہو، بلکہ مخلوق خدا کی خدمت بھی مدنظر ہو، لیکن جہاں تک موجودہ حالات و واقعات کا تعلق ہے، آج وہ حالت اسکے برعکس ہے ...... حکیم شیرازی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

چشم تنگ دنیا دار را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

قناعت جب تک پیدا نہ ہوگی جب تک دلوں کے اندر سے ہل من مزید کی آواز آتی رہے گی۔ جب تک دنیا داروں کی چشم تنگ خزانوں اور بنکوں کے بھرنے پر ہی نظر رکھے گی اور خدا کے دیئے ہوئے پر قانع ہو کر اس میں سے مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ پیدا نہ ہوگا اور قرآن کریم کے ارشاد کے خلاف دولت اغنیا کے ہاتھوں میں ہی پھرتی رہے گی اس وقت تک موجودہ اقتصادی جنگ ختم نہیں ہو سکتی اور نہ کمیونزم کا قدم محض دلائل کے ہتھیاروں سے آگے بڑھنے سے رک سکتا ہے

کاش ہمارے امراء اس پر غور کریں اور اپنے رویہ کو بدلیں۔ ہمارے عوام قناعت و سیر چشمی اپنے اندر پیدا کریں اور ترقی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے حسد و رقابت اور عناد کے جذبات کو ترک کر دیں، تو صرف یہی طریق عمل کمیونزم کو فنا اور نیست و نابود کر سکتا ہے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ جلسہ سالانہ کے کچھ دن بعد بیمار ہو گئے اور کئی دن تک صاحب فراش رہے الحمد للہ کہ اب حالت نسبتًا بہتر ہے اور آپ اٹھنے بیٹھنے لگے ہیں۔ احباب صحت کامل کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

— مولٰنا صدر الدین صاحب بھی کئی دن تک صاحب فراش رہنے کے بعد اب بحمد اللہ شفایاب ہوئے ہیں مگر کمزوری باقی ہے احباب صحت کاملہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

— ڈاکٹر مقبول الٰہی صاحب اعوان بی وی ایس سی۔ اطلاع دیتے ہیں کہ چھ ماہ تک میانوالی میں رہنے کے بعد اب موسیٰ خیل میں ویٹرنری ہسپتال کے انچارج ہو کر آئے ہیں، پچھلے دنوں گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے چوٹ آئی تھی جس سے ایک ماہ تکلیف رہی اب آرام ہے احباب سے درخواست ہے کہ خدمت دین کی توفیق حاصل ہونے کی دعا فرمائیں۔

— بعض دوست بیماری سے صحت یابی کیلئے دعا کی درخواست کرتے۔ بعض مالی پریشانیوں

اخبار و افکار

انڈونیشیا کی آزادی

سال گذشتہ کے آخری عشرہ کے اہم واقعات میں سے ایک اہم ترین تاریخی واقعہ انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان جو ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو ہوا۔

یہ علاقہ جو جنوب مشرقی ایشیا کے جزائر جاوا ملایا وغیرہ پر مشتمل ہے، ایک عرصہ سے ڈچ حکومت کے زیر نگیں تھا۔ اور جیسا کہ یورپین سلطنتوں کا قاعدہ ہے اس نے بھی وہاں کے لوگوں کو ہر قسم کی غلامی کا طوق پہنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، سیاسی غلامی کے علاوہ ان کے مذہب کو بھی بدلنے اور صلیب کا انہیں حلقہ بگوش بنانے کی پوری کوشش کی گئی، اور بے شمار لوگوں کو جبراً بھی عیسائیت کا طوق پہنا دیا گیا۔ اس مذھبی غلامی سے انہیں اس وقت آزادی حاصل ہوئی جب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے وہاں اپنا ایک تبلیغی مشن قائم کرکے اسلام کی منور شعاعوں سے عیسائیت کے دجل کو آشکارا کر دیا اور وہاں کے سات کروڑ مسلمانوں کو اسلام کی عظمت و معقولیت سے روشناس کرایا، اس امر کا ذکر خود عیسائی پادریوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے کہ اگر جماعت احمدیہ لاہور وہاں تبلیغی مشن قائم نہ کرتی تو عیسائیت ضرور پھیل جاتی، اس مشن کے قیام کی وجہ سے وہاں نہ صرف عیسائیت کا قدم رُک گیا بلکہ قرآن کریم، لٹریچر آف اسلام اور بہت سا اور اسلامی لٹریچر جاوی اور ڈچ زبانوں میں ترجمہ ہو کر لوگوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوا یہ ان لوگوں کی مذھبی آزادی تھی جو خدا کے فضل سے مجدد وقت کے شاگردوں کے ذریعہ انہیں نصیب ہوئی اور آج ان کی سالہا سال کی مسلسل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد انہیں سیاسی آزادی نصیب ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں ایک بہت بڑی مملکت کا اضافہ ہوا ہے جس کے لئے بارگاہ ایزدی میں جس قدر سجدات شکر بجا لائے جائیں ضروری ہیں، یہ بھی مجدد وقت کے الہام کا عملی نقشہ ہے جو ہمارے سامنے آ رہا ہے،

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد آج پے در پے اسلامی سلطنتوں کا پیدا ہوتے جانا اور اتحاد اسلامی کی آوازیں بلند ہونا یقیناً حضرت مجدد وقت کے اس الہام کی صداقت کو ثابت کرتا ہے کاش مسلمان اس طرف متوجہ ہوں اور ان الٰہی انضمال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اعمال و افعال کو بہتر بنانے اور مخلوق خدا کی بہبودی میں کوشاں ہوں، ہم اس موقعہ پر اپنی انڈونیشیا کی جماعت کو جن کا اس آزادی کی جدوجہد میں کچھ کم حصہ نہیں اور وہاں کے عام مسلمانوں کو تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔

اُردُو اور ہندی

۲۳ر دسمبر کو حیدر آباد دکن کے محلہ پتھر گٹی میں اگروال ہائی سکول کا سنگ بنیاد گورنر جنرل ہند سے رکھوایا گیا اور سکول کے صدر نے اپنے خیر مقدمی ایڈریس میں یہ بھی کہا کہ یہ ادارہ ان حیدر آبادی لوگوں کی یادگار قائم رکھے گا جنہوں نے مشکلات اور سخت حالات میں ہندی کی ترقی کے لئے جدوجہد جاری رکھی تھی، اسی فقرہ کے جواب میں شری راج گوپال آچاریہ گورنر جنرل ہند نے کیا خوب فرمایا:-

"نام تو میرا اس ادارہ کے ساتھ شامل ہو رہا ہے اور صاحب آپ کا کوئی بس نہیں اسے ہندی اور اردو کی معرکہ گاہ نہ بنائیے دودھ ہندی بھی دیتی اور اُردو بھی۔ دودھ گائے بھی دیتی ہے اور بھینس بھی۔ اور دُودھ دونوں ہی اچھے ہیں، بھینس کے دودھ میں چکنائی زیادہ ہوتی ہے اور گائے کے دودھ میں مٹھاس زیادہ۔ بھینس کا دودھ لذیذ زیادہ ہوتا ہے، اور گائے کا مفید زیادہ، ہندی اور اردو کے درمیان فرق اتنا بھی تو نہیں جتنا گائے اور بھینس کے دُودھ میں ہوتا ہے، اس سنگِ بنیاد سے اعلان جنگ کا کام نہ لیجئے اسے اتحاد و یکجہتی کا نشان سمجھئے (پی۔ ٹی۔ آئی)

گورنر جنرل ہند کی زبان سے اتحاد و یکجہتی کا یہ پیغام یقیناً بہت ہی قابل قدر اور لائق صد تبریک ہے، کاش یہ پیغام یو۔ پی کی اسمبلی کو دیا جاتا جہاں سب سے پہلے اُردو کے بجائے ہندی دفتری زبان بنا دیا گیا۔ ہند پارلیمنٹ کو یہ پیغام دیا جاتا، جہاں اُردو کے گلے پر اُلٹی چھری پھیر کر ہندی کو ...... اس کی جگہ دے دی گئی، میٹھی باتیں دلوں کو موہ لینے کا موجب ہوتی ہیں، لیکن عمل اس کے خلاف ہو، تو زبان کی شیرینی بھی تلخی بن جاتی ہے۔

افغانستان کی غوغا آرائی

ایسے وقت میں جبکہ چاروں طرف اتحاد اسلامی کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں اور تمام اسلامی ممالک پاکستان کی معیت میں اپنی سیاسی و اقتصادی سربلندی کے لئے مل کر کوشش کر رہے ہیں، یہ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ افغانستان جیسا اسلامی ملک ہندو سیم و زر سے مرعوب ہو کر پاکستان کے خلاف غوغا آرائی کر رہا ہے، اس کا دعوے ہے کہ قبائلی علاقہ اس کا حق ہے یہ اسے دے دیا جائے، اور پٹھانستان یا پختونستان کا نام دے کر اسے افغانستان کا مطیع و منقاد بنا دیا جائے حالانکہ تمام قبائلی بیک زبان اس دعوے کو غلط قرار دیتے اور پاکستان کے زیر نگیں رہنا چاہتے ہیں۔

افسوس ہے کہ افغانستان نے اپنے اس دعوے کو پیش کرتے ہوئے ہندوستان کی شہ پہ پاکستان کے خلاف طرح طرح کے آوازے کسنے شروع کر دیئے ہیں، اور ایسا ناپاک پراپیگنڈا شروع کیا ہے جو کسی طرح قابل برداشت نہیں، حکومت پاکستان کا رویہ قابلِ استحسان ہے جو محض اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے، افغانستان کے اس طریق عمل کو خاموشی کے ساتھ برداشت کر رہی ہے، تاہم وزیر اعظم پاکستان کو دستور ساز اسمبلی میں آخرکار یہ اعلان کرنا ہی پڑا کہ ہم اپنے وقار کی قیمت پر افغانستان کی دوستی کو خرید نہیں سکتے۔

وزیر ممدوح نے افغانستان کے دعاوی کا نہایت مدلل جواب دیا ہے، کاش ہمارا ہمسایہ ملک اس جواب کو ٹھنڈے دل سے سن کر ہندو مکر و فریب کے جال سے اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کرے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دین (مینیجر)

جماعت احرار کا فتنہ

پاکستان کو کمزور کرنے کی ایک ناپاک کوشش

تقریر الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ ایڈووکیٹ گجرات بر موقعہ جلسہ سالانہ

کون نہیں جانتا کہ جب حضرت قائداعظم مرحوم نے مخالفین کے سامنے پاکستان کے نظریہ کو پیش کیا تھا تو اپنے اور بیگانے اسے ایک خواب سمجھتے تھے اور استہزا کرتے تھے لیکن خدا کے فضل اور مرحوم کی ان تھک اور خلوص بھری کوششوں سے یہ خواب آخر اگست سنہ ۱۹۴۷ء کے نصف میں ایک حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آگیا۔

مسلمانوں کا تشتت و اختلاف

قائداعظم مرحوم نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کی بکھری ہوئی طاقت کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ آپ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ متحدہ آواز ہی میں وہ طاقت پیدا ہوگی جو مخالفین کے منصوبوں کو مثل تنکے کے خس و خاشاک کی طرح تقسیم کر دے گی۔ آپ نے یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ مسلمانوں کے تنزل اور قعر مذلت میں گرنے کا سبب ان کا باہم افتراق اور تشتت ہے۔

یہ بیماری ملاؤں کی خود غرضی کہہ لیجئے یا قرآن اور حدیث کی تعلیم سے ناواقفیت کی وجہ سے مسلمانوں میں پیدا ہوگئی۔ خیالات میں ذرا اختلاف ہوا جھٹ کفر بازی کا بازار گرم ہوگیا۔

قائداعظم کا اصول اتحاد

ہمارے محبوب سیاسی رہنما نے اس کمزوری کو بھانپ کر فوراً اعلان کر دیا کہ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مسلم لیگ میں شامل ہو سکتا ہے۔ بس کیا تھا مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن گئی، اور یکجہتی کی وجہ سے اس کی آواز میں قوت پیدا ہونی شروع ہوگئی۔ خود غرض ملاؤں اور چھوٹی چھوٹی سیاسی پارٹیوں نے اپنے وقار کو زائل ہوتے دیکھ کر قائداعظم مرحوم کے اس اصول کے خلاف ایک زبردست ایجی ٹیشن شروع کر دی اور ہر چند کوشش کی کہ کسی دوسرے ایک فرقہ کے متعلق محض فروعی اختلافات کی وجہ سے مسلم لیگ کا ممبر نہ ہونے کا اعلان قائداعظم کی زبان سے کروا دیں لیکن وہ مرد مجاہد اپنے اس اصول پر پہاڑ کی طرح ڈٹا رہا۔ اور مخالف آوازوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ وہ یہ قدم اٹھا بھی کس طرح سکتے تھے جبکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ ایسا کرنا اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے کی طرف دھکیلنا ہے۔

قوم کا متحد کر دینا آخر اپنا رنگ لایا اور وہ مسلمانوں کا مطالبہ جو کبھی مخالفین کی نظروں میں خواب دکھائی دیتا تھا ایک حقیقت بن کر آسمان سیاست پر ثریا کی طرح چمکا۔

مخالفین کا غیظ و غضب

آج جبکہ بفضل خدا قائداعظم مرحوم کے اس اصول یعنی "اتحاد" پر گامزن ہونے کی وجہ سے خداداد مملکت پاکستان میں بڑی مضبوطی پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے مخالفین کے دل میں اسکو دیکھ کر غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اس کی مثال قرآن کریم نے یوں بیان کی ہے

کزرع اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار۔

کہ اسلام اگرچہ آج ایک کونپل کی طرح ہے لیکن وہ دن آتا ہے جب یہ ایک تن آور درخت بن جائے گا، جس کی جڑیں دور دور زمین کے اندر چلی گئی ہوں۔ مخالفین جو اس کو اس وقت تباہ کرنے کی فکر میں ہیں اسے دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں گے بعینہ یہی حالت آج دشمنان پاکستان کی ہے اس کی بڑھتی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر وہ غیظ و غضب میں آ رہے ہیں۔ اور مختلف تدابیر اور ذرائع سے اسے صفحہ ہستی سے ہی مٹا دینے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

حکومت ہند کا طریق عمل

انڈین ڈومینین کے طرز عمل سے ہر کوئی واقف ہے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد جو سلوک اس ہمسایہ گورنمنٹ نے اس سے کیا ہی اور کر رہی ہے کیا وہ تباہ و برباد کرنے کی کچھ کم کوشش ہے۔ یہ ایک بدیہی امر ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن افسوس تو اس بات پر ہے کہ اپنوں میں کچھ بعض ایسے افراد ہیں جو ابھی تک تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔

اتحاد کو چھوڑنا تباہی ہے

آج جبکہ ہر ایک پاکستانی نے قائداعظم مرحوم کے بتلائے ہوئے اصول اتحاد کے شیریں اور لذیذ پھل کو غلامی سے آزاد ہو جانے اور حکومت کے مل جانے کی شکل میں چکھ لیا ہے۔ کیا اس کے دل میں (اگر وہ پاکستان کا وفادار ہے) کبھی بھی قوم میں افتراق اور تشتت کے دوبارہ پیدا کرنے کا خیال چھوڑ وہم بھی آ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اس لئے کہ وہ یقین کرتا ہے کہ اس طریق سے پاکستان کو اپنے ہاتھوں کمزور کرنا اور دشمنوں کے سامنے ایک صید لاغر کی طرح ڈال دینا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر سچے پاکستانی سے "اتحاد اتحاد" کی آوازیں آتی ہیں یہ وہ عظیم الشان اصول ہے جو قائداعظم مرحوم نے بطور ماٹو کے ہمارے سامنے رکھا تھا تا ہر وقت اس کی اہمیت ہمارے سامنے رہے۔ اور تا ایسا نہ ہو کہ کسی دشمن کے پروپیگنڈا میں آ کر ہم پھر اس کامیابی کی راہ کو چھوڑ کر ہلاکت کی طرف چل پڑیں ہمارے گورنر جنرل، وزیراعظم اور دیگر عہدہ دار آئے دن اپنی تقاریر میں اور متعدد ایڈیٹرز اپنی اخباروں میں قائداعظم مرحوم کے ارشاد گرامی UNITY یعنی اتحاد FAITH یعنی ایمان DISCIPLINE یعنی تنظیم کو دہراتے رہتے ہیں۔ حقیقت ظاہر یہی ہے کہ یہ وہ تین چیزیں ہیں جن سے نہ صرف پاکستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمان ایک دفعہ پھر اپنی سابقہ روایات کو دہراتے ہوئے تمام دنیا میں معزز ترین قوم اور باقی تمام قوموں کے راہنما اور حاکم بن سکتے ہیں۔

جماعت احرار کی فتنہ انگیزی

جماعت احرار کی گزشتہ سرگرمیوں سے ہر کوئی واقف ہے۔ یہ وہ پارٹی ہے جس نے قائداعظم مرحوم کے مشن کو ناکام بنانے میں انتہائی کوشش کی اور اس نے اپنا وقار ہمیشہ مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا کرنے میں ہی سمجھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نصب العین ہی یہی تھا۔

موجودہ دور میں جب کہ انڈین ڈومینین نوزائیدہ مملکت پاکستان سے انتہائی دشمنی کا برتاؤ کر رہی ہے۔ اور اس کوشش میں ہے کہ اسے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا جائے پاکستان کے مسلمانوں کو قائداعظم مرحوم کے بتائے ہوئے اصول "اتحاد" پر قائم ہو جانے کی بڑی ہی شدید ضرورت ہے لیکن یہ جماعت احرار جس نے اعلان کیا تھا کہ ہم اب سیاست سے علیحدہ ہوتے ہیں اور آئندہ ہماری جماعت ایک تبلیغی جماعت ہوگی۔ اور نیز یہ کہ ہم پاکستان کے وفادار بن کر پاکستان میں رہیں گے اپنا دیرینہ نصب العین "مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا" پھر اپنا رہی ہے۔ اور دوستی کا لبادہ پہن کر پاکستان کی جڑ پر کلہاڑا رکھ کر انڈین یونین کی کوششوں کو پروان چڑھا رہے ہیں یہ لوگ ان کی معاونت کر رہے ہیں۔

غیروں کیساتھ ایک قوم اور مسلمانوں میں افتراق

گزشتہ ماہ ۹ دسمبر کو ہندوستان میں مولوی حسین احمد مدنی نے اعلان کیا تھا کہ ہندو، سکھ، پارسی اور مسلمان سب کے سب ایک قوم ہیں۔ لیکن علمائے احرار ہیں کہ یہاں گجرات میں اپنی ایک کانفرنس میں یہ ریزولیوشن پاس کرتے ہیں کہ "قادیانی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں انہیں سیاست سے الگ کر دیا جائے" (یہ اچھی تبلیغ ہے کہ کلمہ گوؤں کو ہی کافر قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ اسلام کی تبلیغ نہیں ہاں کفرگری کی تبلیغ ضرور ہے)۔

ہاں تو غور فرمائیے کہ ہندوستان میں مشرکوں بت پرستوں کو مسلمانوں کے ساتھ ملا کر ان سب کو ایک قوم قرار دیا جاتا ہے۔ اور پاکستان میں ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک قبلہ غرضیکہ تمام بنائے اسلام میں متفق لوگوں کو کافر قرار دے کر سیاست سے الگ کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کیا یہ وہی حربہ نہیں جس کو شروع میں جبکہ قائداعظم مرحوم حصول پاکستان کے لئے کوشاں تھے استعمال کیا گیا۔ اور انہوں نے اسے قوم کے لئے مہلک سمجھتے ہوئے ٹھکرا دیا۔

قادیانیوں کو کافر کہلا کر ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش

یہ دشمنان پاکستان اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے باہمی "اتحاد" کو پاش پاش کر کے ان میں افتراق پیدا کرنے سے پاکستان کو بڑی آسانی کے ساتھ مٹایا جا سکتا ہے۔ اس لئے وہ مختلف طریقوں سے تفریق پیدا کرنے کی کوشش کرتے

رہتے ہیں اور نا ایں دم وہ اس باطل وہم میں مبتلا ہیں کہ پھر سے سیاست پر غلبہ حاصل کر کے پاکستان کو ہندوستان کے ساتھ دوبارہ ملا دیا جائے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے انہوں نے پھر قادیانیوں کو کافر کافر کہکر پکارنا شروع کیا ہے تا ان کے خلاف مسلمانوں میں دشمنی کا ولولہ پیدا کر کے عوام پر یہ اثر پیدا کریں اور انہیں یہ یقین دلا دیں کہ وہ قوم کے بڑے ہی خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔ اور یوں پاکستان کے مسلمانوں کا اتحاد ٹوٹ جائے۔

مسلمان بھائیوں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ یہ قوم کی ہمدردی نہیں بلکہ قوم سے دشمنی ہے، پاکستان سے دشمنی ہے اور قائد اعظم مرحوم سے دشمنی ہے

پاکستان کا وقار اور قادیانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ بیرونی ممالک میں پاکستان کا وقار نہ صرف قائم ہو رہا ہے بلکہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور یہ خدا کے فضل سے جہاں وزیر اعظم ڈاکٹر لیاقت علی خاں اور دیگر ارباب اقتدار کی کوششوں کا نتیجہ ہے وہاں وزیر خارجہ سر محمد ظفر اللہ خاں کی خداداد لیاقت اور اخلاص کا بھی اس میں بڑا دخل ہے مخالفین کو یہ ترقی بھی ناپسند ہے۔ اس لئے انہوں نے بالواسطہ اس ترقی کو روکنے کے لئے یہ سلوگن بنایا ہے "قادیانیوں کو سیاست سے نکال دو" اگر اس پر عمل کیا جائے تو سب سے پہلا قادیانی جس پر اس کا اثر پڑے گا وہ ہیں وزیر خارجہ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں۔ ان کے اس خدمت سے جو وہ پاکستان کی مضبوطی کے لئے بڑے خلوص سے سرانجام دے رہے ہیں سبکدوش ہونے سے جو نتیجہ ہوگا وہ یقیناً دشمن کے لئے باعث فرحت ہوگا۔

پاک آرمی اور قادیانی

دوسرے خدا کی فضل سے پاک آرمی کی مضبوطی اور اس کے اعلیٰ DISCIPLINE یعنی نظم و نسق سے پاکستان کا وقار دن بدن بڑھ رہا ہے۔ فوج کا MORALE آج اس قدر بلند ہے کہ جتنا بھی ہم خدائے واحد کا شکر بجا لائیں کم ہے۔ قلوب کا اپنی حفاظت کے لئے دشمن کا مقابلہ کرنے میں مضبوط ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے۔ اس شعبہ میں اکثر کلیدی جگہوں پر قادیانی اصحاب متمکن ہیں۔ جنہوں نے آج تک اپنے قول اور عمل سے پاکستان کو مضبوط کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی دشمن چاہتا ہے کہ قادیانی کافر ہیں انہیں سیاست سے الگ کر دو کے سلوگن سے فوج میں اپنے افسروں کے خلاف حقارت کا جذبہ پیدا کر دیا جائے اور یوں اندر ہی اندر پاک آرمی کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا جائے یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس کی تہ میں سوائے پاکستان کی تخریب اور تباہی کے کچھ بھی مقصود نظر نہیں آتا۔

تفریق پیدا کر کے پاکستان کو کمزور کرنے کی کوشش

تیسرے وہ زبردست ذریعہ جس سے نہ صرف قائد اعظم مرحوم کو حصول پاکستان ہی میں کامیابی ہوئی بلکہ اس سے اس کی مضبوطی اور ترقی بھی وابستہ ہے یعنی "اتحاد" اس کو بھی تفریق پیدا کر کے کمزور کیا جا رہا ہے۔ کفر بازی کی لعنت کو جسے قائد اعظم مرحوم نے سیاسی میدان میں یکسر مٹا کر رکھ دیا تھا آج اسے پھر زندہ کیا جا رہا ہے۔ سیاست کے پلیٹ فارم پر اگر ایک بار یہ فیصلہ کر دیا گیا تو پھر یہ دروازہ اخراج کا کسی طرح بھی بند نہیں ہوگا۔ اور مسلمانوں کا کوئی فرقہ بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔

دوسرے مسلمانوں کا حال؟

قادیانی اگر اس لئے سیاست سے الگ کر دیئے جائیں گے کہ وہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں تو پھر دوسرے مسلمانوں کے لئے کیا فتوےٰ ہوگا جو ۲۰۰۰ برس پہلے کے گذرے ہوئے نبی حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے معتقد ہیں اگر جواب تاویل سے دیا جائے تو اول الذکر بھی تاویل کرتے ہیں۔

آغا خاں کے مریدوں کو لیجئے بعض تو اسے خدا مانتے ہیں۔ ان کے متعلق کیا فتوےٰ ہوگا؟

مسلمانوں میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو ان بزرگ ہستیوں کو جنہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کی صحبت میں رہ کر تربیت پائی اور اپنے اموال اور اپنی جانوں کو خدمت دین کے لئے وقف کر دیا اور جن کے ذریعہ اسلام کو بڑی تقویت پہنچی اور جو آج اسلام اور مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں۔ یعنی حضرات شیخین حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نعوذ باللہ من ذالک منافق اور مرتد کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا فتوےٰ ہوگا؟

بعض وہ بھی ہیں جو خدا کی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاضر و ناظر جانتے ہیں ان کے متعلق کیا فتوےٰ ہوگا؟

بعض وہ ہیں جو احادیث کو اغلاط کا مجموعہ خیال کرتے ہیں اور صرف تین قرآنوں کے قائل ہیں وغیرہ ان کے متعلق کیا فتوےٰ ہوگا؟

مسلمان کون ہے؟

اسی طرح مسلمانوں میں متعدد فرقے ہیں جن کا باہم فروعات میں اختلاف ہے۔ لیکن بایں ہمہ سب کے سب پانچ بنائے اسلام پر متفق ہیں۔ اگر ان سب کو محض فروعات کے اختلاف کی وجہ سے کفر کے فتوے لگا کر سیاست سے الگ کر دیا جائے تو پھر مسلمان کون ہیں۔

یہ کافر گری ایک بہت بڑا فتنہ ہے جس نے آج سے پیشتر مسلمانوں کو بام اوج سے انتہائی ذلت میں گرا دیا تھا۔ اس لعنت کو آج جبکہ پاکستان اتحاد کے اصول کو تھامے ہوئے ترقی کی راہ پر گامزن ہو چکا ہے۔ دشمنان پاکستان پھر اس ذریعہ سے مسلمانوں کو تنزل کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا کہ وہ جو تمہیں اسلام کا اظہار اسلام علیکم سے کرے اس کے نہ صرف مسلمان ہونے بلکہ مومن ہونے پر بھی شک نہ کرو۔ اور حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے:۔

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ والرسول

کہ ہر وہ شخص جو ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے، وہ مسلمان ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمہ میں آگیا۔

افسوس ہے کہ اتنی بیّن ...... تعلیم کے باوجود یہ خود غرض ملاں لوگ ایک دوسرے کو کافر کہتے چلے جاتے ہیں۔

فتنہ پرداز کو روک دیں

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کی بتلائی ہوئی نشانیوں کو یاد رکھیں اور جس سے یہ الفاظ سنیں یا جنہیں ایسی نماز پڑھتے دیکھیں اسے مومن اور مسلمان سمجھیں اور ان فتنہ پرداز مولویوں کے پھندے میں نہ آئیں۔

ہمارے ارباب اقتدار کو بھی چاہیئے کہ وہ اس فتنہ کو جس میں پاکستان کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے پنہاں ہیں اور جس سے مسلمانوں کے شیرازۂ اتحاد کو بکھیر کر انہیں غلامی کی لعنت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے بڑی درشتی کیسا تھ روک دیں اور اسے دوبارہ پنپنے نہ دیں۔

علیم خدا کا زندہ نشان

(بقیہ از صفحہ ۲)

نابود ہوگی۔ اور جماعت کو چاہیئے کہ مجھے چھوڑ دے۔

پھر فرمایا:۔

"میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ اتنی مدت تک .... اسی قدر مضمون اردو .... اور اسی قدر قصیدہ چھاپ کر شائع کر دیں تو ان کو دس ہزار روپے نقد دوں گا۔ میری طرف سے یہ اقرار صحیح شرعی ہے جس کا ہرگز تخلف نہیں ہوگا۔"

اس زر گرانقدر رقم کا وعدہ دلانے کے بعد کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ ان مخالف مولوی حضرات نے اس کے حصول کی کچھ کم کوشش کی ہوگی۔ اور کیا جب حضرت مرزا صاحب نے اپنی صداقت کو انہیں کے ہاتھوں پکڑا دیا انہوں نے آپ کو کاذب ثابت کرنے کے لئے کچھ کم جد و جہد کی ہوگی۔ آخر غور فرمایئے کیا وجہ ہے کہ مخالف مولوی دن رات رسالوں اشتہاروں اور اخباروں کے صفحات تو آپ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں اور ان کی قلم رطب و یابس اور بد زبانی کے لکھنے پر تو خوب چلتی ہے لیکن نہیں چلتی تو اس کتاب کی مثیل لانے پر نہیں چلتی۔ اور ان سب کی قلمیں بمطابق پیشگوئی ٹوٹ جاتی ہیں۔

پھر ایک اور نشان دیکھئے:۔

قاضی ظفر الدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو ادب عربی کے رسالہ "نسیم الصبا" کے اڈیٹر بھی تھے وہ مقابلہ میں کچھ لکھنا شروع کرتے ہیں لیکن انہوں نے ابھی چند اشعار ہی لکھے ہونگے کہ اچانک بیمار ہو کر ہمیشہ کے لئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

سوچیئے اور غور فرمایئے۔ کہ ہر دو مقابلوں میں جس کا ایک مدت پہلے اعلان کیا جاتا رہا تمام مخالفین کے قلم ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور کسی کو بھی مقابلہ میں نکلنے کی جرأت نہیں ہوتی اور صرف اسی شخص کو جسے خدا کی طرف سے مؤید اور منصور ہونے کا دعوےٰ تھا۔ میعاد مقررہ کے اندر ان کتابوں کو شائع کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ کیا کاذب اور مفتری علی اللہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ صادقین کاملین علماء کرام اور سجادہ نشین عظام کے مقابلہ پر کامیاب ہو جاتے اور اس کے منہ کی بات حرفاً حرفاً پوری ہو جاتے۔ اور

کمیونزم کا ایک مختصر جائزہ

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

نوٹ :- یہ مقالہ مولانا صاحب نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر پڑھا - مدیر

ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ھم عن ایاتنا غافلون ۝
اولئک ماوٰھم النار بما کانوا یکسبون ۝ (۸ : یونس)

یقیناً وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ، اور دنیوی زندگی پر ہی راضی ہو گئے ہیں اور اسی پر مطمئن ہیں اور نیز وہ لوگ جو کہ ہماری آیات سے غافل ہیں ان سب کا ٹھکانا آگ ہے بوجہ اس کے جو وہ کیا کرتے تھے -

مارکسیت سے ہمارا اختلاف

"مارکسیت" یا "اشتمالیت" محض ایک اقتصادی نظام کا خاکہ ہی نہیں پیش کرتا بلکہ ایک مکمل نظریۂ حیات بھی ہے - جس کو دوسرے لفظوں میں مذہب بھی کہا جا سکتا ہے اسی لئے ہر ایک مذہب کے ساتھ اسکو ایک بنیادی دشمنی ہے ہم مسلمان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس وقت جو معاشرہ ہمارے سامنے ہے اس کا اندرون بالکل خراب ہو چکا ہے جہاں تک کارل مارکس ان خرابیوں کا تجزیہ کرتا ہے وہاں تک ہمیں اس سے کوئی پرخاش نہیں یہ صحیح ہے کہ موجودہ معاشرے میں انسان کے تعلق کی بنیاد بالعموم معاشیات کے واسطے پر مبنی ہے - یہ بھی درست ہے کہ فکر معاش کے سامنے بنی نوع انسان کے تمام روایتی اخلاقی اقدار عام طور پر قربان کر دیئے جاتے ہیں - یہ بھی صحیح ہے کہ انسان کی بحیثیت انسان کوئی قیمت باقی نہیں رہی ، اور دنیا میں فکر معاش اور عیاشی کی خاطر حد سے زیادہ ظلم ، بے انصافی اور سنگدلی برتی جاتی ہے اگر کارل مارکس اتنا ہی کہہ کر بات کو ختم کر دیتا تو ہم مذہبی لوگوں کو اس سے الجھنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آتی - ہمارا اختلاف ان کی تشخیص اور علاج سے ہے کیونکہ ان کا علاج مرض سے زیادہ تکلیف دہ اور نقصان رساں ہے - جس چیز نے ان تمام موجودہ خرابیوں کو پیدا کیا ہے یعنی بے قید فکر معاش ، اور حرص دنیا - اسی کو کارل مارکس انسانی حیات کی علت غائی اور تہذیب انسانی کا مبداء قرار دیکر اپنے اس مزعومہ انکشاف کو کائنات کی ایک ابدی صداقت کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اس کے نتیجہ میں جو ہونا تھا وہی ہوا - یعنی انسان کی قدر و قیمت بحیثیت انسان اگر سرمایہ داری نظام میں اصولاً مانی جاتی تھی - اور عملاً اس کا انکار کیا جاتا تھا - تو اشتمالی نظام میں درحقیقت اس کا انکار عملاً بھی کیا جاتا ہے اور اصولاً بھی - اس کی تشریح میں آگے چل کر پیش کروں گا -

پاکستان کے اہل قلم سے خطاب

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس اثنا میں پاکستان کے مسلمان اہل قلم نے "مارکسیت" کے خلاف حوصلہ کے ساتھ ایک علمی کام کی بنیاد ڈال دی ہے مگر ان کے طریق استدلال میں بعض خامیاں پائی جاتی ہیں جن کو دور کرنا ضروری ہے - میرا پہلے بھی خیال تھا اور اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اصول اور اعتقاد کے میدان میں مارکسیت اور "اسلام" کی ٹکر جو ہونی ہے وہ اس سرزمین پاکستان میں ہی ہو گی - اور "مارکسیت" کی اعتقادی موت یہیں واقع ہو گی اس کے بعد اگر مارکسیت زندہ رہی بھی تو آریہ سماج کی طرح ایک شکست خوردہ خیال کی طرح سیاست کی آڑ میں یا ایک خاص قوم کے پراپیگنڈا کے طور پر دنیا میں باقی رہ جائے گی - مگر اس کے اس شکست کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں ایسا طبقہ مجاہدین کا پیدا ہو جائے جو اپنی زندگیاں اس علم کلام کو فروغ دینے میں صرف کر دے - جماعت احمدیہ کا اس سلسلہ میں ایک بہت بڑا فرض ہے -

جماعت کو خاص طور پر متوجہ کرنے کے لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اس موقعہ پر اس تحریک کے معتقدات کی موٹی موٹی باتوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر دوں اور ساتھ ہی ان میں جہاں جہاں خامیاں ہیں وہ بھی بتاتا جاؤں -

مارکسیت کے معتقدات

اولاً فلاسفر ہیگل کے تتبع میں کارل مارکس تاریخ انسانی میں ایک ضابطہ بھی مانتا ہے اور ایک ارتقاء بھی یعنی واقعات عالم کو بے معنی اور بے جوڑ اتفاقات کا مجموعہ نہیں سمجھتا - اس کا خیال یہ ہے کہ ہر اجتماعی اہم واقعہ کے پیچھے کوئی نہ کوئی قانون کارفرما ہے اور یہ کہ اقوام عالم کی تہذیبی سرگرمیاں ہر زمانہ میں ترقی کی ایک نئی منزل طے کرتی ہیں - بالفاظ دیگر دنیا کی ہر نئی تہذیب پچھلی تہذیب سے وسعت اور گہرائی میں کچھ نہ کچھ بہتر ہوتی ہے - ظاہر ہے کہ اسلام کے نقطہ نظر سے اس خیال میں کوئی خراب بات نہیں ہے - بلکہ ہم ایسا خیال رکھنے والوں کو بتلانے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ نظریہ کہ تاریخ انسانی ایک ضابطہ کے ماتحت کام کرتی ہے - قرآن کریم نے ہی پہلی دفعہ دنیا کے سامنے پیش کیا - واقعات عالم کو ایک سلسلہ میں پرو کر ان پر کوئی قاعدہ کلیہ قائم کیا جا سکتا ہے - یہ خیال قرآن کریم سے پہلے کسی کے دماغ میں نہیں آیا تھا -

قرآن شریف بار بار انسان کو مخاطب کر کے کہتا ہے :-

سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین

یعنی دنیا میں پھر کر دیکھو کہ تکذیب کرنے والوں کی عاقبت کیا ہوئی - مطلب یہ ہے کہ قوموں کا عروج و زوال ایک اٹل قانون کے ماتحت ہے - اسی طرح قرآن کریم فرماتا ہے : الم یاتھم نباء الذین من قبلھم "الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم" یعنی کیا نہیں آئی خبر تمہارے پاس ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں - اسی طرح اور بھی آیات ہیں جن میں مختلف رنگ میں اسی اصول کو دوہرایا گیا ہے - کہ تمام قوموں کی تاریخ ایک ہی قاعدہ کے ماتحت چلتی رہتی ہے کفار نے اس اصول کو ماننے سے انکار کیا - ان کا جو جواب ہوا کرتا تھا اسکو قرآن شریف نے یوں بیان کیا ہے -

"یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین"

یعنی کہ یہ پہلوں کے قصے اور کہانیاں ہیں - ان کے اس جواب کا قرآن نے بار بار ذکر کیا ہے - اور مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ اسکو قصہ ماضی سمجھتے تھے جس کا کوئی تعلق یا کوئی اطلاق ان کے کاروبار پر یا ان کے زمانے پر نہیں ہو سکتا تھا - قرآن کریم کی حجت کو اگر ہم آجکل کی اصطلاح میں ادا کرنا چاہیں تو یوں کہیں گے کہ History repeats itself یعنی تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے گویا کہ تاریخ عالم ایک ایسا تجربہ گاہ ہے جہاں خاص حالات کے پیدا کر دینے سے خاص واقعات کا رونما ہونا ایسا لابدی ہے جیسا کیمیا میں خاص عناصر کو اکٹھا کر دینے سے ایک خاص چیز کا پیدا ہو جانا - مختصر کلام یہ ہے کہ انسان کی سماجی زندگی کے واقعات میں قدرت کے اٹل قوانین اسی طرح کارفرما ہیں جس طرح کہ کائنات کے دیگر کاروبار میں - بنا بریں ہیگل اور کارل مارکس کے خیال کا اتنا حصہ اسلام کے عین مطابق ہے -

دوم مسئلہ ارتقاء - یہ بھی عین اسلامی خیال ہے - خدا کے "رب العالمین" ہونے کی صفت میں یہ مفہوم بڑا واضح طور پر موجود ہے - اس مسئلہ میں ذیل کی آیت بھی ہماری رہبری کرتی ہے :-

"ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا - الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر" یعنی جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں - اس سے بہتر یا اس کی مانند ہم لے آتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ واقعات عالم بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں - قوموں اور تہذیبوں کا پیدا ہونا اور مٹ جانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ جب کوئی قوم یا کوئی تہذیب مٹ جاتی ہے تو واقعی اس سے بہتر قوم یا اس سے بہتر تہذیب خدا تعالیٰ پیدا کر دیتا ہے - اور سورۃ رحمٰن میں جو یہ فرمایا "کل یوم ھو فی شان" اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور ویسے بھی تاریخ کے مطالعہ سے یہ صاف نظر آتا ہے کہ انسان کی اجتماعی زندگی میں واقعی ایک ارتقا ہے - لہٰذا ان فلسفیوں کا یہ خیال بھی اسلام کی تعلیم سے بلاشبہ مستعار ہے -

مسئلہ جدلیات

اس کے بعد مسئلہ جدلیات آتا ہے اس کی تشریح یوں ہے کہ جس طرح دو مناظر یا دو مخالف وکیل دو متضاد آراء کو رکھتے ہوئے ہر ایک اپنے نقطہ نظر سے دلائل پیش کرتا جاتا ہے اور بالآخر دونوں فریق کی جو صحیح باتیں ہیں ان کے امتزاج سے ایک تیسری رائے قائم ہوتی ہے جس پر کہ فیصلہ صادر ہوتا ہے - اسی طرح تاریخ انسانی کے اندر بھی گویا دو متضاد خیالات یا تصورات کا ایک مناظرہ ہوتا رہتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک تصور یا سوسائٹی یا نظام جوں جوں اپنی تکمیل کو پہنچتا ہے اس کے اپنے بطن سے ہی اپنی ایک ضد پیدا ہو جاتی ہے جو آہستہ آہستہ باہم ٹکر لیتے

ہوئے پرانے تصور کو ختم کر دیتا ہے اور نئے و پرانے دونوں تصور کے پائدار اور صالح عناصر کے امتزاج سے ایک نیا نظام پیدا ہو کر اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ یہ نیا نظام گویا ایک تیسری شئے ہے جو نہ تو پرانا نظام ہوتا ہے اور نہ مکمل طور پر اس کی ضد۔ نظام اول کو ہیگل یا مارکس کی زبان میں THESIS کہتے ہیں۔ اردو میں اسے دعوے یا مثبت کہہ لیجئے دوسرے یعنی ضد کو ANTI THESIS کہتے ہیں۔ جسے اردو میں جواب دعوے یا منفی کہہ لیجئے۔ اور یہ جو تیسرا تصور یا نظام قائم ہوتا ہے اسے SYNTHESIS یا اردو میں "مرکب نو" یا "امتزاج بین الاضداد" کہتے ہیں۔

اسلام اس کا مؤید ہے

اسلام اس خیال کے خلاف کچھ بھی نہیں کہتا بلکہ قرآن سے اس کی تائید ملتی ہے۔ اضداد قدرت کے ہر شعبہ میں موجود ہے۔ قرآن شریف میں موسموں کی تبدیلیاں، انسان کی حیات اور موت۔ اختلاف نسل و تبار وغیرہ کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے اور چونکہ قرآن کریم ایک عمرانی دستور ہے۔ یہ لازمی بات ہے کہ مادی دنیا کے اختلافات کے مشابہ کوئی قانون اختلاف انسان کے معاشر میں بھی کام کر رہا ہے۔ خود شریعتوں کو لیجئے۔ موسوی شریعت میں سب سے زیادہ زور انتقام اور قصاص پر ہے۔ عیسوی شرع عفو۔ درگذر اور اخلاقی اپیل پر زور دیتی ہے ظاہر ہے ان دونوں میں باہمی اختلاف ہے۔

مسئلہ ارتقاء کو تسلیم کرتے ہوئے ایک بات کہدینا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ ارتقاء جہاں کہیں بھی ہے۔ جھٹکے اور وقتی رجعت سے خالی نہیں۔ ایک انسان کی نشوونما کو ہی لیں۔ بچپن سے لے کر مسلسل ارتقائی منازل طے کرتا رہتا ہے۔ مگر اس کے اندر بیماریاں بھی آتی ہیں اور بعض اوقات وہ "کاملیت" بھی ہو جاتا ہے۔ مگر صحتیاب ہو جانے کے بعد اس کا اگلا قدم ارتقاء کی طرف ہی ہوتا ہے اسی طرح ہر قوم میں ہر تہذیب میں اور مجموعی طور پر سب ہی نوع انسان میں مسلسل ارتقاء ضرور ہے۔ مگر اس کے اندر جھٹکے بھی آتے رہتے ہیں اور بعض اوقات یہ جھٹکے بڑے خطرناک بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے سامنے تیر دُود موجود ہے۔ اس میں بنی نوع انسان کا یہی حال ہے۔ ایک سخت بیماری نے اسے آگھیرا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی عمرانی زندگی ختم ہونے کو ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک وقتی مصیبت ہے۔ اور اس کے بعد جو دور آئے گا اس میں تاریخ نویس دیکھیں گے کہ ارتقاء کا مسئلہ واقعی صحیح ہے۔

مارکس کے فلسفہ کا مقصد

مگر سوال یہ ہے کہ کارل مارکس ارتقاء اور جدلیات کو کس مقصد کے لئے استعمال کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ مغرب میں ایک خیال پیدا ہو گیا تھا کہ سرمایہ داری نظام ایک مستقل اور دائمی چیز ہے۔ اور اس کو ایک مذہبی تقدس حاصل ہے۔ ارتقاء کا مسئلہ پیش کر کے کارل مارکس نے اس خیال کو توڑنا چاہا۔ اسی لئے مارکس کے متبعین کسی چیز یا نظام کے "مطلق" ہونے کے سخت خلاف ہیں۔ مگر ارتقاء کے باوجود ان کو یہ فکر پڑا کہ ارتقاء میں انقلاب کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ ارتقاء اکائی چاہتا ہے۔ اور تغیر کے اندر ایک چیز بہرحال دائمی طور پر قدر مشترک کی حیثیت میں رہ جاتی ہے۔ اسی لئے انہوں نے جدلیات کا سہارا لیا کیونکہ اس میں انقلاب کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ اور اسی کی بناء پر انہوں نے یہ اعلان کیا۔ کہ انقلاب نہ صرف ایک قدرتی چیز ہے بلکہ ایک جائز اور ضروری امر ہے۔

ایک سوال

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ارتقاء کے علمبرداروں کو یہ انقلاب کی بات کیسے سوجھی اور ان دونوں کو انہوں نے کس طرح اکٹھا کر لیا۔ جو جدلیات ہمیں قدرت کے کاروبار میں نظر آتے ہیں اس میں کوئی ایسا ہیجان یا الٹ پلٹ کے نظارے پیش نہیں آتے گرمی کے بعد سردی اور سردی کے بعد گرمی بتدریج آتی ہے۔ رات اور دن کے اختلاف میں بھی تدریج موجود ہے مگر کارل مارکس کے متبعین پر انقلاب کا جنون سوار ہے۔ کیونکہ ان کی ساری تحریک نفرت اور انتقام پر مبنی ہے ورنہ ان کے مسلمات سے انقلاب ثابت نہیں ہوتا۔

دوسرا سوال

دوسرا سوال جو ہم اپنے اشتمالی بھائیوں سے کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ موجودہ سرمایہ داری نظام کو چلو THESIS مان لیا۔ اب ان کے نظریئے کے مطابق دو باتوں کا اور ہونا لازمی ہے ایک ANTI-THESIS یعنی اس کی ضد اور دوسرا SYNTHESIS یعنی دونوں کے صالح عنصر کا امتزاج۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اشتمالی نظام یا تصور اپنے آپ کو کیا قرار دیتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ سرمایہ داری نظام کی بالکل ضد ہے۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اس کو ANTI-THESIS قرار دیا جائے اور منطقی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان دونوں کے باہمی ٹکراؤ سے ان کے صالح عناصر پر مشتمل ایک تیسرا تصور یا معاشرہ قائم ہوگا۔ جو درحقیقت ایک مستقل شئے ہوگی اور وہ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام ہوگا۔ قرآن کریم کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ:-

فیھا کتب قیمۃ۔ اس میں ان سب باتوں کا ایک جواب ہے۔ اس میں تبدیلیوں کے اندر ارتقاء کی اکائی کی طرف اشارہ ہے۔ موسوی اور عیسوی شریعت میں جو اختلاف ہے جس کو ہم شریعتی جدلیات کہہ سکتے ہیں ان دونوں کے مستقل عناصر کے امتزاج کی طرف اشارہ ہے۔ اور ہمارے خیال میں موجودہ دور میں جو اقتصادی نظام کے متعلق جدلیات ہیں اس کی مصالحت کی طرف بھی اشارہ موجود ہے۔ اگر کوئی اشتمالی بھائی اس سوال کا کوئی اور جواب دے سکیں تو ہم ان کے نظریۂ جدلیات کی روشنی میں اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اسلام "الصراط المستقیم" ہے

پس نظریۂ جدلیات کو مانتے ہوئے بھی ایک مسلمان کسی انقلابی تحریک کا قائل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام کا منصب چونکہ تالیف کا منصب ہے جو دو اضداد کے اندر مصالحت کراتا ہے اور اس طرح امن قائم کرتا ہے مسلمان پُرامن ارتقاء کا ہی قائل ہو سکتا ہے بلکہ جو بھی مذہب خدا کی طرف سے آتا ہے اس کا یہی منصب ہوتا ہے اور اسی کو قرآن کریم نے صراط مستقیم کہا ہے۔ یعنی خدا کا مذہب نہ تو ان لوگوں کی حمایت کرتا ہے جو متشدد رجعت پسند ہیں اور نہ ان کو اچھا سمجھتا ہے جو کہ تغیر کے نشے میں ماضی کی تمام روایات کو توڑ پھوڑ کر آگے چلنا چاہتے ہیں۔ ماضی کے مفید عناصر کو ساتھ لیتے ہوئے جو مستقبل کی نئی دنیا کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ وہی لوگ صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں۔ اور خدا کا الہام کردہ مذہب اسی طبقہ کو پیدا کرتا رہتا ہے۔

مارکس کا مخصوص نظریہ

اب ہم "ہیگل" اور "مارکس" کے مشترکہ نظریہ کو چھوڑ کر مارکسیت کا جو مخصوص نظریہ ہے یعنی "مادیت" اس کی طرف آتے ہیں۔ اس نظریہ کی رو سے انسان کی عمرانی تاریخ میں جو قانون کارفرما ہے وہ تصوری یا اخلاقی نہیں بلکہ مادی ہے یعنی انسان کی تمام عمرانی تگ و دو کی تہ میں جو چیز کارفرما ہے وہ کوئی اخلاقی جذبہ نہیں بلکہ فکر معاش ہے اس سے بھی بڑھ کر جو بات کارل مارکس کہنا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ سامان معیشت ایک مستقل اور بنیادی عنصر ہے جس کے اندر ارتقاء ہے۔ باقی انسان کا جذبہ۔ اس کی فکر۔ اس کی تہذیب اور تمدن یہ سب کے سب سامان معیشت کے پیداوار ہیں یعنی جو منصب اہل مذہب نے خدا کو دے رکھا تھا وہ کارل مارکس نے مادی سامان معیشت کو دے دیا ہے۔ یعنی انسان اور اس کی تہذیب مادہ کا مخلوق ہے۔ نہ یہ کہ مادہ انسانی ذہن کے ماتحت ہے۔ اور اس کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ اس نظریہ کے ذریعہ سے کارل مارکس نے مذہب اور مذہبی وجدان کو جڑ سے اکھیڑنا چاہا ہے۔ بدیہی طور پر یہ نظریہ .... کہ مادہ میں بنیادی طور پر کوئی ارتقاء ہے غلط ہے ارتقاء یافتہ انسانی ذہن ہی مادہ کو اپنے علم کے ذریعہ سے ترقی دیتا رہتا ہے۔

تیسرا سوال

مگر اس بات کو چھوڑتے ہوئے ہم اپنے مارکسی بھائیوں سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مادی تہذیب ایک خودرَو چیز ہے جس کا ارتقاء اس کے اپنے اختیار میں ہے اور یہ ارتقاء مسلسل ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض قدیم اقوام جیسے "چینی" اور "مصری" "بابلی" "ہندو" کی مادی تہذیب اور معاشرہ ارتقاء کی بلند منازل تک پہنچ کر پھر ابتدائی حالت کی طرف واپس چلے گئے ظاہر ہے کہ یہاں کوئی اور قانون کام کر رہا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مادہ کا خودرَو ارتقاء کا نظریہ غلط ہے۔

صحیح نظریہ

ان قدیم اقوام کی تاریخ سے بالبداہت وہی نظریہ ثابت ہوتا ہے جس کو مذاہب عالم کی طرف سے قرآن کریم نے پیش کیا ہے۔ یعنی قوموں کے عروج اور زوال میں تہذیبوں کے بگڑنے اور بننے میں، طبقات کے اتار اور چڑھاؤ میں، قوانین اخلاق کام کر رہے ہیں یعنی کاموں کا صحیح اور غلط ہونے کا معیار جو کہ مذہب

نے مقرر کیا ہے اور جس کو مذہبی اصطلاح میں نیکی اور بدی کہا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق انسانی معاشرہ بنتا اور بگڑتا ہے اور قومیں پھلتی پھولتی یا تباہ ہوتی ہیں - قرآن نے اس معیار کو ان گنت دفعہ پیش کیا ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے بار بار تاریخ کی طرف ہمیں توجہ دلائی ہے۔ کارل مارکس کا "مادی نظریہ" ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے مگر قرآن کا اور مذہب کے اس نظریہ کی حمایت میں ثبوت بہم پہنچانے کے لئے تاریخ انسانی کا ہر صفحہ بے تاب ہے -

جسمانیات کا روحانیت پر اثر

کارل مارکس کو جہاں دھوکا لگا ہے وہ یہ ہے کہ فکر معاش انسانی سیرت پر اثر انداز ہوتی ہے اور مذاہب نے اس امر کی طرف شاید خاص توجہ نہیں کی۔ مگر اسلام نے بڑے شد و مد کے ساتھ اس امر کو پیش کیا ہے اور اس کے لئے بڑے وسیع پیمانہ پر انتظام بھی کیا ہے۔ اسلام میں یہ مسلم ہے کہ جسمانی باتیں روحانیت پر اثر انداز ہوتی ہیں اس لئے اسلام نے معاشیات اور جنسیات کو اپنی شریعت میں بہت بڑی جگہ دی ہے تاہم فوقیت روحانیت ہی کو دی ہے اور اسی کو حیات انسانی کا مبدا اور منتہیٰ قرار دیا گیا ہے مادی ضروریات اور خواہشات کو بطور ذریعہ استعمال کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ انہیں مقصود بالذات قرار نہیں دیا گیا۔

مارکس کی ٹھوکر کی جگہ

بدقسمتی سے کارل مارکس کی نظر مادہ سے پرے جو روحانی زندگی ہے وہاں تک نہیں پہنچی۔ "Communist Manifesto" یعنی اشتمالی منشور میں اس بات پر بڑا زور دیا گیا ہے کہ اس زمانے میں انسان اور انسان کے درمیان جو تعلق نظر آتا ہے وہ بدیہی طور پر مادی ضروریات کا تعلق ہے۔ اسی بات سے پتہ لگتا ہے کہ کارل مارکس اور ان کے رفقاء کو ٹھوکر کہاں لگی ہے یہ بات صحیح ہے کہ ایک انسان جب دوسرے انسان پر کوئی احسان کرتا ہے یا کوئی سامان معیشت اس کے لئے بہم پہنچاتا ہے تو اس کا فعل ایک مادی رنگ اختیار کرتا ہے۔ مگر ہمارے مارکسی بھائی اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ بظاہر لین دین گو مادی ہے لیکن اس کی تہ میں احسان کرنے والے کا اخلاقی جذبہ کام کر رہا ہوتا ہے کسی خاندان کے بزرگ کی جس کے ہاتھ میں اس کا معاشی انتظام ہوتا

ہے جو باقی افراد اطاعت کرتے ہیں اس میں معاشی مسئلہ بظاہر تو ضرور بنتا ہے۔ مگر یہ معاشی مسئلہ درحقیقت ایک مظہر ہے ان اخلاقی جذبات کا جو کہ قدرت نے ایک خاندان کے مختلف لوگوں کے اندر ودیعت کر دیئے ہیں ایک بچہ اپنے والدین کی بزرگی کا اظہار ضرور رسوم کے ذریعہ کر اور دوسرے سامان زندگی کے اندر پاتا ہے۔ مگر یہ بزرگی بجائے خود کوئی مادی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ایک روحانی وجدان ہے جو اپنے آپ کو صرف مادی چیزوں کے ذریعہ سے ظاہر کر کے بچہ تک پہنچتا ہے۔ یہی حال حاکم اور محکوم، افسر اور کارکن، تاجر اور خریدار کے تعلق کا ہے۔

عمرانی تعلقات روحانی اور اخلاقی بنیادیں

مختصراً یہی حال تمام انسانی تعلقات کا ہے۔ یعنی عمرانی تعلقات ہمارے کے سارے روحانی اور اخلاقی حقیقتیں ہیں جو اپنے آپ کو مادی اشیاء کے ذریعہ ظاہر کرتی ہیں۔ زندگی کے اور شعبوں کو چھوڑتے ہوئے خود کاروبار کو لیجئے جو کارل مارکس کا خاص میدان ہے۔ یہاں بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فکر معاش کے علاوہ جو چیز ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے لئے کوئی چیز بہم پہنچانے میں محرک ہوتی ہے اور جو معاشیات سے زیادہ گہری ہے وہ ہے جذبہ خدمت۔ ایک جوتی ساز کو لیجئے جب وہ ایک جوڑا جوتی کا بنا کر کسی آدمی کو پہناتا ہے تو علاوہ اس قیمت کے جو اسکو ملتی ہے۔ دوسرے آدمی کی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد ایک خوشی بھی اسکو محسوس ہوتی ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے آدمی کو اپنی ضرورت کے پورا ہونے سے جو خوشی ہوتی ہے اس سے بھی اسکو ایک سرور ہوتا ہے اور یہ دونوں روحانی چیزیں ہیں جن کو معاش یا مادہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح جب ایک سقہ کسی گھر میں پانی پہنچاتا ہے تو علاوہ اس مزدوری کے جو اسے ملتی ہے اور جس سے وہ اپنی معاشی ضروریات پورا کرتا ہے اسکو یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ پیاسوں کو پانی پلانے کا ایک ذریعہ ہے اور یہ کہ وہ انکو زیست کا ایک سامان مہیا کرتا ہے۔ یہی حال انسانی معاشرہ کے سارے کاروبار کا ہے۔ ان سب کی تہ میں روحانی جذبہ کسی نہ کسی رنگ میں کام کرتا ہے۔ البتہ سطح پر مادہ اور معاشیات ہی نظر آتے ہیں۔ ہاں اگر ایسے لین دین میں انسانی

شعور کا یہ پہلو کسی قوم کے مزاج میں محسوس طور پر نظر نہیں آتا تو اس سے خیال کر لینا . . . . . کہ دنیا میں کوئی مذہب بھی اس قابل نہیں رہا کہ اس کھوئے ہوئے وجدانی شعور کو انسان کے اندر دوبارہ پیدا کر سکے - یہ بھی ایک غلط استنباط ہے - مغربی دنیا کو جان لینا چاہیئے کہ خدا کا زندہ مذہب ایسی بیماری کے علاج کے لئے دنیا میں کہیں نہ کہیں ہمیشہ موجود ہوتا ہے - اور اسلام کا دور ثانی جس کا آغاز تحریک احمدیت سے ہوتا ہے - اس میں یہ صلاحیت ہے کہ ایسے بیمار معاشرہ کو نئے سرے سے صحت بخشے -

مارکسی فلسفہ کا ایک سوال اور اسکا جواب

اسی ضمن میں اور ارتقاء سے متعلق ایک اعتراض مارکسی فلسفہ کی طرف سے ہمارے خلاف پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا ضروری ہے - کہا جاتا ہے کہ مسئلہ ارتقاء کی رُو سے جو نظام ایک وقت اپنی شان بنا لیتا ہے اسکو تاریخ میں دوبارہ موقعہ نہیں ملنا چاہیئے چنانچہ اسلامی نظام کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ اپنے زمانہ کا بلاشبہ بہترین نظام تھا اور اپنے زمانہ کے لحاظ سے اس کے اندر کافی انقلابی مادہ بھی تھا - مگر اب اس کی جگہ ماضی میں ہے نہ کہ حال یا مستقبل میں - مگر اسلام کے خلاف جو بھی اعتراض ہو خود اشتمالیت کے متعلق مارکسیوں کا جو نظریہ ہے وہ بھی تو اس لحاظ سے ماضی کی طرف واپس ہونا ہے کیونکہ Communist Manifesto یعنی اشتمالی منشور میں صاف لکھا ہے کہ ابتداء میں انسانی معاشرہ اشتمالیت پر ہی مبنی تھا - یعنی ساری دنیا میں چھوٹے چھوٹے خود مختار اشتمالی گروہ بستے تھے - مگر بعد میں ایک زمانہ ایسا آیا کہ کسی ناگہانی واقعہ کی وجہ سے معاشی انتزاع شروع ہوگیا - اور انسان انسان کو غلام بنانے میں مصروف ہوگیا اور خیال یہ کیا جاتا ہے کہ موجودہ اشتمالی تحریک کے ذریعہ سے پرولتاری کی آمریت کا دور گزر جانے کے بعد State یعنی ریاست کے نظام کو ختم کر کے پھر دوبارہ خود مختار اشتمالی گروہوں میں بنی نوع انسان کو تقسیم کر دیا جائیگا - پس اس لحاظ سے یہ ایک چکر ثابت ہوا نہ کہ مسلسل ارتقاء - جس کی علمبرداری کا دعوے اشتمالیوں کو ہے ہم مسلمانوں پر تو لوگوں کو صرف ۱۴۰۰ سال پیچھے لے جانے کا الزام ہے مگر یہ لوگ تو ہمیں ایک ایسے قدیم زمانہ

کی طرف لے جانا چاہتے ہیں جس کا کوئی پتہ نوشتہ تاریخ سے نہیں چلتا -

دوسرا جواب

خیر یہ تو الزامی جواب ہوا باقی یہ بات صحیح ہے کہ ارتقاء کی رو سے کوئی دور یا کوئی نظام واقعی واپس نہیں آتا - اسلام کا نیا دور جو ہمارے ذہن میں ہے وہ بھی بعینہٖ وہی دور نہیں ہوگا جو کہ صحابہ کرام رضؓ کے وقت میں تھا - حقیقت یہ اس مسئلہ کو دانشمند اشتمالی بھی سمجھتے ہیں - وہ بھی جب اشتمالیت کے دوبارہ قیام کے مسئلہ پر ارتقاء کی رُو سے بحث کرتے ہیں تو یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اشتمالیت کا یہ نیا دور اس کے پچھلے دور سے رنگ اور روپ میں مختلف ہوگا - اگرچہ اس کی تفصیل بیان کرنے سے وہ قاصر رہتے ہیں - اسی طرح ہم مسلمان بھی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق بالکل یہی خیال رکھتے ہیں - ہمارا کہنا یہ ہے کہ جس طرح سے ایک بچہ بھی انسان ہوتا ہے اور ایک بالغ مرد بھی انسان ہوتا ہے - مگر دنیا کے متعلق جو شعور اور فہم آخر الذکر کو ہوتا ہے وہ اول الذکر کو حاصل نہیں ہوتا - اسی طرح اگرچہ اسلام اور قرآن کریم اور آنحضرتؐ کی شخصیت اس نئے دور میں وہی ہے جو پہلے تھی - مگر اس کا شعور اور تفہیم جو پہلے دور کے انسان کو حاصل تھی - وہ کچھ اور ہی تھی - اور اس نئے دور میں جو ہوگی وہ اس سے مختلف اور زیادہ ترقی یافتہ ہوگی گویا کہ وہ بنی نوع انسان کی طفولیت کا زمانہ تھا اور یہ بلوغت کا ہے - اس وقت انسان نے کم و بیش اسکو اعتقادی رنگ میں قبول کیا تھا - اور اب اسکو تجربہ اور علم کی بناء پر قبول کریگا - لازمی بات ہے کہ ان دونوں کے اظہار میں ایک نمایاں فرق ہوگا -

پرولتاری کی آمریت ایک غلامی کا پیغام ہے

مارکسیت نے اشتمالیت کو دنیا میں دوبارہ قائم کرنے کے لئے جو طریق کار بتایا ہے وہیں آکر اپنی ساری تگ و دو کو مٹی میں ملا دیا ہے - خدا کی قدرت انسان خدا کے مقابل میں آکر جو بھی دعوے کرتا ہے اس دعوے کے اندر اس کی تباہی کے سامان ہوتے ہیں - ہمارے اس زمانہ میں مذہب کو ختم کر کے انسان نے اپنی عقل سے غریبوں کو ہر قسم کی غلامی سے آزاد کرانے کا دعوے کیا - مگر خدا کی شان کہ اس پروگرام کے اندر بطور اصول کے اس نے خود ہی ایک ایسی بات رکھدی ہے جو بالآخر غریبوں

کو پہلے سے بھی بدتر غلامی میں دھکیل کر رہے گی۔ وہ ہے ان کا اصول جس کو وہ پرولتاری کی آمریت کہتے ہیں۔ یہ واقعی قابل غور بات ہے کہ آمر تو سارے کے سارے پرولتاری نہیں ہو سکتے۔ آمریت کے معنی یہی ہیں "مطلق العنانی" اور یہ ایک ہی شخصیت کی ہوتی ہے۔ باقی سب اس کے رحم کے نیچے ہوتے ہیں۔ اب اگر عمرانی ارتقاء کا جو نظریہ خود اشتمالیوں نے پیش کیا ہے اسے درست مان لیا جائے۔ یعنی یہ کہ آغاز میں چھوٹی چھوٹی خود مختار اشتمالی جماعتیں دنیا میں آباد تھیں۔ پھر ایک نامعلوم حادثہ کی وجہ سے غلامی کا زمانہ آگیا تو اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ کامل معاشی اور سیاسی آزادی کے اندر بھی کوئی ایسی بات پیدا ہو سکتی ہے جس سے انسان اس آزادی کے بدلے غلامی قبول کر سکتا ہے۔ آیئے ہم ذرا غور کریں کہ یہ بات کیا ہو سکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی جدلیات کا مسئلہ کام کرتا ہے۔ یعنی آزادی کے اندر ہی غلامی کی ایک رَو چلتی ہے اور وہ اس طرح کہ انسان پر آزادی کے اندر معاش اور خود حفاظتی کی جو ذمہ داریاں وہ . . . . . . انکو بعض حالات میں بوجھ محسوس کرتا ہے اور وہ اس بوجھ کو کسی دوسرے کے سر پر ڈال کر بے فکر ہو جانا چاہتا ہے۔ اور یہی بے فکری کی خواہش اسکو غلامی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو کسی ایسے آدمی کے ہاتھ سپرد کر دیتا ہے جو اس کی معاش اور حفاظت کی ذمہ داری لے لیتا ہے مگر اس کی قیمت کے طور پر وہ اس سے غلامی کا عہد لے لیتا ہے۔ بدقسمتی سے آج اقوام عالم خاصکر مغربی اقوام اسی ذہنیت کا شکار ہو رہی ہیں۔ ان کو خدا نے کافی آزادی دی ہوئی ہے دنیا کو لوٹ کر سامان معیشت بھی انہوں نے کافی بنا لیا ہے۔ مگر ہاں معاش کا فکران کو گراں معلوم ہوتا ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ اشتمالی نظام کی آمریت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور اس دور کا بدبخت انسان ہر ایسے آدمی کو جو اسکو معاش کی فکر سے نجات دلانے کی گارنٹی دینے والا ہو اپنا آقا ماننے کیلئے تیار ہے۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ لوگ آج پھر بنی نوع انسان کو دورِ غلامی کی طرف واپس لے جا رہے ہیں جس سے کہ خدا کے بھیجے ہوئے مذہب اسلام نے نسل انسانی کو آج سے ۱۴۰۰ سال پیشتر نکال کر دورِ آزادی کی طرف منتقل کیا تھا۔ آج اس مذہب کے ماننے والوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو دوبارہ اس دور میں واپس جانے سے روکیں آج پھر وہی حادثہ انسان کو درپیش ہے جس کے نتیجہ میں بقول کارل مارکس غلامی کا دور شروع ہوا تھا۔ در اصل یہ ایک ذہنی پراگندگی اور ایک روحانی کمزوری ہے جو نوع انسان کو یا کسی ایک قوم کو لاحق ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج صرف رجوع الی المذہب ہی ہے۔ مادیت کے پیچھے پڑنے کی وجہ سے نادانستہ طور پر کارل مارکس نے حریت کی بجائے ایک بھیانک غلامی کا پیغام دیا، اور مسحور انسانیت آنکھ بند کر کے اس خطرناک پیغام کو قبول کرتی چلی جا رہی ہے۔

مسئلہ (SURPLUS VALUE) یا زائد اقدار

اس مسئلہ کے اور بھی کئی پہلو ہیں مگر بخوف طوالت میں فی الحال اس تحریک کے صرف ایک اور اصول پر بحث کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں، مادیت کو زیادہ اہمیت دیتے دیتے کارل مارکس نے SURPLUS VALUE) یعنی زائد اقدار کا مسئلہ چھیڑ دیا ہے یہ در اصل تجارتی کاروبار میں آدمی اپنی ہوشیاری اور ذہانت کی بنا پر جو دولتمند ہو جاتا ہے اس کے خلاف ایک حربہ ہے۔ کارل مارکس کے نزدیک چونکہ مادہ ہی بنیادی طاقت ہے جو عمرانی تاریخ کی تہ میں کام کر رہا ہے اس لئے انسان کی جسمانی محنت ہی پیداوار کی اصل حقدار ہے۔ ذہنی کاوش یا انصرامی جوہر ان کے نزدیک کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ کم از کم وہ اس بنا پر کسی انسان کا حاکم، مالک یا حق جتانے ہونے کا حق تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اس ملکہ کو رکھنے والا جو طبقہ ہے اسکو گرانے کے لئے انہوں نے ایک نظریہ قائم کیا ہے جس کو وہ

LABOUR THEORY of VALUE ؛

کہتے ہیں۔ یہ قیمت اشیاء کا ایک عجیب نظریہ ہے۔ اور اس کی تشریح یوں ہے کہ ایک چیز بازار میں جو قیمت حاصل کرتی ہے وہ مارکس کے نزدیک مزدوروں کی جسمانی محنت کا ایک خلاصہ ہے بالفاظ دیگر کسی ایک چیز کی وہی قیمت لوگوں کو ادا کرنی پڑتی ہے جو کہ اس چیز کو بازار تک پہنچانے کے لئے جن مزدوروں نے کام کیا ہے ان کی پرورش کے لئے درکار ہے۔ کارل مارکس کے نزدیک سرمایہ دار منافع کے نام سے جو پیسہ گھر لے جاتا ہے وہ در اصل مزدور کا حق ہے جسکو تلف کر کے وہ مالدار بن جاتا ہے اور اسی کو وہ (Surplus Value) کہتے ہیں۔ کیونکہ ساری قیمت ہی ان کے نزدیک صرف مزدور کی مزدوری پہ دی جاتی ہے نہ کسی اور بنا پر۔

اس نظریہ کا بطلان

اس نظریہ کے خلاف دوسری جانب سے بہت کچھ معقول دلائل دیئے گئے ہیں۔ لیکن میں صرف ایک ہی مثال اس کے بطلان کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔ فرض کرو کہ گاندھی جی کا ایک خاص خط جو کسی خاص آدمی کے نام لکھا گیا تھا گورنمنٹ کو اسکی ضرورت پڑ جائے اور اس کی اہمیت کی وجہ سے گورنمنٹ ایک لاکھ روپیہ دینے کا اعلان کرے تو بتایئے یہ ایک لاکھ روپیہ کس مزدور کی مزدوری کی قیمت ہوگی

مارکس نے مانگ کو نظر انداز کر دیا ہے

بعض محققین نے یہ صحیح کہا ہے کہ مارکس نے صرف SUPPLY یعنی رسد ہی کو سامنے رکھا ہے . . . . اور مانگ کو نظر انداز کیا ہے حالانکہ یہ کاروبار کا ایک ایسا ہی اہم پہلو ہے جیسا کہ دوسرا۔ اور یہ انسان کے بدلتے ہوئے ذوق اور جذبات کے ماتحت ہے۔ اس بدلتے ہوئے عنصر کو ملحوظ رکھکر Supply کو ضابطہ میں لانا تاجروں کا ذمہ ہے۔ اور اس میں نفع کی امید اتنی ہی ہے جتنا کہ نقصان کا اندیشہ لہذا یہ خطرے کا سودا ہے اور ان خطرات کو اٹھاتے ہوئے اگر ان کے ہاتھ کبھی کبھی دولت آ بھی جاتی ہے تو اسکو دوبارہ اسی خطرے کے کام میں لگاتے جاتے ہیں لہذا یہ بجائے خود کوئی ایسی چیز نہیں جس پر دوسرے لوگوں کو ان پر حسد ہو۔

اسلام ہی ان خطرات کا حل ہے

ہاں یہ صحیح ہے کہ اس طبقہ نے اپنے خطرات کو کم بلکہ بالکل ختم کرنے کے لئے اس زمانہ میں بہت سی ترکیبیں ایجاد کی ہیں اور یہی ہے وہ پہلو جو قابل اعتراض ہے اور جس کے بنا پر موجودہ شور و غوغا برپا ہے کیونکہ انہی ترکیبوں کی وجہ سے نادار مزدوروں کی زیست کا مسئلہ خطرہ میں پڑ گیا۔ ہاں اگر وہ خدا کا بھیجا ہوا معاشی دستور یعنی قرآنی قوانین نافذ کرتے تو یہ حالت پیدا نہ ہوتی۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ ایسا کوئی دستور جو تجارتی سرمایہ کو خطرات سے محفوظ ہونے سے روک کر مزدوروں کی بے بسی کو پیدا ہونے نہ دے، نہ کارل مارکس کے نسلی مذہب یہودیت میں ہے اور نہ اس کے والدین کے اختیار کردہ مذہب عیسائیت میں۔ اس لئے اس نے مذہب ہی کو خیرباد کہہ دیا ہے کاش وہ جانتا کہ ان قباحتوں کا علاج صرف مذہب ہی میں ہے اور وہ اسلام ہے۔

انسانی ذہن شریعت بنانے کی قاصر ہے

خیر وجوہات کچھ بھی ہوں یہ جو کارل مارکس نے تجارت میں منافع کو Surplus Value یعنی "زائد اقدار" کا نام دے دیا ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے اس سے ہم حسن ظن سے کام لیتے ہوئے یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ انہوں نے اس لئے کیا کہ دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہو کر باقی بے شمار لوگ بے بسی اور محرومی کی حالت میں شرف انسانیت کو نہ کھو بیٹھیں۔ کیونکہ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ سرمایہ یعنی CAPITAL کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہونا چاہیئے اور سرمایہ ان کے نزدیک صرف زر ہی نہیں بلکہ آلات پیداوار بھی ہیں ان کا مطلب غالباً یہ ہے کہ معاش کے پیدا کرنے میں کوئی کسی کے زیر رحم نہ ہو۔ بات تو اچھی تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ انسان کی بنائی ہوئی شریعت جو علاج تجویز کرتی ہے وہ مرض سے زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جہاں کارل مارکس کا یہ خیال ہے کہ صحیح حریت کے لئے آلات پیداوار یعنی ذرائع معاش پر کبھی انفرادی قبضہ ہو۔ لہذا انفرادی قبضہ کو ختم کر کے ساتھ ہی ریاست کی آمریت کی طاقت دے دینا انسان کو SERFDOM یعنی دورِ غلامی کی طرف واپس لے جانا نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ بات تو علم عام ہے کہ SERFDOM یعنی دورِ غلامی میں معاش کی ذمہ داری آقا کی ہوتی تھی۔ اور غلام کے ذاتی سامان پیداوار کی اپنی ملکیت ہوتی تھی صرف آلات پیداوار پر اس کو کوئی ملکیت حاصل نہیں ہوتی تھی۔ بعینہ یہی حالت سوویٹ آمر کے ہاتھ میں ایک پرولتاری فرد کی ہے۔

تمام قوانین اسلامی اصولوں کے ماتحت بنائے جائیں

انسانی زندگی میں ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے اور حریت انسانی بھی ایک قیمت چاہتی ہے اور وہ قیمت یہ ہے کہ کسب معاش میں ہر ایک انسان کو کچھ نہ کچھ غیر یقینی امور کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک صالح معاشرہ کے اندر یہ بے اطمینانی نہ صرف مزدوروں کے اندر ہونی چاہیئے بلکہ سرمایہ داروں میں بھی ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے حکومت

مجددِ زماں کا پیغام

حمید ممتاز متعلم ایم۔ اے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی آمد اور اپنے کام کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے

چوں بیاید بہار باز آید
موسم لالہ زار باز آید
وقت دیدار یار باز آید
بیدلاں را قرار باز آید
ماہ رخِ نگار باز آید
خور بہ نصف النہار باز آید
باز خندد نسیم باز گل
باز خیزد ز بلبلاں غلغل

آپ نے اپنے دور حیات میں بہت کام کیا۔ کافی لٹریچر تھا۔ اور وہ بھی اس نوعیت کا جو اپنی نظیر آپ ہے۔ آپ نے سینکڑوں اور ہزاروں اشتہارات اور چھوٹے چھوٹے ٹریکٹوں کے علاوہ اسّی کتابیں اپنی قلم سے لکھیں۔ بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب کیا۔ مذہبی مباحثوں اور مجلسوں میں حصہ لیا۔ آرام اور راحت کو اپنے اوپر حرام قرار دیا۔ ان تصنیفات و تالیف خط و کتابت بحث و مباحثے میں مصروف رہے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ آخر کوئی ایسی شئے تھی۔ جو اس سب تگ و دو کے پیچھے کام کر رہی تھی۔ کوئی خاص مقصد تھا۔ کوئی مقدس مشن تھا۔ کوئی روحانی پکار تھی جو حضرت مرزا صاحب کو چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی۔ اور آپ پروانہ وار اس پر اپنی جان قربان کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ دنیا مخالفت پر آمادہ ہوئی۔ مخالفین سے جہاں تک ہو سکا آپ کے کام میں روکاوٹ پیدا کرنے کی انہوں نے ہر ممکن سعی کی آپ کو نہ صرف روحانی بلکہ جسمانی تکالیف پہنچائیں۔ لیکن وہ مرد مجاہد اپنے مقدس جذبے کو لئے ہوئے مخالفت کی تمام فصیلیں پھاندتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ آخر یہ مقدس جذبہ کیا تھا۔ آپ کی زندگی کا مقصد کیا تھا۔ آپ کا مشن کیا تھا اور اس کی ضرورت کیا تھی؟

حضرت مجدد زمان کا مشن

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے مشن کا مقصد روحانیات کی بحالی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ ہر مذہب کا مقصد اور نصب العین یہی رہا ہے اسلام کی اہمیت اور ضرورت اسی مقصد سے وابستہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس بات کو بغور دیکھا اور محسوس کیا۔ کہ زمانہ ایسی چال چل رہا ہے کہ انسان قدرت کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کا مرتبہ بڑھا رہا ہے اور اس پر تصرف کرنے پر تلا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ رجحان بہت حد تک آگے بڑھ گیا ہے۔ اور اس کی رفتار آئے دن تیز ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن وہ اپنے اندرون پر ذرا بھی غور نہیں کرتا اور وہ مادہ پرستی کے راستے میں محو ہو کر مادیات ہی کو اپنی زندگی کا آغاز و انجام سمجھ رہا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر کبھی بھی نوع انسان کو ہمیشہ در در کا غلام بننا پڑتا تھا۔ اور کبھی وہ مخلوق کی عبادت کرنے اور مکروہ ذلیل انسان کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ لیکن باوجود علم و حیات کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہونے کے انسان اپنے آپ سے بے خبر تھا۔ ظاہریت سے اس کی نظر ایک لمحے کے لئے بھی حقیقت کی طرف نہیں اٹھتی تھی ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھ برون سے درون پر غور کرنے کو فرض نہیں سمجھتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی روح اس سے بہت دور ہو گئی اور اس نفس مقدس کی غیر حاضری میں دہریت کی بے بہا اور بے لوث چیزیں اس کی نظروں میں مقصد حیات حاصل کر گئیں۔ مجدد زمان اس صورت حال کو بغور دیکھتے رہے اور ان سے نہ رہ گیا اور فنائے حیات کے اس راستے پر کھڑا ہو کر کہنے لگے اے انسان! یہ تیرا راستہ نہیں۔ مجدد زمان وہ روح تھی۔ جو بے روح نظریۂ حیات کا تختہ الٹ دینے پر آمادہ تھی اس روح کی یہی آواز تھی۔ کہ درون اور صرف درون ہی میں جوہر حیات مضمر ہے۔ اسی درون کو حاصل کرنے سے انسان کو سکون ابدی حاصل ہو سکتا ہے۔

آپ نے لوگوں کو روحانیت کا جام پلایا

مجدد زمان نے انسان کو روحانیات کی طرف توجہ دلائی اس غرض کے لئے آپ کو وہ کام کرنا پڑا۔ جو نہ صرف ناممکن تھا بلکہ محال تھا۔ قلوب انسانی حبس زنجیر غلامی میں جکڑے ہوئے تھے۔ اس کو کاٹ دینا کوئی آسان کام نہ تھا انسان کے نظریہ حیات اور اس کے معیار کی تبدیلی کا سامان پیدا کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ لیکن وہ مرد مجاہد اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمت اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھا۔ مصائب اور سختیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نے نظریہ حیات میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا روحانیت کی جدید تشریح کی۔ اس کی حقیقی قدر و قیمت کو واضح کیا۔ الغرض اس نے تمام لادینی رجحانات کے خلاف زبردست مہم کا آغاز کیا۔ دنیائے ملحد سے وہ یوں مخاطب ہوا۔ ازلی طاقت موجود ہے اور وہ مجھ سے ہمکلام ہے یہ تجدید کے کام میں پہلا قدم تھا۔ اور پہلا پیغام تھا جس پر تمام دنیا کی نسل انسانی متحیر ہو کر رہ گئی۔ اس دعوے کے حق میں اس نے لاجواب دلائل پیش کئے۔ جو روحانیات کے رنگ میں رنگین تھے۔ اس کے بعد اس مرد مجاہد نے متعدد پیشگوئیوں سے اس حقیقت اور اپنے مشن کی صداقت کو ثابت کیا۔ یہ پیشگوئیاں اپنے وقت پر لفظ بلفظ پوری ہوئیں۔ اور مجدد زمان صداقت کا مجسمہ ثابت ہوا۔

آپ کی صحبت کا اثر

ان چیزوں سے بڑھ کر اس روحانی مشن کی صداقت کا اندازہ مجدد زمان کے اپنے ذاتی کیریکٹر، بلندی اخلاق، قرآن کریم میں تفکر عمیق اور علم کثیر سے ہو سکتا ہے۔ اس کی صحبت میں بیٹھنے سے قلب انسان ترقی کا اثر محسوس کر کے قرب الٰہی حاصل کرتا تھا۔ اس کا خاموش اور معصوم چہرہ روحانیات کا وہ آئینہ تھا جس میں روحانیت کی گہرائیاں۔ الٰہیات کی حقیقتیں اور سکون قلب کے سامان اور ان کے آثار منعکس تھے۔ بڑے بڑے علما و فضلاء اہل زہد و تقویٰ اور جاہ و مرتبہ اس مرد یکتا کی صحبت سے ایک انقلاب درون کے قائل ہو جاتے اور اس کے سحر کبیر سے علم کلام سے بالکل بدل جاتے تھے۔ ان کے قلوب کا زنگ آپ کی صحبت سے دور ہو جاتا تھا۔ ان کے دل آئینے جیسے صاف و شفاف ہو کر روحانیات کی روپہلی کرنوں سے منور ہو جاتے تھے۔ یہ مبالغہ آمیزی نہیں۔ یہ حقائق ہیں۔ انجیل میں لکھا ہے کہ یسوع نے مردوں کو زندہ کیا۔ اسی طرح مسیح محمدی نے مردہ دلوں میں زندہ جاوید روح پھونک ڈالی۔ اس کے اشارے پر سے روح آنکھ میں بصارت آئی۔ مفلوج کے بدن میں حرکت پیدا ہوئی اور مردے زندگی کی طرف دوڑنے لگے۔ اس معجز نما انقلاب کا نقشہ خود مسیح زمان نے اس لطیف پیرایہ میں کھینچا ہے

بہ بیں کہ نور بریں خانہ ام ہمے بارد
مگر چگونہ بہ بینی اگر عما باشد
بکنج خلوت پاکاں اگر گزر بکنی
عیاں شود کہ چہ نورے دراں سرا باشد
کسے کہ سایۂ بال ہماش سود نداد
بیایدش کہ دو روزے بظل ما باشد
گلے کہ باد خزاں را نگہ نہ خواہد دید
بباغ ماست اگر قسمت رسا باشد

قلوب کی اصلاح مشکل امر ہے

آج بیسویں صدی میں یہ انقلاب پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ سمجھدار طبقے کا ایک گروہ کثیر بدل گیا۔ اس کے نظریہ حیات میں بنیادی تبدیلی واقع ہو گئی اور وہ دیوانہ کی طرح اپنی نظیر آپ بن گیا۔ حضرت مرزا صاحب نے اس صورت حال میں یہ شعر کہہ ڈالا۔

"تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم
اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی"

یقیناً آج دنیا کو اس جنون کی سخت ضرورت ہے۔ یہ جنون اس بات کا احساس ہے کہ دنیا اور حیات انسانی کا مقصد محض ہری چلتا کھیل نہیں کہ کھاؤ پیو اور خوش رہو ہی منتہائے حیات ہو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہماری زندگی پر اخلاقیات اور روحانیات کا سایہ ہے۔ مغرب کی ملحد اور بے دین تہذیب و تمدن شکست خوردہ ہے۔ الحاد کے پرچار کے ساتھ اور خدا کی ہستی کے انکار کے دوش بدوش مغرب نے انسانی فطرت کی نیکیوں اور خوبیوں سے انکار کر دیا۔ بیرونی چمک دمک کو چھوڑیئے اس کی تہ میں تباہی اور بربادی کا سامان ہے۔ جذبۂ مجالس میں خود غرضی اور طمع ابتدائی اصول بن گئے ہیں۔ انسان انسان کا بھائی نہیں رہا۔ کہ وہ ایک دست قدرت کے پیداوار ہیں۔ انسان جنگلی درندوں کی طرح ایک دوسرے کے درپے آزار ہیں۔ لادینی کے جرم جو مادیاتی تہذیب کی پیداوار ہیں۔ اس تباہی و بربادی کی یاد دلاتے ہیں جو انسان کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ دنیا عقل و فراست کے پورے جوہر دکھائے لیکن اب وقت ہے۔ کہ اس جنون سے

جو چاہے قانون بناسکے اور ہر ایک حکومت سنئے سے نئے قانون بنا کر جن چیزوں کو مفید سمجھے اپنی قوم کے اندر رائج کرے اور جن کو مضر سمجھے ان کے رواج کو روکے اس کے لئے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہاں ضرورت ہے تو اس امر کی کہ . . . . . . قوانین کو بناتے وقت شریعت اسلامی کے اس اصول کو مدنظر رکھا جائے جس میں بے محنت کمائی کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جس کی نمایاں مثال سود کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس موقعہ پر کارل مارکس کی دماغی الجھن کی ایک اور شق میرے خیال میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جہاں وہ مال جمع ہونے کے خلاف ہے وہاں اس نے سود کو مطلقاً ناجائز نہیں قرار دیا ہے یہ ہے حشر شریعت بنانے میں انسانی کوشش کا۔

مارکس کی ایک غلطی اور اس کا ازالہ

یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ ذاتی ملکیت یعنی آلات پیداوار پر قبضہ کارل مارکس کے نزدیک اس لئے حرام ہے کہ اس سے اقتصادی طبقات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے ان کے نزدیک طبقاتی نزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یعنی سامان معیشت میں مساوات ٹوٹ جانے سے انسانوں کے درمیان امن و محبت کی جگہ فساد اور بغض رونما ہو جاتا ہے مگر اس مسئلہ طبقاتی نزاع کی جو تصویر انہوں نے دیکھی ہے وہ غلط تصویر ہے۔ تاریخ میں جو کشمکش بعض طبقات کے درمیان نظر آتی ہے وہ کارل مارکس کے مزعومہ اقتصادی طبقات نہیں۔ بلکہ سیاسی طبقات ہیں . . . .

. . . جیسا کہ ظاہر ہے ہر معاشرے میں ایک طبقہ حاکموں کا ہوتا ہے اور ایک محکوم کا۔ . . . کے ہاں بڑی جمہوریت ہے۔ کوئی طبقہ ہمیشہ برسر اقتدار رہنے کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ ایک معین مدت کے بعد حکمران طبقہ کے اندر قانون قدرت کے مطابق خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور حکمرانی کی صلاحیت ان سے چھن جاتی ہے۔ محکوم طبقہ کے اندر ایک عام ہیجان پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ انتظام میں فساد اور فتور چاروں طرف سے رونما ہوتا ہے۔ جب یہ حالت ہوتی ہے تو قدرت کی طرف سے صلاحیت رکھنے والا طبقہ جو اس قوم کے اندر ہوتا ہے وہ آگے بڑھتا ہے اور پرانے طبقہ کو ہٹا کر نئے نظام کی بنیاد رکھ دیتا ہے اور اگر کوئی ایسا طبقہ اس قوم کے اپنے اندر موجود نہ ہو تو باہر سے کوئی ایسا طبقہ آ پہنچتا ہے۔ یہ ہے وہ قانون قدرت جس کے اندر رنگ آمیزی کر کے کارل مارکس نے اپنے نظریہ کی تعمیر کھڑی کی ہے۔ دراصل جو قانون یہاں کام کرتا ہے وہ معاشی نہیں بلکہ اخلاقی اور سیاسی ہے۔ اور "انقلاب روس" میں اسی قانون نے کام کیا ہے اور کارل مارکس کا نظریہ اس انقلاب میں بالکل غلط ثابت ہوا کیونکہ روس میں صنعتی دور کا کوئی نشان نہ تھا۔

مارکس کا فلسفہ عملاً غلط ثابت ہوا

سرمایہ کی انفرادی ملکیت اور ذاتی کاروبار کو ختم کر کے طبقات کو ختم کرنے کا جو خواب کارل مارکس نے دیکھا تھا وہ تجربہ میں غلط ثابت ہوا۔ اور سویت روس میں ۳۰ سال کے تجربہ کے بعد بھی کم و بیش ویسے ہی طبقات موجود ہیں جیسے اور کسی نظام کے اندر موجود ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ دولت پیدا کرنے کا خاص ملکہ جن لوگوں کو حاصل ہے وہ اس کے مطابق مادی معاوضے کے بغیر اپنا جوہر دکھانے کی مستعدی مادی فلسفہ حیات کے ماتحت نہیں دکھا سکتے۔ یعنی اگر ایک بڑے قابل اور ماہر انجنیئر کو اتنی ہی اجرت دی جائے جتنی ایک غبی مزدور کو تو کارل مارکس کے اقتصادی نظریہ کی روشنی میں وہ کیوں اپنے خاص جوہر کو کام میں لائے یہ فطرت انسانی کے خلاف بات ہے جس کو سمجھتے ہوئے سوویٹ روس نے ماہرین فن کو مجبوراً بیش از بیش مادی معاوضہ کا حق دار قرار دیا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ملک کی اقتصادی ترقی کے دروازے بالکل بند ہو جاتے۔ حقیقت میں قابل جوہر کی مادی اجرت کے قطع نظر خدمت خلق کی تڑپ لے کر کام کرنے کا جو خواب مارکسی لوگ دیکھتے ہیں اس کے پورے ہونے کا امکان اگر کوئی ہے تو وہ روحانی اور اخلاقی میدان میں ہے۔ یعنی روحانی اپیل کے جواب میں روحانی وجدان کی حرارت سے ہی لوگ اس طرح اپنے جوہر دکھانے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ مادی یا معاشی اپیل پر لوگوں کا اس پر لبیک کہنا ناممکن ہے۔

صحیح حل

مختصر قصہ یہ کہ ایک زندہ اور ترقی پسند معاشرہ جس کے اندر حقیقی حریت بھی ہو اس طرح قائم رہ سکتا ہے کہ اس کے اندر انفرادی ملکیت موجود ہوتے ہوئے حکومت کی طرف سے ایسی روک ٹوک اور دیکھ بھال موجود ہو کہ ہر ایک استعداد رکھنے والے آدمی کو اپنی اپنی حیثیت کے مطابق سرمایہ میسر ہو۔ اور نکمے سے نکما مزدور بھی

کسی حالت میں فاقہ مستی اور بے سروسامانی اور لامکانی کی نوبت کو نہ پہنچے۔ اسلام کے نقطہ نگاہ سے حکومت کے فرائض میں یہ باتیں رہیں اور اقتصادی نظام کے اندر اس سے زیادہ ذمہ داری حکومت کے سر پر نہیں ہونی چاہیئے۔

موجودہ دور میں جماعت احمدیہ کی حیثیت

اس طرح جتنا بھی غور کریں گے کارل مارکس کا فلسفہ اور ان کے اصولوں کی خامیاں رفتہ رفتہ معلوم ہوتی رہیں گی مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر دنیا کیوں کشاں کشاں اشتمالیت کی طرف بھاگی چلی جا رہی ہے۔ اس کا جواب مختصراً یہ ہے کہ یہ حب علی نہیں بلکہ بغض معاویہ ہے۔ موجودہ نظام اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ لوگ کسی صورت میں بھی اس کے اندر رہنا پسند نہیں کرتے۔ موجودہ حالت ظھر الفساد فی البر والبحر کی مصداق ہے۔ لوگ اس سے تنگ آ گئے ہیں مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ایک جلتی ہوئی کڑاہی سے دہکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگا رہے ہیں۔ لہذا اس نظام کو تو بہرحال ختم ہونا ہے اور اشتمالی تحریک اس نظام کی نسبت وہی مقام رکھتی ہے جس کو مارکسی اپنی اصطلاح میں Anti Thesis یعنی جواب دعوے کہتے ہیں، مگر کیا اس کشمکش کے درمیان کوئی Synthesis یعنی امتزاج کی تیاری ہماری طرف سے ہو رہی ہے دنیا اس اضطراب اور گھبراہٹ کے اندر مسلمانوں سے اور خاص طور پر ان کے رہبر اور پیشرو جماعت، جماعت احمدیہ سے بار بار آج یہی سوال کر رہی ہے۔

ضرورت رشتہ

(۱) ایک ارائیں قوم کے لڑکے کے لئے احمدی جماعت میں رشتہ کی ضرورت ہے جو ارائیں قوم سے ہو۔

(۲) اگر کوئی معمر بیوہ خاتون جس کے بچے نہ ہوں نکاح کی خواہشمند ہو تو اطلاع دیں۔

مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں
نمبر

مرض کمیونزم اور اس کا علاج

(بقیہ از صفحہ اول)

والا آدمی کب دوسروں کے مال کو لوٹنے کے لئے آمادہ ہو سکتا ہے۔ وہ تو اپنی۔ اپنے بال بچوں کی جان اور آبرو کا سہارا بن جاتا ہے اور نیز ملک کا بھی۔ زکوٰۃ کے علاوہ بروقت ضرورت اور بھی مدد کر سکتا ہے۔

دوم۔ اس مہلک مرض کے اصولی علاج کو یاد رکھئے۔ "اسباب کو دور کرو" ملک کا ہر بالغ صحیح سالم اعضاء والا انسان بے روزگار نہ رہے اور سال بھر میں سو روپیہ جمع کر سکے۔ کاروبار کا بندوبست کرنا۔ ایمپلائمنٹ ایکسچینج اور امراء کا کام ہے۔ وہ غرباء کی مردم شماری کریں۔ اور لوگوں کے لئے کام مہیا کریں۔ غرباء کی تنخواہیں بڑھائیں اور امراء کی گھٹائیں۔ یہ ہے جامع طلب قرآن مجید کے ایک ہی فقرہ اقیموا الزکوٰۃ میں اس خوفناک بیماری کا علاج۔

سزائے موت کی گرانی

آزاد ہندوستان میں موت کے لئے حکومت کے خزانہ پر کتنا بار ڈالا جاتا ہے یہ بات گاندھی جی کے قاتلوں کے لئے سزائے موت کی تجویز کرنے سے ظاہر ہوتی۔

سردار پٹیل وزیر داخلہ نے ہند پارلیمنٹ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مقدمہ کے اخراجات کی تفصیل بتلائی کہ اس مقدمہ میں جملہ ۹ لاکھ ۸۲ ہزار ۴ سو ۳۸ روپیہ صرف ہوئے اس میں سب سے بڑے وکیل کو ۳ لاکھ ۸۲ ہزار ۲ سو ۳۰ روپیہ۔ اور بمبئی کے ایڈووکیٹ جنرل اور ان کے مددگاروں کو ۲ لاکھ ۹ ہزار ۷ سو ۱۳ روپیہ دیئے گئے۔ اس کے علاوہ دوسرے اخراجات یہ ہوئے:

ہنگامی مصارف ۲۹ ہزار ۴ سو روپیہ
مخصوص جج کی تنخواہ ۲۶ ہزار ۴ سو ۳۰ روپیہ
عمارت میں توسیع ۴۱ ہزار ۸ سو روپیہ
پولیس۔ ایک لاکھ ۲ ۵ ہزار ۴ سو ۵۰ روپیہ
دفتری عملہ ۵۲ ہزار ۷ ۵ روپیہ

(صدق)

کام لیا جائے جو مسیح زمان لے کر آیا اور جس کا مقصد خود غرضی کی بجائے قربانی ہے اور مادیات کی جگہ الٰہیات ہے۔

قرآن کریم سرچشمہ حیات ہے

پہلا کام۔ جس کو مسیح زمان نے سرانجام دیا۔ روحِ انسانی کو مادیت کے ناپاک ہتھکنڈوں سے آزاد کرنا تھا۔ روح مادیت سے بالا تر ہے۔ اور اس کی پرواز بالائی پر ہونی لازمی ہے۔ انسان کی زندگی کا نصب العین خدا ہے اور اس کے بغیر فلسفہ حیات ہیچ ہے۔ انسان نے خدا کو اپنی محدود عقل کی رو سے ایک انوکھی ادا کا مجسمہ قرار دیا تھا۔ اور اس مکر و فریب کے جالے کو توڑنا مجدد زمان کا کام تھا۔ قرآن کریم میں جس خدا کا ذکر ہے وہی معبود حقیقی ہے۔ مجدد زمان نے ان الفاظ میں ظاہر کیا۔ کہ اس معبود حقیقی کے ساتھ تعلق لگائے بغیر روح انسانی اپنے معراج کو حاصل نہیں کر سکتی۔

حضرت مرزا صاحب نے دعوے کیا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے اور وہ دعاؤں کو سنتا اور مجدد سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ روحانیات کا سرچشمہ آج قرآن اور صرف قرآن ہے۔

انسانی ترقی اور تعلق باللہ

انہوں نے بتایا۔ کہ زندہ خدا کے ساتھ زندہ جاوید تعلق میں روح کی حیات کا راز مضمر ہے۔ زندگی کا بلند مقصد اسی زندہ لگاؤ سے وابستہ ہے اور یہ معبود حقیقی صرف قرآن ہی کا پیش کردہ خدا ہے مسیح زمان نے انسانوں کے مصنوعی معبودوں کے بطلان کو واضح کیا ان کے پرستار نہ صرف دوسرے مذاہب کے ہی پیرو تھے۔ بلکہ خود مسلمان بھی تھے۔ مسلمانوں نے پیروں گدی نشینوں کو یہ مقام دے دیا تھا۔ مسیح موعود نے پیروں اور گدی نشینوں کے اس جال سے مسلمانوں کو آزاد کیا۔

مسلمانوں کے سماج کی اس حقیر اور ناپاک خامی کو دُور کر کے اس کو پاک کر دیا۔ اس نے اعلان کیا کہ قرآن روحانیات کا واحد سرچشمہ ہے۔ جہاں ہر ایسے شخص کو آب حیات مہیا ہو سکتا ہے۔ جو اس کی تلاش کرے۔ اس طرح سے مسلمان توہمات اور پیر پرستی سے آزاد ہوئے اور دوسرے معبودانِ باطلہ کے پرستار اپنے معبود خداوندوں کی اصلیت سُن کر پریشانی کے

عالم میں متحیر ہو گئے

اصلاحات

اس کے علاوہ مسلمان کا ذہن طرح طرح کی زنجیروں میں بندھا تھا۔ قرآن کریم ایک عام مسلمان کے پاس مجلد کتاب۔ غلاف میں بند اور گھر کے اس طاقچے کا سامان تھا جہاں کسی فرد کا ہاتھ نہ پہنچے اور مسلمان کی زندگی کا لائحہ عمل رسوم و رواج تھے۔ اس مردہ مسلمان کے تصور میں قرآن ایک نہ سمجھ میں آنے والی کتاب تھی اور خدا ایک ایسی ہستی تھی جہاں تک رسائی محال تھی۔ اسی لئے اس کا عقیدہ کہ اسلام بھی مردہ بن کر رہ گیا تھا حضرت مجدد زمان نے بآنگ بلند اعلان کیا کہ قرآن حقیقی زندگی کے لائحہ عمل کا سرچشمہ ہے۔ مسلمان کا عمل اس کے مطابق ہونا چاہیئے۔ یہی منبع زندگی اور سرچشمہ حیاتِ جاودانی اور انسان کے معراج کا واسطہ ہے۔

مسلمانوں کے سماج میں ایک اور خامی یہ تھی۔ کہ ملا اور علمائے دین قرآن کے الفاظ کے معانی سمجھ لینے کو ہی اپنے علم و فضل کا کمال سمجھتے تھے۔ اور اس پیغام الٰہی کے اصل مقصد سے وہ بالکل بے خبر تھے۔ اور اس سرچشمہ حیات سے ان کا دُور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ اس کا ذکر حضرت مجدد زمان نے یوں کیا:۔

نظر بازاں علم ظاہر اندر علم خود نازند
ز دست تو د گلندہ معنی و مغز و حقیقت را
بلفاظی بسر کردند عمر خود بلا حاصل
دمے از بہر معنی ہا نے پابند نہ رست را
ہمہ در ہائے قرآں را چو فات کے بشگفند
زغلہ ناتمام شاں چہا گم گشت ملت را
مر اسلام در باطن حقیقت ہا ہمے دارد
کجا باشد خبرزاں ماہ گرفتار اں صورت را

دوم

دوسری خامی ،طرزِ عبادت میں تھی مسلمانوں کے نزدیک چند حرکات اور چند الفاظ کے اظہار کا نام ہی عبادت تھا۔ وہ نماز پڑھتے لیکن اس کے مغز سے کوسوں دُور تھے اور اس کی گہرائیوں سے بالکل ناواقف تھے۔ اسلام کی حقیقت، کا تصور چند رسومات تک محدود تھا۔

اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ مسلمان حقیقی ایمان اور حقیقی اسلام سے دُور ہوتے چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود نے تباہی کے ان آثار کو دیکھ کر نماز اور عبادت کی حقیقت کو بیان کیا اور اس کی تشریح

اعلائے کلمۃ اللہ اور نوجوانانِ ملت

سید تصدق حسین صاحب قادری کا پیغام بغداد سے

بخدمت شریف قبلہ حضرت مولانا عزیز بخش سلمہ الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بزرگان ملت کی خدمت میں بغداد سے ہمارے قومی اجتماع موتمر السنوی کے مبارک موقعہ پر ہر سال "پیغام بغداد" بھیجا جاتا رہا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے از راہ کرم مندرجہ ذیل کلمہ حاضرین جلسہ کے گوش گزار فرمادیں

اخبار پیغام صلح کے صفحات میں مجاہد اعظم حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے پُر درد خطبات جمعہ و دیگر مضامین پڑھ کر دل بیٹھا جاتا ہے حکیم ملت نے اپنی ان تحریرات میں ایک طرف ساری دنیا میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی اہم ترین ضرورت کو واضح طور پر بتلایا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دوسری طرف احباب کی بے توجہی اور امسالی مالی خسارہ کا تذکرہ بھی بین الفاظ میں بتلایا ہے اس کا علاج سال رواں کے اس بابرکت اجتماع میں نہایت ضروری ہے۔ سان فرانسسکو، ووکنگ برلن، کے تبلیغی ادارے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ان اداروں کی تقویت اور استحکام اور وسعت میں حضرت سیدنا مسیح موعود کی دلی تمنا کے پورا ہونے کا راز مضمر ہے" آفتاب اسلام مغرب سے طلوع ہو چکا۔ ان اداروں اور موقر رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ اس آفتاب عالمتاب کی کرنیں ساری دنیا میں پھیل گئیں ہیں پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد" کا وقت سعید

قریب آ رہا ہے۔ انقلاب روحانی اور غلبۂ اسلام کا وقت نزدیک ہوتا جا رہا ہے سعید روحوں کو حق و صداقت کے رستہ کا کچھ پتہ مل چکا ہے۔ ہاں یہ بھی صحیح ہے کہ کمیونزم کا طوفان عظیم مشرق و مغرب سے بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ ملت یہود اور ہنود آیت لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیہود والذین اشرکوا کا مظاہرہ سرزمین مقدس فلسطین اور ارض کشمیر میں کر رہی ہیں۔ نام نہاد جمہوریت اور ڈیموکراسی کمیونزم اور فیسزم کا سر کچلنے کے بہانے اپنے رنگ جمانے کی کوشش میں ہیں۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داری جنہوں نے اشاعت و دفاع اسلام کا عہد امام وقت کے مقدس ہاتھ پر کیا ہوا ہے کس قدر بڑھ جاتی ہے۔

اے میرے محترم بزرگو اور عزیزو آپ حضرات کا بموجب فرمان مسیح دوران اپنے محبوب امیر مسیح کے روحانی فرزند کی زیر قیادت آج جمع ہونا مجھے یقین دلا رہا ہے کہ اپنی سابقہ شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے بہترین حل تجویز فرمادیں گے اور مقاصد دینیہ کو کما حقہ پورا کرنے کے لئے عملی اقدام اٹھاویں گے۔ اس موقعہ پر نوجوانان جماعت سے چند باتیں کہنے کو دل چاہتا ہے از راہ کرم یہ چند الفاظ ان کے کانوں تک پہنچا دیں

اے میرے پیارے نوجوانو، ملت بیضا کے ہونہار سپوتو، دولت خداداد پاکستان کی مقدس سرزمین کے وفادار محافظو، تحریک احمدیت کے سینہ سپر بہادرو ہماری مستقبل کی امیدو، دیکھو ہم میں سے اکثر و بیشتر بفضل خدا اپنے فرائض ملی کو ادا کر کے اور وہ امانت جو ورثہ میں امام وقت سے ملی تھی اس کی پورے طور پر حفاظت کر کے اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور کئی ایک لبیک برآواز منتظر بیٹھے ہیں نہ معلوم کب بلاوا آ جائے۔ من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ اب آئندہ تمام ذمہ داری و مسئولیت

(باقی بر صفحہ ۱۵ کالم ۲)

توضیح کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو یہی پیغام دیا کہ ہماری نماز اور ہماری عبادت، ہماری روح کی غذا ہے۔ نماز اور عبادت کی خوبیوں کو آپ نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔

اسی طرح اور بھی خدا طیاں تھیں۔ جو مسلمانوں کے دلوں پر اور بنی نوع انسان کے قلوب پر مسلط تھیں۔ مجدد زمان نے لوگوں کے دلوں کو ان غلطیوں سے پاک کیا اور اسے وہ آزادی دلا دی۔ جس سے انسان کو دائمی مسرت اور ذہنی نجات مل سکتی ہے۔ دنیوی شان و عزت اور وقار کیلئے بھی پہلی ضرورت ذہنی غلامی سے آزادی حاصل کرنا ہے آپ نے اسی بات کی تعلیم دی کہ ذہنی آزادی

صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ زندگی

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا (احزاب)

الصحابی کالنجوم فبایّهم اقتدیتم اهتدیتم

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

کیا ہی خوش قسمت وہ مقدس ہستیاں تھیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا حضورؐ کی صحبت میں رہ کر علوم و معارف کا خزانہ حاصل کیا اس راہ میں تمام ناقابل برداشت سختیاں جھیلیں اور پھر انعامات الٰہی کے وارث ٹھہرے یہ پاکیزہ لوگ در اصل روح کائنات تھے ہاں یہی وہ لوگ تھے جنہیں کلام الٰہی کے اوّل المخاطبین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن مجید میں ان کے ایمان۔ اعمال صالحہ جہاد۔ عبادت۔ تقویٰ۔ استقامت۔ فیاضی۔ ایثار اور تمام محاسن اخلاق تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بابرکات میں اکثر ان کے فضائل کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف میں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فالذین اٰمنوا به وعزّروه ونصروه واتّبعوا النور الذی انزل معه اولٰئك هم المفلحون۔ یعنی جو لوگ اس (پر سرور کائنات پر) ایمان لائے اور اس کو تقویت پہنچائی۔ اس کی مدد کی اور اس نور کا تبع کیا جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں:۔ صحابہ اور ان سے ملنے والوں کی دعا سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنگ میں فتح عنایت فرمائیگا۔

عن ابی سعید رضؓ عن النبیؐ صلی اللہ علیه وسلم قال یأتی علی الناس زمان یغزو فئام من الناس فیقال هل فیکم من صحب النبی صلی اللہ علیه وسلم فیقال نعم فیفتح علیه ثم یاتی زمان فیقال فیکم من صحب اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم فیقال نعم فیفتح ثم یاتی زمان فیقال فیکم من صحب صاحب اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم فیقال نعم فیفتح۔

(بخاری کتاب الجہاد)

ترجمہ:۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ جہاد کریں گے تو یہ کہا جائے گا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہو؟ جواب دیا جائے گا ہاں (پھر وہ دعا مانگے گا) اور فتح ہو جائے گی پھر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ کہا جائیگا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت اٹھانے والے کی صحبت اٹھائی ہو؟ جواب دیا جائیگا ہاں (پس وہ دعا مانگے گا) اور فتح ہو جائیگی۔

صحابہ کے ایک مُدّ کا صدقہ عام لوگوں کے اُحد پہاڑ کے برابر سونے کے صدقہ سے افضل ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضؓ قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تسبّوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل اُحُدٍ ذهبًا ما بلغ مُدّ احدهم ولا نصیفه

(بخاری کتاب مناقب ابوبکر)

ترجمہ:۔ حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی کی مُدّ کے برابر یا نصف کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا (مُدّ ایک سیر کے برابر ہے)

ہجرت

صحابہ کرام نے سخت سے سخت مشکلات کا بڑی عالی ہمتی سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ ہجرت کا معاملہ سخت ترین اور درد انگیز واقعہ ہے جس میں اس قدسی جماعت نے نہ صرف ماں باپ، بھائی بہن اور اعزہ و اقارب، اہل و عیال سے قطع علائق کیا بلکہ اپنے عزیز وطن کو بھی خیرباد کہکر اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑا چنانچہ حدیث شریف میں ہجرت کی مصیبت عظمیٰ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان اعرابیا سال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الهجرة فقال ویحك ان شانها شدید فهل لك من ابل تؤدّی صدقتها قال نعم قال فاعمل من وراء البحار فان اللہ لن یترك من عملك شیئا۔

ترجمہ:۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ہجرت نہایت دشوار چیز ہے۔ کیا تیرے پاس اونٹ ہیں اور تو ان کی زکوٰۃ دیتا ہے عرض کیا ہاں تو فرمایا تو سمندروں کے اس پار رکا رہ یا کر اللہ تعالیٰ تیرا کوئی عمل ضائع نہ کرے گا۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

اس مصیبت نے بعض سخت جان لوگوں کو جو ہمیشہ مصائب برداشت کرنے کے خوگر تھے اپنی جگہ سے ہلا دیا۔ چنانچہ ایک بدوی جو ہجرت کر کے مدینہ آیا اور مشرف باسلام ہوا بخار میں مبتلا ہو گیا اس امتحان نے اسے بیعت فسخ کرنے پر آمادہ کر دیا۔ اس موقع پر حضورؐ نے فرمایا:۔

عن جابر رضؓ جاء اعرابی النبی صلی اللہ علیه وسلم فبایعه علی الاسلام فجاء من الغد محموما فقال اقلنی فابی ثلث مرار فقال المدینة کالکیر تنفی خبثها وتنصع طیبها

(بخاری فضائل المدینہ)

جابر رضؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اسلام پر آپ کی بیعت کی دوسرے دن آیا بخار چڑھا ہوا تھا کہنے لگا میری بیعت واپس کر دو تین دفعہ کہا آپ نے انکار کیا اور کہا مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل کو نکال دیتی ہے اور (زر) خالص کو رہنے دیتی ہے۔

یہ زر خالص صحابہ کرام رضؓ ہی تھے جو مدتوں مدینہ میں نعل در آتش رہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تمام مصیبتوں اور سختیوں کو عالی ہمتی سے برداشت کیا۔ مدینہ کی آب و ہوا کی ناموافقت سے متعدد بزرگ بیمار ہو گئے چنانچہ بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ بیماری کی حالت میں یہ شعر پڑھتے تھے

کل امرئٍ مصبَّح فی اهله
والموت ادنٰی من شراك نعله

ہر شخص کو اپنے گھر والوں میں صبح بخیر کہتے ہیں اور موت اس کی جوتی کے تسمے سے بھی نزدیک ہے۔

وکان بلالؓ اذا اُقلع عنه الحمّی یرفع عقیرته یقولؔ:۔

اور جب حضرت بلالؓ کا بخار اتر جاتا تو اپنی آواز کو بلند کرتے اور کہتے:۔

الا لیت شعری هل ابیتن لیلةً
بوادٍ وحولی اذخر وجلیل
وهل اردن یوما میاه مجنّة
وهل یبدون لی شامة وطفیل

کاش مجھے علم ہوتا کہ کیا میں (پھر مکہ کی) وادی میں ایک رات رہونگا۔ اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل ہوں گے اور کیا میں کسی دن مجنہ کے پانی پر جاؤں گا۔ اور کیا پھر مجھے شامہ اور طفیل نظر آئیں گے۔

اذخر اور جلیل مکہ کے دو قسم کے گھاس ہیں اور مجنہ مکہ سے چند میل پر ایک مقام ہے شامہ اور طفیل مکہ سے تیس میل پر دو پہاڑ ہیں۔ اور ان ورود سے ہے۔

قال اللّٰهم العن شیبة بن ربیعة وعتبة بن ربیعة وامیة بن خلف کما اخرجونا من ارضنا الی ارض الوباء۔ اور کہتا (ابو ہریرہؓ)

اے اللہ شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف کو اپنی رحمت سے دور کر دے جس طرح انہوں نے ہمیں اپنے ملک سے وبا کی زمین (مدینہ) کی طرف نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ (بخاری فضائل المدینہ)

حضور نے انصار کے مناقب بیان فرمائے تو ہجرت کی فضیلت ان الفاظ میں ظاہر کی۔

ولولا الهجرة لکنت امرأ من الانصار۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا۔

(بخاری کتاب المناقب)

حضورؐ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کی عیادت کو تشریف لے گئے تو یہ دعا فرمائی:۔

اللّٰهم امض لاصحابی هجرتهم ولا تردّهم علی اعقابهم۔ (بخاری بنیان الکعبة)

یعنی اے اللہ میرے اصحاب کی ہجرت کو مکمل کر دے اور انہیں الٹے پاؤں واپس نہ کر یو۔

مہاجرین کرام کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور رسول کریمؐ کی طرف تھی۔ حضرت

جنابؓ سے بخاری باب بنیان الکعبۃ میں روایت ہے۔

ھاجرنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم نرید وجہ اللہ فوقع اجرنا علی اللہ یعنی ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی جس سے صرف خدا مقصود تھا اس لئے ہمارا اجر اللہ تعالے پر واجب ہوگیا۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضؓ سے بخاری کتاب المغازی میں روایت ہے فرماتی ہیں و ذالک فی اللہ ...... وفی رسولہ۔ یہ ہجرت اللہ تعالے اور رسولؐ کے لئے تھی۔

یہ جماعت مہاجرین دو طبقوں میں تقسیم ہے۔ مہاجرین اولین و عام مہاجرین چنانچہ قرآن مجید میں دونوں طبقوں کا الگ الگ ذکر ہے۔

مہاجرین اولین

والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا۔ اولئک ھم المومنون حقا (انفال)

جو لوگ ایمان لائے۔ ہجرت کی اور اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کیا۔ اور وہ جنہوں نے پناہ دی اور مدد دی وہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔

مہاجرین کا دوسرا طبقہ

والذین آمنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم۔ (انفال)

اور وہ لوگ جو بعد میں ایمان لائے ہجرت کی اور جہاد کیا تمہارے ساتھ مل کر وہ لوگ بھی تم میں شامل ہیں۔

سورہ توبہ میں ان کو رضائے الٰہی اور جنت الخلد کا مژدہ سنایا گیا۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم

اس آیت میں ان مقدس ہستیوں کا قابل تقلید نمونہ عمل کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو رضا و خوشنودی کی بشارت دی گئی ہے (باقی - باقی)

صدق ور زاں نہ ہمیں باشد نشاں
کز پئے جاناں بکف دارند جاں
درخشد از صورت و بر منظر
واہ ثنا وست بر دم بے خبر
(مسیح موعودؑ)

صادق و راست باز اپنے ساتھ ایک امتیازی نشان رکھتے ہیں وہ اپنے محبوب حقیقی کی خاطر جان عزیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کے پیش نظر ہمیشہ تصویر جاناں جلوہ گر رہتی ہے

پیغام بغداد

(بقیہ از صفحہ ۱۳)

شہداللہ وعندالناس آپ کے ذمہ ہوگی۔ امانت علمی کے تم ہی وارث ہوگئے۔ ابھی تم میں پیارے امام کا حقیقی جانشین اور اس کے رفقائے کرام موجود ہیں ان پاک ہستیوں کی صحبت غنیمت سمجھیں۔ ان کے قلوب مطہرہ سے اپنے قلوب کو رگڑ کر روشن کریں۔

تم نے لتکونوا شھداء علی الناس کی حیثیت میں بنی نوع انسان کے رہبر بننا ہے۔ تمہیں پیارے امام نے ان پیارے الفاظ میں مخاطب فرمایا ہے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ان الفاظ مقدسہ کو اپنے قلوب کی گہرائیوں میں جگہ دو۔ اللہ تعالے تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

اے بزرگان ملت و عزیزو اس بابرکت روحانی اجتماع کے ایام ثلاثہ جو ایام اللہ ہیں ہم دور افتادہ گنہگاروں کو اپنی نیم شبی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالے ہم سب کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور اس کے لئے ایثار و قربانی کی بیش از بیش توفیق بخشے۔

آمین

تمام حاضرین جلسہ کو ہم سب کی طرف سے السلام علیکم

خاکسار
(دستخط) سید تصدق حسین القادری

صدق میں کوشش کر کہ تیرے دم سے آفتاب پیدا ہوگا۔ صبح کاذب اپنے کذب کی وجہ سے پہلے سیاہ ہوتی ہے۔

(اس کے عشق و محبت میں ایسے وارفتہ رہتے ہیں کہ) وہ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ لوگ ان کی تعریف کرتے ہیں یا گالیاں دیتے ہیں۔

حکومت کا حصول اور فصل مقدمات

تقدیس اعمال سے ہی نہ کہ مقدس زمین سے

سرور دو عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

اُمی و در علم و حکمت بے نظیر ؎ زیں چہ باشد حجتے روشن ترے (مسیح موعودؑ)

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

حکومت کو تمہاری ضرورت ہونی چاہیئے نہ کہ تم کو حکومت کی

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابتغی القضاء وسأل فیہ شفعاء وکل الی نفسہ ومن اکرہ علیہ انزل اللہ الیہ ملکا یسددہ

اخرجہ ابوداود والترمذی (تلخیص الصحاح)

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حکومت میں اعلےٰ عہدہ کی خواہش رکھتا ہے (اور اس کے حصول کے لئے بڑے بڑے لوگوں کے دروازوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے) تاکہ سفارش سے یہ مقام مل جائے پھر وہ (حکومت کے قابل نہیں بنتا بلکہ بندۂ نفس بن کر رہ جاتا ہے یعنی اس عہدہ کو دنیا کا مال و متاع ناجائز طور سے حاصل کرنیکا ذریعہ بنا تاہے۔ ہاں جو شخص اس اعلےٰ عہدہ کے لئے بسبب اپنی قابلیت کے منتخب کیا جائے اور مجبور کیا جائے کہ اس عہدہ کو سنبھالے تو ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ نصرت اور استقامت کے لئے فرشتہ (روح القدس) نازل فرماتا ہے (تاکہ وہ اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں ٹھوکر نہ کھائے دیانتداری اور محنت سے مفوضہ کام کو انجام دے)

فصل مقدمات میں محنت اور کوشش سے تحقیق کرکے نتیجہ پر پہنچنا اجر حسنہ کا مستحق بنا دیتا ہے۔

عن عمرو بن العاصؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتھد الحاکم فاصاب فلہ اجران و ان اجتھد فاخطاء فلہ اجر اخرجہ الشیخان وابوداؤد

عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی حاکم فصل مقدمات میں محنت اور کوشش سے تحقیق کرکے حق بات پالیوے تو اُسے دوہرا ثواب ملے گا (یعنی (۱) دیانتدارانہ محنت کا (۲) اور صحیح فیصلہ کا) اور اگر باوجود محنت اور کوشش کے غلط نتیجہ پر پہنچے تو ایک اجر کا مستحق ہوگا یعنی اسے صرف دیانتدارانہ محنت کا صلہ ملے گا۔

انسان اپنے اعمال سے ہی مقدس بنتا ہے نہ کہ مقدس زمین سے

وعن یحیی بن سعید قال کتب ابو الدرداءؓ الی سلمان الفارسیؓ ان ھلم الی الارض المقدسۃ فکتب الیہ سلمان ان الارض لا تقدس احدا وانما یقدس الانسان عملہ وقد بلغنی انک جعلت طبیبا تداوی فان کنت تبرئ فنعما لک وان کنت متطببا فاحذر ان تقتل احدا فتدخل النار فکان ابو الدرداء اذا قضی بین اثنین ثم ادبرا عنہ نظر الیھما وقال متطبب واللہ ارجعا الی فاعیدا علی قصتکما

اخرجہ مالک - (تلخیص الصحاح) یحیی بن سعید سے روایت ہے کہ ابو الدرداءؓ نے سلمان فارسیؓ کی طرف لکھا کہ ارض مقدس میں چلا آ۔ تو سلمان فارسیؓ نے انہیں جواب میں لکھا کہ زمین کسی کو پاک نہیں کرتی پاک انسان کو عمل ہی کرتا ہے اور مجھے خبر ملی ہے کہ آپ طبیب (حاکم) مقرر ہوئے ہیں سو اگر آپ بیماروں کا علاج کرکے انہیں آرام پہنچاتے ہیں (یعنی فصل مقدمات میں فریقین کے ساتھ انصاف برتتے ہیں) تو خوب اور اگر آپ جعلی حکیم (یعنی نالائق حاکم) ہیں تو بچنا کہ کسی کو (الٹی دوا دیکر) قتل کر دیں (یعنی اپنی نالائقی کی وجہ سے کسی بیگناہ کو سزا دے بیٹھیں) اور اس کے سبب سے دوزخ میں آپکا ٹھکانا ہو۔ چنانچہ ابو درداء کا دستور تھا کہ جب فریقین کے درمیان فیصلہ فرماتے پھر دونوں کو بٹھا لیتے اور ان کی طرف دیکھتے اور کہتے میں جعلی طبیب ہوں میری طرف پھر آؤ اور اپنا مقدمہ مجھ سے پھر بیان کرو۔ متطبب وہ ہے جو علم طب کا جھوٹا دعویٰ کرے مگر اسے اس میں دسترس نہ ہو۔ بصدق کوش کہ خورشید زاید از نفست کہ از دروغ سیہ روی گشت صبح نخست (حافظ)

دفترِ عالم

پاکستان

کراچی۔ پچھلے دنوں کراچی میں جو بین الاقوامی اسلامی صنعتی اور تجارتی نمائش منعقد ہوئی اس کا افتتاح کرتے ہوئے خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل پاکستان نے فرمایا:۔

"اس وقت دنیا کے بہت بڑے حصے میں افلاس، ناداری، امراض و ناخواندگی کے کہنہ امراض پھیلے ہوئے ہیں اور بہت تھوڑے ممالک ایسے ہیں جن کا معیارِ حیات بلند ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ممالک اسلامیہ اوّل الذکر علاقے سے تعلق رکھتے ہیں لیکن حال ہی میں ممالک اسلامیہ میں جن جذبات خیر سگالی کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ ہمارے لئے ہمت افزائی کا موجب ہے۔ ممالک اسلامیہ کو جن اقتصادی مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے، ان کا بہت بڑا حصہ مشترک ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم سب انہیں حل کرنے میں اشتراک مساعی سے کام لیں۔"

راولپنڈی۔ کمانڈر انچیف سر ڈگلس گریسی نے گورڈن کالج کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ فوج میں شامل ہونے کے بعد اعلیٰ افسر بننا چاہتے ہیں تو مضبوط کیریکٹر پیدا کریں اور محنت شاقہ کی عادت ڈالیں۔ آپ نے فرمایا فرض کے لئے شیفتگی اور نصب العین کے لئے صداقت و دیانتداری ایک اچھے فوجی افسر کے طغرائے امتیاز ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا ملک کی خدمت کے لئے یہ بہترین پیشہ ہے لیکن فوج میں شامل ہوتے وقت روپیہ کی بجائے نصب العین پیش نظر ہونا چاہئے۔

لاہور۔ ہز ایکسیلنسی گورنر مغربی پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے پنجاب یونیورسٹی سکینڈ ایئر سکواڈرن کا چار بجے شام رائل ایئر فورس کے میدان میں افتتاح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یونیورسٹی میں قوم کے بہترین نوجوان ہوتے ہیں۔ اور میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ پاکستانی ہوائی بیڑے کو زیادہ سے زیادہ مستحکم کرنے کے لئے آگے بڑھیں۔" پھر فرمایا ہوائی بیڑے کی اہمیت اس زمانہ میں ایسی ہے کہ اسکو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں تقسیم ہند کے وقت ہوائی بیڑہ محض کا غذیہ ملا۔ لیکن جن لوگوں نے اسے اس قدر ترقی دی ہے وہ قابل تعریف ہیں۔ ملک کے نوجوانوں میں بہترین لوگ اس طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ انکی وجہ سے نہ صرف انکی عزت ہوگی بلکہ انکی وجہ ملک اور قوم کا وقار قائم ہو جائے گا۔ ۴۴

ہندوستان

مدراس۔ حکومت کی طرف سے امتناع شراب کا جو قانون نافذ ہوا تھا۔ اس کی زد میں آکر سینکڑوں شراب خور نبیذ سے محروم ہوگئے۔ آخر ڈاکٹروں کو سفارش نامے دینے کی ضرورت پیش آئی تا ایسے عادی لوگوں کو شراب نوشی کا پرمٹ دیا جائے ۱۲ر دسمبر تک ایسی درخواستوں کی تعداد ۔۔۔۔ ہزار کے قریب تھی جن میں سے صرف ۔۔۵ درخواست کنندوں کو پرمٹ مل چکا ہے۔ حکومت مدراس اس مسئلہ پر سخت پریشان ہے اور ان تجاویز پر غور کر رہی ہے جو پرمٹ میں توسیع کر سکیں حکومت مدراس البتہ لائسنس کی قیمت میں اضافہ کر دینا چاہتی ہے اور خیال ہے کہ پچاس روپے کی بجائے لائسنس کی قیمت ۵۰۰ روپے کر دی جائے گی۔

کلکتہ ۱۸ر دسمبر جنوبی علاقہ میں ایک مشتعل ہجوم نے اچانک پولیس پر بم پھینک دیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک اسسٹنٹ کمشنر آف پولیس اور چار پولیس مین زخمی ہو گئے کلکتہ میں ایسے حادثات کئی بار وقوع میں آچکے ہیں۔

۱۱ کولمبو ۹ر جنوری۔ آج کولمبو میں دولت مشترکہ کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس شروع ہو گئی ہے۔ اور لنکا کے وزیر اعظم متفقہ طور پر کانفرنس کے صدر منتخب کئے گئے ہیں۔ صدر کے رسمی خیر مقدم کے بعد وزراء نے ایجنڈا پر جس میں پانچ خصوصی سیاسی مدیں رکھی گئی ہیں بحث کرنا منظور کر لیا ہے نمائندوں کے سامنے ایجنڈا کا ایک مسودہ پیش کیا گیا جس میں یہ چھ اہم مسائل تھے۔

(۱) یورپ کی سیاسی صورت حال جس کا تعلق دولت مشترکہ سے ہے۔

(۲) جنوب مشرقی ایشیا کی اقتصادی صورت حال۔

(۳) اس علاقہ میں کمیونزم کی توسیع کی بندش

(۴) جاپان سے صلح کا معاہدہ

(۵) چین میں کمیونسٹوں کی کامیابی سے پیدا شدہ صورت حال۔

(۶) جنوب مشرقی ایشیا کے دفاع کے مسائل

۴۴ کراچی ۱۰ر جنوری۔ آج مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان نے افغانستان کو متنبہ کیا کہ اس کے ناعاقبت اندیشانہ اقدام کے نتائج بے حد خطرناک ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہم سرزمین پاکستان کا ایک انچ رقبہ بھی

بیرونی ممالک

برلین۔ مشرقی جرمنی روسی منطقے میں یورینیم کی کان میں ایک آتشگیر مادے کو آگ لگنے کی وجہ سے ایک سخت دھماکہ ہوا جس سے کان کے تمام راستے بند ہو گئے۔ ایک ہزار کان کن جو اس وقت وہاں کام کر رہے تھے کان میں گھر گئے۔ فائر بریگیڈ اور امدادی جماعتوں کی کوشش کے باوجود ۴۰۰۔ آدمی جان بحق ہو گئے۔

اٹاوہ۔ کینیڈا اور امریکہ کے مشترک دفاعی بورڈ کے صدر جنرل اینڈریو کناٹن، (جو یو۔ این۔ او میں کینیڈا کے مستقل نمائندے بھی ہیں) نے سینٹ اینڈریوز سوسائٹی کے سالانہ ڈنر کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جمہوریتوں کو ہر ایسے معاند سے چوکس رہنا چاہیے جو خفیہ طور پر ایٹم جمع کر رہا ہو۔ آپ نے کہا کہ ایٹم بم بڑے بڑے شہروں، بڑی بڑی بندرگاہوں اور صنعتی مرکزوں کو تباہ کرنے کے لئے موثر بلکہ خطرناک ہتھیار کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا ان بموں کی معمولی تعداد بھی امن عامہ کے لئے زبردست خطرہ متصور ہے۔ اور اب جبکہ روس ایٹم بنانے میں کامیاب ہو چکا ہے یہ بم ہمیشہ کے لئے تشویش پیدا کر رہا ہے۔ یو۔ این۔ او کو ہر ممکن طریق پر کوشش کرنی چاہیئے کہ دنیا بھر میں ایٹمی طاقت تباہی اور بربادی کے لئے استعمال نہ ہو سکے۔

عمان۔ یہودی فلسطین سے جو اطلاعات پہنچ رہی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل روس کی طرف زیادہ جھکتا جا رہا ہے ابھی حال ہی میں یہودی اخباروں نے یہ خبر شائع کی تھی کہ روسی حکومت نے سامان کی شکل میں اسرائیل کو پانچ کروڑ پونڈ کا قرضہ دینے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ اظہار تشکر کے طور پر اسرائیل یہود سے کہہ رہا ہے کہ روس کے ساتھ تعلقات کو زیادہ استوار کریں۔ ۱۱

ضرورت

ایک جاٹ قوم کے زمیندار کے لئے جس کی عمر ۳۰ سال ہے اور جس کی پہلی بیوی فوت ہو چکی ہے رشتہ کی ضرورت ہے بہتر ہے کہ کوئی بیوہ خاتون ہو مفصل کیفیت بذریعہ خط و کتابت۔ مرتضیٰ خاں اسسٹنٹ سیکرٹری

کشمیر

—— مسٹر مشتاق احمد گورمانی پاکستان کے سفیر خاص نے ۱۷ر دسمبر کو نیویارک میں اس امر کا انتباہ کیا کہ اگر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کشمیر کا مسئلہ پر امن طور پر طے نہ ہوا تو یہ تمام دنیا کے لئے انتہائی خطرناک ہوگا انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم کشمیر کو جائیداد یا کشمیری عوام کو جانور تصور نہیں کرتے کہ انہیں تقسیم کر دیا جائے بلکہ ہم تو چاہتے ہیں کہ اہل کشمیر کو حقوق خود اختیاری تفویض کئے جائیں کیونکہ انہیں بھی ایسے ہی حقوق آزادی حاصل ہیں جیسے دنیا کے دوسرے باشندوں کو حاصل ہیں۔

—— اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن نے ۱۳ر دسمبر کو اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل کے سامنے مسئلہ کشمیر کے حل کرنے میں تین خاص تنازعات کا جن کی وجہ سے انہیں ناکامی ہوئی تھی۔ کا انکشاف کیا اور وہ یہ ہیں۔

اول۔ آزاد کشمیر افواج کا مستقبل

دوم۔ کشمیر سے پاکستان اور ہندوستان کی مستقل فوجوں کا بیک وقت صورت انخلاء

سوم۔ شمالی علاقوں کا نظم و نسق جو پہاڑی اور کم آباد ہیں اور پاکستان کی سرحدات پر واقع ہیں۔

اور نیز کہا کہ کمیشن نے پاکستان اور ہندوستان سے مذاکرات کا ایک طویل سلسلہ جاری رکھ کر یہ محسوس کیا کہ تنازعہ مبینہ نکات کے متعلق دونوں حکومتوں کے نظریات میں اتنا بعد اور اختلاف تھا کہ عارضی صلح کے لئے مزید گفت و شنید کے مواقع بہت کم رہ گئے تھے۔ اور تجویز کیا کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرنے کے لئے بہترین اقدام یہ ہوگا کہ کونسل ایک ایسے فرد واحد کا تقرر عمل میں لائے جس کو وسیع اختیار حاصل ہوں اور۔ اور جس کی ذمہ داریاں غیر منقسم ہوں

۴۴ غیروں کے ہاتھوں میں نہیں جانے دیں گے۔ ہم امن ضرور چاہتے ہیں لیکن خودداری اور اپنے کسی علاقہ سے دست بردار نہیں ہو سکتے وزیر اعظم نے فرمایا پاکستان ہمیشہ دوستی کی بھیک نہیں مانگتا رہے گا۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور انکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
کتاب حق کہ قرآن نام اوست
عرفانِ ما از جام اوست
قدم دوری ازاں روشن کتاب
ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر دوست محمد

سالانہ چندہ چھ روپے - ممالک غیر سے پندرہ شلنگ

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ - ۱۱ جنوری ۱۹۵۰ء | نمبر ۲

اتحادِ اسلامی اور تبلیغ اسلام

میاں بشیر احمد صاحب منٹو جو امریکہ میں تبلیغ اسلام کے کام پر مامور ہیں سان فرانسسکو سے اپنے خط میں لکھتے ہیں :-

قبلہ و کعبہ ام - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

میرے پہلے خطوط تین اور پندرہ نومبر کے امید ہے مل گئے ہونگے - اکیس نومبر کو ایک خط سیکرٹری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا تھا وہ بھی غالباً آپ کی نظر سے گذرا ہوگا۔

میں اس کوشش میں لگا ہوا ہوں کہ مختلف ممالک کے مسلمان جو کیلیفورنیا یونیورسٹی برکلے یا سان فرانسسکو کے کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کی ایک ایسوسی ایشن بن جائے اور اس طرح ہمارے کام میں بھی مدد ملے، اگرچہ میں طالب علموں میں اپنا لٹریچر تقسیم کرتا رہتا ہوں اور انہیں اپنے جلسوں میں بھی مدعو کرتا ہوں مگر ان میں دلچسپی لینے والے آدمی کم ہیں، ایسوسی ایشن بن جانے سے شاید دلچسپی زیادہ لینے لگیں - بظاہر ایسی انجمن کا بنانا مشکل کام معلوم نہیں ہوتا مگر حقیقت بالکل اسکے برعکس ہے - میں کئی مہینوں سے اسی تگ و دو میں لگا ہوں مگر ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی - اول تو لڑکے بار بار بلانے جلانے پر بھی بہت کم تعداد میں جمع ہوتے ہیں اور پھر ان میں بھی کئی قسم کی بیکار بحثیں شروع ہو جاتی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ابھی اسلامی اتحاد کا وقت نہیں آیا فی الحال ضرورت اس بات کی ہے کہ مختلف اسلامی ممالک اپنی اپنی طاقت مضبوط کرنے میں کوشاں رہیں، بعضوں کو یہ ڈر ہے کہ ایسوسی ایشن بنانے سے کہیں امریکن حکومت یا یونیورسٹی والے ناراض نہ ہو جائیں - پچھلے جلسہ میں ایک پاکستانی طالبعلم نے کہہ دیا کہ اب جلد معلوم ہو جائیگا کہ اب پاکستان ہی تمام اسلامی ممالک کا نگہبان ہونے کی قابلیت رکھتا ہے اور طوعاً یا کرہاً سب کو اسکی رہنمائی قبول کرنے ہوگی - اس پر دوسری اسلامی ریاستوں کے بعض لڑکے ناراض ہوگئے - الغرض ابھی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہے - میں اپنی طرف سے ہر ممکن تدبیر سے کام لے رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جہاں امریکنوں میں اسلام کی تبلیغ جاری ہے وہاں مسلمان اور بخصوصیت تعلیم یافتہ مسلمان بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور اخوت کا بھولا ہوا سبق پھر سے پڑھیں کیونکہ کھوئے ہوئے وقار اور عزت کو قائم کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

مرض "کمیونزم" اور اس کا علاج

ڈاکٹر شمس الدین صاحب لائلپور

تعریف :- کمیونزم، فاشزم، بالشوزم، روسی خیالات وغیرہ مختلف نام ہیں اس بیماری کے جو غرباء کو امراء کے جور و ستم کا شکار ہو کر لاحق ہوتی ہے، اور غرباء کا امیر لوگوں کو لوٹ کھسوٹ کر برابر ہو جانا اس مرض کا آخری نتیجہ ہے۔

یہ مرض زار روس اور پوپ کی ستم رانیوں کے نتیجے میں روس میں پیدا ہوئی تھی نہایت متعدی مرض ہے - آج کل چین کا چین برباد کر کے برما اور ہندوستان میں بھی اپنی وبا پھیلی ہوئی ہے اور پاکستان میں بھی اس کے اکے دکے مریض پائے جاتے ہیں۔

اسباب مرض :- غریب طبقہ کا بیروزگار ہونا - امراء کا غرباء کو ہر طرح پامال کر دینا - امیروں کا غریبوں کی جان و آبرو پر ہر ممکن طریق سے مسلط ہو جانا اور انکو کسی طرح بھی ابھرنے نہ دینا اور غذا اور لباس کی بے پناہ گرانی اس کے محرک اسباب ہیں۔

علامات :- جونہی کسی بارسوخ غریب لیڈر کو کسی سرکاری افسر یا امیر سے دھکا لگتا ہے وہ اول اول تو مداہنت کے طور پر امراء اور حکومت کی تعریف کرتا ہے، پھر نکتہ چینی کرتے کرتے اپنے حلقۂ اثر میں غرباء کو ہمخیال بنا لیتا ہے - پھر رفتہ رفتہ شہر یا ملک میں باقاعدہ جماعت بن جاتی ہے جو اپنے آپ کو کمیونسٹ یعنی غریبوں کے حامی کہتے ہیں اور روٹی کے بہانے امراء اور حکومت کا کھلا کھلا مقابلہ کرتے ہیں لوٹ مار قتل و غارت فتنہ و فساد سے دریغ نہیں کرتے ہیں ملک کا امن و امان برباد، خانہ جنگی اور بربادی آناً فاناً میں ہر طرف پھیل جاتی ہے - ایسی حالت میں اگر کسی دوسرے ملک کو موقع مل جائے تو نہایت آسانی سے قبضہ جما سکتا ہے۔

علاج :- (نوٹ) اس مرض میں علاج بالضد نہایت غیر مفید ثابت ہوا ہے

اول تو اس موذی مرض کا اسلامی ممالک میں پیدا ہونا ہی ناممکن ہے کیونکہ اللہ رب العلمین شافی الامراض حکیم مطلق اپنی جامع الطب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مومن مسلم تو وہ ہے جو اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ یعنی نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے - گویا سال بھر میں یکصد روپیہ جمع کرے اور $2\frac{1}{2}$ روپیہ شاہی خزانہ میں زکوٰۃ دے اور $97\frac{1}{2}$ روپے اپنی جیب میں رکھے - پس ایسا متقی اور ...

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

علیم خدا کا زندہ نشان مامور الٰہی کے وجود میں

(محمد یحییٰ بٹ)

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں جہاں اپنی متعدد صفات کو بیان کیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے ان ربك علیم حکیم۔ کہ وہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ اور پھر فرمایا ہے:۔
ولا یحیطون بشیٔ من علمہٖ الا بما شاء کہ تمام علوم کا سرچشمہ وہی ذات ہے اور وہی جسے چاہتا ہے اور جتنا چاہتا ہے علم عطا فرماتا ہے۔

یہ محض دعوے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ ہر زمانہ میں اپنے فعل سے اس کی تصدیق کرتا رہا ہے۔ آج سے چودہ سو سال پیشتر اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امی محض ہونے کے باوجود وہ علوم ظاہری اور باطنی عطا فرمائے کہ آج تک دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر اور علماء ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی جب کہ خداوند تعالےٰ کی ہستی کا انکار بڑے زوروں پر تھا اور بڑے بڑے فلاسفر ہستی باری تعالےٰ کے تصور کو استہزاء کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی ہستی اور علیم صفت سے متصف ہونے کے ثبوت میں ایک تازہ نشان دنیا کے سامنے رکھا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کسی بڑی یونیورسٹی سے علوم ظاہری کو حاصل نہیں کیا تھا۔ بچپن میں علوم عربیہ اور فارسیہ کی چند ایک ابتدائی کتابیں ہی آپ کی علمی ترقی کی جولانگاہ رہیں۔ اسی لئے اپنے اور بیگانے سب جانتے تھے کہ یہ شخص علوم عربیہ سے اچھی طرح واقف نہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو آپ کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے اور بچپن اور جوانی کے حالات کو اچھی طرح جانتے تھے صاف الفاظ میں یہ لکھا کہ:۔

"مرزا صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی۔ ناقل) ایک اردو خواں منشی ہے۔ وہ عربی کیا جانتا ہے۔ وہ عربی کا ایک صیغہ بھی نہیں جانتا۔ اور صرف نحو سے قطعاً ناواقف ہے"

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جو آپ کے جاں نثار مریدوں میں سے تھے فرماتے ہیں:۔
"میں نے حضرت امام علیہ السلام کو اُمّی کہا ہے اللہ تعالےٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں نے مبالغہ اور اطراء سے کام نہیں لیا ......
حضرت حجۃ اللہ آیۃ اللہ کو دیکھتا ہوں اور برسوں سے دیکھتا ہوں کہ ہر رنگ میں ہر فن میں ہر حال میں امیت آپ پر غالب ہے"

خود حضرت مرزا صاحب بھی اپنے متعلق یہی سمجھتے تھے کہ میں کوئی بڑا عربی دان نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے جب ایک مرتبہ حضرت مرزا صاحب کو عربی میں کچھ لکھنے کی تحریک کی تو آپ نے صاف طور پر فرمایا:۔
"یہ کام بڑا نازک ہے۔ میری بساط اور استعداد سے باہر ہے"

لیکن اللہ تعالےٰ کی شان دیکھئے کہ ایسے شخص کو جو علوم عربیہ سے قطعاً ناواقف اور اس زبان میں کچھ لکھنا اپنی استعداد اور بساط سے باہر سمجھتا تھا علوم عربیہ میں وہ قابلیت عطا فرمائی اور اس قدر ان علوم سے بہرہ ور کیا کہ انتہائی کمال تک پہنچا دیا۔
چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:۔
"اللہ تعالےٰ نے ایک رات میں مجھے عربی زبان پر قبضہ عطا فرمایا"

یہ مبالغہ نہیں بلکہ امر واقعہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس عظیم الشان انقلاب کے بعد حضرت مرزا صاحب نے ایک نہیں دو نہیں بیسیوں کتابیں عربی زبان میں تصنیف کیں اور ان میں صرف خشک ادب اور قصے و کہانیاں نہیں بلکہ علوم قرآنیہ کے حقائق اور معارف کا فصیح اور بلیغ زبان میں وہ دریا بہایا ہے کہ ان کو پڑھکر آج بھی روح اصلی وجد میں آجاتی ہے۔

آپ نے اپنی بعض تصانیف کے مقابلہ میں مشرق و مغرب مصر و شام غرضیکہ تمام دنیا کے علماء کو چیلنج دیا کہ اگر وہ طاقت رکھتے ہیں تو ان تصانیف کی کوئی مثل لکھ کر لائیں۔

چنانچہ من جملہ ان تصانیف کے ایک کتاب اعجاز المسیح ہے۔ اس کتاب کو لکھنے کے محرک پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تھے۔ پیر صاحب حضرت مرزا صاحب کے شدید ترین دشمن تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے انہیں ایک مرتبہ قرآن کریم کے ایک حصہ کی تفسیر بالمشافہ بیٹھ کر لکھنے کے لئے دعوت دی تا بمطابق آیت
لا یمسہ الا المطھرون
دنیا پر صادق اور کاذب کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔ لیکن پیر صاحب مقابلہ میں آنے سے لیت و لعل کرتے رہے۔ آخر حضرت مرزا صاحب نے انکی تحریک کے ماتحت سورۃ فاتحہ کی تفسیر فصیح اور بلیغ عربی میں ستر دن تک جو ۱۵ نومبر سنہ ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء تک ختم ہوتے تھے لکھکر شائع کرنے کا اعلان کیا۔ اور مطالبہ کیا کہ پیر صاحب بھی اسی مدت کے اندر اندر اس سورۃ کی تفسیر لکھکر شائع کریں۔ اور یہاں تک فرمایا کہ:۔

"پیر صاحب دلگیر نہ ہوں ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بیشک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور محمد حسین بھیں وغیرہ کو بلالیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔"

پھر فرماتے ہیں:۔
"اگر دونوں تفسیروں کے شائع ہونے کے بعد اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کی بلاغت و فصاحت کے رو سے فائق ہے تو میں عہد شرعی کرتا ہوں کہ پانسو روپیہ نقد بلاتوقف پیر صاحب کی نذر کروں گا .... اور اگر پیر صاحب مغلوب ہوئے تو تسلی رکھیں کہ ہم ان سے کچھ نہیں مانگتے اور نہ ان کو بیعت کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں"

پھر فرمایا:۔
"اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء سے ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء تک جو ستر دن ہیں فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر سورۃ فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی"

ساتھ ہی خداوند تعالےٰ سے الہام پا کر یہ بھی اعلان کر دیا
انہ منع مانع من السماء
یعنی جو کوئی مقابلہ میں آئے گا خدا تعالےٰ اسے ذلیل و خوار کر دے گا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس اعلان کے بعد باوجود ایک لمبا عرصہ بیمار رہنے کے وقت مقررہ پر اس تفسیر کو "اعجاز المسیح" کے نام سے شائع فرمایا۔

اس معرکۃ الآرا تصنیف میں آپ نے سورۃ فاتحہ کے حقائق و معارف فصیح و بلیغ عربی میں بیان کئے ہیں کہ وہ وجد کرا لیتی ہے۔ لیکن مخالف کی طرف سے اس کے جواب میں کوئی تفسیر تو شائع نہ ہوئی مگر ایک گالیوں سے پر کتاب "سیف چشتیائی" کے نام سے اردو میں شائع کی گئی۔

یہیں تک نہیں، حضرت مسیح موعودؑ نے فصیح اور بلیغ عربی میں "اعجاز احمدی" کے نام سے شائع کی۔ علمائے کرام "اعجاز المسیح" کی مثل لانے پر جب عملی پر عجز کا اظہار کیا۔ تو بعض ملاؤں نے اپنی اس ندامت اور شکست کو چھپانے کے لئے یہ کہنا شروع کیا۔ کہ اگر ہم چاہتے تو ضرور اس کی مثل لا سکتے تھے۔ چنانچہ مد کے مقام پر جب مولوی ثناء اللہ صاحب سے علمائے جماعت احمدیہ کا مباحثہ ہوا تو وہاں کسی مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس طرح لاف ماری کہ اگر میں چاہتا تو اس کی مثل لکھ سکتا تھا۔
حضرت مرزا صاحب نے اس کی اس لاف زنی کو طشت ازبام کرنے کے لئے صرف پانچ دن میں اس مباحثہ مد کے واقعات کو "اعجاز احمدی" میں قلمبند کیا یہ کتاب ۸۷ صفحے کی ہے۔ اس میں سے ۳۸ صفحے اردو میں ہیں اور باقی ۴۹ صفحات نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی قصیدہ پر مشتمل ہیں۔

اس کتاب کے شائع کرنے کے بعد آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر علماء کرام کو مقابلہ میں مباحثہ مد کے واقعات کو لکھنے کے لئے چیلنج دیا بدیں شرط یہ لکھی کہ اسی مقدار میں اردو اور عربی حصہ ہو۔ آپ نے مخالفین کو اس کی مثل لانے کے لئے ۱۶ نومبر سے ۱۰ دسمبر تک یعنی ۲۵ دن کا ایک لمبا عرصہ دیا۔ اور ساتھ ہی پیشگوئی کر دی:۔
"اللہ تعالےٰ ان کی قلموں کو توڑ دیگا اور ان کے ذہنوں کو غبی کر دے گا"

پھر فرمایا:۔
"اگر میعاد مقررہ کے اندر مخالفوں کی طرف سے اس کا جواب مطلوب شائع ہو گیا۔ تو گویا میں نیست

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

مرشد اور مرید کے تعلقات

اس سلسلہ میں تعلق قائم کر کے اپنی معرفت اور علم کو بڑھانا چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات گرامی

مرشد اور مرید کے تعلقات استاد اور شاگرد کی مثال سے سمجھ لینے چاہئیں جس طرح سے کہ شاگرد اپنے استاد سے فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح سے مرید اپنے مرشد سے فائدہ حاصل کرتا ہے لیکن شاگرد اپنے استاد سے تعلق تو رکھے لیکن اپنی تعلیم میں ترقی نہ کرے تو فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی حال مرید کا ہے۔ پس اس سلسلہ میں تعلق پیدا کر کے اپنی معرفت اور علم کو بڑھانا چاہیئے۔ طالب حق کو ایک مقام پر پہنچکر ہرگز ٹھہر نہ جانا چاہیئے ورنہ شیطان لعین دوسری طرف توجہ کو پھیر دے گا۔ اور جس طرح سے کہ بند پانی میں عفونت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح سے اگر مومن اپنی ترقیات کے لئے سعی نہ کرے تو وہ گر جاتا ہے۔ پس سعادت مند کا فرض ہے کہ وہ طلب دین میں لگا رہے۔ ہمارے نبی کریمؐ سے بڑھکر کوئی دوسرا انسان کامل نہیں گذرا۔ لیکن آپ کو بھی رب زدنی علماً کی دعا تعلیم ہوئی تھی پھر دوسرا کون شخص ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل بھروسہ کر کے ٹھہر جاوے اور آیندہ ترقی کی ضرورت نہ سمجھے جوں جوں انسان اپنے علم اور معرفت میں ترقی کرے گا اسے معلوم ہوتا جائیگا کہ ابھی بہت سی باتیں حل طلب باقی ہیں۔ بعض امور جن کو وہ ابتدائی نگاہ میں (اس بچے کی طرح جو اقلیدس کی اشکال کو محض بیہودہ سمجھتا ہے) بالکل بیہودہ سمجھتے تھے آخر وہی امور صداقت کی صورت میں انہیں نظر آئے۔ اس لئے کس قدر ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کو بدلنے کے ساتھ ہی علم کو بڑھانے کے لئے ہر بات کی تکمیل کی جاوے تم لوگوں نے بہت سی بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر اس سلسلہ کو قبول کیا ہے۔ اس لئے اگر تم اس کے بارہ میں پورا پورا علم اور بصیرت حاصل نہیں کرو گے۔ تو اس میں شامل ہونے سے تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوا تمہارے یقین اور معرفت میں کیونکر قوت پیدا ہوگی اور ذرا ذرا سی بات پر شکوک اور شبہات پیدا ہوں گے۔ اور آخر تمہارے قدم کو ڈگمگا جانے کا خطرہ ہے۔ دیکھو دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں ہرگز نہیں کیونکہ صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے لیکن وہ ہر حال میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے انہوں نے جب اسلام کو قبول کیا تو اسلام کے متعلق وہ سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے۔ انہیں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان آزمائش میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ اور کوئی امر انہیں حق کے اظہار سے نہ روک سکا۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ اول قسم کے لوگ بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں۔ اور اسی کے پرستار بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے۔ دوسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو رات دن دین کی ترقی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اور یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتے ہیں۔ مال چونکہ تجارت سے بڑھتا ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے بھی طلب دین اور ترقی دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا

هل ادلکم علی تجارة تنجیکم من عذاب الیم

سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے۔

جہانِ نو میں اسلام کا مقام

اشتراکیت پر ایک کاری ضرب

تقریر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع۔ برموقعہ جلسہ سالانہ

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

زمانہ اور اس کے حالات گواہ ہیں کہ انسان خسارہ میں ہے (ٹرومین کے ڈالر اور سٹالن کی نام نہاد اشتراکیت انسان کو اس خسارہ سے بچا نہیں سکتی) اس خسارہ کا علاج زندہ خدا پر ایمان اور اعمال صالحہ ہیں۔ یہ ایک حق ہے، مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس حق کو آگے پہنچائیں اور اس حق کے پہنچانے میں تمام مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور صبر و استقامت سے کام لیں۔

موجودہ زمانہ میں سائنس کی ایجادات اور تسکین قلب

حضرات! میرے لیکچر کا عنوان ہے۔

"جہانِ نو میں اسلام کا مقام"

فراغ محنت و سرمایہ کیا ہے کچھ بھی نہیں
اماں جدال سے ایمان میں ملیگی نہیں
بجا کہ دیکھا ہے تم نے سحر کا خواب، مگر
سحر ملیگی تو قرآن میں ملیگی نہیں

وہ اشتراک و مساوات جسکو چاہتے ہو
اسی کا درس مقدس ہمارے دین میں ہے
وہ انقلاب جسے مستعار لاتے ہو
وہ انقلاب محمدؐ کی آستین میں ہے

آج ہماری آنکھوں کے سامنے جو دنیا ہے اسے روشن دنیا کہا جاتا ہے۔ سائنس اپنے انتہائی کمالات کو پیش کر رہی ہے اس کی عجیب و غریب ایجادات نے دنیا جہان کے ذرہ ذرہ سے بنی نوع انسان کے فوائد کی چیزیں نچوڑ لیں۔ بنجر زمینوں کو سرسبز و شاداب کھیتوں اور باغوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ سنسان پہاڑوں اور لق و دق صحراؤں کو پُر رونق اور خوبصورت شہروں سے آباد کر دیا گیا۔ انواع و اقسام کے آلات، مشینیں اور تیز رفتار سواریاں تیار کی گئیں کہ برسوں کا کام مہینوں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں ہونے لگا۔ ان تمام ترقیات کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ آج کا انسان نہال اور خوشحال ہوتا۔ اور اسکو اتنا زبردست اطمینان قلب نصیب ہوتا کہ ماضی کے اوراق ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر رہتے۔ لیکن کیا یہ سچ نہیں کہ جتنا دکھی اور بے چین اس زمانے کا انسان ہے اتنا دکھی اور بے چین انسان چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھا۔ حرص و ہوا کا ایک جہنم بھڑکا ہوا ہے "ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ" کی ہولناک صدائیں ہر چہار طرف سے بلند ہو رہی ہیں اور یہ آگ ہے کہ بجھنے ہی میں آتی ہی نہیں۔ چھینا جھپٹی۔ قتل و غارت۔ خونریز جنگیں اور ہلاکت خیز آلات حرب و ضرب اور ایٹم بم وغیرہ کی ساخت گویا نسل انسانی کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی تیاریاں ہیں۔ بدچلنی اور فواحشات کی ایسی باریکیاں پیدا کر لی گئی ہیں کہ شیطان بھی محو حیرت ہے، غرض ع

اندھیر ہو رہا ہے بجلی کی روشنی میں

کثرتِ زر بے چینی کا علاج نہیں

ٹرومین کے ڈالر اور سٹالن کی اشتراکیت دنیا کو اس بے چینی اور ہلاکت سے نہیں بچا سکتی۔ اور اس جہنم میں چند ڈالر اور گندم کے چند دانے ڈال کر اسے ٹھنڈا نہیں کیا جا سکتا۔

امریکہ دنیا کا سب سے زیادہ خوشحال اور دولت مند ملک مانا جاتا ہے۔ لیکن امریکہ کے ڈالر اور پونڈ انسان کو اطمینان قلب کی دولت بخش نہ سکے اور خود امریکہ کے پریس کی طرف سے جو اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں ان سے دنیا کو علم ہوا کہ امریکہ میں ہر سال نوے ہزار انسان مشکلات سے گھبرا کر خودکشی کر لیتے ہیں۔

انگلستان ہاں ہاں وہ انگلستان جس نے گذشتہ دو صدیاں متواتر دنیا بھر کی دولت سمیٹ سمیٹ کر لندن پہنچائی آج تک اس قابل نہ بن سکا کہ ایک بوڑھی اور بیمار ماں اپنے جوان اور برسر روزگار بیٹے کے گھر بیٹھ کر اپنی عمر کے آخری چند دن بھی کھانا کھا سکے۔

اشتراکیت ایک ڈھونگ ہے

سٹالن کی نام نہاد اشتراکیت کی بنیاد مساوات پر رکھی گئی ہے لیکن گندم کے چند دانے برابر برابر تقسیم کر دینے کا نام ہی مساوات نہیں۔ کیا وجہ ہے کہ سٹالن کی سالگرہ کے موقعہ پر لاکھوں فوج اس کے آگے سے سلام کرتی ہوئی گذرے لیکن ایک مزدور یا کسان کے جنم دن کی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ مل سکے اور حکومت کا ایک سپاہی بھی اس کی سلامی کے لئے حاضر نہ ہو۔ دربار لگے تو سٹالن اور مولوٹوف سج دھج کر ان خاص نشستوں پر جلوہ افروز ہوں جہاں کسی مزدور اور غریب کو قدم رکھنے کی مجال نہ ہو۔ باڈی گارڈ ہوں تو سٹالن اور اس کے اعلے اراکین کے ہوں، کسی غریب اور مزدور کا کوئی باڈی گارڈ نہ ہو۔ بحیثیت انسان سٹالن اور ایک مزدور کی جان میں کیا فرق ہے، دونوں ایک جیسی ہیں، مساوات مساوات کا ڈھنڈورا پیٹنے والے ان حقائق پر غور کریں گے تو انہیں اشتراکیت ایک ڈھونگ سے زیادہ کچھ نظر نہ آئے گی۔

مساوات کا غلط مفہوم اشتراکیت میں

بات دراصل یہ ہے کہ اشتراکی حضرات نے مساوات کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ تمام انسانوں کو ایک جیسا کر دیا جائے۔ گندم کے چند دانے برابر برابر تقسیم کر دینے سے ہی چھٹی نہیں مل جاتی۔ تمام انسانوں کا ایک جیسا قد، ایک جیسا وزن، ایک جیسا رنگ، ایک جیسی عمر، ایک جیسا علم اور برابر برابر تعداد میں لڑکے اور لڑکیاں کیا یہ تمام چیزیں بھی مساوات کو نہیں چاہتیں، کیا دنیا کے تمام اشتراکی مل کر بھی قدرت کے اس نظام میں دخل دے سکتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کا حسن جمال قائم ہی اس اختلاف سے ہے اور کائنات کا یہ عجیب و غریب ڈرامہ اسی اختلاف سے از بس خوبصورتی پکڑتا ہے۔

آج ہم سب پہاڑوں کو ایک جیسا۔ سب دریاؤں کو ایک جیسا، سب درختوں کو ایک جیسا، تمام جانوروں کو ایک جیسا سورج چاند ستاروں کو ایک جیسا کر دینے میں لگ جائیں، تو ہم مساوات کے اس غلط اور اندھے نشے میں قدرت کے اس حسین و جمیل اور پُرحکمت کارخانے کو بگاڑ کر رکھ دیں گے۔

وہ دولت جو قدرت کی طرف سے انسان کو مساوی دی گئی ہے

سنو! قدرت کی طرف سے تمام انسانوں میں جس رنگ کی مساوات رکھی گئی ہے اور جو دولت برابر تقسیم کی گئی ہے وہ یہ ہے۔ تمام انسانوں کو دو دو آنکھیں دو دو کان، دو دو ہاتھ، دو دو پاؤں وغیرہ یکساں طور پر دیئے گئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ایام حمل میں یا پیدائش کے بعد کسی خاص حادثہ کی وجہ سے لاکھوں انسانوں میں سے کسی ایک انسان کا کوئی ایک آدھ عضو ضائع ہو گیا ہو تو یہ شئے ناقابل ذکر ہے ورنہ دنیا کے تمام انسانوں میں یہ دولت برابر برابر تقسیم کی گئی ہے۔ نہ صرف جسم کے بیرونی اعضا میں مساوات ہے بلکہ اندرونی اعضاء دانت، زبان، گلا۔ دل۔ کلیجہ۔ پھیپھڑے گردے۔ معدہ۔ آنتیں۔ دماغ وغیرہ سب چیزیں سب انسانوں کو یکساں طور پر عطا کی گئی ہیں۔ یہی اصل دولت ہے جو نہ صرف انسانوں بلکہ دنیا بھر کے دیگر جانداروں میں بھی ان کی نوع کے مطابق برابر برابر تقسیم کی گئی ہے اور قدرت نے اشرف المخلوقات انسان سے لیکر ایک حقیر سے حقیر پتنگے تک کے ساتھ بھی اس معاملہ میں بے انصافی سے کام نہیں لیا۔

اسلام میں مساوات کا نظریہ

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اے انسانو! تم سب کو ایک ہی اصل اور ایک ہی جوہر سے پیدا کیا گیا ہے۔ کالا ہو کہ گورا، مشرقی ہو کہ مغربی، محکوم ہو کہ حاکم تمام انسان بحیثیت انسان ایک جیسے ہیں۔ ایک کالا اسی طرح اشرف المخلوقات ہے جس طرح ایک گورا ایک مشرقی اسی طرح اشرف المخلوقات ہے جس طرح ایک مغربی ایک محکوم اسی طرح اشرف المخلوقات ہے جس طرح ایک حاکم۔ رنگ، وطن، محکومی یا غریبی شرف انسانی کی پاک چادر پر کوئی داغ نہیں لگا سکتی۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ کے انسانیت نواز اعلان نے آدم کے تمام بچوں کو بیک وقت مکرم و معظم مانا ہے۔ قدرت کی طرف سے اس دی گئی تعظیم و تکریم کے توڑنے والے کو اسلام سزا کے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے اور وہ یہ نہ دیکھے گا کہ مجرم گورا ہے یا مغربی ہے یا حاکم وقت ہے۔ وہ گورے کو کالے کی طرح اور مغربی کو مشرقی کی طرح اور حاکم کو محکوم کی طرح اس کے جرم کی سزا دے کر نسل انسانی میں مساوات کو قائم رکھے گا۔ اسلام گندم کے چند

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳

ذکر الٰہی — اطمینان قلب کا واحد ذریعہ

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

تقریر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بر موقعہ جلسہ سالانہ

ذکر الٰہی اور تسکین قلب

جوں جوں دنیا کا علم اور تجربہ بڑھتا چلا جاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے حقائق کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائے ہیں دنیا میں آخر تک ان کی صداقت ظاہر ہوتی رہے گی۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ ایمان لانے والوں کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اس سے ان کے قلوب میں سکون اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد فرمایا:-

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

صرف اللہ کے ذکر سے ہی قلوب میں اطمینان پیدا ہو سکتا ہے اور کسی طرح نہیں۔

وہ خدا جس کو انسان ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا اس کے ذکر سے قلب انسانی کا مطمئن ہو جانا مادہ پرستوں کو ایک عجیب بات دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنے سکھ اور چین کو ظاہری چیزوں میں ڈھونڈھتے اور تلاش کرتے ہیں اور مال و دولت کی کثرت سے اور عزت اور وقار کے بڑھ جانے سے اسے وابستہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قلوب انسانی اللہ کے ذکر سے ہی اطمینان حاصل کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کے ذریعہ سے انسان اپنے قلب کو تسکین اور اطمینان کی بے بہا دولت سے بہرہ ور کر سکے۔ تسکین سے اسی وقت قلوب لبریز ہوتے ہیں جب انسان کا تعلق اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

ٹرومین اور قرآن کریم کی صداقت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آج دنیا نے اس حقیقت کو پہچان لیا ہے کہ قلب انسانی کو اطمینان ذکر الٰہی کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ اس میں شک نہیں کہ تمام دنیا موجودہ دور میں آسائش کے سامان جمع کرنے پر تلی ہوئی ہے اور اس کے حصول میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ لیکن اس ملک سے جہاں کے لوگوں کو اقتدار حکومت اور جہاں سیم و زر کی فراوانی ہے۔ ان کے دلوں سے آج خدا تعالیٰ کی ابدی بتلائی ہوئی صداقت کے حق میں ایک آواز نکلی ہے۔ امریکہ کا ملک اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اور اپنے علوم و سیم و زر اور دنیا میں اپنے اقتدار کے لحاظ سے اول نمبر پر ہے اس کے صدر ٹرومین کا ایک جملہ جو آج کل اخبارات میں نکلا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اس آیت

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

ہی کا کیا ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں

(Eternal peace if humanity turns to GOD)

یعنی دائمی صلح صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب دنیا خدا کی طرف لوٹ آئے۔

امریکہ نے اپنے انتہائی مادی کمال کو پہنچ کر یہ تجربہ پیش کیا ہے کہ انسان کے دل کو سکینت اس وقت تک نصیب نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہ کرے۔

حضرت مرزا صاحب کا پیغام

اس زمانہ میں ہماری آنکھوں کے سامنے اسلام کے اندر بھی ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کی توجہ صرف اسی ایک ہی بات کی طرف گئی کہ اللہ کی حکومت کو ہی دوبارہ قائم کرنے سے انسان ترقی کر سکتا ہے۔ اس کے سوائے نہیں یہ امر واقعہ ہے کہ یورپ کی تہذیب کے ساتھ جب آرام اور آسائش آئی تو سب لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں صرف ایک ہی آدمی نظر آتا ہے جس نے یہ آواز بلند کی کہ کوئی آرام حقیقتاً پیدا نہیں ہو سکتا جب تک خدائے ذوالجلال کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ وہ ہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جن کی مخالفت آج تک مسلمانوں کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔

لوگوں نے بلاشبہ عیسائیت کے رد میں اور اسلام کی تائید میں متعدد کتابیں لکھیں اور بڑے بڑے ٹریکٹ اور رسالے لکھے، یہ سب کچھ ہوا لیکن اس زمانہ میں اس بات کا کامل وثوق سے اعلان کرنے والا کہ آج امن اگر پیدا ہو سکتا ہے تو صرف اسلام ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے، صرف ایک ہی شخص نظر آتا ہے، یعنی حضرت مرزا صاحب۔ یاد رکھئے بعض باتیں وہ ہوتی ہیں جو خدا سے آتی ہیں اور بعض باتیں انسانی خیالات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لیکن جو باتیں خدا کی طرف سے آتی ہیں وہ آہستہ آہستہ دنیا میں مضبوط ہوتی جاتی ہیں، اور

اصلھا ثابت وفرعھا فی السما

کا مصداق ہو جاتی ہیں۔

حضرت صاحب کی مخالفت

دوسری طرف ایک اور بات حضرت مرزا صاحب میں زمانہ مخصوص نظر آتی ہے۔ واقعات کو دیکھ لیجئے، اس زمانہ میں کسی شخص کی وہ مخالفت نہیں ہوئی جتنی حضرت مرزا صاحب کی۔ عیسائی ہیں تو ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اس لئے کہ آپ نے ان کے مذہب پر کلہاڑا رکھ دیا تھا۔ آریوں پر حجت تمام کرتے ہیں تو وہ بھی خشمگین ہو کر درپے آزار نظر آتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلام کا یہ بہادر جرنیل جب کہ وہ مخالفین کی افواج کو شکست پر شکست دیتا چلا جا رہا تھا کم از کم مسلمانوں میں عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا۔ لیکن بدقسمتی سے اپنے بھی دشمنوں کے منصوبوں کو پروان چڑھانے میں اسے صفحہ ہستی سے مٹانے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ غرضیکہ اپنے و بیگانے سب کے سب اس فرد واحد کو ناکام کرنے میں متحد ہو گئے مگر غور کر کے دیکھ لیجئے کہ بالآخر حضرت مرزا صاحب ہی کی باتیں دنیا میں قائم ہو گئیں اور جس انقلاب کو وہ پیدا کرنا چاہتے تھے وہ پیدا ہو گیا۔

حضرت صاحب کی کامیابی

جس کام کی طرف حضرت مرزا صاحب نے قدم اٹھایا وہ کل دنیا کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ آپ نے دنیا پر جھکے ہوئے لوگوں کے سامنے جن کی اس مادی دنیا کے آگے نظر ہی نہیں اٹھتی تھی وراء الوراء ہستی کا ایک زندہ ثبوت بہم پہنچایا اور دعوت دی کہ آج زمین اور آسمان کے نیچے اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک زندہ اور کامل رسول ہیں جن کی غلامی کا جوا پہن کر انسان اپنے خالق سے تعلق پیدا کر سکتا ہے اور روحانی زندگی حاصل کر سکتا ہے چنانچہ آپ کو اسلام کے دنیا میں غالب آنے کے نظارے دکھائے گئے اور ان کا ذکر حضرت کی مختلف کتابوں میں موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ آپ کی بڑی مخالفت کی گئی، آپ کی کہی ہوئی تمام باتیں پوری ہو گئیں اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ باتیں پوری ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کسی قوم کی یہ بہت ہی خوش قسمتی ہے کہ ایسے نظارے اسکو نظر آ جائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مبعوث ہو کر جس عظیم الشان انقلاب کی خبر لوگوں کو دی تھی پچیس سال کے معمولی عرصہ میں دنیا نے اس نظارہ کو دیکھ لیا بلکہ آج اس کا ایک رنگ آپ کے خادم حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں بھی دکھلا دیتا ہے کہ کس طرح آپ کی تمام باتیں آج حقائق کے رنگ میں نظر آ رہی ہیں۔

قرآن کریم کی اشاعت کا جذبہ

اس زمانہ میں خدا اور اس کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کے لئے مسلمانوں میں اس وقت کوئی شخص بھی کھڑا نہ ہوا تھا یہاں تک کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ آواز بلند کی۔ آپ کی توجہ قرآن مجید کی طرف رہی، جس کے نتیجہ میں آج غور کر کے دیکھ لیجئے آپ کو دنیا میں ایک انقلاب نظر آئے گا۔ یہ کام نہ تو کسی سلطنت اور حکومت سے ہو سکتا تھا اور نہ ہی مال و دولت سے یہ صرف مجدد زمان کی دعاؤں اور ان کی توجہ کا نتیجہ ہے جو یہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوا ہے۔ دنیا خدا کی تلاش میں نکل پڑی ہے۔ آرام اور آسائش کے سامان بڑھ جانے کے باوجود دنیا کو اطمینان قلب میسر نہ آیا۔ اگر محض روٹی کے ملنے ہی سے اطمینان مل سکتا ہے۔ تو پھر امریکہ ہی صرف ایک ملک تھا جہاں کے لوگ اس نعمت سے زیادہ متمتع ہوتے۔ لیکن آج وہاں سے یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ خدا کے بغیر انسان کو اطمینان میسر نہیں آ سکتا۔

قرآن کریم مسلمانوں کے گھروں میں بے شک بڑی عزت کے ساتھ رکھا جاتا تھا۔ لیکن اسے دنیا میں پہنچانے کی طرف ان کی توجہ کوئی نہ تھی اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اسکو بنایا کہ قرآن کریم کو ساری دنیا میں پہنچایا جائے اور مسلمان بھی قرآن کو ہی مقدم کریں اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ایک فرد واحد کی کوشش سے غیروں اور اپنوں کی مخالفت کے باوجود کس طرح آج ایک طرف قرآن دنیا سے خراج تحسین وصول کر رہا ہے اور دوسری طرف ہر مسلمان ملک میں مسلمان مدبرین قرآن کو مقدم کرنے کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ مسلمان اس بیش بہا خزانہ سے بے خبر تھے اور اسے زندگی سے

کوئی بے تعلق چیستر سمجھ کر الماری میں یا کسی بلند طاقچہ پر رکھنا ہی باعث ثواب سمجھتے تھے - وہ کون شخص تھا جس نے اس کے سرچشمہ حیات ہونے کا اعلان کیا- اور وہ کون شخص تھا جس کے دل میں اسے دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دینے کی خواہش پیدا ہوئی - خوب غور کر کے دیکھ لیجئے. وہ حضرت مرزا صاحب ہیں جنہوں نے فرمایا:-

"اگر قوم بدل و جان میری مدد میں مصروف ہو۔ تو میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر ان کے پاس بھیجی جائے - میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے دوسرے سے ہرگز ایسا نہ ہوگا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے اور مجھ میں ہی داخل ہے"

حضرت صاحب کی آرزو کا پورا ہونا

خدا تعالےٰ نے حضرت صاحب کی اس آرزو کو پورا کرنے کے لئے سامان بھی پیدا کر دیئے - ایک طرف جماعت کی دنیا میں اس قدر مخالفت ہوا اور پھر اندرونی طور پر وہ اس حالت کو پہنچ چکی ہو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ہوں- پھر ان دو ٹکڑوں میں سے ہی قلیل اور کمزور گروہ کے ذریعہ سے حضرت کی یہ آرزو پوری ہوتی ہے بڑا گروہ اپنے مال اور علم کے باوجود اس خواہش کو پورا نہ کر سکا کیا اس میں خدا کی نصرت نمایاں طور پر نظر نہیں آتی اسلام کی تاریخ میں یہ ایک اہم واقعہ ہے اور اس کے اندر درحقیقت روح کام کر رہی ہے. وہ حضرت امام کی تڑپ تھی جو آپ کے قلب میں پیدا ہوئی-

آج لوگ بے شک ہمیں برے ناموں سے یاد کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بایں ہمہ تمام مسلمانوں کی توجہ کو حضرت مرزا صاحب نے پلٹ کر دکھا دیا ہے - آج ہر ایک کی زبان سے یہی نکلتا ہے کہ ہمیں قرآن کے پیچھے چلنا چاہیئے۔

تفسیر کی قبولیت

یہ حضرت کی آرزو تھی جس کو ہماری جماعت نے پورا کیا - کئی لوگوں نے اعتراف کیا ہے اور اس کا ذکر اکثر سننے میں آیا ہے کہ اسلام اگر ہم نے سیکھا ہے تو انگریزی ترجمۃ القرآن سے سیکھا ہے۔ ہماری یہ چھوٹی سی جماعت اب تک قرآن کریم کے اس انگریزی ترجمہ کی ۴۰ ہزار کاپیاں شائع کر چکی ہے یہ کوئی تھوڑی تعداد نہیں اور پھر اس انگریزی ترجمہ کی بدولت صرف غیر مسلموں تک ہی حق اور صداقت کو نہیں پہنچایا گیا بلکہ خود تمام مسلمان ممالک کے اندر قرآن کریم کی قبولیت پھیل گئی ہے کل ہی آپ کے سامنے مولنا محمد یعقوب خاں یہ واقعہ بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح ترکی سے آئی ہوئی ایک خاتون جو ایک ترکی اخبار کی نامہ نگار ہیں انہوں نے ایک پریس کانفرنس میں جس میں مولنا محمد یعقوب خاں صاحب بھی موجود تھے اس بات کا اعتراف کیا کہ ہم نے اسلام مولنا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن سے سیکھا ہے - ان کے علاوہ بھی بعض ترکوں کے خطوط آ چکے ہیں ان کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے مشن کی ایک شاخ ترکی میں بھی ہو تاکہ لوگ حقیقت اسلام سے آگاہ ہوں. اب دیکھئے کہ ترکی کہاں اور ہم کہاں لیکن حضرت مرزا صاحب جس مقصد کو لے کر اٹھے وہ کس طرح کامیاب ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کیا یہ آپ کی وجہ سے ہے نہیں ۔ یہ حضرت کی آرزو تھی جس کو خدا تعالےٰ خود پورا کر رہا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو یہ کام وہ کسی اور سے لے لیتا ہم پر یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے اپنے کاموں کو پورا کرنے کیلئے ہمیں ایک ذریعہ ٹھہرایا - ہر ملک اور ہر قوم میں خدا تعالیٰ نے اس تفسیر کے ذریعہ سے ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

برٹش گائنا میں انقلاب

برٹش گائنا میں اس کے ذریعہ سے ایک انقلاب رونما ہوا - عبدالحمید خاں صاحب جو وہاں سے آئے ہیں انکی تقریر تو آپ سن چکے، کہ کس طرح وہاں یہ تفسیر پہنچی ہے اور بغیر کسی مشنری کے لوگوں میں اسلام پر ایک نیا ایمان پیدا ہو گیا آج ہماری وہاں بڑی مضبوط جماعت پیدا ہو چکی ہے ۔جس کی تعداد قریباً ۲ ہزار ہے وہ مخالفین سے مقابلہ کرتے ہیں۔ اب سوچئے کہ کیا اتنی بڑی جماعت کسی مبلغ نے وہاں جا کر پیدا کی ۔

کیا آپ لوگوں میں اتنی ہمت اور طاقت تھی ۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جس نے یہ سامان کر دیا کہ چند کتابیں وہاں پہنچتی ہیں تو ایک کثیر جماعت پیدا ہو جاتی ہے ۔

ڈچ گائنا اور ٹرینیڈاڈ میں قبولیت

اسی طرح سے ڈچ گائنا میں بھی ہماری ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے اور وہ بڑی تندہی سے کام کر رہی ہے - جن دنوں میں کراچی میں تھا- وہاں ٹرینیڈاڈ سے آئے ہوئے ڈاکٹر حسیان صاحب سے میری ملاقات ہوئی- ایک دفعہ وہ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کے مکان پر آئے اور انہوں نے سنایا کہ ٹرینیڈاڈ میں عیسائیت اسلام کو کھاتی چلی جا رہی تھی - اس دوران میں امیر علی صاحب نے جو یہاں سے تعلیم حاصل کر کے گئے تھے- انہوں نے وہاں بڑا کام کیا اور صرف اس ترجمہ قرآن کی بدولت اس وقت وہاں صورت حالات بالکل بدل چکی ہے - وہ عیسائی جو پہلے مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے- .... - اب انہیں میں سے لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے ہیں- نائیجیریا جو افریقہ کے شمال میں ہے وہاں بھی ہماری ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے- مصر میں بھی ایک جماعت کام کر رہی ہے- اس طرح دیگر ممالک میں بھی اسلام کی تعلیم دن بدن پھیل رہی ہے۔

مذہب کیلئے دنیا تیار ہے

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اسلام کی تخم ریزی کے لئے تیار ہے اس وقت انسانی طبائع میں ایک تڑپ پیدا ہو چکی ہے اور وہ حق اور صداقت کو چاہتے ہیں- یہ وہ چیز ہے کہ بڑے بڑے لوگوں نے اقرار کیا ہے کہ تمام انسانی طبائع کے اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے مانگ نظر آتی ہے -

ایک تحریک اور جماعت کی قربانی

(اس کے بعد حضرت امیر نے ۵۰۰ لائبریریوں میں انگریزی میں اسلامی لٹریچر کا ایک سیٹ جو سات کتابوں پر مشتمل ہے بھیجنے کی تحریک کو جماعت کے سامنے رکھا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک ہزار سٹ بھیجنے کا انتظام ہماری جماعت کر دے - اس پر جماعت کے احباب نے اس تحریک پر لبیک کہنا شروع کیا اور ایک عجیب جذبہ کا اظہار کیا جسے دیکھ کر صحابہ کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ جاتا تھا ہر ایک کے دل میں اس مبارک جہاد میں حصہ لینے کے لئے ایک تڑپ پائی جاتی تھی احباب نے اقرضوا اللہ قرضاً حسناً کے فرمان خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خواہش کو پورا کر دیا ۔بعض نے سو سٹ بعض نے ۵۰ سٹ اور بعض نے ۲۵ سٹ تک اپنے نام لکھوائے اور بعض نے دس اور پانچ دو اور ایک سٹ لکھوائے (ہر ایک سٹ کی قیمت بمع ڈاک خرچ ۱۰ روپے مقرر ہے) اس کے بعد آپ نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے فرمایا:-

اسلام کی نشاۃ ثانیہ شروع ہو گئی ہے اور اس کا اقرار اب غیر بھی کرنے لگ پڑے ہیں- ایسا نہ ہو کہ اب آپ کی آنکھیں بند ہو جائیں - یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں جس کو حضرت مرزا صاحب نے آپ کے سپرد کیا ہے

(بسلسلہ صفحہ ۲)

دانے برابر برابر تقسیم کر دینے کا نام ہی مساوات نہیں سمجھتا بلکہ پیدائش سے لیکر موت تک تمام مراحل اور معاملات میں مساوات نسل انسانی کو ملحوظ رکھتا ہے اور انسانوں کی انسانیت اور شرف کی کمال عدل و انصاف سے حفاظت کرتا ہے اور یوں انسانوں کو یہ کہ

"آدمیت احترام آدمی"

کا پاک درس دیتا ہے۔

اسلام اور اشتراکیت کے نظریہ میں فرق

اشتراکیت کے نزدیک مساوات صرف اسی قدر ہے کہ روٹی کا مسئلہ حل ہو جائے۔ وہ دنیا جہان کی اقوام کو گول روٹی کے گرد جمع کرنا چاہتی ہے لیکن اسلام دنیا جہان کی اقوام کو خدا پر جمع کرنا چاہتا ہے ہو سکتا ہے کہ روٹی کے ارد گرد جمع ہونے والے کبھی روٹی کے لئے کتوں کی طرح آپس میں لڑ پڑیں، لیکن ایک خدا پر جمع ہونے والے ذلیل روٹی کے لئے آپس میں لڑ نہیں سکتے ؎

اے برادر گر خوری تو نانِ نور
خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
قوت جبریل از مطبخ نبود
بود از دیدارِ خلاق وجود

اسلام خدا پر روٹی، بیٹی، جائیداد، وطن، بال بچے حتیٰ کہ اپنی جان تک قربان کرنا سکھاتا ہے لیکن اشتراکیت نے روٹی پہ خدا کو قربان کر دیا ؎

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اشتراکیوں کا خدا کی ہستی سے انکار

اشتراکی حضرات کہتے ہیں کہ زمین میں ہل ہم خود چلائیں۔ بیج ہم خود بوئیں۔ کھیت کو پانی ہم خود دیں۔ کھیت پہ مہینوں محنت شاقہ ہم خود کریں اور پھر کہیں اپنے بچوں کیلئے کچھ غلہ لے کر آئیں، خدا ہمارا کیا کام کرتا ہے کہ ہم اسکو مانتے پھریں۔

ان غلطی خوردہ انسانوں کو اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ ہل کی لکڑی اور لوہا کس نے پیدا کیا۔ جو بیج تم بوتے ہو اس کا صرف ایک دانہ بھی دنیا بھر کے اشتراکی مل کر نہیں بنا سکتے یہ بیج کہاں سے آ گئے۔ جس زمین میں بیج بوئے جاتے ہیں یہ زمین کس نے بنائی، تمہاری کھیتیوں پہ چمکنے والا سورج اور برسنے والی بارش کس کی ہے، یہ سب چیزیں اسی خدا کی ہیں جس کے متعلق کتنی ناسمجھی اور نادانی سے جھٹ کہدیا جاتا ہے کہ خدا ہمارا کیا کام کرتا ہے کہ ہم اسے مانتے پھریں۔

کیا خدا کا تصور سرمایہ داروں کا پیدا کردہ ہے؟

اشتراکی گم کردہ راہ حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح پرانے زمانے میں جن بھوت دیو وغیرہ محض ڈرانے کے لئے ڈھکوسلے تھے اور آج ثابت ہو گیا ہے کہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں اسی طرح خدا بھی ایک بڑا جن ہے۔ جو آہستہ آہستہ لوگوں کے ذہن سے اتر جائے گا۔ خدا کا تصور سرمایہ داروں کا پیدا کردہ ہے کہ خدا سے ڈرا ڈرا کر غریبوں کا خون چوسا جائے اور انہیں اُف تک نہ کرنے دیا جائے۔

خدا کے وجود کو فرضی بھوتوں اور دیوؤں پر قیاس کرنا اشتراکیوں کی روحانی نزدمائیگی اور بصیرت سے کورا ہونے کی دلیل ہے ان کا علمی ذخیرہ بھی اتنا ناقص اور فرسودہ ہے کہ خدا کے وجود سے انکار پر انہوں نے جس قدر دلائل دیئے نہایت درجہ ردی اور کمزور ہیں اور اس معاملہ میں اشتراکیوں کا علم کلام اتنا پھسپھسا ہے کہ اشتراکی حضرات کی پوزیشن مضحکہ خیز بن کر رہ گئی ہے۔

تاریخ عالم کی شہادت

جن بھوتوں کی طرح لوگوں کو ڈرانے کے لئے خدا کا تصور سرمایہ داروں کا پیدا کردہ ہے! حقائق سے کس قدر آنکھیں بند کرنا ہے۔ خدا کے وجود سے انکار پہ ہیچ قسم کی انٹ سنٹ اور بچر باتوں کو سن کر ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اشتراکی حضرات بغیر سوچے سمجھے ہر اس دلیل کو دہراتے چلے جاتے ہیں جو انہیں "دارالعلوم ماسکو" سے جیا کی جاتی ہے اور انہیں مطلق احساس نہیں کہ علمی دنیا میں ان کی دلیل کی کوئی قیمت بھی ہے کہ نہیں۔

تاریخ اقوام عالم اس امر پر گواہ ہے کہ ہمیشہ خدا کی ذات سے انکار اگر کیا ہے تو سرمایہ داروں اور حکمرانوں نے کیا ہے نمرود، شداد، فرعون، ہامان، قارون، ابوجہل، ابولہب وغیرہم یہ سب کے سب یا سرمایہ دار تھے یا حکمران تھے یہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا کا انکار کیا ہے۔ مقابلہ میں خدا کو پیش کرنے والے کون تھے؟ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسےٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور دنیا گواہ ہے کہ یہ سب کے سب غریب لوگ تھے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسےٰ بھیڑیں چرانے والے۔ حضرت عیسیٰ کا ایک قول انجیل میں پڑھ لو اپنی غربت کا کیا نقشہ کھینچا ہے ؎

"لومڑیوں کے لئے بھٹ اور ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے مگر ابن آدم کو سر چھپانے کو بھی جگہ نہیں"

رہ گیا عرب کا کالی کملی والا یتیم اور غریب انسان اسے کون نہیں جانتا کہ عرب کا شہنشاہ بن جانے کے باوجود بھی غریب ہی رہا اور اس کی غربت کا یہ عالم کہ متواتر تین دن اس نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ غرض خدا کا تصور پیش کرنے والے سب کے سب انبیاء غریب تھے اور ان پر ایمان لانے والے بھی سب کے سب غریب تھے، اور آج تک ہر ملک میں ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر یہ چیز مانی ہوئی چلی آتی تھی کہ مذہب اور بانی مذہب کا ساتھ ہمیشہ غرباء نے دیا لیکن یہ پہلا موقعہ ہے کہ آج اشتراکیوں نے یہ کوشش شروع کر رکھی ہے کہ غرباء کے منہ سے خدا کا انکار پیش کیا جائے تاکہ غرباء کا وہ شرف جو کہ انہیں ازل سے حاصل رہا کہ انہوں نے ہمیشہ خدا اور خدا کے بھیجے ہوئے بانیان مذاہب کے ساتھ دیا ختم ہو کر رہ جائے۔ "خدا کا تصور سرمایہ داروں کا پیدا کردہ ہے" ایک ایسا سفید جھوٹ ہے جسے تاریخ اقوام عالم جھٹلا دیتی ہے، اور غرباء کے شرف خدا رسیدگی کی ایک کھلی ہوئی توہین ہے۔

خدا کی ہستی کے انکار پر ایک دلیل اور اس کا رد

اشتراکی حضرات کہتے ہیں کہ خدا کا انکار اس لئے لازمی ہے کہ اس طرح انسان اپنی دنیا کا آپ مالک و مختار بن جاتا ہے ورنہ خدا کے ماننے سے اس کے احکام کی تعمیل کرنی پڑتی ہے اور اس طرح انسان کا ارادہ و اختیار سلب ہو کر رہ جاتا ہے

خدا کے انکار پر کتنی بودی اور پھسپھسی دلیل ہے۔ اسکول کے ایک ادنےٰ ٹیچر، دفتر کے ایک معمولی سپرنٹنڈنٹ، پولیس و فوج کے حکام، عدالتوں کے مجسٹریٹوں اور ججوں کے احکام کی تو تعمیل کریں اور ان کے آگے تو سر جھکاتے پھریں مگر ان کا ارادہ و اختیار مجروح نہ ہو لیکن صرف خدا کے آگے سر جھکانے اور خدا کے احکام کی تعمیل کرنے میں ان کا ارادہ و اختیار سلب ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور وہ بیچارے اپنی دنیا کے آپ مالک و مختار نہیں رہتے انسان کیا اور اس کا ارادہ و اختیار کیا، باہر کی دنیا کو تو چھوڑ دو وہ اپنے بدن کی دنیا کا مالک و مختار بھی تو نہیں۔ آنکھ کھولے لو سامنے موٹر ہے۔ آپ ہزار اپنی آنکھ کو حکم دیں کہ اس موٹر کو گھوڑا یا گدھا دیکھے لیکن آنکھ آپکے اس حکم کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگی، موٹر کو موٹر ہی دیکھے گی۔ کان گا نا سن رہے ہیں آپ ہزار حکم دیں کہ اس گانے کو رونا سمجھیں لیکن کان آپ کے اس حکم کی تعمیل کرنے کو کبھی بھی تیار نہیں ہونگے زبان میٹھا چکھ رہی ہے۔ آپ لاکھ حکم دیتے پھریں کہ وہ اس میٹھے کو کڑوا سمجھے لیکن وہ آپ کے اس حکم کو ٹھکرا کر رکھ دے گی خدا کے انکار سے اپنی دنیا کا آپ مالک و مختار بن جانے والا انسان ذرا غور تو کرے کہ اسے اختیار ہی کیا حاصل ہے کہ وہ اکڑتا پھرتا ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

انسانی کمالات تعلق باللہ سے وابستہ ہیں

خدا سے انکار کرنے والو سنو! اللہ فرماتا ہے:۔

قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ

جن لوگوں نے خدا کا انکار کیا وہ یقیناً خسارے میں رہے۔

بیج کے دانے کے اندر قدرت نے جس قدر خواص و جواہر، جڑوں، تنے شاخوں، پتوں، پھول اور پھل کی شکل میں رکھے ہیں۔ بیج اگر سینکڑوں برس بھی صندوقوں، بوریوں اور گوداموں میں پڑا رہے اس کے یہ کمالات کبھی بھی ظاہر نہیں ہو سکتے لیکن جونہی وہ زمین سے پیوند پکڑ دے گا اس کے تمام خواص و کمالات باہر آ جائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت انسان میں جو کمالات قدرت نے رکھے ہیں وہ تردین اور سٹالین کے بلاکوں میں دھکے کھاتے پھرنے سے باہر نہیں آ سکتے نہ انسان جونہی خدا سے پیوند پکڑتا ہے اس کے تمام کمالات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس کی سب سے بڑی مثال ہے کہ کس طرح خدا سے پیوند پکڑ کر انتہائی کمالات کے مالک بن گئے ؎

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

آپؐ نے اپنے کمالات سے ایک مری ہوئی قوم کو زندہ کر دکھایا۔ انہیں حیوانوں سے انسان بنایا نہ صرف انسان بلکہ با اخلاق انسان بنایا اور نہ صرف با اخلاق انسان بنایا بلکہ با خدا انسان بنایا۔ اور نہ صرف با خدا انسان بنایا بلکہ انہیں خدا نما انسان بنا دیا اور دنیا نے ان کے نورانی چہروں کی شعاعوں میں خدا کا

پاک چہرہ دیکھا۔ حضرت محمدؐ کی بڑائی اسی میں ہے کہ آپ نے حقیر ذروں کو اپنی قوت قدسی سے آفتاب بنا دیا اور چھوٹوں کو بڑا بنا دیا۔ بڑا وہ نہیں جو خود بڑا ہو گیا ہو بڑا وہ ہے جو چھوٹوں کو بڑا بنا کر دکھائے۔

حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کی تربیت

حضور سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال فراست سے کام لیکر عجیب و غریب طریقوں سے اپنے دوستوں کی تربیت فرمائی۔ دھوپ میں ایک پڑا ہوا تپتا ہوا بڑا پتھر دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ عثمان جوتے اتار دیجئے اور اس پتھر پر کھڑے ہو جایئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد میں جوتے اتار دیئے اور ننگے پاؤں اس تپتے ہوئے پتھر پر کھڑے ہو گئے۔ پتھر سخت گرم تھا آپ کبھی دایاں پاؤں اٹھاتے کبھی بایاں۔ حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا۔ عثمان آج رات آپ نے جو جو کھایا ہے گن کر سناؤ۔ حضرت عثمان امیر انسان تھے رات انواع و اقسام کے کھانے کھائے تھے گنتی شروع کی۔ مارے جلن کے پاؤں نیچے سے کباب ہو رہے ہیں لیکن خدا کے رسول کے سوال کا احترام اتنا ملحوظ ہے کہ یاد کر کرکے سب چیزوں کو گن رہے ہیں اور برا حال ہو گیا۔۔۔۔ گنتی ختم ہوئی تو حضور صلعم نے فرمایا کہ پتھر سے نیچے اتر آئیں اور پھر حضرت علیؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ علی جوتا اتار دیجئے اور اس پتھر پر کھڑے ہو جایئے۔ حضرت علی رضہ نے بھی جوتا اتار دیا اور پتھر پر کھڑے ہو گئے تو ارشاد ہوا کہ علی آپ نے آج رات کیا کیا کھایا گن کر بتلایئے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ رات ہمارے گھر کھانے کو کچھ نہ تھا فاقے سے سو گئے۔ الحمد للہ خیر صلاء۔ اور پتھر سے نیچے اتر آئے۔ حضور سرور کائنات صلعم نے فرمایا کہ میدان حشر میں بھی یہی کچھ ہوگا۔ جس کی ذمہ داریاں زیادہ ہونگی اسے اپنا حساب دینے میں اسی طرح تکلیف ہو گی جس طرح آج یہاں عثمان کو ہوئی اور جس کی ذمہ داریاں مختصر ہونگی وہ اسی طرح سستا چھوٹ جائیگا جس طرح آج یہاں علی چھوٹ گئے۔

سزار لیکچر اور خطبے اس ایک واقعہ پر قربان۔ کس طرح سرکار دو عالم نے اپنے دوستوں کو دنیا کی ساری حقیقت ذہن نشین کرا دی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلعم کے یہ دوست آگے چل کر جب کبھی عظیم الشان ملکوں کے شہنشاہ بنی بن لئے تو بھی اپنی ذمہ داریوں کو نہیں بھولے۔ شہنشاہی میں فقیری کر دکھائی۔ دن کو اگر مخلوق خدا کی بہبود میں لگے رہتے تو رات مصلے پر اپنے اللہ کے حضور موم بتی کی طرح پگھلنے لگتے۔

اک ٹیس جگر سے اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں چپکے چپکے روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

آپ کی تربیت اور انفاق کا جذبہ

حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی بیگم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک بھیڑ ذبح کرکے حوالے کی اور فرمایا بیگم باہر جا رہے ہیں اس بھیڑ کا گوشت غربا میں تقسیم کر دینا۔ واپسی پر بیگم سے رپورٹ مانگی تو بیگم نے عرض کیا کہ بھیڑ کا گوشت غربا میں تقسیم کرا دیا تھا صرف ایک شانہ اپنے لئے رکھا ہے آپ نے فرمایا۔ بیگم ایک شانہ ہی ہمارا نہ ہوا باقی تو سب بھیڑ ہماری ہے۔ حضرت کا یہ سبق بیگم کے ایسا ذہن نشین ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بقیہ زندگی اسی رنگ میں رنگین ہوئی۔

دوسرا موقعہ

حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں دور دور سے ممالک پر پرچم اسلام لہرا لگا۔ ایران سے سونے چاندی اور جواہرات کی ایک نہر چلتی ہے اور مدینہ میں آکر ختم ہوتی ہے۔ شام اور افریقہ سے غلے اور دولت کا ایک دریا امڈا ہوا چلا آ رہا ہے اور مسلمان مالا مال ہو رہے ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی پر نظر ڈالیں ایک بار ساٹھ ہزار درہم اپنے ہاتھ سے غربا میں تقسیم فرمائے اور اپنی حالت یہ تھی کہ کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اتنا بھی نہ گوارا فرمایا کہ اسی روپے میں سے ایک جوڑا کپڑوں کا تیار کرا لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ زندگی کے چند سانس جو لینے تھے وہ تو مجبوراً لیتے تھے ورنہ اس جہان میں ہوتے کے باوجود وہ اگلے جہان میں نظر آتی تھیں۔

تیسرا موقعہ

پھر ایک بار حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما (بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے) نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے کہ حضرت مائی صاحبہ اپنے اوپر خرچ فرما کر آرام حاصل کریں۔ حضرت عائشہ رضہ نے غربا کو بلوا بھیجا اور صبح سے لے کر شام تک یہ ایک لاکھ درہم غربا میں تقسیم کرا دیئے حضرت روزہ سے تھیں۔ افطاری کا وقت ہوا تو ملازمہ سے ارشاد فرمایا۔ کچھ کھانے کو لاؤ۔ ملازمہ نے عرض کیا۔ آپ تو غرباء میں صرف رہیں اور سارا روپیہ انہیں کو دے دیا۔ اگر کچھ رقم مجھے دے دی جاتی تو میں سالن تیار کر لیتی اب تو سوکھی روٹی ہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ سوکھی روٹی ہی ٹھیک ہے یہی لاؤ۔ اللہ اللہ غربا کو ابھی ابھی ایک لاکھ درہم تقسیم فرمانے والی سرکار دو عالم کی چہیتی بیگم تو وہ سوکھی روٹی ہے پیٹ بھر کر سو رہتی ہے۔ انواع و اقسام کے کھانوں میں وہ لذت نہ مل سکتی جو اسے غربا کو مالا مال کرنے میں حاصل ہوتی۔

ایک انصاری کا نمونہ

حضرت سرکار دو عالم صلعم کے پاس مسجد میں ایک مہمان آیا۔ حضرت نے اپنی بیگمات کو اپنے مہمان کی اطلاع فرمائی تو وہاں سے جواب آیا۔

ما معنا الا الماء

ہمارے پاس تو آج صرف پانی ہی پانی ہے کھانے کو کچھ بھی نہیں۔ اس پر ایک انصاری نے عرض کیا کہ حضرت کے مہمان کو میں اپنے گھر لے جاؤں گا۔ مہمان حوالے کیا گیا۔ یہ انصاری بزرگ اس مہمان کو لے کر اپنے گھر پہنچے اور اپنی بیگم کو کہا

اکرمی ضیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بیگم! رسول خدا کے مہمان کی عزت کرو یعنی کھانے کا انتظام کرو۔ بیگم نے جواب دیا۔

ما عندنا الا قوت صبیانی

ہمارے پاس تو صرف بچوں کے لئے تھوڑا سامان ہے نہ آپ کے لئے کچھ ہے نہ میرے لئے کچھ۔ بزرگ خاوند نے چپکے سے اپنی بیگم کو ایک پروگرام پیش کیا کہ کھانا تیار کرتے دیر کر دو اور یوں بچوں کو بھوکا سلا دو۔ اور پھر کسی بہانے چراغ بجھا دو۔ اور اندھیرے میں ہی کھانا پیش کر دو ہم دونوں میاں بیوی خالی منہ ہلاتے جائیں اور یکے بعد دیگرے دو چار روٹیاں جو بھی ہوں مہمان کے آگے بڑھاتے چلے جائیں تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھانا کھا لے۔ بیگم نے اسی پروگرام پر عمل کیا۔ معصوم بچے بھوکے پیٹ سو گئے۔ اندھیرے میں مہمان کو کھانا پیش کیا گیا۔ میاں بیوی خالی منہ ہلاتے گئے جیسے وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں اور یوں سارا کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ صبح نماز کے وقت یہ انصاری بزرگ اپنے مہمان کو لیکر حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوئے تو خدا کے رسول نے فرمایا آج رات آپ کی اس ادا پر خدا بہت خوش ہوا اور آپ کی شان میں خدا کا کلام اترا ہے۔

بل یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون۔

کامیاب لوگ ہیں وہ جو اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے ہیں جس چیز کی اطلاع مہمان تک کو نہیں اس کی خبر خدا کا رسول دے رہا ہے آسمان پر خدا اور زمین پر خدا کا رسول اپنے ایک مسلمان کی اس قربانی پر کتنا فخر کر رہے ہیں اشتراکیت تو مزدوروں کی طرح کام لیکر پھر کمائی کو برابر برابر تقسیم کر دینے تک ہی محدود ہے لیکن اسلام اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا حصہ بھی ضرورتمندوں کے حوالے کر دینا سکھاتا ہے اور یہ وہ مقام ہے جو اشتراکیوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔

جنگ یرموک میں صحابہ کا جذبۂ ایثار

جنگ یرموک میں ایک صحابی حضرت حذیفۃ العدوی اپنے زخمی بھائی کو تلاش کرتے پھر رہے کہ پانی پلا دیں۔ اور بھائی زخموں سے نڈھال پڑا تھا فوراً جھکے کہ اپنے زخمی بھائی کو پانی پلا دیں اتنے میں ان کے زخمی بھائی نے ایک اور زخمی ہشام بن العاص کی آواز سنی تو اپنے بھائی حذیفہ سے اشارہ کیا کہ پہلے انہیں پانی پلا آئیں۔ حذیفہ وہاں پہنچے تو ہشام بن العاص نے ایک اور زخمی کو کراہتے اور پانی مانگتے سنا تو اشارہ کیا کہ پہلے انہیں پانی پلا آئیں۔ حذیفہ دوڑے ہوئے وہاں پہنچے تو وہ زخمی چل بسا تھا۔ پلٹ کر دوڑے ہوئے ہشام بن العاص کے پاس پہنچے تو یہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ حذیفہ دوڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچے تو ان کا بھائی بھی رخصت ہو چکا تھا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اشتراکیو۔ انصاف سے کہو اس قربانی کا عشر عشیر بھی اشتراکیت پیش کر سکتی ہے

باقی ـــــ باقی

دعائے صحت

کلورانسو یہاں بارش ہوئی۔ صبح مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح اتفاقاً پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑے اور ان کی دائیں ٹانگ میں سخت چوٹ آئی ہے احباب انکی صحت کیلئے اور ان کے بھائی ملک کرم الٰہی صاحب جو ایک عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں کی صحت کے لئے دعا فرماویں۔

اقوام عالم کی انواع حیوانات سے مماثلت

بچھڑے ہوئے بھائی بالآخر ملتے ہیں!

تقریر مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی برموقعہ جلسہ سالانہ

ومامن دابۃ فی الارض ولاطائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔

ترجمہ:۔ "اور زمین میں کوئی جاندار نہیں اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں پر اڑتا ہے مگر وہ بھی تمہاری طرح جماعتیں ہیں" (۳۸:۶)

قرآن مجید کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اولاد آدم کے متعلق ایک گہری حقیقت کا اظہار فرمایا ہے۔ آدم کے بیٹوں کے مختلف گروہ اپنی عادات اور خصائل کے لحاظ سے انواع حیوانات کے ساتھ مماثلت اور مشابہت رکھتے ہیں جیسا کہ کئی ایک متفرق موقعوں پر بعض افراد کو گدھے، کتے، بندر، سور اور شیر وغیرہ کے ساتھ کتب انبیاء میں تشبیہ دی گئی ہے اور اقوام عالم کی مہذب سے مہذب زبانوں کے محاورات میں دی جاتی ہے آیت بالا میں "امم امثالکم" سے یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے کہ جانداروں اور پرندوں کی مختلف انواع تمہاری ہی صفات کی حامل ہیں۔

نفسیات حیوانی کے علماء کے نزدیک اب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اور حیوان کے دماغ میں فرق کیفیت کا نہیں بلکہ درجہ کا ہے جانوروں میں خوشی اور غمی، تشکر اور امتنان۔ محبت و نفرت، سستی اور چستی، جذبات و احساسات، اچھے اور برے کردار۔ مکاری و عیاری سبھی کچھ ہوتا ہے جانوروں میں جذبات محبت کی فراوانی اس قدر ہے کہ محبت شاعرانہ، رجیمانہ، وفاشعارانہ حسد و رقابت وغیرہ سب موجود ہیں اس وقت ہمیں صرف ایک دابۃ الارض سے متعلق قرآن مجید کے بعض حقائق کا اظہار کرنا ہے اور وہ عنکبوت یا مکڑی ہے۔

عنکبوت اور خواہران عنکبوت

مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون الخ

ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے سوا غیر کو دلی پکڑتے ہیں مکڑی کی مثال جیسی ہے وہ ایک گھر بناتی ہے۔ یقیناً سب گھروں سے کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔ اللہ اسے جانتا ہے جسے وہ اس کے سوا پکارتے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے فائدہ کے لئے بیان کرتے ہیں پر انہیں کوئی نہیں سمجھتا سوائے علم والے لوگوں کے

اللہ تعالےٰ اپنے کلام پاک میں جن امثال اور نظائر کو بیان فرماتا ہے ان کے اندر زیادہ سے زیادہ غور اور فکر کی ضرورت ہے۔ اس کی طرف اس میں یوں اشارہ فرمایا ہے "اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے فائدہ کے لئے بیان کرتے ہیں انہیں علماء کے سوا عام لوگ نہیں سمجھتے"

بات دراصل یہ ہے کہ دنیا کی اشیاء اور حقائق الاشیاء کی مثال قفل اور کلید کی مثال ہے جب تک آپ کلید عقل کے ساتھ نیچر کے اقفال (تالوں) کو کھولنے میں کامیاب نہ ہوں اس وقت تک اشیاء کی حقیقت آپ پر واضح نہیں ہوتی، مگر جونہی آپ کے علم وعقل کی چابیوں کے گچھے میں سے کوئی چابی کسی قفل میں درست بیٹھ جاتی ہے آپ کے چہرہ پر مسرت کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے اور آپ اس کی حقیقت سمجھنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں قفل اور کلید دونوں کی قیمت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس جگہ جو ضرب المثل بیان کی گئی ہے یہ ایک کلید ہے مگر یہ کلید کس قوم کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے اس کا نام نہیں بتایا گیا مگر اس کی طرف ایک بلیغ اشارہ کردیا گیا ہے اس لئے ہمیں سب سے پہلے کلید کو غور سے دیکھنا چاہیئے اور اس کے ساتھ ہی قفل کی نوعیت پر بھی نظر رکھنی چاہیئے زیر غور آیت کے بعد اسی سے متعلق دو آیات اور ہیں اور ان ہر سہ آیات کا استقصاء یا خلاصہ یہ ہے:۔

(ا) اللہ تعالیٰ کو چھوڑکر دوسرے انسانوں کو معبود یا ولی اور مددگار پکڑنے والوں کا ذکر ہے۔

(ب) ان لوگوں کی مثال عنکبوت کی مثال ہے

(ج) ان کا سارا تانا بانا چلن (Career) تجاویز۔ خیالات اور عقاید یا دین و مذہب مکڑی کا جالا ہے

(د) مکڑی کا گھر۔ گھر کی صفات اور فوائد سے خالی محض ہے وہ برائے نام گھر یا نہایت بودا گھر ہے۔

(ہ) اگر ان غیراللہ کے پجاریوں کو علم ہوتا اور تاریخ اقوام کا مطالعہ کیا ہوتا تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ ایسا دام فریب پھیلانے اور ایسی جال پھیلانے کا نتیجہ ہمیشہ ذلت و رسوائی اور ندامت ہوا کرتا ہے۔

(و) اللہ تعالےٰ نے آسمانوں اور زمین بلکہ اس کی ہر شئے کو حق اور حکمت سے پیدا کیا ہے دنیا مکڑی کا بے حقیقت گھر نہیں اور نہ اس کا کلام ہی تار عنکبوت ہے کہ ہوا کے جھونکے سے اڑ جائے، ان سب حقائق اور امثال میں مومنوں کے لئے بہت بڑا اعجاز۔ نشان، دلیل عبرت اور قابل پذیرائی حکم ہے۔

وجہ تسمیہ عنکبوت

عربی زبان کی بلاغت اور جامعیت

عربی زبان کا اعجاز مکڑی جسے عرب عنکبوت یا عنکب کہتے ہیں یہ لفظ "عنک البیوت" کا مخفف ہے جس کے معنی ہیں "اپنے آپ سے گھر"

دنیا میں بہت سے جانور اپنے لئے گھر بنانے کی اہلیت رکھتے ہیں مگر عنکبوت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنا گھر اپنے میں سے بناتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ عربی زبان میں کبّ کے معنے سر کے بل الٹا لٹکنے کے یا سر کے بل گرنے کے ہیں، کبھی آپ مکڑی کو جالا بنتے ہوئے دیکھئے کہ وہ الٹا لٹک کر ہی اپنا گھر بناتی ہے۔ تار نکالنے والی گلٹیاں اس کے پیٹ کے نچلے حصہ میں ہوتی ہیں اس لئے اسے سر کے بل گر کر اپنا کام کرنا پڑتا ہے۔ عربی زبان کے الہامی زبان ہونے کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اس کے اسماء اپنے اپنے اندر معنوی حکمت اور حقیقت رکھتے ہیں اور اس کی یہ خصوصیت اسے دنیا کی زبانوں میں ایک امتیازی درجہ عطا کرتی ہے۔

اس زبان کی دوسری خصوصیت اس کی وسعت ہے کہ دنیا کی تمام قدیم زبانوں میں نیچرل اشیاء۔ ان کے باہمی رشتے اور تعلق جسم انسانی کے اعضاء وغیرہ جہاں سے زبان کی ابتدا ہوتی ہے وہ سب عربی زبان سے لئے گئے ہیں اور ان معنوں میں یہ سب سے پہلی زبان یا ام الالسنہ (سب زبانوں کی ماں) ہے۔ دیکھئے انگریزی زبان میں مکڑی کو سپائیڈر (Spider) کہتے ہیں اور یورپ کی تمام زبانوں میں اس کے ساتھ ملتا جلتا نام سپنر سپنڈر۔ سپیتر وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ کوب (Cob) بھی بعض ممالک میں زبانزد ہے۔ اردو اور ہندی میں مکڑی اور ماکڑ نام ہے، عبرانی کلدانی اور ارامی سریانی وغیرہ سامی زبانوں میں عکبش بولا جاتا ہے۔ انگریزی زبان کا سپائیڈر دراصل لفظ سپنڈر کا بگاڑ ہے۔ سپن (Spin) اس کا مادہ ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں بافندہ جانور۔ یورپین زبانوں میں جتنے بھی نام ہیں ان کا مادہ سپن ہی سمجھا جاتا ہے جس کے معنی بننا ہیں سپنرا اور سپنڈر عام الفاظ ہیں جو ہر بننے والے یا بافندہ کو کہتے ہیں مگر سپائیڈر کے معنی لکھے ہیں

A well known insect that spins web to ensnare its prey

ایک معروف کیڑا جو اپنے شکار کو پھانسنے کے لئے جالا بنتا ہے۔ سپن بیشک یوروپین زبانوں کے ناموں کا مادہ ہے مگر سپائیڈر میں جو خصوصیت ہے کہ اپنے شکار کو پھانسنے کے لئے جالا بنتا یہ سپن کے مفہوم میں موجود نہیں اس لئے یہ مادہ کسی ایسی زبان سے لیا گیا ہے جس کے اندر اس مادہ کے معنی دام فریب بننا ہوں گے۔ یوروپین لغت نویس بالعموم انگریزی سویڈش۔ جرمن اور یونانی زبان کے الفاظ کا ماخذ سنسکرت زبان میں تلاش کرتے ہیں۔ وہ کبھی یہ کوشش نہیں کہ عربی لغت کی روشنی میں ان الفاظ کو دیکھنے کی تکلیف گوارا کریں۔

عربی زبان میں فعل "بننا" کے لئے ایک ہی لفظ نہیں ہے بلکہ ہر قسم کے جال اور کپڑے وغیرہ بننے کی الگ الگ اغراض اور کیفیات کے لئے الگ الگ افعال ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کپڑا بننا۔ چٹائی بنی۔ بالوں سے بنا۔ اون سے بنا۔ سوت سے بنا جال بنا وغیرہ وغیرہ۔ سب میں "بنا" مشترک ہے مگر ظاہر ہے کہ ہر جگہ بننے کی کیفیت سامان اور اغراض الگ الگ ہیں۔ عربی ایسی مہمل اور مجمل زبان نہیں۔ اس کے ہاں الفاظ کا ذخیرہ وسیع ہے وہ ہر قسم کے بننے کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص فعل کا استعمال بتاتی ہے عرب کہتے ہیں نسج الثوب۔ رمل الحصیر۔ ضفر الشعر۔ سف الخوص۔ فتل الحبل۔ جدل السیر۔ مسد الجلد۔ حاک الکلام وغیرہ وغیرہ۔

یہاں کپڑا۔ چٹائی۔ بال، رسی، کھجور کے پتے، چمڑا وغیرہ وغیرہ بننے کا ذکر ہے مگر نسج۔ رمل۔ ضفر۔ سف۔ فتل۔ جدل۔ مسد۔ حاک۔ بننے کی الگ الگ کیفیات کے اظہار کے لئے لائے گئے ہیں ان تمام افعال میں سفّ ایک فعل ہے جس کے معنی ہیں "دھوکے کا تانا بانا بننا" مکاری کا

جال بچھانا۔ السفیف ابلیس کا نام ہے جو بہت بڑا دھوکہ باز ہے۔ سَفَّ سَفًّا سے انگریزی لفظ سپن ماخوذ ہے اور اسی لحاظ سے سپائیڈر یا سپنڈر کے معنی اپنے شکار کو پھانسنے کے لئے جال بننے والا۔ یوروپین زبانوں کا سپن عربی سفّ سے لیا گیا ہے کیونکہ عربی کا فؔ آرین زبانوں میں جا کر پؔ سے بدل جاتا ہے پس سفّا یوروپین زبانوں میں سپن ہو گیا۔

دوسرا لفظ کوب یا کاب (Cob) بھی مکڑی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اسی سے کوب ویب (Cob web) مکڑی کے جالے کو کہتے ہیں یہ لفظ دراصل عنکب ہی ہے جو بعض سامی زبانوں میں عنکب کا بگڑا ہوا ہے عبرانی میں عکبش ہے۔

اردو اور ہندی کا نام مکڑی اور ماکڑ ہے غالباً اس کیڑے کی مکاری کی وجہ سے دیا گیا ہے اور مکر خود عربی لفظ ہے البتہ سنسکرت لفظ اُورنا بھی ہے اورنا وہی لفظ ہے جسے ہم اردو میں اوڑھنا کہتے ہیں۔ سنسکرت میں اورنا کے اصل معنی ڈھانپنا ہیں عربی میں اس کی اصل وارِی یُوارِی (ڈھانپنا) ہے۔ عربی مادہ واری میں یہ امر داخل ہے کہ اصل پر پردہ ڈال دیا جائے یا اصل کا غیر ظاہر کیا جائے گویا یہاں بھی مکر و فریب کا شائبہ موجود ہے۔

عنکبوت کی مغربی اقوام سے مماثلت

بڑا پیٹ اور نہایت چھوٹا سر مکڑی کے جسم کے صرف دو حصے ۔۔۔۔ ہیں ایک بہت بڑا گول پیٹ ہے دوسرا حصہ اوپر کا دھڑ ہے جس میں سینہ اور چھوٹا سا سر شامل ہے، دونو حصے ایک باریک شاعرانہ کمر کے ذریعہ جوڑ دیئے گئے ہیں. مکڑی کے اس سراپا سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے کلام نے اس کی مشابہت کسی ایسی قوم سے دی ہے جس کا پیٹ بہت بڑا ہے اور پیٹ کے متعلق مقدس کتابوں میں لکھا ہے

(۱) تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور خاک کھائیگا (پیدائش ۳:۱۴) یعنی اس کی زندگی کا مقصد صرف پیٹ ہوگا نہ اعلےٰ اخلاقی اور روحانی مقاصد۔

(۲) صادق کھا کے سیر ہوتا ہے پر شریر کا پیٹ نہیں بھرتا (امثال سلیمان ۱۳:۲۵)

(۳) وہ اپنے خدا کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اپنے پیٹ کی (رومیوں ۱۶:۱۸)

(۴) ان کا خدا ان کا پیٹ ہے اور ان کی شہرت بے حیائی ہے (فلپیوں ۳:۱۹)

یعنی اس قوم کی ساری زندگی اور تگ و دَو صرف پیٹ کی خاطر ہوگی پیٹ ہی ان کا خدا اور پیٹ ہی ان کا دین و مذہب ہے قرآن مجید نے فرمایا الذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا وہ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ خیال یہ کرتے ہیں کہ وہ بہت بڑے کاریگر ہیں الذین کانت اعینھم فی غطاء عن ذکری جن کی آنکھیں میرے ذکر سے پردہ میں ہیں۔

چھوٹا سر چھوٹا سر ہونا کوئی عیب کی بات نہیں۔ کہتے ہیں ڈینٹے جو بہت بڑا شاعر تھا اس کا سر بہت چھوٹا تھا۔ مگر دماغی ترقی اور عقل دونوں میں مناسبت اور موافقت ضرور ہے پیٹ کا بہت بڑا ہونا اور سر کا نسبتاً بہت چھوٹا ہونا دماغی پستی کی علامت ہے مختلف حیوانات میں جسم اور دماغ کے وزن میں تناسب حسب ذیل ہے۔

مچھلیوں میں :- ۱ : ۵۶۶۸
پرندوں میں :- ۱ : ۲۱۲
رینگنے والے جانوروں میں :- ۱ : ۱۳۲۱
مویشیوں میں :- ۱ : ۸۶

اور انسان میں اوسطاً :- ۱ : ۴۷ ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ اصول ارتقاء کی رُو سے حیوانات جُوں جُوں انسان کے قریب ہوتے گئے ہیں ان کے دماغ کا وزن جسم کے تناسب سے زیادہ ہوتا گیا ہے۔

اس کے بعد یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ پاک نوشتوں میں بطور استعارہ سر سے کیا مراد لی گئی ہے۔

(۱) سر جسم کا اعلےٰ اور اہم حصہ ہے جو اپنے کبھی کبھی اس سے خود انسان اور انسانیت مراد ہوتی ہے ضرب الامثال سلیمان میں ہے "عادل انسان کے سر پر برکات ہیں" (۱۰:۶) حزقیل نبی فرماتے ہیں "چال کا بدلہ ان کے سروں پر ڈالوں گا" (۹:۱۰)

(۲) کبھی سر سے مراد زندگی اور جان ہوتی ہے دانیال ؑ فرماتے ہیں:
تم میرے سر کو اس طرح خطرہ میں ڈالو گے (یعنی میری جان اور زندگی کو) (۱:۱۰)

(۳) قوم کے سردار۔ دارالسلطنت، ارکین حکومت بھی سر کہلاتے ہیں (یسعیاہ نبی کی کتاب)

(۴) قدیم اور معزز لوگ سر ہی سمجھے جاتے ہیں خاوند اور مالک بھی سر کہے جاتے ہیں (قرنتیون اوّل ۱۱:۳)
"ہر انسان (عیسائی) کا سر مسیح ہے اور عورت کا سر مرد ہے اور مسیح کا سر خدا ہے"

(۵) یہ عجیب امر ہے کہ عبرانی میں سر کو رَوش کہتے ہیں اور رَوش کے معنی جہاں سر ہیں وہاں اس کے معنی زہر بھی ہیں چنانچہ حضرت ایوب ؑ فرماتے ہیں (۲۰:۱۶) "وہ (شریر انسان) بالضرور سانپ کا سر (زہر) چوسے گا"

مقصد یہ ہے کہ شریر انسان کے خیالات زہریلے اور مہلک ہوتے ہیں، خلاصہ یہ کہ سر سے انسانیت۔ ارکین سلطنت اعتقادات۔ تخیلات اور عقل سلیم مراد ہے۔ پس بہت بڑا پیٹ اور نہایت چھوٹا سر اس امر کی دلیل ہے کہ عنکبوت صفت انسان یا قوم کا پیٹ یعنی دنیوی زندگی اور حرص ان کی انسانیت، اعتقادات۔ تخیلات۔ عقل سلیم، مذہبی زندگی اور آخرت کے یقین پر غالب ہے۔

(۲) **مکڑی کا سر** سر جو خیالات اور غور و فکر کا مرکز ہے حیوانات میں یہ ایک ضرورت کی چیز ہے اور الہام فطری کا مہبط ہے۔ مکڑی کے سر میں منہ اس کے اندر دو جبڑے اور ہر ایک جبڑے کے نیچے دو نوکدار مڑے ہوئے ہوتے ہیں جن سے نہ صرف وہ شکار کرتی بلکہ اپنے شکار کو زہر بھی پلاتی ہے زہر کی گلٹیاں اس کے سر کے اندر ہوتی ہیں اور ایک باریک سی ٹیوب کے ذریعہ زہر دانتوں تک پہنچتا ہے جو شکار کے اندر پہنچا دیا جاتا ہے۔ غریب، سادہ بیکس اور کمزور شکار اپنی رہائی کی سکت کھو کر تڑپ تڑپ کر جان دیتا اور مکڑی کا نوالہ بنتا ہے۔

عنکبوت کا شاہکار

دنیا میں یہ مکڑی کی ذریت ۵۰۰۰ اقسام میں بٹی ہوئی ہے لیکن اس کی بعض قسمیں نہایت اعلےٰ درجہ کی بافندہ ماسٹر ہیں اس کے متعلق بجا طور پر لکھا گیا ہے

Finest Spinners in the World. The fineness and Strength of Spider's web Can never be matched by man

مکڑی کا بنا ہوا جالا اپنی باریکی اور طاقت کے لحاظ سے ایک بینظیر چیز ہے اور انسان کے لئے اس کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔

مگر جالے کی مضبوطی کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ محض جالا ہونے کے لحاظ سے مضبوط ہے بلکہ اس کے تار کے برابر باریک اگر کوئی شخص ریشم کا تار نکالے تو تار عنکبوت اس سے بہت زیادہ مضبوط ہوگا۔ بلکہ فولاد کے تار کو بھی اگر اتنا باریک کر دیا جائے کہ وہ جالے کے تار کے ہم وزن ہو جائے تو وہ نسبتاً بہت کمزور ہوگا اور اگر مکڑی کے تاروں کو باہم گوندھ دیا جائے اور ان کا وزن فولاد کی تار کے برابر ہو جائے تو وہ فولاد کے تار سے زیادہ طاقتور ہو جائیگی۔ کیونکہ مکڑی کے جالے کا ایک تار ایک ملی میٹر کا تیس ہزارواں حصہ ہوتا ہے اور ایک بال برابر موٹائی میں ہزارہا جالے کے تار جمع ہو سکتے ہیں۔ اس قدر باریک ہونے کے باوجود اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ مکڑی اس پر بآسانی دوڑ سکتی ہے اور وہ ٹوٹتا نہیں اور پھر اس کا ایک تار بھی ہزاروں تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے کہ جو مکڑی کے اندر کھینچتے ہیں مگر اس کی دو دھیوں سے اکٹھے ہو کر چار کی تعداد میں باہر نکلتے ہیں۔

عنکبوت کی ایک خاص نوع

مکڑی کی ایک خاص نوع ہے جسے گارڈن سپائیڈر یا عنکبوت چمن کہا جاتا ہے وہ یوروپین مکڑی ہے وہ اپنی حسن صنعت کے لحاظ سے اس قدر اعلےٰ درجہ کا گھر بناتی ہے کہ اسے دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ سب سے پہلے وہ گھر کا خاکہ یا فریم تیار کرتی ہے جو بالعموم پانچ یا چھ پہلو کا ہوتا ہے۔ اس کے اندر جالے کا ہر تار یکساں فاصلہ پر یا متوازی خطوط میں گزرتا ہے تانا مکمل ہو جانے کے بعد بانے کے تار خاکہ میں خانوں کو برابر تقسیم کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ پورا خاکہ موزوں اور منظم ٹوکرے کی طرح نظر آتا ہے جس کے وسط میں ایک چھوٹا سا حلقہ شکار کی گھات میں بیٹھنے کے لئے زیادہ گف بنا جاتا ہے کسی قسم کے آلۂ پیمائش کے بغیر ہر تار دوسرے تار سے متوازی اور یکساں فاصلہ پر ہوتا ہے۔ اس ننھی سی جان کی یہ صنعت دبستان قدرت کا ایک عجیب کرشمہ نظر آتا ہے بلحاظ نفاست اور نظم وہ عجائبات قدرت میں سے ہے جس کے متعلق ایک نیچرلسٹ نے کیا خوب کہا ہے

Can never be matched by man

انسان اپنی صنعت میں اس حقیر سے کیڑے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بات دراصل یہ ہے کہ جن جانوروں میں نروس سسٹم (نظام اعصاب) اعلےٰ اور دماغ ترقی پذیر ہوتا ہے ان میں احساس اور تمیز ایک گونہ انسان کی طرح ہوتا ہے، مگر کیڑوں اور ادنےٰ قسم کی مچھلیوں میں صرف انسٹنکٹ (طبعی الہام) کام کرتا ہے۔ ان کے اندر احساس اور تمیز تقریباً مفقود ہوتی ہے مکڑی بیشک نہایت باریک نازک اور نفیس (نادعن کلاکیو) بنتی ہے مگر ایسے جانوروں کے بارہ میں یاد رکھنا چاہیئے کہ

They build better than they know

وہ بناتے اچھا ہیں مگر جانتے کچھ نہیں۔

۔۔۔۔ (باقی ہے) ۔۔۔۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ؛ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

ایڈیٹر دوست محمد

سالانہ چندہ چھ روپے ۔ ممالکِ غیر سے پندرہ شلنگ

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ ۔ مؤرخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ ۔ ۲۵ جنوری ۱۹۵۰ء | نمبر ۴

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

خدا کی ہستی پر کامل یقین ہی نجات کا واحد ذریعہ ہے

یقینی وحی ہی اس یقین کو پیدا کرسکتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ گرامی

انسان کی نجات اسی پر موقوف ہے کہ یا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہ راست خدا تعالیٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ مخاطبہ نہ ہو کہ جس میں قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے اور یا وہ شخص نجات پاسکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم صحبت اور اس کے دامن سے وابستہ ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر دنیا میں گناہ پیدا ہوتے ہیں انکی یہی وجہ ہے کہ جس قدر انسان کو دنیا کی لذات اور دنیا کی عزت اور دنیا کے مال و متاع پر یقین ہے وہ یقین آخرت پر نہیں ہے اور جیسا کہ وہ ایک ایسے صندوق پر توکل کرسکتا ہے جو قیمتی جواہرات اور خالص سونے سے بھرا ہوا ہے اور اس کے قبضہ میں ہے ایسا وہ خدا پر توکل نہیں کرسکتا اور جیسا کہ دنیا کی گورنمنٹ اور دنیا کے حکام سے لوگ ڈرتے ہیں اور ان کے منشاء سے زندگی بسر کرتے ہیں ایسا خدا تعالےٰ سے نہیں ڈرتے اس کا کیا سبب ہے ؟ یہی سبب ہے کہ دنیا کے پیش افتادہ اسباب اور وسائل ان کی نظر میں ایسے یقینی ہیں کہ دینی عقاید ان کے آگے کچھ بھی چیز نہیں، اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ نجات بجز حق الیقین کے ممکن نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ اس دوسرے جہان میں بھی اندھا ہوگا بلکہ اس سے بھی بدتر۔ تو بغیر یقین کامل کے نجات کیونکر ہو۔ اور اگر ایک مذہب کی پابندی سے نجات نہیں تو اس مذہب سے کیا حاصل۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تو یقین کے چشمے جاری تھے اور وہ خدائی نشانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور انہیں نشانوں کے ذریعہ سے خدا کی کلام پر انہیں یقین ہوگیا تھا اس لئے ان کی زندگی نہایت پاک ہوگئی تھی لیکن بعد میں جب وہ زمانہ جاتا رہا اور اس زمانہ پر صدہا سال گذر گئے تو پھر ذریعہ یقین کا کونسا تھا سچ ہے کہ قرآن شریف ان کے پاس تھا اور قرآن شریف اس ذوالفقار تلوار کی مانند ہے جس کے دو طرف دھاریں ہیں ایک طرف کی دھار مومنوں کی اندرونی غلاظت کو کاٹتی ہے اور دوسری طرف کی دھار دشمنوں کا کام تمام کرتی ہے مگر پھر بھی وہ تلوار اس کام کے لئے ایک بہادر کے دست و بازو کی محتاج ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یتلوا علیہم اٰیٰتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب پس قرآن سے جو تزکیہ حاصل ہوتا ہے اسکو اکیلا بیان نہیں کیا بلکہ وہ نبی کی صفت میں داخل کرکے بیان کیا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام یوں ہی آسمان پر سے کبھی نازل نہیں ہوا بلکہ اس تلوار کو چلانے والا بہادر ہمیشہ ساتھ آیا ہے جو اس تلوار کا اصل جوہر شناس ہے لہٰذا قرآن شریف پر سچا اور تازہ یقین دلانے کے لئے اور اس کے ذریعہ سے اتمام حجت کرنے کے لئے ایک بہادر کے دست و بازو کی ہمیشہ حاجت ہوتی رہی ہے اور آخری زمانہ میں یہ حاجت سب سے زیادہ پیش آئی کیونکہ دجالی زمانہ ہے اور زمین و آسمان کی باہمی لڑائی ہے۔ غرض جب خدا تعالیٰ نے فرما دیا کہ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا تو ہر ایک طالب حق کیلئے ضروری ہوا کہ اسی جہان میں آنکھوں کا نور تلاش کرے اور اس زندہ مذہب کا طالب ہو جس میں زندہ خدا کے انوار نمایاں ہوں۔ وہ مذہب مردار ہے جس میں ہمیشہ کیلئے یقینی وحی کا سلسلہ جاری نہیں کیونکہ وہ انسان پر یقین کی راہ بند کرتا ہے اور انکو قصوں کہانیوں پر چھوڑتا ہے اور انکو خدا سے نومید کرتا اور تاریکی میں ڈالتا ہے اور کیونکر کوئی مذہب خدا نما ہوسکتا ہے اور کیونکر گناہوں سے چھڑا سکتا ہے جب تک کوئی یقین کا ذریعہ اپنے پاس نہیں رکھتا اور جب تک سورج نہ چڑھے کیونکر دن چڑھ سکتا ہے پس دنیا میں سچا مذہب وہی ہے جو خدا کے زندہ

مذہب اور انسانیت

مذہب ہی انسانیت کو بلند کرنیکا حقیقی ذریعہ ہے

ظہیر النساء بیگم۔ مدراس

ہماری عزیز بہن ظہیر النساء بیگم (مدراس) جن کے جوش اسلامی اور علمی قابلیت کا ذکر ان کالموں میں قبل ازیں ہو چکا ہے اپنے ایک گرامی نامہ میں لکھتی ہیں کہ پیغام صلح میں میرا تعارف ہونے پر مجھے جالندھر سے ایڈیٹر صاحب پرکاش نے ایک خط لکھا ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ میں مذہبی تبلیغ کے بجائے انسانیت کی تبلیغ کروں، کیونکہ مذہب کے نام سے بہت کچھ کشت و خون دنیا میں ہوا ہے جیسا کہ سنہ ۱۹۴۷ء کے بہیمانہ واقعات سے ظاہر ہے اس لئے مذہب کی بجائے لوگوں کو انسانیت محبت اور اخوت کا درس دینا ضروری ہے۔

اس کے جواب میں ممدوحہ نے ایک بسیط مضمون لکھکر بھیجا ہے، جس میں نہایت عمدگی کے ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ مذہب انسانی کشت و خون کا ذمہ دار نہیں بلکہ مذہب کو چھوڑ کر یا اس کے غلط استعمال سے ایسے بہیمانہ افعال ظہور میں آتے ہیں اور اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کو حقیقت میں مذہب انسانیت کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس نے انسان کو حیوانیت سے اٹھا کر انسانیت کے بلند ترین مدارج پر پہنچایا۔

(ادارہ)

آکاش صحافت پہ انسانیت کی پکاش جلانے والے بھائی۔

آپ کا پوسٹ کارڈ بتاریخ ۱۲-۱-۵۰ ملا۔ میں نے اس خط کی باریکی کو خوب بھانپ لیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ آپ انسانیت کا دم بھرتے ہیں لیکن آپ انسانیت کے دل و دماغ کو زیادہ تکلیف دینے والے ہیں، مجھے سخت افسوس ہے کہ آپ نے انسانیت کا پرچار کرتے ہوئے اپنی پہلی ہی تحریر میں میرے انسانی جذبات کو احمدیت پر نکتہ چینی کر کے ٹھیس لگائی یہ بات آپ جیسے لائق، بلند خیال، اور سب سے زیادہ انسانیت کے دیوتا پر پھول نچھاور کرنے والے دیش بھگت کی شان کے شایاں نہ تھی۔ خیر اب مجھے یقین ہے کہ آپ خود پشیمان ہوں گے کہ میں نے کیا کیا اور کیا ہو گیا۔ مگر میں بحیثیت ایک مسلمان آپ کو زیادہ چھیڑنا نہیں چاہتی کیونکہ یہ میرے اپنے مذہب کے شایان شان نہیں

پیغام صلح میں میرا جو خط شائع ہوا اس پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اسلام کی تبلیغ کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے انسانیت کی تبلیغ کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے اور آپ نے اپنی تحریر میں اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ آپ نے وید، بائیبل اور قرآن بھی پڑھے ہیں۔ لیکن میں اتنا ہی کہوں گی کہ آپ ان تینوں صحائف کو پھر دوبارہ تدبر اور غور سے پڑھیئے۔

انسانی کشت و خون اور مذہب

بحیثیت مسلمان چاہے کوئی کچھ کیوں نہ کہے لیکن میں کہتی ہوں کہ ہم صلح و امن کے حامی ہیں محبت و پیار کے دیوتا ہیں۔ اخوت و مساوات کے علمبردار ہیں اور اسی لحاظ سے جب ہم غور کرتے ہیں تو ہماری روح کانپ اٹھتی ہے کہ ان ظالموں نے مظلوموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صدا ویرانی ہو ان پر جنہوں نے ایک پر امن فضا کو جنگ و جدل میں تبدیل کر دیا۔ انسانی خون کو پانی کی طرح بہانے والے انسانی درندے انسانیت کے بلند مقام سے گر پڑے ہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ قتل و خون کا بازار مذہب کی وجہ سے گرم ہوا کہ انسانوں نے مذہب کو بالائے طاق رکھکر انسانی فرض کو بھلا دیا اور کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ آخر کس مذہب نے اس کی تعلیم دی ہے؟ کیا اسلام نے جس کے تمام اصول صلح و آشتی اور محبت و اخوت انسانی کا سبق دیتے ہیں، کیا سکھ مذہب نے؟ جس کے بانی اخوت و اتحاد انسانی کے معلم تھے، ویدوں کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی کیونکہ میں نے ان کو خود پڑھا نہیں اور جن لوگوں نے ان کے تراجم اور تفاسیر لکھی ہیں، مثلاً آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند ان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں غیر آریاؤں کو ملکشش اور ملیچھ کہا گیا ہے اور ان کے قتل و غارت اور تذلیل کی تعلیم دی گئی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

میں پھر آپ سے کہتی ہوں کہ آپ نے مذہب کا مطالعہ کیا ہے کیا آپ نے کسی مذہب کی یہ تعلیم دیکھی کہ انسان کو ظالم بن کر دوسرے انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگنے چاہئیں؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ انسان کے اپنے حیوانی جذبات ہیں جو مذہب سے کوسوں دور ہیں۔ اگست سنہ ۱۹۴۷ء والے فرقی جھگڑوں میں جو بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ بیشمار عورتوں کو بیوہ بنا دیا گیا بچے یتیم ہو گئے۔ عورتوں کی عزت لوٹی گئی۔ جان و مال کو آگ لگائی گئی۔ ملک کے زرخیز طبقوں کو خاک بنا دیا گیا آبادیوں کو ویرانوں میں تبدیل کر دیا گیا، یہ مذہب کا نہیں بلکہ حیوانیت کا ایک مظاہرہ تھا مگر واہ ری انسانیت ہندوؤں نے مسلمانوں کو مجرم قرار دیا اور مسلمانوں نے ہندوؤں کو۔ کیا یہی انسانیت تھی۔

انسانیت کی بلندی پر پہنچنے والے لوگ

تاریخی واقعات شہادت دے رہے ہیں۔ مذاہب ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہے کہ انسان مذہب کا حامی بن کر جھگڑے نہیں کرتا بلکہ محبت و امن قائم کرتا ہے اور جب مذہب سے دور ہو جاتا ہے اور روحانی طاقتوں سے اپنا منہ موڑ لیتا ہے تو اس وقت اس میں فرقہ داری آ جاتی ہے، وطن پرستی اس میں سما جاتی ہے، زرپرستی کا وہ شکار ہو جاتا ہے، اسی طرح بڑھتا بڑھتا زر، زن زمین کی خواہشات میں مبتلا ہو کر انسانیت کو مرنے مارنے پر تل جاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو خدا والا ہوتا ہے وہ اس بات کو سمجھتا ہے کہ مجھ سے زیادہ جاننے والا میرا خدا ہے اور میرے دل کی حالت کا علم رکھنے والا وہی عالم الغیب ہے لہٰذا میں دوسرے کی بربادی کے منصوبے نہیں کر سکتا۔ یہ وہ فلسفہ ہے جو انسان کو انسانیت کی بلند چوٹی پر پہنچا دیتا ہے اور انسانی ہمدردی و محبت و اخوت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس کے سینے میں موجزن ہو جاتا ہے اور یہ بات کسی انسان میں جب آ جاتی ہے تو ہندو اس کو سادھو، سنیاسی اور مہاتما کہتے ہیں اور ہم مسلمان اولیاء اللہ، قطب اور مجدد کے نام سے پکارتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ انسان کو انسان بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ ہندو یا مسلمان۔ لیکن یہ سبق آپ کو کس نے سکھلا دیا۔ کیا انسان چاند سورج ستارے۔ پہاڑ، شجر، حیوانات اور مٹی میں تراشی ہوئی مورتیوں کو اپنا رہبر و رہنما بنا سکتا ہے؟ بنا سکتا ہے تو پھر انسان کی انسانیت کیا رہی انسان اس حقیقت کا نام ہے جس میں سوچنے سمجھنے کا مادہ ہو۔ آپ بتائیے کہ سوچنے سمجھنے والا انسان کیا اپنے ہاتھ سے تراشی ہوئی مورتیوں کی پرستش کر سکتا ہے؟ ہوا، چاند، سورج، ستاروں کو اپنا رہبر بنا سکتا ہے اگر نہیں تو انسان کو انسانیت کے اصلی سانچے میں ڈھالنے کے لئے کون سے نظام کی ضرورت ہے؟

انسانیت کی اصلاح مذہب سے

یہ وہ سوال ہے جس کو آپ جیسے انسانی ہمدردی رکھنے والے بھائی ہی حل کر سکتے ہیں اگر آپ اس کا جواب نہیں دے سکتے تو پھر مجھے بتلا دیجئے کہ انسان کیونکر اصلی اور حقیقی انسان بن سکتا ہے۔

سچ ہے انسانیت کی اصلاح بھی مذہب ہے لیکن وہ کونسا ایسا مذہب ہے جو اس حقیقت کو پوری آب و تاب کے ساتھ پیش کر سکتا ہے یاایھا الذین آمنو علیکم انفسکم (اے ایمان والو تم اپنی اصلاح کی فکر کرو اپنی نفسوں کی طرف توجہ کرو اور دوسروں کی بربادی پر زور نہ لگاؤ) دیکھنے کو یہ قرآن مجید کی یہ ایک چھوٹی سی آیت ہے مگر انسانیت کے لئے یہ راز حقیقت ہے جو انسان کو حقیقتاً انسان بناتا ہے۔ یہی ایک ہی نہیں سینکڑوں آیات میں قرآن مجید سے پیش کر سکتی ہوں جس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اسلام کا نظام ہی دنیا کے لئے کارآمد ذریعہ ہے۔

آج دنیا میں ایک خوف و خطر سا چھایا ہوا ہے، انسانیت بے چین اور بیقرار ہو کر تڑپ رہی ہے کسے معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے اور کیا مصیبتیں ڈھائی جانے والی ہیں آپ جیسے انسانیت کے دم بھرنے والوں کے پاس اس خوف و خطر کو دور کرنے کے لئے کیا ہے؟

آنحضرت صلعم سے پہلے عرب کی حالت

سنئے، انسانیت کا دم بھرنے والے بھائی سنئے! اور غور سے سنئے، کیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر انسانیت کے لئے کوئی اور معلم اور بہترین نمونہ ہو سکتا ہے۔ ایک امی ایسی سرزمین سے اٹھتا ہے جہاں کی حالت آپ جیسے انسانیت کا دم بھرنے والے غور سے مطالعہ کریں تو خون کے آنسو آپ کی آنکھ سے جاری ہو جائیں گے ایک انسانیت کی انسانیت پستی کی طرف اپنے گناہوں کی وجہ سے مجسم ہو کر حیثیت میں بہہ جا رہی تھی نشہ بازی، جوا بازی، زنا کاری، بدکاری اس حد تک تجاوز کر چکی تھی کہ انسانیت کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ چکا تھا جسم کے لحاظ سے گو انسان بستے تھے مگر حیوانوں سے بدتر تھے۔ عرب سوسائٹی میں عورت کا کوئی مقام ہی نہ تھا وہ جانوروں سے بدتر تھی ایک باپ اپنی نو مولود لڑکی کو

(باقی بر صفحہ ۔)

پیغامِ صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲

بکوشید اے جواناں..........

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

یہ وہ پیغام ہے جو حضرت مسیح موعود نے آج سے کئی برس پہلے نوجوانوں کو دیا تھا دین میں قوت کے پیدا ہو جانے کی آپ نے اس زمانہ میں بشارت دی جبکہ اس کے حصول کے لئے بظاہر کوئی سامان موجود نہ تھے، نہ صرف مسلمانوں کی مادی قوت ختم ہو چکی تھی مگر خود اسلام بھی صید لاغر کی طرح مخالفین کے سامنے پڑا ہوا تھا۔

حضرت امام زمان نے ایسے نازک وقت میں خدا تعالیٰ سے اسلام کے استحکام کی بشارت پا کر کھلے الفاظ میں پائی

بشارت کہ وقت تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں بر منار بلند تر
محکم افتاد۔

یہ خوشخبری اس وقت اپنوں اور بیگانوں میں ایک واہمہ سے بڑھکر حقیقت نہ رکھتی ہو تو ہو لیکن آج یہ خوشخبری ایک مجسم حقیقت بن چکی ہے۔ اسلام اپنی روحانی تاثیرات کے ذریعہ سے دنیا پر غالب آ رہا ہے دنیا کے بڑے بڑے مفکرین اب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ صلح اور امن سوائے خدا کی طرف لوٹنے کے حاصل نہیں ہو سکتا یہ انقلاب جو آج خیالات میں ہمیں نظر آ رہا ہے یہ در حقیقت دین اسلام کو اپنانے کی طرف ایک اقدام ہے۔ سچ ہے

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج

حضرت مرزا صاحب نے خدا سے علم پا کر اس بات کی بھی بشارت دی کہ اب اسلام کے دنیا میں پھیلنے کا وقت آ گیا ہے اور عنقریب دنیا لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ لے گی۔ نیز فرمایا:

"اب خدائی فیصلہ ہے کہ اسلام دنیا پر غالب آ سکے"

کس قدر خوش قسمت ہے وہ قوم جس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے اس حتمی فیصلہ کو پورا کرنے کے لئے ایک وسیلہ بنایا ... سورۃ صف کے دوسرے رکوع کی ابتدائی آیات میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کو خدا کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے خرچ کرنا ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے "الفوز العظیم" کہکر بیان فرمایا ہے۔

ہمارے آباد اور ہمارے بزرگوں نے اس سلسلہ کی خدمت کر کے اس نعمت سے وافر حصہ پایا۔ اب اگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے دنیا میں پھیلنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور اس کی تبلیغ کے لئے اپنے اموال و جانوں کو خرچ کرنا اتنی خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے سے حصہ لینا ہے تو ہم نوجوانوں کو اپنی حالت کا جائزہ لینا ہوگا کہ آیا ہم نے اپنے آپ کو اس نعمت کے حاصل کرنے کا اہل بنا لیا ہے اچھی طرح سوچکر دیکھ لو وہ بزرگ جو حضرت مسیح موعود کی صحبت میں رہ کر اس چشمۂ ربانی سے سیراب ہوئے تھے اور جنھوں نے آپ کی وفات کے بعد اس چشمہ سے دنیا کو فیضیاب کرنے کی انتہائی کوششیں کیں ان میں سے بہت سے روشن ستارے آج ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں اور ان میں سے جو ہم میں موجود ہیں وہ بھی نجم السحر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آج حضرت مولنا نور الدین علیہ الرحمۃ ...... حضرت مولانا عبد الکریم صاحب خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہم میں موجود نہیں ہم ... اپنی حالتوں کا جائزہ لینا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب یہ بوجھ ہمارے کندھوں پر پڑے تو ہم نا اہل ثابت ہوں۔ اور ہماری ناتجربہ کاری اس عظیم ...... بار کو نہ سنبھال سکے۔ اور ہمارے حصہ کی نعمت عظمیٰ جس سے ہمارے بزرگوں نے بفضل خدا وافر حصہ لیا ہے ہم سے چھن جائے اور وہ کھیتی جس کو ہمارے آباء نے اپنے لہو سے سینچا تھا اور جس کی آبیاری انہوں نے اپنے آنسوؤں سے کی تھی، وہ خشک ہو جائے اگر ہم نے آج سستی اور غفلت سے کام لیا تو یقیناً یہ اپنی جانوں پر ظلم عظیم ہوگا نہ صرف اپنی جانوں پر بلکہ آئیندہ آنے والی نسلوں پر بھی۔

اسلام تو دنیا میں غالب آکر ہی رہیگا لیکن اگر آج ہم نے اپنے اعمال میں کوتاہی کی تو ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ کو ہم سے چھین نہ لے اور اپنے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے اپنے اٹل قانون ویستبدل قوما غیرکم کے ماتحت کسی اور قوم کو کھڑا نہ کر دے۔

اگر ہمارے قلوب میں بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی موجود ہے اور نیز ہم چاہتے ہیں کہ اس نعمت عظمیٰ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ہمیں ملی ہے ہمیشہ بہرہ ور ہوتے رہیں تو ہمیں چاہیئے کہ اس پیغام کو جس کے ساتھ کہ اب تمام نسل انسانی کی فلاح و بہبود وابستہ ہے اور جس کے غالب آنے کا خدائی فیصلہ بھی ہو چکا ہے اسے دنیا میں سربلند کرنے کے لئے جلد ہی اپنے اندر علمی اور عملی لحاظ سے وہ بلندیاں پیدا کریں جن کے باعث آنے والے وقت میں ہم اس خدمت کو بجا لانے کے اہل ثابت ہو سکیں۔

قوم کے اراکین بھی اگر سلسلہ ہدایت کو اپنی ذریت میں چلانا چاہتے ہیں (یقیناً یہ ان کی دلی خواہش ہے) تو وہ مستقبل قریب میں ہی اپنے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اور ان کے اندر اس اہلیت کو پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوں نوجوانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ جماعت کے بزرگوں سے بصد ادب استدعا کریں کہ وہ ان کی علمی لیاقت کو بڑھانے کیلئے اور اس نور سے جس کو انہوں نے براہ راست حضرت امام زمان سے لیا تھا منور کرنے کے لئے کوئی مستقل انتظام فرمائیں۔ تا قوم آئیندہ بھی اس نعمت عظمیٰ سے متمتع ہوتی رہے۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

(محمد یحییٰ بٹ)

دعائے صحت

مولوی دوست محمد صاحب مدیر "پیغام صلح" کے متعلق پچھلی اشاعت میں لکھا جا چکا ہے کہ ان کا پاؤں پھسلنے کی وجہ سے ٹانگ میں سخت چوٹ آئی ہے اب معلوم ہوا ہے کہ ران کا جوڑ اتر گیا ہوا ہے، احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ملک کرم الٰہی صاحب کی صحت کے لئے احباب دعائیں جاری رکھیں۔

مولوی فضل حق صاحب، موہر (ضلع سیالکوٹ) بیمار رہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے

ذکر و فکر

شیخ محمد طفیل صاحب

"ایڈیٹر قرآن"

چند دن ہوئے انگریزی اور اردو اخبارات میں قرآن مجید کے متعلق ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس کے متعلق معاصر امروز نے یہ سوال اٹھایا کہ مولوی احمد علی صاحب کو اس قرآن کا ایڈیٹر سمجھنا بڑی جسارت ہے (اشتہارات میں مولوی صاحب کو ایڈیٹر ہی لکھا گیا تھا اور اب بول کر مترجم کر دیا گیا ہے) ایڈیٹر کے اختیارات بڑے وسیع ہوتے ہیں وہ مسودات میں کمی بیشی کا مجاز ہوتا ہے۔ مولوی احمد علی صاحب نے اگر اس قسم کے ترتیب و تدوین کے فرائض سر انجام دیئے ہوں تو خیر ورنہ ان کے جن حاشیہ نشین نے اس قسم کے الفاظ ان کی طرف منسوب کئے اس نے یقیناً ایک بڑی غلطی کا ارتکاب کیا۔

معاصر امروز نے مسئلہ کی توضیح و تصریح کے لئے مزید ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی ترتیب تو رسول اللہ صلعم کے دست مبارک سے انجام پائی تھی اور وہی اس کے صحیح ایڈیٹر کہلا سکتے ہیں۔

اس بیان سے ایک اور غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔ قرآن مجید کا نزول گو مختلف اوقات پر مختلف حالات میں ہوا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس ترتیب میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل ہے خود تنزیل کے الفاظ میں ترتیب کا مفہوم پایا جاتا ہے قرآن مجید کی ترتیب نبی کریم صلعم نے اپنی مرضی سے نہیں کی بلکہ وحی الٰہی کے مطابق کی۔ اور اس حیثیت سے نبی کریم صلعم کو قرآن کا ایڈیٹر کہنا بھی درست نہیں خصوصاً جبکہ ایڈیٹر کو مسودات میں ترمیم تنسیخ کا بھی اختیار ہوتا ہے۔

"خطبہ جمعہ"

"قادیانی نبی کی متضاد باتیں"

اخبار آزاد جو جماعت احرار کا ترجمان ہے اس کے ۹ر جنوری کے پرچہ میں مولوی احمد علی صاحب کا خطبہ جمعہ شائع ہوا جس میں حضرت مرزا صاحب کے مختلف اقوال جمع کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ حضرت صاحب کے کلام میں تناقض ہے اس لئے وہ اپنے ہی فتوے کے مطابق خارج از اسلام ہیں وغیرہ۔

احمدیت کی جا و بے جا مخالفت اور بانیٔ احمدیت کے خلاف گوہر افشانیاں ہمارے علمائے کرام کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس خطبۂ جمعہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب موصوف کو معلوم ہی نہیں کہ کسی کے کلام میں تناقض ثابت کرنے کے لئے موضوع، محمول، مکان، اعتبار وغیرہ کا یکساں ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک لفظ کسی مقام پر ایک اعتبار سے لکھا گیا ہے اور وہی لفظ دوسرے مقام پر دوسرے اعتبار سے استعمال کیا جائے تو اسے ہم تناقض نہیں کہہ سکتے۔ اسی قسم کی شرائط کا لحاظ نہ رکھنے کے باعث پنڈت دیانند نے قرآن مجید کے متعلق ستیارتھ پرکاش میں لکھا تھا۔

"کہیں قرآن میں لکھا ہے کہ اونچی آواز سے اپنے پروردگار کو پکارو اور کہیں لکھا ہے دھیمی آواز سے یاد کرو۔ کہیں خدا کو محیط کل لکھا ہے اور کہیں محدود المکان۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن ایک شخص کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ بہت سے لوگوں کا بنایا ہوا ہے"

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۴)

جس قسم کے حوالہ جات اس خطبہ میں دیئے گئے ہیں وہ بھی اسی قسم کے ہیں جن کا ہماری طرف سے کئی دفعہ جواب دیا جا چکا ہے کئی حوالے نامکمل ہیں یا انہیں کھینچ تان کر دوسرے اقوال کا نقیض ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کئی حوالہ جات کا مولوی صاحب مطلب ہی نہیں سمجھے اور فوراً تضاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔

حضرت صاحب نے ایک جگہ لکھا تھا کہ قادیان میں اس قسم کی طاعون نہیں ہوگی جیسے طاعون جارف یعنی جھاڑو دینے والی طاعون کہا گیا ہے (مواہب الرحمن[؟] صفحہ ۵) اور ان معنوں میں قادیان یقیناً اس برباد کن طاعون سے محفوظ رہا۔ قادیان میں تھوڑی بہت جو طاعون ہوئی اس دوران میں شریف احمد صاحب بیمار ہو گئے اس پر حضرت صاحب نے لکھا کہ جب قادیان میں طاعون زوروں پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا" اب اس سے یہ مطلب نکالنا کہ قادیان میں بربادی بخش طاعون پھوٹا خلاف واقعات اور حضرت صاحب کی تحریر کے منشاء کے برعکس ہے۔ یہاں "زوروں پر" کا لفظ نسبتی طور پر استعمال کیا گیا ہے جس کا مفہوم یہیں تک محدود ہے کہ قادیان میں جتنی طاعون ہوئی جب وہ اپنے زوروں پر تھی"

اسی طرح حضرت مسیح کے متعلق مولوی صاحب نے وہ تمام اقوال درج کئے ہیں جن کے متعلق حضرت صاحب بارہا لکھ چکے ہیں کہ یہ اقوال محض الزامی جواب کے طور پر ہیں اور ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں جنہیں ہم خدا کا سچا نبی مانتے ہیں اگر مولوی صاحب اس امر کو اپنے خیال شریف میں نہ لا سکیں تو میں انہیں ایک آسان صورت بتلاتا ہوں۔ جب ہم کسی ہندو سے اسی کی مذہبی کتاب سے پرمیشور کے متعلق گفتگو کریں تو اس سے یہ مطلب نکالنا کہ ہمارا خدا تعالیٰ کے متعلق یہی خیال ہے درست نہیں ہم ہندوؤں کو سمجھانے کے لئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جسے ہندی زبان میں پرمیشور بھی کہتے ہیں اس کی یہ صفات ہیں لیکن سیاق و سباق میں اگر ہم صرف وید کے تصور الوہیت پر بحث کریں تو ہمارے موضوع کو وہیں تک محدود سمجھنا چاہیئے اور وہ عقاید ہماری طرف منسوب نہیں کئے جانے چاہئیں جن کی ہم کھلے طور پر تردید کرتے ہیں حضرت صاحب کے اس قول کا یہی مفہوم ہے "مسیح بن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں"

دو اور اقوال میں تضاد ملاحظہ ہو

(۱) خدا نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا

(۲) حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ"

دوسرے قول میں حضرت نے مراد حقیقی باپ کے نہیں لئے۔ لیکن جب نیت کسی بات کے سمجھنے کی نہ ہو تو پھر ایسے لوگوں کو قرآن کے ان اقوال میں بھی تضاد ہی نظر آئے گا جہاں ایک طرف کافروں اور منافقوں سے جہاد کرنے کا اور سختی کرنے کا حکم ہے اور دوسری طرف لکھا ہے کہ "لا اکراہ فی الدین"۔

خیر ان مولویوں کو ایسے مشاغل مبارک ہوں جو زبان حال پکار پکار کر کہہ رہے ہیں بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

(مذہب اور انسانیت - بقیہ از صفحہ ۲)

ڈھیروں خاک کے نیچے دفن کر دیتا تھا، اس لئے کہ اس نے عورت کا جنم لیا تھا۔ باپ مرتا اور بیٹا اپنی ماؤں کو عقد نکاح میں لے آتا تھا مولانا حالی نے اس عالم جہالت کو کیا خوب بیان کیا ہے فرماتے ہیں سے

کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا
یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی روز چلتی تھی تلوار ان میں

پھر فرماتے ہیں سے

جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

انسانیت کا حقیقی معلم

اب بھلا بتایئے کہ اس پستی کے گڑھے میں گری ہوئی انسانیت کو اوپر اٹھانے اور اس کے حقیقی مقام پر کھڑا کرنے کا کام کچھ معمولی کام تھا؟ جس کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نے سرانجام دیا، یہودیوں کے مقدس راہب اور . . . . . . عیسائیوں کی بڑی بڑی سلطنتیں اور پادری تو اس کام کو نہ کر سکے۔ اگر کیا تو اس امی انسان نے جو انسانیت کا حقیقی محسن تھا اس نے ان لوگوں کو نہ صرف انسان بلکہ فرشتے بنا دیا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بیسیوں ایسے اقعات آپ کو ملیں گے، جن میں آپ نے اختلاف مذہب، دشمنی اور عناد کا ذریعہ بنانے کے بجائے شدید ترین دشمنوں اور مخالفوں کو محبت اور پیار کی نظر سے دیکھا اور ان کے قصوروں کو معاف کر دیا سراقہ بن جعشم ایک سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنے کے . . لالچ میں آپ کا تعاقب کرتا ہے اور آپ کو پا لیتا ہے لیکن وہ خود گھوڑے کے گر جانے کی وجہ سے اس کی جرأت ختم ہو جاتی ہے اور معافی مانگنے لگتا ہے ایسے خونی دشمن کو آپ نہ صرف معاف کر دیتے ہیں بلکہ اسے کسریٰ کے کنگن پہننے کی بھی بشارت سناتے ہیں۔ آپ کے چچا حمزہ جنگ میں شہید ہوتے ہیں دشمنوں میں سے ہندہ نامی عورت ان کا کلیجہ نکال کر چبا جاتی ہے، آپ کو یہ سن کر کتنا صدمہ اور دکھ ہوا ہوگا، لیکن جب مکہ فتح ہوتا ہے اور وہی ہندہ سامنے آتی ہے تو کوئی ملامت سے نہیں کرتے اور نہ صرف اس کو بلکہ تمام ان دشمنوں کو جنہوں نے آپ کو گھر سے نکال کر آپ کی جان لینے کے منصوبے کئے۔ فوجیں لیکر آپ پر حملہ آور ہوتے

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

جہانِ نو میں اسلام کا مقام
اشتراکیت پر ایک کاری ضرب

تقریر مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع بر موقعہ جلسہ سالانہ
بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء

(۲)

گزشتہ اشاعت میں مرزا صاحب موصوف نے صحابہ کے چند ایک واقعات بیان کئے تھے جن میں انہوں نے بتایا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ کس طرح غرباء کی مدد کے لئے اپنے اموال کو خرچ کرتے تھے۔ اور نیز یہ بھی ثابت کیا تھا کہ صحابہؓ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے اور اپنی ضروریات کو ان کی خاطر قربان کر دیتے تھے۔ ادارہ

بعض اوقات ہمارے فریب خوردہ مسلمان نوجوان یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو پچھلوں کی کہانیاں ہیں۔ ان کہانیوں سے اشتراکیت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

سنو! یہ پچھلوں کی کہانیاں نہیں بلکہ یہ اسلام کی بنی نوع انسان کی ہمدردی کی تعلیم پر مسلمانوں کے عمل کا تذکرہ ہے۔ اشتراکیت کی ادھوری اور نکمی تعلیم پر تو تم عمل کرنے کو تیار ہو گئے لیکن اسلام کی سنہری کامل اور مکمل پاکیزہ تعلیم پر عمل کرنے سے گریز کرو۔ اور اس پر عمل پہلے بزرگوں کا ہی فرض سمجھو۔ پدرم سلطان بود کے آواز سے کسنے والو تم نے نہیں دیکھا کہ قرآن پاک نے ہمارے اسلاف اور انبیائے سابقین کے تذکرہ سے ہمیں زندہ کر دیا اور مسلمانوں نے ان برگزیدہ ہستیوں کے زندگی کے حالات سے زندگی حاصل کی۔ ہاں ہاں تمہیں انگریزوں کے مقرر کردہ بیہودہ اور ناکام نصاب تعلیم سے فرصت ہو تو تم قرآن کا علم بھی حاصل کرو۔ بقول اکبر الٰہ آبادی

> قرآن کو دیکھیں گے ذرا پاس تو ہو لیں
> وانا س بھی پڑھ لیں گے ذرا پاس تو ہو لیں

آج مسلمان نوجوان کو اپنے بزرگوں کے حالات سننے سے انقباض ہو رہا ہے۔ لیکن وہ رات دن کارل مارکس، لینن اور سٹالن کے حالات پڑھنے اور سننے میں انہماک سے کام لے رہا ہے۔

> مسلمانوں کا وہ آئین طبع مستقبل بدلا
> گئی عربی چھٹا قرآن زبان بدلی تو دل بدلا

انگریز کے منحوس دور نے ہمارے نوجوانوں کے دل و دماغ پر ایسا برا اثر ڈالا کہ وہ اپنی سنہری تاریخ سے بیگانے ہو کر رہ گئے۔ اقبال مرحوم نے کیا سچ فرمایا ہے

> وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
> اسے کیا خبر کہ کیا ہے وہ رسم و راہ شاہی

تو ہاں بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اسلام کے قلب جگر کی چند نمونے ہم پیش کرتے ہیں۔

بڑائی دولت سے نہیں عمل سے ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک دوست کے ساتھ بیٹھے تھے کہ سامنے سے ایک شخص گذرا۔ حضرت نے اپنے ہمنشین سے پوچھا اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ہمنشین نے عرض کیا کہ یہ شخص طبقہ امراء میں سے ہے۔ اگر رشتہ طلب کرے تو منظور کیا جائے۔ اگر سفارش کرے تو قبول کی جائے اور اگر بات کرنا چاہے تو لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنیں۔ حضرت یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سامنے سے ایک اور شخص گذرا۔ حضرت نے پھر اپنے ہمنشین سے دریافت فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو ہمنشین نے عرض کیا کہ یہ شخص طبقہ غرباء کے مہاجرین میں سے ہے اگر رشتہ طلب کرے تو انکار کر دیا جائے اگر سفارش کرے تو رد کر دی جائے اور اگر بات کرنا چاہے تو کوئی توجہ نہ دے۔ اس پر حضور سرور کائنات نے اپنے ہمنشین دوست کو جواب دیا (اشتراکیو! ذرا کان کھول کر سنو) فرمایا کہ:۔

اس پہلے امیر انسان جیسے انسانوں سے ساری زمین بھر دی جائے تو بھی اس ایک غریب انسان کے برابر نہیں ہو سکتے۔

حضرتؐ کے قلب میں غرباء کیلئے درد

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چاندنی رات میں شہر سے باہر ایک سنسان میدان میں اکیلے ٹہل رہے تھے۔ حضرتؐ کے ایک عاشق ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ حضرت کی تلاش کرتے وہاں پہنچے۔ حضرت کی نظر پڑی تو پوچھا کون؟ ابو ذر نے کہا ابو ذر۔ فرمایا ابو ذر کو بلا لیا اور وہ بھی ساتھ ٹہلنے لگے فرمایا:۔ ابو ذر۔ اس دنیا میں جو لوگ تمہیں امیر نظر آتے ہیں۔ یہی لوگ اگلی دنیا میں غریب ہوں گے۔ ہاں جو امیر اپنے دائیں بائیں۔ اپنے آگے اور پیچھے اپنا مال مخلوق خدا میں لٹاتے چلے جاتے ہیں۔ وہ اگلی دنیا میں بھی امیر ہوں گے۔ کتنا درد ہے غریبوں کا حضور رحمۃ للعالمین کے قلب مبارک میں اور امراء کو کس کس رنگ میں غرباء پر توجہ دلائی ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مسلمان حاضر ہوا اور حبشہ کی ہجرت کے متعلق سوال کیا کہ وہ بھی حبشہ کی طرف ہجرت کا خیال رکھتا تھا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کچھ اونٹ اور اونٹنیاں ہیں۔ اس مسلمان نے عرض کیا کہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا آپ ان کی زکوٰۃ نکالتے ہیں عرض کیا ہاں زکوٰۃ برابر نکالتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ کیا جب اونٹنیوں کا دودھ دوہ کر گھر لایا جاتا ہے تو اس دودھ میں سے غرباء کو بھی دیا جاتا ہے تو عرض کیا ہاں غرباء کو بھی دیا جاتا ہے تو اس پر رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ آپ کی ہجرت یہی ہے کہ آپ اپنے اس مفید کام میں لگے رہیں۔ خدا کے رسولؐ نے گوارا نہ فرمایا کہ ایسے نافع الناس وجود کو سمندر پار بھیج دیں کہ اس طرح بہت سے غریبوں کی امداد بند ہو جائے گی۔

صحابہ پر اثر۔ حضرت علیؓ نے تمام کمائی ایک سائل کو دیدی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی بنی نوع انسان کے حقیقی درد نے حضرت کے دوستوں کو بھی بیتاب کر رکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خدمت خلق کے قصے تو زبان زد خلائق ہیں کہ کس طرح انہوں نے رات دن مخلوق خدا کے دکھ درد کو دور کرنے میں اپنے مال کو پیش کیا اور مساوات نسل انسانی پر ان بزرگوں کے ایسے کارنامے ہیں کہ رہتی دنیا تک تاریخ اس بے بہا دولت کو اپنے سینے سے چمٹائے رکھے گی۔ یہاں میں حضرت علیؓ کی ایک دو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بار محنت مزدوری کر کے دو درہم کما کر لائے۔ گھر میں حسن و حسین جیسے لعل اور فاطمہ جیسی خاتون جنت فاقہ کش تھے۔ گھر کے قریب پہنچے ہی تھے کہ پیچھے سے ایک سائل کی آواز آئی۔ پلٹ کر ایک درہم ایک سائل کو دے دیا۔ سائل اس درہم کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا کہ کھرا ہے کہ کھوٹا۔ یہ کیفیت ایک تیسرا شخص بھی دیکھ رہا تھا اس نے سائل کو ٹوکا کہ کیا تم نے ان کے پاس کوئی چیز بیچی ہے کہ یوں درہم کے کھرے کھوٹے ہونے کو پرکھ رہے ہو۔ سائل نے جواب دیا کہ ہاں میں نے ان کے آگے اپنی آرزو بیچی ہے۔ جب میں نے سوال کر دیا تو اب میری آبرو ہی کیا ہے۔ حضرت علی اس سائل کا جواب سن کر تڑپ اٹھے اور دوسرا درہم بھی اس سائل کو دے کر فرمایا:۔

" بھائی معاف کرنا میں نے آپ کی آبرو کی قیمت پوری ادا نہیں کی اب تو میرے پاس اور کچھ نہیں"۔ روٹی کے چند ٹکڑے اور گندم کے چند دانے برابر تقسیم کر دینے والے اشتراکیو! یہ ہے اسلام کی تعلیم کا اثر کہ اپنی ساری کمائی پیش کر دینے کے بعد معافی بھی مانگی جاتی ہے۔ یہ ہے بنی نوع انسان کا اصل درد جو اسلام نے اپنے متبعین کے قلب و جگر میں پیدا کیا۔

حضرت علیؓ نے ملازم کیلئے اپنے سے بہتر لباس سلوایا

اور سنو! حضرت علی نے اپنی خلافت کے عہد میں اپنے ملازم کو بازار بھیجا کہ ان کے لئے اور اپنے لئے کپڑا خرید لائے۔ ملازم اپنے لئے ایک موٹا جھوٹا کپڑا اور حضرت علی کے لئے ایک قیمتی کپڑا خرید لایا۔ حضرت نے درزی کو طلب فرما کر موٹا جھوٹا کپڑا اس کے آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ اس کپڑے سے میرا لباس تیار کر دو اور اس دوسرے کپڑے سے اس ملازم کا لباس تیار کر دو۔ ملازم با ادب آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضرت کو غلطی لگی ہے جس کپڑے سے حضرت نے میرے لباس کا حکم فرمایا ہے یہ کپڑا بہت قیمتی ہے اور یہ کپڑا میں حضرت کے لئے خرید کر لایا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ کونسا کپڑا قیمتی ہے اور کونسا گھٹیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ تم جوان ہو۔ یہ قیمتی لباس تمہارے ساتھ سجے گا۔ اللہ ہٹ کیا۔ سنو سالم بوڑھا سٹالین آج اپنے کسی ادنیٰ ملازم کو اپنے سے بہتر اور قیمتی پوشاک پہنا سکتا ہے؟

اشتراکیت اور دور غلامی

اشتراکیت کا انتہائی معراج یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق کام دیا جائے اور ساری کمائی حکومت سنبھال

لے اور پھر سبکو برابر برابر کھانا کپڑا وغیرہ تقسیم کر دیا جائے۔ اشتراکیت کا یہ نظام پرانے زمانے کے دورِ غلامی کی یاد پھر تازہ کر دیتا ہے، اور انسانوں کو پھر اسی پستی کی طرف لے جاتا ہے جس پستی سے انسان نکل چکا ہے۔ پرانے زمانے میں سرمایہ دار سو سو پچاس پچاس غلام خرید لیتے اور پھر ان کو کام پر لگا دیتے ان کی ساری کمائی خود سنبھال لیتے اور ان غلاموں کو صرف کپڑا کھانا اور رہنے کو جگہ مہیا کر دیتے۔ ان غلاموں کا اپنی کمائی پر کوئی اختیار نہ ہوتا کہ اپنی مرضی سے اس میں سے ایک پائی بھی خرچ کر سکیں۔ اشتراکیوں نے خدا سے انکار کی ایک وجہ یہ بھی پیش کی تھی کہ خدا کے ماننے سے اس کے احکام کی تعمیل کرنی پڑتی ہے اور یوں انسان کا ارادہ اور اختیار سلب ہو کر رہ جاتا ہے لیکن اشتراکیت کے نظام کے تحت ان کا ارادہ اور اختیار ایسا مفلوج ہو کر رہ گیا ہے کہ ان کا اپنی کمائی پر کوئی اختیار نہیں سب سمیٹ کر حکومت اسی طرح لے جاتی ہے جس طرح پہلے زمانے کے غلاموں کے آقا۔ اسلام ہر انسان کو ترقی کا کھلا میدان پیش کرتا ہے اور اس کی بڑی سے بڑی کمائی کا اسی کو مالک قرار دیتا ہے اور اسے اختیار بخشتا ہے کہ اپنی مرضی سے اپنی کمائی کو خرچ کرے ڈنڈے کے زور سے حکومت کے حوالے اپنی کمائی کر دینے کا کوئی اجر نہیں۔ ہاں خدا کی محبت میں اپنے اختیار سے اپنی کمائی مخلوق خدا پر خرچ کرنے کا اجر ہے۔

اشتراکی نظام کی ایک مثال

غلامی کے دور کے علاوہ اشتراکی نظام کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ جیل خانہ کا نظام جیل خانہ میں بھی جیلر (داروغہ) قیدیوں کو انکی حیثیت کے مطابق کام دیتا ہے اور پھر ایک جیسی وردی اور ایک جیسا کھانا دے دیا جاتا ہے۔ ان کی بنائی ہوئی قالینوں۔ دریوں، چٹائیوں وغیرہ سے وصول شدہ روپیہ حکومت سنبھال لیتی ہے اور ان غریب قیدیوں کو اپنی اس کمائی پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اشتراکی دوستو! تمہارا نظام ایک غلامی کا نظام اور جیل کا نظام ہے اور کیا تم غلاموں اور قیدیوں سے اس دنیا کو بھر دینا چاہتے ہو۔ اسلام انسانوں کی یہ ذلت ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ اور وہ کسی مزدور کے پسینے کی کمائی اس کے ہاتھ سے چھین لینا ایک ظلم عظیم سمجھتا ہے۔

اشتراکیت کا مقصود

غریبوں کا درد نہ ٹروٹسکی کے دل میں ہے نہ سٹالن کے جگر میں۔ اصل چیز یہی ہے کہ وہ اپنے سرمایہ کے ذریعہ مارکیٹ اور بازار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ مساوات مساوات کے فرضی وعظ سے لوگوں پر چھا جانا چاہتے ہیں تاکہ مختلف اقوام اور ان کا بازار ان کے قبضے میں آ جائے یہ سارا جھگڑا تجارت کا ہے کوئی ڈالر دے کر اپنے حق میں زمین کو ہموار کر رہا ہے تو کوئی بنی نوع انسان کے درد سے فرضی بیقراریاں پیش کر کے لوگوں کی توجہ کو کھینچنا چاہتا ہے

فکر غم آرزو سے راحت ہے
یہ محبت نہیں تجارت ہے

اسلام کا مستقیم نظام

اسلام سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مقابلہ میں اپنا نظام پیش کرتا ہے اسے نہ تو اشتراکیت کی ادھوری مساوات اور غریبوں کے پسینہ کی کمائی غصب کر لینا پسند ہے اور نہ وہ مال جمع کر کے اس پر سانپ بن کر بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے خیرات صدقات، زکوٰۃ، مصارف حج، مصارف جہاد۔ اشاعت اسلام پر خرچ ماں باپ۔ بہن بھائی۔ بیوی بچے، اور رشتہ داروں کا حصہ۔ غرض ایک راہ سے آئی ہوئی دولت کو اسلام ہزاروں راہوں سے نکال کر مخلوق خدا میں بکھیر دیتا ہے اور انسان کو کس قدر لذت اور راحت ہوتی ہے جبکہ ان تمام راہوں میں اپنے ہاتھ سے مال خرچ کرتا ہے۔

سرمایہ داری کا حقیقی علاج ـ خدا پر یقین

اشتراکیوں سے جب پوچھا جاتا ہے کہ آخر غریبوں کی امداد کیوں کی جائے تو وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ عقل کا تقاضا ہے کہ غریبوں کی امداد کی جائے لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کی عقل کا یہ تقاضا ہے۔ سرمایہ داروں کی عقل کا تقاضا تو اس سے مختلف ہے عقل کی بنا پر تو یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اختلاف پیدا ہو گیا تو اس پر گھبرا کر اشتراکی حضرات کہدیا کرتے ہیں کہ انسانی فرض ہے کہ غریبوں کی حمایت و امداد کی جائے یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ فرض عائد کس نے کیا مزدوروں اور سرمایہ داروں کا تو آپس میں جھگڑا ہے پھر یہ فرض عائد کرنے والی کوئی تیسری ہستی ہی ہونا چاہیئے اور اسی کا نام ہے خدا خدا کی ذات ہی ہے جو سرمایہ دار اور مزدور کا فیصلہ کرا سکتی ہے۔ اور یہ خدا ہی ہے جس پر مزدور اپنی جان اور بچوں اور سرمایہ دار اپنے مال اور جائیداد کو قربان کر دیگا اور اپنے اپنے ایمان اور جذبے کے مطابق اجر پائے گا۔ دنیا کا کوئی نظام سرمایہ داروں اور مزدوروں میں صلح نہیں کرا سکتا ایک اور صرف ایک نظام جس کا نام اسلام ہے۔ دونوں کا ہاتھ تھام کر دونوں کے سامنے مساوات کا ایسا درس رکھتا ہے کہ دونوں خدا کی ذات پر پروانہ وار جمع ہوتے ہیں اور دونوں کو روٹی اور سرمایہ ہیچ نظر آنے لگتا ہے مزدور اپنی معمولی کمائی خدا پر قربان کر رہا ہے تو سرمایہ دار اپنی بڑی بڑی کمائی خدا کے حضور پیش کر کے راحت قلب حاصل کرتا ہے خدا سے پیوند اور تعلق پکڑنے کے بعد مزدور اور سرمایہ دار دونوں کے دل اطمینان سے لبریز ہو جاتے ہیں اور یوں مزدور کی قوت بازو سرمایہ دار کی حفاظت کے لئے آگے بڑھتی اور سرمایہ دار کی دولت مزدور کی خدمت کے لئے وقف ہو جاتی ہے۔ کیا عثمان رض۔ عبدالرحمٰن بن عوف رض اور زبیر رض جیسے دولت مند اور ضرار رض خالد رض اور علی رض جیسے فاقہ مست یہی رنگ دنیا میں پیش نہیں کر گئے۔ دونو فریقوں کے سامنے خدا کا پاکیزہ اور روشن چہرہ تھا اور دونوں نے محض خدا کی محبت میں ایک دوسرے کو گلے لگایا جہاں ان امیروں کی دولت نے غریبوں کی خدمت کی تو وہاں ان فاقہ مستوں کی قوت بازو نے امیروں کی حفاظت کی۔ آج بھی یہ رنگ پیدا ہو سکتا ہے بشرطیکہ لوگ ٹروٹسکی اور سٹالین کے چہروں کی جگہ خدا کا چہرہ اپنے سامنے رکھیں۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

ہمارے بعض نوجوان جو رات دن اسلامی لٹریچر کی جگہ اشتراکی لٹریچر پڑھنے لگتے ہیں یا بدقسمتی سے یورپ اور امریکہ سے ہو آئے ہیں ..... وہ اشتراکیت سے اس درجہ مرعوب ہو رہے ہیں کہ اکثر یہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ صاحب تاریخ اسلام اور صحابہ کرام کی مثالوں سے کام نہ چلے گا۔ اگر آپ کو اشتراکیت سے بچنا ہی ہے تو سائنس کی ترقیات پر توجہ دیجئے اور ملک میں بڑے بڑے کارخانے قائم کر کے روٹی کے مسئلہ کو حل کیجئے۔

ہم ان بے خبر نوجوانوں کو کہتے ہیں کہ ہم نے کب کہا کہ ہمارا ملک اور ہماری قوم سائنس کی ترقیات سے استفادہ نہ کرے اور بڑے بڑے کارخانے نہ لگائے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔ حکومت پاکستان بفضل خدا اپنی پوری توجہ اس پر صرف کر رہی ہے۔ کارخانے لگائے جا رہے ہیں اور اپنے نوجوانوں کو ممالک غیر میں مختلف علوم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جا رہا ہے لیکن سنو! ذرا کان کھول کر سنو کہ دنیا میں امن اور چین نہ سائنس کی ترقیات قائم کر سکتی ہیں اور نہ کارخانہ جات۔ کیا انگلستان اور امریکہ میں سائنس کی ترقیات کا دور دورہ، اور ملوں اور کارخانوں اور فیکٹریوں کی بھرمار نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے باوجود انگلستان اور امریکہ اشتراکیت سے لرزاں و ترساں ہیں اور وہاں کی پبلک دن بدن اشتراکیت کی طرف جھکتی چلی جا رہی ہے بات دراصل وہیں آ کر ٹھیرتی ہے کہ لوگ جب تک اسلام کی تعلیم کے مطابق خدا کو "رب العلمین" کے تصور میں قبول نہ کریں گے اور جب تک حضرت نبی کریم اور صحابہ کرام رض کی زندگیوں کو نمونہ نہ بنایا جائے گا اشتراکیت کے زہر کا کوئی علاج نہیں۔ ہمیں انگلستان اور امریکہ کی مشکلات سے کیا واسطہ۔ ہمیں اپنا فکر لازمی ہے۔ پاکستان کے مسلمان اگر آج پھر قرآن کریم کی تعلیم پر عمل پیرا ہو جائیں اور اپنی زندگیوں کو اسلامی روایات کے مطابق ڈھال لیں تو نہ صرف یہ کہ اشتراکیت کا زہر انہیں کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے بلکہ دنیا کی بہت سی قومیں اطمینان قلب سکون خاطر کے حصول کے لئے ہمارے دروازے پر جمع ہوں گی۔ اور ہم اس قابل ہوں گے کہ انہیں اس دولت سے مالامال کر دیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کی کھلی کامیابی

حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو ہی مشن لیکر اس دنیا میں تشریف لائے۔ ایک مشن: توحید باری تعالیٰ اور دوسرا مشن وحدت نسل انسانی۔ حضرت کا پہلا مشن خدا کے فضل اور فرشتوں کی تائید سے ایسا مقبول ہوا کہ ایک طرف اگر دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمان لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر کے توحید پر جمع ہوئے تو دوسری طرف تین خداؤں کے ماننے والے چالیس کروڑ عیسائی بھی ایک برابر تین اور تین برابر ایک یعنی توحید پر آ گئے اور تیس کروڑ ہندو بھی تیس کروڑ خداؤں کو چھوڑ کر اب ان سب میں ایک پرماتما کا ہی روپ دیکھنے لگے ہیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی ایک زبردست فتح ہے کہ ساری دنیا کو توحید پر جمع کر دیا۔ دوسرا مشن حضرت کا وحدت نسل انسانی ہے۔ آج سے چند صدیاں پیچھے ہٹ کر دیکھئے ہر قوم اپنی برتری کی ہی دعویدار تھی اور ان کے نزدیک دوسرے انسان انسان ہی نہ تھے لیکن آج ایک طرف امریکن ملک نسل انسانی کی ہمدردی

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ۳)

حضرت مرزا صاحب کے دل میں اسلام کی کامیابی پر ایک محکم ایمان تھا

حضرت صاحب نے اس محکم ایمان کو اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا

اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کے لئے اتحاد کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ لاہور۔ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۵۰ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ماموریں کی بعثت کی غرض

اس وقت میں آپ کو حضرت امام زمان کی زندگی کی ایک بنیادی چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ عظیم الشان لوگ جو دنیا میں آتے ہیں وہ اس لئے نہیں آتے کہ ان کی عظمت کا اظہار دنیا میں ہو بلکہ وہ اس لئے آتے ہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کو عظمت کے مقام پر پہنچا دیں وہ اس لئے آتے ہیں کہ جو روشنی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں پیدا کی ہوئی ہوتی ہے اس روشنی کو دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیں۔ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے حالات کو جس شخص نے اپنی آنکھ سے دیکھا یا دوسرے درجہ پر انہیں سنا یا کتابوں میں پڑھا اسے یہ امر کھلا ہوا نظر آتا ہے۔ آج میں یہ خیال کرتا ہوں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی زندگی کو جس جامع رنگ میں اور جس خوبصورتی کے ساتھ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم نے "مجدد اعظم" میں جمع کیا ہے۔ اس کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ کسی بڑے آدمی کی سوانح ایسے جامع رنگ میں جمع کرنا کوئی معمولی خدمت نہیں۔ اس لئے ان دوستوں اور نوجوانوں سے جنہوں نے حضرت صاحب کا زمانہ نہیں دیکھا میں سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو ضرور اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ بزرگ اپنی اولاد کو پڑھانے کی کوشش کریں۔ اور پڑھے لکھے نوجوان خود تھوڑا تھوڑا کر کے اس کو پڑھیں ویسے یہ سوانح اس قدر دلچسپ لکھی گئی ہے کہ جو شخص ایک دفعہ شروع کر دیگا اس کا دل چاہے گا کہ اسکو پورا پڑھے۔

حضرت کا زبردست ایمان اور ایک پادری کی شہادت

ہاں تو میں اس وقت یہ کہہ رہا تھا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کا زمانہ دیکھا ہے یا جنہوں نے تاریخی طور پر ان کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے، وہ آپ کی زندگی میں ایک اصولی بات یہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں اس قدر زبردست ایمان پیدا کیا تھا کہ ساری دنیا کی کسی مخالفت نے کسی مشکل نے کسی قسم کی تنگی اور زبردست سے زبردست دشمنی نے اس ایمان کو کبھی ایک لمحے کے لئے بھی متزلزل نہیں ہونے دیا۔ ایک پادری نے آپ کی ایک سوانح لکھی ہے (یہ کتاب میرے پاس تھی لیکن وہ ڈلہوزی کے کتب خانہ میں جل گئی ہے) اس پادری کا نام والٹر تھا۔ اس نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ مصنف دشمن ہے مخالف ہے لیکن اس حقیقت کو دیکھ کر وہ بھی ششدر رہ گیا ہے کہ کس طرح پر جب چاروں طرف سے مخالفت کے بادل اٹھے ہوئے تھے ہر طرف تاریکیاں چارسو پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک قوم مقابلہ میں کھڑی تھی یہاں تک کہ مسلمان بھی مخالفین کے ساتھ مل کر تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے مگر آپ ایک پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور مخالفت کی انتہا کے وقت بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ غور کیجئے کہ جس اکیلے شخص نے دنیا کے خیالات کو باوجود انتہا درجہ کی مخالفت کے پلٹ کر رکھ دیا کیا وہ انسانی قوت تھی جو اس میں کام کرتی تھی۔ وہ خیالات جو حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں عام طور پر مسلمانوں میں پھیلے ہوئے تھے آج اگر کہیں ہیں تو ولن کے کسی کونہ میں اس قدر دبے ہوئے ہیں کہ ان کا نشان نظر نہیں آتا۔

حضرت مرزا صاحب نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا

اس حقیقت کا کہ کس طرح حضرت صاحب نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا اس کا اظہار کئی رنگوں میں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت میں صرف ایک پہلو کو لیتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس وقت تک جو خیالات عام طور پر پھیلے ہوئے تھے ان میں یہ بات نظر نہیں آتی تھی کہ قرآن کریم اور یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خود اپنے اندر بھی کوئی ایسی طاقت اور قوت موجود ہے جو تمام دنیا کو فتح کر سکے بلکہ اس وقت عام خیال یہ تھا کہ حضرت مسیح ناصری چوتھے آسمان پر اتریں گے اور جلدی ان کی مدد کے لئے زمین سے اٹھیں گے تو ان دونوں کے ذریعہ سے پھر اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ آج اس خیال کا حامی کوئی نظر نہیں آتا۔ حق کی ایک بہت بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ غلط خیال کو مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ مسلمانوں کے خیالات میں ایک انقلاب پیدا ہو چکا ہے اور ہر طرف سے اب یہ آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ قرآن مجید اور اس کے اعلیٰ درجہ کے اصول اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اور طاقت یہ وہ چیزیں ہیں جو تمام دنیا کو فتح کر سکتی ہیں۔

حضرت کی مخالفت

اب غور فرمایئے کہ یہ عظیم الشان انقلاب حضرت مرزا صاحب نے کن حالات میں پیدا کیا چند دوستوں میں سے اگر بعض ناراض ہو جائیں تو انسان کی زندگی بیکار سی معلوم ہونے لگتی ہے لیکن وہ شخص جس کا ایک زمانہ میں ایک ایک مسلمان مداح تھا اور وہ جو اپنے علم و زہد و تقویٰ اور استجابت دعا کے لحاظ سے ملک میں ایک مسلم رہنما تھا جس نے ہر میدان میں باطل کا مقابلہ کیا اور مخالف مذاہب کو اسلام کے مقابلہ میں نیچا دکھایا۔ جسے دیکھ کر ہر ایک مسلمان متاثر تھا۔ اس پر وہ وقت آیا کہ ادھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ادھر وہ انہوں کی نظروں میں دنیا کی جگہ کافر اور دجال بن گیا۔ پرائے تو مخالف تھے ہی کیونکہ وہ اسلام کی طرف سے ان کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور وہ جن سے مدد کی کچھ تھوڑی بہت توقع بھی وہ بھی مخالفت پر اتر آئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ شخص اپنوں اور بیگانوں کو اپنے مخالفت ازالہ پر متفق دیکھ کر گھبرا جاتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان تمام مخالفتوں کے باوجود حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں بال برابر بھی فرق نہ آیا۔ اور جس مقصد کو لے کر کھڑے ہوئے تھے اسے لئے ہوئے قدم آگے ہی بڑھاتے چلے گئے۔

حضرت کی مضبوطی ایمان اور استقامت

حضرت صاحب ایک لمبے زمانہ سے اس مقصد کو لیکر اٹھے تھے کہ اسلام کی صداقت کو تمام دنیا پر روشن کر دیں۔ اس کے حصول کے لئے آپ نے اپنے ملک کے تمام مذاہب پر معقولی اور منقولی طور پر اتمام حجت کیا۔ آریوں عیسائیوں اور دہریوں سب کو اسلام کی صداقت کے براہین نیرہ کی تلوار سے ہلاک کر دیا۔ آپ ہی خوب غور کر کے دیکھ لیجئے کہ اس وقت جبکہ تمام دوست کہلانے والے مسلمان بھی آپ کے دشمن ہو گئے تھے آپ کے اس عزم اور ارادہ میں کوئی ...

کی صداقت کو دنیا پر روشن کرنا ہے کوئی بال برابر بھی فرق پڑا نہیں۔ بلکہ اس کے بعد پہلے سے بھی کئی گنا بڑھکر یہ جوش آپ میں نظر آتا ہے۔ آپ ہر آن اسی مقصد کو حاصل کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔

یہ کیا چیز تھی جس نے حضرت مرزا صاحب کو اس عظیم الشان اور مبارک مقصد کے لئے ثابت قدم رکھا۔ یہ کیا روشنی تھی جس نے تاریکیوں کے بادل چھائے ہوئے ہونے کے باوجود اسلام کی کامیابی کے خیال کو اور بھی مستحکم کر دیا۔ یہ اسلام کی صداقت پر ایک بے پناہ ایمان تھا جس نے ان خطرناک طوفانوں میں بھی حضرت مرزا صاحب کو پہاڑ کی طرح کھڑا رکھا مگر جیسا کہ میں نے ابھی کہا یہ مصلحین جو دنیا میں آتے ہیں اپنی بڑائی کو ثابت کرنے کے لئے نہیں آتے۔ اس سے ان کی کوئی غرض نہیں ہوتی بلکہ وہ اس چیز کو دوسروں کے دلوں میں ڈالنے کے لئے آتے ہیں ہر بڑے آدمی کا یہ امتیازی نشان ہے کہ وہ اس بڑائی اور عظمت کو دوسرے انسانوں میں منتقل کر دے۔

حضرت نے ماننے والوں میں بھی محکم ایمان پیدا کر دیا

واقعات شاہد ہیں کہ اس تمام مخالفت کے باوجود چند آدمی آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور انہوں نے دنیا کی مخالفت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی بلکہ حق اور صداقت یہاں کے دلوں میں بھی وہ ایمان پیدا ہو گیا کہ وہ ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا عظیم الشان کام تھا کہ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھا اس کے دل میں بھی اسلام کی صداقت پر وہی زبردست ایمان پیدا کر دیا جو آپ کے دل میں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔۔ ہر ایک احمدی کا اس بات پر محکم ایمان ہو گیا۔ کہ ایک دن آتا ہے کہ اسلام کی صداقت دنیا میں روشن ہو گی۔ اس پہلے باطل خیال کہ مہدی تلوار کے زور سے اور مسیح اپنے دم کے اثر سے مخالفوں کو ہلاک کر دیں گے اور یوں اسلام تمام دنیا میں غالب آ جائے گا اسکو نکال کر اسی بات پر پختہ ایمان پیدا کر دیا کہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں وہ قوت اور طاقت موجود ہے کہ وہ تمام دنیا پر غالب آ سکتے ہیں۔ اور دنیا کی بڑی سے بڑی قوم بھی ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی۔ یہی ایمان کی چنگاری تھی جس نے بعد میں آپ کے ماننے والوں

بڑے بڑے کام لئے وہ دنیا میں نکل گئے اور کسی نے کوئی عظیم الشان کام کر دکھایا اور کسی نے کوئی۔

احمدیت کی بنیادی چیز — محکم ایمان

آج اگر کوئی احمدی اپنے آپ کو اس لئے ...... احمدی کہے کہ میں حضرت مرزا صاحب کو مجدد مانتا ہوں اور اس بات کا بھی معترف ہوں کہ حضرت مسیح ناصری وفات پا گئے ہیں۔ اور نیز یہ کہ آنے والا مسیح حضرت مرزا صاحب ہی ہیں۔ اور پھر کچھ تھوڑی سی قوت بھی آپ کے مشن کو پروان چڑھانے میں کرتا ہو۔ مال کے رنگ میں ہو خواہ کوشش کے رنگ میں تو میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ احمدی کہلانے کے لئے یہ چیزیں کافی نہیں۔ اصل اور بنیادی چیز **ایمان** ہے۔ ہر ایک احمدی کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر اسلام کی صداقت اور اس کی آخری کامیابی اور فتح پر اس کا پختہ اور محکم ایمان پیدا نہیں ہوا تو وہ احمدی کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسی بنیادی چیز کو سب سے پہلے لینے کی کوشش کرو۔ کہ آپ کے قلوب میں یہ زبردست ایمان پیدا ہو جائے کہ اسلام ہی دنیا پر غالب آئیگا۔ یہ ایمان جب پیدا ہوتا ہے تو اس کا اثر انسان کے سارے جوارح پر پڑتا ہے اور وہ تن من دھن اسی راہ میں لگا دیتا ہے۔

محکم ایمان اور اندرونی انقلاب

لوگ دعاوی تو بڑے بڑے کر لیتے ہیں اور وہ بھی جن میں ایمان ابھی کمزور ہوتا ہے یا مطلق ہوتا ہی نہیں دعاوی کرنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس دل میں ایمان پیدا ہو جاتا ہے اس کے اندر ایک انقلاب رونما ہو جاتا ہے۔ اس کی کوششوں اور خیالات پر اس کا ایک نمایاں اثر ہوتا ہے وہ غور و فکر کرتا ہے تو اس امر پر کہ کن ذرائع سے اس مقصد کو وہ حاصل کرے۔ اسکو ہر وقت یہ فکر ہوتا ہے کہ کس طرح اس مقصد کو حاصل کیا جائے۔ اس کا ہر قدم اس کے حصول کی طرف اٹھتا ہے غرضکہ اس کی نقل و حرکت اور اس کے تمام اعضا دل و دماغ پر ایک انقلاب آ جاتا ہے وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہر وقت کوشاں اور مشغول نظر آتا ہے۔ یہ ہے وہ ایمان جو حضرت مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا۔ ہم میں سے ہر ایک احمدی کو اس انقلاب کو پیدا کرنے والا

زبردست ایمان اپنے قلوب میں پیدا کرنا چاہیئے۔ آپ کا ایمان نہ صرف اس بات پر محکم ہو کہ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا بلکہ اس امر پر بھی محکم ایمان ہونا چاہیئے کہ میں قرآن کو ہاتھ میں لیکر اسلام کو دنیا میں غالب کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہوں۔ دیکھئے ان الفاظ میں بظاہر تو انسان کی اپنی ذات کی بڑائی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں یہ ہے کہ جب تک ایک تبلیغی جماعت کے ہر فرد کے دل کے اندر یہ ایمان پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک جماعت کی کوششیں بارآور نہیں ہو سکتیں آپ میں سے ہر ایک کے دل میں یہ بات ہونی چاہیئے کہ میں اپنے ماحول میں اپنی خداداد استعداد کے مطابق ضرور اسلام کی روشنی کو پھیلا سکتا ہوں۔ ہر ایک انقلاب انسانوں ہی کے ذریعہ سے رونما ہوتا ہے کوئی فرشتہ آ کر بغیر انسانی کوششوں کے اس انقلاب کو برپا نہیں کر دیتے۔ فرشتے ضرور آتے ہیں مگر وہ بھی انسانوں کے اندر ہی کام کی قوت پیدا کرتے ہیں۔ تو پھر آپ کیوں اپنے قلوب میں یہ کمزور خیال رکھیں کہ ہم میں سے ہر ایک اس صداقت کو نہیں پھیلا سکتا حقیقت الامر یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک جس کے دل میں ایمان محکم اور پختہ ہو وہ اس انقلاب کو پیدا کر سکتا ہے اور ضرور کر سکتا ہے۔

اسباب کے لئے خدا سے مدد مانگئے

خوب یاد رکھو اگر تم خدا کے رستہ میں کسی کام کو کرنے کے لئے نکلو اور کامیابی کا کوئی سامان نظر نہ آتا ہو تو خدا کے حضور گرو اور اس سے مدد چاہو، دنیا کے کاموں میں تو ظاہری سامانوں پر ایک امید لگائی جا سکتی ہے۔ لیکن خدا کے کاموں کو سرانجام دینے کے لئے ظاہری سامانوں کی عدم موجودگی سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ اصلاح کا کام ہوتا ہی خدا کے تصرف سے ہی ہے یہ انسان کے بس کی بات نہیں۔ دیکھئے قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو تمام دنیا پر پہنچانا یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں دنیا کے سب کاموں سے زیادہ عظیم الشان کام ہے۔ دنیا تو اس قدر وسیع ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ ہماری آواز کس طرح دنیا میں پہنچ سکتی ہے

نصرت الٰہی کا نزول

لیکن یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب انسان خدا کی راہ میں ایک پختہ عزم کے ساتھ نکلتا ہے اور اپنی طرف سے کماحقہ کوشش بجا لاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد کے لئے اترتا ہے اور اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کا یہ جملہ۔

ایاک نعبد و ایاک نستعین

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری عبادت کو ہی دنیا میں پھیلانے کی آرزو بھی رکھتے ہیں، مگر یہ ہمارے بس کی بات نہیں تو ہماری مدد فرما۔ اب چھوٹا ہو یا بڑا یہ کام اپنی قوت سے نہیں کرتا بلکہ یہ کام خدا کی طاقت سے سرانجام پاتا ہے اور وہ دروازہ چھوٹے بڑے سب کے لئے کھلا ہے۔ لازمی طور پر ایک انسان جب خدا کے کام کو کرنے کے لئے نکلے گا اور دیکھے گا کہ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ذرائع مفقود ہیں تو وہ ضرور خدا کے حضور گرے گا۔ اور اس سے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے مدد کا طالب ہوگا۔ اور جو طالب ہوگا وہ پا بھی لے گا۔

اسلام اپنی روحانی تاثیروں سے ہی پھیلا

تاریخ اسلامی کو پڑھکر دیکھ لیجئے تبلیغ اسلام کا کام جتنا بھی آج تک دنیا میں ہوا ہے وہ کسی بڑی سلطنت اور بادشاہت کے ذریعہ سے نہیں ہوا۔ اسلام کسی مال و دولت کی فراوانی کے سبب سے نہیں پھیلا جیسا کہ عیسائیت آج پھیلی جس ملک میں بھی آپ دیکھیں گے ایک ہی نظارہ آپ کو نظر آئے گا۔ وہ یہ کہ اسلام کو پھیلانے والے روحانی لوگ تھے۔ انہیں کی قوت ایمانی کے سبب سے ہر قوم میں اسلام اپنی جگہ بناتا چلا گیا۔ ان کے قلوب ایمان کی نعمت عظمیٰ سے معمور تھے۔ اور وہ خدا کی ہستی پر زبردست ایمان کے باعث ہی تمام دنیا سے ٹکرا گئے۔ ہندوستان میں ایک نظر دوڑائیے چند غریب لوگ لیکن جن کے قلوب ایمان کی بے بہا نعمت سے مالامال تھے ایک عزم لے کر آئے کہ ہم نے یہاں کے لوگوں کو مسلمان بنانا ہے۔ مختلف جگہوں میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ اور آہستہ آہستہ وہ عظیم الشان کامیابی حاصل کی جس کو آج ہم اپنی آنکھوں سے اس ملک میں دیکھ رہے ہیں۔ ہندوستان ہی نہیں دوسرے ممالک کو بھی دیکھ لو یہی نظارہ وہاں بھی نظر آئے گا۔

آج بیشک مسلمانوں میں بھی تبلیغ کے لئے ایک ہیجان پیدا ہو رہا ہے اور بعض اس کام کے لئے نکل کھڑے

ہوئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی حضرت امام وقت کے ایمان کا ہی ایک پرتو ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں یہ خیال پھیلتا چلا جا رہا ہے کہ دنیا کی مشکلات کا حل پرانے اسلام کے کہیں نہیں سنہ ۸۹ء میں جو حضرت مرزا صاحب نے باتیں کہیں تھیں وہی آج تمام مسلمانوں کی زبانوں پہ ہیں۔ اور مسلمانوں کا سمجھدار طبقہ اس آواز پہ آج لبیک کہہ رہا ہے۔

دنیا کو خدا کی طرف جھکا دو

پس اگر ہم احمدی کہلاتے ہیں تو ہمیں اپنے قلوب کو ٹٹولنا چاہیئے کہ آیا ہم میں اسلام کی صداقت اور خدا کی کتابوں کی صداقت پر محکم ایمان ہے اگر وہ ایمان مضبوط پیدا ہو چکا ہے۔ تو آپ میں سے کوئی شخص بھی کمزور یا ناکارہ نہیں بلکہ ہر ایک اس راہ میں ایک قابل قدر خدمت بجا لا سکتا ہے۔ آج قوموں کی قومیں دنیا کی طرف جھک گئی ہیں۔ اور خدا کی محبت قلوب سے سرد ہو گئی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک جماعت اس لئے بنائی کہ تا وہ لوگوں کو دنیا سے نکال کر خدا کی طرف لے آئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دنیا سے کھانا پینا چھوڑ دیں بلکہ یہ ہے کہ اس دنیا کے اندر رہتے ہوئے اس کے کام کاج کرتے ہوئے ان کے دلوں میں خدا کی ہستی پر ایک زبردست ایمان پیدا کر دیں۔ اس لئے آج ہم میں سے ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ ہم دنیا کو ان کے خالق کی طرف متوجہ کریں۔ اگر کسی ایک دل میں بھی یہ تڑپ پیدا ہو جائے تو وہ اکیلا ہی عظیم الشان کام کر سکتا ہے مگر آپ ایک جماعت ہیں، جماعت کا ہر فرد یہ کوشش کرے۔ خدا خود راستے کھولتا چلا جائیگا۔

یہ بہت بڑا فرض ہے جو کہ امام زمان نے ہمارے ذمہ لگایا ہے اس کی ادائیگی کے لئے انفرادی اور مجموعی طور پر کوشش کیجئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی قوت کو مضبوط تر بناتے چلے جائیے۔

اتحاد کی ضرورت

دیکھئے بعض اوقات اختلافات تو بھائیوں، بھائیوں میں بھی ہو جاتا ہے لیکن ایک بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھئے کہ کسی حالت میں اس مقصد کو نقصان نہ پہنچے جو امام زمان نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور جس کی تکمیل کے لئے ہم نے عہد کیا ہے آپس میں جھگڑ لو مگر ہر جھگڑے کے وقت یہ سوچ لو کہ اس مقصد کو تو کوئی نقصان ہم نے نہیں پہنچایا جو ہمارے امام نے ہمارے سامنے رکھا تھا۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے:-

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

یہاں خدا نے حق کی مثال ایک رسہ سے دی ہے۔ حق اور باطل کی جنگ ایک رسہ کشی سے مشابہ ہے ایک طرف حق کے پیرو رسہ کھینچ رہے ہیں دوسری طرف باطل کے پیرو کھینچ رہے ہیں، تو اس رسہ کشی میں ہر آن سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا میری پوری طاقت حق والے فریق کے لئے خرچ ہو رہی ہے۔ . . . . اس میں کمزوری دکھلانا درحقیقت دشمن کی مدد کرنا ہو گی۔ ہر قسم کے چھوٹے چھوٹے خیالات کو اتنے بڑے عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے پس پشت ڈال دیجئے اور جتنی قوت ہو سکتی ہے اس کیلئے خرچ کر دیجئے۔ غالبًا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول لکھا ہے کہ ایک منکر خدا سے آپ نے کہا کہ وہی بات سچ ہے جو تم کہتے ہو کہ خدا کوئی نہیں تو ہم تم دونوں اگلی دنیا میں برابر ہونگے لیکن اگر خدا ہے تو پھر سوچ لو کہ تمہارا انجام اس عالم میں کیا ہو گا۔

اسی طرح میں بھی آج کہتا ہوں کہ اسلام کے غلبہ کی وہ تمام پیشگوئیاں جو حضرت نبی کریم صلعم نے بیان کی ہیں اور جس کی خوشخبری آج پھر آپ کے غلام نے ہمیں سنائی ہے اگر واقعہ میں سچ ہیں تو پھر آپ کی تمام کوششیں جو اس کے پھیلانے میں خرچ ہو رہی ہیں وہ ضرور ایک دن اپنا اجر لائیں گی۔ اور اگر یہ حق نہیں تو پھر تمہارا کیا نقصان ہوا بہرحال کام تو تم بھی اچھا ہی کر رہے ہو۔

اسلام کی فتح یقینی ہے

لیکن خوب یاد رکھئے یہ فتح اور کامیابی کی پیشگوئیاں دو اور دو چار کی طرح صحیح ہیں ایک دن آئیگا کہ تمام قومیں، اسلام کو قبول کرنے میں اپنا فخر سمجھیں گی۔ اور تمہارا نام اس دن بڑی عزت کے ساتھ لیا جائے گا کہ آپ لوگوں نے اس زمانہ میں اس کام کا بیڑا اٹھایا جب کہ دوسرے مسلمانوں میں ایک مردگی پائی جاتی تھی۔ اس دوسرے پہلو کو نظرانداز نہ کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ جب خدا کے حضور حاضری کا وقت آئے تو تم اس روز شرمسار ہو اور اس کے لئے کوشش کا خرچ نہ کرنا تمہارے لئے حسرت کا موجب ہو۔

میں جتنا بھی قرآن کو پڑھتا ہوں اور اپنے مشاغل کے لحاظ سے پڑھتا بھی بہت ہوں جتنا پڑھتا ہوں اتنا ہی اس کی روحانی قوت

جہان نو میں اسلام کا مقام

(بقیہ از صفحہ ٦)

میں گھٹا جا رہا ہے تو دوسری طرف رشین بلاک مساوات مساوات کا شور و غل بلند کر رہا ہے اور یوں گویا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستے مشن وحدت نسل انسانی کے آگے بھی دنیا نے سر جھکا دیا۔

احمدیہ جماعت کی ذمہ داری

وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں ماسکو تشریف لے جا رہے ہیں شوق سے تشریف لے جائیں۔ پنڈت نہرو سرمایہ دار اور بنیا ہیں ان کا مزاج سرمایہ دار امریکہ سے ملتا ہے۔ ہمارا مزاج روس سے ملتا ہے ہم بھی مساوات کے علمبردار، مساوات کے ابجد خواں مسٹر لیاقت علی خان روسیوں سے سیاسی سمجھوتہ کریں اور ضرور کریں لیکن روسیوں کی اس زہریلی مرض (انکار خدا) کا علاج لیاقت علی خان کے پاس نہیں اس کے لئے محمد علی (امیر جماعت احمدیہ لاہور) کو ماسکو جانا پڑے گا۔ احمدیوں کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ جہاں انہوں نے پاکستان میں اس زہر سے اپنے مسلمان نوجوانوں کو محفوظ رکھنا ہے وہاں روسیوں کو بھی خدا سے روشناس کرنا ہے۔

اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے خدا پر پھر ایمان تازہ اور زندہ کیا اور اپنے وجود سے خدا کے وجود کو ثابت کیا۔ اور امام وقت اور ان کی جماعت کو خدا نے وہ روحانی

اور طاقت پر ایک زبردست ایمان پیدا ہوتا جاتا ہے اور اس یقین سے لبریز ہوتا جاتا ہے کہ قرآن کی روحانی قوت کے سامنے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکتی اور بالآخر سب لوگوں کو اپنا سر اس کے سامنے جھکانا پڑے گا۔ اگر ہم اس روشنی کو دنیا کے سامنے لے جانے میں اپنی پوری کوشش بجا لائیں تو دنیوی سامان ہمارے غلام ہوں گے کیونکہ خدا ہمارے ساتھ ہوگا۔ سو وہ ایمان پیدا کرو اور کوشش کرو اور خدا سے بھی دعا کرو کہ تم خدا کے ہاں قبول کئے جاؤ۔

بخشی ہیں کہ انہوں نے بانگ دہل دنیا جہان سے کہ اشتراکیوں کو للکارا ہے کہ ان کا نظام دنیا کے دکھ درد کا مداوا پیش نہیں کر سکتا۔ دنیا کے دکھوں اور دردوں کا علاج اسلام میں ہے اور دنیا امن، چین، سکھ اور اطمینان قلب صرف اور صرف اس نظام کے تحت ہی حاصل کر سکتی ہے جس کا نام ہے اسلام۔

حضرات مجھے ایک بار پھر کہنے کی اجازت دیجئے

فرق محنت و سرمایہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں
اماں حیرال سے ایمان میں ملیگی نہیں
بجا کہ دیکھا ہے تم نے سحر کا خواب مگر
سحر ملیگی تو قرآن میں ملیگی نہیں

وہ اشتراک مساوات جس کو چاہتے ہو
اسی کا درس مقدس ہمارے دین میں ہے
وہ انقلاب جسے مستعار لاتے ہو
وہ انقلاب محمد کی آستین میں ہے

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد وبارک وسلم۔ انک حمید مجید۔

بچت فنڈ

بچت فنڈ کی طرف احباب کی توجہ کم ہو رہی ہے اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ براہ کرم اس فنڈ کو ماہوار چندہ کا ایک ضروری جزو سمجھیں اور ہر ماہ اپنے ماہوار چندہ کے ساتھ دفتر تحصیل میں ارسال فرما دیا کریں۔

مقامی محصل محمد حسین کو بھی تاکید کی گئی ہے کہ وہ ہر گھر سے بچت فنڈ وصول کرے۔

ہمارے احباب کو چاہیئے کہ گھر میں اس کے لئے اہتمام کر دیں، اور عند الطلب محصل کے حوالے کر دیں۔

مرتضٰی اقبال
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

حسن معاشرت

عن ابی ذر رضہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتق اللہ حیث ما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحہا وخالط الناس بخلق حسن ھذا حدیث حسن صحیح (جامع ترمذی البر والصلۃ)

حضرت ابو ذر رضہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں کہیں (اور جس حال میں) ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ تمہارا شعار ہو (اگر) تم سے کسی قسم کی برائی سرزد ہو تو نیکی کے کام کرو (تاکہ) وہ نیک اعمال برائی کے اثر کو محو کر دیں اور لوگوں سے اعلیٰ اخلاق سے پیش آؤ اور با اخلاق فاضلہ سے میل جول رکھو (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

حق کا بطلان کبر ہے

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر ولا یدخل النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان قال فقال رجل انہ یعجبنی ان یکون ثوبی حسنا ونعلی حسنا قال ان اللہ یحب الجمال ولکن الکبر من بطر الحق وغمص الناس ھذا حدیث حسن صحیح غریب

(جامع ترمذی البر والصلۃ)

ترجمہ:- عبد اللہ رضہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے دل میں ذرا بھی کبر و نخوت ہوگا جنت سے محروم رکھا جائیگا اور ایسا شخص جس کے دل میں بمقدار ذرہ بھر ایمان ہوگا دوزخ سے محفوظ رہے گا۔ پھر وہ (عبد اللہ) کہتے ہیں کہ (اسی مجلس میں سے) ایک شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ) مجھے اچھا لباس اور نفیس جوتا بہت پسند ہے (کیا یہ بھی کبر میں داخل ہے) حضور علیہ التحیات والسلام نے فرمایا (بیشک یہ تو) اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور پسند فرماتا ہے جمال کو (یہ کبر نہیں) ہاں حق کو باطل کرنا۔ اچھی بات کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھنا کبر ہے۔ غمص معنے حقیر جاننا۔

اخلاق حسنہ ہی معیار عزت ہیں

عن ابی الدرداء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما شیء اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامۃ من خلق حسن فان اللہ تعالیٰ یبغض الفاحش البذی وفی الباب عن عائشۃ وابی ھریرۃ وانس واسامۃ بن شریک ھذا حدیث حسن صحیح۔

(جامع ترمذی البر والصلۃ)

ترجمہ:- ابو درداء رضہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میزان میں مومن کے اوصاف حمیدہ میں سے اخلاق حسنہ سب سے وزن دار ہوگی (یعنی رکھیں) اللہ تعالیٰ بے حیا بد اخلاق کو دشمن (اقصاصیت) سمجھتا ہے اس باب میں عائشہ رضہ ابی ہریرہ۔ انس رضہ اور اسامہ بن شریک سے بھی یہی روایت ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بذی۔ بد اخلاق۔ بدزبان۔ بدچلن

احسان اور عفو قیام امت کا باعث ہیں

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکونوا امعۃ تقولون ان احسن الناس احسنا وان ظلموا ظلمنا ولکن وطنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساؤوا فلا تظلموا (جامع ترمذی البر والصلۃ)

حذیفہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دوسری باتوں میں لوگوں کا تتبع نہ کرو۔ تم کہتے ہو کہ اگر لوگ (ہمارے ساتھ) نیک سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ نیکی سے پیش آئیں گے اور اگر ہم پر ظلم کریں گے (ہمارا حق دبائیں گے) تو ہم بھی ان سے ظالمانہ سلوک کریں گے (یہ باتیں اچھی نہیں) بلکہ اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناؤ کہ محسنوں کے ساتھ احسان کرو اور ظالموں سے (اگر تمہیں بدلہ لینے کا موقعہ ملے تو) درگذر کرو (تاکہ قوم تربیت یافتہ ہو جائے)

(۱) تا بنجش بحر معانی مے شود ÷ از زمینی آسمانی میشود

(۲) ہر کہ در راہ محمد زد قدم ÷ انبیاء را شد مثیل آن محترم

مسیح موعودؑ

(۱) آپ کی (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) تابعداری کرنے والے اور اس کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے علوم و معارف کے بے پایاں سمندر بن گئے وہ اخلاقی اور مادی پستی سے اٹھے اور اُفق آسمان وعزت کے ستارے بن گئے اور خلافت اللہ کے حقیقی وارث ٹھیرے۔

(۲) جس پاکباز نے سرور دو عالمؐ کے قدم پر قدم رکھا مثیل انبیاء بن گیا۔

خریداری بڑھائیے

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "جماعت کو چاہیئے کہ وہ قومی اخباروں کی خریداری بڑھانے کی کوشش کریں"

ہماری قومی اخباروں میں ایک ہفتہ وار آرگن یہی "پیغام صلح" ہے جو اردو میں شائع ہوتا ہے۔ خدا کے فضل سے یہ اخبار ایک عرصہ دراز سے دین کی صحیح تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے اور مختلف وقتوں میں جو تحریکات اسلام اور ملت کے خلاف پیدا ہوتی رہیں ان کا براہین قاطعہ سے قلع قمع کرنا اس کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

موجودہ دور میں لامذہبیت کی تحریک یعنی کمیونزم کے بطلان کو قرآن اور حدیث اور فلسفہ کی روشنی میں دنیا پر واضح کرنے کے لئے جماعت کے فاضل حضرات سے آئے دن مدلل مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں جن کا جاننا ہر مسلم نوجوان کے لئے اشد ضروری ہے۔ اس لئے لازمی ہے کہ اس اخبار کی خریداری کو بڑھایا جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ہاتھوں میں اسے پہنچایا جائے۔

اس سلسلہ میں جماعت کے تمام **مبلغین حضرات** کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس اخبار کی خریداری کو بڑھانے کے لئے مسلسل کوشش فرمائیں اور جماعت کے ان احباب کو جنہوں نے اپنے نام یہ اخبار جاری نہیں کروایا انہیں مستقل طور پر خریدار بنائیں اور نیز غیر از جماعت احباب کو بھی ترغیب دیں۔

جماعت کے سیکرٹری صاحبان بھی توجہ فرمائیں اور جماعت کے ذی استطاعت حضرات سے چندہ جمع کرکے دلچسپی رکھنے والے نوجوانوں کے نام اخبار کو جاری کروانے کی کوشش کریں۔ اس ذریعہ سے مستقل طور پر ایک تبلیغ کا سلسلہ غیروں میں قائم کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کرام بھی اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کی خریداری کو بڑھانے کی کوشش فرماویں دوستوں سے مل کر انہیں اس کا مستقل خریدار بننے کی دعوت دیں۔

۸ر ماہوار کوئی زیادہ چندہ نہیں ہر آدمی آسانی سے ایک پیسہ روزانہ کی بچت کرکے اس کا خریدار بن سکتا اور اپنے دینی علوم کو بڑھا سکتا ہے۔

دعائے مغفرت

ہمارے مکرم دوست منشی اللہ بخش صاحب کارکن دفتر کی اہلیہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۲ر جنوری کو انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ اپنے پیچھے دو بچے چھوڑ گئی ہے۔

سیالکوٹ سے ہمارے محترم بھائی مسعود احمد صاحب صدیقی ایم اے ایس آئی تحریر فرماتے ہیں میری نانی صاحبہ محترمہ کل ۲۰ کو بروز جمعۃ المبارک قریب دو ماہ بیمار رہ کر رحلت فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں ان صدمات میں اپنے محترم بھائیوں سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور متوفین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ تمام احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

رحمتِ الٰہی — بدیوں سے بچانے کا واحد ذریعہ

حضرت مرزا صاحب نے خدا پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا

علم دین کو حاصل کرنا ہر احمدی کا فرض ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری، مؤرخہ ۱۳ر جنوری ۱۹۵۰ء

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ

حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہراتا ہوں کیونکہ نفس انسانی اگر اسکو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ انسان کو ایسے اعمال کی طرف لے جاتا ہے جو اسے دکھ اور تکلیف میں مبتلا کرتے اور اس کے لئے غم و حزن کا باعث ہوتے ہیں سوائے اس بات کے کہ میرے رب کی رحمت اسکو سنبھال لے اور اس سے اس بدی یا تکلیف وہ بات کو دور کر دے یقیناً میرا رب غفور ہے یعنی بدیوں کو دبا دینے والا ہے اور اصلاح کرنے والا ہے اور وہ رحیم ہے یعنی انسانی اعمال کی صحیح جزا دینے والا ہے۔

رحمت الٰہی اور بدیوں سے احتراز

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی کے متعلق یہ حقیقت بیان کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے شامل حال نہ ہو تو وہ ضرور انسان کو بدیوں میں مبتلا کر دیتا ہے یہ خدا کی رحمت ہی ہے جو بدیوں کو مٹاتی اور انسانی نفس کو کمال کی طرف لے جاتی ہے اس حقیقت کی سچائی تمام ان قوموں کی عملی حالتوں سے واضح ہے جنہوں نے محض نفس انسانی کو ہی اپنے لئے مشعل راہ قرار دیا اور اپنی اصلاح کے لئے صرف اسی کی آواز پر لبیک کہنے کو کافی سمجھا ایک نبی کا یہ فرمانا بتلاتا ہے کہ نبی کا نفس بھی اس قاعدہ کلیہ سے باہر نہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی۔ مگر میرا شیطان اب مسلمان ہو چکا ہے یعنی میں نے خدا کی رحمت سے اب اسے زیر کر لیا ہے اس لئے اب وہ میری اطاعت میں چلتا ہے۔

رحمت الٰہی کے نزول کے چار طریق

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت چار طریق پر انسان کے نفس کی حفاظت کرتی ہے۔ سب سے پہلا اور اہم ذریعہ کلام الٰہی ہے۔ خدا کا کلام اپنے اندر ایک تاثیر رکھتا ہے کہ وہ نفس انسانی کو مختلف بدیوں سے بچاتا اور اس کے اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا کرتا ہے یہ کلام خواہ وہ ہو جو انبیاء پر نازل ہوتا ہے جسے وحی نبوت کہتے ہیں اور خواہ وہ ہو جو دیگر ماموریں پر نازل ہوتا ہے جسے وحی ولایت کہتے ہیں۔ ان ہر دو کلاموں میں یہ تاثیر ہوتی ہے کہ وہ انسانی نفس کو بدیوں سے بچانے اور اسے پاکیزہ بنانے میں مدد دیتے ہیں اول الذکر براہ راست اور دوسرا اس کے واسطہ سے اور اس کا خادم ہو کر چنانچہ اول الذکر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۃ شوریٰ کے آخر میں فرمایا ہے

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ

یعنی اے محمد رسول اللہ تمہیں بھی علم نہ تھا کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہوتی ہے۔ ان چیزوں کا علم تمہیں بھی اس کلام کے ذریعہ ہوا جو ہم نے تجھ پر بطور روح کے نازل کیا (کلام کو روح اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ انسان کو روحانی زندگی عطا کرتا ہے) اور پھر اسی کو دنیا کے لئے نور بنایا جس کے ذریعہ خدا کے بندوں کو روشنی مل رہی ہے اور یہ کلام ہی ہے جس کے ذریعہ تو بھی لوگوں کو صراط مستقیم یعنی اس اللہ کی راہ کی طرف رہنمائی کر رہا ہے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور لوٹتے ہیں اسی طرح دوسرے کلام کے متعلق سورۃ النحل کے شروع میں فرمایا:—

يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ

اس آیت میں جن بندوں پر ملائکہ کا روح کے ساتھ نزول کا ذکر ہے ان میں مجددین کو بھی شامل کیا گیا ہے اور اس کی تصدیق سورہ حم سجدہ کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ وہ مسلمان جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کر لیتے ہیں ان پر ملائکہ اتر کر انکو بشارتیں دیتے ہیں۔

دوسرا ذریعہ انبیاء اور ان لوگوں کا وجود ہے جو ربانی اور احبار کہلاتے ہیں۔ ربانی لوگوں میں مامور وغیر مامور دونوں قسم کے اولیاء داخل ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اپنے پیچھے ایک سلسلہ نیک اور پاک لوگوں کا چھوڑ جاتے ہیں جو نفوس کی اصلاح کا کام ایک خاص عرصہ تک کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب وقت کا تقاضا ہوتا ہے تو کوئی مامور حسب ضرورت پیدا کر دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس کام کو سرانجام دیتا ہے۔ پھر جو علماء اس کی صحبت سے فیضیاب ہوتے ہیں وہ اس کی وفات کے بعد اس کام کو جاری رکھتے ہیں یوں ایک سلسلہ اصلاح کا بندھ جاتا ہے۔

تیسرا ذریعہ خوارق عادت نشانات ہوتے ہیں جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی تعلیم اور اسکے رسولوں پر یقین پیدا کرتے رہتے ہیں ان سے انسان پھر اصل منبع کی طرف لوٹ آتے ہیں

چوتھا ذریعہ خود وہ شخص ہوتا ہے جو ان ذریعوں کو استعمال کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص تعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ سورۃ یونس میں فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ

یعنی وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں ان کا رب بھی ان کے اس ایمان اور اعمال صالحہ کے صلہ میں ان کی رہنمائی کرتا رہتا ہے اسی طرح فرمایا۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

یعنی جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم انہیں راستے دکھلاتے چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ اس راہ میں سعی کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنی کوشش اور استعداد کے مطابق خدا کی طرف سے ضرور روشنی اور نور حاصل کرتا ہے جو اس کے یقین کو بڑھاتا جاتا ہے۔

الہام الٰہی کا انکار اور فسق و فجور کی زیادتی

یہ وہ چار ذرائع ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی نفوس کی اصلاح کے لئے مقرر کئے ہیں انہی کی مدد انسانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھتی ہے ان میں سے سب سے اہم اور مقدم ذریعہ جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کلام الٰہی اور انبیاء علیہم السلام کا وجود ہے۔ دوسرے دونوں ذرائع درحقیقت انہی کے تابع ہیں پس اس آیت میں بڑے زور سے اس بات کا دعویٰ کیا گیا ہے کہ بغیر الہام الٰہی کی مدد کے نفس انسانی کبھی اصلاح پذیر نہیں ہو سکتا بلکہ جیسا کہ واقعات شہادت دے رہے ہیں اقوام

دن بدن ہلاکت کے گڑھے میں گرتا چلا جاتا ہے۔ پس یہ آیت اس حقیقت پر صریح نص ہے کہ اگر الہام الٰہی نفس انسانی کی مدد کیلئے آگے نہ بڑھے تو نفس انسانی تو انسان سے بدی پر بدی کا ارتکاب کرواتا چلا جاتا ہے جیسا کہ لفظ امّارۃ بالسوء سے واضح ہو رہا ہے بدیوں کی طرف متواتر بلانے کا یہ سلسلہ اتنا لمبا چلا جاتا ہے کہ آخر کار تمام وہ لوگ جو الہام الٰہی کو تسلیم ہی نہیں کرتے یا کرتے تو ہیں مگر عملاً اسے پس پشت ڈال کر محض ہوائے نفس کے پیرو ہو جاتے ہیں کلیۃً تسلط شیطان کے نیچے آ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک فزین لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم

ہم نے رسولوں کو بھیجا۔ اور انکی امتوں کو شیطان نے ورغلایا اور ان کے گندے اعمال کو خوبصورت کر کے دکھلایا یہانتک کہ آج شیطان ان کا ولی ہو گیا ہے یہ آخری حالت ہے جس تک انسان آخر پہنچ جاتا ہے یعنی یہ کہ شیطان کلیۃً اس پر متسلط ہو جاتا ہے۔ اور انسان کو خالق حقیقی سے دور کر دیتا ہے۔ اور دنیا کی محبت اور اس کی لگن اس کے قلب میں پیدا کر دیتا ہے اور اس کی حالت آیت:۔

والذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بھا والذین ھم عن ایاتنا غافلون

کی مصداق ہو جاتی ہے۔ پہلے خدا کی لقاء پر سے اس کا ایمان اٹھ جاتا ہے پھر دنیوی زندگی پر وہ راضی ہو جاتا ہے پھر نہ صرف راضی بلکہ اس پر مطمئن ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کی آیات سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اور ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین وما یھلکنا الا الدھر ہی اس کا نعرہ بن جاتا ہے یعنی یہ کہ صرف یہی دنیوی زندگی ہے اور ہمیں یہیں مرنا اور جینا ہے ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ صرف دہر ہی دہر ہے جو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔

واقعات عالم کی شہادت

اگر آپ قوموں کی زندگی پر نظر ڈالیں گے تو اللہ تعالےٰ کے اس قول کی صداقت واقعات کی شکل میں آپ کو نظر آئے گی گذشتہ قوموں کو چھوڑیں خود یورپ کی موجودہ حالت ہمارے سامنے ہے کس طرح یورپ کی قوموں نے خدا کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو چھوڑا اور اپنے نفس کی آواز پر بھروسہ کر کے ایک تمدن کی بنیاد رکھی اور کس طرح اسکو بہترین تمدن سمجھا گیا لیکن اس کا نتیجہ جو نکلا وہ سب کے سامنے ہے کوئی بدی نہیں جس کا ارتکاب یورپ میں نہ ہو رہا ہو اور کھلے بندوں نہ ہو رہا ہو بدی کا طوفان وہاں اس قدر زوروں پر ہے کہ وہ خود بھی الامان الامان پکار اٹھے ہیں۔ نفس کی پیروی سے دنیا کے سامنے ظھر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ پھر کھنچ گیا ہے پس یورپ کے وجود میں اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ جو لوگ بھی وحی کا انکار کر کے یا اسے ترک کر کے محض نفس کے پیچھے اندھا دھند چل پڑتے ہیں وہ بدیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں

دنیا کی محبت اور بعثت مامور

بدیوں سے بچانے والی چیز صرف اللہ کی رحمت ہے جو درحقیقت الہام الٰہی اور رسولوں اور اس کے کامل متبعین کے ذریعہ ہی نزول فرماتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر یقین نہ ہو تو انسان بدیوں سے قطعاً نہیں بچ سکتا اور یہ یقین بجز مذکورہ ذرائع کے پیدا نہیں ہو سکتا ان کو چھوڑ کر لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دنیا کی محبت ان پر غالب آجاتی ہے اور اللہ کا دامن ان سے چھوٹ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں دنیا پر ظلمت ہی ظلمت چھا جاتی ہے اور گناہ حد سے بڑھ جاتا ہے جب دنیا گراوٹ کی اس حد تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اپنے وعدہ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین کے مطابق اسراف فی المعاصی کی اس حالت کو دیکھ کر اپنے بندوں کو یاد کرتا اور ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف لانے کے سامان پیدا کر دیتا ہے اور وہ اس طرح کہ اپنے کسی بندہ کو کھڑا کرتا ہے اس کے دل میں اپنی تجلی نازل فرماتا ہے اور اسے نور عطا کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ دوسروں کو بھی منور کر دیتا ہے۔ اور ماننے والوں میں بصیرت اور یقین پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں نیکی غالب آ جاتی ہے اور بدی دُور ہوتی چلی جاتی ہے یہ وہ قانون الٰہی ہے جو ہر دَور میں اپنا کام کرتا رہا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی دنیا کی محبت دلوں پر غالب آگئی نفس امارہ نے سود کا حکم دینا شروع کر دیا اور لوگ بالآخر بدیوں کی طرف راغب ہوتے چلے گئے۔ دنیا میں کتاب الٰہی اور اس کا رسول موجود تھا لیکن اس کے ماننے والے بھی اسے عملاً چھوڑ چکے تھے اس لئے ان کی موجودگی کے باوجود ماننے والوں اور منکرین دونوں میں بدی سرایت کرتی چلی جاتی تھی سوائے معدودے چند لوگوں کے جو النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے تھے اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں ہی ہوتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پیشتر زمانہ جاہلیت میں بھی حضرت ابوبکرؓ جیسے نیک لوگ موجود تھے۔ اور ایک فرقہ بھی ایسا پیدا ہو چکا تھا جو اپنے آپ کو موحد کہتا تھا۔ لیکن ان سب کی موجودگی کے باوجود نیکی اپنا اثر نہیں دکھلا رہی تھی۔ مگر جب حضور سرور کائنات صلعم کا ظہور ہوا تو اس سے ایک عظیم الشان انقلاب رونما ہوا مامور کی بعثت سے پیشتر بھی نیک لوگ موجود ہوتے ہیں لیکن ان کی نیکی اپنی ذات تک ہی محدود ہوتی ہے دوسروں پر اس کا اثر بہت کم ہوتا ہے اس لئے وہ انقلاب پیدا نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ خود بھی مامور کے محتاج ہوتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کی بعثت اور خدا پر ایمان

پس ایسے زمانہ میں جبکہ شیطان غالب آچکا تھا اللہ تعالےٰ نے اپنے قانون کے ماتحت ایک عظیم الشان مامور کو مبعوث فرمایا۔ اس مامور کی عظمت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ تمام انبیاء سابقہ نے اس کی آمد کی پیشگوئی فرمائی خود حضرت نبی کریم صلعم نے اسے اپنا کامل بروز بتلایا۔ اور فتنہ دجال کو جو شیطان کا آخری اور زبردست حملہ ہے اسکو فرو کرنے والا اسے ہی قرار دیا۔ (آپ نے اس کے ذریعہ سے تیار ہونے والے لوگوں کی بھی بڑی شان بتائی ہے) چنانچہ اس مامور زمان نے آکر دلوں سے دنیا کی محبت کو سرد کیا۔ سود کو دبایا اور دلوں میں اسلام کی سچائی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت پر کامل یقین پیدا کر دیا۔ وہ اپنے ساتھ ایک نور لایا اور لوگوں کو منور کر دیا ہزاروں کو شیطان کے پنجہ سے آزاد کرا دیا لیکن خدا تعالےٰ کے اٹل قانون کے ماتحت اس قسم کے عظیم الشان مامور کچھ عرصہ اپنا کام کر کے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ مامور بھی اسی قانون کے ماتحت رخصت ہو گیا لیکن جیسا کہ سنت یہی ہے کہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسی جماعت چھوڑ جاتے ہیں جو ان کے مشن کو جاری رکھتی ہے یہ مامور بھی پاک لوگوں کی ایک جماعت اپنے پیچھے چھوڑ گیا مامور کی جماعت کا ہی فرض ہوتا ہے کہ . . . . اس کام کو جاری رکھے۔

جماعت احمدیہ کی ذمہ داری

اس کی جماعت اس کام کی ذمہ دار ہوتی ہے جو اس نے شروع کیا تھا اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے لائے ہوئے نور کو پھیلا دیں۔ بہرحال مامورین جب آتے ہیں تو نیکی کی ایک رَو پیدا کر دیتے ہیں۔ تازہ معجزات اور خوارق عادات نشانات کے ذریعہ سے لوگوں میں ایک بصیرت پیدا کر دیتے ہیں جو نیکی کے بجالانے اور بدی کے چھڑانے کے لئے ممد ہوتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے سلسلہ میں بڑے عالم پیدا کئے۔ جنہوں نے حضرت کی وفات کے بعد آپ کے سلسلہ کو چلایا۔ اسی طرح ان علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے پیچھے علماء کا ایک گروہ چھوڑ جائیں۔ اسی طرح وہ پھر آئندہ آنے والی نسلوں کی تربیت کریں۔ یوں یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے پس ہماری جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھوں تیار ہوئی اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں۔ جانشین بن کر ہم نے اس تمام بوجھ کو اپنے اوپر لے لیا ہے جس کے لئے حضرت مسیح موعود تشریف لائے تھے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خدا کا یہ پہلوان دین کو پھیلانے کے لئے کس طرح ہر وقت بےچین رہتا تھا ہر وقت یہی خیال اسے دامنگیر رہتا تھا کہ کس طرح اسلام کو دیگر مذاہب عالم پر غالب کر دیا جائے۔

مبلغین کی تربیت

اللہ تعالےٰ نے مامور وقت کو ایک نیک علم کلام عطا کیا۔ آج وہی ایک خاص ذریعہ ہے جس سے دین اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا جا سکتا ہے۔ جو علم حضرت مرزا صاحب لائے وہ زمانہ کی تمام ضروریات کے لئے متکفل ہے ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم پہلے خود اس کلام کے وارث بنیں اور پھر اس علم کو دوسرے لوگوں تک پہنچائیں۔ اس علم کو حاصل کرنے کا طریق بھی قرآن کریم میں ہی بتلایا گیا ہے

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

سارے کے سارے مومنین کا حصول علم دین کے لئے نکل آنا یہ تو ناممکن ہے ہاں یہ چاہیئے کہ ہر ایک جماعت میں سے چند آدمی اس کام کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ جو کامل طور پر علوم دینیہ کو حاصل کریں

(اور پھر واپس جا کر اپنی اپنی قوم میں نذیر کا کام دے سکیں۔ ویسے تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ علم دین سیکھے لیکن اس آیت میں ایک خاص گروہ کو اس میں کمال حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے تا وہ بعد میں رسول کے قائم مقام بن جائیں اور اسی کی طرح لوگوں کو انذار کریں تا وہ بدیوں سے چوکس ہو جائیں اور ان سے بچ جائیں۔ اور پھر ہر ایک کو اپنے اپنے حلقہ میں بدی کے خلاف ایک جنگ جاری رکھنی چاہیئے اور باطل خواہ کسی شکل میں ظاہر ہو اسے مٹانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

درسی ادارہ کی تشکیل

یہ وہ طریق ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں سکھایا ہے۔ اس طریق سے ہم اپنی جماعت میں علماء پیدا کر سکتے ہیں۔ ہماری انجمن کو چاہیئے کہ اس آیت کے ارشاد کے ماتحت مرکز میں ایسا انتظام کرے جہاں باہر کی جماعتوں سے نوجوان آکر علوم دینیہ کو حاصل کر سکیں۔ اس کام کے لئے ایسے علماء مقرر ہونے چاہئیں جو نوجوانوں کو علوم ظاہری کا وارث بنانے کے ساتھ ساتھ ان میں توکل کا جذبہ پیدا کر سکیں۔ ان کے اندر بصیرت اور یقین پیدا کر سکیں یہی معنی ہیں "تفقہ فی الدین" کے۔ اس سے مراد چند مسائل کا ہی رٹ لینا نہیں۔ بلکہ مذہب کی سپرٹ اور روح سے بہرہ ور ہونا اصل مقصود ہے اور قلب میں کامل تقوےٰ کا پیدا ہو جانا، اور قرآن کریم کی باریکیوں پر نظر کا میسر ہو جانا اور اس بات کا جان لینا کہ بدیوں کو کس طرح مٹایا جا سکتا ہے تا وہ صحیح معنوں میں نذیر بن سکیں۔ یہ ہے تفقہ فی الدین۔

مذہب کی ضرورت اور اقوام عالم

آج دنیا پیاسی ہے۔ اور ان کی پیاس کو بجھانے والا پانی ہمارے پاس ہے یہ وہ آب حیات ہے جو اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی طفیل ہمیں دیا ہے۔ ہم اگر پیاسوں تک یہ پانی نہ پہنچائیں گے تو ہم یقیناً بخیل ہوں گے۔ یہ ضلالت جو آج دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہے اسی آب حیات سے ہی اسے دور کیا جا سکتا ہے ہمیں اس ضلالت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام سے خوب اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک دو مبلغین یا چند کتب کے بھیجنے سے یورپ فتح نہیں ہو سکتا۔ پھر یورپ ہی نہیں ہمیں تو تمام دنیا کو فتح کرنا ہے اس سے سوء کو مٹانا ہے اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہماری جماعت کو کتنی تعداد میں مبلغین کی اور کس تعداد میں کتب کی ضرورت ہے۔

نائبین کی ضرورت

تمام وہ لوگ جنہوں نے حضرت صاحب کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت میں رہ کر ان سے نور حاصل کیا ہے ان کا فرض ہے کہ وہ اس نور کو اپنی اولاد میں پیدا کریں۔ قوم کے نوجوانوں میں پیدا کریں تا آنے والے زمانہ میں جب کہ وہ اس دنیا سے کوچ کر چکے ہوں گے۔ وہ نوجوان ان کی جگہ سنبھال سکیں آج تک ہم سے بڑے بڑے بزرگ علیحدہ ہو گئے لیکن ہمیں کوئی ان کا قائم مقام نظر نہیں آتا۔ ہمیں ایسے نوجوان تیار کرنے کی طرف بہت جلد توجہ کرنی چاہیئے یہ ٹھیک ہے کہ ہم اس پایہ کے عالم پیدا نہیں کر سکیں گے جس کمال کے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیدا کئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سرے سے ہی اس کام کو ترک کر دیں۔ اس کے بغیر جماعت زندہ نہیں رہ سکتی۔

سب سے پہلے میں جماعت لاہور کی توجہ کو ہی اس طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کو کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کروائیں اس سے نوجوانوں میں اسلام کی صحیح سپرٹ پیدا ہو جائے گی۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو دیکھئے کوئی بڑے شرعی عالم نہ تھے لیکن حضرت صاحب کی صحبت میں رہ کر اسلام کی سپرٹ اور اس کی روح سے خوب بہرہ ور ہو گئے تھے۔ اور ان میں ایک نور پیدا ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یورپ کے بڑے بڑے فلاسفر بھی خواجہ صاحب مرحوم کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ اس نور سے جو آراستہ ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں وہی شخص دین کا عالم ہے۔ بہت کتابوں کے پڑھنے کی ضرورت نہیں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھئے بہت کتابیں پڑھے ہوئے تھے اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود کو ان کتب پر عبور نہ تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے جو قرآن کا علم حضرت مرزا صاحب کو عطا کیا دنیا میں کوئی عالم اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔

خلیفہ عبد اللطیف صاحب مرحوم دیکھئے ان پڑھ تھے لیکن بڑی بڑی معرفت کی باتیں کیا کرتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہری علوم کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بیشک ایسے لوگ بھی ہماری جماعت میں ہونے چاہئیں جو علوم ظاہری پر خوب دسترس رکھتے ہوں۔ لیکن ظاہری علوم کے ساتھ جب تک حقیقی تقوےٰ اور معرفت الٰہی سے دل لبریز نہ ہوں ظاہری علوم کوئی فائدہ نہیں دیتے۔

حضرت مرزا صاحب کا علم کلام اور باطل کا فرار

یہ وہ چیز ہے جس کی طرف جماعتوں کو اور انجمن کو توجہ کرنی چاہیئے اگر ہم حضرت کے جانشین ہونے کا دعوےٰ کرتے ہیں اور ہم یقیناً حضرت صاحب کے جانشین ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہم حضرت صاحب کے لائے ہوئے علم کو جس میں ایک نور ہے جو دلوں کو روشن کرتا ہے، اسکو دنیا میں جاری کریں۔ ہماری تبلیغ کے رکنے کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ جماعت میں علم کی کمی ہے۔ مسائل کا علم نہیں۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں ان پڑھ سے ان پڑھ آدمی مسائل سے خوب اچھی طرح واقف تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا مولوی بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ کھچے چلے آتے تھے۔ جانشینی کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس علم کو دنیا میں پھیلائیں یہی علم تمام بیماریوں کا علاج ہے کمیونزم اور نہ کوئی اور ازم اس کے مقابلہ پر ٹھہر سکتا ہے

جاء الحق وزھق الباطل

کا نمونہ ایک دفعہ پھر دنیا نے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں دیکھ لیا اور اب بھی دیکھ رہی ہے یقیناً یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دئے ہوئے نور اور آپ کے لائے ہوئے علم کلام کے پھیلنے سے کمیونزم وغیرہ کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں خود بخود چھٹ جائیں گی دجال خود بخود پگھل جائے گا۔ حضرت صاحب نے اپنی زندگی میں ہر باطل کو بھگا کر دکھا دیا۔ پھر کیوں ہم اس آزمودہ ہتھیار کو آج استعمال نہ کریں یہ ضرورت اسلام ہم سے نفوس اور اموال دونوں کی قربانی مانگتی ہے۔

نفوس کی قربانی

ہم نے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کیا بیشک یہ بہت بڑی قربانی ہے لیکن یہ قربانی ادھوری ہے جب تک کہ ہم اپنے نفوس کو بھی خدا کی راہ میں نہ لگا دیں اس ادھوری قربانی سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا جو مال و جان دونوں کی کامل قربانی کرنے سے وابستہ ہے۔

جانوں کی قربانی صرف میدان جنگ میں ہی نہیں دی جاتی ہے بلکہ اپنی زندگیاں دین کی اشاعت کے لئے وقف کر دینا بھی نفوس کی قربانی میں ہی داخل ہے اس وقت، خصوصیت سے دین ہم سب کو علمی جہاد کے لئے بلا رہا ہے ہمیں چاہیئے کہ علم حاصل کریں۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات کو دیکھیں اور پھر اس باطل کا بڑا ہی تیکھا اور دلائل ساطع سے قلع قمع کریں۔ اور اس راہ میں دیوانہ وار نکل کھڑے ہوں۔ اگر یہ کیفیت ہمارے اندر پیدا ہو جائے گی تو ہم دیکھ لیں گے کہ خدا کی تائیدات اور برکات کس تیزی کے ساتھ ہماری طرف آتی ہیں اور کس طرح خدا ہماری دستگیری فرماتا ہے۔ اے اللہ ہمیں اپنی قربانیوں کو کامل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

تشنگان روحانیت کو احمدیت کا پیغام

مکتوب بغداد

سید تصدق حسین صاحب قادری بغداد سے اپنے خط مورخہ [illegible] میں لکھتے ہیں کہ "یہاں پر مفت تقسیم کے لئے ضخیم کتب کی ضرورت ہے۔ اب تک بیج بویا جا رہا ہے خدا کے فضل سے امید ہے کہ نتیجہ بہتر نکلے اخرجِ شطأہٗ کا وقت قریب آ رہا ہے۔ اس وقت ووکنگ میں جناب علام ربانی صاحب بھی خوب محنت سے کام کر رہے ہیں اللہ تعالےٰ نے اچھے آثار پیدا کر دئے ہیں۔ میں نے موصوف کو لکھا تھا کہ رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ تشنگان روحانیت کو احمدیت کے پیغام کے پانی سے سیراب کیا جائے۔ ممدوح نے میرے خیال سے اتفاق کیا ہے امید ہے کہ آئندہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ میرا تجربہ ہے کہ جو چیز مغرب سے ان ممالک میں آتی ہے نہ صرف پسند کی جاتی ہے بلکہ اسے اپنانے میں فخر کرتے ہیں۔ احمدیت کا پیغام بھی مغرب ہی سے آ کر قابل قبول ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ امید ہے کہ بزرگان سلسلہ بخیر و عافیت ہوں گے ہم سب کی طرف سے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ اور دیگر دوستوں کو السلام علیکم اور درخواست دعا۔

ان دنوں اکثر احباب پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز یورپ اور امریکہ جایا کرتے ہیں بصرہ میں دو ایک گھنٹے ان کا قیام رہا کرتا ہے جہاں اخویم سبزواری صاحب کا پتہ درج ہے ان سے ضرور ملاقات کیا کریں۔ ہوائی اڈے سے بذریعہ فون اطلاع دی جا سکتی ہے پتہ [illegible]

رفتارِ عالم

پاکستان

لاہور - ہز ایکسی لنسی سردار عبدالرب نشتر گورنر مغربی پنجاب نے ایک تقریر میں فرمایا۔ ہم امن پسند ضرور ہیں لیکن عزت و خودداری کو کبھی چھوڑ نہیں سکتے۔

ڈھاکہ - چٹاگانگ سے تیس میل دور کے ایک بلند و بالا پُر فضا پہاڑی مقام پر ایک ٹی۔بی ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا ہے۔

کراچی - ہندو مہا سبھا نے اپنے اجلاس کلکتہ میں جو دھمکی دی تھی کہ اگر حکومت پاکستان نے ہندو پناہ گزینوں کی آبادکاری کی خاطر مشرقی پاکستان کے چند اضلاع ہندوستان کے حوالے نہ کئے تو وہ پاکستان اور بالخصوص مشرقی پاکستان پر بجبر قبضہ کر لینگے اس پر پاکستانی پارلیمنٹ میں ۱۷ر جنوری کو نائب وزیر خارجہ مسٹر محمود حسین نے کہا کہ حکومت پاکستان ان دھمکیوں کو گہری تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے اور حکومت ہند سے فرمائش کی ہے کہ وہ اس جماعت کے خلاف مناسب اقدام اختیار کرے۔

کراچی - معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان ۱۶ر جنوری سنہ ۱۹۵۰ء کھالوں اور چمڑے پر ٹیکس صرف ایک مرتبہ لے گی

اوکاڑہ - کے زمینداروں نے چار ہزار کسانوں کو زمین چھوڑ دینے کا نوٹس دیا تھا اس پر ۱۷ر جنوری کو مزارعین نے ایک جلوس کی شکل میں شہر کے مختلف بازاروں میں بے دخلی کے خلاف مظاہرہ کیا۔ اور "بے دخلی بند کرو" "زمین کاشتکاروں کی ہے" "جاگیرداری مردہ باد" کے نعرے لگاتے تھے۔

کراچی - پاکستان کی وزارت تجارت نے اپریل کے آخیر تک کے غلام پٹسن کی برآمد کے لئے مزید کوٹے کا اعلان کیا ہے۔

فرانس - تیس ہزار ٹن

برطانیہ تیس ہزار ٹن

روس - دس ہزار ٹن

آسٹریلیا - دس ہزار ٹن

یونان اور آئر لینڈ - تین ہزار ٹن

پشاور - ۱۶ر جنوری کو صبح ۹ بجکر ۵ منٹ پر ہز ایکسی لنسی صاحبزادہ محمد خورشید گورنر صوبہ سرحد حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ۴۹ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی جگہ صوبہ سرحد کے چیف سیکرٹری خان بہادر ابراہیم خان صاحب کو عارضی طور پر گورنر مقرر کر دیا گیا ہے۔ مرحوم کو ان کے آبائی گاؤں گڑھی میں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا ۲۴۲

کشمیر

قاہرہ کے اخبار "الاہرام" نے بڑے زور شور سے اس بات کی وکالت کی ہے کہ کشمیر میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کا انتظام کیا جائے۔

نیویارک - سلامتی کونسل نے مسئلہ کشمیر پر بحث کو غیر معین عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کونسل کے چینی صدر ڈاکٹر ٹی ایف سیانگ جنوری کے اختتام پر مسئلہ کشمیر پر بحث کے لئے کوئی تاریخ مقرر کریں گے۔

مصر کے ایک غیر سرکاری وفد نے کراچی میں بیان دیتے ہوئے کہا مصری عوام مسئلہ کشمیر کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے پاکستانی اور کشمیری۔ نیز کہا ہم ۴۳ لاکھ کشمیری مسلمانوں کا مستقبل کا فیصلہ آزادانہ رائے شماری سے چاہتے ہیں۔

وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علیخان نے ۱۹ر جنوری کو کراچی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

ہندوستان نے تنازعہ کشمیر کے متعلق اقوام متحدہ کے کمیشن کی ہر تجویز کو ٹھکرا دیا نیز فرمایا کشمیری عوام کی جنگ آزادی کی جنگ ہے اور انشاء اللہ وہ کامیاب ہونگے

---

۴۵ کراچی - لیگ اسمبلی پارٹی سے پنجاب کے دو ارکان میاں افتخار الدین اور سردار شوکت حیات خان کو نکال دیا گیا ہے۔

پارلیمنٹری پارٹی نے ان دو ارکان کو حکومت کے اشارے سے برانگ کیا ہے۔

(سہروردی)

یہ اقدام ان دو حضرات کے خلاف نہیں بلکہ پنجاب مسلم لیگ کے خلاف ہے۔ (مظہر علی اظہر)

لاہور - لاہور ہائیکورٹ کے مسٹر جسٹس کارنیلیس مارچ کے پہلے ہفتہ میں حکومت پاکستان کے لیجسلیٹو ڈیپارٹمنٹ کے سیکرٹری کے عہدہ کا چارج لیں گے۔

کراچی - شاہ ایران یکم مارچ کو کراچی پہنچ جائیں گے۔ ایران میں پاکستان کے سفیر مسٹر غضنفر علی خان بھی آ رہے ہیں۔

سندھ کی ہارون وزارت میں دو بارہ رد و بدل کر دی گئی ہے قاضی فضل اللہ اور آغا غلام نبی کو حاجی مولا بخش اور مسٹر رحیم بخش سومرو کی جگہ لے لیا گیا ہے۔

بلادِ غیر

واشنگٹن - ۵ر جنوری - صدر امریکہ مسٹر ٹرومین کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ امریکہ فارموسا کو فوجی امداد نہیں بھیجے گا نہ ہی وہ فارموسا میں چینی فوجوں کو کوئی مشورہ دیگا۔

ایتھنز - ۵ر جنوری یونان کی کولیشن وزارت جس کے وزیر اعظم الیگزینڈر ڈیوپولس تھے مستعفی ہو گئی۔

ہانگ کانگ کے چینی علاقہ میں ۱۲ر جنوری کو چھ ہزار جھونپڑے زبردست آتشزدگی میں تباہ ہو گئے۔ اور ۲۵ ہزار اشخاص بے گھر ہو گئے۔ اس سے کاؤلون کا تاریخی شہر بالکل تباہ ہو گیا ہے۔

قاہرہ - ۱۰ر جنوری کو وفد پارٹی اور لبرل پارٹی کے حامیوں میں انتخابات کے دوران میں جھگڑا ہو گیا جس میں دو اشخاص ہلاک ہو گئے۔

روم - ۱۰ر جنوری کی رات کو ڈی گسپیری کی قیادت میں اٹلی کی کابینہ نے استعفیٰ دے دیا۔

ہیگ - ولندیزی سفیر برائے چین بیرن فان وشول نے کہا ولندیزی حکومت بھی مستقبل قریب میں اشتراکی چین کو تسلیم کر لے گی۔

میڈرڈ - سپین کے کاشتکاروں کی ایک بہت بڑی اکثریت نے کنٹرول کو ہٹانے کا مطالبہ کیا۔

ہانگ کانگ - چینی اشتراکی حکومت نے چین کو سات انتظامی اضلاع میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) شمال مشرقی چین

(۲) مشرقی چین

(۳) وسطی اور جنوبی چین

(۴) شمال مغربی چین

(۵) جنوب مغربی چین

(۶) سویٹون

(۷) اندرونی منگولیا۔

لاس اینجلز - یہاں ۱۲ر جنوری کو زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے۔

ٹوکیو - جنرل میکارتھر کے ہیڈکوارٹر نے اعلان کیا ہے کہ غیر ملکی تجارت کے دو ماہرین (جاپانی) ۱۲ر جنوری تک سیام پاکستان، ہندوستان روانہ ہو جائیں گے کولمبو میں دولت مشترکہ کے ممبر ملکوں کی جو کانفرنس ہو رہی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔ اس کانفرنس کو ایک تاریخی واقعہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ہندوستان

اورنگ آباد - یو۔پی اسمبلی کے اسپیکر مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن نے ۱۰ر جنوری کو تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر انڈیا اور پاکستان کے مابین اسی قسم کے تعلقات رہے جیسے کہ اب ہیں تو ان دونوں ملکوں میں جنگ ہونی یقینی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں کو الٹی میٹم دیتے ہوئے کہا کہ اگر وہ بھارت کے تمدن کو اپنا نہیں سکتے تو پھر انہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

کلکتہ ۳ر جنوری۔ صبح کو تو نیچے پوسٹ آفس پر دو مسلح آدمیوں نے دھاوا کیا اور کیش روم سے ۳ ہزار روپیہ کی رقم لیکر ٹیکسی میں فرار ہو گئے۔

بمبئی - ہندوستان اور افغانستان کے درمیان وائرلیس ٹیلی گراف کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔

شولاپور - شولاپور میں ایک اور کلاتھ مل روئی کی قلت کی وجہ سے بند کر دی گئی۔ اس میں گیارہ سو مزدور کام کرتے تھے۔

بمبئی - ایک کروڑ پتی مل مالک کو کل چند ہزار کا کو ایک پولیس افسر کو رشوت پیش کرنے کے جرم میں ایک سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔

نئی دہلی - ماسٹر تارا سنگھ والی اکالی پارٹی نے جوری پبلک کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے اس کی مخالفت کا اعلان کرتے ہوئے نیشنلسٹ سکھ پارٹی کے سیکرٹری سردار سنتوکھ سنگھ نے کہا کہ یہ فیصلہ تمام سکھوں کے لئے خودکشی کے مترادف ہے۔ اور پھر کہا کہ بعض لوگوں کو کبھی بھی عقل نہیں آئے گی (ان کا اشارہ ماسٹر تارا سنگھ کی طرف تھا)

لکھنؤ - ٹائمز کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یو پی اسمبلی کی کانگرس پارٹی میں جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں وہ اس قدر گہرے اور شدید ہیں کہ ان کے نتیجے کے طور پر یہاں کی وزارت بھی مغربی بنگال کی طرح ڈانواں ڈول ہو رہی ہے اور اس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

کلکتہ - ۱۵ر جنوری کو ہندوستان کے نائب وزیر اعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل نے عوام کو خطاب کرتے ہوئے کہا کلکتہ کی ابتر حالت کی وجہ سے ہماری راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے پھر کہا اگر کلکتہ ہاتھ سے نکل گیا تو ہم پورے

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸ | فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب | جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

(۸)

ایڈیٹر دوست محمد

سالانہ چندہ چھ روپے | ممالک غیر سے سالانہ چندہ پندرہ شلنگ

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ یکم فروری ۱۹۵۰ء | نمبر ۵

قرآن کریم سرچشمۂ حیات اور ایک زبردست رُوحانی قوّت کا مالک ہے

اسے دُنیا تک پہنچانے کیلئے تعلق باللہ کی ضرورت

تبلیغ دین ایک عظیم الشان کام ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ لاہور مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ۔ قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدی منھما ۵

قرآن کریم اور تورات ہدایت پھیلانے کا ذریعہ

قرآن کریم ایک طرف جہاں سابقہ کتب سماوی کو منسوخ کرتا ہے وہاں دوسری طرف ان کے اندر ہدایت اور نور ہونے کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس آیت میں جو میں نے پڑھی ہے دو کتابوں کا ذکر آیا ہے کہ ان دو سے بڑھکر اگر کوئی ہدایت والی کتاب کہیں ملتی ہے تو اسے لے آؤ۔ یعنی ایک طرف تورات اور دوسری طرف قرآن کریم۔ یہ مطلب نہیں کہ ان ہر دو کتب کو ایک برابر رکھا ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان الفاظ کے اندر ایک عظیم الشان پیشگوئی بھی ہے۔ اور صورت حالات کا نقشہ بھی ہے۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہوگی۔ اس وقت تورات اور انجیل دنیا کے ایک محدود حصہ پہ ہدایت کا کام دے رہی تھی اور قرآن کریم کا نور اور اسکی ہدایت بھی چند نفوس یا چند سو نفوس تک محدود تھی۔ مگر اس آیت میں دعوےٰ یہ کیا گیا ہے کہ یہ دونوں کتابیں دنیا کے لئے اس قدر ہدایت اور راہنمائی کا موجب ہوں گی کہ ان سے بڑھکر کوئی کتاب دنیا میں ہدایت پھیلانے والی اور بنی نوع انسان کی راہنمائی کرنے والی نہ ہوگی۔

قرآن کریم کی افضلیت

بائبل اور قرآن کریم کے باہمی موازنے میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کریم نہ صرف تمام پہلی کتابوں کو منسوخ قرار دیتا ہے بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی ایک سورت کا بھی کوئی دوسری کتاب مقابلہ نہیں کرسکتی اور یوں بھی فرمایا لئن اجتمعت الانس والجن ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ جن اور انس اگر دونوں بھی اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل کوئی اور چیز لے آئیں تو وہ ہرگز نہیں لاسکیں گے قرآن کریم کا تمام کتابوں پر افضل ہونا اور اس کا تمام کتب سماوی سے بڑھکر ہدایت اور راہنمائی کا موجب ہونا یہ ایک بین صداقت ہے جس کا آج دنیا کو اعتراف ہے۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لیکن توریت کا ہدایت اور نور سے پُر ہونا یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک طرف توریت اور انجیل اور دوسری طرف قرآن کریم جس قدر نسل انسانی کی ہدایت کا موجب ہوئے ہیں کوئی اور کتاب نہیں ہوئی۔ آج واقعات شاہد ہیں کہ جسقدر ان دونوں کتابوں نے بنی آدم کی راہنمائی کی ہے کسی اور کتاب نے نہیں کی۔ باوجود ان غلطیوں کے جو یہودیوں اور عیسائیوں میں پیدا ہوگئیں خدا کی ہستی کا احساس قرآن کے بعد جس قدر بائبل نے پیدا کیا ہے دیگر کتب کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

بائبل کے پیرؤوں کی قربانیاں

تو جہاں یہ بات ہمیں نظر آتی ہے کہ فی الحقیقت کس قدر روحانیت دنیا میں اس کتاب نے پھیلائی وہاں اگر آپ غور کریں تو ایک اور حقیقت بھی آپ کو نظر آئے گی وہ یہ کہ جس قدر بائبل کے پیرؤوں نے اس کتاب کو دنیا کے کونے کونے اور اطراف و اکناف میں پہنچانے کی زبردست کوشش کی ہے وہ ابھی تک قرآن کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوئی نیز جس قدر قربانیاں بائبل کے پیرؤوں نے بائبل کو پہنچانے کے لئے کی ہیں اور جس کثرت سے ان لوگوں نے اس مقصد کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں افسوس ہے کہ

مسلمانوں نے قرآن کریم کے نور کو پھیلانے کی طرف اتنی توجہ نہیں کی۔

قرآن کریم کی رُوحانی قوّت

اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کتابیں قرآن کریم کے آگے ہی نکلی رہیں گی۔ بلکہ آج اس زمانہ میں یہ بات ظاہر و ثابت ہو چکی ہے کہ قرآن کریم توریت اور انجیل کے بالمقابل بڑی زبردست روحانی قوت کا مالک ہے اور جس قدر کامل تعلیم اور ہدایات قرآن کریم میں موجود ہیں پہلی کتابوں کو ان کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں۔ آج جن لوگوں نے مختلف مذاہب کی کتب کو پڑھا ہے۔ ان سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے برابر کسی مذہبی کتاب میں ضابطۂ حیات موجود نہیں۔ یہ صحیح ہے کہ لوگ قرآن کریم پر بعض اعتراضات کرتے ہیں لیکن آج وہ سب اعتراضات آہستہ آہستہ دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ دنیا اس کا روشن اور پُر نور چہرہ عنقریب ہی دیکھ لیگی لیکن یہ کس قدر قابل افسوس بات ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ قرآن کریم اپنے اندر ایک زبردست طاقت رکھتا ہے اور صرف وہی کامل ضابطۂ حیات ہے اور وہ ضرور تمام دنیا کو فتح کرے گا اور سب پر غالب آئے گا۔ مسلمانوں نے اسکو غیروں تک پہنچانے کی وہ کوشش نہیں کی جو عیسائیوں نے اپنی کتاب بائیبل کو پہنچانے میں کی ہے۔

قرآن کی تبلیغ کیلئے رُوحانی لوگوں کی ضرورت

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ قرآن کریم اپنے اندر ایک زبردست رُوحانی قوت رکھتا ہے لیکن ان روحانی قوتوں سے کام لینے کے لئے انسان ہی کام دیتے ہیں۔ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اسی ایک غرض کے لئے یعنی قرآن کریم کو جو سب دیگر کتب سماوی سے بڑھکر روحانی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے دنیا کے اطراف واکناف تک پہنچانے کے لئے ایک امام کو کھڑا کیا جیسا کہ میں نے گذشتہ خطبہ میں کہا تھا وہ امام ایک زبردست ایمانی قوت کے ساتھ آیا تھا اور باوجود اس کے اپنے و بیگانے سب مخالفت پر ڈٹ گئے اور انہوں نے اسے ایذا دینا اور بُرا بھلا کہنا کارِ ثواب سمجھا لیکن وہ مرد خدا اپنے اس قوی ایمان پر کہ قرآن کریم کی تعلیم تمام دنیا کو فتح کرے گی اور اس کا نور تمام دنیا کی ہدایت کا موجب ہوگا ایک لمحہ کے لئے بھی متزلزل نہ ہوا بلکہ اس عمارت کی بنیاد کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا گیا۔

بائیبل کی تبلیغ کا باعث رُوحانیت ہی تھی

یہ درست ہے کہ بائیبل کو دنیا کے مختلف حصوں میں پہنچانے کے لئے عیسائیوں نے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں بڑے بڑے مشکل مقامات پر جہاں پر کہ ایک انسان کا جانا بظاہر بڑا ہی مشکل تھا وہاں بھی وہ اسے لے کر پہنچے۔ غیر ملکی زبانیں سیکھیں اور پھر بائیبل کا ترجمہ کر کے ان لوگوں تک پہنچایا اس کے لئے ظاہری سامان بھی ان کو مل گئے لیکن یہ سب کچھ روحانیت کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ بیشک اس میں اقتدار اور مال کا بھی کچھ حصہ ہے جو کہ عیسائی مشنری اپنے کام لائے۔ لیکن حکومت کی مال کی فراوانی اور اقتدار کچھ بھی کام نہیں دے سکتے جب تک خود انسان اس کے لئے نہ کمر کھڑا ہو اور ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار نہ ہو۔ عیسائی مشنریوں نے تو اس سلسلہ میں بڑی بڑی قربانیاں کیں لیکن سوال یہ ہے کہ آیا مسلمان بھی قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کے لئے ان قربانیوں کو کرنے کے لئے تیار ہیں۔

امام زمان کی بعثت اور قرآن کی تبلیغ

خدا تعالےٰ نے ... کا اس کتاب کو تمام ... کتابوں پر غالب ... کر دینے کا حتمی وعدہ ... قرآن مجید میں موجود ہے اَنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ اور اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرنیکا وعدہ بار بار دہرایا ہے لیکن ساتھ یہ بھی اس کی سنت ہے کہ وہ اس غرض کے لئے انسانوں ہی کو وسیلہ بناتا ہے۔ آج موجودہ دَور میں جو اللہ تعالےٰ نے ایک امام کو اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے اور اس کی توجہ کو ہمہ تن اسی کے حصول ہی کی طرف پھیر دیا ہے اور پھر اسی کے ذریعہ سے ایک جماعت کو تیار کروایا ہے کہ وہ قرآن کریم کو دنیا کے اطراف واکناف میں پہنچا کر بنی نوع انسان کے قلوب کو اس کی روشنی سے منور کریں۔ وہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام کے تمام دنیا میں پھیلنے اور غالب آنے کا وقت آ گیا ہے۔

قربانیوں کی ضرورت

اس لئے میں اپنے احباب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ وہ قربانیاں نہیں کریں گے جو اس عظیم الشان مقصد کے لئے درکار ہیں اس وقت تک یہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے اور غالب کرنے کا کام نہیں ہو سکتا۔ آپ نے بیشک کچھ قربانیاں کیں یہ انہیں کا نتیجہ ہے کہ آج بفضل خدا اس تحریک میں ایک قوت پیدا ہو گئی ہے لیکن ان پر ہی مطمئن نہیں ہو جانا چاہیئے بلکہ اپنی قربانیوں کو پہلی رفتار سے کئی گنا کر دینا چاہیئے تا یہ مقصد جلد سے جلد تر حاصل کیا جا سکے۔

رُوحانیات میں ترقی کی ضرورت

یہ خیال صحیح نہیں کہ جماعت کے چند مالدار اور صاحب ثروت اصحاب یا چند علماء ہی ہوتے ہیں جو اس کام کو کر سکتے ہیں خدا کے دین کو دنیا میں بلند کرنا اس کا تعلق روحانیت سے ہے مال و اقتدار سے نہیں نہ علم سے ہے روحانیات ... میں جتنا کوئی بلند ... ہوگا اتنا ہی ... دین کی وہ زیادہ خدمت بجا لا سکتا ہے اللہ تعالےٰ نے روحانیت میں غرباء کو امراء سے کوئی کم نہیں رکھا۔ اس میدان میں خواندہ اور ناخواندہ، مفلس اور مالدار کی کوئی قید نہیں بسا اوقات ایک ناخواندہ اور مفلس ایک عالم اور مالدار سے اپنی روحانیت کے لحاظ سے بہت بڑھکر ہوتا ہے۔ اس مالدار کو روحانی میدان میں اس مفلس سے کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو جس قدر روحانیات سے غرباء کا طبقہ ہر زمانہ میں بہرہ ور ہوتا رہا ہے امراء کا طبقہ اتنا ہی اس نعمت سے محروم رہا ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال قطعاً نہیں آنا چاہیئے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ روحانی نعمت کے عطا کرنے میں بخل سے کام نہیں لیتا بلکہ اگر ایک طرف ایک گروہ کو دنیا کا مال دیا ہے تو دوسری طرف روحانیت کی قوت سے ان لوگوں کو مالا مال کیا ہے جو دنیوی مال سے حصہ نہیں پاتے۔ آپ میں سے ہر ایک جتنی کوشش کریگا اسی قدر ہی وہ اس نعمت سے متمتع ہوگا۔

رُوحانی طاقت ایک زبردست طاقت ہے

ہم لوگ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا صرف کام اتنا ہی ہے کہ ہم نے امام زمان کو شناخت کر لیا ہے اور انہیں مسیح موعود مان لیا ہے یا اس سے بڑھکر یہ کہ ہم نے اپنے اموال کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیا ہے یا کسی صاحب علم نے اپنے علم سے کچھ تھوڑی سی بہت خدمات سرانجام دے دی ہیں۔ نہیں بلکہ ہمیں اپنے اندر وہ روحانی قوت پیدا کرنا ہے جس کے ذریعہ سے ہم میں سے ہر ایک تمام دنیا کا فاتح بن سکتا ہے۔ یہ قصے نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے روحانیت کی قوت سے ہی تمام دنیا کو فتح کیا۔ کیا مقابل میں ان کی کوئی مادی طاقت اور قوت ان کے دشمنوں سے بڑھکر تھی؟ نہیں بلکہ غور کرنے پر معلوم ہوگا یہ صرف روحانی ہی قوت اور طاقت تھی جس کے ذریعہ سے وہ جسمانی طور بھی دنیا پر غالب آ گئے۔ آج تمام دنیا کو قرآن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے روشن یا منور کرنے کے لئے لازمی ہے کہ ہم اس روحانی قوت کے حصول کے لئے انتہائی کوشش کریں۔ خوب یاد رکھئے روحانی قوت و طاقت بڑی زبردست طاقت ہے جس کے سامنے کوئی ... مادی قوت نہیں ٹھہر سکتی۔ ایک غریب اور مفلس آدمی بھی اگر خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کر لے تو وہ نہ صرف دنیا کو منور کر سکتا ہے بلکہ وہ دنیا کی نظروں میں بھی معزز ہو سکتا ہے اور بڑا بن سکتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھیئے پہلے کیا تھے اور کیا بن گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھئے ایک حبشی غلام، حبشی اور پھر غلام لیکن خدا تعالےٰ سے تعلق پیدا کر کے وہ عزت مقام حاصل کیا کہ آج تک تمام اسلامی دنیا میں احترام کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا ہے۔ ایک نہیں دو نہیں قوم کی قوم نے اس روحانی قوت کو حاصل کیا اور تمام دنیا کی رہبر بن گئی۔

قرآن کریم سرچشمہ حیات ہے

اگر اکثر مخالفین بھی قرآن کریم کی روحانی قوت کے قائل ہو چکے ہیں اور وہ یقین کرتے ہیں کہ یہی ایک سرچشمہ ہدایت ہے جس سے آیندہ دنیا روشن ہو سکتی ہے۔ دوسری کتابیں اس نور سے محروم ہیں۔ خیالات میں تو یہ نور پیدا ہو چکا لیکن اس انقلاب کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور اسلام کی رُوحانی قوت کے سامنے دنیا کو گرانے کے لئے اب ضرورت ان لوگوں کے باہر نکلنے کی ہے جن کے دلوں میں کچھ درد موجود ہے۔ وہ اس ہدایت کو دنیا میں

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ | نمبر ۵

اشتراکی انقلاب

کمیونزم بورژوا (یا سرمایہ دارانہ) نظام کے خلاف ایک انقلابی تحریک ہے جس سے عوام کی معاشی سیاسی اور ثقافتی نجات بہبودی اور آزادی کو وابستہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس اشتراکی تصوریت کے بانی کارل مارکس کا کہنا ہے کہ معاشی بحران میں مختلف طبقات اور ان میں تفاوت اور ظلم و استبداد کا ایک بڑا سبب "انفرادی ملکیت" ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طبقاتی نزاع کو چکانے کے لئے اس نے اپنا سارا زور اسی انفرادی ملکیت کو مٹا کر اسے "اجتماعی ملکیت" بنانے پر دیا ہے۔ انفرادی ملکیت کو مٹانے سے مارکس کی مراد ان تمام ذرائع اور وسائل کو چھین لینا ہے جن سے کہ آگے دولت پیدا کی جا سکتی ہے۔ مثلاً زمینیں مشینیں اور کارخانہ جات وغیرہ۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس انفرادی ملکیت کو مٹانے سے ہی معاشی بحران میں امن و سکون پیدا ہو سکتا ہے اور ہر فرد کو دو وقت کی روٹی، پہننے کے لئے کپڑا اور رہنے کے لئے مکان میسر آ سکتا ہے۔

یہ تصویر بظاہر تو بڑا خوشکن نظر آتا ہے لیکن اگر اس کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس نظام کو عمل میں لانے سے سوسائٹی کو کئی اور مشکلات اور قید و بند میں دھکیلنا ہوگا۔

یہ ٹھیک ہے کہ انفرادی ملکیت کو مٹا دینے اور سارے وسائل دولت پر حکومت کے چند آدمیوں کے قابض ہو جانے اور تمام ملک کے ذرائع پیداوار ایک ہی نظم و نسق کے قبضہ میں آ جانے سے ملک بھر کی ضروریات کو سامنے رکھ کر منظم طور پر پورا کرنے کی کوشش کی جا سکے گی اور ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام ضرور مل جائے گا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اشیاء کی لاگت اور ان کی بازاری قیمتوں کے درمیان جو منافع پہلے زمیندار یا کارخانہ دار اور تاجر لیتے تھے وہ اب حکومت کے خزانہ میں آئے گا اور وہاں سے اجتماعی فلاح اور بہبود کے کاموں پر صرف ہو سکے گا لیکن اس دو وقت کی روٹی کے عوض ملک ہی، ان کا جسم و جان خرید لے گی۔ پہلے سوسائٹی اگر چھوٹے چھوٹے مہاجنوں میں بٹی ہوئی تھی تو اب حکومت ایک بڑے مہاجن کی جگہ لے لیگی۔

آخر اجتماعی ملکیت کے کیا معنی ہیں؟ یہی نا کہ ملک کے ...... تمام زمینداروں کو ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ سارے ملک کی زمینوں کو ایک ہی زمیندار کی ملک قرار دیا جائے۔ اور سارے کارخانہ دار اور تجار کو ختم کر کے تمام ذرائع پیداوار کو ایک ہی سرمایہ دار کے قبضہ میں دے دیا جائے۔ یہ سرمایہ داری اور جاگیرداری کے مظالم سے چند ایک نفوس کو رہائی دلاتا نہیں بلکہ تمام ملک کو ان کے مظالم کا تختۂ مشق بناتا ہے۔

کیا یہ معاشی اور سیاسی آزادی ہے یا کل قوم کو غلامی کی ایسی کڑی زنجیروں میں جکڑنا ہے جہاں سے پھر اس کا نکلنا ہی ناممکن ہو جاتا ہے۔

اس نظام کو نافذ کرنے سے ہی اس قدر ظلم و استبداد اور کشت و خون کا بازار گرم ہو جاتا ہے کہ اس کے تصور سے انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ روس میں اس اسکیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نہایت ہولناک ظلم و ستم سے کام لیا گیا۔ ½ کروڑ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور تقریباً اتنے ہی انسانوں کو سخت سزائیں دی گئیں۔ یہ تباہی یہ کشت و خون............ کیا دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے جو اس ظلم و استبداد کی اجازت دیتا ہو، کیا اس کا شمار اخلاق میں ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشتراکی لیڈروں نے مذہب اور اخلاق کا سرے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ اور خدا اور مذہب کے خلاف ایک زبردست پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ خدا اور مذہب کا انکار اس کا لازمی نتیجہ ہے۔

اس تصوریت کے حامیوں کو آخر اس ظلم و جبر کو جائز ٹھہرانے کے لئے اخلاق کا ایک نیا نظریہ گھڑنا پڑا جو لینن کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"ہم اس اخلاق کو رد کرتے ہیں جو عالم بالا کے کسی تصور پر مبنی ہو یا ایسے خیالات سے ماخوذ ہو جو طبقاتی تصورات سے ماوراء ہیں۔ ہمارے نزدیک اخلاق قطعی اور کلی طور پر طبقاتی جنگ کا تابع ہے ہر وہ چیز اخلاقاً جائز ہے جو پرانے نفع اندوز اجتماعی نظام کو مٹانے کے لئے اور محنت پیشہ طبقوں کو متحد کرنے کے لئے ضروری ہو۔ ہمارا اخلاق ہی یہ ہے کہ ہم خوب منضبط اور منظم ہوں اور نفع گیر طبقوں کے خلاف پورے شعور کے ساتھ جنگ کریں۔ ہم یہ مانتے ہی نہیں کہ اخلاق کے کچھ ازلی ابدی اصول بھی ہیں۔ ہم اس فریب کا پردہ چاک کر کے رہیں گے۔ اشتراکی اخلاق اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ مزدوروں کی مطلق العنان حکومت کو مضبوطی کے ساتھ قائم کرنے کے لئے جنگ کی جائے"

کمیونزم دو وقت کی روٹی دینے سے نہ صرف نسل انسانی کو غلامی کی آہنی زنجیروں میں ہی جکڑتی ہے بلکہ اس کے اپنانے سے کروڑہا انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنا ہے اور دین، ایمان، اخلاق اور انسانیت و شرافت سے ہاتھ دھونا ہے۔ ایسا سودا کرنا۔۔ کہاں کی عقلمندی اور ذہانت و ذکاوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام اگر غرباء سے عدم توجہی اور بے انصافی سے پیش آنے میں اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے تو اس کا ردعمل کمیونزم کی شکل میں سرمایہ داروں کے خلاف نفرت کے جذبہ کو ابھارنے میں دوسری انتہا کو پہنچ گیا ہے......

...... اب ان دونوں نظریوں میں اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو ان دونوں انتہاؤں سے بچ کر صراط مستقیم پر بنی نوع انسان کو چلانا چاہتا ہے۔ اسلام نہ تو انفرادی ملکیت کا انکار کرتا ہے اور نہ ہی سرمایہ کو چند ایک نفوس کے ہاتھوں میں محدود رکھنے کی تلقین۔ بلکہ ان دونوں کو تسلیم کر کے ایک مستقیم نظام پیش کرتا ہے جس سے نہ صرف جسم ہی کی پرورش مقصود ہے بلکہ روح انسانی بھی اپنے کمالات کو حاصل کر لیتی ہے۔

محمد یحییٰ بٹ

ذکر ـــــ و ـــــ فکر

شیخ محمد طفیل

سیامی ترجمۃ القرآن

ڈاکٹر عبدالوہاب خانصاحب جو ہمارے سیام مسلم مشن کے انچارج ہیں ان کی اَن تھک کوششوں اور مالی قربانیوں سے سیامی زبان میں نیو ورلڈ آرڈر۔ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی اور قائیڈن فوڈ کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ سیام میں تحریک احمدیت کی ابھی کوئی مضبوط و منظم جمعیت قائم نہیں ہوئی تاہم ڈاکٹر صاحب موصوف کی سعی قابل قدر ہے۔ ان کی قربانیوں کی مثال ہمیں برما میں ڈاکٹر این اکبر خاں صاحب آسام میں ڈاکٹر خادم رحمانی نوری اور بغداد میں سید تصدق حسین قادری کی تبلیغی سرگرمیوں میں نظر آتی ہے۔ ان سب بزرگوں کی ولولہ انگیزیوں نے بڑے ٹھوس نتائج پیدا کئے ہیں۔ سیام میں ابراہیم صاحب قریشی ڈاکٹر عبدالوہاب خاں صاحب کے دست راست ہیں۔ اور اب انجمن کے ایما پر انہوں نے قرآن مجید کے سیامی ترجمہ کے اہم فرض کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ ابراہیم صاحب قریشی سیامی زبان کے بڑے اچھے ادیب اور شاعر ہیں۔ اردو و انگریزی خوب جانتے ہیں۔ علمی اور مذہبی شوق انہیں وراثت میں ملا ہے۔ ان کے والد صاحب مرحوم اسلامی مسائل سے خاص شغف رکھتے تھے۔ یہی جذبہ ابراہیم صاحب قریشی کی تبلیغی جدوجہد کا محرک ہے۔

قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر کو کسی اور زبان میں منتقل کرنا بڑی ذمہ واری کو چاہتا ہے اور جب تک تائید الٰہی ساتھ نہ ہو یہ کام احسن طریق پر انجام نہیں پا سکتا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی برکات ڈاکٹر صاحب موصوف، ابراہیم قریشی صاحب اور ان تمام دوستوں پر نازل فرمائے جو اس نیک کام میں ان کے ممد و معاون ہوں۔

فرانسیسی ترجمۃ القرآن

فرانسیسی زبان دنیا کے ایک بڑے خطہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اس زبان میں صحیح قسم کے اسلامی لٹریچر کا فقدان ہے

ہمارے محترم دوست مراد کیوان کے دل میں عرصہ سے یہ تڑپ تھی کہ اسلام کے صحیح پیغام کو فرانسیسی جاننے والوں تک پہنچایا جائے مراد کیوان صاحب الجیریا (شمالی افریقہ) میں مقیم ہیں اور دس بارہ سال سے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے وابستہ ہیں اپنے طور پر ہمارے کچھ پمفلٹوں کا ترجمہ شائع کر چکے ہیں۔ اور حال ہی میں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ "محمد دی پرافٹ" اور "اسلام دی ریلیجن آف ہیومینیٹی" کے تراجم محض اشاعت کے منتظر ہیں۔

مراد کیوان الجیریا میں ایک ماہنامہ بھی نکالتے ہیں جس کا نام ہے (شباب الاسلام) Jeun Islam اور آج کل اس کی ترتیب و تدوین میں مشغول ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے حال ہی میں مراکش کا دورہ بھی کیا تھا ان کے خیال میں ہماری دو کتابوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ضرور ہونا چاہیئے

(۱) قرآن مجید
(۲) ریلیجن آف اسلام

ہماری درخواست پر وہ قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمہ کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ اس سلسلہ تفصیلات طے کرنے کے لئے ان سے خط و کتابت ہو رہی ہے اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو سال رواں میں اس نیک کام کی بنیاد بھی پڑ جائے گی۔

ترکی زبان میں لٹریچر

پاکستان بننے کے بعد ہمارے تعلقات ترکی سے زیادہ استوار ہو گئے ہیں اور وہاں ہمارے لٹریچر کی مانگ بڑھتی جاتی ہے تحریک احمدیت سے دلچسپی رکھنے والے دوست اپنے طور پر ان کتب کا ترجمہ کرنے کو تیار ہیں جو انجمن کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ "دی ریلیجن آف اسلام" جیسی ضخیم کتاب کا ترجمہ ایک ترک ادیب خاتون نے کیا اور عرصہ ہوا اس کے پہلے دو حصے (قریباً نصف) شائع ہو چکے ہیں ترکی سے آمدہ تازہ خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ وہاں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی ایک شاخ قائم کرنا بہت ضروری خیال کرتے ہیں۔

تحریک احمدیت کے متعلق جو تعصب اسلامی ممالک میں پایا جاتا تھا وہ رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے۔ کفر کے فتوؤں، جھوٹے الزاموں اور ناکارہ اعتراضوں کی تاریکیوں سے مطلع اب خود بخود صاف ہو رہا ہے اور وہ وقت دور نہیں جب عوام یہ سمجھ لیں گے کہ ان کے علماء نے انہیں تحریک احمدیت کی اصلی تصویر سے یونہی مدت تک پرے رکھا

ایک نیا جرمن احمدی

ہمارے جرمن مشن نے ایمن شیلر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی اطلاع دی ہے۔ ایمن شیلر جرمن نوسلموں میں ایک معزز فرد کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی عمر اس وقت ۴۷ سال کی ہے۔ انہوں نے حوادث زمانہ کے بہت سے دور دیکھے ہیں اور اب محمد امان صاحب ہوبوہم کی کوششوں اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر انہوں نے ہماری جماعت میں شرکت فرمائی ہے خدا اس تعلق کو دراز کرے اور اسے اپنے دین کے لئے زیادہ مفید بنائے۔ آمین

پوپ کی دُعائیں

ہمارے جرمن مبلغ محمد امان صاحب ہوبوہم جو برلین مسجد کے انچارج ہیں انہوں نے حال ہی میں اپنے ایک خط میں ایسے سرکلر کا ذکر کیا ہے جو روما کے پوپ نے مختلف گرجا گھروں کو روانہ کیا ہے جس میں اپنے پیروؤں سے اس امر کی درخواست کی ہے کہ وہ اس فتنہ کے بچاؤ کے لئے دعائیں کریں جو اسلام کی شکل میں یورپین ممالک میں پھیل رہا ہے اور یہ دعائیں اسی وقت قبول ہوں گی جب انتہائی خلوص دل سے کی جائیں

گو دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں
میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

ہم اس سرکلر کے لئے پوپ کے تہ دل سے ممنون ہیں جنہوں نے اپنے لاکھوں پیروؤں کو اسلام کے بڑھتے ہوئے "خطرے" کا احساس دلایا ہے

گراموفون ریکارڈ

آیئے اب ہم اپنے ملک کے مولویوں کے کارناموں پر بھی ایک چھچلتی ہوئی نگاہ ڈالیں چند اخبارات جو شب و روز احمدیت کی مخالفت میں اپنا خون پسینہ ایک کر رہے ہیں ان کی سرخیوں کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

"مرتد مرزائیوں کی ناپاک سرگرمیاں"
"مرزائیوں کی مخالف اسلام سرگرمیاں"
"مرزائی پاکستان کا امن و اتحاد برباد کرنا چاہتے ہیں"
"مرزائیوں کا نبی یہ کہتا ہے کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے"

آخری سرخی کے الفاظ اخبار آزاد کے ہیں یہ قول حضرت مرزا صاحب مجدد وقت کا نہیں مضمون نگار کو چاہیئے کہ اس غلط خیال کو اپنے ذہن سے نکال دے۔

حقیقت یہ ہے کہ احمدیت کے متعلق جس مولوی نے زبان کھولی اور جس اخبار نویس نے قلم اٹھایا اس نے گراموفون ریکارڈ کی طرح چند اعتراضات دوہرانے شروع کر دیئے۔ مرزا صاحب نے الوہیت کا دعوےٰ کیا۔ نبوت کا دعوےٰ کیا۔ فلاں نبی کی توہین کی، فلاں بزرگ کو برا بھلا کہا۔ انگریزوں کی مدح سرائی کی فلاں پیشگوئی ان کی صحیح نہ نکلی وغیرہ۔

پچھلے دنوں میں کشمیری بازار میں کچھ کتابیں خرید رہا تھا کہ ایک مولوی صاحب تشریف لائے انہیں جب معلوم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو ایک سانس میں انہوں نے اس قسم کے بہت سے اعتراضات گن دیئے جب کچھ دم لے چکے تو میں نے عرض کیا مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت ہے۔ بولے کہئے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب کا الہام ہے اسمع ولدی اے میرے لڑکے سُن۔ تو یہ ان کی اپنی کسی کتاب میں درج نہیں جب آپ اسے دکھا دیں گے تو ہم اس کا جواب آپ کو دیدیں گے۔

دوسرا الہام:۔

انت منی بمنزلۃ اولادی

اس کے ساتھ ہی آپ حضرت صاحب کی تشریح بھی پڑھ لیتے تو پوری بات سمجھ میں آجاتی کہ یہ فقرہ مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ اچھا قرآن کی اس آیت کے معنی ذرا فرما دیجئے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم (بقرہ ع ۲۵) خدا کا ذکر اس طرح کرو جس طرح تم اپنے باپوں کا ذکر کرتے ہو۔ اور مولانا روم کے اس قول پر بھی آپ نے غور فرمایا ہے

اولیاء اطفال حق اند اے پسر

باقی رہا آپ کا اعتراض ان الفاظ پر انت منی وانا منک۔ لیجئے سنئے حدیث میں آتا ہے یقول اللہ عزوجل السخی منی وانا منہ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ سخی مجھ سے ہے اور میں سخی سے ہوں۔ جس کا مفہوم محض اتنا ہے کہ سخی میرا ساتھی ہے اور میں سخی کا ساتھی ہوں اور ہم

اور یہی مطلب انت منی وانا منک کا ہے۔ مولوی صاحب سے زیادہ دیر خاموش نہ رہا گیا اور زور زور سے چلانے لگے کہ مرزائیوں کی یہ عادت ہے کہ جب مرزا صاحب پر اعتراض کیا جاتا ہے تو فوراً نبی کریم صلعم اور اولیاء کرام

شروع کر دیتے ہیں۔ اور ہمارا مکالمہ یہیں ختم ہو گیا۔ وہ کچھ نہ سمجھے وہ میری بات سے مطلب میرا وہ جتنا سمجھے ہیں مجھے اس کی حقیقت معلوم (باقی)

آجاتے تھے۔

بہادری

حضرت میاں صاحب نہایت بہادر انسان تھے آپ کی کوئی چودہ برس کی عمر تھی کہ انہیں ایک عزیز کے مقدمہ کے سلسلہ میں لاہور جانا پڑا اس وقت نہ ریل تھی نہ سڑک نہ آبادی کا راستہ لق و دق جنگل تھا آپ اس عمر میں خود تن تنہا گھوڑے پر رات کو سوار ہو کر اگلے روز صبح لاہور پہنچ گئے۔

دوران ملازمت میں نہایت خطرناک اور بدنام ڈاکوؤں سے واسطہ پڑا اور اس قدر دلیری اور فراست سے ان پر قابو پایا کہ انہیں کنگز پولیس میڈل جو برطانوی سلطنت میں بہادری کا سب سے بڑا امتیاز تھا عطا ہوا اس کے علاوہ ان کی بہادری پر متعدد مرتبہ انہیں انعامات میں خلعتیں اور گرفتار شدہ ڈاکوؤں کے اسلحہ جات بطور انعام عطا ہوئے انہیں کوئی موقعہ یا واقعہ خوفزدہ نہیں کر سکتا تھا اگر آپ جسمانی بہادری سے یوں ممتاز تھے تو اخلاقی بہادری اور راستبازی میں بھی لاثانی تھے ان کے اپنے ضلع میں کبھی کوئی ایسا کام آ پڑتا جس میں راستبازی اور دیانتداری کی اشد ضرورت ہو تو حکام ضلع ہمیشہ آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے۔ تقسیم ہند کے بعد متروکہ جائدادوں کی الاٹمنٹ اور متروکہ سامان کی بازیابی کا معاملہ آٹھ تو یہ کابینہ آپ کے سپرد کیا گیا۔ آپ نے جس خوبی اور دیانت سے اسے انجام دیا اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اپنے کسی عزیز سے عزیز دوست یا رشتہ دار کو رائی بھر منفعت نہ پہنچی چنانچہ وہ خوش مزاجی میں اب تک ان سے گلہ ہی کرتے رہے۔ آپ کی ایسی ہی صفات سے گرویدہ ہو کر ان کے ایک پرانے انگریز افسر اور دوست تعزیت کے خط میں لکھتے ہیں کہ اگر پاکستان میں میاں صاحب مرحوم جیسی شخصیتیں پیدا ہوں تو وہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے عظیم ترین ممالک کا ہمسر ہو سکتا ہے

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت میاں صاحب خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں ایک خاص خوشی محسوس کرتے تھے آپ نے اپنی کمائی اور جائداد کا ایک معتدبہ حصہ انجمن کی نذر کیا۔ زر کثیر سے ایک مسجد اور مسافر خانہ تعمیر کیا اور اسے انجمن کے نام وقف فرمایا ان کی فیاضی اپنے علاقہ میں زبان زد عام ہے۔ اپنے تمام اقربا کو تعلیم دلائی جو مستحق تھے انکو وظیفے دیئے۔ جس کسی نے مدد کی درخواست کی ان کی حتی المقدور مدد فرمائی انکی اس خوبی کا اندازہ ایک واقعہ سے ہو سکے گا جو ان کی زندگی کے آخری ایام میں ہوا جھنگ میں پناہ گزینوں میں ایک صاحب آئے جو اپنے آپ کو مشرقی پنجاب میں خوشحال ظاہر کرتے تھے آپ نے انہیں ایک پانی کا پمپ الاٹ کیا اس نے عرض کیا کہ میرے پاس اس کے چلانے کے لئے روپیہ نہیں آپ نے ایک ہزار روپیہ کسی تحریر یا شناخت کے بغیر اسے دے دیا۔ یہ فیاضی محض مسلمانوں تک ہی محدود نہ تھی۔ ایک ہندو جھنگ کے کیمپ میں پناہگزین تھا اس نے پیغام بھیجا کہ آپ کے دوستوں سے ایک صاحب نے ان کا چند صد روپیہ ادا کرنا ہے آپ نے اپنے دوست سے پوچھا تو اس نے ادائیگی میں تامل کیا آپ نے اپنی گرہ سے بیان کردہ رقم اس ہندو کو کیمپ میں پہنچا دی۔ آپ نے تمام عمر کسی کی برائی نہیں چاہی۔ جو شخص جس سے واسطہ ہوا اس سے حسن سلوک کیا۔ اگلے روز ان کے ایک دوست اپنے تجربہ سے بیان کر رہے تھے کہ اگر کسی نے آپ کی غیبت کی اور ان کو اس کا علم ہوا تو اس شخص سے ملنے پر وہ اس کا کبھی اظہار نہیں فرماتے تھے اور اس غیبت کو اس سے اپنے تعلقات پر اثر انداز نہیں ہونے دیتے تھے۔ میاں صاحب اپنے ملازموں سے حد درجہ کا حسن سلوک فرماتے تھے اور انکی خطاؤں سے چشم پوشی فرماتے تھے۔ ملازموں کے پشت ہا پشت کے قرضہ جات اپنی جیب سے ادا کر دیتے تھے۔ آپ کی ایک ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ وہ امراء و اکابر کے ہاں خود بغیر ضرورت جانا پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ اکثر ایسے لوگ خود آپ کے ہاں آیا کرتے تھے غریبوں سے انکا سلوک جدا گانہ تھا انکے گھروں پر وہ پرسش احوال علاج معالجہ کے لئے یا شادی بیاہ، اموات کے مواقع پر با لالتزام اور بلا تکلف جاتے تھے الغرض حضرت میاں صاحب مرحوم کی شخصیت ذات اور زندگی ایسی پاکیزہ اور عدیم المثال تھی کہ ان کے جانے کے بعد راقم کو دنیا ان کی خوشبو سے تاحال معمور نظر آتی ہے اور ان کی زندگی کی بہترین مثال ایک عمدہ اور خوبصورت بابرگ گل باغ میں نظر آتی ہے آپ تخلقوا باخلاق اللہ کے کامل نمونہ تھے اللہ تعالیٰ[*]

(بقیہ خطبہ از صفحہ ۲)

پھیلانے کا موجب ہو سکیں، علم، مال، اقتدار کی بھی بیشک ضرورت ہے ایک صاحب علم اچھی اور اعلیٰ باتوں سے دوسرے کو گرویدہ کر سکتا اور اقتدار سے بھی کچھ اثر ڈالا جا سکتا ہے۔ مال بھی اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے مگر حق اور صداقت کو دنیا میں پہنچانے کے لئے ان سے بھی بڑی طاقت کی ضرورت ہے اور یہ طاقت وہ ہے جو خدا تعالیٰ سے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی انسان کی رُوحانی قوت ہے۔ روحانی قوت ہی وہ چیز ہے کہ جس کے بغیر کامیابی نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ آج بھی جو کامیابی ہو رہی ہے وہ کیا کسی کے مال یا علم کی بدولت ہے نہیں۔ اس کی وجہ صرف وہ خدا کے حضور دعائیں ہیں جن میں عزیا کا بہت بڑا حصہ ہے وہ خدا کے حضور گرتے ہیں اور اس کے دین کی اشاعت کے لئے دعائیں کرتے ہیں اس لئے ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کو کوشش کرنی چاہیئے کہ سب سے پہلے اسی روحانی قوت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ میں اس کے متعلق چند ایک بنیادی باتیں کسی دوسرے وقت میں بیان کروں گا

ایک مجاہد کی قربانی

اس وقت خصوصیت سے میں اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہم سے بعض ایسے لوگوں کو نکلنا چاہیئے جو اس کام کو سر انجام دے سکیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ انسان اس کم بخت دنیا کو کماتے کماتے تھکتے نہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو آخر تھک بھی جاتے ہیں۔ خان بہادر غلام ربانی صاحب کو دیکھئے اپنے تمام دنیوی کاروبار کو لات مار کر گھر اور وطن سے دُور انگلستان میں جا بیٹھے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت بڑی روحانیت کے مالک ہیں جس نے کہ ان سے یہ بہت بڑی قربانی کروائی ہے۔ ہمیں اس سلسلہ میں ہر قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے۔ وہاں کلرکوں کی بڑی ضرورت ہے اور اسی طرح دیگر شہروں میں مبلغین کی ضرورت ہے۔ اس لئے اگر ان مختلف کاموں کے لئے بعض آدمی نکل آئیں تو یہ ظاہری سامان بھی انشاء اللہ پیدا ہو جائیں گے۔

تبلیغ دین ایک عظیم الشان کام ہے

وہ لوگ جو ایک کافی مدت تک دنیا کما چکے ہیں۔ وہ اب یہ سمجھ کر دین کی بھی کچھ خدمت کا کام کر لیں اس میدان میں نکل کھڑے ہوں اور نوجوانوں میں یہ ولولہ موجزن ہونا چاہیئے کہ ہم اس راستہ کو اختیار کریں جس میں مخلوق خدا کی بھلائی پنہاں ہو۔ اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرنا اور بعد میں اچھی ملازمت اختیار کرنا یا کسی کارخانہ کی بنیاد رکھنا یہ بیشک مفید کام ہیں لیکن خوب یاد رکھئے دنیا کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لانا اور انہیں خدائے واحد کے سامنے جھکانے کی کوشش اور سعی کرنا یہ بہت ہی عظیم الشان کام ہے اس کے مقابلہ پر تمام دیگر کام ادنےٰ اور حقیر ہیں۔ دنیا خدا سے دور ہو کر بربادی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ بلکہ اپنے حلقہ کو وسیع سے وسیع تر کر رہی ہے۔ اعلیٰ اور خدا سے تعلق پیدا کر کے دنیا کو خدا کے آگے جھکا دو اور بنی نوع انسان کو بدیوں سے پاک کر کے نیکی کے رستوں پر لگا دو۔ ہمیں چاہیئے کہ خدا کے نام کو پھیلانے کے کام کو ایک بڑا مرتبہ دیں۔ اور اس کی عظمت کو اپنے قلوب میں پیدا کریں بدقسمتی سے ہم اس کام کے بجا لانے کو وہ مقام نہیں دیتے جو ہمیں دینا چاہیئے ہم اس عظیم الشان کام کو ایک چھوٹا کام سمجھتے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں ہم علم اور سائنس کی ترقی سے ہی دنیا کی بھلائی کر سکتے ہیں مگر یہی سائنس کی ترقی دنیا کی تباہی کا موجب ہو رہی ہے۔ اس وقت دنیا کی بھلائی کا راز صرف ایک ہے کہ خود خدا سے تعلق پیدا کرو اور دنیا کو خدا کی طرف کھینچ لو۔

دین کو دنیا پر مقدم کیجئے

آج امام وقت نے آپ لوگوں کو اس عظیم الشان کام کے لئے بلایا ہے جو درحقیقت انبیاء کا کام ہے اسے حقیر مت سمجھو۔ دنیا میں نیکی اور طہارت کو پھیلانا اور خدا کی عظمت کو قلوب میں بٹھانا تمہارا مقصد ہے۔ اس کے حصول کے لئے کوشش کریں۔ سب سے پہلے ان چیزوں کو اپنے اندر پیدا کیجئے۔ اور آج ہی سے ان کی طرف متوجہ ہو جائیے۔ دنیوی کاروبار آپ بے شک کریں لیکن دین کو ہر معاملہ میں مقدم رکھئے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کے نور سے دنیا کو منور اور روشن کرنے کا خیال ہر وقت تم پر مسلط ہو۔ قرآن کریم ایک زبردست روحانی طاقت ہے۔ اور لازمی طور پر ایک دن آتا ہے کہ انسانی قلوب اس سے روشن ہو جائیں گے ہاں ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اس کی طرف کامل طور پر توجہ دیں اور یہ خیال صاحب رنگ میں آپ میں غالب نظر آئے ◆

[*] انہیں درجات اعلیٰ وارفع دے اور ہمیں ان کے اتباع کی توفیق دے۔

جدلی مادیت کا تاریخی پس منظر

ابن محمد آصف (بی۔اے)

ہر تہذیب کا بنیادی تصور ہر تہذیب و ثقافت کی بنیاد کسی انداز فکر اور بنیادی تصور پر ہوتی ہے اور اس ثقافتی دائرہ میں بسنے والے انسانوں کی زندگی کے تمام پہلو اسی بنیادی تصور سے متاثر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہندو کلچر کا بنیادی تصور ورن سسٹم اور کرم فلاسفی ہے جو ہندوازم کے تمام فرقوں میں بطور قدر مشترک کے ہے۔ اس خوفناک اور غیر انسانی تصور نے جو بے لچک ثقافتی دائرہ پیدا کیا اسے سب سے پہلے بدھ مت نے چیلنج کیا اور بعد میں اسلام کی حرکی اور ثقافتی قوت نے توڑا۔ ایرانی تہذیب کا بنیادی تصور مجوسیت ہے جو ایک قسم کی روحانی ثنویت ہے۔ یعنی اس کائنات میں نور اور تاریکی دو بنیادی قوتیں ہیں جو انسانی سطح پر آ کر نیکی اور بدی میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور ہمیشہ ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی ہیں۔

اسلام کی بنیاد اسلام بھی ایک روحانی اخلاقی اور ثقافتی قوت ہے جس نے نسل انسانی کی تاریخ کو سب اصلاحی اور انقلابی تحریکات سے بڑھ کر متاثر کیا ہے۔ اسلام کا بنیادی تصور خدا کی وحدت پر ایمان، ہیئت اجتماعیہ انسانیہ پر محکم یقین اور انسانی فطرت کی لازوال روحانی، اخلاقی اور عملی قدروں پر اعتبار ہے۔ اسلامی ثقافت کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیائے قدیم اور دنیائے جدید کے تمام صالح عناصر کو اپنے اندر سمیٹ کر اور ان میں ایک توازن قائم کر کے سب انسانوں کے لئے مساوی طور پر انفرادی اور اجتماعی رنگ میں آزادی، ترقی اور نشوونما کے راستے کھول دیتی ہے۔ اس میانہ روی کی توازن اور انسان دوستی کے باعث امت محمدیہ کو امت وسطیٰ اور دین اسلام کو دین فطرت کہا گیا ہے۔

مادیت کیا ہے عصر حاضر میں دین فطرت کا مد مقابل مغربی تہذیب کا بنیادی تصور یعنی مادیت ہے یا اس کی انتہائی شکل جدلی مادیت ہے جس پر کمیونزم کی عمارت کھڑی ہے۔ یہ مادیت اور اس کی انتہائی شکل جدلیاتی مادیت کیا ہے اس کو سمجھنے کے لئے مغربی تہذیب کے مختصر سے پس منظر کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس پس منظر اور تاریخی ماحول پر غور کئے بغیر مغربی تہذیب کے اس مرکزی نقطہ کو سمجھنا آسان کام نہیں۔

احیائے علوم اور حروب صلیبیہ اس تاریخی ماحول کی ابتدا یورپ کی تحریک احیائے علوم سے ہوتی ہے اور یہ تحریک احیائے علوم نتیجہ ہے حروب صلیبیہ کا۔ یہ وہ خونین جنگیں ہیں جنہوں نے ۱۰۹۵ء سے ۱۲۰۴ء تک اسلامی دنیا اور عیسائی دنیا کو ایک خونین آویزش میں الجھائے رکھا۔ ان جنگوں میں جہاں وسیع پیمانہ پر بے گناہ انسانوں کا قتل عام ہوا وہاں ان کا ایک فائدہ بھی ہوا مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کے طفیل یورپ میں احیائے علوم اور احیائے مذہب کی تحریکات شروع ہوئیں، جنہوں نے لاطینی عیسائیت جس کی بنیاد یونانی، رومی اور مصری اساطیر و خرافات پرستی کا اقتدار کو ختم کر کے سائنس، علم، فن، سیاست اور معیشت کے نئے راستے کھولے اور یورپ میں ایک فطری قانون کے مطابق اشیائے عالم کو منضبط کرنے کے لئے ماحول کو سازگار بنایا اور انہیں علوم نے ریفارمیشن کی صورت میں پاپائیت کے ناگوار تحکم کو ختم کیا۔ اس مذہبی تحریک سے شمال مغربی یورپ کا ایک بہت بڑا حصہ کٹ کر رومی کلیسا سے علیحدہ ہو گیا۔

مجلس یسوع اس تغیر عظیم کا ردعمل رومی کلیسا میں ہوا۔ اور اس ردعمل کی سب سے بڑی شخصیت ایک ہسپانوی سپاہی تھا جس کا نام (St. Ignatius of Loyola) ہے۔ ۱۵۳۴ء میں اس سپاہی نے ایک مجلس کی بنیاد رکھی جسے مجلس یسوع یا جیسوٹس بھی کہتے ہیں۔ یہ عیسائی دنیا کی سب سے بڑی علمی اور تبلیغی مجلس ہے اس مجلس نے ہندوستان، چین، امریکہ اور افریقہ میں عیسائیت کو پھیلایا اور اسی مجلس نے رومی کلیسا کے متبعین کے ذہنوں میں بیداری اور روشنی پیدا کی۔

سترھویں صدی کا آخری ربعہ اطالیہ میں احیائے علوم جرمنی میں احیائے مذہب اور لاطینی عیسائیت کے دائرہ میں علمی اور تبلیغی تحریک نے سارے یورپ کو کچھ ایسا بیدار کیا۔ جس کے نتیجہ میں سترھویں صدی عیسوی کے آخری ربعہ میں اجتماعیات اور سیاسیات پر اتنا لٹریچر پیدا ہو چکا تھا کہ اسے محسوس کیا جا سکے۔ اذہان میں اجتماعی مسائل کے متعلق تجسس اور تحقیق کا مادہ پیدا ہو گیا تھا۔ دانتے۔ مکیاولی۔ مانٹسکیو۔ اور جان لاک اس سیاسی بیداری کے پیش رو ہیں۔ سینٹ اگسٹائن کے بعد دانتے اور مکیاولی قرن وسطیٰ کے رجال ہیں۔ مانٹسکیو اور جان لاک کے مقالات میں نئے سیاسی دور کی انقلابی دھمک ہے اٹھارویں صدی عیسوی میں اس سیاسی احساس اور بیداری کی تحریک کے رجحانات واشگاف ہو جاتے ہیں۔

باغی مفکرین مجلس یسوع سے متاثر ہونے والے بعض مفکرین تاریخ یورپ کے اس انقلابی رشتہ کو اپنا کر ایک مثالی دنیا کا ڈھانچ تیار کرتے ہیں۔ یہ باغی ادیب اور مفکرین انسائکلوپیڈسٹ (Encyclopaedists) کے نام سے مشہور ہیں۔ ان ادیبوں میں سے ڈائیڈیرو، روسو، والٹیر، اور ہولباخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ موجودہ یورپ کے پہلے معمار ہیں۔ احیائے علوم کی تحریک کلیسائی عدالتوں کے مظالم کو برداشت کرتی ہوئی اور وحدت الوجود اور مختلف کائناتی تصورات کے سانچوں میں ڈھلتی ہوئی ان مفکرین کے ہاتھوں میں پہنچ کر تشکیک، نیچریت، مادیت، ذہنی بغاوت اور سیاسی انقلاب کا روپ دھار لیتی ہے یعنی علم اور سائنس کے ڈانڈے اجتماع اور سیاست سے جا ملتے ہیں۔

انقلاب فرانس قرن وسطیٰ کی ملوکیت کلیسا اور نظام جاگیرداری کے سب ادارے تنقید کی زد میں آ جاتے ہیں۔ روسو جو اس دور کا سب سے بڑا انقلابی مفکر ہے۔ ذہنی بیداری کی حد سے گذر کر اس دور کے نظام حکومت سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ اس کے خیالات یورپ میں جنگل کی آگ کی مانند پھیل جاتے ہیں اور فرانسیسی ملوکیت کو جھلس کر راکھ کر دیتے ہیں۔ فرانس میں سیاسی انقلاب آ جاتا ہے ملوکیت کی جگہ ریپبلک قائم ہو جاتی ہے۔ فرانس کا انقلابی نعرہ اور انقلابی ترانہ مغربی دنیا کی بنیادوں کو ہلا دیتا ہے۔

صنعتی انقلاب انقلاب فرانس یورپ کی اجتماعی اور علمی تاریخ کے بنیادی تصورات میں ایک تغیر عظیم کا آئینہ دار ہے انقلاب فرانس کے بعد علم اور سائنس قوتیں کلیسا اور ملوکیت کے چنگل اور استبداد سے آزاد ہو جاتی ہیں اور مشینوں کی ایجاد کے لئے راستہ صاف ہو جاتا ہے جس سے فیوڈل ازم کا نظام تہ و بالا ہو جاتا ہے زراعت کی جگہ صنعت و حرفت لے لیتی ہے۔ پیداوار کے مراکز بجائے دیہات کے یورپ کے صنعتی شہر بن جاتے ہیں نظام پیداوار بدل جاتا ہے جسے صنعتی انقلاب کہتے ہیں۔ اس مشینی نظام پیداوار کو نظام سرمایہ داری کہتے ہیں۔ فیوڈل ازم کے بڑے بڑے جاگیرداروں کی بجائے بڑے بڑے سرمایہ دار برسر اقتدار آتے ہیں۔ اس نظام کا بنیادی پتھر مظلوم اور مزدور بنتے ہیں اور سامراج کی جڑ تخت و تاراج کے میدان بن جاتی ہیں۔

نئے مسائل ماحول بالکل بدل جاتا ہے۔ سیاست اور معاشیات کے مسائل بدل جاتے ہیں طبقاتی نزاع، ذاتی ملکیت، زر و قدر کے شعور سے ایک نیا تصور پیدا ہوتا ہے اس تصور کا بانی کارل مارکس اور اس کے متبعین کیمونسٹ ہیں اور روسی انقلاب کیمونسٹ انقلاب ہے۔ نظام سرمایہ داری کی بنیاد عقلی مادیت پر تھی اور اشتراکی نظام کی بنیاد جدلیاتی مادیت ہے۔ یورپ میں وہ متحارب ذہنی رو جو حروب صلیبیہ سے شروع ہوئی وہ انقلاب فرانس اور صنعتی انقلاب کو عبور کرتی ہوئی جرمن فلسفہ، فرانسیسی سوشلزم اور انگریزی معاشیات کے امتزاج سے سائینٹفک اور جدلی مادیت میں بدل گئی۔ جدلی مادیت عقلی مادیت کی ایک نئی تفسیر ہے۔ اس تاریخی تسلسل اور پس منظر کے مختصر بیان کے بعد جدلی مادیت کے اجزائے ترکیبی مزاج اور اسلام کے روحانی نظام سے جزوی اور بنیادی اختلافات زیر بحث آ جاتے ہیں۔

ہیگل اور یونان قدیم اٹھارویں صدی کے آخری ربعہ سے لیکر انیسویں صدی کے نصف تک انقلاب فرانس اور اس کے بعد صنعتی انقلاب کے نتائج بالکل واضح ہو جاتے ہیں اور یورپ کے مذہبی اور سائنسی دھارے

تضاد نمایاں ہو جاتا ہے۔ انقلاب فرانس کے بعد ہیگل وہ سب سے پہلا مفکر ہے جس نے اس تضاد کو ایک نظام میں سمونے کی کوشش کی۔ اس نے ایک فلسفیانہ نظام سیاست مرتب کیا جس میں سیاست کی حیثیت قومی اور یورپ کے مذہبی ورثہ اور مابعد الطبیعات کو مقدم کیا گیا۔ اس تضاد کی جھلک روسو کی تصانیف میں بھی نمایاں طور پر موجود ہے لیکن ہیگل نے اس احساس کو باقاعدہ ایک نظام فکر کی شکل دی۔ ہیگل کا فلسفہ مذہب اور سائنس کے تضاد میں سے پیدا ہوا اس لئے یہ مغربی تہذیب کے ایک خاص تاریخی ماحول کی پیداوار ہے۔ یہ تضاد اتنا بڑا تھا کہ بغیر منطق کے اسکو سمیٹنا بہت مشکل تھا۔ ہیگل نے اس کام کے لئے جس منطقی اسلوب کو استعمال کیا وہ اس تضاد سے خاص مطابقت رکھتا ہے۔ اس منطقی اسلوب کو اردو میں جدلیات اور انگریزی میں (Dialectics) کہتے ہیں۔ ہیگل نے یہ منطق یونان قدیم کے اساتذہ سقراط اور افلاطون سے مستعار لی۔ اس کا خیال ہے کہ مکالمات افلاطون اور سقراط کی طنزیات میں اس منطقی اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔ ان دونوں میں استدلال کے سلسلے یوں چلتے ہیں۔ ایک مسئلہ کے متعلق ایک خیال پیش کیا جاتا ہے۔ ایک شخص اس خیال کا اثبات کرتا ہے، اور دوسرا اس کی نفی کرتا ہے۔ سرسری نظر دیکھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اثبات کرتا ہے مکمل صداقت اس کے ساتھ ہے اور جو نفی کرتا ہے اس کا استدلال صداقت سے معرّا ہے۔ لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو اثبات اور نفی دونوں میں صداقت جزوی طور پر موجود ہوتی ہے مکمل صداقت دونوں میں نہیں ہوتی بلکہ ان دونوں کو ملانے سے اصل نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس طرح اضافی طور پر ایک صداقت کے بعد دوسری صداقت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔

تاریخ اور فلسفہ اضداد

ہیگل نے اس منطقی اسلوب کو جو صرف فلسفیانہ بحث و مناظرہ تک محدود تھا یورپ کی تاریخ پر چسپاں کیا اور اس منطقی اضداد سے مغربی تہذیب کے دو متضاد پہلوؤں میں مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی اور انہیں ایک فلسفیانہ نظام میں ترتیب دیا۔ ہیگل نے یورپ کی تاریخ کو تصورات کی آویزش کی تاریخ قرار دیا اور اس کی قوت متحرکہ روح مطلق یعنی خدا ہے جو اس جدلیاتی تاریخی عمل میں اپنی تکمیل ذات کر رہا ہے۔ ہیگل نے عیسائی مذہب اور سائنس و سیاست کی اضداد کو مسئلہ وحدت الوجود کا سہارا دے کر قائم رکھنے کی کوشش کی اور جرمن قومی ریاست کو روح مطلق کی مشیت کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا۔

دو متحارب تحریکات

لیکن اس کوشش کے باوجود اس تضاد میں فکری اور عملی امتزاج نہ ہو سکا اور اس نظام فکر کی یہ دو ضدیں ایک دوسرے سے کٹ کر علیحدہ ہو گئیں اور دو متحارب تحریکات کی صورت میں ظاہر ہوئیں (۱) فسطائیت یا نازی ازم جس کی بنیاد ہیگلین تصوریت اور جرمن ریاست کی عظمت پر ہے اور (۲) مارکسزم جس کی بنیاد ہیگل کے فلسفہ اضداد پر ہے۔ اس فلسفہ اضداد یعنی منطقی اسلوب کا خلاصہ یہ ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں ایک خاص تصور بطور بنیاد کے ہوتا ہے بالآخر وہ تصور اپنے اندر سے اپنی ایک ضد پیدا کر دیتا ہے یہ ضد دوسرے دور کا بنیادی تصور بن جاتی ہے اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا ہے۔ تصورات کی ان ضدوں کی پیکار اور تسلسل کا نام (Dialectical process) ہے۔ اس کا خیال تھا کہ اس تصوری پیکار کا اختتام جرمن قوم کے سیاسی تفوق میں ظاہر ہوگا اور یہ تفوق ساری دنیا کی تہذیب کے لئے مرکز کا کام دے گا۔ ہیگل کی تعلیمات کے تین نمایاں اجزاء ہیں:-

(۱) ہر قسم کا طبعی عمل جدلیاتی ہے۔
(۲) طبعی عمل حقیقت ہے
(۳) اور حقیقت محض ایک تصور ہے

مارکس اور ہیگل میں اختلاف

مارکس اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ ہر طبعی عمل جدلیاتی ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ حقیقت طبعی عمل ہے لیکن تیسرے جزو کو کہ حقیقت ایک تصور ہے مارکس تسلیم نہیں کرتا وہ کہتا ہے بلکہ اس کا یہ دعوےٰ ہے کہ اصل حقیقت مابعد الطبیعاتی تصور نہیں بلکہ عمرانی اور مادی ہے انسانی سوسائٹی طبعی، جدلیاتی اور مادی طریق سے حرکت کرتی ہے۔ روح مطلق اس کی قوت متحرکہ نہیں بلکہ معاشی اسباب اور ذرائع پیداوار اصل قوت متحرکہ ہیں اور اسی قوت متحرکہ سے معاشرے بنتے اور بگڑتے ہیں اور مذہب و ثقافت کی مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ تاریخی عمل کی ضدیں تصورات نہیں بلکہ طبقات ہیں جن کی آویزش سے تاریخ میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اصل حقیقت اشیاء ہیں اشیاء کے تصورات نہیں، بلکہ تصورات مادی اشیاء سے پیدا ہوتے ہیں۔ انسانوں کے خیالات اور اقدار مادی اور معاشی ماحول کے سانچے میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ اگر کوئی تصور اصل شئے سے جس کا وہ تصور ہے مطابقت نہیں رکھتا تو وہ غلط اور بے فائدہ ہے انسانوں کو اس تصور کو بدلنا پڑے گا۔ عقلمند انسان معاشی قوتوں کے رجحان کو سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ یعنی مارکس تاریخ کے جدلی عمل کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس عمل کو خالص مادی اور معاشی عمل سمجھتا ہے اور اس جدلی عمل کو وہ انسانی معاشروں اور انسانی تعلقات پر یوں منطبق کرتا ہے۔

"جب میں نے[1] ہیگل کے فلسفہ حقوق کا نظر غائر سے مطالعہ کیا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ کسی ریاست کی تشکیل اور قانونی تعلقات کو اس کی ظاہری حیثیت سے مطالعہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ انسانی دماغ کے تمام ارتقاء سے اس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس مذکورہ تشکیل اور تعلقات کی جڑیں انسان کی مادی زندگی میں گڑی ہوئی ہیں جس کی کلیت کو ہیگل نے اٹھارویں صدی عیسوی کے انگریز اور فرانسیسی مصنفین کی مثال کو پیش نظر رکھتے ہوئے "مدنی سماج" کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ مدنی سماج کی تشریح کی ساخت محل نظر تھی اس لئے بڑے غور کے بعد جس نتیجہ پر میں پہنچا وہ میری علمی تحقیق میں میرے لئے شمع راہ بنا رہا اور یہی وہ اصول ہے جس نے ہمیشہ میری رہنمائی کی ہے۔ اس اصول کا ملخص یوں ہے:- انسانی سماج کی صنعتی پیداوار کے عمل میں انسانوں کے درمیان بعض رابطے ان کے ارادہ اور منشاء کے بغیر پیدا ہو جاتے ہیں یہ تعلقات پیداوار کی مادی طاقتوں کے ارتقائی پہلو کو نہایت قطعیت کے ساتھ پیش کرتے ہیں ان تعلقات کی کلیت سے سماج کا معاشی ڈھانچ بنتا ہے یہ وہ حقیقی بنیاد ہوتی ہے جس پر ایک قانونی اور سیاسی ڈھیر نشوونما حاصل کرتا ہے اور اسی سے سماجی شعور کی بعض قطعی شکلیں مطابقت رکھتی ہیں مادی زندگی کی پیداوار کا طریقہ سماجی سیاسی اور ذہنی زندگی کے عمل کو معین کرتا ہے۔ انسانوں کا شعور ان کی زندگی پر اثر انداز ہو کر اسے معین نہیں کرتا بلکہ اس کے برعکس ان کی سماجی زندگی ان کے شعور کو معین کرتی ہے۔ عمرانی زندگی کے نشوونما کے ایک خاص مقام پہ سماج کی بارآور طاقتوں کا پیداواری رابطوں سے تصادم ہو جاتا ہے اگر اس مفہوم کو قانونی اصطلاح میں ادا کیا جائے تو یوں کہنا چاہیئے کہ ان مذکورہ طاقتوں کی ٹکر ملکیت کے ان رابطوں سے ہو جاتی ہے جن کے اندر اب تک وہ طاقتیں متحرک رہی ہیں۔ یہ رابطے اس تصادم سے پہلے بارآور طاقتوں کے لئے نشوونما کا باعث بنتے ہیں۔ لیکن ایک خاص حالت پر پہنچ کر یہ رابطے اپنی کایا پلٹ کر کے پیداوار کے لئے رکاوٹیں اور زنجیریں بن جاتے ہیں اس حالت سے اجتماعی انقلابات کا دور شروع ہو جاتا ہے جب معاشی بنیاد میں تبدیلی آتی ہے تو لازمی طور پر سماج کا عظیم الشان ڈھانچ نہایت سرعت کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ ایسے تغیر پر غور کرتے ہوئے ہمیں دو باتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنا چاہیئے۔ یعنی ایک تو پیداوار کے معاشی کوائف کے مادی تغیرات جن کا تخمینہ نیچرل سائنس کی مانند نہایت صحت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ اور دوسرے قانونی، سیاسی، مذہبی، فلسفیانہ اور فنی شکلوں میں بالفاظ دیگر تصوری شکلوں میں جن کے دائروں کے اندر حرکت کرتے ہوئے لوگوں کو اس کشمکش کا احساس ہوتا ہے۔ اور وہ اس آویزش کو ایک خاص نتیجہ تک پہنچاتے ہیں ——— جیسا کہ ایک فرد واحد کے متعلق رائے قائم کرتے ہوئے ہم اسے اس کے اندازے سے بہت چھوٹا خیال کرتے ہیں جتنا کہ وہ اپنی دانست میں اپنے آپ کو سمجھتا ہے بعینہ اسی طرح ہم ایک انقلابی زمانہ کا اندازہ اس کے شعور کے لحاظ سے بہت تھوڑا کرتے ہیں کیونکہ ہمیں اس شعور کی اس طرح توجیہہ کرنی پڑتی ہے کہ وہ مادی زندگی کے اختلافات سے پیدا ہوا ہے۔ بارآور طاقتوں اور

---

[1] Kritik der Politischen Okonomie

بارآور تعلقات کے درمیان جو آویزش ہے اسکی وضاحت بھی کرنا ہوتی ہے کہ ہر تاریخ کی کوئی قسم اس وقت تک تباہ نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس سماجی نظام کی تمام بارآور قوتیں

Productive forces

پوری طرح نشوونما حاصل نہ کر لیں جن کی گنجائش اس نظام میں تھی لیکن نئے اور پہلے سے بہتر بارآور قوتیں اس وقت تک نمودار نہیں ہوتیں جب تک کہ زندگی کے مادی حالات جو ان قوتوں کے نشوونما کے لئے ضروری اور لازمی ہیں پرانے سماج کے رحم Womb میں پختہ نہ ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ نوع انسانی بھی اسی کام کے لئے آمادہ نہیں ہوتی جس کے کرنے کی اس میں قابلیت نہ پیدا ہو گئی ہو۔ جب ہم اس معاملہ پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے اور ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سوسائٹی میں نئی مہم کی مانگ اس وقت پیدا ہوتی ہے جب زندگی کی مادی طاقتیں اس مہم کو کامیابی کے ساتھ بروئے کار لانے کے لئے بالکل پختہ ہو جاتی ہیں یا کم از کم پختہ ہونی شروع ہو جاتی ہیں چنانچہ ہم ایشیا، یونان، یورپ کے اقطاعی نظام Feudal system اور موجودہ سرمایہ دارانہ بارآور طریقوں کو سوسائٹی کے معاشی نشوونما میں ترقی پسند ادوار کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ نظام سرمایہ داری کے بارآور تعلقات سماج کے بارآور عمل کی آخری مقاومانہ شکل ہے۔ یہ مقاومت انفرادی مقاومت سے مطابقت نہیں رکھتی بلکہ یہ وہ مخالفت ہے جو سماجی حالات کی حرکت اور آویزش سے ایک فرد کی زندگی میں پیدا ہوتی ہے۔ تاہم بارآور قوتیں جو بورژوا سماج کے رحم میں نشوونما حاصل کر رہی ہیں وہ اس منافرت کے حل کے لئے مادی کوائف پیدا کر دیں گی جس کے نتیجہ میں سوسائٹی کی یہ تشکیل انسانی سماج کے قدیم دَور کو ختم کر دے گی"۔

ذرا غور سے کام لیا جائے تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ کارل مارکس جو کمیونزم کا بانی ہے نے ہیگل کے فلسفۂ اضداد کی خامیاں نمایاں کر دی ہیں اور ان کے چہرہ سے منافقت کا نقاب اٹھا دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ مغربی سرمایہ داری کا مزاج خالص مادی ہے اور عیسائی مذہبیت کا تصور اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اور واقعی ہمیں یہ حقیقت یورپ کی تاریخ میں جلی حروف سے لکھی ہوئی نظر آتی ہے کہ عیسائیت اپنی بنیادی کمزوریوں کے باعث تحریک احیائے علوم اور سائنسی سیاسی رجحانات کا ساتھ نہیں دے سکی اس لئے مغربی مفکرین کو عیسائی مذہب جس میں ترک دنیا کی تعلیم تھی اس کی ایک ردِعمل یعنی مادیت کو مغربی تہذیب کا بنیادی تصور بنانا پڑا یا عیسائی منافقت کے نتیجہ میں خود بخود یہ تصور پیدا ہو گیا اور یہ تصور مختلف مراحل میں سے گزرتا ہوا مارکسزم کی صورت میں اپنی پوری قوت سے ظاہر ہوا ہے۔ عیسائیت اپنے خرافاتی

کر چکے ہیں وہ آسمان سے گر کر مارکسزم کی کھجور میں کیسے اٹک سکتے ہیں۔ اسلام نے یورپ کے استغراقی دماغ کو بیدار کیا اور اسے علم وسائنس کے جدید راستوں پر ڈالا اور وہ علم وسائنس سے پیدا شدہ مسائل کا حریف کبھی نہیں بنتا ہے۔ بریفولٹ اپنی تصنیف "تعمیر انسانیت" میں لکھتا ہے:

"مغربی تہذیب کی طرف سے سائنس موجودہ دُنیا میں ایک اہم بالشان اضافہ ہے۔ لیکن اس کے پھل بتدریج پک کر تیار ہوئے ہیں۔ مورش کلچر (اندلسی عربوں کی ثقافت) کے ناپید ہونے کے بہت عرصہ بعد سائنس کا وہ عفریت جس کو اس نے جنم دیا تھا اپنی بلوغت کو پہنچا۔ صرف سائنس سے ہی یورپ کے مُردہ جسم میں زندگی پیدا نہیں ہوئی بلکہ مغربی زندگی میں اسلامی تہذیب کے بہت سے اثرات

بھول نہیں سکتی۔ ان کی عظمت اس بات میں ہے کہ انہوں نے کائناتی اور انسانی مسائل کو شروع کیا لیکن ان کا تصور کائنات جن پر ان کے فلسفیانہ تخیلات قائم تھے جامد اور غیر متحرک تھا زندگی کے متعلق ان کا نقطۂ نگاہ محض مثالی اور نظری تھا لیکن اسلام نے نیچر اور انسان کے متعلق صرف ذہنی بیداری ہی پیدا نہیں کی بلکہ زندگی کا ایک متحرک اخلاقی اور روحانی ضابطہ بھی دیا ہے ـــــ مادیت کسی اعلیٰ انسانی ثقافت کی اساس نہیں بن سکتی۔ قرآن مجید میں دنیائے قدیم کے ثقافتی تجربات بیان کئے گئے ہیں اور مختلف اقوام کے عروج و زوال کے کوائف پیش کر کے ان سے نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ ان نتائج کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تہذیب جس کا بنیادی تصور اخلاق اور روحانیت سے معرا ہو اس میں

مزاج کے باعث جدید یورپ کے علمی سائنٹیفک تقاضوں کی حریف نہیں ہو سکی عیسائیت ناکام ہو کر ایک دوسرے جز کی مذہب کے لئے جگہ خالی کر گئی ہے۔ اس خلاء کو صرف اسلام پورا کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام انسانی فطرت کے روحانی، اخلاقی اور ثقافتی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اور اس کا مزاج سائنٹیفک بھی ہے۔ مارکسزم نے اس خلاء سے فائدہ اُٹھایا ہے لیکن جہاں تک انسانی فطرت کے بنیادی اور سرمدی تقاضوں کا تعلق ہے اُن کو پورا کرنا اس کے بس کا روگ نہیں کیونکہ عیسائیت میں اگر محض ترک دُنیا کی تعلیم تھی تو اس میں محض دنیا پرستی ہے جو لوگ عیسائیت کے ایک بنیادی نقص کے باعث عیسائیت سے نجات حاصل

کار فرما ہیں اور مغربی تہذیب میں اتنی دمک تو یقیناً اسلامی تہذیب نے ہی پیدا کی ہے"۔

"مغربی اقوام کی ترقی کا ایک پہلو بھی ایسا نہیں جس میں اسلامی ثقافت کا قطعی اثر دریافت نہ کیا جاسکے دَورِ جدید کی اس نمایاں قوت میں یہ سب سے زیادہ واضح ہے۔ یہی وہ قوت ہے جو اس دَور کی فتح اور کامرانی کا باعث ہے یعنی نیچرل سائنس اور سائنٹیفک سپرٹ" صنہ

تاریخ انسانی پر قرآن مجید اور اسلام کا اتنا گہرا اثر پڑا ہے کہ اسے کسی صورت میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ بیشک یونانیوں نے دنیا کو بہت کچھ دیا ان کے احسانات کو دُنیا

ایک عارضی چمک دمک تو پیدا ہو سکتی ہے لیکن اسے پائیداری نصیب نہیں ہوتی۔ قرار صرف اسی تہذیب کو حاصل ہو سکتا ہے جو مخلوق خدا کے لئے نفع رساں ہو اور حقوق کی ادائیگی میں انصاف سے کام لیتی ہو اور اس کے مزاج میں اس روحانی اخلاق کی جھلک ہو جسے قرآنی اصطلاح میں تقویٰ کہتے ہیں۔ قرآن مجید تقوےٰ کو تعمیرات اور قوموں کے نشوونما کی رُوح رواں قرار دیتا ہے اور ہر قوم کو اس سنگ امتحان پر پرکھتا ہے جو قوم اس جوہر سے محروم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک نہایت خوبصورت تمثیل میں اس عمرانی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

...ت ...ہما احمدیہ اور اجتماعی زندگی کے مسائل

غلام ربانی صاحب بی اے۔ آنرز

یہ مقالہ غلام ربانی صاحب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر پڑھا تھا..........(ادارہ)

انسانی تہذیب کی بنیاد

علم کے ماخذ اور تہذیب کا سرچشمہ کیا ہے
...رگی کے رہن سہن، لین دین، صلح و جنگ، محبت
...ر نفرت کے تمام معیار کون مقرر کرے؟
...ی فعل کو جائز قرار دینا اور کسی سے روک لینا
...س کی بنیادیں کیا ہیں اور کسے اختیار اور حق
...ہے کہ وہ اس کے متعلق فیصلہ کرے۔

یہ سوال اس وقت سے انسانوں کو
...پیش ہیں جب انہوں نے اپنے آپ
...سماجی قیود میں گروہ بند کرنا شروع کیا یہ سماجی
...راجتماعی مسئلہ کی کوکھ ہے جس میں سے
...ی تہذیب جنم لیتی ہے یہیں عقل محض اور
...ن کا ٹکراؤ ہوتا ہے یہ وہ بیج ہے جس پر
...نت کے غذ۔ پھول پتے۔ کانٹے اور
...بل کا انحصار ہے۔ اور اس کا فیصلہ
...لی اور بنیادی ضرورت ہے۔ اگر ایک
...سان گندم کی فصل اُگانا چاہے۔ لیکن
...اپنے کھیتوں میں آک کے بیجوں کی کاشت
...ے۔ ہل چلائے اور ملائی کرائے اپنی
...صل کی دیکھ بھال میں صبح و شام ایک
...روے۔ کھیت کو جانوروں سے بچانے
...ے اس کے گرداگرد باڑ لگائے
...بلکہ سورج کی چبھتی ہوئی دھوپ اس
...، پیٹھ جلا دے لیکن اُسے اپنی فصل
...محبت اس سے بے نیاز رکھے۔ اور
...ے اتنی کاوش کے بعد فصل کھڑی ہو
...آک کے زہریلے پودے اس کی
...ح حیات کو گُل کر دیں۔ تو کیا اس کسان
...آپ کسان کہیں گے۔ اس کی فراست
...در جانچ کو فراست اور جانچ تسلیم کریں
...گے؟ نہیں۔ اس کی کوشش اس کی تباہی
...ے۔ اور تباہی تو کسی کو بھی مرغوب نہیں۔
...مکل اسی طرح تہذیب انسانی کی اساس کا
...ئلہ ہے۔ جس طرح تمام محنت سے پہلے
...سان کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ
...آک اور گندم کے بیجوں کو اچھی طرح
...نچ کر بوئے اسی طرح انسانی تہذیب کی تعمیر
...ریقا کا انحصار الہام اور عقل محض کی
...بادی تقسیم پر ہے کیونکہ اسی پر پوری
...رمیے کی عمارت کو اُٹھنا ہے۔

دو نظریئے۔ پہلا الہام الٰہی

زندگی کے دو نظریئے ہی ہیں جن پر دین اور لادینی الگ الگ ہوتے ہیں۔ دین کا تعلق الہام الٰہی سے ہے۔ خدا تعالےٰ انسانوں میں سے کسی ایک انسان سے صاف صاف اور واضح الفاظ میں مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جسے وہ وحی اچھی طرح سمجھتا ہے۔ ایسا انسان رسول کہلاتا ہے اور یہ مظہر .PHENOMENON رسالت۔ یہی تاریخ میں FACT OF PROPHETHOOD یا MESSENGERHOOD کے نام سے موسوم ہے۔ یہ پیغام انسانوں کے کسی خاص گروہ یا وسیع طور پر تمام انسانوں کی طرف ہوتا ہے۔ اسی کو قرآن شریف فاما یاتینکم منی هدی۔ فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون کے الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ اسی کے ذریعے انسانی زندگی کے تمام مظاہر کو پابند کیا جاتا ہے اور قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰه رب العلمین کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ اور پیدائش سے موت تک کے تمام افعال و امور کی زمام کار ایک ایسی باجبروت اور مدبر بالارادہ ہستی کے ہاتھ سونپ دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے جسے عام زبان میں خدا کہتے ہیں۔ زندگی کی ایک راہ تو یہ ہے۔

دوسرا۔ عقل محض

اور زندگی کی دوسری راہ وہ ہے جس کا آغاز ابیٰ واستکبرا سے ہوتا ہے الہام اور وحی کی قیادت سے انکار کیا جاتا ہے۔ خود اپنی مرضی اور ارادہ سے زندگی کا ضابطہ بنا کر نافذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسی کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے ارایت من اتخذ الٰهه هواه (الفرقان) یعنی کیا تو نے انہیں بھی دیکھا جنہوں نے خود اپنی مرضی کو معبود بنا لیا ہے اور ام لهم شرکٰؤا شرعوا لهم من الدین ما لم یاذن به اللّٰه (الشورٰی)

یعنی کیا وہ ایسے سربراہ نہیں رکھتے جنہوں نے ان کے لئے زندگی کا ایسا ضابطہ بنا دیا ہے جس کا اذن اللہ نے نہیں دیا۔ ایک اور مقام پر اس کی وضاحت یوں بیان کی ہے فرمایا:۔

وذر الذین اتخذوا دینهم لهوا وغرتهم الحیٰوة الدنیا وذکر به ان تبسل نفس بما کسبت لیس لها من دون اللّٰه ولی ولا شفیع۔ (الانعام)

اور انہیں ترک کر دے جنہوں نے اپنی مرضی پسند اور ذاتی وجاہت کو دین یعنی ضابطۂ حیات قرار دیا اور اس دنیا کی کشش نے انہیں بھٹکا دیا ہے۔ البتہ انہیں ڈرا کہ ایسا نہ ہو وہ تباہی سے ہمکنار ہو جائیں کیونکہ جس راہ کو انہوں نے اختیار کیا ہے اس پر تو اللہ ان کا ساتھ نہیں دیگا اور نہ ہی ان کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہے۔

اس پس منظر کے ساتھ آپ پورے انسانی ماحول کی جانچ کریں۔ آپ کو ان دو امتیازات کے سوا کوئی اور زندگی کے بنیادی مسئلے تک نئی یا الگ پہنچ نظر نہ آئے گی۔ ان دو نظریوں کے بین بین متحدہ راہ یا مسلک کوئی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

زندگی کی دوسری راہ کے لئے جسے خود سری یا خود مختار انسان کی راہ کہیں کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ آدم کی اولاد صدیوں پتھروں، چٹانوں اور ہواؤں سے لڑتی ہوئی ایک لامتناہی دھارے پر بہتی چلی جا رہی ہے یہ ایک مسلسل حرکت ہے جس کا آغاز عقل انسانی میں قیاس ہے اور اس کا انجام ہنوز دراز نگاہ ہے۔ اس میں کتنے ہی زخم انسانی ذہن کو ابھی تک نہیں بھولے جن کا مرہم تلاش کرنے میں اس نے فکر و عمل کے کئی دشت و بیابان پاٹ ڈالے ہیں۔ انسانوں کی تاریخ اسی زخم اور مرہم کی تاریخ ہے۔ اس میں انسان اپنے بقا اور تحفظ کے لئے عقل محض کے بل پر ماحول کی نامساعد اور غیر موافق جارحانہ قوتوں سے نپٹتا چلا آ رہا ہے اور نہ جانے کب تک اسی طرح بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ راہ تو ہر صورت موجود ہے کیونکہ جب الہام اور وحی کی راہ نمائی کا کوئی نشان ہی نہ ملے تو اس شکست و ریخت کو تو بہرحال جاری رہنا ہے۔

زندگی کی پہلی راہ البتہ بحث طلب ہے۔ بدقسمتی سے جو راہ زیادہ متعین۔ زیادہ یقینی اور زیادہ نشان شدہ ہونی چاہیئے تھی آج وہی سب سے زیادہ غیر معین مشتبہ اور اُکھڑی اُکھڑی ہے۔

وحی الٰہی کی صداقت پر دلیل

جیسا کہ میں نے ابھی کہا زندگی کی پہلی راہ وحی الٰہی کی راہ ہے۔ جس کا بین ثبوت خود رسالت ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر اس راہ کے انتخاب کی دعوت دی جائے تو یہ دعوت خود خدا تعالےٰ کی وحی سے دی جا سکتی ہے جو اس طرز زندگی کی اساس ہے ذہن سے تخلیق کردہ خدا تو عملی اور قولی طور پر دوسری راہ کی بنیاد کو تسلیم کر لینا ہے۔ اور اگر خدا تعالےٰ کی وحی خود ایک بعید از تجربہ اور متحقق مظہر نہیں جو اسی طرح ایک قطعی اور یقینی شہادت ہو جیسے چمکتے ہوئے سورج کی دید یا دھڑکتے ہوئے دل کی دھڑکن تو پھر اس راہ کی دعوت خود وقت کا زیاں اور انسانی ترقی کو مسدود کرنا ہے۔ آپ کو ناپ اور تول کے پیمانے خریدتے اور بیچتے وقت ایک ہی رکھنے چاہئیں یہ تو کسی حالت میں درست نہیں کہ جب زندگی کی وہ راہ جو خود مختار انسانی عقل کی راہ آپ کے سامنے آئے تو آپ اسے اس لئے ٹھکرا دیں کہ یہ خود سری ہے۔ خود مختاری اور استیلا ہے لیکن لیکن جب آپ سے اس بات کا تقاضا ہو کہ عقل و فکر کی خود سری کے مقابل کم از کم کوئی محکم شہادت پیش کرو جو حق الیقین پیدا کرے تو اپنے تحفظ میں آپ پھر عقل کی انگلیں لڑائیں تنقید کرتے وقت "عقلیت" کو فریب کہیں اور اسے تجدد کا پائے چوبیں گردانیں لیکن جب آپ سے خود اس فریب سے ماوراء اور پائے چوبیں کے بجائے پائے محکم و آہنی طلب کیا جائے تو اسی عقلیت کا آسرا لیں۔

عقل محض کا ارتقاء

تخیل عقل کی جولانگاہ ہے اور عقل قیاس اور اندازہ ہے۔ اسی عقل کی راہ نے آج سے پیشتر جاگیرداری، اور سرمایہ داری نظام پیدا کئے۔ اور آج یہی عقل کی راہ اشتراکیت ہے۔ یہ ارتقاء ہے۔ اس سے کوئی غرض نہیں یہ درست ہے یا غلط۔ کیونکہ عقل۔ سماج کے اقدار کو اضافی چاہتی

ہے۔ یہ انسانی فکر کی ایک میراث ہے جو صدیوں سے ہمارے آباد اجداد آنے والی پشتوں کو منتقل کرتے آئے ہیں۔ یہی میراث ارسطو سے مارکس تک پہنچی ہے۔ کسی کو کیا حق ہے کہ اسے اس لئے جھٹلائے کہ یہ اس کے گھڑے ہوئے قبائلی عصبیت کے نظریوں سے مطابقت نہیں رکھتی یہ میراث تو رواں دواں اور جواں ہے لیکن قبائلی عصبیت کی میراث جامد۔ غیر متحرک اور رکاوٹ ہے۔ اشتراکیت عقل انسانی کا جدید ترین تجربہ ہے۔ جس میں تمام گذشتہ زمانوں کے فکر و عمل کی وراثت موجود ہے اگر زندگی کو ایک اور صرف ایک راہ پر چلنا ہے جو عقل محض کی راہ ہے تو پھر اس حالیہ تجربہ کی تنقیص کیوں؟ اسے خود سری۔ استکبار اور خود مختار انسانی عقل کی راہ کس لئے کہا جائے؟

الہامی دین اور حضرت مرزا صاحب

الہامی دین کے لئے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی وحی خارجی کا مسئلہ ہے کیونکہ اگر بنیاد ہی متحقق نہیں تو پھر عمارت کی ٹوہ لگانا جہالت ہے۔ آج تمام الہامی ادیان اور خاص کر اسلام کے لئے یہ بہت بڑا چیلنج ہے۔ اگر اسلام کی اساس وحی موجود نہیں تو پھر اسلام کی طرف دعوت دینا وقت ضائع کرنا ہے۔ یہ رجعت پسندی ہے اور تاریخ تو ہمیشہ ترقی کی طرف گامزن ہے۔ ہاں اگر آج اس اساس کا وجود ہے تو پھر اسلام کی طرف توجہ نہ کرنا انسانوں کو تاریکی میں دھکیلنا ہے کیونکہ وحی کا مصدر خود خالق کائنات ہے اور جو خالق ہے اس کی مرضی سے ہٹ کر چلنا اپنے آپ کو تباہی میں گرانا ہے۔

آج اس بڑے نازک اور اہم مرحلہ کو تمام انسانی سماج میں صرف ایک انسان حل کرتا ہے اور وہ قادیان کا مسیح ہے الہام کا دعوے آج مسیح موعود کے پاس ہے اور عقل محض کا اشتراکی داعیان کے ساتھ۔ اب اگر مرزا غلام احمد قادیانی برحق نہیں۔ اپنے اس دعوے الہام میں جھوٹا اور مفتری ہے تو پھر اسلام یا اس دین کو جو اپنے آپ کو الہام الٰہی پر استوار کرتا ہے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ کسی پارینہ روایات کی دعوت تو مصنوعی طور پر کاٹھ کے پتلے کھڑا کرنا ہے جن میں عصبیت کا زور کچھ روز تو جان ڈال سکتا ہے لیکن برقرار نہیں رکھ سکتا کیونکہ عقل محض کو اپنے سے بڑی عقل کے سامنے ہر حال سپر ڈالنی ہوگی سوائے زندگی کی پہلی راہ مرزا غلام احمد (علیہ السلام) ہے۔ اگر مرزا غلام احمد نہیں تو پھر پہلی راہ کوئی راہ نہیں جب تک کہ کوئی اور مرزا صاحب کے منصب پر کھڑا ہو کر یہ نہ کہے کہ وہ مہبط وحی ہے خدا کا پاک اور منزہ کلام اس پر اترتا ہے اور فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم الخ کا وہ مورد اور موقع ہے

جماعت احمدیہ کی بنیادیں دو اصولوں پر استوار ہیں:-

ایک اصول تو الہام الٰہی ہے۔ یعنی اس زندگی کی حاکم اور واجب الاطاعت ہستی صرف خدا تعالیٰ ہے۔ وہ ہر دور میں اپنے آپ کو انسانوں پر معلوم کراتا ہے۔ یہ احساس اور علم انسانی ذہن کی اپنی کاوش نہیں بلکہ ایک زندہ اور غالب ہستی کا خود اپنے آپ کو محسوس کرانا ہے۔ صاف ظاہر ہے جب ہم الہام الٰہی کے قائل ہوں گے اور اسے تمام ہستی کا حاکم تسلیم کریں گے تو ہم کسی اور وجود کو ضابطۂ حیات بنانے کا اختیار مطلق نہیں سونپ سکتے۔

دوسرا اصول جس پر ہماری بنیاد ہے وہ موجودہ تہذیب کو دجال کی تہذیب قرار دینا ہے۔ یہ بات کتنی عیاں ہے کہ جب ہم اسے دجالی تہذیب کہتے ہیں تو ہمارے سامنے وہ تمام کیفیتیں کھنچ جاتی ہیں جو دجال زمین پر اپنے آپ کو حاکم اور بادشاہ منوانے کے لئے اختیار کرے گا۔

مسیح اور دجال کا وجود دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ دجال ایک مقتدر با جبروت اور حاکم مطلق کی حیثیت رکھتا ہے زمین کے تمام خزانے اس کے اختیار میں ہیں بنجر زمینیں اس کے حکم پر سونا اگلنے لگتی ہیں کیا یہ سب آج درست نہیں۔

بدقسمتی سے جماعت احمدیہ کے موقف کو سمجھنے میں ہمارے مخاطبین سے فاش غلطی ہوئی ہے۔ وہ اسے ایک دعوت سمجھتے رہے ہیں جو زندگی کے کسی خاص شعبہ یا جزو تک محدود ہے

جماعت احمدیہ معلومہ انسانی تاریخ کے ایسے نقطۂ انتقال پر ہے جب انسانی علم و فکر کی تمام گرہیں کھل کر سامنے آگئی ہیں۔ کھلے بندوں اس امر کا فیصلہ ہونا ہے کہ زندگی دین کی راہ اختیار کرے یا دنیا کی۔ ایسے وقت میں اگر جماعت احمدیہ محض شعبائی تحریک کا فرض سرانجام دیتی تو یہ انتہائی غلط۔ بے محل ناکافی اور زمانے کی نبض شناسی سے صریح نا واقفیت کا ثبوت دینا ہوتا۔

اگر مسیح موعود کی تحریرات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک انسان ایک عظیم روحانی تجربے سے دوچار ہوا ہے۔ اس بصیرت سے جو الہام کے توسط سے اسکو عطا ہوئی ہے وہ بہت دور اور بہت قریب کے مناظر کو بلا کسی الجھن کے دیکھ رہا ہے کبھی وہ دجالی تہذیب کی اس تباہ حال کیفیت کو دیکھتا ہے جس میں عمارات منہدم اور بستیاں ویران ہو گئیں ہیں اور نوح جیسی خوفناک تباہی نے پورے انسانی سماج کو گھیر لیا ہے جس سے ایشیا یورپ اور جزائر کوئی بھی محفوظ نہیں رہا کبھی وہ دور کسی چمکتے ہوئے ہلال کو دیکھتا ہے جو ابھی انسانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے اور لوگ اسے واہمہ رجعت پسندی اور مجذوب کی بڑ سمجھتے ہیں کبھی اسے زمین و آسمان پر ایک روح پرور نظارے کی جھلکیاں نظر پڑتی ہیں جن میں سلامتی کا دین اپنی بیش از بیش رنگینیوں کو بکھیرتا ہے یہ ایک بہت وسیع اور معنی خیز مکاشفہ ہے جس میں ایک طرف گذشتہ تہذیب کے ڈوبتے ہوئے سورج کے ساتھ ساتھ ایک امن بخش اور اسلام آلود انسانی تہذیب کا چاند طلوع ہوتا بھی نظر آتا ہے۔

مسیح موعود موجودہ سماج کے حرکی مرکز سے شناسا نظر آتے ہیں وہ اچھی طرح اس جملہ کی نوعیت کو سمجھتے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے جماعت کی بنیاد ڈالی۔ تا کہ عملی حیثیت میں اس آنے والے دور کا حالی ثبوت پیش ہو جائے۔ عقل کسی امر کو شائد تن آسانی جذبات کی رو میں ناقابل عمل قرار دے لیکن جب خود سامنے ایسے انسان موجود ہوں جو ان مزعومہ ناقابل امور کو اپنی روز مرہ زندگی میں انجام دیتے ہوں تو یہ واہمہ خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زندگی کے کسی شعبے سے کنارہ کشی کے لئے نہیں کہا کیونکہ تہا دست حقہ تو زندگی کے ہر شعبے میں ادا کرنی ہے۔ حاکم اور محکوم، مزدور اور آقا، تاجر اور خریدار، ہر پہلو زندگی کا آپ کے اصلاحی اصولوں کو دعوت مبارزت دے گی۔ اگلے زمانے کے صوفی زندگی سے کنارہ کش تھے، ان کی تسبیحاں اور وظائف الگ حجروں میں خدا تعالےٰ کا وصال کراتے ہوں تو شاید درست ہو لیکن حضرت مسیح موعود زندگی کے مناد اور مبلغ ہیں انہوں نے ایسے وظائف ایسے روزے، حجرے، ورد اور چلے نہ تو دیئے اور نہ تلقین کی۔ زندگی جہاد ہے اور اچھے شہری بننا اس جہاد میں کامران ہونا ہے۔ زندگی سے مفرور کو ان ہولناک تجربوں سے واسطہ نہیں پڑتا جو کردار کی پاکیزگی استقامت اور بلندی کا امتحان ہیں۔ حضرت مسیح موعود اس کے برعکس اسی زندگی میں بسنے اور اس سے ٹکرا جانے کا پیغام ہیں۔ وہ مخاطبین جو مسیح موعود کے پیغام کو زندگی سے گریز کی راہ سمجھتے ہیں نہ معلوم کس مسیح موعود کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔

(باقی دارد)

ماہوار چندوں کے متعلق

مجلس معتمدین کا اہم فیصلہ

اراکین مجلس منتظمہ و مجلس معتمدین اور تمام قوم کی توجہ کے قابل

"خسارہ بجٹ کے متعلق مجلس معتمدین نے بروئے ریزولیوشن ۴۹/۱۲/۲۸ فیصلہ فرمایا ہے کہ آمد چندہ ماہوار میں ہزار کا اضافہ کیا جائے اور ممبران مجلس منتظمہ و مجلس معتمدین سے اپیل کی جائے کہ وہ حتی الوسع ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے چندہ ادا کیا کریں۔ دیگر احباب جماعت سے بھی اپیل کی جائے"

بناء بریں عرض پرواز ہوں کہ اگر آپ اپنا چندہ شرح کے مطابق دے رہے ہیں تو فبہا ورنہ حسب ریزولیوشن مذکورہ بالا اپنا چندہ ماہوار شرح کے مطابق ادا کر کے مشکور فرمائیں۔ تا کہ بجٹ کا خسارہ پورا ہو سکے۔ والسلام

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

مراسلات

میاں غلام رسول صاحب تمیم کی وفات پر احباب جماعت کے تعزیتی نامے

از حیدرآباد دکن

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

۱۴ جنوری کا پیغام صلح موصول ہوا جس سے جناب میاں غلام رسول تمیم کی وفات کی انتہائی افسوسناک خبر معلوم ہوئی۔ شدید صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میاں صاحب محترم کی ہستی نہایت قیمتی تھی۔ ان کی وفات ایک عظیم قومی نقصان ہے۔ آہ! حضرت مسیح موعود کا ایک قابل شاگرد، دین کا ایک سچا خادم، جماعت کا زبردست ستون، جناب کا قدیم رفیق و مخلص دوست قوم کا ایک قابل صد احترام بزرگ۔ ہمیشہ کیلئے جدا ہو گیا۔

جناب کو اس حادثہ سے جو صدمہ ہوا ہو گا اس کا اندازہ مشکل نہیں مشیت ایزدی کے آگے انسان مجبور و بے بس ہے۔ صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ میاں صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے خاندان اور قوم اور قوم کے جملہ افراد کو صبر جمیل دے اور نوجوانان جماعت کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

خادم
محمد انعام الحق

الذین بلڈنگ سکندرآباد
۱۰ جنوری ۱۹۵۰ء

مخدومی مکرمی جناب مولوی محمد علی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

قادیان کے جلسے سے واپسی پر انفلوئنزا سے بیمار ہو گیا آج اٹھا اور پیغام صلح سے مخدومی میاں غلام رسول صاحب تمیم کی وفات کی خبر نے رلا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم احمدیت میں آنے کے دن سے مجھ سے برادرانہ محبت قلبی رکھتے تھے میں ان کے اخلاص اور للّٰہیت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتا۔ وہ جب قادیان آتے تو میرے غریب خانہ کو شرف اقامت دیتے اگرچہ وہ ایک کامیاب اور مخلص انسان کی حیثیت سے پوری عمر کو پہنچکر فوت ہوئے تاہم انہوں نے اپنے بہت سے مخلصین کو دردرسیدہ اور غم زدہ کر دیا وہ تو

عروسی بود نوبت ماتمت

کے مصداق بنتے اور یوں بھی اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک کامیاب خوش اقبال اور دیندار خاندان پیچھے چھوڑنے کی نعمت سے نوازا۔ اور وہ ہر طرح اس موت پر **مبارکباد** کے مستحق ہیں۔ میں ان کے بچوں کا پتہ نہیں جانتا ورنہ راست خط ہی لکھتا۔ از راہ کرم میری طرف سے آپ تعزیت کر دیں کہ تمیم مرحوم کی موت نے بیشک آپ لوگوں کو یتیم کر دیا اور آپ کے اس صدمہ میں ہم سب شریک ہیں لیکن حق تو یہ ہے کہ آپ اپنے باپ پر اور وہ باپ آپ جیسی اولاد پر ناز کرتا رہے گا اسلئے کہ وہ اپنے اعمال حسنہ سے اس کے مدارج کی ترقی کا باعث ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ مرحوم کے مدارج اپنے قرب میں بلند کرے اور پسماندگان کو وہ صبر جمیل عطا فرمائے جو اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ مجھے صحت ہوئی تو انشاء اللہ ان کے متعلق ایک چھوٹا سا نوٹ لکھوں گا جو ان کی فرائض منصبی کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو رکھتا ہوگا۔ وباللہ التوفیق

والسلام
خاکسار یعقوب علی عرفانی

شکریہ تعزیت

کراچی ۱۸ جنوری ۱۹۵۰ء

حضرت میاں صاحب کا وصال ان کے خاندان اور جماعت کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے مگر اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت ہم محض انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر اس کی رضا پر راضی ہیں ایک چیز نے ہمیں اس غم کو برداشت کرنے میں بڑی مدد دی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے جماعت کے بزرگوں اور احباب اور مرحوم و مغفور کے متعدد احباب کو اپنے خطوط اور مضامین میں ہمارے رنج میں برابر کا شریک پایا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے۔ احباب سے امید اور التجا ہے کہ وہ حضرت کی مغفرت اور ترقی درجات کیلئے برابر دعائیں کرتے رہیں مرحوم سے انکی دوستی اور محبت اسی کی طالب ہے۔ ہم نے اپنی دانست میں تمام احباب کو فرداً فرداً ان کے خطوط تعزیت کے لئے شکریہ ادا کیا ہے تاہم اگر کسی صاحب کو جواب نہ دیا جاسکا ہو تو وہ اس تحریر کو شکریہ کے طور پر قبول فرمائیں۔

غلام عباس

ہندوستان میں لونگ تھاٹس کی تقسیم کی تحریک

سیدنا ومولانا حضرت مولوی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر میں نے لونگ تھاٹس آف دی پرافٹ کی دو کاپیاں خریدی تھیں۔ ایک تو میں نے اپنی بھتیجی کو تحفتہً دے دی تھی دوسری میں نے اپنے پڑھنے کے لئے رکھ لی تھی۔ میں نے جو اسے پڑھا۔ فی الواقعہ اُسے نور پایا۔ میرے خیال میں حضور کی جملہ تصانیف میں سے یہ سب سے ممتاز تصنیف ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے دل پر گہرا اثر پیدا ہوتا ہے اس لئے میں نے نو اور کاپیاں خرید کر اپنے خاندان کے بچوں میں تقسیم کی ہیں۔ ہماری جماعت کی تعداد پانچ ہزار کے قریب ہے۔

میرے دل میں بار بار یہ تحریک ہو رہی ہے کہ ہم اس کتاب کی دس ہزار کاپیاں صرف ہندوستان میں تقسیم کریں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس کا کوئی نیک اثر پیدا کرے۔ تقسیم کرنے کے لئے یہاں سے ہمارے دس آدمی جائیں۔ میرے خیال میں یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ جو دوست ناداری کی وجہ سے اس کار خیر میں شامل ہونے سے معذور رہیں گے۔ اُن کی کمی دوسرے احباب پوری کر دیں۔ یہ کام کرنے کے لائق ہے۔

والسلام
خاکسار۔ صادق علی
گوجرانوالہ

(جدلی مادیت بقیہ از صفحہ ۹)

من اسّس بنیانہ علےٰ اشفا جرفٍ ھارٍ فانھار بہ فی نار جھنم (توبہ) تو کیا جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھوکھلے گرتے ہوئے کنارہ پر رکھی سو وہ اسکو جہنم کی آگ میں لے گرا — یعنی جو قوم اپنی تہذیب اور تمدن کی بنیاد اخلاق اور روحانیت کی دائمی قدروں پر رکھتی ہے بہتر وہی ہے۔ اور جو قوم اپنی تہذیب کی بنیاد مادیت اور قوت اقتدار کی خود غرضانہ خواہشات پر رکھتی ہے اور مخلوق خدا کی گردنوں پر اپنی مادی قوت کے بل بوتے پر دائمی طور پر مسلط رہنے کی کوشش کرتی ہے وہ اپنا گھر صداقت کی محکم چٹان پر نہیں بناتی بلکہ ایک کھوکھلے کنارہ پر بناتی ہے جو اسے مسلسل جنگوں کے جہنم میں گرا دیتا ہے جس سے وہ باوجود کوشش کے نہیں ابھر سکتا۔ آج مغربی اقوام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ان پر یہ اصول پوری طرح منطبق ہوتا ہے انہوں نے اپنی تہذیب کی بنیاد مادیت کے کھوکھلے اور ناپائیدار اصولوں پر رکھی ہے جن کے پیروؤں نے باوجود علم و سائنس کے انہیں مسلسل جنگوں کے ایسے جہنم میں جھونک دیا ہے۔ جس سے نجات بظاہر نا ممکن ہے۔ بغیر اسلام کے روحانی اصول کو اپناتے ہوئے یہ اقوام تباہی سے نہیں بچ سکتیں۔ قرآن مجید نے مشاہدہ قدرت قوموں کے عروج و زوال کے بنیادی اسباب کی طرف بار بار توجہ منعطف کروا کے کائنات اور انسان کے متعلق ایک حرکی اور ارتقائی تصور پیش کیا ہے جو موجودہ سائنس اور سائنٹیفک افکار سے ہم آہنگ ہو کر انہیں تباہی سے بچا سکتا ہے ؛

قابل تقلید نمونہ

میاں غلام حیدر صاحب پولیس کپتان جہلم سے بوجہ بیماری حضرت میاں غلام رسول صاحب معہ اہل وعیال تشریف لائے ہوئے تھے جمعہ کے روز جناب میاں صاحب برائے نماز جمعہ تشریف لائے تو ان کا بچہ محمد خالد جاوید بعمر ۳ سال بھی اپنے والد کے ہمراہ مسجد میں آ گیا چونکہ یہ بچہ پہلی دفعہ مسجد میں آیا تھا اس لئے بچہ کی طرف سے میاں صاحب نے مبلغ پانچ روپے اشاعت اسلام میں دیئے بعض دیگر والدین کو بھی ان کے اس نیک نمونہ کی تقلید کرنی چاہیئے کہ جس طرح جب

غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت خلاف ہے

ارشاد گرامی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنوں میں نماز ہے دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے کیونکہ یہ مرتبہ دعا کا اللہ ہی کے لئے ہے جب تک انسان پورے طور پر حنیف ہو کر اللہ تعالےٰ ہی سے سوال نہ کرے اور اسی سے نہ مانگے۔ سچ سمجھو کہ حقیقی طور پر وہ سچا مسلمان اور سچا مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے کہ اس کی تمام طاقتیں اندرونی ہوں یا بیرونی سب کی سب اللہ تعالےٰ ہی کے آستانہ پر گری ہوئی ہوں۔ جس طرح پر ایک بڑا انجن بہت سی کلوں کو چلاتا ہے پس اسی طور پر جب تک انسان اپنے ہر کام اور ہر حرکت و سکون تک کو اسی انجن کی طاقت عظمیٰ کے ماتحت نہ کر لیوے وہ کیونکر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا قائل ہو سکتا ہے؟ اور کیونکر اپنے آپ کو انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا کہتے وقت واقعی حنیف کہہ سکتا ہے؟ جیسے منہ سے کہتا ہے دل سے بھی ادھر کی طرف متوجہ ہو تو لاریب وہ مسلم ہے۔ وہ مومن اور حنیف ہے لیکن جو شخص اللہ تعالےٰ کے سوا غیر اللہ سے سوال کرتا ہے اور ادھر بھی جھکتا ہے اور روح اور دل کی طاقتیں (اس درخت کی طرح جس کی شاخیں ابتداءً ایک طرف کر دی جائیں اور پرورش پالیں) ادھر ہی جھکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک سختی اور تشدد اس کے دل میں پیدا ہو کر اسے منجمد اور پتھر بنا دیتا ہے۔ جیسے وہ شاخیں پھر دوسری طرف مڑ نہیں سکتیں اسی طرح پر وہ دل اور روح دن بدن خدا تعالیٰ سے دور ہوتی جاتی ہے۔ پس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپا دینے والی بات ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے اسی لئے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے تاکہ اولاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔۔۔۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت خود آجاتا ہے کہ انقطاع کلی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے۔

میں اس امر کو پھر تاکید سے کہتا ہوں افسوس ہے مجھے لفظ نہیں ملے جن میں میں غیر اللہ کی طرف رجوع کرنے کی برائیاں بیان کر سکوں۔ لوگوں کے پاس جا کر منت خوشامد کرتے ہیں۔ یہ بات خدا تعالےٰ کی غیرت کو جوش میں لاتی ہے (کیونکہ یہ تو لوگوں کی نماز ہے) پس وہ اس سے ہٹتا اور اسے دور پھینک دیتا ہے۔ میں موٹے الفاظ میں اسکو بیان کرتا ہوں، گو یہ امر اس طرح پر نہیں ہے۔ مگر سمجھ میں فوراً آ سکتا ہے کہ جیسے ایک مرد غیور کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ وہ اپنی بیوی کو کسی غیر کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہوئے دیکھ سکے اور جس طرح پر وہ مرد ایسی حالت میں اس نابکار عورت کو واجب القتل سمجھتا بلکہ بسا اوقات ایسی وارداتیں ہو جاتی ہیں ایسا ہی جوش اور غیرت الوہیت کی ہے۔ جب عبودیت اور دعا خاص اسی ذات کے مقابل ہیں وہ پسند نہیں کر سکتا کہ کسی اور کو معبود قرار دیا جائے یا پکارا جاوے۔ پس خوب یاد رکھو اور پھر یاد رکھو کہ غیر اللہ کی طرف جھکنا خدا سے کاٹنا ہے۔ نماز اور توحید کچھ ہی ہو کیونکہ توحید کے عملی اقرار کا نام ہی نماز ہے۔ اسی وقت بے برکت اور بےسود ہوتی ہے جب اس میں نیستی اور تذلل کی روح اور حنیف دل نہ ہو۔ سنو! وہ دعا جس کے لئے **ادعونی استجب لکم** فرمایا ہے، اس کے لئے یہی سچی روح مطلوب ہے اگر اس تضرع اور خشوع میں حقیقت کی روح نہیں تو وہ ٹیں ٹیں سے کم نہیں ہے۔

انسانِ کامل

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

وَنَبِیُّنَا حَیٌّ وَّاِنِّیْ شَاھِدٌ ❊ وَقَدِ اقْتَطَفْتُ قَطَائِفَ اللِّقَاءِ (مسیح موعودؑ)

اور ہمارے نبی زندہ ہیں اور میں گواہ ہوں ❊ اور میں آپکی ملاقات کے ثمرات سے بہرہ مند ہوا ہوں

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

عرب کی حالت اور حضرت نبی کریمؐ کی بعثت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اگرچہ تمام دُنیا تاریکی میں تھی اور جہالت و اخلاق ذمیمہ کا دَور دورہ تھا تاہم فطری صلاحیت کی رُو سے ریگستان عرب کے ذرّوں میں ابھی تک چمک باقی تھی۔ یہی صرف نہ تھی کہ وہ کسی نظام شمسی سے وابستہ نہیں تھے جزیرہ عرب میں بیشک ایک ہی قوم آباد تھی . . . . لیکن نہ تو کبھی تاریخ نے ان کے ملکی و قومی اتحاد کی نشان دہی کی اور نہ ہی سیاسی حیثیت سے کسی زمانہ میں وہ ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے۔ قبیلہ قبیلہ کے جدا جدا رئیس تھے۔ تمام جزیرہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جو دن رات خانہ جنگیوں میں مصروف رہتی تھیں۔ چنانچہ ابوعلی قالی کتاب الامالی میں لکھتے ہیں:

وذالک لانھم کانوا یکرھون ان تتوالی علیھم ثلاثۃ اشھر لاتمکنھم الاغارۃ فیھا لان معاشھم کان من الاغارۃ (یعنی یہ اس لئے تھا کہ وہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان پر تین ماہ مسلسل غارتگری کے بغیر گزر جائیں کیونکہ غارتگری ہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

اللہ تعالے نے انسانیت پر عموماً اور اہل عرب پر خصوصاً سب سے بڑا احسان یہ کیا کہ حضرت نبی کریم صلعم کو مبعوث فرمایا جیسے کہ فرماتا ہے۔

ھوالذی بعث فی الامیّین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبین۔ (سورۃ جمعہ)

ترجمہ:- وہی ہے جس نے امیوں کے اندر انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اور اہل مکہ کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

فلیعبدوا ربّ ھذا البیت الذی اطعمھم من جوعٍ وّ اٰمنھم من خوف ۔ (ایلاف)

ترجمہ:- ان کو چاہیئے کہ اس گھر کے اس مالک کی پرستش کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا دیا اور بدامنی کو دُور کرکے ان کو امن بخشا۔

ایک عیسائی مصنّف کی شہادت

ایک متعصب عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات لکھتا ہوا حضورؐ کی بعثت سے قبل کے زمانہ کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے

"سب سے پہلی خصوصیت جو ہماری توجہ کو کھینچتی ہے وہ عربوں کا بیشمار جتھوں میں تقسیم ہونا ہے جو ایک ہی زبان کے بولنے والے اور اپنے حالات و اطوار میں بھی قریباً یکساں ہیں مگر ہر ایک بجائے خود خود مختار رہے۔ کبھی اپنی حالت پر قانع نہیں اور اکثر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں مشغول ہیں بلکہ جہاں رشتہ داری کی وجہ سے یا کسی فائدہ کی غرض سے ایک قوم کے دوسری قوم کے ساتھ تعلقات پیدا بھی ہوتے وہاں بھی وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تعلقات منقطع کرنے، اور جنگ کرنے کے لئے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں۔ یہی حالت اسلام کے زمانہ تک چلی آتی ہے کہ اگر کبھی دو قوموں میں اتفاق ہوا بھی تو چند دنوں کے بعد وہ بھی خطرناک جنگ میں مبتلا ہو جاتیں اور تمام کوششیں جو اسلام سے پہلے اُن کے ایک کرنے کے لئے کی گئیں وہ بے سود اور ناکام ثابت ہوئیں"

قرآن کی شہادت

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کی زبوں حالی اور اپنے رحم وکرم کا ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے:۔

واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا وکنتم علٰی شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا۔ (آل عمران)

ترجمہ:- اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب تم باہم دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

بعثت کے بعد

الغرض آفتاب اسلام کی کرنیں جہالت کے کثیف بادلوں میں سے چھن چھن کر سطح قلوب پر گرنے لگیں چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں عرب بقعہ نور بن گیا جسکی روشنی سے دُنیا منور ہو گئی۔ جونہی جنگیں بند ہوئیں اور امن کا ماحول قائم ہو گیا تو وہ بڑا بھاری بند جو بصورت جنگ قوموں کے درمیان حائل ہو گیا تھا یکسر ٹوٹ گیا اور بحر اسلام کا تیز و تند سیلاب دُنیا پر محیط ہو گیا جس کے حیات افزا پانی سے جگہ جگہ توحید کے پھلدار درخت پھوٹ نکلے اس کے متعلق طبری نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے۔

امام زہری کا قول

فلما کانت الھدنۃ وضعت الحرب اوزارھا وامن الناس کلھم بعضھم بعضاً فالتقوا وتفاوضوا فی الحدیث والمنازعۃ فلم یکلم احد بالاسلام یعقل شیئاً الادخل فیہ فلقد دخل فی تینک السنین فی الاسلام مثل ما کان فی الاسلام او اکثر۔

ترجمہ:- جب صلح ہو گئی اور جنگ موقوف ہوئی ایک دوسرے سے لوگ بے خوف ہوئے باہم ملے جلے باتیں چیتیں ہوئیں تو کوئی عقلمند ایسا نہ تھا جس سے اسلام کے متعلق گفتگو آئی ہو اور اس نے قبول نہ کر لیا ہو چنانچہ جتنے لوگ ابتدا سے اس وقت تک مسلمان ہوئے تھے صرف ان دو برسوں میں ان کے برابر بلکہ ان سے زیادہ تعداد میں لوگ مسلمان ہو گئے (یہ صلح حدیبیہ کے زمانہ کے متعلق ہے)

جبکہ صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی تعداد قریباً انیس سال کی کوششوں کے بعد چودہ اور پندرہ سو کے قریب تھی۔ (زرقانی بحوالہ بخاری) تو صلح والے دو سال میں آٹھ ہزار پانچ سو تک پہنچ گئی۔

اسلام کا پیدا کردہ انقلاب

اسلام کی ترقی اور قبولیت کا راز اس کی اس زندگی بخش قوت میں مضمر ہے جس سے فطرت انسانی کی تمام شاخوں کی ایسی کامل تربیت ہوئی کہ اس کے ظہور سے اخلاق انسانی کے تمام پہلو روشن ہو گئے اسلام نے وحشی اور اخلاق سے عاری قوموں کو نہ صرف با اخلاق اور متمدن بنا دیا بلکہ انہیں باخدا بنا دیا۔ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ التحیات و السلام کی قوت قدسی نے انسانیت کا بول بالا کیا اور نسل انسانی کو ذلیل معتقدات اور رسم و رواج سے الگ کرکے اخلاق کی بلند ترین چوٹیوں پر پہنچا دیا۔ قرآن کریم نے اس مقدس جماعت کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت سے تیار ہوئی بیشمار آیات میں نقشہ کھینچا ہے جن میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں:۔

صحابہ کی صفات

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھوناً و اذا خاطبھم الجٰھلون قالوا سلٰماً ٥ والذین یبیتون لربّھم سجّداً وّ قیاماً ٥ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنّم ان عذابھا کان غراماً ٥ انھا سآءت مستقرًّا وّمقاماً ٥ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً ٥ والذین لایدعون مع اللّٰہ الٰھاً اٰخر ولایقتلون

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

پیغامِ صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ | نمبر ۶

تبلیغی جماعت ـــــــ اور عملی نمونہ

رفتار عالم پر ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آج انسانیت کی بیتاب نگاہیں کسی ایسے معاشرے کی تلاش میں ہیں جو عملی میدان میں ان کی تمام مشکلات کو دور کر سکے۔ اس کے لئے بہت سے نظریات (Ideals) پیش کئے جاتے ہیں حامیان اسلام بھی قرآن کے نظریۂ حیات کو پیش کرنے میں کسی سے کم نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا آج محض نظریات اور تصورات سے تنگ آ چکی ہے۔ ان کی تشنگی کو آج ایک عملی نمونہ ہی سیراب کر سکتا ہے۔

امام زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جہاں علمی میدان میں دین اسلام کی برتری کو تمام دیگر ادیان پر ثابت کیا وہاں زمانہ کی اس ضرورت کو بھی پورا کرنے کے سامان بہم پہنچائے۔ ربانی لوگ صرف ذہنی عیاشی ہی کے لئے علم کلام بہم پہنچانے نہیں آتے بلکہ وہ افراد کی زندگیوں میں، ان کے لین دین اور حسنِ سلوک میں ایک انقلاب برپا کرنے آتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے گرد جمع ہونے والے لوگوں میں اسلام کی تعلیم کو منعکس کر دیا۔ اور ایک پاک و صالح سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ یہاں تک کہ غیر بھی اس امر کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ اگر کسی نے دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھ لے اس پاک تبدیلی کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ اس سوسائٹی میں حصہ دار بننے کے لئے لوگ دور دور سے کھچے چلے آئے۔

اشاعت قرآن کا کام یہ وہ ورثہ ہے جو ہمیں امام زماں کی وساطت سے ملا ہے۔ آج اگر ہم اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم پہلے اپنے اندر اسی ٹھیٹھ نمونہ کو پیدا کریں اور نیز ہماری سوسائٹی اسلام کے ان تمام اصولوں اور تعلیمات کی آئینہ دار ہو جسے ہم نسل انسانی کی موجودہ مشکلات کا حل سمجھتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

> "یہ امر ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے واعظ تیار ہوں لیکن اگر دوسرے واعظوں اور ان میں کوئی امتیاز نہ ہو تو فضول ہے یہ واعظ اس قسم کے ہونے چاہئیں کہ جو پہلے اپنی اصلاح کریں اور اپنے چلن میں ایک پاک تبدیلی پیدا کر کے دکھائیں تاکہ ان کے نیک نمونوں کا اثر دوسروں پر پڑے عملی حالت کا عمدہ ہونا یہ سب سے بہترین وعظ ہے۔ جو لوگ صرف وعظ کرتے ہیں مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے وہ دوسروں پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈال سکتے بلکہ ان کا وعظ بعض اوقات اباحت پھیلانے والا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سننے والے جب دیکھتے ہیں کہ وعظ کہنے والا خود عمل نہیں کرتا تو وہ ان باتوں کو بالکل خیالی سمجھتے ہیں۔ اس لئے سب سے اول چیز جس کی ضرورت واعظ کو ہے وہ اس کی عملی حالت ہے۔"

آپ نے سارا زور "عملی زندگی" کو ایک نمونہ بنانے پر ہی دیا ہے۔ کیونکہ کامیابی کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ آخر انبیاء علیہم السلام کیوں ایک جماعت تیار کرنے پر وقت خرچ کرتے ہیں۔ اسی لئے کہ تا ان کی زندگیاں اس تعلیم پر ایک زندہ گواہ ہوں۔ پھر جو بھی اس ماحول میں داخل ہوا اسی رنگ میں رنگین ہو گیا۔

سو ایک تبلیغی جماعت کے لئے ایسا ہی پاک ماحول پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

نخواہ یحییٰ بٹ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی تصنیفات پر تبصرے

"نماز اور ترقی کی تین راہیں"

"قرآن مجید و اسلام کی حکمت و حقائق پر تالیف و تصنیف کا سلسلہ تیرہ صدیوں سے جاری ہے۔ مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی جماعت کے جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء کے موقعہ پر جو تقریر مندرجہ بالا عنوان پر کی تھی اسکو رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ جناب موصوف کو جو شہرت اور بصیرت حقائق اسلام کے متعلق حاصل ہے اس کے لحاظ سے جو کچھ لکھتے ہیں وہ سنجیدگی غور و خوض اور تدقیق کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔ بہرحال یہ کتاب حکمت اسلامیہ کو نماز کے متعلق واضح کرتی ہے یہ فضل الٰہی ہے اور اسلام کے معجزنما اثمامات ہیں کہ ہر نسل اور ہر زمانہ میں اسلام کی خدمت گذاریوں کا سلسلہ قائم ہے کتاب قابل مطالعہ ہے۔ خاصکر کالج کے نوجوانوں کے لئے کارآمد ہے۔ ۵۲ صفحات کا رسالہ ہے۔"

ماہنامہ "روح ترقی"
مجریہ نومبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۱۵ حیدر آباد دکن

"یہ رسالہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ امیر جماعت احمدیہ لاہور کی ایک تقریر ہے جو انہوں نے (غالباً جماعت احمدیہ کے) سالانہ جلسہ کے موقع پر کی تھی۔ اس رسالہ میں موصوف نے بہت ہی وضاحت سے اور اچھی طرح نماز کے مقصد کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ دراصل نماز ہی ہر قسم کی ترقیوں کی ضامن ہے۔

مسلمانوں پر یہ بات فرض کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے ہر عمل سے اسلام کو ترقی دیں اور یہ بات نماز سے بخوبی حاصل ہوتی ہے کیونکہ نماز سے انفرادی ترقی ہر شخص کر سکتا ہے اور انفرادی ترقی اجتماعی ترقی کی ضامن ہے۔ لیکن دراصل یہ دونوں ترقیاں اس لئے ہوتی ہیں کہ اسلام کی ترقی ہوتی رہے کیونکہ ایک نمازی پانچوں وقت نماز میں التحیات پڑھ کر اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ میرا سب کچھ، ہر قسم کی عبادتیں خداوندا تیرے ہی لئے ہیں۔ صاحب موصوف نے یہی ثابت کیا ہے کہ نماز سے یہ تینوں ترقیاں ہوتی ہیں اور اگر ہم نے نماز کی طرف توجہ نہ کی تو ہم کسی قسم کی بھی ترقی نہیں کر سکتے۔

کتاب بحیثیت مجموعی مفید ہے اور پڑھنے کے لائق ہے۔

اخبار "تعمیر" لکھنؤ
۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۱۰

"اسلامک لاز آف میرج اینڈ ڈائیورس (انگریزی) یعنی اسلامی قانون نکاح و طلاق"

مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا قلم بحمد اللہ دینی اور تبلیغی خدمات میں برابر مشغول ہے اور سن اور تجربہ میں زیادتی کے ساتھ ساتھ ان کے قلم کی روانی اور مشاقی بھی ماشاء اللہ بڑھتی جاتی ہے۔ زیر نظر رسالہ میں انہوں نے زیادہ تر اپنی ہی انگریزی تفسیر سے لیکر قرآنی آیتوں کے ترجمے مع اپنے توضیحی حاشیوں کے عقد مناکحت کی شرعی اہمیت) زن و شوہر بطور یک جان و دو قالب کے۔ مناکحت افزائش نسل، نکاح اور آزاد مشربی، تعدد محرمات نکاح، مسلم و غیر مسلم کے مابین عقد زوجین کے حقوق و فرائض طلاق پر حد بندیاں، عدت وغیرہ متعدد عنوانات کے ماتحت جمع کر دیئے ہیں اور رسالہ کو انگریزی خواں مسلموں اور غیر مسلموں دونوں کے حق میں ایک جامع اور قابل قدر تحفہ بنا دیا ہے۔ مصنف فقہیات کے بعض مسائل میں (کلامیات ہی کی طرح) اپنا ایک مسلک خاص رکھتے ہیں۔ اہل سنت کے عام مسلمات سے الگ اور اس کی جھلک جا بجا اس رسالہ میں بھی ملتی ہے مثلاً صفحہ پر نصرانیوں اور یہودیوں کی طرح ہندوؤں اور بدھ مت والوں کو بھی جزم کے ساتھ اہل کتاب قرار دینا لیکن ان جزئی اجتہادات سے کتاب کی افادیت عمومی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ رسالہ بحیثیت مجموعی انگریزی خوانوں کے لئے ایک نعمت ہی ہے۔

صدق۔ مجریہ ۱۳ جنوری ۱۹۵۰ء

یہ رسالے مندرجہ ذیل پتہ سے مفت

اخبار و افکار

(محمد یحییٰ بٹ)

چین میں عورت کا مقام

چین میں جو انقلاب کیمونزم سنے برپا کیا ہے اس سے پیشتر وہاں عورت کی کچھ بھی حیثیت نہ تھی۔ ....

زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ ہو رہی تھی ....

.... عورت جائیداد کا ایک حصہ سمجھی جاتی تھی۔ جب چاہا اُسے بیچ کر روپیہ وصول کر لیا۔ اس کے صرف تین ہی فرائض تھے۔

اول باپ کی اطاعت

دوم۔ خاوند کی فرمانبرداری

سوم۔ بالآخر اپنے بیٹے کے احکام کو بجا لانا۔

اسکو اپنی قسمت کے بنانے اور سنوارنے میں قطعاً کوئی اختیار نہ تھا۔ خاوند کے مر جانے کے بعد وہ سسر کی مملوکہ سمجھی جاتی اور سسر کو حق ہوتا کہ وہ جس دوسرے شخص سے چاہے کچھ رقم لیکر اس کی شادی کر دے۔ اس میں عورت کو کچھ بھی دخل نہ تھا۔

عورتیں کارخانوں میں کام کرتیں اور متواتر بارہ بارہ گھنٹے ان سے کام لیا جاتا یہاں بھی ان کی حق تلفی کی جاتی۔ ان کی مزدوری مردوں کی مزدوری سے نصف یا اس سے بھی کم تھی۔ وہ کسی مال اور جائیداد کی مالک نہیں ہوتی تھی۔

موجودہ حالت

کیمونسٹوں نے جہاں مزدوروں کو ظالموں کے خلاف جنگ کرتے کے لئے منظم کیا وہاں عورت مظلومہ کو بھی اس جنگ میں شریک کیا۔ آخر ظالموں کو سزا ملی۔ اور مظلوم غالب آ گئے۔ اس انقلاب کے بعد عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں۔ جنگی خدمات میں عورتیں پیش پیش نظر آنے لگی ہیں اور بڑی اہم جگہوں پر مردوں کے مقابل پر متمکن کی گئی ہیں۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ چینی عورت نے اپنے آپ کو مرد کے برابر خیال کیا ہے۔ عورتیں اپنی ذاتی جائیداد کی مالک قرار دی گئی ہیں۔ اور خاوند کی غلامی سے آزاد ہو گئی ہیں۔ تنخواہوں اور اجرتوں میں جو تفاوت تھا اسے یک قلم دور کر دیا گیا ہے، اور عورتوں کو مردوں کے برابر تنخواہیں اور اُجرتیں ملنے لگی ہیں۔ عورتوں سے سخت کام لینے کی ممانعت کر دی گئی ہے انہیں اپنی عفت کے بیچنے پر مجبور کرنے والوں اور مملوکہ سمجھکر خرید و فروخت کرنے والوں کو مجرم قرار دیا گیا ہے۔ شادی کے معاملہ میں عورت کلی طور پر آزاد قرار دی گئی ہے وہ آپ اپنی مرضی سے جسے چاہے اپنا رفیق حیات چن سکتی ہے .... اسی طرح اُس سے علیحدگی حاصل کرنے کے لئے بھی وہ مرد کے ہم پلہ قرار دی گئی ہے غرضیکہ عورتیں سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور تمدنی میدان میں مرد کے دوش بدوش نکل پڑی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج ہزاروں عورتیں بڑے بڑے عہدوں پر متمکن ہیں اور بیشمار ایسی ہیں جو بڑے بڑے کارخانوں کی بھی مالک ہیں۔

کیا یہ رجعت پسندی نہیں؟

اسلام کا عورت پر کس قدر احسان ہے کہ اس نے آج سے تقریباً چودہ سو سال پیشتر ہی سے اسکو ایک بلند مقام عطا کیا اور اس کے حقوق کو ہر حالت میں مرد کے برابر برابر بیان کیا ہے یہاں تک کہ روحانی میدان میں بھی عورتیں مردوں سے کم نہیں رہیں۔ یہ تمام اصلاحات جو آج کمیونسٹ پارٹی نے چین میں عورت کے حقوق میں کی ہیں ان کو کسی قدر بڑھکر اسلام نے کئی سو سال پہلے ہی سے بیان کر دیا ہوا ہے۔ اور اس نے قوموں کی قوموں کو ایک پُر امن طریق سے اپنے رنگ میں رنگین کر دیا۔

ہمارے بعض دوست جب ان کے سامنے اسلام کے لائحہ عمل کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہکر کہ یہ رجعت پسندی ہے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ لیکن کیا ہم ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ چین میں جو ناحق کشت و خون کے بعد عورت کو مقام ملا ہے یہ رجعت پسندی نہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں نسلِ انسانی کے لئے وہ بلندیاں مذکور ہیں کہ جس پر پہنچکر ہی انسانیت فخر کر سکتی ہے۔ آج جبکہ ہم ان بلندیوں سے گر چکے ہیں ان تک پہنچنا رجعت پسندی نہیں ہے گا بلکہ حقیقی ترقی پسندی یہی ہے۔

اہلِ کتاب

اخبار صدق کے فاضل مدیر ۱۳ر جنوری کے ایشوع میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے رسالہ

"اسلامک لاز آف میرج اینڈ ڈایوورس" (انگریزی)

پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مصنف فقہیات کے بعض مسائل میں (کلامیات ہی کی طرح) اپنا ایک مسلک، خاص رکھتے ہیں۔ اہل سُنت کے عام مسلمات سے الگ۔ اور اس کی جھلک جا بجا اسی رسالہ میں بھی ملتی ہے مثلاً ص۹ پر نصرانیوں اور یہودیوں کی طرح ہندوؤں اور بدھ مت والوں کو بھی جزم کے ساتھ 'اہلِ کتاب' قرار دینا۔"

اس ضمن میں ہم چند ایک آیات قرآنی مدیر صاحب موصوف کے غور کے لکھتے ہیں

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

وان من امة الا خلا فيها نذير۔ ہر بستی میں اللہ تعالےٰ نے کوئی نہ کوئی نذیر ا... لوگوں کو ان کے بُرے اعمال پر متنبہ کرنے کیلئے ضرور بھیجا ہے۔ اگر کہا جائے کہ پھر ان کا قرآن کریم میں ذکر کیوں نہیں تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:-

ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص۔ بعض رسولوں کے واقعات ہم نے تم پر بیان کر دیئے ہیں اور بعض کا ذکر کسی مصلحت کے ماتحت ہم نے تم پر بیان نہیں کیا۔ پھر خدا کی صفت رب العالمین بھی یہی تقاضا کرتی ہے کہ جسمانی ربوبیت کی طرح اللہ تعالیٰ روحانی ربوبیت کے سامان بھی ہر قوم کیلئے بہم پہنچائے۔

اب یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہندوستان جیسے ایک بہت بڑے براعظم کو یونہی بغیر کسی روحانی سامان بہم پہنچانے کے چھوڑ دیا ہو۔

---

۴۵ ملنے کا پتہ:-

دفتر رسالہ تعلیم القرآن والعربیہ۔ گوالمنڈی۔ مین بازار ۱۳ لاہور پاکستان

مراسلہ

(ایڈیٹر کا نامہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ یہ چند سطور اپنے اخبار میں شائع کر کے مشکور فرمائیں۔

وضع مغربی اور مسلمان

بلغ ما انزل اليك کے ماتحت ہر ایک مسلمان مبلغ اسلام ہے اگر وہ اپنی تحریر و تقریر اور سب سے بڑھکر عملی نمونہ سے اسلام کی تبلیغ نہیں کرتا تو گویا وہ اپنے مقصد حیات کو فراموش کئے ہوئے ہے اور خدا کی کتاب کو اس نے پیٹھ پیچھے پھینک رکھا ہے اور اسے بالکل بھول بیٹھا ہے۔

اس نہایت ہی مختصر مضمون میں میں ہر مسلمان کے سامنے ایک سوال پیش کرتا ہوں اور متوقع ہوں کہ احباب نہایت ہی ٹھنڈے دل سے اس پر غور فرمائیں گے۔

اس موضوع پر جو مندرجہ ذیل سطور میں پیش کی جائے گا کسی بحث و مناظرہ میں پڑنا تو چنداں مفید نہ ہوگا۔ ہاں تبادلہ خیالات کے لئے ہر وقت حاضر ہوں اور .... احمدیہ بلڈنگس میں روزانہ آتا ہوں۔ جو دوست تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں وہ وقت طے کر لیں مگر انہیں فرصت ہو تو تشریف لائیں یا بندہ ان کے پاس حاضر ہونے کا شرف حاصل ...

نیا رسالہ

تعلیم القرآن والعربیہ

حکیم محمد عبد اللطیف شاہد منشی فاضل ادیب فاضل نے مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت ایک ماہوار رسالہ جاری کر رکھا ہے جس میں ان اصحاب کے لئے جو اُستاد کی مدد کے بغیر فرصت اور فراغت کے اوقات میں قرآن پاک کا ترجمہ سیکھنا چاہیں یا اپنے بال بچوں کو قرآن کریم کا ترجمہ پڑھانا چاہیں......

نہایت آسان طریقہ سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھنے کے اسباق شائع کئے جا رہے ہیں۔ قیمت کے لحاظ سے بھی یہ سلسلہ اسباق بہت ارزاں ہے جسے ہر ایک مسلمان خرید کر فائدہ اُٹھا سکتا ہے یعنی سالانہ صرف پانچ روپیہ پہلے سال کے رسالہ میں قرآن کریم کے دس پاروں کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ نیز ساری عربی زبان کی لغات بھی اس رسالہ کے اندر شائع کی جا چکی ہے۔

امید ہے احباب اس مفید رسالہ کو خرید کر مستفید ہوں گے۔ ۴۵

دُعا ۔۔۔ خُدا کے قُرب کو حاصل کرنے کا واحد ذریعہ

رات کا پچھلا حصّہ قبولیّت دُعا کا وقت ہے

نمازِ تہجّد کی عادت ڈالو

خُطبہ جُمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۔ لاہور ۔ مؤرخہ ۳ر فروری ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ:۔ واذا سألك عبادي عني فاني قريب أجيب دعوة الداع اذا دعان۔

خدا کیساتھ تعلق اور رُوحانی طاقت

میں نے پچھلے خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ ایک تبلیغی جماعت کے لئے سب سے زیادہ ضرورت اپنے اندر روحانی قوت کا پیدا کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں اور حضرت سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے وہ مختلف طریقے بتلائے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے انسان خدا کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔ یا خدا سے تعلق پیدا کرسکتا ہے۔ فی الحقیقت روحانی طاقت جس کو کہا جاتا ہے۔ وہ اسی تعلق پر ہی موقوف ہے۔ جس قدر زیادہ انسان کا تعلق خدا سے بڑھتا جائے گا اور اس کا قرب حاصل کرنے کی جس قدر وہ کوشش کرے گا۔ اسی قدر یہ رُوحانی قوت زیادہ سے زیادہ اس میں پیدا ہوتی جائیگی .... یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ گذشتہ زمانہ ہی سے تعلق رکھتی ہو۔ بلکہ آج بھی جو اس کا تجربہ کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دیگا۔

ایک غیر مُسلم کا خط

جس قدر زیادہ دنیا کے حالات کو بغور دیکھا جائے اسی قدر یہ ضرورت زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ ہم کس طرح خدا کے پاک کلام کو جلد سے جلد تر لوگوں تک پہنچائیں دو تین دن ہوئے ایک خط خان بہادر غلام ربّانی خاں صاحب کا مجھے ملا۔ اس خط کے ساتھ انہوں نے چند اور خطوط کی نقول بھی بھیجی ہیں۔ ان خطوط میں ان لوگوں نے جن کو انہوں نے اپنا لٹریچر بھیجا اپنے خیالات اور تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ بیشتر حصہ تو اُن میں سے مسلمانوں کے خطوط کا ہے۔ جو افریقہ کی مختلف آبادیوں میں آباد ہیں اور ان میں سے بعض کا تعلق ہماری جماعت سے بھی ہے۔ ایک خط ان میں سے نائیجیریا کا بھی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ ہم ایک عرصہ سے انتظار کررہے ہیں کہ کوئی شخص ہماری تعلیم و تربیت کے لئے مرکز سے آئے۔ ان سب سے بڑھکر قابل ذکر ایک اور خط ہے جو مشرقی افریقہ سے آیا ہے اور وہ ایک غیر مسلم کا خط ہے۔ اس کا نام ہے ایونیل۔ اس نے اپنے اس خط میں لکھا ہے کہ مجھے شروع سے ہی مذہب کے مطالعہ کا شوق رہا ہے معلوم ہوتا ہے اس نے دسیل کا ترجمہ شدہ قرآن شریف بھی پڑھا۔ تو اس نے لکھا ہے کہ مجھے محسوس ہوا ہے کہ یہ شخص بلا وجہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتری یا دیگر ایسے ہی الفاظ سے یاد کرتا ہے اس نے مزید لکھا ہے کہ آپ کے دو ٹریکٹ مجھے ملے ہیں [ان میں سے ایک اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی (Islam the Religion of Humanity) کی اس نے بہت تعریف کی ہے] اور ان کو پڑھ کر مجھے معلوم ہوا کہ جو طریق مذہب کی وضاحت کرنے اور اس کی تشریح کرنے کا ان ٹریکٹوں میں اختیار کیا گیا ہے وہ نہایت سادہ اور مدلل ہے کاش عیسائی بھی اس سادہ طریق کو اختیار کریں۔ تا مذہب کے ساتھ لوگوں کا ایک تعلق پیدا ہو

عالمگیر مذہب صرف اسلام ہے

ان چند ایک ٹریکٹوں کو پڑھکر (ابھی ہمارا ترجمہ شدہ قرآن کریم اس نے نہیں پڑھا) اس قدر قوت اس میں پیدا ہوگئی ہے کہ وہ لکھتا ہے یہاں ہمارے شہر میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں زیر بحث مضمون تھا کہ "کیا کوئی مذہب ساری دنیا کا مذہب ہوسکتا ہے"؟ یہ عیسائیوں کی بستی تھی اور تمام مقررین عیسائی تھے اور سب کے سب عیسائیت ہی کو عالمگیر مذہب ثابت کررہے تھے۔ لیکن وہ لکھتا ہے کہ میرے دل میں اس وقت اتنی قوت پیدا ہوگئی کہ میں نے وہاں اُٹھکر اسلام کی وکالت شروع کردی۔ یہ بات عجائبات میں سے ہے۔ یہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہی دین اسلام کے غالب آنے کی ایک ہوا چل رہی ہے ورنہ انسان کی کیا کوشش ہے ہاں انسانی کوششیں خدا کے فضل کو بیشک جذب کرنے کا موجب ہوتی ہیں۔

ایک دلیل

اس غیر مسلم نے عیسائیوں کے مجمع میں اُٹھ کر کہا اگر تمام دنیا کے لئے کوئی ایک مذہب ہوسکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہے اور دلیل یہ دی کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو خدا کی طرف سے ایسی وحی کو پیش کرتا ہے جس میں کوئی ملاوٹ نہیں یعنی خدا کی پاک کلام قرآن مجید۔ اب یہ امر قابل غور ہے کہ ایک انگریز غیر مسلم جسے اسلام کے تمام لٹریچر پر بہت کم عبور ہے ایک چھوٹے سے ٹریکٹ کو پڑھکر کتنی قوت اُس کے اندر پیدا ہوگئی۔ کیا ہم میں بھی ایسی قوت پیدا ہوتی ہے۔ کہ ہم دنیا کے مقابلہ کے لئے نکل سکتے ہیں ہم نے اپنوں میں حق کو پہنچانا ہے۔ اس غیر مسلم نے مخالفین اسلام کے مجمع میں بڑی قوت کے ساتھ اسلام کی فضیلت کو ثابت کیا۔ عیسائیوں میں تاحال غلط پروپیگنڈا کی وجہ سے یہ خیال راسخ ہے کہ مسلمان (حضرت) محمد (صلعم) کے بت کی پُوجا کرتے ہیں۔ عیسائیوں کا یہ پرانا خیال ہے جو ابھی تک چلا آتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مسلمان دوسرے پیغمبروں کو نہیں مانتے۔ ایسے لوگوں کے اندر ایک غیر مسلم کا اسلام کی وکالت کرنا کہ وہی تمام دنیا کا واحد مذہب ہوسکتا ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

خُدا کی تلاش کی تڑپ

مَیں نے کہا ہے کہ خدا کی طرف سے اب اسلام کی قبولیت کی ایک ہوا چل رہی ہے۔ ہمیں اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ خدا کی تلاش ہر جگہ شروع ہے۔ سر سٹیفورڈ کرپس CRIPPS نے ایک کتاب God in our Work لکھی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ خدا کو انسان صرف عبادت ہی کے ذریعہ حاصل نہیں کرسکتا بلکہ وہ معمولی کاموں کے اندر بھی اُسے پاسکتا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں اُس نے ایک دُعا لکھی ہے "خدا ہی میرے دماغ میں ہو خدا ہی میری عقل میں ہو خدا ہی میری آنکھوں اور میری نظر میں ہو خدا ہی میرے منہ اور میری گفتگو میں ہو خدا ہی میرے دل اور میرے فکر میں ہو خدا ہی میرے خاتمہ اور میرے رخصت ہونے کے وقت ہو۔ یہ رسول اللہ صلعم کی دعا کا ترجمہ ہے اللھم اجعل فی قلبی نوراً وفی سمعی نوراً وفی بصری نوراً وہ ایک سیاسی آدمی ہے ایسے لوگوں کے دلوں میں اس خیال کا پیدا ہونا

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہوا ہے جو خدا کی جستجو کے لئے چلی ہوئی ہے۔ اگر ایک طرف دنیا بربادی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ تو دوسری طرف خدا کی تلاش کی تڑپ بھی طبائع میں پیدا ہو رہی ہے۔

خدا کے متعلق انسان کے دل کے اندر سے ہی آواز اٹھتی ہے۔ خدا کی ہستی کوئی ایسی چیز نہیں کہ کہیں باہر سے ہی اس کا پتہ ملتا ہے۔ بلکہ خدا کی شناخت کی یہ تڑپ انسان کے اندر سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ بعض طبائع میں وہ تڑپ اتنی زبردست ہوتی ہے کہ وہ ہر قسم کے حجابات اور تاریکیوں کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے۔ لیکن بعض میں وہ تڑپ اندر ہی کی دبی رہ جاتی ہے اور کھل کر باہر نہیں نکلتی۔

ایک بشارت

یہ آیت جو ابھی میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو بشارت دی ہے کہ میرے بندوں کے دلوں میں اگر میرے متعلق سوال پیدا ہو تو انی قریب میں ان سے بہت قریب ہوں ہاں تمہارے قلب میں اس کا پہلے خیال اٹھنا چاہیئے۔ جب یہ تڑپ اٹھے گی تو خوب یاد رکھو خدا بندہ سے دور نہیں وہ قریب ہے دور تو ایک بندہ خود اسے اپنی غفلتوں سے کر دیتا ہے یا خود اس سے دور ہو جاتا ہے۔

دعا خدا کے قرب کا ذریعہ ہے

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے قرب کو حاصل کرنے کا ذریعہ بھی بتا دیا ہے۔ خدا سے تعلق پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ دعا ہے۔ یہ دعا انسان کو خدا کے اس قدر قریب کر دیتی ہے کہ بعض اوقات اس میں وہ اپنے آپکو بھی بھول جاتا ہے کہ میں بھی کچھ چیز ہوں۔ حقیقتاً یہی وقت قرب الٰہی کا ہوتا ہے کہ انسان عاجزی کے ساتھ اس کے حضور گر جائے اور اس میں اس قدر فنا ہو کر اپنے آپ کو بھی بھول جائے۔

ہمارا کام اور دعا

میں احباب کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمارا کام بڑا عظیم الشان کام ہے۔ اسلام کو دنیا میں پہنچانا ہی ہمارا مقصد قرآن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے دنیا جہان کی ظلمتوں کو دور کر کے انہیں منور کرنا ہے۔ ہمارا یہ عظیم الشان کام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے اموال کو اس کے حصول کے لئے خرچ کریں لیکن ہم میں سے بہت ہیں جو اس مجاہدہ میں حصہ نہیں لے سکتے یہ سچ ہے کہ ان کے دلوں میں اس مبارک جہاد کے لئے تڑپ ہے۔ لیکن وہ اس راہ میں خرچ کرنے کے لئے اپنے پاس کچھ نہیں پاتے۔ دوسری طرف یوں بھی ہوتا ہے کہ مال کی محبت قلب پر غالب ہوتی ہے اور مال ہوتے ہوئے بھی اس راہ میں انسان خرچ نہیں کرتا بخل سے کام لیتا ہے۔ لیکن اس بلند مقصد کے حصول کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے۔ جس کے بغیر ہمارے اموال اور کوششیں بھی بار آور نہیں ہو سکتیں اور اس کا حاصل کرنا بہت سہل ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایک مال دار اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے اس کے نام کو بلند کرنے میں حصہ لے کر غرباء کی امداد کر کے اور دیگر ذرائع سے خدا کے قرب کو حاصل کر سکتا ہے لیکن اس میں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ کثرت مال ایسی چیز ہے کہ ہر ایک اس سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور دوسرے بہتوں میں مال سے بخل بھی آ جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ روپیہ کو ہاتھ سے چھوڑتے ہی نہیں اس لئے میں دوستوں کو ایک اور طریقہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں، جس میں امیر و غریب سب برابر ہیں وہ ہے خدا کے آگے گرنا اس کے حضور دعائیں کرنا اور اس کے قرب کو حاصل کرنا شاید کوئی سمجھے کہ ہم پانچ وقت دن بھر میں نماز پڑھتے ہیں قرب کے لئے دعائیں بھی کرتے ہیں لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہماری بیشتر دعائیں زبانوں تک ہی محدود رہتی ہیں قلوب میں نہیں اترتیں۔ اصل میں دعا وہ ہے کہ جب انسان خدا کے حضور اس قدر گرے کہ اس میں ہی محو ہو جائے اور اپنے آپ کو بھول جائے۔ مگر یہ دعا وہ دعا نہیں کہ جسے کے لئے اعلیٰ درجہ کا مکان یا اعلیٰ لباس کے لئے کی جائے۔ ان چیزوں کے مانگنے میں اس کے دل میں گڑگڑاہٹ پیدا نہیں ہو سکتی۔

حقیقی ترقی کا ذریعہ

مال انسان دعا کے بغیر حاصل کر سکتا ہے۔ اور مال کی زیادتی ہی ترقی کی راہ نہیں بلکہ انسان کی حقیقی ترقی کا ایک راستہ ایسا بھی کھلا ہے جو بغیر مال کے ہی مل سکتا ہے۔ حقیقی ترقی کے حصول کا ذریعہ مال نہیں بلکہ بعض اوقات ہوا و حرص کی زیادتی انسان کو پیچھے کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن دعا ترقی کا وہ ذریعہ ہے جسے خداوند تعالےٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔ کون شخص ہے جسے یہ ذریعہ حاصل نہیں مرد، عورت، جوان، بوڑھا، عالم اور ان پڑھ سب کے سب اس ذریعہ سے خدا کے قرب کو حاصل کر سکتے ہیں بلکہ شاید اس میدان میں غربا اگر توجہ کریں تو وہ امراء کو پیچھے بھی چھوڑ سکتے ہیں، علم مال اقتدار یہ سب حجابات ہیں جو خدا اور انسان کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ درمیان حائل ہیں۔ خوش قسمت ہیں۔ وہ لوگ جن کو اس سے بہت زیادہ حصہ نہیں ملا۔ خوب یاد رکھئے یہ دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ آپ کیوں اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے جس سے آپ کو ہمیشہ کی زندگی میں انشاءاللہ ہی خدا پر ایمان کو بڑھائیے اور اس کے قرب میں ترقی کرنے کی کوشش کیجئے

دعا اور نماز تہجد

لوگوں کو یہ راہ مشکل نظر آتی ہے لیکن یاد رکھئے دعا ایک ایسا سہل تدبیر ہے جس سے ایک انسان یقینی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ دعا کا بہترین وقت سارے قرآن شریف کو پڑھ کر دیکھ لو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام حالات کو بنظر غائر دیکھ لو۔ ایک ہی نظر آئے گا وہ ہے پچھلی رات کا وقت، خدا کے قرب کو حاصل کرنے کا یہ نہایت ہی مبارک وقت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابتدائی زمانہ میں تو بہر حال قرآن کریم ابھی تھوڑا ہی نازل ہوا ہوگا لیکن سورت مزمل کو پڑھ کر دیکھ لو کہ کس طرح حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کی پاک جماعت راتوں کو اٹھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ خدا کے ہاں سربسجود رہتے تھے، رات کا ادنیٰ من ثلثی اللیل ونصفہ و ثلثہ دو تہائی، نصف یا اس سے کچھ کم وقت ان کا خدا کے حضور قیام اور دعا کرنے میں گزرتا تھا۔

رات کو اٹھنے سے قوت پیدا ہوتی ہے

لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ جو رات کو اٹھے گا اس نے دنیا کا کیا کام کرنا ہے لیکن خدا تعالےٰ فرماتا ہے ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلا کہ رات کا اٹھنا انسان کے اندر ایک زبردست قوت اور طاقت پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی بات میں بھی ایک اثر پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایک مبلغ کو سب سے بڑھ کر اسی کی ضرورت ہے۔ غور کر کے دیکھ لیجئے کہ کیا رات کے اٹھنے سے ایک شخص میں کام کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے یا بڑھ جاتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کا زیادہ تر حصہ عبادت الٰہی میں گزارتے تھے یہاں تک کہ قیام سے آپ کے پاؤں بھی سوج جاتے تھے۔ اب دیکھ لو کہ کیا آپ میں کام کرنے کی قوت کچھ کم ہوئی۔ جتنے بھی آدمی زیادہ کام کرنے والے ہیں انہیں ایک طرف رکھئے اور حضرت نبی کریم صلعم سے ہر ایک کا مقابلہ

تقسیم لٹریچر

سٹوں کی قیمت بہت جلد ادا کیجئے

۱۔ جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سٹوں کا وعدہ کیا تھا اُن سب کی خدمت میں یاد دہانی کے خطوط لکھے جا چکے ہیں۔ براہ مہربانی اب حتی الامکان جلدی قیمت ارسال فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ دوبارہ یاد دہانی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

۲۔ جماعت کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جنہوں نے اس تحریک میں اب تک حصہ نہیں لیا۔ اس لئے جماعت کے سیکرٹری صاحبان کو لکھا گیا ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس بارہ میں تحریک کریں۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ بلا استثنا اس مبارک تحریک میں حصہ لیں۔

جماعت کے مبلغین اور محصلین کو اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ والسلام

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری۔

کیجئے عقل حیران رہ جاتی ہے کہ جس قدر کام حضرت نبی کریم صلعم نے کیا کسی اور کو آپ سے کچھ نسبت ہی نہیں، ہر قسم کے کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ ان لك فی النهار سبحاً طویلاً تمام دن کام ہی میں گذرتا تھا۔ رات کا اٹھنا اور خدا کے حضور قیام کرنا یہ زیادہ کام کرنے کا نسخہ ہے۔ جسے ہر ایک تجربہ کر سکتا ہے۔ ہم نے امام زمان حضرت مرزا صاحب کو دیکھا ہے۔ رات کا بیشتر حصہ تہجد کی نماز میں گذارتے تھے۔ ان کے کام کو بھی دیکھ لیجئے کہ کس قدر عظیم الشان وہ کام ہے۔ عمر کے آخری لمحہ تک کتابوں پہ کتابیں لکھتے چلے گئے ہیں۔ وہ صرف کتابیں لکھنے والے نہ تھے بلکہ خدا سے تعلق پیدا کر کے اس سے روشنی حاصل کر کے لکھتے تھے

تاریخی شہادت

گذشتہ تاریخ کو پڑھ کر دیکھ لو عبادت میں زیادہ وقت گذارنے والوں کو کس قدر قوت اور طاقت نصیب ہوئی۔ ہاں عبادت وہ نہیں جو محض زبان تک محدود ہو بلکہ وہ جس کے ساتھ قلب بھی خدا کے حضور گرا ہوا ہو۔ وہ لوگ جو کام کرنے میں سست اور کمزور ہیں وہ اگر اپنے اندر ایک زبردست قوت اور طاقت پیدا کرنے کے خواہاں ہیں تو ان کے لئے قم اللیل الا قلیلاً نصفه او انقص منه قلیلاً او زد علیه ورتل القرآن ترتیلا .... ان ناشئة اللیل هی اشد وطأً واقوم قیلاً میں ایک زبردست بشارت اور خوشخبری ہے۔ یہ ایک تجربہ شدہ راہ ہے۔ بڑے بڑے اولیاء اور برگزیدہ لوگوں نے اسے آزمایا اور صحیح پایا۔ اولیاء اور برگزیدہ انسانوں کی زندگیوں کو پڑھ کر دیکھ لو دو چیزیں بین طور پر نظر آئیں گی ایک طرف عبادت کی زیادتی اور دوسری طرف کام کی زیادتی۔

غرباء کیلئے خوشخبری

ایک مرتبہ حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں کچھ غرباء حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے مالدار بھائی اپنے اموال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے سبقت لے گئے ہیں ہمیں بھی کوئی ایسا طریقہ بتلایئے کہ ہم اس کمی کو پورا کر سکیں، فرمایا ہر فرض نماز کے بعد تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ تینتیس (۳۳) بار الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ غور فرمائیے کیا ترقی کا موجب صرف مال ہے نہیں درحقیقت اصل چیز جو ترقی کی موجب ہے وہ بغیر مال کے بھی مل سکتی ہے اٹھئے اور اس لاکھوں برگزیدہ انسانوں کے آزمودہ لائحہ عمل پر گامزن ہو جایئے

ہمارے گذشتہ جلسہ سالانہ کی جو مختصر رپورٹ اخبار میں شائع ہوئی تھی اس میں فی الحقیقت مجھے یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ بیان مسافرت میں بھی رات کے پچھلے حصہ میں لوگ مسجد میں آتے تھے اور اپنا وقت دعاؤں میں گذارتے تھے میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ یہی دعائیں ہی ہیں جو برکت کا موجب ہیں آج جن خدا کے افضال اور رحمتوں کے نزول کا جماعت مشاہدہ کر رہی ہے وہ کسی کی کوششوں کی وجہ سے نہیں بلکہ انہی نیم شبی دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے۔

قرآن کی تبلیغ کیلئے روحانیت کی ضرورت

احباب جماعت کو ہر وقت اپنا کام اپنے سامنے رکھنا چاہیئے۔ ہمارا نصب العین صرف یہی ہے کہ ہم نے قرآن کریم کی بابرکت تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے دنیا کو روشن کرنا ہے۔ اور بنی نوع انسان کو معبود حقیقی کے سامنے جھکانا ہے تا ان کا قدم ہلاکت سے بچ کر صداقت کی طرف اٹھ سکے۔ اس عظیم الشان کام کے لئے اپنے اندر روحانیت کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ روحانی طاقتیں ہیں جو روحانی انسانوں ہی کے ذریعہ سے دنیا پر غالب آسکتی ہیں۔ اسلام پہلے بھی روحانی پہلوانوں کے ذریعہ سے دنیا میں پھیلا۔ آج بھی اسے دنیا کے تمام اطراف و اکناف تک پہنچانے کے لئے روحانی پہلوانوں ہی کی ضرورت ہے۔ کوشش کرو تا تم میں سے ہر ایک اس روحانی طاقت کو اپنے اندر پیدا کر سکے۔ اس کے حصول کے لئے راتوں کو اٹھئے اور دعائیں کیجئے قرآن کی خدمت کی توفیق کا مل جانا بہت بڑی نعمت ہے۔ اسکو معمولی چیز نہ سمجھئے۔ خدا کے آگے گڑگڑایئے تا تمہیں وہ روحانی طاقت نصیب ہو جس سے تم اس قرآن کے نور کو دور دور تک پہنچا سکو۔

نوجوانوں کو نصیحت

نوجوانوں اور دیگر احباب کو چاہیئے کہ وہ رات کو اٹھیں۔ کیونکہ دراصل وہی وقت دعا کی قبولیت کا ہوتا ہے اور خدا کے حضور گریں اور گریہ وزاری کریں۔ تا وہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کر سکیں اور اپنی روحانی قوت کو ترقی دے سکیں۔ جوانی میں یہ ڈالی ہوئی عادت بڑھاپے تک ساتھ رہے گی۔

دعا ـــــ کامیابی کا ذریعہ

امام زماں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی کام ہمارے ذمہ لگایا کہ ہم قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں پھیلا دیں۔ اس میں آپ اگر کامیابی چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے دعا۔ خوب یاد رکھئے دعا ہی صرف روحانی ترقیات کے حصول اور خدا کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ خدا کا قرب بیشک بیعت سے لوگوں کو نماز اور سجدہ میں حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقی قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان اس کا اظہار اپنے کاروبار لین دین دوستوں اور رشتہ داروں کے روزمرہ کے سلوک میں کرے۔ مشکلات کا سامنا ہو تو دنیا کے دھندوں سے دوچار ہو اس وقت خدا پر ایمان رکھتا ہو تو یہ وہ ایمان ہے جو تڑپ کر کی ہوئی دعا کے ذریعہ سے پیدا ہوتا ہے۔

میں تمام احباب جماعت سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنے اس عظیم الشان نصب العین میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو یقینی طور پر جان لیں کہ اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ دعا ہے۔ اس لئے جس قدر بھی زیادہ ممکن ہو سکے وہ خدا کے حضور گریہ وزاری اور دعا کرنے پر زور دیں۔ یہاں تک کہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دعا کا پہلو ان پر غالب ہو۔ اگر رات کو نیند کھلے تو اس وقت بھی کوئی نہ کوئی دعا ان کے منہ سے نکل جائے۔ جماعت کی نمازوں سے بھی ایک بلند مقصد حاصل ہوتا ہے مگر اپنے گھروں میں تنہائی میں بھی کچھ حصہ نماز کا ضرور ادا کرو جماعت میں امام مقتدیوں اور مقتدی امام کے پابند ہوتے ہیں۔ لیکن تنہائی میں گھر کے کسی کونے کے اندر جہاں سوائے خدا کے کوئی دیکھنے والا نہ ہو اس نماز کی عادت ڈالو کہ جب تم خدا کے آگے سجدہ میں گرو اور پھر اپنے سر کو اٹھانا چاہو تو اٹھا نہ سکو۔

سانحۂ ارتحال

ہمارے مکرم بھائی خادم رحمانی نورانی صاحب شیلانگ سے لکھتے ہیں:۔

" میں یہ خبر اپنی جماعت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں کہ میری والدہ ماجدہ چند مہینہ مرض ضعف عمری میں مبتلا رہ کر ۱۳ جنوری کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں

انا للہ وانا الیه راجعون

پھر لکھتے ہیں:۔

میری والدہ محترمہ نہایت ہی سلیم القلب تھیں۔ احمدیت میں شامل کروانے کے لئے جب میں نے دارقطنی میں مذکور حدیث کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی سچائی کی شہادت میں رمضان المبارک میں کسوف و خسوف ہوگا اور جو کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے کے بعد واقع ہو چکا ہے ان کی خدمت میں پیش کی۔ تو انہوں نے اسی وقت اس سلسلہ کو قبول فرما لیا۔ انہوں نے ۶۰ سال کی عمر پائی ہے۔ مرحومہ کی قبر پر یا فاتحہ خوانی کے متعلق خرچ کرنے کی بجائے میں نے ان کی روح پر دوامی ثواب و فیض رسانی کے لئے ان کی حالت مرض میں ہی ان کی یادگار میں ایک کتاب Jesus & Christ کھاسی زبان میں لکھ کر پریس میں دے دی تھی۔ اس پر تقریباً چھ سو روپیہ خرچ ہوگا۔ کتاب کے چھپ جانے پر انشاءاللہ انجمن میں بھی اس کی چند کاپیاں بھیجدوں گا۔ احباب جماعت سے مرحومہ کے لئے جنازہ غائبانہ کی درخواست کی جاتی ہے"

ہمیں اس صدمہ میں اپنے محترم بھائی سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو اللہ تعالےٰ اپنے قرب میں جگہ دے اور اس صدقہ جاریہ کے سبب اس کے درجات کو بلند سے بلند کرتا چلا جائے۔ تمام احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

مزدوروں کی کچھ خبر نہیں۔ اور بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں۔ اور بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسی ہمدرد قوم ہوں کہ غریبوں کی پناہ بن جائیں اور یتیموں کے لئے بطور باپ کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے میں عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام کوششیں اس بات کے لئے کریں کہ ان سے تمام برکات تمام دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی و ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت بہتا ہوا نظر آئے"

(اخبار پیغام صلح ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء)

حصول مقصد کے لئے تکلیف کی برداشت

اگر انبیاء کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ حقیقت صاف نظر آئے گی کہ ان کا مقصد وہ انسان پیدا کرنا تھا جو انسانی معاشرہ کو خود اصلاحی ...

"Self Reformalide"

بنادیں۔ اور یہی کام مسیح موعودؑ کا بھی ہے آج انسانی سماج کو جو روگ ہے وہ دراصل اُن انسانوں کا فقدان ہے، جو سماج میں صالحیت کے قیام کی تبلیغ کریں اور خود ایک نمونہ ہوں۔ جماعت احمدیہ بخوبی واقف ہے کہ اس کے گرد اگرد دجال کی یلغار کس قدر تیز اور وسیع ہے۔ وہ ان تمام مسائل سے بھی شناسا ہے جو ہمارے اجتماعی جسم کو لاحق ہیں لیکن یہ اجتماعی جسم کے روگ باتوں سے دور نہیں ہوتے اس کے لئے ہر صبح اور شام جد و جہد کرنی پڑتی ہے اپنا محاسبہ کرنا پڑتا ہے۔ اصلاحی جماعت کو فرد سے لیکر اجتماع تک ہر معاملہ میں اپنے مضبوط اور کمزور پہلو دیکھنے ہوتے ہیں جب کہیں جا کر اُمید، دیئیں ڈھلنا شروع ہوتی ہے۔ جماعت احمدیہ کا ماضی گواہ ہے کہ اس نے اپنے موقف کے لئے کس قدر دکھ اٹھائے ہیں۔ بڑی بڑی حکومتوں نے بے بس مبلغین کو سنگسار کیا۔ افغانستان کی سرزمین ہمیشہ نعمت اللہ خاں اور صاحبزادہ عبد اللطیف کو یاد کرے گی لیکن کلمۂ حق نہیں رُک سکا۔ قبرستانوں سے میتیں نکال کر پھینکی گئیں لیکن اُف نہیں ہوئی۔ مشرق و مغرب میں دین کی منادی کی اور کبھی نہیں

تھکے۔ دل و جان، مال و آل، زر، و سب اس میں پیش کیا گیا ہے۔ احمدیہ جماعت اس کردار کی تخلیق اور تعمیر کو مقدم سمجھتی ہے یہی کردار تہذیبوں کو پیدا کرتا ہے اور اسی کا فقدان انہیں برباد بھی کرتا ہے۔ دُکھ کے مقابل دکھ دینا تو ہر ایک کو آتا ہے لیکن دُکھ کے مقابل پر اپنے چشم و ابرو پر بل نہ آنے دینا اور کلمۂ حق کہنے سے نہ رُکنا، صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ رکھنا بہت مشکل ہے اسلام اسی کا طلبگار ہے۔

تمام انبیاء کے آنے کا ایک ہی مقصد تھا۔ مسیح موعودؑ نے ایک مرتبہ اسی موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تمام انبیاء کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالےٰ کی سچی اور حقیقی محبت لوگوں کے دلوں میں قائم کی جائے اور بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص امتیازی رنگ پیدا کیا جائے اور جب تک یہ امور کامل طور پر ایک انسان میں نہ ہوں وہ سب کچی باتیں ہوں گی۔ اللہ تعالےٰ کی محبت کے بارے میں تو اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن بعض اشیاء کا علم ہمیں بعض دیگر اشیاء سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کے نیچے اگر پھل گرے پڑے نظر آئیں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس درخت پر بھی پھل لگے ہوئے ہوں گے۔ لیکن اگر اس کے نیچے کوئی پھل نظر نہ آئے تو اوپر کے پھلوں کے بارے میں بھی کوئی یقین نہیں ہوسکتا اسی طرح بنی نوع انسان اور محبت کا رنگ ہو۔ اور وہ اس اعتدال پر ہو جو خدا تعالےٰ نے قائم کیا ہے۔ تو اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ بھی ضرور محبت ہونی چاہیئے۔ پس بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت اور بھائیوں کے ساتھ اچھے تعلقات اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی محبت کا رنگ بھی اس میں ضرور ہے"

(ملفوظات جلد سوم ص ۶۲)

اجتماعی زندگی کے مسائل کا حل

اجتماعی زندگی کے مسائل کا حل خارجی ردوبدل سے کہیں زیادہ اُس داخلی حس پر ہے جو انسانوں میں انسانی محبت اور مساوات کو پیدا کرتی ہے۔ انسانوں کی یہی حس آج تک تہذیب کو آگے بڑھاتی چلی آئی ہے۔ ریاست خود ایک ہیئت اجتماعیہ ہے اگر خود غرضی آرام پسند اور کوتاہ نظر افراد پر مشتمل ہو تو آپ اسے بڑے سے بڑے صالح معاشرہ میں بھی لے جائیں اس معاشرت کا انہدام لازمی اور یقینی ہے۔ ۔ ۔ الٰہی ہدایت کا مقصد چند نیک انسان پیدا کرنا نہیں ہوتا بلکہ تمام انسانوں میں عام انسانی حس کا بیدار کرنا ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین پر نیابت صرف چند انسانوں کی نہیں بلکہ تمام انسانوں

کی ہے۔ ریاست کا ایسا اجتماعی نظام جس میں تمام تر نیابت کے حقوق و اختیار چند انسانوں میں سمٹ کر رہ جائیں کبھی بھی خدا تعالےٰ کو پسند نہیں۔ اور قوت کا یہ انتشار صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اجتماعی نظام کو عام انسانوں میں برابر پھیلا دیا جائے ہر فرد میں مساوات انسانی کی ایک محسوس اور شدید حس کو بیدار کیا جائے یہ مساوات سُودی سرمایہ داری کی طرح صرف عدل و انصاف تک محدود نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہاں تو آپ کو عدل مل سکتا ہے انسانی رحم نہیں۔ مساوات کی وہ حس جس کو خدا کی ہدایت پیدا کرنا چاہتی ہے پوری زندگی پر محیط ہے۔ اور وہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ صاحب اقتدار لوگ خواہ وہ کسی اجتماعی ریاست میں وزیر اور آمر ہوں یا برسر کار افراد، وہ دانشور ہوں یا مزدور اس انسانی حس کا شدید شعور رکھتے ہوں اور یہ مساوات خدا کو ایک مان کر پوری انسانی پود کو ایک تسلیم کرنے سے ہی ہوسکتی ہے اسلام یا ہدایت خداوندی نسل انسانی کو نیابت کا اختیار اجتماعی حیثیت میں دیتی ہے۔ اور اجتماع افراد پر مشتمل ہے اب اگر افراد غیر صالح انسانی حس سے عاری اور اُس محبت سے جو انسانوں کو باہم مربوط رکھتی ہے سرتا پا نا آشنا ہیں تو کوئی نظام کلّیا نظام اجتماعی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس کا جلد یا بدیر گر پڑنا یقینی ہے مسیح موعودؑ کا کام اس وقت صرف ان انسانوں کا پیدا کرنا ہے۔ اگر وہ اپنی تمام توجہات اس وقت اس پر مرکوز کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ

وہ دائم حالات سے ناآشنا ہیں۔ فرق صرف تقدیم و تاخیر کا ہے۔ اپنے اس طریق کار پر مسیح موعودؑ کو بہت اصرار ہے۔ تمام تحریریں اور تقریریں اسے اپنی بعثت کی اصل غرض بتاتی ہیں۔ اور اس سے انحراف کو ہلاکت، چنانچہ کہتے ہیں:-

"تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہوا تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں ہو گے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو کیونکہ تم پر خدا تعالیٰ کی حجت سب سے بڑھ کر پوری ہوتی ہے"

(ملفوظات سوم ص۲۷)

جماعت احمدیہ الٰہی ہدایت کی ترجمان ہے

یہ وہ مقام ہے جہاں جماعت کھڑی ہے۔ آج انسانی اجتماعی زندگی در دو کرب سے کراہ رہی ہے۔ جماعت احمدیہ الٰہی ہدایت کی صحیح ترجمان ہے۔ اگر مذہب کو جو الہام خداوندی پر استوار ہے انسانی سماج کے روگ دور کرنے ہیں تو وہ صرف جماعت احمدیہ کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہی الہام الٰہی کو دائم اور قائم سمجھتی ہے اور اس کے بعد تمام انسانوں کو ایک جانتی ہے۔

خلاصہ

آپ اس تمام بحث کا خلاصہ یوں سمجھ لیں:-

۱۔ انسان کو دو راہوں میں سے ایک راہ کا انتخاب کرنا ہے۔ ایک الہام الٰہی اور دوسری عقل محض کی راہ۔ الہام خالق کائنات کی راہ ہے اور عقل محض دجال کی راہ ہے۔ الہام دائم و قائم ہے۔ اگر قائم نہیں تو پھر اس راہ کے انتخاب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا روایات اور پرانے قصوں کی طرف دعوت حیوانیت کی طرف دعوت دیتا ہے

ہے۔ اور یہ تو ہندو، یہودی اور عیسائی سب دے سکتے ہیں۔ یہ ترقی کو روکنا اور انسانی علم کو بیخ و بن سے اکھیڑ دینا ہے۔

۲۔ احمدیہ جماعت الہام الٰہی کی راہ کی طرف دعوت دے رہی ہے یہ حقیقت رسالت کی ترجمان ہے اس کے ذریعہ آج دین خداوندی کے قیام کا ایک حالی ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے

۳۔ تمام الہامی دعوتوں کا صرف ایک مقصد تھا اور وہ مقصد خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا تسلیم کروانا اور تمام انسانوں میں عام محبت اور اخوت کے رشتے کو مضبوط کرنا تھا۔

۴۔ احمدیہ جماعت کا مقصد وہ افراد پیدا کرنا ہے جو اسلام کی عملی تفسیر کریں اور اپنی روزمرہ زندگی میں اسے نافذ کریں۔ وہ قول و عمل سے اسلام کے قابل عمل ہونے کا ثبوت دیں اس کے لئے دجال کے پیدا کردہ اشکال و اشتباہ کو واضح کرنا قولی اور قلمی طور پر اس کا تجزیہ کرنا۔ ان دلائل اور براہین کی قوت کا اندازہ کرنا اور متوازن اور نکھرے ہوئے مصفیٰ کلام میں ان کی کمزوری ظاہر کرنا بھی فرض ہے۔ اور ایسے افراد کا خود اپنی عملی زندگی میں اپنے اقدار کو نافذ کر کے دکھانا اس کا مقصد ہے۔ اس کے لئے زندگی کا ہر شعبہ اس کی جولانگاہ ہے اور اپنے مقصد کی وضاحت کے لئے یہ زندگی کے تمام تر سامان کو استعمال کرنے کا حق رکھتی ہے۔ ادب، فلم، تحریر و تقریر، ہر کارگاہ کے ذریعے سے اپنے مقاصد کی اشاعت کرتا ہے کہ خداوندی ہدایت قابل عمل ہے.... PRACTICABLE ہے کوئی تخیل نہیں UTOPIA اور واہمہ نہیں جو ایک LESIURED GENTRY کے تخیل پرست شاعر یا فلاسفر کی تخلیق ہو۔

اس میں خود جماعت احمدیہ بھی مخاطب ہے۔ حضرت مسیح موعود و نذیر تھے۔ ایک آنے والے دردناک عذاب سے ڈراتے آئے تھے۔ یہ عذاب پوری انسانی زندگی پر آج مسلط ہے۔ آپ اگر اس دکھی سماج کو بچانا چاہتے ہیں تو صاف صاف پوری زندگی کو مخاطب کیجئے یہ حفاظت کسی اور سے نہیں ہو سکے گی۔ سیاسی اور جزوی تحریکیں شعبے درست کر دیں لیکن زندگی درست نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ زندگی ایک جزو نہیں کل ہے۔

ہم اپنی اس تمام بحث کو حضرت مسیح موعودؑ کی ایک تحریر پر ختم کرتے ہیں:-

"چند دن سے ایک خیال میرے دل میں اس زور سے پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے ہر وقت اٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے۔ میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے بات کرتا ہے تو اس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے کہ وہ شخص سمجھتا ہو گا کہ میں اس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ رہتا ہے غرض ان دنوں میں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی وہ خیال کیا ہے وہ یہ ہے کہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلعم کے اسوہ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح اور تقویٰ کے راستہ پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے تا کہ ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پائے اور خدا کا منشا پورا ہو۔

پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوئی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا لیا اور اسکو پوری طرح زیر بھی کر لیا تو پھر ایسی فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہیں ہوئی تو ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہوئے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے، لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال مجھے کھائے جا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب آ رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ماہوار چندوں کے متعلق مجلس معتمدین کا اہم فیصلہ
اراکین مجلس منتظمہ و مجلس معتمدین اور تمام قوم کی توجہ کے قابل

"خسارہ بجٹ کے متعلق مجلس معتمدین نے بذریعہ ریزولیوشن نمبر ۴ ۲۵/۱۲/۴۹ فیصلہ فرمایا ہے کہ آمد چندہ ماہوار میں بیس ہزار کا اضافہ کیا جائے اور ممبران مجلس منتظمہ و مجلس معتمدین سے اپیل کی جائے کہ وہ حتی الوسع ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے چندہ ادا کریں۔ دیگر احباب جماعت سے بھی اپیل کی جائے"

بناء بریں عرض پرداز ہوں کہ اگر آپ اپنا چندہ شرح کے مطابق دے رہے ہیں تو فبہا ورنہ حسب ریزولیوشن مذکورہ بالا اپنا چندہ ماہوار شرح کے مطابق ادا کر کے مشکور فرمائیں تا کہ بجٹ کا خسارہ پورا ہو سکے۔ والسلام

مرتضیٰ خاں

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

(بقیہ مراسلہ از صفحہ ۴)

اس مسلمان کے قیام گاہ پر جاتا ہے تو اس پر بھی اسے اپنے ہی جیسی طرز بود و باش نظر آتی ہے۔ تا ایں حد ہے کہ اس صاحب نے ایک بغلی کتا بھی رکھا ہوا ہے تو کیا وہ یہ خیال نہ کرے گا کہ جہاں تک رہنے سہنے کا سوال ہے میں اس مسلمان سے پہلے کا آبا و اجداد سے مسلمان ہوں۔ کیا وہ یہ نہیں خیال کرے گا کہ اس مسلمان کا مذہب اس کی طرز رہائش اور طرز لباس میں کوئی رہنمائی نہیں کرتا؟ (ڈاکٹر احمد حسن)

(بقیہ از صـ۲)

النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون .... والذین لا یشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراماً ۰ والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صماً و عمیاناً ۰ والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماً ۰ (الفرقان)

ترجمہ:- اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں خطاب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام (یعنی ہم تم سے سلامتی چاہتے ہیں) اور وہ جو رات بسر کرتے ہیں اس حال میں کہ اپنے رب کے آگے سجدہ کرنے والے ہوں اور کھڑے ہوں (جبکہ دوسری قومیں راتیں عیش و آرام میں گذارتی تھیں) اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب تم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے۔ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے بے شک وہ بری قرارگاہ اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اور جب وہ خرچ کرتے ہیں نہ بیجا خرچ کرتے ہیں اور نہ (موقعہ پر) تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) ان (دو حالتوں) کے درمیان اعتدال پر ہے اور وہ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو جسے اللہ تعالےٰ نے حرام کیا ہے قتل نہیں کرتے سوائے اس کے کہ انصاف چاہے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں .... اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو پر گذرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر گذر جاتے ہیں۔ اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گرتے اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیبیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی راحت عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا (صحابہؓ کی یہ خواہش کہ ہمیں متقیوں امام بنا ان کے کمال روحانی معراج کو ظاہر کرتی ہے)۔

اسلامی مساوات

اسلام نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کو بھی مذہب کا ایک جزو لاینفک قرار دیا ہے۔ چونکہ انسان مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے لہذا اس کی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنے ہمجنس لوگوں کے ساتھ مل جل کر ایک دوسرے کے لئے ایثار اور قربانی کرتے ہوئے زندگی گذارے یہ وہ مرکزی نکتہ ہے جسے سمجھنے کے بعد اسلامی مساوات اور اشتراکیت کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

اسلامی مساوات کے فلسفہ کا خلاصہ چند قرآنی آیات اور چند احادیث نبوی میں بیان کیا گیا ہے۔

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً و نساءً۔ (سورۃ النساء ۱)

ترجمہ:- اے لوگو (آپس کے معاملات میں) اللہ تعالیٰ کا تقوےٰ اختیار کرو اور اسی سے ڈرتے رہو جس نے تم سب کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں سے دنیا میں کثیر التعداد مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے:-

انما المؤمنون اخوۃ .... یا ایھا الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیراً منھم .... یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر (سورہ حجرات ۲)

ترجمہ:- سب مسلمان بھائی بھائی ہیں .... پس اے مسلمانو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ تم میں سے ایک فریق دوسرے فریق پر (جو اس سے پست حالت میں ہے) ہنسی اڑائے اور اسے ذلیل خیال کرے کیونکہ (جب تمام لوگ احسن تقویم پر پیدا کئے گئے ہیں اور سب کے لئے حسب استعداد ترقی کے راستے کھلے ہیں تو) ہو سکتا ہے کہ وہ فریق جس پر آج تم ہنسی اڑا رہے ہو کل تم پر فوقیت لے جائے یا ہو سکتا ہے کہ اب اس حالت میں بھی تم سے بعض اوصاف کے لحاظ سے تم سے بہتر ہو .... اے لوگو سن لو ہم نے تم سب کو مرد و عورت کے جوڑے سے پیدا کیا ہے اور بیشک ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ تمہارے درمیان آپس میں تعارف اور شناخت کا ذریعہ قائم رہے۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے بڑا معزز وہی ہے جو متقی ہے یعنی جو اوصاف حمیدہ سے متصف اور اعلیٰ اخلاق اپنے اندر رکھتا ہے (اللہ تعالےٰ کا یہ قانون بڑی حکمت پر مبنی ہے کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے۔

مساوات اور حضرت نبی کریم صلعم کا فرمان

اسی موضوع پر مسند احمد میں ایک روایت ہے۔ حضور علیہ التحیات والسلام حجۃ الوداع کے موقعہ پر منیٰ کے مقام میں لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد. الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ ابلغت قالوا قد بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:- اے لوگو! تمہارا اللہ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہی تھا پس سن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربیوں پر کوئی فضیلت ہے۔ اسی طرح سرخ و سفید رنگ والے لوگوں کو کالے رنگ والے لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کالے رنگ والوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے ہاں نیکیوں میں سبقت ہی معیار فضیلت ہے۔ لوگو! بتاؤ کیا میں نے تمہیں اللہ تعالےٰ کا پیغام پہنچا دیا؟ سب نے عرض کیا بے شک اللہ تعالےٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام رسالت من و عن پہنچا دیا۔

ایثار کی تلقین

حضور علیہ التحیات والسلام فرماتے ہیں:-

یا ابن آدم ان تبذل الفضل خیر لک وان تمسکہ شر لک ولا تلام علی کفاف۔ (مسلم)

یعنی اے ابن آدم! اگر اپنی جائز ضروریات سے زائد مال اللہ کی راہ میں (غرباء و مساکین) پر خرچ کر دے تو یہ تیرے لئے بہتر ہے اگر تو اسے روک لے گا تو تیرے لئے برے نتائج پیدا کریگا البتہ بقدر کفایت رکھ رکھے تو مضائقہ نہیں۔

ترمذی میں روایت ہے حضور نے فرمایا

ان فی المال حق سوی الزکوۃ

یعنی امرا کے مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی (غربا و مساکین کا) حق ہے پھر یہ آیت پڑھی:-

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین ج وآتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب ج و اقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ (پارہ دوم - ۶)

ترجمہ:- بڑی نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو لیکن بڑا نیک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ، یوم الآخر، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لاتے اور اس کی (اللہ تعالیٰ کی) محبت (حاصل کرنے کے) لئے قریبیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوالیوں، اور غلاموں کے آزاد کرنے پر مال خرچ کرے اور نماز کو قائم کرے اور (علاوہ زکوٰۃ بالا مصارف کے) زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہے۔

عیش دنیائے دوں دمے چند است
آخرش کار با خداوند است
ایں سرائے زوال و موت و فنا است
ہر کہ بنشست اندریں برخاست
اے زدیں بے خبر بخور غم دین
کہ نجاتت معلق است بدیں
دولت عمر دمبدم بزوال
تو پریشاں بفکر دولت و مال
(مسیح موعودؑ)

(۱) سنو۔ اس دنیائے دوں کا عیش و آرام تو چند دن کی بات ہے۔ اس کے بعد تو تجھے اپنے اعمال کی جوابدہی اللہ تعالےٰ کو ہی دینی ہوگی۔

(۲) اس سرائے میں تو سوائے زوال۔ موت اور فنا کے کچھ بھی نہیں۔ جو بھی یہاں (بیفکر ہو کر) بیٹھا اسے اٹھنا پڑا۔

(۳) اے دین اللہ سے غفلت برتنے والے اس کی فکر کر (جو تیرے پاس ایک امانت ہے جسے دنیا میں پہنچانا ہے) کیونکہ تیری نجات اسی سے وابستہ ہے۔

(۴) (افسوس) تو اس فکر میں ہے کہ مال و دولت جمع کر اکٹھی کرلے (حالانکہ) عمر کے دن گھٹتے کے پیچھے ...

رفتارِ عالم

پاکستان

لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور نے اسلامی لٹریچر کا ایک سیکٹ جو سات کتابوں پر مشتمل ہے جس میں قرآن مجید کا ترجمہ اور حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت بھی ہے جمہوریہ ہند کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کو بطور عطیہ بھیجا ہے۔

کراچی۔ ۲۱ر جنوری حکومت پاکستان نے انجمن ترقی پسند مصنفین کو ایک سیاسی جماعت قرار دے دیا ہے اور سرکاری ملازموں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس انجمن کے رکن نہ بنیں نہ ہی اس کی کسی کاروائی میں حصہ لیں۔

سرگودھا۔ ۲۶ر جنوری۔ کو ایک گزیٹڈ آفیسر متحدہ پنجاب کے سابق یونینسٹ وزیر اعظم ملک خضر حیات خاں ٹوانہ سے قائد اعظم میموریل فنڈ کے لئے عطیہ حاصل کرنے کے لئے گئے ملک صاحب نے کہا "میں قائد اعظم میموریل فنڈ کے لئے کچھ نہیں دے سکتا"

کراچی۔ حکومت پاکستان نے چین کی نیشنلسٹ حکومت کو تسلیم کرنا ختم کر دیا ہے۔

لاہور۔ حکومت نے ۲۹ر جنوری سے سوچی میدے روے کی بلا پرمٹ نقل وحرکت کی اجازت دے دی ہے۔

کراچی۔ یورپ کے چار اور ملکوں نے پاکستان سے تجارتی معاہدوں کی گفت وشنید کرنے کی درخواست کی ہے یہ ملک سوئٹزرلینڈ، آسٹریا، ہنگری اور اطالیہ ہیں۔

کراچی۔ پاکستان کے سفیر راجہ غضنفر علی خاں نے کہا۔ ایران کے باشندے پاکستان کے متعلق حکومت ہند کی موجودہ روش سے از حد بیزار ہیں پاکستان کے خلاف افغان حکومت کی معاندانہ سرگرمیوں سے ایران کے لوگ ناخوش ہیں۔ پھر کہا۔

"اسلامی ملکوں میں عالم اسلام کے اتحاد کی ضرورت کا احساس بڑھتا جا رہا ہے"

میانوالی۔ پنجاب کے گورنر سردار عبدالرب نشتر نے مسلم لیگ کی طرف سے ایک سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

• حکومت پاکستان میانوالی ہیڈ رو الیکٹرک اسکیم کو جلد از جلد مکمل کرے گی۔ م م

کشمیر

سیالکوٹ۔ ۲۹ر جنوری۔ مستعفی آب کشمیر بورڈ کے چیئرمین چوہدری حمید اللہ نے ایک اخباری بیان میں کہا:-

اللہ معاف کرے! اگر کشمیر سے مسلمانوں کا اخراج اسی طرح جاری رہا تو وہ دن دور نہیں جب کہ شیخ عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کو اس دن کا ماتم کرنا پڑیگا۔

ہندوستانی مقبوضہ کشمیر میں زبردست اقتصادی بحران کے حالات نمودار ہوگئے ہیں۔

کشمیری ہندوستانی فوجوں کے اخراجات ریاستی عوام سے وصول کئے جائیں گے۔

کشمیر میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں پچاس فیصدی تخفیف کر دی گئی ہے۔

ہندوستانی مقبوضہ کشمیر سے ۵۰۰ فوجیوں کا ایک دستہ پاکستان پہنچا۔ اس میں بڑے بڑے آفیسر بھی شامل ہیں۔ انہوں نے پاکستان جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ ۴۸ گھنٹہ کا نوٹس دیکر تمام مال چھین کر انہیں پاکستان دھکیل دیا گیا ہے۔

کراچی۔ پاکستان کے سفیر برائے ایران راجہ غضنفر علی خان نے ایک پریس کانفرنس میں کہا:۔

کشمیر کے متعلق ہندوستان نے جو غیر معقول روش اختیار کر رکھی ہے اس کی وجہ سے مشرق وسطی کے اسلامی ممالک میں اس کا رہا سہا وقار بھی ختم ہو چکا ہے۔

کراچی۔ ۳ر فروری۔ مغربی جرمنی اور پاکستان کے درمیان تجارتی معاہدہ کی توثیق ہوگئی۔ پاکستان ۲۰۰ لاکھ اسٹرلنگ کا سامان بھیجے گا۔

کراچی۔ زاہدان کے خطرناک سیلاب اور کاناکان کے زلزلہ میں ایرانی مصیبت زدگان کو طبی امداد مہیا کرنے کے لئے حکومت پاکستان نے ایک خاص طیارہ میں اپنے ڈاکٹر نرسیں اور دوائیاں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔

وزیر اعظم پاکستان نے ایرانی وزیر اعظم سے دریافت کیا ہے کہ پاکستان اس مصیبت عظمیٰ میں ایران کو مزید کیا مدد دے سکتا ہے۔

پاکستان کے لئے غیر ممالک سے نمک کے دو جہاز چٹاگانگ پہنچ گئے ہیں۔

بلادِ غیر

ہانگ کانگ۔ ۱۲ر جنوری۔ مارشل سٹالین اور کمیونسٹ چین کے صدر ماؤ سے تنگ نے روس اور چین کے درمیان دوستی کا معاہدہ مرتب کر لیا ہے کمیونسٹ چین کے وزیر خارجہ چو این لائی بھی معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے ماسکو پہنچ گئے ہیں۔

افغانستان نے امریکہ سے دس کروڑ ڈالر کے لئے درخواست کی ہے جو اسے اپنی تعمیرات کی اسکیموں کے لئے درکار ہے۔ چنانچہ افغان وزیر تعمیرات سردار اپنی حکومت کا کیس پیش کرنے کے لئے عنقریب واشنگٹن جا رہے ہیں۔

آسام کے ساتوں وزیر اور چار پارلیمنٹری سیکریٹریوں نے وزیر اعظم باردولوئی کو استعفی بھیج دیئے ہیں۔

کانگرس پارلیمنٹری نے وزیر اعظم کو اختیار دیا تھا کہ وہ اپنی کابینہ میں ردوبدل کر دیں۔

وزیر اعظم نے ۱۲ر جنوری تک ان میں سے صرف وزیر آبکاری وجیل مولانا محمد طیب کا استعفی منظور کیا ہے اور موصوف کے دونوں محکمے خود وزیر اعظم نے سنبھال لئے ہیں۔

انڈونیشیا۔ کمانڈر ویسٹرلنگ کی زیر قیادت ایک فوجی دستے نے حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کر دی ہے اور بندونگ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ۲۴ر جنوری کو جکارتا کے وسط میں باغیوں نے پولیس بارکوں پر قبضہ کر لیا۔ معلوم ہوا ہے کہ شہر کے نواحی علاقہ میں ویسٹرلنگ کی فوجوں اور انڈونیشی دستوں میں جھڑپیں ہو رہی ہیں۔

۲۹ر جنوری۔ انڈونیشی گورنر نے باغی کمانڈر کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کی پیشکش کی ہے۔

ویسٹرلنگ نے قیدیوں کی کا مطالبہ پیش کیا ہے۔

جکارتا۔ ۱ر فروری۔ انڈونیشیا کی سولہ جماعتوں نے موابا پارٹی کی قیادت میں حکومت انڈونیشیا سے مطالبہ کیا ہے کہ ویسٹرلنگ کے خلاف شدید اقدامات کئے جائیں۔

ویسٹر کے مقبوضہ علاقہ میں امریکن اور برطانوی اسلحہ بھیجا جا رہا ہے

واشنگٹن اٹامک کمیشن نے یہ انکشاف کیا ہے کہ اس نے اٹامک طاقت سے چلنے والے سمندری جہاز اور طیارے چلانے کی ریسرچ شروع کر دی

ہندوستان

بمبئی۔ ۲۹ر جنوری۔ ہند میں جمہوری نظام حکومت قائم کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد پہلے صدر مقرر کئے گئے ہیں۔

بمبئی۔ ۲۶ر جنوری کو کمیونسٹوں کے ایک جم غفیر نے جمہوریت کے خلاف مظاہرہ کیا۔ پولیس نے ان پر گولی چلائی۔ مجمع میں شامل ہونے والوں نے ایسے لوگوں پر جو جمہوریت کے نفاذ کی خوشی منا رہے تھے تیزاب والے بم اور پتھر برسائے اس تصادم میں ۹۲ اشخاص مجروح ہوئے ۵۵ اشخاص کو فساد کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔

شاہ انگلستان اور مسٹر اٹیلی وزیر اعظم نے ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پنڈت نہرو کے نام تار ارسال کرتے ہوئے جمہوریت کے نفاذ پر مبارکباد دی اور اظہار اطمینان کیا ہے کہ ہندوستان دولت مشترکہ کا رکن رہے گا

اسی دن نظام حیدرآباد میر عثمان علی خان کی کار پر بم پھینکا گیا۔ لیکن نظام موصوف مجروح ہونے سے بچ گئے۔

پٹیالہ۔ ماسٹر تارا سنگھ نے گوردوارہ پھلاہی میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہندوستان کی کانگرسی حکومت عوام کو تباہی کے گڑھے کی طرف لے جا رہی ہے۔ موجودہ آئین (جمہوری آئین) سے سکھوں کا کوئی تعلق نہیں۔ ماسٹر صاحب نے سکھوں کو اپیل کی ہے کہ ۲۶ر جنوری کے منائے جانے والے جشن آزادی میں حصہ نہ لیں۔

ہندوستانی حکام نے اعلان کیا ہے کہ لاہور سے امرتسر تک ہفتہ میں دوبار بسیں آیا جایا کریں گی۔

بمبئی۔ ہندو مہاسبھا کے صدر ڈاکٹر کھرے نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ ہندوستان کو چاہیئے کہ پاکستان سے فوراً سیاسی تعلقات منقطع کر لے اور کراچی سے اپنا ہائی کمشنر واپس بلا لے۔

مغربی بنگال اسمبلی کے سامنے کمیونسٹوں نے مظاہرہ کیا اور حکومت کے خلاف نعرے لگائے۔ پولیس نے ۱۱ آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔

---

* امریکہ پورے زور سے ایٹامک ہتھیاروں کی تیاری اور ذخیرہ اندوزی میں مصروف ہے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ☆ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ۔ چھ روپے
ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ
ہندوستان سے
۱۲-۸ روپے

ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ - ۱۵ فروری ۱۹۵۰ء | نمبر ۷

خدا کی ہستی پر کامل یقین ہی نجات کا واحد ذریعہ ہے

یقینی وحی ہی اس یقین کو پیدا کرسکتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادِ گرامی

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۵۰ء)

بھلا بتلاؤ کہ ان میں کوئی چیز ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ شاید یہ بات صحیح ہے یا غلط یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں دنیا کی بیجا عیاشیوں کو ترک کرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق عادت کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں، زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ خدا سے پورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں **تقویٰ** کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پروا ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانے والو کہ ظلمات شک سے نور یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو، یقین کا ذریعہ تو خدا کا کلام ہے جو **یخرجهم من الظلمات الی النور** کا مصداق ہے۔ سو چونکہ عہد نبوت پر تیرہ سو برس گزر گئے اور تم نے وہ زمانہ نہیں پایا جبکہ صدہا نشانوں اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ قرآن اترتا تھا اور وہ زمانہ پایا جس میں خدا کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے دین پر ہزارہا اعتراض عیسائی اور دہریہ اور آریہ وغیرہ کر رہے ہیں اور تمہارے پاس بجز لکھے ہوئے چند ورقوں کے جن کی اعجازی طاقت سے تمہیں خبر نہیں اور کوئی ثبوت نہیں اور جو معجزات پیش کرتے ہو وہ محض قصوں کے رنگ میں ہیں تو اب بتلاؤ کہ تم کس راہ سے اپنے تئیں یقین کے بلند مینار تک پہنچا سکتے ہو اور کس طریق سے دشمن کو بتلا سکتے ہو کہ تمہارے پاس خدا پر یقین لانے کے لئے اور گناہ سے بچنے کے لئے ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے پاس نہیں تا وہ انصاف کر کے تمہارے مذہب کا طالب ہو جائے اس حرکت سے ایک عقلمند کو کیا فائدہ کہ ایک گوبر کو چھوڑ دے اور دوسرے کو کھا لے سچائی کو ہر ایک سعید دل لینے کو تیار ہے بشرطیکہ سچائی اپنے نور کو ثابت کر کے دکھلا دے جس اسلام کو آج یہ مخالف مولوی ادیان کا گروہ غیر مذہب کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ صرف پوست ہے نہ مغز اور محض افسانہ ہے نہ حقیقت پھر کوئی کیونکر اسکو قبول کرے اور جس بیماری سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک شخص مذہب کو تبدیل کرنا چاہتا ہے اگر وہی بیماری اس دوسرے مذہب میں بھی ہے تو اس تبدیلی سے بھی کیا فائدہ یوں تو ہر ہم بھی دعوے کرتے ہیں کہ ہم ایک خدا کے قائل ہیں مگر خدا کا قائل وہی ہے جس کی یقین کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہی گناہ سے نکل سکتا ہے کہ جو یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے باقی سب قصے جھوٹ ہیں اور سب کفارے باطل ہیں سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے تا لوگ ایمان لاویں اور ہلاک نہ ہوں۔ قرآن شریف خدا کا کلام تو ہے بلکہ سب سے بڑا کلام مگر وہ تم سے بہت دور ہے تمہاری آنکھیں اسکو نہیں دیکھ سکتیں* اب وہ تمہارے ہاتھ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ توریت یہودیوں کے ہاتھ میں تھی

* وہ اگر تم انصاف کرو تو گواہی دے سکتے ہو کہ بباعث اس کے کہ اس پاک کلام کے یقینی انوار تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تم اس سے باطنی تقدس کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کی خانہ جنگی کے نقصان دہ نتائج

ایک تاریخی جائزہ

از ملک احمد حسن

کسی قوم یا ملت کو اپنی حیات اور بقا کے لئے باہمی یک جہتی اتفاق اور اتحاد کی جس قدر ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں تاریخ کا ہر ورق شاہد ہے کہ دنیا میں کسی قوم یا ملک کی سربلندی اور نمایاں اقتدار کا زمانہ اس کے دور حیات کا وہ حصہ ہوتا ہے جب اس قوم یا ملک کے جملہ عناصر انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں باہمی اتحاد و اتفاق کے مظہر اتم ہوں۔ اسی ہیئت اجتماعیہ کا نام قرآن کریم نے **بنیان مرصوص** رکھا یعنی سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔ جس میں کوئی رخنہ نہ ہو کوئی رستہ نہ ہو۔ جس کے ذریعے دشمن کو دخل اندازی کا موقعہ مل سکے۔ لیکن جس وقت کوئی قوم اپنی بقا اور سربلندی کے اس عنصر یعنی باہمی اتحاد و اتفاق کو زائل کر دیتی ہے۔ اسی وقت اس قوم کے ادبار اور نکبت کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

اقوام عالم کی تاریخ کا یہ ایک ایسا محکم اور مسلمہ اصول ہے جس کی صداقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایمان والوں کو بار بار اس امر کی تاکید کی ہے کہ وہ باہمی اتحاد و اتفاق کو ہمیشہ قائم رکھیں اور منتشر و پراگندہ نہ ہوں ورنہ ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور وہ پریشان ہو جائیں گے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اس ہدایت خداوندی پر ایسی احتیاط اور توجہ کے ساتھ عمل کیا کہ **رحماء بینھم** کے امتیازی لقب سے سرفراز ہوئے۔ خود حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک اسوۂ حسنہ کے ذریعے مسلمانوں پر باہمی اتحاد و اتفاق کی اہمیت کو واضح کیا بلکہ قومی اور ملکی مفاد کے پیش نظر اختلاف عقائد تو کجا اختلاف مذہب تک کو باہمی اتحاد کے رستے میں روک نہ بننے دیا۔ چنانچہ اسلام کی شاندار تاریخ میں اس امر کی بیشمار مثالیں ملتی ہیں جہاں مشترکہ قومی اور ملکی مفاد کے ماتحت مسلمانوں نے نہ صرف باہمی اتحاد و اتفاق کی اہمیت کو قرار واقعی ملحوظ خاطر رکھا بلکہ حسب ضرورت مقتضائے وقت غیر مسلموں تک سے اتحاد و تعاون کیا۔ چنانچہ جب حضور نبی کریم صلعم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ تو بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں مضبوط اور تیار رہنے کی خاطر حضور نے مدینہ کے یہود سے باہمی تعاون اور اتحاد کا ایک معاہدہ کیا جس کی تفصیلات تاریخ میں موجود ہیں۔ اس کی بعض دفعات حسب ذیل ہیں:-

۱- یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

۲- یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۳- یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۴- مدینہ پر حملہ ہوگا تو دونوں فریق ایک دوسرے کے شریک ہونگے۔

بویب کی لڑائی میں جب سارا ایران امنڈ کر مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو گیا تو چونکہ یہ عجم کی لڑائی عرب کے خلاف تھی اس لئے نمر و تغلب کے سرداروں نے جو مذہباً عیسائی تھے۔ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آج عرب و عجم کا مقابلہ ہے اس قومی معرکہ میں ہم بھی قوم کے ساتھ ہیں۔ ان دونوں سرداروں کے ساتھ ان کے قبیلے کے ہزاروں آدمی تھے۔ اور عجم کے مقابلے میں جوش سے لبریز تھے۔

جنگ شروع ہوئی تو اسلامی سپہ سالار مثنیٰ نے عیسائی سرداروں کو جو ساتھ تھے بلا کر کہا۔ کہ تم اگرچہ عیسائی ہو۔ لیکن ہم قوم ہو۔ اور آج قوم کا معاملہ ہے میں مہران (ایرانی سردار۔ ناقل) پر حملہ کرتا ہوں تم ساتھ رہنا۔ انہوں نے لبیک کہا...... دیر تک گھمسان کی لڑائی رہی۔ انس بن ہلال جو عیسائی سردار تھا اور بڑی جان بازی سے لڑ رہا تھا۔ زخم کھا کر گرا۔ مثنیٰ نے خود گھوڑے سے اتر کر اس کو گود میں لے لیا اور اپنے بھائی مسعود کے برابر جو زخمی ہو چکے تھے لٹا دیا۔

اسی اتحاد و یک جہتی کا ثمرہ تھا کہ مسلمان اپنے دشمنوں کے مقابلے میں تعداد اور ساز و سامان کی کمی کے باوجود ہمیشہ فتح یاب رہے۔ اور فتح و نصرت ہمیشہ ان کے ہم رکاب رہی یہاں تک کہ اندازاً دس سال کے عرصہ میں انہوں نے کم و بیش ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کر لیا۔

یہ سب کچھ کیوں کر ہوا محض اس لئے کہ باہمی اتحاد اور تنظیم و تعاون نے ان کے درمیان شجاعت اور اولوالعزمی کی ایک ایسی روح پھونک دی تھی کہ ان میں ایک فرد واحد اپنے آپ کو اکیلا نہ جانتا تھا۔ بلکہ سمجھتا تھا اور بجا طور پر سمجھتا تھا کہ میری ایک کی آواز ساری قوم کی آواز ہے۔ اور مجھ اکیلے کے بازو میں ساری قوم کے بازوؤں کی قوت ہے۔

ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

چنانچہ اس بات کا واضح ثبوت یہ ہے۔ کہ بعد کے زمانہ میں جب مسلمان مختلف اسباب کی بناء پر متحد و متفق نہ رہے اور خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئے تو باہر کی فتوحات کا سلسلہ یکسر رک گیا۔ کیونکہ وہ طاقت جو اس سے پہلے غیروں کے مقابلے میں خرچ ہوتی تھی، اب وہ اپنوں ہی کے خلاف خرچ ہونے لگی۔ اور اسلام کے وہ بازوئے شمشیر زن جو دشمنان اسلام کی شہ رگ کے لئے وقف تھے۔ خود فرزندان اسلام کے خون سے رنگین ہونے لگے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے متعدد گروہ جو آپس میں متصادم ہوئے تو ان میں کم و بیش ۷۰ ہزار مسلمان جو بقول ایک مشہور مورخ آدھی دنیا کو فتح کرنے کے قابل تھے کام آئے۔ یہ انتہائی درجہ کا گراں قدر نقصان جو اتنے مسلمانوں کے قتل پر منتج ہوا محض آپس کی نااتفاقی اور باہم تصادم کا نتیجہ تھا۔

خلافت بنو امیہ .... کے بعد خلافت بنو عباسیہ کے زمانے میں جب خلافت نے بادشاہیت اور ملوکیت کا رنگ اختیار کر لیا تو مختلف ارباب اختیار نے طاقت اور غلبہ حاصل کرنے کیلئے الگ الگ گروہ بندیاں اور جتھے قائم کر لئے۔ یہ تمام جماعتیں اگرچہ بظاہر مخصوص مذہبی یا نیم مذہبی اور سیاسی عقائد کی بنا پر قائم ہوئیں لیکن ان کے قیام و بقاء کا اصل مقصد صرف دنیاوی غلبہ اور اقتدار کا حصول تھا۔

چنانچہ جب کبھی ایسی مذہبی جماعتوں کو اقتدار حاصل ہوا انہوں نے اختلاف عقائد کی بنا پر دوسری جماعتوں کو تنگ کرنا شروع کیا اور جب مرور زمانہ سے اقتدار و اختیار کی باگ ڈور کسی دوسری جماعت کے ہاتھ میں چلی گئی تو اس کی مخالف جماعتیں جبر و تشدد کا شکار ہونے لگیں اور اس طرح آپس کی دشمنی اور انتقام کا یہ افسوسناک اور تباہ کن سلسلہ مدت دراز تک جاری رہا۔ اور مسلمان آپس میں لڑ لڑ کر اور کٹ کٹ کر تباہ ہوتے رہے اور ان کی طاقت زائل ہوتی رہی مامون معتصم اور واثق خلفائے عباسیہ کے ہاتھوں جس طرح "خلق قرآن" کے مسئلہ میں ائمہ اہل سنت کو تکلیفیں پہنچی تھیں۔ متوکل کے زمانے میں اہل سنت کے مخالف فرقے تشدد کا شکار ہونے لگے۔ اس زمانے میں اہل سنت نے ایک اصلاحی جماعت قائم کی اور گلی کوچوں میں گشت کرنے لگے گھر پہنچتے اور لوگوں کا مذہب تحقیق کرتے اور جس کے عقائد (بخیال خویش) منحرف پاتے فوراً سزا دیتے۔ یہ دار و گیر صرف ...... حضرات تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اس کے پنجے سے اور مسلم فرقے بھی جو فروعی اختلاف رکھتے تھے محفوظ نہ رہے بقول گبن ان "مصلحین" خانگی زندگی کا عیش اور آرام تاراج کر ڈالا تھا۔

(خلافت و سلطنت مطبوعہ اعظم گڑھ صفحہ ۲)

اس بے جا تعصب اور ناواجب استیلا کا نتیجہ یہ ہوا کہ جگہ جگہ جماعتیں اور جتھہ بندیاں قائم ہو گئیں۔ کہنے کو وہ سب مسلمان تھے۔ ایک ہی دین کے پیرو ایک ہی نبی کے متبعین، ایک ہی قبلہ کے پرستار، جن کا دین ایک، ایمان ایک اور نفع نقصان ایک تھا۔ لیکن درحقیقت وہ آوارہ اور منتشر لوگوں کی ایک بھیڑ تھی جو **"تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی"** کی تفسیر اور جن کا ہر فرد **لبعضکم لبعض عدو** کا مصداق تھا۔

انہی منتشر گروہ بندیوں میں سے ایک جماعت قرمطیوں کی تھی جنہوں نے الاحسار میں عباسی خلافت سے آزاد ایک ریاست قائم کر لی تھی۔ اور اس نے خراسان شام اور یمن میں شورانگیزی کے مستقل مرکز قائم کر لئے یہ لوگ سلطنت عباسیہ کے خلاف ہر طرح سے شورش اور بغاوت کی آگ کو ہوا دیتے رہتے ملک میں بدامنی پھیلاتے اور حاجیوں کے قافلوں کو لوٹنے میں سرگرم رہتے تاکہ حکومت کی پریشانیوں میں اضافہ ہو اور اس کے خلاف

(باقی صفحہ ۱۱)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ | نمبر

اسلام میں عورت کا مقام

مصر میں آج کل یہ بحث از سر نو شروع ہوئی ہے کہ اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا ہے۔ اس بحث کی بنا و یہ ہے کہ دو لڑکیوں نے جنہیں حکومت کی طرف سے یورپ بھیجا گیا تھا اپنے والدین کی اجازت کے بغیر فرانس اور سوئٹزرلینڈ میں شادیاں کر لیں۔ اس پر وزیر تعلیم نے ان کا سفر منسوخ کر دیا ہے اور اس کے علاوہ لڑکیوں کے سکولوں میں ناچ وغیرہ کی بھی ممانعت کر دی ہے۔ اس بات کو نہ صرف اخبارات میں بحث و مباحثہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے بلکہ اسکو پارلیمنٹ کے نئے انتخاب کا مسئلہ قرار دیا گیا ہے۔ اور مخالف پارٹی نے جو وفد پارٹی کے نام سے موسوم ہے وزیر تعلیم کی اس کارروائی کے خلاف پروپیگنڈا کر کے رائے عامہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے۔ اسی بحث میں وزیر تعلیم کے اس فیصلہ پر یہ بھی رائے زنی کی گئی ہے کہ اس فیصلہ کا مقصد یہ ہے کہ عورت کو پھر ازمنہ وسطیٰ کی تاریکیوں میں دھکیل دیا جائے۔

اس پر اخبار ڈان نے ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے جو قابل مطالعہ ہے بعض حصہ قارئین کرام کے لئے درج ذیل ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے :-

" یورپ میں تو ازمنہ وسطیٰ وہ تھا جب وہاں عام جہالت پھیلی ہوئی تھی غسل کرنا تک عیسائیت کے خلاف تھا۔ مگر مسلمانوں کے ہاں ایسا کوئی دور نہیں گذرا جسے ازمنہ وسطیٰ کہا جائے۔ لیکن تاریک خیالی اور جہالت کی بد ترین حالت کا یورپ میں چونکہ اسی طرح ذکر کیا جاتا ہے۔ لہذا میڈم فاطمہ نعمت نے یورپ کی تقلید میں یہ بھی کہہ دیا۔ حالانکہ جو زمانہ یورپ میں سخت تاریکی کا تھا وہی مسلمانوں کی تاریخ میں روشنی اور ترقی کا تھا۔

اسلام نے مردوں اور عورتوں کے لئے علم کا حصول فرض قرار دیا ہے ....

... یورپ میں اب تک عورت کو شوہر کی موجودگی میں اپنی ذاتی ملک رکھنے اور اس کا انصرام کرنے کا پورا حق حاصل نہیں ہے۔ مسلمان عورت کو ماں باپ، بھائی۔ چچا وغیرہ کا بھی ترکہ ملتا ہے۔ اور شوہر کا بھی۔ مہر کا حق اس کے علاوہ ہے۔ وہ شوہر اور اولاد کی موجودگی میں صاحب ملک و مال ہو سکتی ہے۔ اور اس پر اسے تصرف کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ مسلمان عورت اپنے نام اور خاندانی شناخت کیساتھ اپنا وجود قائم رکھنے کی حق دار ہے یورپین عورت نہیں۔

ان باتوں کے بعد اور وہ کیا رہا۔ جسے اگر ترک کیا جائے تو عورتیں ازمنہ وسطےٰ کی تاریکیوں میں جا پڑیں گی؟ صرف غیر مردوں کے ساتھ کھلا ملاپ۔ ناچ گانا۔ جسمانی زینتوں کی نمائش اور وہ سب باتیں جو مقدمات محرکات بدکاری ہیں۔ یقیناً سچے مسلمان کو اس کے اعلان میں کوئی باک نہیں ہو سکتا کہ اسلام ان سب باتوں کا مخالف ہے اور جب تک کوئی شخص اسلام ترک نہ کر دے ان حرکات کی نہ تائید کر سکتا ہے اور نہ انہیں منظور کر سکتا ہے۔

پھر یہ محرکات اور مقدمات بدکاری کی ممانعت صرف عورتوں ہی کے لئے مخصوص کب ہے۔ جتنی یہ عورتوں کے لئے ہے اتنی ہی مردوں کے لئے بھی ہے۔ اس پر صرف عورتوں کو وحشت کرنے کی کونسی وجہ ہے۔ اسلام نے یورپ کے خلاف عورت کو اتنا ذلیل قرار نہیں دیا ہے۔ کہ جب تک اس کے تفریح کے سامان کے طور پر وہ ہر جگہ موجود نہ ہو مرد کسی کام کے لئے قدم آگے بڑھائے ہی نہیں نہ رزم میں نہ بزم میں یہ بیشک ایک جرم ہے جو اسلام نے عورت کے خلاف کیا ہے"

حضرت میاں غلام رسول صاحب علیہ الرحمۃ

کے بارے میں میرے عاجزانہ خیالات

ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ

حضرت محترم مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور سے لیکر سلسلہ احمدیہ کے ایک پرانے اخبار نویس شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ممبر جماعت قادیان تک بزرگوں نے اپنے خطبہ اور خطوں میں جناب میاں غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور کے اوصاف حمیدہ کا ذکر لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ ان آیات شریفہ پر پورا اترنے والے بہت کم لوگ نظر آتے ہیں سلسلہ احمدیہ کی تاریخ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہم کو پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اختلاف (۱۹۱۴ء) پر جن بزرگوں کو لاہور کی جماعت میں شمولیت کے لئے چن لیا تھا۔ ان کے متعلق خدا کی پاک وحی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یوں مخاطب فرمایا تھا :-

" لاہور میں ہمارے پاک ممبر ہیں "

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ضرورت الامام میں لکھا ہے :-

" جو لوگ مامور من اللہ کی جماعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اللہ تعالےٰ محبت کاملہ رکھتا ہے "

اور پھر ان کاموں کی توضیح فرمائی ہے پس جن بزرگوں نے جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر حضرت مسیح موعود کی امانت کو بفضل خدا ادا کیا ہے۔ ان میں سے ایک جناب میاں غلام رسول صاحب مرحوم بھی تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض لوگوں کو بعض پہلو روحانی ترقیات اور مدارج طے کرنے کی وجہ سے خدا تعالےٰ ممتاز کرتا ہے۔ اور جب تک خدائی سلسلہ کا یہ نظام محبت و اخلاص اتحاد۔ حقیقی تقوےٰ و طہارت پر قائم رہتا ہے اس وقت تک اس روحانی سلسلہ کا قیام اور وقار قائم رہتا ہے اور جب کسی روحانی جماعت میں ایسی خصوصیات مفقود ہو جاتی ہیں تو وہ جماعت کمی روحانیت کی وجہ سے بہت پیچھے گر جاتی ہے فی زمانہ غیر از جماعت مسلمانوں کی تعداد احمدیوں کے مقابلے پر بہت زیادہ ہے۔ مگر ان لوگوں میں وہ روحانی جذبہ بالکل نہیں جو ایک حقیقی مصلح ...... خدا تعالیٰ کے حکم سے مقرر ہو کر لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کی نظروں میں ہم احمدیوں کی حیثیت آٹے میں نمک کے برابر بھی مشکل نظر آتی ہے پس حقیقی احمدیوں کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ مفید۔ کار آمد اور خالص نمک ہونے کی خاصیت کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے دائمی کوشش کرنیوالے ہوں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرمایا تھا :-

کہ جو لوگ دنیا میں امن صلح
پیدا کرنے والے ہوتے ہیں
وہی راستباز کہلوا سکتے ہیں"

اختلاف سلسلہ کے بعد جماعت احمدیہ لاہور میں شامل ہو کر مرحوم میاں صاحب اس فرض کو برابر ادا کرتے رہے۔ میں میرے دل میں مرحوم کے لئے بوجہ ایک سچا [illegible] ہونے کی حیثیت سے بڑی عزت اور محبت تھی اور جس کے لئے میں صرف ان کی زندگی میں خدا کے ہاں ان کے اعلےٰ اخلاق و درجات کے لئے دعا گو رہتا تھا بلکہ امید ہے بفضل خدا دعا کرتا رہا ہوں اور انشاء اللہ تعالےٰ بقیہ زندگی بھی بجا لانے کو تیار ہوں گا۔

وما توفیقی الا باللہ
علیہ توکلت والیہ
انیب

اخبار و افکار

بستر علالت سے

۱۸ر جنوری کو مدیر "پیغام صلح" کو ایک نہایت خطرناک حادثہ پیش آیا صبح آٹھ بجے کے قریب بارش ہو رہی تھی ایک ضروری کام کے لئے شہر کے اندر جانا پڑا کیچڑ بہت تھا چلتے چلتے ایک جگہ یکایک پیر پھسلا اور ایک سخت فرش پر اس بری طرح دائیں پہلو پر گرا کہ دائیں ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ درد اور تکلیف کی وجہ سے اٹھنا دشوار تھا راہ گیر کوئی نہ تھا پہنچنے اور دہائی دینے سے لوگ گھروں سے نکلے اور بڑی مشکل سے اٹھا کر اور تانگہ میں ڈال کر انہوں نے گھر پہنچایا۔ اسی وقت سے علاج ہو رہا ہے ٹانگ بندھی ہوئی ہے۔ ہلنا جلنا دشوار ہے۔ احباب لاہور، کارکنان دفتر انجمن محترمی ڈاکٹر غلام محمد صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے عیادت کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اس اثنا میں اخبار کی ادارت تو کجا اس کی طرف توجہ کرنا بھی دشوار تھا۔ اور اب بھی یہ چند سطور لکھوائی جا رہی ہیں۔ پوری توجہ دینا مشکل ہے قارئین کرام سے استدعا ہے کہ دلی درد اور توجہ کے ساتھ اس عاجز کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں تاکہ اپنے فرائض مفوضہ کو پوری توجہ اور انہماک سے انجام دے سکوں۔

ایک قرآنہ مولوی

۹ر جنوری کے اخبار آزاد میں جو جماعت احرار کا آرگن ہے۔ مولوی احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور کا ایک خطبہ شائع ہوا ہے جس میں پرانے معاندین حق کے طریق پر حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے کتر بیونت کر کے ایسے فقرات شائع کئے گئے ہیں جو بظاہر ایک دوسرے کے متضاد نظر آتے ہیں حالانکہ اگر اصل کتابوں میں ان کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو قطعاً کسی قسم کا کوئی تضاد ان میں موجود نہیں لیکن جہاں محض مخالفت مقصود ہو تو بڑے بڑے مولوی بھی حق پوشی اور دیانت و امانت اور انحراف کو عین دین و ایمان سمجھتا ہے۔ افسوس ہے کہ بستر علالت پر ہونے کی وجہ سے اصل کتابوں سے ان مولوی صاحب کی دیانت و امانت ۔۔۔۔۔۔ کا پردہ اٹھانا اس وقت مشکل ہے۔ اس کام کو انشاء اللہ کسی اور وقت سر انجام دیا جائے گا۔ اس وقت مولوی صاحب کے صرف تمہیدی فقرات کو نقل کر دینا کافی ہے جن میں انہوں نے اپنے دلی تعصب و عناد اور اخلاق عالیہ کا بالفاظ ذیل اظہار کیا ہے:۔

> "برادران اسلام آئندہ حوالہ سے یہ بات صاف ہو جائیگا کہ قادیانی نبی اپنے ہی فیصلے کے مطابق کافر ہے، خارج از اسلام ہے۔ ملعون ہے پاگل ہے، منافق ہے مخبوط الحواس ہے، جھوٹا ہے۔"

یہ اس شخص کے متعلق کہا جا رہا ہے جس کے ذریعہ سے چار دانگ عالم میں کفر کی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔ جس کے فیض صحبت سے وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن کو دنیا میں پھیلا کر اسلام کے متعلق رائے عامہ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اگر یہ شخص معاذ اللہ کافر، ملعون اور مخبوط الحواس وغیرہ ہے تو ان مولویوں کو کیا کہیں جو اسلام کا دعوے رکھنے اور فرزانہ کہلانے کے باوجود آج تک سوائے دوسروں کو کافر و ملعون بنانے کے اور کچھ نہ کر سکے سچ فرمایا تھا شبلی مرحوم نے ؎

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

شیخ عبدالقادر مرحوم

۹ر فروری کو پنجاب کے ایک نہایت محترم بزرگ انسان سر شیخ عبدالقادر رحلت فرمائے عالم جاودانی ہو گئے شیخ صاحب مرحوم کی ذات گرامی کئی پہلوؤں سے گوناگون خوبیوں اور محاسن کا مجموعہ تھی نہ صرف علم و ادب اور اردو زبان کے وہ سب سے بڑے محسن تھے بلکہ ان کے اخلاق و اعمال ہر شخص کی گرویدگی کا موجب تھے ہر مذہبی علمی مجلس میں ان کا وجود باعث فخر و ناز سمجھا جاتا تھا۔ وہ پنجاب کے ان نیک دل بزرگوں میں سے تھے جن کو سر دلعزیزی کی تمنا کسی ناواجب اقدام پر مجبور کرنے کا موجب نہ ہوئی جماعت احمدیہ کے ساتھ ان کے تعلقات دیرینہ اور مخلصانہ تھے۔ اس جماعت کی اسلامی خدمات کے وہ دل سے قائل تھے اور قیام انگلستان کے زمانہ میں بھی ہماری تبلیغی مساعی میں بوقت ضرورت ہمیشہ معاونت کا موجب ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ہمیں ان کی بیگم صاحبہ، فرزندان اور دیگر اعزا و اقارب سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے یہ ایک قومی حادثہ ہے جس کی تلافی موجودہ ایام میں بظاہر ناممکن نظر آتی ہے۔

تنازعۂ کشمیر

کشمیر کا تنازعہ آج کل جس مرحلہ پر ہے اس سے امید کی جا سکتی ہے کہ اگر سلامتی کونسل کے اراکین کی نیت بخیر ہے۔ تو عنقریب اس کا خاطر خواہ تصفیہ ہو جائیگا پچھلے تین چار دنوں میں سر محمد ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان نے سلامتی کونسل میں اس مسئلہ پر تقریر کرتے ہوئے پاکستان کے حقوق اور ہندوستان کی ہٹ دھرمی کی وضاحت جن ٹھوس دلائل سے کی ہے ان سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا ہے کہ ہندوستان اپنے تسلیم کردہ فیصلوں سے انحراف کر کے اس مسئلہ کو خواہ مخواہ کھٹائی میں ڈال رہا ہے۔ سر ظفر اللہ خاں نے بجا فرمایا کہ پاکستان نے یہ کوتاہی کی کہ کشمیر پر حملہ کر کے ڈوگرہ راج کو ختم کرنے کے بجائے اس معاملہ کو پر امن طریق سے سلجھانا ضروری سمجھا۔ لیکن ہم کہیں گے کہ یہ پر امن طریق اگر کسی کے لئے مفید ثابت ہوا تو وہ ہندوستان یا کشمیر کا عبداللہ شاہی ڈوگرہ راج ہی ہے ورنہ کشمیر کے تمام باشندے جو پاکستان سے کشمیر کے الحاق کے لئے مضطرب ہیں جس بری طرح سے ظلم و ستم کا شکار ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ ان کے لئے امن عنقا ہو چکا ہے۔ اور اس وقت تک وہ پاکستان کی خواہش امن سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتے جب تک ہندوستان کے پنجہ سے نکل کر آزاد نہ ہو جائیں۔ خدا کرے کہ سلامتی کونسل جلد از جلد استصواب رائے کا انتظام کر کے ان لوگوں کی رستگاری کا موجب ہو۔

احرار کی فتنہ انگیزی

اللہ تعالےٰ نے قائد اعظم مرحوم کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف العقیدہ مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی توفیق بخش کر انہیں پاکستان جیسی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمایا۔ مگر مسلمانوں کے اس بابرکت اور نفع بخش اتحاد سے جن علمائے دین کا ذریعہ معاش بند ہو گیا تھا وہ دو سال کی بیکاری کے بعد اب پھر سے مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر اپنی روزی پیدا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ پہلے سکھوں کی طرح پاکستان کے مخالف تھے۔ اب منافقین مکہ کی طرح پاکستان کی ظاہری بیعت کر کے اسے اندرونی طور پر کمزور کرنے میں لگ گئے ہیں۔ یہ طبقہ تبلیغ کے نام پر اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ شہر بشہر جلسے منعقد کر کے پاکستان کا داخلی امن برباد کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک جلسہ ۲۰-۲۱ر جنوری کو منڈی بہاؤالدین میں کیا گیا حضرت مرزا صاحب کو فاش گالیاں دی گئیں۔ امن کش اور فساد انگیز تقریریں کی گئیں خطرناک نظمیں پڑھی گئیں۔ احمدیوں کو مرتد اور نعوذ باللہ حضور پاک صلعم کی عزت پر ہاتھ ڈالنے والا کہا گیا۔ اور مسلمانوں کو اکسایا گیا کہ "جس طرح یہود کو عرب بدر کرنے کا حکم تھا اسی طرح میرزائیوں کو پاکستان بدر کرنا شرعاً ضروری ہے۔" چوہدری ظفر اللہ خاں کی بابت کہا گیا کہ محض اس کی بد دیانتی کی وجہ سے ضلع گورداسپور ہندوستان کو ملا ہے۔ اور محض میرزائیوں کی غداری کی وجہ سے کشمیر مسلمانوں کے لئے مصیبت بن گیا ہے غرضیکہ بڑے بڑے جھوٹ بول کر مسلمانوں کو مشتعل کیا گیا۔ اگر ضلع کے حکام اعلےٰ کے پاس اس جلسہ کی مکمل رپورٹ پہنچی ہے تو وہ ایسے جلسوں اور ایسی تقاریر کو امن عامہ کے لئے مضر سمجھیں گے۔ کیا آجکل کے نازک حالات میں کوئی حکومت اپنے داخلی امن سے بے نیازی برت کر اور شرارتی طبقہ کو فساد انگیزی کی اجازت دے کر چند مسلمانوں کے ذریعہ ہی دشمنان پاکستان کی خواہشات کو پورا ہوتے دیکھ سکتی ہے؟

نامہ نگار

اشاعتِ قرآن کی بلند آرزو کو اپنے قلوب میں پیدا کرو

بلند آرزوئیں بلندی کے حصول کا ذریعہ ہیں

غلبۂ اسلام اور الٰہی ارادہ

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ۔ لاہور مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ:۔ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون۔

تبلیغ اسلام روحانی بیداری پیدا کرتا ہے

جس امر کی طرف میں نے پچھلے خطبہ میں توجہ دلائی تھی اسی کے متعلق کچھ مزید باتیں اس وقت کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا تھا اور یہ امر ظاہر بھی ہے کہ تبلیغ اسلام یا قرآن کریم کا دنیا میں پہنچانا جو فی الحقیقت دوسرا نام ہے دنیا میں روحانی بیداری پیدا کرنے کا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ دنیا اس وقت حتیٰ کہ مسلمان بھی اندرونی حالت کی اصلاح کی نسبت مادہ پرستی اور زندگی کی ظاہری شان شوکت کی طرف زیادہ مائل ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ اسی وجہ سے اس کام کے لئے ایک زبردست روحانی قوت کی ضرورت ہے جو فی الحقیقت ہمارا اپنا اختیار کردہ نہیں کہ ہم نے ایک انجمن بنا کر تبلیغ اسلام کے کام کو اختیار کر لیا ہو بلکہ خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں اپنے ایک امام کو کھڑا کیا اور درحقیقت روحانی بیداری پیدا کرنا اس کا کام تھا۔ اس کی آواز پر ہم نے بھی لبیک کہا اور اس لبیک کہنے کا منشاء سوائے اس کے کچھ بھی نہ تھا کہ جو کام اللہ تعالےٰ نے اس وقت امام زماں کے سپرد کیا تھا اسکو ہم بھی اپنی زندگی کا مقصد بنائیں گے اور آپ کی وفات کے بعد جو لوگ زندہ رہیں گے وہ آپ کے اس کام کو زندہ رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اس کا ایک حصہ تو میں نے پچھلے خطبہ میں بیان کر دیا تھا۔ میں نے بتایا تھا کہ دُعا سے بلاشبہ اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے اور اس سے انسان کا خدا سے تعلق قائم ہو سکتا ہے۔ اور شاید یہ بہترین ذریعہ ہے کیونکہ اس سے خدا کی ہستی کا احساس انسان کے قلب میں بڑی قوت سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے یہ بھی کہا تھا کہ یہ دعا اس میں شبہ نہیں کہ لوگ اپنی بھلائی اور ذاتی منفعت کے حصول کے لئے بھی کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی چیزوں کا طلب کرنا یہ دعا نہیں جس سے انسان کے اندر روحانی قوت پیدا ہو کیونکہ دنیا اگر مل بھی جائے تو دنیا کی طرف ہی میلان بڑھے گا۔

دعا اور بلند آرزوئیں

اس وقت میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ دُعا جو فی الحقیقت انسان کو خدا کے نزدیک کر سکتی ہے۔ وہ کونسی دعا ہے۔ دُعا درحقیقت ایک آرزو کا نام ہے۔ اس آرزو کا جو انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان اپنی آرزوؤں ہی کے مطابق بنتا اور بگڑتا ہے جیسی اس کی آرزوئیں ہوتی ہیں ویسا ہی وہ انسان بن جاتا ہے وہ لوگ جن کے قلوب میں دنیا کی پست خواہشیں غالب ہوتی ہیں وہ پستی کی طرف جاتے ہیں لیکن وہ جس کے قلب میں بلند آرزوئیں پیدا ہوں ان کے لئے امکان ہے کہ اسکا قدم بلندی کی طرف اُٹھ سکے یا دوسرے لفظوں میں وہ خدا کے قریب ہو سکے۔

ہر بلند آرزو کا حاصل ہونا ضروری نہیں

یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بلند آرزو جو انسان کے دل میں پیدا ہو وہ فی الواقع انسان کو بلندی کی طرف لے بھی جائے۔ یہ سچ ہے کہ پست خواہشات کے دل میں پیدا ہونے سے انسان کا قدم پستی کی طرف اُٹھتا ہے اور بلند آرزوؤں کے پیدا ہونے سے بلندی کی طرف۔ مگر دونوں میں ایک فرق ہے۔ پستی کی طرف انسان کا قدم جلد اُٹھتا ہے اور بلندی کیطرف مشکل سے۔ جیسے ظاہر رنگ میں آپ اگر نیچے کی طرف جائیں تو قدم بڑی تیزی سے اُٹھتا ہے لیکن بلندی پر چڑھتے وقت قدم نسبتاً بڑی مشکل کے ساتھ اُٹھتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کان یصعد فی السماء اسی طرح بلند خواہشات اور آرزوؤں کو دل میں پیدا کرنے سے انسان بے شک بلندیوں کی طرف جا سکتا ہے لیکن اس کی طرف قدم اُٹھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جو جو آرزوئیں انسان کے دل میں اُٹھتی ہیں وہ سب پوری بھی ہو جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ ام للانسان ما تمنیٰ

انسان جو تمنا کرتا ہے اسی کے مطابق ہی اسے سب کچھ مل تو نہیں جاتا۔

دعا کی قبولیت

تو یہ تو سچ ہے کہ انسان کے دل میں ایک بلند آرزو پیدا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ پوری بھی ہو جائے۔ لیکن بعض آرزوئیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ارادہ الٰہی بھی ان کے ساتھ مل جاتا ہے۔ اصل میں تو انسان کی سب سے بلند آرزو خدا سے ملنے کی ہے۔ لیکن اسے بھی اصلی قوت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب خدائی ارادہ بھی اس کے ساتھ شامل ہو جائے یہی مطلب ہے دعا اور اس کی قبولیت کا دعا نام ہے آرزو کے پیدا ہونے کا اور اس کی قبولیت ہے خدائی ارادہ کا اس کے ساتھ مل جانا۔

ماموروں کی دعائیں اور تڑپ

ایک تو دنیا میں وہ عظیم الشان لوگ ہوتے ہیں جن کے دل میں اس قدر درد ہوتا ہے کہ ان کی دُعا سے زمین اور آسمان کی طاقتیں مل جاتی ہیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ خدائی ارادہ بھی مل جاتا ہے۔ ان کے دلوں میں ایک تڑپ اُٹھتی ہے تو ایک انقلاب پیدا کر دیتی ہے یہ مقام ہر ایک کو میسر آنا بڑا مشکل ہے۔ اس تڑپ کا مظاہرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے پھر آپ کے صحابہ اور آئمہ دین کی زندگیوں کے اندر نظر آتا ہے۔ اور آج کے امام وقت کی زندگی میں بھی نظر آتا ہے مگر وہ کتنا بڑا درد ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک جگہ فرمایا ہے

جوش اجابتش کہ بوقت دعا بود
زاں گونہ زاریم شنید است مادرم

یعنی اجابت کے وقت جو جوش میرے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس قدر زیردست ہوتا ہے کہ بچہ ہونے کی حالت میں میری ماں نے بھی میری ایسی دردناک آواز نہ سنی ہوگی

امام زماں کی بعثت اور الٰہی ارادہ

ایسی درد سے ان لوگوں کی دعاؤں میں وہ قوت پیدا ہوتی ہے کہ خدائی ارادہ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں لیکن

میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے اگر اس سخت کام پر ہمیں لگایا ہے تو اس کے ساتھ ایک خوشخبری بھی دی ہے کہ جس کام پر ہمیں لگایا گیا ہے وہ ہو کر رہنے گا کیونکہ اس کے لئے خدائی ارادہ ہو چکا ہے تو انسان کی آرزو میں جس چیز سے قوت پیدا ہوتی ہے یعنی خدائی ارادہ وہ ہو چکا ہے۔ اب ضرورت ہے تو صرف اس امر کی کہ آپ اپنی دعاؤں کے ذریعہ سے اس خدائی ارادہ کو اپنے اندر جذب کر سکیں۔ وہ خدائی ارادہ وہی ہے جو امام زماں کی بعثت کے ساتھ مقدر تھا۔ یعنی اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنا۔ اور قرآن کے نور کا تمام دنیا کے اطراف واکناف میں پھیلنا۔ یہ وقت مقدر تھا کہ اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے۔ یہ بات نہ میرے اختیار کی تھی نہ آپ کے۔ مگر اب تو اسلام کی قبولیت کی ایک رَو چل پڑی ہے یہ ابتداء سے ہی اسلام کے غلبہ کا وقت مقدر تھا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے امام زماں کو بھیجا کہ لوگوں کو اس طرف متوجہ کریں۔ اور ان میں کام کرنے کی ایک قوت پیدا کر دیں۔ آج جب کہ اسلام کے غالب آنے کا الٰہی ارادہ ہو چکا ہے تو ہماری دعا بھی ہونی چاہیئے کہ اسلام دنیا میں غالب ہو اور قرآن کا نور تمام دنیا میں پھیل جائے۔ یہی وہ دعا ہے جس کی قبولیت میں کوئی شبہ نہیں اور آج دعا کی قبولیت کو خدا نے ہمارے لئے آسان کر دیا ہے مگر اس غلبہ کے دو مرحلے ہیں۔

غلبہ کے لئے پہلی منزل تو یہی ہے کہ قرآن کریم لوگوں تک پہنچ جائے اس کا پہنچ جانا ایک منزل ہے اور پھر اس کا دلوں کے اندر داخل ہو جانا اور قلوب میں روشنی پیدا کر دینا یہ دوسری منزل ہے۔ اس لئے کہ جہاں قرآن کریم آج تک پہنچا ہوا ہے وہاں بھی قلوب ابھی اس نور سے روشن نہیں ہوئے۔ مسلمانوں کی ابھی تک یہ حالت ہے کہ باوجود قرآن کریم پر ایمان ہونے کے ان کا اس کی تعلیم کے مطابق عمل نہیں نیز اسے دنیا میں آگے پہنچانے کا جوش قطعاً نہیں اگر ہے بھی تو اتنا کمزور کہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ . . . .

ہماری دعاؤں کا مرکزی نقطہ قرآن کریم کی اشاعت ہو

پس ہماری دعاؤں کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ کس طرح یہ قرآن دنیا میں پہنچے اور کس طرح انسانی قلوب کے اندر داخل ہو۔ میں صرف واقعات آپ کے سامنے رکھتا ہوں ہماری یہ دعائیں کن الفاظ میں ہوں اس کا اظہار ہر شخص کے اپنے درد اور احساس پر ہے ہاں جس چیز سے ہمارے دلوں کے اندر درد پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا پاک کلام قرآن کریم جس کے اندر دنیا کی حقیقی راحت کے بیش بہا خزانے موجود ہیں۔ جس میں تمام قوموں کی بیماریوں کا علاج موجود ہے۔ جس میں بنی نوع انسان کی ان تمام بیماریوں جو اُن کے قلوب کو لاحق ہوتی ہیں ان کا کامل طور پر علاج موجود ہے۔ اسی قرآن کو ہم دنیا تک پہنچانے میں عاجز ہیں تو ابھی یہ پہلا مرحلہ ہے۔ اس کے نور کو دلوں تک پہنچانا تو بہت دور کی بات ہے آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اپنی اپنی ضروریات کے لئے ہم سب کچھ کر لیتے ہیں کیونکہ ان کے لئے ہمارے دلوں میں تڑپ ہوتی ہے۔ لیکن اگر درد پیدا نہیں ہوتا تو اس بیش بہا خزانے کو لوگوں تک پہنچانے کا نہیں ہوتا۔

قرآن کی اشاعت اور صحابہ کا جذبہ

مسلمانوں کا یہ ہزار سال اسی غفلت میں گذرا ہے۔ سر آغا خاں نے ابھی کراچی میں ایک تقریر کی ہے۔ اس کا ایک فقرہ مجھے بہت پسند آیا ہے انہوں نے کہا۔ اسلام کو اپنا ہادی راہ بناؤ لیکن اس اسلام کو نہیں جو تیسری صدی ہجری میں تھا بلکہ اس اسلام کو جو پہلی صدی میں تھا۔ باوجود اپنے شیعہ مسلک کے انہوں نے بنو امیہ کی تعریف کی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اس صدی میں لوگوں کے اندر اسلام اور قرآن کریم کے نور کو دنیا تک پہنچانے کا ایک جوش اور ولولہ تھا۔ واقعات کو دیکھ لیجئے۔ ایک سو سال کے اندر کس قدر دُور دور تک اسلام پھیل گیا مسلمانوں نے اس ہزار سال میں سب کچھ بھلا دیا۔

صحابہ والی تڑپ پیدا کرنے کی ضرورت

آج ہمارے دلوں میں قرآن کریم کو دنیا تک پہنچانے کی تڑپ پیدا نہیں ہوئی۔ جب میں یہ کہتا ہوں ہمارے دلوں میں یہ تڑپ پیدا نہیں ہوئی تو میں اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو اس سے مستثنےٰ نہیں کرتا۔ جماعت میں وہ جوش اور تڑپ نہیں جس کے حامل پہلی صدی کے مسلمان تھے میں بھی اسی جماعت کا ایک فرد ہوں۔ اگر ہم میں وہ تڑپ اور درد ہوتا جو پہلی صدی کے مسلمانوں میں تھا تو آج جبکہ امام زماں کی بعثت پر ساٹھ سال گذر گئے ہیں کیا ہم اسی حالت میں ہی ہوتے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ہم نے اپنے اندر وہ تڑپ ہی پیدا نہیں کی اور نہ ہی اسے دنیا تک پہنچانے کے لئے وہ کوشش کی۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاک گروہ نے کی۔

قابلِ غور امر

آخر یہ کیا نقص ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ مسلمانوں کو اتنی محبت ہونے کے باوجود ان کے دلوں میں یہ جذبہ اور درد پیدا نہیں ہوتا کہ اسے وہ دنیا کے اطراف واکناف تک پہنچا دیں۔ عیسائیوں کو بائبل کے ساتھ وہ محبت نہیں جو مسلمانوں کو قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ باوجود اس کے عیسائیوں نے بائبل کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ اور مسلمانوں نے اپنی کتاب کو دنیا تک پہنچانے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔

قرآن کی اشاعت اور ہمارا عجز!

کس قدر افسوس کا یہ مقام ہے آج ہماری جماعت کے ہاتھوں میں سات مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہوئے ہوئے موجود ہیں لیکن ہم عاجز آ گئے ہیں کہ ہم انہیں چھپوا سکیں اور دنیا کے کچھ حصہ تک اس نعمت کو پہنچا سکیں۔ آخر غور کیجئے گوشوں میں اکیلے ہو کر سوچئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ہم نے عذر تو کر دیا کہ انجمن کے پاس روپیہ نہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر ہمارے دلوں میں اسکو دنیا تک پہنچانے کے لئے صحابہ والی تڑپ ہوتی تو کیا اس کے لئے اسباب مہیا نہیں ہو سکتے تھے۔ دلوں میں تڑپ ہو تو اسباب پیدا ہو جاتے ہیں

ایک مجاہد کی تڑپ

مرزا ولی احمد بیگ صاحب کو دیکھئے (مرزا صاحب موصوف تین ہفتے کے لئے لاہور میں تشریف لائے ہیں اور جمعہ میں موجود تھے۔ ادارہ) اکیلے آدمی نے کس قدر کام کر دیا۔ آج تو بڑی خوبی سے لیکچر دے سکتے ہیں۔ لیکن پہلے دن جب ہم انہیں جاوا روانہ کرنے لگے تھے تو بہت سے احباب نے تقریریں کیں اور جب ان کی باری آئی تو یہ کہکر بیٹھ گئے کہ پہلے کچھ کام کر کے دکھاؤں تو پھر کچھ کہوں گا۔ خدا نے ان سے بڑا کام لیا ہے۔ جاوا میں اکیلے آدمی نے ایک مضبوط جماعت پیدا کر دی۔ قرآن کریم کا ڈچ زبان میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ ریلیجن آف اسلام۔ ارلی کیلیفٹ۔ محمد دی پرافٹ اور ٹیچنگز آف اسلام کے تراجم ڈچ زبان میں کرا کر شائع کئے۔ دل میں تڑپ تھی سامان خدا پیدا کرتا گیا۔

پوری قوت خرچ کیجئے

غور کیجئے ایک آدمی کے درد سے کتنا بڑا کام ہو گیا۔ تو میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ سب کے سب ایک کام کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ اور اپنی ساری قوت قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے کے لئے صرف کر دو۔ اس کے حصول کے لئے دلوں کی طاقت اور ہاتھوں کی طاقت دونوں کو خرچ کر دو کیا یہ واقعی ایسا ہی ہے کہ ہم اسکو کرنے سے عاجز آ گئے ہیں اور اب ان ترجموں کو چھپوا نہیں سکتے۔ خوب یاد رکھئے یہ خدائی ارادہ ہے۔ ایسا ضرور ہو کر رہے گا۔ ہاں تھوڑی سی قوت خرچ کرنے کی ضرورت ہے

اشاعت قرآن کیلئے تڑپ پیدا کیجئے

میں آپ سے صرف ایک چیز مانگتا ہوں وہ سب کے دلوں کی تڑپ اس کی اشاعت کے لئے ایک تڑپ اپنے قلوب میں پیدا کیجئے خدا کے آگے گریئے اور گڑگڑائیے کہ اے خدا یہ تیرا پاک کلام قرآن مجید جس میں ایک بیش بہا خزانہ ہے اور آج تمام نسل انسانی کو جو ہلاکت کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اسکو بچا سکتا ہے اور ان انسانیت سے گری ہوئی قوموں میں بلند اخلاق پیدا کر سکتا ہے اور انہیں تیرے حضور جھکا سکتا ہے یہ کیوں (باقی دیکھو صفحہ ۵ پر)

مذاہب دنیا میں آئے انہوں نے نسل انسانی کو دو ہی پیغام دیئے ایک توحید کا اور دوسرے خدمت خلق کا۔ شروع شروع میں انبیاء اپنے اپنے قبائل کے لئے آتے تھے۔ سماجی شعور کے ارتقاء سے جب ایک پھیلاؤ پیدا ہوکر ایک قومی زندگی کی بنیا دپڑی تو اب یہ شعور ارتقائی منازل طے کرکے اس مقام پر آ پہنچا تھا کہ قومی شعور سے بین الاقوامی شعور میں منتقل ہو جاتا ... یہی وجہ ہے کہ اس دور کے قرب میں جو پیغمبر پیدا ہوئے مثلاً ہندوستان میں حضرت بدھ۔ اور یہودیوں میں حضرت عیسیٰؑ باوجود اسکے کہ وہ قومی پیغمبر تھے اور ان کی تعلیمات صاف طور پہ ان کی اپنی اپنی قوم کے لئے ہی مخصوص تھیں پھر بھی اُن کے مذاہب اُن کی وفات کے بعد دوسری قوموں میں پھیل گئے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ان کے پیغام میں آنے والا دور یعنی بین الاقوامی دور کی کوئی جھلک موجود تھی۔ حضرت عیسیٰؑ نے جو اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہا تھا۔

" مجھے ابھی بہت ساری باتیں
تمہیں بتلانی ہیں مگر تم ان کو برداشت
نہیں کر سکتے "

یہ فقرہ قابل غور ہے کہ وہ کونسی باتیں ہو سکتی ہیں جو ان کی قوم برداشت نہیں کرتی تھی۔ یعنی یہ کہ جس کے لئے وہ ذہنی طور پر تیار نہیں تھے۔ یہ دراصل روحانی زندگی میں بین الاقوامیت ہی کا پیغام تھا۔ یہود چھوڑ دنیا میں کوئی قوم بھی اس وقت ایسے پیغام کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی خدا کی توحید کو ماننا لوگوں سے عدل اور احسان کرنا یہ بات تو سب کی سمجھ میں آ سکتی تھی۔ لیکن اس سے باہر حقوق اور فرائض کا کوئی تصور ان کے ذہن میں نہیں آسکتا تھا۔ اور نہ ہی ان کے مذہب کے اندر اس کے لئے کوئی پیغام موجود تھا۔

ہمارے خیال میں یورپین تمدن میں بین الاقوامی جو کشش نظر آتی ہے وہ اسی کے نتیجہ میں ہے۔ سائنس کی ایجادات کے باعث بیشک تمام بنی نوع انسان ایک ہی ملک کے باشندہ کے حکم میں نظر آتے ہیں لیکن ان کے سماجی اور اخلاقی شعور کے اندر اس اتحاد کے لئے کوئی بھی گنجائش نہیں یہی وجہ ہے کہ جو بھی نئی چیز ان کے علم میں آتی ہے اسکو ایک دوسرے کے خلاف تباہ کرنے کے لئے لگ جاتے ہیں۔ لیکن آج اگر وہ کسی ایسے اخلاقی دستور کے قائل ہو جائیں جس کے اندر بین الاقوامی معاشرہ کے لئے نہ صرف اصول ہی موجود ہوں بلکہ تفصیلی ہدایت بھی تو نہ صرف ممکن ہے بلکہ لازمی ہے کہ یہ تباہ کاریوں کا جو ہولناک امکان ہمارے سامنے ہے بالکل باقی نہ رہے گا کیونکہ قوموں کے درمیان جو ایک دوسرے کے خلاف اس وقت بغض موجود ہے وہ اس ذریعہ سے ہٹ جائے گا۔

دوم۔ امن پیدا کرنے کے لئے ایک اور چیز کی ضرورت ہے اور وہ ہے تمام بنی نوع انسان کی ایک خاص تربیت کرنا اور اس کے اندر ایک مضبوط رائے عامہ پیدا کرنا جس سے کہ ایٹم بم ہائیڈروجن بم یا اس سے بھی زیادہ ...... کوئی اور ہولناک چیز ہو اس کے استعمال پر جو قوم بھی آمادہ ہو اس کو وہی حیثیت دی جائے جو ہر ملک اور معاشرہ میں ایک چور اور ڈاکو کو دی جاتی ہے۔ اگر یہ پوچھا جائے کہ آیا اس کے لئے نوع انسانی میں کوئی صلاحیت یا امکان بھی موجود ہے تو اس کے جواب میں میں عرض کروں گا کہ باوجود ان تباہیوں کے جو گذشتہ دو جنگوں نے ہمارے سامنے پیش کی ہیں اور اس شیطانی جوش کے جو مغربی اقوام کے اندر پایا جاتا ہے اب بھی اس قدر احساس موجود ہے کہ ریڈ کراس سوسائٹی کے لوگوں کو اور اخبار کے نمایندوں کو ان وحشتناک جنگ کے میدانوں میں کچھ بھی نہیں کہا جاتا۔ یہ محض اس لئے کہ ان کے متعلق کچھ بین الاقوامی معاہدے موجود ہیں اور کچھ اخلاقی شعور بھی۔ لہذا ناامیدی کی کوئی بات نہیں۔ نوع انسانی کی ایسی تربیت ہو سکتی ہے جس سے کہ ان ہتھیاروں کے استعمال کو ایک جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور رائے عامہ اگر اتنی زبردست ہو جائے کہ ہر قوم کے اکثر افراد اس کے قائل ہو جائیں تو ان چیزوں کا استعمال کم از کم جنگوں میں بند ہو سکتا ہے

قرآن کریم کی زبردست روحانی قوت

قرآن کریم نے جو فرمایا ہے:۔

لو انزلنا ھذا القراٰن علیٰ جبل لرایتہ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللّٰہ ۔ اسمیں پہاڑ ٹوٹنے کا ذکر کیوں آیا؟ حال ہی میں اخباروں کے اندر یہ خبر آئی تھی کہ روس میں ایٹم بم کے ذریعہ بہت سارے دشوار گذار پہاڑوں کو پھاڑ دیا گیا ہے تاکہ آمدورفت کے لئے آسانی ہو۔ یہ جو قدرتی طاقتوں کے استعمال سے آج کل پہاڑ بھی توڑے جانے لگے ہیں غالباً قرآن کریم کا اشارہ اسی طرف ہے کہ ایسے امکانات کو دیکھ کر خدا کی طاقت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کے منہ سے بولے الفاظ جو ہونگے کیا ان کی طاقت ایٹم بم یا ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ نہیں ہونی چاہیئے

کیا ان طاقتوں کا استعمال جن لوگوں کے ہاتھ میں آئے گا ان کو قابو کرنے کے لئے خدا کے الہام کردہ الفاظ کے اندر طاقت نہیں ہوگی۔ ہائیڈروجن بم کو مسخر کرنے کے لئے جس روحانی قوت کی ضرورت ہو سکتی ہے اسکو قرآن کریم پیدا کر سکتا ہے اور انشاء اللہ یہی ہوکر رہے گا۔ ابھی تک قرآن کریم کی جاذبیت کا اندازہ ہم پیدائشی مسلمانوں کو نہیں ہے۔ یہ مغربی اقوام جو اتنی طاقت کی مالک ہیں جو اس وقت ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے کھیلتی ہیں ان کو مسخر کرنے کی طاقت یقیناً قرآن کریم میں موجود ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ ان کو مسخر تو کیا کرنا ان کے قلوب کو قرآن کریم مسخر کرے گا۔ اور جب قرآن کریم قلب پر قابو پاگیا تو ان کے دماغ اور جذبات کے ذریعہ ان کے ہاتھوں پہ قابو پاکر ان بموں کو تباہ کاریوں کے رستہ سے ہٹا کر بنی نوع انسان کی آسانی اور بہبودی کے رستہ میں لگانے میں کامیاب ہوگا۔ انشاء اللہ

بقیہ خطبہ از صؔ ۶

آج بے کسی کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ ہم عاجز ہیں اے ذوالمجد خدا تو اپنے فضل سے اس کی اشاعت کیلئے کوئی اسباب پیدا کردے۔ اور ہمارے قلوب میں بھی اس کی خدمت کی ایک تڑپ پیدا کردے۔

راتوں کو اُٹھئے

ایک ایک آدمی آپ میں سے اُٹھے اور خدا کے آگے روئے۔ ہمارا خدا بڑا بلند ہے۔ لیکن بلندیوں کے باوجود اس کا رحم انسانوں پر بہت جلد نازل ہوتا ہے۔ وہ عاجز اور کمزور انسانوں کو بھی اپنی درگاہ میں قبول کر لیتا ہے اور اس سے وہ کام لیتا ہے کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ راتوں کو اُٹھیئے اور اس تڑپ کے حصول کے لئے دعائیں کیجئے۔ اگر رات کو گرم بستر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تو دن کو ہی کسی وقت خدا کے حضور تنہائی میں گر پڑیئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا کچھ حصہ گھر پہ پڑھتے تھے۔ اگر خدا آپ کو نماز باجماعت کی توفیق دیتا رہے تو بھی کچھ حصہ نماز کا گھر میں پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ تنہائی اور علیحدگی میں دعا کیجئے کہ آخر ہم قرآن کریم کو دنیا میں پھیلانے سے کیوں عاجز آگئے۔ ہم نے امام زمان سے ایک عہد اور اقرار کیا تھا۔ اس کے باوجود ہم میں کیوں وہ طاقت و قوت نہیں رہی۔

سَو زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم

میں پھر کہتا ہوں اپنی آرزوؤں کو اس قدر بلند کیجئے کہ آپ میں ہر ایک چاہے وہ عمر کے آخری حصہ پر پہنچ چکا ہے یا وہ ابھی جوان ہے خدا کے رحم کو حرکت میں لانے کے لئے ایک مقصد اپنے سامنے رکھے۔ وہ یہ کہ اے خدا تو ہماری زندگی میں ہمیں وہ سامان عطا فرما۔ اور ایسے حالات پیدا کردے کہ جس میں وہ سامان مل جائیں جس سے کہ ہم کم از کم ایک سَو (۱۰۰) مختلف زبانوں میں تیرے پاک کلام قرآن مجید کو پہنچا سکیں ملکوں کے ملک اور قوموں کی قومیں ایسی ہیں کہ ابھی تک انہیں قرآن کی تعلیم اور اسلام کی کچھ بھی خبر نہیں۔

ہندوستان میں اشاعت اسلام

یہی ہندوستان جو ہمارا ہمسایہ ملک ہے کیا اس کے لئے بھی آپ کے قلوب میں درد پیدا نہیں ہوتا ہم ہندوؤں یا سکھوں کی شکایت کرتے ہیں مگر کیا یہ سچ نہیں کہ ان کا سلوک ہم سے صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے قرآن کریم کو ان لوگوں تک نہیں پہنچایا۔ آج بھی اگر ان دکھوں سے نجات چاہتے ہو تو خدا کی سب سے بڑی نعمت قرآن کی قدر کرو اور ایسے لوگوں تک پہنچاؤ۔ مصائب ابھی موجود ہیں۔ اس ملک میں جو مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کی تکالیف کوئی معمولی چیز نہیں اور یہ بھی خیال نہ کرو کہ ہم آرام میں ہیں ہمیں ان سے کیا غرض۔ یاد رکھئے آپ بھی ان دکھوں سے ابھی بہت دُور نہیں ہوئے۔ کہ آپ اس خطرہ سے بکلی خالی ہو گئے ہوں۔ اس لئے اس تڑپ کو جلد اپنے قلوب میں پیدا کیجئے۔ دعائیں کیجئے تا وہ سامان بھی میسر آجائیں کہ ہم اس قرآن کے ذریعہ سے دنیا کو اس کے آگے جھکتا ہوا دیکھ لیں گے۔ ہاں ہمارا کام

صرف پہنچا دینا ہے۔ وہ طاقت خود قرآن کریم کے اندر ہے۔ کہ وہ قوموں کی قوموں کو اپنے سامنے جھکا لے ہم میں سے ہر ایک آدمی اس عظیم الشان انقلاب کو برپا کرنے کے لئے دعائیں کرے اور خدا کے آگے روئے۔ یہی وہ دعا ہے جو آپ کو پستی سے اُٹھا کر بلندی کی طرف لے جا سکتی ہے۔

مبلغین کی کامیابی کیلئے دعائیں کیجئے

پھر اگر آپ خود اس کام کو نہیں کرتے تو یہ لوگ جو آج دنیا کے مختلف حصوں میں قرآن کو پہنچانے میں مشغول ہیں ان کی مشکلات کو سامنے رکھ کر ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کیجئے۔ امریکہ میں ہمارا ایک مبلغ بیٹھا ہے۔ اور وہاں وہ قرآن کریم کو ان تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ انگلستان اور اسی طرح دیگر ممالک میں بھی قرآن کو پہنچانے کے لئے ہم میں سے ہمارے بھائی وطن چھوڑ کر جا بیٹھے ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے دلوں میں کبھی خیال آتا ہے کہ ان لوگوں کو اس رستہ میں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور نہیں تو کم از کم اپنی دعاؤں ہی میں ان کی امداد کیجئے۔ اپنے مالوں میں سے کچھ خرچ کرتے وقت تو ہماری جانیں نکلنے لگتی ہیں، مال نہ سہی اپنی دعاؤں ہی سے ان کی امداد کرو۔ ایک ایک کا نام لیکر ان کے لئے نصرت طلب کرو۔ تا دنیا قرآن کریم کے نور سے منور ہو جائے۔ یہ آپ کی دعاؤں کا دوسرا حصہ ہونا چاہیئے۔

ساری جماعت کیلئے دعائیں کیجئے

اس سے نیچے اُتر کر اس ساری جماعت کے لئے دعائیں کیجئے جو کچھ بھی تھوڑا بہت اس کام کو کر رہی ہے اپنے بھائیوں کے لئے دعا کرو۔ کہ جنہوں نے امام زماں کے ساتھ عہد کیا تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ ان میں سے بہت ہیں جو اپنے عہد پر قائم نہیں رہے ان کے لئے دعائیں کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان میں طاقت پیدا کر دے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کر سکیں۔

مسلمانانِ عالم کیلئے دعائیں کیجئے

پھر اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کے لئے دعائیں کرو اُن کے لئے جو آزاد ہیں اور اُن کے لئے بھی جو غیروں کے ماتحت ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ غیر حکومتوں کے نیچے جو مسلمان ہیں ان کی مشکلات کو سامنے رکھ کر ان کے لئے دعائیں کیجئے۔ کہ جہاں جہاں ان پر ظلم ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ان مظالم سے نجات دے۔ معزز خاندانوں کے افراد ان ملکوں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور سخت مصائب کا شکار ہیں۔ در بدر پھر رہے ہیں۔ روس میں مسلمانوں کی حالت سخت نازک ہے۔ ان پر زندگیاں دوبھر ہو گئی ہیں۔ دعائیں کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب مسلمان بھائیوں کو جہاں کہیں بھی وہ ہوں ان مشکلات سے نجات دے جو ان پر مسلمان ہونے کی وجہ سے آ رہی ہیں۔ پھر ہم نے پاکستان تو لے لیا اور جگہ بھی مسلمان حکومتیں موجود ہیں۔ مگر وہ لوگ جو قوم کی رہنمائی کرنے والے ہیں وہ جو اس کے سردار ہیں وہ اپنا فرض ادا نہیں کرتے سیاسی لیڈروں کے لئے بھی دعائیں کیجئے کہ خدا ان میں عوام کی بھلائی کی تڑپ پیدا کرے علماء اور مشائخ کے لئے بھی دعا کریں کہ خدا انہیں اس رستے پر چلائے کہ وہ عوام کی اصلاح کی فکر زیادہ کریں اور اپنے پیٹوں کی فکر کم کریں۔ مسلمانوں میں جو قرآن کے دنیا میں پہنچانے کی طرف سے بے رغبتی ہے اس کے لئے بھی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس غفلت کو دور کر کے قرآن کے سچے عاشق بنا دے۔ اگر آپ کی یہ چھوٹی سی جماعت درد دل سے دعاؤں میں لگ جائے تو یقین جانیئے کہ بہت حد تک خدا کی نصرت شامل ہو کر ان مسلمانوں کی بھی غفلتوں کو دور کر دے گی۔ آج اس بلند مقصد کو چھوڑنے سے مسلمان ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔

جماعت کی درد بھری دعائیں انقلاب پیدا کر سکتی ہیں

دعاؤں پر زور دیجئے۔ ایک تجربہ کیجئے۔ دعا اس درد سے کیجئے جو اس کا حق ہے۔ فی الواقعہ ایک جماعت کی درد بھری دعائیں ایک انقلاب پیدا کر سکتی ہیں۔ متحدہ طور پر دعائیں کیجئے۔ ہم الگ الگ کتنے بھی کمزور ہوں مل کر ایک مقصد کو سامنے رکھ لیں تو اتنی چھوٹی جماعت بھی ایک انقلاب

نظم تبلیغ

بسین شاہ نجم ٹیچر مسلم ہائی سکول

تاریخ عرب کا ایک ورق دلچسپ سماں دکھلاتا ہے
تیرہ سو سال گزرتے ہیں جس عہد کی یاد دلاتا ہے
اس عہد سعادت عہد میں وہ محبوب عرب مرغوب عجم
مامور من اللہ ہوتا ہے الہامی خبریں پاتا ہے
تبلیغ اشاعت عام ہوئی وا رسم و راہ اسلام ہوئی
تعلیم عمل خوش کام ہوئی گمراہ کو راہ دکھلاتا ہے
وہ درس عدالت سمجھا کر وہ فنِ شجاعت سکھلا کر
پیغام اخوت فرما کر توحید کا نقش بٹھاتا ہے
اصلاحِ مفاسد کام اس کا لبریز مرکام جام اس کا
دنیا میں عام انعام اس کا وہ چشمۂ فیض بہاتا ہے
توضیح حقائق صلِّ علیٰ توجیہہ عمل سبحان اللہ
وہ کر کے ہر عقدے کو وا ہر اُلجھن کو سلجھاتا ہے
تسبیح کا غوغا کانوں میں تہلیل کا ورد زبانوں میں
تکبیر کا ساز اذانوں میں تحمید کا نغمہ گاتا ہے
اِک اُمّی درس آموز ہوا انسانوں کا دل سوز ہوا
ایسا حکمت افروز ہوا مکتب میں ادب خود آتا ہے
تائیدِ الٰہی پا کر وہ گمراہ کو راہ دکھا کر وہ
باطل کا نقش مٹا کر وہ اک اپنا رنگ جماتا ہے
بہ مقصد کی تعلیم ہوئی ہر مطلب کی تفہیم ہوئی
ترتیب ہوئی تنظیم ہوئی تخصیص ہوئی تعمیم ہوئی
فرض اپنا تو بس اتنا تھا سمجھا دینا جتلا دینا
اب آگے رضا ہے یاروں کی سُن لینا یا ٹھکرا دینا
گر عشقِ حیات شیریں ہے تو خوگر تلخیٔ دوراں ہو
لانا ہو جوئے شیر اگر تو کوہ کنی دکھلا دینا
کوشش ہے فطرت انسان کی تو اجر تو حق کی جانب سے
آفات طلب میں سہہ سہہ کر کچھ استقلال دکھا دینا
جن ذہنوں تک لیجاؤ گے جن کانوں تک پہنچاؤ گے
پیغام جو لے کر جاؤ گے سمجھا دینا دہرا دینا
جب تک نہ ملیں گے ہم باہم تب تک نہ محبت پھیلے گی
جب تک نہ کریں گے خوئے کرم تب تک نہ شر و شر سکیں گے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر رضا احمدیہ بلڈنگس لاہور

مسلمان کے امتیازی نشانات

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا و یوقر کبیرنا ویامر بالمعروف و ینہ عن المنکر - جامع ترمذی البر والصلہ

ترجمہ:- ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت ملحوظ نہیں رکھتا، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ) نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں (اس میں تمام قوم کے لئے تنبیہ ہے)۔

لوگوں پر رحم کرنے والا ہی اللہ تعالیٰ کے رحم کا مستحق ہے

عن جریر ابن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یرحم الناس لا یرحمہ اللہ هذا حدیث حسن صحیح (جامع ترمذی البر والصلۃ)

ترجمہ:- جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص انسانیت پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر (ہرگز) رحم نہیں فرماتا۔

اپنے بھائی کو ذلت سے بچاؤ

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ردّ عن عرض اخیہ ردّ اللہ عن وجہہ النار یوم القیامۃ هذا حدیث حسن (جامع الترمذی البر والصلہ)

ترجمہ:- ابی درداء سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی (فرد قوم) کی عزت پر حرف نہ آنے دیگا (جو ناسازگار حالات کے ماتحت ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جائے اور اسے اوپر اٹھانے والے کو) اللہ تعالےٰ قیامت کے دن آتش نار جہنم کو روک دے گا۔ یعنی وہ نار دوزخ سے محفوظ رکھا جائے گا۔

بخل اور بدخلقی مومن کا شیوہ نہیں

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان لا تجتمعان فی مومن البخل وسوء الخلق جامع ترمذی القیام

ترجمہ:- ابی سعید خدری سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں (ایسی ہیں جو) مومن میں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتیں (۱) ایک بخل (کنجوسی) (۲) دوسری بدخلقی (مومن کو اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے)

آداب گفتگو و مہمان نوازی

عن ابن شریح العدوی انہ قال ابصرت عینای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسمعتہ اذنای حین تکلم بہ قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ جائزتہ قالوا وما جائزتہ قال یوم ولیلۃ قال والضیافۃ ثلثۃ ایام وما کان بعد ذالک فہو صدقۃ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الاخرۃ فلیقل خیراً او لیسکت هذا حدیث حسن صحیح (جامع ترمذی البر والصلۃ)

ترجمہ:- ابن شریح العدوی رض سے روایت ہے کہ میری (ان دو) آنکھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور میرے (ان) کانوں نے حضور علیہ التحیات والسلام کے ان پاکیزہ کلمات کو سُنا۔ حضورؐ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اُسے چاہیئے کہ اپنے مہمان کی اچھی طرح خاطر مدارات کرے (حسب استطاعت) اچھا کھانا کھلائے" لوگوں نے سوال کیا (حضورؐ) اچھی (غیر معمولی) مہمانی کب تک ہے؟ فرمایا ایک دن رات (ہاں معمولی) مہمانی تین دن تک ہے اور اس کے بعد (اگر مہمان تین دن سے زیادہ ٹھہرے تو یہ تمہاری مہمان نوازی) صدقہ شمار ہوگی (حضور نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا) جو شخص اللہ تعالےٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اسے اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کی گفتگو مفید باتوں پر مشتمل ہو (بیہودہ۔ لغو اور مخرب اخلاق باتوں میں اپنا وقت ضائع نہ کرے) یا پھر چُپ رہے (خاموشی سے دل و دماغ میں روشنی پیدا ہوتی ہے سوچنے سمجھنے کا موقعہ ملتا ہے اور انسانی فطرت کی اس شاخ کی کامل نشو و نما ہوتی ہے)

(۱) احمد آخر زماں کہ نور او ٭ شد دل مردم زخور تاباں ترے

(۲) شد عیاں از وے کمال لوح لاتم ٭ جوہر انساں کہ بود آں مضمرے

(۳) ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال ٭ لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے (مسیح موعودؑ)

(۱) نبی آخر الزمان جس نے اللہ تعالےٰ کی حمد کو کمال تک پہنچا دیا اس کے وجود باجود سے نور کی وہ شعاعیں پھوٹ نکلیں جس سے (ارادت مند) لوگوں کے دل آفتاب سے زیادہ منور ہو گئے۔

(۲) آپ کی ذات بابرکات میں جوہر انسانیت جو کہ فطرت انسانی کی اتھاہ گہرائیوں میں دبا پڑا تھا یکسر کامل اور مکمل طور پر آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوا۔

(۳) چونکہ فطرت انسانی کے تمام کمالات حضورؐ کی ذات بابرکات میں کامل طور پر نمایاں ہو گئے (لہٰذا) لاریب آپؐ خاتم النبیین ٹھیرے۔

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

— حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب بخیریت ہیں

— مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری احمدیہ بلڈنگس میں روزانہ بعد از نماز فجر قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب میں سے ایک اقتباس بھی پڑھکر سنایا جاتا ہے جس سے احباب ....

— گوجرانوالہ .... سے محترم ڈاکٹر حسن علی صاحب پنشنر تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے صاحبزادہ فضل احمد خاں ایم اے کی ترقی بفضل خدا محکمہ آثار قدیمہ پاکستان میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر ہو گئی ہے۔ ہم اس ترقی پر اپنے محترم بھائی کو مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں دینی خدمات سر انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

مبارک

برادر محترم مرزا منظور بیگ (برادر مرزا مسعود بیگ صاحب) کو اللہ تعالیٰ نے فرزند عزیز عطا فرمایا ہے۔ اس خوشی میں مرزا مسعود بیگ صاحب نے مبلغ ۵/- انجمن کو بطور عطیہ مرحمت فرمائے جزاہ اللہ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو عمر دراز عطا فرمائے اور اسکو خادم دین اور والدین کے لئے راحت کا موجب بنائے۔ ہم مرزا منظور بیگ صاحب اور ان کے برادر اکبر مرزا مسعود بیگ صاحب اور تمام افراد خاندان کو مبارکباد عرض کرتے ہیں۔

— شیخ محمد یوسف صاحب گوئنی ملتان سے لکھتے ہیں کہ بابو محمد صدیق خانصاحب ولد خان عبد العزیز خاں صاحب مالک پنجاب موٹر کمپنی ملتان کے گھر فرزند تولد ہوا ہے۔ خاں صاحب نے اس خوشی میں مبلغ ۵/- روپیہ یتامیٰ کی مدد میں بھیجے

سانحۂ ارتحال

ڈاکٹر ملک نامدار خاں صاحب چک

نفرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہوں۔ ان بدبختوں کو یہاں تک حوصلہ ہوا کہ سال ۳۱۷ھ (۹۲۹ء) میں انہوں نے خود مکہ معظمہ پر (نعاکم بدہن) حملہ کر دیا۔ اور خدا تعالیٰ کے اس گھر جسے اس نے ہمیشہ کے دار الامن اور حصار عافیت بنایا تھا۔ اس پر چڑھائی کر کے اپنے لئے دائمی رسوائی کا سامان فراہم کیا۔ اور ایسی ایسی گستاخیوں کے مرتکب ہوئے جن کے تحریر کرنے سے قلم کانپتا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں اس اندوہناک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

(ترجمہ فارسی) آں دشمن خدائے تعالیٰ حاجیاں را بقتل رسانیدہ کہ درمیان مسجد قتل بسیار سے واقعہ گردید واجساد قتیلاں را در چاہ زمزم انداخت وحجر الاسود را بہ گرز ہا فرو کوفت کہ اورا بشکست واز جائے او برکند وتا مدت یازدہ روز در مکہ معظمہ مقیم بودند بعد ازاں موضع شریف رحلت کردند وحجر الاسود را ہم با خود بردند کہ از بیست سال زیادہ تر حجر الاسود نیز د شاں بود و مردماں تا پنجاہ ہزار دینار از برائے شاں اقرار دادند۔ کہ حجر الاسود واپس فرستند آنہا قبول نہ کردند تا اینکہ در ایام خلافت مطیع بہ اللہ آں حجر شریف را از ایشاں گرفتند واپس در جائے او قرار دادند۔"

(سراج المنواریخ ترجمہ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۹۵ - ۳۹۴)

نتیجہ وہی ہوا جس کا احتمال تھا۔ یعنی جب انہوں نے آپس کے افتراق اور انتشار سے اسلام کی شیرازہ بندی کو توڑنا اور ہیئت اجتماعی کو برباد کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی سنت مستمرہ کے مطابق اپنے انعام واکرام کا دست شفقت ان کے سروں پر سے اٹھا لیا۔ اور وہ خلافت کے بعد حکومت اور غلبے کی نعمت سے بھی محروم ہو گئے۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

تاریخ اسلام کے اس اندوہناک باب کا آغاز بھی اسی قسم کے ایک واقعہ سے ہوا یعنی آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے عہد حکومت میں خلیفہ وقت کے لڑکے نے اختلاف عقائد کی بنا پر بعض لوگوں پر تشدد کیا۔ خلیفہ وقت کے وزیر اعظم معین الدین محمد ابن العلقمی نے اس سے برافروختہ ہو کر چنگیزیوں کے فرزند ہلاکو خان کے ساتھ سازش کر لی اور اسے مسلمانوں کے دار السلطنت بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مسلمان اپنے افتراق انگیز اقدامات اور قبیح اعمال کے باعث پہلے ہی مستوجب سزا ہو چکے تھے اس لئے آپس کے اختلاف اور انشقاق کا شکار ہو کر بڑی آسانی کے ساتھ دشمنوں کے ہاتھوں مغلوب ہو گئے وحشی مغلوں نے بغداد پر قبضہ کر لینے کے بعد وہ وہ ظلم ڈھائے جن کی نظیر نہیں ملتی اور غالباً یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہ ہو گا کہ آغاز اسلام سے اس وقت تک مسلمانوں کے سر پر ایسی مصیبت کبھی نازل نہ ہوئی تھی۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ ہزارہا مسلمان خواتین کی آبرو ریزی کی گئی۔ کروڑہا روپیہ کی دولت غارت ہوئی بغداد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ خلافت عباسیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔ بقول سعدیؒ

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنیں
اے محمد گر قیامت می برآری سر ز خاک
سر برآور وایں قیامت درمیان خلق بیں

اگر کسی درد مند مسلمان کو یہ معلوم کرنا ہو کہ اس وقت کے مسلمانوں کو آپس کے افتراق اور خانہ جنگی کی کتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی تو اسے چاہیئے کہ وہ تاریخوں میں سے اس تباہی وبربادی کا حال پڑھے جو چنگیزیوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر نازل ہوئی تھی۔

براؤن لکھتا ہے :۔

"(بدقسمت) ۱۳ فروری ۱۲۵۸ء کے دن بغداد میں لوٹ مار شروع ہوئی جو کامل ایک ہفتہ مسلسل تک جاری رہی۔ ان سات دنوں میں آٹھ لاکھ آدمی قتل ہوئے (یہ تو جانی نقصان ہوا دوسرے نقصان کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ) ادب اور علم کا وہ ذخیرہ جو صدیوں سے اس تمام شہر میں جب بغداد وسیع عباسی سلطنت کا دار الحکومت اور صدر مقام تھا اس کے اندر جمع ہو رہا تھا لٹ گیا اور برباد ہو گیا۔ علوم اسلامیہ کا جو نقصان سترہ کی نایاب قیمتی کتابوں کے تباہ ہو جانے اور بے شمار علماء اسلام اور آئمہ اسلام کے قتل ہو جانے کی صورت میں ہوا اور جس کی تلافی کسی صورت میں نہیں ہو سکتی وہم وگمان سے بھی بڑھکر ہے بیشمار عربی کتابوں کے مسودے اور علمی تحقیقات کے ذخیرے جو اس وقت تک علوم وتعلیمات اسلامیہ کے متعلق جمع تھے تباہ وبرباد ہو گئے اس سے پہلے غالباً دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اتنی عظیم اور شاندار تہذیب کو آگ اور خون کے طوفان نے اس طرح اور ایسی سرعت سے ملیامیٹ کر دیا ہو"

کتاب "الفخری" کے مصنف نے جہاں سانحہ بغداد کا حال لکھا ہے وہاں وہ بغداد کی تباہی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"اتنے ہمہ گیر قتل عام۔ بے تحاشا لوٹ مار۔ ہولناک تباہی بربادی کا ذکر لفظوں میں بیان کرنا تو کجا اجمالی طور پر اس کا اندازہ کرنا بھی ممکن نہیں تفصیل تو کجا میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ تم اپنے دل میں جو چاہو سمجھ لو۔ لیکن بخدا مجھ سے مت پوچھو کہ کیا ہوا"

تاریخ ادبیات ایران جلد دوم ص ۲۶۳

اور یہ سب کچھ کیوں ہوا محض اس لئے کہ مسلمانوں کی کوتاہ اندیشی کے باعث ایسی جماعتوں اور گروہ بندیوں کو پنپنے اور فروغ پانے کا موقعہ مل گیا جن کا کام مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا اور انہیں آپس کی خانہ جنگیوں میں مبتلا کر کے ان کی اجتماعی حیثیت کو کمزور کرنا تھا۔

پاکستان کے مسلمانوں کو بھی اس بات کا بخوبی احساس کرنا چاہیئے کہ ان کی مملکت ابھی اپنے قیام وتشکیل کے ابتدائی منازل میں ہے۔ اور مزید برآں یہ کہ ہر قسم کے مسائل متوجہ اسے درپیش ہیں چاروں طرف سے دشمنان اسلام کی تیز نظریں اس کی طرف بے طرح اٹھ رہی ہیں اور وہ ہر طرح سے اسے نقصان پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے موجودہ وقت ایک نہایت ہی نازک وقت ہے انہیں ہر طرح ہوشیار رہنا چاہیئے۔ بیرونی دشمنوں کا مقابلہ تو وہ بہر حال کریں گے۔ زیادہ ضرورت انہیں اندرونی دشمنوں سے خبردار رہنے کی ہے جو مختلف طریقوں سے ان کے درمیان اختلاف وانشقاق پیدا کر کے دشمنوں کے لئے راہ آسان کرنے کے درپے ہیں۔ مسلمان ہمیشہ ایک معاملے میں گھاٹے میں رہے ہیں۔ کہ بقول قائد اعظم مرحوم :۔

"مسلمان قوم کی ایک بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کو خود ہم ہی میں سے ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو بڑی آسانی سے ان کا آلۂ کار بن جاتے ہیں یہ انفعالی کردار کی انتہائی پستی ہے کہ وہ ایسی رکیک حرکتیں کر کے دشمن کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

قائد مصر سعد زاغلول پاشا مرحوم نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا تھا :۔

"ہمیں چوروں سے اور ڈاکوؤں سے، ہمیں رہزنوں سے اور گرہ کٹوں سے اور ہمیں سانپوں سے اور بچھوؤں سے اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا ان بازاری تقریر بازوں سے جو کسی باغ یا پارک کے کونے میں کھڑے ہو کر ناواقف اور بھولے بھالے عوام کو اپنے گرد اکٹھا کر لیتے ہیں اور جو تجویزیں یا سکیمیں ہم مدتوں کے غور وخوض اور مسلسل سوچ بچار کے بعد ملک وملت کی بہتری کے لئے پاس کرتے ہیں انہیں یہ لوگ بلند بانگ اور بباطن تہی الفاظ کے ساتھ بے اثر اور ناکارہ کر کے رکھ دیتے ہیں"

خدا مسلمانوں کو سمجھ دے کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اپنی ساری طاقتوں کو اپنے اور اپنی ملت کے استحکام کے لئے صرف کر دیں اور پاکستان کے دوستوں اور دشمنوں میں تمیز کر سکنے کے قابل ہوں۔ آمین

بقیہ اخبار احمدیہ از صفحہ

سانحۂ ارتحال

ہمارے محترم بھائی حبیب احمد صاحب مشرقی پاکستان سے لکھتے ہیں کہ ان کے والد حافظ عبد المنان صاحب حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے ۲۹ نومبر کو فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں اپنے محترم بھائی سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

درخواست دعا

محمد صالح صاحب متعلم دہم بدوملہی احباب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ امسال میٹرک کا امتحان دے رہے ہیں آپ کی کامیابی کے لئے اور خدمت دین...

رفتارِ عالم

پاکستان

— ڈھاکہ ۹ رفروری۔ مشرقی بنگال اسمبلی میں اس مفہوم کا ایک بل منظور ہوگیا ہے کہ صوبے کی بنجر اراضی حکومت کے قبضہ میں دے دی جائے تاکہ اسے قابل کاشت بنایا جا سکے۔

— لاہور۔ ۹ رفروری کو شیخ سر عبد القادر کئی دن تک شدید درد گردہ میں مبتلا رہنے کے بعد صبح ۶ بجے ۷۵ سال کی عمر میں راہی ملک عدم ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ نے اُردو ادب کی گرانقدر خدمات انجام دیں اور آخر دم تک آپ ادبی سرگرمیوں میں ... دلچسپی لیتے رہے۔

— چٹاگانگ۔ چٹاگانگ سے ۶ میل دُور بجلی پیدا کرنے کا ایک کارخانہ قائم کیا جا رہا ہے۔ جس سے پانچ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا ہوگی۔

— لاہور۔ پنجاب مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد کے ذریعہ مسئلہ کشمیر کے متعلق حفاظتی کونسل کی غفلت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ کشمیر میں استصواب رائے کی ابتدا کی تاریخ کے فوری تعین پر زور دیا جائے۔ اور اگر حفاظتی کونسل اس مقصد کی تکمیل کرنے میں قاصر رہے تو اقوام متحدہ سے پاکستان کے تعلقات جاری رکھنے کے مسئلہ پر نظر ثانی کی جائے۔

— مجلس عاملہ نے ایک اور قرارداد کے ذریعہ ہندوستان میں مسلمانوں پر حالیہ بے پناہ مظالم پر انتہائی غم وغصہ کا اظہار کیا ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ اس مسئلہ کو دول مشترکہ کے روبرو پیش کیا جائے۔

— ڈھاکہ۔ یہاں مہاجرین انصار اور مسلم لیگی کارکنوں کے اجتماع میں ہندوستان کے چار کروڑ مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ کیا گیا کیونکہ حکومت ہند مسلمانوں کے جان ومال مذہب اور ثقافت کی حفاظت میں ناکام رہی ہے۔

— ڈھاکہ میں مشرقی اور مغربی بنگال کے چیف سیکرٹریوں کی کانفرنس شروع ہوگئی ہے یہ کانفرنس تین دن تک جاری رہے گی اور دونوں صوبوں کے تعلقات کو خوشگوار بنانے کی کوشش کی جاویگی

لاہور۔ شاہ ایران کی آمد پر پنجاب یونیورسٹی نے انہیں ایل۔ ایل ڈی کی اعزازی ڈگری پیش

کشمیر

— ۹ رفروری۔ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں نے کہا اگر کشمیر ہندوستان میں شامل کر دیا گیا تو جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے ساری دنیا کا امن خطرہ میں پڑ جائے گا۔ آپ نے چار گھنٹے متواتر مدلل تقریر کی جس میں کشمیر کی جغرافیائی پوزیشن، اس کی تجارت اور دیگر اہم نکات پر روشنی ڈالی۔

— کشمیری مسلمانوں پر عنقریب ڈوگرہ راج کی گرتی ہوئی اقتصادی حالت کو سنبھالنے کے لئے نئے ٹیکس لگائے جائیں گے۔

— لندن ۱۰ رفروری۔ اخبار نیوز کرانیکل نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں اپیل کی ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کو مسئلہ کشمیر پر مفاہمت کے لئے فوراً ہر ممکن امداد دینی چاہیئے۔

— اٹاوہ۔ وزیر اعظم کینیڈا نے ایک تقریر میں کہا کہ کشمیر کی گتھی جلد از جلد سلجھ جانی چاہیئے کیونکہ اس جھگڑا کی وجہ سے کمیونزم کو پھیلنے میں مدد مل رہی ہے۔

— مدراس۔ ۱۱ رفروری۔ شیخ عبد اللہ نے تامل ناڈ پولیٹیکل کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جب تک کشمیر کے شمالی علاقے (جن پر اس وقت آزاد کشمیر کا قبضہ ہے) ڈوگرہ مہاراجہ کی حکومت میں شامل نہیں ہو جاتے اس وقت تک کشمیر میں رائے شماری نہیں ہو سکتی۔

— قاہرہ ۱۱ رفروری۔ آج سردار محمد ابراہیم خاں صدر آزاد کشمیر نے ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ جہاں تک کشمیر کے جھگڑے کا تعلق ہے دنیا کی رائے عامہ پاکستان کی طرف جھک رہی ہے،

— مسٹر ایورا ورن جو امریکہ کی طرف سے پاکستان میں نئے سفیر مقرر ہوئے ہیں نے کہا ہے۔ پاکستان پہنچکر میرے سامنے سب سے بڑا مقصد یہ ہوگا کہ میں کشمیر کی گتھی سلجھانے میں پاکستان کی مدد کروں۔

کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

— کراچی میں پاکستان بھر کے تاجروں کے نمائندوں کی جانب سے مطالبات کا اعادہ کیا گیا ہے کہ انہیں سیلز ٹیکس منسوخ کر دیا جائے۔ ✗

بلادِ غیر

— پیرس۔ اپریل میں ہمالیہ کی سب سے بڑی چوٹی دھولا گری پر چڑھنے کے لئے ۶ فرانسیسیوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس مہم کے تمام اخراجات فرانس کی ایک یونین برداشت کرے گی۔

— حیفہ میں شدید برفباری ہوئی جس کی وجہ سے سڑکیں بند ہوگئیں۔ گیلیلی سے پانچ فٹ برفباری کی اطلاع آئی ہے۔

— صدر ٹرومین نے ایٹمک انرجی کنٹرول کے بارے میں تبدیلی کی تجاویز کو ٹھکرا دیا ہے۔ اور اپنے فیصلے کو تبدیل کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

— ۱۰ رفروری۔ امریکہ میں آج تقریباً ایک لاکھ ستر ہزار کوئلہ کے مزدور ہڑتال پر ہیں۔

— واشنگٹن۔ امریکہ کے ایوان نے ایک بل منظور کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ایشیا میں کمیونسٹوں کے خلاف جنوبی کوریا اور فارموسا کو مضبوط بنانے کے لئے اقتصادی امداد دی جائے۔

— دمشق۔ شامی کابینہ نے حکم دیا ہے کہ ۱۲۰ ٹن گندم جزیرہ ارادا کے غریبوں میں تقسیم کی جائے۔

— لیک سکسس ۱۱ رفروری۔ چودھری محمد ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ پاکستان نے حفاظتی کونسل کے اجلاس میں ہندوستانی سر بی۔ این۔ راؤ کے جواب میں ایک اور تقریر کی اور آپ نے حفاظتی کونسل سے کہا کہ وہ ہندوستان سے جواب طلب کرے کہ اس نے جوناگڑھ کے خلاف کیوں جارحانہ اقدام اختیار کیا تھا۔

— نیویارک ٹائمز نے چودھری محمد ظفر اللہ خان کی تقریر کے تحت ایک نوٹ میں لکھا ہے کہ چودھری صاحب کے دلائل بڑے معقول ہیں۔ آپ نے حفاظتی کونسل کے لئے بہترین معلومات بہم پہنچائی ہیں آپ نے کچھ روز پیشتر کئی گھنٹے مسلسل تقریر کرنے کا ریکارڈ قائم کیا تھا اور آپ کی حالیہ تقریر نے آپ کا سابقہ ریکارڈ بھی مات کر دیا۔

— افغانستان۔ ۱۱ رفروری کو افغانستان کے عوام نے وزیر اعظم افغانستان کا محل جلاکر خاکستر کر دیا۔ آگ لگنے کے وقت وزیر اعظم محل میں موجود تھے اور شہزادہ داؤد ملاقات کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ [غیر واضح: "اور شہزادہ داؤد ملاقات کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے" — اصل میں: "اور شہزادہ داؤ ملاقات مشورہ کر رہے تھے"]

ہندوستان

— کلکتہ اور بریلی میں ۹ رفروری کو شدید فسادات ہوئے۔ ہجوم نے بے شمار مکانات اور دوکانیں لوٹ لیں۔ دیا سلائی کے ایک کارخانہ کو بھی نذر آتش کر دیا گیا پولیس نے ہجوم پر گولی چلائی۔ بعض حصوں میں صورت حالات زیادہ نازک ہو جانے کی وجہ سے فوج منگوانی پڑی اور کرفیو آرڈر نافذ کر دیا گیا۔

مسوری ۹ رفروری۔ یہاں غضب کی سردی پڑی۔ ایک چیتا سردی سے پناہ لینے کے لئے جنگل سے بھاگ کر شہر کے ایک ہوٹل میں آگیا۔

— مدراس ۱۱ رفروری۔ آج مدراس جیل میں شدید ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جس پر قابو پانے کے لئے پولیس نے گولی چلائی۔ جس سے ۱۹ اشخاص ہلاک اور ۴۰ مجروح ہوئے۔

— نئی دھلی۔ شمال مغربی ہندوستان میں پامیر کی ہواؤں کی وجہ سے سخت سردی پڑ رہی ہے۔ جس کے باعث ۷ اشخاص ہلاک ہو چکے ہیں۔ بعض مقامات میں درجہ حرارت نقطہ انجماد تک پہنچ ہوگا ہے اور بعض علاقوں میں اس سے گر چکا ہے۔

— بی بی سی کے نامہ نگار خصوصی متعین نئی دھلی کو معلوم ہوا ہے کہ ایک سال میں ہندوستان کو درآمد برآمد کے سلسلہ میں ۱۲½ کروڑ پونڈ کا خسارہ برداشت کرنا پڑا ہے۔

— نئی دھلی ہندوستان کے وزیر اعظم نہرو نے کہا مجھے مشرقی بنگال کے حالات اور مغربی بنگال میں ان کے جوابی نتائج پر سخت اضطراب ہے۔ ہمیں کسی طرح بھی فرقہ وارانہ جذبات اور منافرت کے جال میں نہ پھنسنا چاہیئے۔

— مسٹر وبھ بھائی پٹیل نے بھی ایک بیان دیا ہے جس میں فساد زدہ علاقوں سے اپیل کی ہے کہ امن بحال کرنے میں حکومت کی مدد کریں۔

✗ — نارووال میونسپل کمیٹی کو حکومت پنجاب نے توڑ دیا ہے۔ کچھ عرصہ سے کمیٹی دو گروہوں میں بٹ چکی تھی۔

فون نمبر ۳۷۴۷ — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم — بسم اللہ الرحمن الرحیم — رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

ایڈیٹر - دوست محمد

سالانہ چندہ چھ روپے

ہندوستان سے سالانہ چندہ ۸-۱۲-۰

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۷ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۴ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ - ۲۲ فروری ۱۹۵۰ء | نمبر ۸

قرآن کریم کو ہر روز پڑھنے کی عادت ڈالئے

تلاوت قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہؓ کا بکاء

قرآن کریم خود پڑھئے اور دوسروں کو بھی پڑھائیے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابھا مثانی تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ -

شروع میں میں نے جب اس مضمون کی طرف توجہ دلائی کہ ایک حامل قرآن جماعت کے اندر سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ املاک اور روپیہ کی کثرت نہیں بلکہ روحانیت کی قوت ہے۔ اس پیغام الٰہی کو صرف وہی لوگ دنیا میں پہنچا سکتے ہیں اور اس کے ذریعہ انسانوں کے قلوب میں تحریک اثر پیدا کر سکتے ہیں جن کے اندر خود ایک بڑی زبردست روحانی قوت موجود ہو۔

میرا ارادہ ابتداءً یہ تھا کہ سب سے پہلے میں آپ کو تلاوت قرآن کریم کی طرف توجہ دلاؤں لیکن بعد میں ایک خیال آیا کہ آجکل سردی کا موسم ہے اور راتیں بھی لمبی ہیں۔ میں پہلے احباب کو دعا کی طرف توجہ دلاؤں۔ کیونکہ سردیوں کی راتوں میں نسبتاً رات کے پچھلے حصہ میں اٹھنا انسان کے لئے سہل ہوتا ہے۔ اور وہ نیند کے اوقات کو پورا کر کے اگر وہ چاہے تو اس حصہ میں خدا کے حضور کھڑا ہونے کے لئے وقت نکال سکتا ہے اسی لئے میں نے پچھلے دو خطبے اسی مضمون پر دیئے۔ آگے یہ خدا کو علم ہے کہ میری ان باتوں سے احباب کو کچھ فائدہ ہوا یا نہیں یا ان سے کسی کی زندگی میں کوئی انقلاب رونما ہوا ہے یا نہیں واعظ کا کام بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اس کو کہنا پڑتا ہے چاہے کوئی اسے سنے یا نہ سنے۔

کشمیر کیلئے مجاہدہ کی ضرورت

ہاں تو آج میں اس اصل مضمون کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مگر اس سے پیشتر ایک بات اسی پہلے سلسلہ سے متعلق ہی جس کی طرف ہمارے ایک دوست شیخ اللہ بخش صاحب نے جو پشاور میں وکیل ہیں توجہ دلائی ہے، بیان کرتا ہوں۔ انہوں نے بالخصوص دو امور کے لئے استدعا کی ہے۔ ایک امر کا تعلق آپ سے نہیں۔ البتہ دوسرا امر یہ ہے کہ میں جماعت سے درخواست کروں کہ وہ سب کے سب مل کر مجاہدہ کے رنگ میں کشمیر کے معاملہ میں دعا کریں۔ کشمیر کا معاملہ بظاہر بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ اور کوئی امید نظر نہیں آتی کہ رائے شماری فی الواقع وہاں ہو گی یا نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر استصواب رائے وہاں عمل میں آیا تو انشاء اللہ اس کا نتیجہ پاکستان کے حق میں ہو گا لیکن اسی کے عمل میں لانے کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ یا یہ کہ اگر رائے شماری ہو بھی تو کیا آزادانہ طور پر ہو گی یا نہیں بہرحال اس گتھی کو سلجھانے اور اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا ہے۔ اس لئے میں تمام احباب کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں میں نے مختلف دعاؤں کی [illegible] استدعا گذشتہ خطبوں میں کی ہے یہ بھی استدعا کرتا ہوں کہ سب دوست کشمیر کی کامیابی کے لئے مجاہدانہ رنگ میں دعا کریں اور کم از کم چالیس دن تک اس مجاہدہ کو جاری رکھیں

رات کے پچھلے حصہ میں دعا کیجئے

میں پھر دہرا دیتا ہوں کہ مجاہدہ کی دعا کا مطلب کچھ شب بیداری کو چاہتی ہے اور ابھی خدا کے فضل سے راتیں لمبی ہیں اس لئے اس معیت شغلے کے حل کے لئے جو پاکستان اور اسلام کو درپیش ہے رات کے پچھلے حصہ میں دعائیں کی جائیں۔ کیونکہ اگر یہ مسئلہ مصالحت کے رنگ میں حل نہ ہوا تو بصورت دیگر بڑے بڑے خطرات ہیں۔ اس امر پر محکم یقین رکھیے کہ

(باقی بر صفحہ)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۴ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ | نمبر ۸

جماعت احرار کی منافقانہ سیاسی چالیں

"پاکستان کی نوزائیدہ اسلامی مملکت کی بقا و استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے عوام اور اس کے ارباب انتظام جن کی گردنوں پر پاکستان کے شؤن کی حفاظت کی ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ ایسے عناصر کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھیں جو پہلے بھی پاکستان کے قیام کے مخالف تھے اور اب بھی یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کی ہستی کا خاتمہ کر کے پھر اکھنڈ ہندوستان بنا لیا جائے۔ پاکستان کے قیام سے پہلے اس نصب العین کی مخالفت کرنے والے لوگوں میں سے کچھ تو ایسے تھے جو ہندوؤں کے اجیر تھے اور انکی سیاست کا آلہ کار جن کو مسلمانوں کے سیاسی نصب العین کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہے تھے کچھ ایسے بھی تھے جن کے ضمائر پر ہندوؤں کے سیاسی عزائم کا صحیح صحیح انکشاف نہیں ہوا تھا اور وہ نیک نیتی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے ہی میں اہل برصغیر کے مسلمانوں کی بھلائی کا راز مضمر ہے۔ لیکن پاکستان کے قیام کے بعد اگر کوئی شخص یا کوئی جماعت یا کوئی گروہ اکھنڈ ہندوستان کے تخیل کا دلدادہ ہے تو اسے پاکستان کی نوزائیدہ اسلامی مملکت کا خیرخواہ اور وفادار نہیں سمجھا جا سکتا۔ پاکستان کی اندر ایسے عناصر کی موجودگی سے نہ تو ارباب حکومت کو انکار ہے اور نہ پاکستان کے عوام اس امر واقعہ کی طرف سے غافل ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو قیام پاکستان سے پہلے اس نصب العین کے مخالف تھے۔ بعض عناصر اپنی رائے کی غلطی کا کھلم کھلا اعتراف کر چکے ہیں۔ اور اپنے سابقہ خیال سے تائب ہو کر پاکستان کے ساتھ اپنی غیر مشروط وفاداری کا اعلان کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے والوں میں سے مجلس احرار اسلام اور پاکستان کی عیسائی اقلیت اور مشرقی پاکستان کی ہندو اقلیت کا طرز عمل روز روشن کی طرح آشکارا ہو چکا ہے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو احراری اخبار "آزاد" نے اپنے مقالہ افتتاحیہ میں روزنامہ "مغربی پاکستان" سے نقل کئے ہیں، اور اس طرح تسلیم کر لیا ہے کہ جماعت احرار اُن عناصر میں سے ہے جو اکھنڈ ہندوستان کے حامی اور قیام پاکستان کے مخالف رہے ہیں اور اپنے اس عقیدہ کی حمایت میں انہیں ہندوؤں کا اجیر بن کر ایسی سرگرمیوں سے کام لینا پڑا جو مسلمانوں کے تمام عزائم اور مقاصد کی تباہی کا باعث ہو سکتی تھیں یہ تو خدا کا خاص فضل تھا کہ اس نے ایسی سرگرمیوں کو ناکام کر کے رکھ دیا اور پاکستان جیسی عظیم الشان مملکت قائم کر کے مسلمانوں کو ایک بہت بڑی تباہی سے بچا لیا ورنہ احرار نے ہندوؤں کے اجیر بن کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔

کہا جاتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد "وہ اپنے سابقہ خیال سے تائب ہو کر پاکستان کے ساتھ اپنی غیر مشروط وفاداری کا اعلان کر رہے ہیں" جہاں تک اعلانات کا تعلق ہے ہم بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں، لیکن کیا یہ صحیح ہے کہ جماعت احرار کا تعلق ہندوستان کے ساتھ نہیں ہے اور کانگرس پیرا اب ان کی جیبوں کو نہیں گرماتا؟ کیا یہ سچ ہے کہ پاکستان کے ساتھ غیر مشروط وفاداری کا اعلان دلی صداقت پر مبنی ہے اور ایسی منافقانہ سیاسی چالوں سے کام نہیں لیا جا رہا جو پاکستان میں بیٹھ کر اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور اکھنڈ ہندوستان کی تحریک کو کامیاب بنانے کا موجب ہو سکتی ہیں؟

کون نہیں جانتا کہ جماعت احرار کے بعض ممبر اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں جن کے مضامین وقتاً فوقتاً ہندوستانی اخبارات میں پاکستان کے خلاف شائع ہوتے رہتے ہیں، کون نہیں جانتا کہ مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی مولوی حسین احمد مدنی اور بعض دوسرے لوگ ہندوستان میں بیٹھ کر احراریوں کے ساتھ ایسے تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں جو کسی وفادار پاکستانی کے شایان شان نہیں، ابھی اگلے دن "آزاد" اخبار ہی میں مولوی حسین احمد مدنی کا ایک ایسا مضمون شائع ہوا ہے جس سے پاکستان کی مخالفت ٹپکتی تھی، اس کے علاوہ مولانا ابوالکلام کے خطبات شائع کرنا "آزاد" کا خصوصی شعار ہے ان حالات میں ظاہر ہے کہ جماعت احرار کی طرف سے پاکستان کے ساتھ

Relevancy of facts

کہا جاتا ہے۔ زید نے بکر کو قتل کر دیا گواہوں میں اس کے متعلق اختلاف ہے۔ قتل کے وقت زید اور بکر نے یا پاس کھڑے ہونے والوں نے اس سے پہلے یا فوراً بعد جو کچھ کہا وہ شاید قتل کے مؤید واقعات کہلائیں گے

یہ امر ثابت اور مسلم ہے کہ مسیحیت کا نشان کراس یا صلیب ہے اور مسیح موعود کا کام کسر صلیب ہے۔ احمدیت کا دعوے ہے کہ کسر صلیب کی پیشگوئی پوری ہو چکی اور یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق قول کا بیّن ثبوت ہے مگر مخالفین احمدیت کو ضد ہے کہ ابھی مسیح آسمان سے نہیں اترا لہذا کسر صلیب نہیں ہوا اگر صلیب مسیح کا عقیدہ علماء مسیحیت کے اندر اسی طرح مسیحیت کی جان سمجھا جاتا ہے جیسا کہ کبھی سمجھا جاتا تھا تو یقیناً کسر صلیب نہیں ہوا اور اگر صلیب کا عقیدہ ٹوٹ چکا ہے تو کسر صلیب بھی ہو چکا ہے (دیکھتے ہیں مکڑی اپنا جال تیار کرنے کے بعد جالے کے درمیانی خط پر ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتی ہے جالے میں کسی جگہ بھی کوئی مکھی یا بھنگا پھنس جائے تو اسی خط کے ٹیلیفون وائر سے مکڑی کو اطلاع ملتی ہے وہ دوڑ کر اپنے شکار پر قابو پا لیتی ہے لیکن اگر اس خط کو کاٹ دیا جائے تو مکڑی کو کوئی اطلاع نہیں ملتی اور اس کا یہ دام فریب بیکار رہ کر رہ جاتا ہے)

توافق واقعات کی دلیل سے ہم نے توثیق صلیب اور تکسیر صلیب کا فیصلہ کرنا ہے آؤ ہم دیکھیں!

الف صلیب مسیح کا عقیدہ مسیحیت کی جان ہے؛ (یہ امر مسیحیت کی تاریخ - قرآن مجید حدیث رسول اللہ - مکڑی کے نشان پشت اور مسیحی تحریرات سے ثابت ہے۔

ب - کیا اب بھی صلیب مسیح علماء مسیحیت کے نزدیک عیسائیت کی جان ہے؟

ج - اگر صلیب مسیح کو اب وہ درجہ حاصل نہیں تو یہ تغیر کس وقت اور کس سنہ سے شروع ہوا۔

د - کیا وہی وقت مسیح موعودؑ کے دعوے کا تو نہیں۔

ھ - اگر صلیب کا عقیدہ ٹوٹ چکا ہوا ہے تو مسیح کا آسمان سے نزول بیسود ہے۔

(اور یا کے متعلق سائیکلو پیڈیا بائبلیکا کی شہادت یہ ہے؛-

. . . .

If there was a time when it could be supposed that between Christianity and the Christianity religions there was in respect of symbol of the cross an affinity that was divinely appointed that time is passed.

اگر کبھی ایسا وقت بھی تھا جب یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مسیحی اور غیر مسیحی مذاہب میں مابہ الامتیاز امر علامت صلیب ہے اور یہ امر خدا کی طرف سے مقرر کردہ ہے۔ تو وہ وقت گذر چکا ہے۔ خوش اعتقادوں کا یہ خیال کہ مسیحیت سے پیشتر مشرکین میں علامت صلیب مسیحیت کی تصدیق کے لئے تھی یہ لالچ اب ہمیں متاثر نہیں کر سکتا بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔

That Heathen notions did effect popular Christian beliefs in very times can not be denied

"مشرکین کے خیالات نے عام مسیحی اعتقادات پر ابتداء زمانہ میں ہی اثر ڈال دیا تھا اس امر واقع کا انکار نہیں ہو سکتا"

باقی باقی

ایک پُرمسرت تقریب

حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی قدسیہ کا نکاح مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۵۰ء بروز اتوار چوہدری احمد علی صاحب (حضرت امیر کے چچا زاد بھائی) کے صاحبزادہ احسان الحق صاحب بی ایس سی سے ہو گیا اور حق مہر مبلغ پانچ ہزار روپیہ مقرر ہوا۔ خطبہ نکاح حضرت مولنا صدرالدین صاحب نے مخصوص انداز میں نہایت مؤثر پیرایہ میں پڑھا

جماعت کے بزرگوں اور دیگر ذی عزت اصحاب نے اس تقریب سعید میں شمولیت فرمائی۔ ہم اس تقریب سعید پر حضرت امیرایدہ اللہ تعالیٰ اور جناب چوہدری احمد علی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے خصوصاً اور ملت کے لئے عموماً باعث مسرت اور مبارک بنائے۔ آمین

اخبار و افکار

تعدد ازدواج کی اہمیت

ہندو مہا سبھا کے صدر ڈاکٹر کھرے نے حال ہی میں ناگپور میں تقریر کرتے ہوئے کہا :-

" اسلامی شریعت کے مطابق مسلمانوں کو چار بیویاں رکھنے کا حق حاصل ہے اس کی بدولت مسلمانوں کی آبادی بڑھ جائے گی مگر ہندو کوڈ بل کی وجہ سے ہندوؤں کی تعداد نہ بڑھ سکے گی کیونکہ اس قانون کی رُو سے ہندو ایک سے زیادہ شادی نہیں کر سکتے "

یہ اسلامی اصول کی صداقت کا اعتراف ہے جس کو کل تک نہایت قابل نفرین مسئلہ قرار دیا جاتا تھا ، یورپ میں تو حالات ہی اس درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں کہ وہاں ناجائز طریق سے تعدد ازدواج پر ہی عمل ہے اور انشاء اللہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ اسکو جائز قانونی شکل دے دی جائے گی ، اب ایک کٹر ہندو کلیبیاں بھی آپ کے سامنے ہے اگرچہ اس کے سامنے صرف ایک پہلو ہے ، حالانکہ تعدد ازدواج بہت سے دوسرے پہلوؤں سے بھی انسانی زندگی کو مفید اور بہتر بناتے کا ذریعہ ہے ، افسوس ہے کہ مسلمان آج خود اپنے مذہبی اصولوں کی اہمیت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے وساوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیا غیروں کے تجربات اور بیانات بھی ان کی تسکین کا موجب نہیں ہو سکتے ؟

تقلید شخصی اور اہلحدیث

موید ہ کے جدید معاصر " اہلحدیث " ضرورت تبلیغ پر زور دیتے ہوئے گروہ اہلحدیث کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ :-

" مرزائی جب کسی کو مرزائی بنانا چاہتے ہیں تو مرزا آنجہانی کی شخصیت کو سامنے لے آتے ہیں ، شیعہ شیعیت کی تبلیغ کے لئے حضرت علی کو آلہ کار بناتے ہیں ، اور احناف بھی تقلید شخصی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے امام ابوحنیفہ ہی کو پیش کرتے ہیں ، پھر کیا وجہ ہے کہ اہل حدیث عوام کو جذب کرنے اور اپنے عقیدہ کی نشر و اشاعت کے لئے آنحضرت صلعم کے وجود باجود کو پیش نہ کریں "

نہایت مبارک خیال ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم ہی نے یہ فرمایا کہ اس امت میں تجدید دین کے لئے ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا رہے گا ؛ اور تمام بڑے بڑے محدثین اس حدیث کی صحت کی شہادت دے چکے ہوں ، بلکہ اس سے بڑھکر گذشتہ تیرہ صدیوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہوں جو منصب تجدید پر فائز ہوتے اور خود گروہ اہلحدیث بھی حضرت سعید احمد بریلوی کو تیرھویں صدی کا مجدد مانتے ہوں اور ان کے افعال و اعمال کی پیروی ضروری سمجھتے ہوں تو چودھویں صدی نے کیا گناہ کیا ہے کہ اسکو کسی مجدد کے وجود سے خالی سمجھکر آنحضرت صلعم کے ارشاد پاک کی تکذیب کی جائے " مرزائی " اگر مرزا صاحب کی شخصیت کو سامنے لاتا ہے تو اس کی غرض اس اسوہ نبوی کو پیش کرنا ہے جو آپ کے وجود میں جلوہ گر ہوا اور ضرورت تبلیغ کے اس پاک مقصد کی طرف بلانا ہے جس کے لئے حضرت مرزا صاحب مبعوث ہوئے ، اسکو تقلید شخصی کہئے یا اسوۂ نبوی کی پیروی ، لیکن یہ وہ چیز ہے جس نے آج دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا ہے ، افسوس " اہلحدیث " آج بھی کنوئیں کے مینڈک کی طرح آمین بالجہر کی سنت پر زور دینے اور حنفیوں کو " رسمی حنفی " اور یہودی قرار دینے پر خوش ہیں ؛ شاید اس کی " ضرورت تبلیغ " کا دائرہ یہیں تک محدود ہے ۔ لیکن مرزا صاحب کی شخصیت نے محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت و صداقت کو یورپ و امریکہ تک پہنچا دیا اور دنیا میں اسلام کے متعلق ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اگر اس کے ساتھ ہو کر کام کرنا تقلید شخصی ہے تو اس غیر مقلدیت سے ہزار درجہ بہتر ہے جو آمین بالجہر نہ کہنے والے مسلمانوں کو یہودی قرار دینے پر مصر ہو ؟

ہندوستانی مسلمان

ہندوستان کی نام نہاد غیر مذہبی حکومت میں مذہبی تعصب و عناد کا جو بھیانک نقشہ دکھایا جا رہا ہے اور جس بیدردی کے ساتھ مسلمانوں سے ان کے اموال و جائیداد چھین کر انہیں ملک بدر کیا جا رہا ہے اس کی مثال دنیا کی کسی مہذب سلطنت میں ملنی مشکل ہے ، حال ہی میں حکومت ہند نے آسام کے پانچ لاکھ مسلمانوں کو ملک بدر کرنے کے لئے ایک مسودہ قانون پاس کیا ہے اور مغربی بنگال میں جہاں کمیونسٹوں نے حکومت کا ناک میں دم کر رکھا ہے ، راشٹریہ سیوک سنگھ اور دیگر شر انگیز جماعتوں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر کے کمیونسٹوں کے مقابلہ میں حکومت کی کمزوری کو فرقہ وارانہ فساد آرائی کے پردہ میں چھپایا جا رہا ہے ، یہی حال یو پی کے بعض علاقوں کا ہے ، اور افسوس ہے کہ حکومت ہند کے متعدد اراکین امن پسندی کے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مسلمانوں پر ہر قسم کے ظلم و ستم اور دست درازی کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے ، جس صاف ظاہر ہے بلکہ آسام کے بارہ میں مسودہ قانون سے یہ ثابت ہے کہ یہ سب کچھ ان کے منشاء اور ایما سے ہو رہا ہے ، کیا دنیا کے متعدد ممالک میں کوئی ایسا شریف انسان نہیں جو حکومت ہند کو اس کے ان مظالم اور شر انگیزیوں پر متنبہ کرے ؟ چوہدری خلیق الزمان نے اسی معاملہ کو مجلس اقوام متحدہ میں لیجانے کی تجویز کی ہے ، لیکن اقوام متحدہ نے جو طریق دوسرے معاملات میں اختیار کر رکھا ہے اسکو پیش نظر رکھتے ہوئے اس پر کچھ امید رکھنا بے فائدہ ہے اور سوائے اس کے کہ پاکستان اپنے ہندوستانی بھائیوں کو بچانے کے لئے کوئی ایسی موثر تجویز کرے جو ہندوستان کے لئے سبق آموز ہو ، اور کوئی راہ نظر نہیں آتی آج دنیا میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول ہی کار فرما ہے ، خدا کرے پاکستان کی لاٹھی بھی اتنی زبردست ہو جائے کہ ہندوستانی بھینس اس کے مقابلہ میں سر اٹھانے سے باز آ جائے ۔

حکومت اسرائیل اور قرآن

بسا اوقات یہ سوال پوچھا گیا ہے ، کہ قرآن کریم میں یہودیوں پر ذلت و مسکنت کی مار پڑنے کا جو اعلان کیا گیا ہے ، اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کو کبھی حکومت نصیب نہ ہو گی پھر کیا وجہ ہے کہ آج فلسطین میں یہودیوں کی اپنی حکومت اسرائیل کے نام سے قائم ہو گئی ۔

پیغام صلح کی کسی سابقہ اشاعت میں اس سوال کے جواب میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہود کے ذلت و مسکنت سے نکلنے اور امن کی زندگی بسر کرنے کی دو راہیں بتائی گئیں ہیں " الا بحبل من اللہ وحبل من الناس " ، یا تو اللہ کے ساتھ عہد و پیمان ہو جائے یعنے وہ مسلمان ہو جائیں اور یا لوگوں کے ساتھ معاہدہ کر لیں ، یعنے کسی سلطنت سے ان کا پیمان ہو جائے ، چنانچہ آجتک مختلف سلطنتوں سے عہد و پیمان کر کے ہی وہ زندگی بسر کرتے رہے ہیں اور اب بھی جو حکومت ان کو ملی ہے ، وہ دوسری سلطنتوں یورپ اور امریکہ وغیرہ کے بل بوتے پر اور ان کی تائید و حمایت سے ہی ملی ہے ، اگر آج یہ سلطنتیں حکومت اسرائیل سے ہاتھ اٹھا لیں تو اس کا خاتمہ ہو جائے ، یہی جواب مولنا عبد الماجد صاحب ایڈیٹر " صدق " نے اسی قسم کے سوال پر دیا ہے ۔

" (۱) بحبل من اللہ ایک یہ کہ اللہ کی پناہ میں آجائیں یعنے دین حق یا اسلام قبول کریں ۔

(۲) بحبل من الناس دوسرے یہ کہ انسانوں سے ہی معاہدہ وغیرہ کے ذریعہ امن و اقتدار حاصل کریں الناس کا لفظ عام اور مطلق ہے پناہ انہیں خواہ مصر سے یا ٹرکی سے یا ایری ٹیریا یا امریکہ سے سب ہی الناس کے تحت میں آجاتے ہیں ، اس لئے موجودہ یہودی حکومت جو دوسری قوموں ، اور حکومتوں کی شرمندۂ احسان ہے ہرگز کسی قرآنی بیان کے منافی نہیں " ۔

ایک نیک اقدام

ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ :-

ہمارے پرائمری اور سکنڈری سکولوں کے مسلمان طلبا کو قرآن حکیم کی تعلیم دینے کے لئے فوری انتظامات کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے سکول کے شروع ہونے سے پہلے اس مقصد کی خاطر دس منٹ مخصوص کئے جائیں ، اس دوران میں تمام اسکول قرآن مجید کی چند آیات پڑھے ۔ اگر آیات کا متن مل کر دوہرایا جائے ۔ تو وہ طلباء جو عربی زبان سے ناواقف ہیں عملی طور پر صحیح قرآن پڑھنا سیکھ جائیں گے ۔ ان ہی آیات کا لفظی ترجمہ کیا جائے بعد ازاں با محاورہ مطلب سمجھایا جائے جب معلم یہ محسوس کرے کہ طلباء لفظی اور با محاورہ ترجمہ سے کماحقہ واقف ہو چکے ہیں اسے چاہیئے کہ چند مناسب اور پر اثر فقرات میں ان ہی آیات کا مطلب مختصراً ان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کرے ۔

اس غرض کے لئے جو آیات چنی جائیں ان کا تعلق اسلام کے ابتدائی اصولوں معیشت اور معاشرت سے ہونا چاہیئے ۔ ان اسباق میں جن مخصوص عنوانات کے تحت تعلیم دی جائیگی ان کے متعلق جلدی آپ کو مطلع کیا جائیگا اس اثنا میں عربی اساتذہ اور دوسری مذہبی میں دلچسپی لینے والے استادوں کے مشورے

(باقی برصفحہ کالم ۳)

...تعالیٰ سے بعض ان ہونی باتیں بھی عالم وجود میں آ جاتی ہیں اس لئے ظاہری حالات سے مایوس ہو کر خدا ذوالجلال کی طرف رجوع کیجئے کہ وہ اپنے فضل و کرم اور رحم کے ساتھ اس مصیبت کو آسان کر دیوے اور اس کا انجام پاکستان کے حق میں کرے۔

احسن الحدیث اور قرآن کریم

اب میں اصل بات کی طرف آتا ہوں یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اللہ نزل احسن الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ نے اتاری سب سے اچھی بات۔ احسن الحدیث کہکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تمام ان کتابوں پر ترجیح دی ہے۔ جو اس سے پہلے موجود تھیں۔ قرآن کریم سے پیشتر جس قدر کتب خدا کی طرف سے آئیں اور جس قدر بھی والشان وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوئیں ان سب میں احسن الحدیث یعنی سب سے خوبصورت بات کا مرتبہ قرآن کریم کو دیا ہے یوں تو یہ دعوے بھی انسانی طاقت سے نہ ہو سکتا تھا مگر اس میں خدائی طاقت آئی واقعات عالم نے اور بھی واضح کر دی ہے اس وقت دنیا میں متعدد کتابیں موجود ہیں لیکن آج بھی اگر ایک شخص ذرا تعصب کو اپنے دل سے نکال کر قرآن کریم ان کے مقابل میں رکھکر پڑھے تو اس کا دل بول اٹھے گا کہ ان کتابوں کو قرآن کریم سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ اس سے کوئی بھی انصاف پسند انسان انکار نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم کی فضیلت

اول! اس کی فضیلت کی باتیں تو بے شمار ہیں۔ لیکن ایک ہی چیز پر غور کر کے دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عظمت کا ذکر جس طرح بار بار قرآن شریف میں آتا ہے کسی اور آسمانی کتاب میں اس قدر خدا تعالیٰ کا ذکر اور اس کی عظمت کا بیان قطعاً موجود نہیں کتاب یہ احسن الحدیث کتاب کے رنگ میں لکھی ہوئی بھی موجود ہے کوئی زبانی بات نہیں جو دنیا سے محو ہو سکے۔

دوسری خوبی — قرآن کریم مکمل ضابطہ حیات ہے

اس کے بعد ایک اور خوبی بیان فرمائی ہے متشابہا۔ یہ کتاب ساری کی ساری شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی جیسی ہے اگر آپ غور کریں تو یہ ایک عجیب بات آپ کو نظر آئے گی کہ قرآن کریم کے علاوہ دیگر مذہبی کتابوں میں زندگی کے تمام مسائل کا ذکر موجود نہیں یا بہت کم موجود ہے۔ لیکن قرآن کریم میں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہدایات موجود ہیں تعلق باللہ لین دین جنگ و صلح، دوست و دشمن سے تعلق بیاہ شادی، طلاق، ورثہ، تمدن، معاشرت غرضیکہ ہر قسم کی ضروریات کا ذکر اور ان کے لئے آلٰہی ہدایت کامل طور پر قرآن کریم میں موجود ہے لیکن ان کے ذکر میں ایسا نہیں ہوا کہ کوئی حصہ ایسا رہ گیا ہو۔ کہ آلٰہی عظمت اس کے پڑھنے سے سامنے نہ آ جاتی ہو۔ ان تمام تعلقات کے بیان کرنے میں عظمت آلٰہی کو قلب میں پیدا کرنے کے سامان بھی ساتھ ساتھ رکھ دیئے ہیں انسان کی ہدایت کے لئے ایک اس کی زندگی کا مسئلہ بھی بیان کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی ربوبیت کے سامانوں کا بھی ذکر کر دیا ہے۔

تیسری خصوصیت

قرآن کریم کی ایک اور خصوصیت بیان فرمائی ہے مثانی۔ مثانی بار بار دہرائی جانے والی چیز۔ سورۃ فاتحہ کو بھی سبعا من المثانی اسی لحاظ سے کہا گیا ہے کہ وہ آیات بار بار دہرائی جاتی ہیں۔ سو قرآن کریم کی تیسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ یہ کتاب بار بار دہرائی جائے گی یا یہ کہ یہ بار بار دہرائی جانی چاہیئے۔ یہاں تو صرف دہرانے کا ہی ذکر ہے۔ لیکن دوسری جگہ اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے پڑھنے یعنی اس کی تلاوت کو اس کی تعلیم سے الگ کیا ہے۔

آنحضرت صلعم کے چار کام اور تلاوت قرآن کریم

حضرت سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار کام جو بار بار اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں۔ ان میں پہلا کام یہی یتلوا علیہم ایاتہ یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کو پڑھنا بیان فرمایا پھر اس کے بعد کہیں یزکیہم اور کہیں یعلمہم الکتاب والحکمۃ کو پہلے بیان فرمایا ہے مگر ہر جگہ تقدم یتلوا یعنی تلاوت قرآن مجید کو ہی حاصل ہے۔ یہاں جو مثانی کے لفظ میں بار بار پڑھنے کی طرف توجہ دلائی تو اس کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ جب تم قرآن مجید کو پڑھو تو تمہاری کیا حالت ہونی چاہیئے۔

قبروں پر قرآن کریم پڑھنا یا پڑھانا

یوں تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ لوگ قبروں پر قرآن شریف . . . .

. . . .

پڑھتے ہیں۔ پڑھے لکھے عقلمند لوگ بھی قبروں پر قرآن شریف پڑھتے اور پڑھواتے ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ رسم کس زمانہ سے شروع ہوئی ہے۔ لیکن آج تو اس کی گرفت اس قدر سخت ہو چکی ہے کہ آزاد خیال لوگ بھی اس میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ قبر پر قرآن پڑھنے یا پڑھوانے سے متوفی کی نجات ہو جاتی ہے جس کی کوئی سند نبی کریم صلعم کی سنت میں نہیں۔

تلاوت قرآن کریم کے وقت مومن کی حالت

یہاں مثانی کہکر بار بار پڑھنے کا ذکر کیا تو یہ بھی بتایا کہ قرآن کو پڑھتے وقت انسان کی حالت کیا ہونی چاہیئے تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم یعنی کانپ اٹھتے ہیں ان کے چمڑے یعنی قرآن کریم کے پڑھنے کے وقت پڑھنے والے کے جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیئے یہ کانپنا کئی معنوں میں ہو سکتا ہے ایک تو یہی کہ انسان سچ مچ کانپنے لگ پڑے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی چیز کی ہیبت دل پر چھا جائے اور یا اس کا مطلب یہی ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے سے آلٰہی عظمت کا اثر انسان کے جسم پر بھی ہو۔

دوسری حالت قلوب کا نرم ہو جانا

پھر فرمایا ثم تلین جلودہم و قلوبہم الی ذکر اللہ پھر اس حالت کے بعد ان کے جسم اور قلوب کلام آلٰہی کا اثر قبول کرنے کے لئے نرم ہو جاتے ہیں۔ اگر قلوب نے اثر قبول نہیں کیا تو یہ خوف کی حالت بھی بے فائدہ ہوگی اور اس کے لئے چونکہ نرمی کی ضرورت ہے۔ اس اقشعرار کے بعد لینت کا ذکر فرمایا ہے

جلود میں تمام اعضاء آ جاتے ہیں

یہ جو جلود کا لفظ استعمال کیا ہے اس میں تمام جسمانی اعضاء بھی آ جاتے ہیں چنانچہ دوسری جگہ سمع ابصار کا ذکر کرنے کے بعد ان سب کے لئے بعد ازاں ایک لفظ جلود کا استعمال کیا ہے۔ فرمایا شہد علیہم سمعہم وابصارہم وجلودہم بما کانوا یعملون لیکن اگلی آیت میں فرمایا وقالوا لجلودہم لم شہدتم علینا تو گویا سمع ابصار جلود میں شامل ہیں تو جلود کی لینت میں کانوں آنکھوں اور زبان غرضیکہ تمام دیگر ظاہری اعضاء کی لینت شامل ہے تو گویا قرآن کریم کے پڑھنے کا اثر زبان پر بھی ہو آنکھ پر بھی ہو اور ان سب چیزوں میں عظمت آلٰہی کا اثر قبول کرنے کی کیفیت پیدا ہو جائے آنکھ کا نرم ہونا یہ ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کو نہ دیکھے جس کا دیکھنا ممنوع اور ناجائز ہے کان ممنوع باتوں کو نہ سنیں یا سنیں تو ان کے اثر کو قبول نہ کریں۔ کانوں کا نرم ہونا یہ بھی ہے کہ اگر کوئی سخت کلام سنیں تو اس کی درشتی ان پر اثر نہ کرے اور وہ ان کو سختی کے رنگ میں محسوس نہ ہو۔ زبان نرم ہو جائے تو اس میں شدت باقی نہیں رہ سکتی یعنی کلام کا پیرایہ نرم ہو جاتا ہے اور اس طرح خلاف حکم آلٰہی باتیں زبان پر نہیں آتیں۔

قلوب کا نرم ہونا اور گریہ

پھر فرمایا نہ صرف جلود ہی نرم ہوتے ہیں بلکہ قلوب بھی نرم ہو جاتے ہیں جب تک قلوب میں یہ نرمی پیدا نہ ہو تب تک ظاہری اعضاء پر اثر قائم نہیں رہ سکتا اور پھر قلب میں لینت پیدا ہو تو ظاہری اعضاء پر بھی اثر پیدا ہو جاتا ہے اور بلا اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

قرآن کریم پڑھنے سے رونے کو وابستہ کیا ہے

آپ دیکھیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ قرآن کریم کے پڑھنے یا سننے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے رونے کو بھی وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ سورہ مریم میں انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اذا تتلی علیہم ایت الرحمن خروا سجدا و بکیا یعنی جب خدا تعالیٰ کا کلام ان پر پڑھا جاتا تھا تو وہ سجدے میں گر پڑتے تھے اور روتے تھے۔ یہ تو دوسرے انبیاء کے ذکر میں ہے اور ہمارے نبی کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کے ذکر میں ہے ویخرون للاذقان یبکون و یزیدہم خشوعا یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور روتے ہیں۔

رونے سے قلب میں قوت پیدا ہوتی ہے

شاید اس زمانہ میں یہ الفاظ کچھ اجنبی سے معلوم ہوتے ہوں کہ رونا بھی انسان کی زندگی کا ایک حصہ ہے اور رونے سے انسان کی زندگی میں کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے اس وقت تو لوگ خوشی اور ہنسنے کے مواقع پیدا کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کھیل اور تماشہ کے ہنسنے کا ردعمل انسان پر یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل بیٹھ جاتا ہے لیکن رونے کا وہ رونا جو اللہ تعالیٰ کی

کی عظمت سے متاثر ہو کر ہوتا ہے وہ سر سے انسان کے لئے درد سے پیدا ہوا اس سے رونے والے کے قلب میں ایک قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا قرآن پڑھوا کر سننا اور رونا

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلعم بھی قرآن پڑھنے یا سننے کے وقت رو پڑتے تھے۔ قرآن کریم پڑھوا کر سننا بھی ایک سنت ہے، ایک مرتبہ آپ نے اپنے صحابی ابو مسعود کو فرمایا یا ابا مسعود اقراء علی القرآن مجھے قرآن کریم پڑھکر سناؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ أ اقراء علیک و قد انزل علیک کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر ہی تو یہ اترا ہے تو آپ نے فرمایا میں دوسروں سے سننا بھی پسند کرتا ہوں۔ سو معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا پڑھنا ہی نہیں بلکہ پڑھوا کر سننا بھی سنت ہے۔ اس کے بعد ابو مسعود رضہ نے قرآن کریم کا ایک حصہ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی تقریباً چالیس آیات ہی پڑھی ہوں گی، کہ ایک آیت آگئی۔ آپ نے اسے سن کر انہیں ختم کرنے کو ارشاد فرمایا۔ حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے حسب ارشاد قرآن کی تلاوت کو ختم کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور وہ آیت یہ تھی ...

کیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلاء شھیدا۔ یعنی ہر امت سے ایک گواہ بلایا جائے گا۔ کہ کہاں تک انہوں نے الٰہی احکام کی فرمانبرداری کی اور آپ کو بھی اس امت پر بطور گواہ بلایا جائے گا اسی بات نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رلایا۔ فرمایا وہ لوگ جو میرے سامنے ہیں ان کے متعلق تو میں گواہی دوں گا کہ انہوں نے احکام الٰہی کے سامنے سر جھکایا لیکن وہ جو میرے بعد آنے والے ہیں ان کے متعلق میں کیا گواہی دوں گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے ہمارا اس زمانے کا نقشہ تھا کہ ظاہر میں تو ہم قرآن کریم کو سر پر بھی اٹھا لیتے ہیں لیکن اس کی حقیقی عظمت اور عزت دلوں سے مفقود ہے۔

حضرت ابوبکر رضہ کا بکاء

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ قرآن شریف پڑھتے ہوئے زار و قطار روتے تھے۔ یہاں تک کہ کفار نے آپ کو بلند آواز قرآن شریف کے پڑھنے سے روکا اور کہا کہ آپ کے پڑھنے سے ہمارے بچوں اور عورتوں پر اثر ہو جاتا ہے۔ جب حضرت سیدنا نبی کریم صلعم کی وفات کا وقت قریب آیا اور آپ نماز کے لئے نہ جا سکے تو فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضہ امام ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کس طرح امامت کرائیں گے ان پر تو قرآن شریف پڑھتے وقت بکاء غالب آ جاتا ہے۔

امام زمان کا عشق قرآن

آج امام زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو ہم میں سے بہت سے لوگوں نے دیکھا تو نہیں لیکن ان کے حالات میں لکھا ہوا موجود ہے کہ آپ اس زمانہ میں جبکہ آپ نوجوان تھے اور اپنے والد کے ارشاد پر سیالکوٹ میں ملازمت کر لی تھی اس وقت بھی دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کو قرآن شریف سے ایک عجیب عشق تھا۔ کچہری سے واپس آ کر اگر کوئی مشغلہ تھا تو صرف تلاوت قرآن کا۔ بیٹھے ہیں تو قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ چل رہے ہیں یا ٹہل رہے ہیں تو قرآن شریف کی تلاوت ہو رہی ہے اور اسی دوران میں آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہوتے تھے۔ اور خوب دل بھر کر روتے تھے تو یہ ایک ایسا نظارہ ہے جو آپ کو تمام اہل اللہ کی زندگیوں میں نظر آئے گا۔

قرآن کریم سے دلی عشق پیدا کیجئے

سو میں احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قرآن شریف سے ایک دلی عشق اور محبت پیدا کریں اور اسے بار بار پڑھیں اگر آپ واقعی امام وقت کے پیرو ہیں تو ان کی حالت کو دیکھ لیجئے۔ جوانی میں اور بڑھاپے میں بھی قرآن کریم کو بار بار پڑھتے تھے بعض دفعہ چھ چھ ماہ تک صرف قرآن مجید ہی کی تلاوت کا شغل کیا، اس دوران میں سوائے قرآن کریم کی تلاوت کے اور کچھ کام نہیں تھا۔ کیا عشق ہے اور کیا ہی محبت ہے جس کا اظہار آج امام وقت نے قرآن مجید سے کیا، اگر آپ واقعی اس امام کی جماعت ہیں تو پھر اس عشق کو اپنے قلوب میں پیدا کیجئے جس کا نمونہ امام زمان نے اپنی زندگی میں .... ہمارے سامنے رکھا۔

قرآن کریم بلاناغہ ضرور پڑھیئے

اب اپنی حالتوں کا جائزہ خود لیجئے کہ آپ کتنی بار اور کبھی ورد سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ مانا کہ مال کا خرچ کرنا آپ کو مشکل دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے کہ آپ کو اس سے محبت ہے یا اس لئے مشکل ہے کہ آپ کے پاس کوئی فالتو پیسہ نہیں۔ لیکن کیا آپ کے پاس وقت بھی اتنا نہیں کہ آپ اس عشق اور محبت کیساتھ جو امام زماں کی زندگی میں آپ کو نظر آتا ہے قرآن کریم کو روزانہ پڑھ سکیں خوب یاد رکھئے اس حالت کو پیدا کرنا مشکل نہیں صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ قرآن شریف میں عظمت الٰہی کا ذکر بار بار آتا ہے۔ تلاوت کی طرف تھوڑی سی توجہ سے انسان کو اپنی بے بسی اور بے کسی کے مقابلہ میں خدا کی جبروت اور عظمت کا جب احساس پیدا ہوگا تو یہ حالت چشم پُر آب ہونے کی خود بخود پیدا ہو جائے گی اس لئے پہلی استدعا جو اس سلسلہ میں جماعت کے تمام احباب سے مرد ہوں یا عورتیں بوڑھے ہوں یا جوان امیر ہوں یا غریب کوئی بڑا آدمی ہو یا معمولی۔ کسی کے اشتغال زیادہ ہوں یا کم۔ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ قرآن شریف کا ایک حصہ ضرور روزانہ پڑھیں۔ اگر آپ قرآن مجید کو دنیا کے اطراف و اکناف میں پہنچانا چاہتے ہیں اور اپنے اس اشاعت قرآن کے فخر کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس کے لئے صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ آپ میں سے ہر ایک فرد قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کو اپنے اوپر فرض قرار دے لے۔ تھوڑا یا بہت جتنا بھی میسر آ سکے اس کی تلاوت ضرور کرے۔ خواہ وہ زبان عربی سے واقف ہو یا نا واقف مفہوم سمجھتا ہو یا نہ کسی صورت میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کو نہ چھوڑے۔

تلاوت قرآن عظمت الٰہی کو قلوب میں پیدا کرنے کا ذریعہ

خوب یاد رکھئے جن الفاظ میں عظمت الٰہی کا بیان ہے ان کو سمجھنے کے لئے کسی بڑے علم کی ضرورت نہیں۔ مشکل مقامات کو چھوڑیئے ان کے حل سے تو بڑے بڑے علماء بھی بعض اوقات عاجز آ جاتے ہیں، بڑی اہم بات یہی ہے کہ قرآن شریف پڑھتے وقت عظمت الٰہی کا احساس قلب پر مستولی ہو جائے اور آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچ جائے کہ عظمت الٰہی اور اس کا رعب قلب انسانی میں منقوش ہو جائے۔ ایسا شخص یقیناً کامیاب ہوگا۔

تلاوت قرآن کا بہترین وقت

اس کے حصول کے لئے کوشش کیجئے اور تلاوت قرآن کریم کے لئے ایک وقت مقرر کر لیجئے۔ جس سے آپ پھر ادھر ادھر نہ ہوں۔ بہترین وقت جہاں تک میں سمجھتا ہوں فجر کا وقت ہے ان قرآن الفجر کان مشھودا اس میں شک نہیں کہ قرآن الفجر صبح کی نماز کو قرار دیا گیا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنا اثر تلاوت قرآن کا صبح کے وقت ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ہوتا رات کا پچھلا حصہ یا صبح کا وقت یہ دو اوقات نہایت ہی موزوں ہیں سوان اوقات میں آپ میں سے ہر ایک قرآن کریم کا کچھ حصہ ضرور پڑھے۔

قرآن کریم دوسروں سے سننا سنت ہے

اس کے علاوہ دوسری بات یہ کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو نہ صرف خود پڑھو بلکہ دوسروں کو پڑھاؤ بھی۔ قرآن کریم کا دوسرے سے سننا اس کا ذکر تو میں نے ابھی کیا ہے سو اس سنت کو بھی زندہ کیجئے اور دوستوں اور عزیزوں سے جو خوش الحان ہوں ان سے قرآن کریم پڑھوا کر سنئے بھی۔ قرآن مجید اپنے اندر بڑے کمالات رکھتا ہے۔ روحانی غذا کے علاوہ (MUSIC) میں گانے سے جو کیفیت انسان کے دل پر پیدا ہوتی ہے وہ بھی اس کے اندر موجود ہے مجلسوں میں یا الگ دوسرے کی زبانی بھی اسے ضرور سنئے۔

دوسرے لوگوں کو قرآن کریم پڑھاؤ

تیسری بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتے ان کو قرآن مجید پڑھایئے کسی بڑے آدمی کی طرف سے اگر تعلیم بالغان Adult Education کی تحریک ہوتی ہے۔ تو لوگ حکومت کو خوش کرنے کے لئے یا واقعی مخلوق خدا کی خدمت کا جذبہ لئے ہوئے انہیں کچھ لکھنا پڑھنا سکھانے میں لگ جاتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک شخص آج خدا کو خوش کرنے کے لئے اور مخلوق خدا کی خدمت کے لئے یہ ارادہ کر لے کہ وہ ضرور کسی نہ کسی ایسے شخص کو جو قرآن خوانی سے ناواقف ہے اسے قرآن شریف پڑھائیگا وہ خواہ اس کا بیٹا ہو یا بہن بھائی ہو

یا کوئی اعدادِ سفتہ وار ہو یا کوئی غیر ہوسٹل (؟) گگ بہت سے ہیں جو قرآن کریم کو سمجھنا تو کجا پڑھنا بھی نہیں جانتے۔ ہماری جماعت جس کا کہ مقصد حیات ہی قرآن کی تعلیم کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ بڑا ہی افسوس کا مقام ہوگا اگر اسی جماعت کے افراد خود اس کے پڑھنے اور سمجھنے سے قاصر ہوں یہ دونوں خوبیاں آپ میں سے ہر ایک میں موجود ہونی چاہئیں۔ اور جو نہیں جانتے انہیں آپ میں سے اکثر ہیں جو پڑھا سکتے ہیں اور سکھلا سکتے ہیں۔

قرآن کریم کا کچھ حصہ حفظ کیجئے

اس کے علاوہ آپ میں سے ہر ایک کو قرآن کریم کا کوئی نہ کوئی حصہ حفظ بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ اب وہ زمانہ نہیں کہ قرآن کریم کو حفظ ہی کے ذریعہ سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کو حفظ کرنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن کریم ہر وقت تو کسی کے پاس نہیں ہوتا۔ اس لئے باہر سیر کے موقع پر یا دفتر میں فارغ اوقات میں حفظ کیا ہوا حصہ انسان پڑھ سکتا ہے اور اس سے محفوظ ہو سکتا ہے یا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ویسے تو سارا قرآن ہی اس قابل ہے کہ اسے حفظ کیا جائے لیکن جو سارا حفظ نہیں کر سکتے وہ کم از کم وہ حصے جو خدا تعالیٰ کی عظمت کے ذکر سے بھر پور ہیں انہی کو زبانی یاد کر لیں اور پھر تمام دعاؤں کو لازمی طور پر حفظ کر لیں۔ اور آیت الکرسی کو یاد کریں۔

قرآن کریم کا درس اور مبلغین کو ہدایت

پچھلے سال بھی میں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ شہر کے مختلف حلقوں میں احباب اکٹھے ہو کر درس و تدریس کا ایک سلسلہ جاری کریں۔ ہفتہ میں ایک دن وہ احباب جو قرآن کریم کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں دوسروں کو معانی وغیرہ سمجھانے کے لئے وقف کریں۔ میں نے مبلغین کو بھی ہدایات دی تھیں کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں اس سلسلہ کو ضرور شروع کریں۔ آج پھر میں ان سے کہتا ہوں کہ ان کا اولین فرض یہ ہے کہ نوجوانوں، مردوں اور عورتوں غرضیکہ ہر ایک کو جو قرآن کریم پڑھنا نہیں جانتا اسے باقاعدہ پڑھانا شروع کریں۔ اور بعض جو پڑھنا جانتے ہیں انہیں معانی اور تھوڑی سی تفسیر کے ساتھ پڑھائیں۔ ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو قرآن کریم کو پڑھ اور سمجھ نہ سکتا ہو۔

احباب جماعت متوجہ ہوں

اگر احباب اس سلسلہ میں مجھے اطلاع دیں تو میں ان کے لئے انتظام کر سکتا ہوں۔ بہتیرے ایسے ہیں جو صدقہ کے طور پر قرآن کریم دوسروں کو پڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن پہلی بات تو یہی ہے کہ پڑھنے کیلئے کوئی تیار بھی ہوں۔ قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کی طرف پوری توجہ صرف کیجئے اور اس کے لئے ایک تڑپ اپنے قلوب میں پیدا کیجئے۔

ریسرچ انسٹیٹیوشن کی ضرورت

پھر قرآنی علوم کی تحقیق ...... (research) کی بھی اشد ضرورت ہے۔ آج دیگر علوم کی تحقیق کیلئے تو تحقیق کے ادارے / Research Institutes بنائے جا رہے ہیں لیکن اس کتاب کی جو ہدایت کامل ہے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کے لئے ایک ادارہ تحقیق قائم کریں اور سب علوم قرآن کے خادم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف استعداد والے لوگ پیدا کئے ہوئے ہیں ایک کو دوسرے سے بڑھ کر قوتے عنایت کئے ہیں۔ بعض دماغ ایسے ہیں کہ ان میں قرآن کریم کی حکمت اور معرفت کا نکتہ ایسا آجاتا ہے کہ اس کے بھائی کی اس تک رسائی نہیں ہوتی

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

اس کے لئے ہمیں ایک رنگ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہیئے جہاں وہ لوگ قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اس پر مزید معلومات پیدا کر سکیں۔ اس سلسلہ میں کل ہی ہمارے نوجوان دوست مرزا مسعود بیگ صاحب نے بھی مجھے توجہ دلائی ہے۔ اس سے ایک دن پیشتر اتفاق سے ایک اور دوست نے بھی جو ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے توجہ دلائی کہ قرآن کریم کے علوم کی ترویج کے لئے ایک تحقیقاتی ادارہ بنائیں۔ ابتداء میں وہ بیشک کمزور ہوگا لیکن آہستہ آہستہ اسے تقویت دینے سے وہ ادارہ بڑا مضبوط بن سکتا ہے۔

پس قرآن کریم کی تلاوت کو ہر ایک شخص اپنے اوپر لازم کرے۔ یہاں تک کہ دیگر مشاغل چھوٹ جائیں تو چھوٹ جائیں لیکن تلاوت قرآن کا کسی دن بھی ہم سے ناغہ نہ ہو۔ آپ میں سے ہر ایک اسے اپنی زندگی کا جزو بنائے

خوشخبری

جناب کرنل سید بشیر حسین شاہ صاحب آئی۔جی۔پی۔ر خلف الرشید حضرت قبلہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم مغفور گذشتہ ایام سخت بیمار ہو گئے تھے۔ بزرگان و احباب جماعت نے نمازوں اور [illegible] میں ان کے لئے دعا فرمائیں۔ الحمد للہ اب جناب قبلہ شاہ صاحب موصوف کی طبیعت اچھی ہے اور آپ حسب دستور اپنے فرائض کی سرانجام دہی میں مصروف ہو گئے ہیں۔ قدرے کمزوری باقی ہے۔

جمیع احباب سے درخواست ہے کہ وہ جناب شاہ صاحب موصوف کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں والد بزرگوار کے نقش قدم پر چل کر دین کی بیش از بیش خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

احمد یار
جنرل سیکرٹری

(بقیہ از صفحہ ۴)

سے ہیڈ ماسٹر صاحبان مندرجہ ہدایات کی روشنی میں قرآن حکیم کی آیات کا مناسب چناؤ کریں" نہایت مبارک تجویز ہے اور ہم ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم کو اس نیک اقدام پر مبارکباد عرض کرتے ہیں لیکن اس اہم اور ضروری کام کے لئے صرف دس منٹ روزانہ مخصوص کرنا اور وہ بھی سکول شروع ہونے سے پہلے چنداں مفید نہ ہوگا۔ اس قسم کی مجالس عموماً سکول شروع ہونے سے پہلے ہوتی رہتی ہیں لیکن ان میں بیشتر طلباء غیر حاضر ہوتے ہیں اور حاضر طلباء بھی ایسی باتوں کو چنداں اہمیت نہیں دیتے ضروری ہے کہ اس قسم کا نصاب محکمہ تعلیم کی طرف سے بنایا جائے جو سکول کے اوقات میں پڑھانا لازمی ہو اور امتحانات کے موقعہ پر اس نصاب میں کامیاب ہونا بھی طلباء کے لئے لازمی ہو۔

ساتھ ہی ساتھ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کلام کو پڑھنے پر استقامت اور اس کے علوم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم

احباب جماعت سے ایک گذارش

(ڈاکٹر غلام محمد صاحب امیر بلڈنگس)

احباب کو یاد ہوگا کہ میں نے جلسہ منبر مجریہ ۱۲؍ دسمبر ۱۹۴۹ء میں زیر عنوان "حضرت مجدد وقت کی بعثت کی اصل غرض اور آپ کا دیا ہوا علم معرفت" ایک مضمون سپرد قلم کیا تھا اور اس میں جماعت کے تمام [illegible] کو دو ضروری چیزوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔

اول یہ کہ ہر جماعت میں باقاعدہ درس قرآن مجید کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

دوم یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا بعض حصہ دس پندرہ منٹ تک ضرور بعد درس قرآن پڑھ کر سنایا جائے

یہ حقیقت ہے کہ امام زمان کی کلام میں ایک نور ہے جو دلوں کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے۔ اور اس کے سننے سے انسان کو اس کمال کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے جس کے حصول کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اس کمال کے فضائل اور برکات کو حضور نے اس احسن پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ اس کے سننے سے ایک سعید روح کے اندر اس کا حامل اور مورد بننے کی اُمنگ اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی چیز آہستہ آہستہ قوتِ عمل کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ احباب نے میری اس گذارش کے بعد ضرور اپنی اپنی جگہ پر درس قرآن کے بعد حضرت امام زمان کے کلام کو سننے کا انتظام کر لیا ہوگا۔ حضور کا کلام محض قال ہی نہیں بلکہ آپ کا ہر ایک فقرہ اپنا خود ایک تجربہ کردہ حقیقت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں ایک تاثیر ہے جو قلوب پر اثر کرتی اور اس کی تمام بیماریوں کو دور کر کے اس کے لئے تریاق کا کام دیتی ہے۔ سچ ہے

کلام الامام امام الکلام

سو میں آج پھر تمام احباب سے پُر زور الفاظ میں استدعا کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے ابھی اس سلسلہ کو شروع نہیں کیا تو وہ اسے جلد سے جلد شروع کریں۔ اور تمام مبلغین حضرات اور سیکرٹری صاحبان بھی اس کی طرف متوجہ ہوں اور اس سلسلہ کو کامیاب بنانے میں کوشش فرماویں جن جماعتوں میں یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے وہ براہ کرم مجھے اطلاع دیں اور جنہوں نے ابھی شروع نہیں کیا وہ بھی اس سلسلہ کو جاری کر کے مطلع فرماویں۔

نوٹ: مرکز میں یہ سلسلہ کئی مہینوں سے جاری ہے صبح درس قرآن کریم کے بعد ایک حصہ ضرور پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ (ادارہ)

قلمی حملے ہو رہے ہیں ان کی غیرت جوش میں کیوں نہیں آتی۔ اگر لوگوں میں قوت مدافعت نہیں تو ان اہل قلم لوگوں کا ساتھ دیں جن کی قلمیں دشمنوں کے لئے تلوار خارا شگاف اور سلیم الفطرت لوگوں کے لئے باران رحمت بن کر برس رہی ہیں۔

سیر الصحابہ کوئی قصہ وکہانی نہیں انکی سیرت کے پاک نقوش تاریخ عالم کے چہرہ پر اپنی تمام روشنی کے ساتھ ابھرے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ آؤ اس روشنی سے اس تاریک تار دنیا میں صحیح راستہ ڈھونڈیں اور اپنے صحابہ رضہ کی سی آتش محبت روشن کریں جس سے ظلمت کدہ دنیا چمک اٹھے۔ محبوب خدا بننے کا جو راستہ انہوں نے (صحابہؓ نے) اختیار کیا اسی راستہ پر ہم گامزن ہوں اور وہ یہ ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

یعنی (اے رسول تمام دنیا میں) اعلان کر دو کہ اگر تم (صحیح معنوں میں) اللہ تعالےٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو وہ تمہیں میری پیروی میں حاصل ہوگی لہذا) میری پیروی کرو (تاکہ) تم محبوب خدا بن جاؤ۔

صدر بزم آسمان حجۃ اللہ بر زمین
ذات خالق را نشانے بس بزرگ استوار
زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ از چشمۂ اٹ
زیرک آں مردے کہ گرد اسٹ اتباعش اختیار
(مسیح موعودؑ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس علیین (جماعت انبیاء) کے صدر اور اہل زمین (عامۃ الناس) کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود پر برہان قاطع تھے آپ نے ہی اپنے مقدس اور مضبوط وجود سے ذات باری کی کامل نشاندہی فرمائی۔

جس کسی کو آپ کے چشمہ صافی سے ایک قطرہ نصیب ہوا حیات (ابدی) پا گیا۔ ہاں اہل دانش و بینش وہی شخص ہے جس نے (کامل طور پر) حضور علیہ التحیت والسلام کی پیروی کی (اور محبوب خدا بن گیا)

ضروری التماس

جماعت کے کئی ایک احباب کو سال نو کا اسلامک ریویو جنوری نمبر وی پی کیا گیا ہے جس پر احباب جماعت کے کئی ایک افراد نے یہ اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے رسالہ مذکورہ کی خریداری سال گذشتہ کے نصف سے قبل ہی ختم کی تھی اس لئے وہ وی پی وصول کرنے سے انکاری ہیں اس مسئلہ کو حل کرنے کی مندرجہ ذیل دو ہی ۲۵

۲۵ صورتیں ہیں :-

(۱) احباب جماعت جن کو گذشتہ سال کے پورے پرچے نہیں ملے وہ پرچے جو ان کو نہیں ملے طلب فرما کر اپنی فائل مکمل فرمالیں اور سال نو سے خریداری شروع فرمائیں۔

(۲) ان احباب کا چندہ گذشتہ سال کے نصف سے سال نو کے نصف تک شمار کیا جائے

مندرجہ بالا ہر دو شرائط میں سے جن احباب کو جو شرط قبول ہو اس کی اطلاع دفتر ووکنگ میں ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

خادم۔ آفتاب الدین احمد
سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن

مغرب میں اسلام کی قبولیت

انگلستان سے

خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب مبلغ اسلام کا مکتوب گرامی

قبلہ حضرت مولانا سلمہ اللہ تعالےٰ

آپ کے خط آنے پر تسلی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ آپ کو خدمت دین کے لئے عمر نوح عطا کرے۔ خداوند کریم نے آپ کی روح پرور تحریر کو اتنا اعلیٰ درجہ قبولیت بخشا ہے کہ دنیا کے کونے کونے سے سعید روحیں طلب اللسان ہیں۔ اور ۱۵۰ انکے لئے موجب ہدایت اور رہنمائی ہوئی ہیں۔ چند ایک خطوط کی نقول برائے ملاحظہ پیش خدمت کرتا ہوں۔ ان خطوط کی نقول پیش ... پیغام صلح اخبار لائٹ میں شائع کر دی جاویں۔ تاکہ احباب جماعت کے دلوں میں کام کی تحریک پیدا ہو کر وہ ہمت سے زیادہ زیادہ عطیہ جات عطا فرمائیں۔ اور ان کو یہ معلوم کر کے خوشی حاصل ہو۔ کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں اس جاذب لٹریچر کے ذریعہ سے اسلام کا خوبصورت اور روشن پیغام مخلوق خدا کے دلوں میں شرف قبولیت حاصل کر رہا ہے اور یہ لٹریچر صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی مشعل راہ کا کام دے رہا ہے میں نے آپ کے آخری الفاظ کو اپنے پیش نظر رکھا ہوا ہے۔ میں سب ... Ambassadors سفراء کو ملنے کا انتظام کر رہا ہوں۔ اچھے اچھے لوگوں سے جب بھی ملاقات ہوتی ہے تبلیغ کے موقع کو کبھی بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ سفر ریل ہو یا لاری۔ ہوٹل ہو یا گھر میں اسلام کے ذکر خیر کو مقدم رکھتا ہوں۔ انگریز مرد و خواتین بڑے RESERVE ہیں لیکن بے انتہا خلیق بھی ان کے ساتھ (Breaking of the ice) .... کی ضرورت ہے۔ پھر خوب کھل کر سلسلہ گفتگو شروع ہو جاتا ہے۔ میں نے اس قوم کا گز دیکھ لیا ہے۔ خوب سنتے ہیں اور کتابیں غور سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس قوم کے اندر آپ کا اور خواجہ صاحب کا پیدا کردہ لٹریچر زیادہ مقدار میں شائع کر کے تقسیم کر دیا جائے۔ مجھے فی الحال "Islam The Religion of Humanity" "Prophet of Islam" What is Islam by Khawaja Kamal ud Din A History of Church Islam by Lord Headley کی مفت اشاعت کے لئے اشد ضرورت ہے میں نے دیکھا ہے کہ ان کتابوں کا لاجواب اثر ہوتا ہے اس لئے مرکز سے جس قدر یہ کتب بھجوائی جا سکیں ارسال کر دیں انشاءاللہ انکا مفید استعمال ہو سکیگا۔ یہ ملک بے انتہا کاروباری ہے۔ ہر ایک انسان دنیاوی مشاغل میں مشغول نظر آتا ہے اس لئے ...... لیکچروں میں جانا ان لوگوں کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ نقل و حرکت میں مال اور وقت صرف ہوتا ہے جس کی اس ملک میں بہت ہی قلت ہے۔

روزانہ کام کر نیکے بغیر کھانا بھی میسر نہیں آسکتا۔ ہر ایک شخص کی ضروریات زندگی بہت بڑھ چکی ہیں۔ جن کے حصول کے لئے۔ مرد اور عورت۔ بالغ بچوں تک کو کام کرنا پڑتا ہے مگر اتنی مصروفیت کے باوجود بھی ایک خاصی تعداد ہے کہ مطالعہ کتب ان کی فطرت میں داخل ہو چکا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اسلام میں داخلہ بھی ایک ذریعہ ہوگا اور شاید اسی وجہ سے حضرت مجدد نے فرمایا تھا کہ اسلام کے متعلق عمدہ عمدہ تصانیف اور رسالہ جات انگریز قوم کو پہنچائے جاویں۔ اور آپ کو بھی ...... اللہ تعالےٰ نے ان کی دعاوں سے سلطان القلم کا خطاب عطا فرمایا آپ کی تصانیف کے ذریعہ یہ قوم انشاءاللہ داخل اسلام ہوگی ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہیں صرف کوشش اور سعی کی ضرورت ہے عنقریب کچھ ایسا واقعہ قدرت کی طرف سے ظہور پذیر ہوگا کہ یہ لوگ اسلام کو اپنا قومی مذہب بنا لیں گے اور عیسائیت کے پنجہ سے مخلصی پا لیں گے۔

مفت تقسیم لٹریچر

سیٹوں کی قیمت بہت جلد ادا کیجئے

۱۔ جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیٹوں کا وعدہ کیا تھا ان سب کی خدمت میں یاددہانی کے خطوط لکھے جا چکے ہیں۔ براہ مہربانی اب حتی الامکان جلدی قیمت ارسال فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ دوبارہ یاددہانی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

۲۔ جماعت کا ایک حصہ بیا بھی ہے جنہوں نے اب تک حصہ نہیں لیا۔ اس لئے جماعت کے سیکرٹری صاحبان کو لکھا گیا ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس بارہ میں تحریک کریں۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ بلا استثنا اس مبارک تحریک میں حصہ لیں۔

جماعت کے مبلغین اور محصلین کو اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ والسلام

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

آنکہ در جود و سخا ابر بہار — آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

شیخ غلام قادر صاحب احمد بلڈنگس لاہور

"رحمۃ للعلمین" کا انسان وحیوان پر لطف کرم

عن ثوبان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الدینار دینار ینفقه الرجل علی عیاله ودینار ینفقه الرجل علی دابته فی سبیل اللہ ودینار ینفقه الرجل علی اصحابه فی سبیل اللہ قال ابو قلابة بدأ بالعیال ثم قال وای رجل اعظم اجراً من رجل ینفق علی عیاله صغاراً یعفهم اللہ به هذا حدیث حسن صحیح۔

(جامع ترمذی البر والصلہ)

ثوبان سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیناروں میں (مال ودولت) وہ دینار افضل ہے جسے بندہ اپنے اہل وعیال (کی تعلیم وتربیت) پر صرف کرے وہ دینار (افضل ہے) جسے اپنے دوستوں (کی خاطر تواضع اور ضیافت) پر اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرے۔ ابو قلابہ (ایک راوی) کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عیال سے شروع فرمایا اور آخر میں حضور نے فرمایا اس شخص سے بڑھکر کون اجر کا مستحق ہے جس نے اپنے چھوٹے بچوں کی پرورش تعلیم وتربیت پر اپنا مال خرچ کیا۔ اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو محتاجی سے بچاتا ہے اور اپنے فضل سے غنی کر دیتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوستی اور دشمنی میں اعتدال پر رہو

عن محمد بن سیرین عن ابی هریرة أراه رفعه قال (النبی صلی اللہ علیه وسلم) احبب حبیبک هوناً ما عسیٰ ان یکون بغیضک یوماً ما وابغض بغیضک هوناً ما عسیٰ ان یکون حبیبک یوماً ما۔

محمد بن سیرین نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور کہا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ اس نے اس کو مرفوع قرار دیا ہے۔ (یہ سب سے پہلے راوی ابو کریب کا گمان ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوست کے ساتھ (دوستی میں) حد اعتدال سے نہ بڑھو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص کسی دن تمہارا دشمن ہو جائے (اور تمہارے رازوں سے واقفیت کی وجہ سے تمہارے لئے خطرناک ثابت ہو) اور اپنے دشمن کے ساتھ دشمنی میں نرمی (میانہ روی) اختیار کرو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص کسی دن (تبدیلئ حالات سے) تمہارا دوست بن جائے (اور تمہارے گذشتہ منتقمانہ رویہ سے تمہارا مخلص مددگار ثابت ہو)

مہمان نوازی میں احسان اور عفو کو مدنظر رکھو

عن ابی الاحوص عن ابیه قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الرجل امرّ به فلا یقرینی ولا یضیفنی فیمرّ بی فاجزیه قال لا اقره قال ورآنی رث الثیاب فقال هل لک من مال قال قلت من کل المال قد اعطانی اللہ من الابل والغنم قال فلیر علیک قوله اقره ای اضفه (جامع ترمذی البر والصلہ)

ابی الاحوص اپنے ماں باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بعض لوگوں میں سے کسی کے پاس جاتا ہوں تو وہ میری اچھی طرح سے مہمانی اور ضیافت نہیں کرتا (اتفاقاً) ان میں سے میرے پاس کوئی آجاتا ہے کیا میں بھی اسے جزا دوں یعنی ضیافت نہ کروں حضورؐ نے فرمایا نہیں (بلکہ) اس کی مہمانی کر (اتنا بعد) میرے میلے کچیلے کپڑے دیکھ کر فرمایا کیا تیرے پاس مال نہیں؟ میں نے عرض کی ہر قسم کا مال مجھے اللہ تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے میرے پاس اونٹ اور بکریاں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا (پھر تو) ضروری ہے کہ اس (مال ودولت) کا اثر تجھ پر دیکھا جائے (یعنی تجھے حسب مقدرت اچھا لباس پہننا چاہیئے)۔

باہم ملاقات اور عیادت مریض

عن ابی هریرة رضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من عاد مریضاً او زار اخاله فی اللہ ناداه منادٍ ان طبت وطاب ممشاک وتبوأت من الجنة منزلاً۔

(جامع ترمذی البر والصلہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محض اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کسی مریض (بھائی) کی عیادت کرتا ہے یا (کسی) اپنے بھائی کی ملاقات (کے لئے سفر) کرتا ہے تو پکارنے والا (فرشتہ) پکار کر کہتا ہے کہ تیرا مقام اچھا اور تیرا یہ راستہ اچھا ہوا تو نے (اس نیک عمل سے) اپنا مسکن جنت میں بنا لیا۔

(۱) سقیٰ ذیهج العرفان کل مصاحب
فبنشوة الصهباء سُروا وابشروا
(۲) فاکملتهم قولاً وفعلاً ومیسماً
وایقظهم فاستیقظوا وتطهروا
(مسیح موعودؑ)

(۱) اس نے (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) عرفان کا پیمانہ ہر ایک مصاحب کو پلایا۔ سو اس کی شراب (علم وعرفان) کے نشہ سے سب مسرور اور خوش ہوئے۔

(۲) پس ان لوگوں کو قول اور فعل اور اخلاق میں کامل کر دیا۔ اور ان کو (خواب غفلت سے) بیدار کر دیا (چنانچہ) وہ بیدار اور (گندی زندگی سے) پاک ہو گئے۔

ماہوار چندوں کے متعلق مجلس معتمدین کا اہم فیصلہ

اراکین مجلس منتظمہ ومجلس معتمدین اور تمام قوم کی توجہ کے قابل

"خسارہ بجٹ کے متعلق مجلس معتمدین نے بروئے ریزولیوشن ۲ / ۲۵/۱۲/۴۹ فیصلہ فرمایا ہے کہ آمد چندہ ماہوار میں بیس ہزار کا اضافہ کیا جائے اور ممبران مجلس منتظمہ ومجلس معتمدین سے اپیل کی جائے کہ وہ حتی الوسع ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے چندہ ادا کریں دیگر احباب جماعت سے بھی اپیل کی جائے"

بنا بریں عرض پرداز ہوں کہ اگر آپ اپنا چندہ شرح کے مطابق دے رہے ہیں تو فبہا ورنہ حسب ریزولیوشن مذکورہ بالا اپنا چندہ ماہوار شرح کے مطابق ادا کر کے مشکور فرمائیں۔ تاکہ بجٹ کا خسارہ پورا ہو سکے۔ والسلام

مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیہ جماعت کی مساعی اور غلبۂ اسلام

مخالفین کے لئے لمحۂ فکریہ

از جناب شیخ میاں محمد صاحب لائلپوری

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید و
پائے محمدیاں بر منار بلند تر
محکم افتاد"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مذکورہ بالا الہام جو اسلام کے رُوحانی و جسمانی استحکام اور اس کی شان و شوکت کی بشارت دیتا ہے۔ اس زمانہ میں ہوا۔ جب بظاہر اس کے پورا ہونے کے کوئی سامان نظر نہ آتے تھے۔ اور ایک بڑی عجیب بات اس زمانہ کی یہ تھی کہ اکّے دُکّے احمدی اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے سب وشتم کا شکار تھے ادھر یہ مٹھی بھر آدمی اسلام کی شان و شوکت کے دیوانے تھے تو دوسری طرف مسلمان ان کا نام صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے۔ میں اُن دنوں مڈل سکول چنیوٹ میں پڑھتا تھا۔ غالباً سنہ ۱۹۰۲ء کے موسم سرما میں گوجرانوالہ میں میں نے مڈل کا امتحان دیا۔ اس وقت میری عمر ۱۴ سال کی تھی۔ میرے محترم بھائی شیخ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کو احمدیت کی دُھن لگی ہوئی تھی برادری اور غیر برادری کے لوگ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا نام تک بھی سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ ہمارے بزرگوں کی مسجدیں تھیں جن کے وہ متولی بھی تھے۔ لیکن احمدی وہاں بھی اطمینان سے نماز ادا نہ کر سکتے تھے۔ اس زمانہ میں مسجدوں کو دہاں دھویا گیا۔ اور بعض کا فرش اُکھاڑ کر پھینکا گیا۔ کہ احمدی کافر نے اس جگہ نماز ادا کی ہے۔ بائیکاٹ کئے گئے ویران مسجدوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ تاکہ احمدی مسجد میں نماز ادا نہ کر سکیں جس سے مسجد ناپاک نہ ہو جائے۔ ہمارے چنیوٹ کے مکان کو (جہاں مسجد کا ٹکڑا بھی تھا۔ اور صرف احمدی وہاں باجماعت نماز ادا کرتے تھے) لوگ مرزا پور کہتے تھے۔ غرضیکہ مخالفت کا ایک طوفان تھا۔ اور ہر ایک بُرا سلوک جو ہو سکتا تھا روا رکھا جاتا تھا۔ طعن و تشنیع کا بازار گرم تھا۔ لیکن خدا کی شان احمدیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ جتنا کوئی زیادہ سرکش تھا۔ اسی قدر اس کے لواحقین سے احمدی ہوتے گئے اور حضرت صاحب کے علم کلام کا دنیا میں آہستہ آہستہ ایک سکہ قائم ہوتا گیا۔ احمدی قوم نے ہر مخالفت، مصیبت اور مشکل کو نہایت صبر و استقامت سے برداشت کیا اور خاموشی سے اپنے اس دشمن کو جو حضرت مسیح موعود لائے تھے

یعنی دنیا کے کونہ کونہ میں قرآن کریم کو پھیلانا اور اپنے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے واحد کا نام ہر قوم اور مشرق و مغرب میں پہنچا دینا۔ پورا کرتے رہے۔ مسلمان ان کے اس فعل کو کفر سمجھتے رہے اور انہیں کافر کہتے رہے۔ لیکن وہ اپنے اس عزیز ترین کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں کوشاں رہے۔ خدا کی ہستی پر کامل یقین کی دولت سے ہر ایک احمدی چھوٹا بڑا امیر غریب۔ عالم بے علم مالا مال تھا۔ ادھر مصیبتوں کا پہاڑ ان کے سر پر تھا۔ ادھر یہ مردِ میدان رات کی تنہائیوں میں خدا کے آگے گڑگڑاتے تھے۔ تڑپ سے تو یہی اور دعا ہے تو یہی

اللھم اید الاسلام والمسلمین

جو کچھ کسی کے پاس تھا اس نے اسے پیش کیا۔ اموال پیش کئے گئے اور اگر کسی کے پاس علم تھا تو اس نے اپنی عزیز عمر کو اس کی خدمت کے لئے پیش کر دیا۔ اور دنیا پر لات مار کر اشاعت اسلام کے کام پر لگ گیا۔ آخر وہ کیا بات تھی جس نے بڑے بڑے پایہ کے لوگوں کے قلوب کو دنیا کی شان و شوکت سے ہٹا کر دین کی خدمت کی طرف پھیر دیا اور کافر کہلا کر دنیا کی لعنتیں کو سن سن کر بھی وہ نہ گھبرائے بلکہ ان کی قربانیاں دین کی راہ میں پہلے سے زیادہ ہوتی چلی گئیں۔ خدا کی ہستی کا جیسے حضرت امام زمان نے اپنے پاس بیٹھنے والے لوگوں کے قلوب میں پیدا کر دیا۔ کامل یقین ہو گا تو انسان دیکھتا ہے کہ دنیا کی عزت اور اس کے خزانے اس کے مقابل پر ناچیز نظر آتے ہیں!........

....

حضرت صاحب کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۴۲ سال گذر گئے۔ اور اسلام کے نام نہاد مجاہدوں نے اس تحریک کو کچلنے کی انتہائی کوشش کی اور ہر بار اس کو صداقت سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہوئے۔ اور آج پھر جماعت احرار نے ہر گھر میں، سکول میں، پلیٹ فارم پر۔ پریس میں۔ احمدیت کے خلاف شور مچا رکھا ہے۔ اس ہیجان میں میرے سامنے حضرت صاحب کے وہ الفاظ بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید الخ آئے اور میں نے اس سے لذت حاصل کی کہ کس طرح خدا نے وہ الفاظ پورے کر دیئے ہیں۔ میرے ذوق کے مطابق حضرت صاحب کو یہ خوشخبری دی گئی تھی۔ کہ آپ کی آرزو جو اسلام و مسلمانانِ عالم کی شان و شوکت کے متعلق ہے وہ پوری ہو گئی ہے اور روحانی ترقی کا نشان یہ ہو گا۔ کہ محمدیوں کو (جس سے جلال کا اظہار ہے) حکومت ملے گی۔ اور تیری اصل تڑپ کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو اس وقت پوری ہو گی ....

جب مسلمانوں کو حکومت ملے گی۔ اس وقت ایک جدید دَور شروع ہو گا۔ مخالفین نے آج پھر احمدی جماعت کے خلاف یہ کہنا شروع کیا ہے کہ یہ اسلام کے دشمن ہیں۔ غدار ہیں۔ ان کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ان لوگوں پر یہ شعر کیسا صادق آتا ہے۔

گلہ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدہ میں بیاں کروں تو صنم بھی کہتے ہری ہری

ادھر یہ شور بلند ہوا ہے۔ ادھر.......

حکومت کے ارکین اور علماء بھی اسلام کو اس طرز پر پیش کرنے لگ پڑے ہیں جس پر کہ احمدی گذشتہ نصف صدی سے کاربند ہے۔ اغراض و مقاصد کی تحریک کو پڑھ جاؤ۔ وہی نقشہ ہے۔ جو احمدی چاہتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ دجال یاجوج ماجوج کی نا دلیں جو ایک زمانہ میں کفر کا باعث تھیں۔ آج عین اسلام ہیں۔ ہر قوم میں نبی آئے۔ ہندوستان میں بھی نبی آئے۔ اس وقت کلمہ کفر تھا۔ آج عین اسلام ہے۔ امام زمان نے شروع میں کہا تھا کہ دنیا کے کونہ کونہ میں قرآن کو لے کر نکل جاؤ۔ یہ اپنی جگہ خود بنا لے گا۔ آج اشاعت اسلام کا فریضہ ہر کوئی کا یاد آ گیا۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب علیہ الرحمۃ جب ولایت گئے۔ تو وہاں جو ہندوستانی مسلمان رہتے تھے یک زبان ہو کر خواجہ صاحب کو کہنے لگے کہ یورپ کو اسلام کا کونسا نمونہ دکھلانے آئے ہو دیوانے تو نہیں ہو گئے۔ علم آپ کا کمتر ملّا ہیں آپ کمتر۔ ان کو کیا سکھلانے آئے ہو لیکن وہ مجاہد اس یقین سے کہ اسلام غالب آئیگا اور وقت قریب ہے کہ دنیا پھر لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھ لے گی۔ لبریز تھا۔ اور اس کے سینہ میں یہ چنگاری حضرت مسیح موعود کے فیض صحبت سے روشن ہو چکی تھی اٹھے سمندر کے پار جا کر خدا کے حضور اپنی بیکسی اور بے بسی کو پیش کیا۔ خدا نے اس کی دعاؤں کو شنا اور شرف قبولیت بخشا اور وہ کفرستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ آج اسلامی حکومتوں کا بھی رُخ بدلا ہے اشاعت اسلام کے شعبے قائم کرنے کی آواز کانوں میں آنے لگی ہے۔ لوگ چلا رہے ہیں کہیں اسلامی حکومتوں کا رویہ بدل گیا ہے۔ سوچو کہ دنیا کا رُخ کدھر جا رہا ہے اور وہ جو مردِ خدا کہتا تھا وہی ہو رہا ہے یا نہیں۔ اس کی تڑپ کو خدا نے سُنا۔ ادھر یہ نام نہاد حامی اسلام مخالفت کرتے چلے جا رہے ہیں لیکن دنیا میں ایسے ایسے سامان پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں کہ اسلام کی رُوحانی جسمانی طاقتیں صفحہ ہستی میں قائم اور مستحکم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ کیا ہی سچا فرمان تھا کہ "میں تیری سچائی کو بڑے زور آور حملوں سے ثابت کروں گا۔" آج عیسائی دنیا میں حضرت مرزا صاحب کے ایک غلام کی قلم نے غلبۂ اسلام کے لئے بڑا کام کیا۔ وہ قلم کس کی ہے۔ اسی ایک مردِ مجاہد کی جو ایک گوشۂ گمنامی میں بیٹھا نصف صدی سے اسلام کی اشاعت کے لئے قلم چلا رہا ہے اور دن رات اگر دُھن ہے تو یہی کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے خدا کے فضلوں کو دیکھو کہ اس نے احمدیہ جماعت لاہور کو جو ایک نہایت ہی چھوٹی سی جماعت ہے اس کی کوششوں کو کس قدر شرفِ قبولیت بخشا ادھر مسلمان بیدار ہو گئے ہیں تو مغرب میں اس کو شش سے روما کا پوپ گھبرا اٹھا اور اس نے اپنے پیروؤں سے اس امر کی درخواست کی ہے کہ وہ اس فتنہ کے بچاؤ کے لئے دعائیں کریں۔ جو اسلام کی شکل میں یورپین ممالک میں پھیل رہا ہے۔ یہ کتنا انقلاب ہے جو آپ کی ناچیز کوششوں سے ہوا یورپ کے نظریہ میں اسلام کے متعلق بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ یہ احراری بھی درخواستیں کرتے ہیں مسجدوں میں وعظ کرتے ہیں کہ اس فتنہ سے بچو۔ احمدیوں کی بنیادیں اور شاخیں یورپ میں امریکہ میں پھیل گئی ہیں۔ ان کو مٹانا مشکل ہو گیا ہے ادھر پوپ روما اپیل کرتا ہے کہ اس فتنہ سے بچو۔ یہ لوگ قابل رحم ہیں۔ سلسلہ احمدیہ تو اللہ کے فضل و کرم سے فتح و نصرت کے دَور میں ہے۔ خدا کرے کہ ہمارے مسلمان بھائی بھی خدمت اسلام کے اس فریضہ کو سرانجام دیکر خدا کے فضائل کے وارث بن سکیں۔ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ ہمارا پیارا نبی زندہ نبی ہے۔ ہمارا قرآن پاک زندہ کتاب ہے۔ اس زمانہ میں ایک مرد مجاہد آیا اس نے قلم کے خزانے خدا کی ذات پر یقین کے خزانے۔ قرآن پاک کی معرفت کے خزانے ہم میں تقسیم فرمائے۔ خدا سب مسلمانوں کو اس سے مستفید فرمائے۔ کیا ہی اچھا کہا حضرت صاحب نے پیارے دل تو خاطر اپناں گناہ و درشت

کافر کنند دعویٰ حب پیغمبرم

یہ وقت خدا کے حضور جھک جانے کا ہے۔ ہم نے کیا کیا اور ہر ایک احمدی سوچے کہ اس قادرِ مطلق نے کیا کر دکھایا یہ اس کا محض فضل و کرم ہی ہے کامیابی کا دروازہ سامنے ہے۔ حضرت امیر کے فرمان کو سامنے رکھو۔ اتحاد میں بڑی برکت ہے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

دین اسلام کی حقیقت اور اس تک پہنچنے کے وسائل

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

واضح ہو کہ لغت عرب میں اسلام اسکو کہتے ہیں کہ بطور پیشگی ایک چیز کا مول دیا جائے ——— اور یا یہ کہ کسی کو اپنا کام سونپیں اور یا یہ کہ صلح کے طالب ہوں اور یا یہ کہ کسی امر یا خصومت کو چھوڑ دیں۔

اور اصطلاحی معنی اسلام کے وہ ہیں جو اس آیہ کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ کہ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ و ھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے یعنی اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسکے ارادوں کی پیروی کے لئے اور اس کی خوشنودی کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیوے اور پھر نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لئے قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دیوے۔ مطلب یہ ہے کہ اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ اعتقادی طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی طاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور عملی طور پر اس طرح سے کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر ایک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں۔ بجا لاوے مگر ایسے ذوق و شوق و حضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔

پھر بقیہ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ جس کی اعتقادی و عملی صفائی ایسی محبت ذاتی پر مبنی ہو اور ایسے طبعی جوش سے اعمال حسنہ اس سے صادر ہوں وہی ہے جو عنداللہ مستحق اجر ہے اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم رکھتے ہیں یعنی ایسے لوگوں کے لئے نجات نقد موجود ہے کیونکہ جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان لا کر اس سے موافقت تامہ ہو گئی اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادے سے ہم رنگ ہو گیا اور تمام لذت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر گئی اور جمیع اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگے تو یہی وہ کیفیت ہے جس کو فلاح اور نجات اور رستگاری سے موسوم کرنا چاہیئے اور عالم آخرت میں جو کچھ نجات کے متعلق مشہود و محسوس ہوگا وہ درحقیقت اسی کیفیت راسخہ کے اظلال و آثار ہیں جو اس جہان میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ بہشتی زندگی اسی جہان سے شروع ہو جاتی ہے۔ اور جہنمی عذاب کی جڑھ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست ہے۔

اب آیات ممدوحہ بالا پر ایک نظر غور ڈالنے سے ہر ایک سلیم العقل سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قوے کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جائے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اسی معطی حقیقی کو واپس دی جائیں نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جائے۔ یعنی شخص مدعی اسلام یہ بات ثابت کر دیوے کہ اس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حلم اور اس کا علم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور اس کا سرور اور جو کچھ سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اس کی نیات اور اس کے دل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قوے الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے کہ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔

اور ان آیات پر غور کرنے سے یہ بات بھی صاف اور بدیہی طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں زندگی کا وقف کرنا جو حقیقت اسلام ہے دو قسم پر ہے ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا معبود اور مقصود اور محبوب ٹھہرایا جاوے اور اس کی عبادت اور محبت اور خوف اور رجا میں کوئی دوسرا شریک باقی نہ رہے اور اس کی تقدیس اور تسبیح اور عبادت اور تمام عبودیت کے آداب اور احکام اور اوامر اور حدود اور آسمانی قضا و قدر کے امور بدل و جان قبول کئے جائیں اور نہایت نیستی اور تذلل سے ان سب حکموں اور حدوں اور قانونوں اور تقدیروں کو بارادت تام سر پر اٹھا لیا جاوے اور نیز وہ تمام پاک صداقتیں اور پاک معارف جو اس کی وسیع قدرتوں کی معرفت کا ذریعہ اور اس کی ملکوت اور سلطنت کے علو مرتبہ کے معلوم کرنے کے لئے ایک واسطہ اور اس کے آلاء اور نعما کے پہچاننے کے لئے ایک قوی رہبر ہیں بخوبی معلوم کر لی جائیں۔

دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اسکے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور بار برداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جائے۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کر لیں۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہل اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیت سے معہ اس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اسی کی راہ میں نہ لگ جاوے پس حقیقی طور پر اسی وقت کسی کو مسلمان کہا جاویگا کہ جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اس کے نفس امارہ کا نقش ہستی معہ اس کے تمام جذبات کے ایک دفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونے کی نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعت خالق اور ہمدردی مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔ خالق کی طاعت اس طرح سے کہ اس کی عزت و جلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بےعزتی اور ذلت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلاوے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیئے غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسام ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے۔ ان کو نفع پہنچاوے اور ہر ایک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کیلئے زور لگا دے۔

مگر یہ للّٰہی وقف محض اس صورت میں اسم بامسمیٰ ہوگی کہ جب تمام اعضا للّٰہی طاعت کے رنگ سے ایسے رنگ پذیر ہو جائیں کہ گویا وہ ایک آلہ الٰہی ہیں جن کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً افعال الٰہیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں یا ایک مصفا آئینہ ہیں جس میں تمام مرضیات الٰہیہ بصفا و تمام عکسی طور پر ظہور پکڑتی رہتی ہیں اور جب اس درجہ کاملہ پر للّٰہی طاقتیں و خدمات پہنچ جائیں تو اس صبغۃ اللہ کی برکت سے اس وصف کے انسان کی قوےٰ اور جوارح کی نسبت وحدت شہودی کے طور پر یہ کہنا صحیح ہوتا ہو کہ مثلاً یہ آنکھیں خدا تعالیٰ کی آنکھیں اور یہ زبان خدا تعالیٰ کی زبان اور یہ ہاتھ خدا تعالیٰ کے ہاتھ اور یہ کان خدا تعالیٰ کے کان اور یہ پاؤں خدا تعالیٰ کے پاؤں ہیں کیونکہ وہ تمام اعضا اور قوتیں للّٰہی راہوں میں خدا تعالیٰ کے ارادوں سے پُر ہو کر اور اس کی خواہشوں کی تصویریں بن کر اس لائق ہو جاتے ہیں کہ ان کو اسی کا روپ کہا جائے وجہ یہ کہ جیسے ایک شخص کے اعضا پورے طور پر اس کی مرضی اور ارادہ کے تابع ہوتے ہیں ایسا ہی کامل انسان اس درجہ پر پہنچ کر خدا تعالیٰ کی مرضیات و ارادات سے موافقت تامہ پیدا کر لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور واحدانیت اور مالکیت اور معبودیت اور اس کی ہر ایک مرضی اور خواہش کی بات ایسی ہی اسکو پیاری معلوم ہوتی ہے کہ جیسی خود خدا تعالیٰ کو۔ سو یہ عظیم الشان للّٰہی خدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حقیقت تامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لباب ہے۔ جو نفس اور خلق اور ہوا...

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشند

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب — جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ ہندوستان سے چھ روپے ۸-۱۲-۰۰

ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ جمادی الاوّل ۱۳۶۹ھ ۔ یکم مارچ ۱۹۵۰ء

جلد ۳۷ — نمبر ۹

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

امریکہ کی ورلڈ فیڈریشن کانفرنس میں اسلامی لٹریچر کی تقسیم!

ہالی وُڈ کے فلم فاطمہ کے خلاف احتجاج

(میاں بشیر احمد صاحب مبلغِ امریکہ کا مکتوب)

اخویم مکرم معظم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

اکیس جنوری کی شب کو ورلڈ فیڈریشن کی کانفرنس یہاں کے بہترین ہوٹل FAIN MONT کے گولڈ روم میں ہوئی ۔ امریکہ میں عام طور پر کانفرنسیں بڑے ہوٹلوں میں ہوتی ہیں ۔ اس طرح وہ بہت سے اخراجات اور اوقات کے ضائع ہوجانے سے بچ جاتے ہیں ۔ ہر بڑے ہوٹل میں ایک بڑا ہال ہوتا ہے جس میں ڈیڑھ ہزار آدمی بخوبی بیٹھ سکتے ہیں ۔ اسی جگہ ڈیلی گیٹس قیام کرتے ہیں ۔ کھانے وغیرہ کا انتظام بھی یہیں ہوتا ہے اور ہر قسم کی آسانیاں میسر ہوتی ہیں ۔ سات بجے ڈنر تھا جس میں مَیں بھی شریک ہوا ۔ اس کے معًا بعد کانفرنس شروع ہوگئی ۔ چندے کی اپیل بھی ہوئی ستر ہزار پچھتر ڈالر نقد جمع ہوگئے ۔ حاضرین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی ۔ مَیں نے لونگ تھاٹس کی چند کاپیاں چیدہ چیدہ آدمیوں کو پیش کیں اور انہیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے کام اور مقصد سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتلایا کہ ہم دنیا کو ایک کرنے کے لئے کیا کچھ کوششیں کر رہے ہیں ۔ قاعدہ کے مطابق ہر ایک نے تعریف کی ، دلوں کا حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ۔ بہرحال میں نے اپنا فرض اپنی استطاعت کے مطابق ادا کردیا ۔

حضرت فاطمہؓ کے متعلق ہالی وُڈ میں ایک فلم تیار ہونے کی خبر شائع ہوئی تھی جس میں ان کو بدنما طریقے پر پیش کیا گیا ہے ۔ میں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور مختلف اسلامی انجمنوں کو بھی اس طرف توجہ دلائی ۔ بعض اخباروں نے بھی میرے خطوط کو شائع کردیا ۔ اگرچہ مکمل طور پر نہیں ۔

تین تراشے اس خط کے ساتھ ملفوف کر رہا ہوں ۔ اس میں سے ایک نکربوکر کا لکھا ہوا ہے جو Hearst Publications کا نامہ نگار ہے ان کے بہت سے اخبارات ہیں اور امریکہ کے مختلف حصوں سے شائع ہوتے ہیں ۔

ہماری ہفتہ واری جلسے باقاعدہ ہر اتوار کو ہمارے دفتر ہی میں منعقد ہوتے ہیں ۔ ڈچ اور برٹش گیانا اور ٹرینیڈاڈ کے دورہ کے لئے میں انشاء اللہ مارچ کے دوسرے یا تیسرے ہفتہ میں روانہ ہوجاؤں گا ۔ واپسی پر نیویارک ، فلیڈلفیا اور واشنگٹن وغیرہ کے مشہور شہروں میں بھی ٹھہرتا آؤں گا ۔

جماعت لاہور کا ایک نہایت اہم اجلاس

مورخہ ۳ مارچ ۱۹۵۰ء بعد از نماز جمعہ مقامی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقامی جماعت لاہور کا ایک نہایت اہم اجلاس منعقد ہوگا جس میں انجمن کی جنرل کونسل کے سات ممبروں کا انتخاب کیا جائے گا ۔ مقامی دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ نماز جمعہ کے بعد ضرور ٹھہر جائیں ۔ نیز نئے سیکرٹری کا انتخاب اور مجلس عاملہ کی تشکیل بھی اسی اجلاس میں ہوگی ۔

محمد آصف
پروپیگنڈا سیکرٹری مقامی جماعت لاہور

دینِ اسلام کی حقیقت اور اس تک پہنچنے کے وسائل

مجددِ زمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۵۰ء)

سعادت تامہ کے تین مدارج

اس جگہ یہ نکتہ بھی یاد رہے کہ آیت موصوفہ بالا یعنی بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سعادت تامہ کے تینوں ضروری درجوں یعنی فنا اور بقا اور لقا کی طرف اشارت کرتی ہے کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اسلم وجھہ للہ کا فقرہ یہ تعلیم کر رہا ہے کہ تمام قوے اور اعضاء اور جو کچھ اپنا ہے خدا تعالےٰ کو سونپ دینا چاہیئے اور اس کی راہ میں وقف کر دینا چاہیئے اور یہی وہ کیفیت ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے وجہ یہ کہ جب انسان نے حسب مفہوم اس آیت ممدوحہ کے اپنا تمام وجود معہ اس کی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کو سونپ دیا اور اس کی راہ میں وقف کر دیا اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلی باز آ گیا تو بلاشبہ ایک قسم کی موت اس پر طاری ہو گئی اور اسی موت کو اہلِ تصوف فنا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مرتبۂ بقاء

پھر بعد اس کے وھو محسن کا فقرہ مرتبۂ بقاء کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ جب انسان بعد فنا اکمل و اتم و سلب جذبات نفسانی الٰہی جذبہ اور تحریک سے پھر جنبش میں آیا اور بعد منقطع ہو جانے تمام نفسانی حرکات کے پھر ربانی تحریکوں سے پُر ہو کر حرکت کرنے لگا تو یہ وہ حیاتِ ثانی ہے جس کا نام بقاء رکھنا چاہیئے۔

مرتبۂ لقاء

پھر بعد اس کے یہ فقرات فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون جو اثبات و ایجاب اجر و نفی و سلب خوف و حزن پر دلالت کرتے ہیں یہ حالت لقاء کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ جس وقت انسان کے عرفان اور یقین اور توکل اور محبت میں ایسا مرتبہ عالیہ پیدا ہو جائے کہ اس کے خلوص اور ایمان اور وفا کا اجر اس کی نظر میں وہمی اور خیالی اور ظنی نہ رہے بلکہ ایسا یقینی اور قطعی اور مشہود اور مرئی اور محسوس ہو کہ گویا وہ اس کو مل چکا ہے اور خدا تعالےٰ کے وجود پر ایسا یقین ہو جائے کہ گویا وہ اسکو دیکھ رہا ہے اور ہر ایک آئندہ کا خوف اس کی نظر سے اٹھ جاوے اور ہر ایک گزشتہ اور موجودہ غم کا نام و نشان نہ رہے اور ہر ایک روحانی تنعم موجود الوقت نظر آوے تو یہی حالت جو ہر یک قبض اور کدورت سے پاک اور ہر یک دغدغہ اور شک سے محفوظ اور ہر یک دردِ انتظار سے منزہ ہے لقا کے نام سے موسوم ہے اور اس مرتبہ لقاء پر محسن کا لفظ جو آیت میں موجود ہے نہایت صراحت سے دلالت کر رہا ہے کیونکہ احسان حسب تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت کاملہ کا نام ہے کہ جب انسان اپنی پرستش کی حالت میں خدا تعالےٰ سے ایسا تعلق پیدا کرے کہ گویا اسکو دیکھ رہا ہے۔

اور یہ لقا کا مرتبہ تب سالک کے لئے کامل طور پر متحقق ہوتا ہے کہ جب ربانی رنگ بشریت کے رنگ کو بتمام و کمال اپنے رنگ کے نیچے متواری اور پوشیدہ کر دیوے جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے کہ نظر ظاہر میں بجز آگ کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا یہ وہی مقام ہے جس پر پہنچ کر بعض سالکین نے لغزشیں کھائی ہیں اور شہودی پیوند کو وجودی پیوند کے رنگ میں سمجھ لیا ہے

اطفال اللہ

اس مقام پر جو اولیاء اللہ پہنچے ہیں یا جن کو اس میں سے کوئی گھونٹ میسر آ گیا ہو بعض اہل تصوف نے ان کا نام اطفال اللہ رکھ دیا ہے۔ اس مناسبت سے کہ وہ لوگ صفات الٰہی کے کنارِ عاطفت میں بکلی جا پڑے ہیں اور جیسے ایک شخص کا لڑکا اپنے حلیہ اور خط و خال میں کچھ اپنے باپ سے مناسبت رکھتا ہے۔ ایسا ہی ان کو بھی ظلی طور پر بوجہ تخلق باخلاق اللہ خدا تعالیٰ کی صفات جمیلہ سے کچھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ ایسے نام اگرچہ کھلے کھلے طور پر بزبان شرع مستعمل نہیں ہیں مگر درحقیقت عارفوں نے قرآن کریم سے ہی اسکو استنباط کیا ہے۔ کیونکہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو ایسا یاد کرو جیسے تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ اگر مجازی طور پر ان الفاظ کا بولنا منہیات شرع سے ہوتا تو خدا تعالےٰ ایسی طرز سے اپنے کلام کو منزہ رکھتا جس سے اس اطلاق کا جواز مستنبط ہو سکتا ہے۔

اقتداری معجزات رسول اللہ صلعم

اور اسی درجہ لقاء میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔

جنگِ بدر میں سنگریزوں کی مٹھی

جیسے ہمارے سید و مولیٰ سید الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جلشانہٗ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے۔

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔

یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالےٰ نے پھینکا یعنی درپردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

شق القمر

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شق القمر ہے۔ اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا۔ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔

دیگر اقتداری معجزات

اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا۔ اور بعض تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اسکو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی۔

برہمو فلسفی اور نیچری اگر معجزات کا انکار کریں تو معذور ہیں

حال کے برہمو اور فلسفی اور نیچری اگر ان معجزات سے انکار کریں تو وہ معذور ہیں کیونکہ وہ اس مرتبہ کو شناخت نہیں کر سکتے جس میں ظلی طور پر الٰہی طاقت انسان کو ملتی ہے پس اگر وہ ایسی باتوں پر ہنسیں تو وہ اپنے ہنسنے میں بھی معذور ہیں کیونکہ انہوں نے بجز طفلانہ حالت کے اور کسی درجہ روحانی بلوغ کو طے نہیں کیا۔ اور نہ صرف اپنی حالت ناقص رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر خوش ہیں کہ اسی حالت ناقصہ میں مریں۔

عیسائیوں کی قابلِ افسوس حالت

مگر زیادہ تر افسوس ان عیسائیوں پر ہے جو بعض خوارق اسی کے مشابہ مگر ان سے ادنےٰ حضرت مسیح میں سن کر ان کی الوہیت کی دلیل ٹھیرا بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا اور مفلوجوں اور مجذوموں کا اچھا کرنا اپنے اقتدار سے تھا

(باقی برصفحہ [illegible] کالم [illegible])

پیغام صلح

جلد ۳۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ | نمبر ۹

قادیانی تنظیم و اخلاق

کسی دوسری جگہ خلیفہ صاحب قادیان کے ایک خطبہ کے چند اقتباسات درج کئے گئے ہیں جن میں انہوں نے اپنے مبلغین کی ریشہ دوانیوں، مرکزی کارکنوں کی دوست نوازی اور اقربا پروریوں اور دینی مدارس کی تعلیم و اخلاق کا رونا روتے ہوئے اس حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ نہ مبلغین اپنے افسروں کا حکم مانتے ہیں، نہ مرکزی کارکن اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پورا کرتے ہیں بلکہ ذاتی تعلقات کو سلسلہ کے مفاد پر ترجیح دیتے ہیں اور خود خلیفہ صاحب کے احکام کو ٹھکراتے جا رہے ہیں۔ ایسا ہی ان کا بیان ہے کہ دینی مدارس کی تعلیم و اخلاق کا ستیاناس ہو رہا ہے' اور "دینداری کی تعلیم دینے والے ادارے بیدین ثابت ہو رہے ہیں"۔ انہوں نے ان مدارس کے اساتذہ اور مبلغین کو اور انکی اولادوں تک کو لعنتی اور "ملاں کا کتا" تک کہنے سے دریغ نہیں کیا۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ خلیفہ صاحب نے ایسے سخت الفاظ کیوں استعمال کئے، یہ ان کا اور ان کے مریدوں کا معاملہ ہے، کسی دوسرے کو دخل کا حق حاصل نہیں، نہ یہ کوئی نئی بات انہوں نے کہی ہے، اس قبل کئی مرتبہ اس قسم کے سخت الفاظ وہ مبلغین کے متعلق بھی استعمال کر چکے ہیں اور تمام جماعت کے متعلق بھی، ایک موقعہ پر انہوں نے تبلیغی طلباء کی مثال سؤر سے دی تھی اور ایک اور موقعہ پر تمام جماعت پر جھولے کی مثال عائد کر کے بتایا تھا کہ ان کی رائے میں کوئی توازن پایا نہیں جاتا اور منافق تو ان کی جماعت میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں، کہ ہمیشہ انہیں "سوراخوں سے نکال نکال کر باہر پھینکنے" کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے لیکن وہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔

یہ پیر اور مریدوں کا معاملہ ہے وہ جانیں اور ان کا کام، ہمیں صرف اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ جس نظام کی تعریف ہم ایک مدت سے سنتے چلے آتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے بعض دوست بھی بعض اوقات قادیانی تنظیم کا نام سن کر مرعوب ہو جاتے ہیں اسکی حقیقت خلیفہ صاحب نے اپنے اس خطبہ میں واضح کر دی ہے، اگرچہ انہوں نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ "یہاں تنظیم نہیں بگڑے گی" یہاں تک کہ اپنی تنظیم کے مقابلہ میں یہ بھی کہدیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کی تنظیم سے بھی بلند درجہ رکھتی ہے، ایک طرف تو وہ فرماتے ہیں کہ:

> "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو بادشاہت فوراً مل گئی تھی
> لیکن ہمیں نہیں ملی"

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ

> "مگر وہاں تنظیم بگڑ گئی تھی یہاں تنظیم نہیں بگڑے گی"

کیا دنیا نے کبھی دیکھا کہ کوئی بادشاہت بغیر تنظیم کے بھی قائم ہوئی ہو اور صدیوں تک قائم رہی ہو، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں یا آپ کے بعد اگر تنظیم بگڑ گئی تھی تو بادشاہت کیسے قائم رہی کیا وہ بادشاہت جس میں حضرت ابوبکرؓ کی ایک ہی لشکر کشی سے تمام بگڑا ہوا عرب سیدھا ہو گیا اور زکوٰۃ کا انکار کرنے کے باوجود اونٹ کی ایک قابل زکوٰۃ رسی تک کی بھی زکوٰۃ وصول کر لی گئی بغیر تنظیم ہی کے قائم ہو گئی تھی؟ کیا وہ بادشاہت جس میں عمر فاروقؓ کے آہنی ہاتھ نے شمال سے لیکر جنوب تک اور مشرق سے لیکر مغرب تک ایک ایسا نظم و نسق قائم کر دیا کہ بڑے بڑے سیاستدان اس کی خوبی کے معترف ہیں، وہ تنظیم کے بگڑ جانے کا نتیجہ تھی؟ اور اسی بگڑی ہوئی تنظیم سے ہی ملکوں کے ملک اور قیصر و کسریٰ کی عظیم الشان سلطنتیں فتح ہو گئی تھیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بادشاہت کا سلسلہ تو صدیوں تک قائم رہا جس میں کہیں کہیں معمولی اندرونی خلفشار کے باوجود تنظیم میں چنداں فرق نہ آیا اور جب تنظیم بگڑی تو بادشاہت ختم ہو گئی، لیکن خلیفہ صاحب کی منطق ملاحظہ ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بادشاہت تو مل گئی اور تنظیم بگڑ گئی، اور خود خلافت مآب کو بادشاہت تو نہ ملی لیکن تنظیم موجود ہے اور کبھی نہیں بگڑے گی حالانکہ خود ہی فرما رہے ہیں کہ تمام مبلغ جگہ جگہ ریشہ دوانیاں کرتے اور تنظیم کو توڑتے ہیں، مرکزی کارکن اپنی ذمہ داری اور تنظیم کو ملحوظ نہیں رکھتے اور خلیفہ صاحب کے احکام کو بھی ٹھکراتے جاتے ہیں، دینی مدارس میں اخلاق و دینیات کا ستیاناس ہو رہا ہے۔ خود ہی اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ:۔

> "دوسری قوموں میں نظم پایا جاتا ہے لیکن تم میں نظم نہیں پایا جاتا"

کیا مبلغین کی ریشہ دوانیاں اور مرکزی کارکنوں کا تعمیل احکام سے انحراف تنظیم کے بگڑ جانے کا نتیجہ نہیں؟ پھر کس منہ سے کہا جاتا ہے کہ یہاں تنظیم نہیں بگڑے گی، اور کس جسارت کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدائی تنظیم کے بگڑ جانے کا اعلان کر دیا گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، میاں صاحب ہمیشہ اپنی معمولی معمولی باتوں کا مقابلہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے کرتے رہتے ہیں اور اپنی فوقیت جتاتے رہتے ہیں، کیا یہ بگڑی ہوئی تنظیم اور بگڑی ہوئی ذہنیت کا نتیجہ نہیں؟

مقامی جماعت (لاہور) کی تشکیل

مؤرخہ ۲۴ فروری ۱۹۵۰ء کو بعد از نماز جمعہ جماعت احمدیہ لاہور کی مرکزی جماعت کا ایک اجلاس مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ ابتداء میں جناب شیخ غلام قادر صاحب نے اجلاس کے انعقاد کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کچھ عرصہ ہوا مقامی جماعت کی تشکیل کی گئی تھی لیکن ابھی تک کوئی ٹھوس کام نہیں ہو سکا۔ میری تجویز ہے کہ عہدیداران کا دوبارہ انتخاب کر کے کام کو از سر نو شروع کیا جائے حاضرین جلسہ نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو مقامی جماعت لاہور کا صدر، جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کو نائب صدر، جناب شیخ محمد طفیل صاحب کو سیکرٹری اور خاکسار راقم الحروف کو پراپیگنڈا سیکرٹری انتخاب فرمایا۔ آئندہ اجلاس میں مرکزی جماعت کے اغراض مقاصد اور پروگرام کے متعلق جو فیصلہ ہو گا وہ پیغام صلح کی کسی آئندہ اشاعت میں پیش کر دیا جائیگا۔

محمد آصف

طلبائے مسلم ہائی سکول لاہور کا اعزاز

طلبائے مسلم ہائی سکول لاہور تعلیمی میدان کے علاوہ کھیلوں میں بھی مسلسل امتیاز حاصل کرتے رہے ہیں اور مقامی سکولوں میں انہیں ایک خاصہ امتیازی درجہ حاصل ہے اسی طرح اس سکول کے سکاؤٹ خاص طور پر باقی بوائے سکاؤٹوں میں ممتاز ہیں، سال گذشتہ آسٹریلیا میں ایک جمہوری منعقد ہوئی جس میں پاکستان کے سکاؤٹوں کا ایک دستہ بھی بھیجا گیا۔ اس میں لاہور کے تمام سکولوں میں سے صرف دو لڑکے منتخب ہوئے اور ان میں سے ایک لڑکا محمد ادریس مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کا طالب علم تھا۔ حال ہی میں آنریبل فضل الرحمٰن صاحب وزیر تعلیم پاکستان جو پاکستان کے چیف سکاؤٹ بھی ہیں لاہور تشریف لائے اور سکاؤٹ ہیڈ کوارٹر والٹن میں مقامی سکولوں کے سکاؤٹس کا اجتماع ہوا۔ اس موقعہ پر ہمارے سکاؤٹوں کو دیکھ کر آنریبل وزیر تعلیم بہت خوش ہوئے اور بڑے حوصلہ افزا الفاظ میں اظہار خوشنودی فرمایا اور انہیں بہترین سکاؤٹ قرار دیا۔ چنانچہ کیمپ انسپکشن میں مسلم ہائی سکول کے طلباء اوّل نمبر پر رہے اور انہیں فلیگ آف آنر بھی بطور انعام دیا گیا۔ یہ انتہائی اعزاز ہے اور کسی دوسرے ادارہ کو (Flag of honour) شاید ہی ملا ہو۔ اس موقعہ پر ہر دو سکولوں کے سکاؤٹ اکٹھے بھیجے گئے تھے۔ سولہ (۱۶) لڑکے مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے تھے اور آٹھ لڑکے سکول نمبر ۱ کے تھے۔

اسی طرح مسلم ہائی سکول نمبر ۲ کے طالب علم عبد الرؤف کو پاکستان باکسنگ چیمپئن شپ میں حصہ لینے کے لئے پنجاب کی منتخبہ ٹیم میں چُنا گیا ہے۔ اس وقت تک Punjab Selected ٹیم میں عموماً کالجوں کے طلباء ہی ہوا کرتے تھے اور یہ پہلا موقعہ ہے کہ سکولوں میں سے بھی کسی باکسر کو چُنا گیا ہے اور یہ امتیاز بھی ہمارے سکول نمبر ۲ کو حاصل ہوا ہے۔

قارئین پیغام صلح اور احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ان نونہالوں کے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ انہیں بیش از بیش ترقیات کی توفیق دے اور دین و دنیا کی حسنات سے بہرہ ور کرے۔ آمین

نامہ نگار

اسلام کے ہمہ گیر اصول اور تفقہ

(حمید ممتاز متعلم ایم اے)

اسلام ایک معقول (Rational) مذہب ہے۔ اور وہ ...... انسان کے ذہن سے مخاطب ہے۔ وہ عقل سلیم کو دعوت دیتا ہے، کہ قدرت، کائنات اور اس سے بعید موجودات پر غور وفکر کیا جائے۔ اور اس کا دعویٰ ہے کہ دلیل کے بغیر کسی شئے پر ایمان لانا الحاد کے برابر ہے۔ اعتقاد اور عقیدۂ سلیم اس بات کے متقاضی ہیں۔ کہ انسان دلائل کی وساطت سے مذہب کو اپنائے اور اس کی حقیقت کا یقین دل میں پیدا کرے۔ جو شخص دلائل کے بغیر کسی عقیدے کا قائل ہوگا اس کا عمل مقصد مطلوب سے دور ہوگا۔

اسلام ایک عالمگیر اور دائمی مذہب ہے اور یہ ایک اصول حیات ہے۔ یہ انسان کی بے بقا اور دائمی زندگی کو سنوارتا ہے ...... اس کے عالمگیر اور دائمی ہونے کے دعاوی صرف اسی صورت میں قابل قبول ہو سکتے ہیں۔ جب یہ ہر دور میں قابل عمل ہو۔ طرز زندگی کے قوانین میں جمود نہ ہو۔ اور خصوصاً ان قوانین میں اس قدر لچک ہو۔ کہ وہ معاملات بھی حل ہوں، جو اسلام کے آغاز کے وقت موجود نہ تھے۔ فی الحقیقت واقعات اور حقائق اسی بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اسلام ایسے ہمہ گیر اصول اور قوانین پیش کرتا ہے جن پر غور وفکر کرکے پیش آمدہ معاملات اور مشکلات کو بھی حل کیا جاسکتا ہے۔ فقہ اسلامی انسان کے تجربے اور ذہنی ترقی اور وسعت کے ساتھ ترقی کرتی چلی جاتی ہے اسی سے اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کا دعوے قائم رہ سکتا ہے۔

اسلامی قوانین کی یہ وسعت محض کہنے کی باتیں نہیں بلکہ حقائق ہیں۔ جب بانئ اسلام دنیا کی نظروں سے اوجھل ہوئے تو اس وقت عالم اسلام ابتدائی دور طے کر رہا تھا اور اس کے قوانین اور عملی مسائل کا دائرہ بہت محدود تھا۔ عالم اسلام کی بڑھتی ہوئی وسعت کے ساتھ ساتھ اس کے مسائل بھی بڑھتے گئے مسلمانوں کو نئے نئے مسائل سے واسطہ پڑا مثلاً جاگیروں اور جاگیرداروں کے مسائل، مالک و کاشتکار کے باہمی تعلق کے مسائل، عراق اور مصر میں آبپاشی کی دقتوں کے مسائل سلطنت روما اور ایران کی تہذیب سے مقابلہ بھی نئے قوانین کا متقاضی تھا۔ مسلمانوں نے ان مسائل کا مقابلہ بلند ہمتی سے کیا۔ ان کی اگر ایک نظر حالاتِ جدیدہ پر تھی تو دوسری نظر اسلام کے ہمہ گیر قوانین اور عقائد پر تھی۔ اس طرح سے ان کے ذہن نے انہیں نئے مسائل کے نئے حل تلاش کرنے کا موقعہ دیا آخر شدہ ایسے نتائج پر پہنچ گئے جن سے عقائد اسلام کی ذرہ بھر بھی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی۔ ان کے حل انصاف اور دلیل پر مبنی تھے۔

دورِ عباسیہ کے ۱۹۰ سال کے عرصے میں یعنی چہار خلفاء کے عہد میں یہ حالت ہو گئی کہ لوگ سست ذہن ہو گئے اور یہ سوچنے لگے کہ انہیں قوانین اسلامی میں کوئی چیز بڑھانے کا حق ہی نہیں۔ یہ وہ تاریکی کا زمانہ تھا۔ جبکہ مسلمان وہی پڑھتے اور لکھتے تھے جو ان کے آباء واجداد کی سمجھ تسلیم کر چکی تھی۔ وہ صرف ایک متن نقل کرتے تھے اور اسلام کی روشنی میں اپنے لئے مسائل حل کرنے کی کوشش کیا اس چیز کو اسلام کے منافی سمجھتے تھے۔ آخر مشرق میں ایک بڑے فاضل ابن تیمیہ نے جبکہ بغداد پر ہلاکو خاں قابض ہو چکا تھا مسلمانوں کے اس سست رویے کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کیا اور روح اسلام کی تجدید کرتے ہوئے مسائل جدیدہ کو قرآن اور سنت کی روشنی میں حل کرنا شروع کر دیا۔ مسرت کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں کا بھی یہی رویہ ہے اور ہم میں سے بعض علماء و فضلاء نے اپنی فہم و فراست سے قرآن اور سنت کے ہمہ گیر اصول وعقائد کی روشنی میں نئے مسائل کا حل تلاش کیا ہے۔ آخر امام شافعی نے کس چیز کو تشکیل دی اور مابعد نسلِ انسانی کس چیز کو نیا اور پرانا لائحہ عمل کہتی ہے؟ پرانا نظریہ ملک عرب کے حالات کا حل تھا اور نیا نظریہ مصر کے مختلف حالات کا۔ لیکن دونو اسلامی نظریے تھے اسی طرح سے ابو حنیفہ کے شاگرد مختلف حالات اور مختلف اوقات میں اُن سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وقت، جبلت اور حالات کے تغیر کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اسلامی قانون سازی میں ان امور کی نظر اندازی عدل وانصاف اور روح اسلام سے سراسر انکار ہے۔ جبلت کے علاوہ معصر علماء نے ذہن بھی آپس میں اختلاف رائے رکھتے تھے۔ اور یہ فرق سنت اور قرآن کے معانی و مقصد کے سمجھنے اور اسلامی عقائد کو زیر عمل لانے کے مختلف طریقوں سے سرزد ہوتا تھا۔ یا یوں کہئے کہ یہ طرز اجتہاد کا اختلاف تھا۔ کہ ایک خاص مسئلے کو عقل و دلائل کی امداد سے اسلام کے عقاید اور اسلام کی تعلیم کی روشنی میں حل کرنے کے لئے مختلف آراء کے نتائج پر پہنچنا اختلاف کی وجہ بن جاتی تھی۔

اسلامی شریعت کی تاریخ کو پڑھکر ہم متحیر ہوتے ہیں۔ کہ شریعت کے قوانین میں کس قدر لچک ہے اور یہ کہ مسلمانوں نے کس قدر مجتہد پیدا کئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا۔ کہ مجتہدین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عالم اسلام کے چند حصوں میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ علماء کی آراء میں شدید اختلاف کی وجہ سے مسائل کا شرعی حل کچھ ایسا مرتب کیا جائے جو نا قابل تنسیخ ہو۔ چنانچہ ابو جعفر منصور نے امام مالک سے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کہا جس پر امام مالک نے ایک کتاب (موطا امام مالک) تو لکھ دی لیکن ابو جعفر اسے ہمہ گیر نہ بنا سکے۔ یہ معجزہ صرف قرآن اور سنت کے ہی شایان شان تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آراء کا اختلاف اور ذہنی آزادی علمی ترقی اور قوم کی خوشحالی اور بہتری کا موجب ہوئی ہے۔

پس اسلامی فقہ ایک دو یا چند اشخاص کی کاوشوں کا نتیجہ نہیں اور نہ ہی وہ منجمد اور معین اصول حیات ہیں بلکہ وہ مختلف زمانوں اور مختلف ماحول کے مسلمانوں کے نا مکمل حواصل ہیں۔ جن کی سرپرستی اسلام کے ہمہ گیر اصول اور روح جاودانی کرتے رہے۔

ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ نقطۂ نظر اسلام کے اس مطمح نظر سے کس قدر مطابقت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم کلی، قانون ساز کلی، اور قانون ازلی ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو انسان کا کام اس کے علاوہ کیا ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے ان احکام کو استعمال کرے جو ازل سے مرتب شدہ ہیں، نتیجہ یہ کہ اسلامی قوانین تغیر پذیر نہیں۔ یہاں میں ذرا وضاحت سے یہ عرض ...... کرتا ہوں۔ کہ شریعت اسلامی چار ارکان پر مبنی ہے (۱) قرآن (۲) سنت (۳) حدیث (۴) اجتہاد۔ موخر الذکر کا تسلیم کرنا بھی قرآن وسنت کے احکام کے مطابق ہے مخالف نہیں۔ اس سلسلے میں معاذ بن جبل کا تذکرہ مجھے یاد آتا ہے کہ جب انہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے سوال کے جواب میں عرض کیا کہ میں قرآن اور سنت کے بعد اپنے خداداد فہم و فراست سے مسائل کا حل تلاش کروں گا۔ تو آپ بڑے خوش ہوئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ قرآن اور سنت اولین امور لازمی ہیں اور یہ کہ قرآن کریم عقل کے استعمال کو بالکل ترک نہیں کرتا بلکہ جا بجا قرآن پاک میں تدبر کرنے کی طرف توجہ منعطف کروائی ہے قرآن کریم کے وہ قوانین جن کا تعلق سماج سے ہے ان کا مقصد سماجی برادری اور انصاف کا حصول ہے اور انہیں عملی جامہ پہنانا ذہن انسانی کا کام ہے۔ تاکہ عقل سلیم انصاف اور ظلم میں فرق کرسکے

پس آج ہمیں اس امر کی ضرورت ہے کہ ہم ان پیش آمدہ مشکلات اور معاملات کو قرآن اور سنت اور حدیث کی روشنی میں حل کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ آخر میں میں الشلیبی کے قول کو نقل کرکے ختم کرتا ہوں۔ موافقات جلد ۳ صفحہ ۲۶۶ پر لکھتے ہیں۔

"کہ اکثر معاملات میں قرآن شریف اور فقہ کے قوانین مخصوص معاملات پر کوئی روشنی نہیں ڈالتے۔ ہاں قرآن کریم میں ہمیں معنی خیز الفاظ ملتے ہیں جن کے سمجھنے اور استعمال کرنے سے آئے دن کے مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے"

(بقیہ از صفحہ ۲)

کسی دعا سے نہیں تھا اور یہ دلیل اسبات پر ہے کہ وہ حقیقی طور پر ابن اللہ بلکہ خدا تھا لیکن افسوس کہ ان بیچاروں کو خبر نہیں کہ اگر انہی باتوں سے انسان خدا بن جاتا ہے تو اس خدائی کا زیادہ تر استحقاق ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ اس قسم کے اقتداری خوارق جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز دکھلا نہیں سکے اور ہمارے ہادی و مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا۔ جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسب ضرورت زمانہ ظہور میں آتا رہا ہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا اور الٰہی طاقت کا پرتو جس قدر اس امت کی مقدس روحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری امتوں میں ملنی مشکل ہے۔ پھر کس قدر بیوقوفی ہے کہ ان خوارق عادت امور کی وجہ سے کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جائے۔ اگر ایسے ہی خوارق سے انسان خدا بن سکتا ہے تو پھر خداؤں کا کچھ انتہا بھی ہے۔

باقی بر صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۳

بنی نوع انسان کی اصلاح کیلئے حضرت نبی کریم صلعم جیسا درد اپنے قلوب میں پیدا کیجئے

واقفین زندگی اور اموال کی قربانی کرنے والوں کی ضرورت

واقفین کے بغیر یہ سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ لاہور مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ۔ لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ۝

فلپائن سے ایک خط

جو کام آپ لوگوں کے سامنے ہے۔ وہ بہت بڑا کام ہے اس کے لئے دو اصولی باتوں کی طرف میں نے پچھلے خطبوں میں آپ کو توجہ دلائی تھی۔ یعنی ایک دُعا دوسرے قرآن کریم کی تلاوت اس پر عمل اور اس کی تعلیم و تدریس آج میں ایک تیسری اصولی بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کے بغیر ہمارا یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ بیرونی ممالک میں خدا کے فضل سے ہماری جماعت کی بڑی شاخیں ہیں جو کافی سرگرمی سے اشاعت اسلام کے اہم فریضہ کو سرانجام دے رہی ہیں فلپائن میں بھی ہماری ایک جماعت ہے۔ کل یا پرسوں ہی اس کے سیکرٹری نے ایک خط بھیجا ہے ان کا نام "لوگم یوکا" Lugum Ukka ہے۔ انھوں نے اس بات پر بڑا اظہار تعجب کیا ہے۔ کہ مسلمان جماعت احمدیہ میں شامل ہونے میں اس قدر سستی کیوں ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ بعض لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ احمدی کس کو کہتے ہیں۔ تو میں انہیں جواب دیتا ہوں کہ احمدی وہ ہے جو اس بات کا پختہ عہد اور عزم کر لے کہ وہ ایسی اسلامی زندگی بسر کرے گا جو دوسروں کے لئے قابل نمونہ ہو۔ اور پھر یہ کہ وہ اپنی زندگی کو اس کام کے لئے وقف کرے کہ وہ اسلام کا پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچائے گا۔ ایک ایسا شخص جس کی ہمارے ساتھ کوئی ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی یہاں سے کوئی شخص ان کے پاس گیا ہے۔

بابو منظور الٰہی صاحب مرحوم کی خدمات

اللہ تعالےٰ نے بابو منظور الٰہی صاحب کی روح پر بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔ انہوں نے سلسلہ احمدیہ کی بڑی خدمت کی اور گھر بیٹھ کر اسے دنیا کے اطراف اکناف میں پہنچا دیا۔ یہ ایک بڑا عظیم الشان کام ہے جو انہوں نے کیا ہے۔ انہوں نے نہ صرف اس سلسلہ کا تذکرہ ہی دنیا میں پھیلا دیا بلکہ ہمارے لٹریچر کو کافی تعداد میں بیرونی ممالک میں پہنچانے میں بھی وہ کامیاب ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ فخر ہم میں سے شاید کسی کو بھی حاصل نہیں کہ اپنے کام کاج بھی کرتا ہو اور تبلیغ بھی ساری دنیا میں کر رہا ہو۔ بابو صاحب مرحوم کو اپنی ملازمت کے دوران میں اسی کام کی دھن تھی اور ملازمت سے علیحدہ ہو کر بھی یہی ایک تڑپ ان میں موجزن تھی۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر کوئی عزم کر لے تو وہ اپنے دیگر مشاغل کے ساتھ ساتھ خدمت دین کا عظیم الشان کام بھی سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ بابو منظور الٰہی مرحوم ہی کی خط و کتابت کا نتیجہ تھا کہ فلپائن میں جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہمارا کوئی آدمی بھی وہاں نہیں گیا اور نہ ہی ان کا کوئی آدمی یہاں آیا ایک جماعت بن گئی۔

احمدی کی تعریف

احمدی کی جو تعریف جماعت فلپائن کے سیکرٹری صاحب نے کی ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کا ان پر کافی اثر ہے انہوں نے دو جملوں میں احمدیت کے وسیع مفہوم کو محدود کر دیا ہے۔ انسان کی اپنی زندگی پاک و صالح اور خدا کے ہر حکم کی اس رنگ میں مطابق ہو کہ وہ دوسرے لوگوں کے لئے قابل نمونہ بنے اور دوسرے اس کے دل میں یہ تڑپ ہو کہ وہ خدا کے کلام کو دوسرے لوگوں تک پہنچا دے اور فسق و فجور کی تاریکیوں میں گھری ہوئی نسل انسانی کو آفتاب اسلام کی روشنی سے منور کر دے۔

احمدیت قربانی کو چاہتی ہے

پھر وہ لکھتے ہیں درحقیقت احمدی ہونا ایک بڑی بھاری قربانی کو چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ احمدیت میں کم شامل ہوتے ہیں۔ یہ بڑی پکی بات ہے۔ یہ مت خیال کیجئے کہ لوگ آج فی الحقیقت مسیح کے آنے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہ انتظار ختم ہو گیا ہے۔ ہاں غلط فہمیاں ضرور کچھ باقی ہیں لیکن کثیر حصہ ایسا ہے جسے کوئی غلط فہمی نہیں صرف قربانی ان کے راستہ میں روک بنی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے حق کے قبول کرنے کے لئے وہ مختلف بہانے بھی بنا لیتے ہیں۔ درحقیقت قربانی کئے بغیر احمدی کہلوانا بے معنی چیز ہے۔ احمدیت قربانی ہی کا دوسرا نام ہے۔

کونسی قربانی

قربانی بھی وہ جس کا ذکر آیت لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین ۝ میں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حکم کے مخاطب اولاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کہ کیا تو اپنے آپ کو اس لئے ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے یہ ہے کیفیت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کی کہ آپ بنی نوع انسان کو راہ ہدایت پر لانے کے غم میں گھلے جاتے ہیں۔ اور درد اور تڑپ ہے تو صرف اس لئے کہ تمام لوگ اپنے رب کو پہچان لیں۔ اور اس پر .... ایمان لے آئیں۔

ایمان باللہ اور دنیا کا قیام

خدا پر ایمان لانا صرف یہی فائدہ نہیں دیتا کہ ہماری دوسری زندگی کے لئے یہ کوئی بنیادی کام دے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان کے اندر اخلاق فاضلہ بغیر خدا کی ہستی پر ایمان لانے کے پیدا ہی نہیں ہو سکتے آج ایک اور حقیقت بھی ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا پر ایمان لانے کے بغیر دنیا بھی ا[illegible] قائم نہیں رہ سکتی۔ موجودہ تہذیب و تمدن اور علوم و سائنس کی ترقیات کچھ بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتیں جب تک کہ خدا پر ایمان نہ ہو۔

ایک مسلمان کی دلی تڑپ

اس آیت میں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کا نقشہ کھینچا گیا ہے اس میں ہر اس شخص کو بھی جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اسے بھی ایک خطاب ہے۔ کہ اس کے دل میں بھی مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے ایک درد اور تڑپ ہونی چاہیئے۔ اور وہ ہر آن اس کے حصول کے لئے فکرمند ہو۔ کہ کس طرح پر بنی نوع انسان اپنے رب کو پہچان سکیں اور اسی کے دروازے پر جھک سکیں۔ یہی وہ قربانی ہے جس کا ذکر دوسری جگہ یوں کیا گیا ہے

قل ان صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین

احمدی کی قربانی اور وقف

یہ حقیقت ہے کہ دین اسلام قربانیوں سے ہی دنیا میں قائم ہوا اور قربانیوں ہی سے دنیا میں پھیلا اور آئندہ بھی صرف قربانیوں ہی سے پھیلے گا۔ میں اس بات کو ذرا وا[illegible]

کرکے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ جیسی موجودہ حالت میں ہیں اس میں رہ کر کامیاب ہو سکیں گے۔ وہ قربانی جس کا تقاضا اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے کرتا ہے کیا تم اسکو ان قربانیوں سے بھی حقیر سمجھتے ہو جو کہ لوگ ملک اور قوم کی خاطر کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانیں اور اپنے مال پیش کرتے ہیں اپنی زندگیاں ملک اور قوم کے لئے وقف کر دیتے ہیں اس کے لئے ہر قسم کے دکھ اٹھاتے ہیں۔ جب میں "تم" کا لفظ استعمال کرتا ہوں تو میری مراد ساری جماعت نہیں ہوتی۔ مگر افسوس ہے جماعت کا بڑا حصہ ابھی اس روح سے خالی ہے جسے پیدا کر کے آپ اس کام کو کر سکتے ہیں۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ہر ایک شخص کو احمدیت قبول کرتے وقت یا اس کے بعد بھی جب اسے سوچنے کا موقع ملے تو یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ احمدیت کا قبول کرنا اس سے خدا کے لئے ایک قربانی چاہتا ہے اور اس قربانی کا منشاء یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں کو خدا کا نام بلند کرنے کے لئے وقف کر دیں گے۔

وقف کی حقیقت

اس وقف کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اور کوئی کام یا دھندا شلاً تجارت اور اس کا فروغ صنعتوں اور کارخانوں کا قیام۔ اپنی قوت کے ... مکانات کا بنانا بچوں کی خبر گیری نہ کریں گے۔ میں نے ابھی بابو ... صاحب ... کی ایک مثال آپ کو سنائی ہے کہ کس طرح اس ایک شخص نے لاہور میں بیٹھ کر اور اپنا کام کرتے ہوئے دنیا کے کونے کونے میں پیغام ہدایت پہنچایا۔

خدا کے نام کو بلند کرنے کی قوت

آپ میں سے ہر ایک کے اندر یہ قوت موجود ہے۔ لیکن آپ استعمال نہیں کرتے یاد رکھیئے جس طرح ہر شخص میں قوت بینائی تو موجود ہے لیکن اگر وہ اسے استعمال نہ کرے تو وہ اسے کھو دیگا۔ اسی طرح دیگر قویٰ کا حال ہے بازوؤں اور ٹانگوں کی قوت سے اگر کام نہ لیا جائے تو ایک وقت پر آکر وہ بالکل بیکار ہو جائیں گے۔ بعینہٖ انسان کے اندر خدا کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کی قوت رکھی ہوئی ہے جو شخص بھی اسکو استعمال نہیں کرتا اس کی وہ قوت دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ ہاں اسکو استعمال میں لانے سے دیگر قویٰ کی طرح وہ بھی مضبوط تر ہوتی جاتی ہے۔

وقف — اول درجہ کی قربانی ہے

آج حضرت مجدد زمان مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے جس راستہ پر ہمیں لگایا ہے، تو آپ نے کوئی دنیا کے کام ہم سے نہیں چھڑائے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ دوسرے مشاغل کرتے ہوئے بھی ہمارا مرکزی نقطہ یہی خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچانا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے نام کو بلند کرنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دینا اور کلیتہً اسی میں ہی اپنے آپ کو لگا دینا یہ اول درجہ کی قربانی ہے۔ لیکن دوسرے دنیوی کاروبار کو سر انجام دیتے ہوئے بھی ایک شخص قربانی دے سکتا ہے اور فی الحقیقت ضرورت ان دونوں امور کی ہے۔ قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک یہ دونوں قسم کے لوگ نہ ہوں۔ بعض افراد ایسے بھی ہونے چاہئیں جو اسی کام کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیں۔ (یہ سعادت بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے) اور وہ ہر وقت اسی دھن میں لگے رہیں۔

کاروباری احباب کی ضرورت

دوسرے ایسے احباب بھی ہونے چاہئیں جو خوب کاروبار کریں۔ مال و دولت کمائیں اور انہیں بھی اپنے کاروبار میں دھن ہو تو صرف یہی کہ خدا کا نام کسی طرح بلند ہو جائے۔ پھر اس کے حصول کے لئے اپنی آمدنیوں کا ایک حصہ اس کے لئے وقف بھی کر دیں۔ یہ دونوں باتیں ہو سکتی ہیں اور ضرورت بھی دونوں کی ہے۔

واقفین کے بغیر سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا

زندگی وقف کرنے والوں کی ضرورت اس لئے ہے کہ ان کے بغیر سلسلہ ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک لوگ اپنے آپ کو اس کام کیلئے نہ لا پھینکیں اور اپنی دنیوی امیدوں پر دین کی خاطر پانی نہ پھیر دیں تب تک سلسلہ کا قیام مشکل ہے۔ تاریخ اسلام میں بھی یہی بات آپ لکھی ہوئی پائیں گے اور احمدیت کی پچاس سالہ مختصر تاریخ میں بھی یہ بات آپ کو ملیگی کہ جن لوگوں نے خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو کلیتاً وقف کر دیا ان کے ذریعہ سے سلسلہ کو بڑی تقویت ہوئی۔

نبی کریم صلعم کی تڑپ اپنے قلوب میں پیدا کیجئے

سب سے بڑی ضرورت تو اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے دل میں آج وہی درد اور تڑپ پیدا ہو جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں تھی کہ ساری دنیا سے فسق و فجور کی ظلمات کو دور کر کے خدا کے نور سے لوگوں کو منور کرنا ہے۔ آپ میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ یہ دیکھے اور سوچے کہ آیا میں اس سلسلہ کی کس صورت میں کچھ خدمت کر سکتا ہوں یا نہیں۔

ہر آدمی زندگی وقف کر سکتا ہے

ہم میں سے ہر ایک خواہ پڑھا ہوا ہو یا ان پڑھ غریب ہو یا امیر خالصۃً اپنی زندگی کو وقف کر سکتا ہے۔ بلاشبہ ہمیں اس کام کے لئے ہر قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے۔ عالم و فاضل کی بھی کیونکہ اسلام ایک علمی مذہب ہے۔ دوسرے اس کی ترقی بھی علم ہی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس سے اتر کر ان احباب کی بھی ضرورت ہے جو اس سے چھوٹی خدمات سر انجام دے سکیں۔

نور احمد بلال صاحب مرحوم

نور احمد بلال مرحوم کو بہت لوگ جانتے ہوں گے ایک معمولی کام کے لئے انگلستان چلے گئے اور اتنا بڑا وہاں کام کیا کہ ووکنگ مشن کی تاریخ جب تک قائم رہے گی ان کا نام بھی زندہ رہے گا۔ آج بھی ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں ہر قسم کے کلرکوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں تمام احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ سوچے کہ وہ سلسلہ کی کون کونسی خدمات سر انجام دے سکتا ہے۔

واقفین اپنے نام بھیجیں

میں چاہتا ہوں کہ جو احباب اپنی زندگیوں کو وقف کرنا چاہیں ان کی ایک فہرست ہمارے پاس موجود ہو تاکہ ہم وقتاً وقتاً ان کا انتخاب کر سکیں۔ اور ساتھ ہی وہ ہمیں یہ اختیار بھی دے دیں کہ جب ہمیں ضرورت پڑے تو ہم انہیں ان کے مناسب حال اور انکی منشاء کے مطابق کسی کام پر لگا سکیں۔ پس احباب خواہ کسی ہی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں وہ ہمیں اپنے نام جلد بھجوا دیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کلیتہً دین کی خدمات کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ ضرور ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کے لئے ایک اچھا اجر مترتب کرے گا اور انہیں دین و دنیا میں ایک بلند مقام عطا فرمائے گا۔

اموال کی ضرورت

تو ایک تو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اپنی زندگیاں وقف کریں۔ لیکن اکثر لوگ ان میں حصہ نہیں لے سکتے۔ ہمیں اموال کی بھی اشد ضرورت ہے۔ یہ لوگ جو اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں ان پر ہر سال روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ احباب اس کے لئے اپنی آمدنیوں میں سے ایک معقول رقم خرچ کریں اور یہ زیادہ تر وہی لوگ ہونگے جو کہ جماعت سے تعلق رکھتے ہوں۔ اسی لئے ایسے لوگوں کی بھی ضرورت ہے جو کاروبار کریں اور خوب مال و دولت کمائیں تا اپنے بال بچوں کی پرورش کے علاوہ دین کی خدمات کے لئے بھی وہ اسے خرچ کر سکیں۔

صحابہؓ کی مالی قربانیاں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب اموال کی ضرورت ہوتی تھی تو مالدار اصحاب بڑا بڑا مال آپؐ کی خدمت میں لا کر پیش کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے۔ آپؓ نے بڑا مال خدا کے راستہ میں خرچ کیا۔ ایک مرتبہ ایک جنگ میں ایک ہزار اونٹ پیش کئے۔ یہ کوئی معمولی قربانی نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ وہ غرباء بھی تھے جن کے پاس کچھ بہت زیادہ مال نہ تھا۔ بازار میں جا کر حمال یعنی بوجھ اٹھانے کا کام کرتے اور جو کمائی ہوتی اس کا کچھ حصہ بیوی بچوں پر خرچ کر کے باقی حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں چندہ کے طور پر لا کر پیش کر دیتے۔ معلوم ہوا غرباء اور امراء میں کچھ فرق نہیں غریب بھی اگر اپنی طاقت کے مطابق زور لگا دیتا ہے تو وہ اسی مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا امیر بھائی زیادہ مال خرچ کرنے کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مال کے خرچ کرنے میں غریب نے اپنے امیر بھائی سے زیادہ زور لگایا ہے۔ ایک غریب آدمی چند پیسے اکٹھا کر اس میں سے اپنے پر مشکلات وارد کر کے خرچ کرتا ہے لیکن ایک امیر آدمی اپنے بچے کھچے میں سے کچھ رقم خدا کے لئے خرچ کرتا ہے۔

دین کو دنیا پر مقدم کرو

میں تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس عہد کو جو کہ بیعت کے وقت امام زمان سے ہم

لے کیا تھا اچھی طرح پر نہیں سمجھا اس عہد کے نتیجہ سے ہم پر ایک نئی ذمہ داری پڑ گئی ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے لیکن ہم میں آج اس معاملہ میں کچھ کمزوری پیدا ہو گئی ہے - اور ہماری موجودہ حالت پہلی سی حالت نہیں رہی - بعض احباب چندہ مانگنے کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی معزز کام نہیں - کیا آنحضرت صلعم سے بڑھکر کوئی عزت کا مالک شخص ہوگا - آپؐ نے بھی صحابہؓ سے اپیلیں کیں - دین کی ضرورت کے لئے چندہ کا مانگنا عبادت ہی میں داخل ہے

حضرت امام زمان کا ارشاد

تو ہیں نے کہا ہم نے امام زمان کے ہاتھ پر ایک عہد کیا تھا - حضرت امام زمان نے دینی ضروریات کے لئے روپیہ کو خرچ کرنا لازمی قرار دیا ہے اور اس کے لئے بڑے زور دار الفاظ میں فرمایا ہے کہ ہر آدمی اپنی حیثیت کے مطابق اس میں اپنے اموال کو خرچ کرے حسب استطاعت فرمایا ہے یہ نہیں کہ جتنا جی چاہے - اور یہاں تک فرمایا کہ جو شخص تین ماہ تک متواتر حسب حیثیت چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج کر دیا جائے - یہ الفاظ بڑے سخت ہیں - غور کیجئے یہ امام کے الفاظ ہیں کسی غیر کا قول نہیں - لیکن اب حالت یہ ہے کہ جماعت کا بہت سا حصہ ایسا ہے - جو ماہوار چندوں میں مطلقاً شرکت ہی نہیں کرتا اور باقی جو دیتے ہیں وہ بھی جہاد میں شامل ہو کر ضرورت کے مطابق نہیں، حیثیت کے مطابق نہیں بلکہ جتنا دل میں آیا دے دیا -

حسب حیثیت چندہ دیجئے

میں پھر حضرت امام زمان کے الفاظ کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ چندہ حسب حیثیت دیا جائے نہ کہ جو دل چاہا دے کر ٹال دیا جائے - آخر آپ کی ہی ایک انجمن ہے اور انجمن کوئی قوم سے الگ تو نہیں - آپ ہی کے نمایندے اس کے ممبر ہوتے ہیں - انہوں نے حسب حیثیت چندہ کی ایک شرح مقرر کی ہوئی ہے تو اس کے مطابق تمام دوست بحیثیت جماعت حصہ لیں -

چندہ کی شرح

پچاس روپے سے کم آمدنی رکھنے والے اصحاب دو پیسے فی روپیہ ماہوار اور پچاس روپیہ سے اوپر جن لوگوں کی آمدنی ہے وہ ایک آنہ فی روپیہ ماہوار کے حساب سے چندہ ادا کریں اس شرح کے حساب سے جو ۸۰ روپے ماہوار کماتا ہے اس کے حصہ پانچ روپے آتے ہیں اور جو چار سو کماتا ہے اس کے حصے پچیس روپے ماہوار آتے ہیں، جو دو ہزار کماتا ہے اس کے حصے سوا سو روپیہ ماہوار آتا ہے - اب خود ہی اپنی حالتوں کا جائزہ لیں کہ کیا آپ اس شرح کی نسبت سے چندہ دیتے ہیں یا نہیں -

خدائی سلسلہ کو نقصان نہ پہنچائیں

یہ بات خوب یاد رکھئے کہ جو لوگ حسب حیثیت چندہ نہیں دیتے وہ خدا کے کام کو بڑا نقصان پہنچا رہے ہیں - خدا تعالیٰ نے انہیں مال کی فراوانی دے کر ایک موقعہ دیا تھا تا وہ اس کے فضائل کو حاصل کر سکیں - آخر غور کیجئے کیا کبھی ایک چندہ دینے والے اور دوسرے اس شخص کی زندگی میں جو خرچ نہیں کرتا مالی لحاظ سے کوئی فرق نظر آتا ہے - کیا کبھی ایسا ہوا کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا تو کنگال ہو گیا ہو اور دوسرا وہ جو سانپ کی طرح اپنے مال پر بیٹھا ہوا ہے اور وہ خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا - بڑی اچھی حالت میں ہو - مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا اس چھوٹی سی قربانی سے تمہاری یہ حالت ہوگی کہ گویا تم نے اپنی زندگیوں کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا - اپنے قلوب میں اس درد کو پیدا کیجئے کہ تم میں سے ہر ایک کس طرح خدا کے نور کو دنیا میں پہنچا دے -

جماعت کی قربانیاں اور خدا کے افضال

یہ تھوڑی سی قربانیاں جو آپ نے کی ہیں ان کو سامنے رکھئے اور اس کے اثر کو بھی جو خدا تعالیٰ نے ہماری ان حقیر کوششوں میں پیدا کیا ہے - کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ابھی تھے ہماری ادنیٰ قربانیوں کو اپنی جناب سے قبولیت کا شرف بخشا ہے - اکتوبر کے پرچہ اسلامک ریویو میں ایک آسٹریلیا کی خاتون کا خط چھپا ہے جس میں اس نے لکھا تھا کہ اسلام کی تعلیم مجھے ادھر ادھر سے معلوم ہو گئی - جس سے میں مسلمان ہو گئی - اس کے بعد آج اس کا ایک خط آیا ہے - جس میں اس نے لکھا ہے کہ جب سے اسلامک ریویو میں میرا خط چھپا ہے بہت سے لوگوں کے خطوط میرے پاس آتے ہیں - یہاں تک کہ میں فرداً فرداً ان کا جواب نہیں دے سکتی - اور آپ میری طرف سے خود ہی اسلامک ریویو میں شکریہ ادا کر دیں -

صداقت کیلئے دنیا بے تاب ہے

اب غور کیجئے صداقت کو قبول کرنے کے لئے دنیا کے کونے کونے میں کس قدر مانگ موجود ہے - اور وہ صداقت آپ لوگوں کے پاس موجود ہے - آج اگر آپ لوگوں نے محض چند پیسوں کی خاطر اس نور کو روکے رکھا اور تاریکیوں میں گھرے ہوئے لوگوں تک اس نور کو نہ پہنچایا تو یاد رکھئے یہ نسل انسانی پر ایک بہت بڑا ظلم ہوگا - اچھی طرح سوچ لو اس سستی اور غفلت کی ایک دن خدا کے حضور جوابدہی کرنی ہوگی آخر خدا کو آپ لوگ کیا جواب دیں گے - کہ چند پیسوں کی خاطر ہم نے بنی نوع انسان کو نفس و مجبوری میں ہی چھوڑ دیا -

سنگدل نہ بنئے

اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص بھوکا ہو اور اس کی بھوک کو دور کرنے کے لئے روٹی بھی آپ کے پاس موجود ہو لیکن آپ اُسے بھوکا مرتے دیکھ کر بھی اس کے منہ میں نوالہ نہ ڈالیں - یا ایک پیاسے آدمی کو مرتا ہوا دیکھ کر بھی آپ اپنے پاس سے پانی کی بوند اس کے منہ میں نہ ڈال سکیں کیا اس سے آپ پرلے درجے کے سنگدل نہیں کہلائیں گے - آپ اس فعل پر یقیناً انسانیت کے دائرہ سے بھی باہر تصور کئے جائیں گے - آج دنیا روحانی غذا اور آب حیات کی بھوکی اور پیاسی ہے اور اس کا علاج آپ لوگوں کے پاس ہے - اگر آپ نے یہ آب حیات ان تک نہ پہنچایا اور صرف چند پیسوں کی محبت نے آپ کو اس سے روکے رکھا تو پھر سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دو گے -

قادیانی جماعت پر اتمام حجت ہو چکی ہے

قادیان کی جماعت سے ہمیں بیشک اختلاف ہے، کن باتوں میں وہی جو انہوں نے ناواجب کہی ہیں - جس سے کہ انہوں نے نہ صرف سلسلہ کو بلکہ اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا ہے - مسئلہ نبوت اور تکفیر مسلمین یہ دو عقیدے ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں - درحقیقت ان پر آج حجت تمام ہو چکی ہے - تکفیر کی بنا بھی صرف یہی امر ہے کہ ان کا من گھڑت عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے - حالانکہ ایک دفعہ نہیں متعدد بار حضرت مرزا صاحب نے خود ہی اپنی قلم سے مخالفین کے اس قول کو کہ آپ نے نبوت کا دعوےٰ کیا ہے افترا قرار دیتے ہوئے اس سے انکار کیا ہے - سو حضرت امام زمان کے الفاظ ہی قادیانی جماعت پر اتمام حجت کر رہے ہیں - لیکن یہ سچ بات ہے کہ دین کے لئے قربانیاں وہ بھی کر رہے ہیں یہ افسوس کی بات ہوگی کہ وہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نے حق پر قائم رکھا تھا اس کی قربانیاں کم ہو جائیں

ایک ذمہ واری

آپ لوگ ہم سے توقع تو یہ رکھیں کہ ہم تمام دنیا میں تبلیغی مشن قائم کر دیں لیکن آپ خود مالی امداد کرنے میں دل کھول کر حصہ ہی نہ لیں - یہ خیال است و محال است ..... والی بات ہے - جماعت کا وہ حصہ جو آج تک ان چندوں وغیرہ کی تحریکات میں شامل نہیں ہوا یا اس نے اپنی حیثیت کے مطابق زور نہیں لگایا - وہ بہت بڑے الزام کے نیچے ہیں - بلاشبہ بڑی بھاری ذمہ واری ہے خدا کے حضور حاضر ہونے سے پیشتر اپنی اصلاح کر لو - اس میں بھی کوئی شک نہیں مال کا خرچ کرنا کسی قدر مشکلات کو اپنے اوپر وارد کرنا ہے - ایک غریب آدمی کو اپنی معمولی آمدنی سے خرچ میں زیادہ دقت ہے بہ نسبت ایک امیر آدمی کے جسے اپنی بچت سے ہی کچھ خرچ کرنا ہے - سو ایک مالدار آدمی اگر خدا کی راہ میں خرچ نہ کرے تو وہ زیادہ الزام کے نیچے ہے کہ فراخی حاصل ہونے کے باوجود اس نے اسے نسل انسانی اور خود اپنی بھلائی کے لئے خرچ نہ کیا -

قربانیوں کو زیادہ کیجئے

چاہیئے کہ اب نتائج کو دیکھ کر ہم اپنی قربانیوں کو پہلی نسبت سے بہت زیادہ کر دیں - ہماری موجودہ آمدنی نظام ہی کو قائم رکھنے کے لئے مکتفی ہوتی ہے - اس سے ہم اور کوئی مشن کھولنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے - ووکنگ مشن کو آپ نے اپنے ذمہ لیا ہے ابھی ۲۵ ہزار روپے کی فوری مدد اسے دینی پڑی - اس لئے آپ میں سے ہر آدمی کوشش کرے کہ شرح کے مطابق چندہ کو ادا کرے اور یوں جماعت میں ایک مساوات کا رنگ نظر آئے - یہی ہمارا جہاد ہے اور جو جہاد میں شامل نہیں ہوتے وہ اپنا انجام قرآن کریم میں پڑھ لیں -

مبارک

ہمارے مکرم دوست محمد خلیل احمد خان صاحب ٹکٹ کلکٹر کو اللہ تعالیٰ نے چند دن ہوئے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے (نومولود ڈاکٹر حسن علی صاحب گورنمنٹ پنشنر کا نواسہ ہے) اس خوشی میں مولوی مسعود کے والد نے مبلغ پانچ روپے کا عطیہ انجمن کو عطا

کا بھی قتل واقعہ ہوا ہے تو قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل سے محفوظ رکھے جانے کو آپ کے صدق دعوے کی دلیل لانا کمزور سی بات ہو جاتی ہے اور نیز اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت مسیلمہ کی طرح قتل بھی ہو جائے تو اس کا قتل اس کے کذب کی دلیل نہیں بن سکتا۔ حالانکہ قرآن مجید نے بڑے زور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے اثبات میں آیت ولو تقول علینا

بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم احد عنہ حاجزین

کو پیش کیا ہے جس کے صاف اور صاف معنے نیز تمام اکابرین کے نزدیک مسلم معنے یہ ہیں کہ اگر معاذ اللہ آنحضرت صلعم سچے نبی نہ ہوتے بلکہ وہ خدا پر افتراء کے طور پر وحی نبوت و رسالت کا دعوے کرتے اور کہتے کہ ہم کو یہ الہام ہوا ہے یا فلاں وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ خدا تعالے نے ان کی طرف کچھ بھی نازل نہ کیا ہوتا، تو خدا تعالیٰ اُن کی رگ حیات کاٹ دیتا اور ان کا تمام یمن سلب کر لیتا اور کوئی بھی ان کو خدا کی گرفت سے نہ بچا سکتا۔

اب اگر یہ تسلیم کر لو جیسا کہ آپ نے تاریخی واقعات (جو محض باطل ہیں) سے مجھے یہ دکھا دیا ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت و رسالت وحدویت وغیرہ ایسے گذرے ہیں جن کی رگ حیات نہیں کٹی۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلعم کے زمانہ نبوت (۲۳) برس سے زیادہ دیر تک دعوے کے بعد زندہ رہے۔ تو مجھے اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر آنحضرت صلعم (فداہ روحی) کے ۲۳ برس تک دعوے کے ساتھ زندہ رہنے کو خدا نے ان کے صدق دعوے پر دلیل کیوں ٹھیرایا ہے۔ کیا یہ دلیل خلاف واقعہ ہونے کی وجہ سے خدا کے کلام اور خدا کے کام میں تناقض تو نہیں ثابت کرتی۔

اگر میں حضرت مرزا صاحب مجدد دوران کو سچا مامور ثابت کرنے کے لئے ان کا ۲۳ برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہنا بطور دلیل اس لئے بیان کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں اسے آنحضرتؐ کی صداقت کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ تو آپ اسکو واقعات سے غلط قرار دے کر حضرت مرزا صاحب کو مفتری ثابت کرتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ جس دلیل سے آپ مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے ہیں اسی دلیل سے اصدق الصادقین حضرت محمد صلعم کی ذات مبارک پر بھی آپ حملہ کرتے ہیں۔

باب کا قتل

آپ نے جو پانچ جھوٹے مدعیوں کا نام پیش کیا ہے اس میں علی محمد "باب" مدعی نبوت و رسالت کو بھی پیش کیا ہے۔ اور آپ نے لکھا ہے کہ وہ چالیس سال تک زندہ رہا۔ اب چونکہ یہ ہمارے قریب ہی کے زمانہ کا واقعہ ہے اور باب کی اصل حقیقت مخالفین اور موافقین کی تحریروں سے الم نشرح ہے حقیقت یہ ہے کہ باب دعوے کے۔۔۔ چھ سال بعد ہی گولی سے اڑا دیا گیا۔ اس کی ساری عمر بھی چالیس سال نہیں ہوئی۔ وہ ۱۸۴۴ء میں پچیس سال کی عمر میں مدعی بابیت ہوا اور اپنی عمر کے ۳۱ ویں سال ۱۸۵۰ء میں گولی سے مار دیا گیا۔ اس لئے مجھے اس واقعہ سے قرآن کریم کی دلیل پر کوئی شک پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر آپ کی بات درست ہو جیسا کہ آپ نے اسے چالیس سال تک زندہ رہنے والا مفتری علی اللہ مانا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ باب نے رسالت کا دعوے کیا اور شریعت بھی پیش کی اور اپنے کلام کو معجزہ بھی قرار دیا۔ اور اسی طرح مستقل نبوت یا رسالت کا دعوے کیا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے کیا تھا اور وہ برابر (بقول آپکے) چالیس سال تک زندہ بھی رہا۔ حالانکہ وہ جھوٹا تھا۔ تو پھر کوئی اور (خواہ وہ کوئی ہو) ۲۳ برس تک زندہ رہنے کو اپنے صدق دعوے کی دلیل کیونکر قرار دے سکتا ہے اب اس سوال کا جواب بحیثیت مسلمان ہم دونوں پر فرض ہے۔

میرا جواب تو یہ ہے کہ باب کا دعوے مسلم اور اس کا چھ سال میں قتل ہو جانا اس کے مدعی کاذب یا مفتری علی اللہ ہونے کی دلیل ہے اور دوسری طرف اسکی ہلاکت آنحضرت صلعم کے صدق دعوے پر ایک دلیل ہے لیکن آپ کا کیا جواب ہے۔ میرا خیال ہے سوائے خاموشی کچھ نہیں اور آپ جواب لکھکر دیکھ لیں آپ کو اپنی غلطی کا ہی اعتراف کرنا ہوگا۔

اعدلوا ھو اقرب للتقوی

آپ اس ڈر سے کہ حضرت مرزا صاحب سچے نہ ہو جاویں ایک الہامی دلیل کو ہی مٹی میں ملانے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ آپ دانستہ ایسا نہ کرتے ہوں۔ مگر میں پھر کہتا ہوں کہ دنیا کی کسی صحیح مثال سے آپ قرآن مجید کے دعوے قطع الوتین و اخذ بالیمین کو باطل نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے تاریخ سے دو چار آدمیوں کے نام لکھے ہیں تو آپ ذرا ان مدعیوں کی وحی اور ان کی جماعت کا کہیں نام و نشان تو دکھائیں اور ان کے دعوے کو ان کے اپنے کلام سے تو دکھائیں اور وہ کلام تو پیش کریں جسے وہ وحی الٰہی کہکر پیش کرتے رہے۔ محض کسی تاریخ سے ایک بات کو بلا تحقیق پیش کر دینا کافی نہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے مخالفین نے حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دیا اور آپ پر کفر کا فتوے بھی لگایا لیکن حضرت مرزا صاحب اس دعوے سے انکار کرتے رہے بلکہ لکھا کہ میرا دعوے نبوت کا نہیں بلکہ میں خود مدعی نبوت و رسالت کو کافر و دجال جانتا ہوں۔ لیکن ان تمام تشریحات کے باوجود مخالفین نے آپ کو مدعی نبوت قرار دیا اور آپ پر کفر کا فتوے لگایا۔ اب اگر اس زمانہ کا کوئی مورخ علماء کے فتوے پر بھروسہ کر کے حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دے کر یہ لکھدے کہ ۲۵ سال تک نعوذ باللہ ایک کاذب مدعی نبوت باوجود اپنی وحی اور الہام کو متواتر شائع کرتے رہنے کے زندہ رہا تو یہ بالکل جھوٹ ہوگا اور یہ ایک مسلم بات ہے کہ قرآن کریم کے خلاف ہر وہ امر خواہ وہ توریت اور انجیل میں بھی پایا جاتا ہو علماء کے نزدیک قابل قبول نہیں اور وہ اسے محرف و مبدل سمجھ کر رد کر دیں گے چہ جائیکہ آپ کے پیش کردہ چند واقعات جن کی صداقت پر کچھ بھی دلیل نہیں۔

بہاء اللہ کا دعوی

باب کی بجائے اگر آپ بہاء اللہ کا ذکر کرتے اور اسکو بطور مدعی کاذب ہونے کے باوجود چالیس سال تک زندہ رہنے کے قطع الوتین کی دلیل کے بطلان پر پیش کرتے تو میں سمجھتا کہ آپ کو بابی اور بہائی مدعیان کا کچھ علم ہے۔ اگر آپ اب یہ کہیں کہ میرا منشا "باب" کو پیش کرنے کا نہیں تھا بلکہ بہاء اللہ ہی کو پیش کرنے کا تھا۔ غلطی سے باب لکھا گیا۔ تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ آپ پہلے سے زیادہ غلطی کے مرتکب ہوں گے کیونکہ بہاء اللہ کا دعوے یہ نہیں کہ وہ نبی یا رسول ہے بلکہ اس کا دعوے ہے کہ میں تمام رسولوں کو بھیجنے والا ہوں محمد صلعم بھی میرے ہی ایک بھیجے ہوئے نبی تھے اور باب بھی میرا رسول تھا۔ اگر آپ کو اس میں کوئی شبہ ہو تو آپ یہ چند حوالے جو میں آپ کی نظر درج ذیل کرتا ہوں پڑھ لیں۔

(۱) "من یظھرہ اللہ مرسل کل رسل است"

(البیان ۲-۸)

(۲) میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج وہ دن رسول اللہ و خاتم النبیین کا مبارک کلمہ یوم یقوم الناس لرب العالمین پر منتہی ہوگیا"

(لوح ابن ذئب صفحہ ۹۱)

(۳) ایک دفعہ بہاء اللہ کے سامنے ایک بہائی نے کہا کہ "بہاء اللہ خدا ہے" دوسرے نے کہا کہ وہ ظل خدا ہے۔ بہاء اللہ نے کہا دونوں ٹھیک کہتے ہیں۔

(سوانح و تعلیمات عبد البہاء صفحہ ۱۳۵)

اس قسم کے پچاسوں حوالے بلکہ ان سے بھی صریح عبارتیں موجود ہیں جن میں بہاء اللہ نے خود کو "اللہ رب العالمین" قرار دیا ہے۔

لہذا بہاء اللہ کو مدعی رسالت قرار دیکر بحیثیت مفتری علی اللہ پیش کرنا ایک غلطی ہے جو جہالت سے واقع ہو سکتی ہے۔

صبح ازل کا دعوی

میں آپ کو ایک اور مدعی کا پتہ دیتا ہوں وہ ہے بہاء اللہ کا سوتیلا بھائی مرزا یحییٰ وہ بھی الوہیت و ربوبیت کا بہاء اللہ کی طرح دعویدار ہے اور اس کی الہامی کتاب کا نام مستیقظ ہے۔ یہ شخص ساٹھ برس برابر بخطاب صبح ازل زندہ رہا۔

ممکن ہے آپ اب کہیں کہ جب خدائی کے دعویدار ساٹھ ساٹھ سال زندہ رہے تو نبی یا رسول ہونے کا دعوے تو معمولی بات ہے۔ اس لئے آیت قطع الوتین سے مدعی رسالت کے صدق پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ تو میں کہوں گا مولانا مدعی الوہیت تو فرعون بھی تھا ساٹھ سال حکومت بھی کی قرآن میں اس کا ذکر بھی ہے مگر خدا تعالےٰ نے اس کے ساٹھ سال دعوے الوہیت کو آیت قطع الوتین کا متناقض بیان نہیں کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ الوہیت کے مدعی کے لئے جزا و سزا کا حکم الگ ہے۔ اس کی سزا جہنم ہے اور دنیا میں بھی ایسے لوگ بالآخر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں مگر ان کے لئے قطع الوتین کی سزا جو جھوٹے ماموروں کے لئے ہے مقرر نہیں۔ آپ دیکھ لیں۔ باب کو تو قطع الوتین کے وعید کے مطابق اپنے دعوے کے چھ سال بعد ہی قتل کیا گیا لیکن بہاء اللہ اور اس کے بھائی صبح ازل کو چالیس اور ساٹھ سال تک مہلت ملی۔ بالآخر وہ بھی نامراد ہی گئے۔ آج تک بہاء اللہ کی کتاب شریعت اقدس چھپی ہی نہیں بہاء اللہ کے دشمنوں نے اسے چھاپا ہے جسے عبد البہاء نا قابل حجت قرار دیتا رہا۔ اور مستیقظ بھی

کہیں نہیں چھپی۔ دیکھ لیجئے دونوں مدعیوں کا انجام بخیر نہیں ہوا۔ چالیس سال متواتر قید میں رہ کر بہاء اللہ سخت مایوسی کی حالت میں استغفار کرتا ہوا مرگیا۔ اور صبح ازل ساٹھ سال ہی جلاوطن رہا اور نامراد ہی گیا آج ازلی دنیا کے تختہ پر نہیں۔ بابی بھی مفقود ہیں۔ البتہ بہائی لوگ موجود ہیں۔ وہ بہاء اللہ کو ہی سجدہ کرتے اور اسی کو اپنا خدا مانتے ہیں جیسے بعض ہندو فرقے سری کرشن یا رامچندر کو خدا مانتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ گروہ بھی حقیقی مسلمانوں کے سامنے ہر جگہ اُڑتا جا رہا ہے۔ اور وہ وقت دُور نہیں کہ یہ لوگ بالآخر ختم ہو جائیں گے۔

قرآن کی صداقت

محترم مولانا اگر ہو سکے تو قرآن مجید کی دلیل آیت قطع الوتین کو اپنی خواہش کی پیروی میں ردی نہ ٹھیرائیں۔ فکر نہ کریں حضرت مرزا صاحب کو اگر اس دلیل سے فائدہ پہنچتا ہے تو وہ بھی آنحضرت محمد رسول اللہؐ کے ایک غلام ہیں اور ان کا دعوےٰ ظلی بروز محمدؐ ہونے کا ہی ہے۔ اس لئے ان پر اس دلیل کا صادق آنا تو اس زمانہ میں قرآن کے صدق دعوے کی ایک زبردست دلیل ہے۔

اگر آپ کو اتنا بھی گوارا نہیں بلکہ خشک وہابیوں کی طرح ولایت جو ظل نبوت ہے اس کا بھی انکار ہے یا انکار تو نہیں مگر اعتبار نہیں تو کم از کم آپ ایک ہی صحیح مثال مع دلائل ایسے مفتری کی پیش کر دیں جو رسالت یا ماموریت کا مدعی ہو اور اپنی وحی کو برابر ۲۳ برس تک پیش کرتا رہا ہو پھر خدا نے اس کی قطع الوتین نہ کی ہو۔ اس کے قد کو محو نہ کر دیا ہو۔ تو میں بلاشبہ آپ کو ایک سو روپیہ انعام دے دوں گا۔ آپ کو اگر یہ شرط منظور ہے تو پھر آپ میدان میں نکلئے۔ یوں ہی گپ ہانکنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ شرائط بحث طے کر لیں اور میں انعام کا سو روپیہ ثالث کے پاس مناظرہ سے قبل جو تحریری و تقریری ہوگا رکھ دوں گا۔

حضرت مرزا صاحب نے تو پانچ صد روپیہ انعام کا اعلان کیا تھا اگر آپ کو اتنی ہی رقم پر اصرار ہو تو میں یہ بھی منظور کرنے کو تیار ہوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر ثالثوں نے فیصلہ آپ کے خلاف دے دیا تو آپ کو لو تقول علینا بعض الاقاویل کی دلیل کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کو سچا ماننا ہوگا۔

اگر بلا شرط مناظرہ کرنے کا شوق ہو تو وہ بھی کر لیں۔ مساوی خرچ پر مباحثہ کو ساتھ ساتھ شائع کرتے جائیں گے، یا کسی اخبار وغیرہ سے اشاعت کا انتظام کر لیں گے۔ اور یہ کام آپ کا ہوگا

قتل انبیاء کا سوال

میں نے جس طرح آپ سے استفتاء کے رنگ میں قتل انبیاء کے متعلق سوالات کر کے جواب مانگا ہے اسی طرح مولانا احمد شبلی صاحب سے بھی پوچھا اور مولنا اسمٰعیل صاحب ٹونکی سے بھی زبانی استفسار کیا تھا۔ مولانا شبلی صاحب نے تو میرے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیا البتہ جواباً یہ لکھ بھیجا کہ قرآن کریم میں قتلھم الانبیاء اور فلما قتلتموھم کے الفاظ سے بظاہر انبیاء کا قتل ہونا ہی ثابت ہوتا ہے اور اس سے ارادہ قتل کے معنے لینا درست نہیں بعد ازاں ایک ملاقات میں میں نے مولانا صاحب موصوف سے مفصل جواب لکھنے کی درخواست کی تھی جس سے انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

رسولوں کا قتل

رہے مولنا ٹونکی صاحب تو انہوں نے میرے استفسار پر اولاً یہ جواب دیا کہ رسول تو قتل نہیں ہوتے انبیاء قتل ہوتے ہیں اس پر جب میں نے فلما جاء کم رسول کی آیت پڑھی تو کہنے لگے کہ ہاں رسول بھی قتل ہوتے ہیں لیکن پھر دو ہفتہ گذرنے کے بعد میں نے لکھا کہ حضرت نبی کریم تو بلاشک قتل ہونے سے محفوظ رکھے گئے اور ساتھ ہی یہ آیت لکھ بھیجی سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا اور استفسار کیا کہ پھر یہ سنت اللہ وہاں کیوں بدل گئی جہاں خدا کے نبی قتل کر کے ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے ہی مٹا دیئے گئے۔ اس کا جواب وہ کیا دیں گے۔ وہ خاموش ہیں جواب نہ دیا ہے نہ دیں گے اور بہانہ یہ کہ مجھے احمدیوں سے نفرت ہے۔

حافظ علی بہادر صاحب سے بھی میں نے استفسار کیا اور ان کو بھی مدلل طور پر استفتاء لکھ کر بھیجا۔ لیکن وہ بھی جواب سے پہلو تہی کرتے رہے۔ آخر ۱۹ یا ۱۷ فروری کے "الہلال" میں میرا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ وہ قتل انبیاء کے متعلق سوال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اس بحث کا کیا فائدہ۔ دراصل قادیانی صاحب اپنے مرزا کی نبوت کا ثبوت دینے کے لئے عدم قتل انبیاء کو پیش کرتے ہیں یہ سب ان کی خام خیالی ہے جس میں آپ اور شبلی صاحب دونوں مبتلا ہیں۔ میں حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو انبیاء کے عدم قتل پر ہی موقوف نہیں سمجھتا بلکہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدائی وعدہ واللہ یعصمک من الناس کے ماتحت مخالفین کے منصوبوں سے بچے رہے اور یہ آپ کے صدق دعوے پر ایک بین دلیل ہے اسی طرح آپ کا بروز کامل حضرت مسیح موعود کے لئے بھی واللہ یعصمک من الناس کے الفاظ میں اللہ تعالےٰ نے حفاظت کا وعدہ کیا

فما منکم عنہ حاجزین

شبلی صاحب نے مجھے لکھا ہے کہ مرزا صاحب اگر اسلامی سلطنت میں ہوتے تو ان کو بھی قتل کر دیا جاتا۔ وہ تو انگریزوں کے زیر سایہ ہونے کی وجہ سے بچ رہے۔ کس قدر غلط اور نا سمجھی کی بات ہے۔ کیا خدا تعالےٰ کے انتقام کو انگریز روک سکتے ہیں۔ وہ تو خود اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے۔ اس کی سلطنت میں حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی کے عین مطابق دن دہاڑے لاہور شہر میں پنڈت لیکھرام قتل کر دیا گیا۔ خود لارڈ ہارڈنگ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اور گورنر چاندنی چوک میں بم مارا گیا۔ پھر حضرت مرزا صاحبؑ پر بھی قاتلانہ حملے کئے گئے۔ مگر وار خالی جاتا رہا۔

تعجب ہے کہ شبلی صاحب خدا کے مقابل انگریزوں کو ایک خدائی مجرم کو بچانے والا مانتے ہیں۔ انگریزوں کی سلطنت میں ہزارہا خون ناحق ہوتے ہیں۔ یہ حضرت مرزا صاحب ہی تو تھے جنہوں نے آریوں کو کہا کہ میں نے تو چھ سال میں لیکھرام کے مارا جانے کی الہامی خبر شائع کی ہے جو ضرور پوری ہوگی اب تم لوگ دس سال میرے لئے جو منصوبہ قتل کر سکتے ہو کر لو۔ مگر یاد رکھو خدا کا وعدہ ہے کہ وہ مجھے انسانی ہاتھوں سے قتل ہو جانے سے ضرور بچائے گا تو ایسا ہی ہوا۔ وہ دس سال بھی ختم ہوئے اس کے بعد بھی کئی سال حضور زندہ رہے۔ اور آپ کو اللہ تعالےٰ نے باوجود تمام مخالفانہ کوششوں کے قتل ہونے سے محفوظ رکھا۔

میں خود ۱۹۰۱ء میں شملہ سے مرزا صاحب کے قتل کے لئے چلا اور مولنا محمد حسین صاحب بٹالوی و حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری ضلعدار نہر میرے اس کار خیر میں معاون تھے۔ مگر میں قادیان پہنچنے سے پہلے جالندھر شہر میں جہاں میں اپنی والدہ اور بیوی سے رخصت ہونے کے لئے اُترا تھا احمدیت کا ایک عجیب رنگ دیکھ کر احمدیت کا شکار ہوگیا۔ یہ واقع اخبار "الحکم" اور کتاب مجدد اعظم میں شائع شدہ موجود ہے اگر میں راستہ میں احمدی نہ ہو جاتا تو جس سامان کے ساتھ میں قادیان جا رہا تھا اس سے تو انسان چھوڑ پہاڑوں کو بھی اُڑایا جا سکتا تھا۔ اب غور کر کے دیکھ لیجئے کیا حضرت مرزا صاحب کے قتل سے مجھے کسی انگریز نے روکا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے جس کا وعدہ تھا "لو لم یعصمک الناس واللہ یعصمک من عندہ"۔ مجھے اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے قتل سے روک لیا جس طرح آنحضرت صلعم کے قاتل ... حضرت عمرؓ کو روک لیا تھا۔

قتل یقتل بمعنی قاتل یقاتل

میں نے آپ کو لکھا تھا کہ قتل بمعنی قاتل بھی آتا ہے اور اس کی مثال فاقتلوا المشرکین وغیرہ سے دی تھی اور پوچھا تھا کہ کیا آپ یہ مانتے ہیں کہ قتل یقتل بمعنی قاتل یقاتل آتا ہے یا نہیں۔ تا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ قتل بمعنی قاتل آ جاتا ہے۔ تو قتلھم الانبیاء اور یقتلون الانبیاء اور فلما قتلتموھم کے معنے یہ ہو سکتے ہیں اور یہی صحیح بھی ہیں کہ لوگوں نے انبیاء کے قتل کرنے کے لئے سامان قتل کو استعمال کیا۔ یا یہ کہ نبیوں سے مقاتلہ کیا۔ لیکن مقاتلہ میں قتل ہو جانا لازم نہیں پس ان آیات سے انبیاء کا قتل ہو جانا ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ قاتل یقاتل تو بمعنی قتل یقتل آ جاتا ہے لیکن قتل یقتل بمعنی قاتل یقاتل نہیں آتا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ آپ کا مان لینا کہ قاتل بمعنی قتل آتا ہے برابر ہے اس کے کہ آپ یہ مان لیں کہ قتل برابر ہے قاتل کے بھی اور اس پر قرآن شاہد ہے اس میں متعدد مرتبہ قتل یقتل سے امر کا صیغہ اقتلوا بمعنی قاتلوا موجود ہے۔ غور فرمایئے کہ یہ حکم فاقتلوا المشرکین میں جو قتل کرنے کا حکم ہے یہ سوائے قاتلوا کے اور معنوں میں ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ جن مشرکوں کے قتل ہونے کا یہ حکم ہے۔ وہ کوئی ہمارے قیدی نہیں کہ ہم ان کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالیں بلکہ چونکہ وہ مقاتلہ میں جنگ کرنے والے مشرک ہیں اسلئے ان کو مقابلہ میں قتل کا حکم یہی معنے رکھتا ہے کہ ان سے لڑ کر ان کو قتل کرو۔ یہی مقاتلہ ہے۔

پس جب قتل بمعنی قاتل آ گیا تو اب

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۴)

پڑھا بھی دیتے ہیں کچھ ....

ہمبرگ جرمنی میں قادیانی مبلغ کے مشاغل

(از۔ شیخ محمد طفیل رض)

ارادہ تو نہیں تھا کہ جرمنی میں قادیانی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ لیکن الفضل ۱۵ر جنوری سنہ ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں ان کے ہمبرگ مشن کے انچارج چوہدری عبداللطیف صاحب کی ایک مفصل رپورٹ کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ اس پر ایک مختصر ریویو کر دیا جائے۔ چونکہ ادارہ الفضل اور قادیانی جماعت کے صدر دفتر کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے وہ اپنے مبلغین کی کارگذاریوں کا صحیح جائزہ لے سکیں اس لئے وہ مجبور ہیں کہ جو کچھ ان کے مبلغ انہیں لکھیں اسے من وعن شائع کر دیں۔ اور مبلغ حضرات تو

پڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کیلئے

حقیقت یہ ہے کہ چودھری صاحب کی کوششوں سے دس بارہ جرمن ان کے ساتھ ہو گئے تھے ایک ہماری جماعت کے ممبر کو بھی انہوں نے ورغلا کر اپنے ساتھ ملا لیا لیکن ستمبر سنہ ۱۹۴۹ء میں مسٹر ڈنکر کے علاوہ باقی گیارہ ممبر ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اصل وجوہات کا علم ان کے مشنری کو بھی ہے دلوکا کو بھی اور ہمیں بھی لیکن ہم اس کی تشہیر ضروری خیال نہیں کرتے مصلحت یہی ہے کہ از پردہ بروں افتد راز

خیر "ماہ زیر رپورٹ میں" چودھری صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہاں کے ایک مشہور روزنامہ اخبار (Hamburger Allgemeine Zeitung.

کی دو جنوری کی اشاعت میں خاکسار کا انٹرویو خاکسار کے فوٹو کے ساتھ شائع ہوا مضمون نگار نے جماعت احمدیہ کا معقول رنگ میں ذکر کیا۔ اور جرمنی میں اسلام کی اشاعت اور اس بارہ میں غلط فہمیوں کے ازالہ کو میرے قیام کا مقصد بتایا۔ اور اس امر کو بھی اس نے بیان کیا کہ خاکسار جرمنی میں جماعت احمدیہ کی طرف سے اکیلا مبشر اسلام ہے نیز اس نے بیان کیا کہ خاکسار کی طبیعت پر جماعت ہمبرگ کے اخلاص اور ایمان کا خاص اثر ہے اور ممبران جماعت گویا ایسے ہی اچھے مسلمان ہیں جیسے کہ وہ اچھے جرمن ہیں۔"

(الفضل ۱۵ر فروری سنہ ۱۹۵۰ء)

اب جو اصل رپورٹ اس پرچہ میں شائع ہوئی ہے وہ ملاحظہ ہو۔ جرمن کے جو مسلمان اصل حقیقت سے واقف ہیں ان کے لئے اس رپورٹ میں کافی تمسخر کا سامان موجود ہے خصوصاً جب اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ چند ہفتے پہلے ان کی جماعت کے ممبروں نے ان کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا اگر قادیانی جماعت کا دفتر تبلیغ بلا و غیر چاہے تو ہم اسے اصل جرمن رپورٹ کی نقل بھیج سکتے ہیں۔ امید ہے کہ ان کے مبلغ آئندہ اس قسم کی مبالغہ آمیزیوں سے اجتناب فرمائیں گے۔

رپورٹ کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"جرمنی میں میرے قیام کا مقصد" محمد عبداللطیف صاحب نے فرمایا "ہمارے مقدس نبی اور ان کی تعلیمات کے متعلق عام غلط فہمیوں کا ازالہ ہے"

"وہ (چودھری عبداللطیف صاحب مترجم) ہمبرگ میں اسلام کے پہلے مبلغ ہیں اور تمام جرمنی میں صرف وہی (مبلغ اسلام) ہیں وہ سنہ ۱۹۱۵ء میں قادیان (پنجاب) میں ایک جج کے گھر پیدا ہوئے۔ ۱۴ سال سکول کی سخت تربیت کے بعد ۱۹ سال کی عمر میں انہوں نے اپنی زندگی محض خدمت اسلام کے لئے وقف کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۲۰ سال کی عمر میں ہندوستان کے سب سے مشہور عالی سکول میں (اسکول کا نام نہیں بتایا مترجم) سب سے بڑی تعلیمی ڈگری بی۔ اے کی حاصل کی (خوب! مترجم) ...." "تحریک احمدیہ کے ہمبرگ میں جرمن ممبروں نے" انہوں نے فرمایا "مجھ پر بہت اچھا اثر ڈالا ہے۔ (واقعی مقالہ نگار کا اشارہ مسٹر ڈنکر کی طرف ہے مترجم) وہ ایسے ہی اچھے مسلمان ہیں جیسے کہ وہ اچھے جرمن ہیں" جرمنی میں اندازاً پیروان اسلام کی تعداد ۳۰۰۰ ہے جس میں ۸۰۰ جرمن ہیں۔ (جرمنی میں جو جرمن مسلمان ہیں ان کی تعداد ۲۰۰ سے زائد نہیں مترجم) یہ تمام خطوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان میں سے بہت کم کو مشرق میں جانے کا موقع ملا ہے۔"

چودھری عبداللطیف صاحب کو بھی چاہیئے کہ جو غلط باتیں ان کی طرف منسوب ہو کر اس رپورٹ میں چھپ گئی ہیں ان کی ایک خط کے ذریعہ تردید فرما دیں۔ خصوصاً اس بات کی کہ وہ جرمنی میں واحد مبلغ اسلام ہیں اگر انہیں علم نہ ہو تو ہم ان کی اطلاع کے لئے عرض کئے دیتے ہیں کہ برلن کے برطانوی خطہ میں احمدیہ جماعت لاہور کی ایک مسجد ہے جس کے انچارج آجکل محمد امان ہوبوم صاحب ہیں جو انجمن کی طرف سے جرمنی میں تبلیغ اسلام کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور عرصہ سے "برید الشرق" کے نام سے انگریزی اور عربی میں ایک ماہنامہ بھی نکالتے ہیں۔ نیز جرمن ریڈیو سے کئی بار اسلام کے پیغام کو نشر بھی کر چکے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے کہ محمد امان صاحب چوہدری صاحب سے ہمبرگ میں آکر ملے بھی تھے۔ عبدالرحمن صاحب شوبرٹ محمد امان صاحب ہوبوم اور دیگر جرمن مسلمان جب قادیانی مبشر اسلام کی اس قسم کی رپورٹیں پڑھتے ہوں گے تو ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ خدا کے لئے اسلام اور احمدیت کے نام کو اس طرح بدنام نہ کیجئے۔

(بقیہ از صفحہ ۴)

اقتداری معجزہ خدا تعالیٰ کے بلاتوسط قدرتوں سے کم درجہ پر رہتا ہے

لیکن یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالےٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خدا تعالیٰ کے ان خاص افعال سے جو بلاتوسط ارادہ غیبی ظہور میں آتے ہیں کسی طرح سے برابری نہیں کر سکتے اور ہم پایہ ہونا ان کا مناسب ہے۔ اسی وجہ سے جب کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسط کسی دعا کے کوئی ایسا امر خارق عادت دکھلاتا ہے جو انسان کو کسی حیلہ اور تدبیر اور علاج سے اس کی قوت نہیں دی گئی تو بنی کا وہ فعل خدا تعالےٰ کے ان افعال سے کم رتبہ پر رہے گا جو خود خدا تعالےٰ علانیہ اور بالجبر اپنی قوت کاملہ سے ظہور میں لاتا ہے یعنی ایسا اقتداری معجزہ بہ نسبت دوسرے کاموں کے جو بلاواسطہ اللہ جلشانہ سے ظہور میں آتے رہیں ضرور کچھ نقص اور کمزوری اپنے اندر ہو کر رکھتا ہوگا تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تشابہ فی الخلق واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا باوجود اس کے کہ کئی دفعہ سانپ بنا لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا۔

حضرت مسیح کی چڑیاں مٹی ہی تھیں

اور حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی۔ اور کہیں خدا تعالےٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہو گئیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق میں چونکہ طاقت الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی کیونکہ وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجلیات الٰہیہ کے لئے اتم و اعلیٰ وارفع و اکمل نمونہ تھا اس لئے ہماری نظر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق کو کسی درجہ بشریت پر مقرر کرنے سے قاصر ہیں مگر تاہم ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اس جگہ بھی اللہ جل شانہ اور اس کے رسول کریم کے فعل میں مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہوگا۔

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

انبیاء کے ساتھ کفار کا مقاتلہ تو ثابت ہے اس لئے قتلهم الانبياء کے معنے "ان کا انبیاء سے مقاتلہ کرنا" بھی ہو سکتے ہیں۔ اور فلما قتلتموهم کے معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پس تم نے ان (رسل یا انبیاء) کے ساتھ کیوں مقاتلہ کیا۔ لہٰذا ان آیات سے انبیاء و رسل میں سے کسی کا قتل ہو جانا ثابت کرنا درست نہیں خصوصاً اس لئے کہ خود مفسرین اور اہل لغت نے تسلیم کیا ہے کہ

"القتل مباشرة الاسباب الموجبة لزوال الحياة سواء مرتب عليه اولا"

یعنی قتل سے مراد اسباب قتل کا استعمال ہے خواہ قتل واقع ہو یا نہ ہو۔

اب اگر یہ معنے قتل کے ان تمام مقامات پر لے لئے جاویں جہاں کفار کے انبیاء کو قتل کرنے کا ذکر ہے۔ تو بھی ان تمام آیات سے جن میں انبیاء کی صیانت عن القتل کا ذکر ہے۔ مطابقت و موافقت ہو جاتی ہے۔ ورنہ خود قرآن کریم پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مسئلہ قتل انبیاء میں قرآن مجید کا بیان متناقض ہے۔ ونعوذ باللہ من ذالک۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

قادیانی مبلغین۔ دینی مدارس کے اساتذہ و طلباء اور مرکزی کارکنوں کے

دینی اخلاق اور تنظیم پر خلیفہ صاحب قادیان کا تبصرہ

"مولوی کیا ہوا ہلکا کتا ہوا کہ جہاں جاتا ہے لوگوں کو کاٹتا پھرتا ہے" ایسے شخص لعنتی ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ ان کی اولادیں بھی لعنتی ہوں گی

مبلغین اور اساتذہ کے متعلق خلیفہ صاحب کے ریمارک

ذیل میں خلیفہ صاحب قادیان کے خطبہ کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جو انہوں نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۴۹ء کو بمقام ربوہ دیا اور ۲۲ فروری سنہ ۱۹۵۰ء کے الفضل میں شائع ہوا ہے۔

مبلغین کی ریشہ دوانیاں

میں کچھ عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے مبلغین میں وہ اخلاق فاضلہ نظر نہیں آتے جو اُن میں ہونے چاہئیں۔ جہاں جہاں ہمارے ایک سے زیادہ مبلغ ہیں وہاں سے متواتر رپورٹیں آرہی ہیں کہ وہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اور ماتحت مبلغ اپنے افسر مبلغین کی اطاعت نہیں کرتے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہاں ہماری تبلیغ رُک جاتی ہے اور وہاں کی جماعت پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ یہ لوگ سلسلہ کا روپیہ لے کر وہاں پارٹی بازی کر رہے ہیں۔

پہلے یہ بات افریقہ میں شروع ہوئی پھر ملایا میں۔ پھر انڈونیشیا سے ایسی اطلاعات موصول ہونی شروع ہوئیں اب انگلینڈ سے بھی ایسی رپورٹیں آرہی ہیں جن سے شقاق اور لڑائی جھگڑے کی بو آتی ہے۔

انڈونیشیا سے بھی ایسی اطلاع آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جونیئر مبلغ سینیئر مبلغین کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں اور وہ لوگوں کو ان کے خلاف اُبھارتے ہیں۔ اب انگلینڈ سے یہ اطلاع آئی ہے کہ افسر نے اپنے ماتحت کو حکم دیا۔ مگر اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور کہا یہ ظالمانہ حکم ہے۔ میں اسے ماننے کے لئے تیار نہیں۔ میرے نزدیک ایسے لوگ سلسلہ کے پکے دشمن ہیں۔ خواہ وہ اپنی زندگیاں وقف کریں۔ یا اپنا کوئی اور نام رکھ لیں۔ بھلا اس سے زیادہ جہالت کی بات اور کیا ہو گی کہ کوئی شخص نظم میں فرق کرے۔ دنیا میں کتنی حکومتیں چل رہی ہیں ان میں کسی ماتحت افسر کو یہ جرأت نہیں ہوتی۔ کہ وہ اپنے اعلیٰ افسر کا حکم ماننے سے انکار کر دے۔ لیکن ہمارے مبلغین اپنے افسروں کا حکم نہیں مانتے۔ اور اُن کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اُن کے خلاف اُبھارتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ جوتیاں نہیں مار سکتا۔ دنیوی افسر جوتیاں مار سکتے ہیں۔ اور چونکہ یہ لوگ جوتیاں مار سکتے ہیں اس لئے ان کے سامنے جھک جاتا ہے اور خدا تعالیٰ چونکہ جوتیاں نہیں مارتا اس لئے لوگ بے ایمان ہو جاتے ہیں اور اس کی گرفت کو نہیں پہچانتے۔

مرکزی کارکنوں کا طریق عمل

میں مرکزی کارکنوں کو بھی نصیحت کروں گا کہ اس کی ایک حد تک ذمہ داری ان پر بھی ہے۔ ان میں سے بعض ذاتی تعلقات کو سلسلہ کے مفاد پر ترجیح دے دیتے ہیں۔ کسی کا کوئی رشتہ دار یا دوست آ گیا اور اس نے کوئی بات کہہ دی تو اس کا کام کر دیا۔

قادیانی تنظیم نہیں بگڑے گی

پس یہ لوگ یہ خیال نہ کر لیں کہ چلو اس خلیفہ کو ڈرا نے جاؤ دوسرے سے ہم بچ جائیں گے۔ یاد رکھو کہ جو حالات خلافت اولیٰ میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ یہاں پیدا نہیں ہوں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو بادشاہت فوراً مل گئی تھی لیکن ہمیں نہیں ملی مگر وہاں تنظیم بگڑ گئی تھی یہاں تنظیم نہیں بگڑے گی۔

رسول کریم کی تنظیم بگڑ گئی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے مثیل ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد جلد ہی تنظیم بگڑ گئی تھی اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی تنظیم بگڑ گئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی خلافت اب تک چل رہی ہے۔ خواہ اب پہلی صورت نہیں رہی

باغی عناصر

لیکن پوپ اب بھی چل رہا ہے اس لئے تمہیں یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت جلد یا بدیر ختم ہو جائے گی اور تم من مانی کارروائیاں کر سکو گے۔ تمہارے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو مسیح علیہ السلام کی جماعت کے ساتھ کیا گیا تھا۔ یہ درست ہے کہ یہاں باغی عناصر موجود ہیں لیکن تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ باغی عناصر حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت بھی موجود تھے۔

تعلیمی اداروں کے اخلاق

میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے تعلیمی ادارے ہیں۔ ان کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے اخلاق کی طرف بہت کم توجہ دے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے دینیات کی تعلیم کا بھی ستیاناس ہو رہا ہے اور اخلاق بھی ستیاناس ہو رہے ہیں انہی اداروں سے مبلغ بن کر آتے ہیں ہاں کالج اور ہائی سکول کی حالت بہتر ہے۔ اور یہ افسوسناک امر ہے۔ کہ دینداری کی تعلیم دینے والے ادارے نہیں ان کی حالت بہتر ہے۔

"مولوی کیا ہلکا کتا"

کتنے افسوس کی یہ بات ہے کہ وہ مبلغ جن کا یہ کام ہے۔ کہ وہ دوسروں میں نظام کی روح پیدا کریں۔ وہ جہاں جاتے ہیں لڑنے لگ جاتے ہیں۔ "مولوی کیا ہوا ہلکا کتا ہوا"۔ کہ جہاں جاتا ہے لوگوں کو کاٹتا پھرتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ دوسری قوموں میں بھی نظم پایا جاتا ہے۔ لیکن تم میں نظم نہیں پایا جاتا اس کی وجہ یہی ہے کہ اساتذہ یہ باتیں تلامذہ کے کان میں نہیں ڈالتے۔

اساتذہ کے اخلاق

اساتذہ کو نہ عمل کی طرف توجہ ہے۔ نہ اخلاق کی طرف توجہ ہے۔ اور نہ انہیں اس ذمہ داری کا احساس ہے۔ جو سلسلہ کی طرف سے ان پر عائد ہوتی ہے۔ اور نہ انہیں یہ روح تلامذہ میں پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ایک یورپین مرتد

یہی جھگڑا جو انگلستان میں ہوا ہے بتاتا ہے کہ اس شخص میں پہلے سے منافقت پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک یورپین مرتد نے ایک جگہ کہا کہ انگلستان کے سب مبلغوں میں سے وہ شخص (یعنی یہ منافقت کا مرتکب) سب سے اچھا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتد کے کان بھرنے والوں میں سے یہ شخص بھی تھا۔ اور اپنے افسر کے خلاف اسے ابھارتا تھا اس لئے وہ خوش تھا کہ یہ میری تائید کر رہا ہے۔

ایسے شخص لعنتی ہیں

پس اساتذہ کا یہ طریق درست نہیں کہ وہ تلامذہ کے اخلاق کو درست کرنے کیلئے کوشش نہیں کرتے ورنہ یہ نہ ہوتا کہ مولوی جہاں جاتے فساد کرتے جو ایسا کرتے ہیں احمدیت سے ان کا دور کا تعلق بھی نہیں ایسے شخص لعنتی ہیں مجھے ڈر ہے کہ انکی اولادیں بھی لعنتی ہوں گی کوئی مولویت کا تمغہ انہیں خدائی لعنت سے بچا نہیں سکتا۔

مقاطعہ کا حکم

اس میں جماعت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھے اور منہ نہ لگائے۔ جب کوئی شخص بے ایمان ہو گا تو تمہارے ان جذبات کی وجہ سے یا تو وہ اپنی اصلاح کرے گا اور یا جماعت سے اپنا رشتہ توڑ لے گا۔ جو بڑوں کو بھی دیکھ لو جب وہ کسی

مقاطعہ کرتے ہیں تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے۔ احمدی بچے ہزاروں ... سے کہ کمزور نہیں۔ ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن ان میں اتنا جذبہ نہیں پایا جاتا جتنا جو ہڑوں میں پایا جاتا ہے۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جب ہم قادیان میں تھے تو منافق ذرا ظاہر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم | فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور ائمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ چھ روپے
ہندوستان سے ۔۔۔ ۱۲ ۔۔ ۸ روپے
ممالکِ غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۷ | یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۶۹ھ ۔ ۸ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۰

جماعت احمدیہ ۔ اسلام کی حفاظت اور اشاعت کی علمبردار ہے

تعجب ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان اس تحریک میں کیوں شامل نہیں ہوجاتے

فلپائن سے ایک احمدی دوست کا مکتوبِ گرامی

(اس خط کا ذکر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ مرقومہ یکم مارچ سنہ ۱۹۵۰ء میں کیا تھا)

السلام علیکم ۔ آپ نے جو رسالے بھیجے تھے وہ مل گئے ہیں شکریہ ۔ یہ ٹریکٹ وصول ہونے ہی تقسیم ہوگئے ۔ اور اب مزید رسالوں کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے ۔ ان رسالوں کی یہاں بڑی مانگ ہے ۔ اسلام پر جس قدر حملے یہاں کئے گئے ہیں یا اسکے متعلق جقدر شکوک پیدا کئے گئے ہیں ان سب کے استیصال کے لئے یہ کتب نہایت ہی مفید ثابت ہو رہی ہیں ۔ آج مسلمانانِ عالم تحریک احمدیت کے اس لحاظ سے مرہون منت ہیں کہ صرف یہی جماعت اس متعصب و نکتہ چین دنیا میں اسلام کی حفاظت اور اسکی اشاعت کی علمبردار ہے ۔ احمدیت کے سوائے مجھے کوئی اور ایسی اسلامی تنظیم نظر نہیں آتی جو اسلام کی اتنی بڑی اور اہم خدمت سرانجام دے رہی ہو ۔ تعجب ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان اس تحریک میں کیوں شامل نہیں ہوتے ۔ اس کے لئے مجھے کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی ۔ دنیا میں اس وقت کل ۳۵ کروڑ مسلمان ہیں ۔ اگر صرف پانچ کروڑ مسلمان ہی اس تحریک کی حمایت میں کھڑے ہو جائیں تو اسلام کا پیغام چند ہی دنوں میں دنیا کے اطراف و اکناف میں بسنے والے ہر فرد تک پہنچایا جاسکتا ہے ۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مبلغین کے اس قلیل گروہ کی حمایت کرنے کی بجائے مسلمان نہ صرف اس مقدس کام سے غفلت ہی برت رہے ہیں بلکہ عملاً اس کام کی مخالفت اور اس میں روڑا اٹکانے کی کوشش کر رہے ہیں ایسا کرنا کسی طور سے ٹھیک نہیں ۔ یہ کہنا دور از حقیقت اور مبالغہ آمیز نہیں ہوگا کہ مغرب میں اسلام کی تحریم و تکریم کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں وہ سب احمدیہ جماعت ہی کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہیں ۔

مغرب میں جو ..... اسلام کی نسبت ایک انقلاب پیدا ہوگیا ہے اور کچھ لوگ حلقہ بگوش ہو چکے ہیں تو یہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم، حضرت مولانا محمد علی صاحب، ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب، مولانا عبد المجید صاحب اور مولانا محمد یعقوب خاں صاحب و دیگر بے لوث کام کرنے والے احمدیوں کی جد و جہد کا ثمر ہے ۔ اگر احمدیہ جماعت اس میدان میں سر توڑ خدمات بجا لاتی تو شاید آج تک لاتعداد متبعین اسلام اس سے منحرف ہو چکے ہوتے لیکن ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ اسلام کو زندہ کرنے کے لئے احمدیہ جماعت وجود میں آئے ۔ سو مشیت ایزدی آخر پوری ہوئی ۔ یہاں فلپائن میں ہماری خاصی احمدیہ جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آئے دن مزید احباب اس میں شامل ہوتے رہتے ہیں ۔ احمدی کون ہے ؟ ہر مسلمان جو ایک معیاری اسلامی زندگی بسر کرنے کا عہد کرتا ہے اور دوسروں کو اسلامی اصول سکھانے کے لئے زندگی وقف کرتا ہے وہ احمدی ہے ۔ غرضیکہ ہر مبلغ اسلام احمدی ہے ۔ احمدی ہونے کے لئے عظیم الشان قربانی کی ضرورت ہے اسی لئے دنیا میں بہت زیادہ احمدی نہیں ۔ مجھ سے ایک دفعہ سوال کیا گیا کہ کیا احمدی مسلمان ہیں، میں نے جواب دیا کہ ہر احمدی تو مسلمان ہے لیکن ہر مسلمان احمدی نہیں کیونکہ اسلام کو پھیلانے کے لئے زندگی وقف کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ آج اسلام کو احمدیوں کی ضرورت ہے مبلغین کی ضرورت ہے ۔ اللہ کرے ساری دنیا کے ہی مسلمان احمدی ہو جائیں ۔ وما علینا الا البلاغ ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوب امیر و صدر انجمن حضرت مولانا محمد علی کو دین کی شوکت قائم کرنے کے لئے کامل صحت اور درازی عمر عطا فرمائے ۔" آپ کا مخلص ۔ لوگم اُدکا جنرل سیکرٹری احمدیہ موومنٹ ۔ فلپائن برانچ ۔

نوٹ :۔ کیا ابھی تک "لائٹ" چھپتا ہے ۔ اس کا سالانہ چندہ کیا ہے ۔ قربانی کرکے مزید رسائل بھیج دیں ۔ ہمارا ارادہ یہاں مسجد بنانے کا ہے ۔ کسی عالیشان مسجد کا نقشہ ارسال فرمائیں ۔ (لوگم اُدکا)

سیرت حضرت بلالؓ (۴)

الصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت بلالؓ کا قبول اسلام

اگرچہ حضرت بلالؓ ایک سیہ فام حبشی تھے مگر اپنے سینہ میں نہایت ہی خوبصورت اور مصفا قلب رکھتے تھے جو آفتاب اسلام کی تیز شعاعوں سے سراپا نور بن گیا آپ اُن سات افراد میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے دین فطرت یعنی اسلام کو قبول کیا۔

شدید مصائب کا سامنا

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ مشرکین کے ظلم و ستم کا شکار ہوئے تپتی ہوئی ریگ۔ جلتے ہوئے سنگریزے اور دہکتے ہوئے انگاروں پر آپ لٹائے گئے اور کھینچے گئے بعض دفعہ ابوجہل آپ کو منہ کے بل لٹا کر آپ کی پشت پر چکی رکھ دیتا تو تمازت آفتاب سے آگ کا انگارا بن جاتی۔ ان ستم پیشہ لوگوں میں امیہ بن خلف پیش پیش تھا اس نے ظلم و ستم کے نئے نئے طریق اختراع کئے کبھی آپ کو گائے کی کھال میں لپیٹ دیتا کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی ہوئی دھوپ میں بٹھا دیتا (قدرت ربی نے اس ظالم (امیہ بن خلف) کو حضرت بلال رضہ ہی کے ہاتھوں جنگ بدر میں واصل جہنم کیا) الغرض گوناگوں مصائب و مشکلات نے اس پروانۂ شمع رسالت کے پائے ثبات میں ایک ذرہ بھر بھی جنبش نہ آنے دی۔

(اسد الغابہ و طبقات)

آزادی

ایک روز حضرت صدیق اکبر رضہ نے انہیں اس طرح ظلم و ستم کا تختۂ مشق بنتے ہوئے دیکھ کر نہ رہ سکے اور ایک گرانقدر رقم معاوضہ میں دیکر انہیں آزاد کر دیا۔ (بخاری)

حضرت عمر رضہ اکثر فرمایا کرتے تھے "ابوبکر سیدنا و اعتق سیدنا" یعنی ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں جنہوں نے ہمارے سردار (بلال رضہ) کو آزاد کر دیا۔

(مستدرک حاکم)

مسجد نبوی کا پہلا مؤذن

حضرت بلال رضہ کو سب سے پہلے مسجد نبوی میں اذان دینے کا شرف حاصل ہوا۔ (بخاری)

آپ کی آواز نہایت دلکش اور بلند تھی۔ مرد عورتیں اور بچے والہانہ طور پر آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ جب پرستاران حق کا مجمع مسجد میں کافی جمع ہو جاتا تو آپ نہایت مؤدبانہ طور سے آستانۂ نبوت پر کھڑے ہو کر پکارتے حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح الصلوٰۃ یا رسول اللہ۔

آپ کی دلنواز تکبیر بندگان توحید کو بارگاہ رب العلمین میں سربسجود ہونے کے لئے صف بصف کھڑا کر دیتی (طبقات ابن سعد) آپ سفر و حضر ہر موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن خاص تھے۔

غزوات

حضرت بلال رضہ تمام مشہور غزوات میں شریک جہاد رہے (اسد الغابہ) فتح مکہ کے وقت آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے (بخاری) حکم ہوا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی پُرعظمت صدائے تکبیر بلند کیجئے۔ جس سے ایک دفعہ پھر بیت اللہ توحید کی صدا سے گونج اُٹھا۔

عہد صدیقی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال نے اپنے محسن صدیق اکبرؓ سے عرض کی کہ یا خلیفہ رسول اللہ! کیا آپ نے مجھے اللہ تعالےٰ کے لئے آزاد کیا تھا یا اپنی مصاحبت کے لئے انہوں نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے لئے بلال نے کہا تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں جہاد میں شرکت کروں کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ فی سبیل اللہ جہاد کرنا مومن کا سب سے بہتر کام ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ سُنکر فرمایا بلال میں تجھے اللہ تبارک و تعالےٰ اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اس عالم پیری میں داغ مفارقت نہ دو۔ اس مؤثر تقریر نے حضرت بلال پر بہت بڑا اثر کیا اور آپ عہد صدیقی کے غزوات میں شریک نہ ہو سکے (بخاری)

"عہد فاروقی"

صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد عہد فاروقی میں پھر آپ نے فاروق اعظم رضہ سے شرکت جہاد کے لئے اجازت طلب کی مگر انہوں نے بھی خلیفہ اول کی طرح روکنا چاہا مگر پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا۔ بعد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی اور مہم شام میں شریک ہو گئے۔

(طبقات)

فاروق اعظم رضہ نے جب شام کا سفر اختیار کیا تو دوسرے افسران فوج کے ساتھ بلال رضہ بھی بمقام جابیہ آپ کے استقبال کے لئے پہنچے اور بیت المقدس تک آپ کے (فاروق اعظم) ہمرکاب رہے۔ ایک روز فاروق اعظم رضہ نے بلال رضہ سے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ آج آپ اذان کہیں وہ بولے کہ اگرچہ میں عہد کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا تاہم میں آج آپ کی خواہش پوری کر دوں گا۔ چنانچہ اس گلشن رسالت کے خوش گلو عندلیب نے اپنے مخصوص طرز میں نغمۂ توحید بلند کیا۔ سب لوگوں کو عہد نبوت کی یاد تازہ ہو گئی اور وہ زخم جو امتداد زمانہ سے مندمل ہو گئے تھے پھر کھل گئے۔ حضرت عمر رضہ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضہ۔ معاذ بن جبل رضہ اور دیگر اکابر صحابہ بھی زار و قطار رو پڑے

شام میں توطن

حضرت بلالؓ کو شام کی آب و ہوا اور سرسبز و شاداب زمین موافق طبع اور پسند تھی لہذا خلیفۂ دوم کی خدمت میں عرض کی کہ انہیں اور ان کے اسلامی بھائی ابو رویحہ رضہ کو شام میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ درخواست منظور ہونے کے بعد دونوں قصبہ خولان میں مستقل طور پر آباد ہو گئے بعد ازاں دونوں نے حضرت ابودرداء کے خاندان میں رشتۂ مناکحت کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہم دونوں کافر تھے اللہ تعالےٰ نے ہمارا اسلام کے لئے سینہ کھول دیا۔ ہم غلام تھے اس نے ہمیں اپنے فضل سے آزاد کر دیا ہم محتاج تھے اس بزرگ و برتر مولےٰ نے ہمیں مالدار بنا دیا۔ ہم تمہارے خاندان سے رشتۂ مناکحت تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں اگر منظور ہو تو اللہ تعالےٰ کا شکر ہے ورنہ کوئی شکایت نہیں" انصار نے برضا و رغبت اس درخواست کو لبیک کہا اور اپنی لڑکیوں کی شادی ان دونوں سے کر دی۔

(اسد الغابہ)

زیارت روضۂ رسولؐ

کچھ عرصہ شام میں رہنے کے بعد ایک رات حضرت بلال رضہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرما رہے تھے "بلال یہ خشک زندگی کب تک، کیا تمہارے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو" اس خواب نے بلالؓ پر ایک عجیب کیفیت طاری کر دی وہ پُرلطف صحبت رسول اور وہ شفقت نبوی یاد آ گئی عشق و محبت کے خشک زخم پھر ہرے ہو گئے اسی وقت مدینہ کی راہ لی روضہ مبارک پر حاضر ہو کر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگے آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو اپنے گلے سے لگا کر پیار کیا دونوں صاحبزادگان نے درخواست کی کہ صبح کی اذان کہیں آپ اس فرمائش کو ٹال نہ سکے چنانچہ صبح کے وقت جب مسجد کی چھت پر آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اُٹھا جب آپ نے اشہد ان محمد رسول اللہ پکارا تو عورتیں بیقرار ہو کر پردوں سے باہر نکل پڑیں اور تمام عاشقان رسولؐ کے رخسار اشکوں سے تر ہو گئے بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پُراثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

(اسد الغابہ)

خدمت رسولؐ

حضرت بلال رضہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری اپنا مقصد حیات بنا رکھا تھا۔ حضور جب عیدین یا نماز استسقاء کے لئے نکلتے تو یہ بلّم لے کر آگے آگے چلتے۔ (طبقات)

ایک اہم مسئلہ کا حل

حضرت بلال نے ایک روز برنی کھجوریں (جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں حضور نے تعجب سے پوچھا یہ کہاں سے لائے؟ عرض کی کہ میں نے اپنی خراب کھجوروں کے دو صاع کے بدلے ان کھجوروں کا ایک صاع حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے حاصل کیا ہے ارشاد ہوا ایسا ہرگز نہ کرنا یہ تو عین ربا ہے۔ اگر تمہیں ان کھجوروں کو خریدنا تھا تو پہلے اپنی خراب کھجوروں کو فروخت کرتے

(باقی پر صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۴)

پیغام صلح

جلد ۳۷ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱۰

شاہ ایران کی آمد

یکم مارچ کا دن پاکستان کی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے جبکہ شہنشاہ ایران جیسی مقتدر ہستی نے اس سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف بخشا یہ دورۂ ہمایونی پاکستان کے لئے یقیناً بڑے فخر کا موجب اور مذہبی ثقافتی تعلقات کے استحکام کا باعث ہے جو ایران و پاکستان کے درمیان چلے آتے ہیں۔ اسلام نے ان دونوں ممالک اخوت کے جس رشتہ میں پرو دیا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے کہ شہنشاہ ایران آج اس سرزمین میں پہنچکر وہ خوشی و مسرت حاصل کر رہے ہیں جو ایک بھائی کو بھائی کے گھر میں پہنچکر حاصل ہوتی ہے، پاکستان کا ہر فرد و بشر آج اس معزز مہمان کے لئے فرش راہ بنا ہوا ہے اور کراچی سے لیکر ڈھاکہ اور پنجاب سے لے کر سرحد تک ہر جگہ شاندار استقبال کیا جا رہا ہے جس کی نظیر شاید اس سے پہلے ملنی مشکل ہے۔ شہنشاہ ممدوح کی یہ آمد اس دوستانہ معاہدہ کے علاوہ جو ایران و پاکستان کے مابین پہلے سے ہو چکا ہے امید ہے کہ کئی ایسے معاہدات کا موجب ہو گی جو ان دونوں ملکوں کو ایک دوسرے کے لئے بہت زیادہ نفع رساں بنا دے گی اور وہ دنیا کے لئے ایک بہت بڑی طاقت اور اسلام کے لئے ایک پائدار قلعہ ثابت ہونگے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ورود ہمایونی کو تمام ایران و پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام کے جذبات محبت و اخوت کے استحکام کا موجب بنا دے اور اسلام کا پرچم ایک دفعہ پھر دنیا کے تمام جھنڈوں سے بلند تر نظر آئے۔ اور وہ وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں جبکہ مسیح موعود کا یہ الہام عملی رنگ میں پورا ہو۔

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و
پائے محمدیاں برمنار بلند تر
محکم افتاد"

---

* فسادات کا نتیجہ قرار دے رہی ہے حالانکہ تمام دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ فسادات کی ابتدا مغربی بنگال سے ہوئی اور وہاں سے مسلمان ظلم و ستم اٹھا کر بطور پناہ گزین ڈھاکہ آئے، جس پر ڈھاکہ میں انتقامی جوش پیدا ہوا۔ لیکن حکومت نے فوراً اپنے آہنی پنجہ سے اسے دبا دیا۔ اس سلسلہ میں مشرقی بنگال کے وزیر اعظم مسٹر نورالامین نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو بتایا کہ اسلامی ریاست کے بنیادی اصول ہر ایک کے ساتھ انصاف اور رواداری ہیں اور پاکستان میں ان اصولوں پر بہرحال عمل ہونا چاہیئے انھوں نے اقلیتوں کو یقین دلایا کہ حکومت بہرحال ان کی جان و مال کی حفاظت کرے گی اور اکثریت کو بھی تلقین کی کہ وہ اقلیت کو ایک مقدس امانت خیال کریں۔

اس کے جواب میں مغربی بنگال کے وزیر اعظم نے تمام الزام مشرقی بنگال کے مسلمانوں پر لگاتے ہوئے مسٹر نورالامین سے جواب طلب کیا ہے کہ انھوں نے فسادات کی روک تھام اور قلیتوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کیا کیا۔ ان دونوں بیانات کے تفاوت سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کونسی حکومت فسادات کو دبانے اور کونسی مشتعل کرنے کی ذمہ دار ہے۔

دعائے صحت

احباب کو یاد ہو گا کہ مولوی دوست محمد صاحب اڈیٹر پیغام صلح کی کچھ دن ہوئے ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ ہڈی تو بفضل خدا اب جڑ گئی ہے لیکن مولوی صاحب ابھی چل پھر نہیں سکتے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ ان ...... کی کامل صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

—— محمد فضل قادر صاحب انسپکٹر سے لکھتے ہیں کہ ان کی بیوی بعارضہ دماغی تکلیف م

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

پاکستان اسلامی اصولوں پر

پچھلے دنوں پاکستان کے وزیر تعلیم تجارت مسٹر فضل الرحمٰن، لاہور تشریف لائے اور مختلف اداروں کا معائنہ کرتے ہوئے اپنے بیش قیمت خیالات سے ان کی رہنمائی کی۔ اسی سلسلہ میں پاکستان ایڈمنسٹریٹو اکیڈمی کے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے جہاں انتظامی امور کے متعلق انہیں بتایا کہ آیندہ ایڈمنسٹریشن میں انہیں کیا راہ عمل اختیار کرنی چاہیئے وہیں اس بات پر زور دیا کہ:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا تھا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اسلامی اصولوں پر ایک مملکت کی تعمیر سے ہم عالمگیر بھائی چارہ کی بنیاد پر ایک نیا نظام قائم کر سکتے ہیں۔"

وزیر تعلیم نے کہا کہ:

"آج مغربی تہذیب جو اپنی مادی فتوحات پر بڑا فخر محسوس کیا کرتی ہے روحانی اقدار سے چشم پوشی کے نتائج پر نہایت افسوس کر رہی ہے اور مذہب کی ضرورت پر نئے سرے سے زور دے رہی ہے اور اس بات کی خواہاں ہے کہ مذہبیت کو تعلیمی نظام میں پھر رائج کیا جائے اس لئے اگر میں پاکستان کے تعلیمی نظام کو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر نئے سرے سے ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہوں تو اس سے میرا واحد مقصد یہ ہے کہ پاکستان کو موجودہ دور کے چیلنج کا مناسب طور سے جواب دینے کے لئے تیار کروں اور دنیا کو یہ یاد دلاؤں کہ جس چیز کو وہ اتنی مصیبتوں اور پریشانیوں کے بعد حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے اسلام نے چودہ سو سال قبل حاصل کر لی تھی"

وزیر تعلیم کے یہ الفاظ کسی تبصرہ کے محتاج نہیں، ہمیں خوشی ہے کہ ہماری مملکت کے ذمہ دار اراکین کے دلوں میں اسلامی اصولوں کی صداقت پر اس درجہ ایمان پیدا ہو چکا ہے کہ وہ ان کی ترویج ہی میں موجودہ دنیا کی نجات یقین کرتے اور پاکستان کی تعمیر انہی اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کرنا چاہتے ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو کامیاب کرے اور انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

تفسیر قرآن کا نصاب

گذشتہ کسی نمبر میں ہم نے ڈائرکٹر صاحب سررشتہ تعلیم پنجاب کے اس اعلان کا ذکر کرتے ہوئے کہ سکولوں میں وزارت دس منٹ قرآن کریم کے مختلف آیات کا جو اسلام کے ابتدائی اصولوں معیشت اور معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں ترجمہ و تفسیر پڑھائی جایا کرے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ضروری ہے کہ زبانی تعلیم کی بجائے اس قسم کا نصاب محکمہ تعلیم کی طرف سے تیار کیا جائے جو سکول کے اوقات میں باقاعدہ پڑھایا جائے اور امتحانات کے موقعہ پر اس نصاب میں کامیاب ہونا لازمی ہو۔ اسی سلسلہ میں ذیل کی خبر دلی مسرت سے پڑھی جائے گی۔

"لاہور ۲۵ فروری معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب تفسیر قرآن کے لئے کلام پاک کا ایک ایسا نصاب تیار کر رہی جو پنجاب کے سکولوں میں پڑھایا جائے گا اس نصاب میں ایسے منتخب حصے شامل ہوں گے جن میں زیادہ دقیق مسائل کا بیان نہ ہو بلکہ جنہیں سکولوں کے عام طلباء آسانی سے سمجھ سکیں۔"

حکومت پنجاب کا یہ اقدام ہر طرح قابل تحسین ہے، ضرورت ہے کہ ایسا نصاب تیار کرتے وقت ان قابل اور روشن خیال لوگوں سے امداد حاصل کی جائے جو قرآن کریم کے مطالعہ میں گہرا شغف رکھتے اور اسلامی اصولوں کی سپرٹ سے پورے طور پر واقف ہوں۔

تفاوت رہ

کلکتہ اور مضافات میں مسلمانوں پر جو مظالم توڑے جا رہے ہیں حکومت ہند ان کی ذمہ داری لینے کے بجائے انہیں مشرقی پاکستان کے نام فرقہ ورانہ

مراسلات

غیروں میں تقسیم لٹریچر

لالہ نورام صاحب ممبر اسمبلی و ایک پادری صاحب کو اسلامک لٹریچر پیش کیا گیا

قبلہ وکعبہ جناب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آنجناب کی درازی صحت وعمر کے لئے درگاہ ایزدی سے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر ہمارے سر پر رکھے۔ اور ہمیں آپ کی حین حیات میں ہی اس قابل بنا دے کہ ہم صحیح معنوں میں حضرت امام الوقت کے مشن کو چلا سکیں۔ آمین۔

قبلہ من جلسہ کے موقعہ پر آپ کے منور چہرہ اور روح پرور تقاریر نے سینہ میں ایک گونہ تبلیغ کا جذبہ موجزن کر دیا ہے۔ آپکے ساتھ جلسہ کے آخری دن بغلگیر ہونے کے باعث سینہ میں جو پہلے ہی وسعت پاتا ہوں اور جب سے میں جلسہ سے واپس یہاں آیا ہوں بفضل خدا تبلیغ اور خدمت سلسلہ میں اپنے فارغ اوقات میں کوشاں ہوں۔ غیر احمدی اور قادیانی احباب کے علاوہ عیسائیوں اور قلیل طبقہ ہندوؤں میں بھی مناسب حال تقسیم لٹریچر کر رہا ہوں۔ اپنے ضلع کے مشہور ہندو اور اسمبلی کے ممبر لالہ نورام صاحب کو بھی حضرت صاحب کے رسالہ "پیغام صلح" اور اسلامک ریویو کی ایک کاپی بطور نمونہ پیش کی۔ انہوں نے اپنی کثرت مشغولیت کے باوجود مطالعہ کرنے کا وعدہ فرمایا۔ چونکہ وہ اکثر اوقات بالخصوص آجکل اسمبلی کے اجلاس کے لئے پشاور جاتے رہتے ہیں اس لئے بعد ازاں ان سے گفتگو کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اتنا معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ ان ہر دو رسائل سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ یہاں کے مقامی عیسائی مشن کے ساتھ تعلقات قائم کرنیکا بندوبست کر لیا ہے۔ پادری صاحب اسلامی لٹریچر کا بڑے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں چنانچہ ایک روز وہ غریب خانہ پر تشریف لائے اور انگریزی ترجمۃ القرآن کا مطالعہ کیا اس وقت میرے پاس جناب والا کا ترجمہ بغیر متن کے موجود تھا۔ سو میں نے وہی پیش کر دیا۔ لیکن انہوں نے فرمایا مجھے بمعہ متن ترجمہ چاہیئے اس کے بعد میں نے چند پمفلٹ

"Islam the religion of humanity"
"What's in a name"
"What the Ahmadiyya Movement Stands for."

- - - - - - - - - -

اور ایک پرچہ اسلامک ریویو کا انہیں دیا۔ جس کے مطالعہ اور بعد ازاں تبادلہ خیالات کا انہوں نے وعدہ فرمایا۔ پادری صاحب موصوف نے اسلامک ریویو کو بہت پسند فرمایا اور آپنے اس کی اجراء کے لئے خواہش بھی ظاہر کی۔

اس کے علاوہ جماعت کی آواز کو پھیلانے کے لئے سلسلہ کے اخبارات اور رسائل کی توسیع کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ متوں شہر کی میونسپل لائبریری کے لئے بفضل خدا پیغام صلح اور اسلامک ریویو کا بندوبست ہو گیا ہے۔ زبانی تبادلۂ خیالات اور مفت لٹریچر کو موزوں حضرات میں تقسیم کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ زیادہ دعا کے لیے خواستگار ہوں۔ والسلام

عبد الباقی

میں نے آپکی کتاب سے بہتر کسی اور کتاب کو نہیں پایا

حضرت امیر کی تصنیف پر ایک غیر احمدی دوست کی شہادت

بخدمت جناب مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں نہ قادیانی ہوں نہ احمدی، بلکہ قادیان ازم کے سخت مخالف ہوں۔ تاہم میں کسی قادیانی یا احمدی کو کافر بنانے کا سخت مخالف ہوں۔ اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ سب فرقوں کے مسلمان مسلمان ہی ہیں کسی بھی فرقہ کو یہ کہنے کا حق ہرگز نہیں کہ باقی سب گمراہ ہیں میں نے سب فرقوں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سب فرقوں میں اچھائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی طالب حق کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو صرف مسلمان سمجھے ہر فرقہ کی اچھائی کو اپنائے اور ہر فرقہ کی برائی سے اپنے آپ کو باز رکھے اور ہر فرقہ سے محبت کرے کسی سے بھی نفرت نہ کرے۔

چنانچہ اسی اصول کے ماتحت میں نہ تو کسی فرقہ کے ساتھ نماز پڑھنے میں عار کرتا ہوں اور نہ ہی کسی فرقہ کے مسلمان سے کچھ نفرت رکھتا ہوں، ہر فرقہ کی کتابوں کو بلا کسی کراہت کے پڑھتا ہوں جو باتیں مجھے حق لگتی ہیں انہیں اپنانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ اس وقت بھی آپ کی کتاب "احادیث العمل" سے میں اپنی کتاب خزائن الحدیث کے لئے فائدہ حاصل کر رہا ہوں اور اس سے قبل اپنی کتاب خلفائے راشدین میں بھی آپ کی کتاب خلافت راشدہ سے کافی فائدہ حاصل کیا۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ کی اس کتاب سے بہتر کسی اور کتاب کو نہ پایا۔ خادم محمد عثمان ڈیپلائی

ایڈیٹر "عبرت" حیدرآباد سندھ

قبول احمدیت

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب کی خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ حضور کے ہفتہ وار اخبارات برابر موصول ہوتے رہتے ہیں جن کو پڑھکر مجھے ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ اب میں کسی دوسری دنیا کی طرف بڑھتا جا رہا ہوں اور پہلے کی نسبت میری زندگی میں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اب مجھے اپنی زندگی پاک وصاف دکھائی دیتی ہے۔ اسی دوران میں میں نے کئی ایک کتابیں بھی دفتر سے منگوائیں جنہیں پڑھکر بہت سی صداقتیں منکشف ہو گئیں۔ عرصہ دراز سے میری یہی خواہش تھی کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دلی خیالات کا اظہار کروں اور نیز خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کروں اب عرض یہ ہے کہ دس شرائط بیعت کو میں نے بغور پڑھ لیا ہے اور آج سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان شرائط پر حتی الوسع عمل پیرا رہوں گا اس سے بڑھکر میرے لئے کونسی خوشی ہوگی کہ میں اپنی زندگی کو خدمت اسلام کے لئے ...... وقف کر دوں۔ میں صوبیدار عبد الحکیم خاں صاحب کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے مجھے یہ پاک اور صاف راستہ دکھایا۔ ایک دن میں صوبیدار صاحب سے پیغام صلح پڑھنے کیلئے لے گیا بس اسی دن سے میرے خیالات تبدیل ہونے شروع ہو گئے۔ آیندہ انشاءاللہ سالانہ جلسہ پر حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ ہر مہینہ کچھ نہ کچھ رقم بطور چندہ جناب کی خدمت میں بھیجتا رہوں گا۔ اب میری نظریں صرف آپ کی طرف جمی ہوئی ہیں اور امید ہے کہ حضور بندہ کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

فقط۔ نیازمند۔ نبی بخش ضلع ہزارہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے رسالہ "نماز" اور "ترقی کی تین راہیں" پر تبصرہ

موجودہ مادہ پرست دنیا میں مذہب پرستوں کے لئے ایک انمول تحفہ ہے۔ آج کل لوگ مذہب سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ یہ ان کی ناواقفیت اور مذہب سے بیزاری کا ثبوت ہے۔ احکام خدا و رسول کی پابندی ہی مسلمانوں کو ایک صحیح راستہ بتا سکتی ہے۔ نماز چونکہ برائیوں سے بچاتی اور زندگی میں نظم وضبط کا عادی بناتی ہے۔ اس لئے اگر مسلمان اسے سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو ان کی موجودہ مشکلات دور ہو جائیں گی۔ فاضل مصنف رسالہ ہذا نے ایک دلچسپ انداز میں نماز اور اس کی خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے جو لائق ستائش ہے۔ ہر مسلمان یہ رسالہ خرید کر پڑھے اور دوسروں کو پڑھنے کی طرف راغب کرے۔

ہفتہ وار "کامران"

حیدرآباد دکن۔ ۱۰ر فروری سنہ ۱۹۵۰ء

خدا اور مومن کے درمیان ایک بابرکت سودا

مال کے متعلق اسلام کے دو نظریے

انفاق فی سبیل اللہ جنت کو پیدا کرنے کا موجب ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ - لاہور - مؤرخہ ۳ر مارچ ۱۹۵۰ء

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ - یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یُقتلون وعداً علیہ حقاً - فی التورٰۃ والانجیل والقران ومن اوفیٰ بعھدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ وذالک ھو الفوز العظیم

کامیابی کا ایک راستہ

اس آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے دو چیزیں خرید لی ہیں ان کی جانیں اور ان کا مال، اور اس کے عوض میں ان کو جو چیز دی ہے وہ جنت ہے۔ وہ اپنے جان مال اس وقت پیش کرتے ہیں جب اسلام کی حفاظت کے لئے جنگ کی ضرورت پیش آتی ہے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرنے میں دوسروں کو قتل بھی کرتے ہیں اور خود بھی قتل کئے جاتے ہیں۔ یہ وعدہ ایسا ہے کہ خدا پر اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ یہی وعدہ توریت اور انجیل میں بھی موجود ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ تو ان لوگوں نے جنہوں نے یہ سودا خدا تعالےٰ سے کر لیا ہے۔ ان کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ تم اپنے اس سودے پہ اور اس تجارت پہ جو تم نے کی ہے خوش ہو جاؤ۔ یہ تمہاری زندگی کی عظیم الشان کامیابی ہے۔ فی الحقیقت جیسا کہ ان الفاظ ظاہر ہے یہ کوئی وعظ و نصیحت کا رنگ نہیں کہ خدا کے راستہ میں مال خرچ کروگے تو تمہیں ثواب ہوگا بلکہ اسے ایک سودا یا تجارت قرار دیا ہے اسے فوز عظیم کہکر بتا دیا ہے کہ انسان کی زندگی میں یہ ایک ایسا سبق ہے کہ جو کوئی اس پر عمل پیرا ہوگا وہ ضرور کامیاب ہو جائیگا۔

مکی وحی

یہ سورت جس میں یہ آیت ہے قرآن کریم کی ان سورتوں میں سے ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئیں یعنی سورۃ توبہ مگر قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کے متعلق اسلام نے جو نظریہ پیش کیا ہے وہ بہت ابتدائی مکی وحی میں بھی مذکور ہے۔ اور پھر سارے قرآن کریم میں اس پر بار بار زور دیا گیا ہے اور اس آخری زمانہ کی وحی میں یوں سمجھئے کہ اس تمام تعلیم کا خلاصہ یا نچوڑ اس سورۃ یعنی سورۃ توبہ میں جو بلحاظ نزول کے آخری سورتوں میں سے ایک سورت ہے - بیان کر دیا ہے - یہاں اسے خدا اور بندہ کے درمیان ایک سودا یا تجارت قرار دیا ہے - قرآن کریم میں ایک اور جگہ انفاق فی سبیل اللہ کو صریح الفاظ میں تجارۃ کے لفظ سے یاد کیا ہے فرماتا ہے یاایھا الذین امنوا ھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم - میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتاتا ہوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے -

ایک سوال

قرآن کریم کے ان مقامات سے جو مال کے خرچ کرنے کے متعلق ہیں جب ایک مسلمان گذرتا ہے۔ تو شاید وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک معمولی وعظ و نصیحت ہے اگر مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرے گا تو اسے کچھ ثواب مل جائے گا اس لئے وہ ان مقامات کو وہ اہمیت نہیں دیتا جو ان کا حق ہے اور اسی لئے اس کے عمل میں سستی واقع ہوتی ہے - اس آیت میں اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ مال کے متعلق یہ نظریہ زندگی کے ان اصولوں میں سے ہے جن پر عمل کرنے سے انسان کامیاب ہو سکتا ہے اور جن کو چھوڑ کر اس کی زندگی ناکامی کی زندگی بن جاتی ہے - اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جان و مال تو خدا نے اسی دنیا میں ہم سے لے لئے ہیں اور جنت جس کے دینے کا وعدہ ہے وہ موت کے بعد ملے گی یہ کیسا سودا ہوا - لین دین کے طریق سے بالکل مغائر نظر آتا ہے - جان و مال تو ہم اس دنیا میں ہی پیش کر دیں اور جو کچھ ملتا ہے اس کے انتظار میں بیٹھے رہیں کہ موت آئے گی تو پھر جنت ملے گی - یہ سچ ہے - لیکن اگر ہمارا ایمان اس اگلی زندگی پر دو اور دو چار کی طرح ہو - تو پھر اس سودے میں کچھ بھی نقص نظر نہیں آتا - ہماری یہ موجودہ زندگی آخر ختم ہونے والی ہے اور فی الحقیقت اصل اور دائمی زندگی وہی ہے جو موت کے بعد آنے والی ہے -

آخرت پر ایمان

اصل بات یہ ہے کہ ہمارا ایمان آخرت وہ نہیں جس پر اسلام ایک مومن کو پہنچانا چاہتا ہے - بہت لوگ ہیں جو مسلمان کہلانے کے باوجود اس ایمان میں بڑے کمزور ہیں - شاید یہی وجہ ہے کہ آخرت کے انعامات کے متعلق دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے - قرآن کریم کے شروع ہی میں جہاں اللہ تعالےٰ نے کامیابی کے اصول بیان فرمائے ہیں - وہاں سب سے پہلے خدا تعالےٰ پر ایمان لانے کا ذکر کیا ہے جیسے کہ فرمایا یومنون بالغیب - پھر اس کے بعد تمام پیغمبروں اور کتب پر ایمان کا ذکر فرمایا ہے یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک لیکن سب کے آخر میں حیات بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وبالاخرۃ ھم یوقنون - یعنی آخرت پر یقین رکھتے ہیں - اگلی زندگی پر یقین کا لفظ استعمال فرمایا ہے - حقیقت بھی یہی ہے جب تک اس آنے والی زندگی پر کامل یقین پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک وہ زندگی نظروں سے اوجھل رہتی ہے اور ایک دور کی چیز معلوم ہوتی ہے - اسی لئے انسان اس کے حصول کے لئے ایک زبردست کوشش بھی نہیں کرتا - جس طرح کہ وہ اس دنیا کے حصول کے لئے تگ و دو کرتا ہے - وہ ہر وقت بس دنیوی زندگی کے آسودہ بنانے اور اسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے ہی میں کوشاں رہتا ہے - آ جا کر کھانے اور پہننے ہی کے فکر میں گھرا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ آخرت کی طرف بھول کر بھی اس کی نظر نہیں اٹھتی - ایسے لوگوں کے دل میں تو بیشک اس سودے اور تجارت پر وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے - لیکن ایک مومن کے قلب میں جو اس آنے والی زندگی کو ایک حقیقت سمجھتا ہے کسی طور سے بھی یہ وہم پیدا نہیں ہو سکتا -

اسی دنیا میں جنت کا ملنا

لیکن یاد رکھئے یہ جنت کا وعدہ کوئی آخرت ہی کے ساتھ وابستہ نہیں کہ صرف اسی اگلی زندگی میں ہی ایک مومن اس سے محظوظ ہوگا، بلکہ اس وعدہ کا ایفاء اسی زندگی سے ہی شروع

ہوجاتا ہے جس کی زندگی میں یہاں جنت پیدا نہیں ہوجاتی اس کے لئے آخرت میں بھی جنت نہیں۔ جیسے کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے صاف طور پر فرمایا ہے من کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی۔ یعنی جو یہاں اندھا رہا اور اُسے آخروی زندگی نظر نہیں آئی آنے والی دائمی زندگی میں بھی وہ اندھا ہی رہے گا۔ یہ اندھا رہنا جنت سے محرومی کا ہی دوسرا نام ہے یعنی جس کو یہاں جنت نہیں ملی وہ آخرت میں بھی جنت سے محروم ہوگا۔

مال کے متعلق دو نظریئے

قرآن کریم کو بغور پڑھ کر دیکھ لو۔ اس میں مال کے متعلق دو ہی نظریئے آپ کو ملیں گے یا اسے ایک ہی کہہ لیں۔ اوّل یہ کہ مال کی محبت دوزخ ہے یا یہ کہ دوزخ کو لانے والی ہے اور دوسرے یہ کہ مال کا اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا جنت ہے۔ مال کا خوب کمانا اور جائز ذرائع سے کمانا پھر اس کا جمع کرنا بھی کوئی معیوب بات نہیں۔ اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ ہاں اس مال کے جمع کرنے میں صرف نیت یہ ہو کہ یہ تمام مال، خدا کا مال ہے اور وقت آنے پر میں اس مال کو ضرور خدا کی راہ میں خرچ کردوں گا۔ لیکن جہاں اس مال کی قلب میں محبت پیدا ہوگئی۔ کہ مال ہو، اور ہو، بڑھتا چلا جائے وہیں دل میں یہ ایک آگ پیدا کرنے کا موجب ہو جاتا ہے۔ اسی چیز کو اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں الجحیم اور الحطمۃ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

تکاثر اور خدا سے غفلت

یہ ذکر قرآن کریم کی ایک چھوٹی سی سورت میں ہے جو ابتدائی کی وحی ہے اسی لئے میں نے کہا تھا کہ مال کے متعلق جو نظریہ قرآن کریم نے بیان کیا ہے ۔۔۔۔۔۔ اسے اس زمانہ میں ہی بیان کر دیا جبکہ خدا پر ایمان اور رسالت پر ایمان لانے پر بڑا زور دیا جا رہا تھا گویا مال کا صحیح نظریہ زندگی کے اہم اصولوں میں سے ایک اصول ہے جس طرح کہ خدا اور رسول پر ایمان ایک اہم اصول ہے۔ فرماتا ہے الھٰکم التکاثر کثرت مال کی خواہش نے تمہیں خدا سے غافل کر رکھا ہے حتی زرتم المقابر ایک وقت آتا ہے کہ یہ بات بالکل عیاں ہوجائے گی کہ یہ کثرت مال کی خواہش آگ کی طرف لے جانے کا سبب ہے مگر وہ تو موت کا وقت جب قبروں میں چلے جاؤ گے لو تعلمون علم الیقین ہاں اگر تم دلائل علمی سے بھی کام لو تو تمہیں اس زندگی میں بھی نظر آجانا چاہیئے کہ یہ کثرت زر کی خواہش ایک دوزخ ہے لترون الجحیم وہ دوزخ یہاں بھی نظر آجاتا ہے ساتھ ہی ایک دوسری چھوٹی سی سورت ہے فرمایا۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالاً و عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ وما ادراک ما الحطمۃ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ انھا علیھم موصدۃ فی عمد ممددۃ ○ یہاں بھی بتایا کہ دل میں جب مال کی محبت پیدا ہوجاتی ہے تو وہ ایک آگ بن جاتی ہے۔ یہ آگ خدا کی طرف سے پہلے دلوں میں بھڑک اٹھتی ہے یعنی مال کی محبت جس کا ذکر جمع مالہ وعددہ یحسب ان مالہ اخلدہ میں ہے پہلے یہیں اس زندگی میں دل میں پیدا ہوتی ہے اور یہی آخرت کا حطمۃ بن جاتا ہے۔

کثرت زر کی خواہش دوزخ کو پیدا کرتی ہے

تو اب سوال یہ ہے کہ کیا فی الواقع مال کی محبت انسان کے دل میں جلن پیدا کر دیتی ہے۔ اور کیا یہ کثرت زر کی خواہش دوزخ کے پیدا کرنے میں معاون ہے؟ واقعات کو بغور دیکھ لو۔ شاید جس قدر آج خدا تعالےٰ کے اس فرمودہ کی حقیقت مجسم طور پر نظر آرہی ہے گذشتہ زمانہ میں لوگوں نے اس کا نظارہ نہ دیکھا ہو۔ اس وقت جتنا ایک دوزخ میں جل رہی ہے اور اس سے کہیں بڑھکر ایک اور دوزخ بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتا چلا آرہا ہے یہ جو بڑا دوزخ چلا آرہا ہے۔ اس سے لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ تاریخ اس تباہی و بربادی کی نظیر نہیں پیش کر سکے گی۔ یہ دوزخ کس چیز نے پیدا کیا؟ واقعات پر غور فرمایئے اور قرآن کریم کے اس فرمودہ کو سامنے رکھئے اور سوچئے آیا فی الواقعہ آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن کریم نے جو کچھ بیان کیا تھا صحیح ثابت ہوا ہے یا نہیں۔ یہ آگ اور یہ دوزخ جس میں آج تمام دنیا گھری ہوئی ہے کیا اس کے پیدا کرنے کی وجہ مال کی محبت اور اس کی بہتات کی خواہش ہے یا نہیں۔

اقتدار کی خواہش

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اقتدار بھی ایک چیز ہے جس کے پیچھے دنیا دیوانہ ہو رہی ہے۔ لیکن درحقیقت اقتدار کی خواہش مال کی محبت ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ خواہ ایک فرد تک محدود ہو یا کوئی قوم کی قوم اس میں ملوث ہو۔

نتیجہ کمال پر پہنچکر مترتب ہوتا ہے

یہ ایک اصولی بات ہے کہ کسی فعل کا نتیجہ اسی وقت بین طور پر ظاہر ہوتا ہے جب کہ اس فعل کو اس کے کمال تک پہنچا دیا جائے جیسا کہ ایک موٹی بات ہے کہ ایک شخص جب پہلوان بننے کی خواہش کرتا ہے۔ تو خوب ورزش کرتا ہے۔ آخر ایک وقت آتا ہے کہ اس کے پٹھے اور قوےٰ بڑے مضبوط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ایک عام آدمی کے بازو کو اگر اس کے مقابلہ میں رکھا جائے تو ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔ بعینہٖ جس طرح بار بار کی ورزش اور محنت سے ظاہری طور پر قوت اور طاقت کی کثرت آجاتی ہے اسی طرح کثرت زر کی خواہش اور محبت کا لازمی نتیجہ بھی دوزخ کی شکل میں بین طور پر اس وقت نظر آجاتا ہے جب یہ فعل اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ ہاں اس کا ظہور دو ذریعہ سے ہوتا ہے یا تو اس طرح کہ اس کی محبت کسی فرد میں اپنے کمال کو پہنچ جائے۔ دوسرے اس طرح کہ یہ محبت بہت بڑے گروہ پر حاوی ہو جائے۔ ایک فرد کی محبت جب مال کے بارے میں بڑھتی ہے تو پھر قوم کے دوسرے افراد میں پھیلنی شروع ہوجاتی ہے۔ تو جب قوم کی قوم اس کی محبت میں فنا ہوجاتی ہے تو اس کا لازمی نتیجہ آگ اور دوزخ بھی نمایاں طور ظہور پذیر ہوجاتا ہے۔ آج مال کی محبت ایک قوم کو چھوڑ دنیا کی تمام قوموں میں سرایت کر چکی ہے۔ تو پھر واقعات کو دیکھ لیجئے کس طرح آگ کی لپٹیں تمام دنیا کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔

قرآن کریم پر عمل کی ضرورت

قرآن کریم نے زندگی کو کامیاب بنانے کے اصول بیان فرمائے ہیں اگر کوئی فرد یا قوم اپنی اپنی زندگی کو سکون اور راحت کے علاوہ پُر لطف بنانا چاہتی ہے تو اسے قرآن کریم کے ان بیان کردہ اصول پر ہی عمل پیرا ہونا ہوگا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ جس طرح ایک بچہ کو کہا جاتا ہے کہ اگر تم پندرہ سال خوب محبت سے کام کروگے اور علم حاصل کرنے میں لگے رہوگے تو تمہاری تمام زندگی اچھی ہوجائے گی۔ لیکن اگر دل لگا کر پڑھائی نہ کروگے تو نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ اگر تو وہ بچہ اسے سمجھ لیتا اور اس پر کاربند ہوجاتا ہے تو بہتر ورنہ اس کا نتیجہ کامیابی کی بجائے بربادی ہوگا۔

انفاق فی سبیل اللہ اور جنت

سو جس طرح قرآن کریم کا مال کی محبت اور کثرت زر کی خواہش کے متعلق یہ نظریہ ہے کہ اس سے قلب میں ایک جلن پیدا ہوتی ہے اور وہ آگ اور دوزخ کو پیدا کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ اسی طرح مال کے متعلق ایک دوسرا نظریہ بھی ہے کہ انسان جو مال کماتا ہے اسے بے شک جمع کرتا چلا جائے۔ لیکن اسے اپنا مال نہ سمجھے بلکہ خدا کا مال سمجھے تو پھر بلاشک اس کے لئے اس نتیجے میں دنیا اور آخرت میں جنت پیدا ہوگی۔ خسارات تو انسان پر آتی ہی رہتی ہیں۔ اگر کسی کے پاس آج مال ہے تو کل کو وہ تہیدست ہو جاتا ہے رونا پیٹتا اور چیختا چلاتا ہے۔ کیوں اس لئے کہ وہ گمان کرتا ہے کہ یہ اس کا اپنا مال ہے لیکن اگر وہ خدا کا مال سمجھتا ہے تو اس انقلاب سے اسے کچھ صدمہ نہیں ہوتا۔

ہمارا مال خدا کا مال ہے

یہ ایک صداقت ہے کہ جو مال ہم کماتے ہیں یہ فی الحقیقت خدا ہی کا مال ہے اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرتے وقت یا خدا خدا کے راستہ میں خرچ کرتے ہوئے ہمارے قلوب میں قبض نہیں پیدا ہونی چاہیئے بلکہ چاہیئے کہ ہمارے قلوب کھل جائیں کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم خدا کی دولت کو خدا ہی کے رستہ میں خرچ کردیں۔

جان کی قربانی

یہی حال انسان کے نفس یعنی جان کا ہے ایک وقت آجاتا ہے کہ اپنی عزیز جان کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنا پڑتا ہے موت تو ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے کوئی آج اس دنیا سے گذر گیا تو کوئی چند دن بعد۔ بہرحال اس دار فانی سے ہر ایک کو کوچ کرنا لازمی پڑا ہوا ہے۔ لیکن ایک مومن خدا کے راستہ میں اپنی جان دیتے

ہوئے بڑی راحت محسوس کرتا ہے۔ قرآن کریم میں مومنین کا منافقین سے ایک خطاب یوں مرقوم ہے:-

هل تربصون بنا الا احدی الحسنیین۔

یعنی تم جو کچھ ہمارے متعلق انتظار کر رہے ہو وہ تو ہر دو حالتوں میں بھلائی ہی بھلائی ہے یا تو ہم جنگ میں کامیاب ہو جائیں گے اور یا جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں گے۔ یہاں خدا کی راہ میں جان دینے کو بھی ایک بھلائی اور اچھی بات ہی قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ جان بہت بھلائی کے کام میں مصروفیت کی حالت میں اس جسم سے جدا ہوتی ہے۔

انسان ایک امین ہے

بات اصل میں یہ ہے کہ اگر انسان اپنے تمام اموال کو خدا کا مال ہی قرار دے اور پھر ہر وہ رقم جو وہ خواہ اپنے نفس پر خرچ کرے یا اپنی بیوی بچوں کی آسائش کے ... سامان اس سے بہم پہنچائے .... اس کا یہ تمام خرچ کرنا خدا ہی کی راہ میں خرچ کرنا ہوگا۔ جس طرح یہ زمین اور آسمان خدا ہی کی ملکیت ہیں اسی طرح یہ تمام مال خواہ وہ بظاہر اپنی قوت بازو سے کماتا ہے درحقیقت خدا ہی کی ملکیت ہے۔ ایک انسان اس کا صرف امین ہے۔

بخل سے بچئے

سود خواروں کے بہت قصے مشہور ہیں۔ آپ نے بھی بہت قصے سنے ہوں گے۔ ایک سود خوار بعض وقت اتنا بخل سے کام لیتا ہے کہ خود اپنی جان پر بھی مال کا خرچ کرنا اسے ناگوار ہوتا ہے اس کی محبت اس کے دل میں اس حد تک جاگزیں ہو جاتی ہے کہ بیوی بچوں کی بہبود پر خرچ کرتے وقت بھی دل میں قبض سی محسوس کرتا ہے۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین علیہ الرحمۃ ایک سود خوار کا قصہ سنایا کرتے تھے کہ اس کا بچہ بیمار ہوا اور وہ میرے پاس علاج کے لئے آیا۔ مولنا صاحب فرماتے تھے کہ میں نے نسخہ اسے لکھ کر دیا تو اس نے پوچھا اس پر کتنا خرچ آئے گا۔ میں نے کہا آٹھ آنے اس پر وہ سود خوار بولا مولنا صاحب۔ یہ رقم ہم کسی اچھی جگہ لگائیں گے تو اس سے اتنا مال کمائیں گے۔ ہاں تو بخل کی آخر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے عزیزوں رشتہ داروں، بیوی بچوں، اور خود اپنی جان پر بھی خرچ نہیں کرتا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

قرآن کریم نے ہمیں ایک اصول بتلایا ہے کہ اگر ہم اپنے کمائے ہوئے مالوں کو خدا کا مال سمجھیں گے، اور وقت آنے پر خدا کی امانت کو خدا کے سپرد کر دیں گے تو پھر ہماری زندگی پُر لطف اور پُر راحت ہوگی جسے ایک وسیع پیمانہ میں بصورت جنت ہم آخرت کی زندگی میں دیکھ لیں گے۔

اب واقعات کو دیکھئے اس کے سب سے بڑھکر خود ہماری سرکار سیدنا خاتم النبیین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو اپنے گھر میں کبھی مال کو رہنے نہ دیتے تھے اور اس لئے آپ کا قلب بھی ہر وقت اس قدر راحت سے بھرا رہتا تھا کہ گویا آپ اسی دنیا میں جنت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مشکل تو یہ ہے کہ اس تجربہ شدہ حقیقت کو کس طرح سمجھایا جائے۔ مال کو اپنا مال سمجھنا خود اپنی جانوں سے ظلم کرنا ہے۔ بہت ہیں جن کے پاس مال تو کثرت سے موجود ہے لیکن تسکین قلب حاصل نہیں ہے۔ وہ دکھوں میں مبتلا ہیں۔ راحت قلب یہ وہ عظیم الشان دولت ہے جو اس دنیوی دولت سے کہیں بڑھکر ہے۔ دنیوی مال و دولت نہ بھی ہو تو پھر بھی اس تسکین قلب کی عظیم الشان دولت کا حامل اپنے حال پر خوش ہوتا ہے۔

امانت کو خدا کے حوالے کرو

سو اپنے اموال کو اگر تم اپنی زندگیوں کو پُر راحت بنانا چاہتے ہو خدا کا مال سمجھو۔ بیشک بیوی بچوں پر خرچ کرو خود اپنی آسائش کے لئے خرچ کرو۔ وہ سب کچھ خدا ہی کی راہ میں خرچ کرنے کے مترادف ہوگا۔ ہاں ساتھ ہی ہر وقت تیار رہو۔ اور یہ تمہارے دلوں میں ایک امنگ موجزن رہے کہ وہ وقت کب آتا ہے کہ ہم اس امانت کو اس کے حقیقی مالک خدا کے حوالے کر سکیں۔

صحابہؓ کا نمونہ

اس زمانہ میں جس طرح مال کی محبت کے لازمی نتیجہ نے قرآن کریم کے فرمودہ پر مہر صداقت ثبت کر دی ہے اور ساری دنیا ایک جہنم بن رہی ہے۔

اسی طرح اگر مسلمان قرآن کے پیرو اپنے اموال کو خدا کا مال سمجھیں اور اسے خدا کے رستے میں خرچ کر کے خوش ہوں تو یہ دوسری حقیقت بھی بین ہو سکتی ہے کہ اپنے مال کو خدا کا مال سمجھنے سے یہ دنیا جنت بن سکتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں صحابہ کے اس عملی نمونہ نے اس دنیا کو ان کے لئے ایک جنت بنا دیا تھا۔ اور دنیا اس نظارہ کو ایک دفعہ دیکھ چکی ہے۔

اصل مقصود تسکین قلب

لوگوں کو آج اس اصول زندگی پر لبیک کہنا مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن خوب یاد رکھئے۔ ایک زمانہ آئے گا اور بالضرور آئے گا ...... کہ لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ کہ اصل مطلوب قلب کی خوشی ہے اسی کو قرآن نے جنت کہا ہے۔ نہ یہ عارضی خوشی جس کے ساتھ قلب میں آگ پیدا ہوتی ہے۔ دنیا میں ہر اصول آہستہ کام کرتے نظر آتے ہیں یہ سب تدریجاً ہی رونما ہوتے ہیں کل کی ناممکن چیزیں آج ہمارے مشاہدہ میں آ رہی ہیں اور آج کی ناممکن چیزیں کل کو ہمارے مشاہدہ میں آ کر رہیں گی یہ دنیا حیوانیت کی منازل کو چھوڑ کر آہستہ آہستہ بلند حقائق کو محسوس کرتی چلی جا رہی ہے انہی میں سے یہ حقیقت بھی کہ قوم کے لئے خرچ کرنے کے کیا نتائج ہیں آج وہ منزل ایک حد تک طے شدہ ہے اور یہ دوسری منزل سامنے ہے کہ خدا کے لئے مال کو خرچ کرنے کے کیا نتائج ہیں جن لوگوں کو آج خدا یہ سمجھ لینے کی توفیق دے گا وہی کل کو دنیا کے رہبر ہونگے تو دعا کیجئے ہم بھی اس صداقت قرآن کو عملی رنگ میں روشن کرنے والے ہوں اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا وقت آئے تو تمہارے دلوں میں یہ صحیح خوشی ہو کہ ہمارا مال صحیح کام پر لگ رہا ہے

دعائے مغفرت

بریاسے پونلگے ان صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ لیبا صاحب ۱۲ ار نومبر ۱۹۴۹ء کو وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم ہماری جماعت کے بڑے مخلص اور سرگرم ممبر تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

نوٹ: لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے ۳ مارچ کو بعد از نماز جمعہ جنازہ پڑھا

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ میں الوداعی پارٹی

۱۳ مارچ کو بعد از نماز جمعہ جماعت نہم کے طلباء نے میٹرک کے امتحان میں شامل ہونے والے طلباء کو ایک پارٹی دی۔ اس میں اساتذہ کے علاوہ جماعت کے معزز اراکین اور حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی شمولیت فرمائی۔ اس تقریب کی ابتدا کھیلوں سے ہوئی۔ طلباء نے نہایت ہی دلچسپ کھیلوں کا مظاہرہ کیا اور بینڈ کے ساتھ پریڈ بھی کی جس سے حاضرین بڑے محظوظ ہوئے۔ بعد ہ منور احمد صاحب متعلم جماعت نہم نے دہم جماعت کے دوستوں کو خطاب کیا اور کہا کہ آج ہمیں آپ کے جدا ہونے کا ایک غم ہے لیکن اس امر کی خوشی ہے کہ آپ نے زندگی کا ایک مرحلہ کامیابی کے ساتھ طے کر لیا ہے اس کے بعد ظفر اقبال صاحب متعلم جماعت دہم نے اپنے ان دوستوں کا اور خاصکر اساتذہ کرام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اساتذہ کرام کا ہمیشہ ہم سے مشفقانہ سلوک رہا اور انہوں نے ہمیں ہر موقعہ پر اسلامی طریق پر زندگی بسر کرنے کی راہنمائی کی۔ اس کے بعد ہیڈ ماسٹر مرزا مسعود بیگ صاحب نے طلبا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے نونہالان چمن جبکہ تم اسکول کا آخری مرحلہ طے کر کے جا رہے ہو تو قوم میں ایک خوشبو دار پھول بننا تا تمہاری خوشبو سے دوسرے متاثر ہوں اور وہ سمجھ لیں کہ تم واقعی کسی اچھے گلشن یا کسی اچھی کھیتی کے پودے ہو۔ پھر فرمایا قوم کے بچوں کو دولت سے بھی شباہت دی جاتی ہے۔ دولت وہی کہ جب دوسرے پرکھیں اور صحیح پائیں۔ سو تم اپنے آپ کو کھرے سکے ثابت کرنا۔ آج تمہارے بھولا پن اور لا ابالی کی زندگی کا اختتام ہے اب تمہیں ایک ذمہ داری کی زندگی بسر کرنا ہے۔ اپنے نفع و نقصان کا خود خیال رکھنا ہوگا سب کے آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے طلباء کو چند ایک نصائح کیں اور فرمایا کہ قرآن کریم کی تلاوت اپنے روزمرہ کا معمول بنائیے اسی کتاب کی اتباع سے قوموں کی قومیں دنیا میں سرفراز و سربلند ہو گئیں۔ اگر تم بھی دنیا میں ممتاز ہونا چاہتے ہو تو اسے پڑھو اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت امیر نے دعا فرمائی اور سلسلہ تقاریر ختم ہوا بعد ازاں طلباء نے ماسٹر مرزا خلیل الرحمن صاحب کی سرکردگی میں حاضرین کی گرم گرم چائے اور مٹھائی اور پکوڑوں وغیرہ سے تواضع کی۔

میں پیدا ہوا اور اس کی زبوں حالی پر انہوں نے آنسو بہائے، اور دامے درمے قدمے اس کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ ان مٹھی بھر نفوس کی قربانیوں کو اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دنیا نے اسلام کی قربانیوں کو دوسرے پلڑے میں تو ان کا پلڑا یقیناً بھاری نکلے گا۔ لیکن اسلام کے مصائب کے مقابل یہ قربانیاں آٹے میں نمک بھی نہیں نہ تو مسلمانوں کی غفلت ابھی دور ہوئی ہے اور نہ غیر مسلموں نے اسلام کا خوشنما چہرہ ابھی دیکھا ہے۔

ہماری ذمہ داری

اس طبقہ کی ذمہ داری بہت بڑی ہے اور اسکو ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ احمدیت کا نمونہ پیش کریں اور سب سے اول اپنے نفوس کی اصلاح کریں اور امام وقت نے جو معیار اپنی جماعت کے لئے مقرر کیا ہے اس پر پورے اتریں یہ بڑی کٹھن منزل ہے۔ اور شدید مشقت اور مجاہدہ چاہتی ہے۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ ان آیات میں کھینچا ہے

فلا اقتحم العقبة ○ وما ادراك ما العقبة ○ فك رقبة ○ او اطعٰم في يوم ذي مسغبة ○ يتيما ذا مقربة ○ او مسكينا ذا متربة ○ ثم كان من الذين امنوا وتواصوا بالمرحمة ○

یہاں نفس کی اصلاح کو اشاعت پر مقدم کیا ہے۔

اس کے بعد اپنے گھروں اور اولاد کی اصلاح کریں۔ پھر انذر عشیرتک الاقربین کے ماتحت مسلمانوں کی اصلاح کریں۔ کیونکہ مسلمان را مسلمان باز کردند مجدد وقت کا کام تھا۔

بعثت مجدد اور مسلمان

یاد رہے کہ مجدد کی بعثت دنیائے اسلام کے لئے ہے۔ غیر اقوام سے اس کا تعلق تو صرف لیظهره على الدين كله سے ہے مگر حقیقت اور ماہیت مجددیت صرف مسلمان قوم ہی سمجھ سکتی ہے اور مجدد ان کی اصلاح کے لئے ہی آتا ہے۔ اور اشاعت اسلام کی اساس صرف مسلمان قوم ہی بن سکتی ہے۔ لہذا ان کا حق پہلے ادا ہونا چاہیئے* احمدیوں کے فرائض کی ادائیگی میں امتداد زمانہ سے ایک خطرہ بھی ہے جس سے انہیں آگاہ رہنا چاہیئے تا ایسا نہ ہو کہ انہیں وھن اور عجز اور کسل پیدا ہو جائے اور مرور زمانہ سے وہ اپنے عہد کو بھول جائیں۔ انہیں چاہیئے کہ آیت

الم يان للذين امنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق ولا يكونوا كالذين اوتوا الكتب من قبل فطال عليهم الامد فقست قلوبهم وكثير منهم فسقون ○ (الحدید) کو پیش نظر رکھیں۔

قرآن کریم اور قلوب کا نرم ہونا

واضح ہو کہ جب اس امت میں صدی کے سر پر مجدد کا ظہور ہوتا ہے تو ضروریات زمانہ اور امت میں اعتقادی اور عملی غلطیوں کی اصلاح کے لئے قرآن کریم کا پھر نزول ہوتا ہے اور اس کے اسرار و غوامض کھولے جاتے ہیں تاکہ خیر امت پھر جادۂ اعتدال پر قائم ہو جائے۔ لہذا یہ آیت ہمیں خبردار کرتی ہے کہ خدا کا مامور آنے کے بعد ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اسکو مانا کیا وقت نہیں آگیا کہ ان کے دل خدا کے ذکر (قرآن) اور وہ حق جو اس پر نازل ہوا کی طرف جھک جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں کہ جنہیں کتاب دی گئی پھر ایک مدت گذرنے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے اور بیشتر حصہ ان کا اس عہد کو چھوڑ بیٹھا جو اس نے کیا تھا۔

غور کیجئے

وہ عہد جو ہم سے لیا گیا اور وہ کام جو ہمارے سپرد کیا گیا بہت اہم ہے کیا ہم نے قرآن کی حکومت اپنے پر قائم کر لی ہے اور خدا کے فرستادہ نے جو حق اللہ اور حق العباد کی حقیقت ہمارے سامنے کھول کر رکھی تھی۔ کیا ہم نے اسکو اپنی زندگی کا دستور العمل بنایا ہے اور جو عہد ہم نے اس کے ہاتھ پر کیا تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے کیا ہم نے اسکو نبھایا ہے یہ چھوٹا سا فقرہ جو دنیا کی تمام بیماریوں کا علاج ہے قالب احمدیت میں بمنزلہ روح کے ہے اور اگر یہ موجود نہیں تو ہماری حیثیت جسد بیجان سے بڑھکر نہیں اور ڈر ہے کہ ہم یستحبون الحيوة الدنيا على الاخرة کے مصداق نہ ہو جائیں ۔۔۔ اگر ایک قوم اپنے نصب العین سے ہٹ جاتی ہے تو وہ اس کام کے اہل نہیں رہتی جو اس کے سپرد کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ہم اپنا جائزہ لیں اور احمدیت کا صحیح نمونہ پیش کریں اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہو کر اس نور کو جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے دنیا میں پھیلائیں۔ اللہ تعالے ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

مادی تہذیب کی تباہی

اور ایمانی و اخلاقی انقلاب کی ضرورت

انا جعلنا ما على الارض زينة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا وانا لجاعلون ما عليها صعيدا جرزا ○

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

ایمان اور اعمال صالحہ

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ محض ایمان نجات کے لئے ایسا ہی ناکافی ہے جیسا کہ محض عمل۔ جہاں کہیں کہ کتاب حکیم نے نجات کا راستہ بتلایا ہے عمل کو ایمان کے ساتھ ایسا جوڑ دیا ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا ناممکن ہے۔ امنوا و عملوا الصالحات اس کی ساری تعلیم کا نچوڑ ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران کے آخر میں جو یہ دعائیہ کلمات بیان فرمائے ہیں ربنا اننا سمعنا مناديا ينادي للايمان ان امنوا بربكم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وكفر عنا سياتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واتنا ما وعدتنا على رسلك ولا تخزنا يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد ○ ان کے جواب میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فاستجاب لهم اس سے ظاہر ہے کہ ایمان کا اظہار جب تک عمل میں نہ ہو محض ایمان انسان کی زندگی میں کوئی سودمند نتیجہ ظاہر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سے کسی قوم کے اندر یا کسی فرد کے اندر اگر عمل کا جذبہ تو کافی ہو لیکن وہ عمل صحیح ایمان کی روشنی میں نہ ہو تو اس کا انجام بھی قرآن کریم نے حبطت اعمالهم کے الفاظ میں بیان کیا ہے

محض عمل

دو بڑی قومیں ایسی ہیں جن کے ساتھ نسل انسانی کا حال اور مستقبل وابستہ ہے ایک مسلمان دوسرے عیسائی۔ مؤخر الذکر کے اندر بے پناہ عملی قوت موجود ہے۔ اس کی سرگرمیوں سے ساری دنیا گونج اٹھی ہے دشت و بیابان ان کی تگ و دو سے سرسبز و شاداب ہو چکے ہیں۔ اس نے ہوا کو مسخر کیا ہے اور زمین کی تہ اور سمندر کے نیچے بھی ان کی عملی قوت کا مظاہرہ نظر آتا ہے لیکن قرآن کریم کے فرمودہ کے مطابق ان کے یہ تمام اعمال انجام کار نہ صرف رائیگاں جائیں گے بلکہ ان کی تباہی کا بھی باعث بنیں گے یہ صرف قرآن کریم کا ہی کہنا نہیں بلکہ آج ان کی تباہی کے آثار بھی پیدا ہو چکے ہیں اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کی یہ تمام سرگرمیاں ایمان کی روشنی سے خالی ہیں اور ایک غلط عقیدہ نے اس کی جگہ لے لی ہے۔

ہائیڈروجن بم

ڈاکٹر ائین من جو کہ کینیڈا کے سب سے بڑے فزکس کے ماہر ہیں۔ انہوں نے اٹاوہ میں ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ عظیم الشان بم (ہائیڈروجن بم - ناقل) اگر تیار ہو جائے تو اس کے پھٹنے سے روئے زمین کی ساری اشیاء تباہ ہو جائینگی اور فرمایا کہ ہائیڈروجن کی جو طاقت دریافت کی گئی ہے اس سے کوئی تعمیری کام ممکن نہیں۔ اس بیان کو سامنے رکھئے اور قرآن کریم کے مندرجہ بالا الفاظ پر غور فرمایئے کہ اس آیت میں جہاں دنیا کو رونق کرنے کا ذکر موجود ہے وہاں ساتھ ہی ما عليها صعيدا جرزا کے الفاظ میں اس کا انجام بھی بتا دیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ ان کا عقیدہ یعنی اصول زندگی ہی غلط ہے۔

ایمانیات اور تاریخ انسانی

بدقسمتی سے علم نفسیات اس وقت تک اس بات کے دریافت کرنے سے قاصر ہے کہ انسان کے مذہبی اعتقادات اس کے اعمال قومی زندگی اور اس کی تاریخ پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں بظاہر یہ معمولی سی بات نظر آتی ہے۔ کہ ایک انسان میں

خدا کے متعلق کیا عقیدہ ہے یا انبیاء کے متعلق اس کا کیا خیال ہے یوم آخرت پر اس کا ایمان ہے یا نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بظاہر چھوٹے چھوٹے خیالات فی الواقع انسان کی تاریخ پر ایک گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آ جائے جبکہ علم نفسیات دو اور دو چار کی طرح اس حقیقت کو سمجھ لے۔

موجودہ تباہی کا سبب

یہ جو عیسائی اقوام سائنس کے دیو کو اپنی عقل سے بنا کر اب اس کے پنجہ میں پھنس گئی ہیں اور اپنی بنائی ہوئی تہذیب کو اس طرح پھونکنے کے لئے تیار ہو گئی ہیں جیسے کوئی آدمی خود ہی بیٹھے بارود خانہ میں آگ لگا دے۔ اس کی وجہ بھی دراصل ان کے فاسد مذہبی خیالات ہیں ویسے بھی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اگر کسی عمل میں اصول غلط ہو تو عمل ضائع ہی جاتا ہے۔ مثلاً جس طرح ایک سائنس دان نے اگر طریق کار غلط اختیار کیا جائے تو نتیجہ ہرگز صحیح نہیں نکلے گا۔

محض ایمان

بالمقابل اس کے کسی قوم کے پاس اگر صحیح ایمان تو موجود ہو مگر وہ اسکو عمل میں لانے کے لئے کوئی خاص کوشش نہ کرے تو یہ محض ایمان بھی اس کے لئے کوئی نافع چیز ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ عمل کے وقت بہرحال کوئی نہ کوئی طریق کار انسان اختیار کرتا ہے۔ اگر اس طریقہ کار کو اس کے مسلم اعتقادات سے کچھ تعلق نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے ایمان اور عمل میں ایک تضاد پیدا ہو جائے گا اور یہ تضاد بھی ایک قوم کے لئے قریب قریب ایسا ہی ضرر رساں ہے جیسا کہ غلط اعتقاد کی بنا پر کسی عمل کا بجا لانا۔

مسلمانوں کی حالت

آج مسلمان اس غلطی کے شکار ہیں ان کے پاس صحیح اعتقادات موجود ہیں مگر ان اعتقادات کو ان کے عمل کے ساتھ دور کی بھی کوئی نسبت نہیں۔ ایسے ہم عقیدۃً تو اس دنیوی زندگی کو ایک متاع الغرور سمجھتے ہیں اور اس پیغمبر کے نمونہ پر چلنے کا دعوے کرتے ہیں جن کے گھر سے ان کی وفات کے وقت کوئی دنیوی سامان نہ نکلا۔ مگر ہماری زندگی میں اس دنیائے فانی کے ساتھ اس قدر محبت نظر آتی ہے کہ غالباً دوسری تمام اقوام ہم سے اس بات میں پیچھے ہی نظر آتی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ مغربی اقوام کے اندر دنیا کی محبت بہت زیادہ ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اپنی تمام تگ و دو کو حصول دنیا تک ہی محدود کر دیا ہے۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ ضرورت کے وقت یہی اقوام اتنی قربانی بھی کر سکتی ہیں جسے دیکھ کر ہم مسلمانوں کو اپنی حالت پر رونا چاہیئے۔

مغربی اقوام کی قربانیاں

گذشتہ جنگ کے اندر جرمنی قوم، فرانسیسی قوم اور دیگر یورپین اقوام پر جو تباہی آئی مگر ان اقوام کے افراد نے اس انقلاب کو اور اس تباہی کو جس خوشی کے ساتھ برداشت کیا۔ انگریز قوم کو کس قدر مصائب سے دوچار ہونا پڑا کتنی نازوں سے پرورش پانے والی عورتیں بے خانماں ہو گئیں کتنے بچے یتیم ہو گئے کتنے بڑے بڑے مالدار آدمی مفلس ہو گئے مگر اس کے باوجود قوم کے اندر سرگرمی اسی طرح موجود رہی اور قوم نے خندہ پیشانی سے ان تمام قربانیوں کو پیش کیا۔ جنگ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل نے اس دوران میں جب بھی کوئی تقریر کی تو قوم سے یہی کہا کہ ہم تمہیں کوئی امید افزا خبر نہیں لا سکتے مگر ہم تم سے تین چیزیں مانگتے ہیں۔ خون، پسینہ اور آنسو۔ واقعات شاہد ہیں کہ قوم نے اس پیغام کو بڑے انشراح صدر سے لبیک کہا۔

پاکستان کا حصول اور مسلمان

آئیے اب ہم ذرا اپنی حالت کا جائزہ لیں۔ حصول پاکستان کے لئے مسلمانوں کو وہ باتیں برداشت کرنی نہیں پڑیں جو کہ اقوام کو آزادی کے لئے برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ہاں البتہ پاکستان حاصل ہونے کے بعد ایک انگریز کی بے انصافی کی وجہ سے بہت سے نفوس کو بہت تکالیف اٹھانی پڑیں اس کے بالمقابل ہندوؤں کو بھی ایسی ہی تکلیف برداشت کرنا پڑی۔ لیکن ان تکالیف کی بناء پر مسلمانوں کے ایک بہت بڑے گروہ نے پاکستان کو نعمت کی بجائے زحمت سمجھا اور اس کا اظہار بھی کیا۔ یہ ہے ہماری ذہنیت۔ خیر اب جب پاکستان مستحکم ہو چکا ہے کیا اب بھی ہمارے اندر کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ حال ہی میں حکومت پاکستان کی ایک مقتدر ہستی نے لاہور میں تعلیم کے متعلق تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شعبہ میں اچھے اور قابل لوگ نہیں آتے ہیں کیونکہ اس میں تنخواہیں کافی نہیں ہیں۔ اور انہوں نے تجویز کی ہے کہ اس شعبہ کے ملازمین کی تنخواہوں کو بڑھا کر اس میں کشش پیدا کی جائے اسی طرح مرکزی حکومت کی طرف سے ایک خاتون اس وقت لاہور میں تشریف لائی ہوئی ہیں انہوں نے بھی نرسوں کو خطاب کرتے ہوئے اسی قسم کی رائے کا اظہار کیا ہے یعنی یہ کہ اس خدمت کے سرانجام دینے کے لئے قابل عورتیں کافی تعداد میں اس لئے نہیں آتیں کہ اس کی تنخواہیں کم ہیں۔

ایک موازنہ

ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہم مسلمانوں کو ان باتوں کا احساس نہیں کہ ہم گویا ایک جنگ کے اندر مبتلا ہیں۔ ہمسایہ قوم ہر طرف سے ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ اور جنگ کے سامان قریب قریب سارے ہی موجود ہو چکے ہیں۔ ہمارے سامنے قوم کی زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے۔ اس نازک وقت میں بھی خالص قوم کے تعمیری شعبہ جات میں کام کرنے کے لئے قابل لوگ اس لئے تیار نہیں ہوتے کہ اس میں مالی فائدہ کم ہے تو اس صورت میں کیا ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہو سکتا ہے کہ ہم مغربی اقوام کی نسبت مادہ پرستی میں کم ہیں۔ ہم تو قوم کی مصیبت کے وقت بھی کوئی قربانی کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

بلند نصب العین قائم کرنے کی ضرورت

دراصل یہ قصور لیڈروں کا ہے جنہوں نے ہماری قومی جدوجہد کو کسی بلند نصب العین پر قائم نہیں کیا بلکہ دنیوی مفاد کی لالچ دلا کر ہم سے کام کرواتے رہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ان کا کوئی اپنا بلند نصب العین موجود نہیں ہے۔ غالباً ان کے نزدیک پاکستان کی حقیقت ایک مادی سلطنت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس لئے مجبور ہیں کہ قوم کو اسی رستہ پر چلائیں جس پر وہ خود گامزن ہیں۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مادہ پرستی آج اپنی انتہا کو پہنچ کر خود تباہ ہو رہی ہے جن قوموں کو دیکھ کر ہم نے یہ رستہ اختیار کر لیا ہے۔ وہ قومیں خود تباہ ہو رہی ہیں۔ اور انہیں اس کا احساس بھی ہو گیا ہے۔ ان کے مفکرین کھلے الفاظ میں یہ کہنے لگ پڑے ہیں کہ مادہ پرستی کو چھوڑ کر مذہب اور روحانیت کی طرف آنا چاہیئے۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے اگر ہماری رہبری ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہو جو اسی بلند تر معیار زیست کے ہی راگ الاپتے رہتے ہیں اور اس طرح قوم کو دھوکا دیتے ہیں تو ہمارا مستقبل کیا ہو سکتا ہے۔

دنیا کی رہبری کرنیوالی قوم کا نقشہ

ہم جو آج اس بات کے خواہشمند ہیں کہ ہمارا ڈھاکہ، لاہور اور کراچی پیرس اور لنڈن اور نیویارک کے نمونہ پر ہو تو یاد رکھنا چاہیئے کہ اس میں ہم کامیاب نہیں ہوں گے دنیا میں اب اس قسم کی عیاش قوموں کی گنجائش نہیں رہی دنیا اب ایسی قوم چاہتی ہے۔ جس کی مادی زندگی کا معیار درمیانہ ہو۔ اور اخلاقی زندگی کا معیار بہت بلند ہو دنیا کا نیا دور جو شروع ہونے والا ہے اس کی رہبری وہ قوم کرے گی جو پاکیزہ اخلاق دنیا کے سامنے پیش کر سکتی ہو جس کے اندر روحانیت ہو، جفاکشی ہو، بےغرضی ہو۔ اور وہ دوسروں کے لئے خود تکلیف اٹھانے کی خوگر ہو۔ وہ قومیں جو اس معیار پر نہیں اتریں گی وہ آہستہ آہستہ تباہ کر دی جائیں گی۔

کامیابی کا راستہ

ظاہر ہے کہ دنیا مادی ترقی کے انتہائی عروج پر پہنچنے کے باوجود تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ اگر ہم نے بھی یہی راستہ اختیار کر لیا جو عام دنیا کے سامنے ایک طے شدہ حقیقت ہے۔ ہاں اگر ہم کوئی اور راستہ اپنے لئے نکال لیں جو اس سے بالکل مختلف ہو تو شاید خدا ہمیں بچا لے اور یہ وہ راستہ ہے جسکو خدا نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:-

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

عالم انسانی کا گھاٹے کی طرف جانا آج ہمارے سامنے ایک نمایاں حقیقت ہے، بچانے والی چیز صرف یہی ہے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھیں اس کے ذکر ہی میں محو رہیں۔ اس کے احکام پر چلیں تا کہ ہم سے اعمال صالحہ سرزد ہو سکیں۔ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ دنیا کو بھی حق کی طرف بلائیں اور اس بلانے میں صبر اور استقلال سے قائم ہو جائیں۔ دنیا کی رو میں نہ بہہ جائیں بلکہ خود اس سے الگ رہ کر اور حق و صداقت پر قائم ہو کر بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کے ساتھ لوگوں کو اس کامیابی کے راستہ کی طرف بلائیں۔ اسی میں ہماری نجات مضمر ہے اور اس طریقہ سے ہم بنی نوع انسان کو بھی اس تباہی

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

ناتواں را رحمت دستگیر ❊ خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے (مسیح موعود)

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

خدمتِ والدین کی فضیلت

عن ابن عمرو بن العاصؓ قال استاذن رجلٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجہاد فقال احیٌّ والداک قال نعم قال ففیہما فجاہد اخرجہ الشیخان ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی والنسائی وفی اخری لمسلم رحمہ اللہ ابایعک علی الہجرۃ والجہاد ابتغی الاجر من اللہ تعالیٰ قال فہل من والدیک احدٌ حیٌّ قال نعم بل کلاہما حیٌّ قال فتبتغی الاجر من اللہ تعالیٰ قال نعم قال فارجع الی والدیک فاحسن صحبتہما وفی اخری لابی داؤد والنسائی وترکت ابوی یبکیان قال فارجع الیہما فاضحکہما کما ابکیتہما ولابی داؤد فی اخری عن ابی سعیدٍ ان رجلاً من اہل الیمن ہاجر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ہل لک احدٌ بالیمن قال ابوای قال اذنا لک قال لا قال فارجع الیہما فان اذنا لک فجاہد والا فبرہما ۔ (تلخیص الصحاح کتاب البر)

ترجمہ: عمرو بن عاص رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی حضور نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے جواب دیا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ انہیں میں جہاد کرو (یعنی ان کی خدمت کرو) مسلم کی ایک روایت میں اس طرح مذکور ہے (ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کی) کہ میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرنی چاہتا ہوں اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں حضور نے فرمایا کہ کیا تمہارے والدین سے کوئی زندہ ہے اس نے کہا کہ دونوں زندہ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ثواب کے خواہشمند ہو اس نے کہا جی ہاں تو آپ نے فرمایا بہتر ہے کہ تم والدین کے پاس چلے جاؤ اور ان سے اچھا برتاؤ کرو ابوداؤد اور نسائی سے روایت ہے کہ (اس شخص نے کہا) میں اپنے والدین کو روتا چھوڑ آیا ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ انہیں کے پاس واپس جاؤ اور انکو اتنا ہنساؤ (یعنی خوش کرو) جس قدر تم نے انہیں رلایا ہے ۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں جو ابوسعید رضؓ سے مروی ہے اس طرح مذکور ہے کہ ایک شخص یمنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت کی آپ نے اس سے دریافت فرمایا کیا تمہارا کوئی یمن میں ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ میرے والدین ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے پاس واپس جا کر ان سے اجازت طلب کرو اگر تمہیں اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ انہی کی خدمت کرتے رہو۔

والدین کے انتقال کے بعد کی خدمت ۔ دعا اور استغفار

عن ابی اُسیدٍ مالکِ بن ربیعۃ الساعدیؓ ان رجلاً قال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہل بقی من برابوی ابرہما بہ بعد موتہما قال نعم الصلوٰۃ علیہما والاستغفار لہما وانفاذ عہدہما من بعدہما وصلۃ الرحم التی لا توصل الا بہما واکرام صدیقہما اخرجہ ابوداؤد ۔ (تلخیص الصحاح باب ایضاً)

ابو اسید مالکؓ بن ربیعہ ساعدی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرے والدین کی خدمت سے کوئی خدمت ایسی باقی ہے جس کو میں ان کے انتقال کے بعد کر سکوں ؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں (کیوں نہیں) ان کے لئے دعا اور استغفار کرو ان کی وصیت اور اقرار کو پورا کرو اور اس رشتہ کو جوڑو جو ان سے جڑتا تھا (یعنی ان کے قرابت داروں میں حتی الوسع اولاد کے رشتے ناطے کرو) اور والد کے دوست اور والدہ کی سہیلی کی عزت اور خاطر داری کرو ۔

وفات یافتہ باپ کے دوستوں کی خاطر داری کرنا بہت بڑی نیکی ہے

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من ابر البر ان یصل الرجل اہل ودّ ابیہ بعد ان یولی ۔ اخرجہ مسلم ۔ وابوداؤد والترمذی (تلخیص باب ایضاً)

ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے انتقال کے بعد ان کے احباب کی خاطر داری کرے ۔

بِاُمّتہ اَحنٰی مِنَ الاَبِ بابنہٖ
شفیعٌ کریمٌ مشفقٌ و محذِّرٌ
فمن جاءہٗ طوعاً و صدقاً فقد نجا
من اعرض عن احکامہ نبذ مُرٌّ (مسیح موعود)

امت پر باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے ۔ شفیع صاحب کرم مشفق اور خطرہ سے ڈرانے والا ہے جو صدق اور اطاعت سے حضور علیہ التحیات والسلام کے پاس آیا اس نے نجات پائی ۔ جس نے اس کے احکام سے منہ پھیرا ہلاک ہوا ❊

سیرت حضرت بلالؓ (بقیہ از صـ۲)

بعد ازاں اس رقم سے ان کھجوروں کو خریدتے (بخاری)

تواضع وانکساری

تواضع وانکساری کا یہ عالم تھا کہ جب لوگ اُن کے سامنے ان کے محاسن اور فضائل کا تذکرہ کرتے تو فرماتے میں صرف ایک حبشی ہوں جو کل تک غلام تھا ۔ (طبقات)

صداقت و دیانتداری

حضرت بلال رضؓ کے بھائی نے جو بزعم خود اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے ایک عربی عورت کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا اُس عورت کے لواحقین نے بلال رضؓ کی تصدیق چاہی آپ نے کہا صاحبو! میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ۔ مجھے علم ہے کہ مذہب و اخلاق کے لحاظ سے برا آدمی ہے اگر تم چاہو تو اسے لڑکی کا رشتہ دو ورنہ انکار کر دو ۔ ان لوگوں نے کہا بلال! تم جس کے بھائی ہو اُس سے تعلق پیدا کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں (مستدرک حاکم)

اولاد

آپ نے متعدد شادیاں کیں مگر کسی سے اولاد نہ ہوئی (طبقات)

وفات

ساٹھ برس کی عمر پاکر ۲۰ھ میں وفات پائی اور دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے ۔

اے محبت عجب آثار نمایاں کردی
زخم و مرہم برہ یار تو یکساں کردی
ذرہ را تو بیک جلوہ کنی چوں خورشید
اے بسا خاک کہ تو چوں مہ تاباں کردی
جاں خود کس ندہد بہر کس از صدق و صفا
راست بنست کہ ایں جنس تو ارزاں کردی
(مسیح موعودؑ)

یعنی: اے محبت (جوہر فطرت انسانی) تو اس وارفتہ انسان پر عجیب آثار ظاہر کرتی ہے (جس نے تجھے پالیا) وہ اپنے محبوب حقیقی میں ایسا بے حس ہو گیا کہ اس کے لئے زخم اور مرہم کوئی معنے نہیں رکھتے ۔

تو نے اپنے ایک ہی جلوہ سے ذرہ کو آفتاب ضیا بار بنا دیا ۔ اور (مشت) خاک کو ماہتاب کی روشنی بخشی

(اگرچہ) کوئی شخص صدق و وفا سے کسی کے لئے جان نہیں دیتا ۔

(مگر) سچ تو یہ ہے کہ تو نے جان فروشی کی جنس سستے داموں فروخت کر دی ۔

(قسط نمبر ۳)

دین اسلام کی حقیقت اور اس تک پہنچنے کے وسائل

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام

(بسلسلہ اشاعت مورخہ یکم مارچ سنہ ۱۹۵۰ء)

مرتبہ لقاء — اور اقتداری نشانات

اب ان تحریرات سے ہماری غرض اس قدر ہے کہ بقا کا مرتبہ جب کسی انسان کو میسر آتا ہے تو اس مرتبہ کی تموج کے اوقات میں الٰہی کام ضرور اس سے صادر ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی گہری صحبت میں جو شخص ایک حصہ عمر کا بسر کرے تو ضرور کچھ نہ کچھ اقتداری خوارق مشاہدہ کرے گا۔ کیونکہ اس تموج کی حالت میں کچھ الٰہی صفات کا رنگ ظلّی طور پر انسان میں آجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا رحم خدا تعالےٰ کا رحم اور اس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالےٰ کا کن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے ایسا ہی اس کا کن بھی اس تموج اور مد کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدت اتصال کی وجہ سے خدائے عزّ و جل کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے۔ اور تجلیات الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتی ہیں اور محبوب حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔

برکات

اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال و حرکات اور سکنات اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے تب ہر یک چیز جو اس سے مس کرتی ہے۔ بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اسکے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اسکو مشاہدہ ہوتی ہے۔ اور اس کی خوشبو اسکو آتی ہے۔ جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ معہ اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نور کا ساتھ لاتا ہے۔ غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کنہ بجز خدا تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بقا اور لقا کے مرتبہ کی کیفیت

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ فنا فی اللہ کے درجہ کے تحقیق کے بعد یعنی اس درجہ کے بعد جو اسلم وجھہ للہ کے مفہوم کو لازم ہے جس کو صوفی فنا کے نام سے اور قرآن استقامت کے اسم سے موسوم کرتا ہے درجہ بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنے والا ہے۔ یعنی جبکہ انسان خلق اور ہوا اور ارادہ سے بکلی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا تو اس حالت کے راسخ ہونے کے ساتھ ہی بقا کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔ مگر جب تک یہ حالت راسخ نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف بکلی جھک جانا ایک طبعی امر نہ ٹھیر جائے تب تک مرتبہ بقا کا پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرتبہ صرف اسی وقت پیدا ہوگا کہ جب ہر ایک اطاعت کا تصنع درمیان سے اٹھ جائے اور ایک طبعی روئیدگی کی طرح فرمانبرداری کی سرسبز اور لہراتی ہوئی شاخیں دل سے جوش مار اٹھیں اور قطعی طور پر سب کچھ جو اپنا سمجھا جاتا ہے خدا تعالےٰ کا ہو جائے اور جیسے دوسرے لوگ ہوا پرستی میں لذت اٹھاتے ہیں اس شخص کی تمام کامل لذتیں پرستش اور یاد الٰہی میں ہوں اور بجائے نفسانی ارادوں کے خدا تعالیٰ کی مرضیات جگہ پکڑ لیں۔

پھر جب یہ بقا کی حالت بخوبی استحکام پکڑ جائے اور سالک کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اور اس کا جزو وجود بن جائے۔ اور ایک نور آسمان سے اترتا ہوا دکھلائی دے جس کے نازل ہونے کے ساتھ ہی تمام پردے دور ہو جائیں اور نہایت لطیف اور شیریں اور حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبت دل میں پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی اور اطمینان اور سکینت اور سرور دل کو محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست مدت کے بچھڑے ہوئے کے یک دفعہ ملنے اور بغلگیر ہونے سے محسوس ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور بخش اور فصیح اور معطر اور مبشرانہ کلمات اٹھتے اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اس طرح پر نازل ہونے شروع ہو جائیں کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور دلکش اور پُر خوشبو ہوا ایک گلزار پر گذر کر آتی اور صبح کے وقت چلنی شروع ہوتی اور اپنے ساتھ ایک سکر اور سرور لاتی ہے۔ اور انسان خدا تعالےٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے کہ بغیر اس کی محبت اور عاشقانہ تصور کے جی نہ سکے اور نہ یہ کہ مال اور جان اور عزت اور اولاد اور جو کچھ اس کا ہے قربان کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ اپنے دل میں قربان کر ہی چکا ہو اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اسے کیا ہو گیا۔ اور نورانیت کا بشدت اپنے اندر تسلط پاوے جیسا کہ دن چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور صدق اور محبت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے چلتی ہوئی اور لمحہ بلمحہ ایسا احساس کرتا ہو کہ گویا خدا تعالےٰ اس کے قلب پر اترا ہوا ہے۔ جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو تب خوشی کرو اور محبوب حقیقی کا شکر بجا لاؤ کہ یہی وہ انتہائی مقام ہے جس کا نام لقا رکھا گیا ہے۔

اس آخری مقام میں انسان ایسا محسوس کرتا ہے کہ گویا بہت سے پاک پانیوں سے اسکو دھو کر اور نفسانیت کا بکلی رگ و ریشہ اس سے الگ کر کے نئے سرے اسکو پیدا کیا گیا اور پھر رب العٰلمین کا تخت اس کے اندر بچھایا گیا اور خدائے پاک قدوس کا چمکتا ہوا چہرہ اپنے تمام دلکش حسن و جمال کے ساتھ ہمیشہ کے لئے اس کے سامنے موجود ہو . . . . گیا ہے۔

مرتبہ بقاء و لقاء وہبی ہے

مگر ساتھ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دونوں آخری درجہ بقا اور لقاء کے کسبی نہیں ہیں بلکہ وہبی ہیں اور کسب اور جدو جہد کی حد صرف فنا کے درجہ تک ہے۔

مرد سالک کا سلوک صرف فنا کی حد تک ہے

اور اسی حد تک تمام راستباز سالکوں کا سیر و سلوک ختم ہوتا ہے اور دائرہ کمالات انسانیہ کا اپنے استدارت تامہ کو پہنچتا ہے اور جب اس درجہ فنا کو پاک باطن لوگ جیسا کہ چاہیئے طے کر چکتے ہیں تو عادت الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ یک دفعہ عنایت الٰہی کی نسیم چل کر بقاء اور لقاء کے درجہ تک انہیں پہنچا دیتی ہے۔

جماعت لاہور کا آیندہ اجلاس

مورخہ ۲ مارچ اور ۶ مارچ کو یکے بعد دیگرے مقامی جماعت کے دو اجلاس منعقد ہوئے جن میں متفقہ رائے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ مورخہ ۱۷ مارچ کو بعد از نماز جمعہ مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مقامی جماعت کا اجلاس منعقد کیا جائے کوشش کی جائے کہ مقامی جماعت کے تمام افراد اس اجلاس میں شریک ہو سکیں۔ اس اجلاس میں انجمن کی جنرل کونسل کے لئے سات ممبروں کا انتخاب کیا جائے اس مقصد کے لئے یہ اجلاس قطعی اور آخری ہوگا۔ اس میں کسی قسم کا التواء نہیں ہوگا۔ مقامی جماعت کے سب دوستوں کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس اجلاس میں ضرور شریک ہوں۔

محمد آصف
پراپیگنڈا سیکرٹری مقامی جماعت لاہور

(بقیہ از صفحہ ۱)

سے بچا سکیں گے جس کی طرف وہ بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔

اخلاقی انقلاب کی ضرورت

یہ اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ محض ایمان کا دعوےٰ اس موقعہ پر کافی نہیں وقت بہت نازک ہے۔ دنیا ایک بڑا انقلاب چاہتی ہے۔ اور وہ انقلاب

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفت روزہ آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ چھ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے
ممالک غیر سے ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ - ۱۵ مارچ ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۱

انگلستان میں جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی سرگرمیاں

مردوں اور عورتوں کا قبول اسلام

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مبلغ انگلستان کا مکتوب گرامی

السلام علیکم ۔ ماہ گذشتہ سے ہماری مصروفیتوں میں بہت اضافہ ہوچکا ہے۔ الحمد للہ ۔ ہالٹن رائل ایر فورس کے ٹریننگ سنٹر میں پاکستان ایر ٹرینز کا دوسرا گروپ بھی پہنچ گیا ہے جس کی وجہ سے وہاں ہر ہفتہ میں ایک دن کا کام بڑھ گیا ہے۔ ایک اور جگہ کا بھی انتظام زیر غور ہے اس لئے یہاں مزید کارکن کی سخت ضرورت ہے۔

رائل پاکستان مکینیکل انجینئرس کے افسران لف برو کالج میں مزید تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ انہوں نے عید میلاد النبیؐ کے موقعہ پر ایپائر ریسٹورانٹ لف برو میں ایک لیکچر اور دعوت چاء کا انتظام کیا۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ وہاں تشریف لے گئے۔ لندن سے میجر جنرل میاں افتخار الدین صاحب اور میجر محمد اکرم خان صاحب نے بھی شمولیت فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے حضرت نبی کریمؐ کی مبارک زندگی کے حالات اور آپؐ کے سیاسی معاشی تمدنی لائحہ عمل کے موضوع پر ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی جس سے سامعین جن میں انگریز خواتین اور اصحاب بھی شامل تھے، بہت متاثر ہوئے۔

مڈلینڈ کونٹی (MID LAND CONTY) کے مشہور مقامات برمنگھم، کاونٹری۔ ناٹنگھم میں تقریباً پانچ ہزار پاکستان اور بلاد غیر کے مسلمان رہتے ہیں۔ برمنگھم ان کا مرکز ہے جہاں پر ایک مسجد بھی موجود ہے۔ اس جگہ مسلمانوں کی تین جماعتیں کام کررہی ہیں۔ ایک کا نام جمعیۃ المسلمین ہے دوسری مسلم لیگ، تیسری آزاد کشمیر مسلم لیگ۔ سب سے بڑھ کر خوشی کا مقام یہ ہے کہ یہ سب جماعتیں اتفاق رائے سے مختلف شعبہ جات کو چلاتی ہیں۔ جمعیۃ المسلمین برمنگھم کا اجلاس بمقام برسٹل سٹریٹ سکول ہال بتاریخ ۱۹ فروری ۵۰ء ۲ بجے دن کے منعقد ہوا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اجلاس میں میں نے "پاکستان اور اسلام" کے موضوع پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ بعد میں مسئلہ کشمیر کے متعلق چند ایک سوالات کئے گئے جن کے میں نے اسی وقت نہایت تسلی بخش جوابات دیئے۔ منتظمین جلسہ نے مجھے دو دن تک اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا اور نہایت ہی اخلاص سے پیش آئے انہوں نے استدعا کی کہ آیندہ بھی اپنے روشن خیالات سے ہمیں مستفید فرمائیں۔ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری کی بھی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آج ۱۵ رسالہ جات اور کچھ دوسرا لٹریچر بھجوا رہا ہوں۔ اس شہر کے مسلمان عموماً تجارت پیشہ ہیں اور آسودہ حال ہیں۔

۲۱/۲/۵۰ کو "National Adult School Union Kingston" کی طرف سے "اصول اسلام" کے موضوع پر تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ مجمع بڑے عالم اور عمر رسیدہ معززین پر مشتمل تھا۔ میں نے اس موضوع پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ بعد میں نصف گھنٹہ تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ سب سے پہلا جو سوال کیا گیا یہ تھا کہ "آیا یہ ووکنگ مشن تک ہی محدود ہے یا باقی دنیائے اسلام بھی اسکو تسلیم کرتی ہے"۔ دوسرا سوال جو ایک خاتون کی طرف سے کیا گیا وہ یہ تھا۔ کہ کیا خدا واقعی ہے۔ اور اس پر ایمان لانے کی ضرورت ہے اور کیوں؟" تیسرا سوال یہ تھا کہ مسلمانوں کی پانچ وقت کی نماز محض حسب عادت اور رسمی ہے؟ اس کا روحانی تربیت پر کیا اثر ہوسکتا ہے"۔ ان سوالات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مجمع کی نوعیت کیا تھی۔ ان سوالات کے جواب میں جو کچھ میں نے کہا مختصراً لکھتا ہوں میں نے جواباً کہا۔

"اسلام ایک مکمل دین ہے اس میں کسی کو ترمیم و تنسیخ کا حق حاصل نہیں، اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اس لئے کہ اصول دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں فروعات میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی علوم کو بڑھانے کا باعث ہے۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا اختلاف

اپنی رحمۃ۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اس آزادیٔ رائے کے باعث علم و ہنر کے بیش بہا خزانوں سے دنیا کو متمتع کیا۔ خود شیعہ و سنی کا اختلاف محض سیاسی ہے کہ حضرت علی رضؓ کیوں اول خلیفہ نہ ہوئے۔ یا حضرت فاطمۃ الزہرہ کو حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کے بعد بعض چیزیں بطور وراثت کیوں نہ ملیں۔ اسکو ہم عیسائیت کے نقطۂ نگاہ سے فرقہ Sect نہیں کہہ سکتے ہاں ہم البتہ ایک جزو یعنی Section کہا سکتا ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں میں نے خداوند تعالےٰ کی ہستی پر قرآن شریف سے کچھ دلائل پیش کئے اور ساتھ ہی عبادت کا اسلامی مفہوم یوں بیان کیا کہ اسلام کے خدا نے انسانوں کو اپنا نائب یا خلیفہ بنایا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انسان کائنات عالم پر حکومت کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے وہ تمام تعلیمات کو جمع کر دیا ہے۔ جن کے ذریعہ انسان مادی و روحانی لحاظ سے کمال کو حاصل کر سکتا ہے۔ خداوند تعالےٰ تو انسانوں کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ البتہ اس کے وضع کردہ قوانین اور اس کی بتلائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرنے میں خود انسان ہی کا نفع اور اس کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اسلام کا خدا زندہ ہے وہ اب بھی اپنے اولیاء کو ہمکلامی کا شرف بخشتا ہے۔ بہتیرے بندگان خدا آج بھی ایسے موجود ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے۔ اس کمال کو حاصل کرنے کیلئے ایک روحانی ورزش کی ضرورت ہے اور یہ ایک مسلمان کی نماز ہے جس میں وہ بار بار یہ دعا کرتا ہے کہ اے خدا ہمیں اپنی اس نعمت (مکالمہ مخاطبہ) سے نوازش فرما۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اولیاء اللہ کے تجارب اس پر شاہد ہیں۔ انہیں درگاہ الٰہی سے اپنے سوال کا جواب ملتا ہے۔ سوال کنندہ پر میرے اس جواب کا گہرا اثر ہوا۔ اور اس نے حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے خریدنے کے لئے آرڈر دیا۔ عبادت نماز کے متعلق جو سوال کیا گیا تھا اس کے جواب میں میں نے کہا۔ کون نہیں چاہتا کہ اچھی عادت کسی کے اندر پیدا ہو۔ اس پر خوب قہقہہ ہوا۔ اس کے بعد ایک لائق خاتون نے میرے لیکچر پر ریویو کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ "نبوت" کے صحیح مفہوم کو آج سمجھی ہے۔ اس نے کہا کہ اسلام کا نظریۂ نبوت بہت ہی بلند ہے۔ اور اب وہ محسوس کر رہی ہے کہ یسوع مسیح بلحاظ "نبی اسلام" کے بہت معزز اور بلند ہے۔ اور اسکو خدا کا جسمانی بیٹا کہنا اس کے ساتھ تمسخر اور مذاق کرنا ہے۔ بعد میں اس خاتون نے بھی حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے خریدنے کے لئے آرڈر دیا۔ مولانا عبدالمجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو نے Congregation Church کی ایک جماعت کی دعوت پر "اصول اسلام" کے موضوع پہ تقریر کی۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ مولانا نے نہایت ہی موثر پیرایہ میں حاضرین کو ایک گھنٹہ تک خطاب کیا۔ اسکے بعد سوالات شروع ہوئے۔ یہ سوالات بھی فرقہ بندی، پیری مریدی۔ اور پیشوائی کے متعلق تھے۔ مولانا صاحب نے مدلل طور پر ان سوالات کے جواب دیئے۔ ایک سوال یہ تھا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ "کافروں کو قتل کیا جائے"۔ اس کے جواب میں مولانا صاحب نے لا اکراہ فی الدین کی آیت پیش کی اور پھر جنگ اور صلح کے متعلق اسلامی اصولوں کو نہایت ہی عمدہ پیرایہ میں بیان کیا۔ اس چرچ کے لوگ جماعتی نظام کے تحت ہیں۔ یہ کسی پادری یا رسم رسوم کے قائل نہیں کچھ آزاد خیال ہیں۔

پارلیمنٹ کا عام انتخاب ۵۹-۱۰-۲۴ کو تمام برطانیہ میں ہوا۔ پولنگ اسٹیشن پر نہ کوئی شور تھا اور نہ شر۔ نہایت ہی شریفانہ ڈھنگ میں کام ہو رہا تھا نہ بلاؤ کی دیگیں پکتی تھیں اور نہ کوئی چائے نوشی یا موٹر لاریوں کا انتظام تھا ہر ایک ووٹر خود آتا اور اپنا ووٹ ڈال کر چلا جاتا۔ اس جگہ لیبر اور ٹوری کا شدید مقابلہ تھا۔ ووٹر اپنی پارٹی کے ساتھ عقیدت رکھتے ہیں اور خود بخود کام کرتے رہتے ہیں۔ ووٹنگ کا نتیجہ بھی صبح تک مکمل ہو گیا۔ لوگ ریڈیو۔ پر نتیجہ سن کر اپنی اپنی فتح پر Cheers کرتے تھے۔ ایک ہی مجمع میں مرد و زن کھڑے تھے لیکن سوائے Cheers کے کسی قسم کی فضول بات سننے میں نہ آتی تھی۔

۵۹-۹-۲۰ بروز اتوار میری طرف سے مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹین نے انڈونیشین ریپبلک کے قیام کی خوشی میں انڈونیشین ری پبلک کے ایلچی کو مسلم پریر ہوس لندن میں "ایٹ ہوم" دیا۔ مسلم پریر ہوس کا ہال بھرا ہوا تھا۔ بڑا کامیاب مجمع تھا۔ Jugo Slavia کے ایک مسلمان نے نہایت ہی دلکش آواز میں قرآن شریف کی تلاوت کی۔ اسی مجمع میں سردیا کا ایک عیسائی جو کہ برطانیہ میں ایک پشت سے رہتا ہے مشرف باسلام ہوا۔ اس نے بعد میں ایک عمدہ تقریر کی اور اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ الحمد للہ۔

ہماری ایک انگریز نومسلمہ خاتون بی بی فریدہ پال نے اپنی سہیلی مسز جانس ڈارا فون کاون ... Mrs Joyce Deaffon Cowan کو جو ایڈن برگ میں رہتی ہیں اسلام میں داخل کیا۔ اس خاتون کا اسلامی نام زبیدہ رکھا گیا ہے۔ جزاہا اللہ۔ آسٹریلیا کی ایک نومسلمہ مس ایم کا نولی نے اسلامک ریویو کے لئے اعزازی طور پر کام کرنیکا تہیہ کر لیا ہے وہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے ترجمۃ القرآن کی تمہید کے متعلق لکھتی ہیں کہ یہ تمہید اسلامی معلومات کی سنہری کان ہے۔ جس کے مطالعہ سے عیسائیوں کے تمام اعتراضات کا مسکت جواب دیا جا سکتا ہے۔ مزید لکھا ہے کہ آسٹریلین براڈ کاسٹنگ کمیشن کی لائبریری میں کتاب "زندہ نبی کی زندہ تعلیم" موجود ہے بہتر ہو اگر اسلام پر تمام کتب اس لائبریری میں مہیا کر دی جائیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

یا نبی اللہ لب تو چشمۂ جان پرور است
یا نبی اللہ توئی در راہِ حق آموزگار (مسیح موعود)

شیخ غلام قادر صاحب

قرض لینے میں احتیاط

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اعظم الذنوب عند اللہ تعالیٰ یلقاہ بہ عبدٌ بعد الکبائر التی نھی اللہ عنھا ان یموت رجلٌ وعلیہ دینٌ لا یدع لہ قضاءً اخرجہ ابوداود۔ تلخیص الصحاح کتاب الدین وادب الوفاء

ترجمہ:۔ ابوموسیٰ رضؓ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک جس گناہ کے ساتھ بندہ پروردگار سے ملے گا ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے یہ ہے کہ کوئی شخص قرضدار مر جائے اور اتنی جائداد نہ چھوڑ جائے جو اس کے قرضہ کے لئے کافی ہو۔

ضروریات کم کرنے سے دنیا کی تلخیاں کم ہو جاتی ہیں

وعن ابن مسعودؓ قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد نام علی رمال حصیرٍ وقد اثر فی جنبہ فقلت یا رسول اللہ لو اتخذنا لک وطاءً تجعلہ بینک وبین الحصیر یقیک منہ فقال مالی وللدنیا ما انا والدنیا الا کراکبٍ استظل تحت شجرۃٍ ثم راح وترکھا اخرجہ الترمذی وصححہ (تلخیص کتاب ذم الدنیا)

ترجمہ:۔ ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کھجور کے بوریئے پر سو رہے تھے اور حضور کے پہلو مبارک میں اس کے نشان پڑ گئے تھے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم آپ کے لئے ایک بچھونا بنا دیں جسے آپ بوریئے پر بچھا لیا کریں جو حضورؐ کے جسم مبارک کو بوریئے سے محفوظ رکھے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا مطلب، مجھے دنیا سے صرف اتنا ہی تعلق ہے جیسے کوئی (مسافر) سوار کسی درخت کے سایہ میں ٹھہر جائے اور (تھوڑی دیر) آرام لیکر اسکو چھوڑ جائے (اور منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جائے)

نرمیٔ گفتار سے گرمیٔ کردار پیدا ہوتی ہے

وعن جریرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ اخرجہ مسلم وابوداود

ترجمہ:۔ جریرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نرمی و نرم گفتاری اور طبع حلیم سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا (کیونکہ بدخو انسان نافع الناس نہیں ہو سکتا لوگ اس سے کوسوں بھاگتے ہیں۔

انی نفیتہ بحر الحقائق والھدیٰ ۔ ورأیتہ کالدر فی اللمعان (مسیح موعود)

میں نے تجھ کو (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا اور چمک دمک میں موتیوں کی طرح جلوہ نما دیکھا۔

پیغام صلح
جلد ۳۸ یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۶۹ھ نمبر ۱۱

احمدیت کا ایک کوتاہ بین مبصر

مودودیت کے ہفتہ وار اخبار "کوثر" میں "نبوت ہندی کا ایک اجمالی تجزیہ" کے عنوان سے ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جو کسی قادیانی کے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے، مضمون کیا ہے گالیوں کا ایک پلندہ ہے، جس سے مضمون نگار کی "شرافت انسانی" کا بخوبی تجزیہ ہوتا ہے، قطع نظر اس بات کے کہ قادیانی نے جس سنۃ اللہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اس زمانہ میں نبی کا آنا ضروری قرار دیا وہ کہاں تک صحیح ہے، ہمیں یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ مضمون نگار نے اصولی طور پر جواب دینے کے بجائے حضرت مسیح موعودؑ کی ذات پر لے دے کی ہے جو کسی صاحب نظر شریف انسان کے احاطۂ اخلاق سے باہر ہے، مضمون نگار کا نظریہ ملاحظہ ہو:۔

"ہمارا تصور نبوت اور تصور مجدد اور تصور مومن تو کجا تصور انسان بھی اتنا بلند ہے کہ مرزا صاحب اس کی اس کی کسوٹی پر بھی پورے نہیں اُترتے، انکی سیرت، ان کا اخلاق، ان کے مشاغل، ان کی معاش، ان کی مناظرہ بازیاں، ان کی شاعری، ان کے مباہلے، ان کے مجادلے، ان کی ملازمت ان کا رستہ ـــــ اور ان کا پورا کام جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو ہمارے لئے یہی ماننا مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ ایک اوسط درجے کے شریف انسان بھی تھے"

یہ ان لوگوں کا تصور ہے، "جو آنکھوں سے دیکھتے ہیں" لیکن دماغ سے کام نہیں لیتے۔ حضرت مرزا صاحب کی سیرت و اخلاق اور مشاغل و معاش کو مورد اعتراض ٹھیرانا ان لوگوں کا کام ہے، جن کی تنگ نظری اور کوتاہ بینی حقائق کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے انکار کر دیتی اور واقعات کو جھٹلانے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی سیرت اور مشاغل و اخلاق کو ان کے معاصرین سے پوچھیئے۔ ان کے ہم وطنوں اور ہم نشینوں سے دریافت کیجئے، قادیان اور اس کے گرد و نواح کی کونسی بستی ہے جس نے آپ کی سیرت و کردار اور مشاغل و اخلاق کے متعلق اعلےٰ درجہ کی گواہی نہ دی ہو، اور تو اور مولوی محمد حسین بٹالوی جیسا شدید مخالف بھی آپ کی نیکی اور تقوے کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا، مولوی ظفر علی خاں کے والد ماجد مولوی سراج الدین صاحب نے بھی اخبار "زمیندار" میں آپ کے حسن کردار اور حسن سیرت کی کھلے بندوں شہادت دی، سب سے بڑھکر اخبار "وکیل" کے ان الفاظ کو پڑھیئے جو اس نے آپ کی وفات پر لکھے اور پھر اپنے بلند تصور کا اندازہ کیجئے:۔

"کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی"

ان تمام شہادتوں کے باوجود آج اگر چالیس سال بعد "کوثر" کے مضمون نگار کا تصور اسقدر "بلند" ہو گیا ہے، کہ وہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے انسانوں کو انسان نہیں سمجھتا، تو اس میں مرزا صاحب کا قصور نہیں، ایک کوتاہ نظر اور تنگ خیال شخص کنوئیں کے مینڈک کی طرح اپنے تصور کو جس قدر بھی بلند خیال کرے مجبور ہے، مرزا صاحب کے مناظرے اور مباہلے آج اس "بلند تصور" میں کیسے آئیں جو صداقت اسلام کے کھلے نشانات کو دیکھتے ہوئے انکار و مخالفت پر تُلا ہوا ہو۔ یہی مناظرے اور مباہلے تھے جنہوں نے مولینا عبد اللہ العمادی کے قلم سے یہ فقرے نکلوائے:۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ میں ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے ...... اس لٹریچر کی عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے"

"مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے خلاف فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے"

یہی مناظرے اور مجادلے تھے جنہوں نے مرزا حیرت دہلوی کو یہ لکھنے پر مجبور کیا:۔

"مرحوم کی وہ اعلےٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی، کہ وہ مرحوم کے مقابلہ پر زبان کھول سکتا"

"ایک پُر جذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو نپے تُلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے اس کا پُر زور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے"

کیا یہ پرلے درجے کی بے بصری اور کوتاہ فہمی نہیں کہ وہی چیز جس کو حضرت مرزا صاحب کے معاصرین آپ کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور بہترین خدمات اسلام قرار دیتے ہیں۔ وہی اعلیٰ درجہ کی تصانیف اور طرز استدلال اور مناظرے اور مباہلے تھے، جنہوں نے عیسائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو ارتداد سے بچایا یہی وہ تصانیف اور مباہلے تھے۔ جنہوں نے ایمان کو جو ثریا پر چڑھ چکا تھا پھر دنیا میں اتارا اور مردہ دلوں کو اس سے زندہ کر دیا۔ آج بھی حضرت مرزا صاحب کی انہی تصانیف کو اگر بغض و تعصب کی عینک اُتار کر پڑھا جائے تو وہ نور ایمانی اس سے حاصل ہوگا جو دوسری جگہ ملنا مشکل ہے، لیکن اسے کیا کہئے کہ "کوثر" کے مقالہ نگار کا تصور اس قدر "بلند" ہو چکا ہے نہیں بلکہ اس کے دل کی زمین اسقدر سنگلاخ ہے کہ جس کو زمانہ مرد مومن سمجھتا ہے اور اس سے ہدایت حاصل کرتا ہے جسکو دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اسلام کی مدافعت کی توفیق نصیب ہوئی اسکو انسان بھی سمجھنا اسے گوارا نہیں سچ ہے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

یہیں تک نہیں مقالہ نگار "کوثر" کے تصور کی بلندی آپ ذیل کے الفاظ میں بھی ملاحظہ کیجئے:۔

"وہ خدا جو ہمیشہ ابراہیمؑ اور موسےٰؑ اور عیسےٰؑ اور اسمٰعیلؑ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے گلہائے سرسبد کو "نبوت" کے منصب کے لئے پسند کرتا رہا ہے نعوذ باللہ انیسویں صدی عیسوی میں آکر اس کا ذوق انتخاب اتنا گرا کہ اس نے بڑے بڑے خدام دین، علماء کتاب و سنت، نگہداران حدود اللہ، اہل کشف کرامات وارثان اخلاق نبوی سب کو چھوڑ چھاڑ کے ایک مرزا غلام احمد قادیانی کو جا پسند کیا کیا اسے مرزا صاحب کے ہمعصروں میں اور کوئی بھی اونچے درجہ کا انسان نہ مل سکا اور کیا وہ اپنی نمائندگی کے کوئی مناسب انسان تیار نہ کر سکا؟"

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ کتنا "بلند تصور" ہے۔ ہمیں معاف فرمایئے کہ مجبوراً ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اس "بلند تصور" کی مثال کفار مکہ کے اس قول کے سوائے اور تو کہیں نہیں ملتی وقالوا لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم کیا مکہ و مدینہ کے دو شہروں میں خدا کو اور کوئی اونچے درجہ کا انسان نہ مل سکا کیا بڑے بڑے رؤسائے مکہ کو چھوڑ چھاڑ کر ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی اس نے جا پسند کیا؟ یہ کفار مکہ کا اعتراض تھا جو آج ایک مسلمان کے منہ سے نکل رہا ہے اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا دیا جا سکتا ہے کہ یہ خدا کی دین ہے جسے چاہتا ہے وہ اپنی نمائندگی کے لئے منتخب کر لیتا ہے، خدا کا "ذوق انتخاب" تو گرا ہوا نہیں وہ خوب جانتا ہے کہ اہل دُنیا کی نظروں میں

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲)

ہم وطنوں کی زبان اور طرز استدلال جن کی تعریف مولنا العمادی و مرزا حیرت جیسے نقاد کئے بغیر نہیں رہ سکتے آج کوثر کے مقالہ نگار کی نظروں میں ہیچ دکھائی دیتی ہیں یہی وہ تصانیف

اخبار و افکار

دین اور سیاست

پنجاب یونیورسٹی نے دو سال سے علمی کانفرنسوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، جن میں ملک کے سیاسی اقتصادی اور صنعتی مسائل پر غور و بحث کی جاتی ہے، اسی سلسلہ میں پانچویں کانفرنس "کل پاکستان سیاسیاتی کانفرنس" کے نام سے اسی ماہ کے شروع میں منعقد ہوئی، سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب نے اس کا افتتاح کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا:-

"پاکستان کے لئے سیاست کا علم مخصوص طور پر اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسلام نے ان پرانے نظریات کے خلاف واضح طور پر بغاوت کی تھی جو سیاست کو اخلاقیات اور مذہب سے علیحدہ جانتے تھے"

مولوی تمیز الدین صاحب صدر پاکستان دستور ساز اسمبلی نے کانفرنس کی صدارت فرماتے ہوئے بتایا کہ

"جدید سیاست نے مذہب کو طلاق دے دی ہے، دنیا میں جو اس وقت نزاع کی کیفیت پیدا ہے اس کی وجہ یہی ہے"

انہوں نے مزید کہا کہ:-

"اگر ہم سیاست اسلام کو اپنا رہنما بنالیں تو ایسے بہت سے سوالات کا تسلی بخش جواب مل جائے گا جو صدیوں سے مفکرین کو پریشان کرتے رہے ہیں"

ڈاکٹر عمر حیات ملک وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے بتایا کہ

"اس کانفرنس کا مقصد ایک ایسی طرز حکومت کی سفارش کرنا ہے جس میں ارباب اقتدار کے لئے ناممکن ہو جائے کہ وہ اقتدار کو اپنے ذاتی اغراض کے لئے استعمال کر سکیں اور یہ ظاہر ہے کہ ہم اس مسئلہ کا جو حل بھی تجویز کریں گے اس کی اساس اسلام پر ہونی چاہیئے"

کس قدر پاکیزہ خیالات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے ارباب اقتدار اور سیاسی مفکرین کے ذہنوں میں اسلام کی عظمت گھر کر چکی ہے اور وہ دلی یقین کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام صرف دینی امور میں ہی نہیں سیاسی پہلو سے بھی دنیا کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے اگر اس کے ساتھ یہ یقین بھی دلوں کے اندر جاگزین ہو جائے کہ اسلام جس قادر و مقتدر ہستی کی طرف سے بھیجا گیا وہ ہر وقت ہماری حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے اور ان کی جزا و سزا اس کی طرف سے مل کر رہے گی، تو ڈاکٹر ملک نے کانفرنس کا جو مقصد بیان کیا ہے وہ پورا ہو جائے اور ارباب اقتدار کے لئے اپنے اقتدار کو ذاتی اغراض کے لئے استعمال کرنا ناممکن ہو جائے یہی خوف خدا قرون اولیٰ میں اسلامی سیاست کا رہنما اور دنیا کے لئے رحمت و رافت کا موجب بنا رہا۔

اقبال اور اسلام

"معارف" (ماہ فروری) میں شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی نے اقبال کے فرقہ پرست شاعر ہونے کے خلاف ایک نہایت بسیط اور فاضلانہ مضمون لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے، کہ اقبال نے اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہوئے، دنیا کو اس کے قبول اور اسلامی نظام اور اسلامی حکومت کے قیام کی جو دعوت دی ہے اس کا یہ مقصد نہ تھا کہ وہ خود مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ و اقتدار چاہتے تھے، بلکہ ان کے نزدیک انہی اصولوں کے ذریعہ انسانیت کی فلاح اور موجودہ دور کی تمام مشکلات و مسائل کا حل ہو سکتا تھا۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے فاضل مقالہ نگار نے اس حقیقت کو نہایت مشرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، کہ اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب ملکی و قومی حیثیت رکھتے تھے اور اس لئے ان کی تعلیمات میں صرف وقتی ضروریات کے مطابق ہدایات دی جاتی تھیں جو آج کام نہیں آ سکتیں، اسلام تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے ہدایت لیکر آیا ہے اور اس کی تعلیمات میں وہ باتیں موجود ہیں جو نسل انسانی کی فلاح اور ہر زمانہ کی مشکلات کے حل کے لئے ضروری ہیں اس لئے اس کی دعوت و تبلیغ فرقہ پر مبنی قرار نہیں دی جا سکتی۔

یہ وہ نظریہ ہے جو اقبال ہی کا خاصہ نہیں بلکہ اس زمانہ میں جب مسلمان عام طور پر اسلام کی عالمگیر اور بین الملی خاصیت کو بھلا چکے تھے اور اسلام کو ایک ایسا مذہب سمجھ لیا گیا تھا جس میں دنیا کی موجودہ ضروریات و مسائل کو حل کرنے کے بجائے یہ خیال بھی موجب کفر سمجھا جاتا تھا سب سے پہلے مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اسکو دنیا کے سامنے رکھا اور مسلمانوں کو یہ یقین دلایا کہ اسلام صرف نماز و روزہ ہی کا نام نہیں صرف عاقبت ہی کی فوز و فلاح کی راہ نہیں دکھاتا بلکہ اصولوں میں اس دنیا کی تمام ضروریات اور مشکلات کا حل موجود ہے، آپ نے اس وقت جب مسلمان سائنس کے نئے نئے انکشافات سے مرعوب ہو کر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ مذہب و سائنس کی جنگ میں اسلام کا بھی وہی حال ہوگا جو دوسرے مذاہب کا ہوا دنیا کو للکار کر یہ بتایا کہ اس جنگ میں آخری فتح اسلام ہی کی ہوگی اور وہ سائنس پر غلبہ و فتح حاصل کرے گا اور آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ آپ کے پیرو اسی بصیرت اور یقین و ایمان کو لیکر تمام دنیا کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں اور ان کی اس دعوت نے بڑے بڑے معاندین کے خیالات کو بدل کر اسلام کے لئے ایک خوشگوار فضا پیدا کر دی ہے۔

اقبال بھی حضرت مجدد وقت کی اسی دی ہوئی روشنی سے متاثر تھا، اور ہمیں خوشی ہے کہ یہ روشنی اقبال ہی کی شاعری میں نہیں بلکہ مسلمانوں کے تاریک ترین حلقوں میں بھی پھیلتی چلی جا رہی ہے، کاش اس روشنی کے دینے والے کو بھی شکریہ اور استحسان کی نظروں سے دیکھا جائے۔

حکومت الٰہیہ اور استخلاف

اسی مضمون میں مولانا شاہ معین الدین احمد نے یہ بتاتے ہوئے حکومت الٰہیہ کا قیام اسی صورت میں ممکن ہے کہ مسلمان اپنے اعمال اور اپنی انفرادی زندگی میں خدا کے احکام کے پابند ہوں، قرآن مجید کا وہ وعدہ یاد دلایا ہے جو آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا ہے:-

"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے یہ وعدہ کیا ہے کہ روئے زمین پر ان کو اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے والوں کو خلیفہ بنایا تھا"

اس میں شک نہیں کہ قوم کے اندر ایمان اور عمل صالح پیدا ہو جانے پر روئے زمین کی خلافت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور یہ وعدہ گذشتہ تیرہ سو سال میں عملی رنگ میں پورا ہوتے ہوئے دنیا نے دیکھ بھی لیا لیکن اسی آیت میں ایک روحانی خلافت کا وعدہ بھی ہے جس میں ایمان اور عمل صالح رکھنے والوں کو دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے منصب پر فائز کرنے اور روحانی حکومت کے تخت پر بٹھانے کا وعدہ دیا گیا ہے حدیث مجدد اس وعدہ کی مؤید ہے اور گذشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ اس وعدہ کی عملی تفسیر ہے تعجب ہے کہ اس زمانہ میں اس روحانی استخلاف کو نظر انداز کر کے اس مجدد وقت کی بعثت سے انکار کر دیا گیا جس کا وجود قرآن کریم کے وعدہ اور حدیث مجدد کی صداقت کا مؤید ہے کیا ہمارے علماء کے پاس اس زمانہ میں بجز اس کے کہ مرزا غلام احمد کو وقت کا مجدد اور روحانی خلیفہ سمجھا جائے اس وعدہ کے ایفا کا کوئی ثبوت موجود ہے؟

خاتم النبیین اور لا نبی بعدی

"الفضل" ۲ مارچ میں خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے متعلق علمائے متقدمین و متاخرین کا مذہب بیان کرتے ہوئے حضرت محی الدین ابن عربی، امام شعرانی، ملا علی قاری، سید عبدالکریم جیلانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور بعض دوسرے علماء کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں، جن کا ماحصل صرف اس قدر ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی میں نبوت تشریعی کو ممتنع ٹھہرایا گیا ہے اور نبوت عامہ جس میں شریعت نہ ہو جاری قرار دی گئی ہے۔

یہ بالکل صحیح ہے لیکن کاش اس کے ساتھ یہ بھی بتایا جاتا، کہ وہ تمام علماء نبوت عامہ اور غیر تشریعی نبوت کو ولایت سے بڑھکر یقین نہ کرتے تھے، بلکہ ولایت ہی کا دوسرا نام انہوں نے نبوت عامہ یا غیر تشریعی نبوت قرار دیا تھا، اسی غیر تشریعی نبوت کے حامل کو انہوں نے الاولیاء الانبیاء کے نام سے بھی .... پکارا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے محدث کو امتی اور نبی قرار دیا، اسکو محض نبوت قرار دینا حضرت مسیح موعود کی کھلی تصریحات کے خلاف ہے کیا حضرت مسیح موعود نے یہ نہیں فرمایا کہ:-

"قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے، نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے، پس یہ کس قدر

(باقی [illegible] کالم ۱)

پنج وقت باجماعت نماز پڑھنے کی عادت ڈالئے

بے نماز کا ٹھکانہ دوزخ ہے

اپنے بچوں کو بھی سات سال کی عمر میں نماز کی عادت ڈالیں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ - لاہور - مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۰ء

یتساءلون ۝ عن المجرمین ۝ ما سلککم فی سقر ۝ قالوا لم نک من المصلین ۝ ولم نک نطعم المسکین ۝

شاہ ایران کی آمد اور لوگوں کا جذبہ

گذشتہ ان ایک دو دنوں میں جو عام طبائع کا رجحان نظر آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی عظیم الشان انسان کو دیکھنے کے لئے لوگ ہر قسم کی تکلیف دکھ اور مشقت کو نہ صرف برداشت کرتے ہیں بلکہ اس میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ شاہ ایران کا پاکستان میں آنا بلاشبہ اس لحاظ سے کہ یہ دو اسلامی ممالک کے تعلقات کو استوار کرنے کا باعث ہے اور یوں یہ اسلام کی قوت کا موجب ہے بڑی مبارک چیز ہے۔ اور دوسرے اتنی بڑی شخصیت کو دیکھنے کے لئے لوگوں کا اکٹھے ہو جانا یہ بھی مستحسن بات ہے لیکن جس قدر واقعی لوگوں نے تکلیف اٹھائی ہے اور جس قدر شوق لوگوں کے دلوں میں تھا میرا خیال ہے کہ اگر حکومت کے افراد میں کچھ تھوڑی سی بھی زندہ دلی ہوتی اور وہ رات کے دو تین بجے ایک جلوس رکھ دیتے تو لاکھوں آدمی اس وقت بھی اپنے آرام و آسائش کو چھوڑ اپنی نیند کو قربان کر کے بھی اس میں شمولیت کرتے۔ ان دنوں میں لوگوں نے واقعی بڑی بڑی تکالیف اٹھائی ہیں۔ گرد و غبار کی تکلیف اور پھر گھنٹوں کھڑے رہنے کی کوفت یہ سب کچھ اس لئے برداشت کیا کہ بادشاہ کے چہرے پر نگاہ پڑ جائے۔ محض اس مقصد کے لئے لوگ پنجاب کے کونے کونے سے آئے۔ سیالکوٹ سے ہی صرف تیس ۳۰ ہزار کے قریب لوگ یہاں آئے۔ کس قدر جذبہ ہے صرف ایک بڑی شخصیت کو دیکھنے کے لئے۔

ایک سوال

سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مسلمانوں کے نزدیک بھی سب سے بڑی شخصیت ہے۔ کہ کوئی بادشاہ ہو یا ان کا ایمان کسی ایسی ہستی پر بھی ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے نہ صرف یہ بلکہ وہ اس سے بھی بڑھکر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ کے لئے دو الفاظ بڑے عجیب استعمال کئے گئے ہیں ایک الملک یعنی بادشاہ جو کہ بڑی قوت اور طاقت کا مالک ہے۔ دوسرا الٰہ یعنی معبود بلکہ یوں کہنا چاہیئے محبوب جس کی محبت دلوں کے اندر جاگزین ہو جاتی ہو۔ اللہ تعالےٰ نہ صرف قوت و طاقت ہی کا مالک ہے بلکہ اپنے اندر حسن بھی رکھتا ہے۔ جس سے ایک انسان اس کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔

نماز تہجد کی اہمیت

گذشتہ دنوں میں نے نماز تہجد کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور مجھے امید ہے کہ میرا یہ کہنا ضائع نہیں ہوا۔ سو آج اسی سلسلہ میں مجھے اس تمام نظارے کو دیکھ کر دیکھکر کہاں گھر میں بیٹھے دیکھ کر یہ خیال آیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ ایک عاجز بادشاہ کو دیکھنے کے لئے اس قدر دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے کہ لوگ تکالیف کو اٹھانا بھی برداشت کر لیتے ہیں حالانکہ اُن میں سے ہر ایک خواہ وہ دور ہی سے کیوں نہ آیا ہو۔ اس امر کو بخوبی جانتا ہے کہ یہ ایک غیر ملک کا بادشاہ ہے اس نے مجھے دیکر تو کچھ بھی نہیں جانا۔ لیکن یہ کیا بات ہے کہ جب خداوند عظیم کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے اور اس اعلان کا کرنے والا بھی وہ شخص ہے جس سے بڑھکر کوئی صاحب حال نہیں ہوا یعنی سرکار دوعالم حضرت سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب تیسرا حصہ رات کا باقی رہ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سماء الدنیا پر نزول فرماتا ہے۔ یعنی انسان کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ کوئی دعا کرنے والا ہے۔ تا اس کی دعا کو میں قبول کروں۔ کوئی مغفرت مانگنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اسکو دوں۔ دیکھیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کا بدترین سے بدترین دشمن بھی جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکا۔ ابوسفیان سے (اسلام قبول کرنے سے پیشتر) بڑھکر آپ کا کون دشمن ہوگا جس نے اس شمع ہدایت کو بجھانے کی انتہائی کوشش کی اس نے بھی جب قیصر نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ کی تہمت لگاتے ہو؟ تو نفی میں جواب دیا بڑے بڑے دشمنوں نے اکٹھے ہو کر جب آپ کے خلاف مشورے کئے تو سب نے متفقہ طور پر یہ شہادت دی کہ آپ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔

مالک الملک کیلئے بھی تکلیف اٹھاؤ

اب اپنی حالتوں پر غور کیجئے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اصدق الصادقین کے اس فرمان پر کہ تمام قوتوں اور طاقتوں کا مالک بادشاہ رات کے پچھلے حصہ میں انسان کے قریب ہو جاتا ہے اور یہ آواز دیتا ہے کہ اٹھو اور مجھ سے مانگو تو میں تمہیں دوں گا مغفرت طلب کرو تو میں تمہاری مغفرت کروں گا ہم اس تھوڑی سی تکلیف کو بھی اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ کچھ وقت کے لئے اپنی نیند کو قربان کر کے پلنگ سے اٹھ کر ہاتھ منہ دھو کر خدا کے حضور کھڑے ہو جائیں۔ غور فرمایئے ایک فانی انسان جو کچھ بھی دے نہیں سکتا اس کے لئے تو لوگ اتنی تکلیف اور مشقت برداشت کر لیتے ہیں مگر حقیقی بادشاہ کے لئے جو تمہیں سب کچھ دے سکتا ہے اور دیتا ہے اس کے لئے ایک گھڑی کے لئے تم اپنے بستر چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہ ہو۔

خدا پر حقیقی ایمان پیدا کرو

انسان کا خدا پر ایمان کیا چیز ہے۔ آج یہ صرف زبان کی زینت بن کر رہ گیا ہے۔ اس کی حقیقت دلوں پر پوری طرح مستولی نہیں ہوتی۔ اگر ایمان کی حقیقت دل میں جاگزین ہو جائے تو اللہ تعالےٰ نے اسے وہ قوت و طاقت بھی عطا کی ہے کہ وہ اپنے دل کی خوشی حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی تکالیف برداشت کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ مال اور جان سب کچھ قربان کر دیتا ہے رات کا اٹھنا بیشک ایک مشکل کام ہے لیکن اگر اس بات پر ایمان ہو کہ مجھے اپنے مالک حقیقی کے سامنے حاضری کا اس وقت وہ موقعہ مل رہا ہے کہ میری مرادیں بھی مجھے وہ دینے کو تیار ہے۔ تو یہ حاضری تو سب کوفت کو دور کر سکتی ہے۔ مگر تعجب یہ ہے کہ اس سے بھی ایک آسان بات ہے یعنی دن کے اوقات میں پانچ وقت خدا کے آگے جھکنا لوگ اس کے لئے بھی تیار نہیں۔ خدا پر ایمان کے مدعی تیار نہیں کہ خدا کے حضور میں بھی ان کے دس منٹ گذر جائیں۔ یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اس پر غور فرمایئے یہ آخر

ہم مشکلات میں ہیں اور ابھی خطرناک مصائب سامنے ہیں ان کا علاج صرف خدا کی طرف رجوع ہے

۱- ہر احمدی گھرانے میں مرد (با جماعت) عورتیں اور بچے سب پانچ وقت نماز پڑھنے کی عادت ڈالیں۔

۲- اپنی نمازوں میں اسلام کے غلبہ کے لئے مسلمانوں کی حفاظت اور نصرت کے لئے جماعت کے استحکام اور قوت کیلئے دعائیں کریں

۳- ہر احمدی گھر میں مرد، عورتیں اور بچے قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کی عادت ڈالیں۔

محمد علی

خدا کا کلام ہے۔ فرماتا ہے بڑی حاضری کا دن جب آئے گا جس دن کہ سب اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے اور ہر کوئی اپنے اپنے اعمال کے مطابق اپنی اپنی جگہ پر پہنچ چکا ہوگا۔ تو جنت والے مجرموں سے یا مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے ما سلککم فی سقر۔ تم کو اس جلتی ہوئی آگ میں کونسی چیز لے آئی۔ قالوا لم نک من المصلین کہیں گے ہم خدا کے آگے سر نہیں جھکایا کرتے تھے۔ انسان کم بخت کے آگے سر جھکاتے .... تھے لیکن خدا کے حضور نہیں گرتے تھے ولم نک نطعم المسکین اور مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ خوب غور کرکے دیکھ لیجئے یہاں ایک بے نماز کو ہی مجرم کہا ہے۔ یہ کسی اور مجرم کا ذکر نہیں یہ وہ شخص ہے جو خدا کی کتاب پر تو ایمان لاتا ہے لیکن اپنی نمازوں سے غافل اور لاپرواہ ہے۔ وہ اپنے اعمال سے یوں ظاہر کرتا ہے کہ گویا نماز کے متعلق خدا کا کچھ حکم ہے ہی نہیں۔ اور یہ کہ وہ خدا کے ماتحت ہی نہیں۔ جو چاہے کرتا پھرے۔ مگر خوب یاد رکھئے الفاظ بڑے سخت ہیں ایک بے نماز کو مجرم کہا ہے جس سے بڑھکر کوئی جرم نہیں جس کے نتیجہ میں اسے سخت سزا دی گئی ہے اور اسے جلتی ہوئی دوزخ میں ڈال دیا گیا ہے۔

نماز سے مسلمانوں کی غفلت

آج دنیائے اسلام کے مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ کس قدر لوگ ہیں جو باقاعدہ نماز پڑھنے والے ہیں۔ کتنے مسلمان ہیں جو خدا کے حضور گرتے ہیں تقسیم ہند کے بعد جو عظیم الشان انقلاب یہاں رونما ہوا لکھوکھا مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکال دیا گیا۔ عورتوں کی عصمت دری کی گئی ان کے اموال لوٹ لئے گئے۔ ان کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ ان مصائب کے باوجود جب وہ ریفیوجی کیمپ میں اکٹھے ہوئے تو پھر بھی ان کے دل نرم نہ ہوئے اور نہ ہی وہ خدا کے حضور گرے۔ جھکتے بھی کس طرح انہوں نے شروع ہی سے خدا کے حضور گرنے کی عادت ہی نہیں ڈالی تھی۔ اللہ تعالے سورہ القلم میں فرماتا ہے یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون یعنی ایک وقت آئے گا کہ وہ سجدہ کرنا چاہیں گے مگر انہیں طاقت نہیں ہوگی۔ پھر فرماتا ہے وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون یہ اس لئے ہوگا کہ جب وہ اچھے تھے تو وہ خدا کے حضور نہیں جھکتے تھے۔

بچوں کو نماز کی عادت ڈالئے

میں آج آپ کو نماز کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں کہ نماز کا پڑھنا عادت کے طور پر تم میں داخل ہونا چاہیئے۔ حضرت سیدنا نبی کریم صلعم نے جو بڑے باخبر انسان تھے اور فطرت انسانی کے رازوں کو بڑی اچھی طرح جاننے والے تھے اور جن کا سینہ مبارک الہیات سے نہایت درجہ کا روشن تھا۔ امت کو حکم فرمایا ہے کہ سات سال کے بچوں کو نماز کی عادت ڈالو۔ آخر غور کرو کیوں۔ اس عمر میں تو شاید وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ خدا کیا ہے اس کے آگے جھکنے کا کیا فائدہ ہے۔ اور آیا اس پر ایمان زندگی میں کچھ سودمند بھی ہے یا نہیں۔ مگر اس کے باوجود انہیں نماز کی عادت ڈالنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ یہ اسی لئے فرمایا تا اس حالت سے یہ عادت بچے میں راسخ ہو جائے۔ یہاں تک کہ نماز کا پڑھنا اس کی فطرت ثانیہ ہو جائے۔ لیکن ہم کیا کرتے ہیں۔ ہمارے بچے سات سال چھوڑ تیرہ تیرہ سال یا اس سے بھی زیادہ عمر کے ہو جاتے ہیں اور ہم انہیں نماز کی طرف توجہ ہی نہیں دلواتے۔ اس معاملہ میں ہم انہیں بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں پڑھے نہ پڑھے ہم پرواہ ہی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رکھو ما سلککم فی سقر خدا کے یہ الفاظ سچے ہیں تو پھر اچھی طرح سوچ لو اس وعید کے مطابق جب تمہارے بچے سقر کے اندر ہوں گے تو تمہاری کیا حالت ہوگی۔ کیا تم خوش ہوگے یا حسرت بن کر یہ بات تمہارے سامنے آئے گی کہ کاش ہم انہیں نماز کے عادی بنا دیتے۔

نماز کی ہیئت اور خدا کا احساس

ابتدا میں خضوع خشوع کی حالت پیدا نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی مطلق خدا کے حضور کھڑا ہونے سے ہی اس کی حاضری ہو جاتی ہے۔ خدا تعالے نے نماز کی کچھ ایسی ہیئت بنائی ہے کہ با ادب کھڑے ہونے سے ہی خدا کی ہستی کا ایک احساس انسان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ خدا کی ہستی کے احساس کا پیدا ہو جانا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ نماز پڑھنے والا کبھی جھکتا ہے اور کبھی اپنے سر کو زمین پر رکھ دیتا ہے۔ یہ تمام ہیئتیں ایسے شخص کے قلب میں بھی جو نماز کے معنوں کو نہ بھی سمجھتا ہو ایک اثر پیدا کرتی ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ معنوں کو سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ نماز کو سمجھ کر ادا کرنے سے ایک اور ہی قسم کی لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر نماز کو صرف اس حالت پر نہیں چھوڑا کہ خاموش بیٹھ کر چند کلمات دوہرا لئے جائیں۔ یا خدا کا تصور دل میں جما لیا جائے بلکہ اسے ایسا رنگ دیا ہے۔ اور یہی اسلام کی تعلیم کا کمال ہے۔ کہ اسے سمجھ کر ادا کرنے والا اور ہر وہ شخص جو ابھی مفہوم سے اچھی طرح واقف نہیں ہوا دونوں اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بچوں کو اور خود نماز پڑھنے کی عادت ڈالئے عادت وہ ہے جو خود بخود لوٹ کر آئے یہاں تک کہ فطرت ثانیہ ہو جائے۔ اور پھر یہ فریضہ تم سے چھوٹ نہ سکے۔ وہ بچے جو نماز نہیں پڑھتے اور والدین نے انہیں نماز کی عادت نہیں ڈالی۔ اس کی ذمہ داری بھی والدین پر آتی ہے۔

ہیڈ ماسٹروں کو تلقین

میرے سامنے اتفاق سے ہیڈ ماسٹر صاحبان بھی موجود ہیں۔ میں انہیں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ بچوں کی تربیت کرنے میں ان کی ذمہ داری بڑی ہے۔ انہیں اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیئے کہ لڑکوں کو نماز کی عادت پڑ جائے۔ انسانی کوششوں کے سامنے مشکل سے مشکل کام بھی سہل ہو جاتے ہیں۔ میں آپ میں سے تمام احباب کو اور ہر اس فرد کو جس تک اخبار کے ذریعہ سے میری یہ آواز پہنچ جائے بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس نے حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق اپنے بچوں کو نماز کی عادت نہیں ڈالی وہ بچے کے اس سے محروم رہ جانے کے سبب سے خود بھی اس گناہ عظیم کا ذمہ دار ہوگا۔

مسجد کی رونق بڑھائیے

یہ ہماری چھوٹی سی مسجد ہے اگر تمام وہ لوگ جو یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہتے ہیں اپنے بچوں کے ہمراہ مسجد میں آئیں تو میرے خیال میں کسی نماز میں بھی سو سے کم حاضری نہ ہو۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ہم جمعہ کی نماز میں بھی اپنے بچوں کو اپنے ساتھ نہیں لاتے۔ ہماری اس لاپرواہی کی جوابدہی خدا کے حضور ہوگی وہ تو ہو کر ہی رہے گی آج ہماری نسلوں کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ اگر ہمارا قرآن کریم پر ایمان ہے اور حضرت نبی کریم صلعم پر بھی کامل یقین ہے تو پھر ہمیں [illegible]

سے چلنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر ہم بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کی کوشش کریں۔ اور پھر اس سے محروم رہ جائیں تو ہماری ذمہ داری یقیناً اس سے اُٹھ جائے گی ہاں ان کے اپنے اعمال کی ذمہ داری انہی پر ہوگی۔ بچوں کو چھوڑیئے یہ ہمارے بھائی یہ ہمارے دوست ان کی ذمہ داری بھی ہم پہ عائد ہوتی ہے۔

مسجد کی رونق کو بڑھانے کے لئے ہم میں سے ہر ایک پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کیا جب ہم اپنے بھائی کو مسجد میں نہیں دیکھتے ہمارے دل میں کوئی صدمہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر ہوتا ہے تو بجائے اس کے کہ مسجد میں بیٹھ کر یا باہر جا کر اس کے متعلق کچھ شکایت کریں۔ ہمیں اس کے پاس خود جانا چاہیئے اور اسے کہنا چاہیئے کہ بھائی آخر یہ خانۂ خدا ہے۔ اس میں کیوں تشریف نہیں لاتے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر نماز باجماعت پڑھنے کا وقت کسی وجہ ہاتھ سے نکل گیا ہے تو پھر بھی مسجد میں آکر نماز پڑھنے کی عادت ڈالئے۔ اس میں چاہے تمہیں کوئی فائدہ نظر آتا ہو یا نہیں۔ ایک بات ضرور حاصل ہوگی کہ تمہاری مسجد میں آنے کی عادت پکی ہو جائے گی۔

قوموں کی بلندی کا ذریعہ

جو بزرگ یہاں رہتے ہیں انہیں قوم کے افراد پر نظر رکھنی چاہیئے۔ قوموں کو بنانے کا بہترین ذریعہ نماز ہے صحابہؓ کو دیکھ لو اسی سے دنیا کے سردار بن گئے قومیں سکولوں اور کالجوں سے نہیں بنا کرتیں قوت عمل سے بنتی ہیں خدا کے آگے گرنے سے بنتی ہیں۔ خدا کے آگے گرنے سے قوت عمل پیدا ہوتی ہے۔ نماز کی پابندی یہ وہ چیز ہے جو افراد چھوڑ قوموں کو سربلند کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم جب کبھی اذان کا وقت قریب آتا تو حضرت بلال رضؓ کو فرماتے اَرِحْنَا یا بلال اے بلال ہماری روح کو خوشی پہنچاؤ یعنی اذان دو تا لوگ جمع ہوں۔ اور ہم اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں تو ہم میں سے ہر ایک پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ باجماعت نماز کی رونق کو بڑھائیں۔ اس کے لئے کوئی عملی اقدام کیجئے۔ بڑے چھوٹوں کے پاس جائیں اور انہیں سمجھائیں کہا جاتا ہے کہ امیر آدمی نماز میں بہت کم آتے ہیں۔ لیکن میں نے غربا کی حالت [illegible] دیکھی ہے

بالکل پرواہ ہی نہیں کرتے۔

عورتوں کی تلقین

حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں تو عورتیں بھی مسجد میں آتی تھیں۔ مرد آگے صفیں باندھ لیتے تھے اور عورتیں ان کے پیچھے خدا کے حضور کھڑی ہو جاتی تھیں۔ یہاں تو اب خیالات میں بڑا انقلاب آگیا ہے۔ کہیں ہماری پر کسی کی نظر پڑ جائے۔ عورتیں بھی مسجدوں میں آئیں۔ عورتوں میں اگر نماز کی عادت پختہ ہو جائے گی تو ان کا اولاد پر بھی بڑا اچھا اثر ہوگا۔ جو مسجدوں میں نہیں آسکتیں وہ گھر میں ہی پابندی کے ساتھ نمازوں کو ادا کریں۔

نماز قوتِ عمل پیدا کرنیکا ذریعہ ہے

میں نے یہ چند باتیں درد دل سے آپ سے کی ہیں۔ غور فرمائیے کہ کیا ہم ان فرائض کو جو ہم پر اس جماعت کے متعلق عائد ہوتے ہیں ادا کر رہے ہیں خوب یاد رکھئے کالجوں سے کچھ نہیں بنے گا سب سے بڑا کام نماز ہے۔ اس کی عادت اولاد میں پیدا کرو۔ اپنے دوستوں میں اور ان کی اولادوں میں پیدا کرو۔ جو مسجد میں نہیں آتے انہیں یونہی نہ چھوڑ دو۔ خود ان کے پاس جاؤ۔ اگر یہ کوشش شروع کر دی جائے تو دنوں میں جماعت کا رنگ یقیناً پلٹ جائیگا۔ خدا کے آگے جھکنے کی عادت پیدا ہو جائے تو یہ جماعت خود بخود دنیا کی رہنما بن جائے گی خواہ اس کے پاس علم ہو یا نہ ہو۔ آج دنیا کو عمل کی ضرورت ہے اور عمل کا تعلق نماز سے ہے۔ نماز میں پابندی کی عادت کو قوم میں راسخ کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

ضرورت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض کتابوں کے انگریزی میں ترجمہ کرانے کی ضرورت ہے۔ جو اصحاب یہ کام آنریری طور پر کر سکتے ہوں تو اپنے اسمائے گرامی سے اطلاع دیں۔

محمد علی

جناب میاں صاحب خلیفۂ قادیان سے

۱۹۰۱ء میں تبدیلی عقیدہ کے بارے میں حلف اٹھانے کا مطالبہ

۱۰ مارچ ۱۹۵۰ء بروز جمعہ خطبہ ثانیہ کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ان دنوں دو باتیں میری نظر سے گذری ہیں۔ ایک تو اخبار "الفضل" میں میاں صاحب کی ایک تحریر ہے جس میں انہوں نے ایک بڑی سخت حلف اُٹھائی ہے۔ پچھلے دنوں غیر احمدی مخالفین نے ایک اشتہار کی اشاعت کو جماعت قادیان کی طرف منسوب کیا تھا جس میں خلیفہ صاحب قادیان کی طرف سے یہ بات لکھی گئی ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان بن کر رہے گا یہ حلف اس اشتہار اور اس غلط بات کے رد میں میاں صاحب نے اُٹھائی ہے جو ان کی طرف منسوب کی گئی ہے اس حلف کو میں نے جب دیکھا تو معاً خیال آیا کہ میں بھی پھر ایک مرتبہ میاں صاحب سے درخواست کروں کہ یہ دعوے نبوت کا حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کرنا جو اس وقت جماعت قادیان کے لئے بالخصوص اور ہمارے لئے بھی اس قدر پریشانیاں پیدا کر رہا ہے یہ بھی میاں صاحب کی ایک حلف سے طے ہو سکتا ہے کیا بعید ہے کہ جب میاں صاحب اپنی عزت کے لئے اتنی شدید حلف اُٹھا سکتے ہیں تو حضرت مسیح موعود کی عزت کے لئے بھی ایک حلف اُٹھالیں۔

ہم نے بارہا انتہائی منتیں کیں کہ ہم میں اور آپ میں ایک موٹی بات میں آکر فرق رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل کر دیا تھا یا نہیں۔ ہماری جماعت کے ستر آدمیوں نے جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہوئی تھی یہ حلف اُٹھایا تھا اور وہ شائع بھی کر دیا گیا تھا کہ ہم نے ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب کے دعوے میں کسی قسم کی تبدیلی کو محسوس نہیں کیا تھا اور ہمارا عقیدہ حضرت مسیح موعود کے متعلق جو کچھ ۱۹۰۱ء سے پہلے تھا وہی ۱۹۰۱ء کے بعد رہا اس کے بالمقابل میاں صاحب سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ کی جماعت ہماری جماعت سے بہت بڑی ہے اس لئے آپ کی جماعت سات سو ایسے آدمی جنہوں نے حضرت صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی بیعت کی ہوئی یہ حلف اُٹھا کر کہدیں کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعوے میں تبدیلی کر لی تھی اور ہم نے اس تبدیلی کو ۱۹۰۱ء میں محسوس کر لیا تھا۔ سات سو نہ سہی ستر ہی آدمی یہ حلف اُٹھاویں۔ بالآخر یہاں تک مطالبہ کو کم کیا کہ صرف ایک آدمی ہی ایسی حلف اُٹھاوے اور کوئی نہ ہو تو میاں صاحب ہی جنہوں نے اس عقیدہ کی بنا ڈالی ہے۔ وہ اکیلے ہی حلف اُٹھائیں کہ واقعی حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء میں اس عقیدہ دربارہ نبوت کو تبدیل کر دیا تھا اور گو آپ ۱۹۰۱ء سے پیشتر حلف اُٹھا کر یہ کہتے رہے ہیں کہ میرا دعوے نبوت کا نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے بعد دعوئے نبوت کرنے والے کو میں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور میری طرف دعوئے نبوت منسوب کرنا مجھ پر افترا ہے مگر ۱۹۰۱ء میں آپ نے خود دعوئے نبوت کر دیا تھا اور میں (مرزا محمود احمد) نے اسی وقت سے یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت صاحب کی یہ ساری تحریریں ۱۹۰۱ء سے پہلے کی منسوخ ہو گئی ہیں اور اب آپ مدعی نبوت ہو گئے ہیں اور آپ کے منکر اس کے بعد کافر کہلائیں گے یہ حلف چاہے مؤکد بعذاب ہو یا نہ۔ اگر میاں صاحب اپنی عزت کو بچانے کے لئے ایک شدید حلف اُٹھا سکتے ہیں تو وہ کیوں حضرت مسیح موعود کی عزت کی خاطر حلف اُٹھانے کو تیار نہیں ہوتے جن دنوں ہماری طرف سے ستر آدمیوں نے مؤکد بعذاب حلف اُٹھایا ان دنوں قادیان سے یہ اعلان ہوا تھا کہ جماعت کا کوئی اور آدمی مقابلہ میں حلف نہ اُٹھائے مرکز ہی سے اس کا جواب دیا جائے گا۔ لیکن اس وقت تک باوجود بار بار کی یاددہانی کے جناب میاں صاحب اور نہ ہی ان کے کسی مرید نے ابھی تک تبدیلی عقیدہ کے بارہ میں حلف اُٹھائی ہے۔

وقت کی ضرورت

اور

حضرت امام زمان کی کتب کے مطالعہ کی اہمیت

ڈاکٹر حسن علی صاحب گورنمنٹ پنشنر گوجرانوالہ

محترم حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
آپ کا خطبہ مندرجہ اخبار "پیغام صلح" مجریہ ۲۲/۲/۵۰ء میں نے پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت مبارکہ سے قبل بیشمار قرآن شریف کے تراجم موجود تھے کتب حدیث اور سیرت وفقہ کی ان گنت کتابیں بھی موجود تھیں مگر ان سب کی موجودگی کے باوجود مسلمانوں کی حالت حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث لم یبق من الاسلام الا اسمہ ولم یبق من القرآن الا رسمہ کا مصداق ہو چکی تھی اور ایمان ثریا پر جا چکا تھا۔ چنانچہ اس ایمان کو دوبارہ دنیا میں واپس لانے کے لئے اور عوام الناس کے قلوب میں یقین اور معرفت تامہ کے پیدا کرنے کے لئے حضرت صاحب نے ۸۰ کے قریب کتب تالیف کیں۔ ان کی اشاعت میں حضرت صاحب کے مدنظر یہی تھا کہ توحید دنیا میں پھیل جائے اور نبوت محمدیہ۔ قرآن اور اسلام کے نور سے دنیا منور ہو جائے اور نیز عیسائیوں، آریوں، دہریوں اور خود مسلمانوں کی طرف سے جو اعتراضات ہو رہے تھے ان کو دور کیا جاوے۔

حضرت مرزا صاحب کے کلام پاک سے قرآن اور اسلام کی روشنی دنیا میں پہنچی اور پھیلی اور جماعت احمدیہ کے دل میں حقیقی معرفت اور یقین کامل پیدا ہوا جس کی بدولت دشمن کی طرف سے شدید سے شدید تکلیف کی بھی وہ کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ ہر احمدی خاندان کے مرد، عورتیں اور بچے سب ان تالیفات کو سنتے اور ان کا مطالعہ کرتے تھے اور ان حقائق ومعارف اور نور وعرفان سے پُر تحریرات کو اپنے سینہ میں جمع کرتے تھے تا آنحضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین کی یہ بشارت تمام اہل مذاہب پر حجت ہو۔ کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنے ظہور پر دنیا کو روحانی مال ودولت سے متمتع کرے گا یہاں تک کہ لوگ انہیں لیتے لیتے تھک جائیں گے

حضرت صاحب کی تالیفات میں جو موتی جڑے ہوئے ہیں ان کی نقل نہیں ہو سکتی کیونکہ معالصادقین کی غرض کو پورا کرنے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک وجود صحابہ کرام کے لئے ایک نور اور رحمت کا سرچشمہ تھا آپ کی صحبت میں بیٹھ کر صحابہ کے قلوب توحید اور صداقت اسلام کے نور سے منور ہو چکے تھے۔ ہمارے وقت میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی باتوں کو دہرایا تا مسلمانوں کے قلوب میں خدا اور رسولؐ اور قرآن کریم اور اسلام کا صحیح تصور جم سکے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب ہماری جماعت کے بزرگ۔ نوجوان۔ عورتیں۔ مرد، غرضیکہ سب کے سب امام زمان کے کلام کو نہ پڑھیں گے اور اس سے فائدہ نہ اٹھاویں گے تب تک ہم اور ہماری آئندہ نسل حقیقی اسلام کا چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے ہرگز قابل نہیں ہو سکے گی۔ وقت کی ضرورت ہے کہ حضرت صاحب کی کتب کو بار بار پڑھا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ حضرت امیر سے لے کر ایک میرے جیسے غریب احمدی کے لئے بھی یہ امر قابل عمل ہے۔ کیا ہم قرآن مجید کے اس حکم یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا پر کوئی عمل کرنے کے لئے توجہ کریں گے؛

درخواستہائے دعا

—— ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب نومسلم کی جو مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کے رشتہ دار ہیں ٹانگہ کی زد میں آکر ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ ہسپتال میں داخل ہیں ان کی صحت کے لئے احباب دعا فرمائیں۔

—— ہمارے محترم بھائی خلیل الرحمٰن صاحب کارکن دفتر کی اہلیہ صاحبہ عرصہ تین چار ماہ سے سخت بیمار رہے احباب اس کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

کیا یاد نبی کا تجھے پیغام نہیں ہے؟

مرتضیٰ خان صاحب حسن

گھر میں ترے گر دولتِ اسلام نہیں ہے؟
ظاہر ہے کہ تجھ سا کوئی ناکام نہیں ہے

احکامِ خدا کا تجھے اکرام نہیں ہے؟
ایمان نہیں جذبۂ اسلام نہیں ہے

اللہ کے بندوں کی شب و روز مذمت!
اللہ کے بندوں کا تو یہ کام نہیں ہے

کرتا ہے تو دن رات مسلمانوں کی تکفیر
اے حامیٔ اسلام یہ اسلام نہیں ہے

مسلم ہیں برادر تجھے معلوم نہیں کیا؟
کیا یاد نبی کا تجھے پیغام نہیں ہے؟

کس وقت مرا دل تو دکھاتا نہیں ظالم
کس وقت زباں پر تری دشنام نہیں ہے

تفسیر توفّی پہ ذرا غور تو کیجیے
اے صاحبو! اسمیں کوئی ابہام نہیں ہے

بت خانۂ دنیا سے نہیں مجھ کو سروکار
صد شکر کہ دل مائلِ اصنام نہیں ہے

فرقت میں تری جان جہاں تیرے حسن کو
رونے کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے

حضرت والد صاحب مرحوم

خلد آشیاں قبلہ میاں غلام رسول خان تمیم نور اللہ مرقدہ

آمنہ تمیم صاحبہ

جس چیز کو انسانی زندگی کا ارفع ترین معیاری اصول سمجھا جاتا ہے وہ اطاعت احکام الٰہی ہے اور اس کی تمام تر کامیابیوں کا راز اور اس کی تکمیل کا سرچشمہ اسی اطاعت احکام خداوندی میں مضمر ہے۔ لیکن باوجود اس کے جب ان اصولوں پر عملی طور پر کاربند ہونے کا وقت آتا ہے تو ہمارے پاؤں صراط مستقیم سے ڈگمگا جاتے ہیں۔ اور باوجود اس بات کو جانتے ہوئے کہ مشیت ایزدی انسان کی حیات و ممات پر قادر ہے تاہم پھر بھی رنج و غم، دکھ درد اور تکالیف کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ ہماری دماغی طاقتوں پر اپنا تصرف جماتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو کر اس کے اصولوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا بھول جاتے ہیں اور وفور جذبات سے بے تاب ہو کر موت کے بے وقت حمل پر گریاں کناں ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم غور کریں تو انسانی بے بضاعتی کی یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ ہم ایک چیز کی خواہش کرتے ہیں جس کی تکمیل ہمارے بس کی بات نہیں اور ہماری تمنائیں نامرادیوں سے بچنا چاہتی ہیں۔ اور ایسے خواب دیکھنا چاہتی ہیں جن کا وجود میں آنا سراسر ناممکن ہے ہم اپنی آرزوؤں، امیدوں، محنتوں اور کوششوں کا ایک ایسا جال بچھاتے ہیں کہ بالآخر خود ہی اس میں پھنس کر رہ جاتے ہیں لیکن مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کی زندگی کی دوڑ دھوپ کا ماحصل دنیاوی آمیزشوں میں ملوث ہو کر رہ جانا ہی نہیں بلکہ دین کے تقاضوں کو دنیاوی راحتوں پر مقدم کرنا ہے اگر ان کے پاس مال کی فراغت ہے تو اس میں سے وہ بافراط خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اگر ان کے وسائل محدود ہیں تو دین کی ضروریات کی خاطر وہ اپنے ذاتی آلام کی پروا نہیں کرتے۔ چنانچہ یہی وہ سعید ہستیاں ہیں جن کی زندگیاں دنیا اور آخرت میں اپنے معراج کمال تک جا پہنچیں۔ اور جنہوں نے اپنے ایثار و جوش اور عمل کے بدلے عاقبت کا میدان جیت لیا۔ حضرت والد صاحب مرحوم بھی اسی مبارک گروہ کے ایک بے مثال فرد تھے جن کی زندگی کا ہر لمحہ ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین کی تفسیر تھا یوں تو ان کی زندگی کا ایک ایک ورق رضا الٰہی، خدمت خلق، سچائی، ایمانداری اور راستبازی کے واقعات کا دفتر ہے لیکن اس وقت میں ان کی زندگی کے آخری سال میں تعلق باللہ، اولاد سے محبت، دوستوں سے اخلاص کے بارے میں کچھ عرض کروں گی۔

محترم قبلہ کی مرض الموت کچھ اس قسم کی تھا کہ رات بھر بے خوابی رہتی اور اس دوران میں ایک منٹ بھی آنکھ جھپکنے نہ پاتی اس کے ساتھ گھبراہٹ اور دم کے رکنے کی شدید تکلیف ہو جاتی جس کی وجہ سے کسی پہلو بھی قرار نہ ملتا۔ ساری رات پلنگ پر اٹھتے بیٹھتے اور پہلو بدلنے میں گذر جاتی لیکن باوجود اس قدر شدت تکلیف کے اللہ تعالیٰ کی یاد، اور بحالت اضطرار پرسوز دعاؤں اور التجاؤں کا سلسلہ بدستور جاری رہتا۔ اپنے آقا و مولےٰ کو پکارتے اس سے اپنے عجز کا اظہار فرماتے اور اسے ایسے انداز میں پکارتے گویا ایک عاشق زار اپنے ہمراز و غمگسار کو اپنا درد دل کہہ رہا ہو۔ آواز میں اس قدر رقت اور درد بھر جاتا تھا کہ تیمار داروں کی قوت ضبط بھی ٹوٹ جاتی۔ اس بے توجہی اور بیقراری کے عالم میں بار بار گھڑی کی طرف دیکھتے اور صبح کاذب کا نہایت بے صبری سے انتظار کرتے۔ رات کے ڈھائی تین بجے تک اگر طبیعت کچھ سنبھل جاتی تو فوراً نوافل کی تیاری فرماتے اور اگر تکلیف کی شدت کی وجہ سے ناغہ ہو جاتا تو بے حد افسوس کرتے رات بھر کی تکلیف کا سامنا رہتا اس کی تھکاوٹ اور کمزوری کی وجہ سے ایک مریض کا سر اٹھانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن نماز فجر کے لئے اذان سے پہلے ہی جس ہمت اور حوصلے سے تیار ہو بیٹھتے وہ بیحد تعجب خیز تھا۔ خود ہی اٹھتے۔ وضو کرتے اور چھڑی ہاتھ میں لے کر مسجد کا ارادہ فرماتے۔ ڈاکٹروں کی خاص ہدایات کے ماتحت اگر کوشش کی جاتی کہ وہ مسجد تک نہ جائیں بلکہ گھر پر ہی نماز پڑھ لیں تو انہیں اس سے سخت تکلیف ہوتی۔ آخری ہفتے میں تو کمزوری بہت بڑھ گئی تھی، بستر سے اٹھنا بھی مشکل ہو گیا تھا لیکن پھر بھی کسی کے سہارے سے پلنگ سے اٹھنا برا محسوس کرتے تھے اور غسلخانے تک خود چل کر جانے کا اصرار کرتے تھے۔ اگر تعمیل سے گریز کیا جاتا تو برافروختہ ہو جاتے تھے۔

اس شدید علالت کے دوران میں بھی وہ خدا کی رضا پر راضی تھے اور اس پر استقامت اس قدر تھی کہ شدت کی تکلیف کے باوجود انہوں نے کبھی بھی موت کی آرزو نہیں کی اور نہ ہی کبھی حرف شکایت زبان پر لائے اور نہ ہی خدا کے فضلوں سے مایوس ہوئے۔ اپنی صحت یابی کی خواہش اور امید انہیں آخری دم تک رہی اور ہر ایک دوائی کو مکمل یقین کے ساتھ استعمال کرتے آیت کریمہ کا ورد اکثر کیا کرتے تھے اور ہر وقت ان کی زبان پر کلمات تشکر رہتے تھے۔

اپنی اولاد کو جس قدر چاہتے تھے اس سے دوچند اس کی عزت و تکریم کا خیال ملحوظ رکھتے تھے ہم سے مخاطب ہوتے وقت حفظ مراتب کا خاص خیال رکھتے تھے آخری ایام میں اس کا خیال خاص طور پر ہو گیا تھا اور خدمت و تیمار داری سے بہت ہی زیادہ متاثر تھے۔ برادر معظم میاں غلام عباس صاحب جن دنوں امریکہ تھے رات بھر ان کے لئے نہایت سوز سے دعائیں کیا کرتے اور بار بار اللہ تعالےٰ سے التجا فرماتے کہ ان کی واپسی تک ان کو مہلت عطا فرمائیو۔ جب موصوف واپس تشریف لائے تو ان کی طبیعت معجزانہ طور پر روبصحت ہو گئی جس سے گمان ہوتا تھا کہ وہ صحتیاب ہو رہے ہیں میں سب سے چھوٹی اور ان کی خدمت میں زیادہ رہنے کی وجہ سے خاص توجہ شفقت کا مرکز تھی میری دلجوئی کا بیحد خیال رکھتے تھے۔ علالت کے دوران میں دوا غذا زیادہ تر میرے ہاتھ سے ہی لیتے اور اگر کبھی کسی چیز کے لئے طبیعت نہ چاہتی لیکن اس کا استعمال ضروری ہوتا تو اس کے لئے آمادہ کرنے کی خدمت خاص طور پر میرے ہی سپرد ہوتی۔ طبیعت خواہ کتنی ہی بیزار ہوتی تاہم میری دلشکنی انہیں کسی صورت بھی گوارا نہ تھی۔ بادل نخواستہ بھی قبول فرمانے پر مجبور ہو جاتے۔ میں اگر ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق مکمل طور پر آرام نہ کرنے پر شکایت کرتی تو نہایت انکسار آمیز انداز میں معذرت طلب فرماتے جس سے میں خود نادم ہو کر رہ جاتی۔ آخری دنوں میں ان کی پدرانہ شفقت معصومانہ محبت کا رنگ اختیار کر چکی تھی جیسے ایک بیمار بچہ ماں کی شفقت بھری توجہ سے اطمینان پانے کا متوقع ہوتا ہے۔ میں جب ان کا ہاتھ منہ دھلاتی، سر میں تیل ڈالتی اور بال سنوارتی تو ان کا دل اسی قسم کے معصومانہ جذبات سے لبریز ہو جاتا تھا۔

دوست احباب اور رشتہ داروں کی محبت کا احساس آخری دنوں میں خاص طور پر زیادہ ہو گیا تھا۔ اگر کوئی عزیز کسی وجہ سے کئی دن کے بعد آتا تو اسے اقتضائے زمانہ سے تعبیر فرما کر اس سے گلہ کرتے خواہ طبیعت کتنی ہی ناساز ہوتی تاہم جبر کر کے بھی آنے والے کے ساتھ نہایت گرمجوشی کے ساتھ مصروف گفتگو رہتے۔ تنہائی سے وحشت ہوتی تھی اور احباب کی موجودگی میں اپنا دکھ بھول جاتے تھے اور اس وقت کو نہایت خوشگوار لمحات سے تعبیر فرماتے ڈاک کے اوقات کے نہایت شوق سے منتظر رہتے تھے خطوط کا جواب بالالتزام خود لکھواتے تھے حضرت امیر ایدہ اللہ، حضرت شیخ میاں محمد صاحب اور رائے بہادر ڈاکٹر متھرا داس صاحب کے محبت بھرے خطوط پڑھنے سے طبیعت پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

وفات سے ایک ہفتہ پہلے انہوں نے مسجد کے ملحقہ مسافر خانے میں اقامت پذیر مہاجرین کو مکان چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے شکایت کی کہ اس وقت مکان کا ملنا دشوار ہے اس لئے اگر وہ چند دن اور بھی توقف فرمائیں تو وہ کسی مکان کا انتظام کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن باوجود اس کے کہ آپ ایسے معاملات میں نرم دل واقع ہوئے تھے بدستور اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور فرمایا کہ ان سے یہ مکان ضروری طور پر خالی کروانا چاہیئے چنانچہ اپنے مکان کے ساتھ ہی اپنے منشی کا مکان خالی پڑا تھا اسے بلوایا اور کرایہ کا فیصلہ کر کے چابی مہاجرین کو دلوا دی۔ ایک جمعہ یہ واقعہ ہوا اور دوسرے جمعہ اپنی وصیت کے مطابق وہ خود ہمیشہ کے لئے اس میں مقیم ہو گئے آخری تین دن کمزوری بہت بڑھ گئی تھی۔ لیکن ہوش برابر قائم رہے آخری روز گو زبان گفتگو کرنے سے کچھ معذور سی ہو گئی تھی تاہم بار بار دو ہرانے سے اپنا مطلب بیان کر لیتے تھے جب رات وہ اس دنیا میں مہمان تھے انہوں نے مجھے اور میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ کو اپنے پاس

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۲)

(بقیہ مقالہ از صفحہ ۳)

ہیں جو بڑے بڑے خدام دینؐ، علمائے کتاب و سنت، نگہداران حدود اللہ، اہل کشف و کرامات اور وارثان اخلاق نبویؐ ہیں وہ اس خدمت کے اہل نہیں ہو سکتے جو وہ اپنے کسی خاص بندہ سے لینا چاہتا ہے اسے کیا پرواہ کہ دنیا کی نظروں میں وہ کتنے مقبول ہیں اور یہ کس قدر مشہور، اس کا تصور اور ذوق انتخاب مقالہ نگار کو ترے سے زیادہ بلند ہے، اور جس ایمان و ایقان جس فنا فی اللہیت اور جس ایثار و قربانی کو چاہتا ہے وہ بڑے بڑے خدام دین اور علمائے کتاب و سنت میں نہیں بلکہ اسی بندہ کے اندر اسے نظر آتی ہے جو دنیا والوں کے تصور میں ہیچ دکھائی دیتا ہے گذشتہ تیرہ صدیوں کے دور مجددیت کو دیکھ لو، یہی کیفیت ہر جگہ نظر آئے گی بڑے بڑے خدام دین اور نگہداران حدود اللہ منہ دیکھتے ہوئے رہ گئے اور خدائی نیابت اس شخص کے حصہ میں آئی جو اہل دنیا کی نظروں میں کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا، لیکن خدا کے نزدیک وہی سب سے بڑھکر اس کا اہل تھا - یہ خدا کا تصور ہے جو مقالہ نگار کو ترے کے تصور سے یقیناً بہت بلند ہے، اس کے اس "ذوقی انتخاب" کو گرا ہوا قرار دینا انہی لوگوں کا کام ہے جو اس توجہ سے قطعاً ناآشنا ہیں اور ذوق الٰہی سے کوئی مناسبت رکھنے والے نہیں۔

مقالہ نگار نے کچھ اور باتیں بھی لکھی ہیں جن پر آئندہ اشاعت میں نظر ڈالی جائیگی۔

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کے طلباء کی ٹورنامنٹ میں کامیابی

"پنجاب امیچور باکسنگ ایسوسی ایشن" کے زیر اہتمام میڈیکل کالج میں ۹ تا ۱۱ تاریخ ماہ فروری ایک ٹورنامنٹ ہوا۔ جس میں لاہور کے سکولوں کے طلباء نے حصہ لیا۔ ہمارے اسکول سے بھی ایک ٹیم پانچ لڑکوں پر مشتمل بھیجی گئی۔ ٹیم نے تمام مخالفین کو شکست دی اور "پنجاب انٹر سکول باکسنگ چیمپین شپ" کی شیلڈ جیتا۔

ہیڈ ماسٹر

درخواستہائے دعا

— ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بٹ بدوملہی سے لکھتے ہیں:-

میں کچھ عرصہ سے بعض پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ بزرگوں سے اور احباب جماعت سے درخواست ہے کہ خاکسار کے اصلاح احوال کے لئے دعا فرمائیں۔

— طاہر احمد صاحب بٹ بدوملہی ہائی سکول سے میٹرک کے امتحان میں شامل ہو رہے ہیں۔ احباب سے کامیابی کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

وضع مغربی اور مسلمان

ڈاکٹر احمد حسن صاحب

چند سطور اسی موضوع پر ایک سوال کی شکل میں پیشتر ازیں احباب کے سامنے پیش کی تھیں۔ اب ایک اور سوال کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آیا قرآن اور اسلام جس اسراف سے ان الفاظ میں منع فرماتا ہے کہ اسراف کو کام میں لانے والے شیطان کے بھائی ہیں کیا ایسے تباہ و برباد کر دینے والے گناہ سے جو نہ صرف افراد پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ قوم میں طبقات پیدا کرکے قوم کا ستیاناس کر دیتا ہے اور ساری قوم کو ذلیل و خوار کرنے کا باعث بنتا ہے۔ وضع مغربی اختیار کرتے ہوئے کوئی بچاؤ کی صورت ہے؟

(بقیہ از صفحہ ۴)

جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کریم کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم النبیین کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی"

(ایام الصلح)

کیا خود مسیح موعود کی اس کھلی تحریر کے ہوتے ہوئے صاحب شریعت اور غیر صاحب شریعت کی بحث میں الجھنا یا خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنے سمجھنے کے لئے کسی اور عالم دین کی طرف رجوع کرنا جائز ہے؟

بقیہ از صفحہ ۹

بلایا۔ میں جب ان پر جھکی تو مجھے آنسو تھم نہ سکے اور میں اپنی دلی کیفیت ضبط نہ کر سکی۔ میری یہ حالت دیکھکر نہایت مطمئن لہجہ میں فرمانے لگے "یہ حیرت نہیں ..... حوصلہ" پھر میری بڑی ہمشیرہ کا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر دو تین بار فرمایا سہیلی ..... سہیلی ..... میری سہیلی - ذکر اللہ رات بھر زبان مبارک پر جاری رہا۔ متزلزل آواز میں کلمۂ شہادت اور آیت کریمہ بار بار دہراتے تھے - والدہ صاحبہ مرحومہ کو بار بار یاد کرتے اور ان کا نام لے لیکر بلند آواز سے پکارتے۔

قریباً چار بجے حالت زیادہ نازک ہو گئی لیکن کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کا ورد شکستہ الفاظ میں بدستور جاری رہا — آخری وقت کسی قسم کی گھبراہٹ یا نزع کی حالت طاری نہیں ہوئی بلکہ آنکھیں بند کئے چت لیٹے رہے جیسے کوئی عالم خواب میں ہلکے ہلکے سانس لے رہا ہو —— یہ نیند اس ابدی نیند کا پیش خیمہ تھی - صرف اس بلاوے کا انتظار تھا جو زندگی بھر کا نصب العین رہا - یہاں تک کہ افق مشرق سے رات کی تاریکیوں کا پردہ چاک ہوا اور مسجد سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی - یہی وہ آواز تھی جس کی انتظار میں اللہ کا یہ پاک بندہ اپنے آقا کے حضور حاضر ہونے کے لئے رخت سفر باندھ چکا تھا ——— کلمۂ شہادت سورۂ یٰسین کی سحر آگین لطافتوں میں آہستہ آہستہ مدغم ہوتا گیا - آنکھیں ایک بار کھلیں —— کوئی چیز تیرتی ہوئی ڈوب گئی - سر کی ایک خفیف سی جنبش - سانس کا ایک ہلکا سا ارتعاش اور بس! کل من علیہا فان ہ و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

جناب مستری عبدالکریم صاحب وزیرآبادی کا ایثار

ع کریما صد کرم کن بر کسیکو ناصر دین است

مکرم جناب مستری عبدالکریم صاحب ولد میاں جمال الدین صاحب بٹ سکنہ وزیرآباد نے ابتغاءً لوجہ اللہ اپنا ایک سہ منزلہ مکان واقعہ وزیرآباد انجمن کو وقف کیا ہے۔ جس کی باقاعدہ رجسٹری ہو چکی ہے۔ مستری صاحب موصوف کا یہ ایثار بہت قابل قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت بہت جزائے خیر دے آمین

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری۔

مفت تقسیم لٹریچر سٹوں کی قیمت بہت جلد ادا کیجئے

۱ — جن احباب نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سٹوں کا وعدہ کیا تھا ان سب کی خدمت میں یاد دہانی کے خطوط لکھے جا چکے ہیں۔ براہ مہربانی اب حتی الامکان جلدی قیمت ارسال فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ دوبارہ یاد دہانی کی ضرورت پیش نہ آئے۔

۲ — جماعت کا ایک حصہ ابھی ایسا بھی ہے جنہوں نے اب تک حصہ نہیں لیا۔ اس لئے جماعت کے سیکرٹری صاحبان کو لکھا گیا ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس بارہ میں تحریک کریں۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ بلا استثناء اس مبارک تحریک میں حصہ لیں۔

جماعت کے مبلغین اور محصلین کی اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے خصوصیت سے اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ والسلام

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

(قسط نمبر ۴)

دینِ اسلام کی حقیقت اور اس تک پہنچنے کے وسائل

امامِ زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۸ مارچ ۱۹۵۰ء)

اب اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس سفر کی تمام صعوبتیں اور مشقتیں فنا کی حد تک ہی ہیں اور پھر اس سے آگے گذر کر انسان کی سعی اور کوشش اور مشقت اور محنت کو دخل نہیں بلکہ وہ محبت صافیہ جو فنا کی حالت میں خداوند کریم وجلیل سے پیدا ہوتی ہے الٰہی محبت کا خودبخود اس پر ایک نمایاں شعلہ پڑتا ہے جس کو مرتبہ بقا اور لقا سے تعبیر کرتے ہیں اور جب محبت الٰہی بندہ کی محبت پر نازل ہوتی ہے تب دونوں محبتوں کے ملنے سے روح القدس کا ایک روشن اور کامل سایہ انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور لقا کے مرتبہ پر اس روح القدس کی روشنی نہایت ہی نمایاں ہوتی ہے اور اقتداری خوارق جن کا ہم ابھی ذکر کر آئے ہیں اسی وجہ سے ایسے لوگوں سے صادر ہوتے ہیں کہ یہ روح القدس کی روشنی ہر وقت اور ہر حال میں ان کے شامل حال ہوتی ہے اور ان کے اندر سکونت رکھتی ہے اور وہ اس روشنی سے کبھی اور کسی حال میں جدا نہیں ہوتے اور نہ وہ روشنی ان سے جدا ہوتی ہے وہ روشنی ہر دم ان کے تنفس کے ساتھ نکلتی ہے اور ان کی نظر کے ساتھ ہر ایک چیز پر پڑتی ہے اور ان کی کلام کے ساتھ اپنی نورانیت لوگوں کو دکھلاتی ہے اس روشنی کا نام روح القدس ہے۔ مگر یہ حقیقی روح القدس نہیں، حقیقی روح القدس وہ ہے جو آسمان پر ہے۔ یہ روح القدس اس کا ظل ہے۔ جو پاک سینوں اور دلوں اور دماغوں میں ہمیشہ کے لئے آباد ہو جاتا ہے اور ایک طرفۃ العین کے لئے بھی ان سے جدا نہیں ہوتا اور جو شخص تجویز کرتا ہے کہ یہ روح القدس کسی وقت اپنی تمام تاثیرات کے ساتھ ان سے جدا ہو جاتا ہے وہ شخص سراسر باطل پر ہے اور اپنے پر ظلمت خیال سے خداتعالیٰ کے مقدس برگزیدوں کی توہین کرتا ہے، ہاں یہ سچ ہے کہ حقیقی روح القدس تو اپنے مقام پر ہی رہتا ہے لیکن روح القدس کا سایہ جس کا نام مجازاً روح القدس ہی کہا جاتا ہے۔ ان سینوں اور دلوں اور دماغوں اور تمام اعضاء میں داخل ہوتا ہے۔ جو مرتبہ بقا اور لقا کا پا کر اس لائق ٹھہر جاتے ہیں کہ ان کی ایک نہایت اصفیٰ اور اجلیٰ محبت پر خداتعالیٰ کی کامل محبت اپنی کمالات کے ساتھ نازل ہو اور جب وہ روح القدس نازل ہوتا ہے تو اس انسان کے وجود سے ایسا تعلق پکڑ جاتا ہے کہ جیسے جان کا تعلق جسم سے ہوتا ہے۔ وہ قوت بینائی بن کر آنکھوں میں کام دیتا ہے اور قوت شنوائی کا جامہ پہن کر کانوں کو روحانی حس بخشتا ہے وہ زبان کی گویائی اور دل کے تقوے اور دماغ کی ہشیاری بن جاتا ہے اور ہاتھوں میں بھی سرایت کرتا ہے اور پیروں میں بھی اپنا اثر پہنچاتا ہے۔ غرض تمام ظلمت کو وجود میں سے اٹھا دیتا ہے اور سر کے بالوں سے لیکر پیروں کے ناخنوں تک منور کر دیتا ہے اور اگر ایک طرفۃ العین کے لئے بھی علیحدہ ہو جائے تو فی الفور اس کی جگہ ظلمت آجاتی ہے مگر وہ کاملوں کو ایسا نعم القرین عطا کیا گیا ہے کہ ایک دم کے لئے بھی ان سے علیحدہ نہیں ہوتا اور یہ گمان کرنا کہ ان سے علیحدہ بھی ہو جاتا ہے یہ دوسرے لفظوں میں اس بات کا اقرار ہے کہ وہ بعد اس کے جو روشنی میں آگئے پھر تاریکی میں پڑ جاتے ہیں اور بعد جو معصوم یا محفوظ کئے گئے پھر نفس امارہ ان کی طرف عود کرتا ہے اور اس کے جور روحانی حواس ان پر کھولے گئے پھر وہ تمام حواس بیکار اور معطل کئے جاتے ہیں سوائے وے لوگو جو اس صداقت سے منکر اور اس نکتہ معرفت سے انکاری ہو مجھ سے جلدی مت کرو اور اپنے ہی نور قلب سے گواہی طلب کرو کہ کیا یہ امر واقعی ہے کہ برگزیدوں کی روشنی کسی وقت بتمام وکمال ان سے دور بھی ہو جاتی ہے کیا یہ درست ہے کہ وہ تمام نورانی نشان کامل مومنوں سے کمال ایمان کی حالت میں کبھی گم بھی ہو جاتے ہیں۔

اگر یہ کہو کہ ہم نے کب اور کس وقت کہا ہے کہ برگزیدوں کی روحانی روشنی کبھی سب کی سب دور بھی ہو جاتی ہے اور سراسر ظلمت ان پر احاطہ کر لیتی ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ آپ لوگوں کے عقیدہ سے ایسا ہی نکلتا ہے کیونکہ آپ لوگ بالالتزام اتباع آیات کلام الٰہی اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ ہر یک نور اور سکینت اور اطمینان اور برکت اور استقامت اور ہر یک روحانی نعمت برگزیدوں کو روح القدس سے ہی ملتی ہے اور جیسے اشرار و کفار کے لئے دائمی طور پر شیطان کو بئس القرین قرار دیا گیا ہے تا ہر وقت وہ ان پر ظلمت پھیلاتا رہے اور ان کے قیام اور قعود اور حرکت اور سکون اور نیند اور بیداری میں ان کا پیچھا نہ چھوڑے ایسا ہی مقربین کے لئے دائمی طور پر روح القدس کو نعم القرین عطا کیا گیا ہے تا ہر وقت وہ ان پر نور برساتا رہے اور ہر دم ان کی تائید میں لگا رہے اور کسی دن ان سے جدا نہ ہو۔

اب ظاہر ہے کہ جب بمقابل بئس القرین کے جو ہمیشہ اشد شریروں کا ملازم اور رفیق ہے مقربوں کے لئے نعم القرین کا ہر وقت رفیق اور انیس ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور قرآن کریم اس کی خبر دیتا ہے تو پھر اگر اس نعم القرین کی علیحدگی مقربوں سے تجویز کی جائے عجیب کہ ہمارے اندرونی مخالف تو می بھائی گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح القدس جبرائیل کا نام ہے کبھی تو وہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور مقربوں سے نہایت درجہ اتصال کر لیتا ہے یہاں تک کہ ان کے دل میں دھنس جاتا ہے اور کبھی ان کو اکیلا چھوڑ کر ان سے جدائی اختیار کر لیتا ہے اور کروڑہا بلکہ بیشمار کوسوں کی دوری اختیار کر کے آسمان پر چڑھ جاتا ہے اور ان مقربوں سے بالکل قطع تعلقات کر کے اپنی قرارگاہ میں جا چھپتا ہے تب وہ اس روشنی اور اس برکت سے بکلی محروم رہ جاتے ہیں جو اس کے نزول کے وقت ان کے دل اور دماغ اور بال بال میں پیدا ہوتی ہے۔ تو کیا اس عقیدہ سے لازم نہیں آتا کہ روح القدس کے جدا ہونے سے پھر ان برگزیدوں کو ظلمت گھیر لیتی ہے اور نعوذ باللہ نعم القرین کی جدائی کی وجہ سے بئس القرین کا اثر ان میں شروع ہو جاتا ہے۔ اب ذرہ خوف الٰہی کو اپنے دل میں جگہ دے کر سوچنا چاہیئے کہ کیا یہی ادب اور یہی ایمان اور عرفان ہے اور یہی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس نقص اور تنزل کی حالت کو روا رکھا جائے کہ گویا روح القدس آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے مدتوں تک علیحدہ ہو جاتا تھا اور نعوذ باللہ ان مدتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انوار قدسیہ سے جو روح القدس کا پرتو ہے محروم ہوتے تھے تعجب کی بات ہے کہ عیسائی لوگ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یقینی اور قطعی طور پر یہ اعتقاد رکھیں کہ روح القدس جب سے حضرت مسیح پر نازل ہوا کبھی ان سے جدا نہیں ہوا اور وہ ہمیشہ اور ہر دم روح القدس سے تائید یافتہ تھے۔ یہاں تک کہ خواب میں بھی ان سے روح القدس جدا نہیں ہوتا تھا اور ان کا روح القدس کبھی آسمان پر ان کو اکیلا اور مہجور چھوڑ کر نہیں گیا۔ اور نہ روح القدس کی روشنی ایک دم کے لئے بھی کبھی ان سے جدا ہوئی۔ لیکن مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روح القدس آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا بھی ہو جاتا تھا اور اپنے دشمنوں کے سامنے بصراحت تمام یہ اقرار کریں کہ روح القدس کی دائمی رفاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ کی طرح نصیب نہیں ہوئی۔

اب سوچو کہ اس سے زیادہ تر اور کیا بے ادبی اور گستاخی ہو گی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین کی جاتی ہے اور عیسائیوں کو اعتراض کرنے کے لئے موقعہ دیا جاتا ہے اس بات کو کون نہیں جانتا کہ روح القدس کا نزول نورانیت کا باعث اور اس کا جدا ہو جانا ظلمت اور تاریکی اور بدخیالی اور تفرقہ ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ خداتعالیٰ اسلام کو ایسے مسلمانوں کے شر سے بچاوے جو کلمہ گو کہلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی حملہ کر رہے ہیں۔ عیسائی لوگ تو حواریوں کی نسبت بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ ان سے روح القدس جدا ہوتا تھا بلکہ ان کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہ لوگ روح القدس کا فیض دوسروں کو بھی دیتے تھے لیکن یہ لوگ*

*مسلمان کہلا کر اور مولوی اور محدث اور شیخ الکل نام رکھا کر پھر جناب ختم المرسلین خیر الاولین والآخرین کی شان میں ایسی ایسی بدگمانی کرتے ہیں اور اس قدر سخت بدزبانی کر کے پھر خاصے مسلمان کے ..... مسلمان اور دوسرے ان کی نظر میں [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۷۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بودہ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ - چھ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-
ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

(۱۲۱)

جلد ۳۸ — یوم چہار شنبہ مورخہ ۲ جمادی الآخر ۱۹۵۰ء - ۲۲ مارچ ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۲

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کے سیاسی عروج کی بشارات

دنیا میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں ذکر الٰہی کرو

قرآن کریم کی تلاوت اور نماز باجماعت کی عادت ڈالو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مؤرخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۰ء

یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت وبرزوا للہ الواحد القہار ۝

الٰہی نشانات سے عدم توجہگی

جس طرح پر ہمارے علماء کی عادت ہے، عوام کی بھی عادت ہوگئی ہے کہ چھوٹے چھوٹے مسائل پر خوب جھگڑتے ہیں اور دین کے اہم اور بنیادی مسائل سے بلکہ دین کی ضروریات سے بالکل غافل اور لاپرواہ ہیں۔ اسی طرح پر ہماری آنکھوں کے سامنے خدا کے نشان ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ان کی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ زیادہ رہتی ہے۔ نہایت پست اغراض تو ہمیں پہاڑ بن کر نظر آتی ہیں لیکن وہ نشان جو اس زمانہ میں ظاہر ہو رہے ہیں ان سے ہماری آنکھیں بند رہتی ہیں۔

مسلمان قوم میں ایک انقلاب

گذشتہ ماہ فروری کے اسلامک ریویو میں ایک چھوٹا سا ایڈیٹوریل نکلا ہے جس کا عنوان ہے "وہ کام جو اسلامی دنیا کے سامنے ہیں" (The tasks awaiting the World of Islam) اس میں ایک فقرہ ہے جو مجھے بڑا پسند آیا۔ بات تو وہی ہے جو اکثر دفعہ میں نے بھی آپ سے کہی ہوگی مگر انہوں نے اسے بڑا خوبصورت رنگ دیا ہے۔ لکھتے ہیں آج سے تیس سال پیشتر یہ سوال ہوتا تھا کہ زمین کے کس خطہ پر کوئی مسلمان قوم ہے۔ جو اپنی قسمت کی آپ مالک ہو۔ لیکن آج یہ سوال یوں کہا جائے گا کہ کسی حصہ زمین میں کوئی ایسی مسلمان قوم ہے جو ابھی تک خود مختار نہیں ہوئی۔ ایک تیس سال کے معمولی عرصہ میں ایسی قوم میں جو پستی کی اس انتہاء کو پہنچ چکی تھی کہ جس سے پھر ابھرنے کی کچھ بھی امید باقی نہ رہ گئی تھی اور جو مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلی ہوئی تھی ایسے عظیم الشان انقلاب کا رونما ہونا کیا کوئی چھوٹا سا نشان ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج سے چند سال پیشتر سوائے ٹرکی کے روئے زمین پر کوئی بھی اسلامی حکومت قائم نہ تھی۔ اور وہ بھی نہایت ہی کمزور۔ یورپین حکومتوں نے اس کا نام "یورپ کا مرد بیمار" رکھا ہوا تھا ٹرکی کی حکومت بتیس دانتوں میں ایک زبان کی مثل تھی۔ یورپین اقوام جب چاہتیں اسے پیس کر رکھ دیتیں۔ لیکن آج یہ عظیم الشان انقلاب رونما ہوا ہے۔ کہ مشرق سے لیکر مغرب تک ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری اور تیسری کے بعد چوتھی مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہو رہی ہیں۔ بلاشبہ ابھی مشکلات بڑی درپیش ہیں۔ لیکن حکومتوں کا قائم ہو جانا ہی بجائے خود ایک بڑا انقلاب ہے یہ انقلاب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن ہماری

حالت ایت وکاین من ایۃ فی السموٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون کی مصداق ہے یعنی یہ کہ کتنے بڑے بڑے نشانات ہماری آنکھوں کے سامنے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنی آنکھیں ان سے بند کر لیتے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب اور مسلمانوں کی سیاسی قوت کی بشارت

اگر تھوڑا بھی غور کیا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں جن کو مخالفین اسلام میں ایک زبردست فتنہ خیال کرتے ہیں اس ایک ہی بات سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک وہ حالت تھی کہ مسلمانوں کی روئے زمین پر کوئی بھی حکومت باقی نہ رہ گئی تھی۔ اور کہاں موجودہ یہ حالت کہ روئے زمین پر اسلامی حکومتیں یکے بعد دیگرے قائم ہوتی جا رہی ہیں اور وہ بھی آج دنیا کے سیاسی میدان میں مقابلہ میں کھڑے ہونے کے اہل ہو گئے ہیں۔ غور کیجئے یہ انقلاب کس شخص کی آنکھ نے پہلے دیکھا اور کس کے دل میں اس کے لئے تڑپ پیدا ہوئی یہ ایک ہی شخص ہے جس نے آج سے پچاس سال قبل خدا کی طرف سے یہ الہام پا کر مسلمانوں کو بدیں الفاظ بشارت دی :-

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
وپائے محمدیاں برمنار بلند تر
محکم افتاد"

سوچئے اور خوب سوچئے۔ اس زمانہ کی تاریخ کو بھی پڑھ جایئے۔ کسی شخص کو بھی اس زمانہ میں خواہ وہ سیاسی لیڈر ہو یا عالم دین کہلاتا ہو۔ اس عظیم الشان انقلاب کا وہم تک بھی نہیں آیا تھا۔ لیکن اس پستی کے عالم میں بھی صرف یہ حضرت مرزا صاحب ہی تھے جن کی کشفی آنکھ نے اس انقلاب کو دیکھا۔ اس الہام میں پائے محمدیاں بیان فرمایا ہے مسلمین اور مومنین کا لفظ استعمال نہیں کیا جو اس بات کی طرف شاید اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت تو گر چکی ہے اور انہیں صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے ایک نسبت ہی رہ گئی ہے۔ جس کی بدولت خدا تعالیٰ پھر سے اس قوم کو موت کے بعد زندہ کرے گا۔

ایک سوال

اب میں پوچھتا ہوں اگر اس شخص کے دل میں اسلام کا درد نہ تھا۔ اور اسلام کا اپنے پہلو میں درد رکھنے والے اور دیگر علماء موجود تھے تو پھر کیوں اسلام کی سیاسی قوت کی بحالی اور مضبوطی اس شخص کو تو نظر آ گئی لیکن مذہبی اور سیاسی لیڈر اس خوشخبری کے پانے سے محروم رہے۔ خدا کی طرف سے خوشخبری اسی کو ملتی ہے جس کے دل میں درد ہو جس طرح یہ خوشخبری پانے اور اس کا اعلان کرنے والا سارے عالم اسلام میں ایک ہی شخص ہے اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام کا جو درد اس ایک شخص کے سینے میں تھا۔ وہ اس سے بہت بلند تھا جو اور لوگوں کے سینوں میں تھا۔ کیا یہ اس امر کے فیصلہ کے لئے کافی نہیں کہ حضرت مرزا صاحب اسلام میں ایک فتنہ برپا کرنے والے نہیں بلکہ اس زمانہ میں یہی ایک شخص ہے جو سب سے بڑھ کر اسلام کا درد اپنے سینے میں رکھتا ہے۔

دین اسلام کے غلبہ کی بشارت

لیکن میں اس سے بھی بڑھ کر ایک بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں آپ نے اسلام کے اس جسمانی اور سیاسی انقلاب کو ہی نہیں دیکھا بلکہ اس سے بڑھ کر ایک روحانی انقلاب کو بھی دیکھا اور وہ خوشخبری بھی مسلمانوں کو سنائی جس کی طرف ابھی ہمارے بھائی توجہ کرنے کا نام نہیں لیتے۔ روحانی حالت کے لحاظ سے بلاشبہ اسلام اس وقت پاؤں کے نیچے روندا جا رہا تھا اور اسلام کے فرزند ہزاروں کی تعداد میں کفر کا شکار ہو رہے تھے ... یہ نقشہ آپ نے اپنے ایک شعر میں یوں کھینچا ہے۔

تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ دین میت ہے اور یہ دن ہیں دفنا نیکے دن

یہاں دین کی ظاہری حالت جو واقعی مر چکا تھا اسے بیان کیا ہے۔ لیکن اس جگہ آگے چل کر فرماتے ہیں :-

دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقین سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

غور فرمایئے یہ پر یقین الفاظ کس شخص کے منہ سے نکل سکتے ہیں کیا یہ دونوں باتیں صحیح ہیں یا نہیں کہ قوموں کی قومیں اور ملکوں کے ملک اسلام کی حقیقت سے خالی ہو رہے تھے۔ اسلام کا نام ان سے مٹ رہا تھا۔ وہ ملک ہسپانیہ جہاں ایک لمبا عرصہ تک مسلمانوں نے حکومت کی وہاں سے بھی اسلام کا نام مٹا دیا گیا (آج ہندوستان کی حالت کو دیکھ کر بھی یہی خوف پیدا ہوتا ہے کہ کہیں یہاں کے مسلمانوں پر بھی تو وہ وقت نہیں آ گیا جو سپین کے مسلمانوں پر آیا تھا) اس کمزور ترین حالت کے اندر غور فرمایئے کہ حضرت مرزا صاحب کا قلب اسلام کی نصرت اور اس کے غلبہ سے کس قدر بھرا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں۔

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن۔

نور الٰہی

غور فرمایئے وہ کون سی چیز تھی جس نے حضرت مرزا صاحب کے دل میں اس قدر یقین کیا یہ خدائے عالم الغیب کا دیا ہوا نور نہ تھا کیا وہ آپ کا سوز وگداز ہی نہ تھا جس سے آپ پر اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ اب کفر اسلام کو نہیں کھائے گا بلکہ اسلام کفر کو کھائے گا۔

میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آ گئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانے کے دن
کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمیں پر اسکے چلانے کے دن

افسوس ہے ان علماء اور عوام پر جو حقائق کی طرف تو کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہی چند باتیں جو انہوں نے رٹی ہوئی ہیں انہیں دوہراتے رہتے ہیں۔ اور وہ قابل احترام شخص جو مسلمانوں کی جسمانی ہی نہیں روحانی قوت کی بھی خوشخبری لایا اسے وہ دشمن کہکر پکار رہے ہیں کاش اس کے ساتھ ہو کر دیکھ لیتے زیادہ نہیں دس سال ہی۔ اس کے لائحہ عمل پر عمل پیرا ہو کر دیکھیں کہ کس طرح اسلام کے نور سے یہ دنیا روشن ہو جاتی ہے میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ اگر وہ اس کے بتلائے ہوئے لائحہ عمل پر گامزن ہوں گے تو ان کی کامیابی کے وہ رستے کھل جائیں گے جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں اور اسلام کا غلبہ روئے زمین پر ایک حقیقت بن جائے گا۔

عرب کی سرزمین میں ایک انقلاب

یہ آیت جو میں نے ابھی آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے ہاں ایسے اوقات بھی آ جاتے ہیں کہ یہ زمین اور آسمان بدل جاتے ہیں یوم تبدل الارض غیر الارض کیا اس کا نقشہ دنیا نے عرب میں نہیں دیکھا کیا یہ سچ نہیں کہ جب یہ الفاظ بولے گئے تھے تو کفر کو وہ غلبہ حاصل تھا اور اسلام اس قدر کس مپرسی کی حالت میں تھا کہ فدایان اسلام کفر کے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوتے تھے اور پاؤں کے نیچے روندے جا رہے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہیں دیس نکالا دیا جا رہا تھا۔ کفار مسلمانوں کو چیلنج دے رہے تھے قال الذین کفروا لرسلھم لنخرجنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا کہ یا تو تم ہمارے مذہب کی طرف لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں اس ملک سے نکال دیں گے۔ اس چیلنج کا جواب دیتے ہوئے اسی سورت میں جس کے پہلے حصہ میں یہ لفظ آتے ہیں اس کے آخر پر فرمایا یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت ہم زمین اور آسمان کو بدل کر رکھ دیں گے۔

زمین میں تبدیلی

کہا جائے گا کہ عرب کی زمین تو وہی رہی وہی ریگستان جو پہلے تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور آسمان بھی ویسے کا ویسا رہا صحیح ہے لیکن یہ تبدیلی اس انسان سے متعلق ہے جو اس سرزمین پر رہتا تھا انسانوں کے بدلنے سے زمین اور آسمان بدل جاتے ہیں۔ عرب کی سرزمین میں کبھی یہ نظارہ تھا کہ بھائی بھائی آپس میں دشمن تھے۔ اور ہر ایک ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتا تھا وہ ہر وقت باہم جنگ وجدال میں مصروف نظر آتے تھے۔ بیوگان اور یتامیٰ کی دیکھ بھال کا کچھ بھی انتظام نہ تھا۔ لیکن اس آیت کے نزول کے چند سال بعد خوب غور کر کے دیکھ لیں کیا ان کی حالتیں تبدیل ہو گئیں یا نہیں کیا دشمنی کی جگہ محبت اور جنگ وجدال کی جگہ امن وصلح نے لے لی یا نہیں۔ بدترین سے بدترین دشمنوں کے درمیان بھی ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ یہی وہ تبدیلی تھی جسے تبدل الارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آسمان میں تبدیلی

آسمان بھی بدل گئے۔ آسمانوں کا وہ خدا جسے کوئی جانتا نہ تھا۔ اس پر اب ایک محکم یقین پیدا ہو گیا صحابہ خدا کو اس طرح دیکھتے تھے جس طرح ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان آنکھوں سے انسان خدا کو نہیں دیکھ سکتا لیکن اس دیکھنے سے بھی بڑھ کر یقین کے ساتھ انہوں نے خدا کو دیکھ لیا تھا۔ پس تاریخ شاہد ہے کہ زمین اور آسمان دونوں کے نقشے بدل گئے۔

وجوہات

ٹھیک ہے کہ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا نتیجہ تھا۔ اور آپ کی قوت قدسی بڑی زبردست تھی۔ مگر واقعات پر غور کیجئے یہ ہوا کس طرح۔ سورۃ نور میں فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم خدا کا ایک مصفیٰ ترین نور ہے اللہ نور السمٰوٰت والارض پھر نور کی بھی اعلیٰ درجہ کی مثال دی مثل نورہ کمشکوٰۃ ...... لاشرقیۃ ولاغربیۃ یہ نور نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی یہ محدود نہیں اور پھر

(باقی برصہ۱۱)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲ر جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ | نمبر ۱۲

احمدیت کا ایک کوتاہ بیں مبصر

(۲)

نامہ نگار "کوثر" کی ایک اور بلند نظری ملاحظہ ہو:۔

"مرزا غلام احمد صاحب کے مقابلہ میں تو سرسید اور علامہ شبلی جیسے لوگ زیادہ سربلند ہیں، کیونکہ انہوں نے مرزا صاحب سے بڑھ کر تصنیفی کام بھی کیا اور اپنے پیچھے مستقل اشاعتی ادارے بھی چھوڑے جو ان کے کام کو آگے بڑھاتے رہیں گے اور پھر ان کے معتقدین کی تعداد بھی کچھ کم نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ ہے مزید یہ کہ ان دونوں حضرات کا کیریکٹر بہت ہی بے داغ تھا اور ان کے انسانی اخلاق کا لوہا دنیا مانتی ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے دماغ میں دعوئے نبوت اور تکفیر مسلمین کے کیڑے نہیں کلبلائے ورنہ آپ دیکھتے کہ ان کی مستقل جماعتیں اور فرقے تبلیغ کر رہے ہوتے"

کس قدر شاندار انکشاف ہے، معلوم ہوا نامہ نگار "کوثر" کے نزدیک

أ- "دعوے نبوت" کے کوئی کیڑے ہوتے ہیں جو مدعیان نبوت کے دماغ میں کلبلایا کرتے ہیں۔

ب- تبلیغ کا کام وہی جماعتیں کرتی ہیں جن کے سرگروہ دعوے نبوت کریں یا ان کے دماغوں میں "دعوے نبوت" کے کیڑے کلبلائیں۔

حضرت مرزا صاحب نے تو کوئی دعوئے نبوت کیا نہیں نہ تکفیر مسلمین کے مرتکب ہوئے کہ ان کے دماغ میں کوئی ایسے کیڑے کلبلانے کا سوال پیدا ہو، لیکن معلوم نہیں ان ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے متعلق نامہ نگار کوثر کا کیا خیال ہے جو خلق آدم سے لیکر حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک دعوئے نبوت کرتے چلے آئے، اور اپنے نہ ماننے والوں کو انہوں نے کافر بھی قرار دیا۔ کیا یہی سمجھا جائے کہ ان کے دماغوں میں معاذ اللہ "دعویٰ نبوت" کے کیڑے کلبلائے تھے۔ آخر واضح کرنا چاہیئے کہ "دعوئے نبوت" اگر کسی قسم کے کیڑوں کا نام ہے تو ان انبیاء کے متعلق کیا کہا جائے گا، جن کے دعاوی نبوت کا اعلان خود قرآن کریم نے کیا ہے۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ عیسیٰؑ۔ اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغوں کے متعلق نامہ نگار "کوثر" کا کیا فتویٰ ہے اور کس بنا پر وہ ان کے دماغوں کو "دعویٰ نبوت" کے کیڑوں سے خالی قرار دے سکتے ہیں۔ تعجب ہے، حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرتے وقت یہ لوگ اتنا غور نہیں کرتے کہ اس کی زد کہاں کہاں جا کر پڑتی ہے اور ذرا نہیں سوچتے کہ ایک صادق اور راستباز انسان کی مخالفت کے کیڑے جو ان کے دماغوں میں کلبلا رہے ہیں وہ ان کے دین وایمان کو کہاں تک چٹ کرتے چلے جا رہے ہیں۔

رہا تبلیغ کا طعنہ، یہ اگر کوئی بری چیز ہے اور مدعیان نبوت ہی سے وابستہ ہے، تو خدا کے لئے ہمیں بتایا جائے کہ قرون اولیٰ کے بعد جو مدعیان مجددیت اور صوفیاء ومحدثین اس امت میں مبعوث ہوتے رہے وہ کونسی نبوت کے مدعی تھے، کہ وہ خود اور ان کے پیرو تبلیغ کو اپنا دن رات کا وظیفہ سمجھتے اور فلاح دارین کا ذریعہ یقین کرتے تھے؟ اگر تبلیغ ایسی ہی بری چیز ہے کہ سرسید اور علامہ شبلی جیسے "سربلند" لوگوں نے بھی مستقل جماعتیں رکھنے کے باوجود اس کی طرف توجہ نہیں کی، اور اس وجہ سے توجہ نہیں کی کہ ان کے دماغوں میں "دعویٰ نبوت" کے کیڑے نہیں کلبلاتے۔ تو آج جماعت اسلامی کس مقصد کو لے کر اٹھی ہے، اور اس کے بانی کے دماغ میں کب "دعوے نبوت" کے کیڑے کلبلائے تھے کہ "مطالبۂ اسلامی" اور "قیام شریعت" کا ڈھنڈورا دن رات جاری ہے؟ کیا ان کی تبلیغ کی غرض صرف سیاسی تفوق حاصل کرنا ہے اور محض مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے کھیلنے کے لئے یہ ڈھونگ رچایا جا رہا ہے؟

کچھ خوف خدا سے کام لو اور سوچ کر بتاؤ کہ اس فقرہ کے کیا معنے ہیں کہ

"ان کے دماغ میں دعوئ نبوت اور تکفیر مسلمین کے کیڑے نہیں کلبلائے ورنہ آپ دیکھتے کہ ان کی مستقل جماعتیں اور فرقے تبلیغ کر رہے ہوتے"

کیا تبلیغ دعوئے نبوت اور تکفیر مسلمین کرنے والے لوگوں کی جماعتوں کا کام ہے اور قرآن کا حکم ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ کسی صحیح الدماغ مسلمان کے لئے جو دعوئے نبوت نہ رکھتا ہو نہیں ہے؟ اگر یہی خیال ہے، تو بے شک ہمیں پاگل اور دیوانہ کہہ لیجئے؟ ہمارے دماغوں میں کیڑے کلبلانے کے فتوے دیجئے ہم قرآن کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھتے ہوئے تبلیغ ہی کو اپنا سب سے بڑا وظیفہ سمجھتے اور فلاح دارین کا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ سرسید اور علامہ شبلی بھی بڑے آدمی ہوئے ہیں، انہوں نے بھی تصنیفی کام کئے ہیں اور اپنے اپنے رنگ میں اسلام کی خدمت بجا لائے ہیں لیکن اس حقیقت کے اظہار کے لئے ہمیں معاف کیا جائے کہ ان کی خدمات اسلام اور حضرت مرزا صاحب کے نفوس قدسیہ میں ایک نمایاں فرق ہمیں دکھائی دیتا ہے، سرسید کے پیرو ان کے تصنیفی کاموں اور خدمات اسلام کے باوجود نیچری کہلائے اور تشکک اور مغرب کی مرعوبیت کا رنگ علی العموم ان کی طبائع پر غالب تھا، علامہ شبلی کے شاگردوں کا یہ حال تھا کہ انہوں نے خود حضرت مرزا صاحب کے جلیل القدر مریدین کے سامنے اس بات کا اعتراف کیا کہ اگر ہم کسی کو عربی علوم سے بہرہ ور کرتے ہیں تو وہ تنگ خیال ملا بن جاتا ہے اور اگر اسے انگریزی کا چھینٹا دیتے ہیں تو مذہب کی حدود سے باہر ہو کر دہریت تک جا پہنچتا ہے، لیکن مرزا صاحب کا یہ کمال ہے کہ ان کے ماننے والوں میں انگریزی دان بھی ہیں اور علوم عربی کے ماہر بھی اور سب کے سب اس قدر روشن خیال اور اسلام کے فدائی ہیں کہ دوسری جگہ اس کی نظیر نہیں ملتی، علامہ شبلی کا یہ اعتراف یقیناً ان کی سربلندی کا نتیجہ ہے لیکن اس سے دیکھ لیجئے کہ حضرت مرزا صاحب ان دونوں بزرگوں کے مقابلہ میں کس بلند مقام پر کھڑے ہیں۔

رہا ان کا کیریکٹر ہمیں اس پر حرف گیری کی ضرورت نہیں، اگرچہ علامہ شبلی کے بعض خطوط شائع کر کے لوگوں نے ان کو بدنام کرنے اور ان کے کیریکٹر پر داغ لگانے کی کوشش کی ہے لیکن ہم انہیں عزت ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور نامہ نگار "کوثر" کو بتانا چاہتے ہیں کہ ان کو حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ پر لانا جن کی پاکیزگی اور تقدس روحانیت ومعرفت اور محبت گزینی کے پاکیزہ اثرات منصب نبوت پر فائز نہ ہونے کے باوجود ایک شان نبوت اپنے اندر رکھتے ہیں ایسا ہی ہے جیسے آفتاب کے مقابلہ پر ایک چراغ یا زیادہ سے زیادہ بجلی کی روشنی کو پیش کیا جائے۔

نامہ نگار کوثر کا بیان ہے کہ:۔

"سرسید سکول کے اصحاب کو کسی نہ کسی طرح نظام باطل کے زیر سایہ تحفظ اسلام کے مضحکہ انگیز مشغلہ سے باز رکھا جا سکتا ہے، مگر مرزا صاحب نے "نبوت" کے زور سے اپنے پیروؤں کے دماغ ایسے بگاڑ دیئے کہ ان میں اور سب کچھ گھس سکتا ہے بس ایک اسلام کی خاطر باطل کے خلاف لڑنے مرنے کا جذبہ نہیں گھس سکتا"

کچھ سمجھا آپ نے؟ یہ جماعت اسلامی کی خاص اصطلاحی باتیں ہیں، ان کے نزدیک موجودہ نظام ملکی ایک نظام باطل ہے، جس کے "زیر سایہ" "تحفظ اسلام کا مشغلہ" "مضحکہ انگیز" ہے۔ نامہ نگار کوثر کا ارشاد ہے کہ اس "مضحکہ انگیز مشغلہ" سے سرسید اسکول کے اصحاب کو کسی نہ کسی طرح باز بھی رکھا جا سکتا ہے لیکن مرزا صاحب کے پیروؤں کے دماغوں میں نظام باطل کے خلاف لڑنے مرنے کا جذبہ نہیں آ سکتا۔ اور نہ اس کے زیر سایہ تحفظ اسلام کے "مضحکہ انگیز مشغلہ" سے انہیں باز رکھا جا سکتا ہے۔

ہاں صاحب "تحفظ اسلام" کا مشغلہ آپ کے نزدیک "مضحکہ انگیز" سہی، مرزا صاحب کے پیرو اس سے کسی طرح باز نہیں رہ سکتے خواہ نظام ملکی کیسا ہی کیوں نہ ہو، آپ نظام ملکی کے پیچھے پڑے رہیئے خواہ اسکی تخریب کے مشغلہ میں اسلام کا کچھ باقی رہے یا نہ رہے مرزا صاحب نے "نبوت" نہیں بلکہ اپنی مجددیت کے زور سے "اسی نظام باطل" کے "زیر سایہ" اسلام کی وہ حفاظت کی کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گی سینکڑوں اور ہزاروں نفوس کو دہریت والحاد سے بچایا عیسائیت کے چنگل سے چھڑایا۔ آریہ سماج کی آندھی سے نجات دلائی۔ اور اسلام کی صداقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر وہ ایمان اور نور بصیرت دلوں کے اندر پیدا کیا جس سے آج ایک نیا متمتع ہو رہی ہے اور چاروں طرف "نظام باطل" کے ہوتے ۴

۴ ہوئے مرزا صاحب کے نفوس قدسیہ کے اثر سے آج اسلام کا ڈنکہ چاردانگ عالم [illegible] رہا ہے آپ "نظام باطل" کو بیلنے [illegible] "اور تحفظ اسلام" کے پاکیزہ مشغلہ کو "مضحکہ انگیز" کہکر لوگوں کو اس سے باز رکھنے کی سعی کرتے رہیں

اخبار و افکار

قرارداد مقاصد کے بعد

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۴۹ء کو پاکستان دستور اسمبلی میں وہ مشہور قرارداد مقاصد پیش ہوئی جس میں حکومت پاکستان کو اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ایک امانت قرار دیتے ہوئے آیندہ دستور حکومت میں اسلام کی بتائی ہوئی جمہوریت آزادی، انصاف اور رواداری کے اصولوں کی پوری پابندی ملحوظ رکھنے اور مسلمانوں کو اس قابل بنانے کا اعلان کیا گیا تھا کہ وہ اپنی پوری زندگی اسلام اور ان تعلیمات کے مطابق ڈھال سکیں جو قرآن وسنت میں موجود ہیں۔

اس قرارداد کی وضاحت کرتے ہوئے ہمارے وزیر اعظم نے اسلام کے جمہوری اصولوں کی تائید اور ملوکیت پرستی یا پاپائیت کی تردید میں جو فصیح وبلیغ تقریر کی وہ تمام اسلامی دنیا سے خراج تحسین وصول کرنے کا موجب ہوئی۔

اس قرارداد کو پاس ہوئے اب ایک سال ہو چکا ہے، اخبارات اور مذہبی جماعتوں کو یہ شکایت ہے کہ اس ایک سال کے عرصہ میں حکومت کی طرف سے کوئی ایسی حرکت صادر نہیں ہوئی جس سے اس کی عملی تائید ہوتی ہو نہ ہی اس کی بنیاد پر پاکستان کا دستور بنانے کی کوئی طرح ڈالی گئی، بلکہ اس کے برعکس پبلک سیفٹی ایکٹ اور مستعفی کے قوانین وغیرہ کی صورت میں کئی ایسی خلاف اسلام باتیں عمل میں آ رہی ہیں جو معاشرہ کی اصلاح کی بجائے بربادی کا موجب ہو رہی ہیں۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ پاکستان کا دستور مرتب کرنے میں حکومت کی طرف سے جو ٹال مٹول عمل میں آ رہی ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے لیکن معاصر "کوثر" کے "آشنائے راز" نے جن رازہائے درون پردہ کی نقاب کشائی کی ہے ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرارداد مقاصد دراصل مولانا مودودی کے "مطالبہ اسلامی" کا نتیجہ تھی جو کارپردازان حکومت کے خلاف منشاء مولانا شبیر احمد عثمانی کے زور تحکم سے پیش اور پاس ہوئی، اور خود وزیر اعظم پاکستان کو بھی اپنی مرضی ومنشاء کے خلاف اسے پیش کرنا پڑا۔

انہی "اسرار" میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پارلیمنٹری کمیٹی نے قرارداد کے مسئلہ کو طے کرنے کے لئے تیرہ ارکان کی کمیٹی بنا دی تھی جس کا صدر سر ظفراللہ خاں کو بنایا گیا سر ظفراللہ خاں نے جو ابتدائی تقریر کی اس کا مطلب یہ تھا، کہ "ہندوستان کی تقسیم چونکہ ملکی بٹوارے کے اصول پر ہوئی ہے لہذا پاکستان کے دستور کی بنیاد بھی ملکی اصولوں پر ہو گی نہ دینی تصورات کی بنیادوں پر اس لحاظ سے نہیں ہو گی کہ اس خطۂ زمین کی مالک مسلمان قوم ہے بلکہ اس اصول پر کہ یہاں سب قومیں آباد ہیں دوسرے لفظوں میں ریاست سیکولر ہو گی اور دستور آئین بھی لادینی اور غیر اسلامی"

"کوثر" کے "آشنائے راز" کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے؟ ہم باور نہیں کر سکتے کہ سر ظفراللہ خاں نے ایسی بات کہی ہو یا مسٹر لیاقت علی خاں نے جس زور وشور اور بلند آہنگی کے ساتھ قرارداد مقاصد پیش کی وہ ان کی دلی مرضی کی آئینہ دار نہ تھی بہرحال ان رازہائے درون پردہ کی حقیقت کا انکشاف جب تک حکومت کی طرف سے نہ ہو، کچھ کہنا مشکل ہے ضرورت ہے کہ قرارداد مقاصد کو جلد از جلد عملی جامہ پہنا کر اور پاکستان کا دستور اسلامی بنیادوں پر مرتب کر کے ان تمام "اسرار" کو غلط ثابت کر دیا جائے اور عوام کے مطالبہ کو پورا کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائی جائے۔

گاندھی جی کا قتل

حیرت ہے کہ ہندوستان نے اپنے سب سے بڑے لیڈر سب سے بڑے محسن کی جس نے اسے غلامی کی زنجیروں سے نکال آزادی کے تخت پر بٹھایا نہ صرف جان ہی لیکر اپنی احسان فراموشی کا کھلا ثبوت پیش کیا بلکہ اس کی تعلیم اور روح کو بھی قتل کرنا اس نے اپنا سب سے بڑا فخر سمجھ رکھا ہے، نا تھورام گاڈسے نے تو آج سے دو سال پہلے صرف گاندھی جی ہی کی جان پر حملہ کیا تھا لیکن آج بھارت کا ہر فرد تلوار ہاتھ میں لیکر مسلمانوں کو نہیں گاندھی جی کی روح کو قتل کر رہا ہے۔ ارباب حکومت سے لیکر جو قانون شکنی اور لاقانونیت کے حامی ہیں سب کے سب آج مسلمانوں کو سزاوار کشتنی وگردن زدنی سمجھے ہوئے ہیں اور انہیں چن چن کر قتل وغارت کرنا یا دیس نکالا دینا اپنا ضروری فرض سمجھتے ہیں، بہانہ یہ کیا جاتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں ہندو اقلیت کو مورد عتاب ٹھہرایا گیا اور فسادات برپا کئے گئے ہیں جس سے مشتعل ہو کر کلکتہ کی ہندو اکثریت نے مسلمانوں پر ہاتھ صاف کیا حالانکہ غیر جانبدار سیاسی مبصرین اور غیر ملکی اخبارات کے نامہ نگاروں تک اس بات کے شاہد ہیں کہ مشرقی پاکستان میں فسادات کی جو رو داد تھی وہ مغربی بنگال کے ہونے کشت و خون کا رد عمل تھا، جسکو حکومت نے بڑی ہوشیاری اور سختی کے ساتھ دبا دیا اور ہندو اقلیت کی حفاظت کا پورا بندوبست کر دیا۔ آخر اس بات پر غور کیوں نہیں کیا جاتا کہ آسام سے مسلمانوں کے اخراج کا قانون کس نے پاس کیا اور آج تک وہاں سے مسلمانوں کو کیوں نکالا جا رہا ہے، صرف مغربی بنگال ہی نہیں بریلی، کانپور، ناگپور اور بمبئی میں کس گناہ کی پاداش میں مسلمانوں پر ہاتھ صاف کیا جا رہا ہے؟ کیا یہ گاندھی جی کی تعلیم پر عمل ہو رہا ہے یا ان کی روح کو قتل کیا جا رہا ہے؟

اس ضمن میں معاصر "الجمعیۃ" دہلی کی یہ نصیحت بھی عبرت انگیز ہے کہ ہجرت اور ترک وطن کا سلسلہ یونہی رک سکتا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان اور ہندو اپنے ہم مذہب اور ہم قوم لوگوں کی حمایت وہمدردی ترک کر دیں اور خواہ ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کو نوچ نوچ کر کھا جائیں پاکستان کے مسلمان ٹس سے مس نہ ہوں ایسا ہی پاکستان میں ہندوؤں پر خواہ کچھ گذر رہے ہندوستان میں ان کی حمایت میں کوئی آواز بلند نہ ہو حیرت ہے ایک مسلمان اخبار نویس ایسے خیالات کا اظہار کیسے کر سکتا ہے؟ اسلام نے جس اخوت کا جذبہ مسلمانوں میں پیدا کیا ہے وہ سات سمندر کے پار مسلمانوں کو بھی تڑپا دیتا اور اپنے بھائیوں کی حمایت وہمدردی میں سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے، تقسیم ہند سے قبل ترکی، طرابلس، مصر، الجزائر میں بسنے والے مسلمانوں کے ساتھ جو ہمدردیاں یہاں کے مسلمانوں نے کیں وہ اسی جذبۂ اخوت کا نتیجہ تھا، پھر آج اپنے قریبی بھائی بندوں کو آنکھوں سے خاک وخون میں تڑپتے ہوئے دیکھ کر خاموش کیسے رہا جا سکتا ہے۔ رہے ہندو ان کو تو پاکستان میں جو چین، و آرام حاصل ہے وہ بھارت میں بھی میسر نہیں، اس لئے ان کا شور وغوغا بے فائدہ ہے یہ تو وہی بات ہوئی کہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رسوا
وہ قتل بھی کرتے ہیں، تو چرچا نہیں ہوتا

امن عالم کیلئے دعا

"ڈبلن ۱۲۔ مارچ۔ آج پوپ نے دنیا بھر میں عیسائیوں کے کیتھولک فرقہ سے اپیل کی کہ وہ اتوار ۲۶ مارچ کو دنیا کی اقوام کے درمیان جھگڑوں کے خاتمہ اور امن عالم کے لئے دعائیں مانگیں۔

انہوں نے کہا ہے کہ اگرچہ جنگ ختم ہو چکی ہے لیکن ابھی تک ایسا پائیدار امن قائم نہیں ہوا جس سے باہمی تنازعات کے اسباب کا خاتمہ ہو جاتا۔ بہت سی قومیں ایک دوسرے کے خلاف جد وجہد کر رہی ہیں اور چونکہ باہمی اعتماد مفقود ہے اس لئے جنگ کی زبردست تیاریاں کی جا رہی ہیں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ خود اتوار ۲۶ مارچ کو روم میں امن عالم کے لئے دعا کرائیں گے (رائٹر)

یہ ایک مشرک بت پرست قوم کے سرگروہ کی اپیل ہے، جو کسی برے کام کے لئے نہیں اچھے اور نیک کام کے لئے کی گئی ہے امن عالم کے لئے دعا ایک ایسا نیک کام ہے، جس کی تقلید دنیا کے ہر فرد کو کرنی چاہیئے۔ اور مسلمان کو تو حکم ہے کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے اسے فوراً لے لے، کیا حرج ہے، اگر ۲۶ مارچ کو روم کیتھولک فرقہ کے لوگ ہی نہیں تمام دنیا کے امن پسند اصحاب امن عالم کے لئے خدائے واحد کے آگے دست بدعا ہوں کم از کم مسلمانوں کو تو اس نیک تحریک کی ضرور ہی تقلید کرنی چاہیئے اور اگر ۲۶ مارچ کو نہیں تو کوئی ایک جمعہ کا دن ایسا مقرر کیا جائے جب تمام دنیا کے مسلمان امن عالم کے لئے دل سے دعائیں کریں۔ اس وقت دنیا پر چاروں طرف بدامنی اور جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں، بالخصوص مسلمان ہر طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں آئے ہوئے ہیں، ایسی حالت میں رجوع الی اللہ اور دعا ہی ایک ایسی چیز ہے، جو ہر قسم کے مصائب اور عذابوں کو ٹال سکتی ہے، کیا مسلمان جن کے مذہب اور ہادی وپیشوا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو مصائب کے دور کرنے کے لئے ایک ضروری ہتھیار قرار دیا، اس طرف توجہ کریں گے؟

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اسکا علاج
آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے

مرزائی یا احمدی

روزنامہ "تسنیم" میں کوئی صاحب قاضی محمد زاہد الحسینی ارشاد فرماتے ہیں کہ "مرزائی اپنے آپ کو احمدی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد کو "احمد" تسلیم کرتے ہیں"

اس کی تائید میں موصوف نے اخبار "الفضل" کے دو تین حوالے پیش کئے ہیں

(باقی ص ۱۰ کالم ۳)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی

تقویٰ اللہ اور اس کی برکات

اوصیک بتقوی اللہ فانہ ازین لامرک کلہ۔
میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا سے ڈر کر اپنی زندگی بسر کرو۔ اس سے تمہارے سب کام دینی ہوں یا دنیوی معاشرتی ہوں یا تمدنی ...... درست ہو جائیں گے۔

تلاوت قرآن کریم کی برکات

علیک بتلاوۃ القرآن و ذکر اللہ عزوجل فانہ ذکر لک فی السماء و نور لک فی الارض۔
قرآن کریم کی تلاوت اور خدائے عزوجل کے ذکر کرنے پر مداومت اختیار کرو۔ یہ تمہارے لئے آسمان میں ذکر یعنی بزرگی اور زمین میں ایک نور کا موجب ہوگا۔

شیطان کو بھگانے کا ایک ذریعہ

علیک بطول الصمت فانہ مطردۃ للشیطان وعون لک علی امر دینک
اکثر خاموش رہنے کی عادت پکڑو۔ کیونکہ خاموشی شیطان کو بھگائیگی اور دین کے کام میں تمہاری مدد کریگی۔

زیادہ ہنسنے سے دل مرجاتا ہے

ایاک وکثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب و یذھب بنور الوجہ
بہت ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور اڑ جاتا ہے۔

مصافحہ

ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا غفر لھما قبل ان یتفرقا۔
دو مسلمان جب ایک دوسرے کو ملنے پر مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ ان کے جدا ہونے سے قبل ان کی خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔

باہم محبت پیدا کرنے کا ذریعہ

تصافحوا یذھب الغل و تھادوا و تحابوا و تذھب الشحناء
(۱) باہم مصافحہ کرو اس سے کینہ جاتا رہے گا۔
(۲) باہم ایک دوسرے کو تحفے تحائف بھیجا کرو اس سے محبت پیدا ہوگی اور دشمنی دور ہوگی۔

دنیا کمانے کے بارے میں ہدایات

من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسئلۃ وسعیا علی اھلہ تعطفا علی جارہ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ و وجہہ مثل القمر لیلۃ البدر و من طلب الدنیا حلالا مکاثرا مفاخرا مرائیا لقی اللہ تعالیٰ وھو علیہ غضبان ٥ جو شخص حلال ذریعہ سے اور سوال سے بچتے اور گھر والوں کے گذارہ کیلئے اور ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کے واسطے دنیا کی تلاش کرتا ہے وہ قیامت کے دن خدا سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا۔ اور وہ جو حلال ذرائع ہی سے کماتا ہے لیکن بہت سا مال جمع کرنے اور اپنے لوگوں پر فخر کرنے اور دکھاوے کیلئے دنیا کی طلب کرتا ہے وہ خدا سے اس حالت میں ملیگا کہ خدا اس پر غضبناک ہوگا۔

تخمیس بر اشعار مرتضےٰ خاں حسن

از جناب عبد الصمد صاحب برق اکبر آبادی مقیم بغداد

میری آہوں کو پُر اثر کر دے قرب سے اپنے مفتخر کر دے
قصۂ طول مختصر کر دے چشم رحمت ذرا ادھر کر دے
شاخ امید بارور کر دے

خالق ارض و خالق افلاک ذات تیری ہے برتر از ادراک
ہو کرم گر ترا خدائے پاک مہر تاباں بنے وہ ذرۂ خاک
مہر کی جس پہ تو نظر کر دے

فضل سے تیرے کچھ بعید نہیں لطف سے تیرے کچھ بعید نہیں
تیری شفقت سے کچھ بعید نہیں تیری رحمت سے کچھ بعید نہیں
خاکساروں کو تاجور کر دے

تیری شوکت کی شان کے صدقے تیری عظمت کی شان کے صدقے
تیری حکمت کی شان کے صدقے تیری قدرت کی شان کے صدقے
ریزۂ سنگ کو گہر کر دے

عرض سن لیجئے ذرا میری اک تمنا ہے دلبرا میری
بس یہی ایک ہے دعا میری تجھ سے اتنی ہے التجا میری
درد سے دل کو بہرہ ور کر دے

غرق عصیاں ہوا ہوں سرتا سر ہے ترے رحم پر ہی میری نظر
ہوں نہ رسوا کہیں سر محشر مرے جرموں سے چشم پوشی کر
مرے عیبوں سے درگذر کر دے

چھا رہی ہے غم والم کی گھٹا تیرہ و تار ہو گئی دنیا
اب نہ دیدار سے مجھے ترسا رخ پُر نور سے نقاب اٹھا
شب تاریک کی سحر کر دے

عرش اعظم کا مقام کر پایا عرض کرتا ہوں مدعا شاہا
کچھ نہیں مانگتا ہیں اس کے سوا تیرے بیمار کی یہی ہے دوا
شدت درد بیشتر کر دے

تیرا شیدائی اب تڑپتا ہے تیرے دیدار کو ترستا ہے
ہچکیاں لیتا ہے سسکتا ہے خون دل آنکھ سے ٹپکتا ہے
کچھ علاج اس کا چارہ گر کر دے

غم میں گذریگی زندگی کب تک اور رہے گی یہ بے بسی کب تک
آئے گا دور خرمی کب تک بندہ پرور یہ بے رخی کب تک
چشم رحمت ذرا ادھر کر دے

برق مضطر بنا دے جو مجھ کو اپنی ہستی بھلا دے جو مجھ کو
کبریا سے ملا دے جو مجھ کو ساقیا وہ پلا دے جو مجھ کو
ماسوی اللہ سے بے خبر کر دے

اسلام اور انڈونیشیا آزادی کی جدوجہد

از ڈاکٹر ریاض الحسن ۔ ترجمہ:۔ محمد سعید عبد الخالق صاحب بی ایس سی عثمانیہ

انڈونیشیا کی آزادی سے ایک اور ایسی آزاد مملکت عالم وجود میں آئی ہے جہاں مسلمانوں کی وسیع آبادی ہے۔ انڈونیشیا کی جملہ آبادی سات کروڑ بیس لاکھ ہے جس میں چھ کروڑ بیس لاکھ یعنی ۸۶ فیصدی سے زیادہ مسلمان ہیں۔

اس امر کا صحیح علم نہیں کہ سب سے پہلے کب مسلمانوں کا داخلہ انڈونیشیا میں ہوا لیکن وثوق کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ عربوں اور اہل انڈونیشیا کے درمیان بہت قدیم سے تعلقات چلے آتے ہیں تقریباً بارہویں صدی عیسوی سے انڈونیشیا میں اسلام پھیلنے لگا اور حضرموت (جنوبی عرب) کے تاجروں کے ذریعہ یہاں پہنچا ان تاجروں کے تجارتی تعلقات انڈونیشیا کے قبائل سے نہایت گہرے تھے مغربی ہند کے مسلم تاجروں نے بھی ان جزائر میں اسلام کے پھیلنے میں کافی امداد کی۔ جب شہرۂ آفاق اطالوی سیاح مارکو پولو نے بارہویں صدی عیسوی میں انڈونیشیا کی سیاحت کی تو اس نے سماٹرا کے ایک چھوٹے حصہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت پائی۔ الف لیلہ میں جو قیاس کیا جاتا ہے کہ نویں صدی کے شروع میں لکھی گئی تھی سند باد جہازی کی ایک سرگزشت میں ایک مقام کا تذکرہ ملتا ہے کہ وہ نہایت سرسبز و شاداب ہے ہرے بھرے میدان پائے جاتے ہیں، پہاڑوں اور سبز جنگلوں کی بہار ہے۔ اچھی پیداوار کی بہتات ہے، کالی مرچ خوب پیدا ہوتی ہے۔ بعض مستشرقین کا بیان ہے کہ یہ تذکرہ انڈونیشیا کے جزائر کے متعلق ہے۔ بہرحال یہ ظاہر ہے کہ بارہویں صدی عیسوی کے قبل ہی اسلام ان جزائر میں پہنچ چکا تھا۔ سرزمین جاوا اور سماٹرا میں اسلام مضبوطی سے جم گیا [illegible] دیگر جزائر میں اس کی سرگرمی سے تبلیغ ہوئی۔ چونکہ اسلام جنوبی عرب کے بسنے والے عربوں کے ذریعہ یہاں پہنچا جو شافعی مسلک کے پیرو تھے اس لئے اہل انڈونیشیا کی اکثریت شافعی مسلک کی پیرو ہے۔

اسلام کی اشاعت

جن اسباب کی بناء پر دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت ہوئی انہیں مغربی مصنفین نے تعصب کی رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ گبن کا یہ ایک مشہور ڈرامائی جملہ ہے کہ "محمد (صلعم) نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لیکر روم کے کھنڈروں پر اپنا دین پھیلایا" اور گبن کی تقلید میں انیسویں صدی کے بیشتر مصنفین نے بھی یہی لکھا کہ اسلام تشدد سے پھیلا ہے لیکن اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو یہ نظر آجائے گا کہ اسلام ایسے جزائر میں بھی پھیلا ہے جہاں اس کی کوئی سیاسی قوت نہیں تھی۔ چین میں پانچ کروڑ مسلمان ہیں اور آج افریقہ میں طرح طرح کی دشواریوں اور رکاوٹوں کے باوجود اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔

یہاں تفصیل سے یہ بحث کرنا ممکن نہیں کہ مختلف ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے کیا اسباب ہیں۔ لیکن جب ہم اس مسئلہ پر نظر ڈالتے ہیں تو دو ایک چیزیں خیال ہو جاتی ہیں۔ جن لوگوں نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی وہ ملاؤں اور مشائخین کا کوئی مذہبی طبقہ نہیں تھا۔ ہر مسلمان اسلام کی تبلیغ و اسلام کا فریضہ انجام دے سکتا ہے ثانیاً ان لوگوں نے قدیم مسلمانوں اور نومسلموں میں کوئی سماجی یا نسلی امتیاز روا نہیں رکھا۔ اس طرح نومسلموں کو اسلام کی سماجی حیثیت میں جذب ہونے میں ہر طرح کی سہولتیں حاصل رہیں۔ ایک مشہور ولندیزی مستشرق اسنوک ہرگرونئے

Snouck Hurgronje

نے جو انڈونیشیا کی مسلم سوسائٹی سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہیں اپنے ایک لیکچر میں کہا کہ اسلام لانے والے اشخاص مسلم جماعت کا جزو لاینفک بن جاتے ہیں اسلام اسی طرح مسلمان تاجروں، نجی افراد اور مسلمان بزرگوں کی کوششوں سے اور سب سے زیادہ اپنی اس خوبی کی وجہ سے پھیلا کہ وہ اسلام لانے والوں کو اپنی سوسائٹی میں جذب کر لیتا ہے۔ انڈونیشیا بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں اور اہل انڈونیشیا بڑی کثیر تعداد میں اسلام کی عالمگیر برادری میں داخل ہوگئے۔

انڈونیشیا کے مسلمان مذہب سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ وہ ہر سال بڑی تعداد میں حج کو جاتے ہیں وہ اسلامی ممالک کے اتحاد کے ہمیشہ حامی رہے اور مختلف موانع کے باوجود عالمی مسلم کانفرنسوں میں شرکت کی۔ انہوں نے عالمی مؤتمر اسلامی میں جو سنہ ۱۹۲۶ء میں مکہ معظمہ میں ہوئی تھی، چکرو امینوتو جیسی عالم و فاضل ہستی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا۔

آزادی کی جدوجہد

انڈونیشیا کے مسلمانوں نے آزادی کی جدوجہد میں ہمیشہ پُرجوش اور عملی حصہ لیا جب اس صدی کے اوائل میں اہل انڈونیشیا نے اپنی شکایتوں اور مشکلوں کے اظہار کے لئے سیاسی جماعتیں اور انجمنیں قائم کیں تو اس جدوجہد میں مسلمان پیش پیش تھے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں انہوں نے "بودمی اوتولو" (اعلیٰ تمنائیں) کے نام سے ایک انجمن قائم کی۔ اس کے بعد ہی ایک اور تنظیم "شرکیت داگنگ اسلام" (مسلم ایوان تاجران) قائم ہوئی یہ تنظیم حاجی سمان ہودمی نے سنہ ۱۹۰۱ء میں قائم کی اور اس کا منشا جمہوریت اور سماجی انصاف کے خیالات کی اشاعت کرنا تھا کچھ عرصہ بعد اس تنظیم کا نام بدل کر "شرکیت اسلام" رکھا گیا، شروع شروع میں اس کا دائرۂ عمل سماجی و مذہبی اور معاشی سرگرمیوں تک محدود تھا کیونکہ چینیوں کی مسابقت کے باعث اہل انڈونیشیا پر زد پڑی تھی۔

کامل آزادی کا مطالبہ

تھوڑے زمانہ تک اس تنظیم نے ایک غیر سیاسی جماعت کی حیثیت سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں لیکن سنہ ۱۹۱۶ء میں اس تنظیم کے تحت پہلی نیشنل کانگریس قائم ہوئی اور یہ تنظیم ایک مکمل سیاسی جماعت بن گئی اور اس کا مقصد انڈونیشیا کے لئے حکومت خود اختیاری حاصل کرنا تھا۔ ایک سال بعد سنہ ۱۹۱۷ء میں یعنی ہندوستان کی کانگریس کی قرار داد آزادی سے نو سال قبل اس نے اپنا نصب العین انڈونیشیا کی کامل آزادی قرار دیا۔ مختلف اسباب کے باعث یہ تنظیم گذشتہ پندرہ سال کے دوران میں پس منظر میں چلی گئی اور اس کی جگہ ایک اور مسلم سوسائٹی "ماشومی پارٹی" نے لے لی ماشومی پارٹی کو انڈونیشیا میں غیر معمولی اثر اور کلیدی موقف حاصل ہے

مکتوب انڈونیشیا

جاکرتا دارالحکومت انڈونیشیا، ۱۸ جنوری

پولیس کارروائی انڈونیشیا کی دائمی آزادی و استقلال کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئی۔ جب ولندیزی حکومت نے اپنی فوجی قوت و طاقت کے نشہ میں انڈونیشیا میں چاروں طرف پولیس کارروائی شروع کی تو اس نے اپنی دانست میں یہی خیال کیا ہوگا کہ اب وہ مزید کئی صدیوں تک یہاں راج کرے گی اور پہلے سے زیادہ کھلے بندوں استحصال کرے گی لیکن مشیت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اہل انڈونیشیا کی توقعات سے بہت جلد ولندیزی استعماریت کا خاتمہ ہو گیا اور جو فوجیں مشین گنوں اور ٹامی گنوں سے عورتوں اور بچوں تک کو بے دریغ قتل کرنے میں مطلق تامل نہیں کرتی تھیں اب بے بسی کی تصویر بنی ہوئی اپنی اپنی بارکوں میں محصور رہیں اور ان میں انڈونیشیائی باشندوں کے سامنے آنے اور نظر ملانے تک کی تاب نہیں۔ پولیس ایکشن کے دوران میں ولندیزی فوجی سپاہی بندوقیں لئے پھرتے تھے، مکانوں، دوکانوں مدرسوں اور مسجدوں میں گھستے اور نوجوانوں کو گولی کا نشانہ بناتے تھے۔ یہ دیکھ کر اکثر نوجوان جو غیر مسلح تھے اندرون ملک واقع پہاڑیوں اور جنگلوں میں چلے گئے۔ انڈونیشیا میں کا... اور خرید و فروخت کا کام عورتیں بھی کرتی ہیں جب نوجوان میدان سے ہٹ گئے تو ولندیزیوں نے بازاروں میں عورتوں اور بچوں پر جو تجارت اور خرید و فروخت میں مصروف رہتے تھے مشین گنوں سے گولیاں چلا کر ان کا صفایا کرنا شروع کر دیا۔

آزادی سے پہلے

اس دہشتناک صورت حال میں انڈونیشیائی مسلمان گڑگڑا کر خدا سے دعا مانگا کرتے تھے بہتوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ مصیبت جلد دور کر دے تو وہ بکریاں ذبح کریں گے اور غریبوں کو کھانا کھلائیں گے جب ولندیزی سپاہی ملک کے اندرونی علاقوں میں نظم و نسق کا پتہ نہیں تھا۔ ان نوجوانوں نے زندگی میں تنظیم پیدا کی، ایک ایک موضع

(باقی برصفحہ ۱)

کوثر کے مولوی "ن۔ص"

(غلام ربانی صاحب بی اے آنرز)

"جماعت اسلامی" جدید طرز کے چند مولویوں کی ایک جمعیت ہے۔ ہم نے ان پر آج تک کسی جرح قدح کی ضرورت نہ سمجھی تھی کیونکہ زمین پر صرف اسی کو قرار بخشا جاتا ہے جو عام انسانوں کے لئے مفید ہو۔ اس کارگاہ میں جماعت اسلامی ابھی دو چار قدم بھی نہیں چل سکی اور وقت کے "امتحان" ابھی اسے سہنے ہیں . . . .

— یوں تو تمام غیر احمدی گروہ بشمول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کچھ نہ کچھ کہتے اور لکھتے رہتے ہیں لیکن آج تک اس جماعت نے اپنے دامن کو مسیح کے خون ناحق سے پورے طور پر آلودہ نہ کیا تھا۔ اب جو انتخابات کے دن آئے تو مرا السید وار نے "انتخابی سٹنٹ" قائم کر کے کونسل کی ممبریوں پر جاگزین ہونے کی سعی شروع کی تو بھلا ہمارے یہ بھائی کسی سے کیا کم ہیں جو پیچھے رہ جائیں مجلس احرار اسلام نے پھر حضرت مسیح موعود کی مخالفت کا دیرینہ نعرہ لگایا تو مولویوں کے اس فلسفیانہ گروہ کی بھی آنکھیں کھلیں کہ انتخابات کو جیتنے کا ایک طریق یہ بھی ہے۔

سو ہمارے ایک دوست مولوی "ا۔ ن۔ ص" نے "کوثر" و "تسنیم" میں ایک قادیانی وکیل صاحب کے خط بنام عبد الرزاق پر ایک طویل مضمون چار اقساط میں شائع کیا۔ نہ جانے وہ کونسی مصلحت تھی کہ مضمون نگار نے حروف مقطعات کی آڑ میں احمدیت کے خلاف زہر افشانی کی۔ اور اپنے نام کا اظہار مناسب نہ سمجھا۔

انسانوں کی بدقسمتی ہے کہ وہ ہر مرسل ربانی کے مقابل اپنی برتری اور فکری بلندی کے زعم میں اس سے ہمیشہ ٹھٹھا اور مذاق کرتے رہے ہیں۔ یہی سلوک انہوں نے خدا کے برگزیدہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ اور یہی طرز تکلم ان لوگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے بعد تمام نائبین رسول اور مجددین وقت و ائمہ ہدیٰ کے لئے استعمال کیا۔ مخالفت اور اذیت کی وہ کونسی صورت ہو سکتی ہے جو ان لوگوں نے اختیار نہ کی ہو اور پھر اپنے ہی زعم میں یہ لوگ خدا تعالیٰ کی خدمت کا حق پورا کر رہے ہوتے ہیں۔ ابوجہل اپنے آپ کو ابو الحکمت کہتا تھا۔ مسیح کے مخالف بھی اپنے آپ کو فقیہہ کہتے تھے اور یہی کیفیت اس دور میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین کی ہے انہیں اپنے علم و ذکر پر بے حد ناز ہے حالانکہ وہ علم نہیں رکھتے۔

بالکل اسی قسم کا مظاہرہ مولوی ن۔ص صاحب کے مضمون زیر نظر میں کیا گیا ہے ان کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام "گویا نعوذ باللہ نقلی محمد، یہ لوگ (یعنی احمدی ناقل) سامری کے بچھڑے کی طرح گھڑ لائے ہیں" اور مُصر ہیں کہ اسکو مانو حالانکہ ہمارے "عالم اور فاضل دوست مولوی ن۔ص" کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ایسا اصرار تو خود گذشتہ دور کے مجددین کو بھی رہا ہے۔ دور کیوں جائیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مجدد صدی دوازدہم نے بھی ایسا ہی اصرار کیا ہے تو پھر ہمارے دوست کے نزدیک شاہ ولی اللہؒ بھی سامریوں کے تخلیق کردہ نعوذ باللہ نقلی محمد ہوں گے۔ شاید وہ یہ بھی بھول گئے ہیں کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ (جو خود تو بیشک مجدد نہیں تھے لیکن ایک عارف باللہ بزرگ تھے) ایسے امام کے قبول اور اطاعت پر کس قدر زور دیا ہے اور اس کی مخالفت اور استہزاء کو اللہ تعالےٰ کے غضب بھڑکانے کا مصداق بتایا ہے۔ تو کیا ہمارے مولوی "ن۔ص" کے نزدیک حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحؒ بھی ان "احمدی سامریوں" میں سے ہیں جو نعوذ باللہ "نقلی محمد" بنا بنا کر اس پر مصر ہیں کہ انہیں تسلیم کرو ورنہ خدا کا غضب نازل ہوگا۔ اگر ہمارے دوست کو ان باتوں کا علم نہیں تو اس کے لئے یہ امر بیحد مذموم ہے کہ وہ "سامریوں" کے مقابل "عصائے موسیٰ" تو لائے لیکن یہ نہ جانتا ہو کہ اس شکستہ عصا سے تو سامری کا بچھڑا ہی مضبوط ہے"

محترم مولوی ن۔ص صاحب نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ خود اللہ تعالےٰ کی سنت کا معاملہ بھی زیر بحث لائے ہیں۔ قادیانی وکیل نے تو مکتوب میں انہیں کسی نبوت کی طرف دعوت نہیں دی یہ جدا بات ہے کہ ولایت بھی ظل رسالت ہے اور امام اکمل اور انبیاء اللہ کے درمیان سوائے نبوت کے امتیاز نہیں ہوتا اسی طرح امام حقیقی کی ذات بابرکات میں نبوت تامہ کی ایک صفت رکھی گئی ہے لیکن ہمارے مولوی دوست کو مدعی سست گواہ چست کی طرح فوراً اپنی طرف سے نبوت کی بحث چھیڑ دینا زیب نہیں دیتا تھا پھر یہ کتنا ظلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "اقنوم ثلاثہ" میں محض اس لئے تسلیم کیا جائے کہ یہودیوں نے ان پر "خدا" یا "ابن اللہ" ہونے کا دعوے کرنے کا الزام لگایا تھا اور پھر حضرت عیسےٰؑ کے متبعین بھی آج تک موصوف کو "ابن اللہ" اور "خدا" مانتے چلے آ رہے ہیں اور اس مفروضہ کے بعد ہاب مخاصمت ادا کیا جائے اور یہ نہ دیکھا جائے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی خدا یا ابن اللہ ہونیکا دعویٰ کیا یا نہیں کیا یہی وہ حق و انصاف ہے جس کے قیام کی دعوت جماعت اسلامی دے رہی ہے۔ اگر وہ "حق و انصاف" کی صراط کے راہی ہیں تو وہ خود جانتے ہوں گے کہ ایسی ولایت جو ظل رسالت ہے اور ایسے امام حقیقی جو متبوع کے ساتھ ایسا مشابہ ہوں کہ ثنویت کا نام درمیان سے اٹھ جائے اور تابع و متبوع باہم ایک ہو جائیں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلے بھی پے در پے آتے ہیں۔ اور خود خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے رہے ہیں اور اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ لیکن یہ لوگ عام علماء سے بلند اور الگ ہوتے تھے اور ان کا دعوےٰ الہام الٰہی پر مبنی ہوتا تھا۔

اگر مولوی ن۔ص صاحب کو یہ علم نہیں تو انہیں اس قدر جسارت نہ کرنا چاہئے تھی کہ نامعلوم بات کے متعلق ٹامک ٹوئیاں مارنی شروع کر دیں اور اگر انہیں علم تھا تو پھر انہوں نے حق و انصاف کو محض "مرزا دشمنی" پر کیوں قربان کر دیا، کیا یہی وہ درس ہدایت ہے جسے دینے کے لئے وہ اُٹھے ہیں۔

پھر اس ستم ظریفی کو تو دیکھو کہ "ضرورت انبیاء" کو "مفروضات ذہنی" قرار دیتے ہیں کیا یہ مفروضات ذہنی ہمارے ہادی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود نہ تھے۔ اگر ظلم و طغیان اور تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے کسی نبی یا نائب رسول کی ضرورت نہیں ہوتی اور اسے نبی یا امام حقیقی جو ظلی نبی ہوتا ہے کی بعثت کے لئے لازم و ملزوم قرار دینا غلط ہے تو نبی کریم صلعم سے پہلے جو پے در پے انبیاء اور رسول آئے وہ کس لئے تھے اور آج حضورؐ کے بعد وہ کونسی تبدیلی واقع ہو گئی ہے کہ حضورؐ کا نائب، ظل اور قائم مقام آنے سے ممتنع ہے۔ معاف کیجئے یہ مفروضات ذہنی تو پھر آپ کے اپنے ہیں جو ایک استقرائی دلیل، ایک شہادت متواترہ ایک سنت مسلسل کے بالکل خلاف اپنے سطے شدہ اصولوں پر استوار ہیں۔ اور آپ نے ہی سنت اللہ کو غلط سمجھا ہے اور یہ کوئی ضرور بھی نہیں کہ ہر زید و بکر سنت اللہ کو ضرور سمجھ ہی لے۔

ہمارے "مولوی دوست" جلد ہی غصہ میں بھی آجاتے ہیں۔ مان لیا آپ کے تصور نبوت کی بلندیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے دشوار گذار ہیں اور آپ ان کی پستیوں میں انہیں ایک اوسط درجے کا شریف انسان بھی ماننے کے لئے تیار نہیں لیکن یہ دوش تو نعوذ باللہ خدا تعالےٰ کا ہے جس نے انہیں ایسا مقام بخشا۔ یہ تو خفیہ طور پر خود رب العزت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی نیابت کا منصب عطا فرمایا۔

وما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزءون کذالك نسلکه فی قلوب المجرمین لا یؤمنون به وقد خلت سنة الاولین

پھر آپ کوئی نئے تو نہیں جو ایسا اعتراض کر رہے ہیں ہر ایک مرسل ربانی پر اس کے مخالف یہی کہتے چلے آتے ہیں اور بادی الرائے ہی سمجھتے رہے ہیں کہ خدا کا رسول اور اس کے متبعین علمی اور سماجی دونوں حیثیت میں کمتر انسان ہیں۔

قال الملا الذین کفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا وما نراك اتبعك الا الذین ھم اراذلنا بادی الرای وما نری لکم علینا من فضل بل نظنکم کذبین ○

اگر آپ کو مغربی مستشرقین کا لٹریچر دیکھنے کا اتفاق ہو (اور خدا کرے آپ جیسے مولویوں کو بھی یہ توفیق ملے) تو آپ کو خود اپنی آنکھیں بند کرنی پڑیں گی کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی تکلیف دہ اور نعوذ باللہ وحشیانہ تصویر کھینچی ہے۔ پھر کیا وہ آپ کی ہی طرح یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ ہمارا تصور نبوت تو ایسے آدمی کو ایک اوسط درجے کا شریف انسان بھی ماننے

کے لئے تیار نہیں۔ چہ جائیکہ اسے مرسل یزدانی مانا جائے۔

"پھر یہ "تصور نبوت" بھی عجیب شئے ہے۔ کیا ابوجہل کا تصور نبوت درست تھا؟ کیا فرعون اور اس کے ساحر حضرت موسیٰ کی نبوت جھٹلاتے میں اپنے تصور نبوت میں صحیح تھے؟ کیا "یوسف" اور "داؤد" کی تصویریں جو آپ ہی کے علماء کی بڑی بڑی ... میں کھینچی ہوئی ہیں کسی تصور نبوت کو قائم رہنے دیتی ہیں؟ پھر کیا عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچنے میں ریاکار فقیہوں اور فریسیوں کا تصور نبوت و رسالت درست تھا؟"

مولوی ن۔ص صاحب کو اپنے جذبات کے بے پناہ سیلاب میں اس بات کا بھی خیال نہیں رہا کہ وہ لاشعوری طور پر نہایت تیزی کے ساتھ ..... اسی راہ پر چل رہے ہیں جس پر انبیاء اور ان کے تابعین کے مخالف چلتے رہے ہیں، چنانچہ اپنے تصور نبوت کی برتری جتلانے کے بعد وہ ایکدم کہنا شروع کرتے ہیں کہ:۔

"آپ حضرات تو مرزا صاحب کو نبی قرار دے کر نہ صرف یہ کہ اپنے تصور نبوت کی پستی کا اضافت کرتے ہیں بلکہ متہم یہ کہ خدا کے "انتخاب" کی توہین کرتے ہیں کہ وہ خدا جو ہمیشہ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور اسمٰعیلؑ اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے گل ہائے سرسبد کو نبوت کے منصب کے لئے پسند کرتا رہا ہے نعوذ باللہ انیسویں صدی عیسوی میں آ کر اس کا ذوق انتخاب اتنا گرا کہ اس نے بڑے بڑے خدام دین علماء کتاب و سنت، نگہداران حدود اللہ، اہل کشف و کرامات وارثان اخلاق نبویؐ، سب کو چھوڑ چھاڑ کے ایک مرزا غلام احمد قادیانی کو جا پسند کیا۔ کیا اسے مرزا صاحب کے ہمعصروں میں اور کوئی بھی اونچے درجے کا انسان نہ مل سکا اور کیا وہ اپنی نمائندگی کے کوئی مناسب انسان تیار نہ کر سکا۔"

کتنی خوفناک جسارت ہے! ــــ اپنے بھیجنے کی "سنت اللہ" کی فکر آپ لوگ کرتے ہیں مگر نبی کی کوالٹی (QUALITY) کے متعلق ایک دم سنت اللہ پر خط تنسیخ کھینچ دیتے ہیں۔

مجدد الف ثانی رحؒ نبوت کے قابل نہ تھے۔ شاہ ولی اللہ رحؒ شاہ عبدالقادر امامت وقت کے مستحق نہ تھے اور پھر شاہ اسمٰعیل شہید رحؒ اس قابل نہ تھے ــــ اور قرعۂ فال پڑا تو مرزا غلام احمد صاحب کے نام آ پڑا"

(سطریں ہم نے خود جلی کی ہیں۔ ناقل)

مولوی ن۔ص صاحب کی نظر سے شاید یہ آیات طیبہ نہیں گذریں:۔

ولما جاءهم الحق قالوا هذا سحر وانا به كفرون ٥ وقالوا لولا نزل هذا القراٰن على رجل من القريتين عظيم ٥ الله اعلم حيث يجعل رسلته

ترجمہ:۔ اور جب ان کے پاس (یعنی کفار ... تک) حق آیا تو کہنے لگے یہ دھوکا اور جادو ہے اور ہم تو اسکو جھٹلاتے اور اس کا انکار کرتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں یہ قرآن ان دو بستیوں یعنی (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا (یعنی محمد رسول اللہ صلعم پر کیوں نازل ہوا)

اللہ ہی سب سے بہتر جانتا ہے کہ کسے رسالت سونپے (یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کسے رسول بنائے)

مگر یہ آپ کو کس نے بتا دیا کہ جنہیں آپ "گل ہائے سرسبد" کہہ رہے ہیں انہیں ان کے اپنے دور کے مخالف بھی گلہائے سرسبد ہی کہتے تھے۔ کیا آپ نے رسولوں اور انبیاء کے مخالفوں کی کوششوں، سازشوں اور تباہیوں کا حال نہیں پڑھا۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہی کو لیں۔ خود ان کو ان کے مخالفین نے اس درجہ تنگ کر دیا کہ انہیں کہنا پڑا کہ:۔

"لومڑیوں کے بھٹ ہیں، اور ہوا میں اڑنے والے پرندوں کے ٹھہرنے کو گھونسلے لیکن ابن آدم کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں"

اور خود جب پیلاطوس نے یہودیوں سے دریافت کیا کہ تم اس (یعنی حضرت عیسیٰؑ) کے خلاف کیا الزام لگاتے ہو تو انہوں نے کہا:۔

"اگر وہ بدکار نہ ہوتا تو ہم اسے تیرے حوالے نہ کرتے"

مولوی ن۔ص صاحب نے تو اس طرح بڑی تاریخ دانی کا ثبوت دیا ہے۔ لیکن خود وہ جن صلحاء کے نام "نبوت اور امامت" کے لئے پیش کر رہے ہیں اور جن سے بقول ان کے قرعۂ فال چوک کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیوں آن پڑا ہے انہیں بھی تو ان کے مخالف کافر، زندیق کہتے تھے اور اپنے "تصور نبوت" سے کم تر پاتے تھے۔

ہمارے معزز مولوی صاحب "گوالیار کی جیل"[1] شاید بھول گئے ہیں، انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ مسجد فتحپوری[2] میں کسے جان کے لالے پڑ گئے تھے یہ بات بھی ان کے حافظہ سے اتر گئی ہے کہ کیوں بالاکوٹ[3] کی مہم ناکام رہی تھی۔ اور کون ہے جو آج بھی کافر اور زندیق کے نام سے اکثر حلقوں میں یاد کیا جاتا ہے محض اس لئے کہ وہ مزاروں کے سامنے سجدے کو توحید کے منافی سمجھتا تھا۔[4]

"آپ کا تصور نبوت" یقیناً بہت اونچا ہے بالکل اتنا ہی بلند جتنا سید عبدالقادر جیلانی رحؒ، امام غزالی رحؒ، امام بخاری رحؒ، مجدد الف ثانی رحؒ، اور سید احمد بریلوی رحؒ کے مخالفوں کا "تصور نبوت" بلند تھا۔ لیکن معاف فرمائیں "حق" آپ سے بے نیاز ہے۔

افلم يدبروا القول ام جاءهم ما لم يات اٰباءهم الاولين ٥ ام لم يعرفوا رسولهم فهم له منكرون ٥ ام يقولون به جنة ط بل جاءهم بالحق واكثرهم للحق كرهون ولو اتبع الحق اهواءهم ...... لفسدت السمٰوٰت والارض ومن فيهن ط بل اتينٰهم بذكرهم فهم عن ذكرهم معرضون ٥

ترجمہ:۔ کیا یہ اس قول پر غور نہیں کرتے یا ان کے پاس کوئی ایسی بات آئی ہے جو ان سے پہلے ان کے گذرے ہوئے آباؤ اجداد کے پاس نہیں آئی تھی۔

یا وہ اپنے رسول کو نہیں پہچانتے اور اسی لئے اس کا انکار کرتے ہیں۔

یا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ پاگل ہے۔

حالاں کہ وہ ان کے پاس حق لیکر آیا ہے اور ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جو حق سے کراہت کرتے ہیں (یعنی ناک بھوں چڑھاتے ہیں) اور اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرے تو زمین اور آسمان اور جو جو کچھ اس میں ہے سب طرف فساد پیدا ہو جائے حالانکہ یہ تو ان کے پاس یاددہانی کرانے آیا ہے اور یہ اس یاددہانی سے منہ پھیرتے ہیں"

مولوی صاحب شاید آپ کو علم نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ بھی آپ کو بھولی ہوئی باتیں یاد دلانے آئے ہیں۔ اور آپ چاہتے ہیں کہ آپ نے جو اسلام کہہ لیا ہے، مامور بھی وہی کہے اور یہ تو آج تک نہیں ہوا۔

آپ کو مسیح موعودؑ کی معاش، مشاغل معاشرت، تصانیف، طرز استدلال، شاعری مباحثے، مجادلے، ملازمت اور معاشقہ پر اعتراض ہے۔ اور یہی آپ کو مجبور کرتے ہیں کہ آپ انہیں "اوسط درجے کا شریف انسان" بھی نہ کہیں۔

لیکن ہمیں تو اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کے دل میں خدا کا خوف کیوں نہیں۔ کیا سنی سنائی باتوں سے آپ حق کی ضیا پاشیوں کو ختم کر سکیں گے۔ ایک سانس میں آپ نے اس قدر باتیں کہہ دیں۔ نہ جانے یہ لفاظی ہے کہ دھوکا دہی۔ یہ موقعہ نہیں کہ آپ کو تفصیلاً ان باتوں کا جواب دیا جائے۔ آپ کے تراشیدہ موہوم معاشرتی طریق سے تو حضرت نبی کریم صلعم کا بکریاں چرانا اور پھر شام میں ایک تجارتی مہم پر ملازم ہو کر جانا بھی شاید "تصور نبوت" کے منافی ہوگا۔ خدا تعالےٰ کا حضورؐ کو یہ کہنا کہ جادلهم بالتي هي احسن بھی مجادلہ میں ہی آتا ہوگا۔ نجران کے عیسائی پادریوں کے مقابلہ میں حضورؐ کا انہیں مباہلہ کے لئے بلانا بھی "معیار شرافت" (نعوذ باللہ) (نعوذ باللہ) کے تحت اچھا نہ ہوگا۔ حضورؐ کا حضرت حسان بن ثابتؓ کو کفار کے خلاف شعر کہنے کا ارشاد اور زہیر کو اپنی عبائے مقدس اس کے قصیدہ "بانت سعاد" کہنے پر عطا کرنا بھی آپ کے نزدیک "منصب نبوت" کو زیب نہیں دیتا ہوگا۔ (باقی دارد)

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رحؒ کے زمانۂ قید کی طرف اشارہ ہے۔

[2] حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ کے خلاف ان کے مخالفین کے حملوں کی طرف اشارہ ہے۔

[3] حضرت سید احمد بریلوی رحؒ کے جہاد اور مسلمان علماء اور عوام کی غداری کی طرف اشارہ ہے۔

[4] حضرت سید اسمٰعیل شہید رحؒ کے خلاف فتوؤں کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
ستر (۷۰) پرانے مریدین کی حلفی شہادت
کہ
۱۹۰۱ء میں کوئی تبدیلی حضرت نے اپنے دعوے میں نہیں کی

(آج سے ۳۵ سال پیشتر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے جو حلف اٹھائی گئی اسکی نقل درج ذیل ہے)

"ہم دستخط کنندگان ذیل حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب ۱۸۹۱ء میں یہ اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پا جانا قرآن کریم سے ثابت ہے اور حدیثوں میں جس ابن مریم کے امت محمدیہ میں آنے کا ذکر ہے وہ میں ہوں تو اس وقت آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہاں بعض علماء نے لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالا اور ان کو مدعی نبوت قرار دے کر آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا جس کے بعد حضرت موصوف نے صاف طور پر کئی مرتبہ اعلان کیا جیسا کہ آپ کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا محض افترا ہے اور آپ نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر یقین کرتے ہیں اور آپ کے بعض الہامات میں جو مرسل یا رسول یا نبی آیا ہے یا حدیث میں آنے والے مسیح کی نسبت جو لفظ نبی آیا ہے تو اس سے مراد فی الحقیقت نبی نہیں بلکہ مجازی، جزوی، ظلی نبی ہے، جسے محدث کہا جاتا ہے۔ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔

ہم یہ بھی حلفی شہادت ادا کرتے ہیں کہ ہم نے نومبر ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ [illegible] میاں محمود احمد صاحب سرگروہ احمدی فریق قادیان نے جو یہ لکھا ہے کہ حضرت میرزا صاحب کا دعویٰ ابتدا میں نبوت کا نہ تھا مگر نومبر ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنا دعویٰ تبدیل کیا اور نبوت کے مدعی بن گئے اور انکار نبوت کی دس گیارہ سال کی تحریریں منسوخ ہیں۔ یہ محض غلط اور سراسر خلاف واقعات ہے ہم اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ کبھی ہمارے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آئی کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعوے میں تبدیلی کی یا آپ کی سابقہ تحریریں جو انکار دعوے نبوت سے بھری پڑی ہیں منسوخ ہو گئیں نہ ہم نے اپنے علم میں کبھی ایسے لفظ کسی ایک شخص کے بھی منہ سے سنے جب تک کہ میاں محمود احمد صاحب نے ان کا اعلان نہیں کیا تھا۔ واللہ تعالیٰ ما نقول شہید"

(دستخط ستر ادمی)

جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان حلف اٹھائیں

کہ واقعی حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۹۰۱ء میں اپنے عقیدہ دربارہ نبوت کو تبدیل کر لیا تھا اور گو آپ ۱۹۰۱ء سے پیشتر حلف اٹھا کر یہ کہتے رہے کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں بلکہ آنحضرت صلعم کے بعد دعویٰ نبوت کرنیوالے کو میں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور میری طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا مجھ پر افترا ہے مگر ۱۹۰۱ء میں آپ نے خود دعویٰ نبوت کر دیا تھا اور میں (مرزا محمود احمد) نے آنحضرت سمجھ لیا تھا کہ حضرت صاحب کی یہ ساری تحریریں ۱۹۰۱ء سے پہلی کی منسوخ ہو گئی ہیں اور اب آپ مدعی نبوت ہو گئے ہیں اور آپ کے منکر اس کے بعد کافر کہلائیں گے" یہ حلف چاہیے مؤکد بعذاب ہو یا نہ۔

قرضہ حسنہ کیلئے احباب سے اپیل

برادران محترم — السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

۱۹۴۴ء میں جب تراجم قرآن فنڈ کی تحریک شروع ہوئی تو اسمیں خدا کے فضل سے بڑی کامیابی ہوئی۔ اور قرآن کریم کے کچھ ترجمے اسی وقت شروع کر دیئے گئے یعنی تامل۔ سندھی۔ گورمکھی۔ جو اس وقت تینوں مکمل ہیں مگر ان کی طباعت ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ سے ملتوی ہوتی چلی آرہی ہے اس لئے کہ تراجم قرآن فنڈ سے ایک لاکھ روپیہ بطور قرض لیکر اراضیات سندھ کے حصول کیلئے خرچ کر دیا گیا۔ ان تین ترجموں کے علاوہ ایک اور ترجمہ کھاسی زبان میں ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب مکمل کر چکے ہیں۔ یہ کل چار ترجمے ہیں اور دو طبع شدہ ترجمے جو یا تو ختم ہو چکے ہیں یا جنگ میں تلف ہو چکے ہیں یعنی ڈچ ترجمہ اور جرمن ترجمہ۔ تو گویا کل چھ ترجمے اس وقت اسی لئے رکے ہوئے ہیں کہ ان کے طبع کے لئے روپیہ نہیں۔

اس مشکل کے حل کیلئے مجلس منتظمہ میں یہ تجویز ہوئی ہے کہ اراضیات سندھ کیلئے ایک لاکھ روپیہ بطور قرض لیا جائے اور تراجم قرآن فنڈ کا روپیہ واپس کیا جائے۔ تاکہ یہ کام شروع ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو چار تراجم تو ایک سال کے اندر اندر شائع ہو جائیں گے۔ اور باقی دو بھی انشاء اللہ بہت جلد شائع ہو سکیں گے۔ اس سے پہلے اراضی اوکاڑہ کے لئے بھی احباب سے چالیس ہزار روپے کے قریب بطور قرض لیا گیا تھا جو واپس کر دیا گیا تھا۔ اور اب بھی جو قرضہ لیا جائیگا وہ صرف دو سال کیلئے ہوگا۔ اور دو سال کے بعد واپس کر دیا جائیگا۔ ایک لاکھ میں سے قریباً تیس ہزار کا انتظام ہو چکا ہے۔ اور باقی ستر ہزار کیلئے یہ اپیل احباب سے کی جاتی ہے۔ یہ قرضہ گو زمین کیلئے ہے لیکن یہ ایک طرح قرآن کریم کی اشاعت میں ہی خرچ ہو رہا ہے۔ اور عند اللہ اس کا اجر بہت بڑا ہے اور قرض دینے والے احباب کو دو سال بعد ان کا روپیہ بھی واپس مل جائیگا۔ اور یہ ثواب بھی ہوگا کہ انہوں نے قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانے میں مدد دی۔

علاوہ ازیں اگر کسی صاحب کو دو سال سے پہلے اپنے روپے کی واپسی کی ضرورت پیش آجائے تو یہ بھی پوری کوشش کی جائے گی کہ ان کا روپیہ پہلے ہی واپس ہو سکے۔ والسلام

خاکسار محمد علی

۱۴ مارچ ۱۹۵۰ء

مکتوب انڈونیشیا

(بقیہ از صفحہ)

کا ایک شخص ذمہ دار ہوگیا اور کام اس طرح چلنے لگا جیسا کہ تنظیم دستی کی موجودگی میں چلتا تھا۔ اس تنظیم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ نماز باجماعت میں شرکت لازمی قرار دی گئی۔ ناریل کے درخت پر طبل باندھے جاتے اور جب نماز کا وقت قریب آتا تو طبل زور سے بجائے جاتے تھے، لوگ جمع ہونے لگتے۔ اذان ہوتی، نماز باجماعت پڑھی جاتی نمازیں چھوٹے بچے سے لے کر بچے تک وضو کر کے شریک ہوتے مسجدیں معمور رہتیں نماز کے بعد الحاح و زاری سے دعا مانگی جاتی، پھر آپس میں مشاورت ہوتی۔

آزادی کے بعد

آزادی حاصل ہونے کے بعد اہل انڈونیشیا نے جہاں دل کھول کر خوشی منائی وہاں خدا کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوئے مسجدیں روزانہ بدستور معمور رہیں خدا کے حضور میں وہی نیازمندی اور اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا زندہ احساس کہ اس نے ایسی درندگیوں اور دہشت ناکیوں سے نجات دلائی۔ بچوں نے کلام پاک کی تلاوت کی اور جن بچوں کی قرأت اچھی تھی انہیں انعامات دیئے گئے آزادی سے قبل جب خصوصاً نماز جمعہ میں یہ آیت ولن ترضی عنک الیھود ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم (تم سے یہود اور نصاریٰ ہرگز اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی نہ کرو گے) بآواز بلند پڑھی جاتی تو خطیب کو گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ یہ آیت پڑھنے کی سزا، قید یا جرمانہ تھی اور کئی خطیب یہ آیت پڑھتے ہوئے گرفتار ہوئے کئی نوجوانوں اور نوعمر لڑکوں نے بھی خطیبوں کی طرح یہ آیت پڑھکر گرفتاری کو مدعو کیا۔ ولندیزی استبداد کے خاتمہ کے ساتھ یہ مذہبی استبداد بھی ختم ہوگیا اور اب دبے دبائے ہوئے مذہبی احساسات جوش کے ساتھ ظاہر ہو رہے ہیں اور مذہبی جوش کے مناظر دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مذہبی تنظیم

یہ معلوم کرنا موجب دلچسپی ہوگا کہ آزادی ملنے کے بعد حکومت نے مذہبی تنظیم کے لئے اب تک کیا کیا ہے حکومت کا ایک محکمہ امور مذہبی قائم ہے اور اس کے فرائض اور ذمہ داریاں نہایت وسیع ہیں ہر مدرسہ اور کالج میں مذہبی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ استادوں تک کے لئے مذہبی تعلیم پانا اور سند حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مدارس اور کالجوں کے اساتذہ کی بارجہ اور غذا راشن کے اصول پر حکومت کی جانب سے فراہم کی جاتا ہے کیونکہ جنگ آزادی کے دوران میں انڈونیشیا کی معاشیات کا شیرازہ بکھر گیا تھا اور چاول کے علاوہ ملک میں چاول کی قلت ہے۔ تمام خانگی مدارس کو حکومت کی جانب سے امداد دی جاتی ہے اور ان مدارس میں بھی مذہبی تعلیم لازمی ہے۔ تمام مذہبی مدارس، مساجد، اوقاف، زکوٰۃ اور شادی بیاہ کے معاملات پر محکمہ امور مذہبی کی نگرانی ہے۔ چندہ سے عازمین حج سرکاری انتظامات سے حج کو روانہ ہوں گے۔ قافلہ سالار مقرر کئے جائیں گے اور جہازوں اور سفر کی سہولتیں حکومت کی طرف سے فراہم کی جائیں گی۔

فوج اور پولیس اور جیلوں میں بھی مذہبی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے اور اس غرض کے لئے علماء مقرر کئے گئے ہیں ہفتہ میں ایک بار مذہبی درسوں میں شریک ہونا لازمی ہے۔ فوجی سپاہیوں کے لئے نماز جمعہ میں شرکت لازمی ہے اور اس کی نگرانی کا ذمہ دار فوجی افسروں کو قرار دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے اہتمام کے ساتھ ساتھ عیسائیوں، چینیوں وغیرہ کو ان کے مذہب کی تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص کو کم از کم یہ معلوم ہو جائے کہ مذہب کیا ہے۔ مذہب کی تعلیمات کیا ہیں اور مذہبی زندگی کس طرح گذارنی چاہیئے۔ انڈونیشیا میں ہر مذہب کا احترام کیا جائیگا۔ اور تمام مذاہب کی مقدس تقاریب منائی جائیں گی اور ان تقاریب کے دن تعطیل دی جائے گی۔ محکمہ امور مذہبی کے تحت دیہی علاقوں میں بھی دینی تعلیم کے انتظامات کئے جا رہے ہیں اور اس غرض کے لئے عالموں اور مذہبی دستگاہ رکھنے والے اشخاص کو مامور کیا جا رہا ہے۔

(الہدیٰ)

(بقیہ نوٹس از صفحہ ۴)

جن میں لکھا ہے کہ:-

"خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت احمد علیہ السلام کو مبعوث فرمایا (۴ر اکتوبر ۱۹۴۶ء)

حضرت میرزا احمد نے ۱۸۸۹ء میں اس جماعت کی بنیاد رکھی تھی آج کل اس کے امام حضرت مرزا محمود ہیں جو حضرت میرزا احمد کے بڑے صاحبزادہ ہیں۔ (۱۳ر نومبر ۱۹۴۷ء)

حضرت مرزا صاحب۔ اور جماعت احمدیہ کو جس قدر جماعت قادیان نے بدنام کیا ہے شاید ایک بدترین دشمن بھی اس قدر بدنامی کا موجب نہ ہوا ہوگا۔ حضرت کا اپنا لکھا ارشاد ہے، کہ اس جماعت کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد پر رکھا گیا ہے جو ایک جمالی نام ہے کیونکہ اس زمانہ میں اسلام کی شان جمالی کا ظہور اس جماعت کے ذریعہ ہوگا، یعنی اسلام کے دفاع کے لئے تلوار کی ضرورت نہ ہوگی جیسا کہ ابتداء میں اسلام میں پیش آئی اور اسم محمد کی تجلی دنیا نے دیکھی بلکہ محبت آشتی اور دلائل و براہین کے ساتھ اسلام کا غلبہ دنیا پر ہوگا جو اسم احمد کی تجلی کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ ہوں حضرت کے اپنے الفاظ:-

"اور اس فرقہ کا نام مسلمان فرقہ احمدیہ اس لئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسم محمد جلالی نام تھا اور اس میں یہ مخفی پیشگوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دشمنوں کو تلوار کے ساتھ سزا دیں گے جنہوں نے تلوار کے ساتھ اسلام پر حملہ کیا...... لیکن پیشگوئی کی گئی تھی کہ آخری زمانہ میں پھر اسم احمد کا ظہور کرے گا اور ایسا شخص ظاہر ہوگا جس کے ذریعہ سے احمدی صفات یعنی جمالی صفات ظہور میں آئیں گی اور تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے گا پس اسی وجہ مناسب معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا نام احمدیہ رکھا جائے"

(اشتہار مجریہ ۴ر نومبر ۱۹۰۰ء)

اس کھلی صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اس جماعت کو حضرت مرزا صاحب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے یا حضرت صاحب کو "احمد" کے نام سے موسوم کرنا حالانکہ تمام عمر آپ نے اپنے آپ کو "میرزا غلام احمد" کہکر پکارا اور یہی نام اپنی کتابوں اور اشتہارات کے نیچے لکھا، اور ایک دفعہ بھی اپنے آپ کو احمد نہیں کہا ایک بہت بڑی جسارت ہے جسکی جوابدہ سب سے

اشتہار

مشعر حکم حاضری مدعا علیہ
زیر آرڈر ۹۔ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب خان سر محمد سرفراز خاں

ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب سبی۔

نمبر مقدمہ ۱۷ بابت ۱۹۴۹ء

وڈیرہ نبی بخش ولد عبدالغنی خاں ذات عمرانی سکنہ کوٹھ نو ضلع جیکب آباد

بنام

آدم ولد امیر بخش۔ سومر ولد امام بخش۔ چھٹہ ولد رحیمنا و اقوام گولہ سکنہ جھٹ پٹ۔ رسول بخش ولد مرزا ذات گولہ سکنہ اراضی میر فقیر بخش خاں جمالی تحصیل اوستہ محمد دعوے دلا پانے مبلغ -/۹۲۵ روپیہ

بنام

رسول بخش ولد مرزا ذات گولہ سکنہ اراضی میر فقیر بخش خاں جمالی تحصیل اوستہ محمد جھٹ پٹ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی رسول بخش ولد مرزا تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام رسول بخش مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۲۹ر مارچ ۱۹۵۰ء کو بمقام جھٹ پٹ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۱۱ر مارچ ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

مہر عدالت — دستخط حاکم

ضروری تصحیح

گذشتہ اشاعت نمبر ۱۱۔ صفحہ ۷ کالم ۱ لائن (نیچے سے اوپر) نمبر ۱۔ زیر عنوان "جناب میاں صاحب خلیفہ قادیان سے ۱۹۰۱ء میں تبدیلی عقیدہ کے بارے میں حلف اٹھانے کا مطالبہ" فقرہ:-

"جن دنوں ہماری طرف سے ستر آدمیوں نے ہوکر بعذاب حلف اٹھایا...... ...." سے "ہوکر بعذاب" کو کاٹ دیں۔ صحیح عبارت یوں ہے:-

"جن دنوں ہماری طرف سے ستر آدمیوں نے حلف اٹھایا"

---

۹ پہلے قادیانی جماعت سنے اور پڑھے لوگ جو جان بوجھ کر ایسی غلط بیانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(بقیہ صفحہ اول)

فرمایا نور پہلے بھی دنیا میں آتا رہا لیکن یہ نور علیٰ نور ہے۔ اس کے آگے فرمایا کہ یہ نور ملتا کہاں ہے فی بیوت کچھ گھروں میں۔ یہ نور جس سے زمین و آسمان روشن ہو جائیں ان گھروں میں ملتا ہے۔ اذن اللہ ان ترفع کہ جن کے متعلق اعلان کر دیا ہے کہ وہ بلند کئے جائیں گے۔ دیکھئے وہ جھونپڑیاں دنیا میں کس قدر بلند کی گئیں۔ آج تمام دنیا ان کی بلندی کی قائل ہے۔ یہ کیوں نہ ہوتا یہ خدا کا اعلان تھا کہ ایسا ضرور ہوگا۔ ایسا کیوں ہوگا فرمایا ویذکر فیھا اسمہ یہ اس لئے ہوا کہ خدا کا نام ان گھروں میں لیا جاتا تھا۔ خدا کا نام جن گھروں میں لیا جائے گا وہ آج بھی دنیا میں بلند ہوں گے۔ یہ کوئی قصہ نہیں یہ ایک حقیقت ہے۔ خدا کا کلام سچا ہے۔ سچا ثابت ہوا آیندہ بھی سچا ثابت ہوگا۔

ایک عیسائی کا مضمون

آج ہی اخبار میں میں نے ایک عیسائی کا مضمون دیکھا جس میں اس نے موجودہ حالت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بیشک ہم نے سائنس میں بڑی ترقی کر لی ہے۔ اور یہ بھی مقصود نہیں کہ یہ ترقیات کم ہو جائیں لیکن وہ چیز جو دنیا میں امن پیدا کر سکتی ہے وہ صرف یہی ہے کہ خدا کے متعلق علم زیادہ ہونا چاہئے۔ یہ ایک عیسائی کے الفاظ ہیں۔ اس کی نظر مسلمانوں کے ایک کثیر گروہ کی طرح مادہ تک ہی محدود نہیں

ذکر الٰہی

لیکن میں ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ مطلق علم بھی کافی نہیں۔ یہ صرف خدا کا ذکر ہے جس سے فی الحقیقت دنیا میں امن پیدا ہو سکتا ہے حضرت موسیٰ کی قوم پر جب مشکلات کا زمانہ تھا اور حضرت موسےٰ اپنے نشانات دکھا چکے عصا کا اژدھا بھی بن چکا ید بیضا کا نشان بھی ظاہر ہو چکا۔ لیکن فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو خوب پیٹا جائے۔ انہیں قتل کیا جائے تو اس پر قوم نے حضرت موسیٰ سے شکایت کی کہ آپ سے پہلے بھی ہم انہی مشکلات میں گرفتار رہتے آج بھی ان مشکلات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ہماری مشکلات میں کچھ فرق نہیں پڑا۔ تو حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو یہی فرمایا

استعینوا باللہ

خدا کی مدد طلب کرو۔ مار پڑ رہی ہے۔ قتل کئے جا رہے ہیں۔ مقابلہ کی طاقت نہیں حکم ہوتا ہے خدا سے نصرت طلب کرو، اسی کی نصرت تمہیں فرعون کے ان مظالم سے چھڑا سکتی ہے اور دوسری جگہ فرمایا واجعلوا بیوتکم قبلۃ واقیموا الصلوٰۃ۔ دیکھو اپنے گھروں کو مسجدیں بنا لو اور نماز کو قائم کرو تم اگر باہر نہیں نکل سکتے تو گھر پر ہی خدا کی یاد میں لگے رہو۔

انقلاب آج بھی پیدا ہو سکتا ہے

موجودہ حالات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ عدیم المثال انقلاب جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں پیدا ہوا آج بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ خوب یاد رکھئے قرآن کریم صرف اس زمانہ ہی کے لئے نازل نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ہر زمانہ کے لئے ہے اس لئے یہ انقلاب آج بھی ظہور پذیر ہو سکتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت کا نظارہ آج بھی دنیا دیکھ سکتی ہے۔ آج حضرت امام زمان نے بھی اس انقلاب کی ہمیں خوشخبری دی قرآن اور حضرت نبی کریم صلعم کا نور یقین رکھو اس میں ذرا بھر بھی شک نہ کرو عنقریب تمام دنیا میں پھیل کر رہے گا۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا ہم آپ کے ارشادات پر عامل ہو گئے ہیں۔ زمین اور آسمان کا بدل جانا ممکن ہے۔ جب یہ تبدیلی پہلے ایک دفعہ واقع ہو چکی ہے تو آج بھی ہو کر رہے گی ہاں یہ تبدیلی اسی وقت پیدا ہوگی جب ہم پہلے اپنے اندر کوئی تبدیلی پیدا کر لیں۔

گھروں میں ذکر الٰہی کرو

آج میں اپنے تمام احباب کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے گھروں کو وہ گھر بناؤ جس کا نقشہ آیت فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ میں کھینچا گیا ہے ان میں خدا کا ذکر ہو۔ میں اس سے پیشتر کئی ایک خطبوں میں اس کی طرف توجہ دلا چکا ہوں میں نہیں جانتا اس پر عمل شروع ہوا ہے یا نہیں چھوٹا بڑا امیر غریب تم میں سے ہر ایک صبح قرآن کریم کی تلاوت ضرور کرے۔ میں نوجوانوں سے خاص کر درخواست کرتا ہوں کہ صبح شیو (Shave) کرتے ہیں میں اس وقت یہ نہیں کہتا کہ داڑھی مونڈنا برا ہے یا اس کا رکھنا اچھا ہے دین کی اہم ضروریات میں سے ہے یا نہیں میں اسکا مرید ہوں جس نے داڑھی منڈانے والے کو اپنے پاس بٹھانے پر کہا تھا کہ آپ کو داڑھیوں کی فکر ہے اور مجھے دلوں کی فکر ہے، ہاں اتنا ضرور کہوں گا۔ کہ آپ جتنا وقت داڑھی مونڈنے پر خرچ کرتے ہیں کم از کم اتنا وقت ضرور قرآن شریف کو پڑھنے پر بھی خرچ کریں اگر آپ کو جسم کی صفائی کی فکر ہے تو اس قدر فکر دل کی صفائی کی بھی کیجئے۔ میرے ایک نسبتی بھائی ہیں وہ ایک دفعہ مجھ سے کہنے لگے۔ میں جب صبح داڑھی مونڈنے کے لئے تیاری کرتا ہوں تو قلب ساتھ ساتھ ملامت بھی کرتا ہے کہ وقت کو کیوں ضائع کر رہے ہو۔ آدھ گھنٹہ یونہی صرف ہو جاتا ہے تو میں نوجوانوں کو داڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق اس وقت کچھ نہیں کہتا صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ قرآن شریف کو روزانہ پڑھنے کی عادت ضرور ڈالیں۔

قابل افسوس بات

میں بڑے افسوس سے کہوں گا کہ آج ہمارے گھروں کی حالتیں اچھی نہیں۔ آج ہمارے گھروں میں کیا ہوتا ہے۔ خدا کے ذکر کی بجائے خبریں سننے کے بہانے کمبخت ریڈیو لگ جاتا ہے پھر اس کے بعد گانے بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم اس وقت کو خدا کی یاد میں خرچ کریں یونہی ضائع کر دیتے ہیں ہمارے گھروں کا نقشہ آج بالکل بدل چکا ہے۔ صبح کا اٹھنا بہت کم ہو گیا ہے وہ قرآن کریم جو کسی زمانہ میں مسلمانوں کو عروج پر پہنچانے کا ذریعہ تھا اس سے آج ہم بے بہرہ ہیں ہمارے گھروں میں الا ماشاء اللہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں ہوتی

انقلاب پیدا کرنے کا ذریعہ

اگر دنیا میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے گھروں میں یہ تبدیلی پیدا کرو۔ یہ قصہ کہانی نہیں۔ واقعات ہیں اپنے گھروں میں انقلاب پیدا کر لو گے تو یقیناً زمین اور آسمان آج بھی بدل سکتے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے اپنے گھر کا ذمہ دار بن جائے۔ اپنی اولاد کو بیوی کو رشتہ داروں اور عزیزوں کو اس طرف ترغیب دلاؤ۔ لیکن یاد رکھو تمہارا کہنا بے سود جائے گا جبکہ تم خود اس پر عمل پیرا نہیں ہو گے۔ میرے سامنے اس وقت قریباً دو سو آدمی بیٹھے ہوں گے۔ ہر ایک اقرار کرے کہ وہ اپنے گھر میں اس نقشہ کو پیدا کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ تم میں سے ہر ایک یہ عزم کر لے کہ یہ کام کرنا ہے۔ خوب یاد رکھو کہ نیکی بھی آگے پھیلتی ہے۔ جس طرح بیماری کی ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح صحت کی ہوائیں بھی چل کر دوسروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ اسی طرح اگر تمہارے گھروں میں خدا کا ذکر ہوگا تو یقیناً اس کا اثر دوسرے لوگوں پر پڑے گا۔

خداوند تعالےٰ نے اور اس کے رسول نے اور آج حضرت امام نے اس عظیم الشان انقلاب کی ہمیں بشارت دی کہ زمین اور آسمان بدل کر رہیں گے۔ یہ کوئی مشکل امر نہیں ہاں البتہ کمی ہے تو صرف ہماری طرف سے ہم خدا کے بتلائے ہوئے نسخہ کو استعمال نہیں کرتے۔ بھلا غور تو کرو۔ ایک مریض ایک قابل ڈاکٹر سے نسخہ تو لے لیکن اگر اسے استعمال میں نہ لائے تو کیا وہ صحتمند ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم پر عمل کرنا مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے۔

قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

قرآن کریم اپنے اندر بڑا حسن اور بڑی خوبصورتی رکھتا ہے۔ اسے پڑھ کر دیکھو۔ ہاں پڑھو بھی اسی طرح جس طرح کہ اس نے اسے اتارا ورتلناہ ترتیلا ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر اتارا۔ اس لئے حکم ہمیں یہ دیا ورتل القرآن ترتیلا قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو ساتھ ساتھ سوچو فکر کرو کیا کہتا ہے۔ اس کے معانی پر غور کرو۔ پھر دیکھو خدا کی ذات پر وہ ایمان پیدا ہوگا جو تمہاری زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیگا۔

مخالفت خلوص کو پیدا کرتی ہے

آج حضرت امام زمان کی بدولت ایک بڑی زبردست کامیابی تم نے دیکھی ہے اس سے بھی بڑی کامیابی دیکھنی چاہتے ہو تو پہلے سے بڑھ کر خدا اور رسول کی محبت کو دل میں جگہ دو۔۔۔۔۔۔۔۔ بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے ہماری کئی باتوں کو تو مان لیا مگر وہ ہمیں اب بھی برا ہی کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بھی ہماری ایک خوش قسمتی ہے۔ لوگ برا کہتے ہیں کہیں اسی سے ہمارے دلوں میں خلوص قائم رہ سکتا ہے لوگ اچھا کہنا شروع کر دیں گے تو دلوں میں بڑائی کی اور عزت کی خواہش پیدا ہو جائے گی۔ جو خدا سے دور پھینکنے کا موجب ہوگی عزت صرف خدا کے ہاں چاہو۔ انکساری اور تذلل ہی کے واسطہ سے خدا کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ وقت ایک مومن خدا کے حضور جھکتا اور اپنا ناک زمین پر رگڑتا ہے۔

ایک دردمندانہ اپیل

میں پھر آپ سب دوستوں سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۷ — ڈیمانڈ ایل نمبر ۸۲۸

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔

۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ چھ روپے — ہندوستان سے ۱۲—۸ روپے — ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۹ رجادی الآخر ۱۹۵۰ء — ۲۹ مارچ ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۳

مغرب میں احمدی نوجوانوں کی تبلیغی سرگرمیاں

حصولِ علم کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ

فجی سے ہمارے محترم بھائی ماسٹر محمد عبداللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

عزیزی جلال الدین محمد اکبر کا خط بوسان فرانسسکو سے ابھی ملا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عزیز موصوف کو تبلیغی کاموں میں دلچسپی ہے۔ اس نے وائی۔ ایم۔ سی۔ اے ینگ مینز ایسوسی ایشن کے ہفتہ وار اجلاس کا ایک پروگرام بھیجا ہے۔ اس پروگرام میں اس کا نام بھی ہے۔ اور مسلم سوسائٹی مارکیٹ سٹریٹ جس کے صدر ہماری جماعت کے مبلغ مولٰنا بشیر احمد صاحب منٹو ہیں۔ کی طرف سے اس میں شامل ہوتے تھے۔ اس کی تقریر کا عنوان تھا

What Can we as Young people do to bring about inter-faith harmony.

تقریر کے بعد بحث و تمحیص میں پچاس نوجوانوں نے حصہ لیا۔

اسی اجلاس میں جو عبادتی گانے گائے گئے۔ اس میں بھی عزیزی محمد اکبر نے حصہ لیا۔ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت عربی میں کی۔ اس کا انگریزی ترجمہ مس مریم ہشیمن Miss Maryam Hishmaw نے کیا۔

یہ خاتون نومسلمہ اور سٹیٹ کالج کی انٹرنیشنل کلب کی وائس پریزیڈنٹ ہیں۔ اس پروگرام میں جو ایک اعلان کی طرح ہے۔ سورۃ فاتحہ کا انگریزی ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔

مجھے بڑا فخر ہے کہ میرا سب سے بڑا لڑکا امریکن مسلم مشن کی بدولت نہ صرف امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوا ہے بلکہ وہ تبلیغی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے رہا ہے۔ مبارک ہے وہ جماعت جو اشاعت اسلام کے لئے اس قدر قربانی کر رہی ہے اور مبارک ہے اس جماعت کا امیر جس کی جدوجہد سے یورپ کے ظلمت کدوں میں اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔

یہاں کے لوگ حیران ہیں کہ میرا لڑکا کس طرح امریکہ پہنچ گیا۔ میں خود حیران ہوں۔ کہ میں وہاں اسکو بھیجنے کے قابل کس طرح ہوگیا۔ یہاں تک کہ یہاں کے بڑے بڑے آفیسر مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کس طرح ڈالر آپ کو مل گیا۔ میرا جواب یہی ہوتا ہے کہ یہ خدائی امداد ہے۔ مال اور زر کی بدولت بھی انسان جہاں چاہے جاسکتا ہے۔ لیکن قدرتی امداد بھی ایک طاقت رکھتی ہے۔ جیجی سے تو مالدار کا لڑکا بھی امریکہ نہیں جاسکتا۔

(۲) ڈاکٹر محمد امین صاحب لاہور چھاؤنی سے مطلع فرماتے ہیں کہ:۔

عزیز بشارت احمد صاحب بشیر جو کینیڈا میں ایک عرصہ سے تحصیل علم کے سلسلہ میں مقیم ہیں لکھتے ہیں کہ یہاں حضرت سرور کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ ہمیں ایک جلسہ بھی منعقد کیا گیا جس میں تمام [illegible] طلباء نے شرکت کی۔ اس مقدس تقریب [illegible] صدارت ہز ایکسی لینسی محمد علی سفیر پاکستان نے فرمائی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات پر ایک تقریر بھی کی۔ میں (بشارت احمد صاحب۔ ناقل) نے بھی ایک تقریر کی اور حضرت نبی کریم صلعم کے اسوہ حسنہ پر روشنی ڈالی۔ اس جلسہ کی روئداد اخبارات میں بھی چھپی ہے ریڈیو پر بھی اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ میں نے یہاں قرآن کریم کے درس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا ہے آج کل ایک عیسائی مذہب کے نوجوان کو باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم پڑھا رہا ہوں

خدا کے فضل و کرم سے احمدیہ جماعت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اس کے ہر ایک فرد میں اسلام کی تعلیم لوگوں تک پہنچانے کا ایک جوش پایا جاتا ہے۔ حضرت امام زمان کی فوج کے یہ سپاہی جہاں کہیں بھی جاتے ہیں اپنے اس فرض کی ادائیگی میں ہمہ تن کوشاں نظر آتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ ان نوجوانوں کو دینی اور دنیوی کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

جناب خلیفہ صاحب قادیان سے استفسار

احمد حسن صاحب بی اے ۔ ایل ایل بی ۔ لاہور

جناب خلیفہ صاحب قادیان کی تازہ تصنیف "اسلام اور ملکیت زمین" کے صـ۱۲ کا ایک حوالہ الفضل مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۹۵۰ء کے افتتاحیہ میں نقل ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ صاحب خاموشی کو کم از کم ایک بات کے متعلق جائز نہیں سمجھتے ۔ وہ حوالہ یہ ہے :-

"ایک بات ایسی ہے جس کے متعلق خاموشی کو میں جائز نہیں سمجھتا اور وہ یہ ہے کہ اسلام کے نام پر کوئی ایسی بات کہی جائے ۔ جو اسلام سے ثابت نہ ہو"

(اسلام اور ملکیت زمین صـ۱۲)

اب میاں صاحب سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ جس بات کے متعلق خاموشی جائز نہیں سمجھتے اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمانا اور اپنی پوزیشن صاف کرنا بھی ضروری خیال فرماتے ہیں یا عوام الناس کی طرح خاموشی ناجائز سمجھتے ہوئے بھی خاموش رہنے کو جائز اور درست خیال فرماتے ہیں !

اوّل ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا تو اسلام کا ایک ٹھوس اور بنیادی مسئلہ ہے اور امام زماں حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام نے بھی اپنی کتب میں اسے بار بار واضح الفاظ میں دوہرایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دعوےٰ کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ لیکن میاں صاحب جمہور اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف فرماتے ہیں کہ نبوت جاری ہے اور حضرت مرزا صاحب نے سنہ ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعوےٰ کیا تھا ۔ اور یہ کہ آپ کے دعوے کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ۔ اس پر حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے کئی بار ان سے مطالبہ کیا کہ وہ حلف اُٹھائیں کہ واقعی میں (مرزا محمود احمد) نے سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ سمجھ لیا تھا کہ حضرت صاحب نے اپنے دعوےٰ میں تبدیلی کر کے نبوت کا دعوےٰ کر دیا تھا اور نیز یہ کہ میں نے (مرزا محمود احمد) سمجھ لیا تھا کہ آپ کے منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (پیغام صلح مجریہ ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء میں پھر اس مطالبہ کو دوہرایا گیا ہے)

جناب میاں صاحب سے یہ مطالبہ اسلام کے نام پر کیا گیا ۔ لیکن میاں صاحب عرصہ دراز سے خاموش ہیں ۔ ابتداء میں سنہ ۱۹۱۶ء میں جب یہ مطالبہ کیا گیا تو قادیان سے یہ اعلان کیا گیا کہ جماعت کا کوئی آدمی مقابلہ میں حلف نہ اُٹھائے مرکز سے ہی اس کا جواب دیا جائیگا۔ یوں میاں صاحب نے تمام جماعت کو بھی خاموش رہنے کی تاکید فرما دی ۔ یہ اچھا طریق ہے خاموشی کو ناجائز سمجھنے کا کہ امر واقعہ کی حلف اُٹھانے سے نہ صرف خود ہی خاموشی اختیار کر لی جائے بلکہ اپنے مریدوں کو بھی خاموش رہنے کی تاکید کر دی جائے ۔

حال ہی میں جو جناب میاں صاحب نے غیر احمدیوں کے خلاف ایک شدید حلف اُٹھائی ہے تو اس سے یہ تو بالکل عیاں ہے کہ کم از کم حق بات کے لئے حلف اُٹھانے کو وہ جائز قرار دیتے ہیں ۔ بہت ممکن ہے کہ میاں صاحب کے نزدیک اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لئے سیاسی حالات کے ماتحت حلف اُٹھانے کے لئے کوئی جواز پیدا ہو گیا ہو لیکن عرض ہے کہ موجودہ سیاست کو مضبوط اور مستحکم بنانے کے لئے لازمی ہے کہ حضرت امام وقت کی پوزیشن کو حلف اُٹھا کر صاف کیا جائے تا پاکستان اور روئے زمین پر بسنے والے مسلمان حضرت امام وقت کے صحیح دعوےٰ کو سمجھ سکیں اور آپ کا ساتھ دیکر کامیابی کو حاصل کر سکیں ۔

دوم ۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ آپ مسجد میں معتکف تھے تو آپ کی ایک بیوی حضور کے پاس مسجد میں تشریف لائیں ۔ رات کا وقت تھا جب آپ حضرت ام المومنینؓ کو رخصت کرنے کے لئے مسجد کے دروازہ تک تشریف لائے تو کسی بات پر گفتگو شروع ہو گئی اور تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنا پڑا ۔ اتنے میں دو صحابی پاس سے گذرے ۔ آنحضرت صلعم نے پسند نہ فرمایا کہ آپ کے کسی طرز عمل سے کسی کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو فوراً انہیں بلایا اور فرمایا کہ دیکھو یہ میری بیوی ہے جس سے میں باتیں کر رہا ہوں ۔ اللہ اللہ کیا شان ہے ۔ یہ ہے عملی ثبوت اسلام کے نام پر کسی غلط بات کے متعلق خاموشی کو جائز نہ سمجھنے کا ۔ کجا یہ اور کجا جناب میاں صاحب کا یہ دعوےٰ کہ وہ خاموشی کو جائز نہیں خیال فرماتے اور حالت یہ ہے کہ آج تک ان کے کئی مرید ان کی خاموشی کیوجہ سے ہی ان کی بیعت سے نکل کر فاسق یا دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں (یہ میاں صاحب کے عقیدہ کی بنا پر کہا گیا ہے) نہ صرف یہ بلکہ پکے دہریہ بن چکے ہیں ۔ وجہ یہ کہ انہیں جناب میاں صاحب کے کیریکٹر کے متعلق سخت اعتراضات ہیں خیر یہ تو پیر مرید کا آپس کا معاملہ ہے ۔ چند ماہ ہوئے حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جناب میاں صاحب سے ایک ٹریکٹ بعنوان "جماعت قادیان اور ہر مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ" میں یہ مطالبہ کیا کہ جناب میاں صاحب تمام آئمہ دین، حضرت امام وقت اور سید الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم پر اپنے معترض مریدوں کے جواب میں وہی الزام لگاتے ہیں جو کہ ان کے مریدان پر لگاتے اس لئے وہ حلف اُٹھا کر اپنا دامن اس اعتراض سے پاک کریں ۔ لیکن وہ اب تک خاموش ہیں ۔ کیا میاں صاحب کے لئے ضروری نہیں کہ اگر یہ جھوٹ ہے تو اس سے بھی حلف اُٹھا کر انکار کریں ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ

"نماز اور ترقی کی تین راہیں" پر تبصرہ

دینیات کا ہر طالب علم حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی دینی و علمی خدمات سے آگاہ اور روشناس ہے ۔ باون صفحات کے اس کتابچہ (رسالہ نماز اور ترقی کی تین راہیں ۔ ناقل) کو بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی سمجھئے ۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے یہ کتابچہ نماز کی حقیقت اور اہمیت پر ایک دلنشیں اسلوب میں مدلل طریقہ پر روشنی ڈالتا ہے ۔ کتاب میں جن عنوانات پر قلم اُٹھائی گئی ہے ان سے آپ اس کی اہمیت کا اندازہ کر سکتے ہیں جو یہ ہیں (۱) قرآن کی سب سے چھوٹی آیت اور خیر کثیر (۲) مذہب کی غرض اور اس کے حصول کا طریق (۳) ہر مسلمان نماز اور قربانی سے خیر کثیر حاصل کر سکتا ہے (۴) نماز کس طرح ترقیات انسانی کا سرچشمہ ہے ؟ (۵) نماز کی اہمیت از روئے قرآن و حدیث (۶) نماز انفرادی اور جماعتی ترقی کے علاوہ ایک تیسری ترقی کا راستہ بھی کھولتی ہے (۷) نماز پست خواہشات دبانے کا بہترین ذریعہ ہے (۸) نماز سے عظمت الٰہی کا احساس پیدا ہوتا ہے (۹) انفرادی ترقی اجتماعی ترقی پر مقدم ہے (۱۰) اصلاح کا دار و مدار انفرادی ترقی پر ہے (۱۱) انفرادی ترقی کا پہلا قدم اور دنیا کی حقیقت (۱۲) نماز کی ابتداء وغیرہ

اس کے بعد عنوانات نماز سے متعلق ہیں اور جن کے تحت رکوع و سجود کے علاوہ نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کے فوائد بتلائے گئے ہیں ۔ غرضیکہ کتابچہ ہر حیثیت سے مطالعہ کے لائق ہے ۔ کاغذ نفیس لکھائی چھپائی عمدہ ...."

ہفتہ وار "الفاروق" کا متی ۔ ۳۰ فروری سنہ ۱۹۵۰ء

جناب ساہو خاں صاحب کا انتقال

ہمارے محترم بھائی ماسٹر محمد عبداللہ صاحب مجھی سے تحریر فرماتے ہیں :-

"یہ خبر سن کر احباب سلسلہ کو افسوس ہوگا کہ ہماری جماعت کے بزرگ جناب ساہو خاں صاحب جو مسٹر عبدالغفور ساہو خاں مرحوم کے والد بزرگوار تھے اس ہفتہ انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے ۔ لیکن آپ اپنی نشانی نیک اور تعلیم یافتہ اولاد چھوڑ گئے ہیں ۔ آپ کی صحت گزشتہ سال کے شروع سے مخدوش تھی ۔ فالج کا حملہ ہو گیا تھا لیکن چند ماہ علاج کے بعد حالت اچھی ہو گئی تھی ۔ اکتوبر میں ان کے صاحبزادے عبدالغفور ساہو خاں کا اچانک انتقال ہوا ۔ جس سے ان کو بہت صدمہ ہوا ۔ اور بیماری کا حملہ دوبارہ ہو گیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے ۔"

ہمیں اس صدمہ میں مرحوم کے خاندان سے دلی ہمدردی ہے ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت کرے اور اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے ۔ احباب سے جنازہ

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۹ جمادی الاخر ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱۳

احمدیت کا ایک کوتاہ بین مبصر

(۳)

نامہ نگار "کوثر" کا ارشاد ہے :-

" نظام کفر کی جو وبا ہندوستان پر مسلط ہوگئی تھی تجدید کا کام تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو اس کے خلاف نفرت، دلائی جاتی مگر مرزا صاحب کے تجدد نے انہیں تسلی دلائی کہ یہ وبا - وبا ہے ہی نہیں، بلکہ رحمت ہے، یہ انگریز دشمن اسلام نہیں بلکہ یہ تمہارا وہی اولی الامر ہے جس کی اطاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مستقل آیت پیشتر سے ارسال فرما دی ہے اور جس کی وفاداری کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود تاکید کر گئے تھے، لہذا اب نمازیں پڑھو روزے رکھو، زکوٰۃ دو اور پھر جتنی خدمت نظام کفر کی کر سکتے ہو کرو۔ وہ جہاد وغیرہ کی پرانی باتیں گئیں - اب آرام سے بیٹھو۔ کفر کے خلاف جہاد کی ضرورت اب پیش نہ آئے گی ——— یہ فریضہ میری نبوت کے طفیل تم سے ساقط ہو چکا ہے، جہاد ہوگا تو صرف قلم اور زبان کا ہوگا اور یہ نظام باطل کے خلاف نہیں کیونکہ وہ تو ہمارے مطاع "اولی الامر" کا بنایا ہوا ہے ——— بلکہ مسلمانوں کے خلاف اور غیر مذاہب کے پنڈتوں اور پادریوں کے خلاف ——— دین انگریز سے کوئی جہاد نہیں اس دین کے پنڈتوں اور پادریوں سے کوئی لڑائی نہیں ——— کیونکہ یہ دین اس پارلیمنٹ کا بنایا ہوا ہے جس کا "ڈنڈا" خدا کی لاٹھی کی طرح کوئی مہلت نہیں دیتا"

کس قدر مغالطہ آفرینی ہے، انگریزوں کا بنایا ہوا نظام اگر "نظام کفر" ہے تو اطاعت صرف مرزا صاحب ہی نے نہیں کی، آپ کے "وہ بڑے بڑے خدام دین" علماء کتاب و سنت، نگہداران حدود اللہ، اہل کشف و کرامت "وارثان اخلاق نبوی" جن کو آپ نے حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ پر منصب مجددیت کے زیادہ مستحق قرار دیا۔ سو سال سے زیادہ عرصہ تک اسی "نظام کفر" کی اطاعت فرمانبرداری میں زندگیاں بسر کرتے رہے کاش یہ "تجدید کا کام" وہی کر لیتے اور پھر ان کو معلوم ہو جاتا کہ لا ایمان لاحد لہ یقتنا لہ ضرکا فرمان نبوی کسقدر صحیح ہے، اور ایک ایسے نظام سے جو کسی صورت میں بھی ہمارے دین میں رخنہ انداز نہیں غداری کرنا کس قدر کفران نعمت اور موجب معصیت الٰہی ہے، غور کیجئے کیا نماز، روزہ کی آزادی، کفر کی آزادی ہے، کیا تبلیغ اسلام کی آزادی، غیر مذاہب سے مقابلہ و مجادلہ کی آزادی خود انگریزوں کے مذہب، ان کے مصنوعی خدا کی کمزوریوں کو آشکارا کرنے کی آزادی کفر کی آزادی ہے؟ آخر وہ کونسی چیز ہے جس کو تم "نظام کفر" قرار دیتے ہو اور حضرت مرزا صاحب نے کیا جرم کیا اگر انگریزوں کے عہد کو اس لئے رحمت قرار دیا کہ اس کے زیر سایہ اشاعت دین اور حفاظت اسلام کا کام بلا روک ٹوک آسانی کے ساتھ ہو سکتا تھا۔ خود اسلامی ممالک میں وہ مذہبی آزادی موجود نہیں جو انگریزوں کے عہد میں حاصل تھی۔ اگر یہ مذہبی آزادی، اشاعت دین اسلام کی حفاظت کا کام "نظام کفر" کا نتیجہ ہے تو یہ نام نہاد شرعی نظام سے ہزار درجہ بہتر ہے جس میں دین کی آزادی نہ ہو۔

تعجب ہے کہ ایک طرف آپ اسکو "نظام کفر" قرار دیتے اور حضرت مرزا صاحب کو اس لئے مطعون کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کے خلاف جہاد نہیں کیا۔ اور دوسری طرف خود اسی "نظام کفر" کے "زیر سایہ" زندگیاں بسر کر رہے ہیں، آخر پاکستان کا موجودہ نظام بھی تو آپ کے نزدیک "نظام کفر" ہی ہے پھر اس کے خلاف کیوں تلوار نہیں اٹھاتے "قلم اور زبان" کا جہاد تو آپ کے نزدیک کوئی جہاد نہیں، پس دوسروں کو مطعون کرنے سے پہلے خود تلوار اٹھائیے یا اس ملک کو چھوڑ کر ایسی جگہ چلے جائیے جہاں اسلامی نظام رائج ہو، ترکی، مصر، عراق، فلسطین ایران کونسا ملک ہے جہاں آپ کا مزعومہ "نظام کفر" موجود نہیں؛ کیا حجاز و نجد اور افغانستان کا نظام اسلامی نظام کہلاتا ہے؟ جہاں مذہبی آزادی کا نام و نشان نہیں؛ ذرا وہاں جا کر اپنے خیالات کی اشاعت تو کیجئے، آپ کو اس اسلامی نظام کی حقیقت اور انگریزوں یا پاکستان کے "نظام کفر" کی قدر معلوم ہو جائے گی۔

ہمارا یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام ہی فی الحقیقت صحیح ہے - اس میں خامیاں اور نقائص ہیں، نہ یہ صحیح اسلامی نظام ہے، نہ افغانستان یا حجاز کے نظام کو صحیح اسلامی نظام کہا جا سکتا ہے کہ وہاں مذہبی آزادی موجود نہیں، اصلی اور صحیح اسلامی نظام وہی ہوگا جس میں قرآن و حدیث کی بنا پر آئین وضع ہو، اور صحیح اور اصلی معنوں میں مذہبی آزادی اس میں پائی جائے جب تک ایسا آئین وضع نہیں ہوتا جو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے زیر نظر ہے، اس وقت تک موجودہ نظام جس میں مذہبی آزادی کا اسلامی رنگ موجود ہے، ہزار خرابیوں کے باوجود اس نام نہاد اسلامی نظام سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس میں مذہبی آزادی موجود نہیں، اسی مذہبی آزادی سے فائدہ اٹھانے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو حبشہ کی عیسائی حکومت میں بھیجدیا، کیا وہاں "نظام کفر" رائج نہ تھا؟ غور کر لیجئے اس "نظام کفر" کے خلاف سر اٹھا کر آپ کہاں زندگی بسر کر سکتے ہیں اور آپ کا یہ طریق روایات اسلامی اور اسوہ نبوی کے کہاں تک مطابق ہے؟

پھر آپ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کا "دین انگریز سے کوئی جہاد نہیں اس دین کے پنڈتوں اور پادریوں سے کوئی لڑائی نہیں" یہ صریح غلط بیانی اور مغالطہ آفرینی نہیں؟ کیا جماعت اسلامی انہی غلط بیانیوں اور بہتان طرازیوں کے لئے پیدا ہوئی ہے؟ وہ شخص جس نے دین انگریز سے ایسا زبردست جہاد کیا اور اس کے پادریوں کے وہ دانت کھٹے کئے کہ انہیں کسی احمدی کے مقابلہ میں آتے ہوتے کا یارا نہ رہا۔ وہ شخص جس نے انگریزوں اور پادریوں کو دجال اور یاجوج و ماجوج کے نام سے پکارا اور ایسے وقت میں جب کہ بقول مولانا عمادی "مسیحی آبادیوں اور خاص کر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولیٹیکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا اور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے والیان راہ سے کم فائدہ نہ اٹھایا" دین انگریز سے وہ جہاد کیا کہ بقول مولانا ممدوح "خود عیسائیت کا طلسم دھواں بن کر اڑنے لگا" اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے دین انگریز سے کوئی جہاد نہیں کیا کس قدر خوفناک غلط بیانی اور احسان فراموشی ہے، کیا یہ ظلم عظیم نہیں کہ جس شخص کے متعلق اس کے معاصرین کی یہ رائے ہو کہ

" مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا"

ابھی پچاس برس نہ گذرنے پائے کہ کہدیا گیا کہ اس نے دین انگریز کے خلاف کوئی جہاد نہیں کیا، اور یہ کہنے والے کون ہیں؟ یقیناً یہ وہی لوگ ہیں جن کے "شعار قومی کا عنوان" حمایت اسلام کا جذبہ نہیں بلکہ پارٹی بازی اور سیاسی تفوق و برتری حاصل کرنے کا جذبہ ہے اللہ ہی ہے کہ ان لوگوں کو عقل و شعور عطا فرمائے اور دین حق کی حمایت کا جذبہ انہیں اس سب سے بڑے خادم دین کو پہچاننے کی توفیق مرحمت فرمائے،

وقف زندگی

حضرت امیر کے خطبات دربارہ وقف زندگی کے نتیجہ میں ہمارے ایک دوست نے اپنی زندگی تبلیغ کے لئے وقف کرنے کی درخواست حضرت امیر کی خدمت میں ارسال کی ہے ان کا اسم گرامی عبدالمجید (داخل مسلم ہائی سکول بدوملہی) ہے۔ صرف یہی نہیں کہ ان کے عزائم میں کامیابی اور برکت کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں، احباب کو اپنے لئے بھی دعا کرنی چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ ہر احمدی کے دل میں اسلام اور احمدیت کے لئے ایسا ہی خلوص اور درد پیدا کرے کہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے ہم اپنی جان تک کی پروا نہ کریں۔ فی الحقیقت یہ قابل رشک و تقلید نمونہ ہے۔ تیسری بار یہ درخواست ان کی طرف سے آئی ہے۔

احمد یار
جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

نیکی اور بدی کی تعریف

وعن النواس بن سمعان رضؓ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البرّ والاثم فقال البرّ حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك وكرهت ان یطلع علیه الناس اخرجه مسلم و الترمذی حاك ای تردد فی الصدر۔

(تلخیص الصحاح۔ کتاب الخلق)

ترجمہ۔ نواس بن سمعان رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور بدی کی نسبت دریافت کیا آپؐ نے فرمایا کہ نیکی خوش خلقی ہے اور برائی وہ ہے جس سے تمہارے دل میں کھٹکا پیدا ہو اور تم ناپسند کرو کہ لوگ اس سے (تمہارے بد اعمال سے) مطلع ہو جائیں۔ مسلم اور ترمذی اس کے راوی ہیں۔

عفو میں خطا کرنا سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر ہے

وعن عائشة رضؓ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطئ فی العفو خیر من ان یخطئ فی العقوبة اخرجه الترمذی ولابی داود عنها ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم كان یقول اقیلوا ذوی الهیئات عثراتهم الا الحدود (تلخیص الباب فی الحدود)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (حاکمان وقت) حتی المقدور مسلمانوں سے حدود (سزاؤں) کو ٹالو۔ پس اگر کوئی صورت اس کی (ملزم کی) رہائی کی ہو تو اسے چھوڑ دو اس لئے کہ امام (حاکم وقت) کا معافی اور رہائی میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں خطا کرے۔ ترمذی اس کے راوی ہیں۔ اور ابو داؤد کی روایت میں جو حضرت عائشہ رضؓ ہی سے مروی ہے مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عزت دار (معززین) لوگوں سے بجز حدود کے ان کی لغزشوں اور خطاؤں سے درگذر کرو۔

سزا میں سہولت

وعن ابن المسیب قال غرّب عمر رضؓ ربیعة بن امیة فی الخمر الی خیبر فلحق بهرقل فتنصر فقال عمر رضؓ لا اغرب بعده مسلماً اخرجه النسائی۔ تلخیص فی حد الخمر

ترجمہ۔ ابن مسیب رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے ربیعہ بن امیہ کو شراب نوشی کی وجہ سے خیبر کی طرف جلا وطن کر کے نکال دیا وہ ہرقل سے جا کر مل گیا اور نصرانی ہو گیا تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ اب میں کسی مسلمان کو اس کے بعد جلا وطن نہیں کروں گا۔

احسان یصیبی القلوب وحسنه یروی الصدا (مسیح موعودؑ)

حضور علیہ التحیات کا احسان دلوں کو مائل کرتا ہے۔ اور آپؐ کا حسن پیاس کو بجھاتا ہے۔

مقامی جماعت کا اجلاس

مورخہ ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء بعد از نماز جمعہ زیر صدارت محترم جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب مقامی جماعت کا اجلاس مرکزی مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں منعقد ہوا۔ شیخ محمد طفیل صاحب سیکرٹری مقامی جماعت نے پروگرام کے مطابق مجلس معتمدین کے سات ممبروں کے انتخاب کا معاملہ پیش کیا۔ جس پر مقامی جماعت کی طرف سے ۱۷ اشخاص کے نام تجویز کئے گئے۔ ان تجویز کردہ ناموں کے متعلق پرچیوں کے ذریعہ رائے شماری کی گئی۔ یہ کام صاحب صدر کی کڑی نگرانی میں ہوا۔ رائے شماری کے بعد سیکرٹری صاحب نے مقامی جماعت کی طرف سے مجلس معتمدین کے لئے مندرجہ ذیل سات نمایندوں کا اعلان کیا:۔

(۱) مولانا آفتاب الدین احمد صاحب
(۲) شیخ محمد آصف
(۳) مرزا مسعود بیگ صاحب
(۴) شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری
(۵) میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی
(۶) شیخ محمد طفیل صاحب
(۷) چودھری عبدالحق صاحب

ان نمایندوں کے اعلان کے بعد محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اس اعلان نامہ پر بحیثیت صدر کے اپنے دستخط ثبت فرمائے آخر میں مقامی جماعت کے عہدیداران کا معاملہ پیش ہوا۔ حاضرین نے متفقہ رائے سے عارضی عہدیداران کو آیندہ انتخاب تک مستقل کیا۔

محمد آصف
پروپاگنڈا سیکرٹری مقامی جماعت

خوشخبری

احباب کو سن کر خوشی ہوگی کہ ہماری جماعت کے مخلص دوست جناب ملک کرم الٰہی صاحب جو عرصہ سے بیمار تھے اور جن کے لئے کئی بار حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ نے جمعہ کے موقعہ پر خود بھی دعا فرمائی اور احباب کو بھی دعا کے لئے ارشاد فرمایا۔ اب بفضل خدا صحتیاب ہو گئے ہیں اور کل نماز جمعہ میں بھی تشریف لائے۔ مسجد میں آنے کی خوشی میں آپ نے ۱۰/- روپے اشاعت کے لئے دیئے۔ جمیع احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے دعاؤں کو جاری رکھ کر عنداللہ ماجور ہوں۔

احمد یار جنرل سیکرٹری
25/3/50

تقریب شادی

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت خوشی سے سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست مرزا مسعود بیگ صاحب ایم اے۔ بی۔ ٹی۔ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور کا نکاح مورخہ ۱۷ مارچ کو بمقام پشاور ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سول سرجن لنڈی کوتل کی دختر نیک اختر نصیرہ بیگم سے پانچہزار روپیہ مہر پر ہوا۔

اس تقریب سعید میں حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب اور مقامی جماعت پشاور کے احباب نے شمولیت فرمائی خطبہ نکاح حضرت مولانا صاحب نے پڑھا۔

ہم جناب مرزا صاحب اور ان کے جملہ ارکان خاندان اور ڈاکٹر صاحب ممدوح اور ان کے جملہ افراد خاندان بالخصوص ڈاکٹر حاجی محمد امین صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں اور دعا ہے کہ یہ تعلق ہر دو فریق کے لئے موجب خیر و برکت ہو۔

مبارک

شیخ عظمت اللہ صاحب سیکرٹری جماعت سیالکوٹ چھاؤنی تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہمارے عزیز دوست شیخ غلام احمد گل صاحب خلف الرشید قبلہ شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد کو اللہ تعالےٰ نے لڑکا عطا کیا ہے۔ جس کی خوشی میں موصوف نے انجمن کو اشاعت اسلام کے لئے مبلغ ۱۰/- روپے مرحمت فرمائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نومولود کو عمر دراز عطا فرمائے اور دینی و دنیاوی دولت اور کامرانی سے سرفراز فرمائے آمین۔"

ہم اس خوشی میں شیخ صاحب موصوف اور انکے جملہ لواحقین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اعلان

اخبار پیغام صلح کے جملہ خریداران جو ہندوستان میں رہتے ہیں اور جن کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ براہ مہربانی وہ اپنا چندہ ۸-۱۲-۰ روپے (ہندوستانی سکہ) سالانہ کے حساب سے مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجدیں اور ساتھ ہی اس کی اطلاع معہ اپنے خریداری نمبر کے دفتر اخبار پیغام صلح لاہور میں بھیجدیں۔

پتہ:۔ شیخ محمد انعام الحق صاحب۔ مکان نمبر ۱۰ اے کلاس۔ ملک پیٹھ۔ محلہ اعظم پورہ حیدر آباد دکن

(منیجر)

نماز ظاہری اور باطنی خوبیوں کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

مسجدوں میں فرض نماز پڑھنے کی عادت ڈالئے

عذاب الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو خدا کے آگے گرو

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ۔ لاہور ۔ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ ۔ الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون

فلاح کے معنی

یہ جو آیت میں نے پڑھی ہے ۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی ابتدا ہی یہاں سے ہوتی ہے ۔ جیسا کہ اس کتاب میں ہر رنگ میں ایک کمال پایا جاتا ہے ۔ اس کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ جہاں سے اسکو شروع کیا ہے ۔ وہیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو کس راہ پہ چلانا چاہتا ہے ۔ اور وہ راہ کونسی ہے کہ جس پر چل کر انسان اپنی زندگی کو ایک کامیاب زندگی بنا سکتا ہے میں نے تو صرف ایک ٹکڑہ ہی پڑھا ہے ابتدا تو یوں ہوتی ہے ۔ الٓمٓ ۝ ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین ۝ اگلا حصہ وہی ہے جو میں نے ابھی پڑھا ہے الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون ۝ پھر اس کے بعد ایک اور آیت ہے ۔

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون اس کے بعد فرماتا ہے اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون

جو لوگ اس راستہ کو اختیار کرتے ہیں ان کی زندگی ایک کامیاب زندگی ہے مفلحون اس کا واحد ہے مفلح ۔ اہل لغت نے لکھا ہے کہ فلاح کا لفظ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی بھلائیوں کے پانے پر بولا جاتا ہے ۔ یعنی ظاہری خوبیاں بھی اس میں شامل ہیں اور باطنی خوبیاں بھی ۔

فلاح کے حصول کے ذرائع

ان آیات میں نہایت ہی مختصر الفاظ میں چند باتوں کا ذکر کیا ہے اور فلاح کو انہیں کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے تین باتیں تو ایسی ہیں کہ جن کا ذکر ایمان کے رنگ میں کیا ہے پہلے ایمان بالغیب یعنی خدا پر ایمان لانا دوسرے خدا کی وحی پر ایمان لانا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو اپنا پیغام پہنچاتا ہے ۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ سے ہی چلا آیا ہے ۔ فرمایا یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک جو تیری طرف اتارا گیا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو اس سے پہلے خدا کی وحی کا سلسلہ جاری رہا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں ۔ تیسرے فرمایا آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۔ اس کے علاوہ دو ایسی باتوں کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق عمل سے ہے یقیمون الصلوٰۃ نماز کو قائم کرتے ہیں ۔ و مما رزقنھم ینفقون جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اسے مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے خرچ کرتے ہیں ۔

نماز بطور بنیاد کے ہے

عملی رنگ میں یہ جو دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے تو یہ فی الحقیقت باقی اعمال کے لئے بطور بنیاد کے ہیں ۔ اعمال انسانی جن کو ہم مذہب کہتے ہیں ۔ اس کی بنیاد صرف یہی دو چیزیں ہیں آتی ہیں اوّل صلوٰۃ یا خدا سے تعلق دوسرا اپنے مال اور طاقتوں کو مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے خرچ کرنا ۔ اگر ان دونوں میں بھی مرازنہ کیا جائے تو بالآخر تمام اعمال کی صرف ایک ہی بنیاد رہ جاتی ہے جیسے اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت کی بنیاد قرآن کریم اور حدیث شریف پر ہے ۔ لیکن ان دو میں سے پھر قرآن کریم ہی کو تقدم حاصل ہے اور حدیث کی صحت کو پرکھنے کا معیار بھی قرآن شریف ہی رہ جاتا ہے ۔ تو اسی طرح بیشک مذہب کی بنیاد دو ہی چیزوں پر ہے ایک الصلوٰۃ خدا کے ساتھ تعلق جوڑنا اور پھر اس کے بعد اس کی مخلوق کی بھلائی کے لئے اپنے آپ کو لگا دینا ۔ لیکن دونوں میں سے پھر نماز یعنی خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنے کو ہی تقدم حاصل ہے ۔ نماز تمام اعمال کے لئے ایک بنیادی پتھر ہے ۔

نماز بلند جذبات کے پیدا کرنے کا موجب ہے

یوں تو میں نے کئی خطبوں میں نماز کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ ابھی میرے دل میں بہت سی باتیں ہیں ۔ جو میں اس کے متعلق بتانا چاہتا ہوں ۔ میں نے ۱۹۴۸ء کے سالانہ جلسہ پر نماز کے متعلق ایک لیکچر دیا تھا جو بعد میں بعنوان "نماز اور ترقی کی تین راہیں" ایک ٹریکٹ کی صورت میں چھپ گیا ۔ یہاں کے حالات کا تو علم نہیں ۔ لیکن شیخ محمد انعام الحق صاحب نے جو حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں اس ٹریکٹ کو ہندوستان کی مسلم اخباروں کو بھیجا تو انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ اس کا لکھنے والا احمدی ہے اس پر نہایت اچھے الفاظ میں ریویو کیا ہے ۔ پھر وہ ریویو اخبار پیغام صلح میں بھی چھپتے رہے ہیں ۔ لیکن مجھے یہ پڑھکر اس لئے خوشی ہوئی کہ ہند کے مسلمانوں کے دلوں میں بھی نماز کی بڑی عزت ہے ۔ اس لیکچر میں تو میں نے نماز کا صرف ایک ہی پہلو بیان کیا تھا کہ نماز انسان کے دل میں بڑے بلند جذبات پیدا کرتی ہے ۔ اور انسان خود بھی جذبات ہی کا بنا ہوا ہے اور وہ اپنے جذبات کے ماتحت چلتا ہے ۔ اس لئے جب اس کے جذبات میں ایک بلندی پیدا ہو جائے گی تو اس کا قدم خود بخود بلندی کی طرف اٹھنا شروع ہو جائے گا لیکن نماز کے

نماز اچھی عادات کو بھی پیدا کرتی ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ صرف بلند جذبات کو ہی پیدا نہیں کرتی ۔ بلکہ اچھی عادات بھی انسان میں پیدا کرتی ہے عادت وہ ہے جو بار بار عود کرے اور لوٹے یہاں تک کہ وہ انسان کی فطرت ثانیہ بن جائے ۔ یہ نماز ان لوگوں میں جو اس کے پابند ہوں بڑی اعلےٰ درجے کی عادات پیدا کر دیتی ہے (اور شاید کسی اور مذہب کی عبادت اس رنگ میں عادات کو نہ پیدا کر سکتی ہو جو اسلامی نماز پیدا کرتی ہے ۔) اسی لئے اس نماز کو پانچ مختلف اوقات پر رکھ کر انسان کی زندگی کا اسے ایک جزو بنا دیا ہے

اوّل ۔ خدا کا احساس

اب جو شخص پانچ اوقات اسے پڑھتا ہے اس میں غور کیجئے کتنی خوبیاں پیدا ہو جائیں گی ۔ سب سے اوّل ایک احساس ہے جو پانچ وقت اس میں پیدا ہوگا ۔ وہ احساس کیا ہے یہی کہ خدا ہے اور وہ اس کا بندہ ہے ۔ وہ اس کے آگے جھکتا ہے ۔ تو یہ احساس اس کے دل میں بار بار پیدا ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ بالآخر اس کی فطرت پر اس کا ایک گہرا نقش ہو جاتا ہے ۔ کہ میرا ایک خدا ہے اور میرا کام اس کے آگے جھکنا اور اس سے مدد مانگنا ہے ۔

دوم ۔ صفائی

پھر اقامت صلوٰۃ یعنی نماز کا قائم کرنا ۔ اس کے اندر بہت سی باتیں آ جاتی ہیں ۔ انسان اپنے آپ کو صاف کرتا ہے اور وہ اعضا جو دن بھر کاروبار کرنے

میں زیادہ میل کچیل کا محل ہوتے ہیں۔ مثلاً ناک منہ وغیرہ ان سب کو دھوتا ہے۔ منہ کے اندر پانی ڈالتا ہے کیونکہ منہ کے اندر بھی طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو مضرت کا موجب ہوتی ہیں۔ ناک میں بھی ضرر رساں مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسکو بھی پانی سے صاف کرتا ہے۔ غرضیکہ یہ سب نیک عادات ہیں جو نماز کا ایک حصہ ہیں۔ وہ جو پانچ وقت اپنے اعضا کو صاف کرتا ہے وہ لازمی طور پر ہر وقت پاک اور صاف رہنے کی بھی کوشش کرے گا۔

سوم مستعدی

پھر ایک بڑی بات یہ بھی ہے کہ ایسے انسان میں سستی کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ ہر وقت ہوشیار رہتا ہے۔ پچھلے پہر کی چار نمازوں کا ذکر قرآن مجید میں اکٹھا کیا گیا ہے۔ میاں غلام رسول صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ادھر نماز پڑھ کر آؤ تو ادھر دوسری نماز کی فکر ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق اللیل نماز کو قائم کرو زوال آفتاب سے لیکر رات کی تاریکی تک گویا ایک رنگ میں یہ سارا وقت ہی نمازوں میں گذر جاتا ہے۔ پچھلے حصہ دن کی چاروں نمازیں اسمیں آجاتی ہیں جب تک انسان ہوشیار اور چست نہیں ہوگا ان کا عادی نہیں بن سکتا۔ پس نماز کا یہ ایک لازمی نتیجہ ہے کہ وہ سستی کو دور کرتی اور ہوشیار رہنے کی خوبی کو انسان میں پیدا کرتی ہے۔

اس سے بہت سے کمالات دنیوی بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے نماز کے حکم کے ساتھ فلاح کو وابستہ کر کے بتا دیا ہے کہ نماز نری عبادت ہی نہیں بلکہ انسان کے اندر دنیوی کمالات بھی پیدا کر دیتی ہے۔ نماز پڑھنے والے دینی اور دنیوی، ظاہری اور باطنی ہر قسم کے کمالات سے متمتع ہونگے۔ انکا اگر ایک طرف خدا سے تعلق پیدا ہوگا تو دوسری طرف دنیوی زندگی بھی ... ایک کامیاب زندگی بن جائے گی۔

چہارم ـ وقت کی پابندی

پھر فرمایا ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً نماز کو [illegible] کے ساتھ وابستہ [illegible]

اس طرح ایک باقاعدگی کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو کس طرح وقت کا پابند بنا دیا ہے۔ وقت کی پابندی بھی بڑی اعلےٰ درجہ کی عادت ہے جس سے بیشمار کام انسان کے سدھر جاتے ہیں۔ نماز صرف باطنی خوبیاں ہی پیدا نہیں کرتی بلکہ ظاہری خوبیوں سے بھی ایک مومن کو متجلی کر دیتی ہے۔ اور اسکی جسمانی زندگی

باطنی خوبی تسکین قلب

تو یہ چند ایک ظاہری خوبیاں ایسی ہیں جو نماز کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور انسان کے روزمرہ کے کاروبار پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ باطنی خوبیاں تو بہت ہی زیادہ ہیں جو گنی ہی نہیں جا سکتیں۔ لیکن سب سے بڑی خوبی اس کی یہ ہے کہ انسان کے قلب میں تسکین پیدا کرتی ہے۔ انسان جب اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے تو اس میں کئی بار کبھی غیظ و غضب اور کبھی اپنے ماتحت یا دوست سے ایک غصہ کی آگ بھڑکتی ہے اور کبھی کسی ناکامی کے باعث یا کسی اور مصیبت کی وجہ سے اپنے اوپر ایک اور رنگ کا بوجھ محسوس کرتا ہے۔ سو ان حالات میں نماز کا یہ کمال ہے۔ کہ جب وہ شخص اس دنیوی زندگی سے ہٹ کر مسجد کے اندر قدم رکھتا ہے۔ اور یقین کرتا ہے کہ میں ایک اور دنیا کی طرف جا رہا ہوں جہاں کسی قسم کا لڑائی اور جھگڑا نہیں۔ وہ خدا کا گھر ہے۔ وہاں میں اور میرا خدا ہے تو یقین جانئے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مسجد کے اندر داخل ہوتے ہی وہ ایک تسکین کو محسوس کرے گا۔ اور جب وہ خدا کے حضور کھڑا ہو جائیگا اور جھکے گا اور کبھی اپنے سر کو زمین پر رکھ دے گا۔ تو یہ تسکین قلب کی نعمت بھی ساتھ ساتھ بڑھتی چلی جائیگی۔

نماز کے اوقات کا فلسفہ

حضرت مسیح موعودؑ نے نماز کے متعلق ایک بڑی خوبصورت بات بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو نماز کے اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔ زوال آفتاب سے لیکر رات کی تاریکی تک یہ اصل میں انسان کی مشکلات کی طرف اشارہ کر کے اسے خدا کے آگے جھکنے کی ترغیب دلاتی ہے۔ زوال آفتاب سے جو نماز شروع ہوتی ہے اس میں بتایا ہے کہ جس طرح یہ زوال ہے انسان کی قسمت کا بھی ایک زوال ہے تو وہ اس پر خدا کے آگے [illegible]

کی کوئی جھلک باقی نہ رہی اور یہ حالت انسان پر بھی آتی ہے کہ اس کی امیدیں تاریک ہو جاتی ہیں تو پھر اسے خدا کے آگے جھکنے کی تعلیم دی ہے۔ یہاں تک کہ وقت آتا ہے کہ تاریکی مکمل طور پر چھا جاتی ہے تو پھر عشاء کی نماز رکھ دی ہے کہ خدا کے آگے جھکو وہ سب کی سب تاریکیوں کو دور کرنے پر قادر ہے پھر اس کے بعد فرمایا وقرآن الفجر تاریکی دور ہو کر روشنی آنے والی ہے تو پھر اسے خدا کے حضور جھکنے کے لئے حکم فرمایا ہے۔ اسی طرح مشکلات جب انتہا کو پہنچ جاتی ہیں تو اللہ تعالےٰ اسکو دور کرنے کے لئے روشنی کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے۔ تو یوں ان اوقات میں ایک عظیم الشان حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

مصائب ہر انسان پر آتے ہیں

مصائب تو ہر انسان پر آتے ہیں دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس پر مصائب نہ آتے ہوں۔ مصائب بعض حالات میں انسان کی ترقی کے لئے لازمی ہوتی ہیں۔ لیکن بعض اوقات مصائب اس کثرت سے ایک انسان پر ٹوٹ پڑتے ہیں کہ وہ بڑا ہی دل شکستہ ہو جاتا ہے۔ اور اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کا خدا پر ایمان بھی نہ جاتا رہے۔ بالعموم عورتیں اس معاملہ میں بڑی کمزور واقع ہوئی ہیں۔ شاید اس لئے کہ انہیں علم سے محروم رکھا جاتا ہے کہ ذرا کوئی مشکل اور مصیبت آئی تو وہ خدا کی بھی شکایت کرنے لگتی ہیں کہ گویا یہ مصیبت بھیجکر خدا نے ہم پر ظلم کیا ہے

نماز سے مصیبتیں ہلکی ہو جاتی ہیں

لیکن ان مصائب میں جب انسان خدا کی طرف جھکتا ہے تو ایک قسم کی تسکین اپنے قلب میں محسوس کرتا ہے اور وہ جلن جو ان مصائب کی وجہ سے اسے گھیرے ہوتی ہے اس سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔ مصائب سے تو ایک انسان بچ نہیں سکتا۔ ہاں خدا کی طرف رجوع کرنے سے وہ مصائب کو ہلکا ضرور محسوس کرتا ہے اگر خدا کے علم میں بعض وقت کسی انسان پر مصائب کا آنا ضروری ہوتا ہے اور وہ دعا سے بھی نہیں ٹلتیں تو کم سے کم اس وقت اس کی طرف رجوع کرنے سے مصائب ہلکی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بھی ایک جنت ہے۔ یہ ایک وسیلہ ہے جو انسان اور اس کے خدا کے درمیان ہے جب وہ [illegible] کے حضور [illegible]

سامنے آجاتا ہے جس سے اس کے قلب میں ایک تسکین پیدا ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ روح اور خدا میں ایک تعلق فطری ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و نفخت فیہ من روحی میں نے اپنی روح انسان کے اندر پھونکی ہے تو انسان کا خدا کے حضور میں کھڑا ہونا کیا ہے اس وقت درحقیقت انسان کی روح اسی اصل کی طرف لوٹتی ہے جہاں سے آئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں ایک تسکین پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ جہاں سے وہ آئی تھی وہاں پہنچ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ نماز تسکین کا موجب ہے۔ بعض اوقات تو مصائب اس قدر انسان کو گھیر لیتی ہیں کہ اسے دیوانہ بنا دیتی ہیں۔ ایسے اوقات میں نماز ہی ایک ذریعہ ہے جس سے قلب میں تسکین پیدا ہو سکتی ہے۔ اور جس سے بڑی سے بڑی مصیبت بھی ہلکی ہو جاتی ہے یہ کوئی چھوٹا سا فائدہ نہیں۔

تاریخی شہادت

تاریخ کو پڑھ کر دیکھ لو کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ کم مصائب آئے بڑی مصیبتوں اور مشکلات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا جن کا وہم میں لانا بھی مشکل ہے الانبیاء اشد بلاء سخت ترین مصائب انبیاء پر ہی آتی ہیں اور ہمارے نبی کریم صلعم پر سخت ترین مصیبتیں آئیں اگر آپ کے قلب کو خدا کے ساتھ ملنے کی وجہ سے تسکین نہ ملتی تو یہ مصائب ایک انسان برداشت نہ کر سکتا تھا لیکن باوجود ان سب تکالیف کے آپؐ کے قلب مبارک کی حالت کو دیکھ کر ایک انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اس میں کس قدر راحت اور اطمینان بھرا ہوا ہے کہ ایک سکنڈ کے لئے بھی یہ مصائب آپؐ کے اطمینان قلب کو چھین نہ سکیں۔ یہ تمام برکات نماز ہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اس لئے کہ انسانی روح اپنے اصلی مقام پر پہنچکر ایک تسکین محسوس کرتی ہے

قابل افسوس بات

افسوس ہے کہ آج لوگ نماز کی طرف بہت ہی کم توجہ کرتے ہیں۔ اگر پانچ وقت انہیں کسی ایسی جگہ پر حاضر ہونے کے لئے کہا جائے جہاں کچھ نفسانی حظ انہیں ملتا ہو تو وہ ضرور اگر کچھ قربانی بھی کرنی پڑے تو وہاں جائیں گے لیکن اگر نماز کے لئے [illegible]

دینے والی ہے تو وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے سمجھ نہیں آتی کیوں۔

غور کیجئے

آخر غور کیجئے نمازوں کو پابندی کے ساتھ ادا کرنا یہ تو ہمارے راہنما کا حکم ہے۔ اس کا حکم بھی ہے اور اس کا اپنا کام بھی ہے جس نے اپنے عملی نمونہ سے ہمیں صحیح راہ بتا دی ہمیں اس حکم کی تعمیل کیوں مشکل نظر آتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جب قوم پر مصائب آئیں اور ان کا عبادت کے لئے گھروں سے نکلنا دشوار ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ تو انہیں اپنے گھروں کو ہی مسجد بنانے کا حکم دیا ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم گھروں کو بھی مسجدیں بنانے کی ہدایت کرتے ہیں مگر ساتھ ہی مسجد کو بھی گھر بنانے کی ہدایت فرماتے ہیں مسجد کیا ہے خدا کا گھر ہے تو ہمارے رہنما کا کیا حکم ہے کہ اپنے گھر کو بھی خدا کا گھر بناؤ اور خدا کے گھر کو بھی اپنا گھر بناؤ۔ اب دیکھئے کہ مسلمان کی شان کتنی بلند ہے کہ خدا کا گھر اس کا گھر ہو گیا۔

مومن کی شان

چنانچہ مومن کی شان میں فرمایا کہ اس کا قلب مسجد کے ساتھ معلق ہوتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز سے مومن کے دل میں یہی چیز پیدا کرنی چاہی ہے۔ انسان جب اپنے گھر سے کہیں باہر جاتا ہے تو یہ ایک فطری امر ہے کہ اس کا دل اپنے گھر ہی سے لگا رہتا ہے اور وہ بار بار نکلنے کے باوجود اپنے گھر ہی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے، جو ایک مومن کی مسجد کے بارے میں ہونی چاہیئے۔ وہ ایک نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلے تو اس کا دل مسجد ہی کی طرف رہنا چاہیئے کہ کب دوسری نماز کا وقت قریب ہو تو وہ اس کی طرف لوٹ کر جائے۔ یہ بدقسمتی ہے کہ ان کے دل خدا سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ وہ مسجد کی طرف رجوع ہی نہیں کرتے مسلمانوں نے مسجدیں بنانے میں بھی کمال کر دکھایا ہے۔ ہر مسلم بستی میں مسجد ضرور ہوگی جہاں چار یا پانچ گھر مسلمانوں کے ہوتے وہیں مسجد بھی کھڑی ہو گئی۔ آخر غور کیجئے کس قدر یہ افسوسناک امر ہے کہ مسجدوں کے ہونے کے باوجود مسلمان مسجدوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔

گھروں میں نماز پڑھنے والوں کے بارہ میں حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد

اس میں کچھ شک نہیں کہ گھروں میں کبھی نماز ہو جاتی ہے لیکن خوب یاد رکھئے اس نماز میں قطعاً وہ کیفیت پیدا نہیں ہو سکتی جو خدا کے گھر میں پڑھنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ تم میں سے ہر ایک خدا کی عبادت خدا کے گھر میں آ کر کرے فرض نماز کی ادائیگی کی اصل جگہ مسجد ہی ہے گھر پر ہی نماز پڑھنے والوں کو میں حضرت نبی کریم صلعم کے فرمان سے مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اذان دلواؤں اور پھر کسی اور کو امام بنا کر باہر نکلوں اور ہر اس گھر کو جہاں سے لوگ نماز کے لئے نہیں نکلے آگ لگا دوں۔ غور کر لیجئے بڑے سخت الفاظ ہیں

اپنی حالتوں کا جائزہ لیں

تم آخر کس کے پیرو ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ مسجد کے قریب رہنے کے باوجود تم مسجدوں میں نہیں آتے۔ اپنی حالتوں پر رو دو۔ کیا نماز با جماعت ادا کرنا خدا کا حکم نہیں؟ کیا رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد نہیں؟ کیا آپ کا یہ عمل نہیں تھا کہ آپ پانچ وقت مسجد میں آ کر نماز ادا کرتے تھے؟ تو پھر تم کیوں اس کی تعمیل نہیں کرتے۔ کیا تمہارے اشغال زیادہ ہیں؟ کیا کام کی زیادتی کی وجہ سے ان احکام کو پس پشت ڈالتے ہو؟ یاد رکھو یہ محض نفس کا دھوکا ہے۔ غور کرو کیا حضرت نبی کریم صلعم کی مصروفیات تم سے کم تھیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپؐ کے مشاغل کے ساتھ تمہاری مصروفیتوں کو کچھ بھی نسبت نہیں؟ حضرت نبی کریم صلعم کے بھی بیوی بچے تھے۔ ان سب کی ضروریات کا مہیا کرنا آپؐ کے ذمہ تھا تم میں سے اکثر نے صرف اتنا ہی آپؐ کا کام سمجھا ہوا ہے مگر آپ کو ایک قوم کی سارے ملک کی بلکہ ساری قوموں کی وہ فکر تھی جو تم کو اپنے چند بچوں کی ہوگی۔ لیکن دیکھ لو کیا آپؐ کو یہ تمام مشاغل احکام الٰہی کی فرمانبرداری سے روک سکے کیا باوجود اس قدر اشغال کثیرہ کے آپ پانچ وقت نماز مسجد میں آ کر ادا نہیں کرتے تھے۔ تو پھر تم اپنے نبی کاملؐ کے اسوہ پر کیوں عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ آپؐ کی زبانی خدا نے کہلوا بھی دیا قل انما انا بشر مثلکم کہ تمہاری طرح کا ہی ایک انسان ہوں جو کچھ میں کرتا ہوں وہ تم بھی کر سکتے ہو اپنی حالتوں کا جائزہ لو تم خدا کے پرستار ہو۔ کیا تم حضرت نبی کریم صلعم کے فرمانبردار ہو یا یونہی تمہارے زبانی دعوے ہیں۔

عذاب الٰہی اور نماز

خوب یاد رکھو خدا کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ہر پیغمبر اپنی قوم کو عذاب سے ڈراتا آیا ہے۔ خدا کی عبادت ہی اس عذاب سے بچانے کا موجب ہوتی رہی۔ آج بھی عذاب الٰہی کے بادل تمام دنیا پر منڈلا رہے ہیں اور قریب ہے کہ وہ دنیا پر مسلط ہو جائے۔ اس لئے خدا کے آگے گر دو۔ اور رو دو تا تمہاری حالتوں پر رحم کیا جائے ورنہ یاد رکھو تمہارا کوئی خدا کے ساتھ رشتہ نہیں جو تم اس کے عذاب سے بچ جاؤ گے اور نہ ہی تم کوئی انوکھی قوم ہو۔ عذاب آنے پر تم بھی پیسے جاؤ گے اگر نجات چاہتے ہو تو اپنی اصلاح کر لو۔ خدا کی طرف رجوع کرو۔

آج بہت سے لوگ ہمارے سامنے ہیں کہ جو اپنے گھروں میں ایک وقت شاہانہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ فقیرانہ حالت میں نکال دیئے گئے۔ تمام دولت اور اندوختے وہیں پڑے رہ گئے۔ یہ مال ان کو الٰہی عذاب سے بچا نہ سکا۔ تو پھر کیوں آج تم اس کم بخت دنیا کے حصول میں سرگرداں ہو۔ یاد رکھو خدا کی طرف رجوع ہی صرف اس کے عذاب کو دور کرنے کا موجب ہے۔

نماز کامیابی کی راہ ہے

اخباروں میں ایک پیر صاحب کے مقدمہ کا حال شائع ہو رہا ہے۔ ایک پڑھا لکھا آدمی جو کسی جگہ ملازم تھا ترقی کے لئے پیر صاحب کے پاس حاضر ہوا پیر صاحب نے اسے ایک گڑھا کھودنے کو کہا کہ اس میں کھڑے ہو کر میں تمہارے لئے دعا کروں گا تو تمہاری ترقی ہو جائے گی بالآخر وہی گڑھا اس کی قبر بن گیا دیکھئے یہ کیا خواہش ہے۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے کہ وہ ایسے وسائل تلاش کرتا ہے جس سے اس کی زندگی ایک کامیاب زندگی ہو جائے۔ مگر تم کامیابی کی راہوں کو قرآن میں تلاش نہیں کرتے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ ذرائع جو انسان اپنی عقل سے تجویز کرتا ہے بعض اوقات اس کی ناکامی کا باعث ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی ترقی چاہتا ہے مگر صحیح رستہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے وہی ترقی کی خواہش اس کی قید بن جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس فطری مانگ کو پورا کرنے کے لئے بعض ذرائع بتلائے ہیں۔ یقین رکھئے خدا کے بتلائے ہوئے وسائل کو کام میں لانے والا کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتا اس کی کامیابی یقینی ہے۔ سو خوش ہو جاؤ کہ نماز بھی کامیابی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

ایک وسوسہ

بعض کہتے ہیں کہ نماز پڑھتے وقت طرح طرح کے خیالات ہمارے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور خدا کی طرف خیال نہیں جمتا۔ یہ ٹھیک ہے ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن بار بار کی نماز سے ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے کہ یہ خیالات پھر پیدا ہی نہیں ہوتے۔ اور نماز میں ایک لذت پیدا ہو جاتی ہے۔ مایوس نہیں ہونا چاہیئے خدا سے مدد مانگو۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ جب ایک قدم خدا کی طرف اٹھاتا ہے تو خدا دو قدم اس کی طرف اٹھاتا ہے، بندہ چل کر خدا کی طرف آتا ہے تو خدا دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر دن رات میں ایک سجدہ میں بھی یہ حالت میسر آ جائے تو زندگی ایک کامیاب زندگی بن سکتی ہے۔

نصیحت

ایک بار پھر نصیحت کرتا ہوں کہ مسجد کو اپنا گھر بناؤ۔ اور اپنے اندر یہ کیفیت پیدا کرو کہ تمہارا دل مسجد ہی کے ساتھ معلق رہے۔ اگر تم مسجد سے دور رہتے ہو۔ تو کوشش کرو کہ ایک دو نمازیں ضرور مسجد میں آ کر ادا کرو اگر دن میں پانچ بار نہیں تو ہفتہ میں ایک دو بار مسجد میں آنے کی کوشش کرو۔ یہی کامیابی کا ایک ذریعہ ہے۔ جہاں پر مسجد نہیں۔ دو تین گھر باہم مل کر ایک مکان میں اکٹھی نماز پڑھنے کا انتظام کر لیں۔ اگر صرف ایک ہی گھر ہے تو اپنے گھر کے افراد کو ہی ملا کر با جماعت نماز پڑھنے کی عادت ڈالو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

XXX

اعلانِ نکاح

ڈاکٹر حسن علی صاحب گورنمنٹ پنشنر گوجرانوالہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ :-

بروز اتوار ۵ مارچ ۱۹۵۵ء ہماری جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے ممبر میاں چراغ دین صاحب بزاز کے صاحبزادہ میاں عبداللطیف کا نکاح ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ ماسٹر گوجرانوالہ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا۔ خطبہ نکاح مولوی محمد اسمٰعیل صاحب امام مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ نے پڑھا برات میں لاہور سے خانصاحب نوابزادہ ل پروفیسر عنایت علی صاحب ایم۔ ایس۔ سی اور دوسرے عزیز بھی شامل ہوئے۔ اس مبارک تقریب پر میاں چراغ دین صاحب نے مبلغ دس روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے عطا کئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے مبارک کرے۔ آمین۔

نبوت کا ذکر نہیں لیکن مولوی صاحب کے ذہن میں یہ تصور پیشگی موجود ہے۔ گو ہم بھی قادیانی احمدیوں کی اس تشریح کے قائل نہیں جو وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں لفظ نبی اور رسول کی کرتے ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان یعنی قادیانیوں کے مفہوم کو غلط ادا کیا جائے۔ خود ہی ایک تصور گھڑ لیا جائے اور پھر اس پر لے دے شروع کی جائے۔ کتنی افسوسناک بات ہے کہ مولوی ن۔ ص صاحب اپنے مضمون کی تمام اقساط میں اسی طریق تکلم کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ن۔ ص صاحب ارادۃً اپنے قارئین کو غلط باتیں سنا کر احمدیوں سے متنفر کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ قادیانی احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہرگز تشریعی مستقل نبی نہیں مانتے۔ اور آپ اپنے مضمون میں بار بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کچھ اس انداز میں کرتے ہیں جیسے حضرت قدس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی نئی شریعت یا نئی نبوت کے مدعی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"مرزا صاحب کی ساری نبوت کے ہنگامہ میں اور ان کی لائی ہوئی ساری شریعت کے انبار میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ان .... بے اصولیوں کی تردید کرنے والی ہو۔" (تسنیم ۹ مارچ سنہ ۵۰ء)

بدقسمتی سے یہی وطیرہ کم و بیش تمام جماعت اسلامی کا ہے۔ "اقامت دین" کے یہ نقارچی کذب بیانی بھی بڑی اونچی آواز سے کرتے ہیں اسی اخبار کے پہلے صفحہ پر "کوثر کی ڈاک" کے زیر عنوان قاضی محمد زاہد الحسنی کا خط بعنوان "میرزائی یا احمدی" چھپا ہے جس کا ابتدائیہ جملہ ہی یہ ہے:-

"میرزائیوں نے جہاں کمال جراءت سے اپنے لئے الگ نبی، الگ وحی، الگ کعبہ اختیار کرتے ہوئے بھی اسلامی تبلیغ کا لیبل لگائے رکھا ہے ....."

ایسی تحریریں دو امکانات سے خالی نہیں۔ یا تو لکھنے والے کو احمدیوں کی تحریرات اور موقف کا ہی علم نہیں۔ یا پھر وہ دانستہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہر طرح اس کی حالت اچھی نہیں۔

ہم یہاں صرف چار تحریریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کرتے ہیں:-

(۱) "میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں۔ اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنے ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علاحدہ کلمہ اور علاحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلعم کی اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعوے نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں"

(خط بنام اخبار عام)

(۲) "جاننا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلعم پر ختم کر دیا ہے اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے اور اسلام سے محبت سچی رکھنی چاہیئے اور آنحضرت صلعم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے۔ ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔ رسالت لغت عرب میں بھیجے جانے کو کہتے ہیں۔ اور نبوت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پوشیدہ حقائق اور معارف کو بیان کرنا۔ سو اسی حد تک مفہوم کو ذہن میں رکھکر دل میں اس کے معنے کے موافق اعتقاد کرنا مذموم نہیں۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔"

(اگست سنہ ۱۸۹۹ء)

(۳) اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے..... لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے اس قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا۔

چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں"

(۴) "ان پر واضح ہو کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگائے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑتا ہے۔ غرض نبوت کا دعوے اس طرف بھی نہیں۔ صرف ولایت اور مجددیت کا ہے"

(مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳)

اوپر دی ہوئی تحریروں سے یہ نتائج نکلتے ہیں:-

(ا) حضرت مسیح موعود کسی الگ شریعت، الگ کعبہ، الگ نبوت، کے مدعی نہیں۔

(ب) نبوت کو حضرت نبی کریم صلعم پر ختم سمجھتے ہیں۔ نبی اور رسول کے لفظ کو لغت کی رو سے استعمال کرتے ہیں لیکن اسلامی اصطلاح میں نہیں اسی لئے روزمرہ بول چال میں ان الفاظ کا استعمال ممنوع قرار دیتے ہیں۔

(ج) جس وحی اور نبوت کے حضور قائل ہیں وہ وحی ولایت ہے اور مجازی نبوت ہے۔ اور اس بات کو بھی آپ تسلیم فرماتے ہیں کہ یہ زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس میں صرف حضرت مسیح موعود منفرد نہیں بلکہ تمام اولیاء اللہ شریک ہیں۔

بڑی بدقسمتی تو یہ ہے کہ مولوی صاحب کو خود ان صلحاء کا مسلک بھی معلوم نہیں جنہیں انہوں نے بڑے طمطراق سے "منصب نبوت و امامت" کے لئے اپنے طور سے پیش کیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ حضرت مجدد الف ثانی رح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت سید احمد بریلوی خود اس زمرہ کے افراد ہیں جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ اس پر خود ان صلحاء کی تحریرات گواہ ہیں۔

مولوی صاحب کو جو بات بار بار کھٹکتی ہے اور جس کے گرد گھوم گھوم کر آ جاتے ہیں وہ انگریز کے خلاف جہاد بالسیف کا مسلک ہے۔ پھر اسی پر انہوں نے ایک عمارت اسی امر کی کھڑی کی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گویا جہاد بالسیف کو منسوخ کرنے کے لئے مامور تھے۔ اور یہی ان کی شریعت ہے۔ یہ ایک الگ تھلگ مستقل موضوع ہے جس پر طویل بحث ہم اس سے قبل پیغام صلح مجریہ ستمبر۔ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء میں کر چکے ہیں یہاں صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ جہاد بالسیف دین کے اساسی لوازمات میں سے نہیں بلکہ مفتیان شرع اسلام کی صوابدید پر منحصر ہے۔ اسی حق کو استعمال کرتے ہوئے مودودی صاحب نے کشمیر کے جہاد کو اسلامی اصطلاح میں جہاد قرار نہیں دیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک نفیر عام کی شرائط اس میں موجود نہیں تھیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جو آپ اٹھائے اٹھائے پھر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دین میں تنسیخ کا حکم رکھتی ہے۔ جہاد کے قیام، التوا اور نسخ کا اختیار امام کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ ایسے احکامات دے سکتا ہے جو حالات کے تقاضوں کو پورا کریں ان احکامات کو اساس دین سے کوئی تعلق نہیں۔

باقی دارد

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(منیجر)

میرا محسن

زباں پہ کس کا یہ بارِ خدایا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ۔ ایس ۔ پی

مخدوم و مکرم حضرت قبلہ میاں غلام رسول تیمہ آنجہانی سے مجھے پہلی دفعہ ۱۹۱۸ء میں ملنے کا شرف ...... حاصل ہوا جبکہ میں ابتداً ملازمت پولیس کے سلسلہ میں ضلع فیروزپور میں تعینات ہوا۔ اس وقت حضرت میاں صاحب ...... افسر مہتمم تھانہ زیرہ تھے۔ اور تمام ضلع میں ان کی قابلیت ۔ ذہانت اور تدبر کا طوطی بول رہا تھا ۔ میں وہاں پولیس لائن صدر دفتر کا کام سیکھ رہا تھا ....

...... اس وقت پولیس لائن میں بڑے مخلص اور ہمدرد احمدی دوست سید محمد شاہ نواز صاحب مرحوم اردلی سارجنٹ تھے وہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ، انہوں نے مجھے اپنے چھوٹے بھائی کی طرح سے سنبھالا ۔ اور نہ صرف ابتدائی محکمانہ تربیت میں میری صحیح رہنمائی فرمائی بلکہ مجھے اسلامی اخوت کا گرویدہ بنانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرمایا ۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ ہر نماز کے وقت وہ خود پانی کا لوٹا لیکر وضو کرانے کے لئے میرے گرد ہو جایا کرتے تھے ۔ حضرت میاں صاحب شاہ صاحب کے پاس کبھی کبھی آیا کرتے تھے وہیں مجھے بھی زیارت نصیب ہو جاتی تھی ۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اس وقت مسٹر آتور تھے ۔ وہ دورہ پر مجھے ساتھ لے جایا کرتے تھے ۔ ایک دفعہ انہوں نے اسی دوران میں مجھے کہا کہ اب تمہیں کسی تھانہ میں لگایا جاویگا ۔ اور پوچھا کہ کہاں لگایا جائے میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ مجھے کسی ایسے افسر کے ساتھ لگایا جائے جو تمام ضلع میں قابل ترین افسر مانا جاتا ہو ۔ اس پر انہوں نے فوراً ہی فیصلہ کر دیا کہ مجھے میاں غلام رسول صاحب کے پاس تھانہ زیرہ جانا ہوگا ۔ کچھ دن بعد میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ حضرت ممدوح اس وقت شفاخانہ زیرہ کے قریب ایک مکان پختہ میں رہائش رکھتے تھے اور اس کے مردانہ حصہ میں تشریف فرما تھے ۔ مجھے دیکھکر نہایت کشادہ پیشانی سے شرف ملاقات سے بہرہ ور فرمایا اور مصافحہ کرتے ہوئے نہایت دل آویز لہجہ میں فرمایا ۔ شکر ہے خدا خدا کر کے ۔ گویا آنمکرم کو میرا بڑا انتظار رکھا ۔ الحمد اللہ ۔ ایک بیکس ۔ ناچیز شاگرد کا یہ خیر مقدم یہ نہ بھولنے والے الفاظ اب تک میرے دل پر نقش ہیں اور ہر موقعہ پر یاد آیا کرتے ہیں میری اپنی حالت اس وقت یہ تھی جو ایک کس مپرس یتیم کی ہوا کرتی ہے ۔ والدین آغاز ملازمت میں ہی رخصت ہو چکے تھے اور عزیز و اقارب میرے مصائب اور رنج و غم سے بالکل بے نیاز تھے اور میں حوادث زمانہ سے نہایت کمزور اور ملول تھا ۔ حضرت میاں صاحب سے ملنے کے بعد مجھے کچھ سکون حاصل ہونے لگا اور میں نے تھانہ کا کام سیکھنا شروع کیا اس وقت زیرہ میں احمدیوں کی ایک کچی مسجد تھی جو حضرت میاں صاحب کی ہمت سے بعد میں پختہ ہوئی ۔ حضرت میاں صاحب گھر پر اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اور مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے اور باجماعت نمازیں بھی پڑھایا کرتے تھے میں بھی شامل ہوا کرتا تھا ۔

اس طرح ہوتے ہوتے ۱۹۰۹ء میں حضرت خلیفہ اوّل کے عہد میں حلقہ بگوش احمدیت ہو گیا ۔ اور محکمانہ تربیت کے ساتھ دینی تربیت کا سلسلہ بھی چلنے لگا ۔ اس زمانہ میں میں نے کیا کچھ دیکھا اور کیا کچھ حاصل کیا ' تفصیلات کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہوگی اور ممکن ہے کہ اوروں کے لئے وہ دلچسپی کا باعث بھی نہ ہو اس لئے کچھ ایسے واقعات جنہوں نے میرے مستقبل پر اثر ڈالا عرض کرتا ہوں ۔

(۱) ۱۹۰۸ء کے سردی کے ایام تھے حضرت ممدوح مجھے ...... ایک مقدمہ سرقہ کی تفتیش پر اپنے ساتھ لے گئے ۔ یہ آغاز تفتیش کا پہلا دن تھا ۔ جائے واردات پر پہنچکر آنمکرم نے سب سے پہلے موقعہ ملاحظہ اور افراد واقف حالات سے دریافت کرنا شروع فرمایا ۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں نوٹ کرتا جاؤں اور بعد تکمیل تفتیش ...... کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر ...... تفتیش کی رپورٹ تیار کر دوں میں تفتیش تو در کنار اس وقت تک ضمنی کے فارم سے بھی ناواقف تھا ۔ آپ نے مجھے اس کی پیشانی کی تکمیل خود سمجھا دی خود ایک نہایت خوشنما اور باجبروت حقہ پیتے ہوئے مصروف مطالعہ ہو گئے ۔ اور میں رپورٹ لکھنے لگا ۔ میں کافی دیر تک لکھتا رہا اور اپنی سمجھ کے مطابق رپورٹ مرتب کر کے پیش کی ۔ حضرت میاں صاحب نے نہایت سرسری نظر سے اسکو پڑھا اور چاک کر کے اسکو میرے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ یہ درست نہیں ۔ پھر لکھو ۔ میں نے دوبارہ لکھی اور پھر پیش کی ۔ ایک نظر ڈال کر فرمایا کچھ ٹھیک ہے ۔ پھر لکھو ۔ غرضیکہ تیسری یا چوتھی مرتبہ جب میں نے پھر پیش کی ۔ تو مسکرا کر فرمایا کہ اب ٹھیک ہے ۔ سمجھ لینا کہ کس طرح لکھنی چاہیئے میں نے عرض کیا کہ ہاں قبلہ میں نے خوب سمجھ لیا ہے ۔ تحریر ضمنی کے سبق کا یہ میرا پہلا اور آخری دن تھا اس موقعہ پر حضرت نے محض اشارات سے مجھے وہ سبق دیا ۔ جو الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتا ۔ اس کے بعد متعدد موقعوں پر حضرت ممدوح کی بجائے ان کی طرف سے رپورٹیں ...... لکھتا رہا اور آپ دستخط کرتے رہے ۔

دیکھنے میں تو وہ ایک بہت کم قیمت بھوسہ کی چوری کا مقدمہ تھا ۔ لیکن تھا سبق آموز ۔ مستغیث سکھ تھے اور ملزمان مسلمان منجملہ ملزمان ایک کئی مرتبہ کا سابقہ سزا یافتہ اور ناجی چور تھا جس کا نام دینا ماچھی تھا اس دفعہ سزایاب ہونے کی صورت میں اس کو سات سال سے کم سزائے قید بامشقت کی امید نہ تھی ۔ نیز وہ صرف گدھوں کی چوری کے لئے مشہور تھا ۔ اس لئے اس مقدمہ میں اس کا جرم مشکوک تھا ۔ مگر مستغیث کو اس پر اصرار تھا کہ وہ ضرور شامل ہے ۔ آخر جب رواج علاقہ کے ایک مشہور پیر صاحب نے جو بودلہ پیر مشہور تھے مستغیث کی طرف سے حلفاً یقین دلایا کہ دینی بھی چوری میں شریک تھا اس پر دینی کو گرفتار کر کے چالان کر دیا گیا ۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ دینی واقعی بیگناہ ہے اور پیر صاحب نے اپنی سابقہ رنجش کی وجہ سے اسکو حلف دے کر پھنسا دیا ہے ۔ اللہ ایسے پیروں کو غرق کرے ۔ جب حضرت میاں صاحب کو اس کا علم ہوا تو وہ بے تاب ہو گئے ۔ مقدمہ اے ۔ ڈی ۔ ایم آغا محمد یوسف صاحب کی عدالت میں تھا جو ایک نمازی اور سادہ مزاج افیسر تھے اور اردو میں بیانات لکھا کرتے تھے اور اکثر بجائے بلاٹنگ یا ربڑ کے درستی الفاظ کے لئے اپنا انگوٹھا استعمال فرمایا کرتے تھے ۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے اپنا رقعہ دے کر انکی خدمت میں بھیجا ۔ اور میں نے حسب ارشاد تمام حالات تمام ان کی خدمت میں عرض کر دیئے ۔ اگلے دن مقدمہ کی تاریخ تھی ۔ میرا بیان لیکر بعد سماعت مقدمہ انہوں نے دینی ماچھی کو بری کر دیا اور اس کے ساتھیوں کو سزا سنا دی ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ دینی اسی وقت کمرہ عدالت سے نکل کر سیدھا مسجد میں گیا اور آئیندہ چوری سے تائب ہو گیا ۔ میرے خلاف ایک شور قیامت اٹھا ۔ حضرت میاں صاحب کو جب خبر ہوئی تو وہ خود فیروزپور تشریف لے گئے ۔ اور انہوں نے افسران کو کہکر مطمئن کر دیا کہ دینی واقعی بیگناہ تھا ۔ اور ایک بیگناہ کا سزایاب ہونا صدہا گنہگاروں کے رہا ہو جانے سے بدتر ہوتا ہے ۔ مجھے اس وقت سے راستی کا وہ سبق ملا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام عمر نہیں بھولا ۔

(۲) ایام تعیناتی تھانہ زیرہ کا ہی ذکر ہے کہ احمدیوں کی کچی مسجد بارش کی وجہ سے کمزور ہو کر گر گئی ۔ اس کے مقابل ایک ہندو لالہ ملامل کا ایک نو تعمیر اور عالیشان مکان تھا جس کو اس وقت [illegible] کے نام سے پکارا جاتا تھا ۔ چونکہ مسجد میں اذان ہوا کرتی تھی ۔ مبادا اذان کی آواز انکو بھرشٹ کر دے لالہ ملامل کی مستورات کو اس گھر میں آکر آباد ہونا ناگوار تھا ۔ اس لئے وہ مکان خالی پڑا رہتا تھا مسجد کے گرنے سے لالہ ملامل نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں تجویز پیش کی کہ قصبہ سے باہر جہاں چاہیں روپیہ اور زمین لیکر نئی مسجد بنائی جائے ۔ حضرت میاں صاحب نے اتفاق نہ کیا اور اس معاملہ کے متعلق قادیان لکھا ۔ وہاں سے جواب آیا کہ مسجد جہاں ایک دفعہ بن جائے مسجد ہی رہتی ہے ۔ میاں صاحب نے لالہ ملامل کو جواب دے دیا اور خود چندہ دیکر اسی جگہ نئی مسجد بنوا دی جو ۱۹۲۲ء تک آباد اور موجود تھی خدا جانے اب تقسیم ملک کے بعد اس کا کیا حشر ہوا ۔ امید نہیں کہ ہندو نے اسکو کھڑا رہنے دیا ہو ۔

(۳) ابھی حضرت میاں صاحب اور میں تھانہ زیرہ میں ہی تھے ۔ اور میرے حالات آہستہ آہستہ سدھر رہے تھے کہ اتفاق سے میری سواری کا گھوڑا اپھارہ سے بیمار ہو کر مر گیا جو میں نے اپنا لاہور کا کچھ اثاثہ بیچ کر خریدا تھا ۔ میں حیران تھا کہ اب کیا کروں ۔ ہوتے ہوتے میری بے بسی کی خبر حضرت میاں صاحب کو ہوئی انہوں نے از راہ شفقت بزرگانہ اپنے اصطبل سے ایک گھوڑی سواری کے لئے مجھے عطا فرمائی جو برسوں میرے پاس رہی اور جب وہ بھی مر گئی ۔ تو پھر ایک نہایت عمدہ گھوڑا

عطا فرمایا جو ایک نہایت خوبصورت اور زور آور جانور تھا۔ اور بہت مدت تک میرے کام آیا تھا۔ ایک نادار مفلس یتیم کے ساتھ اس پدرانہ سلوک کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہوسکتی ہے۔ حضرت میاں صاحب کی لامحدود عنایات میں سے میں نے صرف ایک کا ذکر کیا ہے ورنہ ان کا شمار احاطۂ شمار سے باہر ہے۔

(۴) سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء کا ذکر ہے بحیثیت ایک سب انسپکٹر پولیس کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں تھانہ نگر۔۔ میں تعینات تھا اور حضرت میاں صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ضلع فیروزپور تھے۔ میرا اپنا اردلی اتفاقیہ میرے ہاتھ سے پستول چلنے کی وجہ سے زخمی ہو کر ہلاک ہوگیا۔ اس پر مخالفین پولیس کی طرف سے شور قیامت اٹھا تھا۔ ادھر مرنے والے نے اپنے نزعی بیان میں لکھایا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے میرا پستول صاف کرتے ہوئے زخمی ہوا ہے اور عملہ تھانہ نے حلف اٹھا کر اتفاق کیا کہ وہ اس کی پیروی اور تائید میں جان دیں گے۔ مگر مجھے اس سے اتفاق نہ تھا۔ مجھے اپنے ارادہ میں مضبوط دیکھ کر ملازمین تھانہ میں سے ایک کارکن میری اطلاع کئے بغیر بسواری شتر راتوں رات فیروزپور پہنچا۔ اور اس نے تمام حالات سے حضرت قبلہ کو آگاہ کر کے التجا کی کہ وہ مجھے بھی اس کے مطابق بیان دینے کے لئے مشورہ دیویں۔ مگر اللہ اللہ راستی پر کس قدر اصرار، توکل اور بھروسہ تھا کہ تمام قصہ سنکر فرمایا کہ میں خوش ہوں کہ صادق کو سچ بولنے کی جرأت اور ہمت ہے۔ کچھ پرواہ نہیں خواہ ایسا کرنے سے خرابی ہو جاوے اس کے بعد جیلے انسپکٹر صاحب حلقہ تفتیش کے لئے آئے انہوں نے بھی مجھے اشارۃً سمجھایا کہ مناسب یہی ہے کہ جان بچائی جاوے اور جو مرنے والے نے کہا ہے اس کی تائید کی جاوے۔ لیکن میں نے انکار کیا اور جو حالات تھے بے کم و کاست لکھا دیئے۔ وہ کاغذات لیکر فیروزپور چلے گئے شور اور بھی بلند ہوا۔ ناچار صاحب سپرنٹنڈنٹ اور صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو تفتیش کے لئے موقعہ پر آنا پڑا۔ اور انہوں نے سب حالات سننے دیکھنے کے بعد فیصلہ دیا کہ سب انسپکٹر کی راست روی قابل تعریف ہے۔ اور مرنے والے کی وفاداری عدیم المثال ہے ابتلا تو دنیا میں ہمیشہ آتے رہتے ہیں لیکن ابتلاؤں میں ثابت قدمی بغیر تربیت خاص کے ناممکن ہے۔ میرے مولا۔ میں تو اس لائق نہ تھا یہ تیرا کرم تھا جس نے مجھے وہ مربی عطا فرمایا جو اپنی نظیر آپ تھا ؎

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

(۵) میاں صاحب اور میں ضلع فیروزپور میں متواتر سالہا سال اکٹھے رہے سنہ ۱۹۲۰ء میں جدائی کا وقت آگیا۔ حضرت میاں صاحب جب قرب وطن (جھنگ) کے جذبہ کے ماتحت اپنی درخواست پر ضلع لائلپور تبدیل ہوئے۔ اب میرے لئے ایک دفعہ پھر اسی کا نقشہ سامنے آگیا۔ جبکہ میں سنہ ۱۹۰۷ء میں لاہور میں یتیم رہ گیا تھا۔ میری حالت کو دیکھ کر انہوں نے فرمایا کہ انسان کا حقیقی مونس و غمخوار اللہ تعالےٰ سے بڑھکر اور کوئی نہیں ہوتا۔ اسی پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور بڑی تسلی و تشفی دیتے ہوئے رخصت ہوئے اور جاتی دفعہ اپنا ایک قیمتی گروپ فوٹو بھی مجھے عطا فرمایا جس کے نیچے اپنی قلم سے مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے:۔

Presented to Shaikh Muhammad Sadiq from his old and Sincere friend
Ghulam Rasool
1-10-20

یہ فوٹو میرے پاس موجود ہے۔ اور ہمیشہ میرے سامنے اور میرے ساتھ رہا۔ اور لفظ Friend کے میرے نزدیک اصلی معنے اس جگہ Patron اور Benefactor کے ہیں۔

(۶) حضرت میاں صاحب کے ضلع لائلپور چلے جانے کے بعد میں اسی ضلع فیروزپور میں پہلی مرتبہ قائمقام انسپکٹر ہو کر فاضلکا لگا ہی تھا کہ مجھے ایک نہایت سنگین اور ہیبت ناک مقدمہ قتل اور ڈاکو کی تفتیش سے پالا پڑا جس میں ایک مقام میں ایک رات میں ایک ہی گھرانے کے ۲۲ افراد بشمول زن و بچہ اسی گھرانے کے دوسرے حصہ کے افراد کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے تفتیش کامیاب رہی اور مجھے امید ہوگئی کہ علاوہ انعام کے میں مستقل بھی ہو جاؤنگا لیکن بدقسمتی سے میرے حاسدوں کی بھی کمی نہ تھی۔ انہوں نے صاحب سپرنٹنڈنٹ کے کان میں ڈالا کہ حلقہ فاضلکا میں اس قدر رشوت بڑی کھلے طور پہ لی جاتی ہے صاحب سپرنٹنڈنٹ دورہ پہ فاضلکا آئے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے جو حالات مجھے معلوم تھے بے کم و کاست انکو سنا دیئے وہ بڑے برہم ہوئے کیونکہ زد ان کے اپنے ریڈر اور ایس ڈی او پہ بھی پڑتی تھی جو ایک انگریز افسر تھا۔ ہیڈ کوارٹر پہ جا کر انہوں نے اشخاص متعلقہ کو بجائے سزا دینے کے کیا کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے اس وقت خبر ہوئی۔ جبکہ پانسہ پلٹ چکا تھا۔

قصہ کوتاہ مجھے فاضلکا سے تبدیل ہو کر پاک پٹن ضلع منٹگمری میں جانا پڑا۔ مقدمہ مذکورہ کا نتیجہ بعد میں نکلا مگر بجائے مستقل ہونے کے مجھے صرف ایک سند اور انعام ملا۔ مگر مستقلی کی امید دور ہوگئی۔ میں نے اپنی سرگزشت حضرت میاں صاحب کی خدمت میں لکھکر اور دعا کے لئے درخواست کی جو جواب حضرت ممدوح کی طرف سے موصول ہوا وہ بڑا سبق آموز تھا۔ فرمایا کہ کام کے لئے کسی انسان سے انعام کی امید رکھنا غیر اللہ سے درخواست کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ اس سبق نے مجھے آئندہ عمر میں اس احتیاج سے بھی مستغنی کر دیا۔ اور امر واقعہ ہے کہ جہاں ایسی خواہش پیدا ہوئی میں اس کا کامیاب مقابلہ کرتا رہا۔ پاکپٹن کے بعد مجھے پھر لاہور میں تھوڑے عرصہ کے لئے حضرت قبلہ کے ماتحت کام کرنے کا موقعہ ملا لیکن میں جلد تبدیل ہو کر کوتوالی جالندھر میں چلا گیا اور میرے بعد حضرت قبلہ بھی لدھیانہ تشریف لے گئے جہاں سے وہ بالآخر پنشن یاب ہو کر اپنے وطن جھنگ تشریف لے گئے اور وہاں مخلوق کی خدمت میں کئی رنگ میں مصروف رہے۔ میں سنہ ۱۹۲۶ء میں جالندھر سے لاہور آگیا اور سنہ ۱۹۲۸ء میں کوتوال شہر ہوگیا۔ مجھ سے پہلے حضرت قبلہ اسی کوتوالی میں دو دفعہ کوتوال رہ چکے تھے ایک دفعہ بحیثیت انسپکٹر اور دوسری دفعہ بحیثیت ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ مجھے بھی دو دفعہ اسی طرح کوتوالی کا چارج لینا پڑا۔ حضرت میاں صاحب جب لاہور تشریف لاتے کبھی کبھی میرے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک دفعہ علیحدگی میں پہلے مجھے تیار کر کے فرمانے لگے۔ لاہور میں کچھ لوگ ان کے مخالف ہوگئے ہیں اور ممکن ہے کہ انکے تعلقات کی وجہ سے میری مخالفت بھی کریں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر مجھے برا معلوم نہ ہو تو وہ آئندہ چوہدری فتح شیر خاں صاحب (مرحوم) کے ہاں ٹھہرا کریں گے۔ میں نے عرض کی یہ مجھے برداشت نہیں ہوسکتا۔

اس کے بعد مخالفت تو ہوئی اور بڑے زور سے ہوئی۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے نتیجہ ہمیشہ اچھا نکلتا رہا تا بحدیکہ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہو کر سنہ ۱۹۳۰ء میں دہلی چلا گیا۔ اتفاق سے میرے بعد میاں غلام عباس صاحب اور ان کے بعد میاں غلام شبیر صاحب بھی تبدیل ہو کر دہلی ہی تشریف لے آئے اور حضرت قبلہ وہاں تشریف لاتے رہے اور کافی عرصہ تک خوب چہل پہل رہی۔ پھر مختلف سمتوں میں انتشار کا وقت پہنچا۔ اور میں گوڑگاؤں چلا گیا اور وہاں سے سنہ ۱۹۳۹ء کے بعد میں لاہور ریلوے پولیس میں آگیا۔ حضرت میاں صاحب جب کبھی لاہور تشریف لاتے اپنی زیارت سے سرفراز فرماتے تھے ۔ ۔ ۔ آخری مرتبہ حضرت ممدوح بیمار ہو کر سنہ ۱۹۴۹ء کے وسط میں تشریف لائے اور طبیعت ناساز ہوگئی تھی لیکن بظاہر کوئی خطرہ کی بات نہ تھی۔ پھر جھنگ سے کراچی تشریف لے گئے۔ ماہ اگست کا ذکر ہے اور وہاں سے پھر جھنگ واپس چلے آئے۔ وہاں سے پہلے معمولی خبریں آتی رہیں۔ آخر مرض اور بگڑتا گیا۔ ۲۳ دسمبر کو اچانک خبر ملی کہ حضرت قبلہ انتقال فرما گئے ہیں

انا للہ وانا الیہ راجعون

۲۴ دسمبر کو میں فاتحہ کے لئے مگھیانہ پہنچا

جلوہ گاہ یار را بے یار دیدن مشکل ہے

جو مجھ پہ گذری اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس تھوڑے سے وقت میں ہر ایک اپنے اپنے سلوک کی کیفیت سناتا رہا جس کو سن کر میرے دل سے نکلا ؎

گوہر پاک تو از مدحت ما مستغنی است
فکر مشاطہ چہ با حسن خداداد کند

ایک صاحب نے اپنی سرگذشت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

لکھ مرے لکھ پال نہ مرے

یعنی اگر لاکھ انسان مر جاویں تو اتنا دکھ نہ ہو جتنا اس ایک کے مرنے سے ہوگا جو لاکھوں کا پالنے والا تھا۔ اور یہ بالکل سچ ہے حضرت قبلہ ایسے ہی لکھ پال تھے۔ اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں بلند سے بلند مقام عطا فرمائے اور ان کے درجات روحانی ہمیشہ بلند تر کرتا رہے۔ میرے نزدیک وہ اگرچہ ہم سے الگ ہیں مگر محسوس رنگ میں اب بھی زندہ جاوید ہیں

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے پسماندگان اور وابستگان دامن کو ان کے نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حیات روحانی

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ

اس معرفت تامہ کے درجہ پر پہنچکر اسلام صرف لفظی اسلام نہیں رہتا۔ بلکہ وہ تمام حقیقت اس کی جو ہم بیان کر چکے ہیں حاصل ہو جاتی ہے اور انسانی روح نہایت انکسار سے حضرت احدیت میں اپنا سر رکھ دیتی ہے تب دونوں طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا سو تیرا ہے یعنی بندے کی روح بھی بولتی ہے اور اقرار کرتی ہے کہ یا الٰہی جو میرا ہے سو تیرا ہے اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین و آسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً الجزو ۲۴ سورۃ الزمر یعنی کہہ اے میرے غلامو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے کہ تم رحمت الٰہی سے نا امید مت ہو خدا تعالیٰ سارے گناہ بخش دیگا۔ اب اس آیت میں بجائے قل یا عباد اللہ کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے خدا تعالیٰ کے بندو …… قل یا عبادی یعنی کہہ کہ اے میرے غلامو اس طرز کے اختیار کرنے میں بھید یہی ہے کہ یہ آیت اس لئے نازل ہوئی ہے کہ تا خدا تعالیٰ بے انتہا رحمتوں کی بشارت دیوے اور جو لوگ کثرت گناہوں سے دل شکستہ ہیں ان کو تسکین بخشے سو اللہ جل شانہ نے اس آیت میں چاہا کہ اپنی رحمتوں کا ایک نمونہ پیش کرے اور بندہ کو دکھلاوے کہ میں کہاں تک اپنے وفادار بندوں کو انعامات خاصہ سے مشرف کرتا ہوں سو اس نے قل یا عبادی کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ برگزیدہ بندہ کہ کمال طاعت سے کس درجہ تک پہنچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اس کا ہے جو شخص نجات چاہتا ہے وہ اس کا غلام ہو جاوے یعنی ایسا اس کی طاعت میں محو ہو جاوے کہ گویا اس کا غلام ہے۔ تب وہ گو کیسا ہی پہلے گنہگار تھا بخشا جائے گا۔ جاننا چاہیئے کہ عبد کا لفظ لغت عرب میں غلام کے معنوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک اور اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنی نجات چاہتا ہے وہ اس نبی سے غلامی کی نسبت پیدا کرے یعنی اس کے حکم سے باہر نہ جائے اور اس کے دامن طاعت سے اپنے تئیں وابستہ جانے جیسا کہ غلام جانتا ہے تب وہ نجات پائے گا۔ اس مقام میں ان کور باطن نام کے موحدوں پر افسوس آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک بغض رکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ نام کہ غلام نبی غلام رسول غلام مصطفےٰ غلام احمد غلام محمد شرک میں داخل ہے اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدار نجات یہی نام ہیں۔ اور چونکہ عبد کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ ہر ایک آزادگی اور خود روی سے باہر آ جائے اور پورا متبع اپنے مولیٰ کا ہو۔ اس لئے حق کے طالبوں کو یہ رغبت دی گئی کہ اگر نجات چاہتے ہیں تو یہ مفہوم اپنے اندر پیدا کریں اور درحقیقت یہ آیت اور یہ دوسری آیت قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم از روئے مفہوم کے ایک ہی ہیں کیونکہ کمال اتباع اس محویت اور اطاعت تامہ کو مستلزم ہے جو عبد کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ یہی سر ہے کہ جیسے پہلی آیت میں مغفرت کا وعدہ بلکہ محبوب الٰہی بننے کی خوشخبری ہے گویا یہ آیت کہ قل یا عبادی دوسرے لفظوں میں اس طرح پر ہے کہ قل یا متبعی یعنی اے میری پیروی کرنے والو جو بکثرت گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہو رحمت الٰہی سے نومید مت ہو کہ اللہ جلشانہ بہ برکت میری پیروی کے تمام گناہ بخش دے گا۔ اور عباد سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مراد لئے جائیں تو معنے متوجب ہو جاتے ہیں …… کیونکہ یہ ہرگز درست نہیں کہ خدا تعالیٰ بغیر تحقق شرط ایمان اور بغیر تحقق شرط پیروی تمام مشرکوں اور کافروں کو یوں ہی بخش دیتا ہے ایسے معنی تو نصوص بینہ قرآن سے صریح مخالف ہیں۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ماحصل اس آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ دل و جان سے تیرے یا رسول اللہ غلام بن جائیں گے ان کو وہ نور ایمان اور محبت اور عشق بخشا جائیگا کہ جو ان کو غیر اللہ سے رہائی دے دیگا اور وہ گناہوں سے نجات پا جائیں گے، اور اسی دنیا میں ایک پاک زندگی ان کو عطا کی جائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے وہ نکالے جائیں گے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے انا الحاشر الذی یحشر الناس علیٰ قدمی یعنی میں وہ مردوں کو اٹھانے والا ہوں۔ جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں واضح ہو کہ قرآن کریم اس محاورہ سے بھرا پڑا ہے کہ دنیا مر چکی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنے اس نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجکر نئے سرے دنیا کو زندہ کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا یعنی اس بات کو سن رکھو کہ زمین کو اس کے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے پھر اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتا ہے وایدھم بروح منہ یعنی ان کو روح القدس کے ساتھ مدد دی اور روح القدس کی مدد یہ ہے کہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور روحانی موت سے نجات بخشتا ہے اور پاکیزہ قوتیں اور پاکیزہ حواس اور پاک علم عطا فرماتا ہے اور علوم یقینیہ اور براہین قطعیہ سے خدا تعالیٰ کے مقام قرب تک پہنچا دیتا کیونکہ اس کے مقرب وہی ہیں جو یقینی طور پر جانتے ہیں کہ وہ ہے اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اس کی قدرتیں اور اس کی رحمتیں اور اس کی عقوبتیں اور اس کی عدالتیں سب سچ ہیں اور وہ جمیع فیوض کا مبداء اور تمام نظام عالم کا سرچشمہ اور تمام سلسلہ علل و معلولات اور متاثرات کا علۃ العلل ہے۔ مگر متصرف بالارادہ جس کے ہاتھ میں کل ملکوت السموات والارض ہے اور یہ علوم مدار نجات ہیں۔ یقینی اور قطعی طور پر بجز اس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے جو بتوسط روح القدس انسان کو ملتی ہے اور قرآن کریم کا بڑے زور شور سے یہ دعویٰ ہے کہ وہ حیات روحانی صرف متابعت اس رسول کریم سے ملتی ہے اور تمام وہ لوگ جو اس نبی کریم کی متابعت سے سرکش ہیں وہ مردے ہیں جن میں اس حیات کی روح نہیں ہے اور حیات روحانی سے مراد انسان کے وہ علمی اور عملی قوٰے ہیں جو روح القدس کی تائید سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ جن احکام پر اللہ جلشانہ انسان کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ چھ سو ہیں ایسا ہی اس کے مقابل پر جبرائیل علیہ السلام کے بھی چھ سو ہی پر ہیں اور بیضہ بشریت جب تک چھ سو حکم کو سر پر رکھ کر جبرائیل کے پروں کے نیچے نہ آوے اس میں فنافی اللہ ہونے کا بچہ پیدا نہیں ہوتا اور انسانی حقیقت اپنے اندر چھ سو بیضہ کی استعداد رکھتی ہے پس جس شخص کا چھ سو بیضہ استعداد جبرائیل کے چھ سو پر کے نیچے آ گیا۔ وہ انسان کامل اور یہ تولد اس کا تولد کامل اور یہ حیات حیات کامل ہے اور غور کی نظر سے معلوم ہوتا ہے، کہ بیضہ بشریت کے روحانی بچے جو روح القدس کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے پیدا ہوئے وہ اپنی کمیت اور کیفیت اور صورت اور نوع اور حالت میں تمام انبیاء کے بچوں سے اتم اور اکمل ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہ فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور درحقیقت جس قدر قرآنی تعلیم کے کمالات خاصہ ہیں وہ اس امت مرحومہ کے استعدادی کمالات پر شاہد ہیں کیونکہ اللہ جلشانہ کی کتابیں ہمیشہ اسی قدر نازل ہوتی ہیں جس قدر اس امت میں جو تعمیل کتاب کی مکلف ہے استعداد ہوتی ہے۔ مثلاً انجیل کی نسبت تمام محققین کی یہ رائے ہے کہ اس کی تعلیم کامل نہیں ہے اور وہ ایک ہی پہلو پر چل جاتی ہے اور دوسرے پہلو کو بکلی چھوڑ رہی ہے لیکن دراصل یہ قصور ان استعدادوں کا ہے جن کے لئے انجیل نازل ہوئی تھی چونکہ خدا تعالیٰ نے انسانی استعدادوں کو تدریجاً ترقی دی ہے۔ اس لئے اوائل زمانوں میں اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے کہ جو غبی اور بلید اور کم عقل اور کم فہم اور کم دل اور کم ہمت اور کم یقین اور پست خیال اور دنیا کے لالچوں میں پھنسے ہوئے تھے اور دماغی اور دلی قوتیں ان کی نہایت کمزور تھیں مگر ان زمانوں کے بعد ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ زمانہ آیا جس میں رفتہ رفتہ استعدادیں ترقی کر گئیں گویا دنیا نے اپنے قوٰے میں ایک اور ہی صورت بدل لی پس ان کی کامل استعدادوں کے موافق کامل تعلیم نے نزول فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ❊ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ - چھ روپے

ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے

ممالکِ غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

(۳۸)

حضرت مسیح موعودؑ اور انکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہؒ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ ۵ اپریل ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۴

نماز روحانی اور جسمانی تربیت اور ظاہری تنظیم کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

حضرت نبی کریم صلعم نے صحابہؓ کو مسجد سے میدان جنگ میں منتقل کر دیا

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - والصّٰفّٰت صفّا ۝ فالزّٰجرٰت زجرا ۝ فالتّٰلیٰت ذکرا ۝ انّ الٰھکم لواحد ۝ (الصّٰفّٰت ۳۷ رکوع اوّل)

خدا کے ہاں تین محبوب جماعتیں

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں تین قسم کی جماعتوں کی قسم کھائی ہے (افراد کی قسم نہیں جماعتوں کی قسم کھائی ہے) وہ جماعتیں کونسی ہیں - اول الصّٰفّٰت صفّا قطار در قطار کھڑی ہونے والی جماعتیں دوسری الزّٰجرٰت زجرا برائیوں سے روکنے والی معاصی اور ظلم و فساد سے روکنے والی جماعتیں، تیسرے فرمایا التّٰلیٰت ذکرا قرآن کریم کو پڑھنے اور اس کی پیروی کرنے والی جماعتیں تلا کے معنی دونوں آتے ہیں پڑھنا اور پیروی کرنا - قسم چونکہ محبوب چیز کی ہی کھائی جاتی ہے - اس لئے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو یہ مذکرہ بالا تینوں جماعتیں بڑی محبوب اور پیاری ہیں۔

جسمانی پریڈ

آپ نے کبھی پریڈ (PARADE) میں صفیں باندھ کر کھڑے ہونے والی فوجوں کا نظارہ دیکھا ہے۔ واقعی اس کے دیکھنے سے دل پر ایک اثر ہوتا ہے۔ پریڈ کیا ہے تمام سپاہی ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا قدم اٹھتا ہے تو ایک ساتھ بازو ہلتے ہیں تو ایک وقت میں، غرضیکہ ان کی ہر حرکت میں ایک یگانگت اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔ کثیر تعداد کی باہمی یگانگت واقعی ایک دلفریب منظر ہے۔ ان پریڈوں کو دیکھنے کے لئے لوگ دُور دُور سے آتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان پریڈوں میں انسانی طاقت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور حقیقتاً انسانوں کی قوت اجتماع کے اندر ہی ظاہر ہوتی ہے۔

خصوصاً ایسے اجتماع میں جن کی حرکت اور سکون میں یکسانی اور ہمرنگی ہو گویا وہ اب الگ الگ انسان معلوم نہیں ہوتے بلکہ سارا مجمع ایک انسان معلوم ہوتا ہے تو اس صورت میں ان کی قوت بھی بڑھ جاتی ہے۔

نماز کیلئے صفیں باندھنا

اب جبکہ فطرت انسانی ایسے اجتماعوں کو دیکھکر جن میں جسمانی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اور جن میں باہمی یگانگت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ خوش ہوتی اور محظوظ ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کی طرف اشارہ کر کے اپنے بندوں کو ایک اور امر کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک اور صفیں باندھنے والی جماعتیں ہیں ان کی غرض اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں بلکہ بظاہر اپنے عجز کو ظاہر کرنا ہے یعنی کونسی جماعتیں ہیں؟ نماز با جماعت کے نظام کو دیکھ کر کسی کے دل میں بھی صفیں باندھکر کھڑے ہونے کی حقیقت مشتبہ نہیں رہ سکتی لیکن قرآن کریم کا یہ ایک کمال ہے کہ وہ اپنے بیان کی وضاحت بھی خود کر دیتا ہے کسی غیر کی وضاحت کا قطعاً محتاج نہیں ہوتا۔ چنانچہ صفیں باندھنے کی حقیقت کو اسی سورت کے آخر میں حکایتاً عن المسلمین فرماتا ہے وانا لنحن الصافون ۝ وانا لنحن المسبحون۔ ہم مسلمان صفیں باندھکر کھڑے ہونے والے اور خدا کی تسبیح و پاکیزگی کو بیان کرنے والے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ الصّٰفّٰت میں صفیں باندھنے والی جماعتوں سے مراد خدا تعالےٰ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والی جماعتیں ہیں۔

خدا کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں

خدا تعالے کو یہ جماعتیں کیوں محبوب ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ہمارے تسبیح کرنے سے خدا کی شان کچھ بڑھ جاتی ہے۔ وہ تو غنی عن العالمین ہے۔ ساری دنیا بھی اگر اس کے حضور سجدہ میں گر جائے یا تمام لوگ اس سے سرکش ہو جائیں۔ تو ان [illegible] حالات میں اس کی شان میں ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہ ہوگی۔ خدا تعالے کی اتنی وسیع مخلوق میں بھلا انسان کی حیثیت ہی کیا ہے، زمین اور اس کی مخلوقات تو کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ نظام شمسی معہ اپنے عظیم الشان سیاروں اور ان سب کے مرکز آفتاب کے خدا تعالیٰ کی وسیع کائنات میں ایک ذرہ کا حکم رکھتا ہے۔

روحانی قوت کا مظاہرہ

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ جس طرح صفوں کے باندھ کر کھڑے ہونے میں جسمانی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی طرح انسان جب خدا کے حضور صفیں باندھ کر نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ [illegible] تو اس میں فی الحقیقت روحانی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اسی لئے اس کے معاً بعد فرمایا فالزّٰجرٰت زجراً یعنی خدا کے حضور رجوع کے ساتھ صفیں باندھ کر کھڑے ہونے والوں میں صرف اپنے اندر ہی معاصی سے بچنے کی قوت پیدا ہوتی ہے بلکہ دوسرے انسانوں کو بھی معاصی ظلم و تشدد اور فسق و فجور سے بچانے کا ایک ذریعہ بن جاتے ہیں۔

نماز کی باکمال طرز

ہمارے نبی کریم صلعم نے نماز کی جو یہ طرز قائم کی ہے۔ قرآن کریم میں ان سب حرکات کی طرف اشارہ موجود ہے لیکن ایسا نہیں کہ ان سب کا ذکر ایک ہی جگہ کر دیا ہو۔ بلکہ اس کا ذکر الگ الگ کیا ہے اور سارے قرآن کریم میں اسے پھیلا دیا ہے یہ وہ طرز ہے جو پہلے حضرت نبی کریم صلعم کے قلب مبارک پر وارد ہوئی اور اس کے بعد امت میں قائم ہوئی۔ عام خیال میں تو خدا کی تسبیح اور تمجید کے لئے شاید علیحدگی اور سکون کی حالت اچھی ہو اور اس حالت میں خدا کا تصور ذہن میں جمانے سے قلب پر خدا کے جلال کا ایک شدید اثر ہوتا ہو۔ لیکن وہ شخص جو دین الٰہی کو کامل کرنے کے لئے آیا تھا اس نے عبادت کو بجا لانے کی طرز کو بھی اس رنگ میں بیان کیا کہ اسے اپنے کمال تک پہنچا دیا۔ سکون اور حرکت کو عبادت میں جمع کر دیا ہے۔ عبادت کی عبادت بھی ہے خدا تعالیٰ کی عظمت کا تصور بھی ہے اور اس کے ساتھ ایک جسمانی قواعد کا رنگ [illegible] بھی موجود ہے۔

نماز میں ظاہری پریڈ کا ایک رنگ

فوجیوں کو اکثر آپ نے قواعد کرتے دیکھا ہوگا۔ ایک لائن میں اور ایک پوزیشن میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ کسی کا پاؤں آگے بڑھا ہوا ہو اور دوسرے کا پیچھے ہٹا ہوا۔ ایک کے بازو کی حالت دوسرے سے مختلف ہو بلکہ سب میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ نماز کے اندر بھی اس ڈرل کے نظام کا ایک رنگ پایا جاتا ہے ادھر اقامت ہوئی سب کے سب جو اس سے پہلے ادھر ادھر بکھر کر بیٹھے تھے۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر امام کے اللّٰہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ اٹھانے پر سب کے سب ہاتھ اٹھا کر سینہ پر باندھ لیتے ہیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر امام جھکتا ہے کبھی سجدہ کرتا ہے تو اس ایک کی آواز پر جماعت کی جماعت جھک جاتی ہے اور سجدہ میں گر جاتی ہے۔ جس طرح فوج اپنے کمانڈر کے حکم کی اطاعت کرتی اور اس پر عمل پیرا ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز میں ایک امام کی آواز پر ساری کی ساری جماعت لبیک کہتی ہے۔

نماز میں ظاہری تنظیم کی اہمیت

اب غور فرمایئے کہ نماز کی ادائیگی میں کیا کمال پیدا کر دیا ہے۔ اور کس طرح ایک جماعت کی جماعت کو روحانیت کی تربیت دیتے ہوئے ایک جسمانی نظام کی ٹریننگ بھی دے دی ہے۔ اس میں تو کچھ شک نہیں ذکر تو خدا کا ہی کرنا ہے لیکن اس ظاہر تنظیم کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ صفوں کو سیدھا کرو ورنہ خدا تعالے تمہارے دلوں کو ٹیڑھا کر دے گا۔ آپؐ صفوں کے بارے میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز شروع کرنے سے پیشتر حضور خود صفوں کو دیکھ لیتے تھے کہ سیدھی ہیں یا نہیں۔

مسلمانوں کی غفلت

آج ہم اس تنظیم کے بھی اتنے پابند نظر نہیں آتے جس قدر یہ تنظیم نبی کریم صلعم کے [illegible] میں پائی جاتی تھی کوئی پہلے ہاتھ اٹھاتا کوئی بعد میں کوئی پہلے رکوع میں چلا جاتا ہے اور کوئی پیچھے کوئی پہلے سجدہ میں گر جاتا ہے اور کوئی ابھی کھڑا ہی ہوتا ہے بعض لوگ رکوع میں جاتے ہیں تو ذرا سی پیٹھ جھکا کر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ رکوع کی صحیح حالت یہ ہے کہ پیٹھ اور سر بالکل ایک سیدھ میں ہونے چاہئیں۔ بعض تو اتنی سرعت سے رکوع کرتے ہیں کہ بس یونہی اشارہ کیا اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جھکنے ہی [illegible]۔ خدا تعالے نے اس کے منہ پر دھپڑ رسید کیا ہے جو تھوڑی دیر بھی ٹھہر نہیں سکا۔

نماز کو سکون سے ادا کرو

نماز کی ہر حالت کو سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کرو۔ ورنہ یہ کوئی نماز نہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ حضور ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے ایک صاحب آئے اور کونے میں نماز پڑھنی شروع کی۔ جب نماز سے فارغ ہو کر چلنے لگا تو آپؐ نے اسے بلا کر فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے پھر نماز پڑھی اور اس طرح تین بار آپؐ نے یہی فقرہ دوہرایا۔ اس کے بعد آپؐ نے اسے نماز پڑھنے کا طریق بتایا کہ کس طرح ہر حرکت میں ایک سکون اور وقار کی ضرورت [illegible] ایک حالت سے دوسری حالت میں اطمینان سے جانے اور ہر حرکت کو پوری طرح بجا لانے کی ہدایت فرمائی۔

نماز میں مستعدی

سو بلاشبہ نماز کی اس ہیئت میں ایک جسمانی ورزش کا بھی رنگ رکھ دیا ہے۔ خدا کی یاد کا یہ طریق نہیں رکھا کہ چند منٹ آنکھیں بند کیں اور تصور جماتے بیٹھ گئے بلکہ اسے ایسا رنگ دیا ہے کہ جماعت کی جماعت کے اندر ایک مستعدی پیدا کر دی ہے سجدہ میں گرتے وقت اور سجدہ کی حالت میں بھی ایک چستی کو پیدا کرنا چاہا ہے سجدہ میں گرتے وقت چاہیئے کہ زمین پہ پہلے ہمارے گھٹنے لگیں اور پھر ہاتھ اور بعد میں پیشانی۔ اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے بھی اسی ترتیب سے اٹھنا چاہیئے۔ کسی معذور کو تو اس میں رخصت ہے لیکن ایک صحت مند کے لئے یہ لازمی ہے۔ اور پھر حالت سجدہ میں حکم ہے کہ بازو زمین سے اٹھے ہوئے ہوں یہ نہیں کہ ہتھیلیوں سے کہنیوں تک کا حصہ زمین پر لگا ہوا ہو۔ یہ اس لئے کہ کہیں اس قدر سے [illegible] اسلام [illegible] کی [illegible] سے سست نہ ہو جائے۔

امام کی حرکت کے ساتھ فوراً حرکت کرنی چاہیئے

نماز میں ایک اور اہم بات ہے جس کی طرف مقتدی عموماً توجہ نہیں کرتے وہ ہے امام کی ہر حرکت کے ساتھ فوراً بلا وقفہ اس حرکت کو بجا لانا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ امام اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ہم ابھی نیت باندھنے میں ہی مصروف ہوں کہ اتنی رکعتیں ہیں یہ وقت ہے۔ امام بوڑھا ہے کہ جوان [illegible] یہ سب فضولیات ہیں۔ نیت کرنے کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے جبکہ ایک شخص نماز ہی کی غرض سے گھر سے نکل مسجد میں آتا ہے۔ امام کی ہر حرکت کے ساتھ وہی حرکت کرنا یہ نہایت ضروری ہے۔ اگر امام ہاتھ اٹھاتا ہے تو سب کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھنے چاہئیں اس کے بعد اگر امام ہاتھ باندھتا ہے تو وہ بھی ایک ہی ساتھ باندھے جائیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جب جی میں آیا کوئی حرکت کر لی۔ اگر امام رکوع کرتا ہے تو یہ نہیں کہ کچھ تو فوراً اس کے ساتھ ہی جھک گئے اور بعض اپنے ذوق میں الحمد کو ہی کھڑے پڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح پر جب امام سجدہ میں گرے تو ایک یکرنگی ہونی چاہیئے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گر جاتے تو ہم سب کے سب ایک وقت سجدہ میں گر جاتے تھے۔ اور سجدہ سے سر اٹھانے کے لئے امام اللّٰہ اکبر کہے تو پھر بھی ایک ہی رنگ نظر آنا چاہیئے یہ نہیں کہ سبحان ربی الاعلیٰ سے ابھی دل نہیں بھرا تو اسی حالت میں پڑے ہیں۔ غرضیکہ ہر رنگ میں امام کی متابعت کرنا بڑا ضروری ہے۔ نماز خدا کے ذکر کے ساتھ مسلمانوں کو ایک نظام کے ماتحت کام کرنا بھی سکھلاتی ہے۔

نماز تنظیم سکھلانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے

صحابہ کی زندگیوں کو دیکھ لو کہ کس طرح جب جنگوں کی ضرورت پیش آئی تو نماز کی تربیت نے انہیں اس میدان میں بھی کامیاب و کامران کر دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت کی اصل غرض زمین [illegible] خدا کی اصلاح کی [illegible] اور [illegible] گندوں سے پاک [illegible] فساد اور فسق و فجور [illegible] ان کی زندگی [illegible] لیکن [illegible]

(باقی [illegible])

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱۴

احمدیت کا ایک کوتاہ بین مبصر

(۴)

نامہ نگار "کوثر" کو جس "بلند نظری" کا دعویٰ ہے اس کا اگر تجزیہ کیا جائے، اور جماعت اسلامی کی تحریرات اور اعمال و کردار کی روشنی میں اس پر غور کیا جائے تو یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ جو نظام اسلامی کے داعی بن کر اپنی قدائیت اسلام کی دھاک دنیا میں بٹھانا چاہتے ہیں، ان کا طریق عمل دوسروں پر بہتان طرازی، افترا پردازی، طعن و تشنیع اور تیر و نشتر چلانے کے سوائے اور کچھ نہیں۔ "تیر و نشتر" تو کوثر کا ایک مستقل عنوان ہی ہے، جس کے نیچے ہر شریف آدمی کی پگڑی اتارنے کی کوشش کی جاتی اور پاکستان اور اس کے حکام پر ایسے سم آلود "تیر و نشتر" چلائے جاتے ہیں، جن کی اگر کافی روک تھام نہ کی جائے تو تمام ملک کی فضا مکدر اور زہر آلود ہو جانے کا اندیشہ ہے، یہ لوگ جو قیام پاکستان سے پہلے کانگریس کے ہمنوا ہو کر اکھنڈ ہندوستان کا نعرہ لگاتے رہے، آج خیر خواہان اسلام کا برقع اوڑھ کر مطالبہ نظام اسلامی کے نام سے حکومت پاکستان کے خلاف ایسا زہر آلود پراپیگنڈا کر رہے ہیں جو کسی شریف اور مخلص پاکستانی کو زیب نہیں دیتا، ان کے تقوے اور اخلاق اسلامی کا یہ حال ہے، کہ جس کسی بڑے آدمی کے منہ سے حمایت اسلام کا کلمہ نکلتا ہے اس پر پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں کہ تم کہاں کے حامئ اسلام ہو، تمہارا عمل تو اسلام کے خلاف ہے خواجہ ناظم الدین اگر باجماعت نماز کا اہتمام کریں اور کارپردازان پاکستان کو نماز کی تلقین کریں تو یہ ان کے نزدیک محض دکھاوا ہے مسٹر لیاقت علی اگر "قرارداد مقاصد" پیش کرتے ہوئے پاکستان میں اسلامی آئین و دستور کے نفاذ کا ارادہ ظاہر کریں تو یہ مولانا مودودی کے مطالبہ اسلامی کی شدت سے تنگ آ جانے کی وجہ سے ہے، اور اس کی غرض صرف مسلمانوں کو بہلاوا دینا ہے، ورنہ فی الحقیقت اسلام سے انہیں غرض نہیں، اسی طرح اگر پاکستان کا کوئی وزیر کوئی بڑا آدمی، اپنی تقریر و تحریر میں اسلام کی عظمت اور اسلامی اصولوں کی سربلندی کا ذکر کرتا ہے، تو "کوثر" کے نزدیک یہ محض باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں بھلا جو لوگ "نظام کفر" سے وابستگی رکھتے ہیں اور مغرب کے زیر اثر ہیں انہیں اسلام سے کیا سروکار اس طریق سے یہ جماعت اور اس کے اخبار افراد پاکستان اور اس کے حکام کے خلاف مسلمانوں میں منافرت پیدا کر کے اس خدا داد مملکت کی تخریب اور تباہی کے درپے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ (غالباً آیندہ الیکشن میں سیاسی بازی جیتنے کے لئے) جماعت احمدیہ اور اس کے مقدس اکابر پر طعن و تعریض اور افترا پردازی اور ان کے تقوے و طہارت پر لے دے بھی اب ان کا مشغلہ بن چکا ہے ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اسلام کا نام لیکر، مطالبہ اسلامی کا ڈھونگ رچا کر نام لیوایان اسلام کو بدنام کرتا ان پر تہمتیں تراشنا کہاں کی دیانت اور تقوے ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جماعت احمدیہ کے تقوے کے متعلق نامہ نگار کوثر کو جماعت اسلامی کے "پاکیزہ" اخلاق کا مظاہرہ ان الفاظ میں کرنے کی جرأت ہوئی ہے:-

"کتنے بڑے ظلم کا یہ مظاہرہ ہے بالکل ایسے جیسے کوئی خادم انسانیت معصوم بچیوں کو [illegible] نہایت اعلیٰ تعلیم اور اونچے اخلاق سے آراستہ کریں اور نہایت پاکیزہ جذبات ان کے اندر ابھاریں اور جب وہ جوان ہو جائیں اور انکی تربیت کا کام ختم ہو جائے تو انہیں بازار معصیت کے حوالے کر دیں کہ لو بیباں اپنی صلاحیتوں سے دنیا کو فیض پہنچاؤ، معاف کیجئے اس قسم کا سڑا ایسا تقوے بہت بڑی مقدار میں جابجا تیار ہو رہا ہے اور اگر اس کے طفیل کسی شخص کی نبوت ثابت ہوتی ہے اسی ہندوستان میں لاکھوں نبی آج موجود ہیں"

ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ یہ سطور نامہ نگار کوثر نے کسی چکلہ میں بیٹھکر لکھی ہیں، ورنہ ایک شائستہ انسان جس کی اخلاقی صلاحیتیں "بازار معصیت" سے متاثر نہ ہوں، اس قسم کی سطور لکھ نہیں سکتا، بالخصوص اس جماعت کے متعلق معتقدات سے خواہ کتنا بھی اختلاف ہو، اس کے اخلاق و اعمال اور تقوے کے متعلق، اس کی خدمات دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے بارہ میں کوئی صاحب نظر اور منصف مزاج انسان بہترین رائے دیئے بغیر نہیں رہ سکتا، حضرت مرزا صاحب نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ اس کی تائید میں ہم کچھ کہنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھئے، کہ آپ کے اخلاق و اعمال اور تقوے نے تجدید دین کا وہ عظیم الشان کام کیا ہے، اور خدام دین کی وہ بلند پایہ جماعت پیدا کی ہے جس کی للہیت اور مخلصانہ تبلیغی جدوجہد کی نظیر آج تمام اسلامی دنیا میں مفقود ہے، یہ اگر کسی سڑے ہوئے تقوے کا نتیجہ ہے تو اس خوشگوار تقوے سے ہزار درجہ بہتر ہے، جو بازار معصیت کے حوالہ نہ ہونے کے باوجود مسلمانوں کی تضحیک اور پاکستان کی تخریب میں مصروف ہے، اے کاش ان لوگوں کو کچھ تقوے سے کام ہوتا، کچھ دیانت و امانت سے انہیں سروکار ہوتا تو اس قسم کے ناپاک الفاظ صفحہ قرطاس پر لاتے ہوئے کچھ شرم و حیا دامنگیر ہوتی کچھ خوف خدا انکی جنبش قلم کو روکتا اور اپنی اخلاقی بلند پروازیوں کا مظاہرہ کم از کم "بازار معصیت" کے حوالہ اور اذکار سے نہ کیا جاتا لیکن حقیقت یہی ہے کہ

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان زند

ہم اس بارہ میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتے نامہ نگار "کوثر" کے جواب میں ہمارے عزیز دوست غلام باری صاحب ایک بسیط مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں۔

انگلستان کی ایک چرچ سوسائٹی میں

حضرت امیر ایدہ اللہ کے صاحبزادہ حامد فاروق صاحب کا

اسلام اور پاکستان پر ایک لیکچر

حامد فاروق صاحب کچھ عرصہ سے انگلستان میں اکتساب علم کے سلسلہ میں مقیم ہیں اور خدا کے فضل سے تبلیغی کاموں میں بھی کافی حصہ لیتے ہیں۔ تمام اسلامی جماعتوں کو دیکھ جائیں کہیں بھی آپ کو تبلیغ اسلام کے لئے وہ جوش اور وہ جد و جہد نظر نہیں آئے گی جو جماعت احمدیہ کے ہر ایک فرد میں پائی جاتی ہے۔ امام زمان حضرت میرزا صاحب کی صداقت پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ نے اپنے ماننے والوں میں اسلام اور قرآن کے غالب آنے پر ایک زندہ ایمان پیدا کر دیا اور ان میں وہ روح پھونک دی کہ وہ اس پیغام الٰہی کو غیروں تک پہنچانا اپنا ایک فرض سمجھتے ہیں۔ اس اخبار میں احمدی نوجوانوں کی تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹیں اکثر شائع ہوتی رہتی ہیں۔ حال ہی میں ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کی طرف سے ایک تازہ اطلاع آئی ہے لکھتے ہیں:-

"آپ یہ سن کر یقیناً خوش ہوں گے کہ گذشتہ اتوار یعنی ۵ مارچ کو عزیزم حامد فاروق نے ایک چرچ سوسائٹی میں اسلام اور پاکستان پر ایک لیکچر دیا جسے سامعین نے بڑا پسند کیا"

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سعید نوجوانوں کو دین و دنیا میں کامیاب فرمائے۔ آمین

اخبار ۔۔۔۔ و ۔۔۔۔ افکار

مغربیت کے نتائج

مصر کی ایک نامہ نگار خاتون کا بیان ہے کہ وہاں کے ایک سینما میں ایک دن کھیل شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد تصویر دکھانی بند کر دی گئی اور منیجر نے اعلان کیا کہ کوئی شخص باہر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے کہ میری بیوی غیر مرد کے ساتھ اندر چلی گئی ہے اسکو باہر بھیج دیا جائے ورنہ گڑبڑ پیدا کروں گا۔ منیجر نے بتیاں گل کر دیں اور کہا کہ موصوفہ تاریکی میں باہر چلی جائے جس وقت دوبارہ روشنی ہوئی تو مجھے یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ صرف میں ہی اکیلی عورت وہاں رہ گئی تھی، اس کے بعد وہاں قانون بنا دیا گیا ہے کہ آئندہ کوئی عورت اپنے شوہر کے بغیر سینما نہیں دیکھ سکے گی اور خاوند کو بیوی کے ساتھ سینما میں داخل ہوتے وقت اپنی شادی کا سرٹیفکیٹ دکھانا پڑے گا۔

اس خبر سے تجدد پسندی کے جن افسوسناک نتائج کا انکشاف ہوتا ہے ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں یہ مغرب زدگی کے وہ بد اثرات ہیں جن پر انسانی اخلاق و شرافت جس قدر ماتم کرے کم ہے۔ اچھا ہے کہ وہاں کے سینما والوں نے آئندہ بغیر شوہر کے کسی عورت کا سینما میں آنا بند کر دیا اگرچہ ناپاک طبع لوگوں کے لئے شیطان اس شرط کو پورا کرنے کی راہیں پیدا کر سکتا ہے لیکن مصر کا کوئی شہر ہو یا پاکستان کا کوئی حصہ، سب جگہ مغرب زدگی اپنے بد اثرات کے ساتھ بڑھتی چلی جا رہی ہے اور سینما کے مخرب اخلاق مناظر اخلاق کی تباہی عفت و عصمت کی بربادی اور جرائم کی زیادتی کے جو سامان پیدا کر رہے ہیں ان سے تو اب مغرب بھی نالاں ہے، کاش پاکستان کے ارباب اقتدار ان بد نتائج سے بچنے اور ملک و قوم کو تباہی سے بچانے کی کوئی صورت ابھی سے پیدا کریں۔

ایک نیک مشورہ

معاصر "لائٹ" نے قرار داد مقاصد کے بعد دستور اسلامی کے اب تک مرتب نہ ہونے کی شکایت کا ذکر کرتے ہوئے جہاں حکومت پاکستان کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اس بارہ میں بالکل خاموشی اختیار کرنے کی بجائے دستور کی تدوین کی کوئی طرح ڈالے وہیں یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ کو شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کر کے ان کے علم و فضل سے فائدہ اُٹھائے۔ اس نے بالکل بجا طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ حضرت مولانا سے بڑھکر اس منصب کا اہل اس وقت تمام پاکستان بلکہ دنیا بھر میں کوئی نہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم اسلامی کا جو چشمہ عطا فرمایا ہے اور جس قسم کی روشن خیالی اور بصیرت آپ کو جناب الٰہی سے عطا ہوئی ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں مل سکے، آپ کے اسلامی لٹریچر نے اسلام کے متعلق یورپ اور امریکہ کی رائے عامہ کو جس درجہ متاثر کیا ہے اور جو انقلاب دنیا میں پیدا کیا ہے، وہ اس بات کی کھلی ضمانت ہے کہ آپ صحیح معنوں میں شیخ الاسلام کے منصب کے اہل ہیں یہ بھی سچ ہے کہ آپ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے مقتدا کے زیر اثر کلمہ گو کی تکفیر کو سب سے بڑا گناہ قرار دیا اور کھلے الفاظ میں اس بات پر زور دیا کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور اسلام میں کوئی ایسا فرقہ نہیں جس کو دوسرے فرقوں سے اصولی اختلاف ہو، اور اس بنا پر اسے کافر کہا جا سکے یہی وہ چیز ہے جو اتحاد اسلامی کی اصل بنیاد ہے، اور وہ شخص سب سے بڑھکر شیخ الاسلام بننے کے قابل ہے جو اس بنیاد کو قائم کرنے اور اس کی مضبوطی میں دن رات کوشاں ہے۔ لیکن ان تمام اعتراضات کے باوجود ہم یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ حضرت مولانا کو اپنی جلیل القدر خدمات اسلامی کی وجہ سے اس وقت جو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے اور تمام دنیا میں آپ کو جس عزت و عظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے وہ شیخ الاسلام بلکہ اس سے بھی بڑھکر کسی منصب سے آپ کی بے نیازی کا موجب ہے، اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ کسی ایسے منصب کو قبول بھی کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں، تاہم دستور اسلامی کی تدوین اور حکومت پاکستان کو صحیح اسلامی بنیادوں پر چلانے کے لئے آپ کی رہبری یقیناً بہت بڑے فوائد کا موجب ہو گی اور یہ پاکستان کی خوش قسمتی ہو گی کہ آپ کی خدمات سے فائدہ اُٹھایا جائے کیا حکومت کے ارباب اقتدار اس نیک مشورہ پر غور کرنے اور اس کو عمل میں لانے کے لئے تیار ہوں گے؟

بہترین مسرت کی گھڑی

دکن ٹائمز مدراس (۱۹ فروری) میں ہز ہائی نس سر آغا خاں کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے ذیل کے فقرات خاص توجہ کے قابل ہیں:۔

"لوگ سمجھتے ہیں کہ میں دولت میں لت پت مغرب زدگی میں ڈوبا ہوا ایک عیش پرست انسان ہوں، گھوڑوں میں بازی لگانا، نفیس ہوٹلوں میں جی بھر کر زبان کے مزے لوٹنا، تھیٹروں کے نظارے سے آنکھیں سینکنا، بس یہی میرے مشغلے ہیں؛ اور میری بہترین مسرت کی گھڑی وہ ہوتی ہے جب میں گھوڑ دوڑ میں لکھو کھہا کی بازی جیتتا ہوں، کچھ لوگ شاید یہی سمجھتے ہیں کہ میں سیاسی آدمی ہوں اور میرے ذوق کی اصلی چیز ملکی سیاست ہے وہ سب کے سب غلط فہمی میں مبتلا ہیں، میری بہترین مسرت کی گھڑی ہر ہفتہ پابندی سے آتی رہتی ہے اور وہ دن جمعہ کا ہوتا ہے اور وقت بعد زوال کا ہر چھوٹے سے چھوٹے مسلمان کی طرح میں بھی اسی دن اور اسی وقت اپنے خالق کے آگے سر جھکاتا اور اسکو یاد کرتا ہوں، اور وہ ایک گھنٹہ کا وقت میرا بہترین وقت ہوتا ہے، یہ قطب نما اور گھڑی جو میں ہر وقت ساتھ رکھتا ہوں یہ نماز کا وقت بھی بتلاتے ہیں اور سمت قبلہ بھی، میرا قبلہ شہر مکہ ہے، جو میرے جد اعلیٰ اور رسول اسلام حضرت محمدؐ کا مولد تھا میں انہی رسول کی نسل سے ہوں اور دو کروڑ مسلمان مجھے اپنا مقتدا مانتے ہیں لیکن میں عبادت خدا ہی کی کرتا ہوں، ہر جمعہ کو وقت معمول پر پیرس یا دو ننگ کی مسجد میں تو کبھی ہی کبھی پہنچ پاتا ہوں، باقی جہاں کہیں بھی ہوتا ہوں، وہ ہوٹل ہو، ریل ہو، پارک ہو، بہرحال میں نماز پڑھ لیتا ہوں، جبکہ اس وقت میرے ساتھ دنیا کے بیس کروڑ مسلمان بھی مشغول عبادت ہوتے ہیں قبلہ رُخ اور اسی خدا کے روبرو جس کو ہم نے رسول اکرم محمدؐ کے واسطہ سے پہچانا ہے"

یہ اسلام کا اعجاز اور ذکر الٰہی کا کمال ہے کہ ایک ایسا شخص جس کو دنیا کی تمام نعمائیں حاصل ہیں اور ہفتہ کے چھ دن گیارہ گھنٹے وہ ہر قسم کے عیش و عشرت میں اپنا وقت صرف کرتا ہے اُسے اگر بہترین مسرت کی گھڑی میسر آتی ہے تو اس ایک گھنٹہ میں جو جمعہ کے دن ذکر الٰہی میں وہ گذارتا ہے، یہ کھلی تصدیق ہے اس فرمان الٰہی کی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ذکر الٰہی سے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

سر آغا خاں کے لئے یہ بہترین مسرت کی گھڑی اور بھی زیادہ مسرت کا موجب ہو جائے اگر وہ مسجدوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر ذکر الٰہی میں مشغول ہوں اور اگر وہ چاہیں تو ہفتہ میں دن ہی نہیں روزانہ پانچ وقت انہیں یہ بہترین مسرت کی گھڑی میسر آ سکتی ہے کہ ان کے جد اعلیٰ صلعم کا یہی معمول تھا، بہرحال آغا خاں کا یہ بیان ان مسلمانوں کے لئے قابل غور ہے جو جمعہ کو بھی فضول کاموں میں صرف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے آگے سر جھکانے کی توفیق نہیں پاتے۔

ہو جائیں مسلمان بھی ایک

کتنے دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ ایسے وقت میں جب اتحاد اسلامی کی سب سے بڑھکر ضرورت ہے، اور نہ صرف پاکستان کے استحکام کے لئے بلکہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک ایک فرزند اسلام کو باہم مل کر اخوت و اتحاد کو بڑھانے اور تمام مذہبی و فروعی اختلافات کو نظر انداز کرنے کی شدید احتیاج ہے مسلمانوں میں پھر وہی فرقہ وار جھگڑے شروع ہو گئے ہیں جو باہمی انتشار اور تشتت کا موجب ہیں اگر یہ جھگڑے صرف مختلف فیہ مسائل پر باہمی تبادلہ خیالات تک محدود ہوتے تو چنداں حرج نہ تھا، لیکن یہ جھگڑے باہمی منافقت کو بڑھانے اور ایک دوسرے پر فتوے بازی کا موجب ہو رہے ہیں معاصر نوائے وقت نے اس بارہ میں بعض مقامات کی افسوسناک اطلاعات کا ذکر کرتے ہوئے جن میں شیعوں اور سنیوں اور اہل حدیث کے مناقشات کی خبر دی گئی ہے، نہایت دردناک پیرایہ میں نصیحت کی ہے کہ اس وقت اس قسم کے مناقشات پیدا کرنا پاکستان کو کمزور اور دشمنان ملک کی امداد کا موجب ہو گا، جس طرح پاکستان کے قیام کے وقت مسلمانوں کے باہمی اتحاد کی ضرورت تھی اور اسی اتحاد ہی کی برکت سے اس کا وجود عمل میں آیا اسی طرح آج اس کے

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۔۔)

فتویٰ کفر کیوں؟

(محمد یحییٰ بٹ)

یہ عجیب بات ہے کہ باطل کے مقابلہ پر حق کو پیش کرنے والے ہمیشہ ہی حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھے گئے۔ حالانکہ جس قدر احسان ان کا بنی نوع انسان پر ہوتا ہے شاید ہی کسی اور کا ہوتا ہو۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان محسنوں کو دنیا سر آنکھوں پر بٹھاتی۔ لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑھکر یہی لوگ مظالم کا شکار ہوتے رہے۔ انہیں ذلیل و خوار کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ انہیں مارا گیا پیٹا گیا۔ فتنہ پرداز قرار دیکر انہیں قتل کرنے کے منصوبے کئے گئے۔ انہیں دیس نکالا دیا گیا۔ ان کی آواز پر لبیک کہنے والی سعید روحوں کو بڑی بڑی وعیدیں سنائی گئیں۔ غرضیکہ ہر رنگ میں ان مصلحین اور ان کی جماعت پر جبر و تشدد کیا گیا لیکن روشنی کے مقابلہ پر گھپ اندھیرے اور آب زلال کے مقابلہ پر زہر ہلاہل کو ایک عقلمند اور ذی ہوش انسان کس طرح استعمال کرنے کو تیار ہو سکتا ہے۔ انہوں نے ان مصائب کو بڑے استقلال سے برداشت کیا اور صداقت سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو گوارا نہ کیا۔

آج بھی امام زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور آپ کی تحریک کے خلاف ایک طوفان بےتمیزی برپا کیا جا رہا ہے ہر کس ناکس . . . . . . اس کے خلاف کچھ نہ کچھ لکھنا کار ثواب سمجھتا ہے اور عوام کی نظروں میں اس بلند پایہ شخصیت کو جس کے پہلو میں حضرت نبی کریم صلعم اور اسلام کی مدافعت کے لئے ایک درد بھرا دل تھا اسے دشمن اسلام ثابت کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ حضرت میرزا صاحب نے اسلام کے خلاف دشمنوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو نہ صرف روکا بلکہ دین فطرت کو جسے ایک زمانہ میں مردہ خیال کیا جا رہا تھا اسے از سر نو زندگی بخشی . . . . . . اور اسلام کی صداقت کے وہ دلائل و براہین پیش کئے جس سے مخالفین نے محسوس کر لیا کہ اسے دنیا سے مٹانا ممکن نہیں۔ ماسوا اسکے ان تمام اعتراضات اور وساوس کو جن کے ذریعہ سے فرزندان توحید کو گمراہ کیا جا رہا تھا اور آل رسول کہلانے والوں کو دشمن رسول بنایا جا رہا تھا۔ حق کی تیز دھار تلوار سے انکا قلع قمع کر دیا۔ آپ نے تمام ادیان باطلہ کو چیلنج دیا کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر زندہ مذہب صرف اسلام ہی ہے اور آپ نے علیٰ وجہ البصیرت اس امر کی طرف دعوت دی کہ اگر الٰہی نور کو حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو حضرت نبی کریم صلعم کی ذات ستودہ صفات کی غلامی اختیار کرو۔

خادم دین کون

پچھلے دنوں جماعت اسلامی کے سہ روزہ اخبار کوثر میں کسی "ا۔ ن۔ ص" صاحب نے حضرت میرزا صاحب کے متعلق لکھا ہے:-

"آپ حضرات (قادیانی) تو میرزا صاحب کو نبی قرار دیکر نہ صرف یہ کہ اپنے تصور نبوت کی پستی کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ ستم یہ کہ خدا کے "انتخاب" کی توہین کرتے ہیں کہ وہ خدا جو ہمیشہ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور اسمٰعیلؑ اور محمد (صلعم) جیسے گل ہائے سر سبد کو نبوت کے منصب کے لئے پسند کرتا رہا ہے نعوذ باللہ انیسویں صدی عیسوی میں آ کر اس کا ذوق انتخاب اتنا گرا کہ اس نے بڑے بڑے خدام دین، علمائے کتاب و سنت نگہداران حدود اللہ، اہل کشف و کرامات وارثان اخلاق نبوی سب کو چھوڑ چھاڑ کر کے ایک مرزا غلام احمد قادیانی کو جا پسند کیا کیا اسے مرزا صاحب کے ہمعصروں میں اور کوئی بھی اونچے درجہ کا انسان نہ مل سکا اور کیا وہ اپنی نمایندگی کے مناسب کوئی انسان تیار نہ کر سکا۔"

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ان بڑے بڑے خدام دین علمائے کتاب و سنت نگہداران حدود اللہ اہل کشف و کرامات وارثان اخلاق نبوی کے ہوتے ہوئے ارتداد کا وسیع دروازہ کھل چکا تھا۔ اور مسلمان کثرت کے ساتھ . . . . . . دین فطرت کو چھوڑ حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور اس کا بیٹا ماننے چلے جا رہے تھے۔ ان خدام دین اہل کشف و کرامات میں سے کوئی بھی انہیں اس ارتداد سے نہ روک سکا۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ جب حضرت میرزا صاحب نے مامور ہونے کا دعوے کیا تو میدان جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا اور نہ صرف ارتداد ہی تھم گیا بلکہ غیروں میں سے بھی بعض سعید لوگ اسلام کے اس پرنور چہرہ کو دیکھکر جسے حضرت میرزا صاحب نے پیش کیا حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کیا یہ چھوٹی سی کامیابی ہے جو حضرت میرزا صاحب کے ہاتھ پر خدا تعالےٰ نے دکھائی۔ . . . .

. . . چاہیئے تو یہ تھا کہ اس مجاہد اعظم کو عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا مسلمان اسے محسن سمجھ کر اس کے احسان کو کبھی نہ بھولتے لیکن ہوا کیا۔ وہی جو ایک سچے اور صادق مصلح کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ تا الٰہی سنت جو قدیم سے چلی آ رہی ہے اس زمانہ میں بھی پوری ہو اور یہ مصیبتیں ان کے صدق پر ہی بھی ایک دلیل ٹھہرے۔ ہمارے مخالفین حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنے کے لئے انتہائی زور لگا رہے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے ہی حضرت مرزا صاحب کے دعوے پر مہر صداقت ثبت کر رہے ہیں۔ ایک طرف حضرت مرزا صاحب کے اس عظیم الشان کام کو اپنے سامنے رکھیئے اور دوسری طرف اس طبقہ مولویاں کے سلوک کو دیکھیئے۔ کیا اسلام کو ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھانا دشمن اسلام کا کام ہے۔ کیا حضرت نبی کریم صلعم کے کمالات روحانیہ کے اجرا کو ثابت کرنے کے لئے اپنے وجود کو ایک زندہ دلیل کے طور پر پیش کرنا شریعت اسلامیہ کے خلاف اور ایک کافر کا کام ہے۔ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تو بڑے زوردار الفاظ کے ساتھ اس امر کو پیش کرتا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام اور دوسری جگہ فرمایا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ غور فرمایئے کہ اعمال کی قبولیت پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ خدا تعالےٰ اس قبولیت کا خود اظہار فرمائے یہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہی وہ فرقان ہے جس کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں اسلام کے حق ہونے اور اس کے ماسوا ادیان کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہو سکتی ہے اگر ہمارے مخالفین کے زعم میں حضرت مرزا صاحب جنہوں نے لیظہرہ علی الدین کلہ کی پیشگوئی کو آج واقعات کے رنگ میں ثابت کر دکھایا ہے . . . . . . نعوذ باللہ کافر ہیں تو پھر طبقہ مولویاں کی طرح مخالفین کے اعتراضات سے ڈر کر حجروں میں جا کر پناہ لینا اور اپنے فرزندان توحید کو ارتداد کے عمیق گڑھے میں دھکیلنا۔ کیا یہی اسلام ہے؟ اگر خدمت دین اور اخلاق نبوی کی وراثت یہی ہے تو ہو چکے اس کے اور کیا کہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

خدا بچائے اس طبقہ مولویان سے جن کے ہاتھوں نہ صرف آج حضرت مرزا صاحب نے ہی بلکہ تمام اولیاء اللہ اور مصلحین نے طرح طرح کے دکھ اور مصائب برداشت کئے اسی اصل کی طرف اللہ تعالیٰ توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے:-

یٰحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ یعنی بندوں پر کیا ہی افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہیں کیا۔ ناشکرے دنیا داروں کا یہ ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ وہ اپنے سچے محسن اور خیر خواہ کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء جن سے بڑھکر نسل انسانی کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں انہیں سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا:-

ما اوذی النبی کما اوذیت

" پہلے تمام انبیاء کو لوگوں نے بڑی بڑی تکالیف دیں لیکن مجھے ان سب سے بڑھکر اذیتیں پہنچائی گئی ہیں۔ اب جبکہ حضرت نبی کریم صلعم افضل الانبیاء اور دین کامل کے متحمل اس الٰہی سنت سے نہ بچ سکے تو پھر کیونکر یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ کا ایک سچا متبع اس نہج پر پورا نہ اتر سکے۔ اسلامی تاریخ پر غور کر کے دیکھ لیجئے۔ کوئی ایسا ولی اللہ نہیں گذرا جس کو غیر تو جانے دیجئے خود اس زمانہ کے مسلمانوں نے نہ ستایا ہو اور علمائے کرام نے اسے کافر اور زندیق قرار نہ دیا ہو۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کو دیکھئے کم بخت طبقہ مولویاں نے ان سے کیا سلوک کیا۔ انہیں جاہل بدعتی اور کافر اور زندیق قرار دیا گیا۔ انہیں قید خانہ میں ڈالا گیا اور ان سے اینٹیں گندانے کا کام لیا گیا۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی ذلت ہو سکتی ہے۔ آخر وہ قید ہی میں زہر دیکر شہید کئے گئے۔ ابو عبداللہ امام محمد بن ادریس شافعیؒ کو نعوذ باللہ اضر من ابلیس کہا گیا۔ ان کا نام رافضی رکھا گیا یمن سے بغداد تک بے عزتی کے ساتھ قید کر کے لیجائے گئے

راستہ میں انہیں لوگ گالیاں دیتے جاتے تھے۔ ابو عبداللہ امام مالک بن انس رحؒ پر اس قدر ظلم کیا گیا کہ پچیس برس تک باجماعت نماز ادا کرنے اور جمعہ تک پڑھنے کے لئے باہر نہ نکل سکے۔ وہ بھی آخر قید کئے گئے اور ایسی بے رحمی کے ساتھ لوگوں نے ان کی مشکیں باندھیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا۔ اونٹ پر کھڑا کر کے انہیں شہر میں پھرایا گیا۔ اور ایک مسئلہ سے انکار کرنے کی وجہ سے ستر کوڑوں سے انہیں مارا گیا اور بعد میں وہ بھی قید کئے گئے حضرت امام احمد حنبل رحؒ ۲۵ سال قید رہے بھاری بھاری زنجیریں ان کے پاؤں میں ڈالی گئیں۔ ذلیل کرنے کے لئے مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ انہیں طمانچے مارتے اور منہ پر تھوکتے۔ ہر شام کو جیل خانہ سے نکال کر انہیں کوڑے مارے جاتے حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری اپنے وطن سے نکالے گئے اور سمرقند پہنچے وہاں کے لوگ بھی ان کے قیام پر راضی نہ ہوئے۔ آخر تہجد کی نماز میں دعا کی کہ خداوندا دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ تو اب مجھ کو اپنی طرف بلا لے دعا قبول ہوئی اور اسی ماہ انتقال فرمایا۔ قطب الاقطاب بایزید بسطامی رحؒ اپنے شہر سے سات مرتبہ نکالے گئے حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ پر وقت کے علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ شیخ اسلام محی الدین ابو محمد عبدالقادر کی بھی تکفیر کی گئی شیخ محی الدین ابن عربی جو آج شیخ اکبر کہلاتے ہیں۔ انہیں نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا۔ اور ان کے کفر کو یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی بڑھ کر قرار دیا گیا۔ اس ظالم طبقہ مولویاں نے اس پر بھی صبر نہ کیا بلکہ فتوے دیا کہ جو کوئی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور پھر جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی مصنف احیاء علوم الدین و کیمیائے سعادت کو کافر کہا گیا اور ان کی کتابوں کو جلا دینا اور ان پر لعنت کرنا کار ثواب سمجھا گیا۔

اب دیکھ لیں کہ اس طبقہ مولویاں کے ہاتھوں کوئی بھی حق پیش کرنے والا بچ نہ سکا ہر ایک کو عوام میں ذلیل و خوار کیا گیا ان پر کفر اور زندقہ کے فتاوے صادر کئے گئے لیکن کیا یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام بزرگ کافر اور بے ایمان تھے۔ کیا آج بھی امت محمدیہ ان بزرگوں کو اسی وقعت تحقیر کی نگاہ سے دیکھتی اور کافر سمجھتی ہے۔ نہیں بلکہ آج تمام امت ان کے کارناموں اور انکی خدمات دینی پر فخر کرتی ہے۔ لیکن غور فرمایئے آخر انہوں نے اپنے زمانہ کے علماء اور عوام کے ہاتھوں کیوں تکالیف اور ذلتیں اٹھائیں انہیں کافر اور زندیق کیوں قرار دیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا دین اسلام کے بارے میں یہ وعدہ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کہ ہم اس دین فطرت کی تا قیامت حفاظت کرتے رہیں گے اور اسے بگڑنے اور مٹنے نہیں دیں گے۔ . . . .

. . . . سو اس وعدہ الٰہی کے مطابق الٰہی سنت اسی طرح پر جاری ہے کہ جب کبھی بھی دین اسلام میں کوئی غلطی پڑ جاتی ہے اور وہ اپنے انتہائی نقطہ تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ اس غلطی کو دور کرنے کے لئے اپنی طرف سے کسی مصلح کو کھڑا کر دیتا ہے۔ بدقسمتی سے وہ غلطی چونکہ اسقدر لوگوں کے دل و دماغ پر اثر انداز ہو چکی ہوتی ہے کہ حقیقی دین ہی اسی کو سمجھ لیا جاتا ہے اس لئے جب کوئی مصلح خدا سے علم پا کر اس عقیدہ کو غلط اور غیر اسلامی قرار دیتا ہے اور اس کے مقابل پر صحیح اسلامی اور خدا کی منشاء کے مطابق جو عقیدہ ہوتا ہے اسے بیان کرتا ہے۔ تو علماء اور مشائخ جن کی نظر محض دنیا تک ہی محدود ہوتی ہے وہ اس کی مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لئے اس کی ہر مدلل بات کو بھی ماننے کے لئے بالکل تیار نہیں ہوتے۔ اور اس مصلح کو اپنے زعم باطل میں اپنے اسلامی عقیدے کے خلاف سمجھکر . . . . کافر اور زندیق قرار دے دیتے ہیں . . . .

. . . . . . لیکن حقیقت میں چونکہ خدا کے نزدیک صحیح اسلامی عقیدہ وہی ہوتا ہے جو کہ وہ مصلح پیش کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ آہستہ آہستہ پھیلتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ بعد میں آنے والی نسلیں اسے بالکل برحق سمجھ کر اس کی عزت و تکریم اور . . . .

ایک بزرگ ولی اللہ ماننے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مصلح اپنے زمانہ کے علماء مشائخ اور مولویوں کے ہاتھوں سے تو بری طرح ستایا گیا۔ اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ لیکن بعد میں آنے والی نسلوں نے ان علماء کی آواز کے خلاف انہیں سچا مسلمان اور خادم دین سمجھا۔

حضرت امام غزالیؒ کو ایک شخص نے لکھا کہ علماء آپ کے بارے میں یہ یہ باتیں کہتے ہیں، آپ نے جواباً لکھا۔

"حاسدوں کی باتوں پر خیال نہ کر اور جاہلوں کی لعن سے رنجیدہ مت ہو اے برادر ذلیل جان اس آدمی کو جس کا لوگ حسد نہ کریں اور حقیر سمجھ اس شخص کو جس کو لوگ کافر نہ سمجھیں"

آج ہمارے اس زمانہ میں بھی جبکہ مسلمانوں کے غلط عقائد کی وجہ سے عیسائیت اسلام کو کھائے جا رہی تھی اور شرک توحید پر غالب آرہا تھا اور لیظھرہ علی الدین کله کی پیشگوئی بظاہر غلط ثابت ہو رہی تھی تو اللہ تعالےٰ نے پھر اپنے حفاظت کے وعدہ کو یاد کیا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود بنا کر بھیجا اور دین اسلام کی حقیقی تصویر کو آپ پر منکشف کیا۔ آپ نے بڑے زور سے سچے . . . . . دنیا کے سامنے پیش کیا جس کی وجہ سے تمام کے تمام علماء اور گدی نشین الا ماشاء اللہ سیخ پا ہو گئے اور آپ کے خلاف ایک شور قیامت بپا کیا۔ آپ کو گالیاں دیں۔ آپ کے ملنے والوں کو پیٹا گیا۔ قتل کیا گیا۔ یہ سب کچھ ازل سے ہی مقدر تھا۔ اور اسی طرح ہو کر رہا۔ پہلے مصلحین پر بھی کفر کے فتوے لگائے گئے۔ لیکن مسیح موعود کے لئے تو خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی" اور ساتھ ہی حضرت نبی کریم صلعم . . . ن زمانہ کے طبقہ مولویاں کا بھی نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا ہے اشر من تحت ادیم السماء یعنی آسمان کے نیچے وہ بدترین مخلوق ہوں گے۔ تعجب ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم تو اس زمانہ کے مولویوں کو اور علماء کو شر من تحت ادیم السماء کہیں اور واقعات بھی اس کی شہادت دیں لیکن ایکن صاحب ہیں کہ ان کو بڑے بڑے خدام دین علمائے کتاب و سنت و نگہداران حدود اللہ اہل کشف اور کرامات اور وارثان نبوی قرار دیتے ہیں جس کی ان کے پاس کوئی علمی شہادت نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل ہو گی کہ دین فطرت کو جس احسن صورت اور مدلل پیرایہ میں آپ نے پیش کیا کوئی بھی اس کے مقابلہ پر نکل نہ سکا۔ اور وہ پیشگوئی جو لیظھرہ علی الدین کله میں کی گئی تھی آپ . . . . . کے ہاتھ پر پوری نہ ہوئی؟

ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر تو پہلے مصلحین کے مخالفین نے کفر کے فتوے لگا کر انہیں ناکام کر دیا تھا تو آج شاید وہ بھی حضرت امام زمان کی مخالفت میں . . کامیاب ہو جائیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ ان کا یہ خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا کیا آج وہ گذشتہ مصلحین پر کفر کے فتوے لگانے والوں کو نگہداران حدود اللہ سمجھتے ہیں یا دشمن اسلام۔ آج بھی یہ دونوں راہیں آپ کے سامنے ہیں ایک مصلح کا ساتھ دینا دوسرے مخالفین کی حمایت کرنا۔ گذشتہ واقعات سے عبرت پکڑیئے اور آئندہ آنے والی نسلوں میں اپنا اچھا ذکر چھوڑنے کی کوشش کیجئے۔

اقتباس مکاتیب از بغداد

مورخہ ۱۱ر ۲۹ر فروری اور ۲۰ر مارچ ۱۹۵۰ء

مولانا مرتضیٰ خان صاحب کے ایک خط اور پیغام صلح ۲ مئی سے یہ خبر پڑھ کر کہ مجاہد اعظم سیدنا امیر ایدہ اللہ کی طبیعت چند روز ناساز رہی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے مجدد زمان کے اس حقیقی جانشین کو طول عمر و صحت عطا فرمائے۔ اس پرآشوب اور نازک ترین دور میں ابھی اس مجاہد فی سبیل اللہ کی اشد ضرورت ہے رسالہ نماز کے دو حصوں کا عربی ترجمہ مکمل ہو گیا ہے اب باقی ایک حصہ کا ترجمہ ہو رہا ہے تکمیل پر کتابی صورت میں انشاء اللہ شائع کیا جاویگا۔

ووکنگ سے محترمی جناب غلام ربانی خانصاحب کا خط آیا کہ وہاں سے اشاعت اسلام کا خوب کام ہو رہا ہے۔ رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ یہ پیرانہ سال مجاہد بہترین کام سرانجام دے رہا ہے اللہ اس کی سعی کو شرف قبولیت بخشے۔ عزیزہ السیدہ حبیبہ شعبان یکن کا خط بیروت سے آیا ہے انہوں نے رسالہ ڈائی ورسس ان اسلام مؤلفہ حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا عربی ترجمہ بنام الطلاق فی الاسلام شائع کیا ہے جو پہنچنے پر ارسال خدمت کر دوں گا۔ حبیبہ شعبان یکن جمعیۃ الشابات مسلمات کی لائبریری کے لئے کتب کی درخواست کر رہی ہیں۔ مندرجہ ذیل پتہ پر چند ضخیم کتب و دیگر لٹریچر انہیں ارسال فرما دیں۔ پتہ:-

السیدہ حبیبہ شعبان یکن
نادی جمعیۃ الشابات المسلمات
شارع عبدالباسط الفاخوری
بیروت لبنان

وہ یہ بھی لکھتی ہیں کہ ایک لونگ تھاٹس آف دی پرافٹ محمد کا ترجمہ شروع کر دیں گی۔ تمام احباب سے السلام علیکم۔ میرے آقا سیدنا

تحریک احمدیت کی موجودہ مخالفت

جماعت احرار اور مخالف اخبارات کو مباحثہ کی دعوت

صادق علی صاحب پٹیالوی

آجکل تحریک احمدیت کی مخالفت پھر زوروں پر ہے۔ زمیندار اخبار تو اس تحریک کا دیرینہ دشمن ہے۔ اب اسی قماش کی اور بہت سی اخباروں نے احمدیت کی مخالفت کو اپنا دلچسپ مشغلہ بنا لیا ہے۔ جماعت احرار جگہ بجگہ جلسے منعقد کر کے احمدیت کے برخلاف ناپاک پراپیگنڈا کر رہی ہے۔ گویا ان کا دین و مذہب احمدیت کی دشمنی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور صرف انہی معاندین پر گویا موقوف ہے۔ اس وقت تو جس مولوی کو کہیں تقریر کا موقع ملتا ہے، وہ احمدیت پر حملہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ الغرض ایک ہوا ہے۔ جو احمدیت کے خلاف چل رہی ہے۔ لیکن ہم اس معاندانہ پراپیگنڈا سے نہ ڈرتے ہیں اور نہ گھبراتے ہیں۔ بلکہ جوں جوں مخالفت بڑھتی جاتی ہے ہمارا ایمان زیادہ مضبوط اور زیادہ قوی ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ دشمن ہمارے مقابلہ میں امانت و دیانت سے کام نہیں لے رہا۔ اور نہایت ناپاک اور اوچھے ہتھیاروں پر اتر آیا ہے۔ دشمن کی ان مذبوحی حرکات سے ہم سمجھتے ہیں کہ احمدیت اور اسلام کے غلبہ کا یہی وقت مقدر ہے۔

مخالفت غالب تحریک کی ہوتی ہے

دیکھ لیجئے دنیا میں بیسیوں مذاہب ہیں کوئی انہیں پوچھتا تک نہیں۔ نہ ان پر کوئی نکتہ چینی کرتا ہے۔ لیکن اسلام کی جس قدر مخالفت اس زمانہ میں ہوئی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ عیسائی مشنوں نے اپنی تمام تر کوشش اسلام کے استیصال پر صرف کر دی۔ اور دوسرے مذاہب کی طرف اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ کیوں۔ کیا اس لئے کہ دوسرے مذاہب میں انہیں کوئی خرابی یا نقص معلوم نہ ہوا اور اسلام میں انہیں کوئی خوبی دکھائی نہ دی۔ نہیں بلکہ اس لئے کہ انہیں صرف اسلام سے خطرہ تھا۔ اور انہیں صاف نظر آتا تھا۔ کہ مذہب اسلام میں وہ قوت اور طاقت ہے کہ بالآخر یہ تمام مذاہب پر غالب آ کر رہے گا۔ اسی طرح آج مسلمانوں کے تمام فرقے احمدیت کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے۔ کہ احمدیت کے عقاید میں وہ کشش اور حسن ہے۔ کہ یہ بالآخر تمام اسلامی فرقوں پر چھا جائے گی۔ اسی خطرہ کو محسوس کر کے ہر فرقہ کے نام نہاد علماء اپنا سارا زور احمدیت کی مخالفت اور بیخکنی پر لگا رہے ہیں لیکن ازل سے سنت الٰہی یہی مقرر ہے۔ کہ حق و صداقت کی مخالفت جب کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ تو فی الواقعہ وہی وقت صداقت کے غلبہ کا ہوتا ہے۔

احمدیت کی مخالفت کی بناء خود غرضیوں پر ہے

ایسی صاف اور سیدھی بات کو سمجھ لینے کے لئے کوئی بڑی عقل بکار نہیں۔ کہ احمدیت کی مخالفت جس طریق سے یا جن وجوہ کی بناء پر ہوتی ہے۔ لوگ اس سے بکلی بے خبر نہیں۔ جو لوگ یا ادارے اس کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ لوگ ان کے اخلاق اور امانت و دیانت سے بھی واقف ہیں۔ چونکہ جہالت اور علمی ذوق کے فقدان کی وجہ سے عامۃ الناس کے مذاق خراب ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ ان ناپاک اخباروں کو پڑھتے اور ان بدزبان مقرروں کی تقریروں کو سنتے ہیں۔ یہ اخبار نویس یہ خیال کرتے ہیں کہ یوں مخالفت احمدیت کی وجہ سے ان کی اخباریں خوب بکتی ہیں۔ اور جماعت احرار یہ سمجھ بیٹھی ہے کہ ان کی گرم گرم تقریروں سے پبلک میں ان کا اثر بڑھ رہا ہے۔ اور وہ اس طرح پنجاب میں ایک با اثر جماعت بن جائے گی۔ مگر یہ سب سودائے خام ہے۔ اور جلدی یا بدیر ان کو اپنی اس روش پر نادم ہونا پڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو ان کے ناپاک مقاصد میں خائب و خاسر کر دے گا۔ کیونکہ وہ اپنی خود غرضیوں کے لئے ایک قوم کے اخلاق کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

جماعت احمدیہ کا وسیع اثر

ہم احمدیت کی روز افزوں مخالفت کو اپنے لئے ایک مبارک علامت سمجھتے ہیں۔ اس کا یہ اثر تو ظاہر ہے۔ کہ ہمارے امام کا نام ہمارے اعدا کے ذریعہ ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ رہا ہے۔ اس سے لوگوں کی توجہ لازماً اس تحریک کی طرف ہوگی اور کبھی نہ کبھی انکی طبائع احقاق حق کی طرف مائل ہوں گی۔ جس سے سعید روحیں حق کو قبول کریں گی۔ زمیندار اور اسی قبیل کے ذلیل چیتھڑے اور احرار کا گروہ ہماری مخالفت کر کے یہ سمجھ رہا ہے۔ کہ وہ ہماری ترقی روک دیگا۔ لیکن شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ ہماری تعداد سے ہماری ترقی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہماری ترقی کا اندازہ اس اثر سے ہے۔ جو ہم دنیائے اسلام پر ڈال رہے ہیں۔ اور عالم اسلام ہمارے خیالات کو قبول کرتا چلا جاتا ہے۔ اگر قائد اعظم یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔ تو وہ احمدیت کی زبان میں گفتگو کر رہے ہیں۔ اگر آنریبل لیاقت علی خاں یا آنریبل خانسر منسٹر یہ بیان دیتے ہیں۔ کہ دنیا کی آلام و مصائب کا علاج اسلام میں ہے۔ اور اسلام تمام دنیا میں پھیل کر رہے گا تو وہ احمدیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان اکابر پر کیا منحصر ہے۔ ہمارا اثر تمام دنیائے اسلام پر ہے۔ آج کوئی شخص اسلام کا وفادار رہ سکتا ہے تو وہ احمدیت سے متاثر ہو کر ہی رہ سکتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ مولینا عطاء اللہ شاہ بخاری یا مولنا ظفر علی خاں کے گھروں میں ہمارا بیان القرآن ہو اور وہ اسلام کے متعلق اسی سے روشنی حاصل کرتے ہوں۔ غور کر کے دیکھ لیجئے۔ کہ دنیا کا کوئی ملک نہیں۔ جہاں ہمارے لٹریچر نے قبولیت حاصل نہ کی ہو۔ کیا یہ جائے تعجب نہیں۔ کہ جہاں احراری زعما اپنے آپ کو اسلام کا واحد ٹھیکیدار سمجھ کر ہمیں اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں وہاں غیر اسلامی دنیا ہمیں اسلام کی واحد نمایندہ جماعت تسلیم کرتی ہے۔ بڑے بڑے یورپین علماء و فضلاء اگر اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق روشنی چاہتے ہیں۔ تو وہ ترکی شیخ الاسلام یا جامعۂ ازہر کی طرف نہیں دوڑتے بلکہ وہ ہماری طرف رجوع کرتے ہیں اور ہمارے علم کے چشمہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمان اسلامی مسائل کا حل مسجد ووکنگ اور مسجد برلین سے چاہتے ہیں اور ہماری مساعی کے بار آور ہونیکے دست بدعا ہیں۔

سواد اعظم ہمارے ساتھ ہے

دیکھئے۔ بجز چند ضدی اور کج بحث اور کم فہم ملاؤں کے تمام صحیح الدماغ مسلمان حضرت عیسیٰ ابن مریم کی وفات کے قائل ہو چکے ہیں۔ یہ سب ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ کسر صلیب کے لئے سب سے بڑا حربہ حضرت عیسےٰ کی وفات ہے اور اس کا ثابت کرنا ہمارے امام کا سب سے اہم اور سب سے پہلا کام تھا۔ تمام تعلیم یافتہ سمجھدار مسلمان کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی عزت کرنے اور ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھنے لگے ہیں۔ یہ بھی ہماری فتح ہے: ورنہ ہمارے مخالفین کا فرض ہے کہ وہ کسی ایسی جماعت کا نشان دیں۔ جن کے مقاصد میں سے سب سے اہم مقصد کلمہ کی عزت کو قائم کرنا ہو۔ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ ہمارے امام کی شان عبدویت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو بلند کرنا ہے۔ آج تقریباً سمجھدار مسلمان یاجوج و ماجوج اور دجال کے متعلق اسی وضاحت کو قبول کر چکے ہیں۔ جو جماعت احمدیہ پیش کرتی ہے۔ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہیں کیونکہ دجال اور یاجوج ماجوج کی شناخت ایک اور صرف ایک شخص کے لئے مقدر تھی۔ جو ھوا قرب منی کا مصداق ہو یہ سب ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ یہ امام زمان کی اس واحد شان پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ آپ علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ کے سب سے زیادہ قریب ہیں آج مسلمانوں کی اکثریت تمام دینی مسائل میں قرآن حکیم کو حکم مانتی ہے۔ اور احادیث اور فقہ کو قرآن کریم کے تابع کرتی ہے۔ یہ سب ہمارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ یہ مسیح وقت کی شان حکماً و عدلاً کی تصدیق کرتے ہیں۔ الغرض ہم کہاں تک لکھتے چلے جائیں، تمام دنیائے اسلام احمدیت کی قائل ہو چکی ہے۔ اگر یہ سوال ہو۔ کہ پھر یہ لوگ اپنی قبولیت احمدیت کا اعلان کیوں نہیں کرتے۔ تو اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ مسلمان بحیثیت قوم دین سے غافل ہیں اور مذہب کو انہوں نے مناسب اہمیت دینی چھوڑ دی ہے رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ احمدیت نفس اور جان و مال کے مسلسل جہاد کی طلبگار ہے۔ اور اس کی وہ اپنے دلوں میں ہمت نہیں پاتے۔ جمہور اسلام نے احمدیہ عقائد خصوصی کی تصدیق کر کے احمدیت کی صداقت پر مہر لگا دی ہے۔ اس لئے چند ایک خود غرض اور جاہل اشخاص کے مخالفانہ پراپیگنڈا سے ہم یکسر بے پروا ہیں۔

مخالفت صرف صادق مدعی کی ہوتی ہے

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی یہ نام نہاد مسلمان اس قدر کیوں مخالفت کر رہے ہیں سوائے اس کے کہ سمجھیں کہ ہر نبی و رسول اور مامور کی اس زمانہ کے ناپاک فطرت لوگ ہمیشہ سے ہی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ ایک بھی مرسل من اللہ کی ہمیں ایسی مثال نہیں ملتی جس کی شدید مخالفت نہ کی گئی ہو۔ رحمۃ اللعالمین سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر مخالفت آپ کے زمانہ میں کی گئی۔ اور آج تک کی جا رہی ہے۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ قرآن کریم میں جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے ان سب کی اشد مخالفت کا بھی ذکر ہے۔ کہ ان کے مجرم اور بدذات دشمنوں نے اُن کو قتل کرنے اور قید و بند میں مبتلا کرنے اور جلاوطن کرنے کی تدبیریں کیں۔ اور عرصۂ حیات ان پر تنگ کر دیا۔ امت محمدیہ میں جلیل ترین صحابہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو بُرا کہنے والے اور اسلام کی ان مایہ ناز ہستیوں پر زبان طعن دراز کرنے والے تیرہ سو سال سے ان پر سب و شتم کر رہے ہیں۔ (کیا ہم زمیندار اور اس کے ہمنوا اخبارات اور جماعت احرار اور بالآخر حکومت پاکستان سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ اگر شیعہ اور خوارج اس طرح صحابہ کرام پر اخبارات میں اور پبلک جلسوں میں استہزاء اور سب و شتم کریں۔ جیسا کہ ان کا مذہب ہے۔ تو وہ ان کی اس روش کو کہاں تک پسند کریں گے۔ اور حکومت اس کے متعلق کیا کارروائی کرے گی) امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد اور امام غزالی ان سب پر ان کے زمانہ کے علماء سوء نے کفر کے فتادے لگائے۔ اور ان کی اذیت رسانی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ہمارے قریب کے زمانہ میں حضرت مجدد صاحب سرہندی کو تین سال قلعہ گوالیار میں قید و بند کی مصیبت بھگتنی پڑی۔ سو یہ سنت اللہ قدیم سے چلی آتی ہے۔ کہ بدفطرت انسان خدا کے نیک بندوں کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر اس زمانہ کے ناپاک فطرت لوگ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کر رہے ہیں۔ تو یہ مخالفت ہی آپ کی صداقت پر ایک زبردست دلیل ہے۔

ہیچکس در نظر یار صدیقے نہ شد

تا بچشم عزیز زندیقے نہ شد

کاذب مدعی کی مخالفت نہیں ہوتی

اگر ہمارے مخالفین کو قرآن کریم کی معرفت تامہ حاصل ہوتی۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اپنے دعاوی میں کاذب سمجھتے تھے۔ تو چاہیئے تھا کہ وہ نہ آپ کی مخالفت کرتے اور نہ آپ کی ذات گرامی پر استہزا کرتے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا پاک کلام صراحت سے فرما رہا ہے یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ ہائے افسوس بندوں پر۔ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا۔ مگر وہ اس پر استہزا کرتے ہیں۔

اب اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ کذاب مدعیان رسالت و نبوت کی نہ مخالفت کی جاتی ہے نہ ان پر استہزا کیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام کہیں نہیں بتلاتی کہ صحابہ کبار یا دیگر عرب مسیلمہ کذاب یا اسود عنسی کے دعاوی کے ابطال کے لئے اس قسم کے جلسے کرتے تھے۔ جیسے آج جماعت احرار حضرت مرزا کے خلاف کر رہی ہے۔ نہ وہ ان کذابوں کے خلاف ایسی استہزاء سے پُر تحریرات شائع کرتے تھے۔ جیسی کہ آج اخبار زمیندار اور اسی قسم کے دوسرے اخبارات شائع کر رہے ہیں۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ نوائے وقت کی اطلاع کے مطابق بلوچستان میں دو مردوں اور ایک عورت نے نبوت کا دعوےٰ کیا لیکن نہ کسی نے ان کی مخالفت کی اور نہ ہی کسی نے ان پر استہزاء کیا۔ خود راقم الحروف نے پٹیالہ اور سنور میں دو مدعیان نبوت کو دیکھا ہے مگر کسی کو کانوں کان ابھی تک خبر نہ ہوئی۔ سچی بات یہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول یا مجدد یا محدث منجانب اللہ مامور ہوتا ہے تو شیاطین جن و انس میں ایک ہراس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایسے لوگوں کو جن کے ساتھ انہیں فطری مناسبت ہوتی ہے۔ اس کی مخالفت پر اُبھاتے ہیں۔ خاص لاہور میں ہی ایک شخص ماموریت کا مدعی ہے۔ اور وہ اپنے دعاوی کے متعلق بہت سے رسالے اور اشتہارات شائع کرتا رہتا ہے لیکن مخالفت و استہزا تو درکنار۔ کوئی اس کے دعاوی کو درخور اعتنا نہیں سمجھتا۔ سو یہ قرآنی معیار سچا ہے۔ کہ صادق کی ہمیشہ مخالفت ہوتی ہے اور کاذب مدعی کو اسکے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مامور کو خود ساختہ معیاروں پر نہ پرکھنا چاہئیے

ہمیں کسی مامور کو اپنے خود ساختہ معیاروں اور قدروں پر پرکھنا نہ چاہیئے کہ یہ ضلالت کا طریق ہے۔ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون۔ پس جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ چیز لایا۔ جس کو تمہارے دل نہیں چاہتے تھے۔ تم نے تکبر کیا۔ پس ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرنے لگے۔ عیسیٰ ابن مریم کے متعلق یہودنے غلط اندازے اور دور از کار اُمیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ کہ جب وہ جناب آئیں گے تو یہود کو پادشاہت دلائیں گے۔ لیکن جب وہ امن و سلامتی کا شہزادہ آیا۔ تو اس نے ایسی منکسرانہ تعلیم دینی شروع کی۔ کہ جو تیرے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو تُو بایاں گال بھی اس کے سامنے پیش کر دے۔ یہودیوں نے اس قسم کی تعلیم کو اپنی ناپاک خواہشات کے مطابق نہ پاکر اس مرسل یزدانی کو رد کر دیا اور آج تک ہدایت سے محروم چلے آئے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال مسلمانوں کا ہے انہیں کسی خونی مہدی اور مسیح کا انتظار تھا۔ جو کافروں کو قتل کرے گا یا بزور شمشیر انہیں مسلمان کرے گا۔ اور مسلمانوں کو پادشاہت اور خزانے بخشے گا۔ چنانچہ جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے تجدید دین کا دعویٰ کیا تو اطراف و اکناف ہند سے مسلمانوں نے آپ کے تبحر علمی اور آپ کی خدمات اسلام بالخصوص آپ کے تعلق باللہ کی وجہ سے آپ کے دعوے پر لبیک کہا۔ لیکن جونہی کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ہر طرف سے آپ کی مخالفت ہونے لگی۔ کیونکہ ان علمائے سوء کو نہ تو آپ سے خزانے ملتے تھے۔ نہ ہی ان کو آپ علیہ السلام میں کوئی ایسی طاقت نظر آئی جس سے وہ کفار کو بزور شمشیر مسلمان بنا لیتے بلکہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب سے سُنا تو یہ سُنا۔ کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی شرائط معدوم ہیں اور کہ آنحضرت صلعم نے مسیح موعود کے لئے یضع الحرب فرمایا ہے۔ اس لئے علمائے سوء اور ان کے چیلوں چانٹوں نے خدا کے مسیح کو رد کر دیا۔ بلکہ اس کو دکھ دینے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔

تقویٰ کا طریق

تقوے کا طریق تو یہ تھا کہ وہ اپنی ہوائے نفس کو چھوڑتے۔ اور نبی کریم صلعم کی پیشگوئی پر جو آپ صلعم نے اپنی امت کے مسیح کے لئے فرمائی تھی۔ کمال ادب اور ٹھنڈے دل سے غور کرتے۔ پیشگوئی یہ ہے:

کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر۔ اے مسلمانو! تمہاری بیچارگی اور مصیبت کا کیا عالم ہوگا۔ جبکہ نصاریٰ جن کے مذہب کی بنیاد صرف ایک واقع پر ہے۔ کہ عیسےٰ ابن مریم صلیب پر فوت ہو گئے اور بدذات آریہ جو خنزیر کی طرح اپنے اندر تو کوئی خیر و خوبی نہیں رکھتے۔ لیکن سؤر کی طرح آگا پیچھا دیکھنے کے بغیر دوسرے پر حملہ کر دیتے ہیں چاروں طرف سے اسلام پر حملہ آور ہوں گے اور تم اپنے اندر مدافعت کی طاقت نہیں دیکھو گے۔ دیکھو۔ اس وقت تم میں ابن مریم کی خُو بُو پر تم میں سے ہی تمہارا امام پیدا ہوگا۔ جو صلیب پر موت کا قصہ ہی اُڑا دے گا۔ اور مسیح کی طبعی وفات ثابت کر کے عیسائیت کو ختم کر دے گا کیونکہ نصرانیت کی بنیاد ہی اس نظریہ پر ہے کہ حضرت عیسےٰ ابن مریم صلیب پر وفات پاکر ملعون ہوئے اور اپنے تمام ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ گویا آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے مسیح موعود کا طریق کار بھی سمجھا دیا۔ اور وہ خنزیر صفت بدزبان اور بے حیا آریوں کو قتل کرے گا۔ یہاں بھی مسیح موعود کو آریوں کے مقابلہ کے لئے طریق کار بتلا دیا۔ کہ آریہ ایک ایسی قوم ہوگی جو اپنے مذہب کی کوئی خوبی کبھی پیش نہ کرے گی۔ بلکہ صرف دوسرے مذاہب پر بیجا بیہودہ حملہ کرنا ان کا شعار ہوگا۔ اور وہ ایسی بے حیا قوم ہوگی جو اپنے خالق کو صفت خلق سے جواب دے گی۔ اور یہ عقیدہ رکھے گی کہ وہ خود بخود پیدا ہو گئی ہے اور اس قوم میں نیوگ جیسی ناپاک اور قابل شرم تعلیم رائج ہوگی۔ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی کو پرکھنے کے لئے ہمیں اس سے آگے نہیں جانا چاہیئے۔ کیا کسر صلیب مسیح ابن مریم علیہ السلام کی طبعی موت ثابت کرنے سے ہو جاتی ہے یا نہیں اور کیا حضرت مرزا صاحب نے ابن مریم کی وفات ثابت کرنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش چھوڑی ہے۔ انتہا یہ ہے۔ کہ ابن مریم کی قبر کا پتہ بھی دے دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ اب آریہ سماج کہاں ہیں، وہ ختم ہو گئی اور اب اس کا کہیں نشان تک نہیں رہا۔ یہ تو رہے ہمارے دعاوی ہی نہیں بلکہ مسلمان عمائد نے جو مرزا صاحب کے متبعین میں سے نہیں تھے ان دعاوی کی صداقت کو تسلیم کیا ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ ان گواہوں میں سے ایک جماعت...

(بقیہ خطبہ از صہ ۳)

آکر اپنے بچاؤ کے لئے آپ کو تلوار اُٹھانی پڑی۔ یہ جنگیں اس لئے نہ لڑی گئی تھیں کہ اپنے وطن اور اپنی تہذیب تمدن کو بچایا جائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آج یہ تمام جنگیں جو ہو رہی ہیں وہ سب دنیوی خواہشات ہی کا نتیجہ ہیں۔ ہر ایک ملک چاہتا ہے کہ ہماری تجارت کو فروغ حاصل ہو تو تمام قوموں پر ہماری حکومت ہو۔ لیکن آپ کی لڑائیاں دنیا طلبی کی وجہ سے نہ تھیں۔ آخو غور کیجئے جنگ بدر میں جو سب سے پہلی جنگ ہوئی۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد اور سامان حرب وغیرہ کی دشمن کی تیاری کے ساتھ نسبت ہی کیا تھی۔ ادھر ۳۰۰ آدمیوں کا گروہ جس میں بچے بوڑھے بھی شامل ہیں۔ سامان حرب نہیں۔ کوئی بڑے جنگ کے ماہر نہیں۔ لیکن مقابلہ پر ایک ہزار نبرد آزما نوجوانوں کا ایک زبردست لشکر ہے جو سامان حرب سے لیس ہے تو اس نظارہ کو دیکھ کر اور اس کے لازمی نتیجہ کو دیکھ کر حضرت نبی کریم صلعم خدا کی بارگاہ میں گرے اور خوب روئے دعا کی۔ یہ دعا ہمیں بتاتی ہے کہ آپ کے منہ سے نکلنے کی کیفیت تھی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الایمان الیوم فلا تعبد فی الارض ابدا۔ یعنی اے خدا اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ تو آپ کی تڑپ تھی تو یہی کہ خدا کی وحدانیت اور اس کا پیغام دنیا میں پہنچ جائے۔ ہاں تو آپ نے صحابہ کو جو طرز عبادت سکھائی وہ بھی ایسی تھی کہ میدان جنگ کی تنظیم کا بہت حصہ انہوں نے نماز ہی سے سیکھ لیا۔ میدان جنگ میں بہت سے ضروری امر جرنیل کے حکم پر لبیک کہنا اور بلا چون و چرا اس پر عمل درآمد کرنا ہوتا ہے اسی چیز کی دن میں متعدد بار نماز کے ذریعہ ٹریننگ دی۔ کہ کس طرح امام کے کھڑے ہونے رکوع کرنے اور سجدہ میں گرنے کے ساتھ جماعت کے کل افراد کو کھڑا ہونا۔ رکوع کرنا اور سجدہ میں گرنا پڑتا ہے

امام کی غلطی کی اتباع

نماز کے ذریعہ سے ایک اور اہم امر کی بھی تربیت دی ہے کہ امام اگر غلطی بھی کرے تو پھر بھی جماعت کو یہی حکم ہے کہ وہ اس کی اتباع کرے۔ آپ کے زمانہ میں ایک بار یوں واقعہ ہوا کہ نماز ظہر میں حضرت نبی کریم صلعم دو رکعت نماز پڑھا کر واپس چل پڑے۔ کسی نے جرأت نہ کی کہ آپ سے اس کو بیان کریں۔ ایک صحابی جرأت کر کے آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کی ...... اقصرت الصلوٰۃ یا رسول اللہ ام نسیت۔ کیا آج سے نماز ظہر کی رکعتیں کم ہو گئی ہیں یا آپ کو بھول ہو گئی ہے آپ نے دوسرے صحابہ سے پوچھا۔ اور ان سب نے جواباً عرض کیا کہ ہاں دو رکعات ہی پڑھی گئی ہیں۔ اس پر آپ نے باقی دو رکعات بھی پڑھائیں اور ہدایت فرمائی کہ اگر امام بھول جائے تو سبحان اللہ کہکر اسے توجہ دلائی جا سکتی ہے۔ غلطی کو درست کرنے کے لئے کیا ہی احسن طریق ہے۔ یوں نہیں کہ درشتی سے امام کو کہا جائے کہ دیکھو جی آپ نے ہماری نماز ہی خراب کر دی ہے سخت الفاظ کی بجائے نرم الفاظ سے بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن سبحان اللہ کہکر امام کو توجہ دلانے کے باوجود اگر امام اپنے فعل کو کر گذرے تو لازمی طور پر اس غلط فعل ہی کی اتباع کرنی ہوگی۔ اتحاد اور یکجہتی کو قائم رکھنے کا کیا ہی عظیم الشان اصول بتایا ہے

نماز۔ اور دشمن کے ظاہری مقابلہ کی تربیت

اب دیکھو لو نماز نہ صرف خدا کی عبادت کا ایک طریق ہے بلکہ دشمن کے مقابلہ کے لئے تربیت بھی کرتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الم تر الی الذین قیل لھم کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ۔ دیکھو جنگیں نہیں کرنا یہ اس وقت کہا جا رہا ہے کہ جبکہ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائی جا رہی تھیں اور طبعی طور پر مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہو رہا تھا کہ آئے دن کی ذلت کی موت مرنے سے ہم کفار سے لڑیں گے اور انکو بھی ماریں گے اور خود بھی مردانہ وار شہید ہوں گے۔ لیکن حکم ہوتا ہے کہ جنگ نہیں کرنا۔ حالات سے نظر آ رہا ہے کہ ایک نہ ایک دن ضرور جنگ کرنی ہوگی۔ تو اس کے لئے بھی کم از کم تیاری کا حکم دے دیا جاتا کہیں قاعدہ ہو رہی ہوتی کہیں نوجوانوں کو تیراندازی اور تلوار چلانی سکھلائی جا رہی ہوتی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان احکام کی بجائے حکم ہوتا ہے تو یہ کہ اقیموا الصلوٰۃ نماز کو قائم کرو۔ یعنی اگر جنگ کے لئے تیار ہونا چاہتے ہو تو نماز کو پڑھو۔ آج ہمارے ارباب بست و کشاد کو اس کی طرف توجہ ہی نہیں۔ انہوں نے شاید کبھی غور ہی نہیں کیا کہ اسلام ہمیں کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے کن راہوں پر چلانا چاہتا ہے یہ ظاہری ذرائع بھی ضروری ہیں اور خود آپ کے زمانہ میں بھی اس قسم کی مشق کرائی جاتی تھی مگر ابتدا میں یعنی جب تک جنگ شروع نہیں ہوئی مسلمانوں کی تربیت ظاہری بھی نماز سے کی گئی۔

مسجد سے میدان جنگ میں

آج مسلمان نماز کی ادائیگی میں بڑی سستی سے کام لیتے ہیں۔ اگر کبھی جماعت میں شامل بھی ہو جائیں۔ تو ذرا امام نے قرأت لمبی کی تو انہیں خدا کے حضور کھڑا ہونا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کے حالات کو غور کر کے دیکھ لو۔ حضرت نبی کریم صلعم نے وقت آنے پر مسجد سے ہی انکو میدان جنگ میں منتقل کر دیا کیونکہ فی الحقیقت ان کی اصل تربیت نماز میں ہی ہو چکی تھی۔ کیا نبی کریم صلعم نے جنگ سے پیشتر کہیں جنگ کی تیاری کروانے کے لئے کوئی ادارہ قائم کیا۔ نہیں۔ ہاں اگر کوئی ادارہ تھا تو وہ مسجد کی چار دیواری ہی تھی۔ جس میں روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی تربیت دی جاتی تھی۔ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ آج ہم اسی طریق کو جو ایک قوم کی کامیابی کا باعث ہوا اور جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلعم نے بڑے تاکیدی الفاظ فرمائے ہیں اسی سے ہم غافل ہیں۔ نہ صرف غافل بلکہ شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ہم خدا سے اور اس کے رسول سے سرکشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

خدا کے ہاں معزز کون ہے

خوب یاد رکھو نماز سے بڑھکر اور کوئی اہم کام نہیں۔ یہ سب نفس کا دھوکہ ہے کہ جی ہم کام کی زیادہ کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ بھی یہ سب کام کرتے تھے۔ بڑی بڑی تجارتوں کو چلاتے تھے۔ جنگیں بھی کرتے تھے۔ لیکن کسی حال میں بھی نماز کو نہیں چھوڑتے تھے۔ تو پھر تمہارا یہ عذر کہاں تک قابل قبول ہو سکتا ہے۔ میدان جنگ کی حالت میں بھی حکم ہے کہ آدھے پہلے نماز کو ادا کریں اور دوسرا گروہ ان کی حفاظت میں کھڑا رہے اور باقی نصف بعد میں نماز پڑھیں اور جو پڑھ چکیں ہیں وہ اب ان کی حفاظت کریں۔ نماز کا یہ اہم فریضہ کسی حال میں بھی معاف نہیں کیا گیا۔ لیکن تم ہو کہ آرام و آسائش کے مہیا ہونے کے باوجود اسے ادا نہیں کرتے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بڑائی اس میں ہے کہ کسی کو مال زیادہ مل جائے یا کوئی کسی بڑے عہدہ پر فائز ہو یاد رکھو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم خدا کے دربار میں وہی معزز ہے جو اس کے احکامات کی تابعداری کرتا ہے۔

باجماعت نماز پڑھنا خدا کو محبوب ہے

یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہیں ا۔ والصّٰفّٰت صفاً........ ان میں صاف طور پر مسجد میں جاکر باجماعت نماز پڑھنے کی طرف توجہ دلائی ہے صف میں کھڑے ہو کر نماز کی ادائیگی ہی خدا کو زیادہ محبوب ہے۔ جو صف میں شامل نہیں ہوتا اس کی کوئی نماز نہیں۔

معاصی سے رکنے کی قوت پیدا کرنا چاہتے ہو تو باجماعت نماز پڑھو

دوسرے فرمایا فالزّٰجرات زجراً۔ یعنی معاصی سے رکنے کی قوت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ نماز صفیں باندھ کر ادا نہ کی جائے۔ میں نے بارہا اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے بالخصوص سال گذشتہ سے متواتر توجہ دلا رہا ہوں کہ ہماری جماعت کے جہاں کہیں بھی کچھ دوست ہوں وہ باہم مل کر باجماعت نماز پڑھنے کا کوئی انتظام کریں اور کوئی اگر مرکز سے کسی قسم کی امداد کی ضرورت ہو تو اس کا بھی انتظام کرنے کی کوشش کی جاوے گی۔ میں آج پھر اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی رجال ہوں ضرور باہم مل کر نماز باجماعت پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ اگر مسجد نہیں تو کسی ایک مکان میں ہی باہم مل کر نماز پڑھنے کا انتظام کر لیں۔ دیکھو اگر خدا کے فضلوں کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے حصول کا یہ ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اٹھو۔ اور اپنے اندر ایک حرکت پیدا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی نماز باجماعت کی عادت نہیں ڈالتا تو وہ سمجھ لے کہ محض احمدی کہلانا اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیگا۔ اس کا احمدیت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ نماز کی اہمیت کو سمجھو اور اسے قلوب میں جگہ دو۔ قرآن کریم خود پڑھو۔ دوسروں کو پڑھاؤ۔ درس کا سلسلہ شروع کرو۔ حقائق و معارف اور نکات نہ سہی موٹی موٹی تعلیم سے ہی لوگوں کو مطلع کرو قرآن کریم کی تعلیم کو لوگوں میں خوب پھیلاؤ۔ اور اس کار خیر میں ایک دوسرے کے .... معاون بن جاؤ۔

(باقی بر صفحہ ۸ کالم نمبر ۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ ۔ چھ روپے ۔ ہندوستان سے ۔ ۸ ۔ ۱۲ ۔ ۰ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۲ اپریل ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۵

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد دونکا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

مغرب میں اسلامی اصولوں کی فتح

اور جماعت احمدیہ لاہور کے لٹریچر کی قبولیت

اقتباس از مکتوب گرامی خان بہادر غلام ربانی صاحب مبلغ انگلستان

قبلہ حضرت سیدنا مولینا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"اس مہینہ میں غیر معمولی طور پر کام بہت بڑھ گیا Cranwell میں R.P.A.F. کے تیسرے گروپ کیلئے مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا پڑا۔ اس کام پر ہفتہ میں دو دن پورے صرف ہو جاتے ہیں۔ ہالٹن میں بھی دو گروپ ہو گئے ہیں۔ چنانچہ علاوہ جمعہ کے دو دن مذہبی لیکچر کے لئے جانا پڑتا ہے۔ غرضیکہ ہفتہ میں پانچ دن تو اس سفر میں گذر جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے مختلف مقامات سے لیکچروں کے لئے استدعائیں آتی رہتی ہیں۔ چنانچہ Plymouth ایک عظیم الشان اجتماع تھا جس کیلئے خاص طور پر جانا پڑا اور جانا ازحد مفید ثابت ہوا۔ میں اس کانفرنس کے سوالات کی فہرست ارسال کرتا ہوں۔ نوجوان انگریزوں کے خیالات کی صحیح ترجمانی ہو رہی ہے۔ ایک عورت نے سوال کیا کہ سینٹ پال کا کیا حق تھا کہ عورتوں کے متعلق اس قدر اخلاق سے گذرے ہوئے الفاظ اس نے استعمال کئے۔ فورم پر ایک رومن کیتھولک پادری بھی ہمارے ساتھ شریک تھا جس نے بے حد گالیاں صنف نازک کو نکالیں اور اس سے عورتیں بہت زیادہ عیسائیت سے متنفر نظر آئیں۔ میں بھی فورم کا ممبر تھا۔ اور میں نے اسلامی نقطہ نگاہ سے ہر ایک سوال پر واضح بیان کیا۔ الحمد للہ کہ اسلام کے بلند اصول ہر جگہ فتح حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ تمام مجمع جو تقریباً پانچ صد سے زیادہ تھا ازحد متاثر ہوا۔ اور صدر اور پبلک کے نمایندے نے صرف میری ہی بہت عمدہ الفاظ میں تعریف کی۔ محض آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور آپکے مفید لٹریچر کا اثر ہے۔ کہ جگہ جگہ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد" کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔

میں نے چند ایک خطوط کی نقول بھی ارسال کی ہیں۔ بعد ملاحظہ اخبار "لائٹ" اور "پیغام صلح" کے کام آسکتی ہیں۔ اس مہینہ میں بہت سی سعید روحیں داخل اسلام ہوئیں جن میں سے اکثر نیو ورلڈ آرڈر سے بھی متاثر ہوئے۔ الحمد للہ عزیز حامد فاروقی نے بھی ایک موثر لیکچر پاکستان کے موضوع پر بمقام سٹ کارک کلب میں دیا"۔

تبلیغی کلاس

انجمن نے بیرونی ممالک سے بعض دوستوں کو تبلیغی ٹریننگ کے لئے بلایا ہے۔ پاکستان سے بھی جو گریجویٹ اور انڈر گریجوایٹ احباب جماعت اپنی زندگی کو وقف کر کے اس کلاس میں شامل ہونا چاہیں۔ اپنی درخواستیں مع کوائف جنرل سیکرٹری صاحب کے نام بھیجدیں۔

اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم

سیرۃ حضرت خالد بن ولید

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اسلام خالد رضؓ جب مشرف بہ اسلام ہونے کی غرض سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کے ساتھ عثمان بن طلحہ بھی اسی مقصد کے لئے شامل ہو گئے۔ یہ ۸ھ کا واقعہ ہے۔ اسی سفر میں عمرو بن العاص جو حبشہ سے اسلام لانے کی خاطر مدینہ جا رہے تھے خالد سے بمقام الہدہ ملے اور پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ خالد نے کہا کہ ہم دونوں اسلام لانے کی نیت سے مدینہ جا رہے ہیں تو عمرو بن العاص نے کہا میرا بھی یہی ارادہ ہے چنانچہ تینوں حضرات یکم صفر ۸ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے

(طبقات ابن سعد)

خالد کہتے ہیں کہ جب میں نبی کریم صلعم کے سامنے آیا تو آپ کو یا نبی اللہ کہہ کر سلام کیا آنحضرت نے خندہ پیشانی سے سلام کا جواب دیا۔ اور حضورؐ نے فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ تو عقل سلیم رکھتا ہے جو تجھے سوائے خیر کے (خیر بمعنے اسلام) اور کسی کے سپرد نہ کرے گی میں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے اللہ تعالےٰ کے راستہ میں لوگوں کو روکنے میں جو کچھ نقصان پہنچایا ہے اس میں میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں حضورؐ نے فرمایا کہ اسلام اپنے قبل کے گناہوں کو قطع کر دیتا ہے (طبقات)

عبداللہ بن عقبہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضؓ کو زمین عطا فرمائی۔ محمد بن عمر سے مروی ہے کہ خیبر کے بعد انہیں المناء عطا فرمایا المنا حارثہ بن النعمان کے مکانات تھے جو انہیں اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملے تھے۔ جن کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہبہ کر دیا تھا

(طبقات ابن سعد)

سپہ گری حضرت خالد بن ولید کا خاندان زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا فوج کی سپہ سالاری اور کیمپوں کا انتظام انہی کے خاندان سے متعلق تھا۔ بدیں وجہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت خالدؓ نے میدان جنگ میں آنکھیں کھولیں اور میدان جنگ میں ہی گویا بند کیں اگرچہ انہوں نے بستر پر جان دی جس کا انہوں نے بصد افسوس ان الفاظ میں اظہار کیا "افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ میں گذری اور آج بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دے رہا ہوں"۔

(استیعاب)

تاہم ان کے جسم میں ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیروں اور تلواروں کے زخم سے چھلنی نہ ہوا ہو۔ (اسد الغابہ)

جہاد فی سبیل اللہ حضرت خالد رضؓ کی سوانح حیات ایک رزمیہ باب ہے۔ چنانچہ ذوق جہاد کی بدولت انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیف اللہ کا لقب ملا آپ نے قریباً سو سوا سو غزوات اور سرایہ میں اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھلائے اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے میدان جنگ کی سخت رات جس میں میں دشمنان اسلام سے لڑوں اس شب عروسی سے زیادہ محبوب ہے جس میں میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو۔ (اصابہ)

حضرت خالد رضؓ نے جس طرف رخ کیا بفضلہ فتحیاب ہوئے (اصابہ) چنانچہ تاریخ اسلام کا ایک ایک لفظ اس کی پرزور تصدیق کرتا ہے۔

عبداللہ بن حارث بن الفضل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ موتہ میں جب خالد بن ولید نے جھنڈا لے لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تنور (جنگ) بھڑکا۔

(طبقات ابن سعد)

غزوہ یرموک میں خالدؓ کی غیر معمولی فوجی قابلیت کا مظاہرہ جب پیہم شکستوں نے رومیوں کے تن بدن میں آگ لگا دی تو وہ دو لاکھ ٹڈی دل فوج لیکر مسلمانوں کے مقابل فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے جمع ہو گئے اس جنگ کی سختی کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ گوشہ نشین راہب قسیسین اپنی اپنی خانقاہوں سے نکل کھڑے ہوئے اور رومیوں کو مذہب کا واسطہ دلا کر جوش دلانے کے لئے جگہ جگہ پھر نکلے رومی سپہ سالار ماہان اس امواج فوج کو لیکر یرموک کے میدان میں اُترا۔ ادھر خالد نے اس جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

(۱) فوج کو جدید طرز پر ۳۶ حصوں میں تقسیم کیا۔

(۲) ہر حصہ پر الگ افسر مقرر کیا

(۳) جاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی۔ اور فرمایا دیکھو اگرچہ رومی لشکر کی کثرت ہے اور تم قلیل ہو لیکن فتح و شکست تعداد کی قلت و کثرت پر نہیں بلکہ تائید ربی پر ہے

(طبری)

ضروری انتظامات کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو حملہ کا حکم دیا پھر کیا تھا میدان جنگ میدان قیامت بن گیا۔ خون کی ندیاں بہہ نکلیں اس جنگ کا سلسلہ مدتوں جاری رہا مسلمان افسروں کی غیر معمولی شجاعت اور بہادری سے آخر کار رومیوں کو بہت بُری طرح شکست ہوئی۔ اس شکست کا ردعمل یہ ہوا کہ رومی پھر اتنی بڑی جمعیت فراہم نہ کر سکے۔ طبری

معزولی حضرت خالدؓ عہد فاروقی کے پانچویں سال سپہ سالاری سے معزول کر دیئے گئے بظاہر ایسے کامیاب جرنیل کی معزولی جس نے عراق و شام کی حکومتوں کا تختہ اُلٹ دیا ایک غیر دانشمندانہ فعل معلوم ہوتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ حضرت خالد رضؓ کے مزاج میں غیر معمولی تندی اور خود رائی تھی۔ عہد صدیقی رضؓ میں جب صدیق اکبر رضؓ نے انہیں ان کے قابل اعتراض طرز عمل سے ٹوکا تو انہیں (خالد رضؓ کو) بہت ناگوار معلوم ہوا اور جواباً لکھ بھیجا "اگر آپ مجھے میری موجودہ حالت پر چھوڑ دیں تو کام کر سکتا ہوں ورنہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہوں"۔ (اصابہ)

عہد فاروقی میں جب فاروق اعظمؓ نے ان کی بے اعتدالیوں پر بازپرس کی تو انہیں بھی وہی جواب دیا جو صدیق اکبر رضؓ کو دیا تھا۔

معزولی کا پس منظر جب حضرت خالد کو عین میدان جنگ میں معزولی کا حکم سنایا گیا تو آپ نے فرمایا "میں نے فرمان سنا اور مانا اور اب بھی میں اپنے افسروں کے احکام ماننے اور خدمت بجالانے کو تیار ہوں"

اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کی حکومت آئینیہ کا رعب اور حضرت خالد رضؓ کی حق پرستی کا زبردست مظاہرہ ہے۔

خالدؓ اور فاروق اعظمؓ کے معزولی کے بعد تعلقات اگرچہ شکایتاً حضرت خالد رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو کہا کہ آپ نے میرے معاملہ میں زیادتی سے کام لیا مگر خلیفۂ رسول نے جواباً فرمایا "خالد اب بھی میرے دل میں تمہاری وہی عزت و محبت ہے اور تمام ممالک میں فرمان جاری کرا دیا ہے کہ میں نے خالد رضؓ کو کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ محض اس لئے معزول کیا ہے کہ تا مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلامی فتوحات کا دارومدار خالد رضؓ کے قوت بازو پر نہیں ہے بلکہ فضل ایزدی پر ہے۔

(ابن اثیر)

حضرت عمر رضؓ نے خالدؓ کی عملی قدردانی بھی فرمائی خالد رضؓ سے حضرت عمر رضؓ نے معزول کرنے کے بعد ان کے رتبہ کے مطابق کام لئے۔ ان کے جوہر اور تدبیری صلاحیتوں سے دوسرے اہم شعبوں میں فائدہ اُٹھایا چنانچہ آپ کو رہا۔ حرّان۔ آمد اور سرتہ کا گورنر مقرر فرمایا۔

فضل و کمال اگرچہ حضرت خالد رضؓ کو مشغولیت جہاد نے صحبت نبوی میں بیٹھنے کا موقعہ بہت کم دیا جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں فرمایا۔

"جہاد کی مشغولیت نے مجھے تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رکھا" (اصابہ) تاہم ابن عباس۔ جابر بن عبداللہ مقدام بن معدی کرب۔ قیس بن ابی حازم اشتر نخعی۔ علقمہ بن قیس۔ جبیر بن نضیر رضی اللہ عنہم نے ان سے روایتیں کی ہیں

(اعلام الموقعین)

(باقی دارد)

(۱) اتعرف قوما كان مثلا مثلهم

ذوما كاموات جهولا يلنددا

(۲) وجاءوا ونوره من ورائه يسوقهم

اليه ونوره من امامه مقودا

(مسیح موعودؑ)

(۱) ان جیسی (صحابہ) دنیا میں اور کوئی قوم نہیں ہوئی۔ جو آپ کی آمد سے پہلے خواب غفلت میں پڑے تھے اور پرلے جھگڑالو تھے

(۲) وہ ایسے طور پر آپ کے حضور حاضر ہوئے کہ ان کے پیچھے بھی نور تھا اور آگے بھی نور تھا۔

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱۵

قبولیتِ دعا کا ایک تازہ نشان

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے ان نشانات میں سے جو آپ کو مرجع خلائق بنانے اور سلسلۂ احمدیہ کی قبولیت کو بڑھانے کا موجب ہوئے ایک بہت بڑا نشان استجابتِ دعا ہے۔ ایسے وقت میں جب مسلمان نہ صرف تمام دنیوی ساز و سامان اور دولت و حشمت سے تہی دست ہو کر ذلت و نکبت کے عمیق گڑھے میں گر چکے تھے، جہاں سے ان کے باہر نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، بلکہ ایمان کی دولت بھی دلوں میں باقی نہ رہی اور مایوسی کی ایک لہر اس حد تک دلوں پر طاری ہو گئی کہ اگر کسی دل میں ایمان کی کوئی رمق باقی بھی رہ گئی تھی تو اس بات سے قطعی مایوس ہو چکی تھی، کہ اللہ تعالےٰ مانگنے سے کچھ دے بھی سکتا اور خلوص دل سے اٹھے ہوئے ہاتھ در حق سے استجابت کی مراد بھی پا سکتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس زمانہ میں اس گرتی ہوئی قوم کو پھر اٹھانے کی کوشش کی ان کی نظر ظاہری اسباب و تدابیر سے آگے نہ جا سکی، اور ان کا سارا زور اسی بات پر تھا کہ مسلمان اگر اب اٹھ سکتے ہیں اگر وہ زمانہ کی دوڑ میں دوسری قوموں کی گرد راہ کو پا سکتے ہیں تو صرف ان تدابیر کو اختیار کرنے سے جو اس وقت کے مناسب حال تھیں۔ سر سید احمد خاں جو اس خیال کے پیدا کرنے والے تھے، اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے بہی خواہ اور مخلص خادم تھے اور ان کی تدابیر جو انگریزی تعلیم کی ترویج سے تعلق رکھتی تھیں ایک حد تک کارگر بھی ثابت ہوئیں، لیکن اس کے ساتھ ہی استجابت دعا کے بارہ میں جو خیال انہوں نے ظاہر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ دعا محض ایک عبادت ہے، جس کا کوئی نتیجہ یا ثمرہ اسی رنگ میں ظاہر نہیں ہو سکتا کہ ہماری حاجات و مرادات اس سے پوری ہوں، اس نے دلوں کے اندر مایوسی اور بے اطمینانی کی ایک زبردست لہر دوڑا دی، اور مسلمانوں کی امیدوں کا سہارا خدا سے ہٹ کر صرف ظاہری تدابیر پر رہ گیا، اور ظاہر ہے کہ محض تدابیر پر بھروسہ ناکامی کی صورت میں سخت بے اطمینانی اور بسا اوقات بہت سے قبیح نتائج کا موجب ہوتا ہے۔

ایسی حالت میں ایک شخص خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کھڑا ہوا، اور اس نے تمام دنیا کو بالعموم اور سر سید احمد خاں کو بالخصوص للکار کر کہا ؎

اے کہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

آپ نے نہایت وضاحت کے ساتھ اور کھول کھول کر دنیا کو بتایا کہ دعا ایک اعجاز اپنے اندر رکھتی ہے، اور خدا کی طرف خلوص دل سے اٹھے ہوئے ہاتھ کبھی خالی نہیں جاتے، تدبیر ایک حد تک بے شک کارگر ہوتی ہے لیکن جس مقام پر آ کر تدبیر کا قدم رک جاتا ہے وہاں دعا ہی ہے جو بگڑے ہوئے کام کو سنوارتی ہے اور ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے، ایک عظیم الشان بشارت تھی، جو نا امیدی و مایوسی کے گہرے غار میں گری ہوئی دنیا کو آپ نے سنائی، اور انکار دعا سے ایمان میں جو تزلزل پیدا ہو گیا تھا وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح دلوں کے اندر مستحکم ہو گیا۔

نہ صرف استجابت دعا کی بشارت ہی آپ نے دنیا کو دی بلکہ عملی طور پر ایسے حالات میں جب، تمام تدابیر ناکام ہو چکی تھیں آپ نے دعاؤں کے ذریعہ سے کامیابی کی منزل دنیا کو دکھائی۔ آپ کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں سخت مایوسی اور ناکامی کے عالم میں آپ کی پُر درد دعاؤں نے وہ اثرات دکھائے جو سخت ترین کوششوں اور تدابیر کے باوجود پیدا نہ ہو سکتے تھے کئی مایوس اور لاعلاج بیماروں کو آپ کی دعاؤں نے شفا بخشی، کئی امتحانوں میں بیٹھنے والے مایوس امیدواروں کو آپ کی دعاؤں نے کامیابی عطا فرمائی، کئی حاجتمندوں کی حاجت روائی آپ کی پُر درد دعاؤں کی وجہ سے ہوئی، اور سب سے بڑھ کر کئی منکرین باری تعالیٰ کو آپ کی دعاؤں کے اثرات نے ایمان کی دولت سے سرفراز کیا اور کئی دشمنان اسلام اور آپ کے مقابلہ میں آنے والے لوگوں کو آپ کی دعاؤں کے تیر نے فنا کی گھاٹ اتارا۔

یہی ایمان آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں اور اپنی جماعت کے اندر پیدا کیا، اور انہیں بھی اس قابل بنا دیا کہ ان کی دعائیں سنی جائیں، بلکہ ہر احمدی کے دل میں یہ کیفیت پیدا کر دی کہ تدبیر سے بڑھ کر دعا کی طرف طبیعت زیادہ راغب ہو، ہر چیز خدا سے مانگو، ہر حاجت کے لئے خدا کے آگے دست بدعا ہو، یہ کیفیت یہاں تک نمایاں ہوئی کہ کچھ عرصہ ہوا، دہلی کے اخبار "ریاست" نے بعض قوموں کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے احمدیہ جماعت کے متعلق لکھا کہ اس قوم کی خصوصیت یہ ہے، کہ روٹی کھاتی ہے تو دعا مانگو، پانی پینا ہے تو دعا مانگو، کہیں جانا ہے تو دعا مانگو، غرض ہر موقعہ پر دعا ہی دعا ہے۔ اخبار "ریاست" کے اس بیان میں مبالغہ کی حد کو چھوڑ کر یہ کچھ خلاف حقیقت نہیں کہ دعا احمدی قوم کی زندگی کا ایک جزو لاینفک ہے، اور استجابت دعا کے کئی شاندار نمونے اس قوم کے اندر ہمیں ملتے ہیں، جن کی تفصیل اگر دی جائے تو شاید ایک ضخیم کتاب مرتب کرنی پڑے۔

اسی قسم کا ایک نمونہ میں آج اپنے احباب کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پُر درد دعائیں بہت بڑا اثر اپنے اندر رکھتی ہیں جو مہمات امور کو سلجھانے اور مایوس حالات کو سنوارنے کا موجب ہو سکتی ہیں، قریباً دو سال ہوئے میرے بڑے بھائی ملک کرم الٰہی صاحب ایک خطرناک مرض کا شکار ہو کر صاحب فراش ہو گئے تمام بڑے بڑے ڈاکٹروں اور حکیموں سے امداد حاصل کی گئی، اور علاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی آخر کار وہ نوبت آ گئی کہ موت دکھائی دینے لگی، کھانسی جو رات دن اس زور سے اور اس قدر طویل ہوتی تھی کہ جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی تھیں اور سخت سردیوں میں پسینے جاری ہو جاتے تھے۔ اس میں بلغم کے ساتھ خون آنے لگا اور اس قدر خون کہ بالٹیاں بھر گئیں، اس سے بڑھ کر مایوس کن حالت اور کیا ہو سکتی ہے، اعزا و اقربا کو تاریں دے دی گئیں، اور لمحہ بہ لحمہ یہی کیفیت تھی کہ موت اب آئی کہ آئی

ایک طرف یہ کیفیت تھی اور دوسری طرف احباب کرام کی وہ دعائیں کام کر رہی تھیں جن کی تحریک گذشتہ دو سالوں میں اخبار میں ہوتی رہی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ کیفیت خود ان دعاؤں ہی کے نتیجہ میں ایک رنگ کا علاج تھا جو اللہ تعالےٰ نے خود اپنے فضل سے کیا اس کثرت سے خون آنے کے بعد مایوسی امید سے بدلنے لگی اور وہی ڈاکٹری معالجات جو کل تک بے اثر اور ناکام ثابت ہو رہے تھے، یکایک اثر پذیر ہونے لگے، یہاں تک کہ آہستہ آہستہ آج یہ کیفیت ہے کہ وہی مایوس اور لاعلاج مریض آج بستر علالت سے اٹھ کر اپنے قدموں سے چلنے کے قابل ہو گیا، ان کی شدت بیماری کے ایام میں راقم الحروف ران کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے صاحب فراش ہو گیا اور ان کی خبر لینے کے بھی قابل نہ رہا، لیکن خدا کی شان دیکھئے کہاں تو وہ وقت کہ ان کے آخری لمحات کی خبریں آ رہی ہیں اور کہاں یہ حالت، کہ تھوڑے ہی دن بعد وہ خود راقم الحروف کی عیادت کے لئے آ پہنچے اور مجھے بتایا کہ خون کے آنے سے پہلے میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ میرا آپریشن ہو رہا ہے اور بہت خون نکل رہا ہے میں نے پوچھا کون اپریشن کر رہا ہے مجھے بتایا گیا کہ فرشتہ اپریشن کر رہا ہے یہ ہے استجابت دعا کا کرشمہ جس کے نظارے اس جماعت میں کثرت سے دیکھنے میں آتے اور ازدیاد ایمان کا موجب ہوتے۔

برادر مکرم کو اس طرح صحتیاب دیکھ کر اور اس جماعت کی استجابت دعا کے اس کرشمہ کو ملاحظہ کر کے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان احباب کو جزائے خیر دے جنہوں نے اس عاجز کی تحریک پر ان کی صحت یابی کے لئے دعائیں کیں، آج کل وہ مزید علاج اور تکمیل صحت کے لئے کراچی تشریف لے گئے ہیں، احباب سے التجا ہے کہ ان کی صحت کاملہ کے لئے بھی دعا فرمائیں اور راقم الحروف کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے جلد صحت و سلامتی کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل بنا دے، ابھی تک راقم الحروف آسانی سے چل پھر نہیں سکتا، گھر ہی پر بیٹھے ہوئے اخبار کا کام کر رہا ہے [illegible]

(باقی بر صفحہ [illegible] کالم [illegible])

فتنۂ دجال سے بچنے کا واحد ذریعہ

امام وقت کا ساتھ دو

فرمودہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن حذیفۃ بن الیمان یقول کان الناس یسألون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسالہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم یھدون بغیر ھدیی تعرف منھم وتنکر قلت فھل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاۃ الی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا قلت یا رسول اللہ صفھم لنا فقال ھم من جلدتنا و یتکلمونا بالسنتنا قلت فما تامرونی ان ادرکنی ذالک قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذالک

متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

ترجمہ:- حضرت حذیفہؓ بن الیمان سے روایت ہے کہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (زمانۂ) خیر (کی وسعت) کے متعلق پوچھتے تھے اور میں حضورؐ سے (زمانۂ بعد کے) شر (مصائب) کے متعلق پوچھا کرتا تھا اس ڈر سے کہ میں بھی اس لپیٹ میں نہ آ جاؤں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جاہلیت اور شر (مصائب اور آپس میں فتنہ فساد) کی حالت میں تھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ خیر (حضور ہی کی بعثت اور آپ کے ذریعہ اسلام وسلامتی کی نعمت) عطا فرمائی تو کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا؟ فرمایا ہاں میں نے عرض کیا آیا شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ آئے گا؟ فرمایا ہاں مگر اس میں دھواں ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ دھواں کیسا ہوگا۔ فرمایا ایسے لوگ (علماء سوء) ہوں گے جو میری سنت کے خلاف رہنمائی کریں گے ان کے کچھ کام تمہیں اچھے معلوم ہوں گے (کبھی کبھی نیک بات بھی کہیں گے) اور کچھ برے۔ تو میں نے پوچھا کیا اس شر (دھوئیں) کے بعد خیر ہوگا؟ فرمایا ہاں (مگر ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے یعنی گروہ دجال جو) دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے۔ جس نے ان کی بات کو قبول کیا انہیں وہ دوزخ میں گرا دیں گے (یہ مغربی دجالی تعلیم ایک کرشمہ ہوگا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے ان کا حال (امتیاز) بیان فرمایئے فرمایا وہ ہماری طرح جسم و جان رکھنے والے انسان ہوگا اور ہماری طرح وہ کلام کریں گے (یعنی وہ ہوں گے تو انسان مگر ننگ انسانیت ہوں گے علوم ظاہری پر حاوی مگر علوم روحانی اور باطنی سے کورے۔ گویا ان کی ایک آنکھ کھلی اور ایک آنکھ بند ہوگی) میں نے پوچھا اگر یہ زمانہ مجھے مل جائے تو حضورؐ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام (یعنی اس وقت کے مجدد اور اس کی جماعت جو تبلیغ واشاعت اسلام میں اسلام کی حقیقی نمائندگی کرے گی) کے ساتھ رہو میں نے پوچھا کہ اگر ان کی نہ کوئی جماعت ہو اور نہ امام ہو (بغیر امام کے حالت منتشرہ میں ہوں قبل از بعثت مجدد موعود) فرمایا تو ان سب فرقوں سے الگ ہو اگرچہ (بوجہ بھوک) تمہیں درخت کی جڑیں کھانی پڑیں یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے اور تم اسی حالت پر ہو۔ (کاش وہ لوگ جو مجدد وقت امام سے اپنے آپکو مستغنی سمجھتے ہیں ان پاک کلمات سے فائدہ اٹھائیں)

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر ۔ میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار

(مسیح موعودؑ)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ

"نماز اور ترقی کی تین راہیں"

پر

ماہنامہ "تجلی" - دیوبند (یو-پی) کا تبصرہ

یہ مختصر سی کتاب حضرت مولانا محمد علی صاحب کی ایک تقریر پر مشتمل ہے جو ۱۹۴۶ء کے سالانہ جلسہ میں کی گئی۔ نماز کیا ہے اور اس کے ذریعہ کیا کیا ثمرے پہنچتے ہیں، اس پر دلچسپ اور واضح طریقہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نماز میں پڑھی جانے والی آیتوں اور ظاہری اعمال وارکان پر بڑی سلاست اور دلنشین طور پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں رواداری اور ہمہ گیر انسانیت کی نام نہاد اصطلاحات کے ساتھ ہر ملک اور ہر قوم اجتماعی ترقیوں کا ڈھنڈورہ پیٹ رہی ہے اور ہر لیڈر اور رہبر انسان کو اجتماعی ترقیوں کی طرف بلا رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اجتماعی ترقی، انفرادی اصلاح کے بغیر عملاً بے معنی شئے ہے اور اسی حقیقت پر مولانا نے زور دیا ہے کہ پہلے انفرادی اصلاح و تزکیہ ہو جانا چاہیئے پھر اجتماعی نظام صالح ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے بعض اندھے مقلد اور رعب زدہ دماغ، اجتماعیت کے اس دور میں اسے ناقابل اعتنا تصور کریں۔ مگر سچ یہ ہے کہ مولانا نے نماز کے اجزائے ترکیبی پر محققانہ عمل تحلیل کے بعد جس انفرادیت کو ابھارا ہے وہی اجتماعی فلاح وبہبود کی بنیاد اور مدار ہے۔ آج دنیا کے نام نہاد مہذب ممالک اور قومیں اپنی اجتماعی ترقیوں کے باوجود انفرادی ہلاکتوں اور غلطیوں میں بری طرح گرفتار ہیں۔

یہ رسالہ بلاشبہ مفید اور قابل مطالعہ ہے اور سعادت مند روحیں اس سے فیض اور لذت حاصل کریں گی۔

صفحات ۵۲- سائز ۲۰×۳۰/۱۶ کاغذ سفید اور طباعت وکتابت اچھی۔ ٹائیٹل آرٹ پیپر۔ (ماہنامہ "تجلی" دیوبند۔ مارچ سنہ ۱۹۵۰ء صفحہ ۵۱-۵۲)

نوٹ:- ماہنامہ "تجلی" علماء کے مشہور مرکز دیوبند ضلع سہارنپور (یو-پی) سے شائع ہوتا ہے۔ مولانا عامر عثمانی اور مولانا زبیر افضل عثمانی (فاضلین دیوبند) اس کے ایڈیٹر ہیں۔ (ناقل)

اعلان نکاح

۲۸ مارچ کو صبیحہ پروین بنت چودھری سردار خاں صاحب ریٹائرڈ گارڈ منڈی بہاؤالدین کا نکاح خان محمدؐ ولد چودھری اللہ دتہ صاحب خانیوال سے بعوض پانچ ہزار روپیہ حق مہر ہوا۔ خطبہ نکاح مرزا مظفر بیگ ساطع صاحب مبلغ اسلام نے پڑھا

برات خانیوال سے آئی تھی۔ جناب چودھری ظہور احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ لاہور سے اور کیپٹن ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب نوشہرہ سے اس کار خیر میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ چودھری سردار خاں صاحب اور ان کے پڑوسی رفقاء نے بہت اعلیٰ انتظام کر رکھا تھا۔ دولہا کے والد محترم چودھری اللہ دتہ صاحب نے انجمن کے لئے یکصد روپیہ پیش کیا۔ دعا ہے کہ اللہ کریم اس رشتہ کو جانبین کے لئے باعث خیر و برکت کرے۔ آمین۔

نماز میں خشوع پیدا کرنا چاہتے ہو تو اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنا نصب العین قرار دو

حضرت مرزا صاحب کا پیدا کردہ انقلاب

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ۔ لاہور ۔ مؤرخہ ۷ اپریل ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ ۔ قد افلح المومنون ۰ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۰

نماز کی اہمیت

نماز کے متعلق میں نے متعدد خطبوں میں ذکر کیا ہے ۔ اور بعض وقت ایک ہی مضمون بار بار سننے سے طبائع اکتا بھی جاتی ہیں ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نماز کی جو اہمیت اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں اور ہمارے نبی صلعم نے اپنے عمل سے واضح کی ہے ۔ اس کا احساس آج مسلمانوں کے دلوں پر نہیں ہے اس لئے نماز کے متعلق بار بار توجہ دلانے کی ضرورت ہے ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بھی اہم باتوں کی طرف بار بار تکرار کے ساتھ توجہ دلاتا ہے اور فی الحقیقت یہ ہماری کوتاہی ہوگی اگر ہم ان باتوں کی طرف جو دین کے لئے بطور اساس کے ہیں کم توجہ کریں یا دوسروں کو کم توجہ دلائیں ۔

نماز کا رتبہ

نماز کو جو رتبہ ہمارے نبی صلعم نے دیا وہ ہے الصلوٰۃ معراج المومن یعنی نماز کو مومن کا معراج قرار دیا ہے معراج تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ہے لیکن نماز ہر مومن کو بھی اس کی استعداد کے مطابق اس بلند مقام کی طرف لے جاتی ہے جس پر حضرت نبی کریم صلعم پہنچے ۔ پھر اس نماز کو مفتاح الجنۃ یعنی بہشت کی چابی بھی قرار دیا ہے ۔ ہمارے دلوں میں اس بہشت کی چابی کی کیا اہمیت ہے ؟ اگر ہم اپنے آپ سے سوال کریں تو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ آیا ہمارا جنت پر کچھ ایمان بھی ہے یا یہ کہ ہم حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کو اپنا طریق کار بنانا بھی چاہتے ہیں ۔ جنت کے لئے کون کوشش نہیں کرنا چاہتا لیکن ہم جنت کے لئے کس قدر کوشش کرتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگالو کہ ہم اس چابی سے کتنا کام لیتے ہیں ۔

نماز میں خشوع اور خضوع

چند خطبوں میں میں نے نماز کے ظاہری امور کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس سے کیا کیا اچھے اخلاق اور عادات پیدا ہوتی ہیں ۔ اور کیا کیا خوبیاں اس سے حاصل ہوتی ہیں ۔ آج میں اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس کے بغیر ہماری نماز اپنی حقیقت کو ہی نہیں پہنچ سکتی ۔ اور یہ امر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے ۔ قد افلح المومنون ۰ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۰ یعنی مومن کامیاب ہو گئے ۔ وہ مومن جن کی نمازوں میں خضوع و خشوع پایا جاتا ہے پس نماز کی سب سے پہلی حقیقت جس کی طرف توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ نماز دل میں خشوع اور خضوع ہو اور اسی خشوع کو ہی کامیابی کی جڑ قرار دیا ہے ۔ نماز میں خشوع کا حاصل ہو جانا انسان کو کامیابی کے رستہ پر ڈال دیتا ہے ۔ حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں جو ایک عظیم الشان انقلاب صحابہ میں نظر آتا ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہی نماز میں خضوع و خشوع کا حاصل ہو جانا تھا ۔

خشوع کی حقیقت

خشوع کیا ہے ؟ اس کے لفظی معنی ہیں عاجزی پستی اور سکون ۔ نمازوں کے اندر خشوع یہ ہے کہ نماز کے بغیر انسان کو چین نہ پڑے اور اس کی روح حضرت احدیت کے حضور بہتی چلی جائے اور اس میں وہ ایک لذت بھی محسوس کرے ۔ اگر دیکھا جائے تو صحابہ کو یہ مقام حاصل تھا ۔ ان کی کیفیت نماز واقعی ایسی تھی کہ انہیں نماز کے بغیر چین نہیں آتا تھا اور جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ان کے دل خدا کے سامنے گرے ہوئے ہوتے تھے ۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج ہم میں یہ کیفیت کیسے پیدا ہو ؟ وہ کونسی چیز ہے جس کے نتیجہ میں یہ مقام آج بھی حاصل کیا جا سکتا ہے ؟ خوب یاد رکھئے اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ دنیا کی محبت کو اپنے قلب میں لیتے ہوئے اس مقام خشوع و خضوع کو حاصل کر سکتا ہے تو وہ غلطی پر ہے ۔ صحابہ کے حالات کو دیکھ لیجئے ۔ سب سے پہلی بات جو آنحضرت صلعم نے ان کے دلوں میں پیدا کی وہ یہ تھی کہ ہماری زندگی کا ایک بلند نصب العین ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ باوجود اس کے کہ وہ اس دنیا کا کاروبار کرتے تھے اور بڑی بڑی تجارتیں چلاتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھکر مشکل کام کرتے تھے جنگیں کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں خدا کی عظمت قائم رہتی تھی ۔ ان کے قلوب خدا کے آگے جھکے رہتے تھے ۔ وہ ہماری طرح کاروبار ضرور کرتے تھے لیکن چونکہ ان کے سامنے زندگی کا مقصد بلند تھا ۔ اس لئے وہ ان تجارتوں وغیرہ کو اتنی اہمیت نہیں دیتے تھے جتنی اہمیت وہ مقصد زندگی کے حصول کو دیتے تھے ان کی حالت دست بکار و دل بایار کی مصداق تھی ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ذہنیت میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کر دی تھی سچی بات ہے کہ آج ہماری نمازوں میں وہ خشوع اور خضوع پیدا نہیں ہو سکتا جو ہمیں کامیابی کے رستہ پر ڈال دے جب تک کہ ہم اپنی زندگی کے مقصد کو بلند نہ کریں ۔

حضرت مرزا صاحب اور باقی علماء اسلام میں فرق

اگر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر حضرت مرزا صاحب کیا تھے ایک عالم دین تھے ۔ دنیائے اسلام میں اس وقت اور بھی بہت سے عالم موجود تھے ۔ لیکن میں کہتا ہوں اگر ذرہ بھر بھی وہ لوگ حقیقت کی طرف توجہ کریں تو ان کو معلوم ہوگا کہ اس ایک شخص اور باقی تمام علماء اور سجادہ نشینوں میں زمین اور آسمان کا فرق نظر آتا ہے ۔ علماء عموماً چھوٹے چھوٹے جھگڑوں میں الجھے ہوئے تھے مگر حضرت مرزا صاحب ایک بلندی پر کھڑے تھے اسی لئے آپ نے اپنی جماعت کے سامنے بھی ایک بلند نصب العین رکھا یہ مقصد وہی تھا جس کی بنیاد حضرت نبی کریم صلعم نے ڈالی تھی یعنی اعلائے کلمۃ اللہ ۔ حضرت مرزا صاحب نے خدا کے نام کو بلند کرنا اپنی جماعت کا نصب العین قرار دیا ۔ انسان کی زندگی کا اگر یہ واحد مقصد ہو جائے تو یقین جانئے کہ باوجود دنیا کے کام کرنے کے اس کی توجہ خدا ہی کی طرف رہے گی ۔

جماعت احمدیہ میں نماز کا ذوق و شوق

جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا زمانہ دیکھا ہے ۔ ان کو معلوم ہوگا کہ آپ کے پاس بیٹھنے والوں کے اندر نماز کا کس قدر ذوق اور شوق تھا ۔ یہ اس لئے نہیں تھا کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر آپ کے گھر دل کے ہو گئے تھے ۔ وہ بالکل اسی طرح ہی رہتے تھے جس طرح دوسرے لوگ رہتے ہیں ۔ وہ دنیوی کاروبار کرتے تھے تجارتیں چلاتے تھے ۔ غرضیکہ دنیا کے تمام کام کاج کرتے تھے ۔ لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں کے خیالات میں ایک پلٹا دے دیا ۔ ان کی ساری توجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیر دیا تھا ۔ جنہوں نے وہ زمانہ دیکھا ہے انہیں معلوم ہوگا کہ چھوٹی مسجد میں نماز پڑھنے والوں کی کیا کیفیت ہوتی تھی نماز میں لذت پیدا کرنے کا ذریعہ لوگ آج سوال کرتے ہیں [illegible]

نمازوں میں لذت کس طرح پیدا ہوسکتی ہے۔ ہم کس طرح خضوع و خشوع کی حالت کو اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ غور کر کے دیکھ لیجئے جس کے خیالات پر دنیا غالب ہو اور وہ اسی میں منہمک ہو اس کی نماز میں کس طرح یہ کیفیت پیدا ہوسکتی ہے۔ نماز کے اندر کھڑا ہوگا تو بھی خیالات اس کے دماغ میں چکر لگا رہے ہوں گے۔ وہ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیوی کاروبار کو چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے لیکن حقیقتاً وہ دنیوی کاروبار ہی میں منہمک ہونے کے اس کے دماغ پر انہیں خیالات کا غلبہ ہوگا۔ کہیں کاروبار کو ترقی دینے اور لین دین کے معاملات اور کہیں باہمی جھگڑوں کے خیالات اس کی توجہ کو نماز میں پھیر رہے ہوتے ہیں۔ سو ان حالات میں بھلا کس طرح ایسے انسان میں خشوع خضوع کی کیفیت پیدا ہوسکتی ہے اور کیونکر وہ اس کی لذت سے لطف اندوز ہوسکتا ہے یہ خشوع اور خضوع کی کیفیت اور لذت پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کے خیالات میں ایک زبردست تبدیلی واقع نہ ہو۔ اور ان دنیوی کاروبار وغیرہ کے خیالات کی بجائے خدا کے دین کے غلبہ کا خیال اس پر مستولی نہ ہو جائے۔ اگر غلبۂ اسلام کے خیالات نے دنیوی خیالات کی جگہ نہیں لی تو پھر یاد رکھئے چاہے کوئی نماز کے مفہوم کو سمجھ کر ہی کیوں نہ ادا کرتا ہو۔ نماز میں قطعاً لذت پیدا نہیں ہوسکتی۔

ایک عجیب نظارہ

آخر غور کیجئے یہ کیا نظارہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے ماننے والوں کو بُرا کہا جاتا تھا طرح طرح کے دکھ پہنچائے جاتے تھے۔ انہیں مارا جاتا اور پیٹا جاتا تھا۔ بعض کو جام شہادت بھی پلایا گیا۔ ان سب تکالیف اور نیز فتوے کفر کے باوجود لوگ قادیان ایک اُجاڑ بستی کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ کیا حضرت مرزا صاحب کوئی دولت تقسیم کر رہے تھے جس کے حصول کے لئے تکالیف برداشت کرنے اور بُرا کہلانے کے باوجود لوگ آپ کے پاس بھاگے جا رہے تھے۔ نہیں یہ کوئی دنیوی مال و متاع کی خواہش نہ تھی بلکہ آپ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے بعد تو اپنی کمائی سے کچھ حصہ بطور چندہ دینا پڑتا تھا۔ کیا لذت تھی گالیاں بھی کھاتے مار بھی کھاتے پھر مال کما کر دیتے جاتے۔ ہاں یہ ایک روحانی نعمت تھی جس کے مقابلہ میں یہ دنیوی مال و متاع کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کے خیالات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ وہ اس دنیا میں رہنے کے باوجود اس میں نہیں رہتا تھا۔ وہ بظاہر دنیوی کاروبار کرتا تھا لیکن اس کا دل خدا ہی سے لگا ہوتا تھا اور دل میں ایک جوش تھا کہ کسی طرح خدا کے کلام کو دنیا میں پہنچانے میں ہم بھی معاون ہو جائیں ان کی زندگیوں کا مقصد بلند ہو گیا تھا۔

حضرت مرزا صاحب کا پیدا کردہ انقلاب

یہ وہ انقلاب تھا جو آج اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے پیدا کر دیا۔ لیکن آپ کے ماسوا دنیائے اسلام کے تمام علماء اس انقلاب کو پیدا نہ کر سکے وہ اس عظیم الشان انقلاب کو پیدا بھی کس طرح کر سکتے تھے۔ جب کہ وہ خود باہمی چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے بلند کر کے انہیں ایک بہت بڑے مقصد پر لگا دیا۔ مسلمانوں کی وہ قوت جو باہمی جھگڑوں پر خرچ ہو رہی تھی اسے اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے اور اعلائے کلمۃ اللہ پر لگا دیا۔ قوت تو بہرحال ایک ہی جگہ صرف ہوسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ غور کیجئے کیا ان چھوٹے چھوٹے باہمی جھگڑوں میں اُلجھ کر علماء کرام نے قوم کے لئے کوئی مفید کام کیا؟ آج پھر یہ جھگڑے دوبارہ پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ قوم کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا بلکہ پاکستان کو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ اس لئے اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اپنی قوت کو مجموعی طور پر دشمن کے مقابلہ پر صرف کیا جائے) کیا وجہ ہے کہ تمام علماء تو ان باہمی جھگڑوں ہی میں پھنسے رہے لیکن ایک جماعت ان جھگڑوں سے بلند تر ہو گئی۔ حضرت مرزا صاحب کے ظاہر ہونے کے وقت بھی وہابی اور سُنی کے جھگڑے موجود تھے۔ آمین اُونچی اور نیچی کہنے اور رفع یدین کرنے پر باہم جوت پازار گرم تھی۔ یہاں تک کہ یہ مقدمات پریوی کونسل تک پہنچے ——— غیروں پر ان مقدمات سے اسلام کی تعلیم کے بارے میں کیا اثر پڑتا ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ ان تمام چھوٹے چھوٹے جھگڑوں سے جماعت کو بہت بلند کر دیا۔ ایک ہی صف میں کھڑے ہونے والوں میں بعض آمین اونچی کہتے ہیں بعض نیچی۔ بعض رفع یدین کرتے ہیں اور بعض نہیں۔ لیکن کسی کو جھگڑے کا خیال تک بھی نہیں گذرتا تھا باوجود اس کے کہ آج بھی لوگ سمجھتے ہیں کہ ان باہمی جھگڑوں سے قوت تباہ و برباد ہو رہی ہے لیکن کسی کے اندر یہ قوت پیدا نہیں ہوتی کہ ان جھگڑوں کو چھوڑ دیا جائے اور قوم کی تمام تر قوت کو اصل مقصد کی طرف لگا دیا جائے۔ آج صرف حضرت مرزا صاحب ہی وہ اکیلے شخص ہیں جنہوں نے قوم کی توجہ کو نہ صرف ان جھگڑوں سے بلند کیا بلکہ ان کی تمام قوت کو اسلام کے دفاع اور اعلائے کلمۃ اللہ پر لگا دیا۔ یہ کوئی چھوٹا سا انقلاب نہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ بشر ہونے کے لحاظ سے سب لوگ برابر ہیں۔ لیکن باوجود اس کے بعض اُن میں سے حاکم ہیں اور بعض محکوم۔ علم کے لحاظ سے بھی بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ یہ سچ ہے کہ دنیائے اسلام میں اور بھی عالم تھے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جو انقلاب حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی جماعت میں پیدا کیا وہ کوئی دوسرا عالم یا سب مل کر پیدا نہ کر سکے۔ قوم کی قوم کو پستی سے اُٹھا کر ان کی توجہ کو بلند باتوں کی طرف لگا دیا نہ صرف یہ بلکہ ان کا تعلق بھی خدا سے پیدا کر دیا۔

بلند مقصد اور خشوع

نماز کے اندر خشوع و خضوع کا پیدا ہو جانا اور اس میں لذت کا محسوس ہونا اسی بلند خیالی کا ہی نتیجہ تھا۔ وہ لوگ جو آئے دن ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھے رہتے تھے ان کے سامنے آپ نے اعلائے کلمۃ اللہ کے بلند مقصد کو رکھا۔ اگر کوئی فرد یا قوم باہم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھی رہے تو وہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتی۔ ہمارے ملک کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ کئی سیاسی پارٹیاں موجود ہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر قوم میں تفرقہ اور انتشار پھیلا رہی ہیں۔ آخر غور کیجئے صحابہ کے اندر کیوں محبت اور اتفاق تھا۔ اس لئے کہ ان کے خیالات اور نصب العین میں بلندی تھی۔ آج ہماری اغراض پست ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے باہمی محبت اور اتفاق بھی باقی نہیں رہا۔ جو قوم اپنے سامنے کوئی بلند نصب العین رکھ لے اس کے اندر لازمی طور پر قوت اور طاقت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

احمدیت کی مخالفت

حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا کس قدر احسان ہے کہ آپ نے مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل سے ہٹا کر جن میں کہ وہ باہم اُلجھے ہوئے تھے ایک بلند مقصد کی طرف دعوت دی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اکثریت اس پر لبیک کہنے کی بجائے آپ کی مخالفت میں ڈٹ گئی۔ آج بھی مخالفت کا ایک طوفان نظر آتا ہے لیکن ہم ان مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ آخر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کر کے انہوں نے کونسا مرحلہ طے کر لیا ہے۔ اور احمدیت کی مخالفت کر کے آخر ان کا کیا بن گیا ہے۔ سنہ ۱۹۳۲ء کے قریب بھی مخالفت کا طوفان اُٹھا تھا اور اس وقت بھی میں نے خطبوں میں اسی امر کی طرف توجہ دلائی تھی اس وقت احمدیت کی مخالفت میں تمام اخبار سیاہ ہوتے تھے۔ "احمدیت کے تابوت میں آخری میخ" کے جلی عنوان قائم کئے جاتے تھے۔ اسی طرح کئی آخری میخیں اس "تابوت" میں لگائی گئیں۔ لیکن دیکھ لو دنیائے اسلام میں یہی ایک "تابوت" ہے جو دین کی خدمت کر رہا ہے۔ اور اس میں آخری میخیں ٹھونکنے والے کچھ بھی کام کر کے نہ دکھا سکے۔ کاش ان کا بھی کوئی مقصد بلند ہوتا۔ آخر اس مخالفت سے انہوں نے حاصل کیا کیا۔ جب انسان اندھا ہو جائے تو پھر وہ بغیر دیکھے مخالفت کرتا چلا جاتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اسلام کی اشاعت کا تھوڑا بہت کام جو آج دنیا میں نظر آتا ہے وہ جماعت احمدیہ ہی کے ہاتھوں ہوا۔ تو پھر اس فعال جماعت کی مخالفت کیوں؟ اس کی وجہ تلاش کیجئے کہ آخر یہ کیا راز ہے کہ دنیائے اسلام میں سے کسی دوسری جماعت کو یہ توفیق نہیں ملی۔

برکات الٰہی

میں اپنی جماعت کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اعلائے کلمۃ اللہ میں جو تھوڑی بہت توجہ دی گئی ہے اس سے کس قدر خدا تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ اگر یہ توجہ صحابہ کا رنگ پکڑ جائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک تھوڑے عرصہ میں ہی ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے خدا تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہماری حقیر کوششوں میں اس نے کس قدر برکت دی ہے۔ آج سینکڑوں لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور کروڑوں انسانوں کے خیالات اسلام کے بارے میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ یہ بھی آخر کس کی کوششوں کا نتیجہ ہے یہ اسی مرد خدا کی دعاؤں کا نتیجہ ہے جس نے جماعت احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔

نماز کی حقیقت

مسیح موعودؑ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام

نماز کیا ہے؟ یہ ایک خاص دعا ہے مگر افسوس ہے کہ لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔ نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالےٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے؟ اس کی غناء ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا اور تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہو بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق سے اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادت اور تقویٰ اور دین داری سے محبت نہیں ہے اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے اور عبادت میں جس قسم کا مزا آنا چاہیئے وہ مزا نہیں آتا دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے رکھا نہ ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزا نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظ اور لذت نہیں پاتے ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہیئے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں خدا تعالےٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت ا[illegible] لئے ایک لذت اور سرور نہ ہو؟ لذت اور سرور تو ہے مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اب انسان جبکہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے تو ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔ اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربے سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا کی ہیں تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ اور مزے کے احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیاء کو دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سُریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے ہیں؟ پھر کیا کوئی دلیل اور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے عورت اور مرد کو جوڑا پیدا کیا اور مرد کو رغبت دی ہے اب اس میں زبردستی نہیں کی بلکہ ایک لذت بھی رکھ دی ہے۔ اگر محض توالد و تناسل ہی مقصود بالذات ہوتا تو مطلب پورا نہ ہو سکتا۔ عورت اور مرد کی برہنگی کی حالت میں ان کی غیرت قبول نہ کرتی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعلق پیدا کریں مگر اس میں ان کے لئے ایک حظ ہے اور ایک لذت ہے۔ یہ حظ اور لذت اس درجہ تک پہنچی ہے کہ بعض کوتاہ اندیش انسان اولاد کی بھی پروا اور خیال نہیں کرتے بلکہ ان کو صرف حظ ہی سے کام اور غرض ہے۔ خدا تعالےٰ کی علت غائی بندوں کا پیدا کرنا تھا اور اس سبب کے لئے ایک تعلق عورت اور مرد میں قائم کیا اور ضمناً اس میں ایک حظ رکھ دیا جو اکثر نادانوں کے لئے مقصود بالذات ہو گیا ہے۔ اسی طرح سے خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں۔ اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے باہم تعلقات میں ایک لذت ہے اور اس سے وہی بہرہ مند ہو سکتا ہے جو مرد ہے اور اپنے قویٰ صحیح رکھتا ہے ایک نامرد اور مخنث وہ حظ نہیں پا سکتا اور جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا۔ عورت اور مرد کا جوڑا تو باطل اور عارضی جوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں حقیقی۔ ابدی اور لذت مجسم جو جوڑا ہے وہ انسان اور خدا تعالیٰ کا جوڑا ہے۔ مجھے سخت اضطراب ہوتا اور کبھی کبھی یہ رنج میری جان کو کھانے لگتا ہے کہ ایک دن اگر کسی کو روٹی یا کھانے کا مزا نہ آئے طبیب کے پاس جاتا اور کیسی کیسی منتیں اور خوشامدیں کرتا اور روپیہ خرچ کرتا اور دُکھ اٹھاتا ہے کہ وہ مزا حاصل ہو۔ وہ نامرد جو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہیں کر سکتا بعض اوقات گھبرا کر خودکشی کے ارادے تک پہنچ جاتا ہے، اور اکثر موتیں اس قسم کی ہو جاتی ہیں۔ مگر آہ وہ مریض دل وہ نامرد کیوں کوشش نہیں کرتا جس کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ اس کی جان کیوں غم سے نڈھال نہیں ہو جاتی؟ دنیا اور اس کی خوشیوں کے لئے تو کیا کچھ کرتا ہے مگر ابدی اور حقیقی راحتوں کی وہ پیاس اور تڑپ نہیں پاتا۔ کس قدر بے نصیب ہے! کیسا ہی محروم ہے! عارضی اور فانی لذتوں کے علاج تلاش کرتا ہے اور پا لیتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مستقل اور ابدی لذت کے علاج نہ ہوں؟ ہیں اور ضرور ہیں۔ مگر تلاش حق میں مستقل اور پویہ قدم درکار ہیں۔ قرآن کریم میں ایک موقعہ پر اللہ تعالےٰ نے صالحین کی مثال عورتوں سے دی ہے اس میں بھی سر اور بھید ہے۔ ایمان لانے والوں کو مریم اور آسیہ سے مثال دی ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ مشرکین میں سے مومنوں کو پیدا کرتا ہے۔ بہرحال عورتوں سے مثال دینے میں دراصل ایک لطیف راز کا اظہار ہے یعنی جس طرح عورت اور مرد کا باہم تعلق ہوتا ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ ہے۔ اگر عورت اور مرد کی باہم موافقت ہو اور وہ ایک دوسرے پر فریفتہ ہوں تو وہ جوڑا مبارک اور مفید ہوتا ہے ورنہ نظام خانگی بگڑ جاتا ہے اور مقصود بالذات حاصل نہیں ہوتا ہے۔ مرد اور جگہ خراب ہو کر صدہا قسم کی بیماریاں لے آتے ہیں۔ آتشک سے مجذوم ہو کر دنیا میں ہی محروم ہو جاتے ہیں اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو کئی پشت تک یہ سلسلہ چلا جاتا ہے اور ادھر عورت بے حیائی کرتی پھرتی ہے اور عزت و آبرو کو ڈبو کر بھی سچی راحت حاصل نہیں کر سکتی۔ غرض اس جوڑے سے الگ ہو کر کس قدر بدنتائج اور فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح پر انسان روحانی جوڑے سے الگ ہو کر مجذوم اور مخذول ہو جاتا ہے دنیاوی جوڑے سے زیادہ رنج و مصائب کا نشانہ بنتا ہے۔ جیسا کہ عورت اور مرد کے جوڑے سے ایک قسم کی بقا کے لئے حظ ہے اسی طرح پر عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی بقا کے لئے حظ موجود ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ یہ حظ جس کو نصیب ہو جائے وہ دنیا اور مافیہا کے تمام حظوظ سے بڑھکر ترجیح رکھتا ہے اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسکو معلوم ہو جائے تو وہ اس میں ہی فنا ہو جائے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں نری ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہیں۔ مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے کہ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جاویں اور پھر اس نماز سے یہ بات ان کو حاصل بھی ہو جاتی ہے یعنے وہ نمازی اور پرہیزگار کہلاتے ہیں پھر کیوں ان کو یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بیدلی کی نماز سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیوں ایک سچے عابد بننے سے ان کو عزت نہ ملے گی۔ غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اسی لئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالےٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی وجہ کسل کی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری اور سچی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتے۔ پھر سوال یہی ہوتا ہے کہ کیوں؟ ان کو اس لذت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی اس مزے کو انہوں نے چکھا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مؤذن اذان دیتا ہے۔ پھر وہ سننا بھی نہیں چاہتے گویا ان کے دل دکھتے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ ان کی دکانیں دیکھو تو مسجد کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔ پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ جس طرح اور پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزا چکھا دے۔

من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منهم۔

حدیث کسوف وخسوف

چوتھی زبردست دلیل حدیث کسوف وخسوف ہے اور ہمارا یہ دعوےٰ ہے کہ کسی بھی نبی یا مامور کے لئے اس کے پیشرو نبی نے اس سے زیادہ صاف اور واضح اور روشن علامات بیان نہیں فرمائیں۔ جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کے مسیح کے لئے بیان فرمائیں۔ کیونکہ اسی مسیح کے زمانہ میں دجال کی آخری جنگ اور اسلام کا غلبہ مقدر تھا۔ ماہ رمضان میں کسوف وخسوف کی پیشگوئی اسی قبیل کی ہے۔ اور ایسی فیصلہ کن ہے کہ مسیح ومہدی کے زمانہ کے تعین میں کسی ابہام کی گنجائش نہیں رہتی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان لمهدينا آيتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض ينكسف القمر لاول ليلة و تنكسف الشمس في النصف منه

یہ کسوف وخسوف ۱۸۹۴ء میں ہوا۔ جبکہ مدعی مہدویت ومسیحیت موجود تھا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے مسلمان خوش ہوتے۔ ان کے ایمان میں ازدیاد و ترقی ہوتی ان کے دلوں میں اسلام کے غلبہ کا خیال پیدا ہوتا۔ اور وہ اس روشن پیشگوئی کے ذریعہ دوسرے ادیان پر اتمام حجت کرتے۔ لیکن اس بدقسمت قوم نے حضرت میرزا صاحب کی مخالفت میں نبیوں کے سردار کی پیشگوئی کو جھٹلا دیا۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ اس پیشگوئی کو جھٹلا کر دنیا کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ اس پیشگوئی کی عظمت اور قوت اور شوکت نے ان کے دلوں کو کھا لیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آنے والا آچکا۔ اس لئے اب ان کی آسمان سے کسی مسیح کے نزول کی امیدیں ختم ہوگئیں۔ ٹھیک جس طرح کہ مسیح ابن مریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہود ونصاریٰ کے لئے کسی نبی کی آمد کی حالت منتظرہ باقی نہ رہی۔

جماعت احرار اور مخالف اخبارات کو انتباہ

اگرچہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے کے اور بیشمار دلائل ہیں۔ لیکن مضمون کی طوالت کے پیش نظر ہم سردست انہی دلائل پر اکتفا کرتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے مخالفین کو حضرت میرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ویسے بھی دوست ودشمن میں آپ کی راستبازی اور امانت اور آپ کا تبحر علمی مسلم ہے۔ سو ہمارے مخالفین کو آپ کے دعاوی سے کد ہے۔ اس لئے ہم ان کو آگاہ کر دینا چاہتے ہیں کہ

(۱) میرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ہے مسیح ابن مریم طبعی موت مر گئے اور اس دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔

(۲) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد نہ نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا۔

(۳) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ آنے والے مسیح کے نزول کے متعلق احادیث حق ہیں اور آنیوالا مسیح اسی امت کا ایک فرد ہونا چاہیئے تھا۔

(۴) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ حدیث مجدد صحیح ہے۔ اور آپ اس صدی کے مجدد ہیں اور اس صدی کے فتنوں اور فسادات کے پیش نظر چودھویں صدی کے مجدد کے لئے اس کے کام کی عظمت کے لحاظ سے تمام عزتیں مسلم ہیں وہ مسیح بھی ہے۔ وہ مہدی بھی ہے۔ نیز وہ کرشن رودر گوپال بھی ہے جس کی گیتا میں لکھی گئی ہے۔

(۵) میرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر زمانہ میں اپنے نیک بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور اس زمانہ میں آپ سے اللہ تعالیٰ بکثرت ہمکلام ہوا۔

(۶) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔

(۷) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ اسلام دنیا کے جملہ مذاہب پر غالب آکر رہے گا۔ اور یہ غلبہ آپ کی جماعت کے ذریعہ ظہور پذیر ہوگا۔

(۸) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئیندہ ہوگی۔

(۹) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے۔ کہ قرآن حکیم ہر معاملہ میں حکم ہے احادیث اور فقہ اس کے تابع ہیں۔

(۱۰) میرزا غلام احمد صاحب کا دعوےٰ ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان صرف دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور اشاعت اسلام سے ترقی کر سکتے ہیں۔

یہ وہ امور ہیں۔ جو حضرت میرزا صاحب کو اور آپ کی جماعت کو دوسرے مسلمانوں پر ممتاز کرتے ہیں۔ جب حضرت میرزا صاحب کی ذات معرض بحث میں نہیں اور ذاتیات پر بحث بھی گندے اور پلید آدمیوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ تو ہم جماعت احرار کے زعما اور ان کے ہمنوا اخبارات کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ ان موضوعوں پر جب چاہیں۔ ہم سے بحث کریں۔ کہ یہ احقاق حق کا بہترین طریق ہے۔ بلکہ یہ زیادہ قرین ثواب ہے۔ کہ حکومت کے حضور جماعت احمدیہ کے خلاف فریاد کرنے کی بجائے وہ حکومت سے درخواست کریں۔ کہ وہ اپنی نگرانی میں اس قسم کا مباحثہ کرا سکے۔ اس سے لوگوں میں مذہبی دلچسپی بھی بڑھے گی اور علمی شوق بھی ترقی کرے گا۔ ورنہ جس قسم کا کیچڑ اچھالنا انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ یہ کوئی مستحسن فعل نہیں اور شرفا کے طریق سے بعید ہے۔ ہم سیاسیات سے الگ تھلگ ایک جماعت ہیں جن کا مسلک واحد اشاعت اسلام ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کے معنیٰ اشاعت اسلام کی مخالفت اور اس کے راستہ میں کانٹے پیدا کرنا ہے۔ يريدون ان يطفؤا نور الله بافواههم ويابى الله الا ان يتم نوره ولو كره الكفرون هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور مونہوں سے بجھا دیں۔ اور اللہ کو بجز اس کے کچھ منظور نہیں کہ اپنے نور کو پورا کرے گو کافر برا ہی مانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اسکو کل دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرک برا ہی مانیں۔ اس کے ساتھ ہی اگلی آیت میں اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ یہ علماء اور یہ پیر اس لئے اللہ تعالیٰ کے اتمام نور یعنی اشاعت اسلام میں کانٹے پیدا کرتے ہیں۔ کہ لوگوں کے مال بالباطل حاصل کریں۔ سو جماعت احرار اور مخالف اخبارات کے لئے خوف کا مقام ہے کیونکہ حضرت میرزا صاحب کی مخالفت میں ان کا مقصد بھی جلب زر اور ناپاک دنیوی فوائد تو نہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اشاعت اسلام کا کام حضرت میرزا کے نور اور آپ کی ... دعاؤں سے وابستہ ہے۔ اور یہ کام ہوکر رہے گا۔ اور ہمارے نامراد مخالف خائب خاسر ہوں گے۔ خدا ترس اور نیک طبع لوگوں کے لئے صرف یہ ایک دلیل ہی دلوں کو کھا جانے والی ہے۔ کہ عالم اسلام میں صرف اور صرف ایک ہی جماعت ہے جو باوجود اپنی قلیت تعداد کے دنیا میں اشاعت اسلام کر رہی ہے اور وہ جماعت حضرت میرزا کے دامن سے وابستہ ہے۔ اور کسی دوسری جماعت کو اس کار خیر کی توفیق نہیں ملتی۔

قادیانیت موجودہ مخالفت کی ذمہ دار ہے

یہ امر واقع ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے آخری حصہ میں احمدیت کی مخالفت تقریباً مٹ گئی تھی۔ اور حضرت مولوی نورالدین صاحب علیہ الرحمۃ کے زمانہ خلافت میں جماعت احمدیہ کو ملک کے طول وعرض میں عزت وعظمت کی نظر سے دیکھا جانے لگا تھا۔ لیکن موجودہ خلیفہ قادیان میرزا بشیر الدین محمود احمد نے نئے اور غیر اسلامی عقائد اختراع کرکے اور سیاسیات میں بیجا دخل دے کر پھر از سر نو مخالفت کو مشتعل کیا۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ دعاوی جو دشمن حضرت مسیح موعود پر افترا کرتے تھے۔ آج خلیفہ قادیان اور آپ کی جماعت کا مذہب بن گئے ہیں۔ بلکہ قادیانیت کا مذہب سکڑ کر صرف ان دو باتوں پر آگیا ہے کہ نبوت جاری ہے اور حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان ناپاک عقائد نے جن سے احمدیت کو دور کا بھی تعلق نہیں۔ احمدیت کو بدنام کر رکھا ہے۔ اور دشمن حضرت مسیح کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی بجائے جناب میاں صاحب کی غیر ذمہ دارانہ تحریروں اور تقریروں سے حوالے پیش کرکے مسیح موعود پر حملے کرتے ہیں۔ کیا میاں صاحب کے لئے وقت نہیں آیا۔ کہ وہ اپنے ان خود ساختہ عقائد سے رجوع کریں۔ کم از کم ۱۹۱۵ء میں کیا انہوں نے یہ نہیں فرمایا تھا۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود کو نبی کہنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن کسی مصلحت کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہیں۔ کیا وہ مصلحت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے۔ کہ ایک عقیدہ جسے وقتی قرار دیا گیا۔ اب قادیانیت کا مستقل مذہب بن گیا ہے۔

اگر جماعت قادیان اور مخالفین احمدیت دیانتداری سے یہ یقین کر لیں کہ حضرت

یوم الدین (الحجر ۳ : ۳۶)

: اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت ہے۔

وان علیک لعنتی الیٰ یوم الدین۔ (ص ۵ : ۷۹)

اور تجھ پر میری لعنت قیامت کے دن تک ہے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے ابلیس پر قیامت کے دن تک لعنت پڑتی رہے گی منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں کے بارے میں سورۃ فتح میں ذکر ہے۔

علیہم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیہم ولعنہم واعد لہم جہنم (الفتح ۱ : ۷)

ان پر بری گردش ہے۔ اور اللہ کا غضب ہے۔ اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کیا۔

دیکھئے ایک ہی موقعہ پر بری گردش وغضب ولعنت اور جہنم کی بشارات دے دیں۔ افسوس آزاد کے مضمون نگار کو اللہ میاں کے نفسیاتی تجزیہ کی توفیق نصیب نہیں ہوئی ورنہ خدا تعالےٰ کو بھی ملعون قرار دینے کی نوبت میں اصلاح کرنا پڑتی۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ "نور الحق" پادری عماد الدین کی خرافات کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ اس میں حضرت نبی کریم صلعم کے متعلق ایسے سخت الفاظ استعمال کئے گئے تھے اور ایسی باتیں لکھی تھیں جن سے دل کانپ اٹھتے ہیں اور ایک مسلمان بیقرار ہو جاتا ہے۔ حضرت صاحب نے عربی اشعار میں ان تمام امور کا ذکر بھی کیا ہے۔

جرت حزنًا عیون من عیونی
بما شاھدت فتنا کالسخان
فھل وجدت تکالی مثل وجدی
اذی ام ھل لھا شان کشانی
فلمّا طالعت کتاب سابٍ
وقمطر مقلتی مثل الرتان
رئینا فیہ کلمًا محفظات
وسبّ المصطفیٰ بحر الجنان
صبرت علیہ حتی عیل صبری
ونار الغیظ ثارت فی جنانی

(نور الحق حصہ اول صـ ۶۲-۶۳)

ترجمہ :۔ میری آنکھوں سے مارے غم کے چشمے بہہ نکلے۔

جبکہ میں نے ان فتنوں کا مشاہدہ کیا جو دھوئیں کی مانند اٹھ رہے ہیں۔

پس کیا وہ عورتیں جن کے لڑکے مر جائیں ایسا غم کرتی ہیں۔

کیا دکھ کے وقت ان کا ایسا حال ہوتا ہے جو میرا حال ہے۔

میں نے ایک شخص کی پادریوں میں سے کتاب دیکھی جس نے گالیاں دی ہیں سو میں اس کتاب کو دیکھتا تھا اور اور میری آنکھوں سے مینہہ کی طرح آنسو جاری تھے۔

ہم نے اس کتاب میں وہ کلمے دیکھے جو غصہ دلانے والے تھے۔ اور دیکھا کہ اس شخص نے رسول اللہ صلعم کو گالیاں نکالیں جو بخشائش کا دریا ہے۔

میں نے اس بات پر صبر کیا یہاں تک کہ صبر کا یارا نہ رہا اور غصہ کی آگ مجھ میں بھڑکی۔

یہ کوئی مبالغہ نہیں جو حضرت مرزا صاحب نے عشق رسول میں کہا ہے۔ جن لوگوں کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ گواہ ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو انہوں نے بہت ہی حلیم اور متواضع انسان پایا۔ شدید مخالفت کے اوقات میں بھی انہوں نے کسی گھبراہٹ اور پریشانی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان کو گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آتے اور وہ انہیں مسکرا کر ایک طرف رکھ دیتے۔ لیکن نبی کریم صلعم کے بارے میں اگر کوئی شخص گستاخی کرتا تو ان کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور وہ اس وقت تک بیقرار رہتے جب تک اس کا مناسب جواب نہ لکھ لیتے۔

اگر یہ گھٹیا پن ہے تو ایسا گھٹیا پن ہمیں اور ہمارے امام کو مبارک ہو۔ حضرت صاحب اسی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

"میں آزادوں اور قیدیوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں برکت اور لعنت نصاریٰ کے آگے رکھتا ہوں .... مگر وہ شخص کہ جس نے نہ تو ہمارے رسالہ جیسا رسالہ بنایا نہ قرآن کریم کی جرح قدح سے باز آیا اور نہ فصاحت قرآنی پر بے جا حملہ کرنے سے اپنے تئیں روکا پس اس پر، وہ سب باتیں وارد ہوں گی جو ہم اس رسالہ میں لکھ چکے ہیں وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین"

(صـ ۱۲۳)

یہ سچ ہے خدا کے مامور رہنمائی کی پاکیزہ غرض سے آتے ہیں۔ لیکن اس مقصود کو حاصل کرنے کے لئے انہیں بعض اوقات نشتر بھی چلانا پڑتا ہے۔ اصلاح کے اس طریق کی غرض یہی ہوتی ہے کہ لوگ امر حق کو سننے کے لئے متوجہ ہوں

قرآن مجید میں جو سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کا منشاء بھی یہی ہے۔ اور مامور بھی حالات کے مطابق اسی حکیمانہ طریق کو اختیار کرتا ہے۔ اور اس سے اس کے "بہت سنجیدہ۔ بہت اونچا اور بہت متوازن" ہونے پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اگر ڈاکٹر گلے سڑے عضو کے لئے اپریشن تجویز کرے تو نفسیات کے یہ نئے شائقین اس کے گلے ہی پڑ جائیں کہ حضرت یہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل ودماغ صحیح اور ٹھنڈا نہیں۔

اچھا مولٰنا اگر آپ کو ہمارے اس نظریہ سے اختلاف ہے (اور یقیناً ہوگا اس لئے کہ جو بات ہم کہیں گے وہ تو آپ کبھی تسلیم ہی نہیں کریں گے) تو مندرجہ ذیل روایات کا از خود ہی تجزیہ فرما دیجئے۔

تحریک احمدیت کے مخالف ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے حال ہی میں ایک کتاب جانِ نو لکھی ہے۔ جس میں حضرت ابو بکرؓ کے متعلق موطا، امام مالک، سے ایک روایت درج کی ہے :۔

"حضرت ابو بکرؓ کو زبان پر پورا قابو حاصل نہیں تھا جب کوئی ناگوار بات نکل جاتی تو پہروں پشیمان رہتے ایک مرتبہ زبان کو پکڑ کر توڑ مروڑ رہے تھے کہ اوپر سے حضرت عمرؓ آ گئے پوچھا ابو بکر یہ کیا کر رہے ہو؟ اس حرکت سے باز آؤ۔ فرمانے لگے مجھے اس کی خبر لینے دو کہ اسی نے تو مجھے تباہ کیا ہے۔"

بخاری کتاب التفسیر زیر آیت لیس لک من الامر شیء (آل عمران) درج ہے:۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم العن فلانًا وفلانًا اللھم العن الحرث بن ھشام اللھم العن سھیل بن عمرو اللھم العن صفوان بن امیہ فنزلت ھذہ الآیات۔

یعنی اے اللہ فلاں پر لعنت کر اور فلاں پر لعنت کر اے اللہ حرث بن ہشام پر لعنت کر اے اللہ سہیل بن عمرو پر لعنت کر اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر پس یہ آیت نازل ہوئی اسی سلسلہ میں

ایک ... کہ نبی کریم صلعم نے ... سردار قوم کی ... کے لئے ... تو ایک

کنوئیں کے پاس جس کا نام بیئر معونہ ہے اس قوم کے چند قبیلوں نے غداری سے ان سب کو قتل کر دیا۔ تو نبی کریمؐ نے تیس دن قنوت میں جو آپ نماز صبح کی دوسری رکعت میں بعد رکوع پڑھتے تھے، ان پر بد دعا کی۔

وہ بدبخت جو اس بات پر اعتراض کرے کہ نبی کریم صلعم نے تیس دن تک کیوں لعنت کی وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر رہا ہے کہ جن لوگوں نے ان قاریوں کو شہید کیا تھا مخلوق الٰہی پر رحم کا تقاضا تھا کہ ان کا وجود دنیا سے مٹ جائے اور جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس امر سے منع کیا تو آپ رک گئے اور اس طریق سے رحمت الٰہی کی وسعت نے ان کے گناہوں کو ڈھانپ لیا۔ اور بعد میں ان لوگوں میں سے اکثریت نے اسلام کے دامن میں پناہ لی۔

دعائے صحت آفتاب احمد صاحب کارکن دفتر کی والدہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے۔

مبارک مولوی محمد حسین صاحب مبلغ اسلام جھنگ سے اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

"شیخ عبد الرحمٰن صاحب خلف شیخ محمد لطیف صاحب مہاجر شاہ آبادی کے گھر اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ اور اس خوشی میں شیخ صاحب موصوف نے ایک روپیہ اشاعت اسلام میں دیا ہے۔"

دعا ہے اللہ تعالےٰ نومولود کو درازی عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے ہم اس خوشی میں شیخ صاحب موصوف مع جملہ لواحقین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

— شیخ محمد حسین صاحب نقیب جماعت سیالکوٹ اطلاع دیتے ہیں کہ

شیخ رشید احمد صاحب نے اپنے صاحبزادہ کے امتحان میں کامیاب ہونے پر مبلغ ۲ روپے انجمن کو عطا فرمائے ہیں

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو دین اور دنیا میں کامیاب فرمائے۔

اعلان

اخبار پیغام صلح کے جملہ خریداران جو ہندوستان میں رہتے ہیں اور جن کا چندہ ختم ہو چکا ہے براہ مہربانی وہ اپنا چندہ ۔ ۱۲ - ۸ ہندوستانی سکہ سالانہ کے حساب سے مندرجہ ذیل پتہ پر بھیج دیں اور ساتھ ہی اسکی اطلاع معہ اپنے خریداری نمبر کے دفتر پیغام صلح لاہور میں بھیج دیں۔

پتہ :۔ شیخ محمد انعام الحق صاحب مکان نمبر ۱ لے کلاس۔ ملک پیٹھ محلہ اعظم پورہ۔ حیدر آباد دکن

تحریک احمدیت کی موجودہ مخالفت

جماعت احرار اور مخالف اخبارات کو دعوت مباحثہ

صادق علی صاحب پٹیالوی

(۲)

صداقت مسیح موعود کے چند دلائل

اگرچہ مضمون طویل ہوگیا ہے۔ تاہم طالبان حق کے لئے صداقت حضرت میرزا صاحب کے چند اور دلائل بھی ہم مختصراً لکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ سعید روحوں کے لئے مفید اور مخالفین کے لئے حجت ہوں۔

وقت سب سے بڑی شہادت ہے

کسی مامور کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں مامور دعوے کرتا ہے۔ جس طرح انتہائی تاریک راتوں کے بعد ہلال کا نمودار ہونا یقینی ہوتا ہے۔ بعینہ اسی طرح جب دنیا میں روحانی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور لامذہبی کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔ تو اللہ تعالے اپنی رحمانیت سے گمراہ مخلوق کی ہدایت کے لئے ضرورت وقت کے مناسب کسی مامور کو بھیج دیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ابھی بہت سے لوگ زندہ ہوں گے۔ جن کے دلوں میں ساٹھ سال پہلے کے زمانہ کی تلخ حقیقت تازہ ہوگی اس لئے کہ بقول مولوی عبداللہ العمادی مرحوم ایڈیٹر وکیل امرتسر۔

"وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہوکر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے۔ اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے۔ یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے استعداد کی یہ حالت تھی۔ کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں۔ اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔"

اور فرزندان اسلام جوق در جوق بپتسمہ لیکر مذہب تثلیث میں داخل ہو رہے تھے۔ اس وقت خدا کی غیرت جوش میں آئی اور اس خدا نے جس نے وعدہ فرمایا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون اپنے وعدہ کے مطابق ایک مرد خدا میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تجدید دین کی خلعت سے سرفراز و مشرف کرکے مدافعت اسلام کے لئے مامور فرمایا۔ اور یہ سب کے دیکھنے کی بات ہے۔ کہ اسلام جسے آریہ اور عیسائی اپنا آسان ترین شکار سمجھتے تھے ہمارے دیکھتے دیکھتے تمام ادیان پر غالب آگیا۔ اور اللہ تعالے کا وہ وعدہ پورا ہوا جو اس نے ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ میں فرمایا تھا۔ حضرت میرزا صاحب ... کی صداقت پر یہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ کہ آپ وقت پر آئے۔ اور جس منصب کا دعوے کیا۔ اس کا کام باحسن وجوہ کرکے دکھلا دیا۔ اس سے زیادہ اور سچائی کیا ہوتی۔ کہ مغلوب مذہب کو غالب اور ایک مردہ قوم کو زندہ کر دیا۔ اور وہ جو مسلمان کہلاتے ہوئے شرم محسوس کرتے تھے۔ ... دین اسلام کا متبع ہونے پر فخر کرنے لگے۔

دوسر
دوسری
... کا انکار

کہ جس طرح ایک قابل اور ماہر فن طبیب یا ڈاکٹر کی قابلیت کا ثبوت یہی ہے کہ وہ مریض کی نبض دیکھکر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔ اور مرض کے دفیعہ کے لئے شفا دینے والا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح حضرت میرزا صاحب نے مسلمانوں کے انتہائی قومی تنزل کے وقت مبعوث ہوکر مسلمانوں کے مرض کی تشخیص کی۔ اور نہ صرف ان کی قومی امراض کو دور کرنے کے لئے بلکہ قوم کو ترقی کے انتہائی عروج پر پہنچانے کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ

"دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کرو اور قرآن حکیم کو محکم پکڑ کر اشاعت اسلام کے کام میں لگ جاؤ"

ہم نے انہی دو باتوں پر حضرت میرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی

جو بدقسمت ... حضرت میرزا صاحب کی مخالفت ترک کرنا نہیں چاہتا۔ اسے چاہیئے کہ مسلمان قوم کے عوارض اور اسلام کے غلبہ کے لئے کوئی ... اور نسخہ پیش کرے۔ مسلمان قوم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی ترقی کے لئے اس سے بہتر کوئی علاج تجویز ہو نہیں سکتا اور انہیں طوعاً وکرہاً حضرت امام وقت علیہ الصلوٰۃ کے آسمانی علاج کو ہی قبول کرنا پڑے گا۔

حدیث مجدد

تیسری زبردست دلیل جس پر جناب مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کی بنا ہے وہ حدیث ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة من یجدد لها دینها ہے۔ یعنی اللہ تعالے ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک ایسے شخص کو مبعوث کرتا رہیگا۔ جو اس کے دین کی اس کے لئے تجدید کریگا۔ اس حدیث کی صحت پر حفاظ کا اتفاق ہے۔ مسلمانوں میں تیرہ صدیوں سے مجددین کرام بھی مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اور مسلمان ان کے دعاوی پر ایمان لاتے رہے ہیں لیکن کیا اس چودہویں صدی میں جبکہ اسلام سخت مصیبت میں تھا اور ہر طرف سے اسے آفات وفتن کا سامنا ہو رہا تھا۔ ... اندرونی کمزوریوں اور بیرونی مفاسد سے بچانے کے لئے اسے سب سے عظیم الشان مجدد کی ضرورت نہ تھی ... کہ اللہ تعالے نے اپنے دین متین کی حمایت ... دیا۔ یا نعوذ باللہ اسے اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔ یا اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کا کچھ پاس نہ رہا۔ اس قسم کے ناپاک اور رکیک خیالات حضرت احدیت کی جناب میں گستاخی سے کم نہیں۔ اللہ تعالے دین اسلام اور اپنے نبی کی نصرت کبھی نہیں چھوڑیگا۔ اس لئے اس نے اپنے وعدہ کے مطابق اپنے دین کی حفاظت کے لئے حضرت میرزا صاحب کو مبعوث فرمایا۔ اور کسی دوسرے کو مجدد دین کا دعوے کرنے کی توفیق نہ ملی۔ تاکہ حضرت میرزا صاحب کا دعوے کسی طرح بھی مشکوک و مشتبہ نہ ہو۔ یہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک زبردست نشان ہے۔ ایسی حدیث کو ضعیف کہنا اپنے دماغ کی خرابی کا اقرار کرنا ہے۔ تیرہ صدیوں میں خدا کے نیک بندے آتے رہے۔ جن کے دعاوی کی بنیاد یہی حدیث تھی۔ دنیا نے ان مدعیان تجدید کو راستباز تسلیم کیا۔ پھر یہ حدیث قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ محمد صلعم نے جب اسلام کا باغ مکمل کیا تھا۔ تو اس باغ کی آبیاری اور اسے فضول اور نقصان رساں روئیدگی سے بچانے کے انتظام کو فراموش نہ فرمایا تھا۔ حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اور ویسے بھی بات صاف اور سیدھی ہے کہ سلسلہ محمدی کو سلسلہ موسوی سے مماثلت تامہ ہے جس پر قرآن کریم شاہد وناطق ہے۔ اگر ختم نبوت کی وجہ سے امت محمدیہ میں سلسلہ نبوت منقطع ہوگیا تو انبیاء بنی اسرائیل کے قائم مقام اس امت میں مجددین و محدثین کرام ہوتے۔ جو اللہ تعالے کے حضور سے علم لدنی پاتے رہے حضرت احدیت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بھی حاصل کرتے رہے اور جس طرح حضرت موسے کے تیرہ سو سال بعد جناب ابن مریم موسوی سلسلہ کے آخری خلیفہ مبعوث ہوئے۔ بعینہ اسی طرح حضرت ختمی مرتبت کے تیرہ صدی بعد حضرت میرزا غلام احمد صاحب امت محمدیہ کے لئے مسیح بن کر تشریف لائے۔ ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء۔ والله ذو الفضل العظیم۔ ورنہ اگر مسلمانوں کی ظاہری خلافت مٹ گئی تھی۔ اگر اس کے ساتھ روحانی خلافت کا معدوم ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو محمد صلعم کا اسلام ... رہ کیا جاتا ہے۔ اللهم انصر من نصر دین محمد صلی الله علیه وسلم واجعلنا منهم واخذل

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

ہر کہ گیرد درستے بصدق وحضور
از در و بام او ببارد نور (مسیح موعودؑ)

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

دجّال حجت سے پامال کیا جائیگا

اسماء بنت یزید کی لمبی روایت کا آخری حصہ :-

قالت فاخذ بلحمتی الباب فقال مهيم أسماء قلت يا رسول الله لقد خلعت افئدتنا بذكر الدجال قال ان يخرج وانا حیّ فانا حجيجه والا فان ربي خليفتي على كل مؤمن فقلت يا رسول الله والله انا لنعجن عجيننا فما نخبزه حتى نجوع فكيف بالمؤمنين يومئذ قال يجزئهم ما يجزي اهل السماء من التسبيح والتقديس -

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب العلامات)

اسماء بنت یزیدؓ کہتی ہیں دروازے کی دونوں طرف تھام کر (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا اے اسماء گھبراہٹ کیسی میں نے کہا یا رسول اللہ حضورؐ کے دجال کے متعلق ذکر فرمانے سے ہمارے دل بیٹھ گئے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میری زندگی میں دجّال نکلا تو میں اُسے حجت کے ساتھ (نہ تلوار سے) پامال کروں گا ورنہ (میرے بعد) میرا رب میرا خلیفہ ہے ہر مومن پر (یعنی مومنوں کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق دجال کو پامال کرنے کے لئے مجدد مبعوث فرمائیگا یعنی مسیح موعود پیدا کر دے گا) میں نے کہا یا رسول اللہ واللہ ہماری بھوک کا تو اب یہ حال ہے کہ آٹا گوندھ کر روٹی پکانے سے پہلے بھوک سے بیتاب ہو جاتے ہیں تو (خروج دجال کے وقت جو صرف اپنے متبعین کو کھانا کھلائیگا اور دوسروں سے روک لیگا) مومنوں کا اس روز کیا حال ہوگا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں کو وہ چیز کفایت کرے گی جو آسمانی لوگوں کو کفایت کرتی ہے یعنی تسبیح وتقدس (اعلائے کلمۃ اللہ- اللہ تعالےٰ اپنے ذاکر بندوں کی روزی کا سامان اپنی جناب سے مہیا کرتا ہے -

صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ✽ سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے (مسیح موعودؑ)

ہدایت یافتہ لوگوں کو کوئی گمراہ شخص ایذا نہیں پہنچا سکتا

عن ابی بكر الصديقؓ انه قال يا ايها الناس انكم تقرؤن هذه الاية يا ايها الذين امنوا عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم واني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الناس اذا راؤ الظالم فلم ياخذوا على يديه اوشك ان يعمهم الله بعقاب منه (جامع ترمذی ایضاً)

ترجمہ :- حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا "اے لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو اے ایمان والو اپنے نفسوں کی اصلاح کرو تمہیں کوئی گمراہ (شخص یا قوم) تکلیف نہیں پہنچا سکتا (یعنی تم پر غالب نہیں آسکتا) اگر تم ہدایت پر قائم رہو (اللہ تعالےٰ کے احکام کی کامل فرمانبرداری کرو) اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ جب لوگ (جو عقل وفہم کے مالک ہیں) ظالم کو دیکھیں (کہ وہ ناحق اہل ہدایت قوم کو جو اعلائے کلمۃ اللہ میں پیش پیش ہے ستاتا ہے) اور اس کے ہاتھ (یعنی تلوار یا قلم وزبان) کو نہ روکیں تو یقیناً اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو (بھی جو ظالموں کو ان کے ظلم سے باز نہیں رکھتے مع ان ظالموں کے) عذاب میں گرفتار فرمائیگا- (کیونکہ وہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہوں گے)

الغیاث!!

مولانا مرتضیٰ خاں حسن

العیاث از فتویٰ ہائے مفتیاں
الغیاث از دستِ پیراں الغیاث!

ظلم شاں بیروں شد از حد وحساب
جورِ ایشاں را نہ پایاں الغیاث!

حسرتا زیں عالماں کافرگراں
حالِ مُسلم شد پریشاں الغیاث!

مومناں را خارج از ایماں کنند
زیں فقیہاں مولویاں الغیاث!

مقصدِ شاں فتنہ وشرّ و فساد
الغیاث از فتنہ جویاں الغیاث!

پارہ پارہ دینِ احمد کردہ اند
اے مسلماناں! چہ ساماں الغیاث!

یَارسُولَ اللہ آب از سر گذشت
الغیاث اے شاہِ خُوباں الغیاث!

اہلِ حق کبھی ذلیل وخوار نہیں ہونگے

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما اخاف على امتي ائمة مضلين قال وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزال طائفة من امتي على الحق ظاهرين لا يضرهم من خذلهم حتى ياتي امر الله هذا حديث صحيح

(جامع ترمذی باب ایضاً)

ترجمہ :- ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت میں علماء سو کے فتنہ سے ڈرتا رہتا ہوں (کہ وہ انہیں بہکا کر گمراہی کے اتھاہ گڑھے میں نہ لے ڈوبیں) اور کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) فرمایا کہ میری امت میں (بحمداللہ) ایک گروہ (مجدد وقت کی جماعت) حق پر غالب رہیگا اور انہیں وہ تکلیف نہیں پہنچا سکے گا جو شخص یا گروہ ان کی ذلت و رسوائی چاہیگا حتیٰ کہ قیامت آجائے۔ (یعنی قیام قیامت تک ہمیشہ اہل حق ہی جو امام وقت کا ساتھ ...)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۴۸ — فون نمبر ۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود نداۓ فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ۔ چھ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-۰
ممالکِ غیر سے سالانہ چندہ۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ ۳۰ جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۹ اپریل ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۶

مجددین کا ماننا فرض ہے؟

ان سے مخالفت کرنیوالے فاسق ہیں

اگر مخالفت پر ہی مریں

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ اللہ جلشانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی ہم نے ہی اس کتاب کو اُتارا اور ہم ہی اس تنزیل کی محافظت کریں گے۔ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ کلام ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کی تعلیم کو تازہ رکھنے والے اور اس کا نفع لوگوں کو پہنچانے والے ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ قرآن کے وجود کا فائدہ کیا ہے۔ جس فائدہ کے وجود پر اس کی حقیقی حفاظت موقوف ہے دوسری آیت سے ظاہر ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے بڑے فائدے دو ہیں جن کے پہنچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔

ایک حکمت فرقان یعنی معارف دقائق قرآن دوسری تاثیر قرآن جو موجب تزکیہ نفوس ہے اور قرآن کی حفاظت صرف اسی قدر نہیں جو اس کی صحف مکتوبہ کو خوب نگہبانی سے رکھیں کیونکہ ایسے کام تو اوائل حال میں یہود اور نصاریٰ نے بھی کئے یہاں تک کہ توریت کے نقطے بھی گن رکھے تھے بلکہ اس جگہ مع حفاظت ظاہری حفاظت فوائد و تاثیرات قرآنی مراد ہے اور وہ موافق سنت اللہ کے تبھی ہو سکتی ہے کہ جب وقتاً فوقتاً نائب رسول آویں جن میں ظلی طور پر رسالت کی تمام نعمتیں موجود ہوں اور جن کو وہ تمام برکات دی گئی ہوں جو نبیوں کو دی جاتی ہیں جیسا کہ ان آیات میں اس امر عظیم کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون

پس یہ آیت درحقیقت اس دوسری آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے لئے بطور تفسیر کے واقع ہے اور اس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ حفاظت قرآن کیونکر اور کس طور سے ہوگی، سو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا اور خلیفہ کے لفظ کو اس اشارہ کے لئے اختیار کیا گیا کہ وہ نبی کے جانشین ہونگے اور اس کی برکتوں میں سے حصہ پائیں گے جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوتا رہا اور ان کے ہاتھ سے برجائی دین کی ہوگی اور خوف کے بعد امن پیدا ہوگا یعنے ایسے وقتوں میں آئیں گے جب کہ اسلام تفرقہ میں پڑا ہوگا پھر ان کے آنے کے بعد جو ان سے سرکش رہیگا وہی لوگ بدکار اور فاسق ہیں۔ یہ اس بات کا جواب ہے کہ بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم پر اولیا کا ماننا فرض ہے۔ سو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بیشک فرض ہے اور ان سے مخالفت کرنے والے فاسق ہیں اگر مخالفت پر ہی مریں۔

اس جگہ معترض صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور پھر اعتراض کیا ہے کہ جبکہ دین کمال کو پہنچ چکا ہے اور نعمت پوری ہو چکی تو پھر نہ کسی مجدد کی ضرورت ہے نہ کسی نبی کی مگر افسوس کہ معترض نے ایسا خیال کر کے خود قرآن کریم پر اعتراض کیا ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس امت میں خلیفوں کے پیدا ہونے کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے وقتوں میں دین استحکام پکڑے گا اور تزلزل اور تذبذب دور ہوگا اور خوف کے بعد امن پیدا ہوگا۔ پھر اگر تکمیل دین کے بعد کوئی بھی کارروائی درست نہیں تو بقول معترض کے جو تیس سال کی خلافت ہے وہ بھی باطل ٹھہرتی ہے کیونکہ جب دین کامل ہو چکا تو پھر کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ لیکن افسوس کہ معترض بے خبر نے ناحق آیت الیوم اکملت لکم دینکم کو پیش کر دیا ہم کب کہتے ہیں کہ مجدد اور محدث دنیا میں آکر دین میں سے کچھ کم کرتے ہیں یا زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہمارا تو یہ قول ہے کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد جب پاک تعلیم پر خیالات فاسدہ کا ایک غبار

(باقی برصفحہ ۹ کالم ۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۴۸۱ — فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ: چھ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-۰

ایڈیٹر دوست محمد

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام، سب مجددوں کا ماننا ضروری
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ ۳۰ جمادی الآخر ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۹ اپریل ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۶

مجددین کا ماننا فرض ہے؟

ان سے مخالفت کرنیوالے فاسق ہیں

اگر مخالفت پر ہی مریں

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ اللہ جلشانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ یعنی ہم نے ہی اس کتاب کو اُتارا اور ہم ہی اس تنزیل کی محافظت کریں گے۔ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ کلام ہمیشہ زندہ رہے گا اور ہم تعالیٰ ہم ایسا ہمیشہ لگیں [illegible]

کہ قرآن کے بڑے فائدے دو ہیں جن کے پہنچانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تھے۔

ایک حکمت فرقان یعنی معارف و دقائق قرآن دوسری تاثیر قرآن جو موجب تزکیہ نفوس ہے اور قرآن کی حفاظت [illegible]

جو نبیوں کو دی جاتی ہیں جیسا کہ ان آیات میں اس امر عظیم کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے:۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون

پس یہ آیت درحقیقت اس دوسری آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے لئے بطور تفسیر کے واقع ہے اور اس سوال کا جواب دے رہی ہے کہ حفاظت قرآن کیونکر اور کس طور سے ہوگی، سو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں اس نبی کریم کے خلیفے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہوں گا ۔۔۔ خلیفہ کے لفظ کو اس اشارہ کے لئے

ہم پر اولیا کا ماننا فرض ہے۔ سو فرماتا ہے کہ بیشک فرض ہے مخالفت کرنے والے فاسق [illegible] پر ہی مریں۔

اس جگہ معترض صاحب ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور پھر اعتراض کہ جبکہ دین کمال کو پہنچ چکا۔ پوری ہو چکی تو پھر نہ کسی مجدد کی ہے نہ کسی نبی کی مگر افسوس کہ خیال کرکے خود قرآن کیا ہے۔ کیونکہ قرآن نے [illegible] خلیفوں کے پیدا ہونے کا جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے اور [illegible] کے وقتوں میں دین استحکام پکڑ [illegible] تزلزل اور تذبذب دور ہوگا بعد امن پیدا ہوگا۔ پھر بعد کوئی بھی کارروائی درست معترض کے جو تعمیر سال کی [illegible]

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

برکہ گیرد درست بصدق وحضور
از در و بام او ببارد نور (مسیح موعودؑ)

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

دجّال حجت سے پامال کیا جائیگا

اسماء بنت یزید کی لمبی روایت کا آخری حصہ :۔

قالت فاخذ بلحمتی الباب فقال مهیم اسماء قلت یا رسول اللہ لقد خلعت افئدتنا بذکر الدجال قال ان یخرج وانا حیّ فانا حجیجه والا فان ربی خلیفتی علی کل مؤمن فقلت یا رسول اللہ واللہ انا لنعجن عجیننا فما نخبزه حتی نجوع فکیف بالمومنین یومئذ قال یجزئهم ما یجزی اهل السماء من التسبیح والتقدیس۔

(مشکوٰۃ کتاب الفتن باب العلامات)

اسماء بنت یزیدؓ کہتی ہیں دروازے کی دونوں طرف تھام کر (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا اے اسماء گھبراہٹ کیسی میں نے کہا یا رسول اللہ حضورؐ کے دجال کے متعلق ذکر فرمانے سے ہمارے دل بیٹھ گئے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر میری زندگی میں دجال نکلا تو میں اُسے حجت کے ساتھ (نہ تلوار سے) پامال کروں گا ورنہ (میرے بعد) میرا رب میرا خلیفہ ہے ہر مومن پر (یعنی مومنوں کی اور اسلام کی حفاظت کے لئے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق دجال کو پامال کرنے کے لئے مجدد مبعوث فرمائیگا یعنی مسیح موعود پیدا کر دے گا) میں نے کہا یا رسول اللہ واللہ ہماری بھوک کا تو اب یہ حال ہے کہ آٹا گوندھ کر روٹی پکانے سے پہلے بھوک سے بیتاب ہو جاتے ہیں تو (خروج دجال کے وقت جو صرف اپنے متبعین کو کھانا کھلائیگا اور دوسروں سے روک لیگا) مومنوں کا اس روز کیا حال ہوگا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں کو وہ چیز کفایت کرے گی جو آسمانی لوگوں کو کفایت کرتی ہے یعنی تسبیح وتقدس (اعلائے کلمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذاکر بندوں کی روزی کا سامان اپنی جناب سے مہیا کرتا ہے۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال ۔ سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے (مسیح موعودؑ)

ہدایت یافتہ لوگوں کو کوئی گمراہ شخص ایذا نہیں پہنچا سکتا

عن ابی بکر الصدیقؓ انه قال یا ایها الناس انکم تقرؤن هٰذه الآیة یا ایها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یأخذوا علی یدیه اوشك ان یعمهم اللہ بعقاب منه (جامع ترمذی ایضاً)

ترجمہ :۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے آپ نے فرمایا "اے لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو اے ایمان والو اپنے نفسوں کی اصلاح کرو تمہیں کوئی گمراہ (شخص یا قوم) تکلیف نہیں پہنچا سکتا (یعنی تم پر غالب نہیں آ سکتا) اگر تم ہدایت پر قائم رہو (اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل فرمانبرداری کرو) اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ جب لوگ (جو عقل وفہم کے مالک ہیں ظالم کو دیکھیں (کہ وہ ناحق اہل ہدایت قوم کو جو اعلائے کلمۃ اللہ میں پیش پیش ہے ستاتا ہے) اور اس کے ہاتھ (یعنی تلوار یا قلم وزبان) کو نہ روکیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (بھی جو ظالموں کو اُن کے ظلم سے باز نہیں رکھتے مع ان ظالموں کے) عذاب میں گرفتار فرمائیگا۔ (کیونکہ وہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہوں گے)

الغیاث !!

مولانا مرتضیٰ خان حسن

الغیاث از فتوی ہائے مفتیاں
الغیاث از دستِ پیراں الغیاث!

ظلم شاں بیروں شد از حد وحساب
جورِ ایشاں را نہ پایاں الغیاث!

حسرتا زیں عالماں کافر گراں
حالِ مسلم شد پریشاں الغیاث!

مومناں را خارج از ایماں کنند
زیں فقیہاں مولویاں الغیاث!

مقصدِ شاں فتنہ وشرّ و فساد
الغیاث از فتنہ جویاں الغیاث!

پارہ پارہ دینِ احمد کردہ اند
اے مسلماناں! چہ ساماں الغیاث!

یا رسولَ اللہ آب از سر گذشت
الغیاث اے شاہِ خوباں الغیاث!

اہلِ حق کبھی ذلیل وخوار نہیں ہونگے

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم انما اخاف علی امتی ائمة مضلین قال وقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من خذلهم حتی یأتی امر اللہ هٰذا حدیث صحیح

(جامع ترمذی باب ایضاً)

ترجمہ :۔ ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت میں علماء سو کے فتنہ سے ڈرتا رہتا ہوں (کہ وہ انہیں بہکا کر گمراہی کے اتھاہ گڑھے میں نہ لے ڈوبیں) اور کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے) فرمایا کہ میری امت میں (بحمداللہ) ایک گروہ (مجدد وقت کی جماعت حق پر غالب رہیگا اور انہیں وہ تکلیف نہیں پہنچا سکے گا جو شخص یا گروہ ان کی ذلت و رسوائی چاہیگا حتیٰ کہ قیامت آ جائے۔ (یعنی قیام قیامت تک ہمیشہ اہل حق ہی جو امام وقت کا ساتھ ...

اخبار ——— و ——— افکار

نوعِ انسان کا سب سے بڑا محسن

ہارڈ ورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر تاریخ و سائنس ڈاکٹر سارٹن نے چند دن ہوئے لائبریری آف کانگرس کے زیر اہتمام لیکچروں کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے بتایا کہ" نوعِ انسان کے محسن، جنگ کے سورما یا بادشاہ یا فاتحین نہیں، بلکہ فلسفی، فنکار اور علم و ثقافت کے وہ علمبردار ہیں جو اپنے لئے نہیں بلکہ نوعِ انسان کی تہذیب کے لئے کام کرتے ہیں"

پروفیسر موصوف نے اسی ضمن میں اسلام کے عظیم الشان اور عالمگیر کارناموں کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ :-

"اسلام دنیا کا ایک بڑا مذہب ہے جس نے عالمی ثقافت کی ترقی میں شایان شان حصہ لیا ہے، محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے والوں نے ایک صدی میں اپنی تہذیب و ثقافت کی بدولت اس دور کی ساری دنیا کو فتح کیا تھا اور عربی زبان نے مشرق و مغرب کو ملانے کے لئے ایک ثقافتی رابطہ کا کام دیا تھا"

یہ کوئی نئی چیز نہیں، یورپ امریکہ کے جس شخص نے بھی اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ بغض و تعصب کی عینک اتار کر کیا ہے وہ نوعِ انسان کے اس سب سے بڑے محسن پر عقیدت کے پھول چڑھائے بغیر نہیں رہ سکا کاش مسلمان بھی نبی عربی صلعم کی تہذیب ثقافت کو لیکر موجودہ زمانہ کی دنیا کو فتح کرنے کے لئے کوئی قدم اُٹھائیں،

اقلیتوں کے حقوق

یہ امر موجب مسرت ہے کہ مغربی بنگال اور ہندوستان کے دوسرے حصص میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین فرقہ دارانہ فسادات نے جو صورت اختیار کر لی تھی اور ہندوستانی زعماء کی طرف سے پاکستان پر چڑھائی کرنے کے جو نعرے لگائے جا رہے تھے، وہ وزیر اعظم پاکستان کے ناخن تدبر سے ختم ہو گئے اور دونو مملکتوں کے وزرا کے مابین ایک ایسا معاہدہ ہو گیا، جس میں اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے بہترین تدابیر سے کام لینے کا سمجھوتہ کیا گیا ہی، اس معاہدہ کی تفاصیل روزانہ اخبارات میں قارئین کرام کی نظروں سے گذر چکی ہیں، اس لئے انکو دوہرانے کی ضرورت نہیں، اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس معاہدہ سے ہندوستان اور پاکستان کی اقلیتوں پر کافی اثر پڑا ہے، اور دونوں بنگالوں میں ترک وطن کی جو رو شروع ہوئی تھی، وہ بہت حد تک رک گئی ہے، فی الحقیقت اسلام نے اقلیتوں کے حقوق کے بارہ میں جو تعلیم دی ہے وہ اس قدر شاندار اور اقلیتوں کے لئے اس قدر اطمینان بخش ہے اور تاریخ اسلام میں اس کی مثالیں اس قدر روشن اور نمایاں ہیں کہ اس کے بعد ایک مسلمان کے لئے ایسے معاملات کوئی نئی چیز نہیں - اور ہمیں خوشی ہے کہ مسٹر لیاقت علی خاں نے موقعہ کی نزاکت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس معاہدہ کے ذریعہ سے اسلامی تعلیمات ہی کو زندہ کیا ہے جہاں تک مملکت ہند کا تعلق ہے ہم پنڈت نہرو کو خراج تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اپنی مملکت کے کئی بڑے بڑے لوگوں حتیٰ کہ خود اپنی کابینہ کے بعض افراد کی مخالفت کے باوجود اس معاہدے کو تکمیل تک پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاہدہ کو دونوں مملکتوں کے مابین پورے اتحاد و اتفاق اور تمام دوسرے تنازعات کو مٹانے کا موجب ہو۔

تین کو چار کرنیوالا

"مصلح موعود" کی پیشگوئی کے متعلق جو جو تاویلات قادیانی پریس سے آئے دن شائع ہوتی ہیں ان کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے، کہ ان لوگوں نے پیشگوئی کے مفہوم کو سمجھنے میں کس قدر بے سمجھی اور کم فہمی سے کام لیا ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کو مصلح موعود بنانے کے لئے پیشگوئی کے کھلے الفاظ کے خلاف ہر طرح کی ناواجب "تاویلات سے کام لیا گیا- اور اس کھلے نشان کے باوجود جس میں مصلح موعود کو "تین کو چار کرنے والا" قرار دیا گیا ہے اور جو میاں محمود احمد صاحب کی ذات میں کسی طرح بھی پورا نہیں ہوتا، ان کو زبردستی مصلح موعود بنا دیا گیا، اور اب تاویلات کی سرحد اس قدر لمبی کھینچی جا رہی ہے کہ "تین کو چار کرنیوالا" کا نشان اب نئے قادیانی مرکز ربوہ پر عائد کیا جا رہا ہے کہ شاید اسی طرح میاں صاحب کا مصلح موعود ہونا ثابت ہو سکے۔

لیکن ایسی تاویلات کرنیوالوں کی نظروں سے یہ بات کیوں اوجھل ہو جاتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کو اپنے چوتھے فرزند مبارک احمد کی وفات کے بعد ایک پانچویں لڑکے کی پیدائش کی بھی بشارت دی گئی تھی جس کا ذکر الہام میں ہے انا نبشرک بغلام حلیم ینزل بمنزلة المبارک ایک علیم لڑکے کی ہم تجھے بشارت دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا اور اس کا قائم مقام اور شبیہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت مسیح موعود کی کس نسل سے اور کب پیدا ہوگیا، لیکن قادیانی مؤلین سے ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر مرکز ربوہ چوتھے لڑکے کا قائم مقام اور تین کو چار کرنیوالا ہے تو کیا اس کی بھی تباہی کا خیال ہے، جس کے بعد کوئی اور مرکز جو ینزل بمنزلة المبارک ہو قائم کیا جائیگا؟ ایسی ہی تاویلات کرنیوالوں کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے، فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاویلہ

کیا یہ اسلام ہے؟

معاصر "اسلامک ریویو" نے اپنے نئے دور میں تصاویر کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس میں جہاں بہت سے اسلامی مناظر اور بعض زعماء مسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں، وہاں بعض اوقات ایسی تصاویر بھی آجاتی ہیں جو "اسلامک ریویو" جیسے تبلیغی پرچے کی شان کے مناسب حال نہیں۔ اسی قسم کی ایک تصویر مارچ ۱۹۵۰ء کے پرچہ میں شائع ہوئی ہے، جس میں تاجکستان کی ایک مجلس ناچ و رنگ کا نظارہ دکھایا گیا ہے، اس تصویر میں ایک تاجک لڑکی مردوں کے گروہ میں کھڑی ہوئی ناچ رہی ہے، جو اسلامی نقطہ نگاہ سے ایک بہت ہی شرمناک منظر ہے، لیکن اس سے بڑھکر افسوسناک امر یہ ہے کہ اس کے نیچے ایک نوٹ لکھا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ تاجکستان (سوویٹ رس) کے ان مردوں اور عورتوں کی زندگیاں اس یک رُخی روحانی تصور کو درست کرنے والی ہیں، جو آج اسلامی دنیا پر مسلط ہے اور جس کی وجہ سے اسلام کا غلط مفہوم دوستوں اور دشمنوں کے دماغوں میں سمایا ہوا ہے، اسلام زندگی کا ایک مذہبی ضابطہ ہے جس میں افراد کی روزانہ جسمانی زندگی بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی روحانی زندگی کو اہمیت حاصل ہے، معلوم ہوتا ہے مسلمان اسکو بھول چکے ہیں قرآن میں ایک نہایت خوبصورت آیت ہے جس میں اس نقطہ نگاہ کی براہ راست وضاحت کی گئی ہے، وہ فرماتا ہے قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ الخ

یہ الفاظ اور قرآن کریم کی یہ آیت ایک مجلس ناچ و رنگ پر عائد کرنا فحش بدکاری کو سند جواز عطا کرنا ہے اور ہم حیران ہیں کہ "اسلامک ریویو" جیسے تبلیغی پرچہ میں اس قسم کی تصاویر اور ایسے خیالات کا اظہار اور قرآن کریم سے انکی توثیق کس طرح جائز ٹھہرا لی گئی، بیشک قرآن کریم نے دنیوی زندگی کی زیب و زینت کو ناجائز قرار نہیں دیا- لیکن اسی حد تک جس حد تک اخلاق و شائستگی کا خون نہ ہو، مرد و عورت کے تعلقات، ان کے باہمی میل جول اور نشست و برخاست کی حدود قرآن کریم نے خود واضح کر دی ہیں، اور قرآن کریم کی کسی آیت، کسی حدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں مجلس ناچ و رنگ کو جس میں ایک عورت مردوں کے مجمع میں ناچ رہی ہو جائز قرار نہیں دیا گیا، ہم اپنے فاضل معاصر سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس قسم کی تصاویر کو شائع کرنا اور ان کے نیچے ایسے نوٹ لکھنا اسلام کے لئے کسی طرح مفید ثابت نہ ہوگا بلکہ بدنامی کا موجب ہوگا کم از کم قرآن کی آیات کو تو ایسی ناپاک مجالس پر عائد نہ کیجئے کہ اسکی عزت کا موجب نہیں ہے

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۳۰ جمادی الآخر ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۶

کیا تمہارا ابھی کوئی مذہب ہے؟

جماعت احرار مذہب کے نام سے جو نعرے لگا رہی ہے، ان کو حقیقت سے کیا تعلق ہے اور آیا فی الحقیقت کسی مذہب سے اس کا واسطہ بھی ہے یا نہیں یہ وہ سوال ہے جو ہر اس شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو اس کی سیاسی چالوں کو دیکھتا اور اسلام دشمنی اور لامذہبیت پر غور کرتا ہے جو برِ عظیم کی تقسیم سے پہلے اس سے صادر ہوتی رہی اور آج بھی کسی نہ کسی رنگ میں ظاہر ہو رہی ہے، ابھی اگلے دن اخبار "آزاد" میں جو احرار کا جماعتی آرگن ہے اس حقیقت کا کھلے بندوں اعتراف کیا گیا تھا کہ تقسیم سے پہلے یہ گروہ ہندوؤں اور کانگریس کا آلۂ کار اور پاکستان اور اس کے حامیوں کا کھلا دشمن بنا رہا، تقسیم کے بعد اگرچہ اس نے اپنے جماعتی نصب العین کی تبدیلی کا اعلان کیا تاہم وہی شاطرانہ سیاسی چالیں، وہی پاکستان دشمنی اور مسلمانوں میں تشتت و انتشار پیدا کرنے کی کوشش ان کا رات دن کا وطیرہ اور شعار ہے۔ جب سے پنجاب اسمبلی کے نئے انتخابات کا اعلان ہوا ہے جگہ جگہ جلسے منعقد ہو رہے ہیں، جن میں اعلان کیا جاتا ہے کہ مرزائی مسلمان نہیں، یہ ایک غیر مسلم اقلیت ہے، پاکستان میں ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا برتاؤ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہی ایک رستہ ہے جس سے یہ لوگ عوام کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے اور اپنے آپ کو اسلام کا بہی خواہ اور مسلمانوں کا سچا ہمدرد ظاہر کر کے حصول ووٹ کا رستہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

اگرچہ عوام ان کی چالوں کو بخوبی سمجھ چکے ہیں، تاہم اس ضمن میں جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے معتقدات پر جس رنگ میں نقطہ چینی کی جاتی اور جس قسم کا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، وہ ان غلط فہمیوں کو بڑھانے کا موجب ہے جو پہلے سے معاند مولویوں نے پیدا کر رکھی ہیں۔ ان لوگوں کا اپنا مذہب تو کوئی ہے نہیں، لیکن جماعت احمدیہ کے متعلق سرگودھا کے ایک جلسہ میں ایک احراری مولوی محمد علی جالندھری نے یہ اعلان کیا کہ:۔

> "ہندوؤں، سکھوں، بدھوں، جینیوں کا تو کوئی مذہب ہو سکتا ہے ان کا تو کسی دین سے تعلق ہو سکتا ہے چاہے وہ سچا ہو یا جھوٹا لیکن مرزائیوں کا کسی دین، کسی مذہب، کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں، یہ اسلام کا لباس، یہ دین کا لبادہ، یہ تبلیغ کا چغہ مرزائیوں نے اس عادی مجرم، مفرور ڈاکو اور قاتل کی طرح اوڑھ رکھا ہے جو کہ حقیقت حال کو چھپانے کے لئے سادھوؤں کا بھیس بدل لیتا ہے"۔

یہ اس حقیقت کا اظہار ہے، اور گروہ احرار کی ان اندرونی کیفیتوں کا عکس ہے جو انہیں اپنے آئینہ میں نظر آتی ہیں، ہمیں الفاظ کو دہرانے کی ضرورت نہیں، جماعت احرار کی ساری تاریخ ان ہی حقائق سے بھرپور ہے جن کا ذکر الفاظ بالا میں کیا گیا ہے، یہ وہ سیاسی پارٹی ہے جسے ہندوؤں نے اپنی سیاسی ضروریات کے لئے بنایا اور اس نے دین کا لبادہ اوڑھ کر اور مسلمانوں کا بہروپ بھر کر اسلام کے ساتھ وہ دشمنی کی جس کی نظیر ساری تاریخ اسلام میں نہیں مل سکے گی، مرزائیوں کا مذہب یا طریق عمل جو کچھ بھی ہے اسے دنیا جانتی ہے لیکن اسے کیا کہا جائے گا کہ گروہ "احرار" "مرزائیوں" کی مخالفت کے نام سے مسلمانوں میں تفرقہ و انتشار پیدا کرتا اور اس ذریعہ سے پہلے بھی پاکستان کے قیام میں روڑا اٹکانے کا موجب تھا اور اب بھی اسی ذریعہ سے کام لیتے ہوئے اس کے وجود کو خطرہ میں ڈال رہا ہے کیا یہ ایک عادی مجرم اور مفرور ڈاکو بلکہ قاتل مسلمین سے کچھ زیادہ حیثیت رکھتا ہے، کیا ایک پولیس سے چھپنے اور سادھو کا لباس اختیار کرنے والا مجرم ان لوگوں سے کم حیثیت رکھتا ہے۔

اسی احراری مولوی نے آگے چل کر حضرت مسیح موعودؑ کے فتویٰ جہاد پر نکتہ چینی کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے متعلق یہ اعلان کیا کہ انہوں نے سب سے پہلے یہ فتوے دیا تھا کہ

> "ہندوستان دارالحرب ہے، انگریزی حکومت کی اطاعت حرام اور بغاوت فرض ہے، جہاد کرو یا ہجرت، ہندوستان میں مسلمانوں کیلئے تیسری اور کوئی راہ نہیں اور جو ان میں سے کسی ایک چیز کے لئے بھی تیار نہیں وہ سمجھ لے کہ اس کے ایمان کی موت ہو چکی"

ہم نہیں جانتے کہ احراری مولوی نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا یہ فتوے کہاں سے لیا ہے؟ ہم اس سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ فتوے صحیح ہے اور حضرت شاہ صاحب کا مسلک یہی تھا تو انہوں نے ان دونوں میں سے کونسی راہ اختیار کی؟ جہاد کیا یا ہجرت کی؟ اور کس کس مولوی اور عالم نے اور ان کے ساتھ کتنے مسلمانوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد یا ہجرت کی خود جماعت احرار کے بڑے بڑے مولویوں نے جو انگریزی عہد میں ہندوؤں کے جاسوس بن کر قرآن و حدیث کے بہانہ سے کانگریس کی خدمات بجا لاتے رہے، ہجرت یا جہاد کے دو رستوں میں سے کونسا رستہ اختیار کیا؟ اگر جیسا کہ حقیقت ہے دونوں میں سے ایک بھی راہ اختیار نہیں کی نہ جہاد کیا نہ ہجرت تو فرمایئے وہ تیسری چیز جس کا شاہ عبدالعزیز صاحب کی طرف منسوب کردہ فتوے میں ذکر ہے — ایمان کی موت — وہ کس پر وارد ہوئی؟ خدا کے بندو! اگر فی الواقعہ تمہارے اندر کوئی ایمان کی رتی موجود ہے اور بالکل ہی تمہارا ایمان مر نہیں چکا تو خدا کا خوف کر کے بتاؤ کہ اس فتوے کی زد کس پر پڑتی ہے تعجب ہے رات دن جہاد کا وعظ کرتے اور حضرت مرزا صاحب کو مطعون ٹھہراتے ہو کہ انہوں نے جہاد کے خلاف فتوے دیا، اور عمل تمہارا حضرت مرزا صاحب کے ہی فتوے پر ہے اپنے فتوے کی رو سے تو تمہارے "ایمان کی موت" ہو چکی، اب اگر ایمان کی زندگی چاہتے ہو تو اسی مجدد کے زیر سایہ مل سکتی ہے جس کے فتوے پر رات دن تمہارا عمل ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ "نماز اور ترقی کی تین راہیں"

ہفتہ وار "سرپنچ" لکھنؤ کا تبصرہ

اس نام سے[1] جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ۳۰×۲۰/۱۶ سائز کے ۔ صفحات پر ایک رسالہ شائع کیا گیا ہے۔ کتابت اور طباعت دیدہ زیب۔ سرورق سفید اور چکنا۔ نماز کی افضلیت اور اہمیت محتاج تشریح نہیں۔ یہ عبد اور معبود کے درمیان ایک کھلے ہوئے رشتہ اور تعلقات کی استواری کی ایک دلیل ہے۔ جب کوئی قوم اپنی نماز درست کرتی ہے تو اس کے ہر فرد (نمازی) کے دل میں اولوالعزمی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا معیار اخلاق بلند ہو جاتا ہے اس کے دل سے دنیا کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ صرف احکم الحاکمین سے ڈرتا ہے اور اسی کی خوشنودی کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ اسی کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتا ہے اور دنیا اس کے اشاروں پر چلنے لگتی ہے۔ قرن اولیٰ کے مسلمانوں نے ایک صدی سے کم مدت میں دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ کو فتح کر کے مشرق سے مغرب تک اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا یہ سب نماز ہی کی برکت تھی۔ **حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ** لاہور نے اس رسالہ میں انہیں پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ کس طرح نماز انفرادی اور اجتماعی ترقی کے ساتھ پست خواہشات کو دبا کر انسان کے دل میں بلند خواہشات پیدا کرتی ہے۔ اس کی ادائیگی سے کس طرح عظمت الٰہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

یہ کتاب ہر مسلمان کے مطالعہ کے لئے ضروری ہے۔ آج کل مسلمانوں کو ایسی ہی مختصر لیکن جامع کتابوں کی ضرورت ہے۔

(اخبار "سرپنچ" لکھنؤ۔ ۱۶ فروری ۱۹۵۰ء)

[1] یعنی نماز اور ترقی کی تین راہیں۔ ناقل)

ہے کہ حضرت مرزا صاحب کسی دنیوی عزّ و جاہ اور مال و دولت کی غرض کے لئے نہیں بلکہ اپنے قلب میں محض للہ اسلام کا حقیقی درد اور اس کے دفاع کا اتنا بلند جذبہ لیکر آئے تھے کہ اپنی بدقوم آپ کو گالیاں دے رہی ہے بُرا کہہ رہی ہے مگر آپ کے جذبہ میں اس مخالفت سے کوئی فرق نہیں آتا۔

حضرت مرزا صاحب کا غالب آنا

تیسری خصوصیت جو نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اعدائے اسلام کے مقابل پر ہر رنگ میں جو کامیابی آپ نے حاصل کی دوسرا کوئی شخص اسے حاصل نہ کر سکا۔ بیشک غور کر کے دیکھ لو۔ کہ عیسائیت جس کی اشاعت کے پیچھے ایک زبردست سیاسی قوت طاقت تھی اور مال کی کثرت مستزاد، عیسائی مشنری جسے چاہتے دنیوی لالچ دیکر عیسائیت میں داخل کر لیتے اور عقائد کی ترویج کے لئے ان کے پاس ایک زبردست پریس تھا۔ انہوں نے ہزاروں لاکھوں کتابیں رسالے اور ٹریکٹ شائع کئے کسی مذہب یا کسی خیال کے پھیلانے کے لئے اور کس چیز کی کمی تھی۔ یہ نقشہ آج تو بعض کو خواہ سمجھ نہ آئے۔ لیکن اس زمانہ کے لوگ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح عیسائی مشنری اپنی طاقت اور قوت اور مال کی کثرت کی بنا پر لوگوں کو دین فطرت سے ہٹا کر شرک کے اتھاہ گڑھے میں دھکیلتے جا رہے تھے۔ اسلام پر گندے حملے کرنا اور سید الکونین حضرت نبی کریم صلعم پر زبان درازی کرنا ان کا ایک محبوب مشغلہ تھا۔ ان نازک حالات میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی حمایت میں کھڑے ہوتے ہیں اور آپ نے دلائل ساطعہ اور براہین نیرہ سے اس قدر ان پر بوچھاڑ کی کہ ان کی زبان دراز کو بند کر دیا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ سوائے اس طریق کے جو آپ نے اختیار کیا ان گستاخ زبان درازوں کا منہ کوئی بند نہ کر سکتا تھا اور نہ کسی سے ہو سکا۔

ایک اعتراض

بعض کم فہم نادان مسلمان اس مرد مجاہد کی طرف یہ اعتراض منسوب کئے بیٹھے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ ایسے کلمات کہنا درحقیقت اعدائے اسلام کی حمایت کرنا ہے۔ اس کی حالت پر کس قدر افسوس ہے کہ سیدنا حضرت نبی اکرم صلعم پر دشمن گندے حملے کرے اور انہیں گالیاں دے تو ان کو کچھ غیرت نہیں آتی، لیکن دشمنوں کا منہ بند کرنے کے لئے اگر عیسائیوں کے خیالی اور انجیلی یسوع کو انہیں کی تحریرات کے مطابق حضرت مرزا صاحب نے جن کے دل میں اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی سچی حرمت تھی جواباً وہ باتیں کیں جن سے ان کے منہ بند ہو گئے تو اب نادان لوگوں کی رگ حمیت عیسائیت پھڑک اٹھی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی ذات مبارک پر سے ناپاک حملوں کے دفاع کے لئے حضرت مرزا صاحب کا یہ رویہ اختیار کرنا کوئی چھوٹی سی بات نہیں، واقعات شاہد ہیں کہ دشمن پھر ان گندے حملوں سے رُک گیا ان سخت ترین دشمنوں کا ہر رنگ میں منہ بند کر دینا وہ عظیم الشان کامیابی ہے جو اللہ تعالےٰ نے اعدائے اسلام کے مقابل پر آپ کو عطا فرمائی۔

مخالفین کیلئے لمحۂ فکریہ

ہاں تو میں نے کہا کہ کچھ نمایاں خصوصیات ہیں جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام میں نظر آتی ہیں۔ آپ نے تمام دشمنان اسلام کو مسکت جواب دیئے۔ اور نہ صرف اسلام کا دفاع ہی کیا بلکہ ان کے مذاہب باطلہ پر زبردست حملے بھی کئے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ یہ عظیم المرتبت شخص جس نے اسلام اور حضرت نبی کریم صلعم کی عظمت کو از سرِ نو اپنوں اور بیگانوں میں پیدا کیا۔ اس پر آج تک ہمارے کم فہم مسلمان بھائی اس کی بعض تحریروں میں سقم تلاش کرنے کے درپے ہیں تا عوام کے اندر ان کے خلاف بدگمانی پھیلائی جائے غور کیجئے کہ عیسائیت حکومت کا مذہب تھا۔ اور عیسائیت کا مقابلہ کرنا حکومت سے ٹکر لینا تھا۔ پس ایسے وقت میں جب کہ عیسائیت مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرتی چلی جا رہی تھی اور علماء کرام بھی میدان مقابلہ چھوڑ گھروں اور حجروں میں پناہ لینے پھرتے تھے۔ وہ کون شخص تھا جس نے اسلام کو عیسائیت کے مقابلہ میں غالب کر دکھایا اور مخالفین کے منہ بند کر دیئے افسوس کہ ہمارے مسلمان بھائی عیسائیوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں یہ تو نہیں دیکھتے کہ ایک شخص نے تعبیرِ اسلام کا کس قدر زبردست کام کیا وہاں آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور عیب جوئی اور نکتہ چینی کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ جس طرح عیسائی پادریوں یا دوسرے اعدائے اسلام کی حالت ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم کی اس عظیم الشان کامیابی سے جو خدا تعالیٰ نے بینظیر رنگ میں آپ کو عطا فرمائی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور انا پ شناپ جو منہ میں آئے کہتے چلے جاتے ہیں۔ بعض احمقوں نے نبی کریم صلعم کی کیفیت وحی کے متعلق کہدیا ہے کہ یہ ایک مرگی کا دورہ تھا (نعوذ باللہ من ذالک) جو آپ کو پڑتا تھا۔ نادان یہ نہیں سوچتے کہ آیا دنیا میں ایک زبردست روحانی اور اخلاقی انقلاب پیدا کر دینا اور قوم کی قوم کی بدعادات اور ان کے ذلیل رسم و رواج کو کلیتہً تبدیل کر دینا۔ اور زمین سے اٹھا کر انہیں آسمان تک پہنچا دینا کیا ایک ایسے انسان کا کام ہو سکتا ہے جو مرگی کا بیمار ہو یہی حال ہمارے نادان و کم فہم مسلمانوں کا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بارے میں ذلیل اور حقیر باتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس انقلاب کی طرف ان کی نظر ہی نہیں اُٹھتی کہ انہوں نے کس طرح اپنی مساعی اور خدمات سے اسلام جو کسی وقت ایک مغلوب دین نظر آ رہا تھا تمام دوسرے ادیان پر اسے غالب کر کے دکھا دیا۔

مجدد کا کام ۔ دین کا غالب کرنا

غور کیجئے کہ آخر مجدد کا کیا کام ہوتا ہے اس کی بعثت کی غرض کیا ہوتی ہے اگر اسلام کو اعداء کے مقابلہ پر غالب کر دکھانا مجدد کے کام میں شامل ہے اور یقیناً یہ اس کا ایک اہم فرض ہے۔ تو پھر موجودہ زمانہ میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے مقابل کا کوئی آدمی دکھایئے جس نے دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا ہو اور ان پر غالب آیا ہو کسی کے دنیوی رنگ کے اصلاحی کاموں سے ہمیں انکار نہیں کہ مسلمانوں کی دنیوی تعلیم کے لئے کسی نے کوئی ادارہ قائم کر دیا ہو یا مسلمانوں کی کوئی اور خدمت اس نے بجا لائی ہو۔ لیکن موٹی بات ہے کہ حضرت نبی کریم اور اسلام پر جو ناپاک اور خوفناک حملے ہو رہے تھے ان کا مقابلہ کرنے والا اور سب دشمنوں کو نیچا دکھانے والا کون شخص تھا۔ کس قدر عظیم المرتبت حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی شخصیت ہے کہ آپ نے نہ صرف اعدائے اسلام کو نیچا دکھایا، اور مسلمانوں کو ارتداد سے روکا بلکہ آپ کے قلب میں اسلام کی توسیع کا بھی ایک جذبہ موجزن تھا اور آپ نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد اپنے ہاتھ سے رکھی۔ چنانچہ اپنی زندگی میں انگریزی زبان سے ناواقف ہونے کے باوجود ایک انگریزی کا رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کیا جس کی غرض اسلام کے پیغام حق کو یورپ اور امریکہ میں پہنچانا تھا اور اسلام کے جھنڈے کو اعدائے اسلام کے مرکزوں اور گھروں میں گاڑنے کے لئے بعض سپاہیوں کو تیار بھی کیا۔ ذرا غور کیجئے اور حضرت مرزا صاحب کے قلب میں اسلام کے دفاع اور اس کی ترقی و توسیع کا جو ولولہ پنہاں ہے اس کا جائزہ لیجئے۔ پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ نہ صرف آپ نے اسلام کی تعلیم کو ان لوگوں تک پہنچانے کے لئے قدم اُٹھایا بلکہ ان تمام مساعی کے پیچھے وہ کشوف اور بشارتیں تھیں جن میں بتایا گیا تھا کہ وقت آتا ہے کہ یہ مغربی اقوام اسلام کا شکار ہوں گی۔ یہ اسلام کے انڈے ہیں جن سے جلد بچے پیدا ہوں گے۔ ان ہی خوشخبریوں کی بنا پر ایک انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کیا۔ حالانکہ آپ کے پاس سامان نہ تھا مگر ایمان کتنا زبردست تھا کہ دو کالج کے معمولی طالب علموں کو بلا کر ان کے سپرد یہ کام کر دیا۔ ایک میں تھا اور دوسرے خواجہ کمال الدین مرحوم اس وقت ہماری حیثیت ہی کیا تھی۔ لیکن آج غور کر کے دیکھ لیجئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس بیج کو جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں بویا تھا۔ آج ایک تن آور اور پھلدار درخت کی صورت میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں تو اپنی حیثیت پر غور کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ اس عظیم الشان خدمت کو سرانجام دینے کے لئے واقعی مجھ میں کوئی اہلیت نہ تھی۔ لیکن یہ صرف اسی مرد کی ایمان کی قلبی کیفیت تھی جس نے معمولی انسانوں کی زندگیوں میں بھی ایک تبدیلی پیدا کر دی اور ان سے وہ کام لیا جو دنیا آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے اور اپنے اور بیگانے یقین کرتے ہیں کہ اسلام پر اگر کوئی لٹریچر موجود ہے تو صرف انہی کا پیدا کردہ ہے

دوسرا ۔ ایمان کا پیدا کرنا

ہاں تو مجدد کا یہ بیشک ایک عظیم الشان کام ہے۔ لیکن یہ [illegible] ہوتا ہے بڑھکر مجددیت کا ایک اہم کام ہے اور

حق کے حاملین کو کامیاب کرنا اللہ تعالیٰ کی سنّت مستمرہ ہے

حضرت مرزا صاحب کا پیدا کردہ علمی اور روحانی انقلاب

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مؤرخہ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۝ انھم لھم المنصورون ۝ وان جندنا لھم الغالبون -

حق کی مخالفت کرنیوالے خود مٹ جاتے ہیں

ان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی بھاری خوشخبری دی ہے جب کبھی بھی حق دنیا میں آیا یا کوئی مرد خدا نسل انسانی کی اصلاح کے لئے خدا کی طرف سے پیغام لایا تو لوگوں نے ہمیشہ ہی اسکو مٹانے اور نیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بالآخر نتیجہ یہی ہوا کہ حق غالب آیا۔ اور حق کو مٹانے والے خود مٹ گئے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:-

سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۝ یہ ایک بات ہمارے ان بندوں کے حق میں جنہیں ہم رسول بنا کر بھیجتے ہیں پہلے سے طے شدہ ہے۔ یہ ہماری سنت ہے اور یہ ایک ایسا حکم ہے جو پہلے سے ہی واقع ہو چکا ہے کہ جن لوگوں کو ہم حق دیکر بھیجتے رہے انھم لھم المنصورون۔ یقیناً یقیناً وہی خدا کی طرف سے مدد پاتے رہے اس جملہ میں بڑی تاکید کی ہے۔ انھم منصورون کہدینا ہی کافی تھا۔ لیکن انّ۔ لھم اور پھر منصورون میں ال زائد کرکے اسے نہایت ہی موکد کیا ہے۔ یعنی یقیناً یقیناً۔ یقیناً۔ یہی لوگ خدا کی طرف سے مدد دیئے جاتے ہیں اور ان کے مخالف گروہ کو مدد نہیں ملتی۔ اس سے بڑھکر ایک اور خوشخبری دی ہے

وانّ جندنا لھم الغالبون

کہ یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب آتا ہے۔ اور دنیا کی تمام طاقتیں ان کے سامنے مغلوب ہو جاتی ہیں صرف رسول ہی منصور ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کا ساتھ دینے والے ان کے نقش قدم پر چلنے والے جو ہماری فوج کی حیثیت رکھتے ہیں وہ بھی غالب آتے ہیں

دین کے محافظ خدا کا لشکر ہیں

خدا کا لشکر خدا کی فوج کس کو کہہ سکتے ہیں؟ اسے ایک ملک کی فوج پر قیاس کریں۔ ملک کی تمام آبادی تو فوج نہیں کہلاتی فوج تو آبادی کا ایک حصہ ہے جو ملک کی حفاظت کے لئے اور اس کے استحکام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے۔ آبادی کا یہی حصہ ملک کا لشکر یا فوج کہلا سکتا ہے۔ جہاں تک خدا کے ملک زمین اور آسمان وما بینھما کا تعلق ہے۔ وہ تو خود خدا تعالیٰ ہی اس کا محافظ ہے۔ اس کی حفاظت اور نگہداشت کے لئے تو اسے کسی بھی فوج کی ضرورت نہیں لیکن خدا کا دین یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا ازل سے ہی بندھا ہوا قانون چلا آتا ہے کہ وہ اپنے دین کی اشاعت کے لئے اور اس کی حفاظت کے لئے انسانوں کو ہی ذریعہ بناتا چلا آیا ہے۔

حق کا غالب آنا نسلِ انسانی کا تجربہ ہے

تاریخی واقعات کو اگر میں اس ثبوت میں ذکر کروں تو اس کے لئے کافی وقت چاہیئے اس ضمن میں صرف اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی سنت مستمرہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح یہ ساری نسل انسانی کا تجربہ ہے کہ کس طرح مصلحین کی مخالفت ہوئی اور کس طرح بالآخر وہی غالب ہوئے۔ اب ایسی چیز جو ساری نسل انسانی کے تجربہ میں آچکی ہے اس سے انکار کرنا، انسانیت سے انکار کرنے کے برابر ہے بھلا جو شخص اس تجربہ شدہ حقیقت سے انکار کرے کہ پانی پیاس نہیں بجھاتا اس کا انجام آخر موت ہی ہوگا یا وہ شخص جو اس حقیقت سے انکار کر دے کہ بیج کے کاشت کرنے سے پھل پھول اور اناج وغیرہ پیدا نہیں ہوتا وہ آخر خود ہی محروم رہے گا۔ اسی طرح پر یہ الٰہی قانون ہر قوم کے تجربہ میں آچکا ہے۔ کہ جب اور کہیں بھی خدا تعالیٰ نے دین فطرت کی حمایت کے لئے کسی شخص کو مبعوث کیا تو اسکو اس نے ضرور مدد دی اور اسے مخالفین کے مقابلہ پر کامیاب کیا نہ صرف اسے کامیاب کیا بلکہ اس کا ساتھ دینے والوں کو بھی غالب کیا۔

تازہ واقعہ

تاریخ اسلام کے واقعات کو چھوڑ کر اپنے زمانے کا ہی ایک تازہ واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ غور کیجئے موجودہ زمانہ میں جبکہ اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے تھے اور دین فطرت دشمنوں کے سامنے ایک صید لاغر کی طرح پڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی حفاظت اور استحکام کے لئے کیا اقدام کیا۔ آج سے ساٹھ سال پہلے ایک نظر دوڑائیے اور دیکھیئے کہ وہ کونسا شخص ہے جسے اسلام کی حفاظت اور اس کے دفاع کی فکر دامنگیر ہوئی۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ تمام علماء کرام میں سے صرف حضرت مرزا صاحب علیہ السلام ہی ایک وجود ہے جن کے قلب میں اسلام کی نہ صرف حفاظت اور استحکام کا ایک بے پناہ جذبہ موجزن تھا بلکہ اس کی توسیع کا جوش بھی تھا۔ آپ کے جوانی کے عالم کو دیکھ لیجئے۔ اس وقت بھی آپ میں اسلام کی دفاع کا ایک ولولہ تھا اور ہر باطل کا مقابلہ کرنا ہی آپ کا ان ایام کا شغل تھا۔ جبکہ عام لوگوں کو اپنی دنیا کی فکر ہوتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا ولولہ

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس وقت جبکہ اس ملک میں عیسائیت کا زور تھا دوسرے علماء نے بھی عیسائیت کے بعض اعتراضات کا جواب لکھا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب علیہ السلام میں ان تمام دوسرے لوگوں سے کچھ نمایاں خصوصیات نظر آتی ہیں۔ پہلی خصوصیت تو یہی ہے کہ جس جامع رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف عیسائیت بلکہ تمام اعدائے اسلام کا جواب دیا ہے، اور کوئی بھی اس کامل رنگ میں دشمنان اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ عیسائیت کا تو کچھ تھوڑا بہت دوسرے لوگوں نے بھی رد لکھنے کی کوشش کی لیکن اس میدان میں حضرت مرزا صاحب اس پہلوان کی طرح کھڑے تھے جو ہر دشمن کو للکار رہا ہو، عیسائی پادریوں نے حملہ کیا تو اس کے جواب کے لئے تیار ہیں آریہ سماج نے حملہ کیا تو اس کے جواب کے لئے تیار ہیں برہمو سماج نے حملہ کیا تو اس کے جواب میں کھڑے ہیں، دہریت اور لامذہبیت کے حملوں کے جواب میں بھی مصروف پیکار ہیں۔ جب بھی اسلام پر کسی طرف سے کوئی اعتراض ہوا آپ کو اس وقت تک چین نہیں آتا تھا جب تک اس کا کوئی مسکت جواب نہ لکھ لیں۔ اسلام کی محافظت کے لئے کس قدر تڑپ ہے۔

یہ تڑپ دُنیوی اغراض کیلئے نہ تھی

اور پھر یہ تڑپ کن حالات میں ہے بعض اوقات کسی کام کے نااہل لوگ بھی دنیا کے مال اور عزت کو حاصل کرنے کے لئے میدان میں کود پڑتے ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں جو مال و دولت کی پست اغراض کو لئے ہوئے آگے نکل پڑتے ہیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی بالکل اُلٹ ہے۔ ایک طرف تو اس مرد خدا کی یہ مایۂ ناز خدمات ہیں مگر دوسری طرف اس کی اپنی ہی مسلمان قوم اس کی عزت اور احترام کرنے کی بجائے اسے کافر اور دجال اور دشمن اسلام قرار دے رہی ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اسے صفحہ ہستی سے مٹانے اور اسے نیست و نابود کرنے کے لئے انتہائی کوشش بھی کر رہی ہے۔ پس یہ ایک دوسری خصوصیت

یہ ہے کہ مجدد اپنے ماننے والوں میں ایک زبردست ایمان پیدا کر دے۔ دین کو غلطیوں سے پاک کرنا۔ اس کی حفاظت اور توضیح کرنا بیشک یہ ساری باتیں تجدید دین کا لازمہ ہیں۔ لیکن سب سے بڑھکر لوگوں میں خدا پر ایک زبردست ایمان کا پیدا کرنا ہے۔ جب تک لوگوں کے قلوب میں یہ زندہ ایمان پیدا نہ ہو۔ وہ خدا کا لشکر نہیں کہلا سکتے خدا کا لشکر اسی زندہ ایمان سے ہی بنتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو دیکھ لو آپ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں کس قدر ایمان پیدا کر دیا کہ آپ کی وفات کے بعد وہ اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں دیوانہ وار پھرتے نظر آ رہے ہیں۔ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی نگاہ اس عظیم الشان انقلاب کی طرف جو حضرت مرزا صاحب نے اپنوں اور بیگانوں میں پیدا کیا بھول کر بھی نہیں اٹھتی۔

خوشخبری

انا جندنا لھم الغالبون

اس ارشاد الٰہی میں ہمارے لئے ایک خوشخبری ہے۔ خوب یاد رکھو تمہارا مقصد ایک ملک نہیں دو نہیں بلکہ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے۔ تلوار اور مادی سامانوں سے نہیں بلکہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست روحانی قوت و طاقت سے تمام دنیا کے قلوب کو مسخر کرنا ہے سو اس بلند خیال کو اپنے قلوب میں پیدا کرو اور پست خیالات کو اپنے قلوب سے نکال دو۔ اسلام کی کامیابی اور غلبہ کے آثار آج نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے دنیا کے مختلف حصوں میں خود بخود تبلیغی سنٹر بنتے جا رہے ہیں۔ یہ ہماری چھوٹی سی جماعت کے طاقت میں نہ تھا کہ دنیا کے کونہ کونہ میں تبلیغی مشن قائم کرتی۔ یہ سچ ہے کہ ہم نے کوئی کالج نہیں کھولا جہاں کہ مبلغین کو باقاعدہ تیار کیا جاتا۔ ہاں انجمن حمایت اسلام نے ایک کالج کھولا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ ہمارے پاس کوئی مادی طاقت اور قوت بھی نہیں اور نہ ہی ہماری تعداد کوئی زیادہ ہے کہ جس طرح لوگ پیروں کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں ہمارے ہاں بھی کثرت سے جمع ہو گئے ہوں۔ بلکہ شاید یہ کہنا خالی از حقیقت نہیں کہ ہم میں سے بہت امام زمان کو ماننے کا منہ سے اقرار تو کرتے ہیں مگر دل میں انہوں نے حضرت امام زمان کو وہ مقام نہیں دیا۔ خوب یاد رکھو اگر اسلام کا غلبہ دیکھنا چاہتے ہو تو خدا کی فوج یا لشکر بن جاؤ کیونکہ اس کی کامیابی اور اس کے غالب آنے کا صریح ارشاد موجود ہے:۔

وانا جندنا لھم الغالبون

میدان جہاد میں فوج کی یکجہتی کی ضرورت

فوج یا لشکر کی سب سے پہلی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے ایک صف میں کھڑے ہونے کی کیا ہی کمال تعلیم دی ہے نماز میں صف آرائی ہوتی ہے تو امیر کو یہ جرأت نہیں کہ اعتراض کرے کہ میرے پہلو میں کیوں ایک غریب آدمی آکر کھڑا ہو گیا ہے۔ روزوں کا مہینہ آتا ہے تو امیر بھی غریب کی طرح بھوک اور پیاس کی تکلیف کو سہتا ہے حج میں سب امیر ہوں یا غریب شاہ ہو یا گدا ایک ہی لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں کیا ٹریننگ ہے یکسوئی اور یکجہتی کی۔ مگر افسوس کہ ہم ان ارکان کی اس روح کو آج بھول گئے ہیں اور قربانیوں کے وقت ہم اسی طرح برابر ہو کر صف آرا نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ میں جو چاہوں دیکر اس فوج کا سپاہی بن سکتا ہوں۔

میں نے گذشتہ خطبوں میں کہا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ظاہری صف آرائی میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ صحابہ تمام حرکات کو رکوع سجود قیام وغیرہ کو ایک ہی ساتھ بجا لاتے تھے۔ آپ صلعم نے صحابہ میں نہ صرف ظاہری یکسوئی قائم کی بلکہ ان کے قلوب کو بھی ایک کر دیا۔ اس ظاہری تنظیم کا یہ اثر ہوا کہ جب اس مسجد کی صفوں سے نکل کر میدان جنگ میں جانا پڑا تو وہاں بھی یکجہتی کا یہی رنگ موجود تھا۔ آج ہماری جماعت میں میدان جہاد میں یہ یکجہتی نظر نہیں آتی۔ کیا ہم اپنے اموال کو خرچ کرتے وقت ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے نظر آتے ہیں۔ کیا ہماری قربانیوں میں یکجہتی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ یکجہتی یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق حصہ لیتا ہو اور اس کا قدم اس کی حیثیت کے مطابق اٹھتا ہو مالدار دل کو چھوڑیئے کیا صاحب علم، علم کی دولت کو خرچ کرتے نظر آتے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے آیا یہ یکسوئی اور یکجہتی کی کیفیت ہم میں ہے۔ اسلام کا غلبہ دیکھنا چاہتے ہو۔ تو یہ یکجہتی اور یکسوئی کا نقشہ اپنے اندر پیدا کر دو۔ ہماری قربانی میں تم ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے نظر آؤ۔ اگر کوئی شخص اپنی حیثیت کے مطابق اس جہاد میں حصہ نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ صف میں کھڑا نہیں ہوتا۔ وہ خدا کے لشکر کا حصہ نہیں۔ یہ ایک کمزوری ہے اس کمزوری کو دور کر کے اپنے آپ کو خدا کی فوج کا ایک سپاہی بناؤ تا تم آسمان سے مدد دیئے جاؤ۔

اسلام کی قبولیت

تم میں سے ایک شخص خان بہادر غلام ربانی خاں ہیں۔ بیشک ان سے پیشتر بہتیرے لوگوں نے قربانیاں کی ہیں لیکن انہوں نے ایسے وقت قربانی کی جب ان کے اردگرد دنیا کی کامیابی چکر لگا رہی تھی اور میں سمجھتا ہوں خدا نے انکی قربانی پر قبولیت کی نگاہ ڈالی ہے جب سے انہوں نے ووکنگ مشن میں کام کرنا شروع کیا ہے۔ وہاں ایک نئی روح پیدا ہو گئی ہے دیکھ لیجئے لوگ کس طرح مسلمان ہونے لگ پڑے ہیں اور دنیا کے تمام ممالک میں اسلام کا بیج نشو ونما پا رہا ہے۔ ابھی گذشتہ دنوں میں ان کا ایک خط میں نے سنایا تھا کہ جنوبی افریقہ میں اونیل نام ایک عیسائی تھے جنہوں نے سیل کا ترجمہ قرآن پڑھا ہوا تھا مگر بعد میں ہمارا لٹریچر انہیں پہنچ گیا۔ تو ایک عیسائی مجمع میں اسلام کی وکالت کے لئے کھڑے ہو گئے، وہاں بحث اس امر پر تھی کہ کیا کوئی مذہب عالمگیر ہو سکتا ہے۔ اگر ہو سکتا ہے تو وہ کونسا مذہب ہے اس نوجوان نے وہاں عیسائی مجمع میں اٹھکر کہا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کہ عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے۔ اس وقت وہ عیسائی تھا لیکن آج وہی شخص مسلمان ہو چکا ہے مگر ایک اور حقیقت کی طرف بھی میں توجہ دلانا چاہتا ہوں، خدا کا کسقدر احسان ہے کہ جو کوئی بھی حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہے وہ اپنی ذات تک ہی اس حق کو محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ دوسروں تک بھی اس روشنی کو پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور یوں وہ ایک آدمی تبلیغ کا مرکز بن جاتا ہے۔ آسٹریلیا کی ایک عورت مسلمان ہوئی وہ بھی تبلیغ کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح کئی مقامات پر نو مسلم ہی تبلیغ کے فرائض کو سرانجام دے رہے ہیں خدا کے اس فضل کو دیکھئے اور اس کی قدر کیجئے۔ اور یہ واقعی غلبہ کے آثار ہیں جو ظاہر ہو رہے ہیں۔ غور کیجئے وہ دین جو آج سے ساٹھ سال پہلے مغلوبیت کی حالت میں تھا تو وہ آج غالب آ رہا ہے (تو کیا یہ کھلا نشان امام زمان کی صداقت پر کچھ کم دلیل ہے) وہ وقت دور نہیں کہ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ آپ لوگ دیکھ لیں گے۔

اسلام کی کامیابی پر غیروں کا اعتراف

میں تو ایک مسلمان ہوں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مرید جنہوں نے آج اسلام کے غلبہ کی خوشخبری دی اس لئے اسلام کے غلبہ کی خوشخبری میرے منہ سے کوئی عجیب بات نہیں مگر غیر بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اسلام تمام ادیان پر غالب آئیگا۔ چنانچہ ایک مشہور عیسائی مصنف برنارڈ شا لکھتا ہے:۔

"ایک سو سال کے اندر اندر یورپ کا غالب مذہب اسلام ہوگا"

دنیا کی مانگ کی طرف نگاہ ڈالو اور پھر اپنی حالتوں کا جائزہ لو کہ تم کس حرکت کے ساتھ دنیا کی مانگ کو پورا کر رہے ہو۔ اپنی قوت کو خرچ کرو، اعتراضات تو ختم نہیں ہوتے پیری مریدی میں ایک پہلو غالب آ جاتا ہے کہ مرید برے پہلو کو دیکھتے ہی نہیں۔ لیکن آزادی رائے کا بھی لوگ ناجائز استعمال کرتے ہیں کہ خوبیوں کو بھی کمزوریاں بنا کر دکھاتے ہیں، اصل مقصد کو اپنے سامنے سے نہ ہٹنے دیجئے۔ صاحب علم اپنے علم کو خرچ کرے اور صاحب دولت اپنی دولت کو خرچ کریں۔

اسلام کا غلبہ اور قربانیوں کی ضرورت

خدا کے افضال سامنے نظر آ رہے ہیں۔ اسکی نصرت کے نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تمہارے قلوب میں قربانی کا ایک جوش اور ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔ خوب یاد رکھو اسلام کے غلبہ کا وقت آگیا ہے۔ اگر تم نے اپنے اعمال میں کوئی کوتاہی کی۔ اور جیسے کہ قربانی کرنے کا حق ہے تم نے قربانی نہ کی تو اسلام کی ترقی تو اب کسی حالت میں بھی نہیں رکے گی ہاں اگر تمہاری سستیاں اسکی ترقی میں حائل ہوئیں تو پھر جان لو کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ نعمت چھین لیگا۔ اور تمہاری جگہ کسی اور بہتر قوم کو لے آئیگا۔ اگر خدا کی نصرتوں کو جذب کرنا چاہتے ہو تو اعلائے کلمۃ اللہ کے بلند مقصد کو اپنے سامنے رکھو اور اس کے حصول کے لئے ہر قربانی کرتے چلے جاؤ ایسا ہو کہ کوئی چیز تمہیں اس قربانی سے روک نہ سکے اگر یہ کیفیت ہو جائے تو یقیناً سمجھو کہ تمہارے سامنے [illegible] تم دنیا کے [illegible] اور اسلام کا غلبہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے

[illegible]

"مجددِ الف ثانیؒ کہ احمدی سامری"

غلام ربانی صاحب بی۔ اے (آنرز)

"(کیا) مجدد الف ثانیؒ نبوت کے قابل نہ تھے۔ شاہ ولی اللہؒ۔ شاہ عبدالقادرؒ امامت وقت کے مستحق نہ تھے اور پھر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اس قابل نہ تھے —— (ور قرعہ فال پڑا تو مرزا غلام احمد صاحب کے نام آپڑا"

(روزنامہ تسنیم۔ ترجمانِ جماعت اسلامی)

چند روز کی بات ہے کہ جماعت اسلامی کے ترجمان سہ روزہ کوثر اور روزنامہ تسنیم میں ابو نعیم صدیقی صاحب کا مضمون "نبوتِ ہندی کا اجمالی تجزیہ" چھپا اور اس میں انہوں نے فرمایا کہ

احمدیوں نے سامری کے بچھڑے کی طرح نعوذ باللہ نقلی محمدؐ (مراد حضرت مرزا غلام احمد ہیں۔ ناقل) گھڑ لیا ہے اور اب اس پر اصرار کرتے ہیں کہ اسے مانو تو نجات میسر آسکتی ہے وگرنہ نہیں۔ پھر یہ بھی کہا کہ اس منظر یعنی نبوت اور امامت کے اصل حقدار تو مجدد الف ثانی رح شاہ ولی اللہ رح اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تھے یہ مرزا غلام احمد قادیانی پر قرعہ فال کیوں آن پڑا۔

اس مضمون پر اجمالی تبصرہ تو ہم پیغام صلح کی گذشتہ اشاعتوں میں کر چکے ہیں۔ لیکن ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے محترم دوست اور ان کے دیگر ہمنواؤں پر اُن کے پیش کردہ صلحاءؒ کا مسلک بھی واضح کر دیں جنہیں وہ اپنا مقتدیٰ مانتے ہیں اور جن کے متعلق انہیں کم ازکم یہ یقین ہے کہ قرعۂ فال ان کے نام پڑنا چاہیئے تھے۔ اور اگر ہمارے دوستوں کو مرزا غلام احمد سے کوئی کد ہے تو انہی صلحاء کے اقوال شاید ان کے لئے سرمۂ بصیرت بن سکیں۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ ہمارے دوست نے بھی "منصب نبوت" کے لئے پہلا نام انہی کا تجویز کیا ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی اپنے مرید کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اعلم ایہا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاہا وذلک الافراد من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و قد یکون ذالک لبعض المکمل من متابعیہم بالتبعیۃ والوراثۃ ایضاً واذا اکثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثاً کما کان امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(مکتوب پنجاہ)

ترجمہ:۔ یعنی اے برادر صدیق! جان لے کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام انسان کیساتھ کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا ان کے سامنے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے لئے ہے اور کبھی ان کے پیرؤں میں سے بعض کے لئے جو کمال حاصل کر چکے ہوں اس پیروی اور وراثت کے باعث اُن سے کلام ہوتا ہے اور جب یہ قسم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کثرت سے ہو تو اس کا نام محدث رکھا جاتا ہے جیسا حضرت امیر المومنین (عمر) رضہ تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رح یہاں ایک حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جس میں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ:۔

لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فعمر۔ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث میں یوں تشریح ہے:۔

لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر۔

ترجمہ:۔ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے افراد تھے جو نبی تو نہیں تھے لیکن خدا تعالیٰ ان سے ہمکلام ہوتا تھا اور میری امت میں ان جیسا ایک عمر ہی

حضرت مجدد الف ثانی رح کی تحریر اور ان احادیث کے مفہوم کو ملا کر دیکھا جائے تو دو نتیجے برآمد ہوتے ہیں:۔

(۱) خدا تعالیٰ غیر نبی کے ساتھ بھی کلام کرتا ہے جیسا کہ وہ امم سابقہ میں کرتا رہا۔

(۲) خدا تعالیٰ نبی کریم صلعم کے بعد کلام کرے گا اور کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے والے کا نام محدث ہے۔

اب یہاں ہم ایک سوال سے دوچار ہوتے ہیں۔ کیا یہ مکالمہ مخاطبہ الٰہی جاری اور مسلسل ہے یا صرف حضرت عمر رضہ کے لئے ہی مخصوص تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں:۔

"چوں شریعتِ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است۔ علماء امت او را حکم انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید ملت بایشاں تفویض فرمودہ"

(مکتوبات جلد اول صفحہ ۲۰۹)

ترجمہ:۔ چونکہ خاتم الرسلؐ کی شریعت منسوخی اور تبدیلی سے محفوظ ہے اس لئے اُمت کے علماء کو انبیاء کا حکم دیا گیا ہے۔ اور شریعت کی تقویت اور تائید ملت ان کے سپرد کی گئی ہے۔

اسی کی تشریح ایک اور خط میں فرماتے ہیں:۔

"در میان امتاں ہمیں امت بہ تبعیت باین تجلی مخصوص اند و باین دولت عظمیٰ مشرف لہذا خیر الامم گشتہ۔ علماء ایں ہا در رنگ انبیاء بنی اسرائیل شدہ"

(مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۴۸)

ترجمہ:۔ دوسری امتوں میں سے یہی ایک امت ہے جو تابعداری کی وجہ سے اس تجلی کے لئے مخصوص ہوئی اور اس دولت عظیم سے مشرف کی گئی اسی لئے خیر الامم قرار پائی اور اس امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے رنگ میں قرار پائے۔

یہاں بھی حضرت مجدد الف ثانی رح نے دو حدیثوں کی طرف ہی رجوع کیا ہے۔ جہاں العلماء ورثۃ الانبیاء اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کہا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہاں لفظ "علماء" کو عام معنی میں لیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ یہاں کسی ایک شخص کی تخصیص نہیں جو ملہم من اللہ یا مبعوث ہے اور خدا تعالیٰ کے امر سے رشد و ہدایت کے لئے کھڑا

ہوا ہے اور اسی طرح دعوت دینے کا مکلف ہے جیسے کہ نبی مکلف ہوتا ہے۔ یہاں لفظ نبی کا استعمال اگر عام معنوں میں بھی لیا جائے تو کم ازکم یہ ثابت ہوگیا کہ یہ لفظ اپنے اصطلاحی معنوں کے علاوہ بھی استعارۃً یا مماثلت کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ اب رہا سوال "علماء" کی عمومیت کا۔ اگر امت محمدیہ کے لئے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے قائم مقام ہیں تو یہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ان میں کسی نہ کسی رنگ میں وہ حقیقت جلوہ گر ہو جو انبیاء بنی اسرائیل کے حصہ میں آئی تھی ورنہ وراثت اور مماثلت کے کوئی معنی نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اے فرزند ایں آں وقت است کہ در امم سابقہ درین طور وقتیکہ ظلمت است پیغمبر اولوالعزم مبعوث میگشت و احیاء شریعت جدیدے میکرد و دریں امت کہ خیر الامم است پیغمبر ایشاں خاتم الرسل علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات علماء ایں امت را مرتبہ انبیاء بنی اسرائیل داده اند و بوجود علماء از وجود انبیاء کفایت فرمودہ اند۔ لہذا بر سر ہر مائۃ از علماء امت مجددے شریعت فرمایند"

(مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۳۴)

ترجمہ:۔ اے فرزند یہ وہ وقت ہے کہ قدیم امتوں میں اس ظلمت کے دور میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور شریعت جدید لے کر آتا تھا۔ لیکن یہ امت کہ خیر الامم ہے اور اس کا پیغمبر خاتم الرسل ہے اس لئے اس کے علماء کو مرتبہ انبیاء بنی اسرائیل دیا گیا اور علماء کے وجود سے انبیاء کے وجود کو مستغنی کیا گیا اسی لئے ہر صدی کے سر پر امت کے علماء میں سے ایک کو مجدد متعین کیا جاتا ہے کہ شریعت کو زندہ کرے۔

اس تحریر نے تین اور باتیں صاف کر دیں:۔

اوّلاً۔ کہ گذشتہ امتوں میں ایسے تاریکی کے زمانہ میں اولوالعزم پیغمبر شریعت جدید لے کر مبعوث کئے جاتے تھے

ثانیاً۔ اس امت میں علماء کو ان تاریک زمانوں میں ان انبیاء کی جگہ مقرر کیا گیا ہے (یہاں پھر اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

ثالثاً۔ ان علمائے دین میں سے ایک کو مجدد متعین کیا جاتا ہے۔ مدعث

یہ ہوا کہ ان کا اخلاقی رعب بھی لوگوں کے دلوں سے اُٹھ گیا۔ یہ صحیح ہے کہ گئی گذری حالت میں بھی معاہدے کے معاملہ میں مسلمان اتنے خراب نہیں جتنی اور قومیں ، مگر یہ کوئی تسلی کی بات نہیں۔ ہمارا امتحان تو بہرحال قرآن کریم کے معیار پر ہی ہوگا۔ کہ آیا ہم اس پر پورے اترے ہیں یا نہیں ہمیں خدا تعالیٰ کی اس وعید سے ڈرنا چاہیئے جسکو کہ شدید العقاب کے الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے۔

ابھی ابھی ہمارے وزیر اعظم نے مشرقی بنگال کے دورہ کے دوران میں اہل مسلمانوں کی طرف سے ایک دو باتوں کا اعلان کیا ہے ایک تو انہوں نے فرمایا ہے کہ پاکستان کا اسلامی مملکت ہونا ہی اقلیتوں کے لئے سب سے بڑی گارنٹی ہے حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا اعلان ہے اور اس کے پیچھے اعلان کرنے والے کے بلند ایمان کا بھی پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے بڑی گہری نگاہ سے اسلام کا مطالعہ کیا ہے اور سمجھ لیا ہے کہ ذمیوں کا مسئلہ نقوے پر مبنی ہے او۔ وہ اسلامی سیاست کا ایسا اصول ہے جس کے مقابلہ پہ کوئی چیز بھی موجودہ سیاست میں نہیں پائی جاتی۔ اس دَور کی جمہوریتوں میں اقلیتوں کے لئے کوئی اخلاقی اصول موجود نہیں۔ اقلیتیں سراسر اکثریتوں کے رحم پر ہیں۔ مغربی جمہوری سلطنتوں کے ماتحت جو سلوک یہودیوں سے ہوتا رہا اور اب تک ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کونسا مغربی ملک ہے جہاں سے یہ بیچارے یہود متعدد مرتبہ مار مار کر نکالے نہیں گئے۔ آج برطانیہ یہودیوں کا بڑا دم بھرتا ہے لیکن اس ملک سے بھی دو دفعہ وہ نکالے گئے۔ سوویٹ روس مذہب کی کوئی پروا نہیں کرتا مادی اصول پر ان کی ریاست کا قیام ہے۔ مگر تازہ ترین خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ریاست سے بھی اس قوم کو نکالنے کا باقاعدہ انتظام کیا جا رہا ہے۔ خیر یہود تو دوسرے مذہب کے لوگ ہیں۔ مغربی ریاستوں میں تو اپنے ہم مذہب آدمی بھی اگر صرف نسل اور قومیت میں مختلف ہوں تو ان کے لئے بھی اپنی قومی یا نسلی خصوصیات کو قائم رکھنے کی کوئی گنجائش نہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ اسی قوم ہی میں کلیتۃً مدغم ہو جائے لیکن کسی قسم کا اختلاف رکھتے ہوئے وہ کسی ریاست میں بھی محفوظ نہیں۔ موجودہ زمانہ میں یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کا حل مغربی سیاست میں کوئی نہیں خدا کا فضل ہے کہ اسلام میں اس کا حل موجود ہے اقلیت کسی بھی تہذیب اور تمدن سے کیوں نہ تعلق رکھتی ہو، اسلامی ریاست کے اندر اس کی مستقل ہستی مسلّم ہے۔ اور دین اسلام اس کی حفاظت کی گارنٹی دیتا ہے وزیر اعظم کا ذمیوں کے متعلق یہ اعلان اپنے اندر ایک بڑی بھاری اہمیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اسلام کے ایک بہت بڑے اصول کی ایک بڑے اہم موقعہ پر صحیح ترجمانی کی ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کی اہمیت کو اپنے قلوب میں جگہ دے۔ ہمارے سامنے ہر وقت سورۃ مائدہ کی وہ تنبیہہ رہنی چاہیئے جس میں کہ دشمن قوم کی زیادتیوں کی بنا پر کسی قسم کی زیادتی کرنے سے ہمیں روکا گیا ہے۔ ہم جس دَور کے اندر سے گذر رہے ہیں اس میں محض اسلامی اصول کو بیان کرنا کافی ثابت نہ ہوگا۔ بلکہ ایک ایسا عمل بکار ہے جو کہ کلیتۃً نیک نیتی پر مبنی ہو۔ اس وقت قرآن کے مقرر کردہ رستے سے ایک انچ برابر بھی انحراف کرنا اپنے آپ کو بڑے خطرات میں دھکیلنا ہوگا۔

معاہدے کے معاملہ میں بھی بالکل یہی صورت ہے۔ ہمارے وزیر اعظم نے جو بلا تامل صلح کے پیغام پر لبیک کہا اس میں پاکستان کے مسلمانوں نے بجا طور پر خوشی منائی اور ان میں کسی قسم کا اختلاف واقع نہیں ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے تجویز کردہ قوانین مسلمانوں کے سامنے ہیں اور وہ ان کو عملی جامہ بھی پہنانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم کا یہی حکم ہے کہ دشمن سے خواہ بار بار عہد شکنی ہو چکی ہو اور اس کے اعادہ کا خطرہ بھی ہو لیکن اگر وہ صلح کی طرح ڈالے تو اس سے صلح کر لی جائے۔ اسلام قطعًا جنگجوئی کی تلقین نہیں کرتا۔ ہمارے وہ بھائی جو اب بھی غیر اسلامی سیاست کے دلدادہ ہیں اور معاہدوں کی وہ قدر نہیں کرتے جو اسلام نے سکھائی ہے اور مصلحت اندیشی اور دورنگی کو سیاسی کاروبار کا جزو سمجھتے ہیں ان کو اپنا نفسی تجزیہ کرنا چاہیئے اور قرآن کی ہدایت کی روشنی میں اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے کیونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے حالات کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ قرآن کی مکمل پیروی سے ہی مسلمان بچ سکتے ہیں اور خدا کی نصرت کے بغیر ہمارا اور کوئی چارہ نہیں۔ دنیاوی اور مادی طاقتیں ہم سے چھن گئیں ہیں۔ ہمارا کوئی بھروسہ اگر ہے تو خدا اور اس کی نصرت پر ہے اس لئے خدا کی خوشنودی اور اس کا تقوی ہر آن ہمارے مدنظر ہونا چاہیئے اس کو پیدا کرنے میں ہم احمدیوں نے بہت کچھ کیا ہے مگر اس فضا کی تکمیل کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ قرآنی اصولوں اور آنحضرت صلعم کی سنت کو بڑی قوت کیساتھ خود مسلمانوں اور دُنیا کے سامنے بار بار لانا چاہیئے اور اپنے عملی نمونہ سے مسلمانوں کے اندر ایک مستعدی پیدا کرنی چاہیئے۔ جب یہ فضا صحیح معنوں کے اندر پیدا ہو جائے گی تو احمدیوں کے سیاست میں حصہ لینے کا مسئلہ بھی خود بخود حل ہو جائیگا۔

مکتوبِ بغداد

بغداد ۱۷ رمارچ سنہ ۱۹۵۰ء

بخدمت شریف مولانا عزیز بخش صاحب سلمہ الرحمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ مرقومہ ۱۰ رمارچ ملا۔ حالات معلوم ہوئے آقائے حضرت امیر ایدہ اللہ کی خیریت اور خدمات دینیہ میں مشغولیت کی خبر سے مسرت ہوئی۔ امام وقتؑ کے علوم دینیہ کے اس یکتا وارث کو اللہ تعالیٰ عمر طویل عطا فرمائے وہ وقت قریب آ رہا ہے کہ اس کی وہ بے پناہ قلم (جو عطیہ مسیح زمانؑ ہے) سے نکلی ہوئی تحریرات اس شر القرن میں انقلاب مذہبی اور روحانی پیدا کر دے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ۱۶ رمارچ کو انگلستان میں جلسہ مذاہب عالم میں اس مجاہد فی سبیل اللہ کے ایک شاگرد رشید غلام ربانی نے قرآن کریم کی فوقیت تمام کتب سماوی پر سورۃ فاتحہ کی آیات سبعہ سے ثابت کر دکھائی۔ صدر جلسہ کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ دنیا کی موجودہ مشکلات کا حل قرآن کریم کی تعلیمات میں مضمر ہے۔ آج سے پورے چھپن سال قبل لاہور میں جلسہ مذاہب عالم میں حضرت مجدد اعظمؑ کے مقدس بابرکت وجود نے اسلام کو غالب کر دکھایا تو اب پھر اس مہدیٔ دوران کے غلاموں میں سے ایک غلام نے وہی نقشہ انگلستان میں دنیا کے سامنے پیش کر دیا جس کی اطلاع زبان برق نے تمام دنیا میں پھیلا دی هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

ہم سبھوں کی طرف سے حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ و دیگر بزرگوں اور دوستوں کو السلام علیکم اور درخواست دعا۔

مجدّدین کا ماننا فرض ہے؟

(بقیہ از صفحہ اوّل)

بڑھ جاتا ہے اور حق خالص کا چہرہ چھپ جاتا ہے تب اس خوبصورت چہرہ کو دکھلانے کے لئے مجدد اور محدث اور روحانی خلیفے آتے ہیں نہ معلوم کہ بیچارہ معترض نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ مجدد اور روحانی خلیفے دنیا میں آکر دین کی کچھ ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں نہیں وہ دین کو منسوخ کرنے نہیں آتے بلکہ دین کی چمک اور روشنی دکھانے کو آتے ہیں اور معترض کا یہ خیال کہ ان کی ضرورت ہی کیا ہے۔ صرف اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ معترض کو اپنے دین کی پروا نہیں اور کبھی اس نے غور نہیں کیا کہ اسلام کیا چیز ہے اور اسلام کی ترقی کس کو کہتے ہیں اور حقیقی ترقی کیونکر اور کن راہوں سے ہو سکتی ہے اور کس حالت میں کسی کو کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقی طور پر مسلمان ہے یہی وجہ ہے کہ معترض صاحب اس بات کو کافی سمجھتے ہیں کہ قرآن موجود ہے اور علماء موجود ہیں اور خود بخود اکثر لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف حرکت ہے پھر کسی مجدد کی کیا ضرورت لیکن افسوس کہ معترض کو یہ سمجھ نہیں کہ مجددوں اور روحانی خلیفوں کی اس امت میں ایسے ہی طور سے ضرورت ہے جیسا کہ قدیم سے انبیا کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

ظاہر ہے یہ تعیین انسان نہیں کرتے کیونکہ یہاں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اس میں ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ کے لفظ موجود ہیں۔

ان اشکال کو دور کرنے کے لئے کہ مجدد اسی طرح مبعوث نہیں ہوتا جیسا کہ نبی ہوتا ہے اور کہ مجدد کی تلاش اور تعیین کا معاملہ عام انسانوں کی جمہوری صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے ہم حضرت مجدد الف ثانی رح کی ایک اور تحریر درج کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم صرف ان دو ترجموں پر اکتفا کریں گے۔ مجدد اور ملہم من اللہ کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

پس جاننا چاہیئے کہ ان لوگوں کے معارف اور علوم اولیاء اور علماء کے علوم سے بالاتر ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے علوم اُن علوم کی نسبت ایک چھلکا ہیں اور وہ معارف ان چھلکوں کے مغز۔ اور یہ بھی جان لو کہ صدی کے سر پر مجدد ہوتا ہے لیکن صدی اور ہزار کے مجدد میں ایسا ہی فرق ہے جیسے سو اور ہزار میں۔ ایسا ہی ان مجددین میں فرق ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ جس قدر اس مدت میں فیض و برکات امت کو پہنچتے ہیں اسی کی وساطت سے پہنچتے ہیں اگرچہ اس وقت اقطاب اوتاد۔ ابدال اور نجبا موجود ہوں"

(جلد ثانی مکتوب ۴)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجدد، عام علما، اقطاب ابدال وغیرہ سے الگ ہستی ہوتا ہے اور اس سے فیض کا انتشار تمام امت میں ہوتا ہے اسی کے مقام کا فرق پھر مجدد الف ثانی صدی اور ہزار کے مجدد کے ذریعہ پیش کر رہے ہیں یعنی مجددین میں باہمی کام اور مدت کے اعتبار سے فرق ہوتا ہے جو اُن کے مقامات کی اہمیت اور شان کو ممیز کرتا ہے۔ جیسا ہم ابھی اس طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ مجدد کا تعیین عام جمہوری صوابدید پر نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اُسے حضرت رب العزت کی طرف سے مامور کیا جاتا ہے۔ اس کی سند حضرت مجدد الف ثانی رح کے ایک کشف سے بھی ملتی ہے:۔

" میں نے آنحضرت صلعم کو بحالت کشف دیکھا اُن کے ہاتھ میں ایک طولانی کاغذ پیچیدہ ہے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مضمون اس کا یہ تھا کہ مجھ کو مقام شفاعت پر کھڑا کیا گیا ہے۔ وہ اجازت نامۂ شفاعت ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم میرے والد اور میں ان کا فرزند ہوں"

(مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۰۶)

یہ مقام دراصل ملہم من اللہ کو عطا کیا جاتا ہے جو آنحضرت صلعم میں فنا ہو کر تمام بشریت کا چولا اتار پھینکتا ہے اور مکالمہ مخاطبہ الہیہ کی کثرت اس میں متحقق ہو جاتی ہے۔ گو اس مکالمہ مخاطبہ الہیہ کے اعتبار سے وہ اسی طرح فیضیاب ہوتا ہے جیسا کہ نبی لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلعم سے پہلے ایسے افراد براہ راست بلا اطاعت نبی گذشتہ مکالمہ مخاطبہ الہیہ پاتے تھے اور اب حضرت نبی کریم صلعم کی کامل اطاعت شرط اولین ہے۔ اور اگر اب کوئی کہے کہ وہ مکالمہ الٰہیہ پاتا ہے تو اس سے کسی نبوت جدیدہ یا مستقلہ یا تشریعیہ کا دعوے لازم نہیں آتا چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

" جاننا چاہیئے کہ ایک شخص قرب ولایت کے راستہ سے قرب نبوت حاصل کرلے اور دونوں پہلوؤں میں شریک ہو (یعنی ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی۔ ناقل) روا ہے"

(مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۲۳)

اسی مفہوم کی مزید تشریح کرتے ہوئے وہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

" اور انبیاء کے کامل فرمانبردار کمال اطاعت اور فرط محبت کے باعث بلکہ محض عنایت اور بخشش سے اپنے نبی متبوع کے جملہ کمالات کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور بالکل ان رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اصلیوں اور تابعوں میں کوئی فرق نہیں رہتا مگر صرف اسی قدر کہ ایک نبی براہ راست ہوتا ہے اور تابعدار بوجہ اطاعت کے۔ یا کہ نبی مقدم ہوتا ہے اور اطاعت کرنے والا مؤخر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اصل ہوتا ہے اور دوسرا ظل۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اصل اور ظل کے درمیان مساوات تصور نہیں ہوسکتی"

(مکتوبات جلد اول مکتوب نمبر ۲۴۸)

حضرت مجدد الف ثانی رح کی ان تحریرات سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں کہ:۔

۱۔ امتی نبی ہونا (یعنی ایک پہلو سے امتی ایک پہلو سے نبی) روا ہے۔

۲:۔ اور یہ مقام دراصل ظلی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک نبی تو براہ راست نبوت حاصل کرتا ہے اور تابعدار بوجہ اطاعت کے۔ لیکن یہ نبوت متبوع نبی کے برابر نہیں ہوتی کیونکہ اصل اور ظل میں مساوات ممکن نہیں۔"

اسی سلسلہ میں ذیل کا مکتوب بھی قابل غور ہے چنانچہ صالح کولابی کو خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔

واضح ہو کہ میں اللہ تعالےٰ کا مرید بھی اور اس کا مراد بھی میری ارادت کا سلسلہ بغیر از کسی واسطہ کے اللہ سے متصل ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم مقام ہے۔ سبحانہٗ پس میں محمد رسول اللہ صلعم کا مرید بھی ہوں اور اس کا پیر بھائی بھی ہوں۔ اس دولت کے دسترخوان پر اگرچہ میں طفیلی ہوں مگر بغیر از بلانے کے نہیں گیا اور ہر چند کہ میں تابع ہوں لیکن اصلیت سے بے بہرہ نہیں ہوں اور ہر چند کہ میں امتی ہوں لیکن میں آنحضرت کا شریک دولت بھی ہوں۔ لیکن ایسا شریک نہیں کہ ہمسری کا دعوے کردوں۔ کیونکہ یہ کفر ہے"

(مکتوبات جلد سوئم مکتوب نمبر ۸۷)

شیخ احمد رح نے یہاں کئی باتیں نہایت کھلے کھلے لفظوں میں کہدی ہیں۔ دراصل یہ تحریر اسی مفہوم کی ترجمانی کرتی ہے جو مکتوب نمبر ۲۴۸ میں انہوں نے ادا کیا ہے۔ جہاں وہ امتی نبی اور متبوع نبی کے درمیان مقدم اور مؤخر ہونے کی ہی نشاندہی کرتے ہیں اور افاضہ الٰہیہ پانے میں دونوں کو شریک گردانتے ہیں اور ہمسری کا دعوے اس لئے نہیں کرتے کہ تابع اور متبوع کے باہمی تعلق اور مرتبۂ شریعہ کا نقیض ہے۔ ہاں منصب نبوت شریعت کی رُو سے مسدود ہے کیونکہ اس سے اُس متبوع نبی کی نبوت تامہ کاملہ کی ہتک لازمی آتی ہے جس کی پیروی کامل سے اب مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا انعام حاصل ہوتا ہے۔ وحی اور اس کے پانے میں محدث (یا امتی نبی جو متبوع نبی میں فنا ہو چکا ہے) اسی طرح (RECIPIENT-OF-REVELATION) مہبط الہام ہوتا ہے جیسے کہ نبی۔ (اور اسے ہی مجدد الف ثانی رح نے۔ "میں اللہ تعالیٰ کا مرید ہوں اور میرا تعلق از بغیر از واسطہ اللہ تعالےٰ سے ہے۔ اور آنحضرت صلعم میرے پیر بھائی ہیں"۔۔۔۔۔ کہا ہے)

لیکن محدث کو یہ فضیلت اپنے متبوع نبی کی اطاعت اور پیروی سے ملتی ہے اور نبی کو بلا اطاعت نبی سابق عطا ہوتی ہے اسی کو حضرت مجدد الف ثانی رح نے:۔

" پس اصل اور ظل میں مساوات تصور نہیں ہوسکتی"

اور " ہر چند کہ امتی ہوں لیکن آنحضورؐ کا شریک دولت بھی ہوں لیکن ایسا شریک نہیں کہ ہمسری کا دعویٰ کروں"

کے الفاظ میں ادا کیا ہے۔

اس تمام بحث سے ہم نے یہ نتائج اخذ کیے:۔

کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک:۔

(ا) اُمتِ محمدیہ کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کے مماثل ہیں۔

(ب) ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہوتا ہے۔

(ج) حدیث مجدد درست ہے کیونکہ مجدد صاحب نے اُسی سے استدلال کیا ہے۔

(د) محدث کثرت مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے فیضیاب ہوتا ہے

(ہ) ملہم من اللہ کا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہونا روا ہے لیکن اصل اور ظل برابر نہیں۔

(و) اُمتِ محمدیہ اس تجلی سے فیضیاب ہونے کے لئے مخصوص کی گئی ہے اسی لئے خیر الامم قرار پائی۔

(ز) اور حضرت مجدد الف ثانی رح اپنے آپ کو اسی زمرہ میں شمار کرتے ہیں اور ملہم من اللہ اور مجدد الف ثانی ہونے کا دعوے کرتے ہیں (آج تک یہ لقب اُن کے نام سے زیادہ مشہور ہے)

(باقی دارد)

درخواست دُعا

سلطان محمود صاحب سب انسپکٹر پولیس کوئٹہ سے لکھتے ہیں کہ وہ بعض مالی مشکلات میں مبتلا ہیں ان کے لئے دعا کی جائے۔

کرامت علی شاہ صاحب مبلغ اسلام نارووال سے لکھتے ہیں۔ میرا برادر زادہ ریاض احمد ڈیڑھ ماہ سے بیمار ہے۔ ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے۔

میاں بشیر احمد صاحب منٹو مبلغ اسلام کی برٹش گائنا میں تبلیغی سرگرمیاں

"کیا وہ درخت جو سایہ دار ہے اور پھل بھی عمدہ اور شیریں پیدا کرتا ہے اس لائق ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے یا اسے قائم رکھا جائے"

قبلہ حضرت سیدنا مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کا گرامی نامہ مجھے ایسے وقت ملا جب میں سان فرانسسکو سے برٹش گائنا کو روانہ ہونے کے لئے ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا اور وہ ہوائی جہاز کے اڈے کی طرف چلنے ہی والی تھی اس لئے جلد جواب عرض نہ کر سکا۔ اکیس مارچ کو سان فرانسسکو سے میری روانگی ہوئی۔ ۲۲ر کی شب کو نیویارک پہنچا اور ۲۳ر کی شب کو جارج ٹاؤن کو روانہ ہوگیا۔ راستے میں آدھ گھنٹے کے لئے پورٹ آف سپین ٹرینیڈاڈ میں ہمارا ہوائی جہاز ٹھہرا۔ امیر علی صاحب اور ان کے چند رفقا وہاں موجود تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ ایک انگریزی اخبار کا نمایندہ بھی آیا ہوا تھا۔ اس نے ہمارا فوٹو بھی لیا اور جو کچھ کام احمدیہ انجمن دنیا کے مختلف ممالک میں سر انجام دے رہی ہے اس کے متعلق میرا بیان بھی لکھکر لے گیا۔ کل ایک شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ بیان اخبار میں چھپ گیا ہے۔ یہاں کے اخبارات میں اب تک جو کچھ ہمارے متعلق نکلا ہے اس کے تراشے ملفوف کر رہا ہوں۔ ترینیڈاڈ کے اخبار میں جو بیان چھپا ہے وہ بھی حاصل کرکے انشاء اللہ جلد آپ کو بھیجدوں گا۔

دو مقامات پر پبلک جلسے منعقد ہو چکے ہیں مگر وہ صرف مقامی مسلمانوں تک محدود تھے۔ بدھ کی شب کو ٹاؤن ہال میں یہاں کی انجمن اسلامیہ کے زیر پبلک جلسہ ہوگا۔ جارج ٹاؤن کے میئر جو مذہباً کرسچین ہیں پریزیڈنٹ ہوں گے۔ میری مخالفت ابھی تک کسی نے نہیں کی اور نہ ہی میرا خیال ہے کہ کوئی کرے گا۔ ۲۵ ۳/۵ ہفتہ کے دن یہاں کے علماء مجھ سے ملنے آئے تھے اور میں نے جماعت کی پوزیشن واضح کر دی اور اپنے کام سے بھی انہیں پورے طور پر باخبر کر دیا۔

آپ کی ہدایت کے مطابق میں انشاء اللہ تعالیٰ احمدیہ انجمن یہاں قائم کرکے واپس امریکہ آجاؤں گا۔ احمدیہ جماعت کی حمایت میں جو لوگ ہیں وہ WAKENAAM میں ہیں۔ یہ جگہ ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جمعرات کو میں وہاں جا رہا ہوں۔

پانچ بجے اعلان کے مطابق صدر انجمن اسلامیہ کی جنرل کونسل کا جلسہ ہوا اور مجھے خوش آمدید کہی گئی۔ مختلف ارکان انجمن نے تقریریں کیں اور میرا برٹش گائنا میں آنا مبارک قرار دیا اور امید ظاہر کی کہ میری موجودگی سے انہیں بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا۔ مغرب کی نمازیں میں نے پڑھائی اور اس کے بعد پھر جلسہ شروع ہوگیا۔ اس وقت جو تقاریر شروع ہوئیں ان کی نوعیت بالکل جدا تھی۔ ایک صاحب نے احمدیہ عقائد کے متعلق مختصراً بیان کرنے کی درخواست کی میں نے صدر انجمن سے اجازت چاہی اور کہا کہ اگر انہیں اور باقی حاضرین جلسہ کو اعتراض نہیں تو میں ان غلط فہمیوں کو جو ہمارے متعلق عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ اجازت مل جانے پر میں نے اپنے عقائد کی وضاحت کی اور خصوصیت سے یہ بات ظاہر کی کہ سب سے بڑا احسان جو حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں عالموں اور مجتہدوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کا غلام بنا دیا۔ سوچنے کے دروازے جو مدت سے بند پڑے تھے وہ کھول دیئے اور ایک ایسی جماعت وجود میں لانے کا باعث ہو گئے جس نے جہاد کو اپنا شعار بنا لیا اور جو اسلام کی خاطر ہر ممکن قربانی دینے کے لئے تیار ہوگئی اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا اقرار دشمن تک کرتے ہیں کہ جو کام سینکڑوں برس میں نہ ہوا وہ اس مختصر سی جماعت کے ذریعہ تھوڑے ہی عرصہ میں سر انجام پا گیا۔ ہم مسلمانوں کو اس جماعت میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ جس جہاد کی توفیق اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے وہ بھی اس سے محروم نہ رہیں۔ اس شخص سے بڑھکر بد قسمت کون ہے جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کی بجائے اس کے زوال کے لئے اپنی تمام طاقتیں صرف کر رہا ہے اور مجاہد جماعت کی حمایت کرنے کی بجائے اس کی تخریب کے درپے ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں اور اس بات پر غور کریں کہ کیا وہ درخت جو سایہ دار بھی ہے اور پھل بھی عمدہ اور شیریں پیدا کرتا ہے اس لائق ہے کہ اسے کاٹ دیا جائے یا اسے قائم رکھا جائے بظاہر لوگ میرے خیالات سے بہت متاثر ہوئے بعض نے یہ بھی کہا کہ اگر اس کام کو اسی طرح کچھ عرصہ کے لئے جاری رکھا گیا تو یقیناً بہت سے لوگ احمدیہ تحریک میں شامل ہو جائیں گے۔ ایسے بھی لوگ تھے جن کی پیشانیوں پر شکن پڑ گئے اور انہوں نے بہت کچھ خفگی کا اظہار کیا مگر ان کی موجودگی تعجب انگیز نہ تھی ——— ۸ ۳/۵ ۔ آج دو جلسے ہوئے ایک یہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اور دوسرا مسلم یوتھ لیگ کے زیر اہتمام حسب معمول یہاں بھی خوش آمدید کہی گئی اور تعریفی کلمات سے میرا خیر مقدم کیا گیا اور بعد میں میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

اس جلسہ میں بھی مجھ سے درخواست کی گئی کہ میں احمدیہ تحریک کے متعلق کچھ کہوں جس پر میں نے خوب وضاحت کی۔

تراشوں کا خلاصہ

میاں بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے مبلغ اسلام جب سان فرانسسکو سے برٹش گائنا پہنچے تو ان کی آمد پر اخبارات نے

"مسلم سوسائٹی امریکہ کے پریذیڈنٹ کی تشریف آوری"

کے جلی عنوان کے تحت مشتہر کیا کہ مولوی بشیر احمد صاحب منٹو ایم اے پریذیڈنٹ مسلم سوسائٹی امریکہ اس ملک کے مسلمانوں کی عامہ حالت اور تبلیغی مسلم مشنری کی خدمات کا جائزہ لینے تشریف لائے ہیں اور اپنے قیام کے دوران میں یہاں کے تین شہروں کا دورہ کریں گے۔ اور اسلام کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر فرمائیں گے۔

۹ر مارچ بدھ کو ٹاؤن ہال میں میاں صاحب موصوف نے "پیغام صلح" کے موضوع پر لیکچر دینا تھا۔ اخبارات میں اس کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا اور لکھا گیا کہ اس موضوع پر لیکچر دینے کی غرض یہ ہے کہ تا تمام مذاہب کے درمیان مفاہمت پیدا کی جائے۔

بعض اخباروں نے لکھا کہ میاں صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھتے ہیں اور اس جماعت کی شاخیں دنیا کے ہر حصہ میں موجود ہیں۔ پھر میاں صاحب کے موصوف تبلیغی مشن کو بیان کرتے ہوئے لکھا۔ کہ ان کا مقصد اسلام کے مقدس اصولوں کو دنیا میں پیش کرنا ہے اور حتی الوسع ان تمام غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے جو کہ اسلام کے بارے میں مخالفین کی طرف سے پھیلائی گئی ہیں۔"

غرضکہ صاحب موصوف کی سرگرمیوں کے بارے میں خوب پروپیگنڈا کیا گیا اور نیز میاں صاحب موصوف کی سابقہ خدمات کا بھی اخباروں میں ذکر کیا گیا۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے ان مجاہدوں کی کامیابی کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۲۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ چھ روپے — ہندوستان سے ۱۲-۸ روپے — ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں
سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دُنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۸ — یوم چہار شنبہ مورخہ ۷ رجب ۱۳۶۹ھ — ۲۶ اپریل ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۷

فلسفۂ بعثت مجدّدین

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود

اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی مرسل تھے اور ان کی توریت بنی اسرائیل کی تعلیم کے لئے کامل تھی اور جس طرح قرآن کریم میں آیت الیوم اکملت لکم ہے اسی طرح توریت میں بھی آیات ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک کامل اور جلالی کتاب دی گئی ہے جس کا نام توریت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی توریت کی یہی تعریف ہے لیکن باوجود اس کے بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ تا ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ تعلیم توریت سے دُور پڑ گئے ہوں پھر ان کو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں اور جن کے دلوں میں کچھ شکوک اور دہریت اور بے ایمانی ہوگئی ہو ان کو پھر زندہ ایمان بخشیں چنانچہ اللہ جلشانہ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے ولقد اتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل یعنی موسیٰ کو ہم نے توریت دی اور پھر اس کتاب کے بعد ہم نے کئی پیغمبر بھیجے تا توریت کی تعلیم کی تائید اور تصدیق کریں اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے ثم ارسلنا رسلنا تترا یعنی پھر پیچھے سے ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔ پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب بھیجکر پھر اس کی تائید اور تصدیق کے لئے ضرور انبیاء بھیجا کرتا ہے چنانچہ توریت کی تائید کے لئے ایک ایک وقت چار چار سو نبی بھی آئے جن کے آنے پر اب تک بائیبل شہادت دے رہی ہے۔

اس کثرت ارسال رسل میں اصل بھید یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ عہد ہو چکا ہے کہ جو اس کی سچی کتاب کا انکار کرے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے والذین کفروا وکذبوا بایتنا اولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون۔ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اب جبکہ سزائے انکار کتاب الٰہی میں ایسی سخت تھی اور دوسری طرف یہ مسئلہ نبوت اور وحی الٰہی کا نہایت دقیق تھا بلکہ خود خدا تعالےٰ کا وجود بھی ایسا دقیق در دقیق تھا کہ جب تک انسان کی آنکھ خداداد نور سے منور نہ ہو ہرگز ممکن نہ تھا کہ سچی اور پاک معرفت اس کی حاصل ہو سکے چہ جائیکہ اس کے رسولوں کی معرفت اور اس کی کتاب کی معرفت حاصل ہو اس لئے رحمانیت الٰہی نے تقاضا کیا کہ اندھے اور نابینا مخلوق کی بہت ہی مدد کی جائے اور صرف اس پر اکتفا نہ کیا جائے کہ ایک مرتبہ رسول اور کتاب بھیجکر پھر باوجود امتداد زمنہ طویلہ کے ان عقاید کے انکار کی وجہ سے جن کو بعد میں آنیوالی زیادہ اس سے سمجھ نہیں سکتے کہ وہ ایک پاک اور عمدہ منقولات ہیں ہمیشہ کی جہنم میں منکروں کو ڈال دیا جائے اور درحقیقت سوچنے والے کے لئے یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ وہ خدا جس کا نام رحمٰن اور رحیم ہے اتنی بڑی سزا دینے کے لئے کیونکر یہ قانون اختیار کر سکتا ہے کہ بغیر پورے طور پر اتمام حجت کے مختلف بلاد کے ایسے لوگوں کو جنہوں نے صدہا برسوں کے بعد قرآن اور رسول کا نام سنا اور پھر وہ عربی سمجھ نہیں سکتے۔ قرآن کی خوبیوں کو دیکھ نہیں سکتے دائمی جہنم میں ڈال دے اور کس انسان کی کانشنس اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ بغیر اس کے کہ قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا اس پر ثابت کیا جائے یوں ہی اس پر چھری پھیر دی جائے۔ پس یہی وجہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے دائمی خلیفوں کا وعدہ دیا تا وہ ظلی طور پر انوار نبوت پا کر دنیا کو ملزم کریں اور قرآن کریم کی خوبیاں اور اس کی پاک برکات لوگوں کو دکھلادیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہر یک زمانہ کے لئے اتمام حجت بھی مختلف رنگوں سے ہوا کرتا ہے اور مجدد وقت ان قوتوں اور ملکوں اور کمالات کے ساتھ آتا ہے جو موجودہ مفاسد کا اصلاح پانا ان کمالات پر موقوف ہوتا ہے سو ہمیشہ خدا تعالےٰ اسی طرح کرتا رہے گا جب تک کہ اس کو منظور ہے کہ آثار رشد اور صلاح کے دنیا میں باقی رہیں اور یہ باتیں بے ثبوت نہیں بلکہ نظائر متواترہ اس کے شاہد ہیں اور مختلف بلاد کے نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں کو چھوڑ کر اگر صرف بنی اسرائیل کے نبیوں اور مرسلوں اور محدثوں پر ہی نظر ڈالی جائے تو ان کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں یعنی حضرت موسیٰ سے حضرت مسیح تک ہزارہا نبی اور محدث ان میں پیدا ہوئے کہ جو خادموں کی طرح کمربستہ ہو کر

توریت کی خدمت میں مصروف رہے چنانچہ ان تمام بیانات پر قرآن شاہد ہے اور بائبل شہادت دے رہی ہے اور وہ نبی کوئی نئی کتاب نہیں لاتے تھے، کوئی نیا دین نہیں سکھاتے تھے صرف توریت کے خادم تھے اور جب بنی اسرائیل میں دہریت اور بے ایمانی اور بدچلنی اور سنگدلی پھیل جاتی تھی تو ایسے وقتوں میں وہ ظہور کرتے تھے۔ اب کوئی سوچنے والا سوچے کہ جس حالت میں موسیٰ کی ایک محدود شریعت کے لئے جو زمین کی تمام قوموں کے لئے نہیں تھی اور نہ قیامت تک اس کا دامن پھیلا ہوا تھا خدا تعالےٰ نے یہ احتیاطیں کیں کہ ہزارہا نبی اس شریعت کی تجدید کے لئے بھیجے اور بار بار آنے والے نبیوں نے ایسے نشان دکھلائے کہ گویا بنی اسرائیل نے نئے سرے خدا کو دیکھ لیا تو پھر یہ امت جو خیر الامم کہلاتی ہے اور خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لٹک رہی ہے کیونکر ایسی بدقسمت سمجھی جائے کہ خدا تعالیٰ نے صرف تیس برس اس کی طرف نظر رحمت کر کے اور آسمانی انوار دکھلا کر پھر اس سے منہ پھیر لیا اور پھر اس امت پر اپنے نبی کریم کی مفارقت میں صدہا برس گذرے اور ہزارہا طور کے فتنے پڑے اور بڑے زلزلے آئے اور انواع و اقسام کی دجالیت پھیلی اور ایک جہان نے دین متین پر حملے کئے اور تمام برکات اور معجزات سے انکار کیا گیا اور مقبول کو نامقبول ٹھہرایا گیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے پھر کبھی نظر اٹھا کر اس امت کی طرف نہ دیکھا اور اسکو کبھی اس امت پر رحم نہ آیا اور کبھی اسکو خیال نہ آیا کہ یہ لوگ بھی تو بنی اسرائیل کی طرح انسان ضعیف البنیان ہیں اور یہودیوں کی طرح ان کے پودے بھی آسمانی آبپاشی کے ہمیشہ محتاج ہیں۔ کیا اس کریم خدا سے ایسا ہو سکتا ہے جس نے اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے مفاسد دور کرنے کے لئے بھیجا تھا کیا ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ پہلی امت پر تو خدا تعالےٰ کا رحم تھا اس لئے اس نے توریت کو بھیجکر پھر ہزارہا رسول اور محدث توریت کی تائید کے لئے اور دلوں کو بار بار زندہ کرنے کے لئے بھیجے۔ لیکن یہ امت مورد غضب تھی اس لئے اس نے قرآن کریم کو نازل کر کے ان سب باتوں کو بھلا دیا اور ہمیشہ کے لئے علماء کو ان کی عقل اور اجتہاد پر چھوڑ دیا۔ اور حضرت موسیٰ کی نسبت تو صاف فرمایا وکلم اللہ موسیٰ تکلیما یعنی خدا موسیٰ سے ہمکلام ہوا

اور اس کی تائید اور تصدیق کے لئے رسول بھیجے جو مبشر اور منذر تھے تا کہ لوگوں کی کوئی حجت باقی نہ رہے اور نبیوں کا مسلسل گروہ دیکھ کر توریت پر دلی صدق سے ایمان لاویں اور فرمایا ورسلا قد قصصنٰھم علیک ورسلا لم نقصصھم علیک یعنی ہم نے بہت سے رسول بھیجے اور بعض کا تو ہم نے ذکر کیا اور بعض کا ذکر بھی نہیں کیا لیکن دین اسلام کے طالبوں کے لئے وہ انتظام نہ کیا گویا جو رحمت اور عنایت باری حضرت موسیٰ کی قوم پر تھی وہ اس امت پر نہیں ہے یہ تو ظاہر ہے کہ ہمیشہ امتداد زمانہ کے بعد پہلے معجزات اور کرامات قصہ کے رنگ میں ہو جاتی ہیں اور پھر آنے والی نسلیں اپنے گروہ کو ہر ایک امر خارق عادت سے بے بہرہ دیکھ کر آخر گذشتہ معجزات کی نسبت شک پیدا کرتی ہیں پھر جس حالت میں بنی اسرائیل کے ہزارہا انبیاء کا نمونہ آنکھوں کے سامنے ہے تو اس سے اور بھی بیدلی اس امت کو پیدا ہوگی اور اپنے تئیں بدقسمت پاکر بنی اسرائیل کو رشک کی نگاہ سے دیکھیں گے بدخیالات میں گرفتار ہو کر ان کے قصوں کو بھی افسانجات خیال کریں گے اور یہ قول کہ پہلے اس سے ہزارہا انبیاء ہو چکے اور معجزات بھی بکثرت ہوئے اس لئے اس امت کو خوارق اور کرامات اور برکات کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ لہذا خدا تعالیٰ نے ان کو سب باتوں سے محروم رکھا۔ یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں جنہیں وہ لوگ منہ پر لاتے ہیں جن کو ایمان کی کچھ بھی پروا نہیں ورنہ انسان نہایت ضعیف اور ہمیشہ تقویت ایمان کا محتاج ہے اور اس راہ میں اپنے خودساختہ دلائل کبھی کام نہیں آ سکتے۔ جب تک تازہ طور پر معلوم نہ ہو کہ خدا موجود ہے تب تک ہرگز ایمان جو بدکاریوں کو روک نہیں سکتا نقلی اور عقلی طور پر قائم رہ سکتا ہے اور اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ دین کی تکمیل اس بات کو مستلزم نہیں جو اس کی مناسب حفاظت سے بکلی دستبردار ہو جائے مثلاً اگر کوئی گھر بنا دے اور اس کے تمام کمرے سلیقہ سے تیار کرے اور اس کی تمام ضروریات جو عمارت کے متعلق ہیں باحسن وجہ پوری کر دیوے اور پھر مدت کے بعد اندھیریاں چلیں اور بارشیں ہوں اور اس گھر کے نقش و نگار پر گرد و غبار بیٹھ جاوے اور اس کی خوبصورتی چھپ جاوے اور پھر اس کا کوئی وارث اس گھر کو صاف اور

مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزا حکیما۔

پاؤں میں ہم روندتے ہیں فتویٰ تکفیر کو

مولانا مرتضیٰ خان حسن

روز و شب بھڑکا رہا ہے آتشِ تکفیر کو
اے خدا کچھ تو سمجھ دے مفتئ بے پیر کو

دار پر کھنچنا مجھے منظور ہے لیکن حضورا
واضح کر دیجئے ذرا پہلے مری تقصیر کو

مولوی جی! کچھ خدا لگتی بھی کہہ دینا کبھی
تم سے پوچھے گر توفّی کی کوئی تفسیر کو

دولتِ تقویٰ اگر مل جائے پھر کیا چاہیئے
کیا کریں گے کیمیا گر ہم تری اکسیر کو

ہم مؤید ہیں خدا کی نصرت و تائید سے
کیا سمجھتے ہیں مزوّر ہم تری تزویر کو

ہم مسلماں ہیں ہمیں کافر بنا سکتا ہے کون
پاؤں میں ہم روندتے ہیں فتویٰ تکفیر کو

(بقیہ از صفحہ ۴)

اصلی مسیحیت تھی اور مسیحیت کو چھوڑنے کا نتیجہ وہ سرمایہ داری اور دنیا پرستی ہے جو دوسرے رنگ میں عمرانی اور خاندانی زندگی کی تباہی کا موجب ہو رہی ہے' کمیونزم بھی ایک اور رنگ میں عمرانیت کی تباہی کی طرف لے جا رہا ہے لیکن اسلام اس کے خلاف ہے، باوجود اس کے اس زمانہ میں جبکہ لوگ امن عالم کی راہیں تلاش کر رہے ہیں پادری صاحب اگر اسلام کے مقابلہ میں زندگی اور موت کی جنگ لڑنا چاہتے ہیں، تو بسم اللہ، لیکن وہ یاد رکھیں کہ اس سے انسانی حقوق کی حفاظت تو ضرور ہوگی، جس کو مسیحیت نے پس پشت ڈال رکھا ہے لیکن مسیحیت کا کچھ بھی باقی نہ رہیگا۔

درخواست دعا

مفتی فضل احمد صاحب مہاجر جموں کے صاحبزادہ مفتی عبدالحی صاحب ۳ ہفتے سے بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہیں احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے درد دل دعا فرمائیں۔

(بقیہ از صفحہ ۱۲)

سے زیادہ ہے۔ میں ہر ایک ملک کے اعداد شمار جمع کر رہا ہوں اور پھر آئندہ کسی موقعہ پر پیش قارئین کرام کر دوں گا۔

پیغام صلح
جلد | یوم چہار شنبہ ۷ رجب ۱۳۷۹ھ | نمبر ۱۷

آیات اللہ سے انکار کرنیوالے کون

۲۰-۲۱-۲۲ ماہ حال کو لاہور میں دھلی دروازہ کے باہر مجلس احرار کا جلسہ تھا۔ احمدیت کے خلاف خوب زہر اُگلا گیا۔ ہر مقرر نے حضرت مسیح موعود پر ناپاک حملے کئے۔ اور آپ کی تحریرات کو کتربیونت کے بعد پیش کرکے عوام کو آپ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ آپ کو فتنہ پرداز، دین اسلام کا دشمن قرار دیا گیا۔ آپ کے الہامات پر پھبتیاں اُڑائی گئیں۔ یہ سب کچھ شاید اس لئے ہوا کہ وہ عوام کی پست ذہنیتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔ اور انہوں نے اُٹھایا۔ جب کبھی کسی مقرر نے حضرت صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ کہا لوگ خوب قہقہہ لگا کر ہنس پڑتے۔ بڑی بڑی لمبی داڑھیوں والے سر جھومتے اور آوازے کستے غرضیکہ پستیٔ اخلاق کا ایک عجیب مظاہرہ تھا۔ کئی بار دل میں یہ خیال آیا یا اللہ یہ مسلمان ہیں؟ اخلاق فاضلہ کا شائبہ تک بھی ان میں نظر نہیں آتا، اور پستیٔ اخلاق کی اس انتہا کے باوجود مجدد زمان اور مصلح وقت کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔

خیر احمدیت کی مخالفت کوئی انوکھی بات نہیں حق ہمیشہ ابتداء میں مظلوم رہا ہے اس کے حاملین کو ہر زمانہ میں فتنہ پرداز قرار دیا گیا۔ خود حضرت سیدنا نبی کریم صلعم جن کے متعلق الہٰی ارشاد ہے وما ارسلناك الا رحمة للعالمين کہ آپ تمام مخلوق کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ ان کے متعلق بھی مخالفین کو کامل وثوق تھا کہ آپ نعوذ باللہ مفتن ہیں۔ ابوجہل رئیس الکافرین کی دعا جو اس نے جنگ بدر میں نکلنے سے پہلے کی اس پر شاہد ہے۔ لیکن انجام کار حق غالب ہی آتا رہا۔ والعاقبة للمتقين۔

۲۲ تاریخ کی آخری نشست میں عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی تقریر تھی انہوں نے اپنے خاص انداز میں تقریر کو شروع کیا۔ عوام پر اثر ڈالنا انہیں خوب آتا ہے۔ حضرت صاحب اور احمدیت کے خلاف یہ تو شاہ صاحب کا محبوب مشغلہ ہے ہی۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں پھبتیاں اڑاتے ہوئے جماعت احمدیہ کے خلاف عوام کے دلوں میں نفرت کا جذبہ موجزن کر دیا گو اس کے ساتھ ہی جوش میں آکر بعض صداقتوں کا بھی انہیں اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ انہوں نے کہا:۔

"میں تمام عمر کتے کی طرح بھونکتا رہا۔ میری مثال اس کتے کی طرح ہے جو رات کے وقت نقب لگانیوالے کو دیکھ کر بھونکتا ہے۔ میں نے تمہارا نمک کھایا ہوا ہے۔ میں بھی ایک عرصہ سے بھونک رہا ہوں کہ میرزائی دین کو نقب لگا رہے ہیں۔ ہوشیار ہو جاؤ .... لیکن اس کے باوجود تم میں سے بہت لوگ میرزائی ہو چکے ہیں۔ آخر شروع میں ان کی تعداد کم تھی۔ آج ان کی تعداد زیادہ ہے مجھے ڈر ہے کہ کل کو تم میں سے جو اس وقت یہاں بیٹھے ہو۔ بہت سے مرزائیت کو قبول نہ کرلیں اور بالآخر مجھے بھی میرزائی نہ ہونا پڑے" (مفہوم)

سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے ان الفاظ کو سن کر مجھے قرآن کریم کی یہ آیت یاد آگئی

واتل عليهم نبا الذی اتينه ايتنا فانسلخ منها فاتبعه الشيطان فكان من الغوين ۝ ولو شئنا لرفعنه بها ولكنه اخلد الی الارض واتبع هواه فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث ۝ ذالك مثل القوم الذين كذبوا بايتنا فاقصص القصص لعلهم يتفكرون ۝

ترجمہ:۔ اور ان پر اس شخص کی خبر پڑھ دے جس کو ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے نکل گیا۔ تب شیطان نے اسکو پالیا۔ سو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کے ذریعہ سے اس کا رفع کر دیتے لیکن وہ زمین کے ساتھ لگ گیا اور اپنی گری ہوئی خواہش کی پیروی کی اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے اگر اس پر حملہ کرے تو زبان نکال دے یا تو اس کو چھوڑ دے (تو بھی) زبان نکال دے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں سو یہ حال بیان کر دے تاکہ وہ فکر کریں۔

شاہ صاحب موصوف کے الفاظ اور مندرجہ بالا قرآنی آیات کو اپنے سامنے رکھئے اور غور فرمائیے کہیں ان آیات اللہ کو جو انہیں بلند کرنے کیلئے آئیں انہیں جھٹلانے کا تو یہ نتیجہ نہیں کہ آج وہ اپنے آپ کو ایک بھونکنے والے کتے سے تشبیہہ دے رہے ہیں اور قرآن کریم کے مندرجہ بالا ارشاد کے مصداق ثابت ہو رہے ہیں۔ غور کر کے دیکھ لیجئے۔ آج ہمارے زمانہ میں جب کہ دہریت اور الحاد کا ایک طوفان چل رہا تھا اور سینکڑوں نہیں ہزاروں فرزندان توحید بھی اس کا شکار ہوتے جا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت اور وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کے ماتحت ایک خادم اسلام حضرت میرزا صاحب کو اس ارتداد کی بڑھتی ہوئی رو کو تھامنے کے لئے مبعوث کیا۔ اس مرد مجاہد کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ثبوت کے لئے نشانات کا ایک عظیم الشان سلسلہ جاری کیا۔ جس کا دائرہ دوست، دشمن مسلم غیر مسلم سب پر حاوی تھا۔ دنیا کا کوئی حصہ بھی الہٰی نشانات کے دیکھنے سے خالی نہ رہا۔ ڈوئی اور پگٹ کی موت اور زار روس کے انجام نے مغربی اقوام پر حجت تمام کی۔ لیکھرام کی موت آتھم کا انجام اور صدہا نشانات نے ہندوستان میں بسنے والی اقوام پر حجت تمام کی۔ غرضیکہ ان نشانات سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی کا ایک زبردست ثبوت دیا۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ لوگوں کے دل اس وحدہ لاشریک کے سامنے جھک جاتے اور حضرت میرزا صاحب کو ایک سچا مصلح اور مجدد تسلیم کر لیتے۔ لیکن افسوس ان نشانات سے انہوں نے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا۔ بلکہ انہیں جھٹلا دیا۔ ان پر ہنسی کی۔ عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری بھی اس کم بخت گروہ کے ایک فرد ہیں۔ انہوں نے تو آج تک حضرت صاحب کی مخالفت کرنا اپنا فرض قرار دیا ہوا ہے۔ محمدی بیگم کی پیشگوئی پر ہنسی اور تمسخر کرنا ان کا ایک محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس پیشگوئی کے بارے میں شروع ہی سے الہام الٰہی میں یہ لفظ آ چکے ہیں:

ویبقی منه کلاب متعدد کہ "اور کتے بھونکتے رہ جائیں گے"

اب بخاری صاحب کے اپنے الفاظ اور قرآن مجید کی محولہ بالا آیات اور حضرت صاحب کا یہ الہام کتے بھونکتے رہ جائیں گے ان کو یکجا ملا کر غور فرمائیے کیا اب بھی حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد زمان مسیح موعود کی صداقت میں کچھ شک ہے۔

بخاری صاحب نے جو اس خطرہ کا اظہار کیا ہے کہ لوگ آہستہ آہستہ احمدیت میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور انہیں ڈر ہے کہ وہ خود بھی کہیں احمدیت کو قبول نہ کرلیں۔ بالکل بجا ہے صداقت اپنے اندر ایک کشش رکھتی ہے اور وہ باطل پر غالب بالآخر ضرور غالب آکر رہتی ہے۔ اگر قرآن کریم پر کچھ ایمان ہے تو پھر سوچ لیجئے کہ کہیں آپ بھی اس آیت کے مصداق نہ ہوں۔

قد خسر الذين كذبوا بلقاء الله حتى اذا جاءتهم الساعة بغتة قالوا يحسرتنا على ما فرطنا فيها وهم يحملون اوزارهم على ظهورهم الا ساء ما يزرون ۝

(دبٹ)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک "قرضہ حسنہ کیلئے احباب سے اپیل" پر لبیک

احباب کو یاد ہوگا کہ حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرضہ حسنہ کے لئے اخبار مجریہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۵۹ء میں احباب جماعت سے ایک اپیل کی تھی اس تحریک پر ماسٹر عبدالمجید صاحب (فاضل پرنسپل مسلم ہائی سکول بدوملی نے ایک سو روپیہ ایک سال کے لئے دینے کے لئے وعدہ فرمایا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ امید ہے کہ ذی استطاعت احباب جماعت اس تحریک کو کامیاب بنانے میں جلد متوجہ ہوں گے۔

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

ایک مغالطہ

"شمس الاسلام" نامی ایک رسالہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کے اس قول کے متعلق کہ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ قادیانی جماعت کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے. کہ رسول اللہ صلعم کے بعد نبی کے آنے کا امکان ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ عجیب بات لکھی ہے کہ

" اس قول کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اے لوگو، حضرت خاتم النبیین کل جدید نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں آپ کے بعد کسی قسم کا جدید نبی پیدا نہ ہوگا۔ مگر کہیں دھوکا نہ کھانا کہ حضرت عیسٰی کے نزول سے بھی انکار کر دو اور لا نبی بعدی کے ماتحت نزول عیسٰی علیہ السلام سے جو پرانا نبی و رسول ہے، اور علامات قیامت میں سے ایک علامت ہی اس سے بھی منکر ہو جاؤ اس لئے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی ہے جو بیشک آنے والا ہے اور وہ وہ نبی ہے جس کا نام عیسٰی بن مریم ہے....

......"

کیا کوئی صاحب علم و عقل لا نبی بعدی سے یہ مفہوم نکال سکتا ہے کہ اس میں صرف جدید نبی کے آنے کی نفی ہے اور قدیم کی نہیں کیا حضرت عائشہ کے قول لا تقولوا لا نبی بعدہ سے یہ واہمہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آنحضرت صلعم کے بعد پھر آنے کا ذکر ہے؛ ظاہر ہے کہ لا نبی بعدی میں نفی مطلق ہے، جدید و قدیم کا کوئی استثنا اس میں موجود نہیں اگر حضرت عائشہ رضہ کا یہ مذہب ہوتا تو وہ صفائی کے ساتھ کہہ سکتی تھیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اس لئے لا نبی بعدی مت کہو، لیکن اس قول میں نہ ان دوسرے بیسیوں اقوال میں جو آپ کی طرف منسوب ہیں، حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا کوئی ذکر پایا جاتا ہے، اس بارہ میں اگر قادیانی جماعت کو مغالطہ لگا ہے کہ وہ حضرت خاتم النبیین کے بعد ایک جدید نبی کے آنے کے قائل ہیں تو دوسرے مسلمان بھی ان کے مغالطہ میں پھنسے ہیں جو ایک قدیم نبی کے آنے کا مفہوم اس سے پیدا کرتے ہیں، حالانکہ لا تقولوا لا نبی بعدہ میں نہ جدید نبی کے آنے کا مفہوم پایا جاتا ہے نہ قدیم کے، ایسا مفہوم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے ارشاد لا نبی بعدی کے صریح خلاف ہے، اور اس لئے اس کے وہ معنی کرنے چاہئیں جو ارشاد نبوی کے مطابق ہوں نہ کہ مخالف۔

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ خاتم النبیین کا لفظ معانی و مفہوم کے لحاظ سے ایک جامعیت اپنے اندر رکھتا ہے، اس میں نہ صرف آنحضرت صلعم کے آخری نبی ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے، اور آپ کے بعد کسی قدیم و جدید نبی کے آنے کی نفی پائی جاتی ہے، جس کی تعبیر آپ نے لا نبی بعدی کے الفاظ میں فرمائی بلکہ ختم کمالات نبوت جو آپ کی ذات اقدس میں ہوا اور آپ کی ابوت اور فیض تا قیامت ممتد ہونے کا مفہوم بھی خاتم النبیین کے لفظ میں پایا جاتا ہے اور لا نبی بعدی میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے حضرت عائشہ نے فرمایا قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ، آپ کو خاتم النبیین کہا کرو جو ایک جامع لفظ ہے اور ختم نبوت کے تمام مفہوم اس کے اندر پائے جاتے ہیں لا نبی بعدہ مت کہو کیونکہ اس میں مفہوم کے لحاظ سے وہ جامعیت نہیں جو خاتم النبیین کے لفظ میں ہے؛ اس سیدھے سادے مفہوم کو چھوڑ کر جو الفاظ کے عین مطابق ہے کسی جدید یا قدیم نبی کے آنے کا مفہوم اس سے پیدا کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو فاما الذین فی قلوبھم زیغ کے مصداق ہیں،

گالیوں کی سزا

حکومت ترکی نے ایک جدید قانون نافذ کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے، کہ عام کوچہ و بازار یا پبلک مقامات پر گالیاں منہ سے نکالنا جرم ہے، اور جو شخص ایسا کرے گا مستوجب سزا ہوگا۔

یہ قانون اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت مستحسن اور لائق تقلید ہے دوسرے ممالک کے متعلق تو کچھ کہنا مشکل ہے مغربی پاکستان بالخصوص پنجاب کا شاید ہی کوئی کوچہ و بازار ہو، جہاں علانیہ فحش گالیاں سننے میں نہ آتی ہوں، بڑے بوڑھوں سے لیکر چھوٹے چھوٹے بچوں تک اس قدر گندی گالیاں منہ سے نکالتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ الامان، بعض گھروں میں تو بچوں کو نہایت چھوٹی عمر میں گالیاں سکھائی جاتی ہیں اور جب وہ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں، اس قدر فحش اور گندی گالیاں ہر سر عام سننے میں آتی ہیں کہ ایک باحیا اور سنجیدہ انسان شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے اور مستورات کے کانوں تک جب یہ آوازیں پہنچتی ہیں، تو ان کے لئے کس قدر اذیت کا موجب ہوتی ہوں گی، پس ضروری ہے کہ ترکی کی تقلید میں پاکستان میں بھی ایک ایسا قانون نافذ کیا جائے جس میں گالیاں دینا موجب تعزیر ٹھہرایا جائے اور بچہ ہو یا بوڑھا، ہر سر عام گالی دینے والوں کو ایسی قرار واقعی سزا دی جائے جو دوسروں کے لئے لائق عبرت ہو، اور یہ لعنت اس ارض پاک سے بالکل مٹ جائے، کیا، حکومت پاکستان اس طرف توجہ کرے گی؟

اسلام اور کمیونزم

انگلستان کے پادری (رائٹ ریورنڈ ڈاکٹر کرسٹوفر چارس بشپ آف روچیسٹر) نے اپنے ایک مضمون میں اسلام اور کمیونزم کا مقابلہ کرتے ہوئے لکھا ہے :-

" اسلام اور کمیونزم : دو مذاہب ہیں اور ان کے اندر سرمایہ داری کو کچلنے کی جو خواہش پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے ان کے پیروؤں میں تقلیدی جوش دیوانگی تک پہنچ گیا ہے۔

"وہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے سخت ظالم واقع ہوئے ہیں اور کسی دوسرے شاہراہ زندگی کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے"

"دونوں ہی عمرانی زندگی کی تباہی کا موجب ہیں"

اور اگر مسیحیت اور انسانی حقوق کی حفاظت ضروری ہے، تو دونو کا زندگی اور موت کی حد تک مقابلہ کرنا ضروری ہے"

یہ ایک بیسویں صدی کے عالم و فاضل پادری کے خیالات ہیں، جو انگلستان جیسی علمی سرزمین میں ایک بہت بڑے دینی منصب پر فائز ہے، پادری آخر پادری ہے، علم کی روشنی پاکر بھی اس کے خیالات اور بغض و تعصب میں جو مسیحی دنیا کو اسلام کے ساتھ چلا آتا ہے کوئی فرق نہیں آسکتا کس قدر حق ناشناسی اور کوتاہ بینی ہے کہ اسلام اور کمیونزم کو محض اس بناء پر ایک ہی قسم کے مذاہب قرار دیا جائے کہ دونو میں سرمایہ داری کے خلاف ایک جذبہ پایا جاتا ہے بیشک اسلام ایسی سرمایہ داری کو پسند نہیں کرتا جس سے غرباء اور ناداروں کو فائدہ نہ پہنچ سکے، لیکن اس کا جو علاج کمیونزم نے تجویز کیا ہے اسلام اسکو بھی جائز نہیں ٹھہراتا، اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی بھلائی کے اصول لیکر آیا ہے کمیونزم کا یہ دعوےٰ نہیں، نہ اسے خدا سے کوئی علاقہ ہے وہ تو سرمایہ داری کے کچلے ہوئے چند دہر منتش انسانوں کے بنائے ہوئے اصولوں سے تعلق رکھتا ہے جن کی کامیابی دوسروں کی تباہی میں مضمر ہے، بشپ کرسٹوفر کا اسلام کو بھی کمیونزم کی طرح ظالم قرار دینا ان فرسودہ روایات اور افسانوں پر ایمان لانے کا نتیجہ ہے، جو صلیبی جنگوں کے متعلق مسیحی دنیا میں زبانزد عام ہیں، ورنہ اسلام نے اپنے ابتدائی فاتحانہ دور میں مسیحی محکومین اور دیگر غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری کا برتاؤ کیا، وہ آج بھی تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے لکھی ہوئی موجود ہے، مسلمان حکمرانوں نے اپنی مسیحی رعایا سے حسن سلوک کا جو برتاؤ کیا گیا، اس کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ دل سے اسلامی حکومت کے زیر سایہ بسنے کے متمنی تھے، اور اپنے مسیحی حکمرانوں کے مقابلہ میں انہیں فرشتہ رحمت سمجھتے تھے۔ معلوم نہیں اور کسی دوسری شاہراہ زندگی کی عدم برداشت کی شکایت پادری صاحب کو اسلام سے ہے، رہی عمرانی زندگی، دنیا جانتی ہے کہ اسلام سب سے بڑھکر عمرانیت کو پیدا کرنے کا موجب ہے، مسیحیت نے تو اپنے ابتدائی دور میں عمرانی زندگی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور راہبوں اور ننوں کے گروہ کے سوائے اور کچھ پیدا نہ کیا، یہی فی الحقیقت

(باقی بر صفحہ کالم ۳)

نماز میں خشوع پیدا کرنا چاہتے ہو تو اپنی نماز کو کلیۃً دعا بنا دو

اور صورتِ سوال بن کر خدا کے آگے حضور کھڑے ہو جاؤ

(۴۹)

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - قد افلح المؤمنون ○ الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ○

خشوع پیدا کرنے کیلئے پہلی ضرورت زندگی کے مقصد کو بلند کرو

میں نے کسی گذشتہ خطبہ میں یہ ذکر کرتے ہوئے کہ نماز کو کس قدر اہمیت حاصل ہے - اور انہی آیات کو جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں پڑھ کر اس بات کی طرف توجہ دلائی تھی - کہ نماز کے اندر وہ خشوع جس کے ساتھ کامیابی وابستہ ہے - کس طرح پیدا ہو سکتا ہے - اس وقت میں نے ایک بات کا ذکر کیا تھا کہ نماز میں خشوع پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے مقصد کو بلند کرے اور جب اس کی زندگی کا مقصد بلند ہوگا تو پھر لازماً چھوٹے چھوٹے اور پست خیالات اس کے دل میں کم جگہ پائیں گے - انسان جب دنیا کی زندگی کو اپنا مقصد بنا کر دنیوی امور کو اپنے دل پر غالب کر لیتا ہے تو پھر چھوٹے چھوٹے اور پست خیالات ہی اس کے دل میں چکر لگاتے رہتے ہیں - اور نماز میں بھی وہ اس پر مسلط ہو جاتے ہیں - لیکن اگر وہ اپنے مقصد حیات کو بلند کرے اور خدا تعالیٰ کو ہی اپنی زندگی کا مقصد ٹھہرا لے تو خود بخود بلند خیالات اس کے دل و دماغ پر مسلط ہو جائیں گے - جو ایک طرف ان پست خیالات کو روکنے کا باعث ہونگے تو دوسری طرف اس کو دنیا میں بھی بلند کرنے کا موجب بن جائیں گے -

اہل عرب کو سرداری ملنے کا راز

آپ کو معلوم ہے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شروع شروع میں لوگوں کو اپنی طرف بلایا تو لوگوں نے آپ کی مخالفت کی - تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسے راستے کی طرف بلاتا ہوں جس کی وجہ سے تم عجم اور عرب کے سردار بن جاؤ گے - آپ نے ان کے سامنے ایک بڑا بلند خیال رکھا یعنی خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان جس کے نتیجہ میں انہیں عجم اور عرب دونوں کی سرداری ملنے کی بشارت دی - واقعات شاہد ہیں کہ آپ کے بتلائے ہوئے راستہ پر عمل درآمد کرنے کے نتیجہ میں واقعی ایک گروہ تھوڑے ہی عرصہ میں عرب اور عجم کا سردار بن گیا - ورنہ عرب کی کیا حیثیت تھی اور ان کی حقیقت ہی کیا تھی جو یہ سرداری انکو نصیب ہوتی - ان کے اپنے اندر ہی جب کوئی حکومت نظر نہیں آتی تھی تو پھر انہیں غیروں پر کس طرح حکومت مل سکتی تھی - یہ کوئی ایسی چیز نہ تھی جو صحابہ کے ساتھ ہی محدود ہو - اگر آج سے پہلے چودہ سو سال پیشتر ایمان باللہ کی طاقت اپنا اثر دکھا سکتی تھی تو آج بھی وہ یقیناً دکھا سکتی ہے - یہ خدا کے بتلائے ہوئے اصول ہیں کوئی انسانی دماغ کا اختراع نہیں -

خشوع کیلئے دوسری ضروری بات

دوسری بات نماز میں خشوع پیدا کرنے کے لئے یہ ہے کہ اپنی نماز کو کلیۃً دعا بنا دو - اوّل سے آخر تک تمہاری نماز دعا بن جائے یہی مطلب ہے الدعاء مخ العبادۃ کا یعنی دعا نماز کا مغز ہے عبادت کے اندر اصل حقیقت دعا ہے - ہر ایک یاد رکھنے جب تک نماز میں دعا کا رنگ پیدا نہیں ہوگا تب تک خشوع بھی پیدا نہیں ہو سکتا -

خدا کی تسبیح اور پاکیزگی کی تڑپ

کہا جائیگا کہ علاوہ دعاؤں کے نماز کے اندر خدا کی تسبیح و تحمید اور اس کی تمجید بھی تو آ جاتی ہے - اس میں کچھ شک نہیں کہ نماز کا ایک حصہ اس پر بھی مشتمل ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ چیز جس کو تسبیح و تحمید اور تمجید کہا جاتا ہے وہ بھی فی الحقیقت انسان کو ایک دعا کے مقام پر کھڑا کرنے والی چیز ہے ہماری نماز سبحانک اللھم و بحمدک سے شروع ہوتی ہے - سبحانک اللھم اے اللہ تیری ذات پاک ہے ہر عیب سے و بحمدک اور تعریف بھی سبھی تیرے لئے ہی ہے اب غور فرمائیے سبحانک اللھم جو ہم کہتے ہیں اس میں یہ تسبیح کیا چیز ہے انسان جب سبحانک اللھم کہتا اور خدا کی تسبیح کرتا ہے - تو اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہو جانی چاہیئے کہ اس نے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے اور اس کی ذات تو پاک ہے بے عیب ہے - اس لئے وہ اس قدوس ذات سے کسی طرح تعلق پیدا نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ خود اپنے نفس کو پاک نہیں کرتا - تو تسبیح کرتے وقت لازماً اس کے دل سے یہ تڑپ اٹھے گی کہ اے میرے اللہ تیری ذات پاک ہے، بے عیب ہے مجھے بھی عیوب سے پاک کر دے تا تیرے حضور میری بھی رسائی ہو جائے اور تجھ سے میرا تعلق پیدا ہو جائے - سو جب ایک طرف وہ خدا کی تسبیح کرتا ہے تو دوسری طرف ایک تڑپ اور ایک سوال بھی اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ خدا مجھے بھی غلاظت اور گندگی اور گناہوں اور ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک کر دے

مخلوق کی پاکیزگی کیلئے تڑپ

تسبیح کا ایک اور رنگ بھی ہے وہ یہ ہے کہ سبحانک اللھم ہمارے منہ کے الفاظ ہیں - لیکن غور کیجئے اگر فی الواقع یہ تسبیح ہمارے دل سے نکلے تو کیا اس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم اپنی زندگیوں کو ایسا رنگ دیں کہ وہ پاک اور مطہر ہوتی چلی جائیں - سبحانک اللھم اگر زبان کی تسبیح ہے تو عمل کی تسبیح یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو ہر قسم کے عیوب سے ہر قسم کی نافرمانیوں سے پاک کرتے چلے جائیں - یہیں تک نہیں بلکہ ایک قدم اور آگے چلئے اور ہمارے دلوں میں یہ بلند تڑپ پیدا ہو - کہ اے اللہ تیرے بندے عصیان میں مبتلا ہیں - اور تیری مخلوق طرح طرح کے گندوں میں لتھڑی ہوئی ہے، اپنی اس مخلوق کے قلوب کو ہدایت کی طرف پھیر دے تا وہ بھی غلاظتوں اور گندگیوں سے پاک ہو جائیں -

انبیاء کی تڑپ

پہلے اگر اپنے اندر پاکیزگی اور طہارت کے پیدا ہونے کی تڑپ اٹھی تھی تو اب تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک جوش موجزن ہوا کہ وہ سب کے سب فسق و فجور کو چھوڑ دیں اور ہر قسم کے عیوب سے پاک ہو جائیں - یہی وہ بلند پایہ تڑپ ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کے اندر سے اٹھتی ہے - ان کی تڑپ اپنی ذات تک محدود نہیں ہوتی - انبیاء تو فطرتاً ہی معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان کی تڑپ دوسروں کے لئے ہی ہوتی ہے کہ کسی

طرح مخلوق خدا فسق و فجور اور بدیوں کو چھوڑ دے یہی تڑپ ہر خدا کی عبادت کرنے والے کے اندر پیدا ہونی چاہیئے کہ ایک شیطانی اپنے ہنڈل نہ مسواتیت کا ایسا پرتو ڈالے کہ وہ ہر قسم کے فسق و فجور سے پاک ہو جائیں۔

حمد ربوبیت کو مستلزم ہے

سبحانک اللّٰھم کے بعد کہتا ہے کہ وبحمدک کہ تیری حمد ہو سورۃ فاتحہ کے شروع میں بھی فرمایا ہے الحمد للہ رب العالمین کہ تمام قسم کی محامد اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالموں کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ ان الفاظ میں بتلا دیا کہ حمد کس کی ہوتی ہے حمد ربوبیت ہی کو مستلزم ہے۔ اس لئے کوئی انسان بھی جب تک مخلوق کی ربوبیت نہیں کرتا حمد کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ جتنا جتنا کوئی مخلوق خدا کی ربوبیت میں ترقی کرتا چلا جائے گا اتنا ہی وہ حمد اور تعریف کا بھی زیادہ سے زیادہ مستحق ہوتا چلا جائے گا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں کس قدر تمام نسل انسانی کی روحانی ربوبیت کے لئے ایک جذبہ موجزن تھا اسی وجہ سے آپؐ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہلائے۔ تو میں نے کہا وبحمدک کہتے وقت انسان کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہو کہ میں بھی خدا کی حمد سے جو کہ ربوبیت کی وجہ سے اس کے ساتھ خاص ہے کچھ حصہ پاؤں۔

نماز کی غرض

خوب یاد رکھئے نماز کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ مومن اللہ تعالےٰ کے اخلاق میں رنگین ہو جائے تخلقوا باخلاق اللّٰہ پر اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ لیکن جب تک انسان صورت سوال بن کر نماز میں حاضر نہیں ہوتا۔ خواہ وہ لمبی لمبی قرأتیں ہی کیوں نہ پڑھے، گھروں میں نمازیں پڑھے خواہ مسجد میں پڑھے اسے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر نماز کے فوائد سے متمتع ہونا چاہتے ہو۔ تو بس ایک ہی بات کو یاد رکھو کہ اپنی حالتوں کو جب تم نماز کے لئے خدا کے حضور کھڑے ہو کلیتہً صورت سوال بنا دو۔ اور اس بات پہ پختہ یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ ہمیں ہر چیز کے دینے پر قادر ہے۔ اور ہر لفظ کے منہ سے نکلنے پر دل میں ایک ہی تڑپ پیدا ہو کہ کس طرح الٰہی اخلاق کا تم پر بھی پرتو پڑ جائے۔

خدا کے نام کی خصوصیت

وتبارک اسمک۔ تیرا نام بابرکت ہے۔ یہ شاید اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا نام پھیلتا چلا جاتا ہے۔ واقعی نسل انسانی جو دن بدن ترقی کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ خدا کی طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ خدا کے نام میں یہ خاصیت موجود ہے کہ وہ بابرکت ہے اور اس کی برکات دن بدن ترقی کرتی چلی جاتی ہیں پھر فرمایا وتعالیٰ جدک۔ تعالیٰ بہت بلند ہے جدک تیری بزرگی اے اللہ تیری بزرگی بہت بلند ہے۔ اس لئے خدا کا پرستار اس کے آگے جھکنے والا اس سے تعلق پیدا کرنے والا پھر پستی میں نہیں رہ سکتا اسے بھی اس بلندی سے حصہ ملتا ہے۔ ولا الٰہ غیرک اور تیرے سوائے کوئی معبود نہیں۔ معبود کسے کہتے ہیں معبود وہ ہے جو محبوب ہو۔ ان الفاظ کے کہنے سے دل میں یہ تڑپ پیدا ہونی چاہیئے کہ اے اللہ تو ہی میرا محبوب ہے۔ تو حسن کا جامع ہے۔ اور جس طرح اے اللہ تیرے اندر خوبیاں ہی خوبیاں جمع ہیں، ان میں سے مجھ سائل کو بھی حصہ عنایت فرما۔

صفت ربوبیت اور مومن کی تڑپ

اس کے بعد سورۃ فاتحہ شروع کی جاتی ہے الحمد للہ رب العٰلمین سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کی ربوبیت فرمانے والا ہے جب ہم یہ کلمہ منہ سے نکالیں تو ساتھ ہی ہمارے دلوں میں ایک تڑپ پیدا ہونی چاہیئے۔ ایک تو ہماری ظاہری ربوبیت ہے جو ہمیں نظر آتی ہے جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے کائنات کا یہ ایک وسیع سلسلہ قائم کیا ہے اور بے شمار رزق کے خزانے پیدا کئے ہیں جس سے انسان بڑے بڑے فوائد حاصل کرتا چلا جا رہا ہے۔ اسی طرح ایک اور قسم کی ربوبیت ہے جو ہماری روح سے متعلق ہے۔ تو وہ تڑپ یہ اٹھنی چاہیئے کہ اے ہمارے رب جس طرح تو بنی نوع انسان کی جسمانی ربوبیت فرما رہا ہے اسی طرح ان کی روحانی ربوبیت بھی فرما۔ اب یہ روحانی ربوبیت کا سامان اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر اپنے کلام قرآن سے اور اپنے رسول حضرت محمد صلعم کے ذریعہ ہمیں دیا مگر وہ رب العالمین ہے تو ہماری تڑپ یہ ہو کہ اے خدا جس طرح تو نے ساری مخلوق کو جسمانی ربوبیت کے سامان دیئے ہیں اسی طرح اپنی ساری مخلوق کو روحانی ربوبیت کے بھی سامان عطا فرما اور وہ اس طرح کہ بنی نوع انسان کے قلوب حضرت سیدنا نبی کریمؐ اور قرآن کریم کی قبولیت کے لئے کھل جائیں۔ تا وہ اس بلند مقام پر پہنچ جائیں جس کے لئے وہ پیدا کئے گئے ہیں اس تڑپ کے پیدا ہونے سے آپ کا کچھ نہیں بگڑا آپ نے تمام مخلوق کو اپنی دعا میں شامل کر لیا۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے دعا آ گئی اور یہ دعا بھی آ گئی کہ اے اللہ حضرت نبی کریم صلعم اور قرآن کریم کی روشنی کو تمام جہانوں میں پہنچا دے اور تمام بنی نوع انسان کے قلوب کو ان کے نور سے منور کر دے۔ اس انقلاب کا پیدا کرنا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ قلوب کا پھیرنا خدا تعالےٰ ہی کے تصرف میں ہے۔ عرب کی حالت کو دیکھ لو۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح کے لئے بڑی کوششیں کیں۔ آپؐ کی مخالفت کی گئی۔ لیکن ایک وقت آیا کہ حق تمام ملک میں پھیل گیا۔ اور وہی لوگ جو پہلے مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ اس نقشہ کو اللہ تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا ہے فما للذین کفروا قبلک مھطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ہ مگر انہیں ہو کیا گیا ہوا کہ تیری طرف دائیں اور بائیں جانب سے گروہ گروہ ہو کر دوڑے آ رہے ہیں۔ اور دوسری جگہ ہے مھطعین الی الداع بلانے والے یعنی رسول کی طرف دوڑے آ رہے ہیں اور یہ اگر پیشگوئی کے رنگ میں ابتدائی وحی میں آیا تو آخر میں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا مگر خوب یاد رکھئے یہ کوئی قصہ نہیں، یہ آئندہ زمانہ کی خوشخبریاں ہیں جس طرح پہلے ہوا آئندہ بھی ہو گا حق کو سچائی کی مخالفت بھی ہو گی مگر آخر میں لیظھرہ علی الدین کلہ کا نظارہ بھی دیکھ لوگے۔

نماز کے وقت پست خیالات کو ترک کر دو

ہاں تو میں نے کہا جس طرح نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت جوتے کو باہر اتارتے ہو اسی طرح خدا کے حضور کھڑے ہونے سے پہلے مسجد میں ہو یا گھر میں پست خیالات اور ذلیل خواہشات کو بھی باہر پھینک آؤ اور اس کے حضور سرتاپا سوال بن کر کھڑے ہو جاؤ اور بڑی بلند چیزوں کو اس سے مانگو پست خیالات اس وقت تمہارے سامنے نہ آئیں۔ اور جب مسجد سے باہر نکلو تو ایک زندہ اور قادر خدا کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ یہ تھوڑا سا وقت جو تم نے الٰہی انوار کو حاصل کرنے میں لگایا ہے اسکو ضائع نہ کرو اور ان انوار کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تھوڑا وقت جو تم نے عبادت میں لگایا ہے یونہی ضائع چلا جائے اور اس کے انوار سے تم متمتع نہ ہو سکو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان کو دنیوی ضروریات بھی درپیش ہیں۔ لیکن خشوع کی حالت اگر پیدا کرنی چاہتے ہو تو پھر خدا کے حضور جب تم کھڑے ہو تو ان پست ضروریات کو دبا کر بلند مقصد کو اپنے سامنے رکھیئے

دعا کی قبولیت

الحمد للہ رب العٰلمین

یہ ایک دعا ہے کہ اے اللہ قرآن کریم اور حضرت سیدنا نبی کریم صلعم کے نور سے اپنی مخلوق کی ربوبیت فرما خدا تعالےٰ ہر اس شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جو اس کے حضور مضطر ہو جاتا ہے، جب دعا میں سوال کی صورت پیدا ہو جاتی ہے تو ادنےٰ سے ادنےٰ آدمی کی بھی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ہر آدمی بادشاہ ہو، فقیر ہو، امیر ہو، غریب ہو غرضیکہ ہر چھوٹا بڑا آدمی خدا کے سامنے ادنےٰ ہی ہے۔ مگر وہ جب خدا کے آگے گرتا ہے تو بڑا بن جاتا ہے۔ وہ خدا سے قبولیت مانگتا ہے اور قبولیت ہر مانگنے والے کو مل جاتی ہے۔ اس لئے تم میں بعض کیوں مایوس ہیں کہ ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ۔ خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ کوشش کرو۔ اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھو۔ یہاں تک کہ تم وہ کچھ دئے جاؤ جو تم نے مانگا ہے۔

الرّحمٰن وہ بلا بدل رحم کرنے والا ہے۔ اور اس نے وہ چیزیں بھی نسل انسانی کے لئے مہیا کیں، جن کا بنی نوع انسان کو کچھ بھی استحقاق نہ تھا۔ الرّحیم جدوجہد اور کوشش کرنے والوں کو بڑی بڑی نعماء سے متمتع کرنے والا ہے۔ اے خدا تو اپنی رحمانیت سے بھی اپنے بندوں کی ربوبیت فرما۔ رحیمیت سے بھی ربوبیت فرما ملکیت سے بھی ربوبیت فرما۔

خدا سے کیا مانگنا چاہئیے

ایاك نعبد و ایاك نستعین

ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ تمام دعا کا اسی پر ہی انحصار ہے۔ دیکھئے جب تم خدا کے حضور کھڑے ہو۔ اور کچھ مانگنے لگو تو یقین رکھو کہ وہ قادر خدا تمہیں سب کچھ دے سکتا ہے۔ اسی لئے اس کے در پر کھڑے ہو کر بڑی بڑی چیزیں مانگو میں کہتا ہوں وہ چیزیں جو تمہیں بظاہر ناممکن نظر آتی ہیں۔ ان کو اس قادر مطلق سے مانگو اس کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں۔ اپنی ذات کے لئے مانگو۔ بھائیوں کے لئے اور جماعت کے لئے دعائیں کرو۔ اور وہ احباب جو اپنے گھروں اور وطنوں کو چھوڑ کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دنیا کے کناروں میں پہنچے ہوئے ہیں انکی کامیابی کے لئے دعائیں کرو اپنے رسول کی ساری امت کے لئے سب مسلمانوں کے لئے دعا کرو وہ جو ایمان لانے کا دعوےٰ کرتے ہیں ان کے لئے دعا کرو کہ ان کے دل ایمان کے نور سے منور ہو جائیں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اپنی دعاؤں میں تمام نسل انسانی کو شامل کر لو کہ کسی طرح تمام انسانوں کی گردنیں حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت کے سامنے جھک جائیں کیونکہ اس سے بڑا نسل انسانی کا کوئی محسن پیدا نہیں ہوا۔ انسان بڑا ہی پست ہمت واقع ہوا ہے اگر اس قادر مطلق سے کچھ مانگنے کے لئے کھڑا ہوگا تو یہی کہ کچھ مال مل جائے۔ عہدہ میں ترقی ہو جائے۔ تجارت اچھی چل جائے۔ لیکن جو در حقیقت مانگنے کی چیز ہے اسے بھول جاتا ہے حالانکہ بڑی چیز مانگیگا تو چھوٹی خود اس کے اندر آجائے گی اور وہ بھی خدا اسے دے دیگا بن مانگے بھی دے دیگا۔ اس دنیوی جاہ و حشمت کی خدا کی نگاہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ خدا کے حضور کھڑے ہو تو کوئی بلند چیز مانگو۔ کہ دنیا سے فسق و فجور اور کفر مٹ جائے اور یہ کہ نسل انسانی حضرت نبی کریم صلعم کے نور مبارک سے روشن ہو جائے اور آپ کا نور تمام دنیا میں پھیل جائے۔ یہ وہ اصل چیز ہے جس کی آج بنی نوع انسان کو اشد ضرورت ہے۔

نماز میں صحابہؓ کی سی کیفیت پیدا کرنے کا طریق

چند ایک باتیں ہیں اور کہنا چاہتا ہوں لیکن ڈر ہے کہ کہیں زیادہ بولنے اور کھڑا رہنے سے میری تکلیف بڑھ نہ جائے میں مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔ اگر آپ لوگ اپنی نماز کے اندر وہی کیفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں جو صحابہ کی نمازوں میں پیدا ہو گئی تھی تو خوب یاد رکھئے۔ اس کا صرف ایک ہی طریق ہے۔ وہ یہ کہ اپنی زندگی کے مقصد کو بلند کر لو۔ اور جب خدا کے سامنے آؤ تو صورت سوال بن کر آؤ۔ اور وہ چیز مانگو جو تمہیں بظاہر ناممکن نظر آتی ہے۔ اور قرآن کریم نے ہی ہمیں یہ دعا سکھلائی ہے۔

واجعلنا للمتقین اماما

کہ ہمیں متقیوں کا پیشرو بنا یہ دعا خاص خاص آدمیوں کے لئے نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے یہ دعا ہے۔ گویا ہر مسلمان امام بھی بن سکتا ہے تو پھر تم اس کے لئے کیوں کوشش نہیں کرتے۔ اسے ناممکن مت خیال کرو۔ بلکہ جو چیز تمہیں ناممکن نظر آتی ہو اس کے ساتھ ٹکر لگاؤ۔ اور ادھر صورت سوال بن کر خدا کے حضور کھڑے ہو جاؤ۔ یقیناً وہ قادر مطلق خدا اس ناممکن کو ممکنات میں تبدیل کر دیگا۔ ہاں پہلی چیز یہی ہے کہ تمہارے دل پر بلند خیالات کا جذبہ ہو اور پست خیالات کہ ہماری تجارت میں ترقی ہو جائے یا ماہوار آمدنی میں اضافہ ہو جائے وغیرہ دب جائیں۔ یہ چیزیں تو ایسی ہیں کہ انسان بغیر دعا کے بھی اپنی کوشش سے حاصل کر سکتا ہے۔ جانتے ہو خدا کے حضور اس دنیوی مال و متاع کی کیا قدر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر بالرحمٰن لبیوتھم سقفا من فضۃ و معارج علیھا یظھرون ○ ولبیوتھم ابوابا و سررا علیھا یتکئون ○ وزخرفا ط

(باقی رحمت کالم نمبر ۲)

تحریک احمدیت اور علامہ اقبال

سید اختر حسین صاحب گیلانی ایم۔ اے مولوی فاضل

یہ وہ خطبہ ہے جو شاہ صاحب موصوف نے ۲۷ دسمبر کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ اجتماع میں پڑھا اور جو بعد ازاں انجمن کی طرف سے رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا۔ آج جبکہ مخالفین نے پھر سے احمدیت کے متعلق علامہ اقبال کے نظریات کو نشر کرنا شروع کیا ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہ خطبہ کو دوبارہ بالاقساط ہدیہ قارئین کریں۔

(ادارہ)

مخالفت کا مدوجزر اور علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے بیانات

درباره تحریک احمدیت کی اہمیت کا صحیح جائزہ لینے کے لئے ضروری ہے کہ تحریک احمدیت کی مخالفت کے محرکات اور مدوجزر پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ابتدائے عمر سے زہد و تقوےٰ اور اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت رکھنے کے باعث اپنے معاصر علماء میں نمایاں خصوصیت رکھتے تھے۔ براہین احمدیہ کی اشاعت سے قبل بھی اسلام کے فضائل و کمالات اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کے جوابات کے سلسلہ میں آپکے بلند پایہ مضامین اسلامی اخبارات میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ کی اشاعت کے ساتھ آپ کے علم و فضل زہد و تقویٰ، اور خدمت اسلام کے فقید المثال جذبہ کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا اور تمام ہندوستان میں مسلمانوں کا اہل علم طبقہ آپ کو انتہائی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ براہین احمدیہ میں اور اس کے فوراً بعد ایک اشتہار کے ذریعے آپ نے اپنے مجدد من اللہ ہونے کا اعلان فرمایا اور اس دعوےٰ سے مسلمانوں میں قطعاً کسی قسم کے اضطراب کی خفیف سی لہر بھی پیدا نہ ہوئی۔ کیونکہ جو شخص بقول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی امیر اہل حدیث "اسلام کی مالی و جانی و لسانی نصرت کے علاوہ حالی نصرت کا بیڑہ بھی اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوےٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ اور مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھایا ہو"۔ (اشاعۃ السنۃ۔ جلد ۷۔ جون تا نومبر ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۵۲) اس کے مجدد من اللہ ہونے میں کسی کو کلام نہ ہو سکتا تھا۔ اگر آپ شہرت یا دولت کے طالب ہوتے تو آپ کے لئے اس سے بہتر کوئی موقعہ نہ ہو سکتا تھا۔ اور آپ کو ضرورت نہ تھی کہ کوئی ایسی بات کہتے جو عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے اور آپ کی حیثیت کو گرانے کا موجب ہو جاتی۔ مگر آپ نے امر حق کے اظہار میں کسی مخالفت کی پرواہ نہ کی اور ۱۸۹۱ء میں اللہ تعالےٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان فرما دیا۔ اس پر حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوا۔ علماء نے طول و عرض ہند سے فتاویٰ تکفیر شائع کئے لیکن اس طوفان کے دوش بدوش اس تحریک کی مقبولیت بھی بڑھتی چلی گئی علماء و صلحاء کا ایک طبقہ جس میں حکیم الامۃ علامہ نور الدین صاحب، محدث جلیل حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب امروہوی مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی، اور سرکار بہاولپور کے پیر روشن ضمیر فرید وقت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں وغیرہم کا وجود پیش پیش نظر آتا ہے۔ آپ کی تصدیق و تائید کے لئے کمربستہ ہو گئے اور مخالفت رفتہ رفتہ محض فقیہانہ نکتہ چینیاں کرنے والے طبقہ تک محدود ہو کر رہ گئی جو کبھی تو حضرت مرزا صاحب کے کسی الہام یا پیشگوئی کو اپنے فہم پر پورا اترتا نہ پا کر اعتراض کرتا اور کبھی آپ کی کتب میں سے قطع و برید کر کے ایسے حوالجات پیش کرتا جن سے یہ ثابت ہو کہ معاذ اللہ آپ خدا یا خدا کا بیٹا یا نبی ہونے کے مدعی ہیں ان سب الزامات کی کامل تردید حضرت مرزا صاحب اور علماء تحریک احمدیت کی طرف سے ہوتی رہی، اور بالآخر یہ حالت تھی کہ جمہور مسلمین میں، اور بالخصوص اہل علم طبقہ میں ان اعتراضات کی کچھ بھی حیثیت نہ تھی اور تحریک احمدیت کی افادیت سوائے تکفیر پیشہ علماء کے ایک مختصر طبقہ کے ہر مسلمان پر واضح تھی۔ اور اسے ایک ایسی تحریک سمجھا جاتا تھا، جو مسلمانوں کے مذہبی اتحاد میں کوشاں ہے۔ اور مخالفین اسلام

..... اسلام کی مالی و جانی و علمی و لسانی و حالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہو جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں ...

تھے۔ سر محمد اقبال اکثر علمی مضامین کے سلسلہ میں حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب سے استصواب فرمایا کرتے تھے، تحریک احمدیت کے متعلق آپ کے آخری بیانات درحقیقت کسی عرصہ دراز کی محققانہ کاوش کا نتیجہ نہ تھے، بلکہ اس ہنگامہ سے اثر پذیری کا نتیجہ تھے جو مرزا محمود احمد صاحب کی عنایت سے "احراری قادیانی نزاع" کے نام سے مشہور ہوا تھا۔ علامہ اقبال کے ایک نیاز مند جناب سید نذیر نیازی "علامہ اقبال کی آخری علالت" پر ایک مضمون لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قادیانی احراری نزاع سے متاثر ہو کر حضرت علامہ جن خیالات کا اظہار وقتاً فوقتاً کر چکے تھے اب انہیں کا تقاضا تھا کہ ایک مفصل بیان اس قضیے کے متعلق شائع کریں"

(اقبال — طبع جدید اقبال نمبر رسالہ اردو بابت اکتوبر سنہ ۱۹۳۸ء، انجمن ترقی اردو حیدرآباد دکن ص ۲۱۲)

مرزا محمود احمد صاحب نے تو جو کیا سو کیا۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ امر علامہ سر محمد اقبال جیسی شخصیت کے بھی شایاں نہ تھا کہ وہ ایک ہنگامہ سے متاثر ہو کر تحریک احمدیت کے خلاف ایسے مخالفانہ بیانات شائع کریں جن میں تحریک احمدیت کو مجوسی افکار کا مرقع اور کیا کچھ قرار دینے لگ جائیں اگر ان کے بیانات محض "قادیانیت" کے خلاف ہوتے۔ اور وہ بانی تحریک احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور کو نشانہ اعتراض نہ بناتے تو اور بات تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے بیانات میں کوئی ایسا استثناء نہیں کیا۔ حالانکہ سر محمد اقبال کو قطعی طور پر معلوم تھا کہ نہ تو حضرت مرزا صاحب نے دعوئے نبوت کیا ہے، اور نہ ہی غیر از جماعت مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے اور یہی مسلک جماعت احمدیہ لاہور کا ہے۔

نبوت و تکفیر

اگر سر محمد اقبال کو ذرا بھی خیال ہوتا کہ بانی تحریک احمدیت نے دعوئ نبوت کیا ہے اور مخالف مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے تو ناممکن تھا کہ وہ خطبہ علیگڑھ میں تحریک احمدیت کو "اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ" قرار دیکر اس کی توصیف کرتے۔ آپ کی یہ تقریر ہی ظاہر کرتی ہے کہ آپ کو یقین تھا کہ حضرت مرزا صاحب نہ مدعی نبوت ہیں، نہ اپنے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ اور نہ غیر اسلامی، مجوسی، اسرائیلی یا آریائی تصوف کے حامل ہیں۔ علامہ اقبال کا یہ یقین اس حد تک پہنچا ہوا تھا کہ جب مرزا محمود احمد صاحب نے سنہ ۱۹۱۴ء میں اپنی خلافت کے ساتھ مسیح موعودؑ کی نبوت اور مسلمانوں کی تکفیر کا اعلان کیا تو علامہ اقبال نے بیان بھی نہایت محفوظ الفاظ میں دیا کہ:۔

"جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہے۔ وہ خارج از دائرہ اسلام ہے اگر قادیانی جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے"

گویا علامہ اقبال جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب نے نبی کا لفظ اپنی تحریرات میں استعمال کیا ہے لیکن اس معنی میں نہیں کیا کہ اس نبوت پر ایمان نہ لانے والے اسلام سے خارج ہیں۔ اور علامہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی ایسے نبی کی آمد کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر نہیں۔ تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اسلام سے صرف اس وقت خارج ہوتا ہے جب "کسی ایسے نبی کے آنے کا قائل ہو جس کا انکار مستلزم کفر ہے"

اس بیان میں علامہ اقبال بانی تحریک احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور کو کلیتہً مستثنے کر دیتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا محمد علی صاحب سنہ ۱۹۳۵ء میں اس ضمن میں ایک شہادت شائع فرمائی۔ جس سے اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑتی ہے حضرت مولانا فرماتے ہیں:۔

"میں سر محمد اقبال کا اس واقعہ کا حوالہ دوں گا جو انہوں نے تھوڑا عرصہ ہوا مجھ سے بیان کیا جب میں اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بانی تحریک احمدیت سیالکوٹ میں تھے (سر محمد اقبال کو سن یاد نہ تھا۔ لیکن جیسا کہ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں، یہ سنہ ۱۹۰۴ء کی بات ہے) میاں فضل حسین صاحب (جو بعد میں سر ہو گئے) ان دنوں سیالکوٹ میں وکالت کرتے تھے۔ ایک دن میاں صاحب مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ جب میں نے ان سے معلوم کیا کہ وہ مرزا صاحب کی طرف جا رہے ہیں تو میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا بانی تحریک احمدیت سے گفتگو کے دوران میں میاں سر فضل حسین صاحب نے سوال کیا کہ کیا آپ ان لوگوں کو جو آپ پر ایمان نہیں لاتے کافر سمجھتے ہیں۔ تو مرزا صاحب فی الفور بول اٹھے کہ "ہرگز نہیں"۔

(ملاحظہ ہو "سر محمد اقبال کا بیان در بارہ ازل قادیان" از مولنا محمد علی صاحب صفحہ ۷)۔

اس شہادت کے شائع ہونے کے بعد علامہ اقبال اڑھائی سال سے زیادہ زندہ رہے۔ لیکن آپ نے اس کی تردید نہیں فرمائی مزید برآں یکم جنوری سنہ ۱۹۳۸ء کو جب راقم الحروف ان سے ملنے گیا تو دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا:۔

"مرزا محمود احمد کی غلطی ہے کہ مرزا صاحب کو مدعی نبوت قرار دیتا ہے اگر مرزا صاحب تسلسل کے قائل ہوتے تو انہیں "ظل" و "بروز" کے الفاظ ساتھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی"

لیکن ان بیانات کے دوران میں جہاں علامہ اقبال تحریک احمدیت کے خلاف تمام مخالفانہ مظاہروں کے باعث تسلسل نبوت اور تکفیر مسلمین کے عقائد کو قرار دیتے ہیں جن کی ایجاد کا سہرا درحقیقت مرزا محمود احمد صاحب کے سر ہے نہ کہ بانی تحریک احمدیت کے ——

علامہ نے صرف یہی نہیں کہ اپنے اس یقین کا اعلان کیا بلکہ اس سے بڑھکر یہ کہ خود حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کو ناحق مورد الزام بنا دیا۔ اور اصل حقیقت کا اعلان نہ کیا۔ "قادیانی احراری" ہنگامہ کا شاعر کی طبیعت پر اس قدر اثر ہوا کہ اس نے تحریک احمدیت کے خلاف عجیب و غریب فلسفیانہ دلائل دیئے لیکن افسوس کہ ہنگامہ پرور طبقہ کے رعب سے انہیں یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ بھی اعلان کریں کہ بانی تحریک احمدیت اور جماعت احمدیہ لاہور دامن عقیدہ تسلسل نبوت اور تکفیر مسلمین سے پاک ہے۔ حالانکہ جب مولانا ابو الکلام آزاد کو انہی ایام میں کچھ بیان دینے پر مجبور کیا گیا تو آپ نے لکھا تھا:۔

"لاہوری گروہ کو اس غلو سے انکار ہے وہ نہ تو مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار کرتا ہے نہ ایمان کی شرائط میں کسی نئی شرائط کا اضافہ کرتا ہے"

(خطوط مولانا ابو الکلام زمیندار لاہور ۱۲ر اگست سنہ ۱۹۳۶ء ص ۶)

اقبال کے بیان پر آزاد و تبصرے

علامہ اقبال نے اپنے پہلے بیان میں "اسلام اور قادیانی ازم" میں حکومت برطانیہ سے اپیل کی کہ وہ جماعت احمدیہ کو مٹانے میں مدد دے۔ اس بیان پر مختلف تبصرے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے بعض انصاف پسند احباب نے بھی اسے ناپسند کیا۔ حضرت علامہ مولنا محمد علی صاحب نے اس بیان پر ایک تبصرہ شائع فرمایا۔ مشہور ہندو لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی رسالہ ماڈرن ریویو میں چند مضامین لکھ کر علامہ اقبال کو ان کے غلط رویہ کی طرف توجہ دلائی تو علامہ نے پھر ایک مختصر بیان شائع کیا جس میں لکھا کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ حکومت برطانیہ جماعت احمدیہ کو نابود کرنے میں مدد دے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اسے مسلمانوں سے الگ ایک قوم قرار دیدے۔

اقبال اور اقبالیات

ان بیانات کا جائزہ لیتے ہوئے جہاں ہم نے ان حالات کو ملحوظ خاطر رکھا ہے جن کا نتیجہ ان بیانات کی صورت میں ظاہر ہوا۔ وہاں یہ بھی از بس ضروری ہے کہ ہم اس بحث کے دوران میں خود علامہ اقبال کی نفسیات کو بھی فراموش نہ کریں۔ (باقی۔ باقی)

(بقیہ خطبہ از ص)

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی گروہ ہو جائیں گے تو ہم ان کے لئے جو رحمان کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے گھروں کی چھتیں چاندی اور سونے کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔

یعنی اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ ساری نسل انسانی ہی خدا سے آنکھیں بند کر لے گی تو تمام سونا چاندی ہم کافروں کو دے دیتے۔ پس اس حقیر چیز سے بلند تر اس چیز کو مانگو جس میں آج نسل انسانی کی بہتری ہے آج لوگوں کے خیالات کو پلٹنا ہے۔ دنیا کو خدا کی طرف پھیرنا ہے۔ اسی میں نسل انسانی کا بچاؤ ہے۔ سو اس کے لئے بدل و جان کوشش کرو اور خدا سے مدد چاہو کہ خیالات کا تبدیل کرنا اسی کے تصرف میں ہے۔ آج بھی دنیا میں قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کا نور اسی طرح جلوہ گر ہو سکتا ہے جس طرح آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر ہوا یہ نور پھیل کر رہے گا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ یہ سعادت ہمارے نصیب کرے۔ آمین

مجدد الف ثانیؒ یا احمدی سامری

(غلام ربانی صاحب بی۔ اے۔ (آنرز))

(بسلسلہ اشاعت ۱۹ اپریل ۱۹۵۰ء)

اب یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے کہ کیا مجدد محض حقیقت رسالت یا مظہر نبوت
FACT-OF-PROPHET HOOD
پر دلیل ہوتا ہے۔ وحی الٰہی کا زندہ ثبوت ہوتا ہے اور قرآن شریف کی وحی کا مصدق یا اُس کی اطاعت بھی لازمی ہوتی ہے اور وہ اسی طرح اپنی دعوت کا اعلان کرنے کا مکلف ہوتا ہے جیسا کہ نبی۔ سو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مجدد کی دعوت متبوع نبی کی طرف ہوتی ہے اور وہ انتشارِ فیض
(TRANS MISSION-OF-NEW-ENERGY) کا کام
دیتا ہے جو متبوع کی کامل اطاعت اور فنائیت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے کسی الگ "دعوت" کا تقاضا کرنا جو محض اُس کی اپنی ذات تک اُسی طرح محدود ہو جیسے کہ نبی کی دعوت ہوتی ہے اُس تمام سلسلۂ تجدید و ارشاد سے ناواقف ہونے کا ثبوت ہے جو نبی اور مجدد کے باہمی تعلق سے عبارت ہے ہمارے اس مسلک کی تصدیق حضرت مجددِ الف ثانیؒ کی اس تحریر سے بھی ہوتی ہے۔

• "تابع اپنے متبوع سے ایسے طور پر مشابہت پیدا کر لیتا ہے کہ تابعداری کا نام درمیان سے اُٹھ جاتا ہے۔ اور تابع و متبوع کا فرق بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابع اپنے نبی متبوع کے رنگ میں ہو کر جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ اصل سے حاصل کرتا ہے گویا دونوں ایک چشمے سے پانی پیتے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہیں اور دونوں آپس میں شیر و شکر ہیں۔ تابع کہاں اور متبوع کون اور تابعداری کس کی اتحاد میں نسبتِ غیریت گنجائش نہیں رکھتی ۔۔۔۔ اور تابعداری اور متبوعیت کا کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا"
(مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۴۰)

اس لئے اس کی سپرد "دعوت" کا مرجع خود متبوع نبی ہوتا ہے۔ یہ امر بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ مجدد در اصل ملہم من اللہ کا نقطۂ کمال ہے یعنی ملہم من اللہ تو کئی ہوتے ہیں لیکن ہر ملہم من اللہ مجدد نہیں ہوتا۔ اس لئے جب تک کوئی ملہم من اللہ اذن خداوندی سے اپنے منصب تجدید و ارشاد پر مامور ہونے کا دعوےٰ نہ کرے اس کی پہچان نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جماعت بندی اور بیعت لینے کے معاملہ میں بھی وہ حکم خداوندی کے تابع ہوتا ہے لیکن اعلانِ ماموریت کا وہ یقیناً مکلف ہوتا ہے۔

مجدد نائب رسول بھی ہوتا ہے اس لئے اس کا قبول یا انکار موجب کفر و اسلام نہیں بنتا۔ اس لئے بھی اس سے وہ تحدی اور شدت چاہنا جو نبی اپنے دعوےٰ کے قبول اور استرداد کے ضمن میں پیش کرتا ہے ایک جسارت ہے۔ مجدد کا ساتھ نہ دینا۔ یا اس کی راہ روکنا در اصل اسلام کے قیام اور تبلیغ دین میں رکاوٹ ڈالنا ہے۔ یہ امر قابل مواخذہ ضرور ہے لیکن اسلام اور کفر میں حد فاصل نہیں۔ ہاں مجددیت کا ساتھ دینے والی جماعتیں فلاح یافتہ گنی گئی ہیں اور ان سے الگ رہنے والے گروہوں کو قابلِ مواخذہ گردانا گیا ہے۔

جہاں تک حضرت مجدد الف ثانیؒ کا تعلق ہے انہوں نے یقیناً نائب رسولؐ ہونے کی حیثیت سے اپنی طرف باذن اللہ دعوت تعاون دی اور سلسلہ مجددیہ اس پر ایک بیّن دلیل ہے۔ اگر حضور سے بیعت لینے کا سلسلہ نہ قائم کیا ہوتا اور باقاعدہ ایک جماعت کی تشکیل نہ کی ہوتی تو یقیناً یہ مشہور جمعیت اس تسلسل کے ساتھ موجود نہ ہوتی۔

ہو سکتا ہے یہاں ہمارے "نیاسی جمعیت ساز" دوست یہ کہیں کہ یہ ایک ایسا ہی پارٹی سسٹم تھا جیسا کہ آج کل عام طور سے مروج ہے اور جس کی رکنیت عام ہے۔ کوئی خاص شریعت اس میں نہیں پائی جاتی تو واضح رہے کہ مجدد محض "جماعت ساز" نہیں ہوتا بلکہ اس کا قبول یا استرداد متبوع نبی کے احکام کا قبول اور استرداد ہوتا ہے اس لئے اس پر مواخذہ ایک لازمی امر ہے۔ یہ کوئی عام رکنیت نہیں کہ چاہے قبول کر لو چاہے نظر اغماض ڈالتے ہوئے گذر جاؤ۔ کیونکہ اسلام کے مدعیان پر کونوا مع الصادقین کے تحت اس کا ساتھ دینا لازم آتا ہے۔

مجدد صاحب نے اپنی جماعت کو مامون جماعت بھی قرار دیا ہے اور یہ امر مامور من اللہ کے سوا کوئی اور نہیں کہہ سکتا:۔

"تمام میرے مرید اور خادم جو قیامت کے دن تک طریقۂ مجددیہ میں داخل ہوں گے ان کی اطلاع مجھے دی گئی ہے اور ہر ایک کا نام میرے سامنے بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ جو کوئی طریقۂ مجددیہ پر ہو گا وہ دوزخ کی آگ سے آزاد ہے۔ اور مجھے بشارت دی گئی ہے کہ مہدی آخر الزمان جب مبعوث ہو گا تو وہ تیرے طریقہ پر ہو گا"
(خزینۃ الاصفیا جلد اوّل صفحہ ۶۱۳)

کیا کوئی عام جماعت ساز ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔ کیا ہمارے مخاطبوں میں سے کسی ایک کو بھی جرأت ہے کہ وہ ایسی بات کسی سند اور اذن کے بغیر عامۃ الناس کو مخاطب کر کے کہیں؟

اب کیا فرماتے ہیں مولوی ابو نعیم صدیقی اور اُن کے دیگر ہمنوا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ان تحریرات کے متعلق جو ہم نے اوپر درج کی ہیں۔ اور پھر اس مہدی آخر الزمان کے متعلق جس نے ٹھیک مجدد الف ثانیؒ کے مسلک اور طریقہ مجددیہ کے مطابق اپنے آپ کو پیش کیا اور کہا کہ:۔

"ہمیں تشریعی نبوت کا دعوےٰ نہیں ہمارا ایمان ہے کہ تشریعی نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اب اسی کی خدمت بذریعہ الہامات، مکالمات مخاطبات اور پیشگوئیوں کے کرنے کا ہمارا دعوےٰ ہے۔ مجدد صاحب (حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ ناقل) لکھتے ہیں یہی خوابیں اور الہامات جو گاہ بگاہ انسان کو ہوتے ہیں اگر کثرت سے کسی کو ہوں تو وہ محدث کہلاتا ہے۔ غرض یہ سب کچھ ہم نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں مفصل لکھ دیا ہے اس کا مطالعہ کر کے تسلی کر لیں"

"بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ (از قسم نبی و رسول ہناقل) استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے یہ سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کر لے گئے ہیں۔ آنے والے مسیح موعودؑ کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیائے کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا"

کیا مولوی ابو نعیم صدیقی حضرت مجدد الف ثانیؒ کو بھی احمدی سامری کہیں گے تو نقلی "محمدؐ تشکیل" کرنے کا ایک ایسا تصور پیش کرتے ہیں جس کے قبول میں صدیقی صاحب کو بہت ہچکچاہٹ ہے۔ یا ان میں یہ جرأت ہے کہ مجدد الف ثانیؒ کو بھی "نقلی محمدؐ" کہیں جیسے "احمدی سامری" گھڑ لائے ہیں اور مصر ہیں کہ اسے مانو ورنہ نجات ممکن نہیں یہ ہے وہ پہلا انسان جسے ہمارے "فاضل اور تاریخ دان مولٰنا" نے منصب نبوت اور امامت کے لئے تجویز کیا تھا۔ آئندہ ہم کسی اور اشاعت میں اس دوسرے برگزیدہ انسان کا مسلک بھی پیش کریں گے جسے تاریخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

نوٹ:۔ ہمارے چند ایک کرمفرماؤں نے "کوثر" میں ہمارے مضامین کے متعلق ایک جوابی نوٹ شائع ہونے کی اطلاع دی ہے۔ گو وہ شمارہ ہماری نظر سے نہیں گذرا تاہم جیسا اطلاع سے معلوم ہوتا ہے ہمیں جماعت قادیان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ نبوت یا محدثیت کے تنازعہ کا فیصلہ کر لینے کا مشورہ دیا گیا ہے یہ تو بات الگ ہے کہ ہم ان سے کیا فیصلہ کرتے ہیں لیکن "کوثر" کے نقاد تو حضرت مسیح موعود کی طرف شرعی نبی ہونے کا دعویٰ منسوب کرتے تھے جو جماعت احمدیہ قادیان کو بھی مسلّم نہیں اس کا جواب تو "کوثر" کو ہی دینا چاہیئے کہ اس نے ایک غلط بات کیوں اور کس مصلحت کے تحت کہی۔ ثانیاً عرض ہے کہ یہ تو ایسا ہی جواب ہے جیسے یہودی ایک مسلمان کے دعوت الی الاسلام دینے پر اسے نصاریٰ سے الوہیت و ابنیت مسیح کا فیصلہ کر لینے کا مشورہ دے کیونکہ مسیح علیہ السلام کے

وقت موعود آپہنچا ہے کہ حسب ارشاد حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہر ایک قوم کا منہ خدا کی طرف پھیر دیا جائیگا

(ایک عیسائی)

جماعت احمدیہ لاہور کی مغرب میں تبلیغی سرگرمیاں

مکتوب گرامی خان بہادر غلام ربانی خان صاحب مبلغ انگلستان

السلام علیکم۔

اس عرصہ میں کچھ ایسی مصروفیتیں رہیں کہ اطلاعات باقاعدہ عرض نہ کر سکا۔ ۱۰ مارچ کے شروع میں Plymouth پلائی ماوتھ جو انگلستان کے جنوبی ساحل پر ایک مشہور بندرگاہ ہے پرسٹ وار سوسائٹی پلائی موتھ کی دعوت پر مذہبی کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا۔ ووکنگ سے اس مقام تک (بذریعہ تیز رفتار گاڑی) چھ گھنٹہ کا سفر ہے۔ شام کو پلائی موتھ پہنچا۔ سوسائٹی کی طرف سے گرینڈ ہوٹل میں رہائش کا انتظام تھا۔ یہ ہوٹل سمندر کے کنارے واقع ہے تمام رات ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ہوا کا طوفان چل رہا ہے۔ لیکن صبح ناشتہ کے وقت معلوم ہوا کہ سمندر کی موجوں کی آواز تھی۔ دس بجنے پر میں جلسہ گاہ پہنچا۔ وہاں سیکرٹری صاحب نے استفسار کیا۔ کہ گرجا میں ہماری عبادت کا وقت ہے۔ کیا آپ ہماری عبادت کو دیکھنا مناسب تصور کرتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ گرجا میں عبادت کا دیکھنا اسلامی نقطہ نگاہ سے منع نہیں۔ گرجا کی عبادت میں رسوم کو بہت دخل ہے۔ پادری کا آنا اسکا اٹھنا اور بیٹھنا۔ اس کا دوزانو ہونا۔ یہ تمام افعال ایک خاص انداز کے تحت ہوتے ہیں۔ میں گرجا میں گیا میں نے دیکھا کہ سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صلیب پر کھچی ہوئی تصویر اور موسیقی کے اچھے خاصے ساز و سامان بھی موجود ہیں، پادری صاحب اور دیگر مرد و زن کے حمد گانے پر تمام ہال گونج اٹھا۔ ساتھ ہی آرگن بھی بجایا جاتا۔ خدا تعالیٰ کی حمد کیساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شریک کیا گیا۔ تمام بھجن بڑے غمناک رنگ میں گائے گئے اور کچھ وقفہ کے بعد پادری صاحب دعا کرتے تھے اور کبھی کبھی تمام حاضرین دوزانو ہو کر سر کو میز پر بھی رکھ دیتے تھے۔ بالآخر پادری صاحب نے ایک لکھی ہوئی تقریر کی جو اس خاص موقعہ کے لئے تیار کی گئی تھی۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور تعجب بھی کہ مذہب کا جو تخیل پیش کیا گیا ہے وہ بالکل اسلامی تھا۔ اس میں عیسائیت کا شائبہ تک بھی نظر نہیں آتا تھا۔ ایمان اور عمل پر خاص طور پر زور دیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پادری صاحب موصوف کو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا بڑا موقعہ ملا ہے۔ اس تمام نظارہ کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ قوم جو ایک عاجز انسان کے ساتھ اس قدر عقیدت رکھتی ہے اگر اسکو خدائے واحد اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ تعلق پیدا ہو جائے تو نہ معلوم وہ کس قدر روحانی مدارج طے کرے۔ اس کے بعد ہال میں ایک فلم دکھائی گئی جس کا نام تھا خدا کی قدرت خالقیت God in Creation یہ فلم کسی امریکن کمپنی نے تیار کی تھی۔ اس میں سیارے۔ ستارے اور فضائے آسمان کے دیگر کمالات بھی دکھائے گئے تھے۔ نباتات حیوانات کی پیدائش کے ایسے کرشمے ظاہر کئے گئے تھے کہ انسان کی زبان سے بے اختیار سبحان اللہ کے کلمات نکلتے تھے۔ یہ فلم دہریت پر ایک کاری ضرب تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر رگ و ریشہ میں بالارادہ ہستی کا ایک قانون کارفرما ہے۔ اس کے بعد دعوت ٹی ہوئی جس پر تمام مہمان جن کی تعداد تقریباً سات سو تھی ہال میں جمع ہو گئے۔ اختتام پر اس سوسائٹی کے مجوزہ سوالات پر تقریریں کرنے کے لئے پانچ اصحاب کا کورم نامزد کیا گیا تھا میرے علاوہ چار دیگر عیسائی پادری صاحبان تھے جو اپنے گرجاؤں کے نمائندے تھے۔ مجوزہ سوالات بہت ہی اہم تھے ضلع ڈیون شائر کی سوسائٹی نے بڑی بحث کے بعد انہیں تجویز کیا تھا۔ ان سے عوام کے مذہبی رجحان کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ان میں سے ایک سوال عالمگیر مذہب کی ضرورت کے متعلق بھی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسلام کا نقطہ نگاہ کیا ہے۔ سائنس اور مذہب کا کس طرح تطابق پیدا ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت یہ ہے کہ آج حضرت مجدد زمان کے علم کلام اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی بے بہا تصانیف نے اسلام کے حقیقی چہرہ کو بے نقاب کر دیا ہے اور اسلام کے زریں اصول ایسے واضح کر دیئے ہیں کہ اس جماعت کا ہر سپاہی ہر میدان میں اسلام کے لئے نمایاں فتح حاصل کر سکتا ہے "ذالک فتح نمایاں بنام ما باشد" کے الفاظ ہر صاحب بصیرت کو فضائے آسمانی پر زریں الفاظ میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے بہت سے سوالات پر تقریریں کیں۔ جو بہت ہی مقبول ہوئیں اور فتح کا سہرا بالآخر اسلام ہی کے سر پر بندھا۔ آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ حاضرین کس قدر آزاد خیال ہیں۔ تقاریر کے بعد ایک نوجوان لڑکی نے سوال کیا۔ کہ سینٹ پال نے صنف نازک کے متعلق کیوں بدگوئی اور بدکلامی سے کام لیا ہے۔ اس پر کورم کے رومن کیتھولک پادری نے اس سختی سے جواب دیا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق بن کر تمام حاضرین کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

چند ماہ پیشتر میں نے بمقام ایلس بری پاکستان پر لیکچر دیا تھا۔ اس لیکچر میں یونائیٹڈ نیشنز ایسوسی ایشن کی سیکرٹری موجود تھیں۔ انہوں نے میری تقریر سننے کے بعد مجھے اپنے سالانہ اجلاس میں تقریر کرنے کی دعوت دی۔ بلند پایہ معززین اور ممبر اس جماعت کے ممبر ہیں۔ میں نے پاکستان کے موضوع پر تقریر شروع کی اور اسی ضمن میں اسلام کا بھی خوب ذکر آیا۔ الحمد للہ اسی اجلاس میں مسز ولیم آنریری سیکرٹری نیشنل کونسل آف ویمن بھی شریک تھیں انہوں نے مجھے تقریر پر مبارکباد دی اور درخواست کی کہ ان کے اجلاس میں بھی تقریر کی جاوے۔ چنانچہ ۳۰ جون کا دن ان کے سالانہ اجلاس میں "پاکستان میں عورتوں اور بچوں کی زندگی" کے موضوع "PAKISTAN AND THE LIFE OF THE WOMEN AND CHILDREN" پر تقریر کے لئے مقرر ہوا ہے۔

خواجہ صلاح الدین محمود صاحب نے مسلم پریس لندن میں دعوت چاء دی جس میں مسلم سوسائٹی ان گریٹ بریٹن کے تمام ممبران اور دیگر اکابرین مدعو تھے۔ اسی تقریب کے موقعہ پر مجھے ختم نبوت پر تقریر کے لئے ارشاد ہوا۔ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے ختم نبوت کو دلائل علمیہ عقلیہ سے ثابت کیا گیا۔ ایڈیٹر صاحب اسلامک ریویو نے اس مضمون کو اسلامک ریویو کے لئے طلب فرمایا۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب، امام مسجد ووکنگ کو لندن کی مشہور و معروف جماعت "جماعت مذاہب عالم" نے اپنے یوم عبادت موسوم بہ Every nation kneeling یعنی تمام اقوام خدا کے آگے رکوع میں" مدعو کیا جلسہ قرآن کریم کی تلاوت سے شروع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کی تفسیر بزبان انگریزی بیان فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریورنڈ ول اسپیس صاحب نے اپنی دعا میں سورۃ فاتحہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "وقت آ پہنچا ہے کہ حسب ارشاد محمد رسول اللہ ہر ایک قوم کا منہ خدا کی طرف پھیر دیا جائے گا"۔ چنانچہ اسی مجلس میں ڈاکٹر صاحب موصوف پانچ ماہ مئی کو تقریر کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالمجید صاحب رسالہ اسلامک ریویو کو نہایت محنت اور جانفشانی سے تیار کرتے ہیں۔ ماہ مئی کا پرچہ آٹھ ہزار کی تعداد میں شائع ہو رہا ہے۔ احباب جماعت توجہ کریں تو اشاعت کا دس ہزار تک پہنچ جانا مشکل نہیں۔ آپ سب احباب یہ معلوم کر کے خوش ہوں گے کہ افریقہ میں اس رسالہ کی خریداری پاکستان اور ہندوستان

(باقی بر صفحہ ۔ کالم ۔)

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۴ رجب ۱۳۶۹ھ - ۳ مئی ۱۹۵۰ء | نمبر ۱۸

صحبت صادقین کی ضرورت

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود

یہ کہنا کہ ہمارے لئے قرآن اور احادیث کافی ہیں اور صحبت صادقین کی ضرورت نہیں۔ یہ خود مخالف تعلیم قرآن ہے کیونکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین اور صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علی وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پر دل وجان سے قائم ہو گئے اور یہ اعلےٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے۔ پس ان معنوں کر کے صادق حقیقی انبیاء اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پر آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آیۃ موصوفہ بالا بطور اشارت ظاہر کر رہی ہے کہ دنیا صادقوں کے وجود سے کبھی خالی نہیں ہوتی کیونکہ دوام حکم کونوا مع الصادقین دوام وجود صادقین کو مستلزم ہے۔

علاوہ اس کے مشاہدہ صاف بتلا رہا ہے کہ جو لوگ صادقوں کی صحبت سے لاپروا ہو کر عمر گذارتے ہیں۔ ان کے علوم و فنون جسمانی جذبات سے ان کو ہرگز صاف نہیں کر سکتے اور کم سے کم اتنا ہی مرتبہ اسلام کا کہ دلی یقین اس بات پر ہو کہ خدا ہے ان کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور جس طرح وہ اپنی اس دولت پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے صندوقوں میں بند ہو۔ یا اپنے ان مکانات پر جو ان کے قبضہ میں ہوں ہرگز ان کو ایسا یقین خدا تعالیٰ پر نہیں ہوتا وہ سم الفار کے کھانے سے ڈرتے ہیں کیونکہ وہ یقیناً جانتے ہیں کہ وہ ایک زہر مہلک ہے لیکن گناہوں کی زہر سے نہیں ڈرتے حالانکہ ہر روز قرآن میں پڑھتے ہیں انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیی پس سچ تو یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ قرآن کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے مگر قرآن کی ہدایتیں اس شخص کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں جس پر قرآن نازل ہوا یا وہ شخص جو منجانب اللہ اس کا قائم مقام ٹھہرایا گیا۔ اگر قرآن اکیلا ہی کافی ہوتا تو خدا تعالیٰ قادر تھا کہ قدرتی طور پر درختوں کے پتوں پر قرآن لکھا جاتا یا لکھا لکھایا آسمان سے نازل ہو جاتا مگر خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ قرآن کو دنیا میں نہیں بھیجا جب تک معلم القرآن دنیا میں نہیں بھیجا گیا قرآن کریم کو کھول کر دیکھو کتنے مقام میں اس مضمون کی آیتیں ہیں کہ یعلمہم الکتٰب والحکمۃ یعنی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور قرآنی حکمت لوگوں کو سکھلاتا ہے اور پھر ایک جگہ اور فرماتا ہے ولا یمسہ الا المطہرون یعنی قرآن کے حقائق دقائق ان ہی پر کھلتے ہیں جو پاک کئے گئے ہیں۔ پس ان آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے سمجھنے کے لئے ایک ایسے معلم کی ضرورت ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پاک کیا ہو۔ اگر قرآن کے سیکھنے کے لئے معلم کی حاجت نہ ہوتی تو ابتدائی زمانہ میں بھی نہ ہوتی اور یہ کہنا کہ ابتداء میں تو حل مشکلات قرآن کے لئے ایک معلم کی ضرورت تھی لیکن جب حل ہو گئیں تو اب کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حل شدہ بھی ایک مدت کے بعد پھر قابل حل ہو جاتی ہیں ماسوا اس کے امت کو ہر ایک زمانہ میں نئی مشکلات بھی تو پیش آتی ہیں اور قرآن جامع جمیع علوم تو ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی زمانہ میں اس کے تمام علوم ظاہر ہو جائیں بلکہ جیسی جیسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے ویسے ویسے قرآنی علوم کھلتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کی مشکلات کے مناسب حال ان مشکلات کو حل کرنیوالے روحانی معلم بھیجے جاتے ہیں جو وارث رسل ہوتے ہیں اور ظلی طور پر رسولوں کے کمالات کو پاتے ہیں اور جس مجدد کی کارروائیاں کسی ایک رسول کی منصبی کارروائیوں سے شدید مشابہت رکھتی ہیں وہ عند اللہ اسی رسول کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اور نئے معلموں کی اس وجہ سے بھی ضرورت پڑتی ہے کہ بعض حصے تعلیم قرآن شریف کے از قبیل حال ہیں نہ از قبیل قال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلے معلم اور اصل وارث اس تخت کے ہیں حالی طور پر ان دقایق کو اپنے صحابہ رضی اللہ کو سمجھایا ہے مثلاً خدا تعالےٰ کا یہ کہنا کہ میں عالم الغیب ہوں اور میں مجیب الدعوات ہوں اور میں قادر ہوں اور میں دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور طالبوں کو حقیقی روشنی تک پہنچاتا ہوں اور میں اپنے صادق بندوں کو الہام دیتا ہوں اور جس پر چاہتا ہوں اپنے بندوں میں سے اپنی روح ڈالتا ہوں۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ جب تک معلم خود ان کا نمونہ بن کر نہ دکھلاوے تب تک یہ کسی طرح سمجھ ہی نہیں آ سکتیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

باعثِ عبرت مقام

وعن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما مر بالحجر قال لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسھم الا ان تکونوا باکین ان یصیبکم ما اصابھم ثم تقنع راسہ واسرع السیر حتی اجاز الوادی متفق علیہ - مشکوۃ باب الظلم -

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی حجر سے گذرے تو (اپنے صحابہ کو) فرمایا کہ ایسے لوگوں کے مکانات میں داخل نہ ہونا جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا (البتہ اللہ تعالیٰ کی شان قہاری سے ڈرتے ہوئے اور اپنی کمزوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے) روتے ہوئے گذر جاؤ مبادا تم بھی (اپنی کوتاہی عمل کے سبب) اسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ جس میں یہ قوم (جس کے اب مکانات اور کھنڈرات ہی نظر آتے ہیں) گرفتار ہوئی۔ پھر حضورؐ نے اپنے سر کو کپڑے سے ڈھانپا اور جلدی جلدی اس جگہ سے گذر گئے۔

تاریخی نوٹ:۔ حجر مدینہ اور شام کے درمیان وادی القریٰ کے نزدیک واقع ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو تشریف لے جاتے ہوئے یہاں سے گذرے تھے اصحاب الحجر ایک عظیم الشان قوم تھی ان کی سنگین عمارتیں حجر میں واقع تھیں ان کے نشانات اور آثار اب تک موجود ہیں ان پر جو کتبات منقوش ہیں انہیں بانی اپنا نام نبطی بتاتے ہیں۔ انباطی کی حکومت کے دو مراکز تھے۔ اول رقیم (پیترا) متصل شام اور دوم حجر (اجرا) نزدور عرب۔

مسلمان جغرافیہ نویسوں نے ان عمارات کو تیسری چوتھی صدی ہجری میں دیکھا تھا۔ اصطخری بیان کرتا ہے:۔

"حجر وادی القریٰ سے ایک دن کی راہ پر۔ پہاڑوں کے بیچ میں ایک کم آباد گاؤں ہے۔ یہیں ثمود کے گھر تھے۔ ہم نے اپنے گھروں کے برابر ان گھروں کو پہاڑوں کے سلسلوں میں دیکھا"

ان عمارات پر نبطی خط اور آرامی زبان میں مذہبی کتبے ہیں (ارض القرآن -)

رضائے الٰہی کو مقدم کرو

وعن معاویۃ انہ کتب الی عائشۃ ان اکتبی الی کتابا توصینی فیہ ولا تکثری فکتبت سلام علیک اما بعد فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤنۃ الناس ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ وکلہ اللہ الی الناس والسلام علیک رواہ الترمذی مشکوۃ باب الظلم۔

معاویہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو لکھا کہ مجھے بطور وصیت جامع مگر مختصر ہدایت لکھکر بھیجو تو صدیقہؓ نے اس طرح معاویہ کو لکھا تجھ کو سلامتی ہو اما بعد (واضح ہو) کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جس شخص نے باوجود لوگوں کی سخط اور ایذا کے اللہ تعالیٰ کی رضا کو ڈھونڈا اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کی تکلیفوں اور دکھوں کو دور کرنے کے لئے کافی ہے مگر جو شخص لوگوں کی رضامندی کا جویاں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اور اپنی نصرت کا ہاتھ اس سے اٹھا لیتا ہے

اپنے ملق و ننگ و نام و رسوم [illegible] حضرت [illegible]

مسیح موعود

ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ

ہالینڈ اور انڈونیشیا کے اعزاز میں مانسہرہ کلب میں شاندار پارٹی اور مرزا صاحب موصوف کی دلچسپ تقریر

مورخہ ۲ ماہ حال کو مکرم ڈاکٹر مرزا ولی احمد بیگ صاحب مسلم مشنری کے اعزاز میں جماعت احمدیہ مانسہرہ نے ایک شاندار پارٹی کا انتظام کیا اور باوجود بارش کے مجسٹریٹ، ایم ایل اے، رؤسا و وکلاء، تجار اور ڈاکٹر صاحبان تشریف لائے۔ ہال اور برآمدہ حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ماحضر تناول فرمانے کے بعد خاکسار نے مرزا صاحب کا تعارف حاضرین سے کرایا۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے جماعت احمدیہ کی خدماتِ اسلام کو جو آپ کے طفیل ظہور پذیر ہوئیں ایسے دلچسپ رنگ میں بیان کیا کہ حاضرین مسحور ہو گئے اور قریباً تین گھنٹہ تک لیکچر ہوتا رہا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چند منٹ ہی گذرے ہیں جناب مرزا صاحب موصوف نے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ترجمۃ القرآن کے اثر و نفوذ اور جو ترجمہ قرآن کریم بزبان ڈچ آپ نے خود فرمایا نیز دیگر واقعات جو دوران تبلیغ میں آپ کو پیش آئے مثلاً آپ کا جرمنی میں محبوس ہونا وہاں سے رہائی وغیرہ امور ایسے عمدہ پیرایہ میں بیان فرمائے کہ حاضرین نے از حد پسند کیا آپ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب جوش و ولولہ اور سب کام اس زندہ خدا کے تصور کی برکت سے ہوا جو ہمارے سینوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل موجزن ہے، اور یہی وہ بڑا کارنامہ خدمت اسلام ہے جو اس مجدد اعظم نے مسلمانوں کے اندر پیدا کیا۔

شام کے بعد تقریر ختم ہوئی اور حاضرین نے مرزا صاحب موصوف کا از حد شکریہ ادا کیا۔

خدا کے فضل سے فنکشن نہایت ہی کامیاب رہا۔

والسلام

قاضی عبدالرشید خان۔ ایڈوکیٹ

پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ

مانسہرہ

مسلم ہائی سکول بدوملہی کے متعلق ڈپٹی انسپکٹر صاحب لاہور ڈویژن کی رائے

امسال انسپکٹر صاحب مدارس لاہور ڈویژن نے ذیل کے ریمارکس مسلم ہائی سکول بدوملہی کے متعلق لاگ بک میں تحریر فرمائے:۔

سکول کی فضا کو پرسکون دیکھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی۔ حال ہی میں محمد منیر الدین ہیڈ ماسٹری کے عہدہ پر فائز ہوئے ہیں۔ وہ نہایت تندہی سے سکول کے مختلف شعبوں میں اصلاح کے کام میں مشغول ہیں۔ ان کوششوں میں میں ان کی کامیابی کا خواہاں ہوں۔ یہ امر نہایت ہی اطمینان بخش ہے کہ سکول کی طرف سے ادبی سوسائٹی کے اجلاس میں طلباء کو اظہار خیالات کے مواقع بہم پہنچائے جاتے ہیں۔ نماز ظہر کی باقاعدگی اور قرآن کریم کے درس میں آیات قرآنی کی تفسیر کے ذریعہ صحیح اسلامی اخلاق پیدا کرنے کی کوششیں جو سٹاف کی طرف سے جاری ہیں۔ میں انہیں قابل ستائش سمجھتا ہوں۔

ہیڈ ماسٹر

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۴ رجب ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱۸

اسلام میں عورت کا صحیح مقام

اسلام نے عورت کو جس بلند مقام پر بٹھایا ہے اور دوسری اقوام و مذاہب کے خلاف جس قسم کا مجلسی و اقتصادی وقار اسے عطا کیا ہے، اسکو صحیح اسلامی نقطہ نگاہ سے مطالعہ کرنے کے بجائے آج یورپین نقطہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی جاتی اور اسی رنگ میں اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے جو یورپ میں عورت کی آزادی کے نام سے موسوم ہے۔

پاکستان اور دنیائے اسلام میں عام طور پر وہی طور و طریق اختیار کئے جاتے ہیں جو یورپ و امریکہ کی تہذیب نے پیدا کئے ہیں۔ گھریلو زندگی کو خیرباد کہکر مجالس و محافل آرائی، زیب و زینت کا اظہار، نوجوان عورتوں کا زنانہ نیشنل گارڈ میں بھرتی ہو کر نیم عریاں لباس میں مردوں کے سامنے پریڈ کرنا اور ان کی تصاویر اخباروں میں شائع ہونا، حتیٰ کہ بعض مواقع پر ہماری معزز بیگمات کا مردوں کے ساتھ ڈانس کرنا اور اپنی عریانی اور زیب و زینت کو اظہار تفاخر کا ذریعہ ٹھیرانا یہ موجودہ زمانہ کی تہذیب کے وہ نمایاں پہلو ہیں جو یورپ نے عورت کی آزادی کے نام سے پیدا کئے اور مسلمان آج انہیں اسلامی سمجھ کر اپنا رہے ہیں۔ غور کر کے دیکھا جائے تو یہ چیزیں اگرچہ بظاہر بڑی دلربا اور ترقی کے بلند مرتبہ پر نظر آتی ہیں لیکن فی الحقیقت اس بلند مقام سے ان کو کوئی تعلق نہیں جس پر اسلام نے عورت کو کھڑا کیا ہے۔

اسلام نے جہاں عورت و مرد کے حقوق کو ایک دوسرے پر یکساں قرار دیا ہے وہاں ان کی زندگی کے فرائض کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے، مردوں کی زندگی کا دائرہ گھر سے باہر اسباب معیشت کو پیدا کرنے اور ترقی دینے سے تعلق رکھتا ہے اور عورتوں کی زندگی کا دائرہ گھر کے اندر کے انتظامات کو درست کرنے اور اولاد کی صحیح تربیت کرنے سے متعلق ہے حصول علم اور امور دین کے سیکھنے میں بیشک اسے وہی حقوق حاصل ہیں جو مرد کو حاصل ہیں، بلکہ بعض اوقات وہ مرد سے سبقت بھی لے جاسکتی ہے جیسا کہ قرون اولیٰ میں کئی مسلمان عورتوں نے فضائل علمی کے لحاظ سے مردوں کو پیچھے ڈال دیا اور ان کے آگے مردوں کو زانوے ادب تہ کرنا پڑا، اقتصادی پہلو سے بھی اس کا درجہ دوسری اقوام و مذاہب کے مقابلہ میں بہت بلند ہے بلکہ یورپ و امریکہ کی عورتوں کو تمام تر تمدنی ترقیات کے باوجود اقتصادی اعتبار سے وہ درجہ حاصل نہیں ہوا جو اسلام نے عورت کو دیا ہے، خاوند کی جائداد میں حصہ، والدین اور اقربا کی جائدادوں میں حصہ، خاوند سے اپنی حیثیت کے مطابق مہر وصول کرنے کا حق یہ وہ چیزیں ہیں جو صرف مسلمان عورت کے حصہ میں آئی ہیں اور دوسری کسی قوم و مذہب نے اب تک صنف نازک کو عطا نہیں کیں، انہوں نے زیادہ سے زیادہ یہی کیا کہ عورت کو گھر سے نکال کر زینت محفل بنا دیا، سیاسی و اجتماعی ہنگامہ آرائیوں میں حصہ لینے کی حقدار قرار دیدیا، دفاتر اور کارخانوں میں مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے قابل بنا دیا، لیکن اس کا یہ نتیجہ آج انہیں بھگتنا پڑا ہے کہ ان کی خانگی زندگی تباہ ہو چکی ہے بچوں کی تربیت جو صحیح طور پر ماں کی گود میں ہو سکتی ہے وہ نہیں ہو رہی، اور سب سے بڑھکر مصیبت یہ ہے کہ عورت و مرد کے اختلاط سے اخلاقی حالت اس درجہ گر چکی ہے کہ ہر قسم کے فواحش علانیہ دیکھنے میں آتے اور پیدائش میں حلال و حرام کا امتیاز اٹھتا چلا جا رہا ہے اسلام نے اس کے مقابلہ میں جس بلند مقام پر عورت کو بٹھایا ہے وہ حقوق و فرائض کے لحاظ سے اگرچہ مختلف ہے لیکن فی الحقیقت وہی اصل مقام ہے جس پر کھڑے ہو کر عورت اس سے بڑھکر قدر و منزلت حاصل کر سکتی ہے، جو یورپ کی زینت محفل بننے والی عورتوں کو حاصل ہوئی، ایک مسلمان عورت کو حصول علم کے ساتھ حفاظت خود اختیاری اور خدمت خلق میں بھی بقدر استطاعت حصہ لینے سے روکا نہیں گیا اگرچہ اس بارہ میں پردہ کی رعایت ضروری نہیں، لیکن ایک بنیادی چیز جو عورت کے اصل مقام سے تعلق رکھتی ہے وہ قرآن کریم کے ان کھلے الفاظ میں بیان کی گئی ہے وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ دیکھو تمہارا مقام تمہارے گھر ہیں دنا ترا در لباس اور محافل میں جاکر اظہار زینت کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا یہ مسلمان عورت کا مقام نہیں، بیشک وہ اپنی قابلیت سے دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا سکتی اور جس مسئلہ پر چاہے اظہار خیال کر سکتی ہے، پردہ کے اندر رہ کر اپنی نسوانی شرم و حیا کو ملحوظ رکھتے ہوئے غیر مردوں پر اظہار زینت سے محترز رہ کر وہ ہر شعبہ زندگی میں بقدر استطاعت حصہ لے سکتی ہے، یہاں تک کہ ایسے کھیل تماشے بھی جو اخلاقی نقطہ نگاہ سے غیر پسندیدہ نہ ہوں دیکھ سکتی ہے لیکن ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے اس کا اصل مقام خانگی زندگی ہے، گھر داری، تربیت اولاد، عورت کے فرائض اولین میں سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آج ہماری اعلیٰ طبقہ کی خواتین اگر ایسی ہنگامہ آرائیوں کے بجائے اپنی قابلیتوں کا بہترین مصرف تربیت اولاد کو ٹھیرا لیں اور یورپین رنگ میں نہیں بلکہ اسلامی طریق پر ان کی تربیت کریں اور دوسری مسلمان عورتوں کے اندر بھی ایسی قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں تو ان کا درجہ اور ان کی عزت اس سے بہت بلند ہو گی جو زینت محفل بننے یا بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں انہیں مل سکتی ہے۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف ہمارے حکام اور سمجھ دار طبقہ کی توجہ کا منعطف ہونا ضروری ہے، انہیں اس پر غور کرنا چاہیئے کہ کیا ایک مسلمان عورت کا مقام وہ ہے جو یورپ کی تقلید میں پردہ سے باہر نکل کر وہ حاصل کر رہی ہے یا وہ ہے جو وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ کے الٰہی ارشاد میں دیا گیا ہے، لیکن رسالوں اور اخبارات کو نیم برہنہ عورتوں کی تصاویر سے جاذب نظر بنانا عورت کی عزت و احترام پر کھلا حملہ نہیں؟ ضرورت ہے کہ اس روش کو روکا جائے اور پاکستان میں کم از کم مسلمان عورت کو عزت و احترام کے اس حقیقی مقام پر بٹھایا جائے جو اسلام نے اسے عطا کیا ہے۔

پُر مسرت تقریب

جناب خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب مبلغ انگلستان کی صاحبزادی محمودہ بیگم کا نکاح مؤرخہ ۱۶ اپریل ۱۹۵۰ء بروز اتوار بابو آزاد خاں صاحب کے صاحبزادہ محمد ایوب خاں لفٹنٹ پاکستان ملٹری سے پڑھا گیا حق مہر دس ہزار روپیہ مقرر ہوا خطبہ نکاح مولوی عبد الاحد صاحب فاضل نے ایک بہت بڑے مجمع میں پڑھا۔ جماعت کے بزرگوں کے علاوہ غیر از جماعت کے کافی لوگوں نے شمولیت کی۔ بابو آزاد خاں صاحب نے مبلغ دس روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام کے واسطے اس خوشی میں انجمن کو دیئے۔ ہم اس خوشی میں خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب اور بابو آزاد خاں صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے باعث مسرت اور مبارک بنائے آمین۔

حکیم مبارک عبد اللہ
سیکرٹری جماعت مانسہرہ

---

(۲) ۹ اپریل کو خاکسار کی لڑکی ذکیہ سلطان کا نکاح محمد اشفاق خاں صاحب سپروائزر ڈائری فارم پشاور چھاؤنی کے ساتھ بعوض تین ہزار روپیہ حق مہر مولنا آفتاب الدین احمد صاحب نے پڑھایا دولہا کے والد صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کی نذر کئے۔

دوست محمد
مدیر پیغام صلح

درخواستِ دعا

مفتی فضل احمد صاحب جج جموں کے صاحبزادہ مفتی عبد الحی صاحب ایک ماہ سے بعارضہ ٹائیفائڈ بیمار ہیں احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔

وضع مغربی اور مسلمان

از ڈاکٹر احمد حسن صاحب

مغربی اقوام کا تمدن آج نہ صرف ان کے لئے بلکہ تمام دنیا کے لئے مشکلات و مصائب کا باعث ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر اسلام کوئی صالح تمدن پیش نہیں کرتا تو اسلام کے کامل مذہب ہونے میں نعوذ باللہ من ذالک ایک نقص لازم آئے گا تمدن آخر دنیا میں رہنے سہنے کے طریق کا ہی دوسرا نام ہے تو اب ایسا مذہب جو دنیا میں رہتے سہتے کا کوئی صالح طریق ہی نہیں بتاتا اس کے ناقص ہونے میں کیا شبہ۔

اگلے روز مجھے ایک صاحب ملے ڈاڑھی مونچھ منڈی ہوئی۔ سوٹ پہنے ہوئے سر پر ترکی ٹوپی ضرور تھی۔ میں نے پوچھا آپ کا مشغل۔ فرمانے لگے بس سمجھ لیجئے مبلغ اسلام میں نے تو کچھ نہ کہا البتہ ان کی طرف بنظر غور ایک دو بارہ دیکھا۔ میں آج تک حیران ہوں کہ انہوں نے کیا کہا۔ میرے خیال میں ایسا شخص بھی اگر اسلام کا مبلغ ہو سکتا ہو تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ مغربی اقوام (جن کی تقلید کو باعث فخر سمجھا جاتا ہے) اس سے بہتر اسلام کی تبلیغ کر رہی ہیں۔ میں ان مبلغ صاحب کے دردولت پر تو نہیں گیا لیکن قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے رہنے سہنے کا طریقہ بھی بالکل مغربی فیشن کے مطابق ہوگا اب وہ لاکھ تقریریں کریں اور کروڑ دلائل اسلام کی صداقت پر پیش کریں جب تک وہ خود ان صداقتوں پر عمل نہیں کریں گے کسی طرح بھی موجودہ تمدن کو جس کے نتیجہ میں تمام نسل انسانی ہلاکت کی طرف بڑھ رہی ہے چھوڑ کر اسلام کے صالح تمدن کو اپنا نہیں سکتے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کا تمدن کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے مروجہ تمدن کے مقابل پر ایک الگ تمدن کی بنیاد رکھی ہے جس کے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ ہر زمانہ کی مشکلات کا حل اس میں ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونُنزّل من القرآن ما ھو شفاء ورحمة للمؤمنین۔ مختصراً یہ کہ اس زمانہ میں ہی نہیں بلکہ جب سے تاریخ انسانی موثق کے حالات کا پتہ دیتی ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدامنی اور بے چینی کی وجہ یہی رہی کہ انسانی برادری میں مساوات عملی طور پر باقی نہیں رہتی زبانی دعوے تو بہت بڑے ہوتے ہیں اور مضامین ہی نہیں بلکہ بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی جاتی ہیں لیکن عملاً یہ نقشہ پیش نہیں کیا جاتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوموں کے اندر ایک اضطراب پھیل جاتا ہے جو بالآخر جنگ و فساد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اسلامی تمدن کے دو بنیادی اصول ہیں اول یہ کہ ہر بڑا آدمی خواہ وہ حکومت کا فرد ہو یا دینی پیشوا ہو یا اپنے خاندان اور گھر میں بڑا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ سادہ اور درویشانہ زندگی اختیار کرے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلعم اور خلفائے راشدین اور پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بعد میں آنے والے تمام اولیاء اور مصلحین امت اور خصوصاً حضرت امام وقت کی زندگی کے حالات اس اصول کے آئینہ دار ہیں۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے کہ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

(۲) دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر وہ حرکت جو تقویٰ سے دور لے جانے والی ہو خواہ وہ بظاہر جائز اور بے ضرر ہی کیوں نہ دکھائی دیتی ہو اسے قطعاً اختیار نہ کیا جائے۔ مثلاً اسلام نے اس میں کوئی شک نہیں کوئی خاص لباس تو مقرر نہیں کیا ہاں البتہ یہ ضرور کہا ہے کہ لباس باپردہ ہو۔ اب اگر ایک نہیں ننانوے فیصدی مسلمان مغربی لباس وضع قطع اور طرز رہائش کے اختیار کرنے کے نتیجہ میں نماز کے نزدیک تک نہ جائیں اور اکثر اسلامی فرائض کی ادائیگی سے غافل رہیں یعنی اگر کبھی روزہ رکھ بھی لیا تو تاش کھیل کر یا سینما میں بیٹھ کر وقت گذار دیا اور تمام دن جھوٹ بولتے رہے تو ایسا تمدن یقیناً ترک کر دینے کے لائق ہے۔ نیز یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک بڑا آدمی جو مغربی فیشن کو اختیار کئے ہوئے ہے وہ اگر نماز کبھی پڑھ لیتا ہے تو اس مغربی طرز زندگی کی وجہ سے اس کے اخلاق میں نمازیں پڑھ لینے کے باوجود ایسی بھیانک کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ دوسرے آدمی کی طبیعت نماز سے ہی متنفر ہو جاتی ہے کہ اگر نماز کا یہی اثر ہے تو پھر اس کا کیا فائدہ۔ پس ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنا اپنا جائزہ لے کہ کہیں اس کے طرز رہائش اور بود و باش سے اسلام کے احکام کی خلاف ورزی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اسے فوراً ترک کر دینا چاہیئے کیونکہ یہ اسلامی تمدن کے خلاف ہے۔

مصر میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا قیام

کامیابی کی منزل کی طرف ایک اور قدم

مختلف زبانوں میں خط و کتابت کی سہولت

(از دفتر جائنٹ سیکرٹری)

احباب جماعت کیلئے یہ خبر مسرت کا باعث ہوگی کہ مصر میں ہماری جماعت کی ایک شاخ قائم ہو چکی ہے۔ حال ہی میں انجمن نے میجر عبداللہ بیٹرسبے کو اپنا آنریری نمائندہ مقرر کیا تھا۔ لائٹ اور اسلامک ریویو کے قارئین میجر صاحب سے اچھی طرح متعارف ہیں۔ ایک دوسرے احمدی دوست مسٹر اے۔ ایچ حجاج اس انجمن کے آنریری سیکرٹری ہیں۔ میجر صاحب نے اپنے تازہ خط میں اطلاع دی ہے کہ ان سے مندرجہ ذیل زبانوں میں خط و کتابت کی جا سکتی ہے:۔

عربی۔ انگریزی۔ جرمن۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ ہسپانوی۔ برمی۔ اردو (رومن) ترکی۔

مصر میں تحریک احمدیت کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے اور بھی انتظامات کئے جا رہے ہیں جن کے نتائج انشاء اللہ بہت مفید ہوں گے۔

خط و کتابت کے لئے پتہ:۔

Major Abdullah Battesbey,
Hon. Representative Ahmadiyya Movement,
15 Lomanos Pasha,
Heliopolis, EGYPT.

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

کچھ دنوں سے بیمار ہیں۔ احباب درد دل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے امام کے تربیت یافتہ مجاہد اعظم کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو خدا کے حضور روؤ اور گڑگڑاؤ

اور محض للہ اس فریضہ کو ادا کرو

(۵۲)

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - قد افلح المؤمنون ۝ الذین ھم فی صلوتھم خاشعون

نماز کامیابیوں کا ذریعہ ہے

غالباً آج تیسری مرتبہ خطبہ جمعہ میں میں اس آیت کو پڑھ رہا ہوں اس لئے کہ جہاں تک میں سوچتا ہوں اور واقعات پر غور کرتا ہوں یوں تو نماز ہر کام کے لئے کامیابی کے راستے کھولتی ہے لیکن وہ کام جو ہمارے سامنے ہے یعنی تبلیغ اسلام کا کام اس کے لئے تو یہ واحد ذریعہ ہے جو ہمیں کامیابی تک پہنچا سکتا ہے۔ میں یہ وعظ اور نصیحت کے رنگ میں نہیں واقعات کے رنگ میں کہتا ہوں۔ آخر غور کیجئے آج اسلام کے لئے کونسی کشش موجود ہے اور وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے لوگ اسلام میں داخل ہوں۔ جہاں تک مادی طاقت کا سوال ہے وہ کمزور ہے۔ یہ ایک نسبتی امر ہے۔ یوں تو ایک کمزور سے کمزور فرد یا قوم میں بھی کچھ طاقت موجود ہوتی ہے۔ لیکن کسی قوم کی طاقت کا اندازہ مقابلہ سے کیا جاتا ہے۔ اس وقت جو طاقت مسلمانوں کو حاصل ہے۔ وہ عیسائی اقوام کے مقابلہ میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

عیسائیت اور مادی طاقت

ہاں تو اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے دین میں شامل ہونے کے لئے ظاہری جمعیت اور قوت طاقت ان کے لئے موجب بن جاتی ہے۔ دیکھ لیجئے اس ملک میں بہت سے لوگ عیسائی ہو گئے محض اس لئے کہ حکومت عیسائیوں کی تھی۔ اور ان سے مادی فوائد بھی بہت کچھ حاصل ہوتے تھے۔ تو ظاہری قوت اور سیاسی طاقت بھی کسی دین میں داخل کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے اور بعض وقت مالی اور مادی فوائد اس کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ لیکن لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے میں یہ کوئی بھی کشش موجود نہیں۔

اسلام اور روحانی قوت

مسلمانوں کی سیاسی قوت کچھ اتنی نہیں کہ قومیں مرعوب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں اور نہ ہی مال و دولت کی کثرت ہے۔ آج تو مسلمانوں کی قسمت میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ مقابلتاً غربت اور افلاس ہی ہے۔ یوں تو کوئی اچھا لباس پہن لے یا تھوڑی بہت نقدی اس کے پاس جمع ہو جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں فی الحقیقت اگر مغربی مال و دولت کے قصوں کو سنا جائے، عیسائی اقوام کے مال و دولت کو دیکھا جائے تو اس کے مقابلہ پر مسلمانوں کے مال و دولت کی کچھ حیثیت ہی نہیں، تو غور فرمائیے وہ کونسی چیز ہے جس سے ہم لوگوں کو اسلام کی طرف بلا سکتے ہیں۔ جیسے میں نے ابھی کہا مال و دولت کی کثرت تو ہے نہیں کہ غرباء کو پستی سے اٹھا کر ظاہری رنگ میں طاقتور بنا دیا جائے۔ ہمارے ہاتھ میں خوب یاد رکھئے صرف ایک ہی طاقت ہے جس سے ہم تمام دنیا کو حلقہ بگوش اسلام کر سکتے ہیں اور وہ ہے اسلام کی روحانی طاقت جس کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی نہیں ٹھہر سکتی

نماز روحانی خوبیوں کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

تو اب اس روحانی طاقت کو جو کہ بنیاد کے طور پر ہے دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے لازماً ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جس کے اندر خود روحانی خوبیاں اعلیٰ درجہ کی موجود ہوں مسلمان قوم میں یہ روحانی خوبیاں کس طرح پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس کا واحد ذریعہ حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق کا قائم ہونا اور روحانی خوبیوں کا پیدا ہونا یہ لازم و ملزوم ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا جو کہ تمام روحانی خوبیوں کی جڑ ہے کیا ذریعہ ہے۔ خوب یاد رکھئے خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ نماز ہے۔ آج جو مسلمانوں میں دوسری اقوام کے مقابلہ میں خدا کی ہستی کا کچھ تھوڑا بہت احساس باقی ہے تو اس کا سبب یہی نماز ہی ہے۔

خشوع کی حالت

مگر نماز کا ایک اور مرحلہ ہے کہ جب اس میں خشوع و خضوع پیدا ہو تو خدا کی ہستی دل پر مسلط ہو جاتی ہے۔ خاشعون کی وہ حالت ہے کہ جب انسان کے اندر دوسرے کا اثر لینے کے لئے استعداد ہو جائے اور وہ دوسرے کا اثر قبول کر سکے تو نماز میں خشوع کی حالت کا پیدا ہو جانا یہی ہے کہ خدا کی ہستی کے احساس کو قبول کرنے کے لئے اس کا دل نرم ہو جائے۔ یہ احساس پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی انسان خدا کے حضور ایک بھوکے فقیر کی طرح کھڑا نہ ہو جو بھوک سے مر رہا ہو اور جس کے پاس اپنا کچھ بھی نہ ہو۔ اور تڑپ کر یہ التجا کر رہا ہو کہ مجھے کھانے کے لئے کچھ دو کہ میں بھوک سے مر رہا ہوں۔ صرف یہی وہ حالت ہے جو نماز میں خشوع کو پیدا کر سکتی ہے۔ اسی لئے میں نے گزشتہ خطبہ میں کہا تھا کہ نماز کو کلیتۃً دعا بنا دو۔ اول سے آخر تک ایک سائل بن کر تم خدا کے حضور کھڑے رہو جاؤ۔ نماز کے معنی اگر نہیں بھی آتے تو کوئی حرج نہیں۔ اگر آتے ہیں تو بہر حال بہتر ہے۔ اس سے مزید قوت پیدا ہو گی۔ تو اگر سائل بن کر خدا کے حضور کھڑے ہو گے تو خدا سے ضرور کچھ نہ کچھ لے لو گے۔

صراطِ مستقیم کے لئے دعا

اس سلسلہ میں میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں سورۃ فاتحہ کا ایک حصہ بیان کیا تھا۔ آج میں اس کے باقی حصہ کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ایاک نعبد و ایاک نستعین تک بیان کیا تھا کہ اے خدا تیری مدد کے بغیر ہمارا یہ کام نہیں ہو سکتا۔

اب اس کے بعد ایک دعا سکھلائی ہے اھدنا الصراط المستقیم یعنی اے خدا ہمیں سیدھا رستہ دکھا خوب یاد رکھئے ان الفاظ کو جب نماز میں پڑھو تو اپنے تک ہی ان کو محدود نہ رکھو اھدنا ہم کو دکھا ہم کہتے ہیں۔ ٹھیک ہے اس میں ایک فرد بھی آ جاتا ہے۔ لیکن یہ کام یعنی اعلائے کلمۃ اللہ ایک فرد کا کام نہیں یہ ایک جماعت کا کام ہے تو ہم ایک جماعت ہیں۔ اس تمام جماعت کے لئے مستقیم راستہ کی دعا کرو۔ اب جبکہ کسی کے دل میں اپنے بھائی کے خلاف بغض اور غصہ ہو تو وہ اس کے لئے کس طرح یہ دعا کر سکتا ہے۔ دعا تو اس کے لئے دل سے نکلتی ہے جس کے ساتھ محبت ہو۔ سو اگر تم اس دعا اھدنا الصراط المستقیم کو حقیقی معنوں میں کرنا چاہتے ہو تو اپنے بھائیوں کے لئے اپنے قلوب میں ایک محبت کا جذبہ پیدا کیجئے اس کے بغیر تمہاری یہ دعا اپنے اصل مقصد کو نہیں پہنچ سکتی۔

تمام امت محمدیہ کیلئے دعا کریں

پھر ایک قدم اور آگے بڑھئے آپ کی جماعت بڑی جماعت اسلام کا ایک حصہ ہے۔ اھدنا کی دعا کرتے وقت

اس بڑی جماعت کو اپنے سامنے رکھئے کہ اے خدا تمام امت محمدیہ کو سیدھے راستہ پر چلاؤ۔ یہ لوگ قرآن کریم اور حضرت سیدنا نبی کریم صلعم پر ایمان لانے کا دعوے تو کرتے ہیں لیکن آپ صلعم کی کامل اتباع نہیں کرتے۔ ان کے قلوب کو قرآن اور نبی کریم صلعم کی اتباع کی طرف ہدایت فرما۔ ہمیں اپنے اندر ایک وسعت اور فراخی پیدا کرنی چاہیئے۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات کی بنا پر جماعتیں جماعتوں کی دشمن بن جاتی ہیں جس طرح کہ قومیں غیر قوموں کی دشمن ہوتی ہیں یہاں تک کہ ان کی اچھی باتوں کی طرف بھی بالکل توجہ نہیں کی جاتی اور ان کے بعض عیوب اور کمزوریاں ہی ہمیشہ سامنے رہتی ہیں

جماعت احمدیہ اور شفاعت

یہ حقیقت ہے کہ آج اللہ تعالے نے جس مقام پر آپ لوگوں کو کھڑا کیا ہے وہ بہت ہی بلند مقام ہے۔ خدا کے خاتم النبیین پر بھیجے ہوئے پیغام کو دنیا میں پہنچانا مسلمان قوم کا فرض تھا مسلمانوں نے اسے ترک کر رکھا ہے۔ امام وقت نے آپ کو اس کام پر لگایا ہے اور یوں حضرت میرزا صاحب مجدد زمان علیہ السلام کے ذریعہ آپ کو امت محمدیہ کے لئے شفیع کے مقام عالی پر کھڑا کیا ہے۔ جانتے ہو شفاعت کیا ہے اس کا ایک تو وہی مفہوم ہے جو عام طور پر مسلمانوں میں مشہور ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہوگی اور انبیاء مومنین ملائکہ کی شفاعت سے لوگ عذاب الیم سے بچائے جائیں گے یہ بھی حق ہے وہ نازک اور بڑا بھاری محشر کا میدان ہے۔ لیکن جنھوں نے حضرت امام زمان کی کتب کو پڑھا ہے انہیں معلوم ہوگا کہ آپ نے اس کے ماسوا آنحضرت صلعم کی ایک اور قسم کی شفاعت کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اور وہ شفاعت اسی دنیا کی شفاعت ہے وہ اس طرح پر کہ آپ دیکھیں کہ اس وقت امت محمدیہ میں کونسی کمزوری واقع ہو چکی ہے اور پھر اس کی اصلاح کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر دیں۔ ان کی یہ کمزوری پیغام حق کو دنیا میں پہنچانے کی کمزوری ہے آپ اس کام کو پوری قوت سے سرانجام دیں تو یہ ایک رنگ میں ان کی شفاعت ہے۔ اور بایں ہمہ یہ توقع بالکل نہ رکھیں کہ یہ لوگ ہماری کچھ قدر بھی کریں گے محض للہ اس کام کو کرنے کا بیڑا اٹھاؤ۔ یاد رکھو اگر تم نے ان لوگوں سے کسی قدر کی توقع رکھی تو تم ناکام ہو جاؤ گے۔ صرف خدا کی رضا چاہنے کے لئے نسل انسانی کی اصلاح میں لگ جاؤ۔ اگر یہ تڑپ تمہارے دل میں پیدا ہو جائے گی تو پھر تم گالیاں بھی سنو گے، دجال بھی کہلاؤ گے۔ لیکن اس کے باوجود تمہارے دل میں ان کی اصلاح کے کام کو ترک کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوگا۔ ان کے لئے دعائیں کرو۔ اور خوب دعائیں کرو کہ اللہ تعالے انہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرے ہمارے نبی کریم صلعم نے تو کافروں کے لئے اپنی دعاؤں کو جاری رکھا۔ جنگ احد میں کفار کی طرف سے جب آپ پر اس قدر تیروں کی بوچھاڑ ہوئی کہ آپ گر گئے۔ زخمی ہوئے۔ دانت مبارک شہید ہوا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول ان لوگوں نے آپ کو بہت دکھ دیا ہے ان کے عذاب کے لئے دعا کریں۔ آپ نے اتنی تکلیف اٹھانے کے باوجود بد دعا نہیں کی، بلکہ ان کے حق میں دعا کی اور کہا ربّ اغفر لقومی انھم لا یعلمون۔

دعاؤں کی ضرورت

آپ کا کام ذہنوں کو تبدیل کرنا ہے یہ کوئی معمولی کام نہیں، آپ اس اصلاح کے کام میں لگے رہیں اس کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ دعا ہے۔ اپنے قلوب میں نسل انسانی کی اصلاح کے لئے ایک تڑپ پیدا کریں۔ تنہائی میں دعائیں کریں۔ اے اللہ تمام بنی نوع انسان اور خود ہمارے مسلمان بھائیوں کو صحیح راستہ پر چلا۔

منعم علیہ گروہ

صحیح راستہ کونسا ہے، خود ہی امر کے بعد اسے کھول دیا ہے۔ فرماتا ہے صراط الذین انعمت علیھم۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنے انعامات کئے۔ اگر آپ تاریخ اسلامی کا مطالعہ کریں۔ افسوس آج ہم اس سے محروم ہیں۔ ہمارے سامنے کچھ اتنی ضروریات آگئی ہیں کہ ہم اپنی گذشتہ تاریخ کو بھی پڑھنے کے لئے فرصت نہیں پاتے۔ اس تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ انعمت علیھم کون لوگ تھے۔ اور یہ کہ انہوں نے دین حق کے پھیلانے میں کسقدر تکالیف اٹھائیں۔ خدا کی راہ میں کس حد تک انہوں نے قربانیاں کیں۔ اور کس طرح باوجود بڑی بڑی تکالیف کے دنیا کے کناروں کو نور الٰہی سے منور کر دیا۔ ہمارا یہ ملک جس پر آج ہم پاکستان کے حصول کے بعد بہت سے لوگ فخر کرتے ہیں۔ جانتے ہو یہ کن لوگوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ کوئی عہدہ دار اور بادشاہ نہ تھے۔ یہ کوئی مالداروں کی قربانیوں کا نتیجہ نہیں یہ وہی عاجز اور مسکین بندے تھے جو خدا کے حضور ہر وقت گرے رہتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ مالداروں اور عہدے داروں کی عزت ہوتی ہے لیکن خدا کے ہاں سب لوگ یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح حج کے موقع پر تمام لوگ ایک ہی لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح خدا کے حضور تمام نسل انسانی یکساں ہے۔

دنیا کو نور سے متمتع کر دیا

ہاں تو صراط الذین انعمت علیھم سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اسلام کی دولت سے تمام دنیا کو متمتع کیا۔ اور خود امت محمدیہ کو بڑی بڑی پستیوں سے نکال کر بلند کیا۔ تاریخ کو پڑھ کر دیکھ لیجئے حق کی خاطر ہمارے بزرگوں نے بڑے بڑے جابر بادشاہوں سے مقابلہ کیا۔ ان پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ انہیں مارا گیا انہیں پیٹا گیا جیل خانہ میں ڈالا گیا مگر وہ بزرگ حق سے ایک قدم بھی نہ ہٹنے پاتے۔ وہ ان تکالیف میں لذت محسوس کرتے تھے۔ آج دیکھ لو کہ امت محمدیہ ان بزرگوں کو کس قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ خدا تعالے نے ان کی قدر کو دلوں میں قائم کر دیا ہے۔ سو خدا تعالے نے اگر پہلے بزرگوں کی قدر کرائی تو آج بھی خادمان دین کی عزت کو لوگوں میں ضرور قائم کر سکتا ہے کمی صرف یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو کلی طور پر خدا کے دروازے پر نہیں ڈال دیتے۔ یہ منعم علیہ گروہ ہی گروہ ہے جس نے خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو قائم کیا۔ اور پھر قوموں کی قوموں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔

دعا۔ اور اعانت دین

اگر ہم ان بزرگوں کی زندگی کے واقعات کو اپنے سامنے رکھیں تو ایک لمحے کے لئے بھی ہمارے سامنے مایوسی نہیں آ سکتی کہ ہم آج یہ اصلاح کا کام نہیں کر سکتے ہم ضرور کر سکتے ہیں۔ اگر کوتاہی یا کسر ہے تو وہ ہماری طرف سے ہے ورنہ خدا تعالے کا تو قانون اٹل ہے جو پہلے ہوا وہ اب بھی ضرور وقوع میں آکر رہیگا

صراط الذین انعمت علیھم

جب کہو تو خدا سے اس کے انعامات مانگو کیوں اس لئے کہ ہماری کوششیں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں جب تک کہ خدا کا فضل شامل حال نہ ہو۔ سو خدا تعالے سے اس کے فضلوں کو طلب کرو کہ وہ ہماری کامیابی کے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ اب غور فرمایئے کہ اس دعا کے ذریعہ سے جماعت کا ہر ایک فرد کس قدر اعلائے کلمۃ اللہ میں اعانت کر سکتا ہے۔ چند پیسوں کا اس راہ میں خرچ کر دینا بے شک ایک اعانت ہے لیکن اس سے کہیں بڑھکر اعانت کا ایک اور ذریعہ ہے اور وہ ہے خدا کے حضور دین کی نصرت کے لئے دعائیں کرنا۔ اور اس کے افضال کو کھینچنا۔

سچائی کی تڑپ اور ثمرات

شاید بعض لوگ کہیں کہ دین کو دنیا پر غالب کرنا کام تو خدا کا ہے تو پھر وہ کیوں اس کے غلبہ کے خود ہی سامان پیدا نہیں کر دیتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالے تو انسانوں کے قلوب میں سچائی کی ایک تڑپ پیدا کرنا چاہتا ہے اور پھر اس پر وہ بڑے بڑے ثمرات مرتب فرماتا ہے سو دعا کی غرض یہ ہے کہ تمہارے دلوں میں ایک تڑپ پیدا ہو، جب یہ تڑپ پیدا ہوتی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے افضال کو جذب کر لیتی ہے۔ خدا کے ان ثمرات کا وارث بننا چاہتے ہو تو صراط الذین انعمت علیھم کی دعا کے ذریعہ سے خدا کے حضور گڑگڑاؤ کہ وہ اپنے دین کی کامیابی کے لئے اپنے فضلوں کے دروازے کھولے اور ہمیں وہ کامیابیاں بھی عطا فرمائے جن سے آج سے پیشتر وہ اپنے پاک لوگوں کو سرفراز فرماتا رہا ہے۔

درود شریف کی اہمیت

اس وقت تک سورۃ فاتحہ کے متعلق میں نے کچھ بیان کیا ہے۔ اب میں مختصراً التحیات کی بابت کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

تحیۃ کے معنی ہیں زندگی کی دعا اور اس کی جمع ہے التحیات۔ التحیات نماز کے اختتام پر پڑھی جاتی ہے

اس وقت میں بالخصوص بعض باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں السلام علیک ایھا النبی یعنی اے زندہ نبی تجھ پر سلامتی ہو۔ تو دشمنوں کے منصوبوں سے بچا رہے۔ تیری امت بھی ان کے منصوبوں سے بچی رہے۔ ورحمۃ اللہ نہ صرف تو اور تیری امت ان کے منصوبوں سے بچی رہے بلکہ تجھ پر اور تیری امت پر اللہ کی رحمت و برکاتہ اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں بھی تیرے شامل حال ہوں۔ تیری امت پھلے پھولے اور خوب ترقی کرے۔ اس دعا کو بار بار کیجئے یہاں تک کہ ایک تڑپ بن کر یہ دعا تمہارے قلوب سے نکلے۔ یاد رکھیئے اگر یہ دعا دلی تڑپ کا رنگ اختیار کرے گی تو یقیناً ایک انقلاب پیدا کر دیگی اگر ایک دفعہ کے پڑھنے سے قلب پر اثر نہیں ہوا۔ تو اسے پھر دہرایئے پینتیس پینتیس چالیس چالیس بار اسے پڑھئے تنہائی کی نماز میں موقعہ ہوتا ہے کہ آپ جتنی دفعہ اسے دوہرائیں اسی لئے باجماعت نماز سے پیشتر نوافل کو رکھا ہے تا علیحدگی میں نماز پڑھنے سے دل تیار ہو جائے اور جب جماعت میں کھڑے ہوں ریت کی طور پر کوئی دعا نکلے تو وہ سیدھی خدا کے حضور پہنچ کر خلعت قبولیت پہن لے۔ ہماری بہتیری باتیں ہیں جو خدا تک نہیں پہنچتیں۔ سو تنہائی میں رات کا وقت میسر آئے یا دن کا نوافل کو ادا کرو آپ نے فرمایا کہ گھروں کو قبریں نہ بناؤ خشوع پیدا کرنے کے لئے نوافل بھی ایک ذریعہ ہیں نوافل فرض نماز کے لئے ایک ٹریننگ کا کام دیتے ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسے ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ بار بار پڑھتے چلے جاؤ یہاں تک کہ دل کی تہ سے یہ دعا نکلے کہ اے نبی صلعم آپ پر سلامتی ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اس کے بعد آتا ہے السلام علینا یہ بھی پہلی دعا کا ایک حصہ ہے یعنی ہم پر بھی سلامتی ہو وعلیٰ عباد اللہ الصالحین اور خدا کے صالح بندوں پر بھی سلامتی ہو۔ یہاں اپنے اور صالح بندوں کے لئے سلامتی مانگی ہے۔ پس قدرا فسوس کا مقام ہے کہ ادھر تو ہم صالح بندوں کے لئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں اور ادھر ذرا سے اختلاف کے باعث انہیں کافر قرار دیتے ہیں ایہ کیا

دعا ہوئی۔ خوب یاد رکھئے صالح بندوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ وہ سب کے سب غلطیوں سے پاک نہیں ہوتے اس لفظ میں ہر وہ شخص آ جاتا ہے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور وہ لوگ تو ضرور آ جاتے ہیں جو خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کا کام کرتے ہیں خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی ہوں۔ ہاں خدا کے نام کو پھیلانے والوں سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں ان کے لئے دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں غلطیوں سے بچائے رکھے۔ اس کے بعد پھر درود شریف شروع ہوتا ہے۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد .... وبارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

درود شریف کے فضائل بہت ہیں۔ ان فضائل کا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے فرمایا ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلعم پر درود بھیجتے ہیں اس کے ساتھ ہی فرمایا یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اس میں مومنین کو بھی درود شریف کے بار بار پڑھنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اے اللہ حضرت سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرما اور آپ کی امت پر بھی رحمتیں بھیج۔ آپ پر اپنی برکتیں نازل فرما تو آپ کی امت پر بھی برکتیں نازل فرما کہ وہ دن بدن ترقی کرتی چلی جائے اور اس کا قدم روز بروز آگے ہی آگے بڑھتا جائے۔

قرآن کریم کی ایک دعا

ایک بات اور بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ اکثر مسلمان نمازمیں سورۃ فاتحہ کے بعد سورہ قل ھو اللہ احد .... پڑھتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹی سی سورت ہے جو ہر خواندہ اور ناخواندہ کو ضرور یاد ہوتی ہے کسی شخص نے ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلعم سے عرض کیا یارسول میں نماز میں دیگر سورتیں پڑھتا ہوں لیکن اس سورت قل ھو اللہ احد .... کو ضرور ساتھ ملا لیتا ہوں۔ آپ نے اسے پسند کیا اور فرمایا یہ بڑی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ تو میں بھی ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح ہر مسلم بچے اور نوجوان کو یہ سورت ضرور یاد ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ

میں سے ہر ایک سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں ضرور یاد کرے۔ اور اس چھوٹی سی سورت کی طرح اسے ہر نماز میں پڑھے یا بہت دفعہ پڑھے۔ اس آخری سورت کے آخری الفاظ یہ ہیں ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا۔ اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں تو ہمیں نہ پکڑیو۔ غور کیجئے کن کے لئے یہ دعا کر رہے ہو۔ تمہاری یہ دعا ساری امت محمدیہ کے لئے اور کل مومنین کے لئے ہے چنانچہ دیکھ لو اس دعا کے آخر میں آتا ہے۔

فانصرنا علی القوم الکافرین

یہاں مقابل میں کافرین کو رکھا ہے۔ سو دعا یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہم سے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ ہم خطا کار ہیں ہم سے ان کا مواخذہ نہ کیجیو۔

ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالیو جس کی وجہ سے ہم سے پہلی قومیں تباہ ہو گئیں۔ انہوں نے عہد شکنی کی تھی میثاق کو توڑا اے ہمارے رب ہمیں عہد شکنی اور اپنے میثاق کو توڑنے والا نہ بنائیو۔ ہمیں ان عہدوں پر پورا ہونے کی توفیق عطا فرمائیو۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ۔

اے ہمارے مولا جس بوجھ کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ بوجھ ہم پر نہ ڈالیو ایسا نہ ہو کہ ہم تباہ ہو جائیں واعف عنا۔ ہمیں معاف فرما۔ واغفر لنا۔ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھیو۔ وارحمنا صرف ہمارے گناہ معاف فرمائیو اور ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھیو بلکہ ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما ہم پر یعنی اپنے رسول کی ساری امت پر انت مولنا تو ہی ہمارا مولا ہے، ہمارا آقا ہے۔ حضرت سیدنا نبی کریم صلعم کا تو مولا ہے۔ فانصرنا علی القوم الکافرین۔ ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت دے۔

دعا کیلئے تڑپ کی ضرورت

یہ دعا دل کی گہرائیوں سے تڑپ کر نکلے۔ امام وقت کی تڑپ کو سامنے رکھئے کہ کس تڑپ کیساتھ وہ خدا کے حضور گڑگڑاتے ہوئے فرماتے ہیں

جوش اجابت کی بوقت دعا بود
زاں گونہ نالہ ایم نشنید است مادرم

دعا کے وقت جو تڑپ مجھ میں پیدا ہوتی ہے، وہ مجھے بے اختیار کر دیتی ہے اور میں اس قدر الحاد و گریہ زاری کرتا ہوں کہ میری ماں نے بھی بچپن میں جبکہ رونے کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ہوتا میرا ایسا رونا نہیں سنا۔

فانصرنا علی القوم الکافرین

...... اس دعا کو صبح اور شام دہرایئے۔

خدا کے حضور روئیں

آپ لوگوں کو شاید خدا کی باتیں دور معلوم ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کو خدا کا ذکر ایک دور بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر خدا کے افضال کو جذب کرنا چاہتے ہو تو خدا کے آگے گرو، اور خوب گریہ زاری کرو۔ شاید بعض لوگ کہیں کہ ہم کیوں روئیں، کیا ہم رونے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ دوسری قومیں تو ہنسی خوشی میں اپنا وقت گزاریں اور ہم روتے رہیں، خوب غور کر کے دیکھ لیجئے کیا یہ اسی ہنسی کا نتیجہ نہیں کہ آج تمام قومیں ہلاکت کے گڑھے کے کنارے کھڑی ہیں۔ جس ہنسی سے ہلاکت ملتی ہے اس سے بچو اور جس رونے سے نجات ملتی ہے بلکہ ساری دنیا کو نجات ملتی ہے اس کی طرف دوڑو دیکھئے خدا کے نزدیک تمام نسل انسانی ایک ہے۔ اگر اس میں سے بعض افراد بھی رونے والے نکل آئیں۔ تو وہ تمام قوم کو ہلاکت سے بچانے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ غور کیجئے آج قومیں آخر کن چیزوں میں خوشی محسوس کرتی ہیں۔ یہ کم بخت ناچ اور شراب نوشی یہ فی الحقیقت خدا کے غضب کو بھڑکانے والی چیزیں ہیں اور ان کا انجام ہلاکت ہے اگر آج نسل انسانی کو ہلاکت سے بچانا چاہتے ہو تو اٹھو اور خدا کے حضور گڑگڑاؤ اور روؤ، شاید تمہارے آنکھ کے پانی سے خدا کے غضب کی آگ ان پر ٹھنڈی پڑ جائے۔

ایک انقلاب

یہ بھی یاد رکھو خدا دنیا سے اتنا دور نہیں جتنا بعض لوگوں نے خیال کر رکھا ہے، وہ قریب ہے وہ انسانی قلوب پر تصرف بھی کر رہا ہے۔ آج دنیا کا بڑا حصہ اگر خدا سے بھاگ رہا ہے کچھ حصہ خدا کی طرف جھک بھی رہا ہے

حال ہی میں ایک عبر اخباروں میں چھپی ہے کہ امریکہ میں جہاں کے لوگ مال و دولت کے لئے دیوانہ ہیں ہزارہا لوگ ہفتہ میں سے دو دن نکال کر خدا کی یاد کرتے ہیں، یہ وہ ملک ہے جہاں سیم وزر کی کوئی انتہا نہیں ہر قسم کا آرام بھی میسر ہے لیکن اس کے باوجود ہفتہ اور اتوار کو اپنے تمام اشغال کو ترک کر کے وہ لوگ تنہائی کے گوشے میں خدا کی یاد کے لئے نکل آتے ہیں یہ نیویارک کے رہنے والوں کا قصہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں نوجوان دنیا کے ہر قسم کے تعلقات کو چھوڑ کر خدا کی یاد میں لگ جاتے ہیں کہ اسی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے یہ کیا چیز ہے ہمارے سید و مولا حضرت نبی کریم صلعم نے تو ہمیں ہر روز پانچ اوقات اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کی تلقین فرمائی ہے اپنی روزی کمانے کے ساتھ ساتھ خدا کے ساتھ تعلق لگانے کے لئے بھی ایک راہ بتادی ہے۔ آپ لوگوں پہ دو دفعہ حجت ہوچکی ایک بار حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ اور دوسرے حضرت مجدد زمان کے ذریعہ تو پھر تم کیوں خدا کے حضور نہیں جھکتے اور روتے۔

تبلیغ اسلام کی اہمیت

یہ مقدم جس پر اللہ تعالے نے تمہیں کھڑا کیا ہے کیا تم اپنی کوشش سے اس مقام کو حاصل کر سکتے تھے ہرگز نہیں۔ کون مسلمان ہے جو آج تبلیغ اسلام کی ضرورت سے بے خبر ہے۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے جو ہمارے ملک کی سیاست کے بیڈ ہیں انہوں نے بھی پچھلے دنوں فرمایا کہ ہمیں چاہیئے کہ ہم اسلام کی روشنی کو دنیا میں پہنچا دیں، ایک نہیں دو نہیں سب اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کی توفیق کسی کو نہیں ملتی۔ خوب یاد رکھئے یہ عظیم الشان خدمت صرف وہی لوگ سرانجام دے سکتے ہیں جن کا خدا کے ساتھ تعلق قائم ہو۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج ہر چیز کی یادگار بنانے میں بڑا روپیہ صرف کیا جارہا ہے لیکن ایک قرآن اور حضرت محمد صلعم ہیں کہ ان کی یادگار کو قائم کرنے کے لئے کسی کی بھی آنکھ نہیں اٹھتی اٹھی اور تم جو اس کام کے لئے نکلے ہو۔ اپنی پوری توجہ اس اہم کام کی طرف صرف کردو۔ غور کرو دنیا کیا مانگ رہی ہے اور تم کیا کر رہے ہو۔ آج دنیا خدا کے لئے پیاسی ہے۔ خدا کے نام کو ان تک پہنچانے میں پوری کوشش صرف کردو۔

ہمارے مخالفین اور ہم

ایک اور بات کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ واقعات کو اس نگاہ سے نہیں دیکھتے کہ آخر کام کیا ہو رہا ہے۔ یہ جو مختلف لوگ خدمت دین کا کچھ کام کر رہے ہیں یہ بھی فی الحقیقت اللہ تعالے نے تمہاری مدد کے لئے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ بھی آخر قرآن کریم کی محبت کو دوسروں میں پیدا کرنے کے دعویدار ہیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کو دیکھئے آج لوگوں کے دلوں میں جو ان کی محبت ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے، اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ انہوں نے شاعری میں قرآن کریم کو آگے کیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی انہیں اچھا کہتا ہے یا برا اسے جانے دیجئے اگر کوئی قرآن کو پیش کرتا ہے تو آخر کام تو تمہارا ہی کرتا ہے مت خیال کرو کہ اس نے تمہیں برا کہا یا کہنا پھرے تم اپنا کام کرتے جاؤ۔

واقفین زندگی

میں ان لوگوں کو بھی جو اپنی زندگیوں کو وقف کرنا چاہتے ہیں، یہ تلقین کرتا ہوں کہ وہ اپنے دلوں میں محض خدمت دین کا جذبہ لے کر آئیں۔ یہ مت خیال کریں کہ قوم ہماری عزت کرتی ہے یا نہیں۔ کسی قسم کی عزت کی فنا یا کوئی توقع لے کر نہ آئیں بلکہ اپنے اندر خدمت دین کا ایک جنون لے کر آئیں۔ ہاں یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان لوگوں کی عزت کریں۔ ہماری جماعت میں یہی چھوٹا سا گروہ ہے جس سے آج اسلام کی روشنی دنیا میں پھیل رہی ہے۔

نصرت دین

ہاں تو میں نے کہا نصرت دین کے لئے خدا کے آگے گرو۔ میں تمہیں کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں ہماری جماعت کی قوت کا باعث کوئی اموال نہیں۔ بلکہ جماعت کی قوت کا اصل موجب وہ لوگ ہیں جو خدا کے آگے گرتے ہیں اور اس سے مدد طلب کرتے ہیں۔ میں تمہیں یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ خدا تعالے یقیناً ایسے شخص کو جو اس کے حضور گرتا ہے اور بار بار گرتا ہے بالآخر قبول کر لیتا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ''نماز اور ترقی کی تین راہیں'' پر تبصرہ

''نماز اور ترقی کی تین راہیں''

از جناب مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ تقطیع چھوٹی، ضخامت ۵۲ صفحات، کاغذ، کتابت، طباعت، بہتر قیمت تحریر نہیں۔ پتہ:۔ منیجر دارالکتب اسلامیہ نمبر ۱۰۰ اعظم پورہ ملک پیٹھ حیدر آباد دکن

اسلام میں نماز راس العبادت ہے، اور قرآن مجید و احادیث نبوی میں بھی اس کے بڑے بڑے فضائل اور دینی و دنیوی برکات بیان کئے گئے ہیں: بہت سے علماء نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس کی تشریح و تفصیل بیان کی ہے، مولانا محمد علی لاہوری نے بھی نماز کی حقیقت اور اس کے فوائد و ثمرات پر ایک تقریر کی تھی، اسکو کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے، اس میں مقرر نے نماز کے ارکان اور اس کی دعاؤں کے اسرار و حکم یا موجودہ اصطلاح میں اس کے فلسفہ کی روشنی میں دکھایا ہے کہ نماز ہی مسلمانوں کی ہر قسم کی روحانی اور مادی فلاح کا ذریعہ ہے، اس سے انفرادی تطہیر و تزکیہ بھی حاصل ہوتا ہے، اجتماعی و قومی فلاح و سعادت بھی اور رزق و سداقت کا اعلاء بھی اصل مقصود ہے۔ مصنف کا نقطۂ نظر اور تشریحات خالص دینی ہیں، لیکن اتنی نفسیاتی اور دلنشین ہیں کہ اس سے عقل پرست بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اس حیثیت سے یہ کتاب خصوصیت کے ساتھ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے مطالعہ کے لائق ہے، البتہ ایک دو مقاموں پر کھٹک پیدا ہوگی مثلاً فصل لربک، وانحر میں، ''نحر'' یعنی جانوروں کی قربانی کے معنی ایثار و قربانی یعنی SACRIFICE لئے گئے ہیں، جو محل نظر ہے، دوسرے ''رفع'' کی تشریح میں مصنف نے حضرت عیسیٰ کے رفع کے متعلق اپنے عقیدہ کی تبلیغ کر دی ہے جس کا یہ محل نہیں تھا اس لئے یہ رسالہ عام مسلمانوں کے فائدہ کا ہے، لیکن اس سے اس رسالہ کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(معارف)

۲۔ نماز مسلمانوں کی دینی فلاح ہی کی نہیں بلکہ دنیاوی ترقی کی بھی ضامن ہے۔ رسالہ ہذا میں جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اسی موضوع کو نہایت خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے۔ رسالہ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لئے مفید ہے رسالہ کے مطالب کو ذیل کے چند عنوان ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں:۔

۱۔ نماز انفرادی اور اجتماعی ترقی کے علاوہ ایک تیسری ترقی کا راستہ بھی کھولتی ہے۔

۲۔ نماز پست خواہشات کو دبانے اور بلند خواہشات کو پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

۳۔ نماز سے عظمت الٰہی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ رکوع اور سجدہ عظمت اور علو کو حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

۵۔ نماز غذائے روح ہے۔

۶۔ نماز سب مسلمانوں کے لئے خدا کی مدد طلب کرنا سکھاتی ہے امید ہے اس رسالہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائیگا۔ اس سے نہ صرف تبلیغ نماز میں مدد ملے گی۔ بلکہ مسلمانوں کی عام حالت کی اصلاح بھی اس سے ہو سکے گی اور جو خوف و ہراس ان پر اس وقت طاری ہے اس کا بھی ازالہ ہو سکے گا۔

روزنامہ ''تنویر'' لکھنؤ۔ ۲۶ مارچ ۵۰ء

۳۔ تقریر بر موقع جلسہ سالانہ ۴۸ء از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔ صفحات ۵۲ غیر مجلد۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔

زیر نظر رسالہ ''نماز'' ہر قسم کے عیوب سے مبرا ہے۔ اس میں مسئلہ کے ہر پہلو پر عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں جو اصحاب یہ رسالہ پڑھنا چاہیں وہ پہلے امام الہند مولانا آزاد کا رسالہ حقیقۃ الصلوٰۃ ضرور پڑھ لیں۔

(اخبار ''مدینہ'' بجنور (یو۔پی) ۲۱ مارچ ۵۰ء)

تحریک احمدیت اور علامہ اقبال

سید اختر حسین صاحب گیلانی ایم۔اے مولوی فاضل

(۲)

شاعرانہ فطرت

علامہ اقبال ایک عالی پایہ مفکر اور عظیم الشان شاعر تھے اور شاعرانہ فطرت کے تمام خصائص کامل ترین صورت میں ان کے اندر جلوہ گر تھے۔ شاعر ایک عام آدمی سے بہت زیادہ داخلی اور خارجی کیفیات سے متاثر ہوتا ہے۔ اگر ذرا سی بات اس کی افسردگی کا موجب ہو جائے تو وہ عین موسم بہار میں کائنات کے ایک ایک ذرہ کو افسردہ محسوس کرنے لگتا ہے اور اگر اس کی طبیعت پر کسی مسرت کا اثر ہو تو موسم خزاں اسے ابر بہار سے زیادہ پُرلطف نظر آتا ہے۔ وہ معمولی سی راحت پر جنت کی آسائشوں کو قربان کرنے کا اعلان کر دیتا ہے اور ذرا سی تکلیف جسے دوسرے لوگ محسوس نہیں کرتے وہ اسے عذاب جہنم سے بھی بدتر معلوم دینے لگتی ہے۔ وہ اپنی طبیعت کو اس قدر حساس بنا لیتا ہے کہ ممکن ہے بعض اوقات بڑی سے بڑی راحت ملنے پر بدرجہ کا دکھ اور کسی کی بڑی سے بڑی خوبی (بالخصوص رقیب کی) اسے دنیا جہان کی برائیوں سے زیادہ بری نظر آنے لگے۔ سب سے بہتر شعر وہ اس وقت کہتا ہے جب وہ اعلیٰ عقلی قویٰ کو جواب دے کر داخلی جذبات و کیفیات یا خارجی مناظر اور ہنگامی محرکات کے سامنے بےحس و حرکت اثرپذیری کے لئے تیار ہو جاتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ شاعرانہ طبیعت ایسے مواقع پر اثرپذیری کے لئے خودبخود مجبور ہو جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا تخیل سائنسدان اور فلسفی کے تخیل کے برعکس بجائے اشیاء کے حقائق اور ان کی غرض و غایت پر غور کرنے کے ایسا طریق اختیار کرتا ہے جس سے ہم تھوڑی دیر کے لئے لطف اندوز تو ضرور ہو سکتے ہیں۔ مگر اس سے ہماری زندگی کے بلند مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ اگر شاعرانہ فلسفہ "ہلال نو" کو عروس شام کی بالی قرار دے۔ تو اس سے ہمارے اندر مسرت زا کیفیت تو ضرور پیدا ہوتی ہے۔ مگر چاند کی حقیقت اس بیان سے نہیں بدل سکتی۔

شاعر کبھی تو ہنگامی کیفیات سے متاثر ہو کر ایک چیز کی انتہائی مذمت کر بیٹھتا ہے اور کبھی اس چیز کو سب سے زیادہ قابل توصیف سمجھنے لگتا ہے۔ ہر آن اس کے قلب و دماغ جدید اور بعض اوقات پہلے سے متضاد واردات کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ اور وہ خود وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی متضاد کیفیات اور دات، یا اقوال و بیانات میں کونسے صحیح ہیں اور اسی لئے اس کی عملی قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اندریں حالات کوئی سائنسدان فلسفی یا ماہر عمرانیات محض اس کے بیانات پر اعتماد کر کے دنیا کی رہنمائی کے لئے اپنے نظریات کی تخلیق نہیں کر سکتا۔

شاعرانہ فطرت اور فلسفیانہ فطرت میں کچھ بنیادی اختلافات ہیں اور ایک شخصیت میں ان کا امتزاج شاذ و نادر ہی کبھی ہوتا ہے ایک مرتبہ ایک مقابلے کے امتحان میں ایک سوال آیا تھا کہ:-

"ثابت کرو، اقبال بحیثیت شاعر، اقبال بحیثیت فلسفی سے برسرپیکار رہتا ہے۔ اور اس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے"

اور یہ ایک حقیقت ہے، کیونکہ اگر فلسفی کی یہ خصوصیت ہے کہ ہنگامہ خیزی سے مجتنب ہو کر کسی چیز کی حقیقت، ماہیت اور علت غائیہ پر نظر رکھے تو شاعر حقیقت و ماہیت سے اعراض کر کے ہنگامہ کی رو میں بہنا یا بہانہ چاہتا ہے، قرآن مجید جو خود خالق فطرت کا کلام ہے جسے شاعرانہ فطرت کے نشیب و فراز کا کامل علم ہے۔ شاعرانہ فطرت کی اس بنیادی کمزوری کو بکمال بلاغت آشکارا کرتا ہے۔

والشعراء یتبعھم الغاوٗن ۝ الم تر انھم فی کل واد یھیمون ۝ و انھم یقولون ما لا یفعلون ۝ الا الذین امنوا و عملوا الصلحت و ذکروا اللہ کثیراً و انتصروا من بعد ما ظلموا ط و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

ترجمہ:- اور شاعر ــــــــ انکی پیروی تو گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ ہر وادی میں گرداں پھرتے ہیں (یعنی اچھے مضامین ہی نظم نہیں کرتے برے بھی کرتے ہیں۔ ایک وقت ایک بات کی تعریف کرتے ہیں تو دوسرے وقت اس کی مذمت بھی کر دیتے ہیں۔ نیکی کا سبق دیتے ہیں تو بدی کے تاریک پہلوؤں کی طرف بھی راہنمائی کر دیتے ہیں۔ لہذا ان سے عمل کی توفیق چھین جاتی ہے) اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اور اللہ کا بہت ذکر کیا۔ اور اس کے بعد جو ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ بدلہ چاہا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔

قرآن مجید نے نہ صرف شاعرانہ فطرت کی نفسیات سے آگاہ کیا ہے بلکہ اس کے نقائص کا علاج بھی بتا دیا ہے کہ یہ نقائص صرف ایمان کامل، عمل صالح اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے دور ہوتے ہیں ان صفات کی کمی یا ان میں سے کسی ایک صفت کی کمی شاعر کی اتباع کو موجب خسران بنا دیتی ہے یہ ایمان کامل عمل صالح اور ذکر الٰہی کی کثرت تھی جس نے مولانا جلال الدین رومی کی شاعری سے خدا رسیدہ بزرگوں کا ایک طبقہ پیدا کیا۔ لیکن معلوم نہیں اس کا باعث دور حاضرہ کی مسموم فضا ہے یا اقبال کی شاعری کہ جو طبقہ صبح سے شام تک اقبال کے کلام پر سر دھنتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہیں غم ملت فنا کر رہا ہے۔ اس کی عملی حالت یہ ہے کہ نہ صرف ارکان اسلام کی بجا آوری سے غافل ہے بلکہ ان لوگوں پر استہزا کرنے لگتا ہے۔ جو ان کی بجا آوری میں سبقت کرتے ہیں۔ تعلق باللہ۔ سحر خیزی، سجدہ ریزی۔ دعا و بکاء۔ عفت و عصمت۔ اکل حلال۔ صرف الفاظ کا نام رہ گیا ہے جن سے زبان ضرور لطف اندوز ہوتی ہے مگر افسوس کہ حلق سے نیچے نہیں اتر سکتے۔

قرآن مجید نے ایک اور غلطی کا بھی ازالہ فرما دیا ہے۔ جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ میں پیغمبر اور شاعر کے فرق کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ کوئی تو پیغمبر اور شاعر کو ہم معنی الفاظ قرار دیتا ہے اور کوئی "شاعری جزویست پیغمبری" کا مصرعہ سنا کر شاعری کو جزو نبوت قرار دیتا ہے۔ مگر قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے کہ پیغمبر چونکہ تزکیہ قلوب اور اصلاح حیات کے لئے آتا ہے اس لئے اس کی فطرت کو شاعرانہ فطرت سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی وما علمنٰہ الشعر و ما ینبغی لہ ط ان ھو الا ذکر و قرآن مبین (یٰس)

علامہ اقبال کی شاعرانہ فطرت کی رنگا رنگیوں کا بیان کرنے کے لئے چند امثلہ کا ذکر کرنا بے سود نہ ہو گا۔

خلافت

کبھی تو آپ فرماتے ہیں کہ

"تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"
(بانگ درا)

ــــ

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

لیکن جب پنڈت جواہر لال نہرو ترکوں کے اس فعل پر معترض ہوتے ہیں تو علامہ اپنے بیان "احمدازم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ ترک خلافت کی قبا چاک کرنے میں حق بجانب تھا۔

"IT IS ONLY THE SPIRIT OF ISLAM THAT HAS WORKED THROUGH ATATURK"

بلکہ یہ تو اسلامی روح ہی ہے جس نے اتاترک کے ذریعہ خلافت مٹانے کا قابل توصیف کارنامہ کیا! (ملاحظہ ہو اسلام اینڈ احمدازم صفحہ ۳۸ شائع کردہ انجمن خدام الدین لاہور مطبوعہ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء)

وطنیت

ایک وہ زمانہ تھا۔ جب علامہ نے "ترانہ ہندی" لکھا۔ نظریہ وطنیت کی نشر و اشاعت کی۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنے مخصوص عقاید کو خیرباد کہکر "متحدہ قومیت" اور ایک "نئے شوالے" کی طرف دعوت دی اور اپنی مشہور نظم "نیا شوالہ" میں برہمن کو دیتا

بتلانے کا ان الفاظ میں اعلان فرمایا:-

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے
اپنوں سے بیر رکھنا تو نے بتوں سے سیکھا
جنگ و جدل سکھایا واعظ کو بھی خدا نے
تنگ آ کے میں نے آخر دیر و حرم کو چھوڑا
واعظ کا وعظ چھوڑا چھوڑے ترے فسانے
پتھر کی مورتی میں سمجھا ہے تو خدا ہے
خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے
آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں
سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامان آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

تنگ آ کر دیر و حرم کو خیرباد کہہ دیا تھا اور وطن کو شوالہ بنا کر بھگتی شروع کر دی تھی کہ کچھ اللہ کے بندے نظر آئے جو قرآن مجید کے حریت اخوت و مساوات کے پیغام کو بیان کر رہے تھے اور مغربی اقوام کے مذاہب اور ان کے اجتماعی تصورات پر آزادانہ تنقید کر رہے تھے۔ اقبال کو یہ پیغام پسند آیا، غفلت کے پردے ایک بار پھر نگاہوں سے ہٹ گئے آپ زنار توڑ کر شوالہ سے باہر آ گئے اور بیان کیا:-

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

پھر فرمایا:-

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے
(بانگ درا)

ایک موقعہ پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ:-

"جس طرح قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کی اختراع کا اذکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس کی انتہا نبوت محمدیہ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار ہے بعینہٖ وطنیت کا نظریہ بھی امت مسلمہ کی بنیادی سیاست کے کامل و اکمل ہونے سے انکار کی راہ کھولتا ہے۔

(مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے بیان پر تبصرہ از علامہ اقبال، روزنامہ احسان لاہور - ۵ مارچ ۱۹۳۸ء)

خیال ہو سکتا تھا کہ یہ ایک بہتر تبدیلی تھی لیکن جب پنڈت جواہر لال نہرو نے ترکی کی "وطنیت" پر اعتراض کیا علامہ نے فرمایا:

"AN MAJORITY COUNTRIES ISLAM ACCOMMODATES NATIONLISM"

کہ جن ممالک میں مسلمان اکثریت میں ہیں، وہاں اسلام "وطنیت" کی اجازت دیتا ہے۔

(اسلام اینڈ احمدازم صفحہ ۴۲)

ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ علامہ کے پاس قرآن و سنت سے کون سے بینات تھے جن کی بنا پر وہ اسلامی ممالک میں "نیا شوالہ" قائم کرنا جائز سمجھتے تھے اور یہ خیال فرماتے تھے کہ اسلامی ممالک میں وطن کو دیوتا بنانے سے اس کا پیرہن مذہب کا کفن ثابت نہیں ہوگا۔ یا اگر اہل قادیان جنہیں خود علامہ اقبال نے وطن پرست مسلمانوں کے مماثل قرار دیا ہے یہ اعتراض کریں کہ اگر اسلامی حدود میں "وطن پرستی" غیر مستحسن چیز نہیں تو اسلامی حدود میں جدید نبوت کیونکر غیر مستحسن ہے تو علامہ کے پاس اس کا کیا جواب ہوتا —— مگر پنڈت نہرو کو جواب دیتے وقت علامہ کو یہ خیال نہ تھا کہ اصول کا تقاضا کیا ہے۔ کوشش یہ تھی کہ ایک مسکت جواب تیار ہو جائے۔

فرنگی مدنیت

علامہ اقبال نے فرنگی مدنیت کی بہت مذمت کی ہے۔ لیکن ترکوں پر فرنگی مدنیت کے اثرات کی معذرت کرتے ہوئے پنڈت نہرو کو جواب دیا کہ ترکوں نے لباس میں جو اصلاحات کر لی ہیں وہ شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ شریعت نے کوئی لباس تجویز ہی نہیں کیا۔

(احمدازم صفحہ ۳۷)

اور اس جوش میں علامہ یہ حقیقت بھی نظر انداز فرما گئے کہ اسلام نے لباس کی کچھ حدود مقرر کی ہیں۔ اور ترک خواتین نے فرنگی اثرات کے ماتحت جو نیم برہنگی اختیار کی ہے۔ اس کی اجازت اسلام نے کبھی نہیں دی۔ علامہ خود بھی جب ان مسائل کو فلسفیانہ انداز میں لیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے:-

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس حجاب محمل سے
محمل جو گیا عزت بھی گئی غیرت بھی گئی لیلیٰ بھی گئی

ملا اور ملاحدہ

جب یہ اعتراض ہوا کہ اتاترک نے علما کے ہاتھ سے مذہبی راہنمائی کی باگ ڈور چھین لی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ:-

"ملا کو عوام کی مذہبی زندگی سے الگ کرنے میں اتاترک نے وہ خدمت کی ہے جس سے ابن تیمیہ یا شاہ ولی اللہ کا دل مسرور ہوتا۔"

(احمدازم صفحہ ۲۶)

ہمیں ملا کی حمایت کی ضرورت نہیں لیکن یہ تعجب ضرور ہے کہ ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ اتاترک کی اس "خدمت" سے کیسے خوش ہوتے، کیا اس بات پر کہ ملا کی بجائے مغرب زدہ اور دہریہ منش لوگوں کو اقتدار حاصل ہو رہا ہے جن کے نزدیک شراب اور رقص و سرود کی محفلوں کی اہمیت ان فرائض منصبی سے زیادہ ہے جن کی طرف ملا غیر معقول طریقہ سے توجہ دلاتا تھا۔ علامہ اقبال اس پر مستزاد کرتے ہیں:-

THERE IS A TRADITON OF THE HOLY PROPHET REPORTED IN THE MISHKAT TO THE EFFECT THAT ONLY THE AMIR OF THE MUSLIM STATE AND THE PERSON APPOINTED BY HIM ARE ENTITLED TO PREACH TO THE PEOPLE. I DO NOT KNOW WHETHER ATATURK KNEW OF THIS TRADITIOIN YET IT IS STRIKING HOW THE LIGHT OF HIS ISLAMIC CONSCIENCE HAS ILLUMINED THE ZONE OF HIS ACTION IN THIS IMPORTANT MATTER

کہ مشکوٰۃ میں ایک حدیث نبوی ہے جس کے مطابق صرف امیر یا امیر کے مقرر کردہ اشخاص ہی دینی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ معلوم نہیں اتاترک کو یہ حدیث کبھی معلوم ہوئی یا نہیں۔ لیکن کتنی بڑی بات ہے کہ اس کے اسلامی شعور کی روشنی نے کس طرح اس اہم مسئلہ میں اس کے دائرہ عمل کو منور کر دیا۔

(احمدازم صفحہ ۳۷)

گویا اس حدیث کے مطابق جیسا کہ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو دینی رہنمائی کا حق حاصل تھا۔ اسی طرح یزید بن معاویہ، واجد علی شاہ، محمد شاہ رنگیلا اور دنیا جہان کے مسلمان حکمرانوں کو چاہیئے کہ وہ کسی قماش کے ہوں دینی قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیکر من مانی کارروائیاں کرنا بالکل درست ہے یزید کا اہل بیت رسالت پر مظالم توڑنا اس لئے روا ہے کہ اس کے دائرہ عمل کو نور ایمان نے حدیث مشکوٰۃ کے مطابق منور کر دیا تھا امیر معاویہ نے جب ملوکیت کی بنیاد رکھی تو یہی غدا یان کے نور ایمان نے ہی ان کے دائرہ عمل کو منور کیا تھا۔ تعجب یہ ہے کہ خود علامہ اقبال اسی بیان کے دوران میں ملوکیت، اسلامی ترقی کے راستہ میں روک قرار دے چکے ہیں اور فرما چکے ہیں کہ جمال الدین افغانی مرحوم نے اس لعنت کو دور کرنے کی کوشش کی۔ پنڈت نہرو کے جواب میں علامہ کا یہ ارشاد کرنا کہ ہر مسلمان حاکم کو چاہیئے وہ اسلامی نظام حکومت کا امیر ہو یا غیر اسلامی نظام حکومت کا خواہ اس کی سیرت اسلام کے معیار اخلاق پر پوری اترتی ہو، یا اس سے دور کی بھی نسبت نہ رکھتی ہو، خواہ وہ قرآن و سنت کے مقاصد پر اطلاع رکھتا ہو یا اس سے بے خبر محض ہو، اس کا دینی سیادت کی عنان ہاتھ میں لیکر جو جی میں آئے کر گذرنا عین منشائے اسلام ہے —— ایک ایسا عذر گناہ ہے کہ اگر ہر امیر ملت نے علامہ کے اس ارشاد پر عمل کیا، تو الحاد و بیدینی کا وہ عظیم الشان سیلاب بہہ نکلے گا جو شاید اس قرآن و سنت کے وجود کو بھی بہا کر لے جائے جس سے وہ فرنگی مدنیت کے طلسم میں گرفتار ہو کر، اس مدنیت کے اشارے کے مطابق تاویلات رکیکہ کر رہے ہیں۔

جن افراد کو دینی سیادت کا حق حاصل ہے قرآن و حدیث میں ان کی کچھ صفات بھی مذکور ہیں، ایک صفت یہ بھی ہے:-

الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ط وللہ عاقبۃ الامور ہ (الحج ۴۱) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں غلبہ دیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھی باتوں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے۔

کہاں اتاترک اور ہیچ قسم دیگر مسلم فرمانروا اور کہاں یہ بلند مقام!

ملوکیت

علامہ اقبال نے ملوکیت کی نہایت فلسفیانہ طور پر تردید کی ہے کہ انہوں نے عوام میں مسلمان بادشاہوں کے خلاف انقلابی جذبہ پیدا کیا۔ حضرت مرزا صاحب پر بھی آپ کا اس سلسلہ میں اعتراض ہے کہ آپ نے سلاطین پرستی سکھلائی، لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ علامہ کی شاعرانہ فطرت کس طرح اس کے فلسفہ سے نجات حاصل کرتے ہوئے انہیں سلاطین کی تعریف میں رطب اللسان بنا دیتی

سنہ ۱۹۱۴ء میں جب پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی تو علامہ نے بادشاہ جارج خامس آنجہانی کی شان میں ذیل کا قصیدہ نظم کیا۔

"اعلیحضرت ملک معظم کے پیغام میں ہندوستان کا جواب"

اے تاجدار خطۂ جنت نشان ہند
روشن تجلیوں سے تری خاوران ہند
محکم ترے قلم سے نظام جہان ہند
تیغ جگر شگاف تری پاسبان ہند
ہنگامۂ وغا میں میرا سر قبول ہو
اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو

تلوار تیری دہر میں نقاد خیر و شر
بہرد ز، جنگ توز، جگرسوز، سینہ در
رایت تیری سپاہ کا سرمایۂ ظفر
آزادہ، پرکشادہ، پری زاد، یم سپر
سطوت سے تیری پختہ جہاں کا نظام ہے
ذرے کا آفتاب سے اونچا مقام ہے

آزادئ زبان و قلم ہے اگر یہاں
سامان صلح دیر و حرم ہے اگر یہاں
تہذیب کاروبار امم ہے اگر یہاں
خنجر میں تاب تیغ میں دم ہی اگر یہاں
جو کچھ بھی ہے عطائے شہ محترم ہے یہ
آباد یہ دیار ترے دم قدم سے ہے

وقت آگیا کہ گرم ہو میدان کارزار
پنجاب ہے مخاطب پیغام شہریار
اہل وفا کے جوہر پنہاں ہوں آشکار
معمور ہو سپاہ سے پہنائے روزگار
تاجر کا زر ہو اور سپاہی کا زور ہو
غالب جہاں میں سطوت شاہی کا زور ہو

دیکھے ہیں میں نے سینکڑوں ہنگامۂ نبرد
صدیوں رہا ہوں میں ہی وادی کا راہ نورد
طفل صغیر بھی میرے جنگ آزما ہیں مرد
ہوتے ہیں ان کے سامنے شیروں کے رنگ زرد
میں نخل ہوں وفا کا محبت ہے پھل میرا
اس قول پر ہے شاہد عادل عمل میرا

ہندوستان کی تیغ ہے فتاح ہفت باب
خونخوار، لالہ بار، جگردار، برق تاب
بیباک، تابناک، گہر پاک، بے حجاب
دلبند، ارجمند، سحر خندہ سیم ناب
یہ تیغ دلنواز اگر بے نیام ہو
دشمن کا سر ہو اور سودائے خام ہو

اہل وفا کا کام ہے دنیا میں سوز و ساز
بے نور ہے وہ شمع جو ہوتی نہیں گداز
پنہاں ہے موت کے ہے نہاں زندگی کا راز
سرمایۂ حقیقت کبریٰ ہے یہ مجاز
سمجھو تو موت ایک مقام حیات ہے
قوموں کے واسطے یہ پیام حیات ہے

اخلاص بے غرض ہے صداقت بھی بے غرض
خدمت بھی بے غرض ہے، اطاعت بھی بے غرض
عہد و وفا و مہر و محبت بھی بے غرض
تخت شہنشہی سے عقیدت بھی بے غرض
لیکن خیال فطرت انسان ضرور ہے
ہندوستان پہ لطف نمایاں ضرور ہے[1]

اگرچہ یہ سچ ہے کہ علامہ اقبال کے کلام کا ایک معتدبہ حصہ زمانہ کی نظروں سے مخفی یا محو ہو گیا ہے لیکن جو کچھ محفوظ رہ گیا ہے اس میں سے اقبال کا یہ بلند پایہ شاہکار بھی ہے جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت ہی نہیں۔ ہر شخص اس نظم کو پڑھکر بآسانی اقبال کی سیرت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب ادبیات یا نفسیات کے کسی عالم نے اقبال کے کلام پر نقد و تبصرہ کا بیڑہ اٹھایا اور اقبال کا تمام کلام دنیا کے سامنے آگیا تو دنیا خود اندازہ لگا لے گی کہ علامہ اقبال کی اصل حقیقت کیا تھی اور تحریک احمدیت کے خلاف ان کے بیانات کس قدر اخلاص مندی پر مبنی تھے ——

یہاں صرف اس قدر ذکر کرنا مناسب ہے علامہ کے جذبہ سرفروشی کو خداوندان فرنگ نے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس سرفروشی کے عوض آپ کو جنگ عالمگیر کے اختتام پر "سر" کے خطاب سے نوازا گیا۔

سلاطین پرستی کی اور مثال سنئے جب علامہ نے "پیام مشرق" لکھی تو اس کا بالفاظ ذیل آغاز فرمایا:۔

پیشکش بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان فرمانروائے دولت مستقلہ خلد اللہ ملکہٗ و اجلالہٗ" اور پھر امیر موصوف کی شان میں قصیدہ لکھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:۔

اے امیر کامگار اے شہریار
نوجوان و مثل پیران پختہ کار

امیر امان اللہ خان دولت مستقلہ کو چھوڑ کر چلے گئے تو آپ نے نادر شاہ اور ان کے شہید ہو جانے کے بعد ظاہر شاہ کی مدح سرائی۔ اپنی مثنوی "مسافر" میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:۔

خطاب بہ پادشاہ اسلام اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ ایدہ اللہ بنصرہ

حالانکہ بقول علامہ اسلام میں کوئی بادشاہ ہو سکتا ہی نہیں پھر آپ اپنا قصیدہ بالفاظ ذیل شروع فرماتے ہیں:۔

اے قبائے پادشاہی بر تو راست
سایۂ تو خاک ما را کیمیا ست
خسروی را از وجود تو عیار
سطوت تو ملک و دولت را حصار

علامہ کی جد و جہد رائیگاں نہ گئی اور بالآخر ان قصائد کی تصنیف کا مقصد پورا ہو گیا اور آپ کا دامن زر و جواہر سے بھر دیا گیا، لیکن اس کے باوجود آپ حضرت مرزا صاحب پر تلمیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اسکی
جو مسلمان کو سلاطیں کا پرستار کرے

اور علامہ کو قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے جوش میں متناقض بیانات دے رہے ہیں۔ علامہ خود بھی شعر و فلسفہ اور دین و سیاست میں امت کی امامت اور رہنمائی کے مدعی ہیں، جب ان کا اپنا یہ حال ہو کہ ان کی عمر ہی "خسرو پرستی" میں گذری تو ظاہر ہے علامہ کی امامت ملت بیضا کے لئے کتنا بڑا فتنہ ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ وہ اگر شہنشاہ جارج خامس کے حضور "سر" کا نذرانہ پیش نہ کرتے اور ان کا عمل شاہ پرستی پر اس طرح شہادت نہ دیتا تو قرآن مجید کا یہ ارشاد کیسے پورا ہوتا کہ "شاعر جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے"

یاد رہے کہ حضرت مرزا صاحب نے قطعاً "سلاطین پرستی" نہیں سکھائی وہ کتاب و سنت کی تعلیم کے مطابق تمام "پرستشوں" سے آزاد کرانے کے لئے آئے تھے، وہ شخص جس کی نگاہ مادی سیاسیات میں الجھی ہوئی ہو اس کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ "سلاطین پرستی" سے نجات دلانا ہوتا ہے لیکن جو شخص انوار الٰہیہ سے فیضیاب ہے وہ سب سے بڑا مسئلہ "شیطان پرستی" سے نجات دلانے کو قرار دیتا ہے۔ انبیاء و مامورین، دلوں پر نقش لا الہ الا اللہ قائم کرنے آتے ہیں۔ جب قلوب شیطان کی حکومت سے آزاد ہو جائیں تو "سلاطین پرستی" سے بھی نجات مل جاتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ "سلاطین پرستی" سے نجات ملنے کے بعد شیطان پرستی سے بھی نجات مل جائے بلکہ اکثر حالت یہی ہے کہ حریت کے وہ علمبردار جن کو دین سے کم واسطہ ہوتا ہے۔ شیطان کے پنجہ میں گرفتار ہوتے ہیں یا حصول آزادی کے بعد ہو جاتے ہیں "سلاطین پرستی" سے آزادی ایک نہایت ادنیٰ نصب العین ہے اور حضرت مرزا صاحب کی نظر ایک بہت بلند مقصد پر تھی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے مثیل تھے اور انہی کی طرح دلوں پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے آئے تھے۔ آپ کا انگریز سے جہاد بالسیف نہ کرنا اگر "سلاطین پرستی" تھی، "برگ حشیش" تھا۔ کیونکہ بقول علامہ ہے

وہ نبوت ہے مسلماں کیلئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ علامہ کا ان کثیر التعداد انبیاء و مامورین کے عمل کے متعلق کیا عقیدہ ہوگا جنہوں نے کافر حکومتوں کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا۔ بلکہ بعض اوقات ان حکومتوں کے امور مہمہ کو سرانجام دیا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کی حکومت میں۔ باقی — باقی۔

---

[1] حاشیہ۔ یہ نظم علامہ نے پہلے پنجاب یونیورسٹی ہال لاہور میں ترنم سے پڑھکر سنائی۔ پھر یہ اخبار "حق" لاہور اور رسالہ زمانہ کانپور میں شائع ہوئی بعد ازاں علامہ نے ۱۹۱۴ء کی جنگ عالمگیر کے اختتام پر اپنی کتاب "ہندوستان اور جنگ عالمگیر" کے صفحہ ۱۶۲ پر اسے بتمام و کمال شائع کر دیا۔ کتاب "ہندوستان اور جنگ عالمگیر" مفید عام پریس لاہور میں چھپی اور رائے صاحب گلاب سنگھ اینڈ سنز لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے۔ اس کا ایک نسخہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی لائبریری میں موجود ہے۔

اشتہار مشعر حکم حاضری مدعا علیہ
(زیر آرڈر ۹ - قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم ایس سی۔ ایل ایل بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ۔

نمبر مقدمہ ۶۸ بابت سنہ ۱۹۵۰ء

حاجی حضور بخش ولد اصل خان بردہی سکنہ بروری روڈ کوئٹہ مدعی

بنام

ڈاکٹر ترلوک چند دندان ساز سکنہ انڈرسن روڈ کوئٹہ۔ مدعا علیہ

دعویٰ مبلغ ۸۰۰/- روپیہ

بنام

ڈاکٹر ترلوک چند دندان ساز اینڈرسن روڈ کوئٹہ۔

مقدمہ مندرجہ بالا میں مدعا علیہ مسمی ڈاکٹر ترلوک چند مذکور بطرف ہندوستان چلا گیا ہے اور معمولی طور پر تعمیل سمنات ناممکن ہے اس لئے اشتہار ہذا بنام ترلوک چند مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۱۷ ماہ مئی سنہ ۱۹۵۰ء کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۲۱ ماہ اپریل سنہ ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم

تاریخ احمدیت کا روشن ستارہ

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو
در سینہائے مردم عارف مزار ماست

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

میں آج اپنی عقیدتمندی کے پھول اُس مزار مبارک پر چڑھا رہا ہوں جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک عالی مرتبہ فرزند خانبہادر میاں غلام رسول ؒ ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ہاں ان کی رُوح نے ایک نیا قالب، ورندگر حیات، جاوید کی پہلی منزل میں قدم رکھا ہے

آنکہ فانی چونکہ خود با او سپرد
گشت باقی دائم و ہرگز نمرد (رومیؒ)

میاں صاحب جیسا کہ احباب نے ان کے سوانح حیات پر اپنے تاثرات بیان فرمائے ہیں بہت بڑی خوبیوں کے مالک تھے آپ کی صحبت میں چند لمحے گذارنے سے آدمی محسوس کرنے لگتا تھا کہ وہ قرون اولیٰ کی کسی صالح ہستی کی مجلس میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں اس وقت کو کبھی نہیں بھولوں گا جبکہ غالباً سنہ ۱۹۳۱ء میں جماعت راولپنڈی کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت ڈاکٹر بشارت احمد ؒ و حضرت میاں غلام رسول صاحبؒ نے اس عاجز کے مکان کو (یہ مکان صدر میں ریلوے کالونی میں تھا) دو روزہ قیام سے رونق بخشی اور ایک حقیر اور ناچیز بندہ کی عزت افزائی فرمائی دوران قیام میں ان حضرات کے علوم و معارف سے بہت مستفید ہوا اور میں نے اپنے اندر ایک زبردست انقلاب محسوس کیا۔

آنچہ زر میشود از پرتو آں قلب سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبت درویشان است
(حافظؒ)

یعنی جس سے کھوٹا سکہ (سیاہ دل) خالص سونا بن جاتا ہے۔ وہ کیمیا ہے جو درویشوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

میاں صاحب اور قبلہ ڈاکٹر صاحب صاحبدل انسان تھے ہاں آپ وہ دل رکھتے تھے جو نور الٰہی سے منور محبت خالق و مخلوق سے لبریز اور خشیت اللہ سے بھرپور تھے جب کبھی مسائل دینیہ پر گفتگو فرماتے تو ایسے معلوم ہوتا کہ حقائق و معارف کا ایک چشمہ اندر سے جوش مار کر زبان حقیقت بیان کی نالی سے بہہ رہا ہے۔

الغرض تاریخ احمدیت کے یہ درخشندہ ستارے اپنے پیچھے کردار کا وہ بلند نمونہ چھوڑ گئے ہیں جو پسماندوں کے لئے دعوت عمل ہے ان بزرگان سلسلہ کے ارواح آج قوم کو اس طرح مخاطب فرما رہے ہیں۔

(۱) جہاں آں تو و تو ماندہ عاجز
ز تو محروم تر کس دیدہ ہرگز

(۲) چو مجنوں ساں بیک منزل نشستہ
بدست عجز پائے خویش بستہ

(۳) خلیل آسا بر و حق را طلب کن
شبے را روز روزے را شب کن

(۴) و یا چوں موسیٰ عمراں دریں راہ
برو تا بشنوی انی انا اللہ

(۵) ترا تا کوہ ہستی پیش باقی است
جواب لفظ ارنی لن ترانی است
(صاحب گلشن راز)

(۱) یہ سارا جہان تیرے لئے ہے اور تو عاجز ہے۔ تجھ سے زیادہ محروم کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(۲) تیلیوں کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھا ہوا۔ عجز و کسل کے ہاتھوں پابستہ ہے

(۳) اُٹھ اور خلیل اللہ کی طرح حق کی تلاش کر (اور اسے دنیا میں پہنچا ہاں) رات کو دن اور دن کو رات کر دے۔

(۴) یا موسیٰ و عمران کی طرح منزل سلوک طے کرتا کہ (مظاہر جسیہ میں حق کا مشاہدہ کرے اور درخت سے انی انا اللہ کی آواز سُنے

(۵) جب تک خواہشات نفسانی کے پہاڑ تیرے آگے حائل ہیں ارنی کا جواب لن ترانی ہی ملیگا۔

میں اس مضمون کو یادرفتگان کے بلند طریقہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے نہایت احترام کے ساتھ ان مقدس ارواح پر سلام و درود بھیجتے ہوئے ختم کرتا ہوں اور یاران طریقت کی خدمت میں حافظؒ کی زبان میں التجا کرتا ہوں

اے دل ار آب حیات ابدی میطلبی
منبعش خاک در خلوت درویشان است[۲]

زکوٰۃ کی ادائیگی

اخویم مکرم معظم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر مسلمان اس مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، یہ مہینہ شروع ہو چکا ہے اس لئے میں آپ کو اس ضروری فریضہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موقعہ پر یہ بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جہاں تک قرآن کریم اور سنت نبوی سے پتہ چلتا ہے کوئی شخص اس بات کا مجاز نہیں کہ زکوٰۃ خود بخود جہاں چاہے دے بلکہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ بیت المال میں جمع ہو اور بیت المال کے ذریعہ مستحقین کو دی جائے عام طور پر جو یہ دستور ہے کہ زکوٰۃ کے مہینہ میں مانگنے والے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور شہر بشہر زکوٰۃ مانگتے پھرتے ہیں اور دینے والے ان کو زکوٰۃ میں سے دیکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ یہ طریق صحیح نہیں اس سے مسلمانوں میں گداگری اور بیکاری بڑھ رہی ہے۔ زکوٰۃ کبھی اس طرح ادا نہیں ہوتی، قرون اولیٰ میں قرآن کے ارشاد کے مطابق حکومت کی طرف سے ایسے عامل مقرر کئے جاتے تھے جو زکوٰۃ وصول کر کے بیت المال میں جمع کرتے تھے، یہی سنت نبوی ہے، یہی خلفائے راشدین کا طریق ہے اور اسی طریق پر عمل کرنے سے مسلمان قوم کی تمام قومی و ملی ضروریات پوری ہو سکتیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہو سکتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ آپ بھی اپنی زکوٰۃ کو اپنے قومی ادارہ یا بیت المال میں جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے قائم کر رکھا ہے جمع کرائیں۔ انجمن تمام ان مصارف اور مدات پر اس روپیہ کو خرچ کرتی ہے جو قرآن کریم نے مقرر کئے ہیں۔

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ فریضۂ زکوٰۃ کی اہمیت آپ پر واضح کروں۔ آپ جانتے ہیں کہ زکوٰۃ ان پانچ ارکان اسلام میں سے ہے جن پر دین کی بناء رکھی گئی ہے۔ قرآن کریم میں نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم ہے۔ اقیموالصلوٰۃ واتواالزکوٰۃ جس سے صاف ظاہر ہے کہ نماز کے ذریعہ جو تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ قائم ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک عام لوگ صدقات و خیرات اور صاحب نصاب زکوٰۃ ادا نہ کریں۔

چندہ ماہوار زکوٰۃ نہیں، بلکہ جہاد کے حکم میں ہے، اور جہاد اور زکوٰۃ دو الگ الگ رکن ہیں اور دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ چندہ ماہوار سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو جاتی اور نہ زکوٰۃ سے چندہ یا جہاد کا رکن ادا ہو جاتا ہے، دونوں اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے جمع شدہ سرمایہ۔ تجارتی مال، زیورات اور جائداد وغیرہ کا جن پر زکوٰۃ واجب ہو حساب کر کے اور جو کچھ واجب ہو اسے اپنے قومی بیت المال میں جمع کرا دیں گے کہ اسی میں آپ کی قوم کی بہبود اور سرخروئی ہے، ہاں انجمن کے فیصلہ کے مطابق جو حدیث نبویؐ پر مبنی ہے، یہ آپ کو اختیار ہے کہ اپنی زکوٰۃ میں ایک چوتھائی یا تہائی رقم اگر چاہیں تو اپنے طور پر کسی مستحق کو دے دیں یا کچھ لٹریچر منگوا کر اسے خود مناسب جگہ پر تقسیم کر دیں۔ لیکن باقی رقم کا بیت المال میں آنا ضروری ہے۔ امید ہے آپ اس سے دریغ نہ فرمائیں گے اور ایسی تمام رقوم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھجوا کر مجھے بھی اس سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔ والسلام

خاکسار۔ مرتضیٰ خان
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

---

[۲] یعنی اے دل اگر ہمیشہ کے لئے آب حیات کا خواہشمند ہے تو اس کا منبع درویشوں کے خلوت گاہ کے دروازوں کی خاک ہے۔

درجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — فون نمبر ۳۷۸۷

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ رجب ۱۳۶۹ھ — ۱۰ مئی ۱۹۵۰ء — نمبر ۱۹

محبت — بجز خدا اور اسکے صلحاء کے دوسروں سے ناجائز ہے

مجددِ زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود

محبت ایک عربی لفظ ہے اور اصل معنے اس کے پُر ہو جانا ہے۔ چنانچہ عرب میں یہ مثل مشہور ہے کہ تحبب الحمار۔ یعنی جب عربوں کو یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ گدھے کا پیٹ پانی سے بھر گیا تو کہتے ہیں کہ تحبب الحمار اور جب یہ کہنا منظور ہوتا ہے کہ اونٹ نے اتنا پانی پیا کہ وہ پانی سے پُر ہو گیا تو کہتے ہیں شربت الابل حتی تحببت اور حب جو دانہ کو کہتے ہیں وہ بھی اسی سے نکلا ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی تمام کیفیت سے بھر گیا اور اسی بناء پر احباب سونے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ جو دوسرے سے بکلی بھر جائیگا وہ اپنے وجود کو کھو دیگا گویا سو جائے گا اور اپنے وجود کی کچھ حس اسکو باقی نہیں رہے گی۔ پھر جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے تو ایسی انجیل جس کی یہ تعلیم ہے کہ شیطان سے بھی محبت کرو اور شیطانی گروہ سے بھی پیار کرو دوسرے لفظوں میں اس کا ماحصل یہ نکلا کہ ان کی بدکاری میں تم بھی شریک ہو جاؤ۔ خوب تعلیم ہے۔ ایسی تعلیم کیونکر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ وہ تو انسان کو شیطان بنانا چاہتی ہے۔ خدا انجیل کی اس تعلیم سے ہر ایک کو بچاوے۔

اگر یہ سوال ہو کہ جس حالت میں شیطانی رنگ روپ والوں سے محبت کرنا حرام ہے تو کس قسم کا تعلق ان سے برتنا چاہیئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کا پاک کلام قرآن شریف یہ ہدایت کرتا ہے کہ ان پر کمال درجہ کی شفقت چاہیئے جیسا کہ ایک رحیم دل آدمی جذامیوں اور اندھوں اور لولوں اور لنگڑوں وغیرہ دکھ والوں پر شفقت کرتا ہے اور شفقت اور محبت میں یہ فرق ہے کہ محب اپنے محبوب کے تمام قول اور فعل کو بنظر استحسان دیکھتا ہے اور رغبت رکھتا ہے کہ ایسے حالات اس میں بھی پیدا ہو جائیں مگر مشفق شخص مشفق علیہ کے حالات بنظر خوف و عبرت دیکھتا ہے اور اندیشہ کرتا ہے کہ شاید وہ شخص اس تباہ حال میں ہلاک ہو جائے اور حقیقی مشفق کی یہ علامت ہے کہ وہ شخص مشفق علیہ سے ہمیشہ نرمی سے پیش نہیں آتا بلکہ اس کی نسبت محل اور موقعہ کے مناسب حال کارروائی کرتا ہے اور کبھی نرمی اور کبھی درشتی سے پیش آتا ہے۔ بعض وقت اسکو شربت پلاتا ہے اور بعض اوقات ایک حاذق ڈاکٹر کی طرح اس کا ہاتھ یا پیر کاٹنے میں اس کی زندگی دیکھتا ہے اور بعض اوقات اس کے کسی عضو کو چیرتا ہے اور بعض اوقات مرہم لگاتا ہے۔ اگر تم ایک دن ایک بڑے شفاخانہ میں جہاں صدہا بیمار اور ہر قسم کے مریض آتے ہوں بیٹھکر ایک حاذق تجربہ کار ڈاکٹر کی کارروائیوں کا مشاہدہ کرو تو امید ہے کہ مشفق کے معنی تمہاری سمجھ میں آجائیں گے۔ سو تعلیم قرآنی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ نیکوں اور ابرار اخیار سے محبت کرو اور فاسقوں اور کافروں پر شفقت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔ یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جائیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ مطلب یہ ہے کہ تیری شفقت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تو ان کے غم میں ہلاک ہونے کے قریب ہے اور پھر ایک مقام میں فرماتا ہے تواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ یعنی مومن وہی ہیں جو ایک دوسرے کو صبر اور مرحمت کی نصیحت کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ شدائد پر صبر کرو اور خدا کے بندوں پر شفقت کرو۔ اس جگہ بھی مراد مرحمت سے شفقت ہے کیونکہ مرحمت کا لفظ زبان عرب میں شفقت پر مستعمل ہوتا ہے۔ قرآنی تعلیم کا اصل مطلب یہ ہے کہ محبت جس کی حقیقت محبوب کے رنگ سے رنگین ہونا ہے۔ بجز خدا تعالیٰ اور صلحا کے اور کسی سے جائز نہیں بلکہ سخت حرام ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ اور فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء اور پھر دوسرے مقام میں فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم یعنی یہود و نصاریٰ سے محبت مت کرو اور ہر ایک شخص جو صالح نہیں اس سے محبت مت کرو۔ ان آیتوں کو پڑھ کر نادان عیسائی دھوکا کھاتے ہیں کہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ عیسائی وغیرہ بیدین فرقوں سے محبت نہ کریں لیکن نہیں سوچتے کہ ہر ایک لفظ اپنے محل پر استعمال ہوتا ہے جس چیز کا نام محبت ہے وہ فاسقوں اور کافروں سے ایسی صورت میں بجا لانا شعور سے کہ ان کے کفر اور فسق سے کچھ حصہ لے [illegible]

(باقی [illegible])

اور یہ ہیں شاہ ولی اللہؒ

(از غلام ربانی صاحب بی - اے آنرز - ایل - ایل - بی)

"(کیا) مجدد الف ثانی رح نبوت کے قائل نہ تھے، شاہ ولی اللہؒ اور شاہ عبدالقادرؒ امامت وقت کے مستحق نہ تھے - اور پھر شاہ اسمٰعیل رح شہید اس قابل نہ تھے اور قرعۂ فال پڑا تو مرزا غلام احمد صاحب کے نام آپڑا"

(روزنامہ تسلیم - ترجمان جماعت اسلامی)

ہمارے دوست نعیم صدیقی اور ان کے رفقا اب اس بحث پر علمی محاکمہ کرنے سے کترا رہے ہیں جن کا آغاز انہوں نے بلا سوچے سمجھے اپنے اخبار میں کر دیا تھا - اس کے بعد ہم نے ضروری سمجھا کہ اس تقریب پر جب یہ مسئلہ زیر بحث آگیا ہے اسے کم و بیش مکمل کر دیا جائے تاکہ صدیقی صاحب کے بعض رفقا اور متاثرین کے لئے ہمارا مسلک آئندہ الجھن نہ بن سکے - ہمارے دوست صدیقی صاحب تو متذبذب طالب علم نہیں ہیں تاہم ان کی جماعت میں ہمیں ایسی سعید روحوں کی موجودگی کا قطعًا انکار نہیں جو حق بات کو دیکھ کر اس کی قائل نہ ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رح کے بعد دوسرا نام حضرت قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مجدد صد دوازدہم کا پیش کیا گیا تھا - ہمیں دیکھنا صرف یہ ہے کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جس روحانی تجربے کی تشریح کی ہے ایسا تجربہ اور تشریح اس سے پہلے مجددین امت کی تحریرات میں موجود ہے؟ - اور اگر محض دین اور ان کے خلاف نفرت کا محرک ہے تو اس سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی اور دوسرے مجددین کے خلاف بھی ایسا ہی طرز عمل کیوں نہ اختیار کیا جائے - پھر اگر انہیں مجدد ماننے کے لئے ضروری تاویل یا تشریح آپ خود کر لیتے ہیں اور انہیں خدام اسلام کی صف میں گنتے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کے خلاف کونسی دلیل آپ کے پاس رہ جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رح نے اپنی تصنیف "خیر کثیر" میں وحی، الہام اور اس کے متعلقات پر بحث کی ہے - اسی ضمن میں وہ فرماتے ہیں:-

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا تین طریق پر ہے۔ پہلا طریق تو یہ ہے کہ اس کے لئے رموز کھل جائیں یہ بھی وحی ہے جیسے اشارہ خفی کہہ لیں دوسرا طریق یہ کہ اس سے کھلا کھلا مکالمہ ہو لیکن حجاب میں ہو اور تیسرا طریق یہ ہے کہ اس کے سامنے فرشتہ انسان کی شکل میں آجائے اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وما ارسلنا قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ الآیہ شیطان سے کنیت لی گئی ہے شرور عالم تخلیط کی اور ہر ایک ایسا تقرب جو جسمانیات کی طرف سے ہے پس وہ بعض کو گندہ کر دیتا ہے اور اشتباہ کر دیتا ہے اس کا اپنے ذوق سے لیکن جلد ہی اس کا فسخ اور اضمحلال ہو جاتا ہے اور یہ وسواس کا ازالہ ہے - ابن عباس نے لفظ ولا محدث کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی مثال مؤمن آل فرعون اور شیخ انطاکیہ ہے وہی ہے جس نے کہا کہ ومالی لا اعبد الذی فطرنی - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فانہ عمر (اخرجہ الشیخان) تم سے پہلی امتوں میں افراد ہوتے تھے محدث جو نبی نہ تھے اور میری امت میں ان میں سے ایک ہے عمر رضو۔

میں کہتا ہوں کہ محدث دو معنوں پر مشتمل ہوتا ہے - پہلا یہ کہ محدث وہ ہستی ہوتا ہے جو صحابہ سے شدید مشابہ ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہوتا ہے اور اس کی تمام معانت ان سے ہوتی ہے اور حضرت عمر رضو اس قبیل سے تھے دوسرا یہ کہ وہ حکیم ہوتا ہے اور اس کا علم و حکمت وسیع ہوتا ہے اور اس کے فرائض (نبی - ناقل) سے قریب ہوتے ہیں اور اس کے مقامات انبیاء کے مقامات کی طرح ہوتے ہیں عصمت اور حکمت اور دعوت و تبلیغ اور بڑے عقائد و اعمال کے مقابل مزاحمت کے اعتبار سے فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ ملائکہ اور وحی کا اتنا قرب نہیں پاتا جس قدر کہ نبی .... یعنی ملائکہ بہ پیرایۂ وحی تشریعی نازل نہیں ہوتے اور نہ وہ قوت اور تواتر ہوتا ہے - ناقل)

اور جان لو کہ وہ حدیث جس میں کثیر انبیاء کا ذکر ہے اس سے محدث وغیرہ مراد ہیں - اور مرسل سے نبی کے مترادف"

(الخیر الکثیر ص ۔ ، ص ۔ مطبوعہ مدینہ پریس بجنور - مجلس علمی)

یہاں حضرت شاہ ولی اللہ رح نے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے طریق کو قرآن پاک کی ایک آیت پیش کر کے بیان کیا ہے اور اسی ضمن میں ایک دوسری آیت بھی درج کی ہے جس میں مکالمہ الٰہیہ اور القائے شیطان کا ذکر ہے - قرآن پاک کی آیت میں نبی اور رسول کا تذکرہ ہے - حضرت شاہ ولی اللہ رح نے ابن عباس کی ایک حدیث پیش کی ہے جس میں وہ قرأت درج ہے کہ نبی، رسول کے ہمراہ محدث بھی اسی زمرہ میں داخل ہے، جسے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جاتا ہے - مزید ثبوت کے لئے حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور حدیث نقل کی ہے جس میں محدثین کے خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ذکر ہے پھر شاہ صاحب کا شیخ انطاکیہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری مراد ہیں ...... ناقل) کو بطور دلیل پیش کرنا غیر نبی سے خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کی تصدیق کرتا ہے -

اس تحریر سے دو امور کا پتہ چلتا ہے:-

اوّل:- حضرت شاہ ولی اللہ رح غیر نبی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو تسلیم کرتے ہیں۔

دوم:- ایسے ملہم من اللہ اور محدثین کثرت سے اس امت میں ہونگے جیسا کہ شاہ صاحب حدیث کثیر انبیاء سے مراد لیتے ہیں۔

محدث کی اس تشریح کو سمجھنے کے بعد ہم اور آگے بڑھتے ہیں - حضرت شاہ ولی اللہ رح مرتبۂ ولایت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اور جان لے کہ یہ نور نبی کے باطن سے پھوٹتا ہے اور اس سے وہ (یعنی اولیاء ناقل) رنگے جاتے ہیں اور ان کی تمام مشابہت ہو جاتی ہے اور اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضو ہوتا۔"

(الخیر الکثیر ص ۹۰)

پھر لکھتے ہیں:-

"تیسرا طریق اولیاء کا ہے جو اصحاب فنا ہیں جان لے کہ ولایت کے دو معنی ہیں یعنی عام اور خاص - عام معنی تو یہ کہ تمام قرب اسے حاصل ہو جاتا ہے - (ناقل) بجز نبوت کے اور اسی میں عکمت اور عصمت اور صفائی اور خلوصیت ہے، خاص معنی یہ کہ حضرت ذات میں تمامتر فنا ہو جاتا صورت مزاجیہ کے اعتبار سے - اس سے الفاظ مراد نہیں بلکہ وہ حقیقت کا ظاہر ہونا ہے" (ایضاً ص ۹۳)

اور فنا اللہ تعالیٰ کا عرفان ہے جو تمام وجود کی تسبیح کر کے پھر اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا مگر واحد الاحد کے سوا - اور اس کے سوا باقی سب ہلاک ہو جاتا ہے اور وہ (یعنی سالک) اپنے نفس کو اس کے (یعنی اللہ تعالیٰ) ساتھ پاتا ہے یہاں تک کہ یہ معنی متحقق ہو جاتے ہیں (یعنی فنا کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں - ناقل) اور وہ فنا ہونا شروع ہوتا ہے علم میں اور وجود علم میں ربط ازلی ہے جو حیز فعلی سے تشریح پاتا ہے - اور وہ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے رنگا جاتا ہے - جیسے چمکتا ہوا آئینہ اور لوہا سورج کے رنگ سے اور چمک سے اور ان میں سے تپش اور چمک صادر ہوتی ہے حالانکہ آئینے کی صورت موجود رہتی ہے اور اس کی تپش اور چمک چھا جاتی ہے لباس کی طرح - اور صفائیوں سے کہ شکل اپنی اصلی ماہیت کو تبدیل کئے بغیر منعکس ہو جائے دوسرے مقام میں اور اس کی مثل یوں سمجھ لو کہ جیسے شہد ہے اگر وہ اس میں کی جائے اور تلخ بھی ہو اس میں حمیت اپنے حال پر قائم رہے اور جب اس میں نمک ملا دیا جائے تو وہ مرکب بن جاتی ہے اور اس میں حمیت اصلاً باقی نہیں رہتی -

اور مقبول فنا وہ ہے جو نور نبوت کے بہت ہی قریب ہے اور مردود وہ جو اس کے ہرگز قریب نہیں"

(ایضاً ص ۵۹ ص ۶۰)

مندرجہ بالا تحریرات میں حضرت شاہ ولی اللہ رح ولایت کے مقام کی تشریح کرتے ہیں - ان کا کہنا ہے کہ:-

ا - ولی فنا فی اللہ بھی ہوتا ہے اور

ب - فنا فی الرسول بھی -

اس کا مقام اپنے وجود سے نہیں ہوتا بلکہ نبی

(باقی برصفحہ ۔)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۱ رجب ۱۳۶۹ھ | نمبر ۱۹

زکوٰۃ کی اہمیت

قرآن کریم میں زکوٰۃ کی ادائیگی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ ایک نہیں۔ دو نہیں متعدد بار نماز کے معاً بعد اس کی ادائیگی کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ اس لئے کہ اسلام اگر ایک طرف خدا تعالیٰ سے تعلق کو قائم کرنے پر زور دیتا ہے تو دوسری طرف عملی طور پر اپنی مخلوق کے ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آنے کی تلقین ضروری سمجھتا ہے۔ زکوٰۃ اسی اہم فریضہ کی ادائیگی کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے زکوٰۃ کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

تؤخذ من اغنیاءھم وترد الی فقرائھم۔

یعنی زکوٰۃ وہ خاص رقم ہے جو امراء کے مال سے لے کر غرباء کی بہبودی پر صرف کی جاتی ہے۔

آج معاشی مشکلات نے ایسی نازک صورت اختیار کر لی ہے کہ ہر طبقہ اور ہر ملک میں ایک سخت ہیجان پایا جاتا ہے اگر سرمایہ دارانہ نظام نے ایک انتہا کو پہنچ کر قوم کے ایک کثیر حصہ کی مالی مشکلات کو بالکل ہی نظر انداز کر دیا تھا تو اس کا ردعمل کمیونزم کی شکل میں ظاہر ہوا۔ جو تفریط کی دوسری انتہا پر پہنچ کر انسانیت کو بربریت کی طرف لے جانے کا موجب بن رہا ہے۔ لیکن اسلام ان افراط و تفریط کی ہر دو راہوں کے درمیان ایک تیسری راہ تجویز کرتا ہے جس کے اپنانے سے موجودہ تمام مشکلات کا پُرامن طریق سے خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسلام نہ تو روپیہ کو چند ایک افراد کے ہاتھوں میں جمع ہو جانے اور سمٹ جانے کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی انفرادی ملکیت کو اڑا کر سٹیٹ کو ایک بڑے سرمایہ دار کی حیثیت دیتا اور انسان کے باطنی قویٰ کو ملیا میٹ کرتا ہے۔ بلکہ اسلام جہاں ظاہری و جسمانی ماحول کو سدھارنے پر زور دیتا اور اس کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کرتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ باطنی قویٰ کی نشوونما کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔

اسلام اپنی اقتصادیات کی بنیاد اس اصول پر رکھتا ہے۔

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم

یعنی مال کی تقسیم ایسی کرو کہ وہ اغنیاء کے درمیان ہی چکر نہ لگاتا رہے۔

فریضہ زکوٰۃ اسی اصل پر رکھی گئی ہے یوں تو اسلام نے صدقات کے دینے اور انفاق فی سبیل اللہ پر بڑا زور دیا ہے۔ تا امراء کے ہاتھ سے روپیہ نکل کر غرباء میں تقسیم ہوتا رہے جو ایک نفلی جہاد ہے۔ لیکن ایک خاص رقم کی ادائیگی کو ہر صاحب نصاب پر فرض بھی کر دیا ہے جسے حکومت وصول کر کے قوم کے غرباء پر خرچ کر سکے۔

بدقسمتی سے آج بہت سے مسلمان ہیں جنہوں نے اس اہم فریضہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔ حالانکہ ایک طرف اگر قوم کی بہبودی اور ترقی اس سے وابستہ تھی تو دوسری طرف یہ انفاق خود ان کے اپنے تزکیہ اور تطہیر کا بھی باعث تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم

ان کے اموال سے صدقہ یعنی زکوٰۃ لو تا اس کی ادائیگی سے ان کے قلوب اور اموال پاک و مطہر ہو جائیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے لئے دعائیں بھی کریں یقیناً آپ کا دعا کرنا ان کے لئے باعث سکینت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

معلوم ہوا زکوٰۃ کی ادائیگی قلوب اور اموال کو مطہر بنانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اگر کسی کے دل میں حضرت سیدنا نبی کریم صلعم کی دعاؤں کے مورد بننے کا ایک جذبہ موجزن ہے اور وہ چاہتا ہے کہ حضور کی دعائیں اس کے شامل حال ہوں تو وہ سن لے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اس کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ بیمار ہے وہ قلب جس میں یہ تڑپ موجزن نہیں ہوتی۔

آج ہم میں سے بہتیرے لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ واجب تو ہے لیکن وہ اس خوف سے کہ کہیں روپیہ کم نہ ہو جائے زکوٰۃ کی پوری رقم ادا نہیں کرتے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے تو ربع دینار کے ایک مسلمان کی زکوٰۃ قبول نہیں کی تھی وہی مسلمان بعد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ان کے عہد خلافت میں تمام روپیہ لیکر ہر سال حاضر ہوتا رہا لیکن انہوں نے بھی اس سے زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا۔ وہ روتا تھا۔ لیکن آج یہ حالت ہے کہ مسلمان خود ہی اس کی اہمیت کو نہ جاننے کے باعث یا جان بوجھ کر زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ کاش یہ لوگ محولہ بالا آیت پر غور کرتے۔

وہ لوگ جو اس فریضہ کی ادائیگی سے غفلت کرتے ہیں وہ نہ صرف اخلاقی مجرم ہیں بلکہ قوم کے دشمن اور مورد غضب الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون

اس آیت کے نزول پر بعض صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس تو کچھ روپیہ جمع ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو۔ انہوں نے مثبت میں جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ کنز نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ مال کو جمع کرنا کچھ معیوب نہیں جبکہ اس میں سے بنی نوع کے حقوق کو ادا کر دیا جائے۔ اگر ایسا ہے تو یقیناً وہ اموال قوم کے لئے باعث رحمت ہوں گے لیکن آج غرباء کے دلوں میں امراء کے خلاف جو ایک انتقامی آگ بھڑک رہی ہے جس نے بڑی حد تک اشتراکی انقلاب کے روپ میں بڑے بڑے سرمایہ داروں کو بھسم کر دیا ہے وہ انہی اصولوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہے۔ اگر امراء غرباء کی بہبودی اور ترقی کے لئے اپنے اموال کو خرچ کریں تو یقیناً غرباء کے قلوب میں اپنے امیر بھائیوں کے لئے ایک عزت اور ہمدردی کا جذبہ موجزن ہوگا جس سے معاشرہ میں ایک سلامتی اور امن پیدا ہو سکتا ہے۔

آج جبکہ موجودہ معاشرہ میں سکون و اطمینان کا کہیں نام و نشان نہیں ضرورت ہے کہ اگر ایک طرف اسلام کے ان اعلیٰ اصولوں کو دنیا کے سامنے پیش کریں تو دوسری طرف اپنے محدود حلقہ میں اس صالح معاشرہ کا ایک عملی نمونہ بھی دکھائیں۔

موجودہ زمانہ میں یہ نعمت کہ مسلمان الٰہی ارشاد اور سنت نبوی کے مطابق زکوٰۃ کے اموال کو ایک جگہ جمع کر کے قوم کی بہبودی کے لئے خرچ کر سکیں۔ بہت کم مسلمانوں کو میسر ہے۔ احمدی قوم پر یہ خدا کا فضل ہے کہ اس کا ایک قومی خزانہ موجود ہے جہاں سے مختلف مدات پر یہ روپیہ صرف ہوتا ہے سو ہمارے تمام احباب کو چاہیئے کہ وہ اپنی جمع شدہ رقوم اور دیگر قابل زکوٰۃ اشیاء کا حساب کر کے مقررہ شرح کے مطابق زکوٰۃ نکالیں اور اسے اپنے اور دوسرے احباب کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائیں انفرادی طور پر زکوٰۃ کی رقوم کو خرچ کرنا چنداں نافع ثابت نہیں ہوتا اس سے اصلاح کی بجائے سوسائٹی میں بہت سے نقص پیدا ہو جاتے ہیں۔

ماہ رجب عموماً زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے امید ہے کہ اس مہینہ کے اندر احباب اپنی زکوٰۃ کی رقوم خزانہ انجمن میں بھیجکر عنداللہ ماجور ہونگے۔

(بٹ)

سیاسی مداری

پنجاب اسمبلی کے متوقع انتخابات کی وجہ سے مجلس احرار نے پھر پُرزے نکالنے شروع کر دیئے ہیں اس دفعہ احرار کے رہنماؤں نے عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے قادیانیوں کے خلاف محاذ قائم کیا ہے براہ راست عوام میں آنے کا کوئی اور راستہ نہ پا کر انہوں نے یہ نیا ڈھونگ رچایا ہے اور عوام کے مذہبی جذبات سے کھیل کر اپنا اُلو سیدھا کرنے کی ٹھانی ہے۔ پشاور میں بھی ان سیاسی مداریوں نے دو ایک جلسے کئے اور سرحد اللہ پر خوب برسے لیکن سرحد کے عوام پنجابیوں سے زیادہ سیاسی شعور رکھتے ہیں۔ وہ فوراً بات کی تہ تک پہنچ گئے اور احراریوں کو منہ پر کہہ دیا ع

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

احراریوں کا سب سے بڑا اعتراض مرزا غلام احمد اور قادیانیوں پر یہ ہے کہ وہ پاکستان کے وفادار نہیں اور وقت آنے پر وہ پاکستان سے غداری کر سکتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احراریوں نے خود پاکستان کیلئے کیا کیا؟ کیا انہوں نے تحریک پاکستان کے سلسلہ میں مسلم لیگ کی پرزور مخالفت نہیں کی؟ وہ ہر موقع پر ہندوؤں کے ہاتھ مضبوط نہیں کرتے رہے؟ پاکستان کے قیام کو ناممکن بنانے

(باقی برصفحہ کالم ۲)

متبوع کے فیضان اور نور نبوت سے مستفیض ہونے کے باعث ہوتا ہے۔ فنابئت کا یہ مقام مزاج نبوت کے اعتبار سے ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ گویا یہاں وہی کہہ گئے ہیں جیسے ہم بالقوۃ نبی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی ولایت میں مزاج نبوت قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے فعل کے اعتبار سے نہیں۔ اسی لئے وہ دلیل کے طور پر "لو کان بعدی نبی لکان عمر" کی حدیث لاتے ہیں۔ اسی کو وہ منفرد کا مقام دیتے ہیں جو نور نبوت کے بہت ہی قریب ہوتی ہے۔

اسی طرح شاہ صاحبؒ "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں:۔

"بہت سے افراد بغیر واسطہ کے درگاہ رحمت سے مستوجب ایجاد مشافہ نہیں ہوتے۔ تو اس وقت بہتری یہ ہوتی ہے کہ رحمت الٰہی بندوں میں سے کسی کامل کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو دو وجوہات سے اس بات کا حق رکھتا ہے ایک تو یہ کہ وہ فرد خاص کے احکام سے نکل آئے اور لوگوں میں سے ایک گروہ میں رہ جائے ان کے مزاج، اعمال اور طبیعت کے موافق مقدار ترقی کے اعتبار سے۔ اور دوسرے وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے حیز طبیعت سے حیز قدس کی طرف کھچا جائے اور وہاں اس کے نفس کو وحی شدہ باتوں سے رنگا جائے اور وہ اس کا احاطہ کر لیں اور وہ تحقیق و تبلیغ سے ان حقیقتوں کو پالے۔

تو جب اس کامل کی طرف جس کی یہ صفت ہو رحمت الٰہی متوجہ ہو اور اسکو ڈھانک لے اور اس میں یہ دائرہ مطلوب اتر آئے اور یہ سر اجمالی .... اس میں احکام کی صورت میں سرایت کر جائے ان لوگوں کے واسطے درحالیکہ وہ ظرف علم ہے۔ پھر وہ ذکر اور روایت اور عام بول چال میں آجائے جیسا کہ اسے حاصل ہوا ہے تو یہی حقیقت ہے انبیاء پر نزول شرائع کی اور وحی کشف و الہام سو محتاج واسطہ اس سے ایسا کلام سنتا ہے جو نظام مطلوب کی طرف راہنمائی کرے اور مخلوق صحیح سمت کو جان جاتی ہے اور ان کی فطرت اس کی طرف چلتی ہے۔"

(فیوض الحرمین ص۲)

مطبوعہ مطبع احمدی مدرسہ عزیزی دہلی

حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ کی یہ تحریر نبوت اور ولایت شریعت اور طریقت، وحی اور الہام کی علت غائی کے متعلق ہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ افراد کامل کو مخلوق الٰہی کی ہدایت کے لئے واسطہ بناتا ہے۔ اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ یہ چنا ہوا فرد کامل خدا تعالیٰ سے وحی اور الہام پاتا ہے وحی کو وہ انبیاء کے ساتھ مختص کرتے ہیں اور الہام کو اولیاء کے ساتھ۔ اس تفریق میں صرف دو گروہوں کو الگ کرنا مقصود تھا ورنہ اللہ تعالیٰ سے مکالمہ مخاطبہ پاتے ہیں دونوں ایک ہی ہیں۔ یاد رہے کہ فیوض الحرمین حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ نے حج بیت اللہ شریف کے بعد لکھی تھی اور اس کتاب کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے مجھے بیت اللہ شریف کے حج کی توفیق دی اور وہاں ایک ہزار سات سو بیتالیس ہجری میں مجھے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور میرا حج مشاہدہ اور معرفت کیساتھ ہوا اور زیارت بھی ان آنکھوں کے ساتھ ہوئی نہ کہ اندھوں کی طرح ...... سو میں نے چاہا کہ میں ان مشاہدوں کے اسرار لکھ لوں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے معلوم کرائے ہیں۔ اور روحانیت نبی صلعم سے مجھے جو فیوض پہنچے ہیں اسے دوسرے بھائیوں کے واسطے درج کروں تاکہ ان کے لئے سامان بصیرت ہو ....

..... سو میں نے اس کا نام فیوض الحرمین رکھا" (ایضاً ص۳)

یہ مشاہدات عالم بیداری اور خواب دونوں پر پھیلے ہوئے ہیں۔ گو نبی کریم صلعم کو بالمشافہ بھی حالت کشف میں جبکہ حضرت شاہ صاحبؒ بیدار ہوتے تھے گفتگو ہوئی اور مشاہدات کی کثرت اسی طرز کی ہے۔ اور اسے نفع عام کے لئے شاہ صاحب رحؒ نے تحریر میں لانا ضروری سمجھا۔ بعض ادیوں کا کہنا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کو خلعت مجددیت حج بیت اللہ شریف کے بعد پہنایا گیا لیکن "فیوض الحرمین" سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام انہیں حج میں یا اس سے قبل ہی عطا کیا گیا تھا گو شدت مکالمہ مخاطبہ اس کے بعد متحقق ہوئی ہو۔ کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحؒ اس کتاب میں کئی مرتبہ اس نعمت اور مقام کا ذکر اپنے لئے کرتے ہیں۔

"فیوض الحرمین" کی اس تحریر سے جو اوپر درج کی گئی ہے اولیاء اور انبیاء کا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تو ایک عمومی حیثیت ہوئی لیکن شاہ صاحبؒ کے نزدیک "خاتم الاولیاء" خاتم الانبیاء کے نور سے کلی منور ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔ "اور جان لے کہ خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء کے ساتھ تخلیقی صورت مزاجیہ میں کامل برابر ہوگا اور واجب ہے کہ وہ نور خاتم الانبیاء سے منور ہو۔"

(الخیر الکثیر ص۲)

حضرت شاہ صاحب اس کے ساتھ اس الجھن سے بھی بخوبی شناسا تھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا لیکن وہ صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو نبوت مستقلہ نہیں سمجھتے تھے ورنہ وہ اس طرز کا استدلال نہ کرتے جو انہوں نے اولیاء اور انبیاء کے خدا تعالیٰ سے اطلاع اخبار غیبیہ کے متعلق مشترک طور پر کیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر جب انہیں اس گنجلک کا احتمال گذرا تو انہوں نے اس امر کی تشریح کی اور کہا کہ ازمنہ قدیم میں انبیاءؑ شریعت جدیدہ کے ساتھ مبعوث ہوتے تھے اور ان سے خدا تعالیٰ کلام کرتا تھا۔ پھر اسی بحث میں محدثوں کو شریک کر کے انہیں مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے والا تسلیم کیا اور لکھا کہ:۔

"رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ مومن کا رویا نے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور اسے ہم سمت صالحہ میں شمار کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایک واحد اور جامع شئے کے کئی شعبے اور تمثلات ہو سکتے ہیں اور یہ شارع پر ہے کہ وہ ان اجزاء کی نشاندہی کرے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ایمان کے اتنے شعبے ہیں (الحدیث) اور مراد یہ ہے کہ حقیقی رویا فرائض کی طرح ہیں سے ہے۔ اور ہدایت آثار عصمت میں سے ہے۔ پس جان لے کہ وہ اندازہ جس کے لئے انبیاء مبعوث کئے گئے تھے وہ ایمان حقیقی تھا۔ اور اس فطرت کے ظہور کی تفسیر کے لئے تھا جس پر کہ اللہ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا یا اسے دوسرے لفظوں میں یوں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے الہام اجمالی کو ظاہر کرنا پسند کیا اور خضرؑ اولیاء اور مقربوں میں سے تھا اور یہ قرب اس نے نوافل کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ اور لقمان حکیم تھا اور اس کی راہ حکمت کی راہ تھی اور وجاہت و عصمت کی بھی۔

سو اے ہمارے رب ہمیں صالحین کا ساتھی بنا اور ہمیں انبیاء کے وارثوں میں سے اپنی رحمت کے ساتھ ہی بنا اور تو سب سے بڑھکر رحم کرنے والا ہے۔"

(الخیر الکثیر ص۵)

اب صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ رحؒ کا رویا صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ تسلیم کرنا پھر یہ تشریح کرنا کہ ایک "کل" کے کئی اجزاء اور "شعبے" ہو سکتے ہیں اس بات پر شاہد ہے کہ ان اجزاء کا کسی غیر نبی میں پایا جانا شاہ ولی اللہ رحؒ کے نزدیک مستلزم نبوت نہیں اسی گنجلک کو وہ یہاں حل کرتے ہیں۔ اسی کے متعلق وہ نبوت کی علت غائی بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ نبوت کے قیام کا مطلب اس فطرت کی قولی اور عملی تفسیر کرنا تھا جس پر خدا تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ انسان اس سے شناسا ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکیں اور ترقی کی راہیں ان پر کھل جائیں اگر حضرت شاہ صاحب نبوت کے کسی جز کا کسی غیر نبی میں متحقق ہونا نبوت سمجھتے تو وہ نبوت کے مقصد کو زیر بحث نہ لاتے۔ اور آخر میں اپنے لئے وراثت انبیاء کی دعا نہ مانگتے۔ مزید برآں اس کے معاً بعد انہوں نے دو مثالیں حضرت خضرؑ اور لقمان کی جو دی ہیں اس سے ہمارے نتیجہ کو اور قوت ملتی ہے کیونکہ دونوں صاحب نبی نہ تھے لیکن مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پاتے تھے۔ اگر اس اعزاز سے سرفراز نہ تھے تو ان دونوں کو یہاں مقصد نبوت اور رویائے صالحہ کو چھیالیسواں حصہ نبوت قرار دے کر بطور مثال پیش نہیں کیا جا سکتا۔

اسی بحث سے قبل شاہ صاحب رحؒ ص۱۲ پر ہی حدیث لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون من غیر ان یکونوا انبیاء الخ درج کر کے تسلیم کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ غیر نبی سے کلام کرتا ہے۔ اور ان احادیث کو وہ بطور سند استعمال کرتے ہیں۔ اگر یہ بحث غیر نبی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی نہیں تو ان عنوان کا یہاں بیان کرنا اور ان سے کسی نتیجہ کا استنباط عبث ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحؒ اسی ذیل میں فرماتے ہیں:۔

"اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے تھے جن کی عقل عرفان نفس کے بعد اس کمال کو پہنچی ہے کہ ہمت کے احوال کو پہچانتی ہے۔ یہی نے حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا لقد کان فیمن قبلکم محدثون الخ اور پھر کہا لو کان بعدی نبی لکان عمر اور بیشک اللہ تعالیٰ نے اس میں سے مجھے بھی حصہ دیا اور لوگوں کے مشرب مجھے سمجھا دیئے۔"

(فیوض الحرمین ص۹)

(باقی بر ص۱۲ کالم ۲)

رُوحانی تربیت کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے علمی انکشافات

ایٹم کو توڑا جا سکتا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور مورخہ ۵ مئی سنہ ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قران ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شھودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین ۰

قرآن کریم کے رُوحانی انکشافات

قرآن کریم کا مستقبل اس کے پڑھنے والے اور واقعات عالم پر غور کرنیوالے کے لئے اس قدر بلند نظر آتا ہے کہ اس کے سامنے تمام دوسری کتابیں اس طرح دکھائی دیتی ہیں جس طرح طاقت اور قوت کے لحاظ سے کمال پر پہنچے ہوئے انسان کے سامنے ایک بچہ۔ قرآن مجید روحانی علوم کی ایک کتاب ہے۔ اور اس کا مقصد روحانی رنگ میں نسل انسانی کی تعلیم و تربیت کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص اس امر پر غور کرے کہ آیا قرآن حکیم فی الواقع تمام دنیا کی رہنمائی کے لئے ملتفی ہو سکتا ہے اور وہ اپنے اس ہمہ گیر اصلاح کے دعوے میں برحق ہے تو اسے ایک ادنیٰ تدبر سے ہی معلوم ہو جائے گا کہ فی الحقیقت جو کچھ روحانی انکشافات اس کلام پاک کے اندر ہوئے ہیں وہ تمام پہلی کتابوں کے مقابلہ میں بہت ہی بلند ہیں۔ اور تمام روحانی امور اس قدر وضاحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ پہلی کتابوں کو اس سے کوئی نسبت ہی نظر نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی صفات ہی کو دیکھ لیجئے بڑے بسط کے ساتھ اس پر بحث کی ہے۔

دوسری مذہبی کتابیں اس کے سامنے ہیچ ہیں

بے شک قرآن کریم اور اس کے مقابلہ میں تمام دیگر مذہبی کتابوں کو اس رنگ میں پڑھکر دیکھ لیجئے کہ آپ کسی خاص مذہب کے پیرو نہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت وہ روحانی انکشافات جو قرآن کریم کے اندر ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے تمام دوسری کتابیں ہیچ ہیں؟ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کوئی چیز اپنے کمال پر پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کی پہلی حالت اس کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتی ہے۔ مثلاً آفتاب کو دیکھئے یہ بھی ایک روشنی اور نور ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک چراغ بھی روشنی دیتا ہے لیکن یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ایک چراغ سورج کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

قرآن کریم کی زبردست رُوحانی طاقت

ہاں تو میں نے کہا کہ قرآن کریم میں روحانی امور کو بڑے بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ خدا کی ہستی اور اس کی صفات، امور معاد، مسائل بہشت و دوزخ وغیرہ ان تمام مسائل کو اس قدر بتمام و کمال قرآن کریم میں بیان کیا ہے کہ دوسری کتابیں اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتیں۔ تو قرآن کریم کے اس کامل نور کو دیکھ کر اس میں ادنیٰ شبہ بھی نہیں رہ سکتا کہ جس دن قرآن کریم کا یہ نور دنیا کے سامنے منکشف ہوگا تو لوگ خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آئیں گے اور اس کے سامنے ان کے سر جھک جائیں گے۔

علمی انکشافات

قرآن حکیم کا اصل دائرہ روحانیات ہے روحانی امور کو بیان کرنا اس کی اصل غرض ہے لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ جس قدر علمی انکشافات بھی اس کامل کتاب کے اندر کئے گئے ہیں وہ کسی بھی دوسری مذہبی کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ یہ انکشافات مختلف قسم کے ہیں بعض وہ ہیں جو زمین اور آسمان کی پیدائش اور ان کے قوانین سے (جن پر کہ یہ تمام نظام عالم قائم ہے) متعلق ہیں۔ بعض انسانی تاریخ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں ایسے ایسے انکشافات حقہ کئے ہیں کہ جن کا تاریخ انسانی میں بھی کوئی پتہ نہیں چلتا تھا مگر آج وہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہیں۔ بعض انکشافات خود نفس انسانی سے ہی متعلق ہیں۔ غرضیکہ روحانیات کے ساتھ ساتھ علمی انکشافات اس قدر پائے جاتے ہیں کہ دوسری کتابیں اس کے مقابلہ میں ہیچ نظر آتی ہیں ....

......

ایک رُوحانی صداقت

یہ مضمون تو ویسے بہت وسیع ہے لیکن یہ آیات جو میں نے ابھی پڑھی ہیں ان میں ایک علمی انکشاف کیا ہے۔ وہ بظاہر تو ایک روحانی صداقت کو بیان کرتا ہے لیکن اس کے اندر ہی ایک اور علمی حقیقت کو بھی کھول دیتا ہے۔ فرماتا ہے:۔

وما تکون فی شان وما تتلوا منہ من قران ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شھودا ۰

تم کسی شان میں ہو ـــــ شان کیا ہے ـــــ وہی جسے ہم اردو میں شان کہتے ہیں۔ عربی میں ہمزہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ شأن ایسی حالت کا نام ہے جو سنوار اور بہتری کے ساتھ تعلق رکھتی ہو۔ فرمایا تو (خطاب حضرت سیدنا نبی کریم صلعم سے ہے یا ہر مخاطب کو ہے دونوں طرح پر صحیح ہے) کسی اچھی حالت میں نہیں ہوتا تمہارے اندر کوئی بلند جذبات پیدا نہیں ہوتے کوئی اعلیٰ درجہ کے خیالات دل سے نہیں اٹھتے پھر اس حالت میں تم جو کچھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہو۔ **ولا تعملون من عمل** اس میں اسے اور وسیع کر دیا ہے کہ تم کوئی عمل بھی نہیں کرتے مگر ہم تمہارے اوپر موجود ہوتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی روحانی صداقت ہے۔ اس ایک صداقت کو سمجھ لینے سے بہت سی مشکلات حل ہو سکتی ہیں۔ روزمرہ کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو سکتا ہے فرمایا تم کوئی اچھا کام کرتے ہو یا نیک اور صالح خیالات تم میں موجزن ہوں ان سب کو خدا تعالیٰ دیکھتا اور جانتا ہے اور وہ ہر آن تمہارے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ **شھودا** کہکر اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہ نا ممکن ہے کہ تم قرآن کریم پڑھتے یا کسی اور اچھے عمل کا وہ نہیں بدلہ نہ دے۔

زمین اور آسمان ذرات کا مجموعہ ہیں

اس کے بعد فرماتا ہے:۔

وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ عزب کے معنی ہیں دور ہونا غائب ہونا تیرے رب سے ایک ذرہ کے وزن کے برابر چیز بھی دور نہیں ہوتی۔ قدرت الٰہی پر غور کیجئے۔ اس کا علم کس قدر باریک ہے۔ کہ ایک ذرہ۔ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز جس سے یہ کائنات بنی ہوئی ہے اس سے مخفی نہیں بلکہ وسیع سے وسیع چیز پر جو تمہارے تصور میں آسکتی ہے وہ حاوی ہے اور وہ بھی اس سے دور نہیں یہ ہے خدا کی بابرکت ذات جو انسان کیا ایک ایک ذرہ سے بھی قریب ہے۔ ذرہ کے معنی ہیں چھوٹی سے چھوٹی چیز جو پھر اس سے چھوٹی نہ ہو سکے ـــــ **فی الارض** خواہ وہ زمین کے اندر ہو **ولا فی السماء** اور خواہ وہ آسمان میں۔ معلوم ہوا قرآن کریم زمین و آسمان کو ایک سمجھتا ہے یعنی جس طرح زمین اور جو کچھ اس میں ہے ذرات کا مجموعہ ہے اسی طرح آسمان اور جو کچھ اس میں ہے سورج چاند ستارے وغیرہ وہ بھی سب کے سب ذرات کا ہی ایک مجموعہ ہیں اور قدرت کا جو قانون زمین پر ہے وہی آسمان پر بھی ہے۔

ایٹم کو توڑا جا سکتا ہے

ذرہ کیا بلکہ فرماتا ہے **ولا اصغر من ذالک** ذرہ سے چھوٹی چیز کو بھی جانتا ہوں۔ حکماء کے نزدیک ذرہ کی تعریف یہی تھی جو ہو نا قابل تجزی اتنی چھوٹی ہو کر اس کے بعد اسے چھوٹا [illegible] (ATOM) کے متعلق بھی یہی سمجھا جاتا تھا کہ وہ اس سے چھوٹا نہیں ہو سکتا [illegible] **ولا اصغر من ذلک** [illegible]

چھوٹی سے چھوٹی ہے اس سے بھی اور چھوٹی چیزیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ ذرہ سے چھوٹی وہی چیز ہو گی جو اس کا جزو ہو گی۔ اس میں آج کی تحقیقات کو جو ایٹم Atom کے توڑنے سے تعلق رکھتی ہے تیرہ سو سال پہلے بتا دیا ہے ولا اکبر از ذرہ سے بڑی سے بڑی چیز جو بھی موجود ہے ان کی بڑائی کی کوئی حد نہیں ان سب کو وہ جانتا ہے۔ یہ تمام ذرات اور ان سے چھوٹی چیزیں اور ان کے اجزا ان سے بڑی سب کی سب اس کے سامنے کھلی ہوئی کتاب میں ہیں اور وہ کبھی کبھی انسانوں پر بھی کھول دیتا ہے

مومنین اور خدا کی صفت عالم الغیب

وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ یعنی یہ کہ اللہ تعالےٰ سے کوئی ذرہ بھر چیز بھی دُور نہیں اور نہ ہی وہ اس کے علم سے غائب ہے بلکہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ الفاظ مومنین کی شان کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔ اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو کوئی بھی تم نیک عمل کرتے ہو یا کوئی نیک خیال تم میں موجزن ہوتا ہے خوب یاد رکھو کہ خواہ اور کوئی اسے دیکھے یا نہ دیکھے کسی دوسرے کو تمہارے خیالات پر آگاہی ہو یا نہ ہو لیکن خدا تعالےٰ انہیں خوب جانتا ہے اس لئے وہ تمہیں ان کی جزا ضرور دیگا۔

مخالفین — اور خدا کی صفت عالم الغیب

ایک اور جگہ اسی قسم کے الفاظ ان لوگوں کے ذکر میں آتے ہیں جو حق اور صداقت کی مخالفت میں کھڑے ہو جاتے ہیں فرماتا کہ وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ۔ حق کے مخالفین اور بدیوں میں تجاوز کرنے والوں کو جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ تمہیں اب تمہارے بداعمال کی سزا ملنے والی ہے اور تم عذاب الٰہی سے برباد کر دیئے جاؤ گے تو وہ کہتے ہیں ہم پر یہ حالت کبھی نہیں آسکتی۔ ہم — فوج اور لشکر کے مالک۔ قوی و طاقتور، مال و دولت کی کثرت ہمارے پاس تمام دنیا پر تسلط ہمارا تو پھر یہ تباہی اور بربادی کا وقت ہم پر کس طرح آسکتا ہے۔

فرماتا ہے قل بلیٰ وربی کہہ دو ہاں میرے رب کی قسم لتاتینکم تم بدکاروں پر عذاب الٰہی ضرور نازل ہو کر رہے گا عالم الغیب اس کا اعلان کرنے والا وہ خدا ہے جو ہر غیب اور مخفی بات کو جانتا ہے تم نہیں جانتے لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتاب مبین۔ یہ وہی الفاظ ہیں جو مومنین کی شان کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمائے تھے لیکن یہاں اس بات پر زور دیا ہے کہ بدکاروں کو ان کے اعمال بد کی سزا ضرور مل کر رہے گی۔ کیونکہ فرمایا کہ اس سزا کا اعلان اس ہستی کی طرف سے کیا جا رہا ہے جو عالم الغیب ہے اور غیب کی باتوں کو اس حد تک جانتا ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے ذرات بھی اس سے مخفی نہیں ہوتے۔

قرآن سائنس کی کتاب نہیں

سچ ہے کہ قرآن کریم روحانیت کی کتاب ہے کوئی سائنس کی کتاب نہیں۔ شاید اگر یہ سائنس کی کتاب ہوتی تو اس صداقت کو یوں ہی بیان کر دیا ہوتا کہ وہ ذرہ جسے تم جزو لا یتجزیٰ سمجھتے ہو۔ یعنی جس کا کہ تمہارے نزدیک پھر کوئی ٹکڑا نہیں ہو سکتا اسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک روحانیات کی کتاب ہے۔ اس لئے اس صداقت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذرہ کیا اس سے بھی چھوٹی چیزوں کو جانتا ہے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے کہ اگر ایک طرف یہ ایک علمی انکشاف کر رہی ہے تو دوسری طرف اخلاق فاضلہ کے پیدا کرنے اور نفس کی اصلاح کرنے میں بھی بڑا ممد اور معاون ہے۔

آج سے پیشتر ولا اصغر من ذالک کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا اور شاید کوئی سمجھتا ہو کہ اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ کو کہ ایک ذرہ کے بھی اجزا ہو سکتے ہیں ایک مبالغہ کے رنگ میں ہی بیان کر دیا ہو لیکن آج ان الفاظ کو پڑھ کر جب انسان ایٹم کو توڑنے میں اور ایٹم سے بھی چھوٹی چیز کا علم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے کس قدر ایمان قرآن کریم کی صداقت پر بڑھتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر اس حقیقت علمی کا انکشاف کیا جسے آج واقعات نے حق ثابت کر دیا۔

میں نے کہا کہ دو جگہ اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ کو دوہرایا ہے ایک نیک اعمال کے بجا لانے والوں کا ذکر کرتے ہوئے اور دوسرے بدکاروں کی سزا کو بیان کرتے ہوئے۔ فرماتا ہے ہم ان پر گواہ ہوتے ہیں موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر نیک کو اچھے اعمال اور بدکاروں کو جزا و سزا ضرور مل کر رہے گی۔

تلاوت قرآن

میں فی الحال اسے اس پر ہی ختم کرتا ہوں۔ میں صرف ایک اور بات کہنی چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کو بغور پڑھئے اور پڑھتے وقت واقعات عالم کو اپنے سامنے رکھئے واقعات عالم کا علم بڑھایئے اور پھر قرآن کریم کو پڑھئے۔ عجائبات کا ایک دریا بہتا ہوا نظر آنے گا۔ خدا نے چاہا تو میں اس کو خطبوں میں واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔

پچھلے دنوں قرآن کریم کی ایک ریسرچ کمیٹی بنانے کی تجویز ہوئی تھی۔ چند دوستوں کا اس سلسلہ میں ایک اجتماع بھی ہوا تھا۔ اور طے پایا تھا کہ خاص خاص موضوع پر مقالے پڑھے جائیں۔ خوش قسمتی سمجھئے یا بدقسمتی اس ضمن میں میرا نام سب سے پہلے تجویز کیا گیا۔ تو اس وقت میں نے یہی مضمون دیا تھا۔ — قرآن کریم کے علمی انکشافات —

لیکن بعض اوقات انسان کچھ سوچتا ہے تو ہو کچھ جاتا ہے۔ میری صحت نے مجھے اجازت نہ دی۔ ایک بجے کے بعد مجھے حرارت ہو جاتی ہے تو اس لئے آدھا دن لیٹے لیٹے گذر جاتا ہے کیونکہ ایک دو بجے کے بعد میں کسی کام کے قابل نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے مضمون درمیان میں ہی رہ گیا ایک حصہ تو میں نے بیان کر دیا ہے باقی انشاء اللہ آہستہ آہستہ اگر ممکن ہوا تو خطبوں میں بیان کر دوں گا۔

قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے ظاہری علوم کی ضرورت

ہاں تو میں نے کہا کہ قرآن کریم کو غور سے پڑھیئے اور اپنے علم کو خوب وسیع کیجئے۔ ہمارے علماء میں آج یہی کمزوری ہے کہ ان کا علم بہت تنگ ہے اور ان کی نظر واقعات عالم پر نہیں اور بدقسمتی سے جو تعلیم یافتہ طبقہ ہے اور جس کی نظر واقعات عالم پر ہے اسے قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں۔ حالانکہ یہ لوگ قرآن کریم کو علماء کی نسبت بہتر سمجھ سکتے ہیں آج یہ کس قدر قابل افسوس بات ہے کہ مسلمانوں کو نہ تو قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف کوئی توجہ رہی ہے اور نہ اسے پھیلانے کا کوئی خیال ہے۔ یہ آپ لوگوں پر خدا کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل سے تمہیں یہ ایک موقعہ دیا ہے۔ کہ آپ اس کلام پاک کے ذریعہ سے دنیا کی رہنمائی کریں اور اس کے حسن کو اور اس کے کمالات کو دنیا پر ظاہر کریں۔

قرآن کا فہم خیراً کثیراً ہے

آج بہتیرے لوگ دنیا کے مال اور اس کی عزت کو حاصل کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ لیکن خدمت دین کے لئے نکلنا انہیں بڑا گراں نظر آتا ہے۔ خوب یاد رکھئے خدمت دین کے مقابلہ پر دنیا کا مال و دولت اور اس کی عزت کچھ چیز نہیں فرمایا۔

ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً

جس کو قرآن کا فہم مل گیا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔ سو فہم قرآن جو کہ تمام دنیوی مال و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے اس کے حصول کے لئے کوشش کیجئے۔ اور اس کے سامنے دنیا کے مال و دولت کے حصول کو ہیچ سمجھئے آج دنیا میں مال بہت ہے مگر پاکیزہ خیالات کی کمی ہے تم ان سے دنیا کو مالا مال کرنے کی کوشش کرو۔

---

۲۶ مئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یوم وصال

جملہ مبلغین حضرات اور سیکرٹری صاحبان ۲۶ مئی کے دن کو یاد رکھیں اور اس دن اپنی اپنی جماعتوں میں جلسے منعقد کریں۔ ان میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف جو غلط فہمیاں مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہیں ان کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اور آپ کے مشن کو پیش کریں۔ جہاں کسی وجہ سے جلسہ کا انتظام نہ ہو سکے وہاں انفرادی طور پر اپنے حلقہ اثر میں آپ کے پیغام کو پہنچایا جائے۔ امید ہے احباب اسے ہر طور سے کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔

جنرل سیکرٹری — احمدیہ [illegible]

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ

کو ایک بجے کے بعد ۱۰۲ — ۱۰۱ کے درمیان تک حرارت ہو جاتی ہے۔ [illegible] آپ حسب معمول دینی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ احباب آپ کی صحت کاملہ کے لئے دل سے دعا فرمائیں۔

زبردست تحریری محاذ (پریس) قائم کیا آپ فرماتے ہیں ؎

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحث پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

مذہب و ریاست

علامہ اقبال چرچ اور سٹیٹ یا مذہب و ریاست کے جدا ہونے کو سخت ناپسند فرماتے تھے ایک مرتبہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ :-

" مسیحیت نے یہ تعلیم دی کہ دین انفرادی اور پرائیویٹ ہے جس سے بدبخت یورپ میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ دین چونکہ پرائیویٹ عقائد کا نام ہے اس واسطے انسانوں کی اجتماعی زندگی کی ضامن صرف سٹیٹ ہے یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی نہ انفرادی ہے نہ پرائیویٹ بلکہ خالصتہً انسانی ہے"

(مولانا حسین احمد کے بیان پر تبصرہ روزنامہ احسان لاہور ۵ مارچ ۱۹۳۸ء)

پھر فرمایا :-

" کفر کی اصلاح ، غیر مسلم عقلیت کا دور ، اصولِ دین کا سٹیٹ کے اصولوں سے افتراق بلکہ جنگ یہ تمام قوتیں یورپ کو دھکیل کر کس طرف لے گئی ہیں ؟ لادینی اور دہریت اور اقتصادی جنگوں کی طرف ؛ کیا مولانا حسین احمد چاہتے ہیں کہ ایشیا میں اس تجربہ کا اعادہ ہو ؟"

(" " ")

یہ بھی آپ کا ہی ارشاد ہے کہ ؎

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

لیکن جب ترکوں کے متعلق سوال ہوا کہ انہوں نے دین اور سیاست کو الگ الگ کر دیا ہے تو علامہ نے فرمایا :- NOT IS THE IDEA OF SEPARATION OF CHURCH AND STAT ALIEN TO ISLAM"

کہ دین کو ریاست سے جدا کرنے کا خیال اسلام میں کوئی نئی چیز نہیں ، (احمدازم)

ووکنگ مسجد

علامہ اقبال کے جماعت احمدیہ لاہور اور ووکنگ مسلم مشن کے ساتھ نہایت اچھے روابط تھے ، ووکنگ مسجد میں آپ نے بارہا خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں ، لیکن قادیانی احراری نزاع سے آپ کی طبیعت اس قدر متاثر ہوئی کہ آپ اپنے سابقہ عمل کو بھی فراموش کر بیٹھے ، اور فرمایا :-

RUSSIA OFFERED TOLERENCE TO BABISM AND ALLOWED THE BABIS TO OPEN THEIR FIRST MISSIONARY CENTRE IN ISHQABAD ENGLAND SHOWED AHMADIES THE SAME TOLERENCE IN ALLOWING THEM TO OPEN THEIR FIRST MISSIONARY CENTRE IN WOKING

کہ روس نے بابی مذہب سے رواداری کا برتاؤ کیا اور انہیں عشق آباد میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی اجازت دی ۔ انگلستان نے احمدیوں کو ووکنگ میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی اجازت دیکر ویسی ہی رواداری سے کام لیا ۔

(احمدازم ص۱۲)

علامہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ بابیت اور بہائیت کا مقصد قرآن مجید کو منسوخ قرار دے کر جدید کتاب شریعت کی نشر و اشاعت کرنا ہے اور تحریک احمدیت خالص اسلامی تحریک ہے بلکہ اسلامی سیرت کا کھلا نمونہ ہے ۔

اگر فرد مناسبت میں کہیں عوام کو اس اختلاف ہو تو الگ بات ہے ۔ ورنہ اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کا مقصد قرآن مجید کی تبلیغ کرنا اور غیر مسلمین کو اسلام کا پیغام پہنچانا ہے نہ کہ مسلمانوں کو ارتداد پر آمادہ کرنا ، تاکہ وہ بابی تحریک سے مشابہ قرار دی جا سکے ۔ علامہ نے تجاہل عارفانہ فرمایا ہے کہ ووکنگ میں اسلامی مشن قائم کرنے کی اجازت انگلستان نے دی حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ووکنگ میں اسلامی مشن قائم کرنے کی اجازت انگلستان نے نہیں دی تھی بلکہ سرکار بھوپال نے دی تھی لیکن چونکہ سرکار بھوپال کے علامہ پر بہت کچھ احسانات تھے اس لئے علامہ کو ان کا نام لینے کی نوبت نہ ہو سکی ، لیکن یہ افسوسناک مغالطہ ہے کہ یہ مشن انگریز کی مدد سے قائم ہوا ہے اور اس حقیقت پر پردہ ڈال گئے کہ ووکنگ مسجد کا نام ہی "شاہجہان مسجد" ہے جو مرحومہ علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال[1] ہی اس مسجد کے متولی ہیں ۔ اگر یہ مسجد فرمانروائے دکن نے بنوائی ہوتی اور انہوں نے ہی قیام مشن کی اجازت دی ہوتی تو شاید یہی جانتا ہے کہ علامہ کن شدید الفاظ میں ان کی ہجو کرتے ۔ علامہ اقبال سرکار بھوپال کے اس لئے ممنون تھے کہ سر راس مسعود کے ایما پر والی ریاست نے آپ کو پانسو روپیہ ماہوار ملتا رہا ، اور دولت آصفیہ سے بیزاری کی وجہ یہ تھی کہ وہاں سے ان کی تمنائیں پوری نہ ہو سکیں ۔ جب علامہ کی زندگی میں یوم اقبال قائم ہوا تو سر اکبر حیدری مرحوم صدر اعظم دولت آصفیہ نے آپ کو ایک ہزار روپیہ کا چیک بھجوایا ، علامہ کی توقعات اس سے بہت بلند تھیں ، لہذا یہ حقیر رقم ان کی نظر میں نہ جچی ، اتفاق سے راقم حروف اس دن علامہ کی خدمت میں حاضر تھا ، آپ نے سر اکبر حیدری کے نام اپنی برہمن خادمہ سے جواب لکھوایا جو اس نے میرے سامنے پڑھ کر سنایا اور علامہ نے ضروری تصحیح کے بعد اس پر دستخط ثبت کر دیئے ۔ اس خط میں علامہ نے ایک ہزار روپیہ واپس کرتے ہوئے یہ عذر پیش کیا کہ یوم اقبال کا یہ مقصد نہیں کہ میں چندہ جمع کر رہا ہوں ، اگر آپ چاہیں تو یہ رقم اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامی تحقیقات کے شعبہ کے لئے بھجوا دیں جسے میں نے تجویز کیا ہے ، لیکن اس دوستانہ خط کے بعد علامہ نے سر اکبر حیدری کی ایک خط کا جو تحفہ ارمغان حجاز میں موجود ہے جہاں روپیہ واپس کرنے کا یہ عذر پیش کیا گیا ہے کہ میں زکوٰۃ کھانے والا نہیں ہوں ، راقم الحروف نے اسی دن جبکہ سر اکبر حیدری کو یہ خط لکھا جا رہا تھا علامہ سے کہا کہ ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ یوم اقبال پر میں کسی کا تحفہ وصول نہیں کرتا لیکن دوسری طرف اتحاد پارٹی سے جو مربع جات آپ کو ملتے ہیں وہ آپ نے لے لئے ۔ علامہ نے فرمایا یہ مربع جات میرے بیٹے جاوید اقبال کو دیئے گئے ہیں ۔ ہر انصاف پسند شخص جانتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے ، سر اکبر حیدری کی تو ہجو ہوئی لیکن سر راس مسعود کی وفات پر علامہ نے ایک طویل اور دردناک نظم میں ان کا نوحہ کیا ۔ سرکار بھوپال کے یہی احسانات تھے جن کی بدولت علامہ نے ان کا نام ووکنگ مسلم مشن کے قیام کے سلسلہ میں نہیں لیا ۔

اگر کسی محسن سرکار کے احسانات کے عوض کوئی اور شخص اس طرح کی چشم پوشی سے کام لیتا تو یقیناً علامہ اس پر سلاطین پرستی سرکار پرستی اور نواب پرستی کا الزام دے کر دھڑا دھڑ سریع اور مسحور کن اشعار نظم فرماتے ، جیسا کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے ۔

"پیغمبر اور چلتا پرزہ"

علامہ سر محمد اقبال اپنے بیانات میں تحریک احمدیت کے مخالف مسلمانوں کو آرتھوڈکس یا راسخ العقیدہ مسلمان قرار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی انہی راسخ العقیدہ مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتے ہیں جن کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر کامل ایمان ہے ، اور جنہیں یقین ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک راستباز نبی تھے ، اور ان کی تمام مساعی ان کی اپنی ذاتی غور و فکر یا ان کی خود غرضیوں کا نتیجہ نہ تھیں ۔ بلکہ امر الٰہی کی تعمیل میں تھیں ، لیکن علامہ پر ہنگامہ کا اس قدر اثر ہوا کہ آپ آپے سے باہر ہو گئے اور بانی تحریک احمدیت پر "مذہبی چلتا پرزہ" کا فقرہ چست کرتے وقت حضرت مسیح پر بھی یہی فقرہ چست کر دیا ۔ فرماتے ہیں :-

IN SO FAR AS ISLAM IS Concerned, it is no exaggeration to Say that the Solidarity of the Muslim Community in India is far less Safe than the Solidarity of the Jewish Community in the days of Jesus under the Romans. Any religious adventurer in India Can Set up any Claim and Carve out a New Community for his own exploitation. This liberal State of our does not Care a fig for the integrity of a parent Community, provided the adventurer assures it of his loyalty and his followers are regular in payment of taxes due to the State. The meaning of this policy for Islam was quite Clearly Seen by our great poet Akbar who in his usual humourous Strain Says:-

---

[1] کے اسم گرامی پر رکھا گیا تھا جنھوں نے اسے تعمیر کرایا اور ابتک سرکار بھوپال

تحریکِ احمدیت اور علّامہ اقبال

سیّد اختر حسین صاحب گیلانی ایم اے مولوی فاضل

(۳)

جہاد

حضرت مرزا صاحب فی الواقع یہی سمجھتے تھے کہ اس زمانہ میں جہاد بالسیف کی شرائط نہیں پائی جاتیں، چنانچہ آپ نے فرمایا:-

"ان وجوہ الجہاد معدومۃ فی ھذا الزمن وھذہ البلاد" (عربی ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) ورنہ "سلاطین پرستی" کا جذبہ آپ کے راستہ میں روک نہ تھا۔ اگر "سلاطین پرستی" کا جذبہ ذرا بھی کارفرما ہوتا تو نہ حکومتِ وقت کے "خداوند اور منجی" یسوع مسیح کی موت اور کشمیر میں قبر ثابت کر کے اس کے مذہب کی بیخ کنی کرتے نہ ہی عیسائیوں کو دجال اور مغربی تہذیب کو دجالی تہذیب کا نام دیتے۔ اگر سلاطین پرستی کا جذبہ ہوتا تو حضرت مرزا صاحب کے مرید اور افغانستان کے مسلمہ پیر و مرشد، صاحبزادہ عبداللطیف صاحب علامہ اقبال کی طرح امیر کابل کی شان میں کوئی مدحیہ نظم فرماتے اور اس بے بسی سے سنگسار کئے جانے کی بجائے انعام و اکرام پاتے۔ لیکن یہاں تو اصول کا سوال تھا۔ یہ خوف نہ تھا کہ فرنگی کے خدا کی موت ثابت کرنے، اور فرنگی کو دجال قرار دینے سے فرنگی ناراض ہوتا ہے یا افغانی ناراض ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب دیکھتے تھے کہ پنجاب میں سکھوں کی حکومت کے دور میں مسلمانوں کے فرائض مذہبی کی ادائیگی پر کس قدر پابندیاں تھیں اور انگریزی حکومت میں مسلمان ان فرائض کی بجا آوری میں پورے آزاد تھے، لہذا آپ نے وہی فتویٰ دیا جو سید احمد بریلوی علیہ الرحمۃ مجدد صدسیزدہم نے دیا تھا کہ انگریز قوم سے جہاد بالسیف نہ کیا جائے (ملاحظہ ہو سوانح احمدی مؤلفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

حضرت مرزا صاحب خوب سمجھتے تھے کہ قوم جدید اسلحہ سے مسلح نہیں، اندرونی تشتت و افتراق ایک مرکز پر جمع ہونے نہیں دیتا اور مقابل پر منظم اور مسلح قوم ہے لہذا آپ نے قوم کی مجلسی اور دینی اصلاح شروع کی اور ان اصول پر شریعت کی جن کا نتیجہ بالآخر سیاسی غلبہ کی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا، یہی وجوہ تھیں، جن کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام نے رومیوں کے خلاف علمِ جہاد بلند نہ کیا۔ اور مورد طعن و تشنیع بنے اور یہی وہ وجوہ ہیں جن کی بنا پر مسیح موعود نے حکومتِ وقت کے خلاف علم جہاد بلند نہ کیا۔ اور مورد الزام ٹھہرے۔

آزاد اسلام

میرے اس قول سے کہ حکومتِ برطانیہ کے زیر سایہ مسلمان فرائض مذہبی کی بجا آوری میں پورے آزاد تھے شاید کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ اس حکومت میں تو قرآن مجید کے بیان کردہ تعزیرات اور اسلامی سیاست اور معاشیات کے اصول نافذ نہیں، تو آزادی کیا صرف ناک رگڑنے کی علامت ہے۔ علامہ نے بھی فرمایا تھا:۔

ملّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اگرچہ یہ سچ ہے کہ سب سے پہلے "ملّا" جنہوں نے یہ درس دیا کہ ہندوستان میں مسلمان امور مذہبی کی بجا آوری میں آزاد ہیں حضرت سیّد احمد بریلوی علیہ الرحمۃ تھے اور پھر سر سید احمد خاں مرحوم تھے اور مؤخر الذکر کے متعلق خود علامہ کا اپنا ارشاد ہے کہ وہ اس دور میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے مسلم راہنماؤں میں سے تھے اس کے بعد خود علامہ اقبال نے جب اپنا سر تختِ شہنشاہی کی نذر کیا تو صاف اعلان کیا تھا کہ ؎

آزادیٔ زبان و قلم ہے اگر یہاں
سامانِ صلح دیر و حرم ہے اگر یہاں
تہذیب کاروبارِ امم ہے اگر یہاں
خنجر میں تاب تیغ میں دم ہے اگر یہاں
جو کچھ بھی ہے عطائے شہِ محترم ہے یہ
آباد یہ دیار ترے دم قدم سے ہے

لیکن حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرتے وقت آپ اس حقیقت کو فراموش کر گئے۔

لیکن ناراض ہونے کی ضرورت نہیں آپ کی خوشنودیٔ خاطر کے لئے یہ تسلیم ہے کہ ہندوستان میں اسلام قطعاً محکوم ہے مگر کیا ترکی، مصر، ایران، اور دولتِ مستقلہ افغانستان میں اسلام آزاد ہے۔ کیا وہاں اسلامی آئین ہائے سیاست و معاشیات کا نفاذ ہے، کیا بالخصوص ترکی، ایران اور مصر میں اسلامی تعزیرات نافذ ہیں، چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں، زانی کو سنگسار کیا جاتا ہے یا کم از کم درّے لگائے جاتے ہیں، شراب نوشی اور اس کی درآمد و برآمد ناجائز ہے، رقص و سرود کی محفلوں کی ممانعت ہے، اگر نہیں، اور ان آزاد اسلامی حکومتوں نے ان خرافات کو قانوناً جائز رکھا ہوا ہے تو سوال یہ ہے کہ "ملا" کا فتویٰ یہاں کیا ہے؟ کیا وہاں بھی ناک رگڑنے کی ہی آزادی ہے ؎

ملّا کو جو ترکی میں ہے سجدے کی اجازت[1]
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
ہے یا

ملّا کو جو ہے مصر میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
ہے یا

ملّا کو جو ہے ایران میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اگر حقیقت یہی ہے تو حضرت مرزا صاحب پر طعن کرنا اور دوسرے بلاد اسلامیہ کی آزادی کا پر شوکت الفاظ میں بیان کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے تو وہ پروگرام پیش کیا تھا جس سے صرف ہندوستان میں نہیں بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں اسلام آزاد ہو سکتا ہے ان کی نظر صرف اس مملکت پر نہیں تھی جس کا مرکز دہلی ہے بلکہ اس پر تھی جس کا مرکز کعبۃ اللہ ہے۔ آپ نے جہاد بالسیف سے قبل جہاد بالنفس، جہاد بالقرآن اور جہاد بالقلم کی طرف توجہ دلائی۔ "جہاد بالقلم" کے نام پر مسکرائیے نہیں، حضرت مرزا صاحب کی بات اگر سمجھ میں نہ آسکے تو اپنے سیاسی راہنماؤں کی بات پر ہی کان دھریئے مسلم لیگ کے انگریزی روزنامہ "ڈان دہلی" میں جہاد آف دی پن (Jahad Of The Pen) یا جہاد بالقلم کے نام سے ایک مضمون چھپا ہے جس میں لکھا ہے:۔

" بدقسمتی سے بعض مسلمانوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ جہاد صرف تلوار سے ہی کیا جاسکتا ہے اور کسی اور ہتھیار سے نہیں کیا جاسکتا...... ہمیں جس چیز کی اشد ضرورت ہے وہ تلوار نہیں بلکہ ایک مضبوط پریس ہے جو ہمارے لئے لڑ سکے۔ ہمارے مخالفین یعنی ہنود کا سب سے بڑا ہتھیار ان کا پریس ہے۔ جسے نیشنلسٹ پریس کہا جاتا ہے جو ہمارے خلاف خطرناک پروپیگنڈا کر رہا ہے اور ہر اس چیز کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے جس کے لئے اسلام کھڑا ہے ہمارے جائز مطالبات کو غلط طریق پر بیان کیا جاتا ہے ہمارے لیڈروں پر لعن کیا جاتا ہے، ہمارا بحیثیت ایک وجود الگ ہونا۔ اس ہتھیار یعنی قلم کے ذریعہ خطرہ میں ڈال دیا گیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان ناپاک کوششوں کے خلاف اسی ہتھیار سے زبردست دفاعی حملے کریں، یعنی اسی قوت کے ساتھ دفاعی پروپیگنڈا کریں۔"

(ڈان دہلی ۲۹ر نومبر ۱۹۴۲ء)

اس سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاد بالقلم کس قدر اہم چیز ہے۔ لیکن سیاست کے ایک وقتی مسئلہ کی خاطر یا کسی لیڈروں کی حمایت کی خاطر جہاد کرنا تو جہاد بالقلم کا ایک ادنےٰ تصور ہے۔ اسلام کی ابدی تعلیمات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت کے متعلق پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کرنا اور پیغام اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہی درحقیقت جہاد بالقلم کا صحیح مفہوم ہے اور حضرت مسیح موعود پہلے شخص تھے جنہوں نے اس ضرورت کو محسوس کر کے اسلام پر تمام حملوں کے خلاف ایک محاذ قائم کیا اور جرائد و مجلات، کتب و رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ ان حملوں کا دفاع کیا جو اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جاتے تھے بلکہ اسی ہتھیار سے فرنگی اقوام کے مرکزوں میں جا کر حملہ شروع کر دیا۔ اس ہتھیار کے بغیر اس زمانہ میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی حضرت مرزا صاحب نے اسی ہتھیار سے کام لیا اور حفاظت و اشاعت اسلام کا ایک

[1] ترکی کے صوفی منش صدر فاتح رفقی اپنے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ترکی میں دین کو سیاست میں مداخلت کی اجازت نہیں دی گئی فرائض کی بجا آوری صرف مذہبی عبادتگاہوں میں آزادی سے ہو سکتی ہے (ہندوستان ٹائمز دہلی یکم مارچ ۱۹۴۳ء)

گورنمنٹ کی خیر یار و مناؤ
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

O friend pray for the glory of Britons name!
No more Chains or Cross of Persias mystic
Saint! Say "I am God"
Sans Chains Sans Cross, Sans Shame

یعنی جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنے میں مبالغہ نہیں کہ حکومت برطانیہ کے ماتحت ہندوستان میں ملت اسلامیہ کا اتحاد اس سے بھی بہت کم محفوظ ہے جس قدر یسوع (یعنی حضرت عیسٰے علیہ السلام ناقل) کے زمانہ میں یہودیوں کا اتحاد رومی حکومت کے ماتحت محفوظ تھا۔ ہندوستان میں ہر "مذہبی چلتا پرزہ" اپنی طلب منفعت کے لئے ایک نئی جماعت بنانے کی خاطر جو دعوے چاہے کر سکتا ہے، یہ ہماری آزاد منش سرکار اصل جماعت PARENT COMMUNITY کی وحدت کی قطعاً ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتی۔ بشرطیکہ وہ "مذہبی چلتا پرزہ" حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتا رہے اور اس کے متبعین حکومت کے محصول ادا کرنے میں پابند ہوں۔ ہمارے مشہور شاعر اکبر الہ آبادی نے حکومت کی اسلام کے متعلق اس پالیسی کا مفہوم نہایت صحیح طریق پر سمجھا تھا۔ اکبر اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں کہتا ہے:-

گورنمنٹ کی خیر یار و مناؤ
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

کہ اے دوستو! انگریز کے نام کے گیت گاتے رہو۔ بیشک "انا الحق" (یعنی میں خدا ہوں) کہو لیکن جس طرح ایران کے صوفی "ولی اللہ" کو بیڑیاں پہنائی گئیں اور صلیب پر لٹکایا گیا اور ہزار ندامت ہوئی، تمہیں بیڑیوں صلیب اور ندامت سے دوچار نہ ہونا پڑے گا"

(قادیان ازم انگریزی شائع کردہ اینٹی قادیانی لیگ صفحہ ۴)

گویا مسیح علیہ السلام "چلتے پرزہ" کو تو رومی حکومت نے کیفر کردار تک پہنچانے کی کوشش کی، مگر مرزا صاحب "چلتے پرزہ" کو کیفر کردار تک پہنچانے میں حکومت برطانیہ نے کوتاہی کی، مسیح علیہ السلام ایک راستباز پیغمبر بھی ہیں مگر "مذہبی چلتا پرزہ" اور واجب القتل" بھی ہیں!______ علامہ اقبال کے ان افکار کا نام فلسفہ رکھئے یا شاعرانہ تخیلات رکھئے، لیکن اس قدر بالکل واضح ہے کہ یہ ایک "راسخ العقیدہ" مسلمان کے ارشادات نہیں ہو سکتے، اور نہ ان کا تعلق اسلامی تعلیمات سے ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اور ولی کا قتل اور پھر قابل تحسین!!

ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے علامہ اقبال کا ایمان ہونا چاہیئے کہ ایک راستباز پیغمبر اور راستباز ولی اللہ کا ناحق قتل سراسر غضب الٰہی کا محل بنا دیتا ہے، اور یہود اسی لئے معضوب علیہم کہلاتے کہ انہوں نے انبیاء کو قتل کرنے کی کوششیں کیں، لیکن آپ رومی حکومت کے اس فعل کو بنظر تحسین دیکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو تختہ دار پر لٹکا دیا اور یہود کے اس فعل کو بالکل جائز سمجھتے ہیں کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ کیا کیونکہ بقول علامہ سر محمد اقبال اس طرح ان کی "ملی وحدت" افتراق سے محفوظ ہو گئی علیٰ ہذا القیاس علامہ کے نزدیک حسین بن منصور الحلاج صوفی ولی اللہ بھی ہیں، لیکن حکومت ایران کا یہ فعل کہ ان کے جسم کے پرزے اڑا دیئے بالکل واجب اور قابل فخر کارنامہ ہے ______ غیض و غضب جب کسی کو انبیاء و اولیاء کے حفظ مراتب سے بھی بے نیاز کر دے تو اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔

مجدد عصر حاضر ہی مثیل مسیح ہے

لیکن ہمارے لئے علامہ کے ان بیانات میں چاہے وہ کس قدر غیض و غضب اور بغض و عداوت کے نشہ میں سرشار ہو کر لکھے گئے ہوں کچھ اطمینان خاطر کا سامان بھی ہے اور یہ بیانات مجدد وقت اور اس کے مشن کی حقانیت کے روشن بدوش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات در بارہ "نزول مسیح" پر ہمارے ایمان و عرفان کے ازدیاد کا موجب بھی ہوتے ہیں، مسیح موعود کی ہزار مخالفت سہی، لیکن افکار غیر شعوری طور پر اس طرف حرکت کرتے ہیں کہ یہ زمانہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے مشابہ ہے، حکومت برطانیہ رومی حکومت سے مشابہ ہے، جو غلامانہ حیثیت بنی اسرائیل کی رومی حکومت کے ماتحت تھی، وہی حیثیت آج مسلمانوں کی حکومت برطانیہ کے ماتحت ہے، جس طرح مسیح علیہ السلام نے یہود کی اصلاح اور بنی اسرائیل کے غلبہ کا وعدہ دلایا، اور یہود نے ان کے قتل کے در پے ہو کر حکومت سے استمداد کی اسی طرح حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسلمانوں کی اصلاح اور اسلام کے غلبہ کا وعدہ دلایا لیکن مسلمان ان کے قتل کے در پے ہو گئے اور حکومت سے ان کی تحریک کو برباد کرنے کی درخواست کی، حضرت مرزا صاحب کی شخصیت اگر کسی سے شدید مماثلت رکھتی تھی، تو مسیح علیہ السلام سے ہی رکھتی تھی وہاں بھی جس طرح یہود نے یہ کہا کہ مسیح علیہ السلام دعوے الوہیت کرتے ہیں اور ان کے وہ متبعین جو ان کو خدا مانتے ہیں مسیحیت کے مسلک پر صحیح طریق پر قائم ہیں، اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے مخالفین نے بلکہ علامہ اقبال تک نے فرمایا کہ

I believe for reasons to be explained presently that the idea of a full prophet whose denial entails the deniers excommunication from Islam is essential to Ahmadism; and that the present head of the Qadianis is more consistent with the spirit of the movement than the Imam of the Lahoris.

"میں ان وجوہ کی بناء پر جنہیں ابھی واضح کیا جائیگا یہ یقین رکھتا ہوں کہ ایک کامل نبی کا تصور جس کا انکار منکر کو اسلام سے خارج کر دے، احمد ازم کا ایک لازمی جزو ہے اور قادیانیوں کا سردار اس تحریک کی حقیقی روح کے زیادہ مطابق ہے بہ نسبت لاہوریوں کے امام کے"

(احمد ازم صفحہ ۱۳-۱۴)

غرضیکہ تاریخ اسلام میں صرف یہی زمانہ ہے جو زمانہ مسیح سے بشدت مناسبت رکھتا ہے اور صرف یہی مجدد ہے جو حضرت مسیح کی ذات سے کامل مشابہت رکھتا ہے۔ اور ان سب امور کا واضح اعتراف علامہ اقبال کے بیان میں موجود ہے۔ اگر وہ ذرا غیض و غضب کو بالائے طاق رکھ کر غور فرماتے تو بہی امور انہیں حضرت مرزا صاحب کے مسیح موعود اور مجدد من اللہ ہونے کے دلائل نظر آتے اور انہیں یہ ضرورت نہ رہتی کہ نزول مسیح کی متواتر احادیث نبویہ کو خلاف عقل دیکھ کر انہیں مجوسی طرز فکر کا آئینہ قرار دے دیں یا حضرت مرزا صاحب کے کسی قول و عمل کو نشانہ اعتراض بنائیں۔

ایک تاریخی حقیقت

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بنی اسرائیل پر دو عظیم الشان عذاب آئے تھے۔ ایک اس وقت جب بخت النصر شاہ بابل نے حضرت مسیح سے چھ سو سال قبل یروشلم پر حملہ کر کے ہیکل کو جلا دیا، اور اسرائیلیوں کو قید کر کے جلا وطن کر دیا۔ اور دوسرے اس وقت جبکہ حضرت مسیح سے ستر سال بعد طیطوس رومی نے یروشلم کو تباہ کیا۔ ان واقعات کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے (انعام ع و بنی اسرائیل ع) اور اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنے کی کوشش کوئی ایسا قابل قدر کارنامہ نہ تھا کہ اس کے بعد یہود کی حالت پہلے سے بہتر ہو جاتی۔ اس کے برعکس اس ظلم عظیم کی پاداش میں ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی اور ان کا افتراق روز افزوں ہوتا چلا گیا۔ مگر علامہ اقبال کو اس حقیقت سے اتفاق نہیں، آپ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنے کی کوشش سے رومن قوم کے ماتحت یہود کا اتحاد محفوظ ہو گیا۔ علامہ اقبال تاریخ عالم کے بہت بڑے ماہر تھے انہوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی ایسا ارشاد کیا ہوگا!

(بقیہ از صفحہ ۳)

کے لئے وہ ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگاتے رہے؟ مظہر علی صاحب اظہر، غلام غوث ہزاروی اور اسی قماش کے دوسرے احراری لیڈروں کی سوقیانہ اور عامیانہ تقریریں اب تک لوگوں کے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ سر ظفر اللہ پر غداری کا الزام لگانے سے پیشتر ذرا انہیں اپنے گریبان میں منہ ڈال لینا چاہیئے۔

قادیانیوں سے ہمارے مذہبی اختلافات ضرور ہیں لیکن یہ وقت انہیں ہوا دینے کا نہیں پاکستان جس نازک دور سے گزر رہا ہے، وہ اس امر کا متقضی ہے کہ ہماری صفوں میں مکمل اتحاد ہو۔ پھر یہ بات بھی محل نظر ہے کہ احراریوں نے قادیانیوں کے خلاف جو محاذ قائم کر رکھا ہے اس میں کس حد تک سیاسی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔

موجودہ حالات میں حکومت پاکستان کے ذمہ دار اشخاص رکن کے خلاف کھلے بندوں اس قسم کا پروپیگنڈا نہایت خطرناک ہے حکومت کو اس کی روک تھام کرنی چاہیئے۔

("ہمارا پاکستان" پشاور)

ضروری اطلاع

۲۶ مئی حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوم وصال ہے اس لئے ۲۴ مئی کو حسب معمول سے دگنی ضخامت کا مسیح موعود نمبر شائع کیا جائیگا۔

مقطعاتِ قرآنی

ایک نیا نظریہ اور اس کے نتائج و عواقب

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

قرآن کریم کی کل ۱۱۴ سورتوں میں سے ۲۹ ایسی ہیں جو عربی حروف تہجی میں سے کسی ایک حرف یا ایک سے زائد حروف کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ ایسے حروف تہجی کو عرف عام میں "مقطعات" کہا جاتا ہے جس کے معنی ہیں "مختصرات"۔ قرآن کریم کے چند تراجم اب تک شائع ہو چکے ہیں اور جو نسبتاً زمانہ حال ہی کے ہیں۔ ان میں ان حروف کو جوں کا توں چھوڑ دیا گیا ہے اور ان کا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا لیکن مفسرین ابتدائی دور سے ان حروف کی مختلف تشریحات کرتے رہے ہیں۔

ان کو بالعموم یا تو ان سورتوں کے نام سمجھا گیا ہے جن کے شروع میں یہ آتے ہیں یا انہیں مختصر صورت میں بعض الفاظ کا قائم مقام سمجھا گیا خصوصاً ایسے الفاظ کا جو خدا کی صفات بیان کرتے ہیں۔[1] یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا ہے کہ وہ ابجد کے قاعدے کے مطابق اعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اس آخری تشریح میں یہ اہم نقص ہے کہ یہ اعداد بجائے خود ایک معمہ ہیں۔ اور ان کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر کہیں ان سے زبردستی اخذ کیا بھی گیا ہے تو وہ صرف ایک مختصر حرف پر ہی دق آسکتا ہے سب پر نہیں۔[2] اس لئے اسے بھی صحیح حل نہیں کہا جا سکتا۔ سید نصوح طاہر نے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اردن کی کابینہ میں نائب وزیر زراعت ہیں ایک نیا نظریہ پیش کر کے اس معمہ کو حل کرنے کی ایک کوشش کی ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ان حروف کے ہم قیمت عدد اس سورت کی آیات کی تعداد ظاہر کرتے ہیں جس سورت کے شروع میں یہ آتے ہیں اگر یہ بات درست ہو تو بے شک ان حروف کو عددی قیمت دینے کی یہ ایک واضح تشریح ہو گی۔ لیکن افسوس کہ سید نصوح طاہر اس معاملے میں قطعاً غلط رہے ہیں۔ ۲۹ سورتوں میں سے جو مقطعات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں ایک بھی ایسی نہیں جس کی آیات کی تعداد ان حروف کی عددی قیمت کے برابر ہو۔ میں ذیل میں ایک نقشہ پیش کرتا ہوں:-

مقطعات	ان کی عددی قیمت	اس سورۃ کی آیات کی تعداد جس کے شروع میں یہ آتے ہیں	
الف لام میم	۷۱	سورۃ ۲	۲۸۶ آیات
		۳	۲۰۰
		۲۹	۶۹
		۳۰	۶۰
		۳۱	۳۴
		۳۲	۳۰
الف لام را	۲۳۱	۱۰	۱۰۹
		۱۱	۱۲۳
		۱۲	۱۱۱
		۱۴	۵۲
		۱۵	۹۹
الف لام میم را	۲۷۱	۱۳	۴۳
کاف ہا یا عین صاد	۱۹۵	۱۹	۹۸
طا ہا	۱۴	۲۰	۱۳۵
طا سین	۶۹	۲۷	۹۳
		۲۶	۲۲۷
طا سین میم	۱۰۹	۲۸	۸۸
یا سین	۷۰	۳۶	۸۳
صاد	۹۰	۳۸	۸۸
حا میم	۴۸	۴۰	۸۵
		۴۱	۵۴
		۴۲	۵۳
		۴۳	۸۹
		۴۴	۵۹
		۴۵	۳۷
		سورۃ ۴۶	۳۵ آیات
حا میم عین سین قاف	۲۷۸	۴۲	۵۳ آیات
قاف	۱۰۰	۵۰	۴۵
نون	۵۰	۶۸	۵۲

ان حقائق کی موجودگی میں کوئی ہوشمند عالم ایسا نظریہ نہیں پیش کر سکتا۔ نہ صرف یہ بات ہے کہ اس نظریئے کی حمایت میں ایک بھی ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ یہ تو حقائق کی تکذیب کر کے رکھ دیتا ہے۔ اگر اسے ضرور نظریہ کہنا ہے تو یہ ایک خلاف حقائق نظریہ ہے۔ ایک سورت جس کے مقطعات کی عددی قیمت ۷۱ ہے یہ کہیں تو تقریباً ۳۰۰ آیات پر مشتمل ہے اور کہیں محض بیس یا تیس آیات پر۔ ایک اور سورۃ جس کے مقطعات کی عددی قیمت قریباً تین سو ہے محض ۴۳ آیات پر مشتمل ہے۔ علیٰ ہذا القیاس باقی بھی یوں ہی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نظریئے کے بانی نے اس لچر سی بات کو شائع کرنے کی جرأت کیوں کی۔ اس سے بھی زیادہ عجیب حرکت رائٹر نے کی کہ اسے فوراً بجلی تار کے ذریعہ نشر کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ نظریہ ساز سیدھی حقائق کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ قرآن بھی جو حاضر و موجود ہے اس کے دعوے کی تکذیب کرے تو وہ نہیں گھبراتا۔ وہ خود اسی (قرآن کریم) کی تدوین نئے انداز سے کر ڈالتا ہے اور ہر سورۃ میں اس کے مقطعات کی عددی قیمت کے برابر آیات شامل کر کے اپنے نظریئے کو "ثابت" کر دیتا ہے۔ ایک ایسی مقدس کتاب کو ہر کس و ناکس کی منشق تحریف و ترمیم بنا دینے کے لئے جس کے متن کے متعلق تو اس کے بدترین نقادوں کی یہ رائے ہے کہ یہ گذشتہ تیرہ سو سالوں میں بھی بعینہٖ وہی اور غیر متبدل رہا ہے۔ سید نصوح طاہر ہمیں یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ قرآن جو اس وقت تمام دنیائے اسلام میں موجود ہے اور جس پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کو کامل ایمان ہے محض عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتب کردہ "ایڈیشن" ہے اور یہ کہ ان کے وقت سے پہلے قرآن کا ایک اور ایڈیشن بھی تھا جس میں مذکورہ بالا ۲۹ سورتوں کی تعداد ان کے مقطعات کی عددی قیمت کے مساوی تھی۔ اگر اس کا کوئی نسخہ اس وقت دنیا میں موجود نہیں تو یہ دنیا کا قصور ہے۔ اور نصوح طاہر صاحب کا نیا نظریہ غلط نہیں کیونکہ ان کے الفاظ تو پتھر پر لکیر ہیں۔ یہاں قرآن کے شدید ترین مخالف نقادوں میں سے ایک سر ولیم میور کی مشہور شہادت قرآن کے متن کے جوں کے توں رہنے کے بارے میں پیش کی جاتی ہے۔ وہ اپنی تصنیف "لائف آف محمدؐ" میں عثمان رض کی مبینہ تحریف و ترمیم کے متعلق ایک سوال اٹھاتے ہیں اور خود ہی اس سوال کا یہ جواب دیتے ہیں:-

"اب اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ عثمان رض کے مرتب کردہ نسخہ کے متن میں تاحال کوئی ترمیم و تحریف نہیں ہوئی تو یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا عثمان کے نسخہ کا متن ٹھیک ٹھیک وہی ہے جو زید رض کے نسخہ کا تھا اور صرف بعض غیر اہم اختلافات میں مطابقت پیدا ہو گئی؟ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے زبردست دلائل موجود ہیں کہ یہ ٹھیک ٹھیک وہی ہے۔ کسی قدیم یا معتبر روایت میں عثمان پر اس بات کا شبہ نہیں کیا گیا کہ انہوں نے اپنی مطلب براری کے لئے قرآن میں تحریف کی ہو .... کوئی معقول غرض ایسی بیان نہیں کی جا سکتی جس کے سبب عثمان رض سے ایسا فعل سرزد ہوتا جسے مسلمان بدترین قسم کا افترا سمجھتے۔ علاوہ ازیں اس نسخہ کی تدوین کے وقت گروہ در گروہ ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے نزول کے بعد پہلی بار سن کر ہی اسے زبانی یاد کر لیا ہوتا تھا.......... نیز عثمان رض کی شہادت کے فوراً بعد حضرت علی رض کی جماعت برسر اقتدار آئی اور وہ کاملاً آزاد تھی۔ اس جماعت نے حضرت علی رض کو خلیفہ بنا دیا۔ کیا یہ امر قرین قیاس ہے کہ یہ جماعت برسر اقتدار آ کر ایک تحریف شدہ قرآن کو برداشت کرتی رہی اور تحریف بھی وہ جو ان کے امیر (علی رض) کا حق غصب کرنے کے لئے ہوتی؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ اسی قرآن کو تسلیم کرتے رہے جسے ان کے مخالف تسلیم کرتے تھے اور انہوں نے اس کے متعلق معمولی سا اعتراض بھی تو نہ اٹھایا۔"

لیکن ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ سید نصوح طاہر نے قرآن شریف کی ۲۹ سورتوں میں آیات کی درست تعداد معلوم کر لی ہے تو باقی ۸۵ سورتوں کی آیات کی صحیح تعداد کے متعلق کیا کہا جائیگا؟ کیا ان ۸۵ سورتوں کے بارے میں مسلمان آنکھیں بند کر کے

---

[1] ان حروف کا ترجمہ گزشتہ سندات پر مبنی ہے میرے ترجمہ کلام پاک میں موجود ہے۔

[2] الف لام میم سے کردہ حروف جن کے ساتھ دوسری صورت شروع ہوتی ہے اور جن کی عددی قیمت ۷۱ ہے بجائے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ یزید ابن معاویہ کے برسر اقتدار آ جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کے ساتھ تاریخ اسلام نے ایک نیا رخ اختیار کیا لیکن باقی ۲۸ مقطعات کی عددی قیمت کی اسی ڈھنگ پر کوئی تشریح نہیں بیان کی جاتی۔

عثمان رض کے نسخہ کی پیروی کرلیں یا اس اُلجھن کے حل کے لئے اس نظریہ باز کے پاس کوئی اور نظریہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہمیں اس گزشتہ دریافت سے بھی بڑی دریافت کی توقع رکھنی چاہیئے جس نے مقطعات کے ساتھ شروع ہونے والی ۲۹ سورتوں کو فرداً فرداً آیات کی ایک خاص تعداد دینے کے لئے تمام قرآن مجید کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ شاید ان ۸۵ سورتوں کے مسئلہ کا آسان ترین حل یہ ہوگا کہ ان کے لئے بھی مناسب مقطعات کو نظر انداز کر گئے تھے۔ کیونکہ اگر وہ متفرق سورتوں کی آیات کی تعداد کو غلط ملط کر گئے تھے تو بعض مقطعات کو بھی باسانی نظر انداز کر گئے ہوں گے۔

قرآن مجید میں مقطعات کا استعمال کوئی انوکھی بات نہیں۔ ہر زبان میں ایسی مختصرات ہوتی ہیں اور لوگ اپنا مطلب ادا کرنے کے لئے انہیں آزادانہ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ عربی میں بھی ایسا ہوتا ہے اور زمانہ قبل از اسلام کی شاعری میں اور عربی محاورہ میں اس کی مثالیں موجود ہیں لیکن کبھی بھی کوئی مختلف نظریہ نہیں۔ عربی میں کسی خاص حرف تہجی کو کسی خاص لفظ کے معنوں میں استعمال نہیں کیا جاتا تھا بلکہ تمام عبارت سے یہ بات معلوم کی جاتی تھی کہ اس خاص حرف کا مطلب کیا ہے مندرجہ ذیل شعر کو بطور مثال ملاحظہ فرمائیے

قُلْتُ لَهَا قِفِي قَالَتْ قَافْ

میں نے اسے کہا "ٹھہر جا" اور وہ کہنے لگی "قاف" (ق) اس شعر کا آخری حرف "ق" ہے لیکن عبارت ہی بتائے گی کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ دو شخص باتیں کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے (عورت) سے کہتا ہے "قفی" یعنی "ٹھہر جا ری"، جواب میں وہ کہتی ہے "ق"۔ صاف ظاہر ہے کہ "ق" کا مطلب ہے "وَقَفْتُ" "میں ٹھہر گئی"۔ وقفت کا درمیانی حرف "ق" ہے جس کا مطلب ہے وہ ساکن کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے والی نے یہ حرف پورے لفظ کے بجائے کہا۔ لینے عربک انگلش لیکسی کان میں لین نے بھی دو مثالیں دی ہیں۔ "حمزہ" کے تحت لکھتے ہوئے وہ کہتا ہے :۔

"اس نام کے ایک شخص نے اپنے رب کو گڑگڑا کے پکارا اور اپنے الفاظ اس کی بارگاہ تک پہنچائے اور کہا کہ بھلائی تو بڑی ہی اچھی بات ہے لیکن اگر میری تقدیر میں برائی ہی ہے تو برائی ہی سہی لیکن میں خود برائی نہیں چاہتا بلکہ اگر تیری مرضی یوں ہی ہو"

اس ترجمہ میں "تو برائی ہی سہی" لفظ فَشَرٌّ کے لفظ کا ترجمہ ہیں۔ لیکن اصلی عربی متن میں "فَشَرٌّ" کا لفظ نہیں بلکہ فَا ہے۔ جس میں ف کے معنے ہیں "پس" اور "ا" بمعنی "برائی" کو آنے دیجئے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح اگر تیری مرضی یوں ہی ہو تَشَاءُ کا ترجمہ ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے بجائے اصلی متن میں حرف "تا" ہے اور لین لکھتا ہے :۔

"اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو کہے کیا تم آؤ گے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے :۔ یعنی (فاذهب بنا، پھر تو ہمارے ساتھ چل)"

قرآن کے مقطعات بھی اسی قسم کے مختصرات ہیں۔ اس امر کی وضاحت نہ صرف قدیم ترین مفسرین کرتے چلے آئے ہیں (جن میں حضرت ابن عباس رض بھی شامل ہیں جو رسول پاک کے بڑے مشہور صحابی تھے اور علوم قرآنی میں جن کی اعلیٰ قابلیت مسلم ہے) بلکہ ایک طرح سے خود قرآن مجید نے بھی اسے واضح کیا ہے اسے سمجھنے کے لئے ہمیں سورتوں کی ترتیب بلحاظ نزول وحی کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے اولین سورۃ جس میں حرف مقطعہ استعمال ہوا ہے سورۃ ۶۸ "القلم" ہے۔ یہ اولین مکی سورتوں میں سے ایک ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا یوں ہوتی ہے :۔

ن والقلم وما يسطرون

"دوات دان۔ اور قلم اور جو وہ لکھتے ہیں"

پہلا لفظ جو مقطعہ بھی ہے "نون" ہے جس کا مطلب دوات دان بھی ہے اور مچھلی بھی یہ دونوں مطالب قدیم ترین علماء مثلاً حسن رض قتادہ رض اور ابن عباس رض سے بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن عبارت میں "قلم" اور "وہ چیز جو وہ لکھتے ہیں" کے ساتھ "نون" کا آنا صاف بتاتا ہے کہ پہلے پہل ایک ایسا مقطعہ استعمال کیا گیا ہے جو ایک سالم اور صریح لفظ بھی ہے یعنی دوات دان اس سے ہم باسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ باقی مقطعات بھی مختلف الفاظ کے بجائے رکھے گئے ہیں۔

اگر بعض مفسرین نے بعض مقطعات کو محض سورتوں کے نام سمجھا تو بھی اس امر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ انہیں بے مطلب چیز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ہر سورۃ کا نام با معنی ہے۔ مثلاً دو مقطعات طٰہٰ (سورۃ ۲۰) اور "یاسین" (سورۃ ۳۶) وہ نام ہیں جن کے ساتھ ان دو سورتوں کو پکارا جاتا ہے۔ لیکن اسے بھی قریباً باتفاق رائے تسلیم کیا گیا ہے کہ بعض علاقوں کی بولی کے مطابق طٰہٰ کا مطلب یَا رَجُلُ (اے آدمی) ہے۔ اور "یاسین" سے مراد "یا انسان" یعنی اے آدمی یا کامل آدمی ہے۔ "یا" حرف ندا ہے جیسے اردو میں "اے" اور "سین" کی مختصر صورت ہے جس کے معنی ہیں "آدمی"۔ یہی مطالب ابن عباس اور دیگر علمائے سلف مثلاً مجاہد اور قتادہ سے بھی مروی ہیں۔

اسی طرح اور بھی مقطعات ہیں جن کے مطالب ابن عباس اور دیگر علمائے سلف سے مروی ہیں جیسے "الف۔ لام۔ میم" اور "حا۔ میم" جن میں سے ہر ایک چھ یا ذرا اضافے کے ساتھ سات سورتوں میں شامل ہے۔ یا الف۔ لام۔ را جو پانچ سورتوں میں آتا ہے اور ذرا سے اضافے کے ساتھ چھ میں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ ایک ہی مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں کا زمانہ نزول بھی قریباً ایک ہی ہے جیسے "حا۔ میم" والی سورتیں یا "الف۔ لام۔ را" والی سورتیں۔ لیکن الف۔ لام۔ میم کے ساتھ شروع ہونے والی چار سورتیں مکی ہیں یعنی سورۃ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ اور دو مدنی ہیں۔ یعنی سورۃ ۲۔ اور ۳۔ "الف لام۔ میم" کے متعلق تازہ ترین تشریح جس پر قریباً سب علماء کا اتفاق ہے اور جو ابن عباس سے بھی منسوب ہے یہ ہے کہ اس کا مطلب ہے اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ "الف" "انا" کا پہلا حرف ہے جس کا مطلب ہے "میں" "لام" "اللہ" کا درمیانی حرف ہے اور "میم" "اعلم" کا آخری حرف ہے جس کے معنے ہیں سب سے زیادہ یا رب سے بہتر جاننے والا۔ یہ الفاظ اسلام کے غلبہ کی پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ "الف۔ لام۔ میم" والی چھ سورتوں میں چار مکی سورتیں اور ساتویں جو "الف۔ لام۔ میم۔ صاد" کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ پیشگوئی کا سا انداز رکھتی ہیں۔ اور سورہ ۲ و ۳ جو مدنی ہیں ان میں ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ "الف۔ لام۔ میم" والی سورتیں آخری مکی زمانہ کی ہیں جبکہ کفار کی طرف سے رسول خدا صلعم کی مخالفت انتہائی زوروں پر تھی۔ اس جگہ الف اور لام کا مفہوم تو وہی ہے یعنی "انا" اور "اللہ" جیسا کہ الف لام میم میں ہے لیکن "را" یا تو "اری" بمعنی "میں دیکھتا ہوں" کے لئے ہے یا "راٰی" یعنی "دیکھنے والا" مراد ہے اور اس لفظ سے مقصود یہ ہے کہ خدا مخالفین کی مذموم حرکات کو دیکھتا ہے اور وہ انہیں سزا دے گا۔

حامیم والی سات سورتیں درمیانی مکی زمانہ کے آخری دنوں کی ہیں جب کہ رسول خدا کو شدید ترین اذیتیں سہنی پڑیں اور حضرت ابن عباس رض نے ان دو حروف کی تشریح اس طرح کی ہے کہ یہ دو حروف معبود حقیقی کی دو صفات یعنی "رحمان" اور "رحیم" کے لئے ہیں۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ باوجود کفار کی اس بدکرداری کے کہ وہ رسول کو اذیتیں دیتے تھے خدا ان سے رحم و کرم کا سلوک کرے گا۔ پھر "طا سین میم" والی تین سورتیں ہیں ستائیسویں سورت میں صرف "طاسین" ہے۔ یہ آخری مکی دور کی سورت ہے یہاں جو تشریح ابن عباس سے منسوب ہے یہ ہے کہ یہ بھی معبود حقیقی کے اسمائے حسنیٰ ہیں۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ "طا" "لطیف" کی جگہ استعمال ہوا ہے (کیونکہ ط اس لفظ کا درمیانی حرف ہے) جس کا مطلب ہے نرم یا مہربان اور "سین" یا "سین میم" سے مراد سمیع ہو سکتا ہے۔ یعنی سننے والا سین اس لفظ کا پہلا حرف ہے اور میم درمیان کا۔ یہ مطلب ابن جریر نے پیش کیا ہے جہاں اس نے سورۃ ۲۷ میں طاسین کی تشریح کی ہے۔ لیکن اگر ہم سورتوں کے نفس مضمون پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ان تینوں سورتوں کا مشترکہ لب لباب حضرت موسیٰ کا قصہ ہے۔ اس لئے میں یہ خیال پیش کرنے کی جرأت کروں گا کہ "طاسین" سے مراد طور سینا ہے۔ اور "میم" سے مراد موسیٰ ہے اور اس کا حوالہ دینے سے یہ مطلب ہے کہ رسول اکرم پر نازل ہونے والی وحی وہی ہے جیسے طور سینا پر موسیٰ کو عطا ہوئی۔ اس زمرے کی آخری سورۃ میں تو اس یکسانیت پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے۔ سورہ ۲۸ کا رکوع ۵ دیکھئے ایسے حروف (مقطعات) سب سے بڑی تعداد میں سورۃ ۱۹ اور سورۃ ۴۲ میں ک۔ ہا۔ ی۔ ع۔ ص ملتے ہیں۔ سورۃ ۱۹ کاف۔ ہا۔ یا۔ عین۔ صاد سے شروع ہوتی ہے اور ان کی وضاحت یوں ہے کہ یہ سب حروف خدا کے اسمائے حسنیٰ کے بجائے استعمال ہوئے ہیں۔[1]

---

[1] ان مقطعات کی وضاحت کیلئے تفسیر ابن جریر خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہے اور اسی طرح ان مقطعات کے سلسلے میں جن کا ذکر بعد میں آتا ہے۔ اس کی تقریباً سبھی تفسیریں یہی وضاحتیں پیش کرتی ہیں۔

ک "کبیر" بمعنی بزرگ و برتر یا بمعنی "کافی" استعمال ہوا ہے۔ "ھا" "ہادی" بمعنی "ہادی" "ی" "یا امین" بمعنی مبارک۔ "ع" "علیم" بمعنی جاننے والا۔ "ص" صادق بمعنی سچا۔ سورۃ ۴۲ میں مقطعات کے دو الگ الگ مجموعے ہیں۔ پہلا "حامیم" جس کی تشریح اوپر آ چکی ہے۔ دوسرا "عین سین قاف" ان کو بھی مندرجہ بالا اصول پر ع علیم، س سمیع اور ق قادر کہا جا سکتا ہے۔ سورۃ ۷ میں چار حروف کا ایک مجموعہ ہے جہاں "ص" (صادق یا سچا) "الف لام میم" پر مستزاد ہے، سورۃ ۱۳ میں جہاں "الف لام میم" میں "ر" ہے۔ سورۃ ۶۸ کے علاوہ جو صرف ایک حرف سے شروع ہوتی ہے دو اور سورتیں۔ دونوں اولین مکی سورتوں میں سے ہیں۔ سورۃ ۵۰ "قاف" سے شروع ہوتی ہے اور نفس مضمون سے عیاں ہو جاتا ہے کہ "ق" سے قادر مراد ہے یعنی خدائے قادر کیونکہ اس کے بعد اور شاندار۔ قرآن کے الفاظ ہیں۔ اور سورۃ ۳۸ "صاد" سے شروع ہوتی ہے یہاں بھی نفس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ "صادق" یعنی سچے سے مراد ہے۔ جو الفاظ اس کے بعد فوراً آتے ہیں یہ ہیں "والقرآن المجید" "اور قرآن بلند مرتبے والا"۔ اول الذکر سورۃ میں یہ کہا گیا ہے کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ قرآن کو ایک شاندار مرتبہ حاصل کرا دے اور دوسری میں یہ کہا گیا ہے کہ خدا سچا ہے جب کہتا ہے کہ قرآن آدمیت کو بلند مرتبہ حاصل کرا دے گا۔

مندرجہ بالا مضمون میں مقطعات کے جو مطالب میں نے بیان کئے ہیں نہ صرف انہیں بلند پایہ علماء سلف کی تائید حاصل ہے بلکہ ذرا سی کوشش سے خود پڑھنے والے کی سمجھ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ خود عبارت بھی مطلب کو عیاں کر رہی ہے میں قارئین سے درخواست کرونگا کہ اس سلسلے میں اگر کسی مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت ہو تو وہ مجھ سے دریافت کریں اس کے ساتھ ہی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کراؤں کہ قرآن کریم جیسا کہ اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اور یہ تمام دنیا میں ایک ہی ہے بعینہٖ وہی قرآن ہے جو رسول پاک نے ہمیں عطا کیا تھا یہ ان کی ہدایات کے مطابق ان کے سامنے لکھا گیا اسے ان کے صحابہ نے خود ان کے لب ہائے مبارک سے سن کر زبانی یاد کیا۔ مختلف سورتوں میں آیات کی ترتیب اور خود سورتوں کی ترتیب خود رسول خدا کا اپنا کام تھا۔ مجھے امید ہے کہ میں زود یا بدیر اس مسئلے پر روشنی ڈالوں گا

اور دوست و دشمن پر یہ حقیقت تسلی بخش طور پر ثابت کر دوں گا کہ ابوبکرؓ کے نسخے زید کے نسخے اور عثمانؓ کے نسخے کے متعلق جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض جہالت پر مبنی ہے۔

(بقیہ از صفحہ اول)

نہایت سخت جاہل وہ شخص ہوگا جس نے یہ تعلیم دی کہ اپنے دین کے دشمنوں سے پیار کرو ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ پیار اور محبت اسی کا نام ہے کہ اس شخص کے قول اور فعل اور عادت اور خلق اور مذہب کو رضا کے رنگ میں دیکھیں اور اس پر خوش ہوں اور اس کا اثر اپنے دل پر ڈال لیں اور ایسا ہونا مومن سے کافر کی نسبت ہرگز ممکن نہیں ہاں مومن کافر پر شفقت کرے گا اور تمام دقائق ہمدردی بجا لائے گا اور اس کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا غمگسار ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بغیر لحاظ مذہب و ملت کے تم لوگوں سے ہمدردی کرو۔ بھوکوں کو کھلاؤ غلاموں کو آزاد کرو۔ قرضداروں کے قرض دو زیر باروں کے بار اٹھاؤ اور اپنی نوع سے سچی ہمدردی کا حق ادا کرو۔

بقیہ از صفحہ ۱۲

ان دو حدیثوں کا جو حضرت عمرؓ میں نبوت کے بالقوۃ موجود ہونے پر دلیل ہیں اور جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی بشارت سے مملو ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح کا اپنے لئے بیان کرنا اور کہنا کہ مجھے بھی اس میں سے حصہ ملا صاف ظاہر کرتا ہے کہ شاہ صاحبؒ ملہم من اللہ ہونے کے مدعی تھے۔

باقی ——— باقی

ہوتا نہیں

مولانا مرتضیٰ خان حسن بی اے

شافعِ روزِ جزا پر جو فدا ہوتا نہیں
اس سے راضی خالقِ ارض و سما ہوتا نہیں

وادیٔ ظلمت میں رہتا ہے بھٹکتا روز و شب
ضَوفگن جس دل پہ نورِ مصطفےٰ ہوتا نہیں

جس کے دل میں آتشِ عشقِ نبی ہو شعلہ زن
آتشِ دوزخ کا ڈر اسکو ذرا ہوتا نہیں

جاں وہ کیا جو مضطربِ عشقِ محمدؐ میں نہ ہو
دل وہ کیا جس دل میں دردِ مصطفےٰ ہوتا نہیں

کس گھڑی اس کا تصوّر مجھ کو تڑپاتا نہیں
کس گھڑی دل میں مرے محشر بپا ہوتا نہیں

اسکے کوچے میں تو لے جائے مرا مشتِ غبار
اتنا بھی کیا تجھ سے اے بادِ صبا ہوتا نہیں؟

صادقوں سے برسرِ پرخاش ہوتے ہیں وہی
جن کے دل میں اے حسن خوفِ خدا ہوتا نہیں

حضرت امام زمان کا تعمیری کام اور اسکی روحانی و اخلاقی بنیادیں

ووکنگ مسلم مشن میں خسارہ اور اس کو پورا کرنے کی چند تجاویز

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ - لاہور مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا ۰ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ۰ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ۰ ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ۰ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ ۰ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا ۰ انت مولٰنا ۰ فانصرنا علی القوم الکافرین ۰

الٰہی نصرت کا وعدہ

یہ دعا سورہ بقرہ کے آخر میں آئی ہے اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی ایسی دعا آتی ہے - جس میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرتے رہیں - اور یہ دعا مانگتے رہیں کہ انہیں کافروں پر غلبہ اور فتح عطا فرمائی جائے - یہ دعا صرف سکھائی ہی نہیں بلکہ خصوصیت سے اس پر زور بھی دیا ہے اور اسے بڑی اہمیت دی ہے - اس دعا کے سکھلانے کا مطلب یہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ ایک وعدہ ہے جو مسلمانوں کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی ہمیشہ ہمیشہ کافروں کے مقابلہ پر نصرت فرماتا رہیگا۔ اگر کوئی ایسا زمانہ بھی آنا ہوتا کہ خدا کی نصرت مسلمانوں کو چھوڑ دیتی تو یہ دعا انہیں نہ سکھلائی جاتی - لیکن جس طرح پر اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اس نے زمین اور آسمان کی تمام طاقتیں انسان کے لئے مسخر کر دی ہیں - مگر وہ تسخیر فی الحقیقت اسی حد تک وقوع میں آتی ہے جس حد تک کوئی انسان کوشش کرتا ہے - جوں جوں وہ کوشش کرتا چلا جاتا ہے توں توں نئی سے نئی طاقتوں کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوتا جاتا ہے - یہ تسخیر ایک قانون قدرت کے ماتحت ہوتی ہے سو یہ نصرت کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کیا ہے وہ بھی آئے گی تو ضرور لیکن اس کے مقررکردہ قانون کے مطابق -

دو قسم کی تعمیری طاقتیں

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں دو قسم کی تعمیری طاقتیں کام کر رہی ہیں تعمیری طاقتوں سے وہ طاقتیں مراد ہیں جن سے انسان کا قدم ترقی کی طرف اٹھتا ہے اور وہ پہلے سے بہتر انسان بنتا چلا جاتا ہے ایک قسم کی طاقتیں تو وہ ہیں - جن کا تعلق مادہ سے ہے - یا ان کا تعلق خدا تعالےٰ کے ان قوانین سے ہے جو اس کائنات کے اندر کام کرتے ہیں - اس کے علاوہ ایک اور قسم کی تعمیری طاقت بھی اس میں کام کر رہی ہے اس کی بنیاد مادہ پر نہیں بلکہ اخلاق پر ہے دنیا میں یہ جس قدر بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے وہ خواہ کسی ملک کے فاتح ہوں یا قوانین قدرت کی تسخیر سے انہوں نے کوئی بڑا کام کیا ہو ان سب کاموں کی بنیاد مادی ہے - لیکن ایک اور قسم کے انسان بھی دنیا میں ہمیں نظر آتے ہیں جن کے وجود پر تاریخ عالم شاہد ہے اور جن کا ہر قوم اور ہر ملک نے ضرور تجربہ کیا ہے کہ جنہوں نے نسل انسانی کی تعمیر کا کام محض اخلاقی بنیادوں پر رکھا - یہ انبیاء علیہم السلام کا گروہ ہے - انبیاء کے بعد ان کی امت کے کاملین اور صلحاء اور راستباز بھی انہیں بنیادوں پر نسل انسانی کی تعمیر کرتے رہے - مادی بنیادوں پر نہیں بلکہ خالصتہً روحانی بنیادوں پر -

حضرت امام زمان کا تعمیری کام

اس قسم کے انسانوں میں سے ایک وہ انسان ہے جس کو ہم اس زمانہ میں خدا کی طرف سے مسلمانوں کا مقرر کیا ہوا امام مانتے ہیں اس نے بھی دور حاضرہ میں ایک تعمیر کا کام شروع کیا اور اس کی بنیاد انہیں روحانی اور اخلاقی اقدار پر رکھی جن پر کہ انبیاء علیہم السلام اس سے پہلے تعمیر کا کام کرتے رہے - اس وقت بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اخلاق اور روحانیت کے لحاظ سے ایک خواب کی حالت میں چلی گئی ہے - ان کے اندر ایک ہی انسان جاگتا ہوا نظر آتا ہے جس کی نظر ان اقدار کی طرف اٹھتی -

اخلاقی اور روحانی بنیادیں

یہ روحانی و اخلاقی اقدار دنیا کی نظر سے مخفی ہوگئی تھیں - دنیا ان سے بالکل نظریں بند کر چکی تھی - لیکن اس وقت یہ ایک شخص اٹھا اور اس قدر زبردست قوت کے ساتھ اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر اس نے اپنے تعمیری کام کو شروع کیا کہ عین اس دور میں جبکہ دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ اسلام کی قوت اور طاقت ختم ہو چکی ہے - اور فی الواقع سیاسی رنگ میں یکے بعد دیگرے تمام اسلامی سلطنتیں بھی مٹ چکی تھیں - اس ایک شخص نے اسلام کے اندر ایک زبردست قوت پیدا کر دی - اپنے ماننے والوں کے قلوب میں اسلام کے غالب آنے پر محکم یقین پیدا کر دیا - فرداً فرداً اشخاص کو چھوڑیئے بحیثیت قوم یہ ایمان کہ فی الواقع اسلام بھی ایک طاقت ہے جو دنیا میں غالب آ سکتی ہے بالکل ختم ہو چکا تھا - لیکن غور کیجئے ایسے مایوسی کے عالم میں یہ شخص اٹھتا ہے اور اس دعوے سے اٹھتا ہے کہ میں اسلام کی روحانی قوت سے یورپ اور امریکہ کو مادہ پرستوں کے مرکزوں کو فتح کروں گا یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مسلمانوں کو یہاں (ہندوستان متحدہ میں) اسلام کی کامیابی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے بلکہ اس کے غلبہ کے بارہ میں ان کی قوت ایمانی بالکل مرچکی تھی - تو ایسے وقت میں اس ایک شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا - فرق ملاحظہ فرمایئے - کہاں مسلمانوں کی مایوسی کا یہ عالم کہ اسلام کی قوت اب ختم ہو چکی ہے اور کہاں یہ بے پناہ ایمان کہ وہ وقت قریب ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب پر اسلام غالب آجائے گا غلبہ کی یہ بشارت ایک زندہ انسان کی آواز ہے -

تلاوت قرآن اور غلبہ اسلام پر قوی ایمان

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ قوی ایمان اس روشنی کا نتیجہ تھا جو حضرت میرزا صاحب کے قلب صافی پر عالم بالا سے پڑی لیکن اس قوت کا ایک ظاہری سبب بھی تھا - وہ ہے کثرت کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت حضرت صاحب نے بڑی کثرت کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھا - اس کی تلاوت کو اپنا ورد بنا لیا - آپ کی ابتدائی زندگی کو دیکھ لو قرآن کریم کی تلاوت کے سوا اور کوئی کام آپ کا نظر نہیں آتا - یہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنے سے خدا کی ہستی اور اسلام کے غالب آنے پر ایک محکم یقین پیدا ہوتا ہے - اگر عالم بالا سے روشنی نہ بھی پڑے تو بھی ایک حد تک محض قرآن کی تلاوت سے ہی یہ یقین کہ اسلام ضرور دنیا کو فتح کر لے گا پیدا ہو جاتا ہے - میں یہ آپ کو اس لئے سنا رہا ہوں کہ اگر آج خدا کی زبردست قوتوں اور اسلام کے آخری غلبہ پر اپنے قلوب میں ایک محکم یقین پیدا کرنا چاہتے ہو - تو قرآن کریم کو خوب پڑھئے - بار بار پڑھئے - یقیناً یاد رکھئے یہ ورد تمہارے اندر ایک زبردست طاقت پیدا کر دے گا - جس کے سامنے تمام دنیوی طاقتیں تمہیں ہیچ دکھائی دیں گے اسلام کا غالب آنا ہی اٹل فیصلہ ہے - یہ ضروری ہو کر رہے گا - مادی طاقتیں اس کے مقابلہ پر قطعاً ٹھہر نہیں سکیں گی -

عملی اقدام

میں اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کے دل میں یہ صرف خیال ہی نہیں آیا کہ وہ اسلام جس کو ایک وقت میں پامال کر دیا گیا تھا۔ وہ تمام دنیا پر غالب آئیگا بلکہ عملی رنگ میں بھی اس کام کو کر دکھایا۔ ایسی پستی کی حالت کو دیکھکر غلبہ کا یہ خیال پیدا ہوجانا بھی کوئی چھوٹی سی بات نہیں۔ لیکن حضرت صاحب نے تو اس خیال کو حقیقت میں بدل کر کے بھی دکھا دیا۔ غور کیجئے عزم تو اتنا بڑا لیکن آپ کے ساتھ آدمی کتنے ہیں۔ تمام دنیا دشمن ہے۔ خود مسلمان بھی آپ کی مخالفت میں ڈٹے ہوئے ہیں اور صرف چند اشخاص آپ کے گرد جمع ہوجاتے ہیں مگر آپ کو غلبہ اسلام پر اس قدر ایمان تھا کہ اس مخالفت کے باوجود آپ کو یہ یقین تھا کہ ان چند معمولی انسانوں کو ہی خدا تعالیٰ اس قدر قوت اور طاقت دے دیگا کہ یہ تمام دنیا کو فتح کرسکیں گے۔

نفخ امام

ان میں سے میں اس وقت ایک شخص کا نام ایک خاص غرض کے لئے لیتا ہوں۔ اور وہ ہیں خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو شروع کیا تو اس کے ایک ایڈیٹر خواجہ صاحب مرحوم بھی تھے۔ ان دنوں خواجہ صاحب اپنا کاروبار یعنی وکالت بھی کرتے تھے اور اچھے کامیاب وکیل تھے اور تحریر کا کام سب سے زیادہ ہی سپرد تھا۔ بعض وقت ہمارے دوست کہا کرتے تھے کہ ریویو آف ریلیجنز کے دو ایڈیٹر ہیں ایک رائیٹنگ ایڈیٹر ہے اور دوسرا فائیٹنگ ایڈیٹر۔ فی الحقیقت اس کے نیچے ایک صداقت تھی۔ یہ اسی نفخ روح کا نتیجہ تھا جو حضرت مرزا صاحب نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں پیدا کر دی کہ ان کے دلوں میں بھی اسلام کے غلبہ پر وہی زبردست ایمان پیدا ہوگیا جو حضرت مرزا صاحب کے دل میں تھا۔ جن لوگوں کی آنکھیں بند ہیں ان کو یہ حقیقت نظر نہیں آتی کہ کس طرح حضرت مرزا صاحب نے ایک انقلاب برپا کیا دنیا کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا۔ کیا مسلمانوں کے دلوں میں یہ جوش باقی رہ گیا تھا کہ اسلام اور قرآن غالب آسکتے ہیں؟ تو پھر غور فرمایئے کہ حضرت صاحب نے اپنے پاس بیٹھنے والوں میں کس قدر زبردست قوت پیدا کر دی۔

خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اور ووکنگ مشن کی بنیاد

پھر خدائی تصرفات ملاحظہ فرمایئے۔ یہ کوئی ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا زمانہ تھا جب ووکنگ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جب حضرت صاحب کو الہام ہوا کہ خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے جماعت بناؤ۔ ادھر جماعت کے بنانے کا الہام ہوتا ہے تو ادھر دہریت کے مرکز میں ایک مسجد بن جاتی ہے۔ لیکن وہ آباد نہ ہوئی دروازے بند پڑے رہتے۔ کوئی عجوبہ سمجھ کر اسے دیکھنے چلا جائے تو شئی دیگر ہے ورنہ یہ مسجد کوئی کام نہیں دے رہی تھی یہاں تک کہ ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء کا زمانہ آگیا۔ خواجہ صاحب کے دل میں ایک جوش پیدا ہوا۔ اپنی وکالت کو چھوڑ انگلستان میں تبلیغ اسلام کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ کی شان ہے کیا عجیب رنگ نظر آتا ہے کہ ایک ہی وقت میں اگر تثلیث کے پرستاروں کے مرکز یورپ میں توحید کے مرکز یعنی مسجد کی بنیاد پڑ رہی تھی تو اسی وقت یہاں حضرت مرزا صاحب پر جماعت کی تشکیل کے لئے الہامات بھی ہو رہے تھے اور نیز ایک مرد مجاہد (خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم) حضرت صاحب کی صحبت میں تبلیغ اسلام کی تربیت بھی حاصل کر رہا تھا۔

ووکنگ ــــ تبلیغ اسلام کا کامیاب مرکز

خواجہ صاحب ابتدا میں جب لندن پہنچے تو شروع میں معمولی طور پر کام شروع کیا۔ لیکن آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ نے وہ سامان پیدا کر دیئے کہ مسجد کے دروازے کھل گئے پہلے اس مسجد اور ووکنگ کی بستی کو کوئی نہیں جانتا تھا لیکن خواجہ صاحب مرحوم جیسا ایک زبردست روحانی قوت کا مالک انسان وہاں چلا جاتا ہے۔ جس کی کوششوں کے نتیجہ میں آج ووکنگ کی غیر معروف بستی اور اس کی مسجد ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کا مرکز ہونے کے لحاظ سے مشہور و معروف ہے مسلم کیا اور غیر مسلم کیا سب اس تبلیغی مرکز سے واقف ہیں اور یورپ و امریکہ تک میں اس مسجد کا نام روشن ہے۔ نصرت الٰہی کا ایک زبردست نظارہ ہمیں نظر آتا ہے کہ کس طرح آج یہ مرکز گمنامی کی حالت سے نکل کر تمام دنیا میں مشہور ہوچکا ہے۔ مسلمان اور غیر مسلمان تک مذہبی معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے سب کے سب اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت امام زمان کی قوت ایمانی

غور فرمایئے حضرت امام زمان کس قدر روحانی قوت کے مالک تھے۔ جنہوں نے اپنے مریدوں میں اتنا زبردست ایمان پیدا کر دیا کہ جس کے نتیجہ میں وہ دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنے کے اہل ہوگئے۔ افسوس ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی اس حقیقت کی طرف آنکھ ہی نہیں اُٹھتی کہ وہ دیکھیں کہ حضرت امام زمان نے اپنے ماننے والوں میں کتنا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ مغرب میں تبلیغ اسلام کو اگر ایک وقت جنون یا خیال کہا جاتا تھا تو آج حضرت صاحب کے ایک مرید نے اسے حقیقت بنا کر دکھا دیا ہے۔ آج اخبار نویس حضرات بڑے باخبر معلوم ہوتے ہیں۔ ہر بات پر محاکمہ کرنے اور رائے دینے کے لئے اپنے آپ کو اہل سمجھتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیئے کہ ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں لیکن ان کی بھی نظریں اس عظیم الشان ادارے کی طرف نہیں اُٹھتی ہیں۔ کیا تبلیغ اسلام کا خیال کہیں دلوں میں پیدا ہوا ہے۔ کیا اسلام کا غلبہ کسی کو ایک حقیقت کے رنگ میں نظر آتا ہے ہاں صرف انہی لوگوں کو جنہوں نے مجدد وقت کی صحبت کا فیض حاصل کیا۔

ووکنگ مشن میں خسارہ

میں نے کہا تھا کہ ایک خاص غرض کے لئے میں اس کا نام لے رہا ہوں وہ غرض یہ ہے کہ اس مشن کو آپ ہی لوگوں نے شروع کیا تھا۔ ماسوا اس کے خواجہ صاحب احمدی تھے۔ مالی رنگ میں بھی آپ ہی کے ہاتھوں اس کی بنیاد پڑی۔ پھر ایک زمانہ وہ آیا کہ ہماری مدد سے کم اور دوسرے مسلمانوں کی مدد سے زیادہ یہ مشن چلتا رہا یہاں تک کہ پھر کچھ ایسی مشکلات پیدا ہوگئیں کہ جماعت کو دوبارہ یہ بوجھ اُٹھانا پڑا لیکن شاید ہم نے اس بوجھ کو اُٹھاتے وقت اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھا تھا۔ یہ کام تو بہت بڑا تھا لیکن ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہوا اور نہ ہی ہم نے اس کے لئے کوئی خاص کوشش کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہم کو اس مشن کے اخراجات برداشت کرنے میں بڑے بھاری نقصان کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ میں اسکو نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں۔ کہ اس سال یہ مشن ۲۵ ہزار روپے کا مقروض ہو چکا ہے۔ اور غالباً اگر آمدنی کے ذرائع نہ بڑھے تو سال کے اخیر تک بیس ہزار روپے کا اور نقصان ہوگا۔ یوں سال کے اخیر تک کل ۴۵ ہزار روپے کی کمی واقع ہو جائے گی۔ اگر اس مشن کے بوجھ کو اُٹھاتے وقت ہی ہم کوئی چھوٹی سی بنیاد رکھ دیتے جس سے ساری جماعت پر بوجھ بٹ جاتا تو آج اس قدر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ یہ ایک بڑی کوتاہی اور غلطی سرزد ہوئی ہے سو ایک تو یہی ۴۵ ہزار روپے کی کمی واقع ہوئی ہے۔ شاید کوئی سمجھے کہ اسلامک ریویو سے ہی اتنا بوجھ پڑ گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ صرف مشن ہی کے آمد و خرچ میں ساڑھے چودہ ہزار روپے کا فرق پڑ گیا ہے۔ آمد خرچ سے کم ہوئی ہے۔ ریویو میں بھی کوئی ساڑھے چار ہزار کے قریب نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ اس نقصان کا باعث کچھ ہمارے ملکی حالات بھی ہوئے ہیں بہرحال یہ ۴۵ ہزار روپے کی کمی ہے۔

بجٹ کا خسارہ

اس کے علاوہ بیس ہزار روپے کی ایک اور رقم ہے جو بجٹ بناتے وقت کم معلوم ہوئی تھی۔ مجلس منتظمہ نے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ تجویز کی تھی کہ کارکنوں کے الاؤنس کم کر دیئے جائیں۔ لیکن جنرل کونسل نے اسے نامنظور کر دیا۔ اس لئے ۲۰ ہزار کی کمی بھی چلی آتی ہے۔ یوں کل کمی ۶۵ ہزار روپے کی ہے۔ جو اب چندہ کے ذریعہ سال رواں کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پوری کرنی ہے۔ فی الحال چار پانچ مہینے باقی ہیں تو جیسا کہ میں نے کہا یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے اس مشن کو لیتے وقت اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کیا۔ اب ہمیں ایک کثیر رقم کو پورا کرنا ہے۔ ایک دو آدمی تو اسکو پورا نہیں کر سکتے۔ ہم میں سے ہر ایک کو چھوٹے سے لیکر بڑے تک اس کمی کو پورا کرنے میں حصہ لینا ہوگا۔ غور کر کے دیکھو کہ اس چھوٹی سی جماعت کے سوا کوئی اور جماعت ہے جس کا مقصد اسلام اور قرآن کریم کے نور کو دنیا میں پہنچانا ہو۔ مسلمان عوام کو چھوڑئیے ان کے لیڈر اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے غافل ہیں۔ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہی کی برکت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اس بزرگ مقصد کے لئے چن لیا۔ اب اگر آپ لوگوں نے بھی اس کام کی طرف پوری توجہ نہ کی اور اس کی ذمہ داریوں کو محسوس نہ کیا تو پھر اور کوئی ایسی جماعت نہیں جو اس کام کو سنبھال سکے۔ خدا کی نصرت تو ضرور آکر رہے گی۔ ہاں یہ صرف انہیں لوگوں کے لئے آتی ہے جو سرفروش ہوں۔

کمی کو پورا کرنے کی تجاویز

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

ان اللّٰہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔

کہ اللہ تعالےٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض

میں انہیں جنّت عطا فرمائے گا۔ تو اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے یہ ۶۵ ہزار روپے کا بوجھ آپ لوگوں ہی نے اُٹھانا ہے۔ اس کے لئے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اس رقم کو بعض جماعتوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ اور بعض احباب کو اس کی وصولی پر لگا دیا جائے۔ جو جماعتوں میں جا کر اس رقم کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اور دوسرے احباب کو بھی اس کے لئے تحریک کریں۔ اس ضمن میں لاہور کی جماعت کے حصہ میں نے ۲۰ ہزار روپیہ ڈالا ہے اور دس دس ہزار روپیہ لائلپور اور کراچی کی جماعت کے نام۔ باقی ۲۵ ہزار روپیہ دوسری جماعتیں پورا کریں۔

دس دن کی آمد دیجئے

ہم نے اس کمی کو بہرحال پورا کرنا ہے ایک فوج کی طرح باہم یک جہتی سے اس بوجھ کو اُٹھائیے جو زیادہ حصّہ نہیں لے سکتے وہ کم از کم اپنی دس دس دن کی آمد ضرور دیں چاہیں تو اس کی ادائیگی کو پانچ مہینوں تک پھیلا لیں اور ہر مہینہ صرف دو دن کی آمد دیتے چلے جائیں۔ یوں بوجھ بھی ہلکا ہو جائیگا اور کمی بھی پوری ہو جائے گی۔

ہمارا مقصد بڑا بلند ہے

ایک اور بات کی طرف میں توجّہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ ووکنگ مشن جس پر آج کی واقعی بنی ہے اس مشن پر کم از کم اس وقت تک ۳۰ لاکھ کے قریب روپیہ خرچ ہو چکا ہو گا۔ اور دوسرے اب تمام دنیا میں یہ ایک تبلیغی مرکز کی حیثیت سے مشہور بھی ہو چکا ہے۔ تو ان ہر دو لحاظ سے اب یہ ہمارے لئے اچھا نہ ہوگا کہ اتنا روپیہ خرچ کر چکنے کے بعد چند ہزار روپے کے لئے اس کام کو بند کر دیں یا نقصان پہنچائیں۔ یوں اسلام اور مسلمانوں کو بھی ایک دھکا لگے گا جس سے وہ پھر اُٹھ نہیں سکیں گے۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ خواجہ صاحب مرحوم تبلیغ اسلام کے جوش میں دیوانہ وار مصر، افریقہ وغیرہ میں پھرتے تھے آج یہ کام پیچھے پڑا ہوا ہے۔ خدا کی نصرت انہی لوگوں کے شامل ہوتی ہے جو اسکو تلاش کرتے ہیں سو آج ہمیں بھی بعض ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو الٰہی فضل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں اور اس پیش آمدہ نقصان کی تلافی کریں۔ ہمارا مقصد بہت بلند ہے اور ہماری راہ بہت کٹھن ہے۔ اسلام کے نور سے دنیا کو منور کرنا ہے۔ اٹھو اور اس کے حصول کے لئے پوری جدوجہد کرو تا الٰہی نصرت تمہارے شامل ہو۔

لاہور میں ساٹھ ہزار روپے کی وصولی

میں نے کہا کہ ۲۰ ہزار روپیہ لاہور کی جماعت ادا کرے۔ اس سلسلہ میں ایک خوشخبری آپ لوگوں کو سناتا ہوں کہ خدا کے اس کام کو زندہ رکھنے کے لئے خواجہ نذیر احمد صاحب نے پانچ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ۲ ہزار روپیہ خواجہ صاحب کے ایک پرانے رفیق نے جو اپنا نام سر دست ظاہر کرنا نہیں چاہتے وعدہ کیا ہے یوں ۲۰ ہزار میں سے ایک تہائی حصّہ تو پورا ہو چکا باقی ⅔ حصہ باقی جماعت کے احباب پورا کرنے کی کوشش کریں۔ بعض احباب نکلیں جو دوستوں سے ملیں اور انہیں اس طرف توجّہ دلائیں۔ اور اس کار خیر میں شامل ہونے کی اپیل کریں۔ اسی طرح بیرونی جماعتوں کے احباب بھی دوستوں کو ملیں۔

اسلامک ریویو کی خریداری بڑھائیے

ایک بات اسلامک ریویو کے متعلق بھی کہنی چاہتا ہوں۔ پہلے سے اس کی حالت بہتر بنانے کے نتیجہ میں اس کی شہرت اور قدر بہت بڑھ گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ساتھ ساتھ اخراجات بھی بڑھ گئے ہیں شروع میں بھی یہی خیال تھا کہ اسلامک ریویو پہلے دو سال تک نقصان میں چلے گا تیسرے سال یہ اپنے اخراجات اٹھانے کے قابل ہو جائے گا۔ اور اب بھی یہی خیال ہے۔ اس کی خریداری غالباً چھ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ تھوڑی کوشش اور کریں کہ اس کی خریداری دس ہزار تک پہنچ جائے تو پھر امید ہے کہ نقصان چھوڑ کچھ مالی قوت کا بھی یہ موجب ہو جائیگا۔

میں نے پچھلے سال اس کی خریداری کو بڑھانے کی طرف توجّہ دلائی تھی۔ میں نے دیکھا کہ کراچی میں بعض غریب آدمی جن کا کوئی اثر و رسوخ نہ تھا تین تین چار چار خریدار بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ دوسرے مقامات پر بھی احباب نے اس طرف توجّہ فرمائی۔ تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بارسوخ احباب اس کی خریداری بڑھانے میں کس قدر ممد ثابت ہو سکتے ہیں۔

اسلامک ریویو کیلئے مضامین لکھئے

بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ اس میں خالص مذہبی مضامین کم ہوتے ہیں میں کہتا ہوں مذہبی مضامین لکھنے کیلئے تو آپ کی جماعت تھی۔ آپ کیوں اس کے لئے مضامین نہیں لکھتے۔ اعتراض کرنا تو آسان ہوتا ہے۔ کوئی تعمیری کام کر کے دکھانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ہم میں خدا کے فضل سے کافی آدمی ہیں جو بڑے اچھے مضامین لکھ سکتے ہیں کم سے کم بیس ایسے آدمی ضرور ہیں۔ اگر سال میں دو دو تین تین مضامین ہی اس رسالہ کے لئے لکھیں تو یہ شکایت دور ہو سکتی ہے۔ اس رسالے کو بہتر بنانے کی کوشش کیجئے۔ ہر وقت نقائص ہی کو بیان کرتے رہنا کوئی اچھا کام نہیں۔ آپ لوگ اگر ہمت کریں۔ اور مضامین لکھنے کی کوشش کریں تو اس سے آپ کا علم بھی بڑھے گا، اور رسالہ کی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔

میں آج پھر اس کی خریداری کو بڑھانے کے لئے احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ کوشش کیجئے کہ اس کی خریداری دس ہزار تک پہنچ جائے۔ پہلے اس کا سالانہ چندہ ۱۲/۸/- روپے تھا اب کم کر کے پاکستان میں دس روپے کر دیا ہے۔

لائبریریوں کے لئے اپیل

اس سلسلہ میں ایک اور اپیل بھی کرنی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پچھلے سال کوئی ہندوستان کی ڈیڑھ سو لائبریریوں میں احباب نے اسلامک ریویو مفت جاری کروایا تھا وہ چندہ تو اب ختم ہونے کو ہوگا۔ احباب اس کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں کہ اس رسالے کے وہاں جانے سے ملکی تعلقات پر بڑا اثر ہوگا۔ سو میں ان تمام احباب سے جنہوں نے یہ رسالہ مفت جاری کروایا تھا یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ آیندہ سال کے لئے بھی اسے جاری رکھیں، دفتر کو بھی چاہیئے کہ وہ فوراً فوراً ان تمام احباب کو اس کے جاری رکھنے کی اپیل کریں۔

جتنا اشتا نہیں کر سکتے۔

لہذا میں درخواست کروں گا کہ ۲۶ مئی کا دن محض ایک رسمی تقریب نہ ہو۔ بلکہ ایک محاسبہ کا دن ہو۔ ہم اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے حضور میں پائیں اور آپ کے وہ تمام مطالبات جو آپ نے ہم سے کئے تھے ہمارے سامنے ہوں اور ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کیا ہم ان پر پورے اترے ہیں۔ ربنا اننا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین

بقیہ حقیقت احمدیت از صفحہ ۳۲

ان سے عہد باندھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے مگر کیا اس وقت ہم اس پر قائم ہیں۔ بل الانسان علٰی نفسہٖ بصیرۃ ولو القٰی معاذیرہٗ آپ خود فیصلہ کرلیں۔

(۳) آپ کے واسطے سے اسلام کو دنیا میں پہنچانا۔ مجدد دین میں مداخلت اور کمی بیشی کے لئے نہیں آتا البتہ جھاڑ پھونک کر اس کے گرد آلود چہرہ کو صاف کر دیتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنے وجود سے خدا کی ہستی کا ثبوت محمد صلعم کا فیضان اور اسلام کی حقانیت کو آشکارا کرتا ہے تا کہ ان پر زندہ ایمان پیدا ہو اور اس کی حرارت سے وہ سٹیم پیدا ہو جو قوم کے مردہ جسم میں حرکت پیدا کرے۔ اگر کوئی اور واسطہ زندگی کی روح پیدا کر سکتا تو مجدد کا مبعوث کرنا بیکار ہوتا۔ یوں تو یہ امت روحانی لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہتی لیکن جب چار طرف تاریکی چھا جاتی ہے تو اسکو دور کرنا ان کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ عالم روحانی میں اس وقت ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جس کا نور اس قدر زبردست ہو کہ وہ اس تاریکی کو پاش پاش کر دے پس وہ آکر للکارتا ہے ؎

بشنوید اے مردگان من زندہ ام
اے شبان تیرہ من تابندہ ام

وہ مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیتا ہے اور خدا کے تازہ کلام اور نشانات سے شک و شبہات کی تاریکی کو چاک کر دیتا ہے اور خدا کے وعدوں اور وعید پر ایمان پیدا کر دیتا ہے۔ وہ ایسے اظہار علی الغیب سے جس پر کوئی انسان قادر نہیں ہو سکتا خدا کی ہستی پر زندہ ایمان پیدا کرتا ہے اور اسلام کے خدا۔ اس کے نبی اور اس کی کتاب کی برتری کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا دیتا ہے۔ پس اس کے بغیر دنیا تاریکی سے نہیں نکل سکتی اور خدا پر زندہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا۔

کیا ہم نے اس کے ذریعہ سے اشاعت اسلام کی ہے۔ اور آپ کا کلام جو ایک حقیقت نمائی اور آپ کا اظہار علی الغیب، اور پیشگوئیاں مردوں کو زندہ کر سکتی ہیں۔ دنیا تک پہنچائیں کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ آپ نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی میں تزکیہ نفس کی راہوں اور نشانات کو کیوں جمع کیا تھا۔ اور مخالفین کو کیوں کہا تھا کہ اسکو پڑھ کر پھر بات کریں۔ یاد رہے کہ ہم جب تک خدا کے مامور کو جو اسلام کی زندہ تصویر تھا دنیا کے سامنے نہیں پیش کرتے ہم دنیا کی کایا نہیں پلٹ سکتے اور اسلام کی حقیقت سے دنیا کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۲۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ❊ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ چھ روپے — ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے — ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ۔ — ایڈیٹر۔ دوست محمد

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۱۴ شعبان ۱۳۶۹ھ۔ ۳۱ مئی ۱۹۵۰ء | نمبر ۲۲

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفراست و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

اصلاح فساد عالم میں تقوےٰ کی اہمیت

مجدد زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود

بعض لوگوں کو جو الفاظ کے جوڑنے اور لسانی کے مشاق ہو گئے ہیں نفس نے یہ مغالطہ دیا ہے۔ کہ وہ بھی اصلاح فساد عالم کا کام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ خدا کا مامور بھی آخر اسی طرح اشتہار جیسی لڑنا اور کتابیں لکھتا ہے۔ اور یہ کام تو وہ بھی کر سکتے ہیں۔ مگر یہ لوگ نہیں جانتے۔ کہ جو لوگ آسمان سے ضرورت حقہ کے وقت ضرورت کے سامانوں کو ساتھ لیکر آتے ہیں انہیں باطل سے جنگ کرنے کے لئے اور ہی ہتھیار دیئے جاتے ہیں۔ انہیں اول درجہ کی صفت تقویٰ دی جاتی ہے۔ وہ پورے درجہ کے مطہر اور مزکی ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں دنیا کی ہر قسم کی پلیدیوں اور کمزوریوں سے پاک کر کے بھیجتا ہے۔ ان کی روح کو آسمان سے اتصال بخشا جاتا ہے۔ انہیں وہ قوت قدسی اور انفاس طیبہ عطا کئے جاتے ہیں۔ کہ پہاڑ ان کی عقد ہمت کے مقابل اس بادل کی طرح پاش پاش ہو جاتے ہیں جس پر ہوا مسلط کر دی گئی ہو۔ وہ اسباب عادیہ اور مواد مالوفہ سے تمسک کرتے ہیں۔ مگر اس لئے کہ ان کے نزدیک ان پر کام کا مدار اور انحصار ہوتا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ رعایت اسباب مسبب مقدر کے حکیمانہ فعل کی قدر کرنا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ کارخانہ جو دار ایمان و عمل اور ایمان بالغیب کا بالطبع مقتضی ہے۔ ایک قسم کے حجاب اور التباس میں مخفی رہے۔ اور حقیقت کار سے پردہ اٹھ کر دار شہود نہ بن جائے اور اس لئے بھی کہ تیز بینوں اور بالغ خردوں اور من وراء حجاب دیکھ لینے والوں اور سطح کے اوپر اوپر رہنے والوں میں تمیز اور تمحیص ہو جائے۔ کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے معتاد اسباب کی حمایت سے وہ کامیابی حاصل کی کہ جس کی نظیر لانے سے تاریخ عالم ساکت ہے؟ مکہ معظمہ میں جن دنوں ضعف کے پورے سامان موجود تھے اور کامیابی کے اسباب ظاہراً دیدہ سے ایک سبب بھی مہیا نہ تھا۔ آپ کے منہ سے یہ نکلا سیھزم الجمع و یولون الدبر۔ بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر (سورۃ القمر) عنقریب ایک وقت آتا ہے۔ کہ دشمنوں کی جماعتیں پاش پاش کر ڈالی جائیں گی۔ اور وہ گھڑی خدا تعالیٰ کے علم میں قطعی طور پر مقرر ہو چکی ہے۔ دشمن کی تباہی کے وعدہ کی گھڑی ہے۔ وہ گھڑی ان لوگوں کو جو آج دانشمندی اور فنون حرب کے دعوے کرتے ہیں سراسیمہ اور حواس باختہ کر دینے والی اور آخر تلخ کامی اور نامرادی کے پیالے پلانے والی ہوگی اور پھر ایسے ہی دقتوں میں یہ حیرت انگیز دعویٰ کہ اس کی کنہ کو انسانی فطرت نہیں پہنچ سکتی آپ کی طرف سے کیا گیا اور وہ یہ ہے فکیدونی جمیعاً ثم لا تنظرون (سورۃ ہود) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کے ہتھیار تمہارے پاس ہیں۔ زور کے۔ زر کے۔ مکائد اور منصوبہ بازی کے سب مجھ پر چلا لو اور مجھے ایک لحظہ بھر کی مہلت نہ دو۔ اس قسم کی جلالی آیتوں سے کئی سورتیں بھری پڑی ہیں۔ ہر دانشمند کو سوچنا چاہیئے کہ کیا انبیاء علیہم السلام کو کسی دنیوی اسباب پر بھروسہ ہوتا ہے جس سے ان کے دعووں میں یہ فوق العادت شوکت اور تحدی پیدا ہوتی ہے؟ نہیں یاد رکھو وہ ازل سے کامیابی کے خمیر سے ترکیب یافتہ ہو کر آتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی انتہاء دانائی نے انہیں لاکھوں بندوں میں سے اصلاح خلق کے کام کے لئے برگزیدہ کر لیا ہوتا ہے ان کا آغاز کار کو شروع کرنا اپنی تجویز اور منصوبہ کی بناء پر نہیں بلکہ وہ ایک زبردست طاقت کے ہاتھ میں ایک خاص مقصد کے سرانجام کے لئے کٹھ پتلی کی طرح ہوتے اور اس پاک صفت کا سچا مصداق ہوتے ہیں۔ ویفعلون ما یؤمرون (سورۃ النحل) یہی سر ہے اس آیت کا جو خدا تعالیٰ کے کامل نبی کے صدق دعویٰ کو ایک رنگ میں ظاہر کرتی ہے اور وہ یہ ہے ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی (سورۃ یوسف) ایک نادان جس کے تمام کپڑے سفلی زندگی کے کیچڑ سے آلودہ ہیں اور تطہر اور تزکیہ اور تبتل اور فنا کے مدارج سے ایک درجہ بھی اسے نصیب نہیں ہوا دنیا کے مکار جیفہ خوروں کی تقلید میں تمنا رکھتا ہے کہ یہ معاملہ صرف زبان درازی اور منصوبہ بازی پر موقوف ہے اور راہ سے روکوں کو ہٹانے کے لئے خدا تعالیٰ کے وجود کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس راہ کے مرد کے لئے شرط لازم ہے کہ آسمانی ہو۔ اور آسمان کی طرف ہی اس کی نگاہ ہو۔ اور زمین کی کسی طاقت پر اس کا تکیہ نہ ہو۔ فتح اور غلبہ اور نصرت اسی کے لئے مقدر ہے جو فوق سے آتا ہے۔ زمین کا کیڑا جو سوراخ سے اس لئے نکلا ہے کہ حرص و آز کے منہ کے لئے کوئی دانہ تلاش کرے ناگہاں کسی پاؤں کے نیچے مسلا جاتا ہے۔

تحریکِ احمدیت اور علامہ اقبال

سید اختر حسین صاحب گیلانی ایم اے مولوی فاضل

(۴)

حاسد اور کاہن نبی

ایک راسخ العقیدہ مسلمان" ہونے کی حیثیت سے علامہ اقبال کا ایمان ہونا چاہیئے تھا کہ قرآن مجید میں جو انبیاء و رسل کے مخالفین کو زلزلوں، وبائی امراض، اور دیگر مختلف قسم کے عذابوں سے ہلاک کرنے کا ذکر آتا ہے، جیسے فرعون، قوم لوط، اور عاد و ثمود وغیرہم کی ہلاکت کا، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ظلم نہیں، بلکہ ان اقوام کے اپنے اعمال کا نتیجہ تھا ذالک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید (آل عمران ع ۱۹)

اسی طرح انہیں اس امر پر بھی یقین ہونا چاہیئے تھا کہ انبیاء و رسل کا اپنی اقوام کو نزول عذاب کی پیشگوئی کے ساتھ انذار کرنا عین حکمت الٰہیہ کے مطابق تھا اور محض اس کے رحم و کرم کا نتیجہ تھا، کہ آخری وقت بھی اگر انسان اپنی اصلاح کر لے تو عذاب سے بچ جائے ــــــ لیکن علامہ کا دماغ تحریک احمدیت کے خلاف اس قدر مشتعل ہوتا ہے کہ آپ نزول عذاب الٰہی کو بیہودیانہ خیال قرار دیتے ہیں، اور اس خدا کو جو عذاب نازل کرے "حاسد خدا" کا خطاب دیتے ہیں، اور آپ کے خیال مبارک میں یہ بات آ ہی نہیں سکتی کہ کوئی ایسا خدا بھی ممکن ہے جس کے زلزلوں اور طاعونوں کا خزانہ ختم ہونے میں ہی نہ آئے ارشاد ہوتا ہے:۔

(ترجمہ از انگریزی)

یعنی قادیان ازم کا ایک حاسد خدا کا تصور جس کے ساتھ زلزلوں اور طاعونوں کے غیر متناہی خزانے ہیں اور اس کا پیغمبر ایک کاہن کا سا تصور........ ایسے قطعی طور پر یہودی تصورات ہیں کہ یہ تحریک بآسانی قدیم یہودیت کی طرف رجعت قہقری قرار دی جا سکتی ہے

(قادیان ازم صفحہ ۲)

گویا علامہ کے نزدیک خدا کے زلزلوں اور طاعونوں کے خزانے لا متناہی نہیں بلکہ ختم ہو چکے ہیں، زلزلہ اور طاعون کا عذاب صرف قوم یہود پر نازل ہوتا تھا، ورنہ آج قوانین الٰہیہ کے عصیان سے زلزلہ اور طاعون وغیرہ کے عذاب نازل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایسی غیر معقول بات تسلیم کرنے سے بقول علامہ تین نقصانات ہیں، خدا کو حاسد ماننا پڑتا ہے، اس کے خزانوں کو "لامتناہی" ماننا پڑتا ہے، اور یہودیت اور "قادیان ازم" سے مشابہت لازم آتی ہے لیکن قرآن مجید قدم قدم پر علامہ کے اس فلسفہ کے ابطال کا اعلان کر رہا ہے۔ جیسے فرمایا

(ا) وان من شیءٍ الا عندنا خزائنہٗ وما ننزلہٗ الا بقدرٍ معلوم ٭ (الحجر)

ترجمہ:۔ اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں اور ہم اُسے ایک مناسب اندازے سے ہی اتارتے رہتے ہیں۔

(ب) اذا زلزلت الارض زلزالہا ٭ واخرجت الارض اثقالہا ٭ وقال الانسان ما لہا ٭ (الزلزال)

ترجمہ:۔ زلزلوں کے خزانے ختم نہیں ہوئے ایک وقت ہوگا جب زمین اپنے زلزلے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے بوجھ نکال دے گی اور انسان کہے گا اسے کیا ہوگیا۔

(ج) ءَامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ٭ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصباً ٭ فستعلمون کیف نذیر ٭ ولقد کذب الذین من قبلہم فکیف کان نکیر ٭ (الملک)

ترجمہ:۔ ارے کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے (یا نابود کر دے) اور وہ (زمین) ناگہاں کانپنے لگ جائے؟ کیا تم اس سے نڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھر برسائے سو تم جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ اور (یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام، اور عذاب سے انذار کی) انہوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، سو (غور کر لو) میری ناراضگی کا انجام کیسا ہوا۔

اور ایسی آیات کریمہ، قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ اس لئے ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ ؎

جو اس پر بھی نہ سمجھیں تو پھر ان سے خدا سمجھے

کیا تحریک احمدیت مجوسی افکار کا مرقع ہے

علامہ فرماتے ہیں:۔

(ترجمہ):۔

"حتیٰ کہ "مسیح موعود" کا اور وہ بھی مسلمانوں کے دینی شعور کا نتیجہ نہیں، یہ ایک "غیر صالح" اصطلاح ہے جس کی بنیاد اسلام سے قبل مجوسی افکار میں ملتی ہے، اس کا وجود بھی اسلام کی ابتدائی دینی اور تاریخی ادبیات میں نہیں ملتا۔ اور اس عظیم الشان حقیقت کی وضاحت پروفیسر ڈاکٹر اے ونسنک کی "المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی" سے ہوتی ہے جو گیارہ کتب حدیث اور تین قدیم ترین اسلامی کتب تاریخ پر مشتمل ہے"

مجوس و مجوسیت

اس ارشاد پر غور کرتے ہوئے ذرا یہ ملاحظہ فرما لیجئے کہ "مجوس" اور "مجوسی افکار" سے کیا مراد ہے؟ ــــــ مجوس ایک قبیلہ کا نام تھا جو جناب زرتشت سے قبل ایران میں اور بعض محققین کے نزدیک سندھ اور دجلہ کے تمام درمیانی علاقوں میں اقامت گزیں تھا، مشہور مؤرخ البیرونی لکھتا ہے:۔

(ترجمہ):۔

"مجوس زرتشت سے قبل بھی موجود تھے مگر اب کوئی ان کا خالص، غیر مخلوط عنصر باقی نہیں، جو دین زرتشت کا پیرو نہ ہو" ــــــ

ــــــ غالباً یہی وجہ ہے کہ عرب مؤرخین جناب زرتشت کو بھی سردار مجوس قرار دیتے رہے ہیں۔

جناب زرتشت ساتویں صدی قبل مسیح میں ایران میں پیدا ہوئے آپ مصلحین عالم میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم المتوفی سنہ ۴۵۶ھ اپنی تصنیف کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل میں تحریر فرماتے ہیں:۔

" واما زرادشت فقد قال کثیر من المسلمین بنبوتہ

(الجزء الاول صفحہ ۱۱۳۔ مطبوعہ مطبعہ ادبیہ مصر)

"بکثیر التعداد مسلمانوں کے نزدیک جناب زرداشت ایک پیغمبر تھے۔ جناب زرداشت کی تعلیم ایران میں بہت مقبول ہوئی، اور اس کا اثر ایران و روم کی ہوس ملک گیری اور باہمی چپقلش کے دوران میں، بنی اسرائیل پر بھی کافی پڑا، بلکہ یہاں تک بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ جناب زرتشت کے ظہور سے قبل یہود میں بعثت بعد الموت کا تصور ہی موجود نہ تھا، اور یہ خیال بھی ایران سے آیا ہوا ہے، اس باہمی اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب مجوسی ثقافت یا تہذیب کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو اس سے مراد یہودی، عیسائی، کلدانی، صابی اور زرتشتی مذاہب اور ثقافتیں ہوتی ہیں اور اس کا اعتراف خود علامہ اقبال کے بیان میں بھی موجود ہے۔

The Concept of Magian Culture according to Modern research includes Cultures associated with Zoroastrianism, Judaism, Jewish Christianity Chaldian and Sabean religions (Qadianism pg. 2)

کیا ہر مجوسی تصور قابلِ مذمت ہے

اب علامہ کے اس ارشاد کی کہ "مسیح موعود" ایک مجوسی تصور ہے، قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے چند اصولی امور کا طے کر لینا نہایت ضروری ہے، سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آیا وہ تصور جس کی بنیاد مجوسی تہذیب و ثقافت میں مل جائے اس قابل ہے کہ اسے رد کر دیا جائے۔

علامہ اقبال کے ارشاد سے بالتصریح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایسا ہی کرنا چاہیئے، میری دانست میں علامہ جیسی شخصیت کے انسان کا ایسے کمزور اصل پر اپنے تحقیقی مقالہ کی بنیاد رکھنا، حد درجہ تعجب خیز امر ہے، کیونکہ اگر ہر ایسا خیال جس کی اصل مجوسی ادیان و مذاہب میں مل جائے، اس قابل ہے کہ اسے رد کر دیا جائے تو اسلامی تعلیمات کے ایک کثیر حصہ کو ترک کرنا پڑ جائے گا، اور ــــــ توحید باری تعالیٰ، کا تصور، ملائکہ اور شیطان کا تصور، صوم و صلوٰۃ کا تصور، جنت و جہنم کا تصور، حور و قصور کا تصور ــــــ یہ سب کچھ مردود و مطرود قرار دینا پڑے گا کیونکہ کسی نہ کسی انداز میں یہ سب کچھ مجوسی ادیان و مذاہب میں موجود تھا۔ بلکہ اسلام کا جنت و جہنم کا تصور تو زرتشتی مذہب سے اس قدر مماثل ہے کہ اکثر مستشرقین کو علامہ اقبال کی طرح یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اسلام محض مجوسیت کی ہی صدائے بازگشت ہے۔ لیڈن یونیورسٹی کا معلم تاریخ ادیان۔ سی۔ پی۔ طیل لکھتا ہے:۔

(ترجمہ از انگریزی)

"کہ جس دین کی محمد نے بنیاد رکھی وہ محض سامی ہے، کیونکہ اصول اور نظام عمل میں خالصۃً الٰہیاتی ریاست" کو پیش کرتا ہے، کامل اور مختار مطلق بادشاہ ہے، جو دنیہ

(باقی بر صفحہ ۴)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۳ شعبان ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲۲

ہمارا قومی کردار

سیرت اور کیریکٹر وہ چیز ہے، جو دوسری تمام چیزوں، تمام اعلےٰ درجہ کے فلسفوں اور تعلیمات سے بڑھکر موثر اور دلوں کو مائل کرنے کا موجب ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ جو اشد ترین دشمنوں کو آپ کی طرف مائل کرنے اور دنیا میں آپ کو سب سے بڑھکر کامیاب بنانے کا موجب ہوا آپ کی پاک سیرت اور حسن اخلاق ہی ہے۔ قرآن کریم نے اسی سیرت و کردار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" الخ مسلمانو! اگر کامیابی چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت اور اسوہ حسنہ کی تقلید کرو، اس اسوۂ حسنہ کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں، آپ کا دشمنوں سے حسن سلوک، اپنوں سے نرمی و ملاطفت، خطا پوشی، غفر ذنوب، ادنےٰ سے ادنےٰ انسان کے دکھ درد میں شرکت و ہمدردی، بیماروں کی عیادت، مرنے والوں کی تعزیت اور جنازوں کے ساتھ چل کر جانا ایسی باتیں ہیں جو عام طور پر دنیا کو معلوم ہیں۔ اسی سیرت و کردار کا ایک نمونہ اس معمولی سے واقعہ میں ملتا ہے کہ آپ کی مسجد میں جھاڑو دینے والی ایک بڑھیا فوت ہو جاتی ہے اور آپ کو اطلاع دیئے بغیر اسے دفن کر دیا جاتا ہے، تو بعد میں اطلاع ہونے پر آپ ناراض ہوتے اور اس کی قبر پر جا کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں یہی وہ چیزیں ہیں جس نے عرب کے بدوؤں اور ظالم و خونخوار دشمنوں کے دلوں کو رام کر لیا۔ اور ملک کو جہاں صدیوں سے بھائی بھائی کا دشمن چلا آتا تھا، محبت و اخوت کا گہوارہ بنا دیا۔ واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا، تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اس سے تم کو بچایا اور یہ سب کچھ کس کے ذریعہ سے ہوا اسی پاک وجود کے ذریعہ سے جس کی سیرت و کردار کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے وانک لعلیٰ خلق عظیم تو یقیناً خلق عظیم کا مالک ہے اور یہ خلق عظیم عظمت و رفعت کی کتنی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا، جنگ کے موقعہ پر ظالم و خونخوار دشمنوں کے مقابلہ میں، رسول اللہ صلعم کی کھلی ہدایت کے باوجود چند سپاہی اس ناکہ سے ہٹ جاتے ہیں جو دشمن کے لئے رکاوٹ کا موجب تھی، اور اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، دشمن جو شکست کھا کر بھاگنے ہی والا تھا، یکایک اسی ناکہ سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر گر پڑتے ہیں اور آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو جاتی ہے ایسی حالت میں ان سپاہیوں کے ساتھ دنیا کے عام قانون کے مطابق کیا سلوک ہونا چاہیئے تھا، اور کیا سلوک کیا گیا یقیناً کوئی مہذب سے مہذب حکومت بھی ان کا کورٹ مارشل کے بغیر نہ رہتی لیکن رسول اللہ صلعم کی سیرت اور حسن اخلاق کو دیکھیے حکم ہوتا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنہم واستغفر لہم وشاورہم فی الامر۔ یہ اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ تیرا دل ان کے لئے نرم ہے اور اگر تو سخت کلام اور سخت دل ہوتا تو وہ تیرے ارد گرد سے بھاگ جاتے پس ان کو معاف کر دو ان کے لئے اللہ سے حفاظت طلب کرو اور امور مملکت میں ان سے مشورہ لیتے رہو۔

صرف دوستوں ہی کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا یہ برتاؤ نہیں بلکہ جب خونخوار دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہے تو ان کو کوئی سزا دینا تو ایک طرف یہاں تک فرما دیا "لا تثریب علیکم الیوم" تم پر آج کوئی ملامت بھی نہیں۔

اللہ اللہ کتنا بڑا دل ہے، کس قدر بلند اخلاق ہیں، یقیناً یہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے عرب کے سخت دل لوگوں کو آپ کا مطیع و منقاد بنا دیا اور ان کے دلوں میں وہ گہری محبت پیدا کر دی جس کی نظیر دنیا کی کسی سوسائٹی میں نہیں ملتی یہی وہ بلند اخلاق ہیں جن کی وجہ سے وہ ذلیل ترین قوم جو دنیا بھر میں نفرت و حقارت سے دیکھی جاتی تھی، بڑی بڑی عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کرنے اور دنیا کے تمدن و معاشرت میں انقلاب پیدا کرنے کا موجب ہوئی، جب تک یہ سیرت و کردار مسلمانوں کے قومی خصائص کا حصہ بنا رہا اس وقت تک کامرانی اور فتوحات ان کے قدم چومتی رہیں لیکن جس وقت اس سیرت و کردار کو انہوں نے چھوڑا ذلت و نکبت کے گڑھے میں گرنے شروع ہو گئے۔

آج خدا نے ہم میں پھر ایک مامور بھیجا جس نے اپنی سیرت و کردار سے اس اعلیٰ درجہ کے نمونہ کو پھر زندہ کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کی ایک درخشاں خصوصیت تھی۔ ابھی گذشتہ نمبر میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم و مغفور اور مرزا مسعود بیگ صاحب کے قلم سے ہم اس سیرت و کردار کی کہانی سن چکے ہیں جو حضرت مسیح موعود کی ذات اقدس میں دنیا نے دیکھی یقیناً یہی سیرت و کردار ہے جس نے آپ کے ساتھیوں کی زندگیوں کو بدل دیا، اور دنیا نے ایک دفعہ پھر اس اخوت و محبت، باہمی الفت کو دردمندی کے وہ دلپذیر مناظر دیکھے جو صحابہ کی زندگیوں میں پائے جاتے تھے یہی وہ چیز تھی جس نے شدید ترین مخالفتوں کے باوجود ایک دنیا کو احمدیت کی طرف جھکا دیا اور لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بغض و عداوت کے باوجود ان کی جماعت کی سیرت و کردار پر رشک آنے لگا۔ یہی وہ سیرت و کردار تھا جس نے اقبال مرحوم کے قلم سے یہ الفاظ نکلوا ئے ا۔

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا
جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں"

اور یہی اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ تھا جس نے مولوی محمد حسین صاحب جیسے رئیس المکفرین کو اپنے لڑکے کو تعلیم کے لئے قادیان بھیجنے پر مجبور کیا۔

ایک زمانہ تھا جب احمدی جماعت کی سیرت و کردار کا ذکر ایک ضرب المثل کے طور پر کیا جاتا تھا اور اس کے بے شمار نمونے ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ لیکن آج کیا حالت ہے، کیا ہمارے دوست آج بھی اسی الفت و محبت، اسی برادرانہ طریق عمل سے کام لیتے ہیں جو آج سے کچھ سال پہلے نظر آتا تھا۔ کیا آج بھی ہم ایک دوسرے کے دکھ درد میں اسی طرح کام آتے ہیں، جس طرح حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اور آپ کے کچھ سال بعد تک ہمارا شعار رہا۔ کیا آج بھی ہم اپنے بھائیوں کی بیمار پرسی، ان کے جنازوں میں شرکت، ان کے مرنے کے بعد ان کے بچوں کی نگہداشت اور گھر والوں کی خاطر و مدارات میں اسی طرح حصہ لیتے ہیں جس طرح پہلے لیا کرتے تھے، برخلاف اس کے آج ہمارے بزرگوں اور ہمارے حالات میں وہی تفاوت پایا جاتا ہے جو سعدی علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ؎

شنیدم کہ مردان راہ خدا ؎ دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام ؎ کہ با دوستانت خلاف ست و جنگ

ہمیں معاف کیا جائے، یہ کوئی خلاف واقعہ بات نہیں کہ ہم اپنے بزرگوں اور مسیح موعود کی سیرت و کردار سے ہٹ کر ایسا رنگ اختیار کر چکے ہیں جو باہمی الفت کو بڑھانے کے بجائے شقاوت کو ترقی دینے والا ہے۔ الا ماشاء اللہ ہم نے ان جماعتوں کی طرف سے دوستوں کی باہمی نزاعات اور ایک دوسرے سے نفرت و عداوت کی شکایات آتی رہتی ہیں جو اس جماعت کے لئے کسی طرح موزوں نہیں جس نے دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ اور ٹھیٹھ اسلامی سیرت کو پھیلانے کا ذمہ لے رکھا ہے ابھی پشاور سے ایک اطلاع آئی ہے کہ ہمارے ایک دوست جو پشاور شہر سے سات میل کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ اور ہر جمعہ کی نماز میں سات میل چل کر آتے تھے، ایک مہینہ تک بیمار رہے، اور جمعہ میں نہ آسکے تو کسی نے پوچھا تک نہیں کہ ہمارا وہ بھائی کہاں گیا اور کیوں نہیں آتا، اور جب وہ فوت ہو گئے تو کسی نے ان کے جنازہ میں شرکت کی تکلیف گوارہ نہیں فرمائی اور چونکہ وہ اپنے گاؤں میں اکیلے احمدی تھے، غیر از جماعت لوگوں نے محض اس خیال سے ان کو دفن کر دیا کہ عدم تدفین طبی نقطہ نگاہ سے نقصان دہ ہو گی۔ اس خط میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پشاور کی مسجد احمدیہ میں جمعہ کے سوائے اور کوئی نماز نہیں ہوتی اور ہمارے دوست وہاں روزانہ باجماعت نماز کا کوئی انتظام نہیں کرتے۔

یہ حالات پشاور کے ساتھ مخصوص نہیں، بعض اور مقامات سے بھی کبھی کبھی ایسی شکایتیں سننے میں آتی ہیں جو حد درجہ افسوسناک ہیں اور اس قوم کے لئے جو دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے کھڑی ہے بے حد شرمناک ہے۔ ہم اپنے دوستوں اور بزرگوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کے لئے ان حالات کو بدلنے کی کوشش کریں۔ دنیا میں فلسفہ اور علم و کلام نہیں دے سکتے جو سیرت و اخلاق اور باہمی تعلقات کام دے سکتے ہیں، ہمارا نمونہ ہی ایک چیز ہے جو دنیا کو ہماری طرف جھکا سکتا ہے، اگر یہ ٹھیک نہیں تو یاد رکھیئے ہم خود رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود کے خلاف چل رہے ہیں، دوسروں کی ہدایت و رہبری کس طرح کر سکتے ہیں،

کے خلاف فیصلہ طریق پر کھڑا ہے، اور اپنے ارادوں کو مشین کی طرح اپنے انبیاء بالخصوص اپنے آخری نبی کے ذریعہ اظہار کر رہا ہے جس کے الفاظ اور احکام کی اندھا دھند تعمیل کرنی چاہیئے، محمدؐ خود اپنے محاسن و معائب میں ایک خالص سامی شخصیت کا مالک تھا، اس کی تعلیمات کسی جدید چیز پر مشتمل نہیں، یہ تمام اس سے پہلے پیش کی جا چکی تھیں، اور محمدؐ نے انہیں یہودیت، مشرقی مسیحیت، اور حنفیت سے اخذ کیا تھا، بلکہ اوائل میں محمدؐ خود "حنیف" کہلاتا تھا۔

ایک اور مستشرق ڈین سامرٹ لکھتا ہے۔ (ترجمہ از انگریزی)۔

"کہ مذہب زرتشت کا اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب پر بھی اثر ہؤا ہے، "مسیحا" منجی" اور گناوان، روح کا غیر فانی ہونا، جسم کا دوبارہ اُٹھایا جانا، خدا اور شیطان کا ہمیں بخوبی علم ہے"

علامہ اقبال نو صرف مسیحا کو ہی مجوسی تصور قرار دے کر مردود فرما رہے تھے۔ علامہ سے زیادہ غائر نظر ڈالنے والوں کو روح کی ابدیت بعثت بعد الموت، خدا اور شیطان، بلکہ اسلام کا تمام فکری اور عملی نظام، ہی مجوسی تصورات کا مرقع نظر آیا، تو کیا جس عقیدہ کی اساس پہلی ثقافتوں میں مل جائے۔ اُسے ترک کر دیا جائے۔

جنت و جہنم کے متعلق اسلام اور زرتشتی مذہب کے تصورات کا موازنہ کرنیکے سے پہلے اسی کتاب کا ایک اور حوالہ سنئے۔ (ترجمہ از انگریزی)۔

"یعنی دین زرتشت کے مطابق موت کے بعد تین دن رات تک روح میت کے پاس رہتی ہے۔ چوتھی صبح کو ایک ہوا کا جھونکا آتا ہے جو میت کے اعمال کے مطابق معطر ہوتا ہے، یا بدبودار ہوتا ہے، اور روح کو اڑا کر اس کے اعمال کے مطابق ایسی جگہ لے جاتا ہے جہاں اسے ایک حسین لڑکی (حور) ملتی ہے، یا ایک چڑیل ملتی ہے، ہوا بالآخر انہیں عدل کے پل (صراط، یا پل صراط) پر لاتی ہے۔ یہاں ایرانی قوانین کا ایک عجیب، اصول عمل میں لایا جاتا ہے۔ گناہ کو اسکی اپنی حیثیت سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ ملزم کی تمام زندگی دیکھی جاتی ہے۔ اگر اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلتا ہے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے (فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ ہ واما من خفت موازینہ فامہ ھاویۃ ہ (القارعہ) فیصلہ صادر ہونے کے بعد روح پل پر سے گذرتی ہے، نیک بندوں کے لئے تو پل چوڑا ہی چوڑا ہوتا چلا جاتا ہے مگر بدکاروں کے لئے وہ اس قدر تنگ ہو جاتا ہے

کہ استرے کی دھار کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس طرح گمراہ شدہ روح آگ کے بھڑکتے ہوئے گڑھے میں جا گرتی ہے"

اب کس کس تصور کو مجوسیت قرار دے کر سلسلہ اسلام سے باہر پھینکا جائے۔ محققین ادیان کو معلوم ہے کہ اسرائیلی مذاہب میں حوروں کا تصور نہیں پایا جاتا، یہ تصور خصوصیت سے زرتشتی مذہب میں پایا جاتا تھا، لہذا مستشرقین نے اپنی جہالت سے ایسا ہی نتیجہ نکالا، جیسا کہ علامہ اقبال نے غیض و غضب کی حالت میں نکالا اور کہہ دیا کہ اسلام تمام و کمال مجوسیت کا ہی آئینہ ہے اور اس کا جنت و جہنم کا تصور تو خصوصیت سے مجوسیت سے ماخوذ ہے، اور اس پر مستزاد یہ کیا، کہ "فردوس" کا لفظ بھی جو اسلام میں جنت کے ہم معنی استعمال ہوا ہے عربی الاصل نہیں، بلکہ ایک قدیم فارسی اور زرتشتی اصطلاح ہے، یہی وہ لفظ ہے جو انگریزی میں بگڑ کر پیراڈائز (PARA DISE) بن گیا ہے اور چونکہ اسلام نے زرتشتی تصور فردوس کو اخذ کیا تھا، اس لئے زرتشتی اصطلاح بھی استعمال کر دی گئی۔

اللہ "نور" ہے

اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض (النور) خدا زمین اور آسمانوں کا نور ہے اور "نور" کے نام سے ایک خاص سورت موجود ہے اب تمام دنیا کی دینی ادبیات کا مطالعہ کیجئے، صرف جناب زرتشت ہی تھے جنہوں نے اسلام سے قبل نہایت شد و مد سے یہ تصور پیش کیا کہ "خدا نور ہے" زرتشتی قوم کا تو گویا کلمہ ہی یہی ہے کہ "خدا نور ہے" اور نور و ظلمت کے فرق پر ہی ان کے تمام دینی ادبیات کا دارومدار ہے اور اسی نسبت سے دین زرتشت میں آج تک آتش پرستی اور آفتاب پرستی کا وجود نظر آ رہا ہے۔

اب اگر علامہ کا اصول درست ہے کہ ہر وہ تصور جس کی بنیاد اسلام سے قبل کسی ثقافت میں مل جائے۔ وہ اس قابل ہے کہ اسے نکال پھینکا جائے، تو غور فرمایئے کہ کونسی تعلیم ہے جو اس کی زد سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

حقیقت الامر

واقعہ یہ ہے کہ یہ علامہ اقبال کا اپنا خیال ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کی بنیاد قرآن مجید میں کہیں موجود نہیں قرآن مجید نے کہیں یہ اصول قائم نہیں کیا، کہ ہر وہ تصور جس کی اصل قدیم ادیان میں مل جائے اسے مردود قرار دے دیا جائے، نہ ہی قرآن مجید نے

کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں قدیم اقوام و ملل کو نہ دی گئی ہو۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے پہلے تو اصولاً یہ بیان کیا ہے کہ یہ کتاب ان تمام ابدی صداقتوں کی جامع ہے جو تمام ملل و ادیان میں پائی جاتی تھیں، جیسے فرمایا:-

شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابرٰھیم وموسٰی و عیسٰی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (الشوریٰ)

ترجمہ:- تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا گیا ہے جس کا نوحؑ کو حکم دیا تھا، اور جو ہم نے تیری طرف وحی کی، اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسٰیؑ اور عیسٰےؑ کو حکم دیا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

پھر فرمایا۔

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین منفکین حتیٰ تاتیھم البینۃ ہ رسول من اللہ یتلوا صحفًا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ ہ (البینۃ)

ترجمہ:- وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے، اور مشرکین میں سے (برائیوں سے) آزاد ہونے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے (یعنی) اللہ کی طرف سے رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہے جن میں کتب قیمہ ہیں، یعنی وہ تعلیمات ہیں جو انبیاء عالم کو دی گئیں اور جو اس قابل ہیں کہ انہیں باقی رکھا جائے)

پھر اس کے بعد اپنے اپنے موقعہ پر اس اصول کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک ایک جزو کو بھی لے لیا ہے، جیسے فرمایا:-

وما تفرق الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء و یقیموا الصلوٰۃ و یؤتوا الزکوٰۃ وذالک دین القیمۃ ہ (البینۃ)

ترجمہ:- اور جنہیں کتاب دی گئی تھی انہوں نے تفرقہ نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی اور انہیں تو یہی حکم دیا گیا تھا (یعنی تمام اقوام عالم کو) کہ اللہ کی عبادت کریں اس کی فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے راست رو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی قائم رہنے والا دین ہے۔ اسی طرح روزہ کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:-

یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ع ۲۳)

ترجمہ:- اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری قرار دیئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو۔

وجہ تسلی

اللہ تعالےٰ کے ان ارشادات کے پیش نظر ہمیں اطمینان ہے کہ اگر اسلام میں کچھ ایسی تعلیمات ہیں جن کا وجود قدیم ثقافتوں میں پایا جاتا تھا، اگر اس کا نماز روزہ اور زکوٰۃ کا تصور مجوسی ثقافت میں موجود تھا، اس کا جنت و جہنم کا تصور مجوسی افکار سے مماثل ہے، اگر اس میں خلفاء مجددین و مصلحین حتیٰ کہ کسی "مسیح" کی آمد کا تصور موجود ہے، جیسا کہ مجوسی ثقافتوں میں اس کے مماثل تصورات موجود تھے تو اس بناء پر یورپ اور امریکہ کی جامع (یونیورسٹیوں) کے معلمین کا یا ان کے افکار سے متاثر ہو کر علامہ اقبال کا اعتراض کرنا اسلام کے اس اہم اصول کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ ہے، ورنہ اس سے درحقیقت اسلام کی فضیلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ اسلام نے جہاں ان ابدی تعلیمات کو دوبارہ قائم کیا ہے وہاں قدیم قومی اور نسلی ادیان کے برعکس ان اصول کو بھی بیان کیا ہے، جو تمام نوع انسانی کی معادی اور معاشی فلاح سے تعلق رکھتے ہیں اور ان خصائص کا وجود قدیم ثقافتوں میں نظر نہیں آتا۔ علیٰ ہذا القیاس ان ابدی تعلیمات کے از سر نو بیان میں محض تکرار ہی مدنظر نہیں — بلکہ ان دلائل و براہین کا اور اس فلسفہ و حکمت کا اظہار مقصود ہے جس سے قدیم ادیان اور ان کی کتب الٰہیہ محروم تھیں، اس لئے اگرچہ "توحید" کا تصور تمام ادیان کا اصل الاصول تھا۔ لیکن توحید کو جس حقیقت باہرہ کی حیثیت سے قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور اس پر انفس و آفاق اور وحی و الہام کو شاہد قرار دیا ہے۔ اس کی نظیر تلاش کیجئے تو صرف کتب الٰہیہ میں نہیں بلکہ فلسفہ و حکمت کی کسی کتاب میں، سقراط اور افلاطون کے کسی بیان میں اور ارسطو کے کسی مقالہ میں نہ ملے گی، لہذا اگرچہ سطحی نظر سے دیکھنے والے کو توحید الٰہی کا تصور بھی مجوسی اور یہودی تصور نظر آئے گا۔ لیکن حقیقت حال پر نظر غائر ڈالنے والے کو مجوسی اور یہودی تصور توحید اور اسلامی تصور توحید میں زمین و آسمان کا تفاوت نظر آئے گا۔

(باقی ـــ باقی)

علمی انکشافات کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کے روحانی انکشافات

دنیا کی ہر چیز جوڑا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور - مؤرخہ ۱۹ / مئی ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ٥ ففروا الی اللہ

علمی انکشاف

میں نے قرآن کریم کے علمی انکشافات کا کسی پہلے خطبے میں ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ علمی انکشافات قرآن کریم کی اصل غرض نہیں ہوتی بلکہ اس کی اصل غرض کسی بڑی روحانی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اس مادی عالم کا روحانی عالم کے ساتھ ایک تعلق بھی ہے اس لئے ضمناً ایسے انکشافات کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ ایک آیت تو پہلے خطبہ میں میں نے پڑھی تھی اس رنگ کی یہ دوسری آیت ہے فرمایا۔ ومن کل شیٔ خلقنا زوجین - یعنی ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ اس کا تعلق بلاشبہ ظاہری نظام کے ساتھ ہے زمین میں جو چیز بھی ہم نے پیدا کی ہے وہ جوڑے جوڑے پیدا کی ہے۔ کیوں جوڑے جوڑے پیدا کی ہے۔ لعلکم تذکرون اب یہ عجیب بات ہے کہ یہاں پر ظاہری قانون کا ذکر کرتے ہوئے تعقلون یا تدبرون نہیں فرمایا یوں نہیں فرمایا کہ تم سوچو اور غور کرو بلکہ فرمایا کہ اس قانون کے بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو تمہیں خدا یاد آجائے اور تم دوسرے عالم کے متعلق ایک انکشاف پیدا ہو جائے اور تمہارے دلوں کو ایک روحانی قوت پہنچے۔

نباتات کے جوڑے

اب یہ جو فرمایا کہ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکشاف علمی رنگ میں صرف اسی زمانہ میں ہوا ہے۔ اس سے پہلے کوئی بھی اس حقیقت کو نہ جانتا تھا۔ صرف چند جاندار جن کے جوڑا ہونے کا سب کو علم تھا۔ لیکن یہ کہ جس قدر جاندار ہیں سب کے سب جوڑے جوڑے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس علمی حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ قرآن مجید نے ان موٹی موٹی اور بدیہی چیزوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے فرمایا جعل لکم من انفسکم ازواجاً ومن الانعام ازواجاً اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور چار پایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے۔ پھر ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہم آسمان سے بارش برساتے ہیں۔ فاخرجنا بہ ازواجاً من نبات شتی۔ تو پھر اس کے ساتھ ہم مختلف روئیدگیوں کے (بھی) جوڑے پیدا کرتے ہیں (ہر روئیدگی کو نبات کہا جاتا ہے)

قرآن کریم کی صداقت پر دلیل

اب یہ ایک علمی انکشاف ہے کہ ہر روئیدگی اور ہر قسم کی سبزی کے بھی جوڑے ہیں۔ اس کا علم اس سے پیشتر کسی کو نہ تھا یہ حقیقت آج ہی منکشف ہوئی ہے۔ اس سے بھی بڑھکر ایک اور صداقت بیان فرماتا ہے سبحان الذی خلق الازواج کلھا پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے ہی پیدا کئے - مما تنبت الارض - اس سے جو زمین اگاتی ہے - ومن انفسھم ان کی اپنی جانوں سے بھی - انسان کے تحت تمام دوسرے جاندار بھی آجاتے ہیں۔ ومما لا یعلمون - اور ان چیزوں کے بھی جوڑے پیدا کئے جس کا ابھی انسان کو علم نہیں۔ یہ اس وقت کہا جا رہا ہے جب کہ واقعی انسانی علم بہت ہی محدود تھا لیکن آج تو ایسی باریک اور نظروں سے اوجھل چیزوں کا بھی علم ہو چکا ہے کہ جو اس سے پیشتر کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں۔ آج بڑی جد و جہد اور کاوشوں کے بعد انسانی علم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ہر چیز جوڑے جوڑے پیدا کی گئی ہے۔ غور فرمایئے یہ علمی انکشاف قرآن کریم کی صداقت پر کتنی زبردست دلیل ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی کہا قرآن کریم کی اصل غرض محض یہ علمی انکشافات نہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر ایک اور اعلیٰ غرض ہے۔

مادی عالم میں لطیف چیزیں

ان ظاہری علوم کو تو انسان خود بھی بڑی جد و جہد اور کوششوں کے بعد دریافت کر سکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھکر ایک اور باریک تر عالم ہے۔ جس تک انسانی کوششوں کی رسائی نہیں۔ کوئی چیز جتنی بھی باریک اور لطیف ہوتی چلی جائے اتنی ہی وہ آنکھوں سے اوجھل ہوتی جاتی ہے۔ ایک موٹی چیز تو پہلی بار ہی دکھائی دے سکتی ہے۔ لیکن باریک چیز نظر نہیں آتی جب تک کہ اس کے بہت قریب ہو کر اسے نہ دیکھا جائے۔ بعض چیزیں تو اتنی باریک ہیں کہ وہ قریب سے بھی نظر نہیں آتیں۔ ہاں البتہ ایجاد شدہ نئے آلوں کی مدد سے وہ بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ غرضیکہ چیزیں جس قدر لطیف ہوتی چلی جائیں اسی قدر وہ نظر سے بھی اوجھل ہو جاتی ہیں اس ایٹم یعنی ذرّہ کو ہی لے لو۔ کس قدر باریک ہے ذرّہ کہتے ہیں کہ اس کا طول انسان کے بال کے قطر یعنی موٹائی کا کروڑواں حصہ ہے۔ اب بتایئے یہ کس قدر باریک ہوگا پھر یہ کس طرح آنکھوں سے نظر آسکتا ہے اسی طرح بہتیری ایسی چیزیں ہیں جو اتنی لطیف ہیں کہ ان آنکھوں سے نظر ہی نہیں آسکتیں۔ یہ کیڑا جس سے خود انسان بنتا ہے وہ بھی اس آنکھ سے نظر نہیں آتا۔

روحانی عالم

لطافت میں ان سب سے بڑھکر ایک اور چیز ہے جسے روح کہتے ہیں۔ انسان کم بخت کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ بعض چیزیں ایسی لطیف ہیں کہ وہ محض آنکھ سے نظر نہیں آتیں وہ خدا کی ہستی اور روح انسانی کو جس کا اس سے لطیف تعلق ہے، یہ کہکر کہ وہ ہمیں نظر آتی ان کا انکار کر دیتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو ہر ملک اور ہر قوم کے مشاہدہ میں آچکی ہے۔

جوڑا کی تعریف

اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے ومن کل شیٔ خلقنا زوجین یعنی ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ جانتے ہو جوڑا کسے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا یعنی تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اور پھر اسی نفس سے تمہارے جوڑے کو پیدا کیا ہے گویا جوہر ایک ہی ہے اس کا ظہور دو مختلف رنگوں میں ہے یہی وجہ ہے کہ جوڑے میں باہمی ایک کشش ہوتی ہے۔

خدا اور بندے کا تعلق

تو اب یہ حقیقت بیان کر کے کہ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ ایک روحانی حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتا ہے ففروا الی اللہ تم اللہ کی طرف دوڑتے ہوئے آجاؤ۔ جوڑے جوڑے پیدا کرنے اور اللہ کی طرف دوڑ کر آنے کو فا کے تعلق کے ساتھ گویا ایک مضمون بنا دیا ہے۔ معلوم ہوا انسان کا خدا کے ساتھ ایک فطری تعلق ہے۔ یہ تعلق اتنا ہی زبردست ہے جتنا ایک زوج کو اپنے زوج کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح زوج اپنے زوج کی طرف بے اختیار کھنچا چلا جاتا ہے اسی طرح انسان بھی اپنی صحیح فطرت میں خدا کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اس لئے کہ کسی رنگ میں خدا کی روح انسان میں نفخ کی گئی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے ونفخت فیہ من روحی میں نے اپنی روح کو

انسان میں نفخ کیا ہے۔ یہ پاک خدا تمام برکتوں اور محامد کا سرچشمہ فرماتا ہے کہ میں نے اپنی روح انسان کے اندر ڈالی ہے۔ یہ ایک راز ہے جسے انسان سمجھ نہیں سکتا۔ دوسری جگہ جہاں نئی پیدائش کا ذکر آتا ہے فرماتا ہے:-

وقالوا ء اذا ضللنا فی الارض ء انا لفی خلق جدید۔ یعنی کفار کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں گم ہو جائیں گے تو کیا پھر ہم نئی پیدائش میں زندہ ہوں گے اس کے جواب میں فرماتا ہے بل ھم بلقاء ربھم کٰفرون۔ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرتے ہیں۔

روح کا خدا سے ملاقی ہونا

یہ حقیقت ہے کہ روح انسانی بالآخر ضرور اپنے رب کو جا ملتی ہے۔ کس طرح جا ملتی ہے۔ اسکو کوئی نہیں جانتا۔ ہاں البتہ قرآن مجید میں اس کی صراحت کی ہے فرماتا ہے:-

یا ایھا الانسان انک کادح الیٰ ربک کدحا فملٰقیہ انسان تو اپنے رب کی طرف سخت کوشش کر کے پہنچنے والا اور پھر اسے ملنے والا ہے جو لوگ جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں وہ خدا کو پا لیتے ہیں۔ فی الحقیقت انسانی ترقیات کا اصل مدار بھی یہی ہے کہ خدا کی نفخ کی ہوئی روح اس کی طرف ہی لوٹ جائے۔ اسی لئے فرمایا ففروا الی اللّٰہ کہ اللہ کی طرف بھاگو یہ دوڑنا اسی طرح ہو جس طرح زوج زوج کی طرف بھاگتا ہے یہ ایک روحانی انکشاف ہے۔ ایک علمی انکشاف کرنے کے بعد اس روحانی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ جسمانی عالم کو دیکھ لو کس طرح زوج اپنے زوج کی طرف کھچا جاتا ہے۔ اسی طرح روح انسانی ہے جو خدا کی نفخ کی ہوئی ہے اس لئے وہ لازماً خدا کی طرف دوڑے گی۔ خدا پاک ہے اس لئے وہی روح خدا سے تعلق لگا سکے گی جو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جب یہ پاکیزگی کسی روح میں پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا خدا کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔

روح کی پاکیزگی

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روح پاک کس طرح پر ہو۔ اگر اس ایٹم چھوٹے سے ذرہ پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ جب اس ایٹم کو توڑا جاتا ہے تب اس کے اندر ایک زبردست طاقت پیدا ہو جاتی ہے ورنہ بظاہر اس میں کوئی قوت دکھائی نہیں دیتی اسی طرح اگر انسان اپنے نفس کی خواہشات کو کچل دے اور اپنی روح کو ذلیل خواہشات سے پاک کر دے تو اس کے اندر ایک زبردست روحانی طاقت نمودار ہو سکتی ہے قرآن کریم کو بغور پڑھ کر دیکھ لو۔ نفس کو کچلنے کے لئے بڑا زور دیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کے ذکر میں بھی جب انہوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی نفس کو کچلنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو سو اپنے نفسوں کو مار ڈالو بعض لوگوں نے اس کے یوں معنے کئے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کو جو شرک کی طرف لے جانے میں پیش پیش تھے قتل کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اگر متعدد آیات کو جو اس ذکر میں آتی ہیں ان پر یکجائی طور پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں توریت کے واقعہ کو سامنے رکھکر قتل کے معنی کرنا صحیح نہیں بلکہ نفس کو کچلنا یہاں مراد ہے۔ نفس کو کچلنے سے انسان کے اندر روحانی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ انبیاء اور صلحاء جو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو کامل طور پر کچل دیا ہوتا ہے۔ اس کے کچلنے سے پھر ان میں ایک ایسی زبردست قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ جس سے وہ دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیتے ہیں یہ روحانی قوت ظاہر ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ نفس کو اچھی طرح سے کچلا نہ جائے۔

اصلاح کا مقصد

آپ ایک تبلیغی جماعت ہیں ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک عام نظارہ ہے جو دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض تبلیغی جماعتیں بالآخر سیاسی رنگ پکڑ گئی ہیں۔ سیاست ان کی تبلیغ پر غالب آ گئی ہے۔ جس طرح سیاسی جماعت صرف اپنی بڑائی کو سامنے رکھتی ہے ان کے سامنے بھی اصل مقصد خدا کی بڑائی نہیں رہا اپنی بڑائی ہو گیا ہے چاہیئے تو یہ تھا کہ ہماری سیاست پر تبلیغ کا رنگ غالب آ جاتا۔ مگر تبلیغ پر سیاست غالب آ رہی ہے مجھے یہ ڈر ہے کہ ہم بھی اس رو میں نہ بہ جائیں یہ شاید اس لئے ہوا کہ لوگوں نے تبلیغ کے مقصد کو نہیں سمجھا۔ اصل تبلیغ اس کا نام نہیں کہ کوئی ایک آدھ بات لوگوں تک پہنچا دی جائے۔ بلکہ اصل تبلیغ وہ ہے جو نفس کشی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور یوں ایک مبلغ یا تبلیغی جماعت ایک روحانی طاقت اپنے اندر جمع کر لیتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ ایک زبردست انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ ذاتی بڑائی کا خیال ان کے دل میں نہیں رہتا۔ خدا کے نام کو بلند کرنا ہی ان کا مقصد اور منتہائے نظر ہوتا ہے انبیاء اور صلحاء کی کامیابی کا بھی یہی راز ہے وہ خدا کی بڑائی کو پھیلانے کے لئے ہی تگ و دو کرتے ہیں کبر اور ذاتی بڑائی کا خیال ان کے قلوب کے کسی گوشہ میں نہیں رہتا اس سے ہی ان کے اندر ایسی زبردست قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا بھی ان کے سامنے جھک جاتی ہے۔ ہمیں بھی اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ہم پر بھی سیاسی رنگ غالب نہ آ جائے۔

نفوس کی اصلاح

اگر آپ واقعی اپنے اس تبلیغی مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو پھر سب سے پہلے نفوس کی طرف توجہ کرو۔ ان کی اصلاح کرو انہیں کچل کر رکھ دو ذاتی بڑائی اور اقتدار کا خیال تک کبھی تمہارے دلوں میں پیدا نہ ہو۔ خوب یاد رکھئے جب تک تمہاری یہ حالت نہیں ہوگی۔ تم دنیا میں کوئی بڑا انقلاب پیدا نہیں کر سکو گے۔ ہاں معمولی طور پر تھوڑی کامیابی ہو جائے گی۔ لیکن دنیا میں ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کے لئے سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے کہ پہلے اپنے نفسوں کی اصلاح کرو۔ اسے کچلو۔ اس سے تمہارے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے کی طاقت اور قوت پیدا ہو جائے گی۔ اپنی بڑائی کے خیالات کو دلوں سے نکال دو بڑا بننا چاہتے ہو تو اپنے دل کی گہرائیوں میں خدا کے نام کو بلند کرنے کا عزم جاگزین کرو۔ دل کے اندر کوئی تڑپ پیدا ہو تو یہی کہ اے اللہ تیرا نام کسی طرح بلند ہو جائے۔ اس راستہ میں اگر بظاہر کوئی ذلت بھی برداشت کرنی پڑے تو یہ چیز تمہیں خدا کے نام کو بلند کرنے سے روک نہ سکے۔ یہ وہ ذریعہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں عزت بخشے گا اور تمہارے نام کو بھی بلند اور روشن کرے گا۔

حضرت امام زمان کا انکشاف

حضرت امام زمان کی تحریرات پڑھکر عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے کہ کس قدر زبردست انکشافات ہیں جو ان میں مندرج ہیں۔ حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۹۲ کو گھر جا کر پڑھیئے۔ اس پر غور کیجئے۔ یہاں نشانات کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں۔ دنیا پر ایک سے بڑھکر دوسری آفت آتی رہے گی۔ یہاں تک کہ آخر میں ایسا ہوگا کہ جس طرح یکایک سیاہ اندھیری چھا جاتی ہے۔ ایک مصیبت عظمیٰ چھا جائے گی۔ پھر لکھتے ہیں یہ عناصر اربعہ ان کے اندر ایک بڑا عظیم الشان انقلاب رونما ہوگا۔ جس سے چھوٹی چھوٹی مصیبتوں اور زلازل کے بعد ایک قیامت خیز زلزلہ آئیگا۔ اس وقت دنیا کی تمام قومیں ماتم کریں گی کہ ہم نے کیوں اپنے وقت کو ضائع کیا آج واقعات پر نظر ڈال کر دیکھ لیجئے تمام نسل انسانی ان مصائب سے دو چار ہو رہی ہے۔ لیکن ابھی بھی غفلت کے پردے کچھ ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ لوگوں کی نظریں مالک حقیقی کی طرف نہیں اٹھتیں دل بجائے نرم ہونے کے سخت ہو گئے ہیں۔ دنیا خدا سے بھاگی جا رہی ہے۔ خدا کو پانے کا میدان خالی ہے ففروا الی اللّٰہ۔ سو تم خدا کی طرف بھاگو۔ اور یاد رکھو جب تم بحیثیت جماعت خدا کی طرف بھاگو گے تو نسل انسانی جو خدا سے ہٹ کر دور ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے رخ کو پھیرنے اور اسے اپنے پیچھے چلانے میں تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ سو کوشش کرو کہ تم ففروا الی اللّٰہ کے کامل مصداق بن جاؤ تا نتیجۃً نسل انسانی کو ہلاکت سے بچانے میں کامیاب ہو سکو۔ خدا تعالیٰ تو قبول کرنے کو تیار ہے لیکن کمی یہ ہے تو یہ کہ ہم خود اس کی طرف قدم نہیں اٹھاتے اٹھئے اپنے قلوب کی اصلاح کیجئے تا تم میں وہ روحانی قوت پیدا ہو۔ کہ جس طرح ظاہری بم سے دنیا ہلاک ہو جاتی ہے۔ تمہاری اس زبردست قوت سے قوموں کی قومیں اور ملکوں کے ملک ہلاکت سے بچکر سلامتی اور امن کی راہ پر گامزن ہو جائیں۔ خدا نے انسان کو ایسی طاقتیں ودیعت کی ہیں۔ صرف صیقل کرنے کی ضرورت ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کل مورخہ ۱۴ مئی بذریعہ پاکستان میل سوا نو بجے صبح موسم گرما گزارنے کے لئے کراچی تشریف لے گئے

—— ہماری جماعت کے محترم بزرگ ڈاکٹر سید طفیل حسین شاہ صاحب کچھ دنوں سے بیمار ہیں۔ احباب درد دل سے ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

—— جماعت پشاور کے ایک سرگرم رکن مولوی عبداللہ جان صاحب کچھ دن ہوئے چھت سے گر پڑے اور ان کی کمر میں سخت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے چار نمایاں پہلو

زہد - قوت مکاشفہ - علم اور جہاد

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - لاہور مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۵۰ء

قال اللہ تعالیٰ - یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق ۝

عظیم الشان شخصیت

یہ دن (۲۶ مئی) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یوم وصال ہے۔ اس لحاظ سے میں اپنے خطبہ میں اس امر کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں - جو کچھ حضرت کے متعلق آپ سنتے ہیں میں بھی سنتا ہوں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو گالیاں دی جاتی ہیں ان سے استہزا کیا جاتا ہے اور طرح طرح کے سخت کلمات ان کے حق میں کہے جاتے ہیں یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ پہلے مصلحین کیساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ مسیح اول کو دیکھئے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ جو مسیح ثانی کے ساتھ نہ ہوتا۔ ان کو بھی بُرا بھلا کہا گیا گالیاں دی گئیں۔ تمام کے تمام یہودی علماء ان کے دشمن ہو گئے۔ لیکن جن لوگوں کو خدا نے عقل اور ایمان سے کچھ حصہ دیا ہے۔ وہ اگر آج بھی غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود اس زمانہ میں بڑا عظیم الشان وجود ہے۔ لوگوں کی آنکھیں گو آج اسے نہ دیکھ سکیں لیکن آئندہ زمانہ میں جب موجودہ زمانہ کی تاریخ لکھنے والے بیٹھیں گے اور اس وقت وہ ایک انقلاب بھی دیکھ چکے ہونگے تو انہیں معلوم ہوگا کہ اس عظیم المرتبت انسان نے کتنا عظیم الشان کام کیا - میں خود دیکھتا ہوں کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ لوگ دیوانہ وار قادیان بھاگے جاتے تھے میری تو یہی حالت تھی کہ ایک دن کی رخصت ہوئی تو لاہور سے قادیان جا پہنچی - لیکن باوجود اس زمانہ کا جب آج مقابلہ کرتا ہوں تو حضرت کی عظمت اس سے بہت بڑھکر نظر آتی ہے۔

اصلاح خلق

اگر ذرا غور اور فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ کتنا بڑا انسان ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہوا - مخلوق خدا کی اصلاح کرنا یہ ایک عظیم الشان کام ہے - اور یہ کام ہمیشہ عظیم الشان لوگوں کے ہاتھوں سے ہی سرانجام پاتا رہا۔ گو اس زمانہ میں انہیں بُرا بھلا کہا گیا۔ لیکن بالآخر دنیا نے تسلیم کیا کہ وہ بڑے عظیم المرتبت انسان تھے۔ جس طرح دور کی چیز صفائی سے نظر نہیں آتی اسی طرح اس زمانہ کے لوگ اپنے مصلح کو پہچان نہ سکے - اس کی وجہ کم بخت معاصرت کا حسد بھی ہوتا ہے - کہ کل یہ شخص ہماری طرح ہی تھا لیکن آج یہ کس بلند مقام پر پہنچ گیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو فوت ہوئے بیالیس (۴۲) سال ہو چکے ہیں۔ آج بھی اگر ہمارے مسلمان بھائی ٹھنڈے دل سے واقعات پر غور کریں - اور آپ کے کام کو دیکھیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ ایک مصلح ہونے کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب کا کتنا بڑا مقام ہے۔

زندگی کے چار پہلو

حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے چار پہلو اس قدر نمایاں نظر آتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ اس سے پیشتر بھی بہت ہی کم وجود اس پایہ کے نظر آتے ہیں - بعض باتوں میں تو سوائے زمانہ نبوت کے اور کسی زمانہ میں کوئی شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا - جو اس قدر عظمت کے مقام پر پہنچا ہو - ایک پہلو تو آپ کے زہد و عبادت سے متعلق ہے۔ دوسرا پہلو آپ کی قوت مکاشفہ کا ہے۔ تیسرا آپ کا علم اور چوتھا جہاد ہے - اب ان چاروں پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے آپ بھی غور کریں تا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت تمہارے دلوں میں بڑھے اور دوسرے لوگ بھی اسے سوچیں اور غور کریں -

زہد کا بے نظیر رنگ

امت محمدیہ میں بہت سے صلحاء کا وجود نظر آئے گا جو شب بیدار تھے۔ خدا کے حضور کھڑے رہنے والے تھے، شریعت کے پابند تھے۔ دنیا سے کنارہ کش اور خدا کی طرف زیادہ راغب تھے۔ یہاں تک کہ اس فرط شوق کے باعث طرح طرح کے وظائف انہوں نے اپنی طرف سے بنا لئے تھے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے زہد کا ایک ایسا رنگ نظر آتا ہے جو دوسرے لوگوں میں نظر نہیں آتا۔

دنیا سے کنارہ کشی

جہاں تک دنیا سے کنارہ کش ہونے کا تعلق ہے باوجود اس کے کہ آپ ایک رئیس کے بیٹے تھے اور آپ کے والد مجبور کرتے تھے کہ وہ اپنی ریاست سنبھالیں۔ آپ کا دل قطعاً اس طرف راغب نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی نگاہیں کسی اور ہی چیز کی طرف لگی ہوئی تھیں بالفرض اگر ریاست سنبھال ہی لی ہوتی تو دیکھئے کہ آج جب کہ اس کو بڑا بھی بنا لیا۔ ہوا تھا اس کا کیا حال ہوا۔ آپ کا دل زمین کے انتظامات میں قطعاً نہیں لگتا تھا۔ ملازمت و مقدمات کی پیروی وغیرہ سے دل متنفر تھا۔ اگر دل کا اطمینان کہیں میسر تھا تو صرف ایک گوشہ میں ذکر الٰہی کرنے میں۔

تلاوت قرآن

ان تنہائی کی گھڑیوں میں آپ خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم کو ۔ بار بار پڑھتے میاں سلطان احمد صاحب نے شہادت دی کہ حضرت مرزا صاحب کا دن رات سوائے قرآن کریم کے پڑھنے کے اور کوئی کام نہ تھا۔ آپ نے ہزاروں مرتبہ قرآن کریم کو پڑھا ہوگا۔ نماز کی پابندی صداقت و راستبازی کے علاوہ دن رات قرآن کریم کا مطالعہ یہ زہد کا وہ رنگ ہے جو آپ کی ابتدائی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے جبکہ عنفوان شباب میں ایک نوجوان دنیا کے حصول کے لئے تگ و دو کرتا ہے۔

قوت مکاشفہ

دوسرا پہلو قوت مکاشفہ کا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ امت محمدیہ میں بہت سے لوگ ہمیں نظر آتے ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہامات ہوتے اور انہیں سچی خوابیں بھی آئیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے کشوف والہامات پر غور کر کے دیکھ لیجئے ان میں یہ ایک کمال نظر آئے گا کہ آپ کے اکثر الہامات اور کشوف اسلام کی ترقی اور اس کے تمام دنیا پر غالب آنے پر مشتمل ہیں۔ آپ کی کتب کو پڑھکر دیکھ لیں موجودہ زمانہ کا نقشہ ۱۸۹۰ء میں ہی آپ نے اس طرح بیان فرما دیا کہ گویا یہ واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ آئندہ جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان کا نقشہ بھی آپ کی کتب میں موجود ہیں کل کو آنے والے لوگ بھی یہی کہیں گے کہ یہ واقعات شاید حضرت مرزا صاحب کی آنکھوں کے سامنے واقع ہوئے۔ آپ کے تمام مکاشفات اگر ایک طرف اسلام کی ترقی اور غلبہ سے متعلق ہیں تو دوسری طرف دنیا پر جو تباہیاں اور عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے اس کا نقشہ بھی ان کے اندر موجود ہے۔ بلاشبہ چھوٹے چھوٹے دیگر کشوف بھی آپ کو دکھلائے گئے۔ لیکن آپ کے کشوف میں زیادہ تر موجودہ تاریخ بین طور پر منکشف کی گئی ہے

علمی پہلو

تیسرا پہلو علمی ہے (میں مجبوراً ان تمام پہلوؤں کو مختصراً بیان کر رہا ہوں) اب ذرا آپ کے علمی پہلو پر غور کیجئے۔ قرآن کریم کے حقائق اور دقائق یقیناً پہلے لوگوں پر بھی کھلے اور آج حضرت مرزا صاحب پر بھی قرآن کریم کی صداقتیں ظاہر ہوئیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ دین کی معضلات اور مشکلات کو جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حل کیا ہے اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اگر آپ نہ آتے تو یہ مشکلات قیامت تک حل نہ ہو سکتیں۔

ایک غلط عقیدہ

دیکھئے دین کی ایک مشکل پیش کرتا ہوں

ہمارے مخالفین میں یہ خیال بڑا راسخ ہو چکا تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے - بد قسمتی سے ہمارے فقہاء نے بھی متاثر ہو کر اس عقیدہ کو اپنا لیا تھا - اور زیادہ تر پھر انہیں کی وجہ سے یہ غلط عقیدہ اپنوں اور بیگانوں میں شہرت حاصل کر گیا - محققین یورپ کی تحریرات اٹھا کر دیکھ لیں جہاد کے انہوں نے معنے ہی یہ کئے ہیں کہ دین کو تلوار کے زور سے پھیلایا جائے - آج بھی یورپین محققین اس بات کے قائل ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا - مولانا مودودی امیر جماعت اسلامی بھی اسکو جائز سمجھتے ہیں - ان کا خیال ہے کہ جس طرح ایک مریض کو زبردستی دوائی پلانا جائز ہے اسی طرح ایک روحانی بیمار کو بذریعہ تلوار اسلام میں داخل کرنا بھی جائز ہے - حالانکہ لا اکراہ فی الدین کی آیت اس عقیدہ کو باطل ٹھہرا رہی ہے - حضرت میرزا صاحب نے دین کی اس مشکل کو اس قدر زبردست دلائل سے حل کیا کہ اپنے چھوڑ غیروں پر بھی اس باطل عقیدہ کا بطلان واضح ہو گیا - سورۃ توبہ کی ایک آیت جس سے کہ یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ کافر کا سر اڑا دینا جائز ہے اور جسے آیت السیف ہی کے نام سے موسوم کرتے ہیں - اسی سورۃ میں یہ صراحت سے مذکور ہے وان احد من المشرکین استجارک یعنی اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے فاجرہ تو اسے پناہ دو - اب غور فرمائیے اگر یہ سچ ہے کہ قرآن کا حکم تھا کہ جو کافر تمہارے دین کو قبول نہ کرے اس کا سر اڑا دو تو اس حکم کے کیا معنے ہوئے کہ اسے پناہ دو حتی یسمع کلام اللہ پھر اسے خدا کا کلام سنا دو پھر اگر نہ مانے ثم ابلغہ مامنہ تو پھر اسے ایسی جگہ پہنچا دو جہاں وہ پورا امن محسوس کرتا ہو - یعنی حکومت کا فرض ہے کہ حفاظت کے ساتھ اسے اپنے ملک میں پہنچا دے - ان بین آیات کے ہوتے ہوئے یہ خیال رکھنا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا کس قدر قرآنی تعلیم سے ناواقفیت ہے اسی باطل عقیدہ کی وجہ سے غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کے خلاف ایک نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا - لیکن حضرت میرزا صاحب نے آج اس باطل عقیدہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا -

حضرت صاحب کی قبولیت

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت میرزا صاحب کو قبول نہیں کیا گیا - میں کہتا ہوں غور کیجئے آج کتنے ہیں جو اس عقیدہ کے حامی ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا - اب جس شخص نے اتنے لمبے عرصہ کے خیال کو جو دلوں میں گڑ چکا تھا - نکال کر باہر پھینکدیا کیا اس کی قبولیت میں ابھی کچھ کمی ہے - حضرت میرزا صاحب کے پیغام کو جب اکثر لوگوں نے قبول کر لیا ہے تو حضرت صاحب خود ہی قبول ہو گئے -

دجال کا خروج

یاجوج اور ماجوج کا خروج مہدی کا تلوار لیکر آنا اور کفار کو قتل کرتے پھرنا یہ دوسری دینی مشکل تھی اسے بھی نہایت مدلل طور پر حضرت صاحب نے حل کیا - غور کر کے دیکھ لیجئے حضرت صاحب کے سوا اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس مشکل کو حل کیا ہو - عجیب بات ہے یہ ایک گاؤں کا رہنے والا شخص جسے یورپ کے حالات سے دوسرے لوگوں سے بڑھکر زیادہ واقفیت نہیں یہ پتہ دیتا ہے کہ دجال کے خروج کی جو پیشگوئی حضرت نبی کریم صلعم نے فرمائی تھی وہ یہی قومیں ہیں - بڑے بڑے لیڈروں کی آنکھیں تو اس حقیقت کے انکشاف سے عاجز رہ جاتی ہیں - لیکن ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا درویش انسان اس حقیقت کو لوگوں پر منکشف کرتا ہے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سچ فرمایا ہے کہ دجال جب خروج کریگا تو ایک مرد خدا ہوگا جو اسے پہچانے گا اور لوگوں کو اس کا علم دیگا کہ لوگو دجال یہ ہے - اب واقعات کو دیکھو اور بتلاؤ کہ حضرت میرزا صاحب کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص ہے جس نے دجال کا علم دیا ہو؟ -

ڈاکٹر اقبال کا اعتراف

شروع شروع میں لوگوں نے اس پر ہنسی اڑائی لیکن بالآخر تمام لوگ اس کے قائل ہو چکے ہیں - ڈاکٹر اقبال شروع شروع میں اس تحریک کے مداح تھے لیکن بعد میں احرار کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے وہ خلاف ہو گئے اور انہیں بھی یہ خیال ہوا کہ حضرت میرزا صاحب جہاد کے مخالف ہیں - عجیب بات ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے جہاد کا وہی نظریہ پیش کیا ہے جو حضرت میرزا صاحب نے پیش کیا تھا - دجال کے متعلق بھی ڈاکٹر اقبال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

یاجوج ماجوج کو بالشت بالشت بھر آدمی قرار دینے والے کہاں ہیں - خیالات میں اس سے بڑھ کر انقلاب کا پیدا کر دینا اور کیا ممکن ہوسکتا ہے - آپ کی وفات کے تیس چالیس سال کے اندر اندر ایک ایسے عظیم الشان انقلاب کا پیدا ہو جانا کہ وہ خیالات جنہیں ایک وقت میں اچنبا سمجھا جاتا تھا - آج اکثر لوگ اسے قبول کر چکے ہیں حضرت میرزا صاحب کی قبولیت پر دال نہیں تو کیا ہے ایک مصلح کا سکہ اس کے خیالات ہوتے ہیں - اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج حضرت میرزا صاحب کا سکہ چل رہا ہے

جہاد

چوتھا پہلو جہاد کا ہے - یہ گوشہ نشین آدمی دن رات قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا - خواب میں - علمی اشتغال میں ہی ہمہ تن مصروف رہنے والا انسان یہ جہاد کیا کریگا - لیکن اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا - کہ جہاں تک ایک مجاہد کی زندگی کا سوال ہے وہ ایک ایسا زبردست مجاہد ہے کہ اس زمانہ میں اس کی کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی - مجھے یقین کامل ہے کہ اگر اس زمانہ میں تلوار کے جہاد کی بھی ضرورت پڑتی تو وہ شخص اس میں بھی پیش پیش ہوتا - لیکن چونکہ زمانہ ایسا تھا کہ جہاد بالسیف کی بجائے ایک عظیم الشان جہاد کی ضرورت پیش آچکی تھی - جس کی قرآن کریم کی نص صریح جاھدھم بہ جہادا کبیرا شاہد ہے - اس لئے اس کی تمام تر توجہ اس علمی جہاد پر ہی مرکوز رہی -

وسعت نظری

آپ کو اس زمانہ میں ایک بڑی وسیع نظر دی گئی - غور فرمائیے ایک گاؤں میں رہنے والا انسان جب قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر نکلتا ہے تو اس کی نظر صرف پنجاب یا ہندوستان تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ وہ یہ عزم لے کر اٹھتا ہے کہ میں تمام دنیا کو اس کے ذریعہ سے فتح کرونگا - یورپ اور امریکہ کو جہاں کہ ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی ان تک یہ پیغام حق پہنچاؤں گا - اب بتائیے کس قدر زبردست مجاہد ہے جس کا نصب العین تمام دنیا کو فتح کرنا ہے پھر یہی نہیں کہ ایک خیال تک ہی اسے محدود رکھا ہو - بلکہ آپ نے عملی رنگ میں بھی اسے پورا کر دکھایا - آج یورپ اور امریکہ میں خدا کے فضل سے بہت سے تبلیغی مراکز قائم ہو گئے ہیں ادھر کوئی اسلام قبول کرتا ہے تو ساتھ ہی وہ اسلام کا مبلغ بھی بن جاتا ہے -

جہاد کی اہمیت

ہم میں سے بھی اکثر لوگ ہیں جنہوں نے حضرت میرزا صاحب کے جہاد کے پہلو کو نہیں سمجھا - اس لئے میں آج اس کی اہمیت کو آپ لوگوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں حضرت میرزا صاحب نے اس کی اہمیت کو خود اپنی قلم سے لکھا ہے فرمایا کہ

ہر وہ شخص جو تین ماہ تک چندہ ادا نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے خارج ہے

یعنی نہ میں اس کا جرنیل اور نہ ہی وہ میرا سپاہی - اب سوچ لیجئے یہ حضرت میرزا صاحب کے اپنے الفاظ ہیں میرا استدلال نہیں - فرماتے ہیں جو تین ماہ تک اس جہاد میں حصہ نہیں لیتا اور باقاعدہ چندہ ادا نہیں کرتا وہ جماعت میں سے خارج - کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج جب احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو ٹالنے کے لئے یوں کہدیتے ہیں کہ ہر وقت چندے ہی کا ذکر ہوتا رہتا ہے - میں کہتا ہوں پھر قرآن کریم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے - جس میں بار بار اور کثرت کے ساتھ چندہ کا ذکر آتا ہے - قرآن کریم کو بغور پڑھو اور خود ہی اپنی حالتوں کا جائزہ لو کیا تمہارا شمار ان لوگوں میں ہے جن کو مجاہد کہکر پکارا گیا ہے یا وہ جن کا نام قاعد اور منافق رکھا گیا ہے - یہ قرآن کریم کی اصطلاح ہے -

حضرت نبی کریم صلعم کا ارشاد

ممکن ہے آپ میں سے اکثر اس جہاد میں اس لئے نہ شامل ہوتے ہوں کہ ہمارا موجودہ امام اس کا اہل نہیں کہ اس کے ساتھ ہو کر جہاد کیا جائے تو میں اس بات کو آج کھول کر بیان کر دینا چاہتا ہوں - کہ جتنی جلد ہو سکے کسی اور امام کو چن لو - یہ بات قابل مواخذہ ہے کہ امام زمان نے تو تمہیں ایک جہاد پر لگایا ہو لیکن تم محض ایک شخص کی وجہ سے اس جہاد میں حصہ نہیں لیتے - حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے -

الجہاد واجب علیکم مع کل امام برا کان او فاجرا یعنی ہر امام کے ساتھ ہو کر جہاد کا کرنا ہر مسلم کا فرض ہے - چاہے وہ امام نہایت ہی متقی ہو یا انتہا درجہ کا فاسق و فاجر ہو - کیا حضرت نبی کریم صلعم یہ سمجھتے تھے کہ میری امت فاجروں کو اپنا امام منتخب کر لیا کرے گی - نہیں ہرگز نہیں - اصل بات یہ ہے کہ بعض اوقات لوگ اپنے خیال میں ہی امام کو برا سمجھنے لگ پڑتے ہیں اور یونہی دماغ میں بٹھا لیتے ہیں کہ اس کی فلاں بات بری ہے اس کا فلاں فعل ٹھیک نہ

یوں تو کوئی انسان بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ اس لئے حکم فرمایا اگر امام تمہارے خیال میں فاجر ہی ہو تو بھی جہاد کا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ جہاد کا حکم اس وجہ سے ساقط نہیں ہو جاتا کہ امام اچھا نہیں۔

ظاہری حالت

ذرا ظاہری حالات پر غور فرمایئے اگر کسی وقت کوئی دشمن مسلمانوں کے وجود کو مٹانے کے لئے حملہ آور ہو تو کیا اس وقت یہ سوچا جائے گا کہ ہمارا ڈیفنس منسٹر کیسا ہے اور ہمارا کمانڈر انچیف کیسا ہے اور ہمارا فلاں جرنیل کیسا ہے۔ کہیں وہ شراب تو نہیں پیتے نماز کے پابند ہیں یا نہیں۔ خلاف شریعت تو کوئی فعل نہیں کرتے کہیں حدود اللہ کو تو نہیں توڑتے۔ اب بتایئے ان حالات میں کیا یہ تحقیق موزوں ہوگی۔ نہیں بلکہ اس وقت ان کے ساتھ ہو کر جنگ میں شریک ہونا ہر مسلمان کا فرض ہوگا۔ ان حالات میں انکار کا انہیں کوئی حق نہیں۔ ہاں یہ حق ضرور ہے کہ انہیں منصب امارت سے ہٹا دیا جائے مگر یہ نہیں کہ جب تک وہ اس منصب پر متمکن ہیں ان کا ساتھ دیا جائے۔ ایسا شخص یقیناً خدا کے نزدیک گنہگار ہے۔

باغی نہ بنئے

آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا دن ہے۔ دل تو یہی چاہتا ہے آپ لوگوں کو خوشخبریاں ہی سناؤں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے کس قدر آپ کی نصرت کی ہے۔ لیکن اس بات کو بھی میں آج واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص باقاعدہ چندہ ادا نہیں کرتا وہ حضرت میرزا صاحب کا باغی ہے۔ جماعت کا باغی ہے۔ یہ میں خود نہیں کہتا حضرت صاحب کے اپنے الفاظ ہیں کہ

جو تین ماہ تک چندہ ادا نہیں کرتا وہ میری جماعت سے خارج ہے

اب ہر آدمی اپنی اپنی حالت کا جائزہ خود لے اور حسب استطاعت اس جہاد میں حصہ لینے کی کوشش کرے۔

نصرت الٰہی

غور فرمایئے خدا تعالےٰ کی کس قدر نصرتیں تمہارے شامل حال ہوئیں آج سے دو سال پہلے جو باتیں ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی تھیں وہ آج واقعات بن کر ہمارے سامنے آگئی ہیں۔ اسلام کے بیج کو آج دنیا کے کونے کونے میں بکھیرنے کی خدا تعالےٰ نے تمہیں توفیق عطا فرمائی ہے۔ یقیناً یاد رکھیئے کہ بیج ضائع نہیں ہوگا اس کی مثال قرآن کریم میں یوں بیان کی گئی ہے کزرع اخرج شطاٗہ یعنی یہ بیج جو آپ نے آج ڈالا ہے اس کی مثال اس کھیتی کی طرح ہے جو اپنی سوئی نکالتی ہے فازرہ پھر اسے مضبوط کرتی ہے فاستغلظ پھر موٹی ہوتی ہے فاستوی علیٰ سوقہ یہاں تک کہ وہ اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے۔

خاندان نبوت

پھر دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح پوزیشن کو دنیا میں واضح کرنے کے لئے آپ نے وہ کام کیا ہے جو مسیح اول کی جماعت نہ کر سکی۔ مسیح اول خدا ہی بنا رہا۔ اور ان کی نبوت پیچھے رہ گئی۔ اس پہلو کو کوئی جانتا ہی نہیں لیکن آپ نے حضرت میرزا صاحب کے صحیح دعوے کو پیش کرنے میں کافی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ چند دن ہوئے جناب میاں صاحب سے یہ سوال کیا گیا کہ لوگ خاندان نبوت کے نام سے چڑتے ہیں۔ اس لئے آئندہ ہدایت کی جائے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کو خاندان نبوت لکھا جائے یا نہ۔ تو اس سلسلہ میں میاں صاحب نے ہدایت کی ہے کہ آئندہ سے خاندان نبوت کا استعمال ترک کر دیا جائے۔ یہ پہلا قدم ہے جو اصلاح کی طرف اٹھا ہے۔ دوسرا قدم نبی کے لفظ کو چھوڑنے کی طرف اٹھانا باقی ہے جس سے بعینہٖ وہی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے جو خاندان نبوت کے لفظ سے ہوتی ہے۔

لفظ نبی کا استعمال

شروع شروع میں لفظ نبی کے استعمال پر محمد عثمان صاحب نے میاں صاحب کی توجہ دلائی تھی۔ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں خود بھی اس لفظ کے عام استعمال کو ناپسند کرتا ہوں صرف مصلحت وقت کی بناء پر میں اس پر زور دے رہا ہوں۔ عجیب بات ہے کہ اس لفظ کو جو مصلحتاً استعمال کیا گیا تھا آج اس کو اصل بنا لیا گیا ہے۔ دیکھئے حضرت میرزا صاحب کی کئی باتیں مقبول ہو گئیں۔ حضرت کا مجدد ہونا دنیا نے قبول کر لیا یاجوج ماجوج اور دجال کے متعلق آپ کی تعلیم کو مان لیا۔ دیگر خیالات کو لوگوں نے اپنا لیا لیکن ایک غلط بات دعوٰی نبوت جو آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اسے کسی نے بھی قبول نہیں کیا حضرت میرزا صاحب کی مجددیت قبول ہو گئی ہے۔ اور دعوٰی نبوت مردود ہے اس لئے کہ نبوت کا دعوے آپ کا نہ تھا یہ بعد میں لوگوں نے غلو کر کے بنا لیا۔

کتب کا مطالعہ

آپ کی جماعت نے حضرت امام زمان کی دلی تڑپ اور آپ کی خواہشات کو پورا کیا آپ کی کتب کو پڑھو۔ اس لئے نہیں کہ اس پر واہ واہ کرو بلکہ دیکھئے حضرت صاحب کے دل میں کیا جذبہ موجزن تھا۔ اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرو۔ چھوڑ دو چھوٹی باتوں کو جن سے اس کام کو نقصان پہنچتا ہے انہیں چھوڑ دو۔ ورنہ تم اللہ کے ہاں ذمہ دار ہوگے تم میں سے خواہ کوئی کتنا امام ہو۔ مالدار ہو تہجد خواں ہو۔ اگر اس کام کو نقصان پہنچائے گا تو وہ خدا کے حضور جوابدہ ہوگا۔ پس چاہیئے کہ ہم اس کام کو متحد طور پر کریں۔ اور خدا کے حضور جھکیں اور اس سے مدد طلب کریں۔ آج خدا تعالےٰ نے عظیم المرتبت حضرت میرزا صاحب کو اسلام کا جرنیل بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے سپاہی بننے کی کوشش کرو۔ خدا تعالےٰ تمہارے ساتھ ہو۔

مَدْرَسَۃُ الْمُبَشِّرِیْن

انجمن نے علوم دینیہ و عربیہ کو اپنی جماعت میں رائج کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس میں طلباء کو دینی علوم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مولوی فاضل کے امتحان کے لئے بھی تیاری کرائی جائے گی۔

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی اور مولانا احمد یار صاحب ایم اے طلباء کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ دیگر بزرگان سلسلہ بھی اپنی فیوض سے گاہ بگاہ مستفیض [illegible] بیرونی ممالک سے بعض احباب اس میں شرکت کرنے اور دینی تربیت حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

پاکستان و ہندوستان کی مختلف جماعتوں سے بھی جو دوست خدمت دین کا جذبہ رکھتے ہوں اور وہ اس میں شریک ہونا چاہیں۔ اپنی درخواستیں بمعہ مندرجہ ذیل کوائف میرے نام بھیجدیں۔

(۱) تعلیم
(۲) عمر
(۳) شادی شدہ یا غیر شادی شدہ
(۴) سکونت
(۵) خاندانی حالات

تمام درخواستیں مقامی جماعت کے مبلغین حضرات یا سیکرٹری صاحبان کی تصدیق سے آنی چاہیئں۔

مستحق طلباء کے لئے رہائش اور خوراک کا انتظام انجمن کے ذمہ ہوگا۔

(ڈاکٹر) اللہ بخش
افسر مدرسۃ المبشرین
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

یوم وصال کا جلسہ

مورخہ ۲۶ مئی سنہ ۱۹۵۰ء کو مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے زیر اہتمام بعد از نماز جمعہ مقامی مسجد میں یوم وصال حضرت مسیح موعود کا جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا صدر الدین صاحب اور محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے حضرت امام عصر حاضر کے متعلق نہایت بصیرت افروز تقریریں فرمائیں۔ حاضری کافی تھی۔ جلسہ بہت کامیاب رہا۔

پراپیگنڈا سیکرٹری محمد آصف

سانحہ ارتحال

(۱) ہمارے مکرم بھائی نبی بخش صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ ۸ مئی کو ان کے والد اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اس صدمہ میں ہمیں اپنے مکرمی بھائی سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالےٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت فردوس میں جگہ دے۔

(۲) سردار خان صاحب سیکرٹری جماعت پشاور تحریر فرماتے ہیں کہ

ہماری جماعت کے ایک نہایت ہی مخلص اور نیک دوست عبداللہ اکبر خان صاحب چند دن ہوئے موضع نوزانہ میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے احباب سے مرحومین کے لئے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ ۔ چھ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۱۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور ائمہؒ قابل احترام ہیں سب مجدد و نکا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۶۹ھ ۔ ۷ جون ۱۹۵۰ء | ۲۳

انگلستان میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو

گرجوں اور سکولوں میں لیکچر ۔ عیسائی پادریوں کے خیالات ۔ انڈونیشیا میں ووکنگ مشن اور انجمن کا تذکرہ

خان بہادر غلام آباد خاں صاحب کا مکتوب گرامی

اسلامک ریویو انڈونیشیا میں

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔

السلام علیکم ۔ گذشتہ ماہ بفضل ایزدی ہر لحاظ سے کامیاب رہا ۔ جمہوریہ اسلامیہ انڈونیشیا کے قیام پر ووکنگ مشن کی طرف سے اسلامک ریویو ماہ جنوری ۱۹۵۰ء تمام سربرآوردہ اراکین حکومت کو بطور ہدیہ تبریک ارسال کر دیا گیا تھا ۔ چنانچہ صدر و دیگر اراکین کے خطوط آئے ۔ اور انہوں نے اس رسالہ کو بیحد پسند کیا اور گذشتہ تمام کاپیاں ارسال کرنے کو کہا ۔ تاکہ وہ اپنا نیا نظام اسلامی رنگ میں ڈھالنے کے لئے اس رسالہ کے مضامین سے فائدہ اُٹھائیں ۔ پھر انڈونیشین سفارت خانہ مقیم لندن کے ایک نمائندہ نے ووکنگ مشن اور انجمن کے حالات دریافت کر کے بزبان جاوی بی۔بی۔سی لندن سے نشر کئے ۔ نیز میڈم ڈاکٹر بیسیز مدریو نے لٹریچر برائے لائبریری مرکزی جاوا کے لئے طلب فرمایا ۔

ایک یوگوسلافی مسلمان

مسلم سوسائٹی گریٹ برٹین کا ایک اجلاس زیر صدارت مولانا عبداللہ یوسف علی صاحب منعقد ہوا ۔ عموماً اجلاس کے موقعہ پر سوسائٹی کا ایک ممبر At Home دیتا ہے چنانچہ اس دفعہ مسٹر غلام محمد صاحب میزبان تھے ۔ بعد از تواضع چائے اجلاس تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا ۔ تلاوت قرآن ایک یوگوسلافی یوربین مسلمان نے نہایت ہی موثر طریق پر کی ۔ یہ صاحب مہاجرین یوگوسلافیہ میں سے ہیں ۔ جو کمیونزم کا شکار ہو چکے ہیں ۔ اور یوگوسلافی برادری مقیم انگلستان کے سربرآوردہ ہیں یونیورسٹی کے تعلیمیافتہ ہیں ۔ قرآن نہایت ہی اعلیٰ لہجہ میں پڑھتے ہیں ۔ یوگوسلافیہ کے ایک جید عالم کے فرزند ہیں ۔ اور مشن سے انہیں بے انتہا عقیدت ہے ۔ اور جماعتی نظام سے پورا تعارف حاصل کر چکے ہیں ۔ اور اپنی زندگی بھی مشن کے کام کے لئے وقف کرنا چاہتے ہیں ۔

"تعلقات انسانی" پر لیکچر

بعد تلاوت قرآن پاک ایک انگریز خاتون نے "تعلقات انسانی" پر ایک نہایت ہی بلند پایہ تقریر پڑھی جس میں اصول اسلامی کو سراہا گیا ۔ صاحب صدر نے مجھے اس موضوع پر اسلامی نقطہ نگاہ سے روشنی ڈالنے کے لئے کہا ۔ میں نے محبت نوع انسانی کے متعلق مقررہ کے بلند پایہ خیالات کی تعریف کر کے یہ بتایا کہ صرف فلسفیانہ خیالات اور مقالات انسانی تعلقات کو بہتر بنانے میں کماحقہ کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ مذہب اسلام کا ہی یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنے نام لیواؤں کے اندر ایک فوری انقلاب عظیم پیدا کرنے میں کامیاب ہوا ۔ دنیا کی تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کس طرح اخلاقاً بگڑی ہوئی اور پراگندہ مخلوق کو چمکتے ہوئے جواہر بنا کر خوبصورت لڑی میں پرو دیا ۔ مذہب اسلام صرف "انسانی تعلقات" کا معلم ہی نہیں بلکہ عملاً بہترین تعلقات پیدا کرنے کا سہرا بھی اسی مذہب کے سر ہے ۔ سب سے پہلے اس نے نوع انسان کے نصف حصہ یعنی صنف نازک کو ناگفتہ بہ روحانی ، معاشی اور سیاسی پسماندگی سے بلند کر کے اور خلقکم من نفس واحدۃ کہکر اسے مرد کے ہم رتبہ بنا دیا اور قرآن پاک کی ایک سورۃ کا نام النساء رکھا ۔ جس میں عورت کے حقوق قائم کر دیئے ۔ ۔ سکوتی کو نا "شخص" بنا دیا ۔ تاکہ وہ جائداد کما سکے اور منتقل کر سکے اور اس حقوق وراثت ہر طرح سے قائم کر دیئے ۔ اور عیسائیت کے اس روحانی الزام کی کہ عورت یعنی بی بی حوّا نے بابا آدم کو جنت سے (شیطان کے زغم میں آکر) نکلوایا ۔ تردید ان الفاظ میں کر دی "فازلھما الشیطان" یعنی صرف بیچاری اماں حوّا کا کیا قصور تھا ۔ بابا آدم بھی شریک خطا تھے ۔ اس کے بعد انسان انسان کا تفرقہ رنگ و نسل ۔ اموال و املاک ، قوم و ملک کو یک قلم موقوف کر کے صرف بلندی اخلاق کو باعث عزت قرار دیا ۔ اور عجمی اور عربی ، کالے ۔ گورے کو اخوت اسلامی میں پرو دیا ۔ غرضیکہ جملہ انسانی تعلقات کو بہتر بنانے کے اسلامی اصولوں پہ سیر کن بحث کی ۔ جو بہت پسند کی گئی ۔

(باقی برصفحہ کالم نمبر ۱)

ایک اہم قومی ضرورت کے لئے

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

احباب جماعت کے نام ایک ضروری مکتوب

برادران مکرم و معظم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ووکنگ مشن کی اہمیت

آج سے چالیس سال پیشتر ووکنگ کو سوائے انگلستان کے چند بسنے والوں کے شاید ہی کوئی جانتا تھا مگر آج یہ غیر معروف بستی اور اس کی مسجد ساری دنیا میں تبلیغ اسلام کا مرکز ہونے کے لحاظ سے مشہور و معروف ہے مسلمان کیا اور غیر مسلم کیا سب اس تبلیغی مرکز سے واقف ہیں اور ان کے ہر گاؤں میں اس مسجد کا نام روشن ہے - قدرت الٰہی کا ایک زبردست نظارہ ہمیں نظر آتا ہے کہ کس طرح آج یہ مرکز گمنامی کی حالت سے نکل کر تمام دنیا میں مشہور ہے مسلمان اور غیر مسلم جہاں تک مذہبی معلومات حاصل کرنے کا تعلق ہے سب کے سب اس کی طرف رجوع کرتے ہیں -

مشن کی ذمہ داری

اس مشن کو آپ ہی لوگوں نے شروع کیا تھا - اسوا اس کے کہ تو جب حضرت خواجہ صاحب مرحوم ابتدائی سے مالی رنگ میں بھی آپ ہی کے ہاتھوں اس کی بنیاد پڑی - پھر ایک زمانہ آیا کہ ہماری مدد سے اور دوسرے مسلمانوں کی مدد سے زیادہ یہ مشن چلتا رہا - یہاں تک کہ [illegible] جماعت کو دوبارہ یہ بوجھ اٹھانا پڑا - لیکن شاید ہم نے اس بوجھ کو [illegible] اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھا - یہ کام تو بہت بڑا تھا لیکن ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہوا اور نہ ہی ہم نے اس کے لئے کوئی خاص کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو اس مشن کے اخراجات برداشت کرنے میں بڑے بھاری نقصان کا مقابلہ کرنا پڑا -

موجودہ مالی خسارہ

میں اسکو نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ اس سال یہ مشن ۸ ماہ میں ۵۲ ہزار روپے کا مقروض ہو چکا ہے - اور غالباً آمدنی کے ذرائع نہ بڑھے تو سال کے اخیر تک بیس ہزار روپے کا اور نقصان ہو گا - یوں سال کے آخر تک کل ۷۵ ہزار روپے کی کمی واقع ہو جائے گی - اگر اس مشن کے بوجھ کو اٹھاتے وقت ہی ہم کوئی چھوٹی سی بنیاد رکھ دیتے جس سے ساری جماعت پر بوجھ بٹ جاتا تو آج اس قدر مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا - یہ ایک بڑی کوتاہی اور غلطی سرزد ہوئی ہے - شاید کوئی سمجھے کہ اسلامک ریویو سے ہی اتنا بوجھ پڑ گیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ صرف مشن ہی کے آمد و خرچ میں ساڑھے چودہ ہزار روپے کا فرق پڑ گیا ہے - یعنی آمد خرچ سے ساڑھے چودہ ہزار کم ہوئی ہے - ریویو میں بھی کوئی ساڑھے چار ہزار کے قریب نقصان اٹھانا پڑا ہے - اس نقصان کا باعث کچھ ہمارے ملکی حالات بھی ہوئے ہیں - بہرحال یہ ۵۴ ہزار روپیہ کی کمی ہے - اس کے علاوہ ۲۰ ہزار روپے کی ایک اور کمی ہے جو بجٹ بناتے وقت ہی معلوم ہو گئی تھی - اس لئے مجلس منتظمہ نے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے یہ تجویز کی تھی کہ کارکنان کے الاؤنس کم کر دیئے جائیں لیکن جنرل کونسل نے اسے نامنظور کر دیا - اس لئے وہ ۲۰ ہزار کی کمی بھی چلی آتی ہے - یوں یہ کل کمی ۷۵ ہزار روپے کی ہے جو اب چندہ کے ذریعہ سال رواں کے ختم ہونے سے پہلے پہلے پوری کرنی ہے -

اس خسارہ کو آپ نے پورا کرنا ہے

جیسا کہ میں نے کہا ہے یہ ہماری کوتاہی ہے کہ ہم نے مشن کو لیتے وقت اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کیا - اب ہمیں ایک کثیر رقم کو پورا کرنا ہے - ایک دو آدمی تو اسے پورا نہیں کر سکتے ہم میں سے ہر ایک کو چھوٹے سے لیکر بڑے تک اس کمی کو پورا کرنے میں حصہ لینا ہو گا - غور کر کے دیکھو کیا اس چھوٹی سی جماعت کے سوا کوئی اور جماعت ایسی ہے جس کا مقصد اسلام اور قرآن کریم کے نور کو دنیا میں پہنچانا ہو - مسلمان حکومتیں اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے غافل ہیں - یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلق ہی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بزرگ مقصد کے لئے چن لیا - اب اگر آپ لوگوں نے بھی اس کام کی طرف پوری توجہ نہ کی اور اس کی ذمہ داری کو محسوس نہ کیا تو پھر اور کوئی جماعت ایسی نہیں جو اس کام کو سنبھال سکے - خدا کی نصرت تو ضرور آئے گی - ہاں یہ صرف انہی لوگوں کے لئے آتی ہے جو سرفروش ہوں - قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ - اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں انہیں جنت عطا فرمائے گا -

خسارہ کو پورا کرنے کی تجویز

تو اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے یہ ۷۵ ہزار روپے کا بوجھ آپ لوگوں ہی نے اٹھانا ہے - اس کے لئے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اسکو بعض جماعتوں پر تقسیم کر دیا جائے اور بعض احباب کو اس کی وصولی پر لگا دیا جائے جو جماعتوں میں جا کر اس رقم کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور دوسرے احباب کو بھی اس کے لئے تحریک کریں - اس ضمن میں لاہور کی جماعت کے حصہ میں سے ۲۰ ہزار روپیہ ڈالا ہے اور دس دس ہزار روپیہ لائلپور اور کراچی کی جماعتوں کے نام - باقی ۳۵ ہزار روپیہ دوسری جماعتیں پورا کریں - ہم نے اس کمی کو بہرحال پورا کرنا ہے - ایک فوج کی طرح باہم یکجہتی سے اس بوجھ کو اٹھایئے جو زیادہ حصہ نہیں لے سکتے وہ کم از کم اپنی دس دن کی آمد ضرور دیں - چاہیں تو اس کی ادائیگی کو پانچ مہینوں تک پھیلا لیں - اور ہر مہینہ صرف دو دو دن کی آمد دیتے چلے جائیں - یوں بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا اور کمی بھی پوری ہو جائے گی -

مشن کو چلانا ضروری ہے

میں ایک اور بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں - یہ ووکنگ مشن جس میں آج کمی واقع ہوئی ہے اس مشن میں اس وقت تک ۲۴ لاکھ کے قریب روپیہ خرچ ہو چکا ہو گا - اور دوسرے اب تمام دنیا میں یہ ایک تبلیغی مرکز کی حیثیت سے مشہور بھی ہو چکا ہے تو اس پر مردو لحاظ سے اب ہمارے لئے یہ اچھا نہ ہو گا کہ اتنا روپیہ خرچ کر چکنے کے بعد چند ہزار کے لئے اس کام کو بند کر دیں - یوں اسلام اور مسلمانوں کو بھی دھکا لگے گا جس سے وہ پھر اٹھ نہیں سکیں گے - ایک وہ زمانہ تھا کہ خواجہ صاحب مرحوم تبلیغ اسلام کے جوش میں دیوانہ وار مصر، افریقہ وغیرہ میں پھر رہے تھے آج یہ کام پیچھے پڑا ہوا ہے - خدا کی نصرت انہیں لوگوں کے شامل ہوتی ہے جو اس کی تلاش کرتے ہیں - سو آج ہمیں بھی بعض ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو الٰہی فضل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں اور اس پیش آمدہ نقصان کی تلافی کریں - ہمارا مقصد بہت بلند اور ہماری راہ بڑی کٹھن ہے - اسلام کے نور سے دنیا کو منور کرنا ہے - اٹھو اور اس کے رسول کیلئے پوری پوری جدوجہد کرو تا الٰہی نصرت تمہارے شامل ہو -

ایک خوشخبری

میں نے کہا کہ ۲۰ ہزار روپیہ لاہور کی جماعت ادا کرے اس سلسلہ میں ایک خوشخبری آپ کو سناتا ہوں کہ خدا کے اس کام کو زندہ رکھنے کے لئے خواجہ نذیر احمد صاحب نے ۵ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہے - دو ہزار روپیہ خواجہ صاحب کے ایک پرانے رفیق نے جو اپنا نام سردست ظاہر کرنا نہیں چاہتے وعدہ کیا ہے - یوں ۲۰ ہزار میں سے ایک تہائی حصہ تو پورا ہو چکا باقی ⅔ حصہ باقی جماعت کے احباب پورا کرنے کی کوشش کریں - بعض احباب نکلیں جو دوسروں سے ملیں اور انہیں اس طرف توجہ دلائیں اور انہیں اس کار خیر میں شامل ہونے کی اپیل کریں - اسی طرح بیرونی جماعتوں کے احباب بھی دوستوں سے ملیں -

اسلامک ریویو کے متعلق

ایک بات اسلامک ریویو کے متعلق بھی کہنی چاہتا ہوں - پہلے سے اس کی حالت بہتر بنانے کے نتیجہ میں اس کی شہرت بھی بہت بڑھ گئی ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ ساتھ ساتھ اخراجات بھی بہت بڑھ گئے ہیں - شروع میں بھی یہی خیال تھا کہ اسلامک ریویو پہلے دو سال تک نقصان میں چلے گا - تیسرے سال یہ اپنے اخراجات اٹھانے کے قابل ہو جائیگا اور اب بھی یہی خیال ہے - اس کی خریداری غالباً چھ ہزار تک پہنچ چکی ہے تھوڑی کوشش اور کریں کہ اس کی خریداری دس ہزار تک پہنچ جائے تو پھر امید ہے کہ نقصان چھوڑ کچھ مالی قوت کا بھی یہ موجب ہو جائے گا - میں نے پچھلے سال اس کی خریداری کو بڑھانے کی طرف توجہ دلائی تھی - میں نے دیکھا کہ کراچی میں بعض غریب آدمی جن کا کوئی اچھا خاصہ رسوخ نہ تھا تین تین چار چار خریدار بنانے میں کامیاب ہو گئے - دوسرے مقامات میں بھی بعض احباب نے اس طرف توجہ فرمائی - تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بارسوخ احباب اس کی خریداری بڑھانے میں کس قدر ممد ثابت ہو سکتے ہیں - بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ اس میں مذہبی مضامین کم ہوتے ہیں - میں کہتا ہوں مذہبی مضامین کے لکھنے کے لئے تو آپ کی جماعت

(باقی صفحہ ۷ پر)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۰ شعبان ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲۳

عہدِ دوستی

"میرا یہ مذہب ہے کہ جو شخص ایک دفعہ مجھ سے عہد دوستی باندھ لے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتا، ہاں اگر وہ خود ہی قطع تعلق کر دے تو ہم لاچار ہیں ورنہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ ہمارے دوستوں میں سے کسی نے شراب پی لی ہو اور بازار میں گرا ہوا ہو اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تو بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا کر لے آئیں گے"

"عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے اسکو آسانی سے ضائع نہ کر دینا چاہیئے اور دوستوں سے کیسی ہی ناگوار بات پیش آ جائے اسے اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنا چاہیئے"

یہ اس امام عالی مقام کے الفاظ ہیں جس کو ہم مجدد وقت، مسیح موعود اور مہدی معہود کے منصب پر فائز سمجھتے ہیں۔ کتنا بڑا دل ہے۔ کتنی بڑی اخلاقی بلندی ان الفاظ میں پائی جاتی ہے، کس قدر بلند حوصلہ نظر آتا ہے، مرید کے ساتھ تعلقات کو پیری مریدی کے نام سے یاد نہیں کرتے بلکہ **"عہد دوستی"** قرار دیتے ہیں اور اس "عہد دوستی" کو اتنی بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو نبھانے کے لئے یہاں تک اپنے اوپر ذمہ داری لیتے ہیں کہ خواہ کوئی شخص کیسا ہی کیوں نہ ہو جائے، عہد دوستی کے بعد اس سے قطع تعلق نہیں کر سکتے، بلکہ اگر کوئی دوست شراب پی کر بازار میں گرا ہوا ہے اور لوگوں کا ہجوم اس کے گرد ہو تب بھی کسی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔

کیا یہ "عہد دوستی" مسیح موعودؑ ہی تک ختم ہے، یا ہم نے بھی جو آپ کی پیروی کا دم بھرتے ہیں باہم کوئی "عہد دوستی" باندھ رکھا ہے؟ یقیناً وہ "عہد دوستی" جو مسیح موعودؑ کے ساتھ ہم نے باندھا تھا وہ ہم میں باہم اسی طرح استوار چلا آتا ہے جیسا کہ اس مامور من اللہ کے ساتھ تھا، اس عہد دوستی کو نبھانا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آنا۔ ان کے ناگوار حالات کو برداشت کرنا اور "اغماض اور تحمل" کے محل میں اتارنا آج ہر احمدی کا اسی طرح فرض ہے جیسا کہ مسیح موعودؑ اپنے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ افسوس ہے کہ اس مامور من اللہ کے مندرجہ بالا الفاظ کو اس کی سیرت اور کیرکٹر کا ایک درخشندہ گوہر سمجھتے ہوئے ہم پڑھتے تو ہیں اور آپ کی اس بلندی اخلاق پر جھومتے بھی ہیں۔ لیکن ہم میں بہت کم ہیں جو اس بلندی اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے اور اپنی سیرت اور کیرکٹر کا درخشندہ گوہر بنانے کی کوشش کریں۔ بہت کم ہیں، جو اپنے بھائیوں کے ناگوار حالات کو برداشت کر سکیں، ان کی ناگوار باتوں کو اغماض اور تحمل کے محل میں اتارنے کی کوشش کریں، بہت کم ہیں جو اس عہد دوستی کی رعایت کرتے ہوئے جو مسیح موعودؑ کے توسط سے ہم میں باندھا گیا ایک دوسرے کے قصوروں کو معاف کرتے اور صلح جوئی اور محبت کے ساتھ اس عہد کو استوار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں یہ حالات ایسے نہیں کہ انہیں اغماض سے دیکھا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا کھلا فرمان اور آپ کی **تعلیم ہے کہ**

"تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو، اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ...... کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک **پیٹ میں سے دو بھائی**، تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت وہ ہے جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا، سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں"

یہ الفاظ کسی تشریح و توضیح کے محتاج نہیں، یہ خدا کے مامور اور امام وقت کے الفاظ ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو چاہیئے کہ ان کو نظر غور سے پڑھیں اور عمل میں لانے کی کوشش کریں کہ اسی میں ان کی قومی بہبودی اور اخروی نجات ہے۔

چند مجاہدین کی ضرورت

از حضرت امیر ایدہ اللہ

برادران محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت میں یہ ضرورت محسوس کر رہا ہوں کہ جماعت کے چند احباب اسی طرح قربانی پیش کریں جس طرح خان بہادر غلام ربانی خان صاحب نے کی ووکنگ میں یوں تو پہلے دو کارکنوں میں صرف ایک تیسرے کارکن کا اضافہ ہوا ہے مگر کام ڈیوڑھے کی بجائے دس گنا سے بھی زیادہ ہو رہا ہے۔ اور اب وہاں مزید ضرورت اس قدر پیدا ہو گئی ہے کہ ایک چوتھا کارکن وہاں جلد سے جلد بھیجنا ضروری ہے۔ تین متفرق مقامات پر اس وقت جمعہ کا انتظام ہے۔ مگر ایک چوتھی جگہ بھی ایک جمعہ کے امام کی ضرورت ہے اور متفرق مقامات پر لکچروں کے علاوہ کئی جگہ پاکستانی نوجوانوں کی دینی تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ اور ان دونوں انتظامات کو وسعت دینے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے مگر ووکنگ کے خاص حالات کی وجہ سے وہاں جس آدمی کی ضرورت ہے وہ علاوہ اس کے کہ لیکچر اور خطبہ اور دینی تعلیم دے سکے کچھ حساب کتاب کے کام سے بھی واقف ہو۔ تو زیادہ موزوں ہوگا۔

علاوہ ازیں ایک اور بھی ضرورت ہے۔ مرزا ولی احمد بیگ انڈونیشیا جا رہے ہیں مگر وہ زیادہ عرصہ وہاں نہیں ٹھہر سکیں گے اس لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو انڈونیشیا میں بطور مبلغ کام کر سکے۔

تیسری ضرورت ایک ایسے مبلغ کی ہے جو باہر کے متفرق ممالک میں دورہ کا کام کر سکے اور اپنے تبلیغی کام کی اہمیت کا احساس بھی پیدا کر سکے۔

چوتھی ضرورت ایک ایسے لیکچرار کی ہے جو تین چار ماہ مشرقی پاکستان میں دورہ کر سکے اور وہاں جماعت کے کام کی طرف لوگوں کو توجہ دلا سکے اس کیلئے حالات سازگار ہیں۔ اور بھی متفرق ضروریات پیش آتی رہتی ہیں یہاں کے دفاتر میں بھی بعض قابل کارکنوں کی ضرورت ہے کیونکہ یہاں مرکز میں بھی دفتر کے کاروباری کام میں موزوں آدمیوں کی قلت کی وجہ سے کام پوری قوت سے نہیں ہو رہا۔ اسلئے میں احباب سے یہ اپیل کر رہا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنی درخواستیں مع ضروری کوائف کے سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھیجدیں۔ بعض احباب ایسے بھی ہیں جنہوں نے پہلے اپنی زندگی کو اس کام کیلئے وقف کرنیکا ارادہ کیا تھا مگر انجمن اس وقت انکو نہیں لے سکی وہ بھی اپنی درخواستیں دوبارہ بھیجدیں۔ انجمن کے موجودہ کارکنوں میں سے اگر کوئی صاحب ہوں جو باہر جانا پسند کرتے ہوں تو وہ بھی اپنی درخواستیں بھیج سکتے ہیں گذارہ کیلئے جو انتظام درخواست کنندہ احباب چاہتے ہوں اسکا ذکر بھی اپنی درخواستوں میں کر دیں۔ آخر جون سے پہلے پہلے درخواستیں پہنچ جانی چاہئیں۔ والسلام

خاکسار **محمد علی** - از کراچی

(بقیہ صفحہ اول)

انگلستان میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رَو

امن عالم پر ڈاکٹر عبداللہ کی تقریر

اس ملک میں اسلام کے لئے فرشتے دلوں میں تحریک پیدا کر رہے ہیں۔ یہاں عیسائیوں کا ایک گروہ ہے۔ جن کو Unitarian (موحد) کہتے ہیں۔ ان لوگوں کی سوسائٹی بالکل علیحدہ اور گرجے جداگانہ ہیں۔ عموماً ان کے اجلاس ورلڈ فیلوشپ آف فیتھ نامی سوسائٹی کے زیر اہتمام ہوتے ہیں اسلامک ریویو کی گذشتہ اشاعت میں ان کے ایک عالیہ اجلاس کا ذکر کیا گیا تھا جو زیر عنوان Every nation Kneeling قارئین کرام کی نظروں سے گذرا ہوگا۔ دوبارہ اس سوسائٹی نے ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کو تقریر کے لئے مدعو کیا جس کا موضوع تھا۔ Contribution of Islam towards The Establishment of world peace

"امن عالم کے قیام کے لئے اسلامی پیش کش"

نصف گھنٹہ ڈاکٹر صاحب نے اسباب بدامنی کو شمار کرنے کے بعد اس کا واحد علاج زندہ خدائے واحد پر ایمان۔ اور نوع انسان کی وحدت قرار دیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ دوا صرف اسلامی شفاخانہ میں میسر ہے۔ جو کہ ایک زندہ خدا پر محکم یقین پیدا کرتا ہے۔ اور مساوات نسل انسانی کا نہ صرف پیغام دیتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم نے اس کو ایک زندہ حقیقت بنا دیا ہے۔ اور تمام دنیاوی و مذہبی امور کی رہنمائی اور تنازعات نوع انسانی کے فیصلہ کے لئے وہ قانون الٰہی ہے جو کہ قرآن کریم کے صفحات میں محفوظ ہے اس تقریر کا بہت ہی عمدہ اثر ہوا۔

ریورنڈ پی کاک کے خیالات

اس کے بعد ریورنڈ پی کاک کو جو اس تحریک کا قائد ہے۔ مولنا عبدالمجید صاحب نے کھانے پر بلایا۔ وہاں اس نے کھلے طور پر ظاہر کر دیا۔ کہ اسلام کے ساتھ ان کے عقائد کی بہت زیادہ مشابہت ہے اور موجودہ عیسائیت کے ساتھ دور کا تعلق بھی نظر نہیں آتا۔

سکولوں اور گرجوں میں لیکچر

اس کے بعد وہ ووکنگ کھانے پر تشریف لائے اور درخواست کی کہ ان کے سکولوں اور گرجوں میں لیکچر کے لئے کچھ وقت نکالا جائے۔ ہمارے علاوہ پر Rugby کے ایک سکول میں تقریر کے لئے ۱۲ جون کے لئے دعوت آئی ہے اس کے علاوہ حسب ارشاد پادری صاحب موصوف دیگر اراکین کو اسلامی لٹریچر بھیجا گیا ہے جس کے نہایت عمدہ نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔

ایک اور محقق پادری کے خیالات

چند دن ہوئے کہ میں دورہ سے واپس آرہا تھا۔ خیال ہوا۔ کہ ہائیڈ پارک (Hyde Park) کے مقام ماربل آرچ Marble Arch کو دیکھ لو۔ اس جگہ ہر قسم کے خیالات کے حضرات اظہار خیالات کرتے ہیں اور کچھ مجمع ان کے ارد گرد جمع ہو جاتا ہے جو سوال و جواب کرتا رہتا ہے۔ یہاں ہر قسم کے لوگ کھڑے لیکچر دیتے ہیں۔ "خدا کو ماننے والا" "تثلیث پرست" "دہریہ" "آزاد خیال" "کمیونسٹ" "امپریلسٹ" "سرمایہ دار"۔ غرضیکہ خوب چوں چوں کا مربہ ہوتا ہے۔ مجھے بے انتہا خوشی ہوئی جب میں نے دیکھا کہ ایک پادری کھڑا تقریر کر رہا ہے کہ خدا ایک ہے۔ واحد لاشریک ہے مسیح صرف ایک بندہ اور نبی تھا خود اناجیل سے وہ ثابت کر رہا تھا۔ کہ تثلیث پرستی اور انسان پرستی کا غلط عقیدہ بعد میں پیدا ہوا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک محقق مسلمان لیکچر دے رہا ہے۔ میں نے بھی اس سے سوال کیا۔ آج سے ۱۳۶۰ سال پہلے وہ شخص جس نے عیسائیت کی تثلیث پرستی اور انسان پرستی کی تردید کر کے خدائے واحد کی پرستش کا پیغام دنیا کو دیا۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ جواب میں اس نے کہا کہ آپ محمد کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ وہ خداوند تعالےٰ کا برگزیدہ نبی تھا۔ یہ ہیں اس ملک کے بعض محققین کے خیالات۔ اب دیکھئے ہوا کا رُخ کس طرف ہے۔ کیا یہ زمانہ حضرت مرزا صاحب کے اس شعر کا مصداق نہیں کہ

بلفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

حامد فاروق حضرت امیر کے صاحبزادہ

آپ یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے عزیز حامد فاروق صاحب، ہماری عدم موجودگی میں نماز جمعہ کی امامت ووکنگ مسجد میں بخوبی کر لیتے ہیں اللھم زد فزد۔

میں اب اس خط کو یہاں ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ میں تین دن کے دورہ پر جا رہا ہوں۔ انشاءاللہ واپسی پر دوسری اشاعت کے لئے کچھ حالات عرض خدمت کروں گا۔ والسلام۔

آپ کا۔ غلام ربانی

(اپیل حضرت امیر ایدہ اللہ از صٓ ۲)

بھی۔ آپ کیوں اس کے لئے مضامین نہیں لکھتے۔ اعتراض کرنا تو آسان ہوتا ہے کوئی تعمیری کام کر کے دکھانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ہم میں خدا کے فضل سے کافی آدمی ہیں جو بڑے اعلےٰ مضامین لکھ سکتے ہیں۔ کم از کم بیس ایسے آدمی ضرور ہیں۔ اگر سال میں دو دو تین تین مضامین ہی اس رسالہ کے لئے لکھیں تو یہ شکایت دور ہو سکتی ہے۔ اس رسالہ کو بہتر بنانے کی کوشش کیجئے۔ ہر وقت نقائص ہی کو بیان کرتے رہنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ آپ لوگ اگر ہمت کریں تو اس سے آپ کا علم بڑھے گا اور رسالہ کی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ میں آج پھر اس کی خریداری کو بڑھانے کے لئے احباب سے اپیل کرتا ہوں۔ کوشش کیجئے کہ اس کی خریداری دس ہزار تک پہنچ جائے۔ پہلے اس کا سالانہ چندہ تیرہ روپے آٹھ آنے تھا۔ اب کم کر کے دس روپے کر دیا ہے۔

ایک اور اپیل

اس سلسلہ میں ایک اور اپیل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ پچھلے سال ہندوستان کی ڈیڑھ سو لائبریریوں میں احباب نے اسلامک ریویو مفت جاری کروایا تھا۔ وہ چندہ تو اب ختم ہونے کو ہے۔ احباب اس کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں کہ اس رسالہ کے وہاں جانے سے ملکی تعلقات پر بہت خوشگوار اثر پڑے گا۔ سو میں ان تمام احباب سے جنہوں نے یہ رسالہ مفت جاری کروایا تھا یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ آئندہ سال کے لئے بھی اسے جاری رکھیں۔ دفتر کو بھی چاہیئے کہ وہ فرداً فرداً ان تمام احباب کو اس کے جاری رکھنے کی اپیل کریں۔

محمد علی
امیر جماعت احمدیہ لاہور

(بقیہ از صفحہ ۸)

کے ساتھ مماثلت رکھنے کے دعویدار ہیں اور یقیناً ہیں تو آپ کو کیا حق ہے خاموش رہنے کا۔ مرید کے ایمان میں رخنہ پیدا ہونے کا امکان پیدا ہوا تو حضرت سرور دو عالم نے فوراً بلایا اور فرمایا کہ تسلی کر لو یہ میری بیوی ہیں جن سے میں باتیں کر رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے آقا کی پیروی میں اپنی عاجزی اور انکساری کا اور اپنے بھائیوں کی وجاہت اور قدر و منزلت کا ہر موقعہ پر خیال رکھا۔ اور ایسا کرتے ہوئے فخر محسوس کیا اور اپنی عزت اسی میں دیکھی کہ ساتھ والوں کی عزت برقرار رہے۔ آپ کو محض اس لئے حضرت عمرؓ سے مماثلت حاصل ہو گئی کہ آپ نے بھی سادہ زندگی کی یا اور بھی وجوہ ہیں مماثلت کے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو مسلمان اس طرح کے مظالم کو برداشت کرتا چلا جائے کہ خدا رسول اور ماموروں کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ انسان کی بڑائی کا محل کھڑا کیا جا رہا ہو۔ وہ ظاہر ہے کہ اس دنیا میں تو ذلت میں ہے ہی آخرت میں بھی سے۔ دردناک عذاب ملے گا، ورنہ اس کا زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا اسکے کچھ کام نہ آئیگا۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین

اشتہار

مشتہر حکم حاضری مدعا علیہ
زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ۔

نمبر مقدمہ ۷۷ بابت ۱۹۵۰ء

میسرز حاجی محمد طاسر خاں حاجی صالح محمد فروٹ مرچنٹس فروٹ مارکیٹ کوئٹہ مدعی

بنام

(۱) گنھامل (۲) پوکھرداس پسران جیول (۳) جیول پروپرائٹرز جیول پوکھرداس فروٹ مرچنٹ فروٹ مارکیٹ کوئٹہ مدعا علیہ

دعویٰ مبلغ ۹۸۴۔۷۔۶ روپے

بنام جیول پروپرائٹرز جیول پوکھرداس فروٹ وسبزی مرچنٹس فروٹ مارکیٹ کوئٹہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی جیول بطرف ہندوستان چلا گیا ہے اور روپوش ہے۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام جیول مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۲۹ ماہ جون ۱۹۵۰ء کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کاروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ... ۱۹۵۰ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے ...

مذہب اور عصرِ حاضرہ کی تحقیقات

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

مذاہب اگر خدا کی طرف سے ہیں تو اس میں اور قوانین قدرت میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایک خدا کا قول ہے دوسرا اس کا فعل۔ اس وقت دنیا میں اسلام کے علاوہ بھی مذاہب ہیں جن کو یہ دعوےٰ ہے کہ وہ خدا کے الہام کردہ ہیں۔ ان میں پیش پیش مذہب عیسائیت ہے۔ پہلے تو یہ عیسائی کا یہ اعتقاد تھا اور اب بھی بے شمار عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ بائیبل کا ہر لفظ خواہ وہ انگریزی میں کیوں نہ ہو خدا کا نازل کردہ ہے۔ اس لئے اس میں جو امور درج ہیں وہ ابدی اور اٹل ہیں۔ لیکن اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو بائبل اپنی موجودہ شکل میں خواہ وہ عہد عتیق ہو یا عہد جدید بیشمار موقعوں پر محرف مبدل ہے جس کا اعتراف خود مغربی مصنفین کے ایک گروہ نے کیا ہے اور اپنی تحقیقات سے اس مسئلے پر وہ ایک ضخیم لٹریچر پیدا کر چکا ہے جسے بائیبل کی اعلیٰ تنقید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ اصل کتب کی نقل کرتے وقت لکھنے والوں نے نہ صرف رنگ آمیزی کے لئے اپنی طرف سے کچھ اصلاح ہی کی ہے بلکہ بعض بیرونی باتیں اور واقعات کا اضافہ بھی کر دیا ہے جن کا علم ان کے خیال میں لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ چنانچہ حضرت موسےٰ کی طرف جو کتاب منسوب کی گئی ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ کی موت کا واقعہ پھر ان کی تجہیز و تکفین کی جملہ کیفیات بتفصیل لکھی گئی ہیں۔ اس قسم کی خامیاں ان تحقیقات کی روشنی میں پائی گئی ہیں اور اس بناء پر علمی حلقوں میں بائیبل کے الفاظ کو خدا کے نازل کردہ الفاظ ماننا بہت ہی مشکل ہو چکا ہے۔

لیکن عیسائی لوگوں کے ایمان کی داد دینا چاہیئے کہ ان میں سے نہ صرف عوام الناس بلکہ بڑے بڑے اہل علم اور فاضل فلاسفر اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ تفصیلی طور پر نہ سہی مگر مجموعی اور اجمالی رنگ میں بائیبل کے بیان کردہ اصول اور واقعات وغیرہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اور لوگوں کو چھوڑیئے اس وقت انگلستان کے ایک فاضل فلسفی سی ایم جوڈ کا خیال بھی یہی ہے۔ اور یہ بات صرف ان کے خیال تک ہی محدود نہیں بلکہ انہوں نے انگریزوں کے تعلیم یافتہ حلقوں میں اس ایمان کو مضبوط کرنے کی غرض سے ایک مدت سے ان امور کی تبلیغ بھی جاری کر رکھی ہے۔ کچھ عرصہ بیشتر انہوں نے ایک عالمانہ مضمون کے ذریعہ عیسائیت کے مخصوص عقیدہ "پیدائشی گناہ" کو ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ حال ہی میں ان کا ایک مضمون لنڈن کے مشہور ہفتہ وار اخبار نیو سٹیٹسمین اینڈ نیشن (THE NEW STATESMAN AND NATION) کے ۱۷ر دسمبر کے شمارے میں شائع ہوا ہے جس میں اس نے ڈاروِن کے حیاتیاتی نظریۂ ارتقاء۔ کارل مارکس کے معاشیاتی نظریۂ مادیت اور سگمنڈ فرائڈ کے نفسیاتی نظریۂ تحت الشعور وغیرہ کو عیسائی معتقدات کے ساتھ تطبیق دینے کی کوشش کی ہے ہمیں فلاسفر موصوف کی قوتِ ایمانی کا فی الواقعہ بڑا احترام ہے اور اپنے مذہب کے لئے جو علمی کاوش انہوں نے کی ہے اس کی بھی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے مگر صداقت کی خاطر اس مضمون کا تبصرہ کرنے پر ہم مجبور ہیں ڈاروِن کے نظریۂ ارتقاء پر بحث کرتے ہوئے جو صاحب نے سائنس کی تحقیقات کے اس نظریہ کو پیش کیا ہے جس میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ حالت جنین میں ایک جاندار شئے میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں جس کے متعلق پیش از وقت کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی یعنی کسی مستقل قانون کے ماتحت یہ تبدیلیاں وقوع پذیر نہیں ہوتیں، بالفاظ دیگر یہ کوئی ایسے ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ جو کسی قانون کا پابند نہیں فاضل پروفیسر اس سے استنباط کرتے ہیں کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ انسان کا وجود یکایک نمودار ہونے کی بجائے مختلف انواع کے جاندار قالب کے اندر سے بتدریج گذرتے ہوئے انسانی شکل اختیار کر گیا ہے تو بھی مسئلہ خلق کے ماننے میں کوئی عقلی دشواری نہیں۔ کیونکہ جس ترکیب سے گذر کر ایک چیز ایک بلند تر ارتقائی ہستی کی طرف جاتی ہے۔ اس کے متعلق کوئی مستقل قانون وضع نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تو فاضل پروفیسر کا کہنا بالکل صحیح ہے۔ لیکن ارتقاء کو تسلیم کرتے ہوئے یہ بات لازماً ماننا پڑے گی کہ ایک ادنےٰ جنس سے ترقی کرتے ہوئے ایک اعلیٰ جنس تک پہنچنے کے لئے ایک چیز کو ہزارہا سال درکار ہیں مگر بائیبل کے الفاظ میں ایک طبقہ کے اشیاء سے دوسرے طبقہ کے اشیاء میں جانے کے لئے اتنی لمبی مدت کی گنجائش نہیں ہے۔ وہاں تو ایک دن کے اندر ہی ایک طبقہ کے اشیاء کی پیدائش کا ذکر ہے اور دن کی بھی تعریف وضاحت سے کر دی گئی ہے۔ یعنی ایک شام سے لیکر دوسری شام تک یعنی ایک غروب آفتاب سے لیکر دوسرے غروب آفتاب تک۔ لہٰذا پروفیسر موصوف کی توجیہہ بائیبل کے حق میں کارآمد ثابت نہ ہوئی۔ ہاں یہ قرآن کے ماننے والوں کے لئے مفید ہو گی کیونکہ قرآن کریم نے ارتقائی منازل کی مدت کی تعیین کے لئے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ "یوم" ہے۔ جس کے معنے بہت وسیع ہیں اُردو میں اس کے لئے صحیح لفظ "مدت" ہوگا اس لئے پروفیسر نے مسئلہ ارتقاء کے ساتھ واقعہ خلق کی جو تطبیق دینے کی کوشش کی ہے قرآن کے الفاظ اس کے متحمل ہو سکتے ہیں لیکن بائیبل کے الفاظ نہیں۔

اس کے بعد فاضل پروفیسر نے کارل مارکس کے معاشی نظریۂ حیات پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا ہے اس سے انکی ایمانی شکست بڑی عیاں ہے۔ کارل مارکس کے پیش کردہ فلسفۂ تاریخ کی تائید میں یوں فرماتے ہیں:-

" آج ہمارے لئے ماننا ضروری ہو گیا ہے کہ تاریخ کی بڑی بڑی حرکتیں جن عناصر سے تشکیل پذیر ہوتی ہیں وہ نہیں ہیں جو کہ آج سے سو سال پہلے سمجھے جاتے تھے۔ انسان کے اپنے ارادے اور امنگیں اس معاملے میں بہت کم دخل رکھتی ہیں وہ حالات جن کے ماتحت اور وہ آلات جن کے ذریعہ سے انسان کی مادی ضروریات پوری ہوتی ہیں ان کا عمل ان پر اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ تاریخ ایک ایسی ندی کی طرح ہے جس کے کنارے معاشی واقعات ہیں بڑے بڑے انسان اور ان کی ایجادات ان پتھروں کی مانند ہیں جو اس ندی کے پار پھینکے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ کے لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ندی نے اپنا رخ بدل لیا ہے۔ تاریخ کی گذرگاہ بھی بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن ایک صدی کے گذرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس کا رخ وہی ہے جو پہلے تھا۔ یہ سب کچھ سچ ہے"

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ مارکسی خیالات اور منطق کے سامنے جوڈ نے بھی ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ اس کے بعد اگرچہ موصوف نے اپنے مذہبی معتقدات کو قائم رکھنے کے لئے بعض باتیں کہیں ہیں مگر وہ ایک شکست خوردہ ذہنیت کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں فرماتے ہیں کہ عیسائی معتقدات کو تاریخ کی حرکتوں سے چنداں تعلق نہیں بلکہ ان کا اثر افراد کی زندگیوں پر عوام الناس سے ان کو کم نسبت ہے اور انفرادی روح سے بہت زیادہ۔ مگر سوال یہ ہے کہ مذہب کا اجتماعی زندگی [illegible] سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ اس تعلق کی ضرورت کا انکار جوڈ سے بھی نہیں ہو سکا۔ اگرچہ وہ عیسائیت کے اجتماعی پروگرام کے بارہ میں مطلق خاموش ہیں مگر تھوڑا ہو یا زیادہ جو کچھ ہے وہ کیا ہی؟ یہ عجیب مسلک ہے جسے غالباً وہ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ہمیں سمجھاتے کی انہوں نے کوئی کوشش نہیں کی باقی یہ بات بھی قابل فہم نہیں کہ تاریخ کے بہاؤ کو روکنا یا تبدیل کرنا انسان کے ارادہ اور کوشش سے باہر ہے اگر ایسا ہے تو مذہب کس طرح اور کیوں اس رخ کو بدلنے کے لئے کوئی کوشش کرے؟ لیکن عیسائی منطق کی سعی ہمیشہ یہی رہی ہے۔ خواہ وہ کلیسا کی طرف سے ہو یا بیسویں صدی کے مفکر اور بظاہر آزاد خیال پروفیسر جوڈ کی طرف سے ہو۔ چنانچہ آگے چل کر آپ فرماتے ہیں:-

" میرا مطلب یہ نہیں کہ تاریخ کی جو یہ جولانیاں انسان کی انفرادی زندگی پر بھی تقدیر مبرم کی طرح مسلط ہیں یا ایک فرد پر جس کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے جن کی تعیین ایسے اسباب کرتے ہیں جن پر اس کا کوئی اختیار نہیں ہے اس کا کوئی اثر اس تعلق پر ہو جو اس کا اپنے خدا سے ہو"

یہ وہی نظریۂ حیات کی دو رنگی ہے جس کے ماتحت کسی زمانے میں مذہبی معاملات کو اور مذہب کے اصولوں کو سیاسی زندگی سے الگ کر دیا گیا تھا۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ مذہب اگر اجتماعی زندگی کو خوبصورت اور خوشگوار بنانے کا کوئی پروگرام اور پیغام نہیں لاتا تو تہذیب و تمدن کے نشو و نما میں اس کا کیا حصہ ہے اور ایک ترقی پسند قوم یا جماعت اس کی طرف کیوں توجہ کرے۔ زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اجتماع سے متعلق ہے۔ بنی نوع انسان کے سامنے اہم مسئلہ انفرادی زندگی سے متعلق نہیں بلکہ اجتماعی زندگی سے ہے اگر مذہب خدا کی طرف سے ہے تو انفرادی زندگی کی نسبت اجتماعی زندگی کے متعلق زیادہ

تحریک احمدیت اور علامہ اقبال

سید اختر حسین صاحب گیلانی ایم اے۔ مولوی فاضل

(۵)

"مجوسی عقیدہ" کب اور کس نے اسلام میں داخل کیا

اگر علامہ اقبال ایک محققانہ مقالہ لکھتے اور اس میں تاریخی طور پر اس امر کا اثبات کرتے کہ "نزول مسیح کا تصور اسلام میں قطعاً موجود نہ تھا۔ اور فلاں فلاں زمانہ میں فلاں فلاں اثرات کے باعث اور فلاں فلاں اشخاص کے ذریعہ امت میں اس کو فروغ نصیب ہوا، تو یہ امر ضرور علامہ موصوف کی فلسفیانہ اور مفکرانہ شان کے مطابق ہوتا، مگر افسوس کہ علامہ جیسے انسان کے قلم سے بھی ایسا بصیرت افروز مقالہ نہ نکل سکا، پس جب شاعر کی طبع رسا ہجو پر آمادہ ہوئی تو کہہ کیا تھا؛ خود بخود عرش فرش کے ہمرتبہ ثابت ہو گیا، ملائک جنات کے ہم پایہ ہو گئے اور نزول مسیح کا عقیدہ مجوسی تصور قرار پا گیا ورنہ اگر علامہ اقبال کا یہ خیال کسی تحقیق پر مبنی ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ باون صفحات کے بیانات شائع کرتے ہوئے جن میں وہ جواہر لال نہرو کے جواب میں دور از کار اور بے تعلق مباحث میں الجھ پڑے، اور جدید ترکی پالیسی کی تائید شروع کر دی۔ چند سطریں "نزول مسیح" کے "مجوسی عقیدہ" کے آغاز و فروغ پر بھی تحریر نہ فرماتے، مگر ان کا ایسی چند سطور بھی لکھنے سے قاصر ہونا ظاہر کرتا ہے، کہ ان کے پاس اس خیال کی تائید میں کوئی دلیل نہ تھی۔ ان کے ارشادات کی بنیاد علم الیقین پر نہ تھی محض ظن و تخمین پر تھی اور اسی قسم کے خیالات پر تھی جن کی بناء پر آسٹریا کے مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر فرائڈ نے موسےٰ کے غیر اسرائیلی اور مصری النسل ہونے پر ایک ضخیم مگر لایعنی کتاب تصنیف کر دی تھی

وما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن ج وان الظن لا يغني من الحق شيئا ج فاعرض عن من تولى عن ذكرنا ولم يرد الا الحيوة الدنيا ط ذالك مبلغهم من العلم ط ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله وهو اعلم بمن اهتدى (النجم)

ترجمہ:- اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن، حق (یا حق الیقین) کے مقابل کچھ حقیقت نہیں رکھتا، سو (اے مخاطب) اس سے جو ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اور سوائے دنیا کی زندگی کے کچھ نہیں چاہتا، تو بھی منہ پھیر لے، ان کا مبلغ علم یہی (ظن و تخمین سے باتیں کرنا) ہے، تیرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے گمراہ ہے اور وہ اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہے۔

نزول مسیح کا عقیدہ کب مجوسی قرار پایا

اسلام کی تمام تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ سب سے پہلے شخص علامہ سر محمد اقبال ہی تھے جن کے ذہن میں یہ بات سمائی کہ نزول مسیح کا عقیدہ مجوسی اثرات کا نتیجہ ہے، اور حیرت ہوتی ہے کہ واقعہ یہی ہے جیسا کہ علامہ اقبال ارشاد فرماتے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ امت کی اس قریباً چہار دہ صد سالہ تاریخ میں ایک متنفس کا بھی ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل نہ ہوا، امت میں ابن حزم، عبدالکریم شہرستانی، اور ابن خلدون جیسی بزرگ ہستیاں گذری ہیں جنہوں نے ملل و ادیان کی تاریخ کا بنظر غائر مطالعہ کیا، اور ان پر وہ نقد و تبصرہ کیا جو آج تک تاریخ ملل و ادیان کے متعلم کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتا ہے لیکن ان میں سے کسی کو یہ نہ سوجھا کہ نزول مسیح کا عقیدہ قطعی طور پر غیر اسلامی ہے۔ تمام اسلامی تاریخ میں کسی کا اس خیال کا اظہار نہ کرنا، بلکہ اس کے برعکس تمام امت کا نزول مسیح کے عقیدہ کو اسلامی عقیدہ قرار دینا اور علامہ اقبال کا صرف اس وقت اسے مجوسی عقیدہ قرار دینا جب حضرت مجدد وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رح نزول مسیح کی ایک خاص تعبیر کر چکے تھے، اور یہ تحریک شروع ہو کر، کامیابی کے مختلف مراحل طے کر چکی تھی ـــــ اور "احراری قادیانی نزاع" کا وقت آن پہنچا تھا۔ واضح کر رہا ہے کہ علامہ کا یہ ارشاد بھی محض ایک مخالفانہ جذبہ کے باعث ہے جو ایک ہنگامہ سے اثر پذیری سے پیدا ہوا، ورنہ حقیقت سے اسے کچھ بھی تعلق نہیں۔

نزول مسیح کا عقیدہ اسلامی عقیدہ ہے

تمام امت اسلامی، اس کے مفسرین و محدثین، اس کے فقہا و متکلمین اور اس کے مورخین و مصنفین کو کامل طور پر معلوم تھا کہ یہ عقیدہ مجوسی یا غیر اسلامی افکار کا مرتبع نہیں، اس کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث صحیحہ متواترہ پر ہے، قرآن مجید نے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دے کر[1] آپ کے سلسلہ کو سلسلہ موسویہ سے مشابہت دی ہے۔ اس امت میں سلسلہ خلافت کے قیام کا وعدہ دیا ہے[2] جس سے مراد روحانی و جسمانی دونوں اقسام کی خلافت ہے، اور اس سلسلۂ خلافت کو سلسلۂ خلفائے امم ماضیہ بالخصوص سلسلہ خلفائے موسویہ سے مشابہت دی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ یہ خلفاء غیر انبیاء ہوں گے۔[3] قرآن مجید خود مومنین کو مکالمہ و مخاطبہ الہیہ کا وعدہ دلاتا ہے[4] اور ان پر القائے روح کا ذکر فرماتا ہے جس سے مراد بقول صاحب روح المعانی، مجددین امت کی بعثت ہے[5] یہی وہ خلفاء و صلحائے امت ہیں جن میں سے ہر صدی میں ایک "مجدد" کھڑا کرنے کا ذکر ایک ایسی حدیث میں آیا ہے جس کی صحت پر تمام حفاظ حدیث متفق ہیں[6]۔ اور جس حدیث کی بناء پر شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور سید احمد بریلوی رح وغیرہم نے اپنے اپنے وقت پر مجددیت کا اعلان کیا اور انکی امتیازی پر امت کو بالعموم اور علامہ اقبال کو بالخصوص یقین ہے۔ پھر جس طرح سلسلہ خلفائے موسویہ میں ایک مسیح کا وجود نظر آتا ہے، اس امت کو بھی یہ بشارت دی گئی ہے کہ جب دجال و یاجوج ماجوج خروج کریں گے تو اللہ تعالیٰ ایک "مسیح یا ابن مریم" کو نازل کرے گا، جو مسلمانوں میں سے ہوگا اور ان کا امام ہوگا۔[7] یہ احادیث اس کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ انہوں نے تواتر کی حیثیت اختیار کر لی ہے امت کے سب سے کثیر التعداد اور مشہور فرقے شیعہ اور سنی، باوجودیکہ بیسیوں مسائل میں باہم اختلافات رکھتے ہیں مگر نزول مسیح کا ذکر دونوں کی مسلم کتب حدیث میں موجود ہے اور دونوں کو اس کی صحت پر یکساں ایمان ہے، خوارج اور معتزلہ بھی جمہور مسلمین کے اس مسلک سے کوئی اختلاف نہ رکھتے تھے، مشہور معتزلی بزرگ امام جار اللہ زمخشری رح اپنی تفسیر کشاف میں اسی عقیدہ کا ذکر کرتے ہیں۔ صرف چند ایک غیر معروف معتزلہ اور جہم بن صفوان کے مقلدین کو یہ خیال ہوا تھا کہ نزول مسیح کی احادیث ناقابل قبول ہیں، مگر وہ بھی اس بناء پر نہیں کہ یہ مجوسی تصورات کا آئینہ ہیں، یا بلحاظ اصول روایت ان میں کچھ ضعف ہے، بلکہ اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تو نبی اللہ ہیں اور خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا ممتنع ہے اس اعتراض کو نقل کرنے کے بعد امام ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی اپنی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ یہ ایک فاسد استدلال ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام شرع محمدی کے مطابق حکم کی حیثیت سے نزول فرمائیں گے نہ کہ نبی کی حیثیت سے۔[1]

غرضیکہ نزول مسیح کا ذکر بوضاحت احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ علامہ اقبال نزول مسیح کے عقیدہ کا نام "روح مسیح کے تسلسل" کا عقیدہ رکھ کر فرماتے ہیں کہ تحریک احمدیت کا یہ عقیدہ خالص یہودی تصور ہے۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ یہ یہودی تصور حدیث میں کس نے داخل کر دیا جس سے امت کا نزول مسیح کے عقیدہ پر اجماع ہو گیا۔

اجماع یا سازش

امت کا یہ عظیم الشان اجماع ثابت کرتا ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ نہ تو کسی نے بطور خود افترا کر کے تمام کتب حدیث میں داخل کیا ہے اور نہ کسی نے مجوسیت سے ہٹ کر اسلام میں داخل کیا ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد قرآن و سنت کی نصوص بینہ پر ہے۔ ورنہ اگر یہ تصور فی الواقع غیر اسلامی تصور ہے، اس کی بنیاد قرآن و سنت پر نہیں بلکہ مسلمانوں نے خود اسے ایجاد کیا ہے، اور مسلمانوں کے تمام فرقوں نے جو اطراف و اکناف عالم میں بستے ہیں، جن میں باہم تکفیر و تفسیق کے فتاویٰ چل رہے ہیں اور جن کا اتنی بڑی سازش کے لئے جمع ہو جانا قطعاً مشکل ہے۔ اس عقیدہ کو ایجاد کر لیا ہے، اور پھر اس کی اس حد تک اشاعت کی ہے کہ اسے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنی ہوئی متواتر حدیث ثابت کر دکھایا ہے اور یہ سازش اس حکمت و تدبر سے کی ہے کہ تمام غیر مسلم اقوام میں سے کسی ایک شخص کو بھی اس کی کانوں کان خبر نہیں ہونے دی ـــــ تو پھر علامہ اقبال کو اسے "مجوسی عقیدہ" قرار دینے کے ساتھ اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ مسلمانوں

---

[1] انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا عليكم كما ارسلنا الى فرعون رسولا (المزمل)

[2] وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم (النور)

[3] ولكن لا نبي بعدي وسيكون خلفاء (بخاری)

[4] ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ولا تخافوا (حم)ع ۴) وغیرہ

[5] تفسیر سورہ مومن (رکوع اول)

[6] حدیث مجدد ابو داؤد کتاب الفتن جلد ۲ و قول امام سیوطی رح "اتفق الحفاظ على تصحيحه" (عون المعبود شرح ابی داؤد جلد ۴ ص ۱۸۲)

[7] كيف انتم اذا نزل فيكم ابن مريم وامامكم منكم (متفق علیہ)

[1] شرح مسلم للنووی، مجتبائی جلد ۲ ص ۴۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ⁂ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب — جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ چھ روپے — ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے — سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۱-۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۷ شعبان ۱۳۶۹ھ — ۱۴ جون ۱۹۵۰ء — نمبر ۲۴

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجدد ونکا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

مغرب سے آفتاب اسلام کے طلوع کا وقت قریب ہے

اس منظر کو دیکھنے کیلئے فرزندانِ اسلام کی قربانیوں کی ضرورت

مغرب میں تبلیغ اسلام کی کوششوں کو شروع ہوئے قریباً چالیس سال کا عرصہ منقضی ہوتے کو ہے اس تمام لمبے عرصہ میں انگریزوں اور جرمنوں میں سے کئی متلاشیان صداقت آغوش اسلام میں آئے، لارڈ ہیڈلے، سر آرچیبالڈ ہملٹن، بیرن عمر ایرنفلز، مسٹر ڈڈلے رائٹ، مسٹر حمید مارقوس اور ازیں قبیل کئی اونچے طبقہ کے قابل و اہل قلم افراد اسلام میں آکر ہماری دلی مسرت و ابتہاج کا موجب ہوئے اور ہو رہے ہیں کئی لوگوں کے خطوط اسلامک ریویو میں آئے دن ہم پڑھتے ہیں جن میں عیسائیت سے بیزاری اور اسلام کی طرف رغبت کا اظہار پایا جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد کے پورا ہونے کا وقت آپہنچا ہے کہ:-

"مغرب کی طرف سے آفتاب اسلام کا چڑھنا یہ معنے رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا"

لیکن یہ طلوع آفتاب اسلام اس وقت ہم سے ایک زبردست قربانی کا طالب ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ ووکنگ مسلم مشن جو ممالک مغربی کو آفتاب صداقت سے منور کرنے میں کوشاں ہے اس وقت ۶۵ ہزار روپیہ کے خسارہ میں ہے، اس خسارہ کو پورا کرنے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ نے بعض بڑی بڑی جماعتوں سے عام طور پر دس دس یوم کی آمد کا مطالبہ کیا ہے، ضرورت ہے کہ اس مطالبہ کو جلد از جلد پورا کر کے مشن کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ اپنی تبلیغی کوششوں کو زیادہ وسیع پیمانہ پر سرانجام دے سکے تاکہ ہم آفتاب اسلام کے طلوع کا دلفریب منظر جلد از جلد دیکھ سکیں۔

اس ضمن میں یہ سننا ازحد موجب مسرت ہوگا کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور بانی مشن کے صاحبزادہ خواجہ نذیر احمد صاحب نے پانچ ہزار روپیہ کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا ہے اور ان سے پانچہزار روپیہ وصول ہوگیا ہے۔ اس کے علاوہ دو ہزار روپیہ خود حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور بھی بہت سے ایثار پیشہ اور مستطیع حضرات قوم میں موجود ہیں جو ایسے موقعوں پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں امید ہے وہ بھی جلد از جلد اس طرف توجہ فرمائیں گے اور دوسرے دوست اپنی دس دن کی آمد یکمشت یا بالاقساط (پانچ قسطوں میں) بھیجکر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

خاکسار:- مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

دنیا کی پانچہزار لائبریریوں میں

اسلامی کتب کی تقسیم شروع ہوگئی

دفتر جائنٹ سیکرٹری سے اطلاع ملی ہے کہ حضرت امیر کی جلسہ سالانہ کی اپیل کے مطابق دنیا کی پانچہزار لائبریریوں میں تقسیم لٹریچر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ جہاں جہاں سٹ بھیجے جا چکے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:-

ہندوستان ۱۰ - آسٹریلیا ۱ - ترکی ۲ - مصر ۳ - پاکستان ۱ -

غیر ممالک کی پانچ سو سے زائد لائبریریوں سے خط و کتابت مکمل ہو چکی ہے جنہوں نے اسلامی لٹریچر کو بخوشی اپنی لائبریریوں کیلئے منظور کیا ہے۔ امید ہے کہ اس نئی سکیم کے ماتحت ان ممالک میں اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا اور ہماری جماعت کی یہ حقیری کوشش کئی سعید روحوں کے لئے شمع ہدایت ثابت ہوگی۔

یوم وصال کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے کیا فرمایا

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کا دن ہے۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ آپ لوگوں کو خوشخبریاں ہی سناؤں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر آپ کی نصرت کی ہے لیکن اس بات کو آج واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص باقاعدہ چندہ ادا نہیں کرتا وہ حضرت مسیح موعود کا باغی ہے۔ یہ میں خود نہیں کہتا حضرت صاحب کے اپنے الفاظ ہیں کہ:- "جو تین ماہ تک چندہ ادا نہیں کرتا وہ میری جماعت سے خارج ہے"۔ اب ہر آدمی اپنی اپنی حالت کا جائزہ خود لے اور حسب استطاعت [illegible] بیٹھنے کی کوشش کرے"

مرتضیٰ خاں، اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

مبلّغ امریکہ کا تبلیغی دورہ

ٹرینیڈاڈ برٹش گائنا اور ڈچ گائنا میں تقاریر

ریاض علی کا قبول اسلام اور شاہ فاروق کی ہمشیرہ کا نکاح

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا تازہ خط حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں

قبلہ و کعبہ ام۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

چوبیس اپریل کی صبح کو میں پورٹ آف سپین، ٹرینیڈاڈ پہنچ گیا تھا اور اسی دن میں نے ایک خط آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا امید ہے مل گیا ہوگا۔ پروگرام کے مطابق مجھے ۲۳ اپریل بروز اتوار Paramaribo سرینام سے روانہ ہو جانا چاہیئے تھا مگر موسم خراب ہونے کی وجہ سے ہوائی جہاز ایرپورٹ پر نہ اتر سکا اس لئے مجبوراً روانگی دوسرے دن پر ملتوی کر دینی پڑی اسی روز ٹرینیڈاڈ مسلم لیگ نے میرے استقبال کی بڑی تیاریاں کی ہوئی تھیں۔ دو ہزار کے قریب لوگ ایرپورٹ پر جمع تھے مگر پانچ گھنٹے کے انتظار کے بعد بے چاروں کو مایوس واپس جانا پڑا۔ غالباً میں اس شاندار استقبال کا مستحق نہ تھا۔

محمد یسین صاحب پریزیڈنٹ انجمن ترتیب الاسلام کی معیت میں آٹھ اپریل کو عصر کے وقت میں Nickerie ڈچ گائنا پہنچا اور محمد رضا صاحب وائس پریزیڈنٹ انجمن ترتیب الاسلام کے مکان پر میرا قیام ہوا۔ میرے چھ لیکچر مختلف مقامات پر یہاں ہوئے۔ ایک جلسہ میں کمشنر صاحب اور دوسرے ڈچ افسر بھی شامل ہوئے۔

تیرہ اپریل کو یسین صاحب کے ہمراہ Paramaribo جو سرینام ڈچ گائنا کا دارالحکومت ہے روانہ ہو گیا۔ چودہ اپریل کی صبح کو وہاں پہنچا اور انجمن اسلامیہ کا مہمان ہوا۔ آج جمعہ کا دن تھا، انجمن اسلامیہ کی خواہش کے مطابق میں نے ہی امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ شب کو ان کے ہال میں جلسہ منعقد ہوا۔ دس لیکچر میرے مختلف مقامات پر ہوئے ایک جلسہ میں گورنر صاحب، ممبران کونسل اور گورنمنٹ کے اکثر اعلیٰ عہدیدار شریک ہوئے سرینام میں تحریک احمدیت کے حامیوں کی کثرت ہے۔ مخالفین کی تعداد بہت کم ہے۔ انجمن اسلامیہ کے تقریباً تمام ممبر احمدیہ خیالات کے ہیں۔

ٹرینیڈاڈ میں مسلمان عورتوں میں بھی کافی بیداری ہے اور وہ بھی اسلامی تحریکوں میں کافی حصہ لے رہی ہیں۔ بہت سی عورتیں میرے تمام لیکچروں میں شامل ہوئی ہیں۔ حالانکہ بعض دفعہ انہیں اس کے لئے پچاس پچاس میل کا سفر کرنا پڑتا تھا۔ تعلیمی اور مالی دونوں لحاظ سے یہاں کے مسلمان برٹش اور ڈچ گائنا کے مسلمانوں سے بہتر ہیں ——

ڈچ گائنا میں صرف ایک جلسہ میں جو وہاں کی ایک انجمن ہدایت الاسلام کے زیر اہتمام ہوا تھا میری مخالفت چند مولویوں نے کی مگر وہ جلد خاموش کرا دیئے گئے۔ ان ہی میں سے ایک مولوی صاحب نے بعد میں مجھے ایک خط بھی تحریر کیا جس میں بہت کچھ میری تعریف کی۔ ٹرینیڈاڈ میں مولوی عبدالعلیم صدیقی اور ان کے داماد فضل الرحمان صاحب نے بھی مخالفت کرنی چاہی۔ مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ الغرض میرا دورہ غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔

Paramaribo میں

امریکہ میں مسجد تعمیر کرنے کے لئے بھی میں نے اپیل کی۔ ایک ہزار گلڈر تقریباً چھ سو ڈالر وہیں جلسہ میں جمع ہو گئے۔ وہ روپیہ وہیں انجمن اسلامیہ کے پاس جمع ہے انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اور بھی جمع کریں گے ڈالر حاصل کرنے کے لئے وہ کوشش کریں گے اور جب بھی انہیں اجازت مل گئی وہ جمع شدہ رقم ڈالروں کی صورت میں مجھے روانہ کر دیں گے فی الحال ایک سو تیس ڈالر وہاں سے مجھے وصول ہوئے، تیس ڈالر برٹش گائنا سے ملے۔ ٹرینیڈاڈ کی مسلم لیگ نے پورٹ آف سپین سے نیویارک کا ٹکٹ مجھے خرید دیا۔ میرے پاس واپسی ٹکٹ موجود تھا لیکن چونکہ ڈالروں کا میسر آنا محال تھا اس لئے انہوں نے میری مدد کی یہی صورت نکالی۔ اب میں کوشش کروں گا کہ یہاں سے مجھے میری واپسی ٹکٹ کا کرایہ مجھے مل جائے۔

جارج ٹاؤن برٹش گائنا کے امریکن کونسل نے امریکہ میں منسٹر آف ریلیجن کے طور پر مجھے مستقل رہنے کا ویزا دینے سے انکار کر دیا، صرف Temporary Visitor کا ویزا دیا۔ اب میں پھر کوشش میں لگا ہوں کہ مجھے وہ ویزا مل جائے۔

ٹرینیڈاڈ کی مسلم لیگ مصر تھی کہ میں وہاں چند روز اور قیام کروں مگر لیاقت علی خاں صاحب کی آمد کی وجہ سے میں یکم مارچ کی صبح کو وہاں سے روانہ ہو گیا اور اسی شب کو ساڑھے نو بجے نیویارک پہنچ گیا۔ باوجود اس کے کہ میرا ویزا بالکل درست تھا امیگریشن نے اس بناء پر کہ انہیں کچھ میرے متعلق شک ہے مجھے حراست میں لے لیا اور آٹھ دن کے بعد رہا کیا۔ رہائی کے بعد میں پاکستان کونسل سے ملا اور ماجرا بیان کیا۔

میرا ارادہ تھا کہ میں فلیڈیلفیا، بوسٹن، وغیرہ مختلف شہروں کا دورہ کر کے واپس سان فرانسسکو آؤں مگر اس حراست نے تمام پروگرام درہم برہم کر دیا۔ تیرہ مئی کی شب کو میں سان فرانسسکو پہنچا۔ دوسرے دن اتوار کو ساڑھے چار بجے لیاقت علی خاں صاحب تشریف لے آئے تھے۔ عارفہ صاحبہ نے بیس ڈالر خرچ کر کے دو پھولوں کے ہار پرائم منسٹر اور ان کی بیگم صاحبہ کے لئے تیار کر رکھے تھے، ایرپورٹ پر عارفہ صاحبہ اور مجاہدہ نے ان کے گلوں میں یہ ہار ڈال دیئے۔

عارفہ صاحبہ نے میری غیر موجودگی میں کافی کام کیا ہے۔ مجھے توقع نہ تھی کہ وہ اتنی فرصت نکال سکیں گی، بہرحال ان کی ہمت واقعی قابل داد ہے۔ ایک امریکن کو دائرہ اسلام میں لانے میں بھی کامیاب ہو گئی ہیں اور قرآن مجید کے چار نسخے بھی بیچ دیئے ہیں میں دس ڈالر میں بیچا کرتا تھا یہ سولہ ڈالر وصول کرتی رہی ہیں۔

مصر کی ملکہ یعنی شاہ فاروق کی والدہ محترمہ کچھ عرصہ سے سان فرانسسکو کے سب سے بڑے ہوٹل Fairmont ہوٹل میں قیام رکھتی ہیں ان کے ساتھ ان کی دو لڑکیاں بھی ہیں۔ اخباروں کے ذریعہ آپ کو غالباً معلوم ہو گیا ہوگا کہ ان کی ایک لڑکی فتحیہ ایک قبطی سے شادی کرنا چاہتی ہیں مگر شاہ فاروق اس سے ناراض ہیں۔ میری غیر حاضری میں متواتر وہ ہر روز فون کرتی تھیں تاکہ معلوم کریں کہ میں دورہ سے واپس آ گیا ہوں یا نہیں۔ تیرہ مئی کو میں یہاں پہنچا اور اسی شب کو ان سے ہوٹل میں ملنے چلا گیا۔ دو گھنٹہ تک مجھے بٹھا رکھا اور تمام کیفیت بیان کی اور مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کی لڑکی کا نکاح پڑھ دوں۔ فتحیہ ان کی لڑکی بیچاری غمگین تھی اور اس کی خواہش بھی تھی کہ میں ہی ان کا نکاح پڑھوں۔ یہ معلوم کر کے کہ ان کی والدہ ان کی حمایت میں ہیں اور دولہا جو پہلے عیسائی تھا اسلام قبول کرنے پر رضامند ہے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ میں یہ فرض ادا کر دوں۔ چنانچہ کل شب کو ان کا نکاح کر دیا گیا۔

بشیر احمد منٹو

اشتہار

مشعر حکم حاضری مدعا علیہ
زیر آرڈر ۹ - قاعدہ ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

نمبر مقدمہ ۷ لم
بابت ۱۹۵۰ء

جمعدار محمد عثمان ولد بختیار خان کانسی، عبیداللہ خان ولد آبو خان درانی سکنہ نواں کلی تحصیل کوئٹہ بذریعہ محمد اکبر ولد محمد حسن نیازائی سکنہ نواں کلی مختار خاص مدعیان

بنام

(۱) جیٹھا مل ولد تیلداس سکنہ موضع پالانی (۲) پمنداس نابالغ بتوسط گارڈین جیٹھانند سکنہ تحصیل کنڈہ یارہ ضلع نواب شاہ سندھ۔

دعوی مبلغ -|۷۰۶ روپے

بنام جیٹھانند ولد تیلداس سکنہ موضع پالانی تحصیل کنڈہ یارہ ضلع نواب شاہ سندھ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی جیٹھانند مذکور پر معمولی طور تعمیل سمنات ناممکن و مشکل ہے اس لئے اشتہار ہذا بنام جیٹھانند مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۱۹ ماہ جون ۱۹۵۰ء کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۲۴ مئی ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۷ر شعبان سنہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲۴

نارووال میں جھگڑا

شیعہ اور سنی حضرات کے لئے لمحۂ فکریہ

کس قدر افسوسناک بات ہے کہ وہ چیز جس کو قائد اعظم مرحوم و مغفور نے رات دن کی محنت و کوشش سے مسلمانوں میں پیدا کیا اور جو فی الحقیقت پاکستان کے قیام میں سب سے بڑھکر ممد و معاون ثابت ہوئی یعنے مسلمانوں کا باہمی اتفاق و اتحاد، آج بعض مطلب پرست لوگ اپنے ذاتی مفاد کے لئے اسکو زائل کرنے اور وہی پرانے جھگڑے پھر کھڑے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو ہمیشہ مسلمانوں کی ذلّت و رسوائی کا موجب ہوتے رہے، جماعت احرار کا فتنہ ہمیشہ ہی مسلمانوں کے لئے مصیبت کا موجب ہوا ہے، کہا جاتا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ان لوگوں نے اپنا پروگرام بدل لیا اور سیاسیات سے الگ ہو کر صرف تبلیغ مذہب کو اپنا لائحہ عمل ٹھیرایا ہے، لیکن جوں جوں انتخابات قریب آ رہے ہیں، وہ اس نام نہاد مذہبی چولہ کو اتار کر پھر سیاسیات کی طرف قدم بڑھانے میں ہمہ تن مصروف ہیں، کوئی حرج نہ تھا اگر وہ جائز طریق سے انتخابات میں حصہ لیکر پاکستان کے استحکام اور فائدہ کا موجب ہوتے، لیکن انہوں نے پہلے ہی قدم پر جماعت احمدیہ پر برسنا شروع کیا اور اس کے مقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طرح طرح کی دشنام طرازیوں کا ہدف ٹھیرا کر اس خادم اسلام جماعت کو مسلمانوں سے خارج کرنے اور ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سعی کی، ہر جگہ جلسے کر کے "فصیح بلیغ" لیکچر دیئے گئے اور لوگوں کو اکسایا گیا کہ احمدیوں کو اسلام سے نکال دو، یہ کرو، وہ کرو، اب یہ دوسرا قدم اٹھایا گیا ہے کہ نارووال میں شیعہ سنی کا جھگڑا پیدا کر کے آیندہ انتخابات کے لئے میدان ہموار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، ہم حیران ہیں ان مسلمانوں پر، ان سنی مسلمانوں پر جو احرار کی ان فتنہ پردازیوں کو سمجھتے ہوئے اس جھگڑے کو طول دینے کا موجب ہوئے، اگر شیعہ حضرات نے کوئی تعزیہ وغیرہ نکالنے کا ارادہ کیا تو سنی حضرات کا کیا بگڑ جاتا تھا کہ اس معاملہ کو فتنہ و فساد کا محل ٹھہرا لیا کسی کے عقائد سے اختلاف ہونا اور بات ہے، آپ محبت کے ساتھ اس سے تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں، دلائل کے ساتھ اس کے خیالات کو غلط ثابت کر سکتے ہیں لیکن اس کے اعمال میں آپ کا مخل ہونا کسی طرح روا نہیں، بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس سے ایک بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو کر مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد کو نقصان پہنچانے کا موجب ہو، اور آپ جانتے ہیں کہ باہمی اتفاق و اتحاد کا نقصان پاکستان کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، خدا نے یہ ملک ہمیں اتفاق و اتحاد ہی کی برکت سے عنایت کیا ہے، اس کا استحکام بھی اتفاق و اتحاد ہی پر منحصر ہے، اگر مسلمان اس باہمی اتفاق کو چھوڑ کر شیعہ و سنی حنفی و وہابی اور احمدی و غیر احمدی کے جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے، اگر اختلاف عقاید کو فتنہ و فساد کا موجب ٹھیرا لیا تو یہ پاکستان کو کمزور کرنے کا موجب ہو گا، اور یہی ان لوگوں کا مقصد و منشا ہے، جو آج اس فتنہ کو کھڑا کرنے کا اصل موجب ہیں قیام پاکستان سے پہلے بھی یہ لوگ کانگریس کے وظیفہ خوار ہونے کی وجہ سے رات دن اس کی مخالفت کرتے، و مسلمان ہو کر اکھنڈ ہندوستان کا نعرہ لگاتے تھے ان کی وہ مرادیں بر نہ آئیں، آج وہ پاکستان کے خیر خواہ بن کر کھڑے ہوئے ہیں لیکن درحقیقت مار آستین ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو باہمی جھگڑوں میں مبتلا کر کے ایسی فضا پیدا کر دیں جو پاکستان کی کمزوری اور ناکامی کا موجب ہو اور وہ وظیفہ جو انہیں ہندوستان سے اب بھی مل رہا ہے کسی طرح حلال ہو جائے۔

اس لئے ہم تمام شیعہ سنی حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ ایسے فتنہ پردازوں کی چالوں میں نہ آئیں۔ یہ محض آنے والے انتخابات کے لئے زمین ہموار کرنے کے سامان ہیں، خدا را اسکو فتنہ و فساد کا موجب نہ بنایئے اور باہمی نزاعات کو محبت و اتفاق اور تحمل و بردباری سے طے کرنے کی کوشش کیجئے کہ اسی پر آپ کی بہبودی اور پاکستان کی عزت و استحکام کا انحصار ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے انگریزی رسالہ

اسلامی احکام نکاح و طلاق

پر مشہور علمی ماہنامہ "روح ترقی" حیدرآباد دکن کا تبصرہ

ہندوستان نے انگلش جامعات سے چند بہترین مسلمان اہل علم و فضل کو پیدا کیا جو علوم اسلامی و مغربی اور مشرقی و مغربی السنہ میں جامعیت رکھتے ہیں اور وہ مشاغل علمی میں مصروف رہ کر اپنے نتائج تحقیقات کو شائع کرتے رہتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔بی۔ صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھی ان میں سے ایک منتخب فرد ہیں ان کی محققانہ کثیر تالیفات انگریزی اور اردو میں قرآن مجید، اسلام اور سیرت نبویہ پر موجود ہیں۔ مندرجہ عنوان کتاب صاحب موصوف نے حال میں اسلامی احکام نکاح و طلاق پر انگریزی میں لکھی ہے اور محنت تفحص سے تالیف کی ہے۔ ساتھ ہی یہ التزام بھی ملحوظ ہے کہ وہ فرقہ داریت سے بلند و بالا رہے اور انگریزی دان طبقہ مسلم و غیر مسلم کے لئے ضروری کارآمد مواد اختصار سے سامنے لایا جائے جس کی شدید ضرورت تھی۔ (ماہنامہ "روح ترقی" حیدرآباد دکن)

بابت فروری و مارچ سنہ ۱۹۵۰ء ص ۴۹

"ISLAMIC LAW OF MARRAGE & DIVORCE" سے

مسلم ہائی اسکول نمبر ۱ کا شاندار نتیجہ میٹرک

امسال مسلم ہائی سکول نمبر ۱ واقع احمدیہ بلڈنگس لاہور کا نتیجہ میٹرک ۷۵/ فیصدی رہا۔ حالانکہ یونیورسٹی کا فیصدی نتیجہ ۴۹ تھا۔ ایک طالب علم عبدالخالق نے ۶۳۱ نمبر حاصل کئے۔ یقین ہے کہ وہ وظیفہ حاصل کر لے گا۔ اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے۔ کہ تمام طلبا کو امتحان میں بھیجدیا گیا تھا روکا نہیں گیا تھا۔ ہم اس شاندار نتیجے پر ہیڈ ماسٹر اسلم خاں صاحب اور آپ کے اسٹاف کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ضرورت ہے

اراضیات اوکاڑہ کے لئے ایک محرر کی ضرورت ہے جو زمیندارہ حساب کتاب رکھ سکتا ہو اور اس کے علاوہ زراعت کے کام سے بھی واقفیت رکھتا ہو۔ تنخواہ حسب لیاقت و قابلیت دی جاوے گی۔ درخواست کے ہمراہ تعلیمی سندات اور تجربہ کی وضاحت ہونی چاہیئے۔

تمام درخواستیں ذیل کے پتہ پر ارسال کی جائیں:۔

جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

اخبار و افکار

خودکشی کی وبا

ڈاکٹر جان لوئیس چانسلر آکسفورڈ یونیورسٹی نے برسٹل یونیورسٹی کے طلبا کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ میں یونیورسٹی کے خودکشی کرنے والے طلباء کی تعداد ہر دوسرے طبقہ سے زائد ہے، اور اس کی وجہ قریباً ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی شدید ذاتی تشویش ہوتی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ موجودہ تعلیم جو نسل انسانی کی مشکلات اور تشویش سے نکالنے کا ایک بڑا ذریعہ سمجھی گئی ہے اس قدر ناقص ہے کہ بجائے آرام و اطمینان کے ذاتی تشویش کے احساس کو اور بڑھانے کا ذریعہ بن گئی ہے۔ فی الحقیقت جب تک خدا اور یوم آخرت پر کامل ایمان دلوں کے اندر پیدا نہ ہو، جب تک یہ احساس دلوں کے اندر راسخ نہ ہو جائے کہ اس دنیا کو چھوڑ جانے کے بعد ہمارے اعمال کا محاسبہ ہونے والا ہے اور اس دنیا کے عملوں کی جزا و سزا ہمیں ضرور مل کر رہے گی۔

اسلام نے یہ احساس اور ایمان اپنے ماننے والوں کے دلوں کے اندر پیدا کرکے اور یہ یقین دلاکر کہ صرف خدا تعالیٰ کا ذکر ہی انسانوں کے دلی اطمینان کا موجب ہو سکتا اور تمام تکالیف اور تشویشوں پر غالب کرنے کے قابل بنا سکتا ہے، انہیں خودکشی کی حرام موت سے بچنے کے قابل بنا دیا یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر خودکشی کے واقعات شاذ و نادر ہی سننے میں آتے ہیں۔ حالانکہ مغربی دنیا کے پڑھے لکھے اور اونچے طبقہ میں بھی یہ وبا اس قدر عام ہے کہ آئے دن ایسے واقعات کی اطلاعات آتی رہتی ہیں اور اب تو آکسفورڈ یونیورسٹی کے چانسلر نے یہ بھی بتا دیا کہ طلباء میں یہ وبا دوسرے طبقہ سے زائد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ تعلیم میں خدا اور یوم آخرت پر ایمان کو بہت کم دخل ہے جب تک طلباء کے اندر یہ ایمان پیدا نہ ہوگا اس وبا کا دور ہونا مشکل ہے۔

حضرت مرزا صاحب کی جاگیر

احراری اخبار "آزاد" (۲۳ مئی) میں ایک مضمون شائع ہوا ہے "قادیانی نبی نے جاگیر پائی" اس مضمون میں پنجاب کے بعض خاندانوں کی طرف سے انگریزوں کی خدمات اور اس کے صلہ میں جاگیریں ملنے کا ذکر ہے اور اسی ضمن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے بزرگوں کی بھی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"خدمات کے صلے میں میرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے خاندان کو سات سو روپے کی جاگیر اور قادیان اور نواحی دیہات کے حقوق ملکیت عطا کئے گئے"

لیکن مضمون نگار نے یہ نہیں بتایا کہ یہ جاگیر اس چھینی ہوئی جائداد کا شاید عشر عشیر بھی نہ تھی جس کا ذکر مضمون کی پہلی ہی سطر میں اس نے خود کیا ہے کہ:

"مرزا [illegible] خاندان کے جد اعلیٰ [illegible] بیگ تھے جو بابر کے عہد میں سمرقند سے آئے قادیان کے نواح میں انہیں ستر دیہات پر قاضی مقرر کیا گیا قادیان کا قصبہ انہی نے بسایا تھا۔"

مرزا ہادی بیگ کی جائداد کا بہت بڑا حصہ سکھوں کے عہد میں چھین لیا گیا، انگریزوں نے جو کچھ دیا وہ اس چھینے ہوئے حصہ میں سے تھا جو حضرت مرزا صاحب کا آبائی حق تھا، اسکو خدمات کا صلہ قرار دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے لیکن جہاں محض دوسروں کو بدنام کرنا مقصود ہو وہاں حقیقت اور انصاف سے کیا کام؟

حرمت جہاد "اب" کیوں

"آزاد" کے ایک اور پرچہ میں سلیم چشتی نامی ایک نیم عیسائی مسلمان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے حرمت جہاد کے فتوے میں جو "اب" کا لفظ استعمال کیا ہے اور لکھا ہے

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اس سے ظاہر ہے کہ قرآنی جہاد کو حرام کیا گیا تو کیونکہ دین کو پھیلانے کے لئے جنگ اور قتال تو کسی زمانہ میں بھی جائز نہ تھا پھر "اب" حرام ہونے کے کیا معنے؟ ہاں دین کی حفاظت کے لئے جہاد ہمیشہ جاری رہا اور ہمیشہ جاری رہے گا، اب وہ حرام کیسے ہو سکتا ہے،

افسوس ہے کہ یہ اعتراض معترض کی جہالت و غلط فہمی پر مبنی ہے، دین کو پھیلانے کے لئے جنگ اور قتال کو جائز سمجھنے والے اگرچہ قرون اولیٰ میں نہ تھے لیکن زمانہ متوسط اور آخری زمانہ کے بڑے بڑے مولوی اور علماء اسی بات کے قائل رہے ہیں اور اب بھی ہیں کہ آخر زمانہ میں جو مہدی آنے والا ہے، وہ جنگ اور قتال ہی کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کریں گے، بلکہ ان کے اور مسیح کے دم سے کئی کئی کوس تک کافر مرتے چلے جائیں گے۔ اسی جہاد کو حضرت مرزا صاحب نے حرام قرار دیتے ہوئے بتایا کہ اب کسی خونی مہدی کا آنا اور دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا حرام ہے۔

پھر یہ بھی غلط ہے کہ حفاظت اسلام کے لئے تلوار کا جہاد ضروری ہے اور ہمیشہ ہوتا رہا ہے، اگر کسی پہلے زمانہ میں اسلام کو اپنی حفاظت کے لئے تلوار کی ضرورت پیش آئی تو اس زمانہ میں نہ وہ حالات ہیں اور نہ حفاظت اسلام کے لئے تلوار کی ضرورت ہے۔ آخر کتنے [illegible] نے اسلام کی حفاظت کے لئے تلوار اٹھائی، کتنے قائلین جہاد نے تلوار کے ذریعہ سے اسلام کو غیروں کی دست برد سے بچانے کی کوشش کی، اسلام کی حفاظت اور اشاعت تو آج تلوار سے بڑھکر قلم کی محتاج ہے اور اسی کا ذکر حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے کہ اگر کسی زمانہ میں ان کاموں کے لئے جنگ اور قتال کی ضرورت پیش آئی تو "اب" وہ ضرورت باقی نہیں رہی، اس کو محل اعتراض ٹھیرانا اپنی کم فہمی ہی کا ثبوت دینا ہے،

بھارت کا خیر سگالی مشن

کچھ دنوں سے ہندوستان سے ایک خیر سگالی کا غیر سرکاری مشن پاکستان کے مختلف مقامات کا دورہ کر رہا ہے، اس مشن میں لالہ بھیم سین سچر، مسٹر موہن سنگھ ساہنی، مولوی حبیب الرحمن لدھیانوی اور مولوی عبدالغنی صاحب شامل ہیں۔ یہ مشن لاہور۔ پشاور۔ راولپنڈی اور گوجرانوالہ میں پھر کر متعدد تقریریں کر چکا ہے جن میں اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا گیا ہے کہ پاکستان کے متعلق جو خیالات بھارت میں عام طور پر پھیلے ہوئے ہیں وہ سب بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی ہیں یہاں ہندوستان سے جنگ وجدال کا کوئی جذبہ پایا نہیں جاتا، بلکہ لیاقت نہرو معاہدہ کو عمل میں لانے کے لئے قابل ستائش کوششیں جاری ہیں۔ اس وفد کا استقبال ہر مقام پر نہایت گرم جوشی کے ساتھ کیا گیا، جس کا اعتراف کرتے ہوئے مسٹر بھیم سین سچر اور مسٹر موہن سنگھ نے اس بات کو سراہا کہ یہاں اقلیتی فرقوں کے ساتھ نہایت فراخدلانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ضروری قرار دیا گیا کہ پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہ اغوا شدہ عورتوں کی برآمدگی اور متروکہ جائدادوں کے انفصال کا جلد از جلد بند و بست ہونا چاہیئے،

یہ بڑی ہی نیک فال ہے کہ لیاقت نہرو معاہدہ کے بعد ایسے خیر سگالی مشن پاکستان اور ہندوستان آنے جانے لگے ہیں۔ اس سے دونوں ملکوں کی بہت سی غلط فہمیاں دور ہو کر دوستی اور محبت کے جذبات زیادہ ترقی کریں گے، اور باقی ماندہ متنازعہ فیہ امور کے انفصال میں بہت بڑی سہولت حاصل ہوگی۔

روس کا نیا خدا

مسٹر برٹرینڈ رسل (ایک بہت بڑے برطانوی مفکر) کا ایک مضمون معاصر "لائٹ" نے شائع کیا ہے جس میں کمیونزم پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک کتاب کا ذکر کیا گیا ہے جو چار ایسے لوگوں کی تصنیف ہے، جن کا کمیونزم پر نہایت گہرا ایمان تھا اور وہ اس کے بہت حامیوں میں سے تھے۔ لیکن اس کے اندرونی حالات کو دیکھ کر اس سے منحرف ہو گئے اور اس کتاب میں جو The God that failed کے نام سے لکھی گئی ہے، روسی خدا کی ناکامی کا مفصل حال لکھا ہے اور بتایا گیا ہے کہ جس حکومت کو دنیا کی نجات اور سرمایہ داری کے اختتام کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا وہی دنیا کے مصائب اور سب سے بڑی سرمایہ دار بن گئی ہے مسٹر رسل کا بیان ہے کہ بہت سی دوسری اصلاحی تحریکات کی طرح جو نسل انسانی کی حمایت میں کھڑی ہوتی ہیں لیکن انسانی حقوق کا انکار ہی ان کے خاتمہ کا باعث ہوتا ہے کمیونزم بھی اسی مرض کا شکار ہو گئی۔ کمیونزم کو دنیا کے مصیبت زدہ لوگوں نے ایک نیا خدا سمجھ لیا تھا لیکن یہی تحریک بعض ناگزیر نفسیاتی اور فلسفی قوموں کی وجہ سے تمام اختیارات کو چند ہاتھوں میں چلے جانے کے باعث نسل انسانی کیلئے سب سے بڑھکر سفاک ثابت ہوئی، مسٹر رسل نے اس ناقابل انسداد پردہ پوشی کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی ہے جو روس میں ہر جگہ موجود ہے بیرونی دنیا میں سے کسی کو روس جانے کی اجازت نہیں نہ کوئی روسی بیرونی دنیا میں جانے کا مجاز ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ روس اور بیرونی دنیا کے حالات کا موازنہ کرکے کسی ناموافق نتیجہ پر پہنچے۔

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۱)

اللہ تعالیٰ کی نصرت کی ایک زبردست ہوا چل رہی ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کا مکتوب گرامی

کراچی ۵ر جون ۱۹۵۰ء

برادران محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے کل جو خط ووکنگ سے ملا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اسلام کے لئے ایک زبردست ہوا چل رہی ہے۔ ۲۱ر مئی سے ۲۴ر مئی تک چار دنوں میں پانچ نئے آدمی اسلام میں داخل ہوئے - ۲۱ر مئی کو ایک ۲۲ر مئی کو ایک ۔ ۲۳ر مئی کو دو ۲۴ کو ایک۔ اور یہ مختلف مقامات کے رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی نصرت کا نظارہ ہے اور اگر ہم کچھ اور زیادہ خدا کے آگے گریں اور اس کی نصرت کے لئے ہمارے دلوں سے ایک فریاد نکلے تو میں وہ دن دُور نہیں دیکھتا جب ہم گروہ در گروہ لوگوں کو اسلام میں داخل ہوتے دیکھیں گے - اس کے ساتھ ہی بہت سے خطوط کی نقول ملی ہیں جو دنیا کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اسلام کے لئے دنیا کس طرح پیاسی ہے - ایک لکھتا ہے:

"جب میں قبرص میں تھا تو وہاں کی ترک آبادی میں میرے بہت سے دوست بن گئے ان کا اور ان کی طرز زندگی کا میں مداح ہوں - اور ان کے لئے میرے دل میں ایک احترام ہے - میرے دل میں یہ خواہش ہے کہ میں بھی اسلام کا پیرو بن جاؤں - یہ بہت غور اور فکر کے بعد میں نے لکھا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ میرے دل کی تڑپ ہے۔"

دوسرا لکھتا ہے:-

"میں خود مذہباً عیسائی ہوں مگر موحد عیسائی - میرے مذہبی اصول بہ نسبت عیسائیت کے اسلام سے بہت زیادہ قریب ہیں ..... جب کبھی مجھے موقعہ ملتا ہے میں لوگوں کو اسلام کی صحیح تصویر دکھانے کی کوشش کرتا ہوں اور میں انہیں بتاتا ہوں کہ یہ ایک اعلیٰ درجہ کا مذہب ہے اور عیسائیت سے بلند تر ہے"

تیسرا لکھتا ہے:-

"میں ایک مدت سے کلیسائی عیسائیت سے غیر مطمئن ہوں اس کی بہت سی باتوں سے مجھے اتفاق نہیں - اور ایک بات کو سمجھے بغیر میں اسے قبول کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار نہیں پاتا - میں نے یہودیت کی طرف توجہ کی کہ شاید یہ میرے جیسے Agnostic کے لئے کوئی راہ دکھا سکے۔ مگر اسے بھی عیسائیت کی طرح مردہ ہی پایا - یہ حالات بدل نہیں سکتے جب تک کہ لوگوں کو خدا کی وحی کا صحیح علم نہ ہو جو قرآن کے خوبصورت الفاظ میں ہمیں ملتا ہے جس کی آیات میں آپ کے اسلامک ریویو کے صفحات میں پاتا ہوں۔"

چوتھا لکھتا ہے:-

"میں نے یہ کتابیں (ترجمہ قرآن اور لونگ تھاٹس) پڑھی ہیں اور قرآن کے ترجمہ کی تمہید کو میں نے بہت ہی دلچسپ پایا ہے - جو ایک اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے .... آپ مہربانی کر کے مجھے کچھ اور لٹریچر بھیجیں اور یہ بھی اطلاع دیں کہ باقاعدہ طور پر کس طرح اسلام میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

ایسے خطوط ووکنگ میں بکثرت آتے رہتے ہیں اس سے اندازہ لگائیے کہ خدا کا ہاتھ کس طرح کام کر رہا ہے - قلوب کے اندر یہ حرکت پیدا کرنا یہ انسان کے بس کی بات نہیں یہ خدائی نصرت ہے مگر کیا ہم خدائی ان نصرتوں کی ہواؤں کو چلتے دیکھ کر شکر گذاری کے طور پر اپنا قدم آگے بڑھا رہے ہیں؟ یہ ہر احمدی اپنے نفس سے تنہائی میں سوال کرے اس عظیم الشان کام میں جس کے ساتھ آج خدا کی نصرت کا ہاتھ کھلا ہوا کام کرتا نظر آتا ہے ہم کیا حصہ لے رہے ہیں؟ -

شکر گذاری اس کام کی یہ تھی کہ ہم ووکنگ میں آج ایک درجن مبلغ کام کرنے والے لگا دیتے اگر ہم یہ قدم اٹھالیں تو ہم اپنی آنکھوں سے وہ دن جلد دیکھ لیں گے جب اسلام کے اندر گروہ در گروہ لوگ داخل ہونے لگیں۔ یہ صرف ووکنگ کا ہی حال نہیں جرمنی میں جہاں ووکنگ کے بعد دوسرا تبلیغی مرکز ہم نے قائم کیا تھا - آج وہاں بھی اسلام کے لئے ایک زبردست حرکت پیدا ہو چکی ہے اور اگر ایک کی بجائے دو تین آدمی وہاں کام کرنے والے ہو جائیں تو اس سے بھی بڑھکر اللہ تعالیٰ کی نصرت کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں -

مگر اس کے لئے آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر قربانیوں کی ضرورت ہے؟ ابھی وہ اہل دل باہر نہیں نکلے جو غلام ربانی خان صاحب کی طرح دنیا کو پس پُشت ڈال کر خدا کے کام میں لگ جاتیں - ابھی ہمارے پرانے بزرگ دنیا کے اسیر نہیں ہوئے - ابھی ہم میں کئی آدمی تعمیری بجائے نکتہ چینی میں لگے ہوئے ہیں - اور کام کرنے والوں کے عیوب کو تلاش کر رہے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ ہم کریں کچھ نہ اور تعریف بھی ہماری ہی ہو - ابھی ہم میں بہت اور بڑے بڑے لوگ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کے مصداق ہیں - ہمارا پیسہ ایک خرچ نہ ہو - چندے کا نام نہ ہو اور ہماری تعریف کرو کہ ہم کتنا بڑا کام کر رہے ہیں یعنی اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ہم کو کبھی یاد تک نہیں آتا -

ہم میں قربانیاں کرنے والے بھی ضرور ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو خدا کی یہ نصرت بھی نہ آئی ہوتی ہم میں گریہ وزاری کرنے والے بھی ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو ہمارا وجود بھی لوگ مٹا دیتے مگر ہماری زنجیر ابھی کمزور ہے اس لئے کہ ہماری بہت سی کڑیاں کمزور ہیں -

میں نے جماعت کے سامنے ابھی تو اس بات کو رکھا ہے کہ پہلے خسارہ کو پورا کر لو - ۴۵ ہزار روپے کا خسارہ ہم میں سے نادہندوں کی وجہ سے ہے اگر ان کے دل خدا کی نصرتوں کو دیکھ کر بھی حرکت میں نہیں آتے تو کم سے کم جو حصہ قربانیاں کر رہا ہے یہ بوجھ اسی نے اٹھانا ہے - میں نے لاہور کے ذمہ بیس ہزار ڈالا ہے اور آٹھ ہزار کے قریب پورا کر کے وہاں سے کراچی آیا مگر وہ صرف تین آدمیوں کا چندہ ہے ابھی ساری جماعت وہاں پڑی ہے - میں وفد کا انتظام کر کے وہاں سے چلا تھا کہ فرداً فرداً احباب کے پاس پہنچکر اس کام میں انہیں شامل کیا جائے - اگر تین آدمی آٹھ ہزار روپے دے سکتے ہیں تو کیا باقی دو سو یا اڑھائی آدمی بارہ ہزار پورا نہیں کر سکتے - میں نے کراچی اور لائلپور کے ذمہ دس دس ہزار ڈالا ہے - لائلپور میں خط وکتابت سے تحریک کر رہا ہوں - کراچی پہنچ کر میں نے کل ہی یہاں کے احباب کو بلایا تھا - نصف سے کم ہی احباب شامل ہو سکے مگر اللہ تعالیٰ ان پر اپنے فضلوں کی بارش برسائے سوا سات ہزار روپیہ کے وعدے اب تک ہو چکے ہیں اور مجھے امید ہے کہ جمعہ تک یہ دس ہزار پورا ہو جائے گا - میں یہ بھی امید رکھتا ہوں کہ لائلپور کے اولوا الفضل والسعۃ بھی میری درخواست کو رد نہ کریں گے باقی پچیس ہزار اب ساری جماعت نے پورا کرنا ہے میں ان کو توجہ دلاتا ہوں کہ جلد تر اس کی طرف توجہ کریں - اور اس مشکل کو حل کریں - آج ہی کریں تاکہ کل ہم دوسرا قدم اٹھا سکیں - خدا کے دین کی خدمت میں سُستی ہمارے قریب نہ آئے -

ایک بات اسلامک ریویو کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں جن پانچ نو مسلمین کی فہرست ووکنگ سے میرے پاس آئی ہے - ان میں سے تین وہ ہیں جو صرف اسلامک ریویو کو پڑھکر مسلمان ہوئے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے کئی دوست اسلامک ریویو پر نکتہ چینی کو ہی ثواب کا کام سمجھتے ہیں مگر خدا اپنے فضل سے اسے قبولیت دے رہا ہے ہاں اس میں نقص ہیں ان کی اصلاح ضرور کیجئے نکتہ چینی سے اصلاح نہیں ہوا کرتی اصلاح کام کرنے سے ہوتی ہے

ایک بات اور بھی کہنا چاہتا ہوں، میں نے کسی دوسری جگہ کچھ کام کرنے والے آدمی بھی مانگے ہیں جو اس وقت مشکلات کو پھاند کر اس کام کے لئے نکل آئیں گے ان کے نام دنیا میں روشن ہو جائیں گے اور آنے والی نسلیں ان پر درود بھیجیں گی - اس کام کی طرف نوجوان بھی توجہ کریں اور وہ بزرگ بھی توجہ کریں جو کافی دنیا کما چکے ہیں اب خدا کے کام کو اپنا لیں تاکہ خدا کے سامنے حاضر ہوں تو

وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ

کے مصداق ہوں - والسلام

خاکسار - محمد علی

پیغام صلح کا "مسیح موعود نمبر" امام زمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت - کے خلاف غلط پروپیگنڈا کو دور کرنے کے لئے یہ نمبر نہایت ہی موزوں ہے - احباب کو چاہیئے کہ وہ اس نمبر کو دفتر سے منگوا کر اپنے حلقۂ اثر میں مفت تقسیم کریں -

قیمت فی کاپی ۴ر - رعایت بھی کی جاسکتی ہے -

منیجر پیغام صلح

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

صالحین کے لئے اللہ تعالیٰ کی عدیم المثال نصرت

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر واقرؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین۔ متفق علیہ ۔ مشکوٰۃ کتاب الفتن باب صفۃ الجنۃ واھلھا۔

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پاس اپنے صالحین بندوں کے لئے وہ چیز (نصرت و رحمت) تیار رہتی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے اس کی نوع کو دیکھا اور نہ کسی کان نے اس کی صفات کو سنا اور نہ اس کی ماہیت کسی شخص کے دل و دماغ میں آئی ۔ پس اگر چاہو تو یہ پڑھو پس نہیں جانتا کوئی نفس (صالح) اس چیز کو جو کہ (ابھی تک ابتلاؤں کے پردہ میں) اس کے لئے مستور ہے

رحمت حق داکہ حرز اولیا ست ⁂ ہست پنہاں زیر لعنتہائے خلق (مسیح موعود)

اللہ تعالیٰ کی رحمت جو کہ اولیاء اللہ کا نگہبان و محافظ ہے ۔ لوگوں کی لعنتوں اور دنیا کی تلخیوں میں پوشیدہ ہے۔

دنیا میں مومن کی جنت کے آثار و اظلال

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یدخل الجنۃ ینعم ولا یباس ولا یبلی ثیابہ ولا یفنی شبابہ رواہ مسلم مشکوٰۃ ۔ ایضاً ۔

حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا (مومن اپنی جنت کی بنیاد دنیا میں رکھ دیتا ہے اور نعمائے جنت سے منتفع ہوتا ہے چنانچہ) وہ (اپنی ضروریات کم کرنے کی وجہ سے) چین سے رہتا ہے کسی کا محتاج نہیں ہوتا نہ اس کے کپڑے پرانے ہوتے ہیں (لباس تقویٰ سے ملبوس رہتا ہے جس پر کبھی فنا نہیں) اور نہ اس کی جوانی پر فنا آئے گی (کیونکہ مومن تو گویا از مہد تا لحد جہاد فی سبیل اللہ میں رہتا ہے)

آنانکہ گشت کوچۂ جاناں مقام شاں ⁂ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں (مسیح موعود)

جن لوگوں نے کوچہ یار میں اپنی جگہ بنالی ۔ ان کا نام دفتر عالم میں ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔

جنتی زندگی خشیۃ اللہ ۔ توکل علی اللہ اور عمل دوام سے حاصل ہوتی ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنۃ اقوام افئدتھم مثل افئدۃ الطیر ۔ رواہ مسلم مشکوٰۃ ایضاً ۔

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم جنت میں داخل ہوگی جن کے دل پرندوں کے دل کی طرح ہیں ۔ پرندوں میں نرمی ۔ رحمت اور صفائی ہوتی ہے ۔ انکے دل حسد بغض سے خالی اور ترساں رہتے ہیں ۔ وہ متوکل ہوتے ہیں صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس گھونسلوں میں لوٹتے ہیں کبھی سست ہو کر نہیں بیٹھتے ہوشیار رہتے ہیں ۔

(۱) غلام ہمت مردان کارزار بباش ⁂ کہ این مرد و زن از مردم دغا باشد

(۲) اصول شاں ہمہ ہمدردی ست و مہر و کرم ⁂ طریق شاں رہ عجز و سر رضا باشد

(۳) بلند خلوت پاکاں اگر گذر بکنی ⁂ عیاں شود کہ چہ نورے درآں سرا باشد (مسیح موعود)

ترجمہ (۱) میدان جنگ کے عالی ہمت بہادروں کی غلامی اختیار کر ۔ کیونکہ امن عالم ایسے عالی حوصلہ سپاہیوں کے دامن سے وابستہ ہے (۲) ان کے اصول میں ہمدردی غلائق ہے وہ رحمت و بخشش کے مجسم ہیں ۔ ان کی طریقت سر تا پا عاجزی و انکساری ہے ان کا سر آستانۂ الٰہی پر رضا و رغبت قربانی کے لئے جھکا رہتا ہے ۔ ان کی جبین نیاز میں ہزاروں سجدے تڑپتے نظر آتے ہیں (۳) ہاں ایسی مقدس ہستیوں کی خلوتگاہ میں اگر بالا بدری قسمت سے) تیرا گذر ہو تو تجھے اس نور کا جلوہ نصیب ہو جو ان کے وجود سے نکل کر اس سرے ماحول کو منور بنا رہا ہے ؟

قیام لیل اور اس کی فضیلت

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قرآن مجید :-

انّ ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلاً ہ (المزمل)

بیشک رات کا اٹھنا قیام میں مضبوط تر اور قول میں درست تر ہے ۔

حدیث شریف

وعن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم ومقربۃ لکم الی ربکم ومکفرۃ للسیّات ومنھاۃ عن الاثم ومطردۃ للداء عن الجسد ۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر ۔ الترغیب والترھیب ۔

ترجمہ ۔ سلمان فارسی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے قیام کو لازم پکڑو کیونکہ یہ تم سے پہلے زمانہ کے صالحین کا طریقہ ہے اور تمہارے لئے تمہارے رب کی قربت کا ذریعہ ہے برائیوں کو دور کرنے اور گناہوں سے بچانے والا ۔ اور جسم سے بیماری کو دفع کرنے والا ہے ۔

ملفوظات مسیح موعودؑ

مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۰۳ء کو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کرلیں ۔ جو زیادہ نہیں وہ دو رکعت ہی پڑھ لے کیونکہ اسے دعا کرنے کا موقعہ مل جائیگا اس وقت کی دعاؤں میں خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور سچے جوش سے نکلتی ہیں ۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل نہ ہو اس وقت ایک شخص خواب راحت سے کب بیدار ہوسکتا ہے ۔ پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعا میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطرار اور اضطراب قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں ۔

اقوال آئمہ

حسن بصریؒ فرماتے ہیں جو تہجد کو چھوڑتا ہے وہ کسی نہ کسی گناہ کے باعث چھوڑتا ہے پس ہر روز غروب کے وقت تم اپنے نفسوں کی پڑتال کرو اور اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے آگے توبہ کرو تاکہ رات کو تہجد کی نماز ادا کرسکو ۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رات کا قیام اس شخص پر بوجھ ہوتا ہے جس کو گناہ نے بوجھل کر رکھا ہو ۔

سلیمان بن داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی والدہ فرمایا کرتی تھیں ۔ اے بیٹے تو رات کو نہ سویا کر (یعنی غافل ہوکر) کیونکہ جو رات کو (غافل ہوکر) سوتا ہے وہ قیامت کو نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوگا ۔ نیز اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے داؤدؑ پر وحی فرمائی کہ اے داؤد جو میری محبت کا دعویدار ہے جب رات ہوتی ہے تو (غافل ہوکر) سو جاتا ہے وہ کاذب ہے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر جو سردیوں میں تہجد پڑھے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے دیکھو میرا بندہ لحاف سے نکلا ہے اپنی خوبصورت بیوی سے الگ ہوکر میرا کلام پڑھکر مجھ سے ہمکلام ہوا ہے تو گواہ رہو میں نے اسے معاف کر دیا اس حدیث کو نافع نے نقل کیا ہے ۔

ابراھیم ادھمؒ سے کسی نے کہا میں رات کو قیام نہیں کرسکتا مجھے اس کا علاج بتاؤ آپ نے فرمایا دن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کر وہ تجھے رات کو اپنے سامنے کھڑا کر لے گا کیونکہ رات کے وقت اس کے سامنے کھڑا ہونا نہایت شرف کی بات ہے اور مجرم اس شرف کا مستحق نہیں ۔

رابعہ عدویہؒ ہر رات کو وضو کر کے خوشبو لگاتیں پھر اپنے خاوند کو کہتیں کیا آپ کو کچھ ضرورت ہے ۔ اگر وہ کہتا نہیں تو آپ صبح تک نماز پڑھتی رہتیں اوّل رات میں دعا کرتیں :-

الٰھی نامت العیون وغارت النجوم واغلقت ملوک الدنیا ابوابھا وبابک لا تغلق فاغفرلی ” یعنی اے اللہ تمام آنکھیں سو گئی ہیں ۔ اور ستارے چلے گئے ہیں ۔ اور دنیا کے بادشاہوں نے دروازے بند کر لئے ہیں لیکن تیرا دروازہ ہر

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۳)

حضرت مرزا صاحب کی فتح اور مخالف علماء کی شکست کے متعلق ایک زبردست پیشگوئی اور اسکا پورا ہونا

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری احمدیہ بلڈنگس لاہور

تفسیر نویسی کے متعلق بار بار چیلنج

میں بتلا چکا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کرتے ہی اس امر کا بڑے پر زور الفاظ میں بطور تحدی یہ اعلان کیا کہ میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور خلیفۃ الرسول صلعم دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اس لئے اس نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق جو ہمیشہ سے ان لوگوں کے ساتھ جن کو وہ خلافت الٰہیہ کی خلعت پہناتا ہے چلی آئی ہے مجھے بھی اسلام کی تائید اور اس پر اندرونی بیرونی حملوں کے دفاع کے لئے وہ عقلی دلائل اور روحانی برکات عطا کی ہیں کہ جن کا مقابلہ نہ کوئی ظاہری عالم کر سکتا ہے، اور نہ کوئی باطنی علم کا مدعی اور اگر کوئی مقابلہ کے لئے نکلے گا تو سخت ذلت و رسوائی کے ساتھ پسپا ہوگا چنانچہ جب بار بار سمجھانے کے باوجود بھی علماء اور مشائخ کی مخالفت سے باز نہ آئے بلکہ ... لئے حق کے پھیلنے کے راستہ میں روک بن کر کھڑے ہو گئے تو حضرت اقدس نے ان سب کے علم کی قلعی کھولنے کے لئے بار بار انہیں ظاہری و باطنی مقابلہ میں آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ ان میں سے دو دعوتوں کا ذکر میں گذشتہ مضمون میں کر چکا ہوں جو آپ نے ۱۸۹۱ء کے آخر میں تمام علماء کو دیں ان دعوتوں کے جواب میں جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کسی کو مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی جن امور میں مقابلہ کے لئے انہیں بلایا گیا تھا وہ چار تھے جو قرآن شریف میں کامل مومن کے لئے بطور علامت بیان کئے گئے ہیں (۱) مومن کامل کو پیش از وقت اپنے اور اپنے عزیزوں کے متعلق خوشخبریوں کا ملنا (۲) دنیا میں نازل ہونے والے اہم واقعات یا اہم شخصیتوں کے بارے میں آنے والے تغیرات کے متعلق پیش از وقت اطلاع کا مل جانا۔ (۳) دعاؤں کی قبولیت اور اس کے متعلق پیش از وقت مطلع کیا جانا (۴) قرآن کریم کے حقائق و معارف کا دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ منکشف ہونا۔

ان سب امور میں آپ نے مقابلہ کے لئے وقت کے سب نامی علماء کو دعوت دیتے ہوئے جو دعا کی ہے اور جو الفاظ تحریر فرمائے ہیں ان کا اس جگہ درج کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ سعید الفطرت قارئین کے لئے یہ دعا اور یہ الفاظ آب حیات کا کام دیں گے ان میں سے ایک ایک لفظ اپنے اندر نور رکھتا ہے اور بتلا رہا ہے کہ لکھنے والے کے دل میں اپنے کامل مومن ہونے پر کس قدر یقین ہے اور اس کا قلب مقابلہ میں کامیابی پر کتنا مطمئن ہے اور تائید اور نصرت الٰہیہ کے نزول کی امید سے کیسا لبریز ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ان الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کو اس بات پر بھی یقین ہے کہ اگر آپ کے شامل حال تائید الٰہی

ہے تو دوسرے علماء کے شامل حال خذلان ہے آپ کے نصیب میں اگر عزت ہے تو دوسرے علماء کے نصیب میں ذلت ہے آپ کے حصہ میں اگر یقینی فتح ہے تو دوسرے علماء کے حصہ میں یقینی شکست ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر آسمان سے اپنے حق میں فیصلہ کو اترتے ہوئے دیکھ رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس مقابلہ کا نام ہی آپ نے آسمانی فیصلہ رکھا ہے اور کتاب جس میں اس مقابلہ کے لئے دعوت درج ہے اس کا نام بھی آپ نے "آسمانی فیصلہ" رکھا ہے چنانچہ مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے ایک مباحثہ میں گریز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

" اصل حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ میاں نذیر حسین کی پردہ دری کرے اور ان کی ... و اندرونی حقیقت لوگوں پر ظاہر کر دیوے سو بالغ نظر جانتے ہیں کہ وہ خواستہ ایزدی پورا ہو گیا اور نذیر حسین کے تقویٰ اور خدا پرستی اور علم اور معرفت کی قلعی کھل گئی اور ترک تقویٰ کی شامت سے ایک ذلت ان کو پہنچ گئی مگر ابھی ایک اور ذلت باقی ہے جو ان کے ہم خیال لوگوں کے لئے تیار ہے جس کا ذکر ہم نیچے کرتے ہیں :۔

اے خداۓ مالکِ ارض و سما
اے پناہِ حزبِ خود در ہر بلا
اے بہ ہر دستِ گیر و رہنما
مے کہ در دست تو فضل است و قضا
سخت شورے اوفتاد اندر زمین
رحم کن بر خلق اے جاں آفریں
امرِ فیصل از جنابِ خود نما
تا شود قطع نزاع و فتنہ ہا
اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ
حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
اک نشان دکھلا کہ ہو حجت تمام

الہام اللہ تعالیٰ
کتابٌ سجّلنا ہ من عندنا
یہ وہ کتاب ہے جس پر ہم نے اپنے پاس سے مہر لگا دی ہے۔

آسمانی فیصلہ

قبل اس کے جو میں آسمانی فیصلہ کا ذکر کروں صفائی بیان کے لئے اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک فی الحقیقت مومن ہیں اور جن کو خدا تعالیٰ نے خاص اپنے لئے چن لیا ہے اور اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے اور اپنے برگزیدہ گروہ میں جگہ دیدی ہے اور جن کے حق میں فرمایا ہے سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ان میں آثار سجود اور عبودیت کے ضرور پائے جانے چاہئیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے وعدوں میں خطا اور تخلف نہیں سو ان تمام علامات کا مومن میں پایا جانا جن کا قرآن کریم میں مومنوں کی تعریف میں ذکر کیا گیا ہے ضروریات ایمان میں سے ہے اور مومنوں اور ایسے شخص میں فیصلہ کرنے کے لئے جس کا نام اس کی قوم کے علماء نے کافر رکھا اور مفتری اور دجال اور ملحد قرار دیا یہی علامات کامل محک اور معیار ہیں پس اگر کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کا نام کافر رکھے اور اس سے مطمئن نہ ہو کہ وہ شخص اپنے ایمان دار ہونے کا اقرار کرتا ہے اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے اور اسلام کے تمام عقیدوں کا ماننے والا ہے اور خدائے تعالیٰ کے تمام فرائض اور حدود و احکام کو فرائض اور حدود اور احکام سمجھتا ہے اور حتی الوسع ان پر عمل کرتا ہے۔ تو پھر بالآخر طریق فیصلہ یہ ہے کہ فریقین کو ان علامات میں آزمایا جائے جو خداوند تعالیٰ نے مومن اور کافر میں فرق ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم میں ظاہر فرمائی ہیں تا جو شخص حقیقت میں خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن ہے اس کو خدائے تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق تہمت کفر سے بری کرے اور اس میں اور اس کے غیر میں فرق کر کے دکھا دیوے اور روز کا قصہ کوتاہ ہو جاوے۔ یہ بات ہر ایک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اگر یہ عاجز جیسا کہ میاں نذیر حسین اور اس کے شاگرد بٹالوی کا خیال ہے درحقیقت کافر اور دجال اور مفتری اور مورد لعن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو خدائے تعالیٰ عند المقابلہ کوئی نشان ایمانداروں کا اس عاجز کی تصدیق کے لئے ظاہر نہیں کرے گا کیونکہ خدائے تعالیٰ کافروں اور اپنے دین کے مخالفوں کے بارے میں جو بے ایمان اور مردود ہیں ایمانی علامات کے دکھلانے سے ہرگز اپنی تائید ظاہر نہیں کرتا اور کیونکر کرے جبکہ وہ اس کو جانتا ہے کہ وہ دشمن دین اور نعمت دین سے بے بہرہ ہے سو جیسا میاں نذیر حسین صاحب اور بٹالوی نے میری نسبت کفر اور بے دینی کا فتویٰ لکھا کہ میں درحقیقت ایسا ہی کافر اور دجال اور دشمن دین ہوں تو خدائے تعالیٰ اس مقابلہ میں ہرگز میری تائید نہیں کریگا بلکہ اپنی تائیدوں سے مجھے بے بہرہ رکھ کر ایسا رسوا کرے گا کہ جیسا اتنے بڑے کذاب کی سزا ہونی چاہیئے اور اس صورت میں اہل اسلام میرے شر سے بچ جائیں گے اور تمام مسلمان میرے فتنہ سے امن میں آجائیں گے لیکن اگر کرشمہ قدرت یہ پیدا ہو کہ خود میاں نذیر حسین اور ان کی جماعت کے لوگ بٹالوی وغیرہ تائید کے نشانوں میں مخذول و مہجور رہے اور تائید الٰہی میرے شامل حال ہو گئی تو اس صورت میں بھی لوگوں پر حق کھل جائیگا اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو جائیگا!!.

.... غرض نسبتی طور پر مومن کامل ان چاروں علامتوں میں اپنے غیر سے

بہ باہمت ممیز ہوتا ہے اگرچہ دائمی طور پر قادر اور کامیاب نہیں ہو سکتا پس جبکہ یہ امر ثابت ہو چکا کہ نسبتی طور پر حقیقی اور کامل مومن کو کثرت بشارات اور کثرت استجابت دعا اور کثرت انکشاف مغیبات اور کثرت انکشاف معارف قرآنی سے وافر حصہ ہے تو مومن کامل اور اس کے غیر کے آزمانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہ ہوگا کہ بذریعہ مقابلہ ان دونوں کو جانچا اور پرکھا جائے یعنی اگر یہ امر لوگوں کی نظروں میں مشتبہ ہو کہ دو شخصوں میں کون عند اللہ مومن کامل اور کون اس درجہ سے گرا ہوا ہے تو انہیں چاروں علامتوں کے ساتھ مقابلہ ہونا چاہیئے یعنی ان چاروں علامتوں کو محک اور معیار ٹھہرا کر مقابلہ کے وقت دیکھا جائے کہ اس معیار اور ترازو کی رو سے کون شخص پورا اترتا ہے اور کس کی حالت میں کمی اور نقصان ہے۔

اب حق اللہ گواہ رہے کہ میں خالصاً للہ اور اظہاراً للحق اس مقابلہ کو بدل و جان قبول کرتا ہوں اور مقابلہ کے لئے جو صاحب میرے سامنے آنا چاہیں ان میں سب سے اوّل نمبر میاں نذیر حسین دہلوی کا ہے جنہوں نے پچاس سال سے زیادہ قرآن اور حدیث پڑھا کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ نمونہ دکھایا کہ بلا تفتیش و تحقیق اس عاجز کے کفر پر فتوے لکھ دیا اور ہزارہا وحشی طبع لوگوں کو بدظن کر کے ان سے گندی گالیاں دلائیں اور بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور آپ مومن کامل اور شیخ الکل اور شیخ العرب والعجم بن بیٹھے لہٰذا مقابلہ کے لئے سب سے اول انہیں کو دعوت کی جاتی ہے ہاں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی کہ اب تو خواب بینی کا بھی دعوے رکھتا ہے ملا لیں بلکہ ان کو میری طرف سے اختیار ہے کہ وہ مولوی عبد الجبار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبد الرحمن لکھو کے کو جو میری نسبت ابدی گمراہ ہونے کا اشتہار شہرہ کر چکے ہیں اور کفر کا فتوے دے چکے ہیں اور نیز مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی کو جو ان کے متبعین میں سے ہیں اس مقابلہ میں اپنے ساتھ ملا لیں اور اگر میاں صاحب موصوف اپنی عادت کے موافق گریز کر جائیں تو یہی حضرات مذکورہ بالا میرے سامنے آویں اور اگر یہ سب گریز اختیار کریں تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس کام کے لئے ہمت کریں کیونکہ مقلدوں کی پارٹی کے تو وہی رکن اول ہیں اور ان کے ساتھ ہر ایک ایسا شخص بھی شامل ہو سکتا ہے کہ جو نامی اور مشاہیر صوفیوں اور پیرزادوں اور سجادہ نشینوں میں سے ہو اور انہیں حضرات علماء کی طرح اس عاجز کو کافر اور مفتری اور کذّاب اور مکار سمجھتا ہو اور اگر یہ سب کے سب مقابلہ سے منہ پھیر لیں۔ اور کچھ عذروں اور نامعقول بہانوں سے میری اس دعوت کے قبول کرنے سے منحرف ہو جائیں تو خدائے تعالےٰ کی حجت ان پر تمام ہے میں مامور ہوں اور فتح کی مجھے بشارت دی گئی ہے لہٰذا میں حضرات مذکورہ بالا کو مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں کوئی ہے جو میرے سامنے آوے؟ ....

یہ ہر چہار محک امتحان جو میں نے لکھی ہیں یہ ایسی سیدھی اور صاف ہیں کہ جو شخص غور کے ساتھ ان کو زیر نظر لائے گا وہ بلاشبہ اس بات کو قبول کرے گا کہ متخاصمین کے فیصلہ کے لئے اس سے صاف اور سہل تر اور کوئی روحانی طریق نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں اور اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو گیا تو اپنے ناحق پر ہونے کا خود اقرار شائع کر دوں گا اور پھر میاں نذیر حسین صاحب اور شیخ بٹالوی کی تکفیر اور مفتری کہنے کی حاجت نہیں رہے گی اور اس صورت میں ہر ایک ذلت اور توہین اور تحقیر کا مستوجب و سزاوار ٹھہروں گا اور اسی جلسے میں اقرار بھی کر دوں گا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور میرے تمام دعاوی باطل ہیں اور بخدا میں یقین رکھتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ میرا خدا ہرگز ایسا نہیں کریگا اور کبھی مجھے ضائع ہونے نہیں دے گا۔ اب علماء مذکورہ بالا کا اس صاف اور صریح امتحان سے انحراف کرنا (اگر وہ انحراف کریں) نہ صرف بے انصافی ہوگی بلکہ میرے خیال میں وہ اس وقت چھپ رہنے سے یا صرف مغشوش اور غیر صحیح جوابوں پہ کفایت کرنے سے دانشمند لوگوں کو اپنے پر سخت بدگمان کر لیں گے اگر وہ اس وقت ایسے شخص کے مقابل پر جو سچے دل سے مقابلہ کے لئے میدان میں کھڑا ہے محض حیلہ سازی سے بھرا ہوا کوئی ملمع جواب دیں گے تو یاد رکھیں کوئی طالب حق اور حق پسند ایسے جواب کو پسند نہیں کرے گا بلکہ منصف لوگ اس کو تاسف کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔"

پھر بعض لوگوں کے اس خیال پر کہ مسیح موعود کو یکطرفہ نشان دکھلا دینا چاہیئے تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اگر یہ لوگ اس مقابلہ سے عاجز ہوں تو پھر ان پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے ایک اشتہار بہ ثبت مواہیر بالاتفاق شائع کر دیں کہ ہم مقابلہ نہیں کر سکتے اور مومنین کاملین کے علامات ہم میں پائے نہیں جاتے اور نیز لکھ دیں کہ ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس شخص یعنی اس عاجز کے نشانوں کو دیکھ کر بلا عذر قبول کریں گے اور عوام کو قبول کرنے کے لئے فہمائش بھی کر دیں گے اور نیز دعوے کو بھی تسلیم کر لیں گے اور تکفیر کے شیطانی منصوبوں سے باز آ جائیں گے اور اس عاجز کو مومن کامل سمجھ لیں گے تو اس صورت میں یہ عاجز عہد کرتا ہے کہ اللہ جلشانہ کے فضل و کرم سے یکطرفہ نشان کا ثبوت ان کو دیگا اور امید رکھتا ہے کہ خداوند قوی و قدیر ان کو اپنے نشان دکھائے گا اور اپنے بندہ کا حامی و ناصر ہوگا اور صدقاً و حقاً اپنے وعدوں کو پورا کرے گا۔ لیکن اگر وہ لوگ ایسی تحریر شائع نہ کریں تو پھر بہرحال مقابلہ ہی بہتر ہے تا ان کا یہ خیال اور غرور کہ ہم مومن کامل شیخ الکل اور مقتدائے زمانہ ہیں اور نیز ملہم اور مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہیں مگر یہ شخص کافر اور دجال اور کتّے سے بدتر ہے اچھی طرح انفصال پا جائے اور اس مقابلہ میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جو فیصلہ ہماری طرف سے یکطرفہ طور پر ایک مدت دراز کو چاہتا ہے وہ مقابلہ کی صورت میں صرف تھوڑے ہی دنوں میں انجام پذیر ہو جائیگا سو یہ مقابلہ اس امر متنازعہ کے فیصلہ کرنے کے لئے کہ درحقیقت مومن کون ہے اور کافروں کی سیرت کون اپنے اندر رکھتا ہے نہایت آسان طریق اور نزدیک کی راہ ہے اس سے جلد نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا گویا صدہا کوس کا فاصلہ ایک قدم پر آ جائیگا اور خدائے تعالےٰ کی غیرت جلد تر دکھائے گی کہ اصل حقیقت کیا ہے اور اس مقابلہ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس میں فریقین کو نکتہ چینی کی گنجائش نہیں رہتی اور ناحق کے عذروں اور بہانوں کی کچھ پیش جاتی ہے۔ لیکن یکطرفہ نشانوں میں بداندیش کی نکتہ چینی عوام کالانعام کو دھوکہ میں ڈالتی ہے۔ یہ بھی جاننے والے جانتے ہیں کہ یکطرفہ نشان بہت سے آج تک اس عاجز سے ظہور میں آ چکے ہیں جن کے دیکھنے والے زندہ موجود ہیں۔ مگر کیا علماء باوجود ثبوت پیش کرنے کے ان کو قبول کر لیں گے ہرگز نہیں اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ تمام کلمات اور یہ طریق جو اختیار کیا گیا ہے یہ محض ان منکروں کا جلدی فیصلہ کرنے کے ارادہ سے اور نیز اسکات و افحام کے خیال اور ان پر اتمام حجت کی غرض سے اور سچائی کا کامل جلوہ دکھانے کی نیت سے اور اس پیغام کے پہنچانے کیلئے ہے جو اس عاجز کو منجانب اللہ دیا گیا ہے ورنہ نشانوں کا ظاہر ہونا ان کے مقابلہ پر موقوف نہیں نشانوں کا سلسلہ تو ابتدا سے جاری اور ہر یک صحبت میں رہنے والا بشرطیکہ صدق اور استقامت سے رہے کچھ نہ کچھ دیکھ سکتا ہے اور آیندہ بھی خدائے تعالیٰ اس سلسلہ کو بے نشان نہیں چھوڑے گا اور نہ اپنی تائید سے دستکش ہوگا بلکہ جیسا کہ اس کے پاک وعدے ہیں وہ ضرور اپنے وقتوں پر نشان تازہ بتازہ دکھاتا رہے گا جب تک کہ وہ اپنی حجت کو پوری کرے اور خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلا دے اس نے آپ اپنے مکالمہ میں اس عاجز کی نسبت فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا اور میں کبھی امید نہیں کر سکتا کہ وہ حملے بغیر ہونے کے رہیں گے گو ان کا ظہور میرے اختیار میں نہیں۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں سچا ہوں پیارو یقیناً سمجھو کہ جب تک آسمان کا خدا کسی کے ساتھ نہ ہو ایسی شجاعت کبھی نہیں دکھاتا کہ ایک دنیا کے مقابل پر استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور ان باتوں کا دعوے کرے جو اس کے اختیار سے باہر ہیں۔ جو شخص قوت اور استقامت کے ساتھ ایک دنیا کے مقابل پر کھڑا ہو جاتا ہے کیا وہ آپ سے کھڑا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ اس ذات قدیر کی پناہ سے اور ایک غیبی ہاتھ کے سہارے سے کھڑا ہوتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام زمین و آسمان اور ہر ایک روح

اور جسم ہے سو آنکھیں کھولو اور سمجھ لو اس خدا نے مجھ عاجز کو یہ قوت اور استقامت دی ہے جس کے مکالمے سے مجھے عزت حاصل ہے اسی طرف سے اور اسی کے کھلے کھلے ارشاد سے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ میں ان لوگوں کے مقابل پر بڑی دلیری اور دلی استقامت سے کھڑا ہو گیا جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم مقتدا اور شیخ العرب والعجم اور مقرب اللہ ہیں جن میں وہ جماعت بھی موجود ہے جو ملہم کہلاتی ہے اور الٰہی مکالمہ کا دعویٰ کرتی ہے اور اپنے زعم میں الہامی طور پر مجھے کافر اور جہنمی ٹھہرا چکی ہے سو میں ان سب کے مقابل پر باذنہ تعالیٰ [illegible] دنیا میں فرق کر کے دکھلا [illegible] تحت الثریٰ [illegible] اس شخص کی نصرت [illegible] اس کا فضل [illegible] جس کی [illegible] میاں نذیر حسین صاحب اور ان کی جماعت کو بلاتا ہوں یہ حقیقت مجھ میں اور ان میں کھلا کھلا فیصلہ کرنے والا طریق ہے سو میں اس راہ پر کھڑا ہوں اب اگر ان علماء کی نظر میں ایسا ہی کافر اور دجال اور مفتری اور شیطان کا رہ زدہ ہوں تو میرے مقابل پر انہیں کیوں تامل کرنا چاہیئے کیا انہوں نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ عند المقابلہ نصرت الٰہی مومنوں کے ہی شامل حال ہوتی ہے اللہ جلشانہ قرآن کریم میں مومنوں کو فرماتا ہے ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین یعنی اے مومنو مقابلہ سے ہمت مت ہارو اور کچھ اندیشہ مت کرو اور انجام کار غلبہ تمہیں کا ہے اگر تم واقعی طور پر مومن ہو اور فرماتا ہے لن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا یعنی خدا تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہیں دے گا۔ سو دیکھو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے وقت مومنوں کو فتح کی بشارت دے رکھی ہے اور خود ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ مومن کا ہی حامی اور ناصر ہوتا ہے مفتری کا ہرگز ناصر اور حامی نہیں ہو سکتا سو جس کا خدا تعالیٰ آپ دشمن ہو اور جانتا ہے کہ وہ مفتری ہے ایسا نااہل آدمی کیونکر مومن کے مقابل پر ایمان کے علامات خاصہ سے خلعت یاب ہو سکتا ہے بھلا یہ کیونکر ہو کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے پیارے دوست اور سچے الہامات کے وارث اور نیز مومنین کاملین اور شیخ الکل ہوں وہ تو مقابلہ کے وقت ایمانی نشانوں سے محروم رہ جائیں اور بڑی ذلت کے ساتھ ان کی پردہ دری ہو اور عمداً خدا تعالیٰ ان کی بزرگی اور نیک نامی کو [illegible] لیکن وہ جو [illegible] کتوں کی طرح [illegible] اور بقول میاں نذیر حسین کے ایمان سے بے نصیب اور خدا اور ہر ایک مخلوق سے بدتر ہو اس میں ایمانی نشان پائے جائیں اور خدا تعالیٰ عند المقابلہ اسی کو فتحمند اور کامیاب کرے۔ ایسا ہوتا تو [illegible] [illegible] سے ہے۔

ہمارے [illegible] حضرت مرزا صاحب [illegible] کیا یا وہ بتلائی جو آپ کی مخالفت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں خدارا آپ کی مندرجہ بالا تحریر پر خشیۃ اللہ کو دل میں جگہ دے کر غور کریں کہ کیا یہ مفتری کا قول ہو سکتا ہے کیا کوئی فریبی اور مکار اس قسم کی جرأت کا مظاہرہ کر سکتا ہے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ان علماء کی تو مقابلہ کے نام سے جان نکل جاتی رہی ہے لیکن وہ شخص جس کو یہ علماء نعوذ باللہ بے دین مرتد وغیرہ کے ناموں سے پکار رہے ہیں وہ اپنے وجود میں سچے اور کامل مومن کی علامات کو دکھلانے کے لئے ہر وقت تیار کھڑا نظر آ رہا ہے اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا ایک ایک حرف سچا ثابت ہو رہا ہے یعنی جس طرح اس نے لکھا کہ یہ علماء قطعاً مقابلہ کے لئے میدان میں نہیں آئیں گے اور ذلت و رسوائی کی سیاہی ان کے چہروں پر مل جائے گی اور ان کے علم کی پردہ دری ہو جائے گی اور ان کے دعاوی تعلق باللہ سب خاک میں مل جاویں گے ویسا ہی وقوع میں آیا یعنی ایک عالم بھی اس چیلنج کے بعد مقابلہ میں نہیں نکلا نہ کسی صوفی سجادہ نشین وغیرہ کو بشارات کے [illegible] میں مقابلہ کرنے کی جرأت ہوئی [illegible] عالم دین کو بالمقابل قرآن [illegible] کی ہمت پڑی۔

اس چیلنج میں ایک عجیب بات یہ بھی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس میں جو کامل مومن کی ایک علامت یہ بتلائی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات ملتی ہیں اس کا ثبوت بھی ساتھ ہی دیدیا ہے یعنی خود اس کتاب کے متعلق ہی جس میں یہ چیلنج درج ہے یہ الہام درج کر دیا ہے کتاب سجلناہ من عندنا یعنی یہ وہ کتاب ہے جس پر ہم نے اپنے پاس سے مہر لگا دی ہے۔ گویا ساتھ ہی یہ پیشگوئی کر دی کہ کامل مومن کی شناخت کا جو معیار اس میں درج کیا گیا ہے وہ بالکل درست ہے اور یہ جو اس میں دعوے کیا گیا ہے کہ اس میدان میں تمہیں فتح اور تمہارے مقابل کے علماء کو شکست ہوگی یہ اسی طرح وقوع میں آئے گا اب قارئین کرام خود ہی انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کر لیں کہ کیا یہ پیشگوئی پوری ہوئی یا نہیں، کسی معاملہ کی سچائی کو پرکھنے کے لئے ایک نکتہ کافی ہوتا ہے اگر سچائی تک پہنچنے کی حقیقی تڑپ دل میں ہو۔ کیا اس تحریر سے یہ بھی واضح نہیں ہو رہا کہ حضرت مرزا صاحب کے دل میں امر متنازع فیہ کے جلد انفصال کی کس قدر تڑپ ہے اور اس امر میں کس طرح آپ کی جان گداز ہو رہی ہے کہ خدا کی مخلوق جلد اللہ تعالیٰ کی حقیقی اور کامل معرفت کے موتیوں سے اپنی جھولیاں بھر لے۔ کیا قارئین کرام کو دوسرے علماء کے دل میں بھی ہمدردی...

چند مجاہدین کی ضرورت

از حضرت امیر ایدہ اللہ

براداران محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس وقت میں یہ ضرورت محسوس کر رہا ہوں کہ جماعت کے چند احباب اسی طرح قربانی پیش کریں جس طرح خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب نے کی۔ ووکنگ میں یوں تو پہلے دو کارکنوں میں صرف ایک تیسرے کارکن کا اضافہ ہوا ہے مگر کام ڈیوڑھے کی بجائے دس گنا سے بھی زیادہ ہو رہا ہے اور اب وہاں مزید ضرورت اس قدر پیدا ہو گئی ہے کہ ایک چوتھا کارکن وہاں جلد سے جلد بھیجنا ضروری ہے تین متفرق مقامات پر اس وقت جمعہ کا انتظام ہے۔ مگر ایک چوتھی جگہ بھی ایک جمعہ کے امام کی ضرورت ہے اور متفرق مقامات پر لیکچروں کے علاوہ کئی جگہ پاکستانی نوجوانوں کی دینی تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ اور ان دونوں انتظامات کو وسعت دینے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے مگر ووکنگ کے خاص حالات کی وجہ سے وہاں جس آدمی کی ضرورت ہے وہ علاوہ اس کے کہ لیکچر اور خطبہ اور دینی تعلیم دے سکے کچھ حساب کتاب کے کام سے بھی واقف ہو۔ تو زیادہ موزوں ہوگا۔

علاوہ ازیں ایک اور بھی ضرورت ہے۔ مرزا ولی احمد بیگ انڈونیشیا جا رہے ہیں مگر وہ زیادہ عرصہ وہاں نہیں ٹھہر سکیں گے اس لئے ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو انڈونیشیا میں بطور مبلغ کام کر سکے۔

تیسری ضرورت ایک ایسے مبلغ کی ہے جو باہر کے متفرق ممالک میں دورہ کا کام کر سکے اور اپنے تبلیغی کام کی اہمیت کا احساس بھی پیدا کر سکے۔

چوتھی ضرورت ایک ایسے لیکچرار کی ہے جو تین چار ماہ مشرقی پاکستان میں دورہ کر سکے اور وہاں جماعت کے کام کی طرف لوگوں کو توجہ دلا سکے اس کے لئے حالات سازگار ہیں اور بھی متفرق ضروریات پیش آتی رہتی ہیں۔ یہاں کے دفاتر میں بھی بعض قابل کارکنوں کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہاں مرکز میں بھی دفتر کے کاروباری کام میں موزوں آدمیوں کی قلت کی وجہ سے کام پوری قوت سے نہیں ہو رہا۔ اس لئے میں احباب سے یہ اپیل کر رہا ہوں کہ وہ جلد سے جلد اپنی درخواستیں معہ ضروری کوائف کے سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام بھیجدیں۔ بعض احباب ایسے بھی ہیں جنہوں نے پہلے اپنی زندگی کو اس کام کے لئے وقف کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر انجمن اس وقت ان کو نہیں لے سکی۔ وہ بھی اپنی درخواستیں دوبارہ بھیجدیں۔ انجمن کے موجودہ کارکنوں میں سے اگر کوئی صاحب ہوں جو باہر جانا پسند کرتے ہوں تو وہ بھی اپنی درخواستیں بھیج سکتے ہیں گذارہ کے لئے جو انتظام درخواست کنندہ احباب چاہتے ہوں اس کا ذکر بھی اپنی درخواستوں میں کر دیں۔ آخر جون سے پہلے پہلے درخواستیں پہنچ جانی چاہئیں۔

والسلام

خاکسار - محمد علی از کراچی

اور یہ ہیں شاہ ولی اللہ

منصبِ مجددیت جماعت اسلامی کی نظر میں

از غلام ربانی صاحب بی۔اے۔ (آنرز)

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۵۰ء قسط نمبر ۲)

عنوان بالا سے ہمارے عزیز دوست غلام ربانی صاحب نے ایک مضمون روزنامہ تسنیم کے اس فقرہ کے جواب میں لکھنا شروع کیا تھا جس میں ... اس نے طنزاً لکھا تھا کہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسمٰعیل شہید کو چھوڑ کر قرعہ فال مرزا غلام احمد کے نام آپڑا۔ اس مضمون کی ایک قسط ۱۰ مئی کے پیغام صلح میں شائع ہو چکی ہے جس میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جس روحانی تجربہ کا ذکر حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات اور دعاوی میں کیا ہے بعینہ وہی باتیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریرات میں بھی ملتی ہیں پھر ان کی مدح سرائی اور مرزا غلام احمد سے نفرت کیوں؟ ذیل میں اسی مضمون کی دوسری قسط ہدیہ قارئین کرام ہے۔

مکالمۂ الٰہیہ کیلئے اصطلاحیں

حضرت شاہ ولی اللہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کیلئے مختلف اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں کبھی تو وہ اسے صاف صاف وحی اور الہام لکھتے ہیں اور کبھی اسے فطرت کی تفسیر کہتے ہیں اور بعض اوقات اس کے لئے خالص صوفی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں اور کبھی خود اصطلاحات وضع کرتے ہیں۔ وہ اسے انبیاء میں خدا تعالےٰ کی تجلی کہتے ہیں۔ اور امت محمدیہ میں اسے "حقیقت محمدیہ" کی اصطلاح سے موسوم کرتے ہیں۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جبل محدود بھی کہتے ہیں کبھی اسی کو جبل کا نور قرار دیتے ہیں جس سے یہ تمام عالم بندھا ہوا ہے پھر لوٹا کر اسے خدا تعالےٰ میں ختم کر دیتے ہیں۔

تجلی الٰہی انبیاء اور اولیاء میں

یہاں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحث کا موقع نہیں کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ نے حضرت ابن عربی رح اور حضرت مجدد الف ثانی رح کی ان دو تصوریتوں کو باہم تطبیق بھی دی ہے۔ اسی لئے ہمیں شاہ صاحب رح کے ہاں صوفیائی اور فلسفیانی عبارات کی بیشمار اصطلاحیں ملتی ہیں۔ ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رح اس PHENOMENON کو یکساں انبیاء اور اولیاء میں متحقق مانتے ہیں جس تجلی کے ذریعے خدا تعالیٰ انبیاء کی وساطت سے عوام الناس کو اپنے وجود سے روشناس کراتا آیا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں:۔

" میں حضرت رسالتمآب کے حضور استادہ ہوا اور کمال عاجزی سے سلام عرض کیا اور حضور کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔ اور اپنی روح کو آپ سے ملا دیا۔ تو آپ سے ایک نور چمکا اور میری روح نے بہت اچھی طرح اس سے ملاقات کی لیکن ایک لمحہ بھر میں یا اس کے قریب قریب اور میں حیران ہوا کہ کس قدر جلد روح نے ملاقات کی اور حس و فرح دنمام اطراف کو محیط رہا ایک آن میں بلکہ اس سے بھی کم میں۔ وہ نور ایک تجلی ہے اس جبل محدود کی جس سے تمام عالم بندھا ہوا ہے۔ پس میں نے دیکھا یہ تجلی آپ کے جوہر روح مبارک میں داخل ہے اور اصل اس جبل محدود کی تدبیر واحد ہے جو نکلتی ہے اس منبع سے جس کی تفصیل تمام عالم ہے اور فروع اس جبل محدود کی وہ تدبیرات تفصیلیہ ہیں جن سے عالم قائم ہے اور میرا یقین ہے کہ یہی جبل محدود حقیقت محمدیہ کی حقیقت ہے جس میں سے ہر قطب اور محدث اور نبی مکلم کو حصہ ملا ہے واللہ اعلم"

(فیوض الحرمین صفحہ ۱۴)

موجودہ علماء کی کم فہمی

حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں ایسی نہیں کہ کوئی ان کو معمولی سمجھتا ہوا گذر جائے صاحب حجۃ اللہ البالغہ آج اکثر حلقوں میں بے حد مقبول ہیں۔ بدقسمتی سے موجودہ علماء اور فقہا کا بیشتر طبقہ محض علم الکلامی ہے اور اس نعمت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف نہیں جس سے صاحب حجۃ اللہ البالغہ مشرف تھے اس لئے اس حقیقت کا صحیح ادراک ان سے ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے اکثر متبعین جو بیسویں صدی میں صرف ان کی قوت تفقہ اور قوت استدلال کے قائل ہیں۔ اس پہلو سے بالکل ناآشنا ہیں۔ الہام کی تفہیم ان کے حیطۂ ادراک سے باہر ہے اور اسی لئے جب وہ کسی اور صاحب حال بزرگ کی ایسی تحریر کو دیکھتے ہیں تو ایک دم نبوت کے "دعویٰ" کا شور مچا دیتے ہیں۔ اس لئے بھی ان تحریرات کا پڑھنا اور سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا اپنا مقام

اس پر غور کر لینے کے بعد کہ حضرت شاہ ولی اللہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کو اولیاء اللہ کے ساتھ جاری سمجھتے ہیں اور اسے محدثیت کہتے ہیں۔ آئیے اب ہم یہ دیکھیں کہ وہ اپنا مقام کہاں متعین کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

" اور میں جب کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ میں نور عظیم سے ملو ہوں اور اس نے تمام اقالیم کو ڈھانپ لیا ہے۔ اور شہروں کو روشن کر دیا ہے۔ پس میں نے جانا کہ قطبیت یعنی مقام ارشاد بینا اسی نور سے مرتسم ہے۔ اور یہ سب پر غالب ہے اور کسی سے مغلوب نہیں ہوتا اور سب کو روشن کرتا ہے اور خود کسی سے روشن نہیں ہوتا۔ اور ہر ایک شئے اس کے پاس آتی ہے اور یہ کسی کے پاس نہیں جاتا .... اور اطلاع دی مجھ کو اللہ سبحانہ نے اس بات کی کہ جو وہ مجھ سے کرنے والا ہے۔ اور یہ کہ وہ مجھے ظاہر اور باطن کی نعمتیں دینے والا ہے۔ اور وہ ایسی شئے ہے کہ بہت ہی کم اولیاء کو ملی ہے پھر مجھے خوش زندگانی عطا کی گئی اور ہر سعادت سے مجھ کو اچھا حصہ دیا اور مجھ کو خلافت باطن کا خلعت پہنایا پس جب یہ راز یکدفعہ مجھ پر ظاہر ہوا تو میں متحیر ہو کر رہ گیا پھر یہ مجھ پر کھلا تو میں سمجھ گیا کہ میں تھا۔"

(فیوض الحرمین صفحہ ۶۶)

پھر خدا تعالیٰ کے حضور بار پانے کے متعلق کہتے ہیں:۔

" پس جو شخص اس رتبہ کو پہنچ گیا جو اللہ نے اپنے سابقہ علم میں اس کے لئے مقرر کیا تھا کہ اسکو حاصل ہو تو وہاں فنا اور بقاء اکثر اوقات محو ہو جاتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم کی نگہبانی نہیں کرتی بلکہ حضرت ذات ہی اس کی نگہبان اور مرشد اور ملہم ہوتی ہے اور میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی بن گیا تو مجھے اس کا جام سرشار عطا ہوا پس کیا کہوں کہ وہ کیا تھا الحمد للہ رب العالمین"

(ایضاً صفحہ ۵۴)

حضرت شاہ صاحب کا دعویٰ مجددیت

یہ حقیقت جس کا مندرجہ بالا تحریرات میں تذکرہ ہے محدثیت ہے جس کے ذریعے حضرت شاہ صاحب رح مکالمہ الٰہیہ پاتے تھے۔ اس میں مجددیت کا اشارہ بھی پایا جاتا ہے اور مقام تجدید و ارشاد کے عطا ہونے کی بشارت موجود ہے کیونکہ اولیاء اللہ کو مکالمہ الٰہیہ تو ملتا ہے لیکن منصب تجدید و ارشاد صرف چند اولیاء کو ملا جو مجدد کہلائے۔ اس بارہ میں واضح تحریر شاہ صاحب رح کی یہ ہے:۔

" اور جب حکمت کا دورہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو اللہ نے مجھے خلعت مجددیت سے سرفراز فرمایا"

(تفہیمات الٰہیہ)

مولٰنا مودودی اور مجددیت

یہاں ایک غلط فہمی کو دور کر دینا لازمی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تصنیف "تجدید و احیائے دین" میں منصب مجددیت پر بحث کی ہے۔ وہ مغربی نظریہ کلیت TOTALITARIA سے بیحد متاثر ہیں اور ان مجددین کو جو زمانہ ماسبق میں گذرے ہیں جزوی مجددین مانتے ہیں کیونکہ وہ اقتدار دنیاوی پر قابض نہ ہوئے اور مودودی صاحب کے نزدیک ہر الٰہی تحریک کا مقصد سیاسی اقتدار کی کنجیاں چھین لینا ہوتا ہے۔

مودودی صاحب کا کہنا ہے کہ "مجدد نبی نہیں ہوتا مگر اپنے مزاج میں مزاج نبوت سے بہت قریب ہوتا ہے" ایک طرف یہ لکھ کر دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ " بسا اوقات اسکو خود اپنے مجدد ہونے کی خبر نہیں ہوتی بلکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کے کارنامے سے

لوگوں کو اس کے مجدد ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس پر الہام ہونا ضروری نہیں اور اگر ہوتا ہو تو لازم نہیں کہ اسے الہام کا شعور ہو۔ وہ کسی دعویٰ سے اپنے کام کا آغاز نہیں کرتا نہ ایسا کرنے کا حق رکھتا ہے کیونکہ اس پر ایمان لانے یا نہ لانے کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔ اس کے زمانے کے تمام اہل صلاح و خیر رفتہ رفتہ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور صرف وہی لوگ اس سے الگ رہتے ہیں جن کی طبیعت میں کوئی ٹیڑھ ہوتی ہے"
(تجدید و احیائے دین ص۲۹)

اس سے بڑھکر خود نقیضی SELF (CONTRADICCTARY) بیان شاید ممکن نہ ہو سکتا ہو۔ ہم مودودی صاحب کے لاشعور کا تجزیہ نہیں کرتے لیکن عجیب بات ہے کہ وہ اس ہستی کو جو مزاج نبوت سے قریب تر ہوتی ہے اور جس کا کام اسی نوعیت کا ہوتا ہے جیسا نبی کا اسے الہام تو ہو لیکن اس کا شعور نہ ہو۔ کسی دعویٰ سے اپنے کام کا آغاز نہ کرے اور پھر بھی اہل صلاح و خیر اس کے گرد جمع ہو جائیں اور جو اس سے الگ رہیں مودودی صاحب کے نزدیک ان کی طبیعت میں ضرور ٹیڑھ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے شعور کو کسی ایسی ہستی کا شدید احساس ہے جس نے اپنے کام کا دعوے سے آغاز کیا ہے جسے اپنے الہام کا شعور تھا اسی لئے وہ کہہ گذرے ہیں کہ وہ ایسا کرنے کا حق ہی نہیں رکھتا کیونکہ اس پر ایمان لانے کا کوئی سوال ہی نہیں تو پھر لوگوں کو اس کا ساتھ نہ دینے پر کج طبع گردانا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اسی تصنیف میں مودودی صاحب نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے لیکر شاہ ولی اللہ رح تک کے مجددین پر تنقید اور تبصرہ کیا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ موصوف کی نظر سے حضرت مجدد الف ثانی رح اور حضرت شاہ ولی اللہ رح کی وہ تحریرات بھی گذری ہیں یا نہیں جن میں انہوں نے دعوئ مجددیت کرکے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا جس کا بقول مودودی صاحب انہیں حق نہیں تھا۔

شاہ ولی اللہ کے متعلق رائے

جماعت اسلامی کے امیر صاحب کی یہ تشریح اور بھی محل نظر ہو جاتی ہے جب وہ اسی تصنیف میں حضرت شاہ ولی اللہ رح کے متعلق فرماتے ہیں:۔
" شاہ صاحب تاریخ انسانی کے ان لیڈروں میں سے ہیں جو خیالات کے اُلجھے ہوئے جنگل کو صاف کرکے ذکر و نظر کی ایک صاف سیدھی شاہراہ بناتے ہیں ....
اس طرز کے لیڈروں کا اصلی کارنامہ یہی ہوتا ہے کہ وہ تنقید سے صدہا برس کی جمی ہوئی غلط فہمیوں کا غبار چھانٹ دیتے ہیں اذہان میں نئی روشنی پیدا کرتے ہیں زندگی کے بگڑے ہوئے مگر پختہ بنے ہوئے سانچے کو عالم ذہنی میں توڑتے ہیں اور اس کے ملبے میں سے اصلی اور پائیدار حقیقتوں کو نکال کر دنیا کے سامنے رکھ جاتے ہیں"
(ایضاً ص۵۵)

مودودی صاحب کا یہ ممدوح "تفہیمات الٰہیہ" میں یوں رقمطراز ہے:۔
" میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا ہے۔ اور اس کی اعلیٰ بلندی تک پہنچایا ہے اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے اور تمام طریقے مردود کر دیتے ہیں سوائے ایک طریقہ کے اور وہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے پس جو شخص تجھ سے عداوت کرے نہ آسمانی برکات اس پر نازل ہوں گی اور نہ وہ زمینی برکات کا مورد ہوگا۔ اہل مغرب اور اہل مشرق سب کے سب تیری رعیت ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے خواہ وہ جانیں یا نہ جانیں۔ پس اگر وہ جان لیں تو کامیاب ہوں گے اور اگر بے خبر رہیں تو خائب و خاسر رہیں گے"

منصب مجددیت جماعت اسلامی کی نظر میں

جماعت اسلامی کے امیر مودودی صاحب کے نزدیک منصب تجدید شاید ایک علمی سند ہے جو مکتب میں پڑھتے ہوئے مل جاتی ہے۔ اسی لئے "تجدید و احیائے دین" کے آخر میں اس تجدیدی تحریک کی ناکامی کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے جو سید احمد بریلوی رح نے چلائی تھی انہوں نے ایسی باتوں کو صوفیانہ میراث سے تعلق رکھتی تھیں ان آئمہ کا مرض کی شدت کو نہ سمجھنا بتایا ہے۔ اسی طرز تکلم کی خوشہ چینی مسعود عالم صاحب ندوی صاحب نے (یہ بھی جماعت اسلامی کے ایک ادیب ہیں) بھی "ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک" میں کی ہے۔ اپنے تصور اور فکر کو قطعی اور آخری سمجھ لینا اگر جماعت اسلامی کے منکرین کے نزدیک بغیر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پائے ممکن ہے تو یقیناً انہیں حق حاصل ہے کہ وہ تنقید و تجزیہ میں ہر اُس بات کو سقم قرار دیں جس کا انہیں خود تجربہ نہیں لیکن انہیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ حق پھر انہیں ایسے فلاسفروں کو بھی دینا پڑے گا جو حقیقت نبوت کو نہ سمجھ کر مادی تشریحات کو ہی حتمی اور آخری سمجھتے ہیں اسی لئے وہ معاشرہ کو ترقی پذیر تسلیم کرتے ہوئے پارینہ الہیاتی نظام ہائے زندگی کی طرف لوٹنا نہیں چاہتے جنہیں وہ "توہمات باطن" (HALLUCINATIONS) کہتے ہیں۔ اور ایسے الہیاتی تحریکوں کا ایک رجعت پسند پہلو مانتے ہیں۔

جماعت اسلامی کا تذبذب

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت اسلامی ایک طرف تو اپنا ناطہ اُس میراث کے ساتھ جوڑنا چاہتی ہے جو شاہ ولی اللہ رح کے تجزیہ میں محفوظ ہے اور دوسری طرف عوام سے ڈرتی بھی ہے کہ کہیں اس کا حشر بھی حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی تحریک کا سا نہ ہو کہ لوگ مخالفت شروع کر دیں ثانیاً سند خداوندی کے معدوم ہونے کے باعث اسے حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر گذرے۔ اس لئے کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مجدد کے لئے دعوے ضروری نہیں۔ مطلب یہ کہ مرزا غلام احمد علیہ السلام چونکہ مدعی مجددیت ہے اس لئے اگر دعویٰ ضروری تسلیم کر لیں تو اُس سے کیسے پیچھا چھڑائیں۔ لیکن اپنی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا بھی ضروری ہے تو کارنامہ مرلی کی تغنیس مجددیت کا سنگ میں بنادیا۔ کیونکہ خود دعویٰ کرنے میں شاید قطع الوتین کا دھڑکا تھا۔ پھر یہ کبھی وعید سنادی کہ جو الگ رہیں وہ کج طبع ہیں یہ ہے وہ طرز فکر جو اقامت دین کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔

شاہ ولی اللہ کو کیا کہو گے

ہم نے مولوی ابو نعیم صدیقی صاحب کے پیش کردہ دوسرے صالح بزرگ کا مسلک بھی بیان کر دیا جنہیں انہوں نے "منصب نبوت و امامت" کے لئے تجویز کیا تھا اور ان سے بھی حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام کے بیانات کی ہی تصدیق ہوئی۔ اب ہمارے دوست ذرا جرأت کریں اور حضرت شاہ ولی اللہ رح کو بھی "احمدی سامری" کہہ دیں کہ وہ بھی تو اپنے آپ کو حضرت نبی کریم صلعم میں فنا شدہ مانتے ہیں اور محدثیت کے مقام پر فائض ہیں اور اپنے تبول میں عوام کی کامیابی سمجھتے ہیں اور انہیں اس پر سخت اصرار ہے۔ یا پھر ان تشریحات کے تحت نہیں بھی نقلی محمدؐ کہیں جو قطب الدین احمد نے گھڑا ہے اور عوام کو اس پر ایمان لانے کو ہی نجات مانا ہے۔

قیام لیل اور اسکی فضیلت بقیہ ص۶

وقت کھلا ہے بند نہیں ہوتا تو مجھے بخش دے پھر اپنے پاؤں کو نماز کے لئے درست کرتیں اور کہتیں۔ اے اللہ تیری عزت اور جلال کی قسم میں جب تک زندہ ہوں تیرے سامنے صبح تک میرے کھڑے ہونے کی جگہ یہی ہے،

فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ جب رات کو تجلی فرماتا ہے تو کہتا ہے کہاں ہیں میری محبت کا دن میں دعویٰ کرنے والے؟ دوست دوست سے خلوت کرنا نہیں چاہتا۔ دیکھو میں صبح تک اپنے دوستوں پر جھانکنے والا ہوں اور وہ میرے دربار میں مجھ سے بالمشافہ باتیں کرتے ہیں میں کل جنت سے ان کی آنکھیں کو ٹھنڈا کروں گا۔

ابراھیم بن ادھم رح ایک رات بیت المقدس میں سوئے (تو حالت کشف میں) پتھر کی طرف سے آواز آئی کہ رات کا قیام لیل جہنم کے شعلہ کو بجھاتا ہے اور پلصراط پر قدم مضبوط رکھتا ہے۔ لہذا تجھے شب بیداری میں سست نہیں ہونا چاہیئے۔

ماخوذ از تنبیہ المغترین (امام عبدالوہاب شعرانی رح)

(بقیہ نوٹ از صفہ ۲)

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ بیانات کہاں تک صحیح ہیں لیکن کیمونزم کے جو اثرات بیرونی دنیا میں نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں اور مزدوروں اور غریبوں کے حامی جس طریق سے اپنی سلطنتوں کے قیام کے لئے دوسروں کا لہو چوسنے میں منہمک ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تحریک سرمایہ داری سے کم انسانیت دشمن نہیں۔

رفتارِ عالم

پاکستان

لاہور ۱۲؍ جون۔ آج شام پریس کانفرنس کے دوران میں سردار عبدالرب نشتر نے کہا کہ پاکستان کا آئین لازمی طور پر اس کی قومی زبان یعنی اردو میں لکھا جائے گا۔ اور بعد میں اس کا ترجمہ انگریزی بنگالی، سندھی پشتو وغیرہ میں کیا جائیگا۔

کراچی۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت سندھ نے اپنے تمام ملازموں کو حکم دیا ہے کہ وہ سندھی زبان کا امتحان پاس کرلیں ورنہ انہیں مندرجہ ذیل سزائیں دی جائیں گی۔
(۱) تنخواہ میں سالانہ اضافہ کی موقوفی
(۲) ترقی سے محرومی اور (۳) حکومت سندھ کی ملازمت سے محرومی۔

پشاور ۱۲؍ جون۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ افغانستان میں جو پاکستانی مقیم ہیں وہاں کی پولیس ان پر جبر و تشدد کر رہی ہے۔ اور یہ جبر و تشدد بڑھتا جا رہا ہے۔ غنڈے اور پشتونستان کے حامی پولیس کے سپاہی بن کر آتے ہیں اور پاکستان کے بیوپاریوں کو ناجائز دھمکیاں دیکر ان سے روپیہ وصول کیا جاتا ہے اور یوں پولیس اور فوج میں رشوت ستانی کا بازار خوب گرم ہے۔

گوجرانوالہ ۱۲؍ جون۔ بھارت کے غیر سرکاری وفد کی آمد کے موقعہ پر کمپنی باغ میں ایک عام جلسہ ہوا جس میں ۳۰ ہزار لوگوں نے شرکت کی۔ لالہ بھیم سین سچر جو اس وفد کے قائد ہیں انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی عوام اور حکومت نہرو لیاقت معاہدہ پر عمل کرنے کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں وہ قابل ستائش ہیں انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اب پاکستان اور بھارت دوستانہ طریقہ سے رہیں گے اور ایک دوسرے کی امداد اور تعاون سے ترقی اور بہبودی کی منزلیں طے کریں گے۔ انہوں نے کہا میں واپس جاکر عوام کو پاکستان کے صحیح حالات سے آگاہ کروں گا اور اس طرح تعلقات زیادہ اچھے ہوں گے۔

چٹاگانگ میں دریائے کرنافلی کے ساتھ ساتھ ماہرین زیر زمین سنگلاخ تہ کی تلاش میں کھدائی کر رہے ہیں۔

مشرقی بنگال حکومت اس مقام پر سیلاب کے پانیوں کو روکنے کیلئے ایک عظیم الشان بند اور برق آبی کا ایک کارخانہ قائم کرنا چاہتی ہے توقع ہے کہ یہ سکیم پانچ سال میں مکمل ہو جائے گی۔ اور اس سے پچاس ہزار کلوواٹ بجلی مہیا ہو گی۔

کشمیر

کشمیر ۱۲؍ جون۔ کل سر اوون ڈکسن نے کچھ عرصہ تک نقشہ میں خط متارکہ جنگ کا مطالعہ کیا تاکہ ریاست کشمیر کے پاکستان بھارت کے مقبوضہ علاقوں کا حدود اربعہ معلوم کرسکیں۔

کل بھارت کے فوجی طیارہ کے ذریعہ وہ سرحد کا علاقہ دیکھنے کے لئے پونچھ جا رہے ہیں توقع کی جاتی ہے کہ سر اوون ڈکسن بدھ کے روز آزاد کشمیر کے علاقہ میں داخل ہو جائیں گے اور جمعہ کو دوپہر کے بعد سرینگر واپس آجائیں گے۔

ڈھاکہ - ۱۱؍ جون - بھارت کے تبلیغی امور کے وزیر مسٹر دی۔سی۔ بسواس جو پاکستان کے تبلیغی امور کے وزیر ڈاکٹر اے ایم مالک کے ساتھ مشرقی بنگال کا دورہ کر چکے ہیں، انہوں نے آج کلکتہ واپس آکر اعلان کیا کہ دونوں ملکوں میں معاہدہ سے قبل جو حالات تھے اب صورت حال اس سے بہت بہتر ہو گئی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں اگر اعتدال اور اعتماد مکمل طور پر جلد سے جلد قائم کرنا ہے تو مضبوط اور مستقل ارادہ کے ساتھ کام کرنا ضروری ہے۔

پشاور - ۱۱؍ جون - بیان کیا جاتا ہے کہ ہری پور کے غازی علاقہ کے ایک حسن پور کے ۵۴ سالہ زمیندار شیر دل خاں کو ان کے مزارعوں نے قتل کر دیا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو ان کے مزارعوں نے حق زمینداری کی وصولی کے لئے بلایا تھا اس کے بعد ان پر حملہ کیا گیا اور ان کی لاش کو دریا میں پھینک دیا گیا۔

کراچی ۱۲؍ جون - حکومت پاکستان نے اس اصول کو اپنانے کا فیصلہ کیا ہے کہ پاکستانی سفارتخانوں کے اخراجات کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کی جائے۔

سندھ کے وزیر اعظم قاضی فضل اللہ نے ایک بیان میں بتایا ہے کہ انہوں نے ضلع افسروں کو حکم دے دیا ہے کہ اس سال گیہوں کے فصل کا مالیہ لینے میں سختی نہ برتی جائے۔

لنڈن ۱۲؍ جون کل بیروت سے سنڈے آبزرور کے فلپ لائٹی کی کالم پر مشتمل رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں ان مظالم پر شدید نکتہ چینی کی گئی جو اسرائیلی پولیس بے خانماں شرنارتھیوں پر ڈھا رہی ہے اس نے لکھا کہ انہیں دھکیلا ہوا [illegible]

ہندوستان

ناگپور - ۱۱؍ جون - سوشلسٹ لیڈر مسٹر جے پرکاش نارائن نے گذشتہ شب ایک کثیر اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے ملک کا ایک نہایت مایوس کن نقشہ پیش کیا انہوں نے کہا بھارتی حکومت ملک میں سرمایہ داروں کی اجارہ داری کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھنا چاہتی ہے۔

مزید کہا مصائب اور افلاس کی وجہ سے بھارت کے عوام پر گہری مایوسی چھائی ہوئی ہے آئندہ انتخابات میں عوام کو کانگریس کے خلاف ووٹ دینا چاہیئے۔

کلکتہ ۱۱؍ جون - صرصر کا ایک طوفان کلکتہ کی فضا میں جمعہ کو نمودار ہوا تھا اور اتوار کی شام تک تھمنے نہ پایا۔ اس کی رفتار زیادہ سے زیادہ ۵۰ میل فی گھنٹہ اور اوسط رفتار بیس پچیس میل فی گھنٹہ رہی۔ مغربی بنگال میں کئی جگہ کچے جھونپڑے اور بانس کی جھونپڑیاں ہوا میں اڑتی نظر آئیں۔ مواصلات کے تمام ذرائع رکے رہے۔

پاکستان کے وزیر قانون مسٹر جوگندر ناتھ منڈل نے بتایا کہ لیاقت نہرو معاہدے کی وجہ سے مشرقی بنگال سے بہت بڑی تعداد میں ہندوؤں کا اخراج رک گیا ہے۔ البتہ دونوں صوبوں کی اقلیتیں اس کی منتظر ہیں کہ اس معاہدہ پر پوری طرح عمل ہونے لگے۔

[illegible] جس کی عرب ممالک میں بڑی عزت ہے۔ انہوں نے کہا کہ چودھری ظفر اللہ نے اتحادی قوموں میں جو عرب ممالک کی وکالت کی ہے۔ اس سے عرب ممالک کو بہت فائدے پہنچے ہیں۔

عمان - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ اردن یکم جولائی کو نیا سکہ جاری کرے گا۔ آج کل وہاں فلسطین کا پاؤنڈ رائج ہے۔ اس کی جگہ اب دینار چلے گا۔

جوہانسبرگ - ۱۲؍ جون - یہاں جمہوری پارلیمنٹ کی کمیٹی کے سامنے تقریر کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا کہ جنوب مشرقی ایشیا بنیادی طور پر خطرناک علاقہ ہے اگر یہاں کوئی جھگڑا شروع ہو گیا تو اس کا اثر تمام دنیا [illegible]

بیرونی ممالک

لیک سیکس ۱۱؍ جون - اقوام متحدہ اور اس کے خاص اداروں نے پسماندہ ممالک کی فنی امداد کے لئے جو تجاویز تیار کی ہیں ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک پروگرام مرتب کرنے کی غرض سے کل لیک سیکس میں ایک سہ روزہ کانفرنس شروع ہو رہی ہے جس میں شرکت کے لئے ستر اقوام کو دعوت دی جا چکی ہے۔ یہ کانفرنس اس مقصد کے لئے مشترک مالی سرمایہ کا ایک جامع لائحہ عمل تیار کرے گی۔

جنوبی افریقہ ۱۱؍ جون - لبرل پارٹی کے صدر مسٹر فرینک بالپر نے آج رات تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جنوبی افریقہ میں ضبط تخصیص خودداری اور انفرادی آزادی کے اصولوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

مسٹر بالپر نے کہا کہ اگر وہ آزاد خیالی کے اصولوں کو ترک کر دیں تو کمیونزم آگ کی طرح سارے افریقہ میں پھیل جائے گا۔

سنگاپور - ۱۱؍ جون - سرکاری طور پر اعلان ہوا ہے کہ جوہور کے کولائی کے علاقہ میں گورکھا پہرہ داروں نے چالیس چھاپہ مار کمیونسٹ باغیوں کی ایک جماعت میں سے تین کو ہلاک کر دیا۔ اس تصادم میں ایک سپاہی بھی ہلاک ہوا۔

قاہرہ - عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عبدالرحمٰن عزام پاشا نے ایسوسی ایٹڈ پریس کو ایک بیان میں بتایا کہ عرب ممالک اتحادی قوموں کی جنرل اسمبلی کی صدارت کے لئے چودھری ظفر اللہ کے نام کی پرزور حمایت کریں گے۔ انہوں نے کہا ہماری حمایت کی وجہ یہ ہے کہ وہ وقت کے اہم سیاستدانوں میں ہیں اور وہ ایک ایسے ملک کے نمایندے ہیں

ہفتہ وار پیغام صلح ۲۴ رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

چٹ

ووکنگ مشن کے متعلق میری اپیل

جماعتِ کراچی کا ایثار

برادران محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ووکنگ مشن کے لئے جو اپیل میں نے کی تھی اس کے متعلق احباب نے ابھی تک کافی توجہ نہیں کی۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ ایک ناگزیر خرچ ہے جس کا مقابلہ آپ نے کرنا ہے اور اس کے لئے صورت بھی ایک ہی ہے کہ اسی جماعت نے یہ بوجھ بانٹ کر اُٹھانا ہے میں صرف اس قدر توجہ دوبارہ دلانا چاہتا ہوں کہ جس ذمہ داری کے احساس سے جماعت کراچی نے اس کام کو کیا ہے وہی احساس میں چاہتا ہوں کہ ہمارے سب احباب میں ہو۔ جماعت کراچی کے سامنے جب میں نے اس بات کو رکھا کہ دس ہزار روپے کی رقم ان کے ذمے ڈالی گئی ہے تو کنتی کے احباب نے اپنے اپنے ذمہ ایک رقم ڈال لی چاہے وہ اسے اپنی جیب سے ادا کریں اور چاہے دوسروں سے جمع کر کے کریں۔ میں اس فہرست کو جماعت کے دوسرے احباب کے لئے بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں یہ سب متوسط طبقہ کے لوگ ہیں مگر صرف ۲۳ آدمیوں کے عزم سے سوا آٹھ ہزار روپے کا انتظام ہوگیا اور مجھے امید ہے کہ باقی پونے دو ہزار بھی عنقریب ہو جائے گا کیونکہ ابھی کافی تعداد میں احباب باقی ہیں۔

ایک اور امر کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کچھ روپے کی فوری ضرورت ہے اس لئے جن احباب کے لئے ممکن ہے وہ اپنی رقوم فوراً انجمن میں بھجوا دیں۔ والسلام

خاکسار - محمد علی

احباب کراچی کے وعدے

(۱) مسٹر این اے فاروقی صاحب	۱۰۰۰
(۲) چوہدری امجد خاں صاحب	۱۰۰۰
(۳) مولوی عبدالباسط صاحب	۱۰۰۰
(۴) ڈاکٹر سعید الدین صالح صاحب	۱۰۰۰
(۵) شیخ عزیز احمد صاحب	۵۰۰
(۶) شیخ اقبال احمد صاحب	۲۰۰
(۷) شیخ ایزد بخش صاحب	۱۰۰
(۸) محمد حسن خاں صاحب	۱۰۰
(۹) خواجہ عبدالقادر صاحب	۷۰
(۱۰) شیخ عبدالمجید صاحب دورہ	۲۵
(۱۱) چوہدری غلام رسول صاحب	۵۰
(۱۲) چوہدری خوشی محمد صاحب	۵۰
(۱۳) مولوی عبدالرحمٰن صاحب	۳۳
(۱۴) شیخ عبدالحق صاحب و اکرام الحق صاحب	۱۰۰
(۱۵) خواجہ صلاح الدین محمود صاحب	۱۰۰۰
(۱۶) خواجہ صلاح الدین احمد صاحب	۵۰۰
(۱۷) شیخ محمد اسمٰعیل صاحب	۵۰۰
(۱۸) شیخ عبدالعلی صاحب	۵۰۰
(۱۹) میاں اصغر علی صاحب	۱۰۰
(۲۰) نامعلوم الاسم معرفت میاں غلام عباس صاحب	۱۲۵
(۲۱) ملک لال دین صاحب	۵
(۲۲) ملک کرم الٰہی صاحب	۲۰
(۲۳) میاں غلام عباس صاحب	۲۵۰
میزان کل ۔	۸۲۲۸

چندہ بھیجنے والوں کی خدمت میں

انجمن کے نام چندہ ارسال کرنیوالے حضرات عموماً اپنی رقوم بلا تفصیل ارسال کر دیتے ہیں جس سے دفتر کو بہت دقت کا سامنا پڑتا ہے، بالخصوص ووکنگ مسلم مشن اور "اسلامک ریویو" کے متعلق موصول شدہ رقوم کے متعلق یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کونسی رقم کس مد میں جانی چاہیئے ضرورت ہے کہ احباب کرام اس بارہ میں خاص توجہ سے کام لیں اور چندہ بھیجتے وقت پوری تفصیل لکھ دیا کریں کہ ان کی رقم کس کس مد میں جانی چاہیئں "اسلامک ریویو" کیلئے جو رقم بھیجی جائے اسکے ساتھ خریدار کا نام اور پتہ بھی ضروری ہے تاکہ حسابات میں گڑبڑ واقع نہ ہو۔ والسلام۔ خاکسار آفتاب الدین احمد۔ سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن براندرتھ روڈ۔ لاہور۔

میرا سفر جرمنی و ہالینڈ

"جرمنوں کے اندر جنگ کے بعد اسلام کی طرف بڑی رغبت اور دلچسپی پائی جاتی ہے۔ یہ قوم بڑی ہی علم دوست ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونگے"

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کا مکتوب گرامی

مکرم محترم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم۔ مجھے برلن مسجد کی مرمت کے سلسلہ میں برلن جانا پڑا۔ سال گذشتہ ماہ مئی میں محمد امان ہوبوہم کو وہاں اسسٹنٹ امام مقرر کیا گیا تھا۔ اب سال کے بعد ضروری تھا کہ میں خود بھی اس کام کی رفتار کو دیکھوں لہذا میں ۱۶ ماہ مئی کو عازم جرمنی ہوا۔ ۱۷ ماہ مئی کو ہمبرگ پہنچا جہاں مسٹر عمر شوبرٹ اور چند اور رفقاء نے میرا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ ۱۷ کی شام کو چند جرمن مسلمان مجھ سے ملنے آئے اور رات کے ۱۱-۱۲ بجے تک مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی ۱۸ ماہ مئی کو مجھے بذریعہ ہوائی جہاز برلن جانا تھا لہذا ہمبرگ سے روانہ ہو کر بعد از دوپہر برلن پہنچا جہاں مسٹر محمد امان صاحب میرا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں میں پورا ایک ہفتہ رہا جو بڑی مشغولیت میں صرف ہوا۔ وہاں کے قیام کی رپورٹ بزبان انگریزی برلن سے آئی ہے وہ ارسال خدمت ہے ازراہ کرم اس سے ضروری حصہ مضمون کا اقتباس لے لیں (اس رپورٹ کا ضروری حصہ اقتباس دوسری جگہ درج ہے۔ ایڈیٹر پ۔ص) ۲۵ر ماہ حال مئی کو میں ہمبرگ واپس پہنچا جہاں بوجہ کمی وقت صرف ایک دن قیام کر سکا۔ اس دفعہ بہت سے جرمن مسلمانوں سے ملاقات ہوئی اور کافی لمبے عرصہ تک وہاں کے کام اور اس کی تفصیلات کے متعلق گفتگو ہوتی رہی اور وہاں کے لوگوں نے انگریزی لٹریچر بھی طلب کیا جو اب یہاں ووکنگ سے ان کو روانہ کر رہا ہوں جرمنوں کے اندر جنگ کے بعد اسلام کی طرف بڑی رغبت اور دلچسپی پائی جاتی ہے۔ یہ قوم بڑی ہی علم دوست ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ جوق درجوق اسلام میں داخل ہونگے۔ کیونکہ اسلام بمقابلہ عیسائیت اہل علم کا بڑا قدردان ہے۔

احباب یہ سن کر یقیناً خوش ہوں گے کہ برلن مسجد کی مرمت کا کام شروع ہو گیا ہے اور امید ہے انشاءاللہ ضروری مرمت اسی موسم میں ختم ہو جائے گی۔ وباللہ التوفیق۔

جرمنی سے واپس ہو کر میں ہالینڈ آیا۔ جہاں دو تین روز قیام کیا ایمسٹرڈیم میں مسٹر عبدالرحمٰن کوپے اور مسٹر نورالدین احمد اورنگ جو بڑا ہی بے نظیر۔ لائق۔ شریف۔ قابل اور اسلام کا شیدائی نوجوان ہے (اے کاش اس قسم کے اور بہت سے اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہوں) اور دیگر احباب کو مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ یہاں بھی کام بفضلہ بڑی اچھی طرح ہو رہا ہے۔ اب تک وہاں صرف کتب کے تراجم تک کام محدود تھا سال گذشتہ میں تھیو ورلڈ آرڈر اور لیونگ تھاٹس آف پرافٹ محمدؐ کے تراجم مکمل ہوئے۔ ان کے

تراجم مکمل ہوئے۔ ان کے تخمینہ جات بھی حاصل کر لئے گئے ہیں۔ اور اب ان کی طباعت اور اشاعت کا سوال درپیش ہے اور امید ہے انشاءاللہ ان کا انتظام بھی جلدی ہو جائے گا۔

اب ارادہ ہے کہ وہاں ایک باقاعدہ مشن بھی قائم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس بارہ میں پوری پوری اور مکمل سکیم الحاج شیخ میاں محمد صاحب کو بھیج چکا ہوں۔ جنہوں نے ہالینڈ مشن کے اخراجات کو اپنے ذمہ لیا ہوا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ یہ ملک بھی اسلام کے پیغام کا پیاسا ہے۔ ہالینڈ میں انڈونیشیا کے مسلمان کافی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کو اسلام کی صحیح تصویر اور تعلیم سے آگاہ کرنا بھی ضروری کام ہے۔ وہاں انڈونیشیا کے بہت سے مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ رات کے بارہ بجے تک سلسلہ گفتگو جاری رہا اور ان لوگوں کی بڑی خواہش ہے کہ میں خود کم از کم ایک سال کے لئے وہاں جا کر کام کروں۔ لیکن موجودہ حالات اور ذمہ داریوں کے ماتحت میرا وہاں جانا تقریباً ناممکن ہے اور پھر زبان کی مشکلات ہیں۔ خدا کرے کہ وہاں مستقل مشن کی صورت بن جائے۔ ایمسٹرڈیم کے علاوہ میں ہیگ اور لائیڈن بھی گیا اور وہاں بھی کافی لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ ہیگ میں ایچ۔ای محمد روئم جو انڈونیشیا کے ہائی کمشنر ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ یہ صاحب بڑے اچھے خیالات کے مالک ہیں اور علم دوست ہونے کے علاوہ مذہبی دلچسپی بھی رکھتے ہیں۔ یہ بڑی ہی عزت اور بڑے احترام سے مجھے ملے اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے چائے وغیرہ سے خاطر تواضع کی اور پھر اپنی موٹر پیش کی تاکہ میں ہیگ دیکھ سکوں۔ ان سے خط و کتابت جاری کر دی ہے اور ان کو لٹریچر بھی بھیج رہا ہوں۔

اس سفر سے میں ۳۰ر مئی کو واپس ووکنگ پہنچ گیا اور یہاں کا کام پھر سنبھال لیا ہے جس کو میری غیر حاضری میں خانبہادر غلام ربانی خاں صاحب کما حقہ چلاتے رہے جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ والسلام

خاکسار عبداللہ
امام مسجد ووکنگ

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کا برلن میں ایک ہفتہ

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کے سفر جرمنی و ہالینڈ کی مفصل رپورٹ خود ان کے قلم سے دوسری جگہ درج ہے جس میں برلن میں ایک ہفتہ قیام کرنے کا ذکر ہے، اس ایک ہفتہ کے مشاغل اور کاموں کا جو تذکرہ مسٹر محمد امان ہوبوہم امام مسجد برلن نے اپنی رپورٹ میں کیا ہے اس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے:۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی تشریف آوری پر جرمن مسلمانوں نے بڑی خوشی محسوس کی پروفیسر صاحب موصوف ایک ہفتہ تک بڑے مشغول رہے۔ ۱۹ر مئی کو نارتھ ویسٹ جرمن براڈ کاسٹنگ کمپنی کے ہیڈ نے پروفیسر صاحب موصوف سے ملاقات کی اور آپ کی جرمنی میں تشریف آوری کی اغراض کو بوقت شام ریڈیو پر نشر کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے ملاقات کے دوران میں مختصر اور جامع الفاظ میں اسلام کی حقیقت کو ان پر واضح کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا جرمن مشن کس طرح اس مبارک پیغام کو لوگوں تک پہنچانے میں کوشاں ہے۔ اس روز جمعہ تھا۔ خطبہ جمعہ بھی پروفیسر صاحب نے پڑھا۔

اتوار کے دن مسجد میں پروفیسر صاحب نے لیکچر دینا تھا۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ سے اسے خوب نشر کیا گیا۔ کافی لوگ مسجد میں جمع ہوئے مضمون کا عنوان تھا "نسل انسانی کی یک طرفی ترقیات اور انسانیت کی بہبود کے لئے مذہب کی ضرورت" دیگر ایام میں یہودی، عیسائی اور بدھ مذہب کے بعض علماء آپ سے ملاقات کرتے رہے۔ مسجد کی مرمت کے بارے میں آپ نے انجنیئروں سے طویل گفت و شنید کے بعد انہیں کام کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے جرمن کے اس حصہ کا بھی دورہ کیا جہاں روسی حکومت ہے ڈوٹا پونٹ فرم کا بھی آپ نے معائنہ کیا۔ غرضیکہ آپ کا دورہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ آپ ۲۵ر مئی کو اپنا دورہ ختم کر کے واپس تشریف لے گئے۔

ایک سعید طالب علم

الولد سر لابیہ

جیسا کہ ہمارے احباب کو معلوم ہے ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب شیلانگ ہمارے سلسلہ کے ایک بہت بڑے مخلص بزرگ ہیں، آپ کے صاحبزادہ ظہورالحق کو جو اب میڈیکل کالج میں داخل ہوا ہے تا مدت تعلیم پندرہ روپے کا وظیفہ ملا ہے۔ اس سعید نوجوان نے لکھا ہے کہ میں اپنا پہلے مہینے کا وظیفہ انجمن کی نذر کرتا ہوں۔

خوش نصیب ہے وہ نوجوان جس کے اندر یہ روح ہے اور خوش نصیب ہے وہ باپ جس کو خدا تعالیٰ نے ایسی سعید اولاد دی ہے۔ ظہورالحق کی مثال ہمارے سلسلہ کے دوسرے طالب علموں کے لئے مشعل راہ ہو۔ عزیز موصوف کے لئے دعا ہے کہ خداوند کریم اسکو دینی دنیوی کامیابیاں عطا کرے اور فارغ التحصیل ہونے پر بیش از پیش خدمات دینی کی توفیق بخشے۔ آمین۔ رضی خاں

سانحہ ارتحال

ہماری جماعت کے ایک مخلص دوست صوبیدار میجر برکت اللہ صاحب راکھڑ اطلاع دیتے ہیں کہ چند دن ہوئے ان کے بھائی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں انکے غم میں اپنے محترم بھائی سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ | نمبر

روزہ — تہذیب انسانی کا مؤثر ترین ذریعہ

اسلام نے انسانی تہذیب و اخلاق کو سدھارنے اور بلند سے بلند مدارج پر پہنچانے کے لئے جو راہیں تجویز کی ہیں ان میں رمضان کے تیس روزے ایک خاص اثر رکھتے ہیں۔ یوں تو نماز، روزہ حج اور زکوٰۃ چاروں ارکان اسلام انسان کی اخلاقی بلندی اور تہذیب کے مختلف پہلوؤں کو سدھارنے کا ذریعہ ہیں۔ لیکن رمضان کے تیس روزوں میں ایک جامعیت پائی جاتی ہے ایک طرف تمام دن بھوکے پیاسے رہ کر اپنے نفس پر ایسا کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، کہ اگر کبھی بھوک اور پیاس کی تکلیف پیش آجائے تو انسان اسے آسانی سے برداشت کر سکے، دوسری طرف جنسی تعلقات میں خواہشات نفسانی کو دبانا، جھوٹ، مکر و فریب، لڑائی جھگڑے اور ہر قسم کی برائی سے محترز رہنا روزہ کا ایک ایسا شعار ہے جو انسان کو اخلاقی پستی اور حیوانیت سے نکالنے کا ذریعہ ہے، اور تیسری طرف قیام لیل، اور قرآن کا دور ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو تہذیب و اخلاق کے بلند مراتب پر پہنچانے اور حیوانیت سے اُٹھا کر بلند مقام پر پہنچانے اور خدائی اخلاق اس کے اندر پیدا کرنے کا ایک موثر ترین ذریعہ ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ایک چوتھی بات جو اس کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی کا وہ پہلو ہے جو خدا کے خاص بندوں کی زندگی میں پایا جاتا ہے، اپنی بھوک اور پیاس سے ایک مفلس محتاج کی بھوک اور پیاس کا اندازہ کر کے اس کی اعانت کرنا اسکو کھانا دینا اس کی زندگی کو سنوارنے کے لئے جود و سخا سے کام لینا، ایک روزہ دار کا وہ عمل ہے، جو اس کی تکمیل نفس اور تہذیب اخلاق کا بہترین ذریعہ ہے گویا ایک روزہ دار کی زندگی ایک طرف تعظیم لامر اللہ کا بلند ترین نمونہ ہے اور دوسری طرف شفقت علیٰ خلق اللہ کا بہترین مظاہرہ پیش کرتی ہے اور یہی اسلام کا حقیقی خلاصہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ حدیثوں کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ رمضان کے دنوں میں نہ صرف روزہ رکھنے میں ایک خاص مستعدی کا اظہار فرماتے تھے، بلکہ قیام لیل میں بھی معمول سے بڑھکر حصہ لیتے اور جود و سخا میں اجود الناس (تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی) ہو جاتے تھے۔

کیا یہ نمونہ اور رمضان کے یہ اثرات ہماری زندگیوں میں بھی پائے جاتے ہیں؟ کیا ہم بھی رمضان کے مہینہ میں بھوکے اور پیاسے رہ کر دوسروں کی بھوک اور پیاس کا کچھ اندازہ لگا سکتے، کچھ ان کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا برتاؤ کر سکتے ہیں؟ کیا ہم بھی روزہ رکھکر جھوٹ اور مکر و فریب اور لڑائی جھگڑے سے محترز رہتے اور ارشاد نبوی کے ماتحت نزاع و مخاصمت کو یہ کہکر ٹال سکتے ہیں کہ "میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس لئے میں جھگڑے سے معذور ہوں" کیا ہم بھی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر تہجد پڑھتے اور قرآن کا دور کرتے ہیں؟ اور نرا سحری کھانے اور پیٹ بھرنے کو ہی رات کے اُٹھنے کا حقیقی مقصد تو نہیں سمجھتے؟

کاش ایسا ہوتا تو یہ کہنا کوئی مبالغہ نہ سمجھا جاتا کہ مسلمان کی زندگی آج بھی تہذیب اخلاق انسانی کا بلند ترین نمونہ پیش کرتی ہے۔ یہ فی الواقعہ مبالغہ نہ تھا، صحابہؓ کی زندگیاں ایسی بلند ترین نمونہ کی حامل تھیں۔ اسی بلند ترین نمونہ کی وجہ سے وہ تمام دنیا پر چھا گئے اور اخلاقی پستی اور ظلمت و تاریکی میں دبی ہوئی دنیا کو تہذیب و اخلاق کے بلند مینار پر کھڑا کر دیا اور رمضان کی مشقت بھری زندگی بڑے بڑوں کی ہدایت و رہنمائی کا موجب ہوئی،

آج پھر رمضان کا مہینہ ہم پر آیا ہے اور اسی تہذیب و اخلاق کا ہم سے مطالبہ کر رہا ہے، جو اس کے تیس روزوں کا حقیقی منشا ہے۔ احمدی قوم کو اللہ تعالیٰ نے روزوں کے مقصد کے پورا کرنے کیلئے بہت سے مواقع عطا کئے اور اللہ کا شکر ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ کامیاب ثابت ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کان اجود الناس و اجود ما یکون فی رمضان احمدی قوم کی زندگیوں میں نمایاں طور پر کام کرتی ہوئی نظر آتی ہے، آئے دن قربانی اور ایثار اور خدا کے دین کے لئے جود و سخا کے ایسے ایسے نمونے اس قوم نے دکھائے ہیں کہ ان کی نظیر موجودہ دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ عام قربانیوں کے علاوہ خاص طور پر قربانی اور رمضان میں اس سے کام لینا تو قوم کا شعار بن چکا ہے۔ اس سال پھر ان سے ایک ایسا ہی مطالبہ کیا گیا ہے، ووکنگ مسلم مشن جو یورپ میں اعلائے کلمۃ اللہ کا کام کر رہا ہے ۶۵ ہزار روپیہ کے خسارہ میں ہے، اس خسارہ کو پورا کرنا اور خدا کے دین کے رستہ سے مالی مشکلات کو دور کرنا اسی قوم کا کام ہے جو حضرت مجدد وقت نے پیدا کی، حضرت امیر ایدہ اللہ نے آپ سے کم از کم دس دس یوم کی آمد طلب کی ہے، اُٹھئے اور اس رمضان میں اس اپیل کو پورا کر کے اجود ما یکون فی رمضان کا منظر ایک دفعہ پھر دنیا کو دکھا دیجئے کہ اسی میں آپ کی دینی و دنیوی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

نقد و نظر

چمن

اس نام سے ایک چھوٹا سا ماہوار رسالہ ایم افضل صاحب کی ادارت میں سیالکوٹ سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جس میں بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں مفید معلومات، کارٹون، ان کی ذہانت کو تیز کرنے اور سوچ و بچار پیدا کرنے کے لئے مختلف سوالات اور پہیلیاں وغیرہ درج ہوتی ہیں۔ لکھائی چھپائی اگرچہ جاذب نظر نہیں لیکن مضامین کے لحاظ سے رسالہ مفید ثابت ہوگا۔

قیمت سالانہ دو روپیہ، منیجر صاحب چمن سیالکوٹ سے طلب کیجئے۔

مظلوم کشمیر

اس نام سے ایک ہفت روزہ اخبار سید مبارک گیلانی کے زیر ادارت لاہور سے جاری ہوا ہے، جس کی غرض کشمیری مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ان کی آواز کو دنیا میں پہنچانا اور ڈوگرہ راج سے آزادی اور پاکستان سے الحاق کی تائید و حمایت کرنا ہے۔

پہلے دو نمبروں میں جو ہمارے سامنے ہیں ان مقاصد کی تائید میں متعدد مضامین اور نظمیں شائع ہوئی ہیں، جو ہر طرح مفید اور کشمیری مسلمانوں کے فائدہ کا موجب ہو سکتی ہیں۔ بھارتی کشمیر کی حکومت کی خرابیوں کا بھی ذکر ہے جن کی وجہ سے کشمیر مسلمانوں کو سخت ترین مصائب کا سامنا ہے سر ڈکسن کی آمد پر پیش آنے والے واقعات اور شیخ عبداللہ کی حکومت پر ان کا ردعمل اچھے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے، غرض یہ اخبار کشمیری مسلمانوں کے لئے ہر طرح مفید ہے۔

قیمت سالانہ آٹھ روپیہ۔
پتہ:- ۲۸ عبدالکریم روڈ۔ لاہور

وزیر آباد میں ایک مبارک تقریب

جب سے قبلہ جناب ڈاکٹر وزیر احمد صاحب قریشی وزیر آباد میں تشریف لائے ہیں اس وقت سے جماعت میں ایک روح پیدا ہوگئی ہے آپ ہمیشہ جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھکر حصہ لیتے ہیں۔ ۴ رمئی کو انہوں نے ایک دعوت کا اہتمام کیا جس میں ملٹری کے آٹھ ڈاکٹر مدعو تھے جن میں ایک کرنل، ایک میجر، باقی کیپٹن اور لفٹنٹ تھے۔ اس دعوت میں حضرت قبلہ مولوی صدرالدین صاحب کو لاہور سے بلایا گیا تھا۔ حضرت قبلہ مولنا باوجود علالت طبع کے لاہور سے تشریف لائے۔ اور رات کے کھانے میں شامل ہوئے۔ جماعت کے دوسرے ایک دو دوست بھی مدعو تھے۔ حضرت مولنا نے اپنے پُرلطف کلام سے حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ جس میں حضرت مولنا نے ولایت اور جرمن میں تبلیغ کے واقعات سنائے۔ بعدہ ان سب کے پتہ نوٹ کئے گئے، جو کہ انجمن میں ارسال کئے گئے ہیں۔ اور تحریک کی گئی ہے۔ کہ ان کی انجمن کا لٹریچر ارسال کیا جاوے۔ یہ مبارک تقریب رات کے ساڑھے دس بجے اختتام پذیر ہوئی۔

عزیز شورہ کو صدمہ

ہمارے عزیز دوست عبدالعزیز صاحب شورہ مدیر "دہقان" سرینگر کو ان دنوں پے در پے دو موتوں کا صدمہ اُٹھانا پڑا ہے۔ (۱) ۲ رمئی کو ان کے والد ماجد خواجہ غلام نبی صاحب اچانک حرکت قلب بند ہونے سے رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ (۲) ۲۳ رمئی کو عزیز صاحب کی اہلیہ محترمہ ہمیشہ کیلئے داغ جدائی دے گئیں مرحومہ اپنے پیچھے تین سال اور چھ سال کے دو بچے چھوڑ گئیں، ہمیں ان صدمات میں اپنے محترم بھائی سے دلی ہمدردی ہے اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب مرحومین کے جنازہ غائبانہ پڑھیں

اخبار و افکار

زندہ مذہب

نیویارک کے ڈاکٹر چارلس ایسوی کا ایک مقالہ مسیحی رسالہ "مسلم ورلڈ" میں شائع ہوا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ

" اسلام صرف بہت پھیلا ہوا مذہب ہی نہیں بلکہ بڑا زندہ مذہب بھی ہے وہ نہ صرف اپنے پیروؤں پر اپنی گرفت قائم کئے ہوئے ہے بلکہ ان میں روز بروز ترقی بھی ہو رہی ہے اس کا تبلیغی پہلو کبھی بھی ضعیف نہیں رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس وقت بھی جب مسلم سلطنتوں کے سیاسی ضعف کا بدترین زمانہ سے یعنے آٹھویں اور نویں صدی اسے افریقہ کے استوائی علاقوں اور جنوبی مشرقی ایشیا میں اسے نمایاں کامیابیاں حاصل ہو چکی ہیں، بلکہ آج بھی حاصل ہو رہی ہیں "

یہ ایک مسیحی فاضل کی شہادت ہے جو پادری ڈیمر جیسے دشمن اسلام کے رسالہ میں شائع ہوئی ہے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا آج ان دشمنوں کو بھی اعتراف ہے، بہتر ہوتا اگر اس کیساتھ مسیحیت کی اس مردنی اور ناکامی کا حال بھی بیان کر دیا جاتا جو اسے خود مسیحی دنیا میں حاصل ہو رہی ہے۔ اسلام کی یہ کامیابیاں حضرت مجدد وقت کی صداقت کی ایک زندہ دلیل ہیں جو اس زمانۂ انحطاط میں لیظہرہ علی الدین کلہ کا دعوے لے کر کھڑے ہوئے۔

جماعت اسلامی کا پروگرام

کچھ عرصہ سے جماعت اسلامی نے جو طریق کار اختیار کر رکھا ہے اس سے یہ نظر آ رہا تھا کہ یہ جماعت مذہب کی آڑ میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں کوشاں ہے یہ قیاس اس پریس کانفرنس سے صحیح ثابت ہو گیا جو ۱۵ جون کو اس جماعت نے امیر مولنا مودودی نے کی، اس کانفرنس میں یہ بتاتے ہوئے کہ قرارداد مقاصد کے بعد پاکستان ایک اسلامی ریاست بن چکی ہے، اس بات پر زور دیا گیا کہ اب حکومت کو اسلامی بنانے کی غرض سے مرکزی اور صوبائی مجالس قانون ساز کے لئے فوری عام انتخابات ضروری ہیں، تاکہ موجودہ برسراقتدار گروہ کی نسبت زیادہ صالح مسلمانوں کو ملکی اختیار سونپا جا سکے۔ مودودی صاحب کے بیان کے مطابق یہ مطالبہ اس لئے کیا گیا ہے کہ پاکستان کے حکمران ایسے فسطائی حربے استعمال کر رہے کہ آئندہ جمہوری طریقوں سے حکومت کو بدلنا مشکل ہوگا اور یہ لوگ قرارداد مقاصد کو بھی عملی جامہ پہنانے کے اہل نہیں"

انتخابات کا ذکر کرتے ہوئے مودودی صاحب نے کہا کہ "اسلامی جماعت انتخابات میں حصہ لے گی لیکن کسی شخص کو جماعت کی جانب سے نامزد نہیں کرے گی وہ ہر اس امیدوار کی حمایت کرے گی جسے سب لوگ مل کر صالح تر قرار دیں گے۔ مگر کسی دوسری سیاسی جماعت کا امیدوار صالح نہیں ہو سکتا" اسی طرح جاگیرداری نظام کے متعلق مودودی صاحب نے کہا کہ میں جاگیرداری کو حرام نہیں سمجھتا، ہاں جو جاگیریں ناجائز طور پر حاصل کی گئی ہیں وہ ٹھیک نہیں ہیں، لیکن جب تک اس امر کی پوری تحقیق نہ کر لی جائے جاگیرداری کی تنسیخ کا اعلان نہ ہونا چاہیئے

مودودی صاحب نے اس بات پر بھی زور دیا کہ پاکستان کی اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کی مجلس قانون ساز الگ ہونی چاہیئے، انہوں نے لیاقت نہرو معاہدہ کو ایک مبارک کوشش قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ اقدام ناکافی ہے اس سے بھی آگے بڑھنے کی ضرورت ہے،

بھول بھلیاں

مودودی صاحب کے بیانات جیسا کہ عام طور پر اسلامی پریس نے محسوس کیا ہے ایک بھول بھلیاں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پاکستان اسلامی ریاست بھی بن چکی ہے لیکن حکومت اسلامی نہیں، پھر انتخابات میں حصہ لینے کا عزم بھی ہے اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جماعت اسلامی خود تو کوئی امیدوار کھڑا نہیں کرے گی لیکن دوسرے امیدواروں میں سے صالح تر امیدوار کی حمایت کرے گی، اور جب پوچھا گیا کہ جماعت اسلامی سے باہر بھی کوئی صالح امیدوار ہو سکتا ہے تو جواب دیا گیا کہ نہیں کسی دوسری سیاسی جماعت کا امیدوار صالح نہیں ہو سکتا، ایسا ہی غیر مسلموں کی الگ مجلس قانون ساز بھی بنانے کا خیال ظاہر کیا گیا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ آیا تمام غیر مسلموں کی ایک ہی مجلس قانون ساز ہوگی یا ہر مذہب والے اپنی الگ الگ مجلس قانون ساز بنائیں گے عیسائیوں کی الگ ہوگی اور ہندوؤں کی الگ پارسیوں کی الگ وعلیٰ ہذا القیاس، غور کرنا چاہیئے کہ اس طریق سے پاکستان کی اسلامی ریاست کی حیثیت کہاں باقی رہ جائے گی۔

غرض جس پہلو سے دیکھا جائے امیر جماعت اسلامی کا بیان ایک بھول بھلیاں سے بڑھکر حیثیت نہیں رکھتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کو خود بھی ان باتوں کے متعلق پوری روشنی حاصل نہیں جو انہوں نے بیان کی ہیں۔ پھر سمجھ نہیں آتا وہ ان کو پریس کانفرنس میں کیوں لیکر آئے،

بہرحال جماعت اسلامی کے اس پروگرام سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ وہ محض ایک سیاسی جماعت ہے، اور مذہب سے اسی قدر لگاؤ رکھتی ہے، جس قدر اپنے سیاسی پروگرام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہو،

نارووال کا قضیہ

خدا کا شکر ہے کہ حکومت پنجاب کی بروقت مداخلت اور اکابرین مسلم لیگ کی کوششوں سے نارووال کا وہ قضیہ نامرضیہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا، جو احراری فتنہ پردازی کی وجہ سے شیعہ وسنی تنازعات کی آگ کو بھڑکانے کا موجب ہوا تھا، ہم شیعہ حضرات کو اس موقعہ پر خاص طور پر مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے اس فرضی وقار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو فتنہ کی آگ کو زیادہ مشتعل کرنے کا موجب ہو جاتا ہے، مصالحانہ کوششوں کو کامیاب بنانے میں نمایاں امداد کی۔

اس کے ساتھ ہی ہم ارباب حکومت سے عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس تمام قضیہ کی تہ میں جو شرارت کی چنگاری کام کر رہی ہے، وہ ان کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ جماعت احرار کی سلگائی ہوئی ہے، اس جماعت کو اپنے ذاتی مفاد کے مقابلہ میں جو آئندہ انتخابات سے تعلق رکھتے ہیں، نہ مسلمانوں میں فتنہ ونزاع پیدا کرنے میں کوئی عار ہے اور نہ پاکستان کا کوئی پاس و لحاظ، پاکستان کمزور ہو، تباہ ہو جائے ان کی بلا سے مسلمان باہم لڑ جھگڑ کر تباہ ہو جائیں۔ ہندوؤں کے غلام بن جائیں۔ ان کو پرواہ نہیں، ان کو فتنہ و فساد پیدا کرنے میں ہی فائدہ ہے، اس لئے وہ ایسا ہی کرتے رہیں گے کیا ارباب حکومت کے نزدیک اس جماعت کو ان لوگوں پر کوئی ترجیح حاصل ہے، جن کی حرکات غنڈا ایکٹ پاس کرانے کا موجب ہو رہی ہیں۔

مداخلت فی الدین

معاصر "صدق" رقمطراز ہے کہ بمبئی کے سرکاری گزٹ میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ:-

" ۱۹۴۶ء میں بھارت میں قانون امتناع دو زوجگی جو ہندوستان کیلئے پاس ہوا تھا وہ اب مسلمانوں پر بھی نازل کیا جائیگا اس لئے کہ بقول سرکاری گزٹ دو زوجگی اگر ہندوؤں کے لئے جرم ہے تو سیکولر حکومت میں کوئی وجہ نہیں کہ وہ دوسرے مذہب والوں کے لئے بھی جرم نہ ہو اور اس کے بعد دوسری خبر لکھنؤ سے شائع ہوئی کہ صوبہ (یو۔ پی) کی سرکار بھی اس باب میں بمبئی کے نقش قدم پر چلنے والی ہے "

معاصر ممدوح نے اس بارہ میں اکابر جمعیتہ العلما کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

" مداخلت فی الدین کی کھلی ہوئی مثال اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی، انگریزی دور میں اس قسم کی کوئی تحریک ہوتی تو سارے ملک میں ایک آگ سی لگ جاتی اور آپ ہی حضرات اس احتجاج شورش کی رہنمائی کرتے ہوتے، پھر کیا آج احکام شریعت خدانخواستہ کچھ اور ہو گئے ہیں؟ اور دین سے وفاداری کے مطالبات وہ نہیں رہ گئے جو ابھی کل تک تھے؟"

دیکھیں "اکابر جمعیتہ العلماء" اس کا کیا جواب دیتے ہیں، اور انگریزوں سے جہاد کو ضروری سمجھنے والے غیرتمند مسلمان آج ہندوؤں کی لادینی حکومت کی مداخلت فی الدین کو کس طرح برداشت کرتے ہیں۔

ایک افسوسناک واقعہ

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے پڑھی جائیگی کہ ہمارے مکرم و محترم دوست مولانا مرتضیٰ خان صاحب کے ہاں مسلم ٹاؤن میں ۱۶ و ۱۷ جون کی درمیا ... کی ہو گئی۔ چند رات کے درمیانی حصہ میں کھڑکی توڑ کر مکان کے اندر داخل ہو گئے اور دو بڑے بڑے ٹرنک جن میں

حضرت مرزا صاحب کی طرف سے تفسیر نویسی میں مقابلہ کا بار بار چیلنج اور علماء زمانہ کی بے بسی

جناب مولانا شیخ عبد الرحمن صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت مرزا صاحب کے آنے کی غرض

گذشتہ مضمون میں بتلایا جاچکا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام علماء عظام کو قرآن کریم کے معارف و حقائق کے بیان میں مقابلہ کا چیلنج دیا اور ساتھ ہی اپنا الہام شائع کرتے ہوئے یہ پُر تحدی پیشگوئی کر دی کہ یہ علماء ہرگز مقابلہ میں نہیں نکل سکیں گے اور اپنے عجز سے اپنی ذلت پر مہر لگا دیں گے چنانچہ یہ پیشگوئی بڑی صفائی کے ساتھ پوری ہو گئی علماء کی تمام قوتیں سلب ہو گئیں ان کے علم کے تمام دعاوی خاک میں مل گئے۔ ایک ایسا شخص جسے وہ علوم عربیہ سے جاہل اور علوم دینیہ سے نابلد محض قرار دیتے تھے میدان میں کھڑا ھل من مبارز کے نعرہ کے ساتھ انہیں للکار رہا ہے لیکن وہ خاموش کھڑے ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے ہیں اور مقابلہ میں نکلنے کی ایک بھی جرأت نہیں کرتا کیا یہ منظر صاف نہیں بتلاتا کہ علماء زمانہ کو نہ تو اپنے متقی ہونے کا یقین تھا اور نہ آیت واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ پر ایمان تھا ورنہ وہ ایسے شخص کے مقابلہ میں آنے سے جسے وہ نعوذ باللہ مفتری اور دجال اور مضل یقین کرتے تھے کس طرح پس و پیش کر سکتے تھے۔ کیا وہ ایک طرف قرآن کریم میں مومنوں کی شان یہ نہ پڑھتے تھے ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم وانتم الاعلون ان کنتم صادقین الا ان حزب اللہ ھم الغالبون اور دوسری طرف کیا مضلین کے متعلق یہ آیت ان کی نظر سے مخفی تھی ما کنت متخذ المضلین عضدا یعنی میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا بازو نہیں بناتا نیز کیا یہ آیت ان کی نظر سے نہ گذری تھی الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون پس جبکہ ایک طرف مومنوں کی نصرت اور ان کے غلبہ کی صریح بشارت اور ان کی تائید کا کھلا کھلا وعدہ موجود تھا اور دوسری طرف گمراہ کنندوں اور شیطان کے پیرووں کی ناکامی کا واضح اعلان موجود تھا تو پھر یہ علماء حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون کا مصداق کیوں بنے رہے کیا انہیں قرآن مجید کے وعدوں کی سچائی پر ایمان نہ تھا۔

باوجود بار بار کی للکار اور غیرت کو اُبھارنے والے الفاظ کو سن کر بھی چیلنج کو قبول کرنے میں خاموشی اختیار کرنا کیا ایک عقلمند کو اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور نہیں کرتا کہ فی الحقیقت ان علماء کے دل میں الٰہی وعدوں کی سچائی پر حقیقی ایمان موجود نہ تھا اور یہی حقیقی ایمان کی کمی تھی جس کو دور کرنے کے لئے حضرت مرزا صاحب جیسے انسان کی بعثت کی ضرورت پیش آئی رسمی اور لفظی ایمان تو بیشک موجود تھا لیکن وہ صرف زبانوں تک ہی محدود تھا دلوں تک اُترنے سے وہ قاصر تھا پس وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث کی موجودگی میں ہمیں کسی مجدد کو ماننے کی کیا ضرورت ہے، وہ سن لیں اور کان کھول کر سن لیں کہ ایمان کو زبانوں سے دلوں تک اتارنے اور اس کو رسمی سے حقیقی اور مبنی بر بصیرت ایمان میں تبدیل کرنے کے لئے ہی مامور الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کو ماننے کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ ماننے والے کو اطمینان قلب عطا کرنے والا ایمان نصیب ہو جاتا ہے اور اس کی حالت قال سے حال میں تبدیل ہو جاتی ہے دینی عقائد کے متعلق جو کچھ وہ منہ سے نکالتا ہے وہ بصیرت کی بناء پر نکالتا ہے وہ اگر کہتا ہے کہ خدا موجود ہے تو اس کے قول کی بناء مشاہدہ پر ہوتی ہے جبکہ دوسروں کے قول کی بناء محض رسمی عقیدہ پر ہوتی ہے وہ جب کہتا ہے کہ محمد صلعم خدا کے رسول برحق اور خاتم النبیین ہیں تو وہ محض اس لئے نہیں کہتا کہ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے بچپن سے یہ الفاظ اس کے کانوں میں پڑتے چلے آئے ہیں بلکہ وہ اس لئے اس کا اقرار کرتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی رسالت اور ختم نبوت کے آثار کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے اسی طرح ہر دینی مسئلہ پر اس کا ایمان بصیرت کی بناء پر ہوتا ہے، یہی انقلاب ہے جو حضرت مرزا صاحب نے آکر پیدا کیا ان کے ماننے والوں کو نجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور ملا جس کی روشنی میں وہ تمام دینی امور کو حل کرتے اور خدا کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے کمربستہ رہتے تھے پس اگر کسی مسلمان کہلانے والے کو اس دولت کی ضرورت ہے تو یہ صرف آج حضرت مرزا صاحب کے پاس ہی ہے انہی کے دامن کے ساتھ وابستہ ہونے سے یہ دولت ملتی ہے اور بڑی وافر ملتی ہے۔ دوسرے تمام فرقوں میں اس دولت کا فقدان ہے۔ یہی وہ مال ہے جس کو لٹانے کے لئے مسیح موعود کی بعثت مقدر تھی سو جس کا دل چاہتا ہے وہ اس مال سے اپنی جھولیاں بھر لے

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے (مسیح موعود)

اور وہ لوگ جو اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے وہ بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ بیشک قرآن شریف کا ماننا محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت پر ایمان لانا ایک نعمت ہے لیکن ان پر حقیقی ایمان اس سے بھی بڑھکر نعمت ہے اور مومن اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت سے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا ایسے دوستوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور اسی طرح اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام کے جواب سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیا حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گریں اور حضرت ایوبؑ انہیں جمع کرنے لگ گئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے میرے بندے ایوب کیا تمہارے پاس میرا دیا ہوا کافی نہیں کہ تو ان کو جمع کرنے میں لگ گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ لا غنیٰ لی عن برکتک یعنی تیری کسی برکت سے بھی ہم مستغنی نہیں۔

پس جبکہ خدا کے نبی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں سمجھتے بلکہ ہر وقت اپنے آپ کو انکا محتاج پاتے ہیں تو ہم کمزور بندے کس طرح ان نعمتوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں پس یہ اللہ تعالیٰ کے حضور گستاخی اور اس کی نعمت کی ناقدری ہے کہ وہ تو ہمارے نفوس کی اصلاح اور ہمارے قلوب کو اپنے نور سے منور کرنے کے لئے اپنی جناب سے یہ انتظام کرے کہ ایک شخص کو اس نور کی تقسیم پر متقرر کرے اور وہ لوگوں کو بار بار بلاتے بھی کہ آؤ اور نور لے لو۔ لیکن ہم اس کی طرف سے عدم توجہی اور اعراض کریں اور اس کی طرف سے بے توجہگی اور بے پرواہی کو کام میں لائیں ایسے آدمی کا آیت وان کفرتم ان عذابی لشدید کے ماتحت جو انجام ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہی ہے۔

گریز کمزوری ایمان کے باعث ہی تھا

شاید کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ علماء کا مقابلہ سے گریز کرنا کمزوری ایمان کے باعث نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی طرف توجہ دینا ہی مناسب نہیں سمجھا یہ خیال واقعات کی روشنی میں بالبداہت غلط ہے حضرت مرزا صاحب کے دعوے کی طرف علماء نے اس حد تک توجہ دی کہ مخالفت میں ان کی تعلیمیں گھس گئیں تقریریں کرتے کرتے ان کے حلق بیٹھ گئے لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کی طرف جانے سے روکنے کے لئے کوچہ بہ کوچہ شہر بہ شہر پھرتے پھرتے ان کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے فتوے لگاتے لگاتے سچائی کو بھی خیرباد کہہ دیا۔ پس عدم توجہگی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے صرف ایک ہی وجہ مقابلہ میں نہ آنے کی ہو سکتی ہے اور وہ یہی کہ خود وہ اپنے اندر مقابلہ کی طاقت نہ پاتے تھے اور خدا کی نصرت پر انہیں ایمان نہ تھا اور نہ وہ اپنے آپ کو اس نصرت کا مستحق پاتے تھے بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ

مولوی محمد حسین صاحب و دیگر علماء کو ایک اور چیلنج

مندرجہ بالا چیلنج پر جب قریباً سوا سال گذر گیا اور علماء کے رویہ میں کوئی تغیر پیدا نہ ہوا یعنی نہ ہی انہوں نے خدائی نشان کے سامنے سر جھکایا اور نہ ہی اپنے علم و فضل کے متعلق ڈینگیں مارنے اور حضرت مرزا صاحب کو نعوذ باللہ جاہل مطلق اور دجال و کذاب وغیرہ قرار دینے اور اس طرح لوگوں کو بہکانے اور حضرت مرزا صاحب کی طرف آنے سے روکنے سے باز آئے تو حضور نے ۲۰ مارچ ۱۸۹۳ء کو ایک اور اشتہار نکالا اور اس میں تمام مکفر علماء کے سرغنہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو فصیح عربی میں بالمقابل قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کے لئے چیلنج کیا اور انہیں اجازت دی کہ وہ اپنے ساتھ میاں شیخ الکل یعنی سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور دیگر مشاہیر علماء کو بھی ملا لیں اس کے متعلق حضور کے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"ایک روحانی نشان جس سے ثابت ہوگا کہ یہ عاجز صادق اور خدا

تعالےٰ سے مؤید ہے یا نہیں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اس عاجز کو کاذب اور دجال قرار دینے میں صادق ہے یا خود کاذب اور دجال ہے۔

عاقل خود سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں اور جو خاص ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو۔ جیسا کہ آیت لا یمسہ الا المطہرون اور آیۃ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیرا بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کے لئے کھلی کھلی نشانی ہوگی۔ اور اس فیصلہ کے لئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کے لئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کے لئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جائے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفا عبارت میں قلمبند ہو۔ اور دس جزو سے کم نہ ہو۔ اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارات کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔ اور با ایں ہمہ اصل قرآنی تعلیم سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے۔ اور فریقین کو اس کام کے لئے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سناویں پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق اور معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔ اور شیخ محمد حسین کا حق ہوگا کہ اس وقت اس عاجز کے گلے میں رسہ ڈال کر یہ کہے کہ اے کذاب اے دجال اے مفتری آج تیری رسوائی ظاہر ہوئی اب کہاں ہے وہ جس کو تو کہتا تھا کہ میرا مددگار ہے۔ اب تیرا الہام کہاں ہے اور تیرے خوارق کدھر چھپ گئے۔ لیکن اگر یہ عاجز غالب ہوا تو پھر چاہیئے کہ میاں محمد حسین اسی مجلس میں کھڑے ہو کر ان الفاظ سے توبہ کرے کہ اے حاضرین آج میری روسیاہی ایسی کھل گئی کہ جیسا آفتاب کے نکلنے سے دن کھل جاتا ہے اور اب ثابت ہوا کہ یہ شخص حق پر ہے اور میں ہی دجال تھا۔ اور میں ہی کذاب تھا۔ اور میں ہی کافر تھا اور میں ہی بیدین تھا۔ اور اب میں توبہ کرتا ہوں۔ سب گواہ رہیں بعد اس کے اسی مجلس میں اپنی کتابیں جلا دے اور ادنےٰ خادموں کی طرح پیچھے ہو لے۔

صاحبو! یہ طریق فیصلہ ہے جو اس وقت میں نے ظاہر کیا ہے۔ میاں محمد حسین کو اس پر سخت اصرار ہے کہ یہ عاجز عربی علوم سے بالکل بے بہرہ مطلق کودن اور نادان اور جاہل ہے اور علم قرآن سے بالکل بے خبر ہے اور اللہ تعالےٰ سے مدد پانے کے تو لائق ہی نہیں کیونکہ کذاب اور دجال ہے اور ساتھ اس کے ان کو اپنے کمال علم اور فضل کا بھی دعویٰ ہے۔"

ہر عقلمند مندرجہ بالا تحریر کو پڑھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو جائیگا جب دیکھے گا کہ ایک طرف تو علماء حضرت مرزا صاحب کو ان کے دعاوی میں جھوٹا اور قرآنی علوم میں جاہل اور نادان ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں اور دوسری طرف جب خود حضرت مرزا صاحب ان کے ہاتھ میں ایسا حربہ دیتے ہیں جس سے یہ علماء بآسانی آپ کے دعاوی کی تمام عمارت کو یکدم گرا سکتے ہیں تو یہ اس طرح منہ چھپاتے ہیں کہ گویا یہ کبھی دنیا میں تھے ہی نہیں کس قدر واضح الفاظ میں حضرت مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ مقابلہ میں شکست زیر ہونے بلکہ مساوی رہنے کی صورت میں بھی وہ اپنے تمام دعاوی سے دست بردار ہو جائیں گے اور اپنی تمام کتب کو جلا دیں گے لیکن حضرات علماء اس آسان طریق کو اختیار کرنے سے بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں کیا یہ امر اس بات پر صاف دلالت نہیں کرتا کہ یہ علماء حضرت مرزا صاحب کے علم کے متعلق منہ سے جو چاہیں کہہ لیں لیکن ان کے علم کی برتری اور اس کے منجانب اللہ ہونے کے دل سے قائل تھے اور اس بات پر انہیں کامل یقین تھا کہ مقابلہ کیا نہیں اور ذلیل ہوئے نہیں۔

دوسری پیشگوئی

پہلے چیلنج میں بھی ایک الہام کی بناء پر ان علماء کی ذلت کی پیشگوئی واضح الفاظ میں کی گئی تھی اور اس چیلنج میں بھی پہلے سے بھی واضح الفاظ میں ان کی ذلت کی پیشگوئی کی گئی ہے لیکن پھر بھی علماء کی رگ حمیت نہیں پھڑکتی، کم از کم اس خیال سے ہی مقابلہ میں نکلتے کہ اس شخص کے الہام کو ہی جھوٹا ثابت کر دیں بہرحال پیشگوئی کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور با ایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ اُدعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لئے دعا کروں آج جو ۲۹ شعبان سنہ ۱۳۱۰ھ ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا تعالےٰ نے دعا کے لئے دل کھول دیا۔ سو میں نے اس وقت اسی طرح سے رقت دل سے اس مقابلہ میں فتح پانے کے لئے دعا کی اور میرا دل کھل گیا اور میں جانتا ہوں کہ قبول ہو گئی اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک وہ اسی موقع کے لئے ہوا تھا۔ میں نے اس مقابلہ کے لئے چالیس دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔ اب صاحبو! اگر میں اس نشان میں جھوٹا نکلا یا میدان سے بھاگ گیا یا کچھ بہانوں سے ٹال دیا تو تم سارے گواہ رہو کہ بیشک میں کذاب اور دجال ہوں۔ تب میں ہر یک سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ کیونکہ اس موقعہ پر ہر یک پہلو سے میرا کذب ثابت ہو جائے گا اور دعا کا نامنظور ہونا کھل کر میرے الہام کا باطل ہونا بھی ہر یک پر ہویدا ہو جائے گا لیکن اگر میاں بٹالوی مغلوب ہو گئے تو ان کی ذلت اور روسیاہی اور جہالت اور نادانی روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی"

کیا کوئی رجل رشید ہے جو ان حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرے اور فرستادہ الٰہی کے دامن کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر کے سعادت دارین حاصل کرے۔

تیسرا چیلنج خصوصیت سے مشائخ کو

اگرچہ اتمام حجت کے لئے پہلے چیلنج ہی کافی تھے لیکن حالات کا تقاضا مزید اتمام حجت کو چاہتا تھا اس لئے آپ نے اس غرض کے لئے اسی سال یعنی ۱۸۹۳ء میں ہی ایک اور اشتہار بنام مسلمانان ہند یعنی ان سب کی طرف جو مختلف مذاہب کے اسلامی فرقے ملک ہند میں موجود تھے شائع کیا جس کی عبارت کا ایک حصہ حسب ذیل ہے:۔

"اب اس اشتہار میں اس حجت کو آپ لوگوں پر پورا کرنا مقصد ہے کہ وہ مسیح موعود درحقیقت یہی عاجز ہے۔ قرآن کریم کو کھولو اور توجہ سے دیکھو کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے۔ اور اگر اس عاجز کے بارے میں شک ہو تو ایک فیصلہ نہایت آسان ہے۔ کہ ہر ایک شخص آپ لوگوں میں سے جس کا مرید ہے اسکو اس عاجز کے مقابل پر کھڑا کرے تا صداقت کا نشان دکھلانے میں وہ میرے ساتھ مقابلہ کر سکے۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر وہ مقابل پر آیا۔ تو اس سے زیادہ اس کی رسوائی ہوگی۔ جو حضرت موسےٰ کے مقابل پر بلعم کی ہوئی۔ اور اگر وہ مقابلہ منظور نہ کرے اور حق کا طالب ہو۔ تو خدا تعالےٰ اس کی درخواست پر اور اس کے حاضر ہونے سے نشان دکھلائے گا۔ بشرطیکہ وہ اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے مستعد ہو اور اگر اس اشتہار کے جاری ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پیر اور مشائخ اور مجتہد بدگوئی اور تحقیر سے باز نہ آویں اور اس عاجز کی صداقت کو قبول نہ کریں اور مقابلہ سے روپوش

(باقی برصفحہ ۔)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر — امت محمدیہ کے قیام کی اصل غرض ہے

حضرت امام زمان نے آج اپنی جماعت کو اس مقام پر کھڑا کیا ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ - کراچی - مؤرخہ ۹ جون ۱۹۵۰ء - مرتبہ شیخ عبد الحق

کلمۂ شہادت کی تلاوت کے بعد فرمایا:
کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ...... وتؤمنون باللہ۔

امت محمدیہ کے قیام کی غرض

اس مختصر سے جملہ میں امت محمدیہ کے قیام کی غرض بتلائی ہے اور مسلمانوں کو دنیا کی بہترین امت یا سب سے افضل امت قرار دیا ہے۔ مگر کیوں؟ "اخرجت للناس" اس لئے تم کو لوگوں کی بھلائی کے لئے۔ تمام دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ بھلائی کس رنگ میں ہے "تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر" کام کے لحاظ سے یوں کہ لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لئے کہتے رہو اور بُرے کاموں سے روکتے رہو اور ایمان کے لحاظ سے یوں "تؤمنون باللہ" اللہ پر تمہارا ایمان کامل ہو۔ تو معلوم ہوا کہ بہترین امت قرار دینا صرف تعریفی الفاظ ہی نہیں بلکہ ان الفاظ میں اس حقیقی کام کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جو اس امت محمدیہ کے سپرد کیا گیا۔ اگر مسلمانوں کو کوئی فضیلت دوسری قوموں پر ہو سکتی ہے تو صرف یہی ہو سکتی ہے کہ ان کا اللہ تعالےٰ پر ایمان بڑا زبردست اور مضبوط ہو، اتنا زبردست ایمان ہو کہ وہ دوسری قوموں میں یہ زبردست ایمان پیدا کر سکیں اور وہ دنیا میں نیکی پھیلانے اور بدی کو روکنے میں لگے رہیں اور فی الواقع کسی وقت اس امت نے یہ کام کر کے بھی دکھلا دیا۔ ایک بہت لمبے عرصہ تک یہ کام اس امت کا رہا۔ اور اس کام کے سبب سے امت محمدیہ نہ صرف خدا کے کلام میں ہی خیر امت کہلائی بلکہ یہی جملہ زبان خلق پر بھی جاری ہو گیا۔

مسلمانوں کی لاپرواہی

اگر آپ لوگ قرآن کریم کو پڑھیں گے تو معلوم ہو گا۔ کہ یہ اکیلی آیت ہی نہیں جس میں مسلمانوں کو ان کے قیام کی اصل غرض و غایت کی طرف توجہ دلائی گئی ہو۔ بلکہ قرآن کریم میں ایسی آیات کثرت سے ہیں۔ مثلاً دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا

یعنی ہم نے تم کو بڑے اعلےٰ درجے کی امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں کے پیشرو اور امام بنو جس طرح رسول تمہارا پیشرو ہے جس طرح رسول تمہارے لئے نیکی کا نمونہ ہے۔ اسی طرح پر تم دنیا کی قوموں کے لئے نیکی کا نمونہ بنو۔ ایسا ہی دوسرے مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔

یعنی جو حق امت محمدیہ کو پہنچا ہے، وہ آگے دوسروں کو پہنچاتے چلے جاتے ہیں یہ امت کا بہت بڑا بلند مقام تھا یہی امت محمدیہ کو دنیا میں پیدا کرنے کی غرض تھی۔ ...... آہ۔ اب موجودہ حالت گراوٹ کی کس قدر انتہا کو پہنچی ہے۔ کہ مسلمان اب اس سے بالکل لاپرواہ اور غافل ہو چکے ہیں۔

امام زماں کی پیدا کردہ جماعت

شاید ہماری جماعت کے لوگوں کے دلوں میں بھی یہ خیال گزرتا ہو۔ کہ ہم لوگوں نے بھی حضرت مرزا صاحب کا دامن پکڑ کر کیا لیا ہے۔ لوگ بُرا کہتے ہیں گالیاں دیتے ہیں۔ ہماری تحقیر و استہزا سے ان کو شرم محسوس نہیں ہوتی۔ بظاہر تو یہ درست معلوم ہوتا ہے۔ مگر خوب یاد رکھو۔ ہر انسان کے اندر ضمیر ہوتی ہے۔ اور اگر وہ ضمیر مر نہیں چکی تو پھر اس ضمیر کی آواز ہی درحقیقت ان تمام باتوں کا جواب ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے ہم کو جس کام پر لگایا۔ وہ ہی درحقیقت امت محمدیہ کا اصل مقصد تھا۔

جماعت احمدیہ کی اصل غرض

اس وقت صرف بنیادی امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اصل غرض جماعت بنانے کی جو حضرت مرزا صاحب نے سامنے رکھی وہ اعلائے کلمۃ اللہ اور قرآن کریم کو دنیا میں پہنچانا ہے اور یہ جس رنگ میں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے امت محمدیہ کو کھڑا کیا اسی رنگ کو قائم رکھنے کے لئے حضرت مرزا صاحب نے جماعت کو بنایا تا اسلام کی صداقت و حقانیت جلد از جلد واضح ہو جائے اور رسول اللہ صلعم کی صحیح تصویر دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ تو اب ایک طرف اس ذلت اور تحقیر کو رکھئے اور جس ذلت اور تحقیر سے مسلمان ہمیں دیکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے دلوں کو ٹٹولئے۔ کہ واقعی ہم لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کا دامن پکڑ کر کوئی اچھا کام کیا ہے۔ یا بُرا۔ اگر ضمیر کی آواز یہ ہو۔ کہ ہم نے واقعی طور پر اللہ اور اس کے رسول کا ہی کام کیا ہے۔ تو پھر غور کرو کہ اس کی سعادت اور نیکی کے عوض گالیوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے امت محمدیہ کو خیر امت قرار دیا ہے۔ وہی خوبیاں حضرت مرزا صاحب کی بدولت تم کو مل جائیں گی تو پھر ہنسی یا استہزا سے تمہارا کیا بگڑتا ہے۔

لوگوں کا گالیاں دینا بے حقیقت بات ہے

انسان کی ضمیر کی آواز بشرطیکہ فطرت صحیح ہو۔ خدا کی آواز ہوتی ہے۔ لوگوں کا ہم کو بُرا کہنا چند روزہ اور بے حقیقت بات ہے۔ وہ وقت بھی یقیناً آنے والا ہے کہ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ساری دنیا اس امر پر فخر کرے گی کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے یہ کیا کہ اپنوں کی گالیاں برداشت کر کے ہر ایک قسم کی ذلت و رسوائی کو قبول کر کے اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا رکھا۔ جس مقام پر کھڑا رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے اس امت کو پیدا کیا تھا۔ غور کر کے دیکھ لو۔ یہ معاوضہ ہے تمام قسم کی گالیوں، ذلت اور تحقیر کا جو مسلمان بھائی ہم سے لاعلمی سے روا رکھ رہے ہیں اگر آپ کے دل میں اطمینان موجود ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام کر رہے ہیں تو پھر یہ سب بے حقیقت چیزیں ہیں۔ صحیح معنوں میں افسوس اس قوم پر ہے جس قوم کو اس مقام پر کھڑا کیا گیا تھا اور اب وہ نظر اٹھا کر بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔ کہ اس کے وجود کے قیام کی اصل غرض کیا ہے۔

مخالفین کے لئے وعید

ایک حدیث میں آتا ہے "من عادیٰ ولیاً لی فقد اذنتہ للحرب" جو شخص میرے کسی دوست یا اچھے نیک بندے سے دشمنی رکھے گا۔ تو میں منادی کرتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ جنگ کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں مل رہی کہ وہ اپنے اس مقام کو پہچانیں جس پر ان کو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول نے کھڑا کیا تھا۔ اور آج کل ان کی زبانیں ان لوگوں کو بُرا بھلا کہنے کے لئے کھلتی ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور وہ کام کر رہے ہیں جس کی دنیا کو آج ضرورت ہے یعنی لوگوں کو خدا کا رستہ دکھلانا۔ تبلیغ یا ہدایت کا رستہ دکھلانا تو یہ محض جہالت سے اسلام سے ناواقفیت ہے۔ غور کر کے دیکھ لو۔ کہ مسلمانوں میں سے کونسی وہ جماعت ہے جو یہ کام کر رہی ہے جیسا میں نے ابھی کہا تھا کہ انسان کی فطرت صحیح ہو۔ تو فی الواقعہ اس کی ضمیر کی آواز خدا کی آواز ہوتی ہے ہم کو بُرا کہنے والے بھی اپنی ضمیر کی طرف رجوع کریں کہ کیا وہ کام فی الواقع بُرا ہے جو ہم کر رہے ہیں اگر نہیں اور تبلیغ اسلام کے کام کو وہ

بڑا کہہ نہیں سکتے تو کیا ان کے ضمیر کی آواز یہی ہے۔ کہ بڑے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اچھا کام کریں۔ تو میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسی باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ آپ کو تو خوش ہونا چاہیئے کہ آپ نے اس مقام کو پا لیا۔ یا سنبھالا ہوا ہے۔ جس کے لئے امت محمدیہ کو پیدا کیا گیا تھا۔ کوئی شخص جس نے سوچ سمجھ کے بعد اپنے آپ کو حضرت میرزا صاحب کے دامن کے ساتھ وابستہ کیا ہو وہ تو ان باتوں سے گھبرا نہیں سکتا بلکہ یہاں تک کہ باہر اگر آگ بھی لگی ہو تو اس کا دل گلزار کے اندر ہوتا ہے اور اپنے لئے ایک قسم کی جنت محسوس کرتا ہے اور کسی کے برا کہنے سے کسی قسم کی کمزوری پیدا نہیں ہو سکتی۔

تبلیغ کیلئے قلوب میں عشق پیدا کیجئے

البتہ جو بات سوچنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ہم خود بھی اپنے آپ کو اس مقام پر کھڑا ہونے کو محسوس کرتے ہیں یا نہیں؟ ہمارے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی محبت کی تڑپ موجود ہے یا نہیں؟ کوئی عشق یا کشش دلوں میں دین کے پھیلانے کی ہے یا نہیں؟ یا ہم بھی لوگوں کی طرح صرف اپنے بال بچوں کی پرورش یا ہر قسم کی آسائشوں کے حاصل کرنے کی فکر میں ہی زندگی بسر کر دینا چاہتے ہیں۔ اگر ہماری جماعت میں کوتاہ نظری ہو تو پھر یہ سچ ہے کہ اس سے تو انسان نہیں بنتا۔

دنیا کی تاریخ کو بدل دو

بیشک ہم لوگوں نے بھی اسی دنیا میں رہنا ہے تھوڑی سی دنیا کے مال کی بھی ضرورت ہوگی۔ مگر اس سے بلند تر کام وہ ہے جو ہماری اس زندگی سے بھی بلند تر ہے۔ اس جذبہ کے ماتحت جو کچھ آپ ان کے رنگ میں کریں گے وہ سب کچھ خدا کے لئے ہو جائے گا اگر یہ تڑپ موجود نہیں۔ تو ہم بھی اصل مقام پر کھڑے نہیں ہوئے۔ جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے رسول یا اس زمانہ کے مجدد نے کھڑا کیا تھا۔ پس ایک بات کی طرف توجہ رکھئے اور ایک بات کو پکڑو اور مضبوط کر کے پکڑو۔ اور پھر سوچو بیٹھے ہو کر یا تنہائی میں۔ غور کرو۔ فکر کرو۔ کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا۔ اس کو ٹھیک پکڑے ہوئے ہو۔ اگر ٹھیک پکڑے ہوئے ہو۔ تو تم دنیا کی تاریخ کو بدل سکتے ہو۔ اور دنیا میں انقلاب اسی طرح برپا ہوا کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔

ایمان مومنوں کے دلوں میں پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ جیسے مضبوط پہاڑ کھڑے نظر آتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ طاقت کے ساتھ مومن کے دل میں ایمان قائم ہوتا ہے۔

مالی قربانیوں کی ضرورت

پچھلے جمعہ میں نے ایک اپیل کی تھی کہ ہمارے کام میں ایک رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے اس کو اپنی قربانیوں سے دور کیجئے۔ اسی سلسلہ میں گذشتہ اتوار احباب کو مدعو کیا تھا۔ کچھ حصہ احباب وہاں پہنچا بھی تھا۔ اس تحریک کے سلسلہ میں میں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ مرکزی انجمن ۲۵ ہزار کے بوجھ کے نیچے ہے اور یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ کراچی کی جماعت کے ذمہ دس ہزار روپیہ کی رقم میرے نے ڈالی ہے تو اتوار کو اس اپیل کے لئے عملی قدم اٹھایا گیا تو پونے سات ہزار کی رقم کے وعدے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد مبلغ پانصد روپیہ کا وعدہ شیخ عبدالعلی صاحب کا آ گیا اور اس وقت یہ بزرگ (حضرت کی مراد جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مدراس والے سے تھی) جو میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ تجارت ضرور کرتے ہیں۔ مگر اس قدر متمول نہیں جس سے ان کا شمار دولتمندوں میں ہوتا ہو۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو جو دل دیا ہے وہ بڑی دولت کا مالک ہے۔ کوئی تحریک ہو جب تک خدا تعالیٰ کے رستہ میں نہ دے لیں۔ اس وقت تک انہیں چین نہیں پڑتا۔ کوئی ایسی تحریک نہیں جس میں انہوں نے امید سے بڑھ کر حصہ لیا ہو۔ اس خطبہ سے بیشتر انہوں نے پانچ سو روپیہ میرے ہاتھ میں دیا اور میں دیر تک ان کے لئے دعا کرتا رہا۔ یہ اس کے رستہ میں دیتے چلے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو دیتا چلا جا رہا ہے۔ مگر ابھی سوا دو ہزار کی کمی ہے۔ بہت سے دوست ایسے ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ میں انہیں توجہ دلاتا ہوں اور میں یہ بھی درخواست کروں گا کہ ایک چھوٹا سا وفد بن جائے۔ اور جنہوں نے اس میں ابھی تک حصہ نہیں لیا۔ وہ ان کے پاس پہنچ جائے۔ تا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے دین کے کام کرنے کے لئے سامان اکٹھا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور کرم سے اسلام کے غالب آنے کے سامان جلد از جلد کر دے۔

آمین ثم آمین

دعائے صحت

ہماری جماعت کے ایک نوجوان قاضی میر احمد صاحب متعلم ایف ایس سی۔ میڈیکل کے کان ایک عرصہ سے خراب ہیں جس کی وجہ سے انہیں بہرے پن کی شکایت ہو گئی ہے احباب انکے کانوں کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

رہیں تو دیکھو کہ میں خدا تعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ خدا تمہیں رسوا کریگا اے شوخ چشم اور گرمی دار لوگو جو کسی شیخ اور پیرزادہ کے مرید ہو یہ میرا اشتہار ضرور اپنے ایسے مرشد کو جو میرے مقام کو تسلیم نہیں کرتا دکھلا دو اور اگر وہ اس وقت مقابلہ سے روپوش رہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ اپنی مشیخت نمائی میں کذاب ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے کئی قسم کے نشان دیئے ہیں جیسا کہ ان میں سے استجابت دعوات اور مکالمات الٰہیہ کا نشان اور معارف قرآنی کا نشان ہے۔ سو اپنے تئیں دھوکا مت دو۔ ہر ایک کو پرکھو۔ اور پھر سچ کو قبول کرو۔ اے ضعیف بندو! خدا تعالیٰ سے مت لڑو۔ اپنے پلنگوں پر لیٹ کر سوچو۔ اور اپنے بستروں پر غور کرو کہ کیا ضرورت تھا کہ ایک دن ہمارے سید اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی۔

غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی
شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را

مندرجہ بالا تحریر پڑھکر ہر طالب حق دیکھ لے کہ تمام پیروں اور مشائخ اور تمام مجتہدوں اور ان کے واسطہ سے تمام سلمانان ہند پر کس صفائی سے اتمام حجت کر دی ہے اور کس وضاحت سے ان کی رسوائی اور اپنی کامیابی کی پیشگوئی کی گئی ہے اور پھر یہ پیشگوئی کس صفائی سے پوری ہوئی کیا اس کے بعد بھی اس عظیم المرتبت شخصیت کے دعوے ماموریت کو ماننے میں کسی قسم کے پس و پیش کی گنجائش ہے۔

چوتھا چیلنج

حضرت مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ یہ علماء میدان مقابلہ میں نکل کر لوگوں پر یہ امر ثابت نہیں ہونے دیتے کہ حضرت مرزا صاحب کو جو علم ملا ہے وہ آیت واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ کے ماتحت محض خدا کی عطا ہے اور یہ کہ وہ اپنے دعوے ماموریت میں سچے ہیں تو حضور نے اس خیال سے کہ لوگوں کی اتباع میں جو یہ کہتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب بکلی عربی نشان دکھلا دیں ۱۸۹۴ء میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی زبان میں لکھی اور اس میں حضرت نبی کریم صلعم کی تعریف میں چند قصائد بھی عربی زبان میں درج کئے اس کتاب کا نام آپ نے کرامات الصادقین رکھا اور تمام علماء کو عموماً اور ان کے سرغنہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو خصوصاً چیلنج کیا کہ اگر وہ اس کتاب کی مثل بنا لائیں تو ایک ہزار روپیہ انعام لیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ایک طرف تو انہوں نے یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اس عاجز کو کذاب اور مفتری قرار دیا ہے اور دوسری طرف بڑے زور اور اصرار سے یہ دعوے کر دیا ہے کہ میں اعلیٰ درجہ کا مولوی ہوں اور یہ شخص یعنی (حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ) سراسر جاہل اور نادان اور زبان عربی سے محروم اور بے نصیب ہے اور شاید اس بکواس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ تا ان باتوں کا عوام پر اثر پڑے اور ایک طرف تو وہ شیخ بٹالوی کو فاضل یگانہ تسلیم کر لیں اور اعلیٰ درجہ کا عربی دان مان لیں اور دوسری طرف مجھے اور میرے دوستوں کو یقینی طور پر سمجھ لیں کہ یہ لوگ جاہل ہیں اور نتیجہ یہ نکلے کہ جاہلوں کا اعتبار نہیں جو لوگ واقعی مولوی ہیں ان ہی کی شہادت قابل اعتبار رہے میں نے اس بے چارہ کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سنا دیا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتک کہ میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہو مگر تعصب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی اس نے چاہا کہ قوم کے دلوں میں یہ بات جم جائے کہ یہ شخص ایک حرف عربی کا نہیں جانتا۔ پر خدا نے اسے دکھلا دیا کہ یہ بات الٹ کر اسی پر پڑی یہ وہی الہام ہے جو کہا گیا تھا کہ میں اسی کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کے درپے ہوگا سبحان اللہ کیسے وہ قادر اور غریبوں کا حامی ہے پھر لوگ ڈرتے نہیں کیا یہ خدا تعالیٰ کا نشان نہیں کہ وہی شخص جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ جاہل ہے اور ایک صیغہ تک اسکو معلوم نہیں وہ ان تمام مکفروں کو جو اپنا نام مولوی رکھتے ہیں بلند آواز سے کہتا ہے کہ میری تفسیر کے مقابل پر تفسیر بناؤ تو ہزار روپے کا انعام لو اور نور الحق کے مقابل پر بناؤ تو پانچ ہزار روپیہ پہلے رکھا لو۔ اور کوئی مولوی دم نہیں مارتا۔ کیا یہی مولویت ہے جس کے بھروسہ سے مجھے کافر ٹھہرایا تھا ایھا الشیخ اب وہ الہام پورا ہوا یا کچھ کسر ہے ایک دنیا جانتی ہے کہ میں نے اسی

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۲)

نہیں ہزاروں غیر تشریعی نبی آ سکتے ہیں اور آتے رہیں گے۔ حالانکہ نیا نبی اور غیر تشریعی نبی ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں جب حقیقت میں کوئی فرق تسلیم نہیں کیا جاتا۔ تو نام میں کیوں فرق کیا جاتا ہے۔ جس نام سے نہ صرف دوسرے مسلمان بلکہ خود حضرت صاحب بھی اس حقیقت کو پکارتے ہیں اس نام کے اختیار کرنے میں کیوں طبیعت شرماتی ہے حضرت صاحب اور دوسرے مسلمانوں کے نزدیک تشریعی نبی پرانے نبی کو کہا جائے گا۔ اور جب احباب قادیان کے نزدیک غیر تشریعی نبی بھی حقیقت نبوت کے لحاظ سے ویسا ہی نبی ہے جیسے تشریعی نبی۔ تو حضرت صاحب اور دوسرے مسلمانوں کی زبان میں سوائے نئے نبی کے اسے کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا پس جو غیر تشریعی نبی کے آنے کا قائل ہے۔ وہ بالفاظ حضرت صاحب نئے نبی کے آنے کا قائل ٹھہرے گا محض نئی اصطلاح وضع کر لینے یا نیا نام دے دینے سے حقیقت پر پردہ نہیں پڑا رہ سکتا۔

(۷)

پچھلے اشارہ میں غیر تشریعی نبی کی اصطلاح پر پردہ اٹھا کر دکھا دیا گیا ہے۔ کہ اس کے نیچے نیا نبی ہی آنے کا عقیدہ اپنایا ہوا ہے۔ حضرت صاحب کے مخالف نئے نبی کا آنا ممنوع مگر پرانے نبی کا آنا روا سمجھتے ہیں۔ احباب قادیان نئے نبی کا آنا روا مگر پرانے نبی کا آنا ممنوع خیال کرتے ہیں۔ پس اس طرح احباب قادیان بھی حدیث لا نبی بعدی سے بے نیاز ہو کر اسی تفریق کے مرتکب ہو رہے ہیں جس کے حضرت صاحب کے مخالف۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ احباب قادیان بھی اسی فتوے کے نیچے آتے ہیں جو حضرت صاحب نے اپنے مخالفین کے حق میں صادر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو حضرت امام ہمام علیہ السلام کی تنبیہہ پر کان دھرنے کی توفیق بخشے۔

(۸)

ایام الصلح کے ان تمام پیش کردہ مقامات سے یہ بات صراحتاً ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کے نزدیک جو بات حضرت مسیح کے آنے مانع ہے وہ ان کے اندر شان نبوت

... سے صاف ...

... جس ...

نبوت

ہے کہ شان نبوت حضرت مسیح کے آنے کے لئے تو روک بن جائے۔ مگر حضرت مسیح موعود کے آنے میں روک نہ بنے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مسیح ابن مریم اور مسیح موعود میں ایک ہی شان نبوت مضمر نہیں ہے اور چونکہ مسیح موعود کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہوا۔ اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود اپنے ساتھ شان نبوت نہیں رکھتے پس اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہنا یا سمجھنا کہ براہ راست نبی اور اُمتی نبی میں۔ فرق صرف طریق حصول نبوت کا ہے بالبداہت غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ براہ راست جس قدر نبی ہوئے۔ وہ سب شان نبوت ساتھ رکھتے تھے۔ اور امتی نبی یعنی مسیح موعود کا شان نبوت ساتھ نہ رکھنا ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے۔

(۹)

اس تمام بحث کے آخر میں اس امر کے متعلق بھی ایک اشارہ ضروری ہے۔ کہ شریعت کسے کہتے ہیں اگر احباب قادیان عمداً حق سے اعراض کرنے والے لوگوں میں سے نہیں ہو گئے تو پھر شریعت کے مفہوم کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ تبھی تو وہ تشریعی اور غیر تشریعی دو قسموں میں نبیوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ سوچنا چاہیئے کہ حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر بھی انبیاء ہوئے ہیں وہ بلا استثنا اعدے سب کے سب صاحب شریعت ہوئے ہیں۔ یہ ایک غلط فہمی ہے کہ مجموعہ الواح یا کتاب کو ہی شریعت سمجھا جائے۔ اور جس وقت تک کسی نبی پر کوئی لوح یا کتاب نازل نہ ہو اس وقت تک وہ نبی بغیر شریعت کے سمجھا جائے یا جس پر تادم آخر کوئی کتاب نہ اترے وہ ہمیشہ کے لئے غیر تشریعی نبی سمجھا جائے برخلاف اس کے حقیقت یہ ہے کہ شریعت صرف اس وحی الٰہی کا نام ... کے نازل ہونے ... آ...

اسلام ... کتنی بھی تعداد ہو وہ شریعت سے ... لائے گی۔ پس اس صورت میں ہر نبی پہلی وحی ہی وحی نبوت کے ساتھ صاحب حکم ہوتا تاکہ اس وقت اگر کوئی اور امر نازل نہیں کیا جاتا تو نبی کو یہ حکم تو دیا جاتا ہے کہ تو نبی ہے۔ اور صرف یہ حکم بھی ایک امر ہوتا ہے۔ اور شریعت کا ادنیٰ حکم کہلاتا ہے۔ یہ بیک وقت دوسرا حکم لاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ نبی خود اس بات پر ایمان لائے کہ وہ نبی اللہ ہے۔ اور دوسرا یہ کہ وہ لوگوں کو یہ پیغام پہنچائے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمودہ کو مانیں کہ فلاں بندہ خدا تعالیٰ کا نبی ہے۔

غور کا مقام ہے۔ کیا یہ امر الٰہی نہیں اور امر بھی امر عظیم نہیں۔ کہ ایمان اور کفر کی یہی بنیاد ہے پس یہ شریعت نہیں تو اور کیا ہے۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر نبی صاحب شریعت ہوا۔ کیونکہ کوئی نبی بھی تو ایسا نہیں گذرا جو کم از کم یہ حکم خداوندی لیکر نہ آیا ہو کہ لوگ اسے خدا کا نبی مانیں۔

یہ کہ وحی نبوت ہی شریعت ہوتی ہے اس کی ایک نقلی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جس قدر انبیاء آئے وہ حضرت موسیٰ کے تابع نہ تھے بلکہ اپنی اپنی وحی کے تابع تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی اپنی اپنی وحی نبوت ہی شریعت تھی۔ مان لیا کہ وہ سب تورات ہی قائم کرنے آتے تھے۔ اور احکام تورات دوبارہ تفصیلاً ان پر نازل ہونے کی بجائے اگرچہ وہ ... میں ان پر اتنا ہی وحی کیا جاتا رہا ہو کہ تورات کو قائم کرو۔ تو بھی جیسے کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ ان کا تورات پر عمل کرنا حضرت موسیٰ کی پیروی میں نہیں تھا بلکہ اپنی ... وحی ... نبوت کی متابعت ...

کی صحیح اور ضروری تعلیم شامل ہے پھر بھی وہ سب کی سب شریعت محمدیہ ہے نہ کہ انبیاء سابق کی شرائع کیونکہ یہ سارا قرآن وحی محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے قادیانی بھائی خاتم الانبیاء کے بعد نبیوں کا آنا تو منقطع نہیں مانتے لیکن شریعت کا آنا ضرور منقطع مانتے ہیں پس دوسری نقلی دلیل کہ وحی نبوت ہی شریعت ہوتی ہے یہ ہے کہ حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ مسیح کا آنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس کے آنے سے وحی نبوت کا اجراء ... آتا ہے حالانکہ وحی نبوت پر تالا لگ چکا ہے اور اس کا دوبارہ اجراء ختم نبوت کے منافی ہے۔ اس بات ... بحد روحانی اور ذہنی کوفت ہوتی ہے ... مسلمان جماعت علی الخصوص ایک ... کی جماعت کو یہ سمجھایا جائے کہ نبوت ہوتی ہے۔ یہ ایک مانی ہوئی امر ... ذہنوں میں بیٹھی ہوئی بات ہے کہ نبوت سفارت اور پیغمبری کو کہتے ہیں۔ کبھی ہوا یا انسانی عقل اسے کبھی قبول کر سکتی ... کہ ایک شخص کو کسی کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجا جائے اور اسے کوئی پیغام بھی نہ دیا جائے پس اللہ تعالیٰ کی حکیم اور حمید مجید ذات کے متعلق کیسے خیال ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کسی پیغمبر کو دنیا میں بھیجے اور اسے کوئی پیغام نہ دے۔ چونکہ خدا تعالیٰ مقدر فرما چکا ہے کہ خاتم الانبیاء کے بعد کوئی پیغام نہ کوئی امر نازل نہ فرمائے کیونکہ ایسا کرنے سے ختم نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے ... صاحب نے فرمایا ہے کہ خدا کے ... عیسیٰ علیہ السلام اگر آ جائیں اور ان پر ... وحی کیا جائے کہ قرآن کی پیروی کر۔

ازالہ اوہام / ...

کیا اُمتی نبی بھی در حقیقت نبی ہوتا ہے؟

از فیض منصور احمدی

اخبار الفضل مورخہ ۱۵ اپریل میں مولوی ابوالعطاء صاحب مبلغ جماعت قادیان نے کسی سائل کا جواب دیتے ہوئے جماعت کے کہ اس عقیدے کو دوہرایا ہے کہ نبی کا اُمتی ہونا اس کی شان نبوت میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا۔ وہ بہرحال نبی ہوتا ہے غیر نبی نہیں ہوتا۔ اُمتی کا لفظ صرف طریق حصول نبوت کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

آزادی فکر ایک مبارک چیز ہے مگر جو آزادی اپنے مطاع اور پیشوا کی قائم کردہ حدود کو بھی توڑنے والی ہو وہ آزادی نہیں بلکہ الحاد کہلاتا ہے۔ ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کی روشنی میں چند اشارات لکھے جاتے ہیں جن سے اس بات کے سمجھنے میں مدد ملے گی کہ "اُمتی نبی" درحقیقت نبی نہیں ہوتا بلکہ غیر نبی ہی ہوتا ہے۔

(۱)

قولہ۔ "مسیح نبی ہو کر نہیں آئے گا اُمتی ہو کر آئے گا مگر نبوت اس کی شان میں مضمر ہوگی"

اقول۔ جبکہ شان نبوت اس کے ساتھ ہوگی تو بلاشبہ اس کا آنا ختم نبوت کے منافی ہوگا کیونکہ درحقیقت وہ نبی ہوگا۔ حضرت آنحضرت فرماتے ہیں:۔

"اگر حدیث میں یہ مقصود ہوتا کہ عیسیٰ باوجود نبی ہونے کے پھر اُمتی بن جائیگا تو حدیث کے لفظ یوں ہونے چاہئیں تھے امامکم الذی یصیر من امتی بعد نبوتہ۔ یعنی تمہارا امام جو نبوت کے بعد میری امت میں سے ہو جائیگا۔"

کسی صاحب فہم اور علم کلام سے شناسا سے دریافت کیا جائے کہ ہمارے پیشوا کے اس استدلال کی رو سے صاف منطقی نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ جو درحقیقت نبی ہوتے اور شان نبوت کے ساتھ ہوتے کے اگر مسیح ابن مریم نہیں آسکتے تو وہ جو کہ "بروزی طور پر مسیح کہلائیگا" اگر وہ بھی درحقیقت نبی ہی اور شان نبوت اس کے اندر مضمر ہے تو وہ کیسے آسکتا ہے۔ حضرت صاحب کے اس استدلال کی رو سے یقیناً یقیناً بروزی مسیح کا غیر نبی ہونا ضروری ہے۔ بصورت دیگر اگر وہ بھی درحقیقت نبی ہو اور شان نبوت اس کے اندر مضمر ہو تو باوجود اُمتی ہونے اور نبوت بالواسطہ حاصل کرنے کے بلاشبہ اس کا آنا ختم نبوت کے منافی ہوگا کیونکہ قرآن کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہے۔

(۳)

کے صفحہ ۱۲۶ پر ۔۔۔

اس کلام کو پڑھکر جس بات سے کوئی ذی عقل بھی انکار نہیں کر سکتا وہ یہ ہے کہ علاوہ اس حقیقت کے جو اوپر نمبر ۲ میں سمجھائی گئی ہے یہاں مزید یہ بتلایا گیا ہے کہ جو وجود اللہ تعالےٰ کے علم میں نبی قرار پا چکا ہے وہ خاتم الانبیاء کے بعد نہیں آسکتا۔ کیونکہ اس کے آنے سے آپؐ کی شان کا استخفاف اور قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اس کلام کی موجودگی میں یہ بحث ہی پیدا نہیں ہوسکتی کہ خاتم الانبیاءؐ کے بعد کون سے نبیوں کا آنا بند ہوا اور کونسے نبیوں کے لئے آنے کا دروازہ کھلا ہے۔ اس کلام سے صاف عیاں ہے کہ کیا تشریعی اور کیا غیر تشریعی جو بھی علم الٰہی میں نبی ہے۔ خاتم الانبیاءؐ کے بعد وہ نہیں آسکتا۔

درحقیقت نبی۔ فی الواقع نبی۔ بہرحال نبی۔ نفس نبوت کے لحاظ سے نبی۔ حقیقت نبوت کے لحاظ سے نبی۔ یہ وہ صفاتی یا تعبیریہ الفاظ ہیں جو احباب قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔ اگر اس قسم کی اصطلاحوں کی رُو سے حضرت صاحب نبی ہیں تو پھر اس حقیقت سے بھی احباب قادیان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ان کے علم میں آنے سے پہلے بلکہ ازل سے ہی حضرت صاحب علم الٰہی میں نبی تھے۔ اب حضرت صاحب کے فرمودہ کی رو سے محض علم الٰہی میں نبی قرار پا جانے کی وجہ سے اگر حضرت مسیح ناصری نہیں آسکتے تو علم الٰہی میں نبی قرار پانے والا کوئی دوسرا کیسے آسکتا ہے لیکن جیسے کہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود آئے اور آپ کے آنے سے نہ خاتم الانبیاء کی شان کا استخفاف ہوا اور نہ قرآن کی تکذیب پس یہ واضح دلیل ہے کہ مسیح ابن مریم یا دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح موعود علم الٰہی میں نبی نہیں قرار دیئے گئے۔

(۴)

COROLLARY نتیجہ مرکزی نکلتی

نے فرمایا کہ قصر نبوت کی میں آخری اینٹ ہوں پس علم الٰہی میں نبی قرار پانے والوں میں سے کوئی آنے سے باقی ہی نہ رہ گیا ہو۔ تو از خود جدت طبع سے کسی کو نبی قرار دینا بڑی جسارت ہے۔

(۵)

صفحہ ۱۲۶ سے پیش کردہ کلام کے تسلسل میں آگے چل کر حضرت صاحب فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں۔ لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لانبی بعدی میں نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرات اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ نبوت کا جاری کر دیا جائے۔ کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی"

اس کلام کو پڑھکر بغیر کسی تدبر کے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ حضرت صاحب اپنے مخالفین پر اس تفریق کی بناء پر شرارت، گستاخی اور نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑنے کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ خاتم الانبیاء کے بعد نیا نبی تو نہیں آسکتا۔ لیکن پرانے نبیوں میں سے کوئی ایک آسکتا ہے۔ حالانکہ حدیث میں نفی عام بیان کی گئی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا۔

(۶)

تفریق کے بارے میں مختلف نتیجہ پیش کرنے سے قبل غیر تشریعی نبوت کی اصطلاح کی تفہیم کے متعلق ایک اشارہ دینے کی ضرورت ہے۔ بعض اصطلاحیں انسان کے دماغ کو دھوکے میں ڈال دیتی ہیں۔ ایک چیز جو صریحاً حرام ہوتی ہے کسی اصطلاح کے دھوکے میں آکر انسان اسے حلال سمجھ لیتا ایسی ہی اصطلاحوں میں سے ایک غیر تشریعی نبی کی ۔۔۔

ے کسی

صفحہ

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ - ۲۸ جون ۱۹۵۰ء | نمبر ۲۶

برٹش گائنا اور ڈچ گائنا میں تبلیغی سلسلہ

میاں بشیر احمد صاحب منٹو کا مکتوب ڈچ گائنا سے

قبلہ و کعبہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

برٹش گائنا کا دورہ بفضلِ الٰہی بخیر و خوبی ختم ہو گیا ہے۔ چوبیس مارچ جمعہ کی شب کو میں ہوائی جہاز سے اس کے ساحل پر اترا تھا اور آٹھ اپریل ہفتہ کے دن بعد از دوپہر میں نے اسے الوداع کہی اور ڈچ گائنا روانہ ہو گیا۔

برٹش گائنا میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ... ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ لوگ عام طور پر کاشتکار ہیں یا شکر کے کارخانوں میں مزدوری کرتے ہیں۔ انگریزوں نے جب اس زمین پر قبضہ کیا اور انہیں مزدوروں کی ضرورت پڑی تو وہ ہندوستان سے مزدور لا لا کر یہاں آباد کرنے لگے۔ پنجاب اس وقت تک ان کے زیر حکومت نہیں آیا تھا اس لئے وہاں کے لوگ یہاں پر بہت ہی قلیل تعداد میں موجود ہیں۔ یو۔ پی کے باشندے بکثرت موجود ہیں۔ ہندوؤں کی آبادی دو لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ انگریزی زبان پورے طور پر رائج ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ گھروں میں بھی یہی زبان بولی جاتی ہے۔ اردو یا ہندی کے سمجھنے والے بہت کم ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان کے وجود میں آنے اور ان کی آزادی کی تاریخ سے ہندو اور مسلمان دونوں ہندی اور اردو سیکھنے کے خواہشمند ہیں اور اس کے لئے کوشش بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے چند مدرسے بھی جاری کر دیئے گئے ہیں۔

برٹش گائنا تین کنٹریز Counties پر مشتمل ہے (۱) Demarara (۲) ایسیکیبو Esquibo اور (۳) بربائس Berbice۔ جارج ٹاؤن سب سے بڑا شہر ہے اور دار الحکومت بھی ہے۔ آبادی اسی ہزار کے قریب ہے۔ میرے کل چودہ لیکچر ہوئے۔ میری مخالفت مطلق نہیں ہوئی بلکہ تمام مسلمان اور ان کے تمام علماء میرے تمام لیکچروں میں شامل ہوتے رہے۔ اور خوشنودی کا اظہار کیا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں نے بھی بھرے جلسوں میں میری تعریف کی اور بعض حبشیوں نے تو یہاں تک کہا کہ اسلام کا مذہب یقیناً ان کے لئے رحمت ہے۔

مولوی نصیر احمد صاحب نے جو جارج ٹاؤن میں ایک بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں مجھے کھانے پر مدعو کیا تھا ان کے ایک صاحبزادے نذیر احمد صاحب نے چند ماہ ہوئے حارث کو ایک خط کے ذریعہ سے درخواست کی تھی کہ وہ ان کا کسی نومسلم امریکن لڑکی سے تعارف کرائیں تاکہ وہ ان سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کر سکیں، ان کی درخواست کے مطابق دو نومسلم لڑکیوں سے ان کا تعارف کرایا گیا اور ان کی خط و کتابت نذیر احمد اور ان کے ایک چھوٹے بھائی شہیر سے شروع ہو گئی اور ابھی تک قائم ہے۔

ڈاکٹر راحت، محمد امین صاحب اور ابراہیم صاحب Esquibo کے ایک چھوٹے جزیرہ Wakenaam میں بستے ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی پانچسو افراد کے قریب ہوگی۔ یہی لوگ احمدیہ سلسلہ کے لئے حتی المقدور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر راحت کے والد محترم سے بھی ملا بیچارے ایک مدت سے فالج کے مریض ہیں۔ زبان ان کی مطلق کام نہیں کرتی۔ مجھے دیکھ کر وہ رونے لگے۔ کئی باتیں وہ کہنا چاہتے ہونگے مگر نہ کہہ سکتے تھے۔

Berbice میں عبد العزیز فضل کریم اور مولوی عبد الستار ہمارے سلسلہ کے لئے کوشاں ہیں۔ بہت سے بیعت ناموں پر دستخط ہو گئے ہیں ڈاکٹر راحت خود آپ کو ارسال کر دیں گے۔ ذاتی تعلقات قائم ہو جانے کی وجہ سے میری بھی انشاء اللہ ان سے خط و کتابت ہوتی رہے گی اور میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ ہماری جماعت برٹش گائنا میں مضبوط ہو جائے اور مجھے یقین ہے کہ میرے دورہ سے مفید نتائج نکلیں گے۔

محمد یٰسین صاحب کی معیت میں آٹھ اپریل کو میں برٹش گائنا سے ڈچ گائنا چلا آیا۔ ڈچ گائنا کا اصلی نام Surinam ہے۔ یٰسین صاحب Nickerie کے رہنے والے ہیں جو Surinam کی ایک County کا نام ہے۔

مسلمانوں کی آبادی یہاں چار ہزار کے قریب ہے اکثر کاشتکار ہیں۔ پانچ دن میرا یہاں قیام رہا۔ مختلف مقامات پر میرے لیکچر ہوئے ایک موقع پر کمشنر صاحب اور دوسرے ڈچ افسر بھی شریک ہوئے۔ کمشنر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔

ترتیب الاسلام (جس کے صدر محمد یٰسین صاحب ہیں) کے تمام عہدیدار باقاعدہ سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ مجلس آئندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی ایک شاخ ہوگی۔

بیعت نامے ہمارے پاس موجود نہ تھے اس لئے بیعت کے الفاظ ایک سفید کاغذ پر سب کے دستخط کروائے گئے۔ باقی ممبروں کے دستخط وہ آہستہ آہستہ کروا کر بھیجتے رہیں گے۔ امریکہ میں مسجد بنانے کے لئے ان سے اپیل کی گئی انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔

یہ خط میں ہوائی جہاز میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں اب ساڑھے نو (صبح) بجے ہیں پندرہ منٹ میں ہم پورٹ آف سپین پہنچ جائیں گے۔ افسوس ڈچ گائنا میں مطلق مہلت نہ ملی کہ خط تحریر کر سکوں۔ سان فرانسسکو پہنچ کر مفصل خط لکھوں گا۔

خاکسار۔ بشیر احمد منٹو

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔

نماز تزکیہ نفس کرتی ہے اور روزہ سے تجلی قلب ہوتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

فدیہ توفیق روزہ کا موجب ہے

ایک بار میرے دل میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے۔ تو معلوم ہوا یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے۔ اور ہر شئے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیئے وہ قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آیندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ کر سکوں۔ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔ اگر خدا چاہتا۔ تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا۔ مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے۔ کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے۔ کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ۔ تو خدا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور اسی حالت میں اگر بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی۔ کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے۔ تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہونگے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب اس کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر بوجہ بیماری کے رکھ نہیں سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں۔ ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن وہ خدا کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ تکلف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رو سے ساری عمر کو بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے۔ اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے۔ کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شئے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شئے نہیں ہے ؏

---

* پیش قرآن گشت قربانی و پست ؏ تا کہ عین روح او قرآن شد است (رومیؒ)

ترجمہ:- قرآن کے معنے قرآن ہی سے ڈھونڈنے چاہئیں یا اس شخص سے جس نے ہوا و حرص کو آگ لگا دی ہو۔

جو قرآن کے سامنے قربان ہو گیا ہو اور جس کی روح عین قرآن بن چکی ہو (یعنی مجددِ زمان بالخصوص مسیح موعودؑ جسے خاص کر علمِ قرآن کا معجزہ عطا کیا گیا ہے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از طفیل اوست نور ہر نبی ؏ نام ہر مرسل بنام او جلی (مسیح موعودؑ)

رسول کریم تمام انبیاء کے امام اور خطیب ہونگے

وعن اُبیّ بن کعبؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ کنت انا امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر۔ اخرجہ الترمذی۔ تلخیص الصحاح باب فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابی بن کعب رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن سب پیغمبروں کا امام اور خطیب ہونگا اور میں ہی ان میں (اول) شفاعت کے مقام پر کھڑا ہونگا (تمام نبیوں کی امامت کرنا اور خطیب ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تمام انبیاء کے متبعین پر حضور پُرنور کی شریعت کی پابندی لازم کر دی گئی ہے۔ حضورؐ کی بعثت کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہیں۔ صرف قرآن کریم قابل عمل اور قابل تقلید ہے۔

مومنوں کی صفیں فرشتوں کی صفوں کی مانند ہیں

عن حذیفۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضلنا علی الناس بثلاث جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ وجعلت لنا الارض کلھا مسجدا وجعلت تربتھا لنا طھورا اذا لم نجد الماء اخرجہ مسلم۔ تلخیص ایضا

حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو تین چیزوں میں تمام قوموں پر فضیلت عطا ہوئی ہے (۱) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح مقرر ہوئیں (یفعلون ما یؤمرون) اور ہمارے لئے ساری زمین سجدہ گاہ ٹھہرائی گئی اور اس کی مٹی ہمارے لئے پاک کرنیوالی مقرر ہوئی جبکہ ہمیں پانی نہ ملے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پرچم اسلام تمام دنیا پر لہرائیگا اور ظلماتی طاقتیں اس نور کے آگے پاش پاش ہو جائیں گی۔

قرآن کا معجزہ تمام معجزوں سے افضل اور زندہ ہے

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم ما من نبی من الانبیاء الا اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحاہ اللہ تعالیٰ الیّ فارجو ان اکون اکثرھم تابعا یوم القیٰمۃ اخرجہ الشیخان

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبروں میں سے ایسا کوئی پیغمبر نہیں جسے (بتقاضائے وقت و بمقتضائے ضرورت) اس قدر معجزات نہ دیئے گئے ہوں (کہ اہل نظر) لوگ ان کی بناء پر اس پیغمبر پر ایمان لائیں اور مجھے تو (علاوہ معجزات کے) وہ چیز دی گئی جو وحی ہے یعنی قرآن مجید جسے خدا تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا (یعنی قرآن کریم کا معجزہ زندہ جاوید معجزہ ہے جس کی خدمت کے لئے ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث ہوتے رہتے ہیں) بس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے تابعدار (مجددین اور انکی جماعتوں کی تبلیغی کوششوں سے) سب پیغمبروں کے متبعین سے زیادہ ہوں گے۔

نور فرقان نتافت است نہاں ؏ کہ بماند نہاں ز دیدہ وراں
مخزن رازہائے ربانی ؏ از خدا آلۂ خدا دانی (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- نور قرآن کی روشنی ایسی نہیں کہ اہل بصیرت کی نظر سے پوشیدہ رہے یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں کا خزانہ ہے۔ (اور حقیقت یہ ہے) کہ خدا دانی کا اللہ کی طرف سے ہے

معنی قرآن ز قرآں پرس و بس
وز کسے کاتش زدست اندر ہوس ؏

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲۶

وقت کی اہم ضرورت

اس خیال سے کہ مجدد وقت کا انکار موجب کفر نہیں، بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی ہے کہ مجدد کو ماننا کوئی ضروری امر نہیں، حالانکہ ہم بارہا اس حقیقت کو واضح کر چکے ہیں کہ مجدد کا ماننا اس وقت سب سے ضروری اور لازمی امر ہے، اور اس کا انکار اگرچہ موجب کفر نہیں ہے تاہم اس کا نہ ماننا ایک بہت بڑی معصیت آلہٰی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا مواخذہ ہو کر رہے گا۔ حدیث نبوی میں صفائی کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ مجدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کیا جاتا ہے، کیا خدا تعالیٰ کا یہ فعل عبث ہے۔

اگر مجدد کا ماننا ایسا ہی غیر ضروری تھا تو اللہ تعالیٰ اسے مامور کر کے نہ بھیجتا، اسے صدی کے سر پر مبعوث کرنا، تجدید دین کے لئے مبعوث کرنا، اور ہر صدی کے سر پر اسے کھڑا کرنا (جس کا حدیث میں بھی ذکر ہے اور گذشتہ ساڑھے تیرہ سو سال کی عملی شہادت بھی موجود ہے) یہ ایسی چیزیں ہیں جو اپنے منہ سے اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ یہ ایک خاص ہستی ہوتی ہے جس کا ماننا اور اسکے ساتھ ہو کر خدمت دین بجالانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

قرآن کریم میں بھی اس کی صراحت موجود ہے یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق یعنے اللہ تعالیٰ روح یعنے کلام کو اپنے امر سے یا امر کو پہنچانے کے لئے نازل فرماتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کہ وہ ان کو ان مصائب سے ڈرائے جو قیامت کو پیش آنے والی ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب روح المعانی نے حدیث مجدد کو پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ القائے وحی آدم علیہ السلام سے لیکر ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ کے آخر تک جو قیامت سے جا ملتا ہے ہمیشہ رہا ہے اور رہے گا ان لوگوں کی بعثت کے ذریعہ سے جو صرف دعوت کے لئے کھڑے ہوں جیسا کہ ابو داؤد کی حدیث میں آنحضرت صلعم نے اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کے مبعوث ہونے کی خبر دی ہے، اب اگر قرآن کریم بھی بعثت مجدد کا حامی ہے اور روح المعانی جیسی تفسیر میں جو اہل سنت و الجماعت کے مسلک پر لکھی گئی ہے، حدیث مجدد کو آیت قرآنی کی تائید میں لایا گیا ہے تو ایسی اہم شخصیت کا ماننا جس کا ذکر قرآن کریم اور حدیث نبوی میں دونو جگہ ہو، کیسے ضروری قرار دیا جا سکتا ہے،

ایک اور حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا فرمان موجود ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ "جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانتا وہ جاہلیت کی موت مریگا جاہلیت کی موت"۔ اگرچہ بعض لوگوں نے کفر کی موت مراد لی ہے، لیکن درحقیقت اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ برکات جو امام وقت کے وجود سے وابستہ ہوتی ہیں، وہ علم و عرفان جو اس کے ذریعہ سے مل سکتا ہے وہ خدمت دین جس کے لئے وہ مبعوث ہوتا ہے اس سے وہ شخص محروم رہ جائے گا جو اس کی شناخت سے محروم رہے اور ظاہر ہے کہ امام وقت کی برکات اور علم و عرفان کی محرومی اور اس خدمت دین سے کوتاہی جس کے لئے وہ کھڑا ہوا ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کسی طرح ممکن نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ ایک معصیت ہے جو عنداللہ قابل مواخذہ ہوگی۔

اس لئے یہ یاد رکھئے کہ امام وقت کا ماننا اس کے ساتھ ہو کر خدمت دین میں حصہ لینا وقت کی سب سے بڑی اور اہم ضرورت ہے، اس وقت دنیا جس تباہی کی طرف جا رہی ہے، اس سے بچنے کے لئے امام وقت کا ساتھ دو اس سے علم اور روشنی حاصل کر کے اسلام کا پیغام دنیا میں پہنچاؤ کہ اسی سے دنیا کی نجات وابستہ ہے۔

مولانا عمر الدین صاحب کا مکتوب

"پیغام صلح" کے متعلق

آج کل اخبار پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔ میرے علم میں قادیانی کوئی اخبار بھی اتنا اچھا آج کل نہیں۔ حضرت مولانا امیر جماعت کے خطبات تو روح پرور اور علم کا نچوڑ ہوتے ہیں اس لئے میرے اس مضمون کو صرف اس وقت چھاپیں جب کوئی اور اعلےٰ مضمون ہاتھ میں نہ ہو، مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب کو مجبور کرتے رہیں کہ وہ صداقت مسیح موعود پر لکھتے ہی رہیں۔

میاں صاحب کا اعلان

"خاندان نبوت" کا استعمال ترک کرنے کا حکم جو میاں صاحب نے دیا ہے اس سے اس نے مسئلہ نبوت کو قریباً صاف کر دیا ہے۔

علماء میں سے فتنہ کا پیدا ہونا اور انہیں میں لوٹ جانا کی جو خبر احادیث میں آخری زمانہ کے متعلق ہے وہ اگر قادیان کے فتنہ اور اس کے مٹنے پر چسپاں کی جائے تو بہت عمدہ مضمون بنتا ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا خط

حضرت امیر مولانا محمد علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے مجھے ایک خط لکھا ہے اس کی نقل درج ذیل ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو اسے شائع کر دیں۔ یہ مفید مضمون ہے:۔

" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرودین ۔ برنٹن روڈ ۔ کراچی

اخویم مکرم معظم مولنا صاحب ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

آپ کا خط ملا۔ الحمدللہ کہ آپ بخیریت ہیں۔ پہلے مسیح کے متعلق تو غلو آج تک قائم ہے مگر یہ جہدویت کی برکت ہے کہ مسیح موعود کے متعلق غلو کا خاتمہ ہماری زندگیوں میں ہوتا نظر آرہا ہے اور یہ سب سے بڑھکر خوشی کی بات ہے کہ جہاں سے غلو پیدا ہوا وہیں اس کا احساس ہو کر اب وہ دور ہونا شروع ہوا ہے یہ محض خدا کا احسان ہے اور شاید بعض درد دل کی دعاؤں کا اثر ورنہ کوشش ہماری طرف سے بہت کم ہوئی ہے۔

مجھے لاہور میں کچھ تکلیف زیادہ ہوگئی تھی مگر چند دن کے لئے خدا کے فضل سے میں صحت درست ہوگئی تھی اور اب میں اچھا ہوں۔

اللہ تعالےٰ آپ کو شفائے کامل عطا فرمائے اور آپ کو اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ وقت ہے کہ ہندوستان میں جماعت کی توسیع اور استحکام کی طرف خصوصیت سے توجہ کی جائے آپ کے پاس لٹریچر تو کافی ہوتا ہے۔ کوئی اور صورت آپ کے خیال میں ہو تو اطلاع دیں۔ بمبئی میں آپ کا جمعہ کا کوئی انتظام ہے یا نہیں۔ ہماری جماعت کے کتنے آدمی ہیں۔" والسلام

خاکسار ۔ محمد علی

جہدویت کا جو ذکر اس خط میں ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے کہ پہلے مسیح کی وجہ سے غلو ہوا اس لئے میں نے جبکہ مجھے یہ بتایا گیا کہ تیری عزت اس مسیح سے بہت زیادہ ہوگی تو میں نے عرض کی کہ خدایا مجھے وجہ شرک لوگ نہ بنائیں۔ تو مجھ کو کہا گیا کہ تیرے ساتھ [illegible] اس لئے جہدویت غالب رہے گی۔ مجھے یاد نہیں کہ یہ مضمون کہاں پڑھا اور کہاں سے نقل کیا یہ وہاں ہے جہاں سفید گھوڑوں پر سوار یورپ کے بادشاہوں کا آپ کے پیچھے ہو کر دکھائے جانے کا ذکر ہے۔

میاں نصیر احمد صاحب کی علالت

کراچی سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہمارے محترم دوست میاں نصیر احمد صاحب فاروقی آئی سی۔ ایس اپنڈے سائٹس کی تکلیف میں مبتلا ہو کر ہسپتال میں زیر علاج ہیں، ابھی ابھی حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے فاروقی صاحب گو ابتک ہسپتال ہی میں ہیں مگر خدا کے فضل سے بیماری قریباً قریباً جاتی رہی کچھ خفیف سا اثر باقی ہے۔

اخبار و افکار

روزہ میں سرمایہ داری اور کمیونزم کا علاج

سرمایہ داری اور کمیونزم کا حقیقی علاج اگر غور کرکے دیکھا جائے تو اسلام کے سوائے کہیں بھی نہیں، اسلام کا ایک ایک اصول اگر حقیقی معنوں میں اس پر عمل کیا جائے تو دنیا کی تمام امراض کا علاج اپنے اندر رکھتا ہے، روزہ ہی کو لیجئے، ایک سرمایہ دار روزہ رکھتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہے کہ بھوک کیا چیز ہے اور وہ لوگ جو معاشی مشکلات میں مبتلا ہونے کی وجہ سے فاقہ کشی سے بچنے کے لئے کمیونزم میں پناہ ڈھونڈتے ہیں کس قدر مجبور ہوتے ہیں یہ احساس اسے مجبور کرسکتا ہے کہ اپنی ہمیانیوں کے منہ ان مصیبت زدہ لوگوں کے لئے کھول دے اور کرسکنے کے کیا معنے صدقہ و خیرات تو روزہ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں بھی سب سے بڑھکر سخی تھے لیکن رمضان میں آپ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی پس روزہ ایک سرمایہ دار کو مجبور کرتا ہے کہ معاشی مشکلات میں پھنسے ہوئے مزدوروں کے لئے دست سخاوت دراز کرکے انہیں کمیونزم کے چنگل سے چھڑائے۔

دوسری طرف تھوڑی آمد رکھنے والے مزدوروں سے روزہ اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ تھوڑے ہی میں گذارہ قناعت کرکے خدا کا شکر بجالائیں اپنے پیٹ کو سرمایہ دار کی طرح زیادہ بھرنا بہت سی جسمانی و روحانی بیماریوں کا اپنے آپ کو شکار بنانا ہے، کم کھانا صحت و تندرستی کے لئے زیادہ مفید ہے، اور روح بھی اسی سے صالح اور تندرست رہتی ہے زیادہ کھانے اور روٹی کو ہی معبود بنانے والے طرح طرح کی بیماریوں کا شکار رہتے اور یاد خدا سے بھی عموماً محروم ہی چلے جاتے ہیں الا ماشاء اللہ

یہ روزہ کا وہ سبق ہے جو اس زمانہ میں سرمایہ دار اور مزدور ہر دو کے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

عورتوں میں مغربیت

مصر ایک اسلامی ملک ہونے کے باوجود ایک عرصہ سے مغربیت کی طرف زیادہ مائل بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ مغرب زدہ چلا آتا ہے، وہی طور وطریق، ویسی ہی نشست و برخاست، یہاں تک کہ عورتوں میں آزادی کی وہی روح سرایت کرچکی ہے جو یورپ میں پائی جاتی ہے۔

لیکن صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہنا چاہیئے، خدا کا شکر ہے کہ کم از کم عورتوں کے بارہ میں مغربیت کی آزادانہ روش آہستہ آہستہ ختم ہورہی ہے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ایک سرکاری اعلان میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ کوئی لڑکی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصر سے باہر نہ جائے جب تک اس کے ساتھ کوئی مرد بطور نگران نہ ہو۔ تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ننگی آستینوں اور ننگی چھاتی والی مغربی طرز کی قمیصیں اور اونچے پائچوں والے غرارے جو اسلامی وقار کے مناسب حال نہیں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ قمیص ایسی ہونی چاہیئے جس سے بازو اور گردن پورے طور پر مستور رہیں اور غرارے اس قدر لمبے ہوں کہ پنڈلیاں بھی ننگی نہ رہیں،

یہ احکام اپنی نوعیت کے لحاظ سے حد درجہ مفید اور اسلام کے عین مطابق ہیں جس کے لئے ہم حکومت مصر کو مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

کیا پاکستان مصر کے اس نمونہ سے سبق لینے کیلئے تیار ہے یہاں جو آزادی کی روش شروع ہوئی ہے اور عورتوں کا بن سنور کر بے حجابانہ باہر نکلنا جن قیامت خیز فتنوں کو دعوت دے رہا ہے۔ وہ حد درجہ افسوسناک اور لائق اصلاح ہیں ضرورت ہے کہ حکومت پاکستان فی الفور اس طرف متوجہ ہوکر عورتوں کے لباس اور طریق بود و ماند کو اسلامی رنگ دینے کی کوشش کرے۔

ہندو اور مسلم کلچر

بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے ۲۰ رمئی کو دہلی کی یونائیٹڈ نیشنز سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"ملک کے نوجوانوں میں ہندو کلچر کے تعدد کی رہبری کی جارہی ہے جو نہایت گھٹیا عامیانہ، تنگدلانہ اور مغرورانہ ہے ہمارے خیال میں کلچر طریق کردار اور طریق عمل کا نام ہے اس کے معنے ہیں جو تم ہوتے ہو نہ کہ جو تم پکار کر کہتے ہو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ترقی یافتہ قوم بنیں تو ہم کو چاہیئے کہ اپنی ذہنیت کو بھی ترقی دیں ملک کی تقسیم سے پہلے جب اسلامی کلچر کی بات کہی جارہی تھی تو آج سے ستر برس پہلے میں نے اپنی آپ بیتی میں ہندو کلچر اور اسلامی کلچر پر بحث کی تھی کہ ہندو اور مسلم کلچر سے کیا مراد ہے؟ میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں البتہ..... ..... ہندوستانی کلچر، عرب کلچر اور ایرانی کلچر تک تو سمجھ میں آسکتا ہے"،

اس کے مقابلہ میں صدر یو۔پی کے راج رشی پرشوتم داس ٹنڈن کا دعظ بھی سن لیجئے، وہ فرماتے ہیں اور بار بار ہر جگہ ہر تقریر میں اس امر پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان اگر ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ ہندو کلچر اختیار کرلیں ورنہ پاکستان کی راہ لیں۔

وزیر اعظم ہند کے مقابلہ میں ایک صوبہ کی اسمبلی کے صدر کا یہ وعظ اسی گری ہوئی ذہنیت کا مظہر ہے جس کو پنڈت نہرو نے "نہایت عامیانہ، تنگ دلانہ اور مغرورانہ" قرار دیا ہے، کاش ٹنڈن جی کی ذہنیت کے بھارتی ہندو پنڈت جی کے ان خطابات سے سبق حاصل کریں۔

مسجد اور سکھ راجہ

علامہ مناظر احسن گیلانی کا ایک مقالہ بعنوان "مسلم عہد حکومت" معاصر "صدق" میں شائع ہوا ہے جس میں ریاست پٹیالہ کے ایک سابق وزیر خلیفہ محمد حسین کی "تاریخ پٹیالہ" سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ

"انبالہ کے کمشنر صاحب جن کا نام جارج فریڈرک ایڈمکسٹن صاحب تھا انبالہ کا دورہ کرتے ہوئے بہادر گڑھ (ریاست پٹیالہ) بھی تشریف لائے وہاں سے ہاتھی پر سوار ہوکر راجہ پٹیالہ کے ساتھ قلعہ میں گئے اس قلعہ میں نواب سیف خان کی بنائی ہوئی مسجد بھی تھی جو ٹھیک راجہ کے محل کے سامنے تھی، انگریز کمشنر نے مسجد کو دیکھکر راجہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:-

"اورنگ زیب تو ہندوؤں کے مندروں کو ڈھوتا تھا آپ نے مسجد کو اپنے محل کے سامنے کس طرح قائم رہنے دیا"

سکھ راجہ نے جواب میں کہا:-

"جس ڈھنگ سے اس وقت آپ نے اورنگ زیب کا ذکر کیا میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد میرا ذکر بھی لوگ اس طرح کریں"

یہ واقعہ پچھلے زمانہ کے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کے باہمی تعلقات اور خیالات و ذہنیت کی ایک تصویر پیش کرتا ہے انگریز کمشنر نے تو خدا جانے کس نیت سے مہاراجہ پٹیالہ سے مذکورہ بالا بات کہی، لیکن مہاراجہ نے جو منہ توڑ جواب دیا وہ ہر طرح قابل داد ہے، کاش موجودہ والئ پٹیالہ نے بھی اپنے بزرگوں کے ان خیالات سے کوئی حصہ لیا ہوتا تو ان کا ذکر بھی زبان زد عام نہ ہوتا جو مسجدیں ڈھانے والوں، خدا کے گھر کو ویران کرنے والوں اور مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم توڑنے والوں کے بارہ میں آج اختیار کرنا پڑتا ہے۔

پانچ ہزار لائبریریوں میں تقسیم لٹریچر

ازدفتر جائنٹ سیکرٹری

یونیورسٹی آف پنسلوانیا۔ فلیڈلفیا (امریکہ) کے ریجنیل سٹڈیز کے چیئرمین لکھتے ہیں۔ کہ ہمیں اسلامی کتب وصول کرکے بہت خوشی ہوگی مہربانی فرماکر اس پتہ پر یہ کتب بھیجدیں۔

یونیورسٹی آف ورجینیا (امریکہ) ہمیں ابھی پاکستان سفارتخانہ واشنگٹن سے اطلاع ملی ہے کہ آپ لائبریریوں کو اسلامی کتب مہیا کررہے ہیں۔ ہم ان قیمتی کتب کے لئے آپ کے بہت ممنون ہوں گے۔

منسٹری آف پبلک ہیلتھ لائبریری قاہرہ مصر۔ لائبریریوں کو جو کتب آپ تقسیم کررہے ہیں اگر ان کے ایک یا دو سٹ آپ ہمیں بھیجدیں تو ہم آپ کے بہت شکر گذار ہوں گے۔

سیلون پولیس لائبریری:- آپ کا ہدیہ ہمارے ممبران کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری درخواست پر جلد غور فرمائیں گے

یہ ان چند خطوط کے اقتباسات ہیں جو کثیر تعداد میں دفتر کو موصول ہوتے ہیں۔

مختلف ممالک کی لائبریریوں میں تقسیم کی نئی تفصیل ذیل میں درج ہے:-

آسٹریلیا	۱۲	سٹ
انگلینڈ	۱	"
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۵	"
جاپان	۱	"

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں

ماہ رمضان — سختی اور تکالیف کو برداشت کرنے اور

روحانی ترقیات کو حاصل کرنے کا زبردست مجاہدہ

روزہ کی تکمیل کے لئے تہجد اور انفاق پر زور دینے کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - کراچی - مورخہ ۱۶ جون ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق)

یایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۝

رمضان کے لغوی معنی

رمضان المبارک کا مہینہ آ رہا ہے اور شاید اس سال تو وہ اپنے اصلی معنوں میں آ رہا ہے۔ اہل لغت لکھتے ہیں۔ کہ رمضان کا لفظ رمض سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں دھوپ کی گرمی کی شدت۔ یوں تو سردیوں میں بھی ماہ صیام آ جاتا ہے لیکن لفظ کے صحیح ماخذ کے لحاظ سے یہی موسم اس کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم یعنی جو پہلے بھی خدا کی طرف سے اصلاح کرنے والے آئے۔ انہوں نے بھی بدی کی طاقتوں کو کمزور کرنے اور نیکی کی قوتوں کو نشو و نما دینے کے لئے روزہ کو ضروری ٹھہرایا۔

سختی اور تکلیف اٹھانے کی عبادت

عبادات میں سے جس قدر انسان کو تکلیف روزہ رکھنے میں برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اور کسی عبادت میں اتنی تکلیف نہیں اٹھانی پڑتی عبادت نماز اور دعا کے رنگ میں بھی ہے۔ عبادت مال کے دینے میں بھی ہے۔ جس کو ہم زکوٰۃ یا خیرات کہتے ہیں۔ مگر روزے کی عبادت درحقیقت سختی اور تکلیف اٹھانے کی عبادت ہے یعنی بظاہر انسان بھوکا اور پیاسا رہتا ہے بغیر کسی خاص غرض کے سامنے ہونے کے صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اور حدیث میں آتا ہے الصوم لی روزہ میرے لئے ہے وانا اجزی بہ اور میں اس کی جزا بھی دیتا ہوں۔

تکالیف روحانی ترقیات کا ذریعہ ہیں

تو یہ عبادت جو محض ایک مشقت کے رنگ میں ہے انسان کے لئے ضروری ٹھہرائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشقت میں انسان کی روحانی ترقیات کا ایک ذریعہ ہے۔ جس قدر روحانی لوگ دنیا میں ہوئے ہیں۔ ان سب کا تجربہ یہی ہے۔ کہ دکھ اور تکلیف اٹھائے بغیر انسان بنتا نہیں کسی ملک کی تاریخ کو دیکھ لیں جو بھی روحانی رہنما دنیا کے کسی ملک یا قوم میں پیدا ہوئے ہیں انہوں نے لوگوں کو اس راہ پر ڈالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد یعنی ہم نے انسان کو تکلیف یا مشقت اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ یعنی وہ انسان بنتا ہی تب ہے جب مشقت اٹھاتا ہے۔ دوسری جگہ انسان کو ان الفاظ میں مخاطب فرمایا تو یایھا الانسان انک کادح الی ربک کدحا فملٰقیہ یعنی اے انسان اگر تو اپنے رب سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے جو انسان کی بلند ترین خواہش ہے اور جس کا حصول اسکو بلند ترین مقام پر پہنچاتا ہے تو سخت سے سخت مشقت اٹھا کر یہ مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسے دنیا کی تاریخ پر غور کیا جائے تو وہاں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں جتنی بڑی بڑی نعمتیں نظر آتی ہیں۔ بعض نعمتیں تو وہ ہیں۔ جو قدرتی رنگ میں موجود ہیں۔ مثلاً ہوا۔ پانی۔ زمین۔ سورج وغیرہ وغیرہ مگر دوسری قسم کی وہ نعمتیں ہیں جو انسان نے اپنی محنت اور مشقت سے حاصل کی ہیں یہ نعمتیں بھی دی ہوئی خدا تعالیٰ کی ہی ہیں۔ تاہم انسان کی اپنی محنت اور مشقت کا بھی ان میں دخل ہے۔ چنانچہ اگر غور سے دیکھا جائے گا۔ تو جس قدر بھی آسائش کے سامان اس دنیا میں پائے جاتے ہیں تمام کے تمام کسی نہ کسی انسان کی انتہائی محنت اور مشقت کا ہی نتیجہ ہیں۔ دنیا کے حقیقی محسن یا نسل انسانی کے سچے خیرخواہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جان پر طرح طرح کی مصیبتیں وارد کر کے انسانوں کو ترقی کرنے کے لئے حقیقی راہ پر ڈال دیا۔ چاہے یہ لوگ روحانی رنگ میں دنیا کے محسن ہوں یا جسمانی رنگ میں۔ درحقیقت یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کوششوں اور کاوشوں سے زندگی کے اندر وہ سامان پیدا کر دیئے جن سے بنی نوع انسان فائدہ اٹھا رہی ہے دنیا میں جو بھی دریافت ہوئی ہے یا جو بھی سامان انسان کی بہتری کے لئے دنیا میں پیدا ہوا ہے انہی لوگوں کی محنت اور مشقت کا مرہون منت ہے یہ وہ لوگ نہیں تھے جن کے پاس دنیا کا بہت مال اور دولت تھی یا جو حکومت کا حصہ رکھتے تھے۔ بلکہ ان میں ایسے بھی تھے جو تنہائی کے گوشے میں بیٹھ کر ایک ہی دھن کے اندر لگے ہوئے تھے کہ نسل انسانی کی بہتری کا کوئی کام کرتے چلے جائیں خواہ ان کو اس سے کوئی فائدہ پہنچے یا نہ پہنچے وہ کسی جد و جہد یا کاوش میں دکھ اور تکلیف محسوس نہ کرتے تھے۔ بلکہ ایسی مشکلات۔ تکلیفات اور مجاہدات میں لذت محسوس کرتے تھے۔

بے فائدہ زندگی

آج اس زمانہ میں بڑے بڑے کھیل تماشے۔ راگ رنگ سینما ہیں ہوتے ہیں۔ نوجوانوں کو ان کے لئے بڑا شوق ہے اور ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور یوں انسان چاہتا بھی ہے کہ لذت و سرور حاصل کرے۔ لیکن اس قسم کے لوگوں سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ وہ بلاشبہ ایک وقتی لذت حاصل کر لیتے ہیں لیکن ان کی حالت ایک حیوان سے بلند تر نہیں ہوتی جس طرح ایک حیوان دنیا میں رہتا، کھاتا، پیتا اور مرتا ہے۔ اسی قسم کا حشر ایسے لوگوں کی زندگیوں کا ہوتا ہے۔

نسل انسانی کے محسن

دنیا میں کام کرنے والے یا بنی نوع انسان پر احسان کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں دکھوں اور مصیبتوں میں گزار دیں یہی زندگی کا سبق ہے کاش ہم اس سبق کو یاد رکھیں اس طالب علم پر تو افسوس ہر ایک کرے گا جو سکول میں جاتا اور اپنے روزمرہ کے سبق کو یاد نہیں رکھتا کیونکہ وہ امتحان میں ناکام ہوگا مگر افسوس ہے اس طالب پر بھی جو سکول میں جاتا ہے۔ اور اپنے امتحان کو پاس کرنے کے لئے اپنے سبق کو یاد رکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے۔ پھر دنیا میں گزر کرنے کے لئے اس رستہ یا سبق کو بھول جاتا ہے جس سے انسان کی زندگی بنتی ہے۔ جو شخص زندگی کے سبق کو یاد نہ رکھے گا۔ اس کی مثال اس طالب علم کی طرح ہوگی جس نے امتحان پاس کرنے کے لئے کوئی محنت نہ کی وہ سکول کے امتحان میں پاس بھی ہو گیا تو کیا اگر اس کی زندگی ایک ناکامی کی زندگی ہے، خوب یاد رکھئے کہ حقیقی کامیابی انہیں لوگوں کی زندگی میں ملے گی جنہوں نے اپنی زندگیوں کو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے دکھوں اور مصیبتوں میں گزار دیا خواہ وہ بھلائی جسمانی رنگ کی ہی ہو۔

روزہ میں اہم سبق

اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے انسان فی الواقع سبق سیکھنا چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں اعلیٰ درجہ کے سبق موجود ہیں انہی سبقوں میں سے ایک سبق رمضان المبارک میں بھوک اور

اور پیاس کی شدت کو برداشت کرنا ہے اور غور کرو۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانی زندگی میں آسائش والی زندگی کیونکر ملتی ہے ایک شخص ورزش کرتا ہے اور جسمانی قوتے کا استعمال کرتا ہے۔ بھاگتا ہے دوڑتا ہے بوجھ اٹھاتا ہے۔ اور اس طریق پر ایک زبردست قوت اس کے جسم میں پیدا ہو جاتی ہے یہ تندرستی اور توانائی آتی تو ہے مشقت کی راہ سے جو بعد میں زندگی کو آسودہ بنا دیتی ہے مگر ان لوگوں کی زندگی جو محنت اور مشقت کے عادی نہیں ہوتے۔ یہی بیکاری ان کے پچھلے حصہ عمر میں سخت مصیبت کا موجب ہو جاتی ہے مگر محنت و مشقت کے عادی آخر عمر تک خوشحالی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے رمضان المبارک کے مہینہ میں بھی بھوک اور پیاس انسان میں زبردست قوت برداشت پیدا کر دیتی ہے۔ بڑی بڑی مصیبتیں ان پر آجائیں وہ اپنے آپ کو ان کا عادی بنا لیتے ہیں۔ تاریخ اس امت پر گواہ ہے کہ مسلمان سپاہی باوجود کئی کئی دن بھوکا اور پیاسا رہنے کے دشمن کا مقابلہ کر سکتا ہے لیکن ایک شراب پینے والا کھاؤ پیو سپاہی ایک دن کی مشقت اور بھوک کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اب غور کرو کہ قیمت کس کی بڑھی۔ اس کی جس نے دکھ اور مشقت میں ڈال کر اپنی زندگی کو بنایا یا اس کی جس نے اپنی زندگی آسائش اور عیش میں بسر کی۔ خوب یاد رکھو محنت مشقت اور تکالیف ہی انسان کی زندگی بنانے والی ہیں اور یہ سبق انسان کو عملی رنگ میں روزے سے مل سکتا ہے۔

ماہ رمضان اور عبادت الٰہی میں زیادتی

روزہ تو ہر عبادت بجائے خود اپنی اپنی جگہ پر عبادت ہے۔ لیکن روزوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے دو عبادتیں اور جمع کی ہیں اور جب تک ان دونوں عبادتوں کو روزے کے ساتھ جمع نہ کیا جائے تو اس وقت تک روزے میں بھوک اور پیاس کی شدت اٹھانے کے باوجود روزے کی تکمیل نہیں ہوتی اور اس کی حقیقی غرض کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو ہمارے نبی کریم صلعم عبادت کے لئے کمر باندھ لیتے تھے حالانکہ رمضان کے بغیر بھی دن تو ایک طرف آپکی راتیں بھی عبادت میں گذرتی تھیں مگر اس مبارک مہینہ میں اس قدر عبادت کرتے تھے کہ دوسرے مہینوں پر ان کی یہ عبادت سبقت لے جاتی تھی اور پھر اپنے گھر والوں کو بھی اس عبادت میں شامل کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اٹھو برکتوں کا مہینہ آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جاؤ۔ یعنی تہجد کے لئے جگاتے تھے

نماز تراویح

یہ جو نماز تراویح ہے یہ نماز اس رنگ میں حضرت رسول مقبول کے زمانہ میں نہ تھی اور نہ ہی اس کا رواج حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تھا۔ حضرت عمرؓ کے اوائل زمانہ خلافت میں بھی اس کا رواج نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں بہت سی اسلامی فتوحات کے باعث مسلمانوں پر کچھ آسائش کا زمانہ آ چکا تھا۔ اور وہ ذوق و شوق جو دکھوں اور مصائب میں عبادت کے اندر آتا تھا رفتہ رفتہ مسلمانوں سے کم ہونا شروع ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے اپنے یہ الفاظ ہیں:۔

بلینا بالضراء فصبرنا و بلینا بالسراء فلم نصبر

یعنی ہم دکھوں سے آزمائے گئے تو ہم نے ان کا مقابلہ کیا اور ان پر غالب آئے لیکن جب ہم پر خوشی اور خوشحالی کا زمانہ آیا اور اس سے آزمائے گئے تو ہم میں نیکی کے مقام پر کھڑے ہونے کی وہ طاقت نہ رہی جو اس سے پہلے تھی۔ تو جب نماز تہجد کے لئے وہ ابتدائی زمانہ کا شوق نہ رہا تو حضرت عمرؓ نے اول شب میں نماز تراویح کی ہدایت فرمائی گویا اسے ایک رنگ میں نماز تہجد کا بدل قرار دیا۔ گو خود ہی یہ بھی فرمایا نعم البدعة هذه والتی ینامون عنها افضل من التی یقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اوله۔ یہ نئی عبادت اچھی ہے لیکن جس حصہ میں وہ سوئے رہتے ہیں اور آپ کی مراد رات کے آخری حصہ سے تھی اس سے بہتر ہے جس میں یہ عبادت میں کھڑے ہوتے ہیں اور لوگ اول حصہ شب میں کھڑے ہوتے تھے۔

خیرات میں زیادتی

میرا مطلب یہ ہے کہ دو باتیں روزوں کے ساتھ اور جمع کی ہیں اور اس وقت تک روزے کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک ان پر بھی عمل نہ کیا جائے۔ جن میں سے ایک ہے رات کی عبادت اور دوسری چیز ہے خیرات چنانچہ حدیث میں اس کا بھی ذکر آتا ہے:۔

کان النبی صلعم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان

یعنی حضور علیہ الصلوٰة والسلام بہت ہی سخی تھے۔ لوگوں میں سے اس قدر دینے والے اور خیرات کرنے والے تھے کہ جو کچھ بھی آپ کے پاس آتا گھر میں نہ رکھتے بلکہ دیتے چلے جاتے تھے اور سائل کو نہ کبھی نہ کہتے تھے۔ مگر رمضان المبارک کے مہینہ میں حضور اپنی دوسری سخاوتوں پر بھی سبقت لے جاتے تھے۔

ان تمام امور کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ روزہ صرف بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کر لینے کا ہی نام نہیں ہے۔ اس سخت ترین مشقت کیساتھ دو باتوں کو اور جمع کیا ہے اول رات کی عبادت اور دوسرے خدا کی راہ میں مال کا دینا۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اس سنت کو زندہ کرے۔

رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ

ہاں روزہ تو بجائے خود ایک بڑی بھاری عبادت ہے۔ حلال چیز کو چھوڑ دینا خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔ میں نے طیب مال کمایا ہے۔ ہر چیز میرے گھر میں موجود ہے، پانی ٹھنڈا بھی میرے گھر میں موجود ہے ان سب چیزوں کو ترک کرتا ہوں، کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ پس اس طریق پر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے انسان میں زبردست قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی قوت کو حاصل کرنے کے لئے دونوں امور کو شامل کر کے اور قوت دی۔ مال کی عبادت یعنی صدقہ خیرات، زکوٰة وغیرہ اور رات کی عبادت نماز تہجد۔

مجاہدہ رمضان کا حق ادا کریں

یہ مبارک مہینہ تمہارے سامنے شروع ہو رہا ہے۔ سال میں صرف تیس روزے ہیں۔ بیشک ایک لحاظ سے بڑا بھاری مجاہدہ بھی ہے اس لئے میں اپنے احباب سے کہوں گا کہ وہ کوشش کریں کہ اس مجاہدہ کا حق ادا ہو جائے۔ اگر خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حلال چیزوں کو چھوڑ دیا ہے۔ تو پھر حرام چیزوں کے لئے کوئی خواہش کیوں پیدا ہو اس مجاہدے میں بہت سے ایسے لوگوں نے بھی گزرنا ہے جن کے حالات اجازت نہیں دیتے کہ اس میں حصہ لے سکیں۔ مثلاً مسافر بیمار۔ ہم کو اس مجاہدہ میں حصہ لینے کیلئے باقی دو مجاہدات جو رمضان کے ساتھ جمع کر دیئے ہیں۔ جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے یعنی پچھلی رات میں کچھ وقت کے لئے دو رکعت۔ چار رکعت چھ رکعت یا آٹھ رکعت جتنی بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے اور سب کل گیارہ رکعت ہیں اور ان میں قرآن شریف کی تلاوت جتنا خدا تعالےٰ نے سکھایا ہے۔

اصلاح خلق کیلئے دعائیں کریں

اور پھر خدا تعالےٰ کے حضور نہایت خضوع اور خشوع سے دعا کا کرنا کیونکہ اس دنیا کی مصائب کا علاج سوائے دعا کے دوسرا نظر نہیں آتا۔ کوئی قانون ایسا نظر نہیں آ رہا جو دنیا کو بدی کی راہ سے ہٹا سکے جس کی طرف دنیا دوڑتی چلی جا رہی ہے۔ کوئی ایسا وعظ یا نصیحت بھی نہیں نظر آتی۔ صرف یہ دعا کا حربہ نظر آ رہا ہے بڑی بڑی مشکلات کے وقت حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حربہ سے کام لیا۔ اگر عرب جیسی اُجڈ قوم کے دل پھر گئے اور ان کی آخری حالت یہ ہوئی کہ وہ سب کے سب حضرت رسول مقبول کے قدموں میں گر گئے۔ تو یہ بھی صرف دعا کا ہی نتیجہ تھا۔ آج بھی دنیا کی بہتری و بھلائی کے لئے اسی قسم کی دعائیں دلوں سے نکلیں تو اسی قسم کے نتائج آج بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور دنیا ہلاکت کے رستے سے بچ جائے جس کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ دوڑتی جا رہی ہے۔ اس کے بچنے کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ اس لئے دعائیں کرو۔ ہر انسان کے اندر دوسرے کی بہتری و بھلائی کا جذبہ موجود ہے۔ درد دل سے نکلی ہوئی آواز میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اور خدا کے رحم اور فضل کو کھینچنے کے لئے اس میں طاقت اور قوت موجود ہے۔

مالی قربانیوں کی ضرورت

آخر میں ایک دوسرے امر کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں۔ تبلیغ اسلام کو قوت دینے کے لئے کچھ بوجھ جماعت کراچی پر بھی ڈالا گیا ہے۔ اس وقت سوا آٹھ ہزار روپے کا انتظام اس جماعت نے کیا ہے ابھی پونے دو ہزار کی کمی باقی ہے۔ اس لئے دوبارہ کہتا ہوں کہ اس کمی کو پورا کر دینا چاہیئے یہ ضرورت کا وقت ہے۔ جن لوگوں نے ابھی تک اس تحریک میں حصہ نہیں لیا وہ حصہ لیں اور اس کمی کو پورا کر دیں۔ اور جنھوں نے رقوم دینے کا وعدہ فرمایا ہے جیسے بھی حالات اجازت دیں جس قدر جلد اس وعدہ کا ایفا کریں اسی قدر جماعت کی قوت کا موجب ہوگا۔ ووکنگ (لندن) کی مد میں یہ روپیہ جون کے اندر اندر بھیجدینا چاہیئے ورنہ پرمٹ PERMIT کالعدم ہو جائے گی۔ پس جو رقوم دے سکتے ہیں وہ اپنی پہلی فرصت میں ادا کر دیں۔ تا جس قدر روپیہ جمع ہو سکے اس کا ڈرافٹ DRAFT بنا کر جلد از جلد بھیجا جا سکے۔

اللہ تعالےٰ اپنے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے فضل و کرم سے جلد از جلد سامان پیدا کر دے۔ آمین ثم آمین۔

اسلام کی بے نظیر فتح

اور علماء کے علم کی پردہ دری

مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری احمدیہ بلڈنگس لاہور

علماء کے علم کی پردہ دری کا وقت آگیا

بار بار اپنی ذلت اور شکست کو ملاحظہ کرنے کے باوجود بھی ان علماء کے دلوں میں قطعاً کوئی نرمی پیدا نہ ہوئی بلکہ برعکس اس کے ان کے دل پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گئے اور بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کی اس عظیم الشان نصرت کو حضرت مرزا صاحب کے شامل حال دیکھ کر یہ لوگ خود بھی صداقت کو قبول کرتے اور عوام کو بھی قبول کرنے پر آمادہ کرتے الٹا یہ مغالطہ دہی کے شغل میں مصروف ہو گئے اور عوام پر یہ اثر ڈالنے کی کوشش شروع کر دی کہ علماء تو ہر وقت مقابلہ کے لئے تیار ہیں خود مرزا صاحب ہی مقابلہ سے بھاگ رہے ہیں، عوام چونکہ تحقیق کے عادی نہیں ہوتے اس لئے ان کا خود بخود حقیقت تک پہنچنا مشکل تھا خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ علماء پر انہیں اعتماد تھا اور بالمقابل حضرت مرزا صاحب پر وہ علماء کی غلط بیانیوں کی وجہ سے بدظن تھے سو وہ کس طرح حضرت مرزا صاحب کے قول کو درست اور علماء کے قول کو غلط سمجھ سکتے تھے ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے کہ وہ خود ہی اپنے راستباز بندوں کی تائید کے لئے اترتا ہے اور ان کی صداقت کو زمین پر قائم کر دیتا ہے قرآن کریم کی آیت و

سنستدرجھم من حیث لا یعلمون

سے اللہ تعالیٰ کی یہی سنت معلوم ہوتی ہے کہ وہ ماموروں کے دشمنوں کو ان کے مقابلہ میں ذلیل و رسوا کرنے کے لئے ایسے طریق سے انہیں مقابل میں لے آتا ہے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ ۱۸۹۶ء کے دسمبر میں اللہ تعالیٰ نے ان علماء کو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ تفسیر نویسی میں ٹکرا کر ان کی علمی پردہ دری کا سامان پیدا کر دیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے :۔

جلسہ اعظم مذاہب کی تحریک

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نشان کی چمک کو دوبالا کرنے کے لئے کہ وہ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کو اپنے پاس سے علم عطا فرماتا ہے جس کا مقابلہ اس کے ہم عصروں میں کوئی نہیں کر سکتا۔ لاہور کے چند سربرآوردہ لوگوں کے دل میں یہ تحریک ڈال دی کہ وہ ۱۸۹۶ء کے بڑے دنوں کی تعطیلات میں لاہور میں ایک جلسہ اعظم مذاہب کا انعقاد کریں اس کے لئے ان اصحاب نے مندرجہ ذیل پانچ سوال تجویز کئے اور تمام مذاہب کے نامی علماء سے خط و کتابت کی کہ وہ ان پانچ سوالوں پر اپنی اپنی الہامی کتابوں سے یا جو الہامی کتب کے قائل نہیں اپنی اپنی عقل سے روشنی ڈالیں وہ پانچ سوال حسب ذیل تھے :۔

اول۔ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتیں۔

دوم۔ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

سوم۔ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے اور وہ غرض کس طرح پوری ہو سکتی ہے

چہارم۔ کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

پنجم۔ علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

اس تحریک میں انہیں کامیابی ہوئی چنانچہ مختلف مذاہب کے نمایندوں نے اس جلسہ میں شرکت اور مندرجہ بالا سوالوں کے جواب میں اپنے اپنے مضامین کا پڑھنا قبول کر لیا۔

اس جلسہ اعظم مذاہب میں دس مذاہب کے نمایندوں نے شرکت کی :۔

(۱) اسلام کی نمایندگی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے کی۔

(۲) سناتن دھرم۔ اس کی نمایندگی بھی اس مذہب کے تین چوٹی کے پنڈتوں نے کی۔

(۳) آریہ سماج۔ اس کی طرف سے دو فاضل بطور نمایندہ پیش ہوئے۔

(۴) عیسائیت۔ اس کا نمایندہ بھی قابل ترین عیسائی عالم تھا۔

(۵) سکھ ازم۔ اس کی طرف سے دو نمایندے پیش ہوئے

(۶) برہمو سماج۔ ان کی طرف سے بھی ایک نمایندہ پیش ہوا۔

ان مشہور مذاہب کے علاوہ تھیوسوفیکل سوسائٹی اور فری تھنکروں سادھرن مذہب والوں کی طرف سے بھی ان کے نمایندوں نے اپنے اپنے مضامین پڑھے۔ مندرجہ بالا نقشہ سے قارئین پر یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہوگی کہ ہندوستان کا کوئی مشہور مذہب نہ تھا خواہ اس کی بنیاد الہام پر ہو اور خواہ عقل پر جس کی نمایندگی اس جلسہ میں نہ ہوئی ہو۔ اس سے اس جلسہ کی اہمیت اور عظمت کا پتہ لگ سکتا ہے یہ جلسہ کیا تھا گویا تمام مذاہب کی صداقت پرکھنے اور اس بات کے جاننے کے لئے کہ موجودہ مذاہب میں سے کونسا مذہب درحقیقت سچائی کا نور اور انسانی پیدائش کی غرض تک پہنچانے کے سامان اپنے اندر رکھتا ہے ایک بے مثال ذریعہ تھا۔

مذاہب کا آپس میں یہ مقابلہ اس طرز پر قرار پایا تھا کہ اس میں کسی قسم کی بدمزگی پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا بلکہ بڑی خوبصورتی اور تہذیب کے ساتھ اس کا انجام پذیر ہونا لازمی تھا اور ایسا ہی ہوا کیونکہ ہر ایک مقرر کے لئے یہ لازمی شرط تھی کہ وہ اپنے مضمون کو صرف اپنے مذہب کی خوبیوں کے بیان تک ہی محدود رکھے اور کسی دوسرے مذہب پر حملہ نہ کرے اور دوسری شرط یہ تھی کہ جو مقرر کسی بھی الہامی کتاب کے قائل ہیں وہ اپنی اپنی الہامی کتاب سے ہی مندرجہ بالا سوالوں کا جواب دیں۔ اس موخر الذکر شرط نے ان نمایندوں پر جو اسلام کی طرف سے پیش ہونے تھے لازم کر دیا کہ وہ پیش کردہ سوالوں کا جواب صرف قرآن کریم سے ہی دیں اور اس طرح ان سب کا آپس میں قرآن کریم کے حقائق و معارف کے بیان کرنے میں مقابلہ کا سامان پیدا ہو گیا حضرت مرزا صاحب بھی اس جلسہ میں شریک ہوئے اور تمام علماء کا سرغنہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی شریک تھے جن کو حضرت مرزا صاحب متواتر چھ سال سے اس مقابلہ کے لئے بلا رہے تھے اور وہ بھی متواتر اس دعوت کو ٹال رہے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون

سنستدرجھم من حیث لا یعلمون

کے ماتحت ایسا ان کی عقل پر پردہ ڈالا کہ ان کو اس جلسہ میں شرکت کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اس بات کا احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں حالانکہ یہ بالکل بدیہی بات تھی کہ جبکہ دونوں صاحبان ایک ہی موضوع پر صرف قرآن کریم سے ہی استدلال کرکے تقریر کریں گے تو مقابلہ کی صورت لازماً پیدا ہو جائے گی لیکن اگر سب احساس پیدا ہوتا بھی تو وہ کچھ کر بھی نہ سکتے تھے کیونکہ صورت حال ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب جیسے نامی عالم کے لئے بجز مقابلہ میں آنے کے اور کوئی چارہ ہی نہ رہا تھا کیونکہ اگر وہ انکار کرتے تو ایک طرف ان کی شہرت کو سخت دھبہ لگتا تھا اور دوسری طرف وہ تمام مسلمانوں کی لعن طعن کا نشانہ بنتے اور چاروں طرف سے ان پر آوازے کسے جاتے کہ اگر آج تم اسلام کی عظمت کے اظہار کے لئے میدان میں نہیں اترے تو پھر تم کس طرح اسلام کے مقتدا اور رسول کریم صلعم کے وارث کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہو اب حضرت مرزا صاحب کی طرف سے براہ راست تو چیلنج تھا نہیں کہ وہ حیلہ بہانہ سے اس کو ٹال دیتے اور لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈال سکتے کہ درحقیقت وہ تو مقابلہ کے لئے تیار ہیں لیکن مرزا صاحب بھاگ رہے ہیں اب تو دعوت غیروں کی طرف سے تھی جس کو وہ کسی صورت میں بھی رد نہ کر سکتے تھے اور درحقیقت یہ خدائی گرفت تھی جس سے نکلنا ان کے لئے محال تھا بہرحال انہیں چار و ناچار اس جلسہ میں شریک ہو کر اپنی علمی پردہ دری کرانی پڑی جس سے وہ چھ سال سے بچتے چلے آ رہے تھے جیسا کہ جلسہ کی روئداد سے ظاہر ہو رہا ہے۔

اسلام کے نمایندے درحقیقت ۵ تھے

اگرچہ میں نے لکھا ہے کہ جلسہ مذکورہ بالا میں اسلام کی نمایندگی صرف تین علماء نے کی اور یہی درست بھی ہے لیکن کمیٹی جلسہ کی طرف سے اعلان ۵ نمایندوں کا کیا گیا تھا۔ باقی دو مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی تھے لیکن ان دونوں کی تقریریں اس وجہ سے نہ ہو سکیں کہ مقدم الذکر نے اپنا وقت حضرت مرزا صاحب کو دے دیا اور مؤخر الذکر نے مولوی محمد حسین صاحب کو۔

سب سے پہلی تقریر

اسلام کے نمایندوں میں سے سب سے پہلے مقرر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جنہوں نے پہلے دن ہی اپنا مضمون پڑھ کر سنایا مولوی صاحب موصوف کے علم کی پبلک میں بڑی شہرت تھی اس لئے جیسا کہ رپورٹ جلسہ سے معلوم ہوتا ہے آپ کی تقریر کو سننے کے لئے لوگ جوق در جوق جمع ہو گئے لیکن تقریر سننے کے بعد لوگوں کو جس قدر مایوسی ہوئی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پریذیڈنٹ صاحب جو مسلمان ہی

تھے یعنی خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب انہوں نے ایک لفظ بھی مولوی صاحب کی تعریف میں نہیں کہا رپورٹ میں صرف یہ لکھا ہے۔
"حضرت مولوی صاحب نے دعا کرنے کے بعد اپنی تقریر کو ختم کیا"

دوسری تقریر

دوسرے دن یعنی ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء کے اجلاس میں سب سے پہلی تقریر اسلام کے نمایندے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تھی اس تقریر کو بھی قابل اعتنا نہ سمجھا گیا پریذیڈنٹ صاحب نے اس کے خاتمہ پر زیادہ سے زیادہ یہ کہا "مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے محبت بھرے الفاظ آپ کو بہت پسند آگئے ہوں گے میں اپنی طرف سے اور آپ صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں"۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ نفس مضمون کو اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ اس کی تعریف میں بھی کوئی لفظ استعمال کیا جاتا۔

تیسری تقریر

اسی روز بعد دوپہر اسلام کے دو اور نمایندوں کی تقریریں تھیں ان میں سے پہلی تقریر حضرت مرزا صاحب کی تھی مسلمان اپنے دونوں نمایندوں یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تقریروں سے مایوس ہو چکے تھے اب ان کی نظریں حضرت مرزا صاحب پر لگی ہوئی تھیں اگرچہ علماء انہیں کافر قرار دے چکے تھے۔ لیکن ان کی امیدوں کا سہارا اگر کوئی تھا تو حضرت مرزا صاحب کا وجود ہی تھا خدانخواستہ اگر مقدم الذکر دونوں صاحب کی طرح حضرت مرزا صاحب بھی اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے میں ناکام رہتے تو مسلمانوں کے لئے وہ دن ماتم کا دن ہوتا لیکن وہ خدا جس نے اپنے پاک نبی محمد مصطفےٰ صلعم خاتم النبیین پر اپنی پاک کتاب قرآن مجید میں یہ کلام اتارا ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ یعنی تجھ پر یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا گیا کہ تو ناکام رہے اور پھر یہ بشارت دی ا ہوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یعنی خدا وہی ہے جس نے اپنا رسول یعنی محمد رسول اللہ صلعم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کرکے دکھلائے وہ کس طرح اپنے نبی کو اس بے نظیر مذہبی مقابلہ میں ناکام کر سکتا تھا اور کس طرح غلبہ کی بجائے اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں مغلوب دیکھ سکتا تھا اس قسم کے مقابلہ میں مسلمان علماء کی شکست یقیناً اسلام اور نبی کریم صلعم کی شکست قرار دی جا سکتی تھی کیونکہ کسی مذہب کی تعلیم کی خوبیوں کو پیش کرنے والے اس کے علماء ہی ہو سکتے ہیں آخر مذہب نے خود تو بولنا نہیں اور نہ ہی نبی کریم صلعم خود تشریف لا کر اسلام کی خوبیوں پر روشنی ڈال سکتے ہیں آنحضور صلعم کا کوئی نائب اور وارث ہی اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر ثابت کر سکتا ہے اور نبی کے وارث اس کی امت کے علماء ہی ہو سکتے ہیں اور اب یہ امت کا کام ہے کہ وہ ایسے مقابلہ کے وقت کسی صحیح وارث النبی صلعم کو پیش کرے اور مسلمانوں نے اپنے چوٹی کے عالم پیش کر دیئے مولوی محمد حسین صاحب نے اپنی ناکامی کا دھبہ دھونے کے لئے مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی سے بھی ان کا وقت لے لیا اور دوسری تقریر بھی کی لیکن دھبہ کا دھلنا تو کجا وہ اور بھی نمایاں ہو گیا یہ تقریر پہلی سے بھی زیادہ ناکام رہی جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا بہرحال اسلام کی فتح اور اس کے غلبہ اور نبی کریم صلعم کے ہمیشہ ناکامی سے محفوظ رہنے کی پیشگوئی اس دن اسی شخص کے ہاتھ سے پوری ہوئی جس کو علماء نے تو اپنی بدقسمتی سے کافر قرار دیا لیکن خدا نے اسے اس قدر نوازا کہ اسے نبی کریم صلعم کا خلیفہ بنا کر اس پر قرآنی علوم کے وہ دروازے کھولے کہ جن کا مقابلہ نہ یہ علماء کر سکے اور نہ دیگر ادیان کے علماء اور پیشوا ان کے سامنے ٹھیر سکے جیسا کہ آپ کا یہ مضمون جو جلسہ اعظم مذاہب کے موقعہ پر پڑھا گیا اس پر کھلی کھلی دلیل ہے۔

قبل جلسہ حضرت مرزا صاحب کا اشتہار اور اس میں تین پیشگوئیاں

پیشتر اس کے کہ میں اس غلبہ کی تفصیل بیان کروں اس اشتہار کا درج کرنا بھی ضروری ہے جو حضرت مرزا صاحب نے قبل انعقاد جلسہ شائع کیا تھا تاکہ قارئین کرام کو اس مضمون کی اہمیت کا اور حضرت مرزا صاحب کے اس یقین کا جو آپ کو خدا کے عطا کردہ قرآنی علوم کی دیگر کتب کے علوم پر فوقیت پر تھا صحیح اندازہ ہو سکے وہ اشتہار یہ ہے:۔

"سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری۔

جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے اس میں قرآن شریف کے وہ حقائق اور معارف درج ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن ہو جائے گا کہ درحقیقت یہ خدا کا کلام اور رب العالمین کی کتاب ہے۔ اور جو شخص اس مضمون کو اول سے آخر تک پانچ سوالوں کے جواب میں سنے گا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک نیا ایمان اس میں پیدا ہوگا اور ایک نیا نور اس میں چمک اٹھے گا۔ اور خدا تعالےٰ کے پاک کلام کی ایک جامع تفسیر اس کے ہاتھ میں آجائیگی یہ میری تقریر انسانی فضولیوں سے پاک اور لاف گزاف کے داغ سے منزہ ہے۔ مجھے اس وقت محض بنی آدم کی ہمدردی نے اس اشتہار کے لکھنے کے لئے مجبور کیا ہے کہ تا وہ قرآن شریف کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ ہمارے مخالفوں کا کس قدر ظلم عظیم ہے کہ وہ تاریکی سے محبت کرتے اور نور سے نفرت رکھتے ہیں مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئیگا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اسکو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا اللہ اکبر خربت خیبر اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا گیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا ان اللہ معک ان اللہ یقوم اینما قمت یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔ اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ ہر ایک کو یہی اطلاع دیتا ہوں کہ اپنا اپنا حرج بھی کرکے ان معارف کے سننے کے لئے ضرور بمقام لاہور تاریخ جلسہ پر آویں کہ ان کی عقل اور ایمان کو اس سے وہ فوائد حاصل ہوں گے کہ وہ گمان نہیں کر سکتے ہوں گے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان
۲۱ دسمبر ۱۸۹۶ء

اس اشتہار میں جیسا کہ اس کے مضمون سے واضح ہے الہام الٰہی کی بنا پر غلبۂ اسلام کے متعلق تین زبردست پیشگوئیاں کی گئی ہیں اوّل اس مضمون کے سب مضمونوں پر غالب رہنے کی پیشگوئی دوم دیگر تمام ادیان کے پیرؤں کا اپنی کتب سے ان معارف کو دکھلانے سے عاجز رہنے کی پیشگوئی جو مضمون ہذا میں قرآن شریف سے دکھلائے گئے ہیں سوم اس امر کی پیشگوئی کہ اس مضمون کے چھپنے پر قرآنی سچائیوں پر لوگوں کا یقین بڑھتا چلا جائیگا یہ تینوں پیشگوئیاں کس صفائی سے پوری ہوئیں اس کا علم قارئین کرام کو بعد کے واقعات پر مطلع ہونے سے ہو جائے گا۔

لیکچر سننے کیلئے لوگوں کا اشتیاق

میں بتلا چکا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب و مولوی ثناء اللہ صاحب کے لیکچر سننے کے بعد مسلمان مایوس ہو گئے تھے اب غلبۂ اسلام کے متعلق ان کی تمام امیدیں حضرت مرزا صاحب کے ساتھ ہی وابستہ تھیں اس لئے دوسرے دن کچھ تو اس لئے اور کچھ اس جذب کی وجہ سے جو خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں میں رکھ دیتا ہے لوگ جس شوق سے اس لیکچر کو سننے کے لئے آئے اس کا اندازہ ان الفاظ سے

ہو سکتا ہے جو رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب میں درج ہیں اور وہ یہ ہیں :۔

"پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا۔ اس لئے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ ڈیڑھ بجے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا۔ اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پُر ہو گیا۔ اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے قریب مجمع تھا۔ مختلف مذاہب وملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتدبہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔ اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا۔ عمائد پنجاب علماء فضلاء۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ پروفیسر اکسٹرا اسسٹنٹ، ڈاکٹر۔ غرض کہ اعلےٰ طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر وتحمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔ مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے لیکن خود انہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ اس مضمون کے لئے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون نہ ختم ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشاء کے مطابق تھا۔ کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذر نے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لئے دے دیا۔ تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جانی تھی لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گھنٹہ میں ختم ہوا۔ اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی اور مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔"

اشتیاق میں زیادتی اور لیکچر کیلئے مزید ایک دن کا بڑھایا جانا

انہوں نے مندرجہ بالا سے واضح ہے کہ بجائے دلچسپی کے یا اشتیاق میں کمی آنے کے سامعین کا اشتیاق اس مضمون کو سننے کا اتنی پہلے سے بھی بہت زیادہ ہو گیا کیونکہ جیسا کہ رپورٹ سے ظاہر ہے جب یہ مضمون وقت مقررہ پر ختم نہ ہوا تو چاروں طرف سے مطالبہ ہونا شروع ہو گیا کہ جلسہ کی کارروائی ختم نہ کی جائے جب تک کہ یہ مضمون ختم نہ ہوا ادھر مولوی مبارک علی صاحب نے جن کا مضمون حضرت مرزا صاحب کے بعد پڑھا جانا تھا جب اس مضمون کی شان و عظمت کو دیکھا تو انہوں نے بھی اس مضمون کو اپنے مضمون پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا وقت اسکو ختم کرنے کے لئے دے دیا۔ ان کے اس اعلان پر سامعین اور ممبران کمیٹی کو جس قدر خوشی ہوئی وہ قارئین کرام کے سامنے ہی ہے اس پر بھی طرہ یہ کہ جلسہ نے ۴½ بجے ختم ہو جانا تھا لیکن یہ مضمون لوگوں کی خواہش پر ۵½ بجے تک سنایا جاتا رہا اور لوگ بغیر اکتانے کے سنتے رہے اس مضمون کے اثر کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے رؤسا ۵½ بجے تک محویت کے عالم میں کھڑے اس مضمون کو آخر تک سنتے رہے باوجود وقت کو بڑھانے کے بھی اس دن صرف پہلے سوال کا جواب ہی ختم ہو سکا۔ باقی سوالوں کے جواب سننے کے متعلق لوگوں میں جو اشتیاق تھا اس کا اندازہ رپورٹ کے ذیل کے الفاظ سے ہو سکتا ہے :۔

"اگرچہ اس مضمون کے ختم ہوتے ہوتے شام کا وقت قریب آ گیا۔ لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا۔ اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا تفریق مذہب و ملت ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ عام طور سے اگزیکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسہ کے چوتھے اجلاس کے لئے انتظام کرے جس میں باقی سوالات کا جواب سنایا جاوے۔ کیونکہ حسب اعلان اگزیکٹو کمیٹی جلسہ کے تین ہی اجلاس ہونے تھے اور تدبیر سے اجلاس کے سپیکر پہلے ہی سے مقرر ہو چکے تھے جلسہ کے دن بڑھانے کے لئے موڈریٹر صاحبان کی خاص رضامندی تھی۔ ....

میرے دوستو آپ نے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی طرف سے سنا ہمیں خاص کر جناب مولوی عبدالکریم صاحب کا مشکور رہنا چاہیئے جنہوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا ہے۔ آپ کو مژدہ دیتا ہوں کہ آپ کے اس فرط شوق اور دلچسپی کو دیکھ کر جو آپ نے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹر صاحبان اور دیگر عمائد و رؤسا کی خاص فرمائش سے اگزیکٹو کمیٹی نے منظور کر لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لئے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے"

چوتھا دن اور مزید اشتیاق

چوتھے دن یعنی اس دن بھی جو خاص طور پر ایزاد کیا گیا حضرت مرزا صاحب کا مضمون وقت مقررہ پر ختم نہ ہوا اس پر مکمل مضمون کو سننے کے لئے لوگوں کے اشتیاق کا جو عالم تھا اس پر رپورٹ کے مندرجہ ذیل الفاظ کافی روشنی ڈال رہے ہیں :۔

"حضرت مرزا صاحب کی تقریر ختم ہونے سے پہلے ہی مقررہ وقت تقریر ختم ہو چکا تھا لیکن اختتام وقت پر حضار جلسہ ایک طرف اور موڈریٹر صاحبان دوسری طرف اس بات پر زور دے رہے تھے کہ تقریر کے ختم ہونے کے لئے وقت بڑھایا جائے۔ جس پر پریسیڈنٹ اگزیکٹو کمیٹی نے نہایت خوشی سے ایزادی وقت کی اجازت دے کر ہزاروں دلوں کو خوش کیا"

غلبہ مضمون کی پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت

رپورٹ کے ان تینوں حصص کو پڑھنے کے بعد کسی منصف مزاج آدمی کو اس پیشگوئی کے صفائی کے ساتھ پورا ہو جانے میں شک نہیں رہ سکتا جو غلبہ مضمون کے متعلق جلسہ شروع ہونے سے قبل ہی خدا تعالےٰ کے الہام کی بناء پر شائع کر دی گئی تھی۔

اس پیشگوئی کی شوکت اور عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوے ماموریت کی بناء پر تمام قوموں میں آپ کے خلاف جذبات دشمنی بھڑکے ہوئے تھے اور ہر قوم (ہندو سکھ۔ عیسائی۔ مسلمان وغیرہ) چاہتی تھی کہ آپ اپنے دعوے الہام میں جھوٹے ثابت ہوں اور اس کے لئے وہ مدت سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے پس باوجود اس شدید دشمنی کے اور ان مذموم ارادوں کے جو وہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق رکھتے تھے ہر ایک کا اس مضمون کی تعریف میں رطب اللسان ہونا اور اس کے سننے کے لئے اسقدر اشتیاق کا اظہار کرنا کہ اسکو مکمل کروانے کے لئے وقت پر وقت زاید کروائے جاتے ہیں بتاتا ہے کہ اس مضمون نے ان کے دل و دماغ پر پوری طرح قبضہ کیا ہوا تھا اور اس کے جادو سے وہ ایسے بندھے ہوئے تھے کہ مخالف سمت میں وہ کوئی حرکت کر ہی نہ سکتے تھے۔

اس کے علاوہ لاہور کے اس وقت کے تمام بڑے بڑے اخباروں مثلاً سول ملٹری گزٹ۔ پنجاب آبزرور پیسہ اخبار وغیرہ نے اس مضمون کی تعریف میں بہت کچھ لکھا۔ جب یہ مضمون انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ میں پہنچا تو وہاں کے علماء بھی اس سے متاثر ہوئے اور اس کی کافی تعریف کی اور اب تک بھی جس شخص کے مطالعہ سے گذرتا ہے وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اگر مسلم ہے تو اس کے لئے یہ مضمون زیادتی ایمان کا موجب ہوتا ہے اور اگر غیر مسلم ہے تو اسلام کے متعلق اس کے خیالات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں جو بدظنیاں قرآنی تعلیم کے متعلق گھر کی ہوئی ہیں وہ یکسر دُور ہو جاتی ہیں اور آیندہ کے لئے وہ اسلام کے متعلق اچھے خیالات کا حامل بن جاتا ہے۔ (باقی آیندہ)

اخبار احمدیہ

— مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں شروع رمضان سے حافظ قاری محمد بوستان خان صاحب نماز تراویح میں قرآن کریم سنا رہے ہیں۔ ۹ر رمضان ۲۷ جون کی شب تک ۱۲½ پارے سنائے جا چکے ہیں امید ہے کہ ۲۹ر رمضان کو قرآن کریم ختم ہو جائیگا۔

— حضرت مولٰنا صدرالدین صاحب ۲۷ر جون کی صبح کو معہ خاندان کوہ مری تشریف لیگئے۔

— مولٰنا عبدالرحمٰن صاحب مصری ہر روز بعد نماز صبح قرآن کریم کا درس مسجد احمدیہ بلڈنگس میں دیتے ہیں اور محمد یحییٰ صاحب حضرت مسیح موعود کے ملفوظات سناتے ہیں۔

— اخویم حبیب الرحمٰن صادق موضع چہور ضلع ہزارہ سے اطلاع دیتے ہیں کہ سید اسد اللہ شاہ ...

برادرانِ اسلام سے ایک اپیل

مسلمانانِ ہند کی امداد کا موثر ترین طریق

جناب صادق علی صاحب پٹیالوی

برادران اسلام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ جنہیں پاکستان میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ کیا آپ نے کبھی پاکستان کی تخلیق پر غور فرمایا ہے۔ کہ دنیا کی یہ سب سے بڑی اسلامی سلطنت کس طرح معرض وجود میں آئی۔ پھر کیا کبھی آپ نے دیانتداری سے سوچا ہے کہ آپ نے حصول کے لئے انفرادی طور سے کتنی کوشش بحیثیت قوم کیا قربانی کی تھی۔ اگر آپ دیانتداری سے ان امور کو سوچیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ نہ آپ نے کوئی وسیع کوشش کی اور نہ آپ کی قوم نے کوئی ایسی گرانقدر قربانی پیش کی۔ جس سے سلطنتیں بنتی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مملکت پاکستان حکومت خداداد ہے اور مشیت ایزدی نے اسے کسی خاص مصلحت اور کسی اہم مقصد کو مدنظر رکھ کر بنایا ہے۔ آپ تخلیق پاکستان کی جملہ منازل و مراحل پر ایک نظر ڈالیں۔ تو آپ دیکھیں گے کہ ہر ایک امر میں ایک سِرِّ الٰہی ہے۔ ہندوؤں اور سکھوں نے پنجاب اور بنگال کو تقسیم کے اعلان پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ لیکن وہی تقسیم ان کے حق میں مہلک ثابت ہوئی اور سکھ قوم تو اس سے بالکل تباہ ہو گئی۔ بعض دور اندیش مسلمانوں کو تقسیم پنجاب و بنگال سے سخت مایوسی اور شدید رنج ہوا۔ لیکن یہی تقسیم ان کے حق میں آیۂ رحمت ثابت ہوئی۔ کیونکہ اگر پنجاب و بنگال متحد رہتے تو ہندوؤں اور سکھوں کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ پانچ دس غدار مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی وزارت بنا لیتے۔ اور مسلمان بدستور حالت غلامی میں رہتے۔ تجارت ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھ میں تھی ہی۔ اس طرح مسلمانوں کی اقتصادی غلامی بھی کبھی ختم نہ ہوتی۔ اور پاکستان کا بننا کسی بھی سے بھی ان کے لئے مفید نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی تقدیر نے مسلمانوں کو ہر طرح کی غلامی سے نجات دے کر آزاد شاہی قوم بنایا۔ اور ہندوؤں اور سکھوں کی باریک تدبیریں یکسر ناکام ہو گئیں۔ اب پاکستان میں ہر مسلمان کا مذہب جان اور مال اور عزت محفوظ ہے۔ اور اس کی غلامی کی زنجیریں کٹ گئی ہیں۔ تجارت کلیتہً مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہ جو مشرقی پنجاب میں مزدوری پر گزارہ کرتے تھے پاکستان میں تاجر بنے بیٹھے ہیں جن کے پاس وہاں رہنے کو جھونپڑا تک نہ تھا۔ یہاں عالیشان مکانوں میں سکونت پذیر ہیں۔ جنہیں چپڑاسی ملنی بھی دشوار نظر آتی تھی۔ اب دفتروں میں کرسیوں پر براجمان ہیں۔ کھانے پینے کی ہر ایک چیز ملتی ہے اور ارزان اور بلا مشقت ملتی ہے۔ اور پاکستان کے فوائد کھلے کھلے دکھائی دینے لگے ہیں۔ لیکن کیا آپ نے ان نعماء الٰہی کے لئے حضرت احدیت کا شکر ادا کیا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہم ایک ناشکر گذار قوم ہیں۔ اور ہر وقت پاکستان کو کوستے رہتے ہیں۔ یاد رکھئے ہماری مثال دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی ناشکر گذار قوم میں ملتی ہے۔ جنہوں نے من وسلویٰ جیسی عظیم الشان نعماء الٰہی کو ٹھکرا کر پیاز اور مسور کی دال کی خواہش ظاہر کی تھی لتتبعن سنن من قبلکم۔ پاکستان جیسی عظیم نعمت کا انکار کرنے والے ذرا اپنے ان مجاہد بھائیوں کی حالت کا خیال کریں۔ جن کا پاکستان بنوانے میں شاید اہل پنجاب سے زیادہ ہی حصہ تھا۔ جہاں تک کہ تخلیق پاکستان میں انسانی کوششوں کا دخل تھا۔ مانا کہ ان ہولناک اور قیامت خیز واقعات کا تو انہیں اندازہ نہیں تھا جو آج ہندوستان میں رونما ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ایک مہذب حکومت کے ہوتے ہوئے اس قسم کی سفاکی اور درندگی کا تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم وہ ہندو ذہنیت سے واقف تھے۔ جنہوں نے چار ہزار برس پہلے [illegible] کو اچھوت بنا دیا تھا۔ وہ [illegible] ذہنیت اور اسلام [illegible] وہ بخوبی جانتے تھے۔ کہ ہندوستان کو آزادی ملنے کے بعد مسلمانوں کی [illegible] قید کے ہوں گے۔ مگر ان سب امور کو جانتے ہوئے انہوں نے ہر طرح سے کوشش کی کہ پاکستان بنے تاکہ قوم کا ایک حصہ تو آزادی کی ہوا کھا سکے

برادران اسلام۔ کیا کبھی آپ کو احساس ہوا ہے کہ ہمارے ان جان سے عزیز بھائیوں پر دشمن کیا کیا ستم ڈھا رہے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان غریبوں کی عزت وناموس۔ ان کے اموال و املاک۔ ان کی جانیں سب غیر محفوظ ہیں۔ ذرا ذرا سے بہانوں پر غریب ہندوستانی مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ ان کے اموال و جائدادیں ضبط کر کے ان کو گھروں سے باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اور اسلام کی بیٹیوں کی روز روشن میں عصمت دری ہو رہی ہے۔ کیا آپ کے ان بھائیوں کے لئے کبھی آپ کا جذبۂ ہمدردی بھڑکا۔ کیا ان کے متعلق کبھی آپ کو اپنے فرائض کا احساس ہوا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیونکہ آپ کو جائز و ناجائز طریق سے روپیہ کمانے کی دھن لگی ہوئی ہے۔ اور کیونکہ آپ کو کونسلوں میں انتخاب جیتنے کی فکر ہے۔ دیکھئے ہمارے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کا ہمارے ذمہ حق ہے۔ اگر آپ اسے خدا کی طرف سے نہیں سمجھتے کیونکہ مسلمان قوم خدا سے غافل ہو چکی ہے۔ تو انسانیت کا فرض ہی سمجھئے۔ ان لوگوں نے آپ کے لئے بہت بڑی قربانی کی ہے۔ آپ کو زندہ رکھنے کے لئے انہوں نے اپنی موت قبول کی ہے۔ کیا آپ اپنا فرض پہچانیں گے۔ اور ان کی مدد کے لئے کچھ قربانی کریں گے۔ بالآخر اس کے نتائج نہایت ہی شاندار ہوں گے۔ اور اپنے بھائیوں کی امداد درحقیقت یہ آپ کی اپنی امداد ہو گی۔

اب سوال یہ ہے کہ ہم اپنے مصیبت زدہ ہندوستانی بھائیوں کی امداد کیسے کر سکتے ہیں ہم ہندوستان کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے حکومت پاکستان بھی اس قسم کی جنگ کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ بین الاقوامی قوانین اس کی اجازت نہیں دیتے۔ اتنی کثیر آبادی کو پاکستان میں آباد کرنے کے لئے جگہ کوئی نہیں۔ تو سوائے رونے دھونے کے اور چارہ کار کوئی نہیں۔ لیکن درحقیقت ان مسلمان دور افتادہ بھائیوں کی ہمدردی میں خدا کے حضور رونا ہی ان کی مدد کا سب سے موثر طریق ہے۔ ایک چھپا ہوا دہریہ اور بدباطن انسان تو اس تجویز پر ہنسے گا۔ لیکن ایک صاحب بصیرت انسان جس کا قلب صافی نور الٰہی سے روشن ہے۔ فوراً بول اُٹھے گا کہ اس سے زود اثر اور دوررس نتائج پیدا کرنے والا اور طریق ہو نہیں سکتا کیونکہ اس قہار اور طاقتور خدا کے حضور اگر سچے دل سے رویا جائے تو ناممکن اور انہونی بات بھی وقوع پذیر ہو جاتی ہے اس لئے چاہیئے کہ پاکستان کے ہم تمام مسلمان چالیس دن کا ایک مجاہدہ کریں جس میں سات سال سے لیکر ہر عمر کا مسلمان زن و مرد شامل ہو۔ مجاہدہ کا پروگرام حسب ذیل ہے:۔

(۱) ہر شخص پانچ وقت پابندی اوقات کے ساتھ نماز پڑھے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی ہندوؤں کے مظالم سے نجات کے لئے بارگاہ الٰہی میں عجز اور خضوع و خشوع کے ساتھ دعا کرے۔

(۲) سولہ سال کی عمر سے زیادہ کا ہر انسان ان چالیس دنوں کے لئے اپنے پر نماز تہجد فرض کر لے۔ اور نماز تہجد میں دنیا میں نیکی۔ راستبازی۔ دین حق اور باہمی انسانی ہمدردی پھیلنے اور قیام امن کے لئے دعا کرے۔

(۳) ہر ایک مسلمان جس کے ذمہ زکوٰۃ واجب ہے باقاعدہ زکوٰۃ دینے کا وعدہ کرے اور جب تک حکومت پاکستان زکوٰۃ وصول کرنیکا باقاعدہ انتظام نہ کرے ہر ضلع میں زکوٰۃ کا روپیہ وصول کرنے کے لئے مسلم لیگ کی زیر نگرانی ایک بیت المال قائم کیا جائے

(۴) ان چالیس دنوں کے مجاہدہ میں ہر ایک مسلمان جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھے۔

(۵) ہر مسلمان جسے اللہ تعالیٰ نے رزق سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے دوران مجاہدہ میں اپنے محلہ کے دو یتیموں یا دو مسکینوں کو طعام کھلانے کا بندوبست کرے

(۶) ہر مسجد میں درس قرآن کریم کا انتظام کیا جائے۔

(۷) ہر ضلع سے پچاس پچاس اعلیٰ تعلیمیافتہ۔ نیک۔ ہمدرد اور بااخلاق مسلمان نوجوان اپنے اپنے ضلع کے دیہات میں اسلامی بیداری پیدا کرنے کے لئے چالیس دن وقف کریں۔ اور اپنے پروگرام میں رشوت ستانی کا کلی انسداد اور حکام کے طرز عمل کو بہتر بنانے کی کوشش کو شامل کریں۔ (اس مجوزہ مجاہدہ کا یہ سب سے مشکل لیکن سب سے اہم اور ضروری حصہ ہے میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ حکام پاکستان کی اکثریت کے بدنمونہ اور منحوس طرز زندگی نے پاکستانی عوام کے اخلاق کو تباہ کر رکھا ہے)

(۸) مجاہدہ کے ان چالیس دنوں کے لئے طول و عرض پاکستان میں سینما بند کر دیئے جائیں۔ ریڈیو سے بھی مواعیظ حسنہ اور درس قرآن کریم نشر کیا جائے۔

(۹) شراب کے لائسنس کلیتہً منسوخ کر دیئے جائیں۔ بدچلنی کے تمام اڈے یکسر بند کر دیئے جائیں اور خواتین کو اسلامی پردہ ملحوظ رکھنے پر مجبور کیا جائے۔

(۱۰) پاکستان کے ہر مسلمان کو نہایت صدق دل سے عہد کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ ہر ایک قیمت پر پاکستان میں آباد اقلیتوں کی عزت و ناموس اور جان و مال کی حفاظت کرے گا۔

(اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ہندو حکومت بھارت کی سازش سے پاکستان کے امن میں خلل ڈالنے کی کوشش اور مخالف پروپیگنڈا کے لئے بہانہ تلاش کرتے رہیں گے لیکن مسلمانوں کو اپنے عہد پر قائم رہنا چاہیئے کہ یہی سلامتی کی راہ ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ بھارت کے ہندو اگر اور کسی خاص غرض سے نہیں۔ تو پاکستان کے مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لئے ہی بہی مسلمانوں کو انواع و اقسام کی اذیت دیتے رہیں گے اور اس کا گلہ و شکوہ بھی کوئی نہیں۔ کیونکہ یہ وہ .... احسان فراموش قوم ہے جس نے اپنے سب سے بڑے محسن جہاتما گاندھی کو نہایت سفاکی سے محض اس لئے قتل کر ڈالا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ قدرے نرم سلوک کی سفارش کرتا تھا

کیا مسلمانوں کی تسکین کے لئے یہ کافی نہیں۔ کہ ہندو قوم اپنے مظالم کی پاداش میں جلد تباہ ہو جائیگی اور ایسے طریق سے ہلاک ہوگی کہ اسکو کہیں سے بھی مدد نہیں مل سکے گی۔ لیکن مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے۔ کہ بھارت کے مسلمانوں کا بدلہ پاکستان کے ہندوؤں سے لے۔ کہ یہ فعل صریح غیر اسلامی اور نفرین کے قابل ہے۔

میں یہاں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ پاکستان تباہ ہونے یا مٹ جانے کے لئے نہیں بنا۔ یہ خاص مشیت ایزدی سے اللہ تعالیٰ کے خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے معرض وجود میں آیا ہے۔ یہ خارق عادت طور سے ترقی کرے گا۔ اس کے لئے بشارتیں ہیں۔ دشمن یا طاقتور دشمن جس کو اپنے مال اور جتھے پر ناز ہے۔ اس کے مقابلہ پر خود مٹ جائے گا۔ کہ اس کے لئے منشا ازل سے مقدر ہے۔ باریک بین نظریں دیکھ رہی ہیں کہ بھارت اب بھی عذاب الہٰی کی گرفت میں ہے۔ لیکن ہمارے اس مجوزہ مجاہدہ پر عمل درآمد کے بعد بھارت کی تباہی کھلی کھلی نظر آنے لگے گی۔

مجھے یہ کامل احساس ہے کہ میرے جیسے گمنام اور غیر معروف انسان کی آواز پر کوئی مسلمان کان نہیں دھرے گا۔ اس لئے میں مسلم لیگ کے ارباب حل و عقد سے نہایت عاجزی سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس پروگرام کو اپنی طرف سے شائع کریں۔ اور اس کے لئے سازگار فضا پیدا کریں۔ اس وقت مسلمان بچے بچے کا دل اس یقین سے معمور ہے۔ کہ اگر ہم صحیح معنوں میں مسلمان بن جائیں تو ہم دنیا کی پیشرو قوم بن سکتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان سے ہی آفتاب اسلام کی شعاعیں دنیا کو منور کریں گی۔ اور ساتھ ہی اس امر کا بھی احساس ہے کہ اگر ہم نے اپنے اعمال کی جلد اصلاح نہ کی۔ تو کسی اور طریق سے ہمیں اپنی اصلاح پر مجبور کیا جائے گا۔ ارباب حکومت بھی عامۃ الناس کو اپنی اصلاح کے لئے بار بار توجہ دلاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ پاکستان میں بہت سالوں کے بعد پھر روحانیت کا انتشار شروع ہوا ہے۔ اور مستعد اور نیک طبائع پر ملائکہ کا نزول ہونے لگا ہے۔ اس لئے فضا تو سازگار ہے۔ مگر تاہم اس قسم کے پروگرام کو بروئے کار لانے کے لئے ایک منظم جماعت کی مساعی بکار ہیں۔ جو قربانی کا ایک نمونہ پیش کرے۔ اس لئے یہ مسلم لیگ کی ایک کڑی آزمائش ہے کیونکہ یہ اپنے عزیز بھائیوں کی ہمدردی اور ان کے آلام و مصائب سے نجات کے لئے ایک مجاہدہ ہے۔ مسلم لیگ نہ صرف پاکستان کی واحد نمایندہ جماعت ہونے کی مدعی ہے بلکہ اس کے صدر تمام اسلامی ممالک کو اسلامستان کے حلقہ میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں تا کہ اسلامی اخوت کا سلسلہ زیادہ استوار اور مستحکم ہو جائے کیا وہ اپنے ہندوستانی مسلمان بھائیوں کی ہمدردی میں اس تھوڑی سی قربانی کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے پوری کوشش اور سرگرمی سے کام نہ لیں گے۔ اس سے نہ صرف ہندوستانی مسلمانوں کو فائدہ اور تقویت پہنچے گی۔ بلکہ اصل فائدہ اور منفعت خود پاکستانی مسلمانوں کو حاصل ہوگا۔ اس مجاہدہ کے جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں نتائج عظیم الشان ہوں گے لیکن اگر ہم نے اس تحریک کو نظر استخفاف سے دیکھا۔ تو ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جو شخص اپنے بھائی سے اس کی مصیبت میں ہمدردی کرنا نہیں چاہتا آسمان پر اس سے بھی کوئی ہمدردی ظاہر نہیں کی جاتی۔ اور ایسی اقوام کی جو اپنی اصلاح کرنا نہ چاہیں۔ اور جن کی زندگی کا نصب العین صرف کھانے پینے تک محدود ہو صفیں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ اور ان کی بجائے دوسری قوم کھڑی کر دی جاتی ہے۔ یہ یا اس سے بھی سخت تر کوئی مجاہدہ پاکستانی مسلمانوں کو کرنا پڑے گا۔ اگر اب کر لیا جائے تو اپنے ہندوستانی بھائیوں کے لئے ہے اور یہ نیک ترین عمل ہے۔ ورنہ یہ اپنی ہی جان و مال و ناموس کو بچانے کے لئے کرنا ہوگا۔ شاید اس وقت اتنا مفید نہ ہو۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مسیح موعود کے خاندان کو خاندانِ نبوت نہ لکھا جائے

اصل نبوت تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت تو ظلی ہے

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ایک ضروری اعلان

۱۹۱۴ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کیا گیا، جناب میاں محمود احمد صاحب نے اپنے ایک مرید کو یہ لکھا تھا کہ "نبوت کے متعلق میں آپکو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سب احمدی حضرت مسیح موعودؑ کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں لیکن حضرت صاحب کے درجہ کو (بزعم میاں صاحب۔ ناقل) اس وقت بہت گھٹا کر دکھایا جاتا ہے اسلئے مصلحت وقت مجبور کرتی ہے کہ آپکے اصل درجہ سے جماعت کو آگاہ کیا جائے (یعنے ظلی نبی سے نبی بنا دیا جائے۔ ناقل)" خدا کا شکر ہے کہ یہ "مصلحت وقت" اب ختم ہو رہی ہے جس کے ثبوت میں میاں صاحب کا حسب ذیل اعلان پیش کیا جاتا ہے جو الفضل مورخہ ۱۰ر مئی ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا ہے۔ ہم اس اعلان کے لئے میاں صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں:-

"ایک صاحب دیر سے یہ لکھ رہے تھے کہ خاندان نبوت کا لفظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے متعلق نہ لکھا جایا کرے۔ مجھ پر چونکہ یہ اثر تھا۔ کہ اس کے پیچھے صرف بزدلی کا جذبہ ہے۔ کہ اس سے غیر احمدی چڑتے ہیں۔ اس لئے میں کوئی وجہ نہیں پاتا تھا۔ کہ جب ایک بات میں صداقت پائی جاتی ہے تو اس کو کیوں نہ استعمال کیا جائے۔ لیکن متواتر خط و کتابت میں ان صاحب نے ایک بات لکھی جس نے میری طبیعت پر اثر کیا۔ اور وہ بات یہ تھی کہ خاندان نبوت سے دھوکا لگتا ہے۔ کہ شاید یہی ایک خاندان نبوت ہے اور میں نے سمجھا کہ اس قسم کا دھوکہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اس لفظ کا استعمال ٹھیک نہیں۔ اصل نبوت تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت تو ظلی ہی پس اصل "خاندان نبوت" تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہے۔ جس نے اپنی قربانیوں سے اور اپنے ایثار سے اور اپنی خدمت اسلام سے یہ ثابت کر دیا کہ ان کے دل میں جو اس فضل اور احسان کی بہت بڑی قدر ہے جو خدا تعالیٰ نے انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پیدا کر کے کیا ہے پس ایسا کوئی لفظ جس سے یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ کسی اور خاندان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے علاوہ کوئی امتیاز دیا جاتا ہے۔ تو خواہ وہ نادانستہ ہی ہو پسندیدہ نہیں اس لئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ "الفضل" میں اور دوسری احمدی تحریروں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کو خاندان نبوت کی بجائے خاندان مسیح موعود لکھا جایا کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جتنے دعاوی ہیں۔ وہ سارے کے سارے مسیح موعودؑ کے لفظ میں شامل ہو جاتے ہیں کیونکہ یہی نام آپ کا جادی نام ہے۔ پس خاندان مسیح موعود کہنے سے وہ تمام باتیں اس خاندان کی طرف منسوب ہو جاتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی وجہ سے ان کی طرف منسوب ہو سکتی ہیں۔ اصل سوال تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان اپنے عمل سے اپنے آپ کو اس مقام کا اہل ثابت کرے جو مقام خدا تعالیٰ نے ان کو بخشا ہے۔ اگر ان میں سے ہی بعض دنیا کے کاموں میں لگ جائیں اور روٹی انہیں خدا تعالیٰ پر مقدم ہو۔ تو انہیں خاندان نبوت کہا جائے یا خانوادۂ الوہیت کہا جائے۔ بلکہ خواہ خدا ہی کہہ دیا جائے ہر تعریف ان کے لئے ہتک کا ہی موجب ہوگی۔ کسی عزت کا موجب نہیں ہوگی۔ بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ ان کی تعریف کرنے والے لوگ ان کو زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ سے پھرانا چاہتے ہیں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

رفتارِ عالم

پاکستان

—— لاہور- ۱۲ جون - حکومت پنجاب نے آیندہ انتخابات کے قواعد وضوابط کا قانون نافذ کر دیا ہے جس کی رو سے کوئی امیدوار اپنے ووٹروں کی کسی قسم کی خاطر و مدارات نہیں کر سکے گا - اس قانون کی رُو سے ایسی مساعی بھی ممنوع قرار دی گئی ہیں جن میں ووٹروں کو کسی خاص امیدوار کے حق میں کسی خاص فرقہ یا گروہ یا قبیلے سے تعلق رکھنے کی بناء پر ووٹ دینے کی ترغیب دی جائے -

نیز کوئی امیدوار ووٹروں کو رائے دہندگی کے اڈوں تک لے جانے کے لئے کسی قسم کی سواری کا بندوبست نہیں کر سکیگا وغیرہ وغیرہ -

—— کوئٹہ - ۱۲ جون - معلوم ہوا ہے کہ چمن سے ۴۰ میل جنوب مغرب کی طرف گواز اکے نزدیک افغان سپاہیوں اور پشین سکاؤٹوں کے درمیان جنگ ہوئی - افغان سپاہیوں کا حملہ زبردست نقصان کے ساتھ لپسپا کر دیا گیا -

—— کراچی ۲۲ جون - معلوم ہوا ہے اسٹرلنگ قرضوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ایک کانفرنس لندن میں شروع ہونے والی ہے - اس کانفرنس میں حکومت پاکستان برطانیہ سے مطالبہ کرے گی کہ اس سال اس کے جمع شدہ اسٹرلنگ قرضوں کی ادائیگی میں اضافہ کیا جائے - اگر برطانیہ نے پاکستان کے اسٹرلنگ قرضوں کی قیمت کو کم کرنے کی کوشش کی تو پاکستان کی جانب سے اسکی سخت مخالفت کی جائے گی - اس کانفرنس میں وزیر خزانہ مسٹر غلام محمد کریں گے -

—— کراچی ۲۲ جون - مسلم اکثریت کے علاقوں کے عوامی نمایندوں کے درمیان دمشق میں ایک کانفرنس بلانے کے ابتدائی انتظامات مکمل ہو چکے ہیں - اس کانفرنس کی صدارت کے لئے امیر عبدالکریم ریفی کا نام لیا جا رہا ہے - خیال ہے کہ یہ کانفرنس مسلم ممالک کے مسائل کا تفصیلی جائزہ لے کر مسلمانوں کے اقتصادی سیاسی اور تہذیبی مفادات کی نگہداشت کے لئے تجویزیں سوچے گی -

—— پشاور - حکومت سرحد نے پچاس پچاس روپے کے دس وظائف مستحق سرحدی طلباء کے لئے منظور کئے ہیں تاکہ وہ ڈاکٹری پڑھیں -

—— کراچی - وزارت خوراک و زراعت حکومت پاکستان نے ایک پریس نوٹ میں بتایا ہے کہ عمدہ موسمی حالات کے باعث کپاس کی فصل میں اس سال ۲۲ فی صدی کا اضافہ ہوا ہے ۔

کشمیر

—— غلام کشمیر کے وزیر اعظم شیخ عبداللہ کا کہنا ہے کہ حال ہی میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے آزاد اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے امکانات بہت کم ہو گئے ہیں - کیونکہ پاکستان اس بات کو منظور نہیں کرتا کہ رائے شماری سے پہلے تمام کشمیر اس کی قانونی حکومت کے حوالہ کر دیا جائے -

---

—— کراچی ۲۴ جون - پاکستان اور بھارت کو جانے والے جو سامان ان دونوں ملکوں میں رکے ہوئے ہیں - اس کو چھوڑ دینے کے متعلق پاکستان اور بھارت کے نمایندوں نے ایک راضی نامہ کر لیا ہے -

—— کراچی ۲۴ جون - حکومت کے ایک غیر معمولی گزٹ میں یہ خبر شائع کی گئی ہے کہ حکومت پاکستان اس تمام چائے پر جو پاکستان کی فیکٹریوں میں بنے گی یکم جولائی سے فی پونڈ پر ایک روپیہ چھ آنے ٹیکس لیا کرے گی -

—— ۲۴ جون - کراچی میں گیہوں کی راشن بندی اس جولائی سے ختم ہو جائے گی - حکومت پاکستان نے سندھ میں گیہوں کا کم از کم بھاؤ سوا چھ روپے فی من خیرپور میں چھ روپے بارہ آنے فی من اور بہاولپور میں چھ سے سوا چھ روپے تک کے درمیان مقرر کیا ہے -

پنجاب میں بھی ایک ہفتہ کے اندر اندر گندم کی کم سے کم قیمت مقرر کر دی جائے گی

—— واشنگٹن - شمالی کوریا (روسی حصہ) اور جنوبی کوریا (امریکی حصہ) کے درمیان جنگ شروع ہو گئی ہے - معتبر اتحادی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جنوبی کوریا کی صورت حال خطرناک حد تک ابتر ہو گئی - شمالی کوریا نے نہایت وسیع پیمانہ پر حملہ کیا ہے حملہ آور فوج چار فوجی ڈویژنوں تین بارڈر بریگیڈوں ستر ہزار سپاہیوں اور ستر ٹینکوں پر مشتمل تھا شمالی کوریا کی فوج سول (جنوبی کوریا کا دار السلطنت) سے سات میل شمال کی طرف ایک شہر پر قبضہ کر چکی ہے - اس سلسلہ میں اتحادی کمانڈر جنرل میکارتھر نے ہیڈ کوارٹر سے اعلان کیا ہے کہ جنوبی کوریا کی امداد کے لئے فوجی سامان پہنچانے کا ہنگامی سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے - جنوبی کوریا کے جانباز بڑی بہادری کے جوہر دکھا رہے ہیں - ان سپاہیوں نے آتشگیر مادہ باندھ کر اپنے آپ کو دشمن کے ٹینکوں پر پھینک دیا چنانچہ وہ دشمن ۲۰ ٹینکوں کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے -

بلادِ غیر

—— ہانگ کانگ - ۱۲ جون - آج چینی قوم پرست طیاروں نے سویٹو کے قریب دو برطانوی جہازوں پر بمباری کی اور مشین گنوں سے حملہ کیا - لیکن دونوں میں سے کسی جہاز کو یا جانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا -

—— سکندر آباد - ۱۲ جون جنوبی افریقہ کے بھارتی وفد کے قائد مسٹر ایچ این کنزرو نے کہا کہ جنوبی افریقہ کا نسلی امتیاز عالمی اہمیت کا مسئلہ ہے جو اگر احسن طریقہ سے حل نہ کیا گیا تو امن عالم کو برباد کر دے گا -

—— رنگون ۱۲ جون - برمی حکومت کے ایک سرکاری اعلان کے مطابق برمی فوج نے ابین میں دو دنوں کی سخت جنگ کے بعد کیرنوں کا ایک بہت بڑا حملہ پسپا کر دیا ہے -

سرکاری کمک پہنچنے پر باغی بھاری نقصان اُٹھا کر بھاگ گئے -

—— جکارتا - ۲۲ جون - آج پارلیمنٹ میں وزیر اعظم ڈاکٹر محمد حتیٰ نے اعلان کیا ہے کہ انڈونیشیا صنعتوں اور کارخانوں کو قومی ملکیت بنانے کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی -

—— لیک سیکسس - یونائٹڈ پریس آف امریکہ کو معلوم ہوا ہے کہ جنرل اسمبلی کی آیندہ صدارت کے لئے چار امیدوار ہیں - جن میں سے چودھری محمد ظفر اللہ خاں کا نام خاص طور پر لیا جا رہا ہے -

—— ورجینا - ایک امریکی بحری طیارہ مشق کے طور پر امریکہ سے یورپ تک پرواز کر رہا تھا کہ بیو فرڈ کے قریب جل کر تباہ ہو گیا - جس کی وجہ سے تین اشخاص ہلاک ہو گئے -

—— پیرس - آج فرانس کی وزارت نے استعفیٰ پیش کر دیا ہے - استعفیٰ پیش کرنے سے پہلے وزیر اعظم جارج بیدو نے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کے لئے قومی اسمبلی میں ایک تجویز پیش کی تھی یہ تحریک ۲۳۰ ووٹوں کے مقابلہ میں ۳۵۲ ووٹوں سے گر گئی -

یاد رہے فرانس کی آزادی کے بعد یہ گیارہویں وزارت ہے جس نے استعفیٰ دیا ہے - اس وزارت نے ۹ ماہ کام کیا ۔

ہندوستان

—— نئی دہلی - ۱۲ جون - باخبر حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت افغانستان نے امریکہ اور برطانیہ کی اس احتجاج کو ٹھکرا دیا ہے جس میں افغانستان کو کہا گیا تھا کہ وہ پختونستان کی تحریک کی حمایت چھوڑ دے - حکومت نے کہا کہ جب تک پٹھانوں کے منصفانہ مطالبہ کو منظور نہیں کیا جائے گا افغانستان اس تحریک کی حمایت ترک نہ کرے گا -

—— کلکتہ ۱۲ جون - معلوم ہوا ہے کہ کئی ہزار پناہ گزینوں نے ایک خالی اراضی پر قبضہ کر لیا تھا - اور وہاں اپنے جھونپڑے بنا لئے تھے - پولیس نے ان سے یہ جگہ خالی کرانی چاہی جس پر ہنگامہ ہو گیا - لوگوں کو منتشر کرنے کے لئے پولیس کو اشک آور گیس استعمال کرنی پڑی اور لاٹھی چارج بھی کیا گیا -

—— جالندھر - ریلوے پولیس نے نوانشہر ریلوے لائن اور ہوشیارپور لائن سے بالترتیب دو نوجوانوں جاگیر سنگھ اور گوردداس سنگھ کو ریل کی پٹڑیوں پر سر رکھ کر خودکشی کرنے کی ناکام کوشش کرنے کے الزام میں گرفتار کیا ہے - ان کا بیان ہے کہ بے روزگاری اور بھوک سے تنگ آکر ہمیشہ کے لئے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے انہوں نے خودکشی کو ترجیح دی تھی - اور پولیس نے انہیں بچا کر ایک بڑا پاپ کیا ہے اور ان کے مرنے سے جو راشن بچنا تھا وہ کسی اور کے کام آ سکتا تھا -

—— جالندھر ۲۲ جون ضلع جالندھر میں بیگار نہ کرنے پر ایک جاٹ عورت نے اپنے خاوند کے اشارہ پر ایک ہریجن لڑکی کو زخمی کر دیا -

—— انبالہ ۲۲ جون پریس ٹرسٹ آف انڈیا کی اطلاع کے مطابق کل شام انبالہ میں خوفناک آندھی کے باعث بیشمار درخت جڑ سے اُکھڑ کر ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے تاروں پر گر پڑے

دو بد قسمت آدمی

(۱) جس نے رمضان کو پایا پر اسکے گناہ نہ بخشے گئے۔ (۲) جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور اسکے گناہ نہ بخشے گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

فرمایا۔ حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا۔ اور رمضان گذر گیا پر اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گذر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جبکہ ہوتا ہے۔ تو اس کے تمام ہم و غم والدین اُٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے۔ تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے۔ کیونکہ والدہ بچے کے واسطے بہت دُکھ اُٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو۔ ہیضہ ہو، طاعون ہو۔ ماں اسکو چھوڑ نہیں سکتی۔ ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہوگیا تھا۔ ہمارے گھر سے اسکی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں بہت تکالیف میں بچہ کے شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ نے انسان پر فرض کی ہے۔ مگر میرے والدین حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں۔ اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا۔ تو انہوں نے مجھ کو کہا کہ ہم سے خط و کتابت بھی نہ کرنا اور اب ہم تمہاری شکل دیکھنا پسند نہیں کرتے اب میں اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہوں۔

فرمایا کہ قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گذاری کا حکم دیتا ہے۔ وہاں یہ بھی فرماتا ہے۔ کہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا (بنی اسرائیل رکوع ۳) اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم صالح ہو۔ تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات آ گئے تھے۔ کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی والدین سے تنازع ہوگئی تھی بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقعہ ملے اسے ہاتھ سے جانے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کر رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مد نظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو۔ اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا پیش نہیں آیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا کو مقدم کرو۔ اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو۔ اور صحت نیت کا خیال رکھو۔ (الحکم ۲۹ر فروری ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

سفیدی میں نیت روزہ ایک شخص کا سوال پیش ہوا کہ میں مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا اور میرا یقین تھا کہ ہنوز روزہ رکھنے کا وقت ہے۔ اور میں نے کچھ کھا کر روزے کی نیت کی۔ مگر بعد میں ایک دوسرے شخص سے معلوم ہوا کہ اس وقت سفیدی ظاہر ہو گئی تھی۔ اب میں کیا کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اس کا روزہ ہو گیا۔ دوبارہ رکھنے کی حاجت نہیں کیونکہ اپنی طرف سے اس نے احتیاط کی اور نیت میں فرق نہیں۔

(بدر ۱۴ر فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

گرمی میں مزدور و محنتی کا روزہ سوال۔ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گذارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا انما الاعمال بالنیات یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے اگر کوئی اپنی جگہ مزدور رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے۔ ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسر ہو رکھ لے اور علی الذین یطیقونہ کی نسبت فرمایا کہ معنے یہ ہیں۔ کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔ (بدر ۲۶ر ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

اعتکاف ایک شخص کا سوال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا کہ جب آدمی اعتکاف میں ہو تو اپنے دنیوی کاروبار کے متعلق بات کر سکتا ہے یا نہیں فرمایا سخت ضرورت کے سبب کر سکتا ہے اور بیمار کی عیادت کے لئے اور حوائج ضروری کے لئے باہر جا سکتا ہے۔ (بدر ۲۱ر فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

امریکہ میں ایک احمدی نوجوان کی تبلیغی سرگرمیاں

فجی سے ماسٹر محمد عبداللہ صاحب کا ایک خط

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حسب ذیل سطور اخبار پیغام صلح میں شائع فرما کر مشکور فرماویں۔

مکرم جناب میاں غلام رسول صاحب مرحوم کی وفات حسرت آیات کی خبر اخبار میں پڑھکر موجب صدمہ ہوئی۔ خداوند کریم مرحوم کو غریق رحمت کرے اور آپ کی وفات سے جو خلا جماعت میں پیدا ہوگیا ہے اسکو پُر فرمائے۔ جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے مرحوم کے بارے میں جو مضمون لکھا وہ نہایت ہی اثر انداز اور حقائق پر مبنی تھا۔ خداوند کریم ہماری زندگیوں میں وہ اخلاص اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرے جو حضرت مسیح موعودؑ کے رفقاء میں نظر آتے ہیں۔

عزیزی جلال الدین محمد اکبر کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے تعلیمی مشاغل کیساتھ ساتھ امریکہ میں تبلیغی کاموں میں بدستور دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور مولانا بشیر احمد منٹو کی ڈیڑھ ماہ کی غیر حاضری میں جوان کے دودہ ڈچ گیانا اور برٹش گیانا کی وجہ سے واقع ہوئی مسلم سوسائٹی کے ہفتہ وار اجلاس کا انتظام کرتے رہے۔ گذشتہ اتوار کو عزیزی اکبر کی تقریر

The economic Set up by the ideologies of Capitalism Communism & Facism & how Islam deals with wealth & its distribution

کے موضوع پر تھی۔

سان فرانسسکو سٹیٹ کالج کے پروفیسر ڈاکٹر بیکر جنہوں نے حضرت امیر مد کی تازہ تصنیف Living thoughts of Prophet Muhammad پر فاضلانہ ریویو کیا ہے۔ اور آخر میں ہر ایک تعلیم یافتہ امریکن سے اس کے پڑھنے کی اپیل کی ہے نے مجھے عزیزی اکبر کے بارے میں ایک مکمل رپورٹ جو دو صفحوں پر مشتمل ہے بھیجی ہے وہ اس کے تبلیغی مشاغل کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

I am pleased to know that Mr. Minto depends upon your Son for assistance with the religious meetings of the Moslem Society in San Francisco

"مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے۔ کہ مسٹر منٹو سان فرانسسکو میں مسلم سوسائٹی کے مذہبی جلسوں کے سرانجام دینے میں آپ کے لڑکے کی امداد پر بھروسہ رکھتے ہیں"

آج کل مذہب کی تبلیغ کو اس قدر غیر ضروری کام خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اگر تحریک احمدیت نے اس کی اہمیت کا احساس میرے دل میں قائم نہ کیا ہوتا۔ تو میں اس رپورٹ پر اپنے لڑکے کو ایک ڈانٹ پلا دیتا۔ یہاں میں نے دیکھا ہے۔ کہ عید کے روز بھی بعض مسلمان اپنے لڑکوں کو مشن سکول جانے سے نہیں روکتے۔ تاکہ ان کا سبق نہ چوک جائے۔ اور جو لوگ مذہبی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ بھی گوارا نہیں کرتے۔ کہ بچے انگریزی مضامین کو چھوڑ کر مذہبی کتابوں کے پڑھنے میں وقت صرف کریں

اس سے پیشتر مسلم سوسائٹی کے ہفتہ وار اجلاس میں عزیزی محمد اکبر کی تقریر:- Status of minorities in the Islamic State اور کالج کے انگریزی سیکشن میں Civil liberties — a Contrast of liberties granted in an Islamic State and in that of a Secular State Such as the United States کے موضوع پر تھی۔

میرا دوسرا لڑکا عزیزی خالد عبداللہ جونیئر کیمبرج کے امتحان میں کامیاب ہوگیا ہے۔ اس سال کے اختتام پر وہ سینیئر کیمبرج کے امتحان میں شریک ہوگا۔ بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ اس کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ عزیزی خالد عبداللہ نے وظیفہ کے امتحان میں کامیابی حاصل کی تھی جس کی وجہ سے سیکنڈری سکول کے تین سال کے اخراجات خوراک وفیس اور کتب گورنمنٹ برداشت کرتی ہے۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ عزیزی خالد عبداللہ اپنے بھائی کے پاس سان فرانسسکو میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے اگلے سال کے شروع میں چلا جائے۔

انجمن کی طرف سے پانچ ہزار اسلامی کتب کے سٹ کا یورپ اور امریکہ کی لائبریریوں میں بھیجنے کا بندوبست ہوجانا حضرت امیر مد کی زندگی میں زریں کارنامہ ہے۔ اور حضرت مجدد اعظم کے خواب کی عملی تعبیر۔ خداوند کریم حضرت امیر کی عمر دراز کرے اور آپ کی صحت میں درستی ہو۔

ہبلی میں "یوم وصال" کا جلسہ

۲۶ مئی بروز جمعہ بعد از نماز عشاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم وصال پر ایک جلسہ زیر صدارت جناب عبدالقادر صاحب منعقد کیا گیا جس میں محمدیہ انجمن کے بہت سے احباب بھی شامل ہوئے۔ جلسہ قرآن کریم کی تلاوت سے شروع ہوا۔ بعد میں امام الدین صاحب صدر محمدیہ انجمن نے بعثت مجددین پر ایک بصیرت افروز تقریر کی۔ ان کے بعد محمد حسین صاحب گھوڑے سوار نے ۴۰ منٹ تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پیشتر مسلمانوں کی حالت اور ان کے عقائد فاسدہ پر بحث کرتے ہوئے بتلایا کہ کس طرح حضرت امام زمان نے زبردست دلائل کے ساتھ ان کی اصلاح کی۔ آخر میں حضرت صاحب کے اخلاق فاضلہ اور زہد وتقویٰ کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسے دیکھ کر سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

تیسری تقریر محمد یوسف صاحب نائب صدر کی تھی انہوں نے حضرت امام زمان کی تبلیغی جدوجہد کو تفصیل کے ساتھ موثر پیرایہ میں بیان کی۔ اس کے بعد خلیل احمد صاحب پسر محمد یوسف صاحب نے مختصر سی تقریر کی بعد میں حضرت امام زمان کی ایک نظم

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے

حاضرین کو پڑھکر سنائی گئی۔ وقت کافی ہوچکا تھا۔ جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک

شیخ عبدالستار سیکرٹری جماعت ہبلی

پیغامِ صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲۷

کوریا کی جنگ

قارئین "پیغام صلح" غالباً ان خبروں سے واقف ہو چکے ہوں گے جو شمالی اور جنوبی کوریا کے باہمی جنگ و جدال سے تعلق رکھتی ہیں۔ کوریا وہی جگہ ہے جس کا ذکر حضرت مجدد وقت کے اس الہام میں بھی آیا ہے:۔

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت"

جس مشرقی طاقت کا ذکر اس الہام الٰہی میں آیا ہے، وہ جاپان ہے، جو اگرچہ الہام کے وقت کوئی اتنی اہم سلطنت نہ تھی کہ اسے طاقت کہا جا سکتا لیکن بعد کے واقعات نے اسے فی الواقعہ ایک مشرقی طاقت ثابت کر دیا۔ جس نے روس کے مقابلہ میں کوریا کو نازک حالت سے نکال کر آخر کار اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ آج پھر کوریا ایک نازک حالت میں مبتلا ہے کیونکہ جنگ کے بعد اسے جاپان سے چھین کر روس اور امریکہ نے باہم تقسیم کر لیا، کہا جاتا ہے کہ روس نے جو شمالی کوریا پر قابض تھا، بعد میں اپنی فوجیں وہاں سے نکال لیں اور اب وہاں عوامی حکومت ہے لیکن جنوبی کوریا سے امریکہ کی فوجیں نکل جانے کے باوجود تمام فوجی اڈے امریکہ ہی کے قبضے میں ہے اور وہاں کی حکومت امریکہ کی آلۂ کار بن کر رہ گئی۔

ایسی حالت میں اسکو شمالی اور جنوبی کوریا کی خواہش اتحاد کہئے یا شمالی کوریا میں کمیونسٹ اقتدار کا اثر کہ تمام ملک آج میدان جنگ بن چکا ہے، جس میں امریکہ کی فوجیں جنوبی کوریا کی امداد اور پشت پناہی کر رہی ہیں، اور مجلس اقوام کی سلامتی کونسل نے بھی شمالی کوریا کے مقابلہ میں نبرد آزما ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

یہ جنگ جیسا کہ عام طور پر سیاسی حلقوں کا خیال ہے، محض کوریا کی خانہ جنگی تک ہی محدود رہے گی یا جیسا کہ انگلستان کے ایک ۸۶ سالہ فلسفی نے پیشگوئی کی ہے تیسری عالمگیر جنگ کی شکل اختیار کر کے دس سال تک جاری رہے گی؟ اس بارہ میں کچھ کہنا ابھی قبل از وقت ہے اس میں شک نہیں کہ حضرت امام وقت کی پیشگوئیوں اور دنیا کے موجودہ سیاسی حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ ایک تیسری عالمگیر جنگ یقیناً آنے والی ہے خواہ کوریا کی خانہ جنگی ہی اس کے لئے ایک شرارہ بن جائے یا مستقبل قریب میں کوئی اور وجوہ و اسباب اس کے لئے پیدا ہوں، بلکہ جہاں تک حضرت مجدد وقت کے الہام سے پتہ لگتا ہے، صرف تیسری جنگ ہی نہیں، چوتھی اور پانچویں عالمگیر جنگیں بھی آئیں گی جو اپنی شدت اور تباہ کاری کے لحاظ سے ہر ایک پہلی سے بڑھکر ہوگی

"چمک دکھلاؤں گا اپنے نشاں کی پنج بار"

یہ حضرت مجدد وقت کا الہام ہے، جس کا ایک حصہ پہلی دو جنگوں میں پورا ہو چکا ہے، اور باقی آئندہ پورا ہونے والا ہے، جس کی ایک صورت حضرت مجدد وقت ہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

"ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی کچھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا لیکن خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونو قومیں خروج کریں گی یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسا کہ سورۃ کہف میں فرماتا ہے وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا تعالیٰ چاہیگا فتح دے گا چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز[1] اور روس ہیں اس لئے ہر ایک سعادتمند مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ انگریزوں کی فتح ہو........"

(ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۸ - ۵۰۹)

یہ ۱۸۹۱ء کی شائع شدہ پیشگوئی ہے، جس کو ساٹھ سال کا عرصہ منقضی ہونے کو ہے آج انگریز اور روس کی مخالفت کا جو نقشہ دنیا دیکھ رہی ہے وہ آج سے ساٹھ سال پہلے کہاں تھا؟ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ انگریز اور روس میں جو اس وقت ایک دوسرے کے گہرے دوست اور حلیف بنے ہوئے تھے کسی وقت مخالفت و مخاصمت اس درجہ پر پہنچ جائے گی کہ دونوں میں ایک دوسرے کے مقابلہ میں نبرد آزما ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ پہلی عالمگیر جنگ میں انگریزوں کا ساتھ دینے والا زار روس حضرت مجدد وقت کی پیشگوئی کے مطابق "با حال زار" تباہ ہو جائے گا اور سوویٹ حکومت اس کی جگہ لے لیگی، جو اپنے عقیدہ اور مسلک کے رو سے انگریز دنیا کی سخت ترین دشمن ہوگی۔ وورنہ جانیے دوسری عالمگیر جنگ میں ہی دیکھ لیجئے، وہی انگریز دشمن سوویٹ حکومت جرمنی کے مقابلہ میں پھر انگریز کا ساتھ دیتی ہے اور کسی کو یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ جنگ کے بعد یہ دونوں قومیں ایک دوسرے کے خون کی پیاسی اور جانی دشمن بن جائیں گی۔ لیکن آج حضرت مجدد وقت کے الفاظ ایک حقیقت بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آ رہے ہیں اور ایک عامی آدمی کے لئے بھی یہ کہنا اب کچھ مشکل نہیں رہا کہ کوئی وقت جاتا ہے کہ انگریز اور روس کی باہمی جنگ کا نقشہ دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھے گی جن آنکھوں سے ان دونوں قوموں کے اتحاد اور دوسروں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کا حلیف ہونا دیکھتی رہی ہے۔

کیا خدا کی یہ باتیں جو اس نے اپنے ایک بندہ کے ذریعہ سے ہمیں اس وقت بتائیں جب ان کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا، ہمارے ایمان کو تازہ کرنے اور بڑھانے کے لئے کافی نہیں؟ کیا انہونی باتوں کا آج ایک حقیقت بن کر ہمارے سامنے آنا حضرت مجدد وقت کی صداقت کا ایک کھلا نشان نہیں؟ خدا کے بندو! ان کھلے نشانات سے کب تک انکار کرتے چلے جاؤ گے؟ کب تک واقعات سے آنکھیں بند کر کے حضرت مجدد وقت کی تکذیب کو اپنا شعار بنائے رکھو گے؟ آؤ اور اس کے ساتھ ہو کر حق پرستی اور صدق و دیانت کا ثبوت دو کہ اسی میں تمہاری نجات ہے؟

---

[1] انگریز کے مفہوم میں برطانیہ اور امریکہ دونوں شامل ہیں کیونکہ دونوں اپنی اصلیت کے لحاظ سے ایک ہی قوم ہے۔

اخبار احمدیہ

— جناب ڈاکٹر سید بشیر حسین شاہ صاحب آئی جی پرزنز حکومت پنجاب کی طرف سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ولایت تشریف لے گئے ہیں۔ احباب ان کی کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔

— جناب نصیر احمد صاحب فاروقی آئی سی ایس جو پچھلے دنوں اپنڈے سائٹس کے اپریشن کے سلسلہ میں کراچی ہسپتال داخل ہوئے تھے اب ہسپتال سے واپس آ گئے ہیں۔ اپریشن بفضل خدا کامیاب ہوا اور بکلی آرام ہے۔ تھوڑی سی کمزوری باقی ہے احباب ابھی ان کی صحت کاملہ کے لئے اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— بابا نوردین صاحب مرحوم کی بیوی آنکھوں سے معذور ہے اور وہ درد سر کی شدت میں مبتلا ہے احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

— کمال الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے گھر ۵ جون کو بچی پیدا ہوئی تھی جو تین روز کے بعد بتقاضائے الٰہی فوت ہو گئی جس کی وجہ سے ان کی بیوی سخت بیمار ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفا بخشے۔

سانحۂ ارتحال

کمال الدین صاحب رحیم یار خاں سے لکھتے ہیں کہ:۔

"ان کے والد بزرگوار بابا نوردین صاحب ۲۷ جون ۱۹۵۰ء کو بوقت تین بجے صبح عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے پاس بہت عرصہ رہے۔ اور چند سال خاکسار کے پاس بھی امرتسر میں رہے نہایت نیک اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ انہوں نے ۷۵ سال کی عمر پائی۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو اس صدمہ میں صبر کی توفیق عطا فرمائے ان کا جنازہ غائبانہ جامع مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ۳۰ جون کو بعد از نماز جمعہ پڑھا گیا۔ باقی احباب بھی ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں

عزیز بخش
احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخبار و افکار

غم وفکر سے نجات کا ذریعہ

معاصر "صدق" نے ڈیل کارنیگی کی (جو اس وقت انگریزی زبان کا مشہور اہل قلم اور مفکر ہے) کتاب:— HOW TO STOP WORRYING START LIVING میں سے جو گذشتہ سال شائع ہوئی، ایک اقتباس شائع کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کا اباحت پسند طبقہ بھی دہریت و الحاد کے ریگستانوں میں پھر پھرا کر آخرکار مذہب کی وادیوں کو ہی اپنے دلی اطمینان و سرور کا مقام سمجھکر اس طرف لوٹنے لگا ہے، مصنف مذکور لکھتا ہے:۔

"بیکن آج سے ڈیڑھ صدی قبل خوب کہہ گیا ہے کہ فلسفہ میں تندبذ تو انسان کو دہریت کی طرف لے جاتی ہے، لیکن فلسفہ میں عمق پھر انسان کو مذہب کی طرف لے آتا ہے۔ مذہب اگر برحق نہیں تو زندگی ہی بے معنی ہے زندگی ایک دردناک سوانگ رہ جاتی ہے آج تو نفسیین بھی دین کے مبلغ بن گئے ہیں۔ بے دینی کے نتیجہ میں آخرت کے دوزخ سے ڈرانے والے نہیں بلکہ بے دینی کے نتیجہ میں اسی دنیا کے دوزخ سے ڈرانے والے معدہ کے پھوڑے، وجع القلب عصبی معطلی اور جنون کے عذاب سے۔

دور جدید کے ایک نامور ترین زندہ ماہر نفسیات ڈاکٹر کارل ینگ اپنی کتاب "انسان جدید تلاش روح میں" لکھتے ہیں کہ پچھلے تین سال کی مدت میں روئے زمین کے ہر مہذب ملک کے لوگوں نے مجھ سے رجوع کیا ہے اور مجھے صد ہا مریضوں کا تجربہ ہے۔ ان میں سے جتنے بھی مریض ۳۵ سال کی عمر سے اوپر کے ہوئے ہیں، ان سب میں امر مشترک یہ رہا ہے کہ زندگی سے متعلق مذہبی نقطۂ نظر کی تلاش بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک بیمار اسی لئے پڑا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس نعمت کو کھو چکا تھا جو ہر مذہب نے اپنے پیروؤں کو دی ہے اور ان میں سے کوئی بھی شفایاب نہ ہوا جب تک اس نے وہ نعمت حاصل نہ کرلی" صـ۱۴۲

یہ کھلی تصدیق ہے اس کلام الٰہی کی، جس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کو حقیقی طور پر اطمینان قلب اگر نصیب ہو سکتا ہے تو اس کا اصل ذریعہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ لو لگائی جائے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ دنیا میں رہ کر دنیا کے کاروبار کرتے ہوئے خدا تعالیٰ ہر وقت یاد ہو یہی اصل مذہب ہے، جس کے بغیر انسان کا گذارہ نہیں۔

کاش ہمارے ہم وطن جو یورپ کے قدم بقدم مذہب کو چھوڑ کر دہریت و الحاد کی طرف دوڑنے لگے ہیں، اپنے قائدین کے اس تجربہ سے فائدہ اٹھائیں اور اس حقیقی قرارگاہ کی طرف لوٹ آئیں جہاں ان کی تمام مشکلات اور غم وفکر سے نجات کی راہ موجود ہے۔

مساجد الٰہی کی خبر لو

حکومت پاکستان نے شروع سے اب تک مندروں اور گوردواروں کی حفاظت کا جو کام کیا ہے، اس کا اعتراف ان ہندو اور سکھ زائرین کی طرف سے ہر سال ہوتا ہے جو ان مقدس مقامات کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں، نہ صرف یہاں بلکہ ہندوستان جا کر بھی نہایت پرزور الفاظ میں انہوں نے اس بات کی تعریف کی ہے کہ پاکستان نے مندروں اور گوردواروں کو نہ صرف محفوظ رکھا ہے بلکہ ہر قسم کی بے حرمتی سے انہیں بچایا۔

اسی سلسلہ میں اب حکومت پاکستان کی طرف سے ایک اور نیک قدم اٹھایا گیا ہے کہ ان مندروں اور گوردواروں کی جو پاکستان میں واقع ہیں مرمت کا بیڑہ اٹھایا گیا ہے اور اس کے لئے پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ضروری مرمتوں کا کام جلد سرانجام دے۔

یہ فی الحقیقت اسلام کی اس تعلیم کے عین مطابق ہے جو غیر مسلموں اور ان کے معبدوں کے متعلق دی گئی ہے، خود قرآن کریم نے تمام معبدوں کو بلا استثنا غیروں کی دستبرد سے بچانے اور ان کے لئے اگر ضرورت پیش آئے تو جنگ کرنے کا بھی حکم دیا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی وہ چیز ہے جو آخرکار پاکستان اور بھارت کے مابین حقیقی اتحاد کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان میں ابھی تک ایسی رواداری کی سپرٹ پیدا نہیں ہوئی۔ ابھی تک وہاں کی کئی مساجد ہیں جو غیر مسلموں کا مسکن اور کئی توہین آمیز چیزوں کا مقام بنی ہوئی ہیں، حال ہی میں مسلمان زائرین کا ایک وفد بوعلی شاہ قلندر کے سالانہ عرس کے موقعہ پر پانی پت گیا تھا، اس نے اپنے ایک بیان میں پانی پت کی چار سے زیادہ مساجد" کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ:۔

"چھوٹی مسجدوں کو مکان کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے بڑی مسجدوں اور امام باڑوں کو مندروں اور گوردواروں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جامع مسجد پر ہندوؤں اور سکھوں میں جھگڑا ہوا اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی کھیت سکھوں کے ہاتھ رہا۔ اور جامع مسجد گوردوارہ بن گئی۔ اور قرآن شریف کی جگہ گرنتھ صاحب کا پاٹ شروع ہوگیا،

امام باڑہ خورد اور مسجد سالار گنج میں تارکین وطن آباد ہیں، امام باڑہ کلاں مندر اور مسجد مولوی ابراہیم رہ وہ مسجد ہے جس میں استاذی مکرم مولانا مولوی حیدر علی صاحب مرحوم تہجد ادا کرتے تھے اور مسجد کے در و دیوار اب مولوی صاحب کے نالہ ہائے نیم شبی کیلئے ترستے ہوں گے) گندھیوں کی مسجد میں ہوٹل ہے۔ بڑ والی مسجد اور قلندر صاحب کے مزار میں مدرسے کھل گئے ہیں۔ خراد کی مسجد میں کلاس سوئم کا کتبہ لکھا تھا" (زمیندار)

یہ صرف مشرقی پنجاب کے ایک شہر کا حال ہے دوسرے شہروں کی مساجد کا جو حال ہوگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے،

کیا ہم متروکہ جائدادوں کے لئے بین المملکتی کانفرنسیں کرنے والے پاکستانی اور بھارتی حکمرانوں سے ہم یہ دریافت کر سکتے ہیں، کہ خدا کے گھر کی حفاظت بھی آیا ان کے فرائض میں داخل ہے یا نہیں؟ کیا مساجد الٰہی کو متروکہ جائدادوں جتنی بھی اہمیت حاصل نہیں؟ خدا کے لئے غور کرو، اور کبھی کوئی ایسی بھی بین المملکتی کانفرنس منعقد کرو جس میں معبدوں اور مساجد کی حفاظت کیلئے عملی تجاویز کی جا سکیں ورنہ یاد رکھو خدا کے گھر کی توہین اور اس کی طرف سے غفلت کوئی نیک نتائج۔۔۔۔

پانچہزار لائبریریوں میں تقسیم لٹریچر

آسٹریلیا میں اسلامی لٹریچر

قارئین پیغام صلح اور دیگر معطی حضرات یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ آسٹریلیا کی تمام مشہور لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر پہنچا دیا گیا۔ اس سلسلہ میں نو مسلمہ رشیدا کانولی نے بڑی سرگرمی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے ہماری درخواست پر آسٹریلیا کی تمام مستند لائبریریوں کے پتہ جات بھیجدیئے اور اپنے طور پر انہیں لٹریچر کی ترسیل کے خطوط بھی لکھے اور ان کے جوابات سے بھی ہمیں آگاہ کیا ان کا آخری خط درج ذیل ہے:۔

نیو ساؤتھ ویلز۔ آسٹریلیا۔

برادر اسلامی۔ میں یہ خط بہت عجلت میں لکھ رہی ہوں تاکہ وقت پر سپرد ڈاک کر سکوں میں اس خط کے ہمراہ یونیورسٹیوں اور لائبریریوں کے جوابات منسلک کر رہی ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ صرف دو لائبریریوں نے انکار کیا ہے۔ اور ایک نے جواب نہیں دیا۔ لیکن میں اب اس کے جواب کا زیادہ دیر منتظر نہیں رہنا چاہتی۔ گذشتہ جمعہ آسٹریلین براڈ کاسٹنگ لائبریری کیلئے مجھے کتب کا سٹ وصول کر کے بہت خوشی ہوئی۔ یہ ایک بے نظیر ہدیہ ہے اور ہر شخص اسے وصول کر کے خوش ہوگا۔

میں نے ابھی تک کسی جہاز کی لائبریری کو خط نہیں لکھا۔ اس لئے کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ کونسے جہازوں کو اپنی کتب دینا چاہتے ہیں۔ جہاز جو دور دراز سفر کرتے ہیں یا جو قریبی علاقوں میں جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ خط میں اس کی تفصیل لکھیں گے۔

اختصار کیلئے معافی چاہتی ہوں۔

آپ کی مخلصہ رشیدہ کانولی

حضرت نبی کریم صلعم کی دلی تڑپ اور اہلِ عرب میں ایک انقلاب

مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی اہمیت اور اس کی وجوہ

مالی قربانیوں کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - کراچی - مورخہ ۲۳ر جون ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبد الحق صاحب ناظر اسلام)

وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو خطاب

قرآن شریف کی سورتوں میں سے ایک سورۃ محمد ہے اس سورت کی آخری آیت کے یہ آخری الفاظ ہیں۔ فرمایا اگر تم پھر جاؤ تو اللہ تعالےٰ تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو لاکر کھڑا کر دیگا۔ اور اس قوم کے افراد تم جیسے نہ ہوں گے۔ قرآن کریم میں یہ خطاب جو لوگوں کے ساتھ ہے بعض وقت اس میں سب مخاطب ہوتے ہیں اور بعض وقت خاص طبقہ کی طرف خطاب ہوتا ہے اور قرآن کریم میں کئی آیات ایسی بھی ہیں جن میں خطاب ان مسلمانوں کو ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے تھے۔ اور واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ میں خطاب اس زمانہ کے مسلمانوں کو ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ سے اعراض

اس وقت مسلمانوں کا پھر جانا اس رنگ میں تو نہیں کہ انہوں نے دین اسلام کو چھوڑ دیا ہو مگر اس رنگ میں ضرور ہے کہ جس غرض کے لئے ان کو کھڑا کیا گیا تھا وہ غرض پوری نہیں کر رہے۔ مسلمان قوم کو تو اس لئے کھڑا کیا گیا تھا جیسا کہ میں نے اپنے کسی سابقہ خطبہ میں تبلایا تھا اخرجت للناس لوگوں کی بھلائی کے لئے تمام دنیا کی بھلائی کے لئے اور تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کے بعد بھی ایک لمبے عرصہ تک مسلمان اس پیغام کے لئے جان کے سپرد کیا گیا تھا دیوانہ وار دنیا میں پھرتے تھے۔ اور جہاں جاتے تھے تو اس پیغام کے سننے والے بھی ان کو مل جاتے تھے اور اس طریق پر اسلام کی تخم ریزی کرتے چلے گئے۔

صحابہ کا ولولۂ تبلیغ

اللہ تعالےٰ نے لوگوں کو اچھی باتیں سنانے اور برے کاموں سے روکنے کے لئے جس قوم کو منتخب کیا۔ اس کے انتخاب کی نگاہ بلا وجہ نہیں۔ ہمارے رسول کو اللہ تعالےٰ نے ملک عرب میں پیدا کیا۔ اس لئے عرب قوم ہی رسول کے پیغام کی سب سے پہلے مخاطب تھی۔ اور تبلیغ واشاعت کے لئے جو پیغام ان کے سپرد ہوا انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ غور کرو ملکوں کے آپس میں باہم تعلقات نہیں۔ رسل و رسائل کے اسباب نہیں اور نہ ہی سمندری رستوں میں اس قدر آسانیاں اس وقت موجود تھیں۔ مگر یہ مسلمان دنیا میں مشرق سے مغرب تک چھا گئے۔ کسی قوم کی تاریخ میں ایسا ممتاز پہلو نظر نہیں آتا جیسا اس زمانہ کے مسلمانوں کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ ان کی ابتدائی تاریخ کو دیکھو ان کے دلوں میں دین کے لئے کتنا زبردست ولولہ اور جذبہ نظر آتا ہے۔ کاروبار پر لات مار کر۔ دنیا سے بے نیاز ہو کر اور سب فوائد کو چھوڑ کر تبلیغ دین میں لگ گئے۔

حضرت نبی کریم صلعم کی قوت قدسی اور اہلِ عرب میں انقلاب

یوں تو عرب قوم بڑی سخت اور اڑیل قوم تھی بت پرستی اس قدر ان میں رچی ہوئی تھی انہیں اس سے باہر نکلنے کی کوئی کوشش بار آور نہ ہوتی تھی۔ یہودیوں نے بھی کوشش کی اور عیسائیوں نے بھی اس قوم کی اصلاح کے لئے بہت کوشش کی اور بہت لمبی کوشش کی۔ عیسائی قوم میں تبلیغ دین کے لحاظ سے ایک ممتاز رنگ شروع ہی سے نظر آتا ہے مگر اس کے علاوہ ان کی پشت پر بادشاہتیں بھی تھیں۔ مگر عرب کی بت پرستی ایک پہاڑ کی طرح تھی جسے کوئی کوشش اپنی جگہ سے نہ ہلا سکی۔ پھر خود ملک عرب میں بھی ایک اندرونی تحریک پیدا ہوئی اور ان میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جو بتوں کے آگے جھکنا اور اپنے آپ کو ان کے سامنے کھڑے ہو کر ذلیل ٹھہرانا یا اپنی مرادوں کو ان سے طلب کرنا ایک لغو اور بیہودہ فعل سمجھتے تھے۔ مگر ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب بت پرستی سے ہٹ نہ سکے۔ عیسائی مؤرخ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جس قدر تحریکیں ملک عرب کی اصلاح کے لئے اٹھیں وہ ان کو بت پرستی سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا اندازہ لگاؤ کہ اس سخت ترین بت پرستی کے اندر غرق شدہ قوم کو چند سالوں کے اندر اندر خدا پرستی کے اس بلند مقام پر کھڑا کر دیا کہ دنیا میں بھی ان کی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ یہ لوگ خدا کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے دنیا میں دیوانہ وار نکل گئے اور ان کے جوش اور ولولہ کی بھی کوئی نظیر نہیں۔

مغرب میں تبلیغ اسلام

مجھے بعض وقت حضرت میرزا صاحب کی اس بات پر حیرانی ہوتی ہے جو شروع ہی سے آپ کے دل میں پختہ جم گئی تھی اور یہ یقیناً خدا تعالےٰ کی طرف سے تھی کہ آپ کے انتخاب کی نگاہ آس پاس کی قوموں کو چھوڑ کر۔ ہندوستان کو چھوڑ کر جہاں کے وہ رہنے والے تھے۔ مشرقی ممالک کو چھوڑ کر ان قوموں پر پڑی جن کے ساتھ ان کا دور کا تعلق یا واسطہ بھی نہ تھا۔ کس بات نے اس امر کا خیال آپ کے دل میں پیدا کیا کہ مغربی اقوام کے اندر قرآن کریم کو پہنچانا یا ان اقوام کو مسلمان بنا لینا یا راہِ راست پر لے آنا ہمارا کام ہے اور ہم نے .... کر کے دکھانا ہے۔

عیسائی اقوام کیلئے آپؐ کی تڑپ

عرب کے بت پرستوں کے بعد جن سے اللہ تعالےٰ نے تبلیغ حق کا اتنا بڑا کام لینا تھا۔ دوسری قوم جس کے لئے حضرت نبی کریم صلعم کے دل میں زبردست تڑپ تھی کہ وہ حق کو قبول کریں۔ یہی عیسائی اقوام تھیں۔ چنانچہ جہاں عرب کے بت پرستوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

لعلك باخع نفسك الا يكونوا مؤمنين،

شاید تو اپنے آپ کو اس غم سے ہلاک کر دیگا کہ یہ بت پرست خدائے واحد پر کیوں ایمان نہیں لاتے۔ گویا حضور کا دل غم سے بھرا ہوا ہے اور اس دل کے اندر اگر کوئی تڑپ ہے یا خواہش ہے تو صرف اس قدر کہ کس طرح یہ مشرک ایمان لے آئیں۔ بعینہٖ اسی طرح آپ کے دل میں عیسائی اقوام کے لئے بھی تڑپ تھی چنانچہ دوسری جگہ سورۃ کہف میں عیسائی اقوام کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

فلعلك باخع نفسك على آثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفاً،

کیا تو اس رنج میں اپنے آپ کو ہلاک کرے گا کہ یہ عیسائی قومیں قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتیں۔

اسلام اور عیسائی اقوام

قرآن کریم کے پڑھنے سے یہ امر واضح ہے کہ ایک طرف تو عیسائی قوموں کا مسلمانوں کی مخالفت۔ ایذا دہی اور دشمنی کا ذکر یہودیوں اور مشرکوں کی دشمنی کے ساتھ ساتھ کیا ہے لیکن پھر انہیں دوسرے دشمنان دین سے کچھ ممتاز بھی کیا ہے فرماتا ہے۔ لتجدن اشد الناس عداوة للذين

امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصٰرٰی

یعنی اسلام کے ساتھ عداوت میں سب سے بڑھے ہوئے یہود اور مشرک ہیں اور عیسائی لوگ باوجود اپنی مخالفت کے اور باوجود اپنے غلو کے دین اسلام کے بہت قریب ہیں معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی قوم کے اندر خوبیاں ہیں اور رسول اللہ صلعم کے دل میں یہ غم ان خوبیوں کی وجہ سے ہی پیدا ہوا کہ یہ قومیں اسلام میں داخل کیوں نہیں ہوتیں جس طرح عربوں کے لئے حضور کی قلبی کیفیت کا ذکر کیا ویسا ہی درد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیسائیوں کے متعلق تھا۔ اگر کسی کو موقعہ ملے تو تاریخ پڑھکر دیکھئے تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ابتدا میں جو اسلام پھیلا تو کس طرح کثرت کے ساتھ عیسائی اقوام اسلام میں داخل ہوئیں۔ عرب کے شمال میں روم ایشیا کی سب اقوام عیسائی تھیں۔ ایران کا ایک حصہ عیسائی مذہب کو قبول کر چکا تھا مصر سارا عیسائیوں سے بھرا پڑا تھا۔ شمالی افریقہ سارے کا سارا عیسائی قوموں سے بھرا پڑا تھا۔ اسی طرح وسط ایشیا میں بھی بہت سی عیسائی اقوام تھیں۔ یہ سب کی سب عیسائی قومیں یا ان کا بڑا حصہ مسلمان ہو گیا۔ بعض ملک ایسے بھی ہیں کہ ان میں عیسائیت [illegible] برائے نام رہ گئی۔ خود حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان نجاشی کے پاس بھاگ کر پناہ لینے کے لئے حبش کے ملک میں گئے تھے۔ انہی پناہ گزینوں کی تبلیغ سے نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

یورپ میں تبلیغ اسلام کیلئے امام زمان کا جذبہ

تو ابتداء سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی اقوام باوجود دشمنی کے مسلمانوں سے محبت و انس بھی رکھتی تھیں۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا علم ہے جو وہ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی توجہ عیسائی قوموں کی طرف گئی اور آپ نے دعوے کیا کہ ہم یورپ کو یا مغربی اقوام عیسائی کو مسلمان بنا سکتے ہیں۔ اس سے پیشتر مسلمانوں میں اور یورپ یا مغربی اقوام کے اندر ایک آہنی دیوار نظر آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں دوسری جگہ اسلام پھیل جائے تو پھیل جائے مگر یورپ کے دروازے اسلام پر ہمیشہ کے لئے بند ہو چکے ہیں۔ مگر جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عیسائی اقوام میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے موجودہ زمانہ میں کھڑا کیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر یہ امر بھی منکشف ہو گیا کہ جب یہ عیسائی قومیں اسلام قبول کر کے خدا پرست بنیں گی تو یہ قومیں خدا پرستی میں بھی کمال درجہ پر پہنچ جائیں گی اور ان پر جب صحیح حالات اسلام کے واضح ہو جائیں گے تو ان کی اسلام دشمنی اسی شدت کے ساتھ محبت سے بدل کر یہ اسلام کی طرف رجوع کریں گے

امام زمان کا کشف

اور یہ نظارہ تو ہم میں سے بہت نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے سخت مخالف جو ہماری جماعت کے تھے۔ ایک وقت ایسے مخالفوں پر بھی آیا کہ وہ اس جماعت کی بڑی زبردست قوت کا موجب بن گئے۔ حضرت صاحب کی توجہ کو جو اللہ تعالیٰ نے ان اقوام کی طرف پھیر دیا تو آپ نے فراست مومنانہ سے اس بات کو معلوم کر لیا اور یوں بھی اللہ تعالیٰ نے رؤیا اور مکاشفات میں آپ پر اس کو منکشف کر دیا کہ یورپ اور دیگر مغربی عیسائی اقوام کو اگر اسلام کی دعوت دی جائے تو یہ قومیں اسلام کی زبردست مؤید بن جائیں گی۔

عیسائیوں کا تبلیغی جذبہ

اور اگر غور کیا جائے تو تبلیغ مذہب کا اس قوم میں ایک خاص جوش نظر آتا ہے ان کا موجودہ مذہب جسے لیکر وہ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئے۔ اور جنگلوں میں گھس گئے کیا ہے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ گئے تو اس سے ہمارے گناہ دھل گئے یا خدا۔ روح القدس اور بیٹا تین بھی ہیں اور ایک بھی یہ دونوں اصول انسان کی عقل میں نہیں آ سکتے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان کی تردید یوں کی گئی ہے۔

ما لھم بہ من علم ولا لاٰبائھم

اس کے متعلق ان کے پاس کوئی بھی علمی دلیل نہیں۔ اور نہ ہی ان کے بڑوں کے پاس تھی۔ جنہوں نے ان عقاید کو وضع کیا مگر ایسے لچر اور خلاف عقل عقاید کو لیکر انہوں نے یہ کمال کر دکھایا کہ وہ باتیں جن کو ان کے اپنے دماغ بھی قبول نہیں کرتے ان پر اس قدر اڑے ہوتے ہیں کہ لوگوں کو عیسائی بناتے چلے جاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو مذہب کے ساتھ دلچسپی اور شغف ہے۔

قبول اسلام کیلئے عیسائی اقوام کی جرأت

اسی لئے اس صدی کے مجدد کی توجہ اس طرف ہوئی کہ ان عیسائی اقوام کو اسلام میں داخل کر کے ان سے تبلیغ اسلام کا کام لیا جائے۔ اور واقعی جس جرأت اور محبت کے ساتھ یہ عیسائی اسلام کو قبول کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ جرأت آج کل مسلمانوں میں بھی نہیں پائی جاتی مثلاً ایک مسلمان کو آپ کہیئے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور اس لئے وہ خود اس امت میں نہیں آ سکتے۔ ان کا کوئی مثیل ہی آئے گا۔ یا یہ کہا جائے کہ نبوت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اس لئے جو مسیح آنے والا تھا وہ تو اسی امت کا مجدد ہونا چاہیئے تو یہ دو باتیں کس قدر معمولی اور صاف ہیں۔ جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ پھر ہم سب مسلمانوں کا خدا وہی رسول وہی، کتاب وہی، تہذیب ملا در معاشرت میں بھی ہم سب ایک ہیں مگر مسلمان ان باتوں کی وجہ سے ہمارے ساتھ ملنے میں جھجکتے ہیں۔ مگر عیسائی قوم کے افراد کی حالت کو دیکھو۔ صدیوں سے انکو اسلام سے عداوت اور پھر اسلام کی غلط تصویر ان کے پادریوں نے ان کے سامنے کھینچی ہوئی ہے یہاں تک کہ ان کا تصور اسلام کے متعلق وحشیانہ مذہب یا بربریت و استبداد کا مذہب ہے۔ لیکن جب بھی اسلام کی صحیح تعلیم ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو پھر کسی کی بھی وہ پروا نہیں کرتے۔ نہ باپ بیٹے یا بیوی کا خیال ان کے لئے روک کا موجب بن سکتا ہے اور نہ ہی ارد گرد کے رہنے والوں کے خیالات سے وہ مرعوب ہوتے ہیں۔ اور وہ فوراً اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت

اور یہاں یہ حالات ہیں کہ مسلمان اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے اسلام کی خدمت کا حق ادا کر دیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات دوسرے نبیوں کی طرح قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور آنے والا عیسیٰ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہو سکتا ہے۔ پھر ملاؤں کے ناجائز تعصب اور خلاف تواتر پراپیگنڈا سے اس قدر مرعوب ہیں کہ احمدیت کا نام ان کے لئے ایک ہوا ہے اور یہاں تک ان کو ڈر ہوتا ہے کہ ان کو کوئی نیم احمدی ہی نہ کہدے۔ ازیں قبیل واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ عیسائی اقوام میں یہ خوبی بھی موجود ہے کہ وہ جب حق بات کو سمجھ لیتے ہیں تو اس کے قبول کرنے سے انہیں کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اور اس وجہ سے ہمارے حضرت کی توجہ کو اللہ تعالےٰ نے مغرب کی طرف پھیر دیا۔

مغرب سے طلوع آفتاب

یوں بھی مغرب کی طرف سے اسلام کی آواز بلند ہوگی۔ تو مشرق میں بھی ان لوگوں کے طبائع پر یقیناً اسلام کا اثر پڑیگا احادیث میں صاف ذکر آتا ہے کہ مغرب سے آفتاب کا طلوع ہوگا۔ آفتاب تو جس سمت سے طلوع کرے گا مشرق کہلائیگا۔ تو ان احادیث کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کہ اسلام کا آفتاب جو مغرب تک نہیں پہنچا ان ممالک میں بھی اسلام پھیل جائے گا اور جب یہ آفتاب مغرب سے طلوع کریگا یہ لوگ مسلمان ہو کر اسلام کے پیغام کو دنیا میں لے جائیں گے تو اسلام ساری دنیا میں پھیل جائیگا۔

مسلمانوں کی غفلت

واقعات پر غور کیجئے کیا مسلمانوں کے دلوں میں تبلیغ اسلام کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے؟ لاکھوں کام کرتے چلے جائیں گے۔ اور اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ایک حکومت بھی قائم کر لی ہے مگر تبلیغ اسلام سے اب تک غافل اور لاپرواہ ہیں۔ تقسیم ہندوستان سے قبل جب ان کو تبلیغ اسلام کے لئے کہا جاتا تھا تو ان کا جواب یہ ہوتا تھا کہ غیر حکومت کے ماتحت کیونکر تبلیغ اسلام ہو سکتی ہے ان تتولوا یستبدل قوما غیرکم اللہ تعالےٰ کو کام کی پرواہ ہے قوم کی پرواہ نہیں۔ جو کام ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ اس لئے جب موجودہ مسلمان اس کام سے پھر جائیں گے اور تبلیغ اسلام کی طرف رُخ نہیں کریں گے تو پھر خدا تعالےٰ کسی دوسری قوم کو لے آئیگا اور اس قوم کے افراد بزدل یا نا فرض شناس نہ ہوں گے۔

اسلام کی حفاظت کیلئے الٰہی سنت

باریک نگاہ سے تاریخ اسلام کو دیکھئے کسی حصہ ملک میں جب ایک مقام پر مسلمان قوم برباد یا ہلاک ہوئی تو معاً خدا تعالےٰ نے اسلام کی خدمت کے لئے دوسری قوم کو کھڑا کر دیا۔ مثلاً جب بغداد میں مسلمانوں کی تہذیب اور طاقت کا خاتمہ ہوا تو وہی منگول قوم جس نے مسلمانوں کو ختم کیا تھا مسلمان ہو گئی۔ ٹھیک اسی طرح پر سپانیہ میں جب مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا تو

(باقی بر صفحہ ۹ کالم ملا)

مقابلہ مابین علمائے زمانہ و حضرت مرزا صاحب

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری احمد بلڈنگس لاہور

حضرت مرزا صاحب اور علماء کا چار امور میں مقابلہ

جو قبولیت حضرت مرزا صاحب کے مضمون کو جلسہ اعظم مذاہب کے موقعہ پر ہوئی اور جو عظیم الشان غلبہ اسلام کو دیگر ادیان پر حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ حاصل ہوا وہ قارئین کرام گذشتہ قسط میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی احباب پر واضح ہو چکا ہے کہ دیگر علماء اسلام یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و ثناء اللہ صاحب امرتسری اس موقعہ پر بری طرح ناکام رہے اب اسجگہ واقعات کی روشنی میں مختصر سا مقابلہ حضرت مرزا صاحب اور ان علماء کے درمیان دکھلا دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

نفس مضمون میں مقابلہ

نفس مضمون کے متعلق پہلے بھی بتلایا جا چکا ہے کہ نہ تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے مضمون نے حاضرین کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا اور نہ ہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مضمون نے یہاں تک کہ مولوی محمد حسین صاحب کے دونوں مضمونوں کے سنائے جانے کے وقت انہی کے ہم مذہب ایک مسلمان جج پریزیڈنٹ تھے لیکن دونوں موقعوں پر ہی وہ صاحب بالکل خاموش رہے اور ایک لفظ بھی ان کی تعریف میں نہ کہا اور نہ ہی آج تک کسی اور صاحب کی طرف سے ان مضمونوں کی تعریف میں کوئی لفظ نکلا ہے، حالانکہ رپورٹ جلسہ میں ان مضمونوں کو شائع ہوئے قریباً ۵۴ سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور یہی حشر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مضمون کا ہوا۔ لیکن اس کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب کے مضمون سنے نہ صرف اس وقت کے حاضرین سے خراج تحسین حاصل کیا بلکہ اب تک ہر اس شخص سے وہ خراج تحسین حاصل کرتا چلا آ رہا ہے، جس کے مطالعہ سے گذرتا ہے یہ مضمون ہزاروں دلوں کے اندر روشنی پیدا کرنے کا موجب ہوا اور ہزاروں دلوں کو اس نے صداقت اسلام کا قائل کر دیا اس کی برکتیں ابھی تک ختم نہیں ہوئیں بلکہ ابھی تک لوگ اس سے مستفیض ہو رہے ہیں

منتظمین جلسہ کے رویہ میں نمایاں فرق

قارئین کرام اس امر کو ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا وقت مقررہ جب ختم ہو گیا اور مضمون ابھی باقی تھا، تو مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت اس مضمون کے لئے دے دیا۔ اس پر منتظمین جلسہ اور پبلک دونوں کی طرف سے خوشی کے نعرے لگائے گئے لیکن اس کے بالمقابل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اصل مضمون کی ناکامی کو دیکھکر جب مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی کا وقت لینا چاہا تا آپ اپنے دوسرے مضمون کے ذریعہ اپنی پہلی ناکامی کے دھبہ کو دھو سکیں تو اس پر جو رویہ منتظمین جلسہ نے اختیار کیا وہ رپورٹ جلسہ کے مندرجہ ذیل الفاظ سے عیاں ہے۔

"آج کارروائی جلسہ نے دس بجے شروع ہو جانا تھا۔ لیکن ابھی ساڑھے آٹھ نہ بجنے پائے تھے کہ خان بہادر جناب شیخ خدا بخش صاحب موڈریٹر اور پہلے اجلاس کے پریذیڈنٹ تشریف فرما ہوئے اور ان کے ہمراہ جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ خان بہادر صاحب موصوف نے چند ممبران اگزیکٹو کمیٹی سے جو انتظام مکان کے لئے پہلے سے وہاں موجود تھے۔ یہ بیان کیا کہ جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب جن کا آج وقت ہے وہ چند اتفاقات کے باعث نہیں آ سکتے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا وقت مولوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب) کو دے دیا جائے لیکن اس امر کا طے کرنا اگزیکٹو کمیٹی کے اختیار میں تھا۔ اور اس وقت صرف دو مسلمان ممبر کمیٹی موجود تھے بہرحال خان بہادر نے ان سے استدعا کی کہ وہ اس امر کو کمیٹی سے منظور کرا دیں ساڑھے نو بجے کے قریب اگزیکٹو کمیٹی نے اپنی کارروائی شروع کی حضرت مفتی موصوف صاحب کی زبانی پیغام سے ایک قسم کی مایوسی ہوئی کیونکہ یہ کمیٹی کا فرض تھا کہ ہر مذہب کی طرف سے مختلف وکیل جلسہ میں پیش کرے۔ چنانچہ سیکرٹری اسی لئے تبدیلی کے مخالف تھا۔ لیکن جب مسلمان ممبروں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ وقت ہماری قوم کے لئے ہے اور جب ہم کو اس تبدیلی میں اعتراض نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تبدیلی نہ ہو۔ بہرحال بہت بحث کے بعد فیصلہ ہوا۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب کو جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب کا وقت دیا جائے"۔

رپورٹ کے مندرجہ بالا الفاظ کو پڑھکر ہر ذی فہم آدمی سمجھ سکتا ہے کہ منتظمین جلسہ کو مولوی محمد حسین صاحب کو مزید وقت دینا سخت ناپسند تھا اور انہوں نے بکراہت تمام بعض مسلمان ممبروں کے زور دینے پر اس درخواست کو قبول کیا کیا یہ عجیب بات نہیں کہ مولوی مبارک علی صاحب حضرت مرزا صاحب کو وقت دیں تو منتظمین کی طرف سے خوشی کے نعرے لگائے جائیں اور جب مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو وقت دیں تو وہی منتظمین صاحبان یہ عذر پیش کریں کہ کمیٹی چاہتی ہے کہ ہر مذہب کی طرف سے مختلف وکیل پیش ہوں اس سے بڑھکر واضح الفاظ کیا ہو سکتے تھے جس میں کہ منتظمین جلسہ مولوی محمد حسین صاحب سے کہتے کہ آپ کا پہلا مضمون سننے کے بعد ہم کوئی اور مضمون آپ سے سننا نہیں چاہتے بہرحال وہی صاحب جو مولوی صاحب کے لئے وقت منظور کرانے میں پیش پیش تھے انہیں بھی مولوی صاحب کا دوسرا مضمون سننے کے بعد مایوسی ہی ہوئی۔ چنانچہ اتفاق سے یہی صاحب اس وقت کے لئے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے لیکن اختتام تقریر پر ایک لفظ بھی ان کی طرف سے مضمون کی تعریف میں رپورٹ میں نقل نہیں کیا گیا۔

لوگوں کی توجہ میں فرق

حضرت مرزا صاحب کے مضمون کو سننے کے لئے جس قدر اشتیاق لوگوں میں تھا اس کا نظارہ تو قارئین کرام گذشتہ قسط میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ لوگ وقت کے لئے آ بیٹھے ہی نہیں اور بڑے بڑے معززین کو دو گھنٹے تک کھڑے رہ کر مضمون سننا پڑا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس مضمون کو سننے کے لئے قبل از وقت ہی جمع ہو گئے اور وقت مقررہ پر مضمون کے ختم نہ ہونے کی وجہ سے کس طرح چاروں طرف سے وقت کے بڑھانے کا مطالبہ ہوتا رہا یہاں تک کہ جلسہ میں ایک دن کی ایزادی کرنی پڑی لیکن اس کے بالمقابل دوسرے علماء کے مضمون کو سننے کے لئے جو اشتیاق لوگوں کے قلوب میں تھا اس کا اندازہ رپورٹ کے ذیل کے الفاظ سے ہو سکتا ہے:۔

"مولوی صاحب کی تقریر آج دس بجے شروع ہونی تھی اور اس بات کا عام طور پر اعلان ہو گیا تھا لیکن وقت مقررہ پر آج لوگ بہت ہی کم آئے اس لئے ٹھیک وقت پر تقریر شروع نہ ہو سکی"

اسلام کو پیش کرنے میں عظیم الشان فرق

علاوہ مندرجہ بالا امور کے جس رنگ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور حضرت مرزا صاحب نے اسلام کو پیش کیا اس میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے، مولوی محمد حسین صاحب نے تو اسلام کو مردہ مذہب کی شکل میں پیش کیا جس کی تمام برکتیں ختم ہو چکی ہوں اور وہ دیگر مردہ مذاہب کی طرح اپنی زندگی کے کوئی آثار دکھلانے کے لئے تیار نہیں لیکن اس کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب اسلام کو ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں اور اس کی تمام برکتوں کو جاری و ساری تسلیم کرتے ہیں اور اس کے ثبوت میں وہ اپنے وجود کو پیش فرما رہے ہیں خود آپ کا مضمون ہی اسلام کی زندہ برکتوں کا ایک ثبوت تھا کیونکہ آپ نے پیش از وقت ہی خدا سے الہام پاکر اس امر کا اعلان کر دیا تھا کہ یہ سب مضمونوں پر غالب رہے گا اور وہ غالب رہا جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ اسلام کا خدا اسلام کے سچے پیروؤں سے اسی طرح ہمکلام ہوتا ہے جس طرح وہ پہلے اپنے راستبازوں سے ہوتا رہا ہے اور یہی امر کسی مذہب کی برکتوں کے جاری رہنے کے لئے بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ باقی اگر یہ نہیں تو سب زبانی لاف و گزاف ہی ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب کے الفاظ

بہرحال اس سلسلہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے مضمون میں جو کچھ کہا وہ درج ذیل ہے:-

"تیسرا امر جو نبی میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اس لئے لوگ ان کے معتقد ہوتے ہیں وہ معجزہ دکھاتے ہیں۔ لیکن یہ وہ وقت ہے کہ لوگ معجزے سے ہنستے ہیں۔ معجزہ مانگتے ہیں۔ لیکن انبیاء فوت ہو چکے بیشک وارث انبیاء ولی تھے۔ وہ کرامت رکھتے تھے اور برکات رکھتے تھے لیکن وہ نظر نہیں آتے۔ زیر زمین ہو گئے آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے اور ہم کو گزشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے ہم نہیں دکھا سکتے اس لئے معجزہ جو ثابت ہوگا تو وہ تعلیم سے ہوگا۔"

قارئین کرام مولوی صاحب کے الفاظ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے اسلام کے مردہ ہونے پر مہر ثبت کر دی ہے۔

نئے معجزات کا مطالبہ

مولوی صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں کی روحانی حالت اس قدر پست ہو چکی ہے کہ وہ معجزات پر ہنسی اڑاتے ہیں جس کے معنی صاف ہیں کہ گذشتہ معجزات و کرامات خواہ وہ انبیاء کے ہوں یا اولیاء کے لوگوں کی تسکین کا ذریعہ نہیں بن سکتے ان کے دلوں میں قصے سے بڑھکر ان کی اب کوئی وقعت نہیں رہی دنیا اب اطمینان قلب کے لئے نئے معجزات یا نئی کرامات کی محتاج ہے اور وہ مطالبہ کر رہی ہے کہ اگر معجزات کا کوئی وجود ہے تو اسے نئے معجزات دکھلائے جائیں لیکن مولوی صاحب جواب میں فرماتے ہیں کہ معجزہ دکھلانے والے انبیاء اور امت محمدیہ کے اولیاء سب فوت ہو کر زیر زمین چلے چکے ہیں۔ آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے خواہ تم ہنسی اڑاؤ یا پہلے معجزات کو محض قصہ قرار دو ہم تو صرف گذشتہ معجزات کا حوالہ ہی دے سکتے ہیں اس امت کے اندر اب کوئی ایسا شخص نہیں جو نیا معجزہ یا نئی کرامت دکھلا کر آپ کی تسلی کر سکے ہم تو صرف تعلیم ہی پیش کر سکتے ہیں۔

تعلیم اور کرامت

تعجب ہے کہ مولوی صاحب کو یہ الفاظ:- "اس لئے معجزہ جو ثابت ہوگا تو وہ تعلیم سے ہوگا" لکھتے وقت یہ خیال نہ آیا کہ تعلیم تو ۱۳۰۰ برس سے چلی آ رہی ہے اور اسی تعلیم نے اسلام میں صاحب کرامات لوگ پیدا کئے جن کے وجود کو آپ خود تسلیم کرتے ہوئے اب انہیں زیر زمین بتلا رہے ہیں تو اب وہی تعلیم ایسے صاحب کرامت پیدا کرنے سے کیوں عاجز آ گئی ہے۔ اگر یہ تعلیم آج صاحب کرامت پیدا کرنے سے فی الحقیقت عاجز ہے تو دوسرے لفظوں میں یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تعلیم اب مردہ ہو گئی ہے یہ دعوےٰ تو تمام مذاہب کے پیرو کرتے ہیں کہ ان کے مذاہب میں بھی صاحب کرامات لوگ موجود تھے لیکن اب نہیں ہیں پس مولوی صاحب کے دعویٰ اور ان کے دعویٰ میں کیا فرق ہوا۔ اور وہ کونسا امتیازی نشان اسلام کی خصوصیت ثابت کرنے کے لئے مولوی صاحب نے پیش کیا رہی تعلیم سو وہ بھی جس رنگ میں مولوی صاحب نے پیش کی لوگوں کو اپیل نہ کر سکی بلکہ ان کے بالمقابل بعض دیگر مذاہب کی پیش کردہ تعلیموں کو ان کی پیش کردہ تعلیم پر ترجیح دی گئی۔

تعلیم اسلام کے متعلق دعویٰ

پھر اس امر کو پیش کرتے ہوئے مولوی صاحب کے ذہن سے یہ بھی نکل گیا کہ اسلام کی تعلیم کے متعلق تو تؤتي اكلها كل حين کے الفاظ میں یہ دعوےٰ کیا گیا ہے کہ وہ ہر وقت اپنا پھل دیتی رہے گی اور اس کا پھل "لهم البشرى في الحيوة الدنيا" اور تتنزل عليهم الملائكة کے الفاظ میں یہی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے کامل پیروؤں پر فرشتے اترتے ہیں اور انکو بشارتیں دیتے ہیں پس اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی تعلیم اور کرامت ایک دوسرے کی ضد نہیں کہ ایک زمانہ میں یہ دونوں جمع نہ ہو سکتی ہوں پھر اس سے بھی بڑھکر تعجب انگیز بات یہ ہے کہ مولوی صاحب ان لوگوں کی تسلی گذشتہ اخبار کے حوالہ سے کرنا چاہتے ہیں جو گذشتہ اخبار پر بقول مولوی صاحب ہنسی اڑا رہے ہیں خلاصہ کلام یہ کہ یہ وہ اسلام ہے جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جیسے مدعی علم قرآن نے جلسہ اعظم مذاہب کے موقعہ پر پیش کیا لیکن اس کے بالمقابل حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی تعلیم کی خوبی کے ساتھ ساتھ اسلام کی برکات کے بارے میں جو کچھ فرمایا اسے بھی غور کر لیا جائے۔ فرماتے ہیں:-

"میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں مگر یہ راہ کس طریق سے کھلے گی اور حجاب کس دوا سے اٹھے گا میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے، اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔ میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔

اے عزیزو۔ اے پیارو کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا۔ یقیناً سمجھو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے اور اس طرح پر دنیا کو تباہ کرے۔ بلکہ اس کے الہام اور مکالمہ اور مخاطبہ کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں ہاں ان کو ان کی راہوں سے ڈھونڈو تب وہ آسانی سے تمہیں ملیں گے وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا۔ اور اپنے مناسب مقام پر ٹھہرا اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ کہ افتاں و خیزاں اس چشمہ تک پہنچو پھر اپنا منہ اس چشمہ کے آگے رکھدو تا اس زندگی کے پانی سے سیراب ہو جاؤ۔ انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے۔ کہ جہاں اس روشنی کا پتہ ملے اسی طرف دوڑے۔ اور جہاں اس گم گشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اسی راہ کو اختیار کرے دیکھتے ہو کہ ہمیشہ آسمان سے روشنی اترتی اور زمین پر پڑتی ہے اسی طرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے۔ انسان کی اپنی ہی باتیں اور اپنی ہی اٹکلیں سچا گیان اسکو بخش نہیں سکتیں کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو۔ اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ بھی دیکھ لو۔ مگر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں۔ اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے۔ وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں۔ عنقریب

صبح صادق ہونے والی ہے۔ مبارک وہ جو اُٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں۔ وہی خدا جس پر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی جس کے جلال کی چمک پر کبھی حادثہ نہیں پڑتا قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اللّٰہ نور السمٰوات والارض یعنے خدا ہی ہے جو ہردم آسمان کا نور اور زمین کا نور ہے اسی سے ہر ایک جگہ روشنی پڑتی ہے آفتاب کا وہی آفتاب ہے۔ زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے سچا زندہ خدا وہی ہے مبارک وہ جو اسکو قبول کرے۔"

الفاظ مندرجہ بالا کو پڑھ کر ہر اہل انصاف خود ہی سوچ لے کہ ان دونوں کے اسلام کو پیش کرنے میں کتنا فرق ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ایک اگر مایوسی کی دلدل میں دھکیل رہا ہے تو دوسرا امید کی بلند چٹان پر چڑھا رہا ہے ایک اگر اپنی دائمی محرومی کا اقرار کر رہا ہے تو دوسرا اپنے نیل المرام ہونے کا اعلان کر رہا ہے ایک اگر اپنے آپ کو ظلمت کے عمیق گڑھوں میں پڑا ہوا بتلا رہا ہے تو دوسرا اپنے آپ کو روشنی کے بلند مینار پر کھڑا دکھلا رہا ہے۔ ایک کا کلام اگر محض قال ہی قال ہے تو دوسرا جو کچھ کہہ رہا ہے حال سے کہہ رہا ہے۔ مندرجہ بالا حقائق کی موجودگی میں اب غیر از جماعت دوست یہ فیصلہ خود ہی کر لیں کہ انہیں کس کا ساتھ دینا چاہیئے اور کس کے دامن کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کرنا چاہیئے آیا ان علماء کا جن کی نمایندگی مولوی محمد حسین صاحب نے کی ہے یا حضرت مرزا صاحب کا جو

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے"

کہکر اپنی طرف بلا رہے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب کے ایک الہام کی سچائی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس بیان نے حضرت مرزا صاحب کے اس الہام کی سچائی ثابت کر دی ہے جس کی بنا پر آپ نے دعوےٰ کیا تھا کہ موجودہ زمانہ کے علماء و مشائخ میں سے کوئی بھی میرے ساتھ نہ تو قرآنی علوم میں مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ ہی مستجاب الدعوات ہونے میں اور نہ بشارتوں اور غیب کی خبروں کے پانے میں اور نہ نشان نمائی میں۔ احباب کرام کو یاد ہوگا کہ میں نے کسی گذشتہ اشاعت میں یہ ذکر کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے دسمبر ۱۸۹۱ء میں "آسمانی فیصلہ" نامی کتاب میں تمام علماء و مشائخ کو امور مندرجہ بالا میں مقابلہ کا چیلنج کیا تھا اور ساتھ ہی الہامی پیشگوئی کر دی تھی کہ یہ مقابلہ نہیں کریں گے اگرچہ تمام علماء و مشائخ کی خاموشی بھی اس الہام کی صداقت کو ثابت کر رہی تھی لیکن مولوی صاحب کے اس اقرار نے کہ امت محمدیہ میں اب کوئی صاحب کرامت نہیں جس کو ہم کرامت دکھانے کے لئے پیش کر سکیں اگر ایک طرف اس الہام کی صداقت کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے تو دوسری طرف تمام مشائخ و صوفیوں اور ولائت کے مدعیوں کی حقیقت پر سے بھی نقاب اُٹھا دیا ہے اور ان سب کو ننگا کر دیا ہے اور اس بات کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ یہی وہ زمانہ تھا جس میں خدا کی طرف سے مصلح کے آنے کی ضرورت تھی کیونکہ مولوی صاحب کے بیان کے مطابق اب کوئی وارث رسول نہ رہا تھا اور وارث رسول کا وجود اسلام میں ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر وارث رسول کی زندگی ہی ثابت نہیں ہو سکتی ختم وراثت یقیناً ختم رسالت کی مقتضی ہے اور نئی رسالت کا پیش خیمہ ہے۔ لیکن نبی کریم صلعم تو خاتم النبیین ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آسکتا بلکہ آپ کی نبوت ہی قیامت تک جاری رہے گی۔ اور اپنے وارث پیدا کرتی رہے گی اور ان کے ذریعہ اپنی زندگی کا ثبوت دیتی رہے گی اور ایسے ہی وارثوں کو دوسرے لفظوں میں ظلی و بروزی رسول کہتے ہیں جن سے لوگ محض اپنی ناواقفی کی وجہ سے چڑتے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب کے اس بیان کو پڑھنے کے بعد اگر اب بھی لوگوں کو حضرت مرزا صاحب کے آنے کی ضرورت محسوس نہ ہو تو جائے تعجب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو وہ ختم نبوت کی حقیقت سے واقف ہیں اور نہ ہی دین کے کامل ہو جانے کے معنی کو جانتے ہیں۔

---

۴ والے ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کو کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ بدقسمتی اس قوم کی ہے جس کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا مگر اس نے یہ کام نہ کیا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا نام بلند کرنے کے لئے تمہارے دلوں میں ایک تڑپ ہونی چاہیئے۔ تا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تم سے خوش ہو اور بعد میں آنے والی نسلیں تمہارا نام عزت کے

بقیہ خطبہ از صفحہ ۶

اللہ تعالےٰ لانے جاوا، سماٹرا اور اس کے ارد گرد کے جزائر میں کروڑہا کی تعداد میں مسلم قوم کو پیدا کر دیا اللہ تعالیٰ اسلام کو ضائع نہیں ہونے دے گا۔

ہماری ذمہ داریاں

اس لئے اگر ہم تبلیغ اسلام کے کام میں کامیاب ہو جائیں اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس کے آثار بھی نظر آرہے ہیں۔ جب مغربی قومیں علم بردار اسلام ہو جائیں گی تو انشاء اللہ اسی طاقت اور قوت سے اسلام کو بھی پھیلائیں گی ان حالات کے ماتحت ہم نے جائزہ لینا ہے کہ ہمارا کام کیا ہے۔

انفاق کی اہمیت

جو حصہ آیت کا میں نے پڑھا ہے اس سے پہلے یہ لفظ آتے ہیں ھا انتم ھؤلاء تدعون۔ تم کو تو صرف اتنی بات کی طرف بلایا جاتا ہے لتنفقوا فی سبیل اللّٰہ کہ کچھ اپنے مال خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ فمنکم من یبخل۔ تم میں کچھ بخل پیدا ہو جاتا ہے۔ بیاہ شادیوں یا اسی قسم کی رسوم میں جتنا چاہو جہیز بنالو۔ دعوتوں پر سارے شہر کو بلالو لیکن جب دین کے لئے بلایا جائے گا تو جواب ملتا ہے کہ ہمارے پاس کچھ نہیں تجارت میں فائدہ نہیں ملازمت میں گذارہ نہیں چلتا۔ اس لئے فرمایا ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہٖ۔ جو بخل کرتا ہے وہ صرف اپنی جان سے بخل کرتا ہے واللّٰہ الغنی اللہ تعالےٰ غنی ہے وانتم الفقراء اور محتاج تم ہی ہو۔

حق غالب آکر رہے گا

حق۔ اسلام اور قرآن ہی بالآخر غالب آئیں گے۔ اس حالت کو لانے کی کوشش کرو۔ بعد میں آنیوالی نسلیں جب معلوم کریں گی کہ مسلمانوں کے جم غفیر کو اس بات کی پرواہ نہ تھی ہو اس حالت کو جلد از جلد لانے کی کوشش کرتے تھوڑے لوگ تھے جو اسلام کی خدمت کے لئے نکلے نہ تھے اور خدا تعالےٰ کے رستہ میں دیتے چلے جاتے تھے۔ تو جہاں ایک طرف وہ اپنے اسلاف پر افسوس کریں گے ایک چھوٹی سی قوم کے لئے خدا کی رحمت بھی مانگیں گے تو اس انفاق فی سبیل اللہ پر ہماری توجہ ہونی چاہیئے خدا کے کام ہو کر رہتے ہیں۔ ذیلہ کرنے والا ہو یا بکر کرنے والا ہو کام کرنے والا

بقیہ از صفحہ ۱۱

اس کے کان بھرنے بادشاہ پہلے ہی ناخوش تھا۔ سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ اور حضرت موسےٰ کے خلاف تدبیریں کرنے لگا۔ درباریوں نے مشورہ دیا کہ اس کی سزا قتل ہے۔ کسی مرد خدا نے موسیٰ کو بھی اس سازش کی خبر دے دی۔ اور ان کو مشورہ دیا کہ بہتر ہے کہ مصر چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ حضرت موسےٰ نے اس مشورہ کو غنیمت سمجھا اور خدا پر بھروسہ کر کے دعا کرتے ہوئے مصر سے باہر نکل کھڑے ہوئے لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ شخص جو آج جان کے ڈر سے بھاگا جاتا ہے کل کو خدا کی طرف سے بڑے بڑے معجزات لے کر پھر مصر میں داخل ہوگا۔ وہ فرعونیوں کی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوگا اور اپنی قوم کو ظالم کے پنجے سے رہائی دلا کر صحیح و سلامت اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ سچ ہے خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت آتی ہے

اشتہار

مشتہر حکم حاضری مدعا علیہ

زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم۔ ایس سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ۔

نمبر مقدمہ ۵۸ بابت سنہ ۱۹۵۰ء

محمد رحیم ولد غلام محمد ترین سکنہ لٹن روڈ کوئٹہ مدعی۔

بنام

خان بہادر روشن دین ولد امیر بخش سکنہ لٹن روڈ کوئٹہ مدعا علیہ

دعوےٰ تقرری کرایہ

بنام خان بہادر روشن دین ولد امیر بخش سکنہ لٹن روڈ کوئٹہ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی خان بہادر روشن دین بطرف کراچی چلا گیا ہے اور اسکو پتہ مدعا علیہ معلوم نہیں اس لئے اشتہار ہذا بنام خان بہادر روشن دین مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۱۲ ماہ جولائی سنہ ۱۹۵۰ء کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یک طرفہ عمل میں آئے گی۔

آج بتاریخ ۷ ۲ ماہ جون سنہ ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

مہر عدالت دستخط حاکم

بچوں کا صفحہ - انبیا کی کہانیاں :- مولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۱)

حضرت موسیٰؑ بھی بہت بڑی شان کے پیغمبر ہو گذرے ہیں - قرآن مجید میں ان کا ذکر کثرت سے آتا ہے - یہ اس وجہ سے بھی مشہور ہیں کہ ان کو ایک بہت بڑے ظالم بادشاہ سے مقابلہ پیش آیا - یہ مصر کا بادشاہ تھا اور فرعون اس کا لقب تھا - اس نے خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا - اور لوگوں سے اپنی پوجا بھی کرواتا تھا - اس وقت مصر میں دو قومیں آباد تھیں - ایک تو مصر کے اصل باشندے اور دوسری بنی اسرائیل یعنے حضرت یعقوبؑ کی اولاد جو حضرت اسحاقؑ کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے - یہ بنی اسرائیل گویا غیر ملکی لوگ تھے جو مصر میں آباد تھے یہ فرعون کو خدا نہیں مانتے تھے - اس لئے ان بیچاروں پر بڑے بڑے ظلم کئے جاتے - ان کو بیگار میں پکڑا جاتا - اور سخت سے سخت کام ان سے لئے جاتے - کھیتی باڑی کا کام - لکڑیاں کاٹنے کا کام - سڑکیں کوٹنے اور بوجھ اٹھانے کا کام اور دوسرے سینکڑوں ذلیل اور حقیر کام - ان کی حالت غلاموں جیسی تھی - سوائے خدا کے ان کی فریاد سننے والا بھی کوئی نہ تھا - زندگی وبال جان بنی ہوئی تھی لیکن کیا کر سکتے تھے - مجبور تھے -

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ فرعون نے خواب دیکھا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہونے والا ہے جو اس کی بادشاہت کا تختہ اُلٹ دے گا - اس پر وہ بہت ڈرا اور اپنے وزیروں امیروں کے مشورہ سے اس نے ملک میں اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل میں جہاں کوئی لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے ہاں اگر لڑکی ہو تو اسکو زندہ رہنے دیا جائے - اس کام کے لئے بڑا انتظام کیا گیا - سارے ملک میں سپاہی پہرے لے رہے تھے - اور دایہ ہر گھر جا کر پتہ لگاتی - جہاں کہیں کسی اسرائیل کے گھر لڑکا پیدا ہوتا اسکو فوراً قتل کر دیا جاتا بیچارے بنی اسرائیلیوں کے گھر ماتم خانے بنے ہوئے تھے جہاں سے رونے پیٹنے کی دردناک آوازیں بلند ہوتی رہتی تھیں - بڑی مصیبت کا سامنا تھا - جب بادشاہ خود ظلم کرے تو رعیت کی فریاد کون سنے - بدنصیب ماں باپ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاتے کہ اے خدا تو ہی اس ظالم کے پنجے سے ہمیں رہائی دلا سکتا ہے - اس ظلم کا سلسلہ مدت تک جاری رہا - آخر ایک دن اس ظالم بادشاہ کو خیال آیا کہ اگر اسی طرح سے بنی اسرائیل کے مارنے کا سلسلہ جاری رہا تو پھر بیگار کس سے لی جائے گی - کھیتی باڑی کا کام کون کرے گا - اینٹیں کون تھاپے گا - اور سڑکیں کون کوٹے گا - پھر جتنے دوسرے ذلیل کام ہیں وہ کون کرے گا - اس بات کا خیال کر کے اس نے یہ حکم جاری کیا کہ ایک سال تو بچے قتل کئے جائیں اور ایک سال زندہ رہنے دیئے جائیں -

قتل کی موقوفی والے سال ایک بنی اسرائیلی عمران نامی کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ہارون رکھا گیا - لیکن جب قتل کا سال آیا تو اسی عمران کو خدا نے ایک دوسرا بیٹا عنایت کیا - بڑا حسین - بڑا خوبصورت - بڑی پیاری شکل کا - بچے کے پیدا ہونے پر ماں باپ خوش تو ہوئے مگر ان کا دل ڈر کے مارے کانپ رہا تھا - وہ جانتے تھے کہ ذرا خبر ہوئی تو فوراً جلاد بچے کو قتل کرنے کے لئے آموجود ہوں گے - ماں ڈرتی ڈرتی دودھ پلاتی اور اپنے پیارے بچے کی بلائیں لیتی - اور خدا سے اس کی خیریت کی دعائیں مانگتی - اپنے لخت جگر کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھنا! اُف! ماں باپ کا دل کیونکر تاب لا سکتا تھا - ع

دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے

مگر خدا جو بیکسوں کا خدا ہے جو عاجزوں اور مظلوموں کی فریاد سنتا اور ان پر رحم کرتا ہے اس نے ماں کو الہام کیا کہ وہ اپنے لخت جگر کو لکڑی کے صندوق میں بند کر کے صندوق کو خدا کے توکل پر دریائے نیل کے حوالے کر دے - اپنے دل کے ٹکڑے کو صندوق میں بند کر کے دریا کی موجوں کے سپرد کر دینا ماں باپ کو کیونکر گوارا ہو سکتا تھا مگر یہ خدا کا حکم تھا اور خدا نے ماں کے دل کو تسلی دی کہ کچھ غم نہ کر تیرا بچہ صحیح سلامت رہے گا - اور پھر تیرے پاس لوٹ آئیگا یہ بہت بڑا انسان بنے گا اور خدا اسکو اپنا رسول اور نبی بنائے گا - دیکھو! خدا اپنے بندوں پر کسقدر مہربان ہے - کس طرح وقت پر ان کی امداد کرتا ہے اور کس طرح غیب کی باتیں ان پر کھول دیتا ہے - غرضیکہ خدا کے حکم کے مطابق اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے عمران اور اسکی بیوی نے بچے کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا - عمران کی ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام مریم تھا - اسکو انہوں نے ہدایت کی وہ دریا کے کنارے کنارے جائے اور دیکھتی رہے کہ اس صندوق کا حشر کیا ہوتا ہے - اور اسے کون اُٹھاتا ہے - دریائے نیل کے کنارے بادشاہ کے محلات بنے ہوئے تھے - دریا ان کے نیچے سے ہو کر بہتا تھا - جب یہ صندوق بادشاہی محلات کے پاس پہنچا تو پانی کی لہروں سے لڑھکتا ہوا عالیشان محل کی دیواروں سے جا ٹکرایا - اتفاق سے اس وقت فرعون کی بیوی آسیہ اور اس کی بیٹی دریا کے نظارے کا لطف اُٹھا رہی تھیں جب انہوں نے یہ صندوق دیکھا تو نوکروں کو حکم دیا کہ اسکو باہر نکال لائیں - انہوں نے حکم کی تعمیل کی - اور جب صندوق کھولا گیا تو ماں بیٹی دونوں یہ دیکھکر حیران رہ گئیں کہ ایک چاند جیسا خوبصورت لڑکا مزے سے انگوٹھا چوس رہا ہے - بچے کو دیکھتے ہی آسیہ کے دل میں بچے کی محبت گھر کر گئی - بیٹی نے بھی کہا اماں اماں تم اسکو اپنا بیٹا بنا لو - بڑا ہی خوبصورت ہے - واہ وا کیا بھولی بھالی شکل ہے - اور ابا جان سے بھی کہیں کہ وہ اسکو اپنا بیٹا بنا لیں - آسیہ تو اس پر سو جان سے قربان ہو رہی تھی - فوراً خاوند کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ دیکھئے کیسا خوبصورت بچہ ہے -

بادشاہ بھی اس کی شکل دیکھکر دنگ رہ گیا - اس وقت اس کا وزیر ہامان بھی پاس ہی تھا - اس نے کہا کہ لڑکا ہے تو بہت خوبصورت مگر ہو نہ ہو یہ کسی بنی اسرائیل کا لڑکا ہے جس نے ڈر کے مارے اسکو دریا میں بہا دیا ہے - ممکن ہے یہ وہی لڑکا ہو جس کے متعلق حضور کو خواب آیا تھا - یہ سن کر بادشاہ اس کے قتل کے درپے ہو گیا مگر ع

خدا رکھے سلامت جس کو اسکو موت کیوں آئے

جب بادشاہ نے بچے کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کی نیک دل بیوی آسیہ نے اسکو سمجھایا کہ اسکو قتل نہیں کرنا چاہیئے - اگر ہم اسکو اپنا بیٹا بنا لیں تو ممکن ہے کہ یہ ہماری لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو اور اس کے وجود سے ہم کو فائدہ پہنچے - بیٹی نے الگ شور مچانا شروع کیا - وہ روتی اور پیٹتی کہ ایسے خوبصورت بچے کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں - یہ دیکھکر فرعون نے اپنا ارادہ بدل لیا - اور اس طرح بچہ قتل ہونے سے بچ گیا - یہی تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام - آسیہ نے بچے کی پرورش کا انتظام کیا - مگر اسکو یہ ایک مشکل پیش آئی کہ جس دایہ کو دودھ پلانے کے لئے بلایا جاتا آپ اس کا دودھ پینے سے منہ موڑ لیتے - وہ بیچاری حیران تھی کہ کیا کیا جائے - اسکو کیا خبر تھی کہ اس کے پیچھے خدا کا ہاتھ کام کر رہا ہے - جب عمران کی بیٹی کو معلوم ہوا کہ موسیٰ کسی دایہ کا دودھ نہیں پیتے وہ فوراً آسیہ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کو ایک ایسی دایہ کا پتہ بتاتی ہوں جو اسکو دودھ بھی پلائے گی اور اس کی ہر طرح سے پرورش بھی کرے گی - آسیہ رضامند ہو گئی - لڑکی نے اپنی ماں کو ہی پیش کیا - اس طرح موسیٰ اپنی ماں کی گود میں جا پہنچے اور خدا کا وہ وعدہ پورا ہوا کہ ہم پھر تیرے بچے کو صحیح سلامت تیری طرف لوٹا دیں گے - دیکھو! ہمارا خدا کس طرح ہر بات پر قادر ہے وہ ناممکن باتوں کو ممکن بنا دیتا ہے - حضرت موسیٰ مزے سے اپنی ماں کا دودھ پیتے رہے - شاہی محلات کی فضا میں پرورش پاتے رہے -

بڑے ہو گئے - ہوتے ہوتے جوان ہو گئے - محلات سے نکل کر ادھر ادھر تشریف لے جاتے - شاہی محلات میں ناز و نعمت کی کمی نہ تھی مگر دل خوش نہ تھا - بنی اسرائیل کی بُری حالی دیکھکر ان کا دل خون ہوا جاتا تھا - وہ اس وقت کچھ نہیں کر سکتے تھے - چند بار کوشش بھی کی مگر سود مند نہ ہوئی - بہرحال بنی اسرائیلیوں کی ہمدردی ان کا شعار تھا - ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ایک مصری ایک بنی اسرائیل پر ظلم کر رہا ہے اور اسکو بُری طرح سے مار رہا ہے - حضرت موسیٰ سے نہ رہا گیا - وہ فوراً آگے بڑھے اور مظلوم کی حمایت میں مصری کے ایسا گھونسا مارا کہ وہ چاروں شانے چت زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی مر گیا - حضرت موسیٰ کا منشاء اسکو جان سے مارنے کا تو نہ تھا - محض ظالم کو ظلم سے روکنا مقصد تھا - مگر یہ قضائے الٰہی تھی کہ وہ مر گیا - اس واقعہ سے حضرت موسیٰ کو بھی رنج ہوا اور اگرچہ انہوں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا تھا مگر تاہم انہوں نے خدا سے معافی مانگی - نبیوں کی شان ایسی ہی ہوتی ہے - حضرت موسیٰ فرعونیوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے - جب کبھی موقع ملتا فرعون کو آپ کے خلاف بھڑکاتے رہتے - یہ بات تو مانی ہوئی تھی کہ حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل سے ہمدردی تھی مگر درباری لوگ ایک کی دو دو کر کے بادشاہ تک پہنچاتے تھے اور اسکو ان کی طرف سے بدظن کرتے - اب یہ قتل کا واقعہ جو ہوا تو درباریوں نے خوب

باقی بر صفحہ ۹ کالم ۲

رفتارِ عالم

پاکستان

—— جہلم۔ تحصیل پنڈ دادنخان کے موضع بھوچال کے واحد ہائی سکول کو سرکاری تحویل میں لینے کے لئے مسٹر نسیم حسین مشیر تعلیم بھوچال پہنچے۔ اس موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ہم نے خدا کے فضل سے آزاد پاکستان کی نعمت حاصل کر لی ہے۔ اس کی بنیادیں خالص اسلامی نظریات پر رکھی گئی ہیں جس میں ہم نے تعلیمات قرآن کی روشنی میں اپنی زندگی کو بسر کرنا ہے۔

—— راولپنڈی۔ مسافروں سے بھری ہوئی ایک بس گوجرخان سے ایک میل ادھر اگلا پہیہ نکل جانے کے سبب الٹ گئی ۷ مسافر مجروح ہوئے۔

—— کراچی ۲۹ رجون۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کپاس کی برآمد کے لائسنسوں کی آخری مدت ۳۰ رجون تک تھی لیکن اب ان کی مدت ۳۱ راگست تک بڑھا دی گئی ہے۔

—— کراچی ۲۸ رجون۔ یہاں کے ایڈیشنل سٹی مجسٹریٹ نے لفٹنٹ ایم اے عزیز کی دوسری درخواست ضمانت بھی مسترد کر دی ہے۔ ان کے خلاف مقدمہ کی سماعت ۱۵ جولائی کو ہوگی۔ لفٹنٹ موصوف پر الزام ہے کہ انھوں نے ۹ رجون کو کلفٹن پر اپنا طیارہ اتنی نیچی سطح پر اڑایا کہ اس سے دو پارک لڑکیاں ٹکرا کر ہلاک ہو گئیں۔

—— کراچی ۲۹ جون۔ حکومت پاکستان کے وزیر مواصلات کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ یکم جولائی کی صبح سے پاکستان بھر میں پٹرول کی راشن بندی ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

—— کراچی۔ ۲۹ رجون۔ آج پاکستان کے ہوائی بیڑے کے کمانڈر انچیف ایئر وائس مارشل اٹچرلے نے ایک بیان میں اس امر کا انکشاف کیا کہ حکومت پاکستان یکم جولائی کو فضائی والنٹیئر ریزرو کی بھرتی شروع کرنے والی ہے۔ جس کی تعداد ہوائی فوج کی پہلی صف کی تعداد کے برابر ہوگی۔ اس ریزرو کو اعلیٰ درجہ کی تربیت دی جائے گی تاکہ ایسے ہوا باز تیار کئے جا سکیں جو ہر قسم کے جدید ترین طیاروں کو چلا سکیں۔

—— کراچی یکم جولائی۔ آج سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کوریا کی صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سلامتی کونسل جو اقدام بھی تجویز کرے گی حکومت پاکستان اس کی مکمل حمایت کرے گی۔

—— کراچی یکم جولائی۔ پاکستان نے مئی ۱۹۵۰ء میں کراچی کے ذریعہ جو برآمد کی ہے اس میں اسی مہینہ کی درآمد کے مقابلہ میں دو کروڑ روپے سے زیادہ کا اضافہ نظر آیا ہے۔

—— پشاور۔ ۲ جولائی۔ آج ریڈیو پاکستان سے تقریر نشر کرتے ہوئے صوبہ سرحد کے وزیر اعظم نے کہا ہے کہ بہت جلد پشاور کے قریب ایک یونیورسٹی شہر قائم کیا جائے گا جس پر تقریباً ۱۵ لاکھ

—— جائے سلامتی کونسل نے اس کے مقدمہ کو کھٹائی میں ڈال رکھا۔ ہم یہ بھی کیونکر بھول سکتے ہیں کہ اور قومیں بھی ہیں جو بین الاقوامی دوست نوازی کی وجہ سے مصیبت میں پھنسی ہوئی ہیں۔ امن کو برقرار رکھنے کا یہ طور تو نہیں ہے

ہندوستان

—— نئی دہلی ۲۸ رجون۔ یہاں پاکستان اور ہندوستان کے نمایندوں کی جو ابتدائی کانفرنس متروکہ جائیدادوں کی گتھی سلجھانے کے سلسلہ میں منعقد ہو رہی تھی اس میں اس امر پہ سمجھوتہ ہو گیا ہے کہ تارکان وطن کسٹوڈین کی اجازت کے بغیر ہی اپنی منقولہ جائیداد کو اپنے ہمراہ لے جانے یا فروخت کرنے کے مجاز ہوں گے۔ اس کے علاوہ دونوں حکومتوں کی طرف سے انہیں بنکوں میں جمع کرائی ہوئی چیزوں، حصص۔ کفالتوں۔ بیمہ کی پالیسیوں ڈاک کے پارسلوں اور منی آرڈروں کی وصولی اور فروختگی وغیرہ کے بارہ میں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی۔

—— کلکتہ ۲۸ رجون۔ راناگھاٹ کے قریب واقع چند دیہات میں فساد ہو گیا۔ لوٹ مار کی وارداتیں بھی ہوئیں۔ تین آدمی مجروح ہوئے۔ پولیس نے آٹھ آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

نادیا کے دو دیہات میں بھی فساد ہو گیا اور لوٹ مار کے واقعات ہوئے۔

—— نئی دہلی ۲۹ رجون۔ آج ہندوستانی کابینہ کے دو اہم اجلاس منعقد ہوئے جن میں کوریا کی صورت حالات پر غور و خوض کرنے کے بعد یہ اعلان کر دیا گیا کہ ہندوستان کو جنوبی کوریا کی امداد کے بارے میں حفاظتی کونسل کی قرارداد منظور ہے۔

—— نئی دہلی ۲ رجولائی۔ معلوم ہوا ہے بھارت گورنمنٹ نے ان چار روسی مصنفین کو ویزا (اجازت نامہ) دینے سے انکار کر دیا ہے جو انجمن ترقی پسند مصنفین کی علاقائی کانفرنس میں شرکت کے لئے نئی دہلی آنا چاہتے ہیں۔

—— ۲۹ رجون۔ برطانوی کنزرویٹو پارٹی کے لیڈر مسٹر ونسٹن چرچل نے کل رات ایک ڈنر کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ان کی پارٹی جنوبی کوریا کی امداد کے لئے برطانوی حکومت جو ضروری اقدامات کرے گی ان میں حکومت کی مکمل تائید کرے گی۔ انہوں نے کہا یہ گھڑی بڑی نازک ہے مگر مجھے اعتماد ہے کہ حکومت کا اختیار کردہ طریق کار صحیح اور دانشمندانہ ہے اور اس وقت اس کے سوا کوئی دوسرا طریق کار بہتر نہیں۔

—— لندن ۲۹ رجون۔ روسی خبررساں ایجنسی طاس نے آج صبح ایک خبر نامہ میں بتایا ہے کہ حکومت روس نے اعلان کر دیا ہے کہ جنوبی کوریا کی امداد کے متعلق اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل کی قرارداد غیر قانونی ہے۔

—— قاہرہ۔ ۲ رجولائی۔ مصر کے وزیر اعظم مصطفےٰ نحاس پاشا نے کوریا کی جنگ کے بارے میں مصر کی روش کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا کی قوموں کی نگاہیں اتحادی قوموں کی انجمن یا سلامتی کونسل کی طرف لگی ہوئی ہیں لیکن منظر یہ نظر آتا ہے کہ دوسرے معاملات جب پیش ہوتے ہیں تو کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ لیکن جب کوریا کا سوال آتا ہے تو وہ پھرتی دکھائی جاتی ہے کہ بس دیکھنا چاہیئے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مصر اپنی بات کیونکر بھول

بلادِ غیر

—— واشنگٹن ۲۸ رجون۔ آج امریکی وزارت دفاع نے اس اطلاع کی تصدیق کر دی ہے کہ جنوبی کوریا کے دارالحکومت سول پر شمالی کوریا کی کمیونسٹ فوجیں قابض ہو گئی ہیں۔ اور انہوں نے سول سے شمال مغرب میں کمپو کے فضائی اڈہ پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

جنرل میکارتھر نے آج صبح امریکی بمباروں اور راکٹ چلانے والے جٹ قسم کے لڑاکا طیاروں کو بھی میدان جنگ میں بھیج دیا تھا۔ لیکن یہ کمیونسٹ فوجوں کی پیشقدمی روکنے میں ناکام رہے ہیں۔ جنوبی کوریا کی حکومت سول کو خالی کر چکی ہے اور سول سے جنوب کی طرف واقع ایک شہر کو اپنا ہیڈ کوارٹر قرار دے چکی ہے۔

—— لیک سیکسس ۲۸ رجون۔ کل رات حفاظتی کونسل نے جنوبی کوریا پر شمالی کوریا کے حملہ کو نقض امن کی جارحانہ کارروائی قرار دیا اور فیصلہ کیا کہ یو۔این۔او کے تمام ارکان کو اجازت دی جائے کہ اس حملہ میں جنوبی کوریا کی امداد کریں۔ اس اجلاس میں روس شامل نہ تھا۔

—— لنڈن ۲۸ رجون۔ لیک سیکسس میں مبصرین کی یہ رائے ہے کہ روس یو این او سے علیحدہ ہونے کی تیاریاں کر رہا ہے اور ستمبر میں جنرل اسمبلی کا جو اجلاس منعقد ہوگا اس میں وہ ادارہ اقوام متحدہ سے کامل طور پر علیحدگی کا اعلان کر دے گا۔

—— واشنگٹن۔ ۲۸ رجون۔ صدر ٹرومین نے ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے یہ توقع ظاہر کی ہے کہ امریکہ نے اشتراکیت کی یلغار روکنے کے لئے جو فیصلہ کیا ہے اس سے دنیا میں امن قائم ہو جائے گا۔

—— ٹوکیو۔ ۲۹ رجون۔ آج امریکہ کی فضائی اور بحری فوجوں نے شمالی کوریا کی فوجوں اور جنگی اڈوں پر بمباری کی۔ جنوبی کوریا کے دستوں نے کمپو کے ہوائی اڈہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

—— اطلاع ملی ہے کہ آج جس وقت جنرل میکارتھر ٹوکیو سے بذریعہ طیارہ جنوبی کوریا جا رہے تھے۔ کمیونسٹ شکاری طیاروں نے ان کے طیارہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن امریکن شکاری طیارے موقع پر پہنچ گئے اور انہوں نے دشمن کے طیاروں کو بھگا دیا۔

ہفتہ وار پیغام صلح لاہور نمبر ۲۷ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ :- چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۸-۱۲-۰ روپے
سالانہ چندہ - ممالک غیر سے :- ۱۳ر شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ - ۱۲ر جولائی ۱۹۵۰ء — نمبر ۲۸

عید کے دن

۱- عید الفطر کے دن صبح سویرے اُٹھ کر غسل کرنا اور صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عید گاہ کو جانے سے قبل ناشتہ کرنا سنت ہے۔

۲- عید گاہ کو جاتے ہوئے تکبیر و تہلیل یاد کر الٰہی کرتے جانا افضل ہے۔

۳- عید کی نماز سے قبل صدقہ فطر ادا کر دینا چاہیئے - خواہ غلہ کی شکل میں ہو خواہ نقدی کی صورت میں۔ جو صدقہ عید کے بعد ادا کیا جائیگا وہ معمولی صدقہ شمار ہوگا۔ اسے صدقہ عید الفطر نہیں کہا جاسکتا۔ حدیث شریف میں ہے صدقہ عید الفطر روزوں کے ایام میں بعض کمزوریوں کے سرزد ہونے کی تلافی کے لئے ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غرباء و مساکین کو اناج مل جاتا ہے جس سے وہ بھی اپنی عید منا سکتے ہیں۔ گویا ساری قوم کو عید میں شمولیت کا موقع مل جاتا ہے مساکین محروم نہیں رہتے۔ صدقہ عید الفطر ہر ایک فرد پر واجب ہے خواہ وہ عید کی صبح کو ہی پیدا ہوا ہے۔ عورتوں اور بچوں کا اور نوکر اور غلام کا صدقہ انکے شوہروں والدین اور آقاؤں کے ذمہ ہے جو ان کے رزق کے کفیل ہیں۔ صدقہ فی کس تقریباً ۲ سیر گیہوں یا اس کے برابر قیمت نقد ہے۔ لاہور کی جماعت نے ۲ر فی کس مقرر کیا ہے۔

۴- عید کی نماز دو رکعت ہوتی ہے اس میں اذان و تکبیر اقامت کوئی نہیں۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں ہیں تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے چھوڑ دینے چاہئیں۔ قرأت جہری ہوتی ہے۔

۵- نماز کے بعد خطبہ مسنون ہے چونکہ یہاں کی زبان اردو ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کے بعد اردو میں مسائل و ہدایات ضروریہ پر تقریر کرنی چاہیئے - کاغذ کا ایک دل لیکر مولوی لوگ جو پرانا لکھا ہوا خطبہ پڑھ دیتے ہیں۔ نہایت لایعنی چیز ہے۔ اس لئے لوگ سنتے سنانے خاک نہیں۔ آپس میں معانقہ کرنے اور سینے سے سینہ رگڑتے اور عید مبارک کہنے میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ بعض خطیب کے سامنے غلہ پھینکتے رہتے ہیں۔ بعض اس کے سر پہ پگڑیاں باندھتے رہتے ہیں۔ یہ سب بدعت اور خطبہ کے آداب کے خلاف ہے۔ خطبہ کو غور سے سننا اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ اگر خطیب کو کچھ دینا ہے تو نماز سے قبل دے دینا چاہیئے یا خطبہ کے بعد۔ صدقہ عید الفطر ہمیشہ نماز سے قبل دے دینا چاہیئے۔

۶- عید کے خطبہ کے درمیان میں خطیب کو بیٹھنا نہیں چاہیئے جیسا کہ جمعہ کے خطبہ کے درمیان بیٹھا کرتے ہیں۔

۷- خطبہ ختم ہونے کے بعد جماعت کی شکل میں چلنا افضل ہے کہ اسلام کی شوکت کا اظہار اس میں ہے اس لئے جس راستہ سے آتے ہیں اس راستہ کی بجائے کسی دوسرے راستہ سے جانا مستحسن ہے۔

۸- عید میں آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کو ہدایا یا تحائف یا طعام میں شریک کرنا تمدن کے لئے مستحسن چیز ہے۔ عید گاہ سے واپسی پر گھر میں گھس کر دن کاٹ دینا یہ قومی مردگی کی علامت ہوتی ہے۔

۹- چونکہ آج کل اسلام سے بڑھکر کوئی غریب نہیں اس لئے حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ سے احمدی جماعت کے افراد صدقہ عید الفطر کا کلی یا اکثر حصہ انجمن کے بیت المال میں بھیجدیتے ہیں۔ اس لئے احباب کو چاہیئے کہ نماز عید سے قبل محاسب کو صدقہ ادا کر دیں۔

۱۰- صدقہ عید الفطر کے علاوہ حضرت صاحب کے حکم سے ایک روپیہ عید فنڈ بھی مقرر ہے آخر عید کے دن بچوں اور عزیزوں کو عیدی اور تحائف دیتے ہیں۔ اسی طرح اس خوشی کے دن میں اسلام کا بھی کچھ حق ہے لہذا احباب خاص توجہ اس فنڈ کی طرف مبذول فرمائیں اور عید فنڈ کے روپے جمع کر کے انجمن کے بیت المال میں بھیجدیں یہ حضرت صاحب کا حکم ہے اور ایک مالی جہاد ہی اسے استخفاف کی نظر سے نہ دیکھیں۔

باقی بر صفحہ ۳ کالم ۱

کارپردازان پیغام صلح کی طرف سے قارئین پیغام صلح کو

عید مبارک

تعطیل عید کی وجہ سے آیندہ ۱۹ر جولائی کا پرچہ شائع نہ ہوسکیگا آیندہ پرچہ ۲۶ر جولائی کو شائع ہوگا

بچوں کا صفحہ - انبیاء کی کہانیاں - از مولینا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۲)

مصر سے نکل کر حضرت موسیٰ مدین کی طرف روانہ ہوئے - وہاں پہنچکر آپ کا گذر ایک کنوئیں پر ہوا - آپ نے دیکھا کہ کنوئیں کے چاروں طرف بھیڑ لگی ہوئی ہے - لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں - کنوئیں سے ذرا فاصلے پر دو لڑکیاں بھی کھڑی ہیں - بڑی شرمیلی اور خاموش - شرم سے ان کی آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی ہیں اور انتظار کر رہی ہیں کہ کب یہ بھیڑ ہٹے اور یہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں - حضرت موسےٰ کے دل میں کمزوروں اور بیکسوں کی ہمدردی تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - آپ نے ان لڑکیوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے - تم نے جانوروں کو کیوں روک رکھا ہے - اور ان کو پانی کیوں نہیں پلاتیں ؟ - انہوں نے بڑے شرمیلے لہجے میں جواب دیا کہ ہمارا باپ ایک بوڑھا آدمی ہے - وہ خود یہاں نہیں آسکتا - ہم سے پانی کھینچا نہیں جاتا - جب یہ لوگ چلے جائیں گے - کچھ بچا کھچا پانی ہم بھی پلالیں گی - حضرت موسیٰ آگے بڑھے - پانی کھینچا اور ان کے جانوروں کو خوب پیٹ بھر کے پانی پلایا - اور خود ایک درخت کے سایہ میں آرام کے لئے لیٹ گئے - اس وقت آپ نے خدا سے دعا مانگی کہ "اے خدا تو جو میری طرف اچھی چیز اتارے میں اس کا محتاج ہوں"۔ لڑکیاں خوشی خوشی گھر گئیں اور اپنے باپ سے جاکر سارا قصہ بیان کیا - یہ کون بزرگ تھے ؟ یہ حضرت شعیب علیہ السلام خدا کے نبی تھے - حضرت شعیبؑ نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ اس نوجوان کو میرے پاس بلا لاؤ - اس پر ایک لڑکی بڑے شرمیلے انداز میں چلتی ہوئی حضرت موسےٰ کے پاس پہنچی اور کہنے لگی کہ ابا جان آپ کو یاد فرماتے ہیں - حضرت موسےٰ حضرت شعیبؑ کی خدمت میں حاضر ہوگئے - اور اپنا واقعہ مصر سے نکلنے اور مدین پہنچنے کا بیان کیا - حضرت شعیبؑ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ تم نے ظالموں کے پنجے سے رہائی پائی - صاحبزادیوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جان ! یہ نوجوان خوبیوں کا مالک ہے اس کو اپنی بکریاں چرانے کے لئے رکھ لیں - حضرت شعیب نے بھی اس بات کو پسند کیا اور حضرت موسےٰؑ سے فرمایا کہ تم کم از کم آٹھ سال میری بکریاں چرانے کی خدمت بجا لاؤ اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی ایک لڑکی تمہارے نکاح میں دے دوں - حضرت موسےٰؑ اس پر رضامند ہوگئے - اور آپ نے آٹھ دس سال تک حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں -

میعاد ختم ہونے پر ان سے رخصت مانگی اور اپنی بی بی صفوراؑ کے ہمراہ وطن کی طرف روانہ ہوئے - ابھی رستہ میں ہی تھے کہ آگ کی ضرورت پیش آئی - دور سے ایک پہاڑی پر روشنی نظر آئی - آپ نے اپنی بی بی سے کہا کہ ذرا ٹھہرو ! میں نے اس طرف آگ دیکھی ہے - میں اوپر جاتا ہوں شاید وہاں سے مل سکے - جب آپ وہاں پہنچے تو غیب سے ندا آئی :-

"اے موسےٰ ! میں اللہ ہوں - تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا
میرے سوا کوئی معبود نہیں - اے موسےٰ اپنی جوتیاں
اتار دو - تم طویٰ کے پاک میدان میں ہو - میں نے تم کو
اپنا رسول چنا ہے - اور بنی اسرائیل کی اصلاح تمہارے
سپرد کی ہے"

خدا کی دین دیکھو کہ حضرت موسےٰ آگ لینے جاتے ہیں ان کو پیغمبری عطا کر دیتا ہے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال ۔ کہ آگ لینے کو جائیں اور پیغمبری مل جائے

پھر خدا نے فرمایا اے موسیٰ ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا اے باری تعالےٰ ! یہ میرا عصا ہے - میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے پتی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں، اور کئی ایک اور کام اس سے لیتا ہوں - خدا نے فرمایا کہ ذرا اس کو زمین پر تو پھینکو - حضرت موسیٰ نے حکم باری کی فوراً تعمیل کی - عصا کا زمین پر پڑنا ہی تھا کہ یہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا - موسیٰ گھبرا گئے -

خدا نے فرمایا اے موسیٰ گھبرایئے نہیں - اس کو پکڑ لیجئے یہ پھر عصا بن جائے گا جس طرح یہ پہلے تھا - پھر خدا نے فرمایا کہ اپنا دائیاں ہاتھ بغل میں دباؤ حضرت موسیٰ نے فوراً حکم کی تعمیل کی - جب اسکو باہر نکالا تو یہ سورج کی طرح چمک رہا تھا - اسکو ید بیضا کہتے ہیں - یہ دو معجزے تھے جو خدا نے حضرت موسیٰ کو دیئے - اور انکو حکم دیا کہ ان دو معجزوں کے ساتھ تم فرعون کے پاس جاؤ - وہ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے اسکو ہدایت کی طرف لاؤ اور بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے نجات دلاؤ - مگر اسکو نرمی سے سمجھانا اور وعظ و نصیحت سے راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا - حضرت موسیٰ نے عرض کی اے باری تعالیٰ ! میرے سینے کو کھول دیجئے اور میری زبان کی گرہ کھول دیجئے تاکہ وہ میری بات سمجھ سکیں - اور میرے بھائی ہارون کو میرا ساتھی بنا دیجئے - اس سے مجھے طاقت حاصل ہوگی اور میری کمر مضبوط ہوگی - خدا نے آپ کی یہ درخواست بھی منظور کر لی - اور اب دونوں بھائی فرعون کے پاس پہنچے - اور بڑے کھلے لفظوں میں اس کو حق پہنچایا اور کہا کہ بنی اسرائیل کو تو نے غلام بنا رکھا ہے انکو ہمارے حوالے کر دو ہم خدا کی طرف سے رسول بن کر آتے ہیں اور ہم کو خدا نے فرمایا ہے کہ جو ہماری بات نہیں مانے گا اس پر خدا کا عذاب نازل ہوگا - اس پر فرعون نے بڑے تکبر سے کہا کہ تو وہی تو ہے جس کو ہم نے اپنے پاس رکھکر پالا پوسا اور بڑا کیا اور آج تو اس قدر باتیں بناتا ہے اور بڑا بنتا ہے - تو نے ایک آدمی کو بھی جان سے مارا تھا اور پھر تو بھاگ گیا تھا - حضرت موسیٰ نے اس کا برجستہ جواب دیا کہ اگر تم نے مجھے پالا تو کیا اس کا بدلا یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے - اور ان پر طرح طرح کے ظلم کرتا ہے - میں تجھے خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں - فرعون نے بڑے غرور سے کہا کہ کون خدا ! حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ تو کہتا ہے کون خدا ؟ وہ خدا جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا - اور دنیا کی ہر چیز پیدا کی - وہ خدا جو آسمان سے پانی برساتا ہے اور ہر قسم کی روئیدگی پیدا کرتا ہے وہ خدا جس نے اگلے پچھلے سب کو پیدا کیا - وہ سب کا مالک اور سب کا خالق ہے - وہی پرستش کے لائق ہے - اور اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں - فرعون بولا خبردار اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا مانا تو میں قید میں ڈال دوں گا - حضرت موسےٰ نے فرمایا خدا نے مجھے معجزات دیئے ہیں جو خدا کی ہستی پر اور میری سچائی پر گواہ ہیں - فرعون نے کہا بھلا دیکھیں وہ تمہارے معجزات کیا ہیں ؟ اسی وقت حضرت موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر پھینکا وہ اژدھا بن گیا پھر اپنا دایاں ہاتھ نکالا وہ سورج کی طرح چمک رہا تھا - فرعون اور اس کے وزیر بولے کہ معلوم ہوتا ہے یہ شخص پکا جادوگر ہے ہمیں اپنے جادوگروں سے اس کا مقابلہ کرانا چاہیئے پھر دیکھیں کون جیتتا ہے -

چنانچہ اس مقابلے کے لئے ایک دن مقرر کیا گیا، سارے ملک میں ڈھنڈورہ پٹوا کر بڑے بڑے جادوگر بلوائے گئے - اور مقابلہ شروع ہوا - جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ کیا ہم پہلے پھینکیں یا تم پھینکو گے ؟ حضرت موسےٰ نے فرمایا کہ تم ہی پہلے پھینکو - چنانچہ جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان مقابلہ میں پھینک دیں - بڑے بڑے سانپ نظر آنے لگے - جن کو لوگ دیکھکر حیرت زدہ ہوگئے - اور سمجھے کہ موسیٰ ان کا کیا مقابلہ کرے گا - خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ اب تم بھی اپنا عصا پھینک دو - عصا کا پھینکنا ہی تھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا نظر آنے لگا - وہ آن کی آن میں جادوگروں کے سب سانپ نگل گیا اور ایک بھی باقی نہ چھوڑا - خلقت حیران رہ گئی - ایک ہُو کا عالم طاری ہوگیا - چاروں طرف ایک سناٹا چھا گیا - جادوگر سجدہ میں گر پڑے اور بآواز بلند پکار اٹھے موسیٰ سچا - موسیٰ کا خدا سچا - ہم سچے دل سے ایمان لاتے ہیں - فرعون اور اس کے سردار دم بخود تھے کہ کیا سمجھے تھے اور کیا ہوگیا - شرم اور ندامت کے مارے سر اوپر نہیں اٹھا سکتے تھے - مگر واہ رے فرعون کی ڈھٹائی جب کچھ بات بن نہ پڑی تو جادوگروں سے مخاطب ہوکر بولا کہ تم بغیر میری اجازت کے ہی ایمان لے آئے - معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی سازش بنا رکھی ہے اور یہ

(باقی بر صـ۱۱ کالم ملا)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۲۸

قرآن کی سالگرہ

رمضان کا آخری عشرہ ان مبارک راتوں کو لئے ہوئے پھر آیا ہے، جن میں قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب کا نزول شروع ہوا، وہ مبارک رات جب یہ پاک کتاب نازل ہونی شروع ہوئی، خود قرآن کریم میں اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اور اس کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ لیلۃ القدر ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ یہاں "ہزار مہینہ" سے مراد گنتی کے ہزار مہینہ، نہیں بلکہ ایسی لاتعداد مدت مراد ہے جو ہزارہا مہینوں پر پھیلی ہوئی ہو اور فی الواقعہ قرآن کریم کے نزول سے تعلق رکھنے والی لیلۃ القدر اپنی شان اور عظمت کے لحاظ سے ہزاروں مہینوں یا لاتعداد مدت سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور کیوں نہ ہو، قرآن کریم کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی عظمت اور شان کی کوئی مثال دنیا میں دی جا سکے نہ صرف اس لحاظ سے کہ یہ پاک کتاب مخلوق الٰہی کی ہدایت و رہبری کے لئے جن قوانین اور تعلیمات کو لیکر آئی ہے وہ دنیا کی تمام ہدایات و تعلیمات سے بلند درجہ رکھتی ہیں، نہ صرف اس لحاظ سے کہ دین اس پاک کتاب کے ذریعہ سے کامل ہو گیا اور اس کے بعد مخلوق الٰہی کو کسی اور کتاب اور ہدایت کی ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ کوئی اور کتاب اس کے بعد نازل ہوگی، بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اس پاک کتاب کا مقصد صرف انسان کی اُخروی زندگی کو ہی سدھارنا نہیں بلکہ اس دنیا کی زندگی کو بھی کامیاب اور بہتر بنانا ہے اور فی الحقیقت اس دنیا کی کامیاب زندگی جو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق ہو، اُخروی زندگی کی کامیابی پر دلالت کرتی ہے۔ اس نے دوسری کتابوں کی طرح یہ تعلیم نہیں دی کہ انسان دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر راہب بن جائے یا تسبیح ہاتھ میں لیکر مسجد میں جا بیٹھے، اور دنیا کے کاموں میں حصہ نہ لے، بلکہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ماں، باپ، بیوی بچوں، دوست احباب کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے ہر وقت خدا کو یاد رکھنے، اسکو حاضر و ناظر جاننے ان احکام اور ہدایات کو پیش نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے، جو اس آخری کتاب میں اللہ تعالےٰ نے دی ہیں اور یہ احکام و ہدایات ایسے نہیں، جو انسان کی سمجھ سے باہر ہوں، اسی آیت میں جہاں رمضان میں نزول قرآن کا ذکر کیا ہے، اس کی یہ تعریف کی ہے، ھدی للناس و بینٰت من الھدیٰ والفرقان یہ پاک کتاب لوگوں کو ہدایت کی راہ ہی بتا کر نہیں چھوڑ دیتی بلکہ اس کے ساتھ دلائل بھی دیتی ہے کہ کیوں فلاں راہ پر چلنا چاہیئے اور فلاں راہ سے بچنا کیوں ضروری ہے، اور یہ دلائل اس قدر مضبوط، اتنے دلنشین اور واضح ہوتے ہیں کہ حق و باطل میں ایک کھلا کھلا فرق نظر آ جاتا ہے،

کیا ان صفات کی حامل کوئی اور آسمانی کتاب بھی دنیا نے دیکھی؟ کیا وہ اصول زندگی جو قرآن کریم نے دنیا کو دیئے ہیں، ہدایت کی وہ راہیں جو اس پاک کتاب نے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو سنوارنے اور کامیاب بنانے کے لئے بتائی ہیں، اور طرح طرح کے پیرایوں میں، مختلف قسم کے دلائل کے ساتھ ان کو واضح کیا ہے کسی اور کتاب میں بھی نظر آتا ہے؟ مثال کے طور پر معاشرتی اور ازدواجی زندگی کو ہی لیجئے۔ کیا انجیل کی تعلیمات نے آج مغرب کو ایسی راہ پر کھڑا نہیں کر دیا جہاں انسانیت کے لبادہ کو اتار کر حیوانیت کا جامہ پہننا پڑتا ہے آج یورپ اور امریکہ میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی زیادتی جب اخلاقی حدود سے تجاوز کر کے حیوانی زندگی کی طرف لے جا رہی ہے کیا اس کا کوئی حل انجیل میں موجود ہے؟ کیا انجیل کا کوئی حکم امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں کالے اور گورے کے امتیاز کو مٹانے اور حبشیوں کو جو وہاں کے اصلی باشندے ہیں گوروں کے ظلم و ستم سے بچانے کا موجب ہوا ہے؟ کیا سرمایہ دار اور مزدور کی جنگ جو آج ایک جنگ عظیم کی شکل اختیار کر رہی ہے ختم کرنے کے لئے انجیل نے کوئی راہ بتائی ہے۔ ایسی تفصیل بہت سی باتیں ہیں، زندگی کے کئی شعبے ہیں جن پر پہلی آسمانی کتابوں میں کوئی ایسی روشنی نہیں ڈالی گئی جو موجودہ دنیا کے لئے ہدایت کا موجب ہوتی برخلاف اس کے قرآن کریم ہی ایک کتاب ہے جس نے زندگی کے ہر پہلو پر اس قدر واضح اور اتنی بین ہدایات دی ہیں اور وہ موجودہ حالات میں اس قدر مفید ہیں کہ ان پر عمل کئے بغیر آج دنیا کی نجات کا اور کوئی رستہ نہیں دنیا کے موجودہ مصائب اگر ختم ہو سکتے ہیں تو محض قرآن کریم پر عمل کرنے سے ہو سکتے ہیں ورنہ یہ دنیا ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑی ہے، اور کوئی وقت جاتا ہے کہ وہ اس میں گر کر بھسم ہو جائے۔

پس ضرورت ہے کہ اس پاک کتاب کو دنیا میں پہنچایا جائے۔ اس کے اصولوں اس کی ہدایات کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے، جو ٹرومین اور سٹالین کے زیر اثر افراط اور تفریط کی راہ اختیار کر کے ہلاکت کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں، ان لوگوں کو اس سے واقف کیا جائے جو مذہب کی غلط تصویر دیکھکر اس سے بیزار ہو چکے ہیں اور ظلمت و تاریکی میں تلاش حق کے لئے ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں، ہاں ان لوگوں میں اس پاک کتاب کو پہنچانے کی ضرورت ہے، جو سائنس اور فلسفہ کے دلدادہ ہو کر آسمانی ہدایت کو بھول چکے ہیں جو ان کی ایجادات اور خیالات۔ ان کے ایٹم بموں اور دوسرے تباہی خیز سامانوں کو صحیح راستہ پر لانے اور دنیا میں امن اور سلامتی کی راہ پیدا کرنے کا موجب ہے، قرآن میں یہ تمام ہدایات موجود ہیں، وہ آسمان و زمین میں غور و فکر کی بھی ہدایت کرتا اور اس طرح علوم و سائنس کے لئے ایک رستہ کھولتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اُٹھتے بیٹھتے خدا کو یاد رکھنے اور سائنس کی ایجادات سے جہنم کی آگ پیدا کرنے کی بجائے ان سے مفید کام لینے کی بھی ہدایت کرتا ہے،

پس یہ پاک کتاب ایک عام آدمی سے لیکر بڑے بڑے عقلمندوں، فلسفیوں، سائنس دانوں، اور سیاسی مدبروں، کے لئے ایسا ہدایت نامہ ہے جس پر چل کر یہ دنیا مصائب و آلام سے نجات پا سکتی اور ایک جنت کا نمونہ بن جاتی ہے، تاریخ اس کی گواہ ہے، کہ ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں نے اس کی پیروی سے اس ربع مسکون کو جنت ارضی بنا دیا، آج بھی جہاں جہاں یہ پاک کتاب گئی ہے، جس جس نے اسکو اپنی آنکھوں سے مطالعہ کیا ہے وہ اس کے اصولوں اور ہدایات کی معقولیت کے قائل ہو چکے ہیں، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس پاک کتاب کے تراجم یورپ اور امریکہ میں پھیلا کر بیشمار لوگوں کو اس کی حقانیت کا قائل کر دیا ہے ضرورت ہے کہ اس قدر وسیع پیمانہ پر اس کی اشاعت کی جائے کہ کوئی گھر اس سے خالی نہ رہے، رمضان کا یہ آخری عشرہ جس کو قرآن کریم کی سالگرہ کہنا چاہیئے ہر مسلمان سے اس پاک کتاب کی اشاعت کے لئے قربانی کا طالب ہے۔ آپ اپنے بچوں کی سالگرہ پر بہت کچھ صرف کر دیتے ہیں کیا قرآن کی سالگرہ پر اس سے بڑھکر خرچ کرنے کی ضرورت نہیں؟ ووکنگ مسلم مشن جو یورپ میں اشاعت قرآن کا واحد مرکز ہے اس وقت ۵ ہزار کے مالی خسارہ میں ہے، کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس خسارہ کو ختم کر کے مشن کو ایسی مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا جائے کہ وہ قرآن کی اشاعت زیادہ وسیع پیمانہ پر کر سکے؛ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس کے لئے آپ سے صرف دس دن کی آمد کا مطالبہ کیا ہے، کیا آپ اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں؟

درخواست ہائے دُعا

(۱) حیہ سے شمیم اصغری بنت محبوب بیگ صاحب لکھتی ہیں:-

"ہم جملہ اہل کنبہ کچھ عرصہ سے پریشانیوں میں مبتلا ہیں جملہ اصحاب و برادران جماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ رب العزت ہماری پریشانیاں دور کرے، میرا اعتقاد ہے کہ اس جماعت کی دعائیں نہ اب تک رائگاں گئی ہیں نہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ رائگاں ہوں گی۔

(۲) ناندگاؤں پیٹھ (برار) سے ہمارے عزیز بھائی مرزا غلام مرتضےٰ بیگ لکھتے ہیں کہ:-

"میرا ایک جائداد کا نزاع ناگپور ہائیکورٹ میں بصورت اپیل چھ سال سے دائر ہے اس کی پیشی جولائی کے دوسرے ہفتہ تک غالباً ہو جائے۔ استدعا ہے کہ احباب جماعت بالخصوص حضرت امیر قوم و علماء و اراکین فاضل اور مختلف حضرات کو دعا سے تیر بہدفی کے لئے آمادہ فرمائیں اس نزاعی جائداد میں سے ایک تہائی انجمن کے نام وصیت شدہ ہے اس لئے بھی دعا کی خاص ضرورت ہے،

(۳) پاک پٹن سے میاں غلام شبیر صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"وہ کئی پریشانیوں میں مبتلا ہیں ایک سالہ بچی گذشتہ ماہ فوت ہو گئی دوسرے بچے ابھی تک بیمار ہیں، ان کی شفایابی اور اطمینان قلب کے لئے احباب سے دعا کی درخواست ہے

اخبار و افکار

پاکستان کا آئین

پاکستان کی مجلس دستور ساز کے سیکرٹری مسٹر ایم بی احمد نے ایک پریس کانفرنس میں یہ اعلان کیا ہے، کہ پاکستان کا نیا آئین سنہ ۱۹۵۱ء تک تیار ہو جائے گا انہوں نے بتایا کہ بنیادی اصول مرتب کرنے والی سب کمیٹیوں نے اپنی رپورٹیں مکمل کر لی ہیں جن کو مجلس دستور ساز کے آیندہ اجلاس میں پیش کیا جائے گا اور اس کے بعد ان بنیادوں پر آئین مرتب کرنے میں دیر نہ لگے گی۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ایم۔ بی احمد نے بتایا کہ "میرے خیال میں یہ آئین قدیم وجدید اصولوں کا امتزاج ہوگا یہ اصول بڑے آزاد ہیں ان میں اور مغربی جمہوریتوں کے بنیادی اصولوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے"

ان فقرات پر بعض اخبارات معترض ہیں کہ مغربی جمہوریتوں اور پاکستان کے آیندہ آئین کے بنیادی اصولوں میں اگر کوئی خاص فرق نہیں تو پھر اسکو اسلامی آئین کیسے کہا جا سکتا ہے، وہ تو مغربی جمہوریتوں کی نقل ہوگا۔ ہمارے خیال میں یہ اعتراض قبل از وقت ہے، جب تک اصل رپورٹیں جن میں یہ بنیادی اصول مرتب ہوئے ہیں سامنے نہ آئیں یہ فیصلہ کر دینا کہ جو چیز مغربی جمہوریتوں کے بنیادی اصولوں سے کوئی خاص فرق نہیں رکھتی وہ ضرور غیر اسلامی ہے، صحیح نہیں، مغربی جمہوریتوں میں کئی باتیں ایسی ہیں جو اسلام سے لی گئی ہیں، محض مغرب کا لیبل لگ جانے کی وجہ سے ان کو ترک کر دینا اپنے کھوئے ہوئے مال سے دستکش ہونا ہے پہلے بنیادی اصولوں کی رپورٹ کو سامنے آنے دیجئے، اگر وہ غیر اسلامی نظر آئے تو بیشک اس پر اعتراض کرنے کا حق ہوگا۔ پہلے ہی پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانا کہاں کی دانشمندی ہے۔

اللہ کرے نیا اسلامی آئین جلد سے جلد مرتب ہو کر نافذ العمل ہو اور پاکستان نہ صرف اپنے آئین کے لحاظ سے ہی حقیقی معنوں میں اسلامی ریاست بن جائے بلکہ اس کے حکام اور عوام کی زندگیوں میں بھی ایسا انقلاب پیدا ہو، کہ قرون اولیٰ کی اسلامی روایات پھر ایک دفعہ زندہ ہو کر عملی صورت میں سامنے آجائیں۔

ایک غلط ترجمہ

"امروز" (۱۰ر جون) میں کسی صاحب بداللّٰہی نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کا مسلک کمیونزم کی تائید کرتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر قرآن پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا اور ایک ایسی آیت کو کمیونزم کی حمایت میں پیش کیا گیا ہے جو اس کے صریح خلاف ہے، اور اصل آیت نقل کرنے کے بعد اس کا بالکل غلط ترجمہ کر دیا گیا ہے، جو حسب ذیل ہے:۔

"واللہ فضل بعضکم علےٰ بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علےٰ ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللہ یجحدون۔

اللہ نے تم میں سے بعض کو دوسروں سے زیادہ دیا ہے اور جن کو زیادہ ملا ہے ان کو چاہیئے کہ محتاجوں اور ضرورتمندوں پر لوٹا دیں یہاں تک کہ سب برابر برابر ہو جائیں، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ اللہ کی نعمت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں ان کو اس احسان فراموشی اور کھلے حکم سے سرتابی کی کافی سزا ملے گی"

اس ترجمہ میں خط کشیدہ الفاظ اصل آیت کا ترجمہ نہیں بلکہ اپنے پاس سے بنایا گیا ہے اصل آیت کا مفہوم تو اس کے صریح خلاف ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

"اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی ہے، تو کیا وہ لوگ جن کو رزق کی فضیلت دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے ماتحتوں کو اس طرح بانٹ دیتے ہیں کہ وہ برابر برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ کی نعمت کے بارہ میں جھگڑتے ہو"

اب فرمائیے اس میں رزق کو ضرورتمندوں اور محتاجوں میں بانٹ کر انہیں برابر کر دینے کی ہدایت ہے یا اس سے انکار کیا گیا ہے؟

جہاں تک رزق کی برابری کا سوال ہے اس کی ہدایت تو قرآن میں کہیں بھی نہیں نہ ہی سوویٹ روس میں آج تک ایسی برابری نظر آتی یکسانیت دیکھنے میں آئی، اب بھی کمیونسٹ سرمایہ دار وہاں موجود ہیں جو کسی صورت میں ایک حبہ بھی غریبوں کو دینے کے لئے تیار نہیں، ہاں قرآن نے امراء کے اموال سے غریبوں کی پرورش کرنے اور معاشی مشکلات کو دور کرنے کی ایسی راہیں ضرور بتائی ہیں جو سرمایہ داری کا صحیح حل ہیں، ان کو چھوڑ کر بے محل آیتیں اور ان کے غلط ترجمے پیش کرنا قرآن کے ساتھ مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

اس وقت ہندوستان میں کفر و اسلام کی جو جنگ ہو رہی ہے اور ہندوؤں کا کثیر حصہ حکومت کے منشاء کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے میں سرگرم عمل ہے اس کے پیش نظر یہ امر طمانیت بخش ہے کہ بعض مسلمان جماعتیں خاموشی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرنے اور ہندوؤں اور سکھوں کو اسلام کے اندر لانے کے لئے پوری جدوجہد کر رہی ہیں، ان میں سے ایک جماعت اہلحدیث ہے، جس کے متعلق اخبار "اہلحدیث" کے ایک پرچہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس نے ۱۵ر مئی سے ۱۵ر جون تک ہندوستان کے مختلف صوبوں میں ۲۵ ہندوؤں کو جن میں ایک سکھ بھی شامل ہے مسلمان کیا ہے، یہ تعداد کوئی اتنی بڑی نہیں، تاہم ہندو اخبارات ابھی سے اس کے خلاف چیخ و پکار کرنے لگے ہیں، ایک مہا سبھائی لیڈر پنڈت پنکبشور دت نے الٰہ آباد کے رسالہ پرچارک ہندی میں یہ واویلا کیا ہے کہ جماعت اہلحدیث کی ان کوششوں کے انسداد کے لئے ہندو مہا سبھا حکومت کو مجبور کرے ورنہ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد اسی طرح ترقی کرتی رہی تو بھارت کے لوگ رفتہ رفتہ مسلمان ہو جائیں گے اور ہندو اکثریت اقلیت میں تبدیل ہو جائے گی۔

ایسا ہی ہندو ہیرلڈ نے مسلمان ہونیوالوں کی تعداد کو ہزاروں تک پہنچا دیا ہے اور بھارت سرکار اور دھارمک سبھاؤں کو بہت جلد اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ظاہر کی ہے۔

ہندو اخبارات کا یہ واویلا ظاہر کرتا ہے کہ وہ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر سے اس قدر خائف ہیں کہ حکومت کے ڈنڈے کے سوائے اور کوئی صورت اس کے انسداد کی نظر نہیں آتی، یہ بالواسطہ طور پر اسلام کی معقولیت کا اعتراف ہے اور ہمیں یقین ہے کہ تبلیغ اسلام کا کام وہاں مستقل طور پر جاری رکھا جائے تو اس ملک کے اکثر باشندوں کو اسلام کے اندر لے آنا چنداں مشکل نہیں ضرورت ہے کہ جماعت اہلحدیث کے علاوہ دوسری تبلیغی جماعتیں بھی اس نیک کام میں حصہ لیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

دس یوم کی آمد کا مطالبہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی اپیل درباره خسارہ بجٹ ووکنگ مسلم مشن تمام جماعتوں میں اور اکثر احباب کو فرداً فرداً بھیجے ہوئے تقریباً ۱½ ماہ گزرنے کو ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ بعض احباب نے اس اپیل پر لبیک کہتے ہوئے اپنے عطیات داخل خزانہ کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ایسے سب احباب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے موقعہ کی نزاکت کو سمجھ کر دست تعاون بڑھانے میں ذرا پس و پیش نہیں کیا۔ لیکن کثرت سے احباب ایسے ہیں جنہوں نے ابھی تک اس اپیل کی طرف توجہ نہیں فرمائی جو قابل افسوس امر ہے۔

دس یوم کی آمد کا مطالبہ ایک فعال جماعت کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں۔ ہمیں تو حکم ہے کہ ہم صحابہؓ کا سا ایمان رکھیں اور دین کی ضرورت کے وقت اپنے مفاد کو پس پشت ڈال دیں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا یہی مطلب ہے جس کا ہم نے خدا کے فرستادہ کے ہاتھ پر عہد کیا ہوا ہے۔

اس وقت تک بعض جماعتوں کی طرف سے وعدوں کی جو فہرستیں وصول ہوئی ہیں وہ نامکمل ہیں۔ اور بعض کی طرف سے محض یہی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ وہ اس تحریک کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔ میں سب احباب اور تمام جماعتوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کام حتی الامکان جلدی کا ہے۔ چاہیئے کہ اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء تک تمام رقم جمع ہو جائے۔

دفتر سے تمام جماعتوں اور اکثر احباب کو فرداً فرداً یاددہانی بھی کرائی جا چکی ہے ہمیں امید ہے کہ احباب وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل پر انشراح صدر سے لبیک کہکر داخل حسنات ہوں گے۔

والسلام

مرتضیٰ خاں۔ اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

شکریہ احباب

گذشتہ ماہ میرے گھر میں چوری ہو گئی تھی جس سے کافی نقصان ہوا۔ جن احباب نے مجھے اس موقعہ پر ہمدردی کے خطوط تحریر فرمائے ہیں میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ابھی تک چوری کا سراغ نہیں ملا۔ احباب سے درخواست دعا ہے۔

مرتضیٰ خاں

موجودہ زمانہ میں اسلام کی نازک حالت اور حضرت امام زمان کی دلی تڑپ

(۲۳)

اپنے قلوب میں غلبہ اسلام کے لئے درد پیدا کیجئے

ماہ رمضان میں نماز تہجد کو پابندی سے ادا کیجئے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - کراچی - مؤرخہ ۳۰ر جون ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب ناظر اسلام)

واذا سألك عبادي عني فاني قريب اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لي وليومنوا بي لعلهم يرشدون ٥

ایک عظیم الشان بشارت

رمضان المبارک کے ذکر میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو ایک عظیم الشان بشارت دی ہے - کہ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں یا سوال کریں بیشک میں بہت قریب ہوں - اس بشارت کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان بغیر کسی واسطہ کے خدا کے قرب کو حاصل کرسکتا ہے - بعض مفسرین نے تو یہاں ایک لطیفہ بھی لکھا ہے - کہ جواب یوں ہونا چاہیئے تھا - کہ ان کو کہدو کہ میں بہت قریب ہوں مگر اس قرب کے تعلق کو ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے "قل" کے لفظ کو بھی یہاں نہیں رکھا - یعنی اللہ تعالیٰ براہ راست ہر بندہ کو یہ فرماتا ہے کہ دیکھو میں تم سے بہت قریب ہوں اور ہر بندہ میرا قرب حاصل کرسکتا ہے - یہ ایک بڑی بھاری بشارت ہے کیونکہ مذاہب میں یہ خیال عام نہ تھا بلکہ ہر مذہب نے کسی نہ کسی رنگ میں ایک واسطہ کی ضرورت ٹھیرا رکھی تھی - جو بندوں کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے تو اس قرب کی بشارت دے کر فرمایا :-

اجيب دعوة الداع اذا دعان

میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں - اور قبول کرتا ہوں - جب بھی وہ مجھے پکارے یہی اس کے قرب کا منشا ہے - کہ کوئی شخص جو اللہ تعالےٰ کو پکارے وہ اس کی دعا اور پکار کو سنے -

مجدد زمان کا دعا پر زبردست ایمان

دعا پر ایمان کامل اس وقت ہوتا ہے جبکہ خدا تعالےٰ کی ہستی کا ایک زبردست یقین انسان کے دل پر ہو - اور اس زمانہ میں اگر آپ واقعات پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ کوئی شخص مسلمانوں میں سے ایسا نظر نہیں آتا جس کا ایمان دعا پر اتنا زبردست تھا - جتنا اس زمانہ کے مجدد کا تھا - اس کو معلوم کرنے کے لئے اسی پچھلے ساٹھ ستر سال کی تاریخ کو پڑھیں اور حضرت مرزا صاحب کے سوانح کو بھی پڑھیں تو آپ کو یہ حقیقت واضح نظر آجائے گی کہ واقعی جو زبردست ایمان دعا پر آپ کا تھا وہ اس زمانہ میں کسی اور انسان میں نظر نہیں آتا -

اسلام کی بےکسی کا احساس

آپ پر اسلام کی بیکسی اور مظلومیت کی حالت نے اور پھر دشمنان اسلام کی قوت اور غلبے کی طاقت نے گہرا اثر کیا - مگر کسی کے دل میں وہ احساس پیدا نہیں ہوا - جو ان دونوں باتوں نے آپ کے دل میں پیدا کیا ، چاروں طرف دیکھ رہے ہیں کہ اسلام مظلوم ہے - اسلام کی بیکسی انتہائی حالت تک پہنچ چکی ہے چنانچہ آپ نے تھوڑا سا اس کا نقشہ اپنے مشہور قصیدہ جو فتح اسلام میں درج کیا ہے کھینچا ہے -

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست

احمد کا دین بالکل بیچارگی اور بیکسی کی حالت میں ہے اس کا کوئی خویش و مددگار نظر نہیں آتا -

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید

دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

کفر چاروں طرف جوش میں نظر آرہا ہے یزید کی فوج کی طرح اور دین حق کی حالت بیماری اور بیچارگی اس وقت ایسی ہے جیسے کربلا کے میدان میں زین العابدین کی تھی - بڑا زبردست احساس تھا - اسلام کی بیکسی ، مظلومیت اور غربت کے انتہاء درجے تک پہنچ جانے کا - بالخصوص جب آپ کی نظر عیسائیوں کی طرف جاتی تھی تو آپ دیکھتے تھے کہ کس طرح عیسائیوں کی فوجیں دنیا پر حملہ آور ہو رہی ہیں - علمی رنگ میں بھی ان کے واعظ دنیا میں پھیل گئے - اور سیاسی طور پر بھی تمام دنیا پر ان کا غلبہ ہو چکا تھا -

اسلام کے غلبہ کی خوشخبری

مگر ان غیر معمولی حالات سے متاثر ہونے کے باوجود آپ کے دل میں جو کیفیت پیدا ہوئی وہ مایوسی کی نہیں بلکہ ایک زبردست امید کی کیفیت ہے - اسلام کی کیفیت بیکسی بیچارگی ، درماندگی کو دیکھ کر آپ کا دل بیٹھ نہیں گیا - اور اس قسم کے خیالات کا اظہار آپ کی طرف سے کبھی نہیں ہوا - کہ ایسے حالات میں اسلام یا مسلمانوں کے لئے چارہ کار کیا رہ گیا ہے بلکہ اس بیکسی کو انتہا تک پہنچا ہوا دیکھنے کے بعد آپ اسلام کے غلبہ اور اسکی کامیابی کی خوشخبری دیتے ہیں -

انا لننصر رسلنا والذين امنوا فی الحيوة الدنيا اس وعدہ پر آپ کا ایمان ایک پہاڑ کی طرح تھا - بظاہر مسلمانوں اور اسلام دونوں کا قدم پیچھے جا رہا ہے - اور کفر کا قدم آگے بڑھ رہا ہے لیکن آپ کے دل میں کبھی یہ وہم تک نہیں آیا کہ اب مسلمان مر جائیں گے - یا وہ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے - اور اسلام مٹ جائیگا - بلکہ عین اس حالت میں آپ اسلام کے عظیم الشان غلبہ کی خبر دیتے ہیں کہ یہ ساری دنیا پر غالب آجائیگا -

عیسائی طاقتوں کا سیلاب

ایسے وقت میں جبکہ عیسائیوں کی حکومت تمام دنیا پر چھا چکی تھی اور ایسی حالت میں عیسائیت کے خلاف کہنا کتنا مشکل تھا اس کا اندازہ آج ہندوستان کے رہنے والے مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر لگائیے - کیا کسی بھارتی مسلمان کو ہندو مذہب کے خلاف کہنے کی جرأت ہوسکتی ہے ؟ مگر اس وقت جب عیسائی حکومت پورے زور پر تھی - آپ اپنی کتاب نور الحق میں جو عربی زبان میں ہے عیسائیوں کی زیادتیوں اور گمراہیوں کا نقشہ کھینچ کر اللہ کے حضور یوں دعا یا التجا فرماتے ہیں ؎

انظر الی المتنصرين وذانهم

وانظر الی ما بدء من ادرانهم

عیسائیوں کو دیکھو اور ان کے عیبوں کو - اور ان میلوں کو دیکھو جو ان سے ظاہر ہوئیں -

من كل حدب ينسلون تشذرا

ويخسون الارض من اوثانهم

وہ اپنی زیادتیوں اور تعدیوں کی وجہ ہر ایک بلندی سے دوڑے ہیں - اور اپنے بتوں سے زمین کو ناپاک کر رہے ہیں -

نشكو الی الرحمن شر زمانهم

ونعوذ بالقدوس من شيطانهم

ہم ان کے زمانہ کے شر سے خدا تعالےٰ کی طرف شکایت لیجاتے ہیں اور ان کے شیطان سے پاک پروردگار کی پناہ میں آتے ہیں -

العين باكية علی حالاتهم

للعقل حسرات علی هذيانهم

آنکھ ان کے حالات پر رو رہی ہے - اور عقل کو ان کے بکواس پر حسرتیں ہیں -

عمت بلاياهم وزاد فسادهم

واشتد سيل الفتن من طغيانهم

ان کی بلائیں عام ہو گئیں اور ان کا فساد بڑھ گیا - اور فتنوں کا سیلاب ان کی بے اعتدالیوں سے بہت سخت ہو گیا -

فتنۂ عیسائیت کی تباہی کیلئے دعا

مگر عیسائیت کے اس غلبہ سے جو طوفان نوح کی طرح دنیا پر چھا گیا ، دل سے یہ دعا نکلتی ہے ؎

يا رب خذهم مثل اخذك مفسد

قد افسد الافاق طول زمانهم

مسلسل

اے خدا تو ان کو پکڑ جیسا کہ تو ایک مفسد کو پکڑتا ہے۔ ان کے طول زمانہ نے دنیا کو بگاڑ دیا۔

یارب احمد یا الٰہ محمد

اعصم عبادک من سموم دخانہم

اے احمد کے رب اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الٰہ۔ اپنے بندوں کو ان کے دھوئیں کی زہروں سے بچالے۔

کسر زجاجتہم الٰہی بالصفا

واعصم عبادک من سموم بیانہم

اے خدا پتھروں سے ان کے شیشے توڑ دے اور ان کے بیان کی زہر سے اپنے بندوں کو بچالے۔

یارب سحقہم کسحقک طاغیاً

وانزل بساحتہم لہدم مکانہم

اے میرے رب ان کو ایسا پیس ڈال جیسا کہ تو ایک طاغی کو پیستا ہے۔ اور ان کی عمارتوں کو مسمار کرنے کے لئے ان کے صحن خانہ میں اتر آ۔

یارب مزقہم وفرق شملہم

یارب قودہم الیٰ ذوبانہم

اے میرے رب ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور ان کی جمعیت کو پاش پاش کردے۔ اے میرے رب ان کو ان کے گداز ہونے کی طرف کھینچ۔

اور صرف اس فتنہ کی تباہی اور ہلاکت کی دعا ہی دل سے نہیں اٹھتی بلکہ اسلام کے ان پر غالب آنے کی دعا بھی دل سے اٹھتی ہے

غلبۂ اسلام کیلئے دعا

یارب ارنی یوم کسر صلیبہم

یارب سلطنی علیٰ جدرانہم

اے میرے رب ان کا صلیب کا ٹوٹنا مجھے دکھا۔ اے میرے رب ان کی دیواروں پر مجھ کو مسلط کر۔

اور ایمان کس قدر زبردست ہے۔

ماقلت بل قال المہیمن ھکذا

ما جئتہم بل جاء وقت ھوانہم

یہ میں نے نہیں کہا بلکہ خدا تعالےٰ نے اسی طرح کہا۔ میں ان کے پاس نہیں آیا بلکہ ان کی ذلت کا وقت آگیا۔

وسیرغم اللہ القدیر انوفہم

ویری المہیمن ذل داء خنانہم

عنقریب خدا تعالےٰ ان کی ناکوں کو خاک میں ملائیگا اور ان کی ناک کی بیماری کی ذلت دکھائیگا۔

ان الصلیب سیکسرن ویدقن

جاء الجیاد وزھق وقت اتانہم

صلیب تو عنقریب ٹوٹ جائے گا۔ گھوڑے آگئے اور گدھیاں بھاگیں۔

کو ردنعالتم اس پر ہوتا ہے۔

للہ سھم لا یطیش اذا رمی

للحق سلطان علیٰ سلطانہم

خدا کا وہ تیر ہے کہ جب چھوٹا تو خطا نہیں جاتا۔ اور خدا کا قہر ان کے قہر پر غالب ہے۔

انزل جنودک یا قدیر لنصرنا

اذ القینا الموت من لقیانہم

اے قادر ہمارے لئے اپنا لشکر اتار۔ کیونکہ ہم ان کے ملنے سے موت کو ملے۔

واقعات عالم کی شہادت

کتنا زبردست ایمان ہے اپنی حالت بیکسی اور بیماری کی ہے۔ مسلمان قوم خلافت ہے۔ کوئی مددگار نہیں۔ اور آرزو ایک ہی ہے۔ کہ میں عیسائیوں کی فصیلوں پر قابض ہوجاؤں۔ عیسائیوں کو کچل کر اور پیس کر رکھدیا جائے۔ اسلام غالب آجائے۔ ان الفاظ کے اثر کو کم کرنے کے لئے شاید یہ کہدیا جائے کہ آپ کے دل میں ایک وقتی جوش یا درد اٹھا ہے اور اس جوش سے متاثر ہو کر سخت سے سخت باتیں کہدی ہیں۔ جن کے نیچے کچھ حقیقت نہیں کیونکہ اس زمانہ میں مسلمان طاقت تو ایک طرف رہی ساری دنیا بھی عیسائیوں کی طاقت کو کچل نہ سکتی تھی۔ مگر دیکھو خدا تعالےٰ نے ایسے سامان کر دیئے ہیں یا نہیں جن کے ماتحت عیسائی قومیں ایک دوسرے کے خلاف بغض و عداوت میں اندھی ہو کر ایک دوسرے کی بربادی اور تباہی کو انتہا تک پہنچانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ یہ کوئی مبالغہ کی بات نہیں ایک حقیقت ہے جو واقعات کی صورت میں ہم سب کو نظر آگئی۔ یہ صرف حضرت مرزا صاحب کے احساس اور درد بھری دعاؤں کا ہی نتیجہ تھا اور ہے۔

دیگر مسلمانوں کی اُمنگ

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کی بیکسی کا احساس اور اثر بعض درد دل رکھنے والے اور مسلمانوں میں بھی پیدا ہوا مگر ان کی امنگ ایک ہی تھی کہ کسی طرح سے مسلمان اعدائے اسلام کے حملوں سے محفوظ رہیں یا یہ قوم زندہ رہ جائے۔ ان کے دلوں میں یہ خیال یا خواہش نہیں اٹھتی۔ کہ مسلمانوں کی بیکسی عیسائی اقوام پر غلبہ کی صورت میں تبدیل ہو جائے۔

مخالفین کا اعتراف

کہنے کو تو آج بھی حضرت مرزا صاحب کے خلاف کہنے چلے جاتے ہیں اور اخبارات میں آج کل سخت بحث بھی چھڑی ہوئی ہے اور بالکل ناواجب اور دل آزار طریق پر غلط اور ناجائز نکتہ چینی بھی ہو رہی ہے پھر بھی مخالفین میں سے بعض کو حقیقت کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے چنانچہ ایک شخص نے حضرت صاحب کے خلاف لکھتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ مرزا نے عیسائیت کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کیا یا حربہ اختیار کیا جس سے عیسائیت کا منہ بند ہوگیا۔ تو مسلمانوں نے آپ پر سیم و زر نچھاور کر دیا۔ مسلمانوں نے سیم و زر تو نچھاور کیا کرنا تھا وہ تو آج بھی چند پیسے اسلام کی تبلیغ پر خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اس شخص نے اس حقیقت کا اعتراف ضرور کر لیا۔ کہ عیسائیت کا جو مقابلہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کسی اور نے نہیں کیا۔ ہاں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا سخت سے سخت معاند کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے۔

مجدد زمان کی دلی تڑپ

اور یہ سچ ہے کہ کسی کے دل میں اسلام کی مغلوبیت نے یہ درد اور احساس پیدا نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے اس زمانہ میں مسلمانوں کو یہ امید دلائی کہ لوبھی اسلام کے دنیا میں غلبہ کا وقت ہے۔ آپ کے دل میں یہ ایک زبردست خواہش اور تڑپ تھی کہ اسلام دوبارہ زندہ ہو۔ اور دنیا میں وہ فاتح اور غلبہ کی صورت میں نظر آئے اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی تمام طاقتیں مغلوب اور ذلیل ہوجائیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مرزا صاحب کے دل کی کیفیت اور درد کو جو ان کو اسلام کے ساتھ تھا معلوم کرنا چاہتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ ان کی تحریرات کو جو نظم اور نثر دونوں میں شائع شدہ ہیں پڑھے اسکو معلوم ہوگا کہ آپ کا کتنا بڑا ایمان تھا اور اسلام کے لئے آپ کتنا درد رکھتے تھے اور کیسی پُرسوز دعائیں کرتے تھے۔

ایک انقلاب

یہ ہے وہ دعا جس کے لئے خدا تعالےٰ ہر مسلمان کو بلاتا ہے اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ حضرت مرزا صاحب کے دل میں یہ دعا اٹھی اور اس دعا نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا مگر عام مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اپنے اوپر کوئی مصیبت آجائے تو رو رو کر بیتاب ہوجاتے ہیں۔ خوشحالی ہوجائے تو خدا کا خیال بھی دل میں نہیں آتا۔ انسان کی اس حالت کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونأی بجانبہ واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض۔

جب ہم ان پر اپنے فضل و کرم سے کوئی انعام کریں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ الگ ہو جاتا ہے اکڑ جاتا ہے۔ مگر جب انسان کو خدا تعالےٰ کے طاقتور ہاتھوں سے کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو پھر بڑی لمبی چوڑی دعاؤں میں لگ جاتا ہے۔ یہ علامت تنگ دل انسان کی ہوتی ہے کہ اسکو کوئی تکلیف پہنچے یا کوئی دکھ اسکو نہ ہو۔ مگر جو پاک دل لوگ ہوتے ہیں ان کی دعائیں اپنی ذات کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ ان کی دعاؤں کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کی پکار خدا کے دربار میں یہ تھی کہ اے خدا میری قوم مخالف ہے۔ بظاہر کوئی سامان نہیں مگر تیری طاقت سے کوئی امر بعید نہیں تو مجھے وہ قوت عطا فرما کہ میں عیسائیت کی فصیلوں پر قابض ہوجاؤں، عیسائی مرکزوں میں اسلام کا جھنڈا گاڑ سکوں۔ اور آخر خدا نے یہ سب سامان بھی کر دیئے آج اسلام عیسائیت کی فصیلوں پر قابض ہے اور اسلام کا جھنڈا تمام عیسائی ملکوں میں گڑ گیا ہے

امامِ زمان کا زبردست ایمان

کس قدر آپ کا زبردست ایمان ہے کہ گویا اپنی آنکھوں کے سامنے یہ سب ہونے والے واقعات دیکھ رہے ہیں گو اس زمانہ میں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ آج سے پچاس سال قبل جگہ جگہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت کی تباہی، بربادی اور کمزوری نظر آتی ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپ نے اسلام اور قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پہنچانے کے لئے جو کوشش کی اللہ تعالےٰ نے کس قدر اس میں نصرت عطا فرمائی۔ کہ اسلام کا جھنڈا آپ کے ذریعہ سے ان ممالک میں گاڑ دیا گیا جہاں آج تک اسلام کی کوئی آواز نہ پہنچی تھی۔

غلبہ کیلئے تڑپ پیدا کیجئے

یہ جو میں نے ایک مختصر سی بات آپ کو سنائی ہے غرض یہ ہے کہ اسلام اور قرآن کے غلبے کا ایمان ہمارے دلوں میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ ہمارے امام کا تھا۔

اذا سألک عبادی عنی فانی قریب

یہ ہمارا بھی ایمان ہو کہ ہم بھی دل کی آنکھ سے اسلام کے غلبہ کو دیکھیں۔

ماہ رمضان سے فائدہ اُٹھایئے

میں دوبارہ آپ کو کہنا چاہتا ہوں کہ رمضان کا بڑا ہی مبارک مہینہ ہے اگر آپ روزہ رکھنے میں تکلیف اور مشقت برداشت کریں

ہیں تو اس سے پورا فائدہ اُٹھائیں - ورنہ بھوک اور پیاس برداشت کرکے آپ نے کچھ حاصل نہیں کیا - میں آپ کو ایک حدیث سُناتا ہوں:-

من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس للہ حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه

جس شخص نے جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا جھوٹ پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اللہ تعالٰے کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی قطعاً کوئی حاجت نہیں یعنی اس کے روزے کی خدا کے نزدیک کوئی قدر وقیمت نہیں - اس لئے رمضان کے مہینے سے فائدہ اُٹھایئے -

زندگی کے مقصد کو بلند کیجئے

غرض زندگی سامنے رکھئے - بڑی غرض یہ نہیں کہ مجھے پہننے کے لئے اچھا کپڑا اور کھانے کے لئے اچھی روٹی مل جائے - یہ دونوں باتیں آپ کو ان قوموں میں بھی مل جائیں گی جن کا خدا تعالٰی پر کوئی ایمان نہیں ہوتا - وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها غرض یہ ہو کہ خدا راضی ہو جائے اگر وہ راضی نہ ہو تو دنیا کی آسائش بھی جہنم کی طرح نظر آتی ہے علاوہ ازیں جو غرض آپ کے سامنے ہونی چاہئے وہی ہو جو آپ کے امام کی تھی یا جو ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی یعنی خدا کا کلام دنیا میں پہنچانا - لوگوں کے دلوں میں حرکت پیدا کردو - قرآن کریم اور محمد مصطفٰے صلعم کے حسن کو بے نقاب کرکے دنیا کو دکھا دو کہ ان میں ایسی خوبصورتی موجود ہے - جب اسلام اپنی اصل خوبصورتی میں لوگوں کے سامنے آجائیگا اس کے حسین چہرے پر سے پردہ اور نقاب اُٹھ جائیگا تو دنیا خود بخود اس پر فریفتہ ہو جائیگی یہ امر انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ کہیں اسے حسن نظر آجائے دل لازماً بے اختیار ہو کر اس کی طرف چلا جاتا ہے -

اسلام کے غلبہ کیلئے دعائیں کیجئے

اجیب دعوة الداع اذا دعان - میں دعا کرنے والے کی دعا کو جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں اس لئے اگر آپ اس نظارے کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ان دعاؤں میں لگ جایئے جن میں آپ کا امام لگا ہوا تھا - آپ کو دنیا میں ایسا کوئی دوسرا انسان نظر نہیں آئے گا - جس نے لوگوں کے دلوں میں وہی اثر پیدا کر دیا ہو - جو اس کے اپنے دل میں تھا -

جماعت احمدیہ کا ایثار

یہ جماعت زندہ ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرت مرزا صاحب نے دین کے لئے کتنا ایثار ان میں پیدا کر دیا ہے - مال و دولت کی مسلمان قوم میں کمی نہیں - ایسے بھی ہیں کہ لاکھوں کی رقم اتنی بھی ان کے سامنے وقعت نہیں رکھتی جس قدر پیالے سے ایک چلو نکال لو - بایں اعلائے کلمة اللہ پر خرچ کرنے کے لئے ان کو توفیق نہیں ملتی - مگر امام وقت نے کیا انقلاب پیدا کیا - غربا کے گروہ میں زندگی پیدا کر دی - ایک غریب آدمی اپنے پیٹ کو کاٹ کر اور چند پیسے بچا کر خدا تعالٰے کے رستہ میں دے دیتا ہے اور اس کی بدولت جگہ جگہ اسلامی جھنڈے عیسائیوں کے ان مرکزوں میں خدا تعالٰے لگوا رہا ہے جو مسلمانوں کے سخت ترین دشمن تھے - اللہ تعالٰی اسلام کی طرف ان لوگوں کے دلوں کو پھیر رہا ہے جو مسلمانوں سے بغض و کینہ رکھتے تھے -

مجاہدین کیلئے دعائیں کیجئے

اس لئے آپ لوگوں کی پہلی دعا تو ان لوگوں کے متعلق ہونی چاہیئے جو لوگ اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے لئے سات سمندر پار آپ سے پڑے ہوئے ہیں اور پیغام حق پہنچانے کے لئے دشمن کے بالمقابل برسرپیکار ہیں ایسے لوگ انجمن کی طرف سے کام کر رہے ہوں یا خود بخود کھڑے ہوں اس لئے پہلی دعا ان لوگوں کے متعلق ہو -

ایاك نعبد وایاك نستعین - بڑی زبردست دعا ہے تیری مدد مانگتے ہیں کس کام کے لئے اچھا کپڑا پہننے کے لئے یا اچھا مکان رہنے کے لئے یا اچھا کھانا کھانے کے لئے یا اچھی سواری کے لئے یہ نعمتیں تو بغیر مانگنے کے بھی دیتا ہے - بلکہ یہ مدد تو ہم اس عظیم الشان کام کے لئے طلب کر رہے ہیں کہ ہم میں وہ طاقت نہیں وہ قوت نہیں کہ لوگوں کو تیرے در پر جھکا سکیں - تو اپنے فضل اور رحم سے لوگوں کے دل اسلام کی طرف قرآن کی طرف اور محمد مصطفٰے صلعم کی طرف مائل کر دے اور ان لوگوں کی مدد کر جو تیرے پیغام کو لیکر اپنے گھروں سے نکلے ہیں -

اپنے لئے دعاؤں کا رنگ

بیشک اپنے لئے بھی دعائیں کرو مگر ان کا رنگ بھی ذرا بدل دو - آپ جب اپنے بچے کے لئے دعا کرتے ہیں تو سب سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ دنیا میں بڑا بن جائے لیکن یہ دعا آپ کے دل سے کیوں نہیں نکلتی کہ وہ خدا تعالٰے کے احکام پر چلنے والا ہو - اس کی رضا کی راہوں کی پیروی کرنے والا ہو - اور خدا تعالٰے کی محبت اس کی زندگی کا شعار ہو - اس کے دل کی تڑپ خدا تعالٰے کی رضا ہو اور اللہ تعالٰے اسکو انسانیت کے بلند مقام پر پہنچا دے -

انسانیت کا بلند مقام

انسانیت کا بلند مقام وہ نہیں ہے جس پر قارون تھا - جس کے خزانے کی چابیوں کو اُٹھانے کے لئے بڑی باربرداری کی ضرورت تھی - یا جس پر فرعون تھا جو اقتدار کے لحاظ سے بڑا بن گیا تھا - مگر انسانیت کا شرف پھر بھی اسکو نہ ملا - انسانیت کا بلند مقام وہ تھا جس پر ہمارے پیغمبر یا آپ کے صحابہ تھے - انسانیت کا شرف تو یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا تعالٰے کی محبت ہو، اس کے رسول کی محبت ہو اپنی نوع انسان کے دکھ درد میں شریک ہونے والا ہو - اور ان کی خدمت کرنے والا ہو - میں نے دیکھا ہے کہ دنیا کی تکلیف جلدی انسان کو خدا تعالٰی کی طرف مائل کر دیتی ہے مگر دین کی بیکسی مظلومیت اور مصیبت سے انسان کا دل کیوں نہیں پگھلتا؟ احباب جب مجھے لکھتے ہیں کہ ہماری فلاں مصیبت کو دور کرنے کے لئے دعا کیجئے گو ان کے ایسا لکھنے سے میں ان کے لئے ایسی بھی دعا کرتا ہوں مگر اس سے بڑھکر ایسے احباب کے لئے جو میری دعا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اے اللہ ان کو اپنی رضا پر چلنے کی توفیق عطا فرما - اپنے قرآن اسلام اور رسول کی محبت ان کے دل میں پیدا کر اور ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشیں تیری محبت کی آگ جلا کر راکھ کردے - اس لئے دعا جب اللہ تعالٰے سے مانگو تو بڑی چیز کی مانگو - اس سے یہ مطلب نہیں کہ چھوٹی چیزوں کی دعا نہ مانگو - بلکہ مطلب یہ ہے کہ عام طور پر دعا کی غرض بہت بلند ہونی چاہیئے - اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی میں یہ انقلاب آجائے کہ ساری دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پھیل جائے - تو اس کے لئے بھی دعائیں کرو - اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مال بھی خرچ کرو اور وقت بھی خرچ کرو -

نمازِ تہجد کی عادت ڈالئے

آجکل مسلمان کافی تعداد میں ہیں اور روزہ رکھنے والے بھی بہت ہیں مگر شاید پچھتر فیصدی روزہ دار وہ ہوں گے جو نماز کے بھی پابند نہیں - حالانکہ روزہ نماز کی طرف لے جانے کا ذریعہ تھا اور شب بیداری جو روزہ میں مجبوراً انسان کو کرنی پڑتی ہے - عبادت الٰہی کے لئے تھی میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں رسول اللہ صلعم نے فرمایا جب پچھلا پہر ہوتا ہے تو اس وقت تمہارا رب سمائے اوّل پر نزول فرماتا ہے اور پکارتا ہے - اپنے بندوں کو کہتا ہے کوئی سوال کرنے والا ہے تو میں اسے دے دوں - کوئی دعا کرنے والا ہے تا میں اس کی دعا قبول کر دوں -

صراط مستقیم کیلئے دعائیں کیجئے

ان حقائق کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھالئے اور ہمیشہ ان لوگوں کے رستہ پر چلنے کی کوشش کیجئے جس رستہ پر خدا تعالٰے کے برگزیدہ بندے چلے -

اهدنا الصراط المستقیم انسان ہر وقت سیدھے رستے پر چلنے کا محتاج ہے میں دنیا میں کام کر رہا ہوں ٹھیک کر رہا ہوں یا غلط کر رہا ہوں اس لئے ہر وقت انسان خدا تعالٰے سے سیدھے رستے پر چلنے کا محتاج ہے - اللہ تعالٰے کے فضل اور کرم سے یورپ یا دیگر مغربی ممالک میں اسلام کی تحریک پیدا ہو چکی ہے اس تحریک کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگو اللہ تعالٰے نے پانچ وقت کی نمازوں میں جو یہ دعا سکھلائی ہے اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے - دنیا کے کاموں میں سیدھا رستہ نہ ملے تو دکھ اور پریشانی کا موجب ہو جاتا ہے اس لئے خدا تعالٰے سے راہ نمائی کے لئے دعائیں کرو - مگر اس سے بڑھکر بھی دعائیں کرو - صراط الذین انعمت علیهم ہم کو وہ رستہ دکھا جن پر تو نے ان لوگوں کو چلایا جن پر تیرے انعامات فضل و رحمت اور برکت کی بارشیں برسیں - ذلیل دنیا سے اپنے آپ کو بلند کرو اور پچھلی رات اُٹھکر دو سجدے ہی خدا کے آگے کر لو تا تھوڑے وقت کے لئے تمہارا شمار بھی ملائکہ کے اندر ہو - جو ہر وقت خدا تعالٰے کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں ؛

بقیہ از صفحہ اوّل

۱۱- جماعت کے استحکام اور توسیع کے لئے جگہ جگہ مساجد بنانے کی ضرورت ہے اس غرض سے عید کے موقعہ پر کچھ مساجد فنڈ میں بھی دیا جاتا ہے - احباب کو چاہیئے کہ صدقہ فطر اور عید فنڈ کے ساتھ مساجد فنڈ کا بھی خیال رکھیں اور حسب توفیق اس میں مزید حصہ لیں -

کے استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے اگر اس کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے حضرت مرزا صاحب کو اس کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا حضرت مرزا صاحب کی تحریریں اس معاملہ میں بالکل صاف ہیں جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کے خلاف ایک لفظ بھی ان میں دکھلایا نہیں جا سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں ایک بھی سمجھدار مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو نبی کریم صلعم کے فیض کو منقطع قرار دیتا ہو اور امت محمدیہ کے کامل افراد کے لئے نبی کریم صلعم کے روحانی توسط سے آیندہ کے متعلق خبروں پر مشتمل الہامات کے دروازہ کو بند ٹھہراتا ہو پس جبکہ اصل حقیقت انکار نہیں تو محض لفظوں پر جھگڑنا عقلاء کا کام نہیں ہو سکتا اگر کسی کو زیادہ ہی اصرار ہے تو حضرت مرزا صاحب کی ہدایت کے مطابق جہاں لفظ نبی کا آپ کی تحریروں میں آیا ہے کاٹا ہوا قرار دیکر اس کی جگہ محدث پڑھ لیا کرے حضرت مرزا صاحب کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرکے انہیں بدنام کرنے کی کوشش کرنے والے اصحاب خشیۃ اللہ سے کام لیتے ہوئے اس راہ میں قدم رکھیں تو سوچ لیں کہ جزا و سزا کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور ان کے پاس سچے ایک مسلمان پر نبوت کا الزام لگانے کا کیا جواب ہوگا مسلمان بھی وہ جو خدا کا مامور ہے وقت کا امام ہے خاتم الخلفاء ہے جس کو سلام پہنچانے کی نبی کریم صلعم نے ہر مسلمان کو وصیت کی ہے جس کے ساتھ مل کر دینی خدمات سرانجام دینے کی تاکید ہر مسلمان کو کی گئی ہے۔ جو ایمان کو ثریا سے اتار کر زمین پر قائم کرنے والا اور خیرا اور حکمت کے خزانوں کو لٹانے والا ہے پس کفر کا فتویٰ لگانے سے قبل ٹھنڈے دل سے سوچ لو کہ تمہاری تکفیر کا رخ کس کی طرف ہے اور کہیں یہ وار اس کی بجائے تمہیں پر تو الٹ کر نہیں پڑے گا اور تمہاری روحانی قوتوں کو ہمیشہ کے لئے تو نہیں سلا دیگا۔ فاتقوا اللہ یا اولی الالباب!

ایک وہم کا ازالہ

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم میں مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئی اور اس کے ذریعہ غلبہ اسلام کا اظہار تمام مفسرین کے نزدیک مسلم ہے اگر کسی کے دل میں یہ وہم گذرے کہ قرآن کریم کے الفاظ میں تو نبی کریم صلعم کو ہی غالب کرنے والا قرار دیا گیا ہے پھر کسی اور کو کیوں اس کا مصداق ٹھہرایا جاتا ہے تو ایسے شخص پر واضح رہے کہ اس قسم کے امور میں اگرچہ مخاطب نبی کریم صلعم ہی ہوتے ہیں لیکن شہداء علی الناس اور نبی کریم صلعم سے فیض لینے والے ہونے کی حیثیت سے ساری امت ہی اس خطاب میں شامل ہوتی ہے اسی وجہ سے امتی کا کام نبی کا کام ہی سمجھا جاتا ہے چنانچہ پیشگوئی تو یہ تھی کہ کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں نبی کریم صلعم کے ہاتھ میں دی جائیں گی لیکن وہ چابیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں آئیں اور سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ پیشگوئی پوری ہوگئی اور یہ اسی لحاظ سے ہی ہو سکتی ہے کہ عمرؓ کا ہاتھ نبی کریم صلعم کا ہی ہاتھ قرار دیا جائے پس یہ تو امر واقع ہے کہ نبی کریم صلعم کے زمانہ میں اسلام پر فلسفہ اور مذاہب کا ایسا حملہ نہ ہوا تھا اور نہ اس کی تمام دنیا میں اشاعت کے ایسے سامان پیدا ہوئے تھے اور نہ ساری دنیا ایک ملک کے حکم میں ابھی ہوئی تھی یہ سب کچھ جس زمانہ میں ہونا تھا اسی زمانہ میں اس پیشگوئی نے پورا ہونا تھا اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ان تمام امور کا ظہور اسی زمانہ میں مقدر ہے جس زمانہ میں مسیح موعود کا ظہور مقدر ہے چنانچہ احادیث میں مسیح موعود کی علامتوں میں صاف لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام ملل ہلاک ہو جائیں گے اور یہ ہلاکت حجج اور براہین کے ذریعہ ہی ہو سکتی ہے ورنہ اختلاف مذاہب تو قیامت تک چلنا ہے کسر صلیب کے متعلق بھی علماء سلف کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ دلائل سے ہی ہوگا۔ اس لئے امت کے علماء ربانی اسلام کی تعلیم اور اس کی پیشگوئیوں کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچے کہ اس آیۃ میں مذکورہ پیشگوئی مسیح موعود کے ہاتھ سے ہی پوری ہوگی اور جبکہ یہ مسلم ہے کہ امتی کا کام درحقیقت اس کے متبوع نبی کا ہی کام ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مسیح موعود سے مراد حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں کیونکہ ان کا کام بوجہ آنحضور صلعم کی امت کا فرد نہ ہونے کے نبی کریم صلعم کا کام نہیں کہلا سکتا بلکہ اس سے مراد ملت محمدیہ کا ہی کوئی فرد ہے جو بوجہ حضرت مسیح ناصریؑ کے ساتھ اتم مشابہت رکھنے کے مسیح کہلائیگا اور اس کے ہاتھ سے یہ غلبہ ظاہر ہوگا تا اس کا کام نبی کریم صلعم کا کام قرار دیا جا سکے اور قرآن کریم کی پیشگوئی کے متعلق کسریٰ کے خزانوں کی چابیوں والی پیشگوئی کے مطابق کہا جا سکے کہ وہ نبی کریم صلعم کے ہاتھ سے پوری ہوگئی ہے۔

جلسہ اعظم مذاہب اور یہ پیشگوئی

جلسہ اعظم مذاہب اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا کرنے کا ایک زبردست ذریعہ ثابت ہوا کیونکہ اس جلسہ نے تمام مذاہب مشہورہ اور اسلام کے درمیان مقابلہ کا سامان بہم پہنچا دیا اور اس مقابلہ میں تمام مذاہب کو نیچا دیکھنا پڑا اس میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون جو اسلام کی خوبیوں پر پڑھا گیا سب مضمونوں پر غالب رہا آپ کے ہاتھ پر اسلام کا یہ غلبہ آپ کے دعویٰ مسیحیت کی صداقت پر ایک زبردست دلیل ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت کر رہا ہے کہ آپ کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ آیت مذکورہ بالا کی پیشگوئی آپ کے ہاتھ سے ہی پوری ہوئی اور اس طرح ثابت ہو گیا کہ جس طرح حضرت عمرؓ کا ہاتھ نبی کریم صلعم کا ہاتھ قرار دیا گیا اسی طرح آپ کا وجود مبارک بھی نبی کریم صلعم کا ہی بروزی وجود ہے اور جس امتی کو یہ فخر نصیب ہو اس کے لئے یہ کوئی معمولی سا فخر نہیں غور سے دیکھا جائے تو صرف حضرت مرزا صاحب کے لئے ہی یہ بات جائے فخر نہیں بلکہ ساری امت کے لئے ہی یہ بات جائے فخر ہے کیونکہ اسی کے ایک فرد سے اللہ تعالیٰ نے یہ کام لیا اگر مسلمانوں کے دلوں میں دین کی کوئی قدر ہوتی تو وہ حضرت مرزا صاحب کی صرف اسی ایک خدمت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کو بجائے گالیاں دینے کے سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ علماء جو انہوں نے اسلام کی نمایندگی کے لئے پیش کئے تھے ان کا کیا حشر ہوا ان کے مضامین کو قابل التفات ہی نہیں سمجھا گیا حضرت مرزا صاحب کے مضمون کے بعد اگر کسی مضمون کی خاص تعریف ہوئی تو وہ سناتنی پنڈتوں کے مضمونوں کی ہوئی جس کے معنی یہ تھے کہ اگر صرف ان علماء کے مضامین پر ہی دار و مدار رکھا جاتا اور حضرت مرزا صاحب کا مضمون اس جلسہ میں نہ پڑھا جاتا تو بت پرستی کے جھنڈے کے سامنے نعوذ باللہ توحید کے جھنڈے کو سرنگوں ہونا پڑتا اور مسلمانوں کے لئے یہ کس قدر رونے کا مقام ہوتا۔ کیا مسلمانوں کے دل میں توحید کی اتنی بھی قدر و منزلت نہیں کہ جس شخص نے اس کے جھنڈے کو تمام مذاہب کے مقابلہ میں بلند رکھا اسکو اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم کا یوں سے تو نہ یاد کریں اللہ تعالیٰ ہی مسلمانوں کو سمجھ عطا کرے آمین۔

قرآنی پیشگوئی کے متعلق مزید تفصیل

اس بات کا ثبوت دینے کے بعد کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کے وجود میں ہی پوری ہوئی ہے اب ان علامات کا بھی بالتفصیل ذکر کر دینا نامناسب نہ ہوگا جو اس پیشگوئی کے مصداق کے متعلق قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اور جو سب کی سب حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اور ان کا اس طرح پورا ہونا اگر ایک طرف اس بات کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے کہ قرآن کا ایک ایک لفظ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے تو دوسری طرف یہ بھی ثابت کر رہا ہے کہ یہی زمانہ مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ تھا اور یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ بھی بالکل صحیح تھا۔

سو یاد رہے کہ یہ آیت قرآن شریف میں تین سورتوں میں وارد ہوئی ہے اول سورۃ توبہ میں دوم سورہ فتح میں سوم سورۃ صف میں۔

سورہ توبہ والی آیت میں مذکورہ علامات

سورۃ توبہ کے پانچویں رکوع میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس میں مندرجہ ذیل دس علامات بیان کی گئیں ہیں:۔

(۱) عیسائی قوم جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو ابن اللہ اور معبود مانتی ہے اپنے منہ کی باتوں سے اللہ کے نور یعنی اسلام کو بجھانے کی سعی کرے گی حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں عیسائیوں کی طرف سے تو ایسی کوئی خاص کوشش منقول نہیں لیکن حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل عیسائیوں کی طرف سے اسلام کو دنیا سے مٹانے اور مسیح کے ابن اللہ اور معبود ہونے کے عقیدہ کو دلوں میں قائم کرنے کے لئے جو کوششیں ہوئی ہیں اور جو اموال پانی کی طرح اس راہ میں بہائے گئے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں سو اس پہلی علامت کا پورا ہونا تو واضح ہی ہے۔

(۲) اس کوشش میں عیسائی ناکام رہیں گے اللہ تعالےٰ اپنے نور کو بجھنے نہیں دیگا بلکہ عیسائیوں کی کراہت کے باوجود وہ اس نور کو مکمل کرے گا۔

(۳) عیسائیوں کی اس کوشش کو ناکام بنانے اور اپنے نور کو مکمل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ جو ذریعہ اختیار کرے گا وہ یہی ہوگا کہ امت محمدیہ کے ایک فرد کو اپنے رسول محمد مصطفےٰ صلعم کا نائب اور بروز بنا کر اسلامی تعلیم کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اسے عقلی دلائل اور آیات بینات کے ہتھیاروں سے مسلح کرکے بھیجیگا اور وہ آکر ان سب معترضین کے دانت کھٹے کر دیگا اور یہ سب دشمنان اسلام غیظ و غضب کی آگ میں جلتے ہی رہ جائیں گے اور وہ اسلام کو غالب کرکے دکھا دے گا چنانچہ یہ علامت بھی واضح طور پر پوری ہو چکی ہے عیسائیت کے قصر کو حضرت مرزا صاحب نے ایک ہی کاری ضرب سے زمین پر گرا کر رکھ دیا یعنی

حضرت مسیح ناصری کے صلیبی موت سے بچکر نکل جانے اور اپنی طبعی موت سے مرنے کو ثابت کر کے کفارہ کے مسئلہ کو جس پر عیسائیت کی بنیاد تھی خاک میں ملا دیا اور اسلام کی برتری کے ایسے زبردست ثبوت دیئے کہ عیسائیوں کے دلوں میں اسلام کے مٹانے کے متعلق جو خیالات تھے وہ سب کے سب ھباءً منثوراً ہو گئے بلکہ اُلٹا عیسائیت پر حضور کے حملوں کو دیکھکر انہیں اپنے گھر کی فکر پڑ گئی کہاں تو یہ لوگ اسلامی ممالک میں داخل ہو کر مسلمانوں کو اپنا شکار بناتے تھے اور کہاں اب مسیح محمدی کے شاگرد عیسائی ممالک میں جاکر عیسائیوں کو مسلمان بناتے ہیں کتنا بڑا انقلاب ہے جو حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ سے وقوع میں آیا ہے۔

(۴) اس وقت کے علماء ظاہری و باطنی کی حالت اچھی نہ ہوگی وہ لوگوں کے اموال باطل طریق پر کھا رہے ہوں گے اور خدا کے راستہ سے روکیں گے۔ سو یہ علامت بھی اس زمانہ میں نمایاں طور پر پوری ہو رہی ہے، مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہر آنکھیں رکھنے والا انسان اسکے پورا ہونے کو خود دیکھ سکتا ہے۔

(۵)۔ لوگ مال کی محبت میں اس قدر غرق ہوں گے کہ دن رات سونا اور چاندی جمع کرنے میں معروف ہوں گے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ان کے دلوں میں انشراح نہیں پیدا ہوگا مال کا اس طرح جمع کرنا انہیں آگ کے عذاب میں دھکیل دے گا۔ چنانچہ یہ علامت بھی صاف طور پر پوری ہو رہی ہے کس طرح مال کی محبت میں لوگ غرق ہوئے ہوئے ہیں اور کس طرح دنیا میں بدامنی کا باعث صرف یہی مال کی محبت بنی ہوئی ہے اور کس طرح قومیں جنگ کی آگ میں دھکیلی جا رہی ہیں اور کس طرح یہ جنگیں ان کے لئے جہنم ثابت ہو رہی ہیں خود ان جنگوں کی تباہ کاریوں کو جہنم سے ہی تعبیر کیا جا رہا ہے آخرۃ میں جس جہنم میں انہوں نے پڑنا ہے اس کا نمونہ خدا نے اس دنیا میں ہی انہیں موجودہ جنگوں کے آگ برسانے والے آلات کی شکل میں دکھلا دیا ہے اور کس طرح ایک ایک گولہ اور ایک ایک بم زبان حال سے کہہ رہا ہے ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ یعنی چکھو جو تم جمع کیا کرتے تھے۔

(۶) اس وقت ایسی قوم پیدا ہوگی جو جہنموں کی گنتی کو جو شروع سے چلی آ رہی ہے بدل دے گی چنانچہ بہائیوں نے اس علامت کو بھی اس زمانہ میں پورا کر دیا ہے۔

(۷) مسلمانوں کی حالت بھی یہ ہوگی کہ وہ دنیوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح دے رہے ہوں گے اور اسی پر راضی ہو جائیں گے۔

(۸) مسلمان اگر خدا کے رسول اور اس کے دین کی مدد سے دستکش ہو جائیں گے تو وہ یاد رکھیں کہ خدا اس کی اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے غار ثور میں آپ کی مدد کی تھی اور تمام دشمنوں کو ناکام لوٹا دیا تھا وہاں بھی آپ کا ایک ہی ساتھی تھا ایسے نازک وقت میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی طرح ایک ہی مسلمان آپ کا ساتھ دینے والا ہوگا اور جس طرح اس غار میں خدا نے بغیر ظاہری ہتھیاروں کے محض فرشتوں کے ذریعہ حفاظت کی تھی اسی طرح اس زمانہ میں بھی ظاہری ہتھیار استعمال میں نہیں لائے جائیں گے بلکہ محض فرشتوں کی فوجیں مسیح موعود کیساتھ اتریں گی اور وہ دلوں کو اسلام کی طرف راغب کرتی چلی جائیں گی چنانچہ یورپ میں بھی ایسا ہی ہوا اور یہاں بھی لوگوں کے دلوں کو مسیح موعود نے فرشتوں کی مدد سے ہی کھینچا اور جس طرح وہاں اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کی آواز نے تسلی دی یہاں بھی خدا تعالیٰ کا الہام اِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ ہر وقت حضرت مرزا صاحب کی تسلی کا موجب رہا جس طرح وہاں سکینت کا نزول ہوا یہاں بھی ہوا اب دیکھ لو خدا نے کس طرح حضرت مرزا صاحب کے ذریعہ دشمنان اسلام کو ناکام لوٹا دیا۔

(۹) نویں علامت یہ ہے کہ کافروں کی بات نیچی ہوگی اور خدا کا کلمہ بلند ہوگا چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ سے یہ علامت روز روشن کی طرح پوری ہو گئی، اسلام جو آپ کے آنے سے قبل بظاہر مغلوب نظر آ رہا تھا اب غالب ہوتا جا رہا ہے اور دیگر مذاہب جو بظاہر پیش پیش تھے کس طرح اب پسپا ہوتے جا رہے ہیں

(۱۰) جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے قیام کے لئے ذریعہ بنائے گا انہیں ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کی جائے گی لیکن یہ ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کرنے والے انہیں ان کے مقصد سے روک نہیں سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت مرزا صاحب سے تعلق پیدا کرنے والوں کے ساتھ جو سختیاں روا رکھی گئیں وہ کسی سے مخفی نہیں اور یہ بات سب پر عیاں ہے کہ یہ سختیاں ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش پیدا نہیں کر سکیں وہ خندہ پیشانی سے ان سختیوں کو جھیلتے ہوئے کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے کام میں لگے رہے اور خدا کے فضل سے اسے بلند کرنے کے کام میں کامیاب ہو گئے۔

سورۃ توبہ کے رکوع ۵ و ۶ میں یہ دس علامات ہر غور سے پڑھنے والے کو مل جائیں گی

سورۃ الفتح کی علامات

سورۃ توبہ کے بعد سورۃ الفتح میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس میں بھی یہ بتایا گیا ہے۔

(۱) اس پیشگوئی کے مصداق مسیح موعود کے ہاتھ اسلام کی فتح اسی رنگ کی ہوگی جس رنگ کی فتح صلح حدیبیہ کے موقعہ پر ہوئی تھی یعنی اخلاقی اور روحانی فتح اور وہ فتح کفار کو اسی طرح اسلام کی طرف مائل کرنے کا موجب ہوگی جس طرح صلح حدیبیہ کی فتح موجب ہوئی تھی اور جس طرح صلح حدیبیہ کو مسلمانوں نے بظاہر اسلام کے لئے ذلیل کن سمجھا تھا اسی طرح مسیح موعود کے زمانہ کے مسلمان بھی مسیح موعود کے طرز عمل کو جو وہ اسلام کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اختیار کرے گا اسلام اور مسلمانوں کے لئے ذلیل کن قرار دیں گے لیکن وہ اسی طرح غلطی پر ہوں گے جس طرح اس وقت مسلمان غلطی پر تھے اور درست راہ وہی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلعم کو قائم کیا تھا اسی طرح یہاں بھی وہی راہ درست ہوگی جس پر خدا تعالیٰ اپنے مسیح کو قائم کریگا۔

(۲) مسیح موعود کے ذریعہ جو غلبہ ظاہر ہوگا وہ خدائی شہادت یعنی اس کی طرف سے بھیجے ہوئے نشانات کے ذریعہ ظاہر ہوگا

(۳) ان آسمانی نشانات سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ محمد صلعم ہی خدا کے رسول ہیں چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے اس بات کو ایسی وضاحت سے ثابت کیا کہ کسی عقلمند کو اس میں شک و شبہ کی گنجائش رہ سکتی ہی نہیں۔

(۴) دنیا پر یہ ثابت ہو جائیگا کہ نبی کریم صلعم کا ساتھ دینے والے نعوذ باللہ لٹیرے ڈاکو وغیرہ نہ تھے بلکہ بڑے رحمدل خدا کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی تھے ان کے چہروں پر نور برس رہا تھا وہ دنیا کے لئے رحمت تھے ہاں وہ کفار کے اثر کو قبول کرنے والے بھی نہ تھے قرآن کریم کے الفاظ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ میں اس زمانہ کے مسلمانوں کے لئے بالواسطہ سخت تنبیہ ہے کیونکہ اس زمانہ کے مسلمانوں نے بالعموم کفار کے اثر کو ایسا قبول کیا کہ اسلام سے ہی قریباً بیزار ہو گئے اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

(۵) مسیح موعود کے ذریعہ اس غلبہ کا بیج پڑیگا لیکن وہ درخت کی شکل آہستہ آہستہ اختیار کرے گا چنانچہ اسی طرح وقوع میں آ رہا ہے

(۶) مسیح موعود کے ہاتھ سے لگایا ہوا پودا مومنوں کے لئے تو خوشی کا موجب ہوگا لیکن کفار کو غیظ کی آگ میں جلائے گا چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے جوں جوں اسلام اپنے قدم جماتا چلا جاتا ہے کفار کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں، افسوس بعض نام کے مسلمانوں کو بھی احمدیوں کے ہاتھ سے اسلام کی یہ کامیابی ایک آنکھ نہیں بھاتی اور وہ بھی بجائے مدد کرنے کے اس میں روڑے اٹکانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

سورۃ صف کی علامات

سورۃ صف میں بھی یہ آیت وارد ہوئی ہے اس میں مندرجہ ذیل علامات بیان کی گئیں:

(۱) مسیح موعود کو دشمنان اسلام پر غلبہ ظاہری ہتھیاروں کے ذریعہ نہیں دیا جائیگا بلکہ اسی طرح آیات بینات کے ذریعہ دیا جائیگا جس طرح حضرت موسیٰ کو فرعون پر اور حضرت عیسیٰ کو ان کے دشمنوں پر دیا گیا تھا۔

(۲) مسیح موعود کا زمانہ نبی کریم صلعم کے اسم احمد یعنی آنحضور صلعم کی جمالی شان کے ظہور کا زمانہ ہوگا جس کا مطلب ہے کہ دلائل اور نشانات کے ذریعہ اسلام کی ترقی ہوگی اور اسلامی تعلیم کی خوبیاں ظاہر ہوں گی۔ اسلام کو پھیلانے کے لئے تلوار کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

(۳) مسلمان اس طریق کو ناپسند کریں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔

(۴) تمام مذاہب کے عقائد باطلہ کے متعلق ثابت ہو جائے گا کہ وہ سب خدا پر افترا ہیں چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف دلائل سے بلکہ روحانی مقابلہ میں بھی انہیں عاجز ثابت کر کے واضح کر دیا کہ ان کے عقائد فی الحقیقت افتراء علی اللہ ہی ہیں۔

(۵) تمام کفار خدا کے نور کو بجھانے میں کوشاں ہونگے۔

(۶) خدا مسیح کو بھیجکر انکی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیگا۔

(۷) جو مسلمان مسیح موعود کے ساتھ ہو جائیں گے ان کو مالی اور جانی قربانیاں اس راہ میں دینی پڑیں گی۔

(۸) مسیح موعود بھی حضرت عیسیٰ کی طرح مسلمانوں کو مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَى اللّٰهِ کہکر پکارے گا۔

(۹) مسلمانوں میں سے ایک گروہ اسکو مان لیگا اور ایک گروہ اس کا انکار کر دے گا

(۱۰) ماننے والے دلائل کی رُو سے نہ ماننے والوں پر غالب رہیں گے۔

ان تمام علامات کا پورا ہونا بھی روز روشن کی طرح ثابت ہے خدا تعالیٰ کی اس قدر واضح تائیدات اور نصرتیں مرزا صاحب کے شامل حال دیکھنے کے بعد بھی مسلمانوں کا ان سے الگ رہنا اور ان کے ساتھ ہو کر کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کی مساعی میں حصہ نہ لینا کس قدر قابل افسوس بات ہے اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں پر رحم کرے اور انہیں [illegible] ۔ آمین

موسیٰ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دوں گا اور تم کو سولی پر کھینچوا دوں گا۔ جادوگر بڑی جرأت سے بولے کہ اے فرعون! ہم نے صداقت کو پالیا اور ہم نے اسکو مان لیا۔ اب تم ہم سے جو چاہو سلوک کرو۔ ہمیں کچھ پروا نہیں۔ ہم ایک خدا سے ڈرتے ہیں جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری خطائیں معاف کرے۔ وہ ہمیں صبر عطا فرمائے اور ہمیں فرمانبرداری کی حالت میں موت دے۔ کہتے ہیں کہ ظالم فرعون نے ان کو قتل کروا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں کو چالیس سال تک سمجھاتے رہے۔ مگر انہوں نے اپنی اصلاح نہ کی اور نہ ہی بنی اسرائیل کو ان کے حوالے کیا۔ چونکہ سخت نافرمان قوم تھی اس لئے حضرت موسیٰ کی بددعا سے خدا کی طرف سے ان پر عذاب بھی آتے رہے۔ قحط پڑا۔ طوفان آیا۔ کھیتیاں۔ باغ اور مکانات تلف ہو گئے۔ ٹڈی دل آیا اس نے فصلوں کا صفایا کر دیا۔ لوگوں کے بدن اور کپڑوں میں چچڑیاں پڑ گئیں۔ جوئیں اس قدر پڑ گئیں کہ لوگ بلبلا اٹھے۔ ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک پھیل گئے۔ دریاؤں اور کنوؤں کا پانی لہو بن گیا قبطیوں کے تمام پہلوٹھے لڑکے مر گئے اور کئی قسم کی بیماریاں پھیلیں۔ یہ تو مصیبتیں تھیں جو فرعون کی قوم پر آئیں۔ پھر بھی اس ناہنجار قوم نے خدا کی طرف رجوع نہ کیا ہاں اس قدر ضرور تھا کہ جب کبھی کوئی مصیبت آتی تو حضرت موسےٰ کے پاس جاتے اور کہتے کہ اگر تم ہماری یہ مصیبت خدا سے دعا کر کے ٹال دو گے تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے مگر جب مصیبت ٹل جاتی پھر ویسے کے ویسے منکر ہی رہتے۔ بنی اسرائیل پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم و ستم شروع کر دیتے اور بالآخر حضرت موسےٰ کے قتل کے درپے ہو گئے۔

خدا اپنے رسولوں کا خود نگہبان ہوتا ہے۔ خدا نے حکم دیا کہ اے موسیٰ اپنی قوم کو ملک مصر سے باہر نکال کر لے جاؤ۔ چنانچہ یہ حکم پاتے ہی حضرت موسیٰ رات کے اندھیرے میں بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لیکر مصر سے باہر نکل آئے۔ جب صبح کے وقت فرعون اور اس کی قوم کو معلوم ہوا کہ موسیٰ اور اس کی قوم مصر سے باہر نکل گئے ہیں وہ بھی ان کے پیچھے بھاگے۔ بنی اسرائیل سخت گھبرائے۔ پیچھے دشمن آ رہا تھا اور آگے سمندر۔ اس گھبراہٹ کی حالت میں پکار اٹھے کہ اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے۔ مگر حضرت موسےٰ کو خدا نے پہلے سے ہی بتا دیا تھا کہ سمندر میں سے خدا تمکو راستہ دے دیگا۔ آپ نے بڑی جرأت اور اطمینان سے فرمایا کہ ہرگز نہیں پکڑے جائیں گے۔ خدا ہم کو رستہ دے گا حضرت موسےٰ نے سمندر میں اپنا عصا مارا سمندر کا پانی پھٹ گیا اور اس میں خشک رستہ پیدا ہو گیا۔ بنی اسرائیل بڑے اطمینان سے سمندر پار ہو گئے۔ اب فرعون اور اس کے لشکر کی سنئے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح موسیٰ اور ان کی قوم سمندر پار ہو گئی ہے وہ بھی پار ہو جائیں گے مگر یہاں معاملہ دیگر تھا جب فرعون اور اس کے لشکر نے پانی میں پاؤں ڈالا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگ گیا۔ آن کی آن میں پانی چڑھ آیا۔ فرعون اور اس کا لشکر پانی کے تھپیڑوں میں غوطے کھانے لگ گیا۔ اس وقت فرعون پکارا "میں ایمان لایا۔ میں موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لایا" خدا نے فرمایا کہ اب کیا فائدہ؟ البتہ ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ یہ نشانی رہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اپنے آپ کو بچا نہ سکا۔ سمندر کی لہروں نے فرعون کی لاش کو کنارے پر جا پھینکا۔ اور اس طرح سے وہ غرق ہونے سے بچ گئی اور موجودہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس کی لاش کو ممی کر دیا گیا تھا۔ یعنی مصالحے وغیرہ لگا کر محفوظ کر لیا گیا تھا اور اب وہ مصر کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ ان واقعات کو غور سے پڑھو اور دیکھو کہ خدا اپنے بندوں کی کس طرح مدد کرتا ہے اور وہ جو ظلم کرتے ہیں وہ کس طرح تباہ و برباد ہو جاتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی طاقتور ہوں۔

٭ "عملی نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں فرائض کیساتھ نوافل بھی کمال ذوق و شوق سے بجا لانے ہونگے ...... ہمارے درمیان ایسے بچے موجود ہیں جو چار چار پشت سے احمدی چلے آتے ہیں ان کے سامنے اگر صحیح نمونہ آج نہ پیش کیا گیا تو پھر وہ ہماری غلطیوں کو ہی سند بنا کر اپنی بے عملی کے جواز کے طور پر پیش کریں گے ...... محض علم فی نفسہٖ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تاوقتیکہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔ عمل کرنے والا نہ صرف خود فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ذات سے فائدہ پہنچتا ہے ...... ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم بہت زیادہ قربانیوں سے کام لیکر اپنے اندر اصلاح و تبدیلی پیدا کریں پھر وہ نیک تبدیلی انقلابی تبدیلی ہونی چاہیئے کہ جو نہ صرف ہماری بلکہ ہمارے ساتھ ایک دنیا کی کایا پلٹ دے"۔٭

تبلیغ اور عمل

قل انی امرت وانا اول المسلمین

ڈاکٹر احمد حسن صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں انسانی برادری کو پاک و صاف رکھنے کے لئے نہایت عمدہ اور محکم اصول بیان فرمائے ہیں۔ اس کلام کا یہ اعجاز ہے کہ ہر بگاڑ جو لوگوں میں پیدا ہو سکتا ہے اس کی وجہ بیان کر کے اس کا علاج بھی بتلاتا ہے۔ اور وہ علاج ایسا ہوتا ہے کہ اس کے بغیر وہ بگاڑ درست ہی نہیں ہو سکتا خواہ اسکے ماسوا کتنی ہی دیگر تجاویز عمل میں لائی جائیں اور سچ ہے کہ کوئی امر بھی صحیح طور پر طے نہیں پا سکتا تاوقتیکہ اس کی تائید میں خالق کائنات کی مرضی نہ ہو۔ غور فرمایئے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس روشنی کے زمانہ میں ہر ایک قوم کے اندرونی اور بین الاقوامی معاملات کچھ ایسے الجھ گئے ہیں کہ انہیں طے کرنا تمام اقوام کی مسلمہ نمایندہ جماعت کے بس کا روگ نہیں رہا۔ بین الاقوامی معاملات تو الگ رہے آج روئے زمین پر کوئی گھر اور کوئی خاندان ایسا نہیں جہاں صحیح معنوں میں امن و اطمینان ہو۔ اگر کوئی گھر ایسا ہے جہاں ایک دوسرے کے حقوق اور جذبات کا احترام ہو رہا ہے تو وہ گھر یقیناً ایسا ہوگا جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کیا جا رہا ہوگا۔

اس زمانہ میں حکومتیں افراد پر اور افراد آپس میں کچھ اس طرح قریب ہو کر اثر ڈال رہے ہیں کہ جب تک معمولی آدمی سے لیکر بادشاہ تک سارے کے سارے ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے والے نہ ہوں معاشرہ میں امن کا قائم ہونا نہایت ہی مشکل ہے۔ اس لئے جس وقت تک ایک گروہ بحیثیت جماعت اپنے پاک نمونہ سے دنیا کی اصلاح کے لئے نہ نکل کھڑا ہو۔ سوسائٹی میں امن اور چین کا پیدا ہونا ناممکن ہے ایسے لوگ جو اصلاح خلق کا بیڑا اپنے اوپر اٹھاتے ہیں خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرتا بیشک ابتدا میں بڑی بڑی مشکلات کا ان کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مخالفین ان کے کام میں روڑا اٹکاتے اور تکلیف پہنچاتے ہیں لیکن ایک وقت آتا ہے کہ مخالفتوں کے یہ پہاڑ الٰہی نصرت سے آن کی آن میں دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ جاتے ہیں۔ ان حزب اللہ ھم الغالبون میں اسی بشارت کو بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے نام کو بلند کرنے والے ہمیشہ غالب آتے ہیں ہاں تو تبلیغ کے ساتھ ساتھ ایک قوم جب تک اپنے نمونہ کو پیش نہیں کرتی وہ اپنے مقصد میں شاندار کامیابی حاصل نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے جہاں اسلام احقاق حق اور ابطال باطل پر زور دیتا ہے وہاں اعمال صالح بجا لانے کی بھی سخت تاکید فرماتا ہے۔ آیت مندرجہ عنوان میں اسی امر کو بوضاحت بیان فرمایا ہے کہ جو قوم دنیا کی اصلاح کے لئے محمد عربی صلعم کی امت میں سے کھڑی ہو اسکے لئے لازم ہے کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کے احکام کی پابند ہو۔ اس کی زندگی تکلفات، آرائش و زیبائش سے مبرا ہو۔ ہر شعبہ زندگی میں اس کا عمل غیروں کے لئے مشعل راہ ہو۔ دنیوی محبت سے اس کا دل پاک ہو وہ زر و دولت کے مقابلہ پر اخلاق فاضلہ کو ترجیح دینے والی ہو۔ جب تک یہ چیز کسی مصلح اور مبلغ میں پیدا نہیں ہوتی اس کا وعظ اور تحریرات دنیا میں کچھ بڑا انقلاب نہیں پیدا کر سکتیں۔ آخر صحابہ کو دیکھئے کیا وجہ تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے اطراف واکناف میں انہوں نے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا۔ جہاں جاتے لوگ اسلام کے عاشق ہو جاتے۔ اس زمانہ میں حضرت امام زمان کو دیکھئے کہ کس طرح جو بھی آپکے حلقۂ اثر میں آیا اس میں ایک پاک تبدیلی دکھائی دی۔ گویا کہ ذرہ کو قطب بنا دیا وہ لوگوں کو بلاتے ہیں کہ آؤ اور ہمارے پاس آکر ٹھہرو یہ کیوں اس لئے کہ مطلق تحریرات سے وہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا جو عمل نمونہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے آج جبکہ نسل انسانی ہلاکت کی طرف بڑھی جا رہی ہے اور اس کے بچانے کی سخت ضرورت ہے۔ ہم جو ایک تبلیغی جماعت ہیں ہمیں اپنے اندر ایک عملی نمونہ بھی پیدا کرنا چاہیئے تا ہماری پند و نصائح لیکچر اور وعظ کتب و تحریرات زیادہ موثر ثابت ہو سکیں۔ پچھلے دنوں وزیر خارجہ جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب نے مغربی ممالک میں اسلام کے اثر کو واضح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "امریکہ کے لوگ جو ذہنی طور پر زیادہ آزاد واقع ہوئے ہیں اسلامی تعلیمات کی خوبیوں کا فوراً اعتراف کر لیتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ آ پڑتی ہے کہ وہ اسلام کے ہر حکم اور اس حکم کے ہر پہلو کے متعلق عملی نمونہ مانگتے ہیں۔ اس وقت انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اسلام اور چیز ہے اور محض مسلمان کہلانا اور بات ہے"...... پس اگر ہم دنیا کے سامنے اسلام کا ٭

٭ چوہدری صاحب موصوف نے تو یہ فرمایا ہے کہ عمل کرنیوالا نہ صرف خود فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ذات سے فائدہ پہنچتا ہے" اس کے ساتھ صرف یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ علم والا جب اپنی تحریر و تقریر کے مطابق عملی نمونہ ......

رفتارِ عالم

پاکستان

—— لاہور ۶ جولائی - پنجاب کے منسٹر تعلیم مسٹر نسیم حسن نے تعلیم بالغان کے ہفتے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اس ہفتہ میں ایک ہزار کے قریب تعلیم بالغاں کے مرکز کھولے گئے - اور اضلاع میں تعلیم بالغان کی مجالس قائم کی گئیں - بجابجا رضاکارانہ طور پر عوام نے بالغوں کے لئے نئے مدارس جاری کئے - پڑھے لکھے افراد نے اپنے قومی مستقبل کی تعمیر کے لئے حلف ناموں پر دستخط کئے کہ وہ اس سال کم از کم ایک ان پڑھ کو ضرور پڑھائیں گے اور کوشش یہ رہے گی کہ دس افراد کو پڑھائیں -

—— لاہور ۶ جولائی - پنجاب صوبائی مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری چودھری محمد اقبال چیمہ نے حکومت پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ ایم - ای - ایس اور ای ایس ڈی اور پاکستان منٹ کے مزدوروں کے جائز مطالبات کو پورا کیا جائے -

مسٹر چیمہ نے کہا کہ ایک تو صوبہ میں پہلے ہی بے روزگاری پھیلی ہوئی ہے اگر اور لوگوں کی ملازمتیں چھوٹیں تو مسئلہ سنگین شکل اختیار کر لیگا - حکومت کو فوراً کوئی ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ ان کا صلح عمل کہیں کھپ سکے -

—— پشاور ۶ جولائی - عوام کی مسلسل شکایات پر حکام نے پشاور کے تاجروں کو متنبہ کیا ہے کہ جنگ کوریا کی آڑ لیکر وہ اشیاء ضروریہ کے نرخوں میں اضافہ کر کے عوام کا خون نہ چوسیں - یہاں کپڑے وغیرہ کے نرخوں میں سو فیصدی اضافہ کر دیا گیا تھا - چنانچہ پولیس نے کپڑے کے دو تاجروں کو گرفتار کر لیا ہے - یہ تاجر دگنے نرخوں پر کپڑا فروخت کر رہے تھے -

—— ڈھاکہ کچھ دن ہوئے مشرقی پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر نورالامین نے اعلان کیا تھا کہ نہ صرف صوبائی لیکچروں کی تنخواہیں دوچند کر دی گئی ہیں بلکہ آئندہ لیکچرر گزیٹڈ افسر شمار کئے جائیں گے -

—— کراچی ۹ جولائی - معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان عنقریب ایک حکم جاری کرے گی جس کا مقصد یہ ہوگا کہ مرور کی درآمد شدہ اشیاء کے نرخوں کا کنٹرول کیا جائے -

—— کراچی - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ۲۴ رجون تک ایک ہفتہ میں ۱۹ افراد تپ دق سے فوت ہوئے -

—— لائل پور - جماعت احمدیہ لائل پور نے قائد اعظم میموریل فنڈ میں حصہ لیا -

میسرز میاں محمد اللہ بخش ۔ ۔ ۔ ۲۰۰۰/-

۴۵

کشمیر

—— مظفرآباد ۶ رجولائی - مقبوضہ کشمیر کے ۵۱-۱۹۵۰ء کے بجٹ میں ۱۱۹۵۴۰۰ روپے کی کمی آئی ہے - اس بات سے پچھلی خبروں کی تصدیق ہوتی ہے کہ ریاست کا اقتصادی انتظام بگڑا ہوا ہے -

بتایا جاتا ہے کہ اب وہاں اور زیادہ ٹیکس عائد کر دیئے گئے ہیں - اور بجٹ میں غریب عوام کی امداد کے لئے کسی قسم کی گنجائش نہیں رکھی گئی

—— سرینگر ۷ جولائی - سر اوون ڈکسن کے فوجی مشیر لفٹننٹ جنرل موجنز آج لیہ گئے جہاں انہوں نے ہندوستان کے فوجی حکام سے بات چیت کی -

---

✕ مزدور نے اپنی بیوی اور تین بچوں کو مار ڈالا اور پھر خودکشی کر لی -

گذشتہ سال کانگریس کی مشترکہ اقتصادی کمیٹی کے ماتحت کمیشن نے حساب لگایا تھا کہ امریکہ میں ۱۹۴۸ء میں تین کروڑ ۸۰ لاکھ کنبے تھے - ان میں سے چالیس لاکھ ایسے تھے جن کی آمدنی بیس ڈالر فی ہفتہ سے کم تھی ۵۵ لاکھ کنبوں کی آمدنی ۲۰ سے ۴۰ ڈالر تک ۸۰ لاکھ کنبوں کی آمدنی ۴۰ سے ۶۰ ڈالر تک اور ۸۰ لاکھ کنبوں کی آمدنی ۶۰ سے ۷۵ ڈالر فی ہفتہ تک تھی -

کیلے فورنیا یونیورسٹی نے اندازہ لگایا ہے کہ اوسط درجے کا امریکی کنبہ کم از کم ۷۷ ڈالر فی ہفتہ آمدنی ہونے پر کسی نہ کسی طرح گزارہ کر سکتا ہے - اسی طرح سرکاری اعداد و شمار بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کل آبادی میں سے دو تہائی کی آمدنی کم از کم اخراجات زندگی سے بھی کم ہے -

—— ماسکو ۶ جولائی - پچھلے دنوں امریکہ میں کسی نے تجویز پیش کی کہ شمالی کوریا پر ایٹم بم پھینکے جائیں - اس کا ذکر کرتے ہوئے شمالی کوریا کے وزیر خارجہ کے ایک تشریحہ میں کہا گیا ہے، کہ امریکہ نے کوریا میں جو جارحانہ کارروائی شروع کر رکھی ہے اسے ختم کرنے کے لئے وہ ہر ممکن جدوجہد کریں گے - شمالی کوریا والوں کو ایٹم بم کی دھمکی ڈرا نہیں سکتی -

—— استنبول ۶ جولائی - یہاں کے ڈیلی "سن بروس" کی ایک ذاتی اپیل کے جواب میں تقریباً تین ہزار ترک رضاکاروں نے کوریا میں لڑنے پر آمادگی ظاہر کی ہے - اب اس فیصلے کا انتظار ہے کہ آیا وہ ترک حکومت کی مدد سے روانہ کیا جائے گا یا اقوام متحدہ کے ذریعہ وہ بھیجے جائیں گے -

ہندوستان

—— حیدرآباد دکن ۶ رجولائی - رضاکاروں کے سابق لیڈر سید قاسم رضوی نے جو ڈسٹرکٹ ٹریبونل سے جو عوام پر ظلم و تشدد اور سازش کے الزام میں مقدمہ کی سماعت کر رہا ہے - کہا کہ ٹریبونل ان الزامات میں دا لئے دکن پر بھی مقدمہ چلائے - ٹریبونل نے یہ درخواست مسترد کر دی ہے

—— نئی دہلی ۶ رجولائی - بھارت ریڈیو نے یہ خبر دی ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان تارکان وطن کی منقولہ جائیدادوں کے بارے میں جو سمجھوتہ ہوا ہے اسکو عمل میں لانے کے لئے جلد ہی کراچی میں ایک بین المملکتی کانفرنس منعقد ہوگی -

—— دہلی ۶ جولائی - سوویٹ یونین کے چار ادیبوں نے ہندوستان کے ادیبوں کو ایک پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے:

آج کے حالات میں جبکہ اینگلو امریکی جنگ باز مشرق میں اپنے سامراجی اڈے قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں - دنیا کی تمام تر ترقی پسند طاقتوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ اپنے درمیان زیادہ سے زیادہ متحد ہو کر سامراجیوں کو یہ دکھاویں کہ وہ امن قائم کرنے کے خواہاں ہیں - انہوں نے کہا کہ امن کی جدوجہد میں کوئی شخص غیر جانبدار نہیں رہ سکتا - سوویٹ ادیبوں کو یقین ہے کہ ہندوستان کے ترقی پسند مصنفین عالمی امن کے لئے زبردست جدوجہد کریں گے - اگرچہ ہندوستانی حکومت نے سوویٹ ادیبوں کو آپ کے ملک میں آنے کی اجازت نہیں دی - مگر ہم ہزاروں میل دور سے آپ کو دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں -

---

۴۴

میسرز اسمٰعیل اینڈ سنز ۔ ۔ ۔ ۲۰۰۰/-

میسرز مولا بخش اینڈ سنز - ۱۲۰۰/-

میسرز محمد محسن مولا بخش ۱۰۰۰/-

کل - ۴۲۰۰/- روپے -

—— کابل ۹ جولائی - کابل کی تازہ ترین خبریں جو پشاور میں آئی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ حکومت نے تمام کالجوں اسکولوں کے پاکستانی مسلمان

بلادِ غیر

—— لندن جولائی - کل وارسا میں پاکستان اور پولینڈ کے درمیان ایک سالہ تجارتی معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں - پاکستان پٹ سن - کپاس چاول اور چائے بھیجے گا - اور پولینڈ کوئلہ، لوہے کا سامان - دوائیاں، سوتی کپڑا اور کچی دھاتیں بھیجے گا -

—— ٹوکیو ۶ جولائی - آج شمالی کوریا کی فوجوں نے امریکی فوجوں کے دفاعی مورچوں کو توڑ کر تین شہروں پیانگ ٹانگ - سونگھوان اور چونان پر قبضہ کر لیا - شمالی کوریا نے پچاس ہزار فوج اور سو ٹینکوں کے ساتھ حملہ کیا - شمالی کوریا کے ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ آج کی لڑائی میں ۱۵۰ امریکی ہلاک اور ۵۰ گرفتار کئے گئے ہیں - جنرل میکارتھر کے دفتر نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ آج کی لڑائی میں امریکی فوجوں کو زبردست جانی نقصان اٹھانا پڑا -

—— واشنگٹن - صدر ٹرومین نے ۶ جولائی کو ایک پریس کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے کہا، کوریا میں امریکی فوجوں کی شکست عارضی ہے - اس ناکامی کے باوجود آخر میں فتح ہماری ہوگی -

—— امریکہ - امریکہ میں بے روزگاری اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ بھوک سے تنگ آکر خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا ہے فاقہ کشی اور مفلسی نے لوگوں کو اس قدر بدحواس کر دیا ہے کہ انہیں خودکشی ہی میں نجات نظر آتی ہے - چند ایک واقعات جو ابھی ابھی نیویارک کی ایک اخبار میں شائع ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں:

ایک مزدور کی بیوی نے گیس کھول کر اپنے پانچوں بچوں سمیت خودکشی کر لی -

نیویارک میں ایک ۲۶ سالہ عورت نے جس کے پاس اب کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں رہا تھا اپنے نوزائیدہ بچے کو مار ڈالا - الموریڈا میں ایک ✕

پیغام صلح رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ - نمبر ۲۸

چٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

(۷۶)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ ۔ چھ روپے
سالانہ چندہ ۔ ہندوستان سے ۸-۱۲-۰
ایڈیٹر دوست محمد
ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۔ ۲۳ شلنگ

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۶۹ھ ۔ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۵۰ء | نمبر ۲۹

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئے گا۔

ماہِ رمضان میں حصولِ جنت کے لئے تین راہوں کی مشق کرائی گئی ہے

(۱) اکلِ حلال ۔ (۲) شب بیداری ۔ (۳) اِنفاق فی سبیل اللہ

ان راہوں پر مداومت اختیار کرنے کی ضرورت

خطبہ عید الفطر ۔ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ ۔ بمقام کراچی مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۵۰ء {مرتبہ شیخ عبد الحق صاحب مناظر اسلام

کلمۂ شہادت اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

مسلمان کی حقیقی خوشی

عید الفطر مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے اس کی ابتداء دو رکعت نماز سے ہوتی ہے یہ بتلانے کے لئے کہ مسلمان کی حقیقی خوشی خدا تعالیٰ کے حضور سر جھکانے میں ہے۔ مسلم کی زندگی کا بڑا بھاری اصول یہی ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے آگے جھکے اور بار بار جھکے۔ غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے جیتعا مسلمانوں نے قرآن کریم سے تجاوز کیا خدا تعالےٰ کے حضور سر جھکانے میں لاپرواہی سے کام لیا یا نافرمانبرداری کی اسی قدر بلند مقام سے وہ گرتے چلے گئے یہاں تک کہ دنیا کی قوموں میں بھی ان کی ادنیٰ حیثیت ہوگئی۔

روزوں کی غرض

آج مسلمان رمضان کے تیس روزوں کے مرحلے سے گزرے ہیں۔ بہت ایسے مسلمان ہوں گے جنہوں نے اس فرض کو پورے طریق پر ادا کیا۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جو کسی معذوری کے باعث اس فریضہ کو ادا نہیں کرسکے۔ مگر مسلمانوں کا کثیر حصہ ایسا بھی ہوگا جنہوں نے خدا تعالےٰ کے اس حکم کی پرواہ بھی نہ کی ہوگی۔ لیکن وہ مسلمان جنہوں نے خدا تعالیٰ کے اس فرض کو ادا کیا ہے ان کے لئے ایک بات بیان کرنی چاہتا ہوں۔

روزوں کی ایک خاص غرض ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ شاید مسلمانوں کا بھی اس پر ایمان ہے۔ کیا اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آیا تو مسلمانوں پر جنت کے دروازے کھل گئے۔ جب یہ مبارک مہینہ ختم ہوگیا۔ تو جنت کے دروازے بھی بند ہوگئے۔ اگر وہ صرف ایک ماہ کے لئے کھل کر بند ہوگئے تو گویا رمضان نے بھی کسی ترقی کی راہ پر نہیں ڈالا۔ اس لئے غور کرنے والی بات یہ ہے کہ مسلمانوں پر جنت کے دروازے کھولنے والی کیا چیز ہے کیونکہ جب فی الحقیقت جنت کے دروازے کھل جائیں تو پھر وہ کبھی بند نہیں ہوتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "جنّٰتِ عدنٍ مفتّحۃً لھم الابواب" اور نیز فرمایا لا یمسّھم فیھا نصبٌ وما ھم منھا بمخرجین جنت کے دروازے ان کے لئے کھولے گئے ہیں اور جو ایک دفعہ جنت میں جاچکا وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ پس جن لوگوں نے رمضان کے مہینہ میں جنت کے دروازے کھول لئے ہیں وہ ان کے لئے کھلے ہی رہیں گے بند کبھی نہیں ہوں گے نہ ہم اس جنت سے کبھی باہر نکالے جائیں گے جس میں رمضان نے ہمیں داخل کیا ہے۔

دو جنت

یہ بھی سچ ہے کہ ایک جنت تو وہ ہے جب ہم سب اپنے اپنے جسمانی قالب کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور جائیں گے۔ اور وہاں ہماری روحوں کو اعمال کے مطابق آخرت میں ایک زندگی ملے گی جس کو جنت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن جب حدیث صحیح اس بات پر گواہ ہے کہ اس دنیا میں بھی رمضان کے سبب سے جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمان کے لئے دو جنت ہیں۔ ایک جنت تو اس دنیا میں جو اس زندگی میں شروع ہوجاتی ہے اور دوسری جنت آخرت میں جو مسلمان کو مرنے کے بعد ملے گی۔ مگر خوب یاد رکھو جس مسلمان نے اس دنیا میں جنت کو حاصل نہیں کیا وہ آخرت میں بھی جنت کو حاصل نہیں کرسکتا۔ فمن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی۔ انسان کی بعثت اس حالت میں ہوتی ہے جس حالت میں وہ اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اس لئے روزوں کے ذریعہ سے جنت کے دروازے کو کھولنے کی کوشش کیجئے۔

۷۶

جنت کی تعریف

یہ بھی بھلا کوئی جنت ہے کہ جب روزے ختم ہو گئے تو وہ بھی ساتھ ہی چلی گئی۔ جنت تو درحقیقت دل کی راحت کی ایک کیفیت یا انسانی ترقی کے ایک مقام کا نام ہے۔ مگر وہ انسانی ترقی نہیں جو صرف اس کے جسم تک محدود ہو اس پر انسانی ترقی کا نام بھی نہیں آسکتا۔ بلکہ اس ترقی کا مطلب یہ ہے کہ بندے کا اسکے خدا کے ساتھ کتنا تعلق ہے اور جس قدر انسان اس تعلق میں ترقی کرے گا اس کے آخری مقام کا نام جنت ہوگا۔ یہ وہی چیز ہے کہ خدا کو پالینا یا خدا سے ملاقات الذین یظنون انھم ملٰقو ربھم و انھم الیہ راجعون جو لوگ اسی زندگی میں جنت کو پالیتے ہیں وہ یہاں بھی خدا کے حضور ہی زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو پالینا اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد انسانی زندگی کا ہے۔

روزہ ۔ اور شب بیداری

روزے کی غرض یہ نہیں ہوتی۔ کہ خاص وقت کے لئے بھوک اور پیاس کو برداشت کر لیا جائے۔ بہت سی باتوں کو اس کے لئے ضروری ٹھہرایا ہے۔ مثلاً اس ماہ میں خیرات کو لازمی قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ شب بیداری اور نماز کو ادا کرنا۔ بہت مسلمان اور شاید جماعت کے اندر بھی ایسے لوگ ہوں گے جو روزوں کے رکھنے میں بڑے محتاط ہیں لیکن ادائیگی نماز میں غفلت اور لاپرواہی کے مرتکب ہوتے ہیں حالانکہ رمضان میں رات کو اٹھنا ہوتا ہے۔ اور روزے کے لئے شب بیداری لازمی رکھی ہے۔ یوں تاریخ سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ شب بیداری صرف مسلمان قوم کا ہی خاصہ ہے۔ گو دوسری قوموں میں بھی کسی قدر شب بیداری ہے۔ مگر اسلام نے رمضان المبارک کا مہینہ لاکر مسلمان قوم کے لئے شب بیداری کو زندگی کا ایک لازمی جزو بنا دیا۔ اسی لئے فرمایا سحری کھانے میں برکت ہے حالانکہ آٹھ پہر روزہ رکھنے میں مسلمان بھوک اور پیاس کی شدت زیادہ محسوس کر سکتا تھا۔ مگر چونکہ شب بیداری روزے میں ضروری اور لازمی چیز تھی اس لئے سحری کو لازم قرار دیا۔ اور یہی وقت (پچھلی رات کا وقت) درحقیقت دعا کے لئے اصل وقت ہوتا ہے کیونکہ اس وقت انسان اور خدا تعالےٰ کے درمیان جس قدر حجاب یا پردے ہوتے ہیں اٹھ جاتے ہیں۔ کوئی چیز درمیان میں حائل نہیں ہوتی انسانی روح بھی اس وقت تمام قسم کی کثافتوں اور آلودگیوں سے پاک ہو کر خدا سے مل جاتی ہے اور کوئی کسی قسم کی آلائش باقی نہیں رہتی اس لئے اگر روزوں سے ہم تین سبق سیکھ لیں۔ تو ہمارے لئے جنت کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کھلے رہیں گے۔

روزوں میں پہلا سبق ۔ اکل حلال

روزوں میں ہم مسلمان جو بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں صرف خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اگر ہم اس بھوک اور پیاس کی شدت سے پہلا سبق یہ سیکھ لیں۔ کہ ہم ساری زندگی میں بھوک اور پیاس کو برداشت کر لیں گے لیکن حرام چیز کی طرف ہمارا قدم نہیں اٹھیگا جس طرح ہم تیس روز بھوک اور پیاس برداشت کرتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حلال چیزوں کو بھی ترک کر دیتے ہیں تو ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھل گیا اور اسی طرح پر ہم اپنی آیندہ زندگی کے لئے بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں خواہ ہم کو کتنا ہی دکھ اور تکلیف برداشت کرنا پڑے بال بچوں کو کھانے کے لئے ملے یا نہ ملے ان کو کپڑا پہننے کے لئے میسر آئے یا نہ آئے ہمارا قدم حرام کی طرف نہیں اٹھے گا تو جنت کا جو دروازہ رمضان نے ہمارے لئے کھولا تھا وہ کبھی بند نہ ہوگا۔

دوسرا سبق ۔ شب بیداری

شب بیداری یعنی پچھلی رات کو اٹھ کر مسلمان خدا کے حضور جھکتا ہے۔ کچھ وقت کے لئے دو رکعت۔ چار رکعت۔ چھ رکعت یا آٹھ رکعت جتنی بھی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے وتر سمیت کل گیارہ رکعت ہیں اور یہی رسول اللہ صلعم کی سنت ہے۔ تو چاہیئے کہ انسان جب خدا کی رضا کے حصول کے لئے رات کو اٹھے۔ تو اپنے سر کو خدا کے حضور بھی جھکائے اس وقت بندے اور خدا کے درمیان پردہ اٹھ جاتا ہے اور عبادت میں ایک لذت پیدا ہوتی ہے جس سے انسانی روح خدا کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے۔ تو اس دروازہ کو بھی بند نہ ہونے دیجئے۔ کھلا رکھنے کی کوشش کریں۔ اور اپنے نفس کا جائزہ لینا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے سامنے سر جھکانے سے اس کے لئے نماز آسان ہو گئی ہے یا ویسے کی ویسے ہی مشکل ہے جیسے رمضان سے قبل تھی۔ اگر خدا کے سامنے سر جھکانے سے نماز میں لذت پیدا نہیں ہوئی یا انسان کا نفس خدا کے ساتھ مانوس نہیں ہوا۔ تو پھر ابھی تک جنت کا دروازہ نہیں کھلا۔ ہر ترقی کے لئے ایک مشقت کی ضرورت ہوتی ہے تو شب بیداری کی مشقت ہمارے لئے ایک ترقی کا رستہ کھولتی ہے یعنی ہماری عبادت میں ایک لذت پیدا کر دیتی ہے اور اسے ہمارے لئے آسان کر دیتی ہے اس لئے یہ دوسرا دروازہ خدا تعالےٰ کے آگے سر جھکانے میں اور اس میں خوشی اور راحت پانے سے کھلتا ہے۔

نماز جمعہ باجماعت ادا کیجئے

اگر نماز آپ کے لئے آسان ہو جائے۔ تو جنت کا وہ دروازہ جو شب بیداری کے باعث کھلا تھا۔ کھلا رہا۔ اگر نماز میں مشقت رہی تو دروازہ بند رہا معلوم ہوا کہ وہ دروازہ کھلا ہی نہ تھا کیونکہ دروازہ کھل جائے تو پھر بند نہیں ہوتا۔ اس کیفیت کو حاصل کرنے کے لئے نماز جمعہ کی ادائیگی نہایت ضروری ہے حدیثوں میں آتا ہے کہ بلاوجہ نماز جمعہ کو ترک کرنے سے ایک سیاہ نقطہ دل پر پڑ جاتا ہے۔ اور اگر دوسرا جمعہ بھی بلا عذر شرعی ترک کر دیا جائے تو دل اور سیاہ ہو گیا۔ تیسرے جمعہ کے تارک کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ تشریح اس حکیم کی طرف سے ہے جو خدا کی طرف سے آیا اور ہماری بہتری کے لئے اس نے ایسے حکم دیئے ہیں۔ اس لئے جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔

تبلیغ اسلام کا جوش پیدا کیجئے

اس وقت بڑی سخت ضرورت ہے کہ خدا کے پاک کلام کو دنیا میں پہنچایا جائے۔ موجودہ مسلمانوں کے دلوں سے یہ ولولہ اور جوش اٹھ گیا ہے۔ حالانکہ ایک وقت مسلمانوں پر وہ بھی آیا کہ انہوں نے کسی روک کی پرواہ نہ کی۔ پہاڑوں، جنگلوں اور بیابانوں اور سمندروں سے پار نکل گئے تاریخ اس بات کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ صرف سو سال کے اندر اندر اتنا زبردست روحانی اثر چھوڑ گئے۔ انہوں نے ایک طرف بعید ترین مشرق (چین) اور دوسری طرف اس وقت کی بعید ترین مغرب (ہسپانیہ) تک اسلام کا پیغام پھیلایا۔ یہ ولولہ اور جوش موجودہ مسلمانوں میں نہیں رہا۔ یہ جماعت اس جذبہ۔ جوش اور ولولہ کو از سر نو قائم کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ ہم بہت تھوڑے ہیں اس لئے جب تک ہم پوری طاقت سے اشاعت اسلام کے کام کو سرانجام نہ دیں گے اس وقت تک ہماری جماعت کے قیام کی غرض پوری نہیں ہو سکتی۔ بیشک ہم میں ملازم بھی ہیں ہماری بھی تجارتیں ہیں یا اسی قسم کی دوسری مصروفیتیں ہیں۔ مگر آپ لوگ جمعہ کے دن ½ گھنٹہ خالی کر دیجئے اور سب اکٹھے ہو کر نماز جمعہ پڑھیں جس طرح دوسرے مسلمانوں کے دلوں سے یہ جوش اور جذبہ نکل گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سستی اور لاپرواہی سے یہ جوش اور ولولہ تمہارے دلوں سے بھی نکل جائے۔

ہمارا نصب العین

ہم کوئی نمبرداری قائم نہیں کرنا چاہتے ہم صرف خادم اسلام ہیں اور ہمارا کام تو صرف اللہ اور اس کے رسول کی خدمت کرنا ہے۔ اس کام کے باعث اگر کوئی ذلت ہے تو خدا کے نزدیک ہی ہے۔ مسلمان ہم کو برا کہتے ہیں یا ہمارے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ تو اس کی پرواہ نہ کیجئے بڑے بڑے اولیاء اللہ کو کافر کہا گیا۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جن کی آجکل جہالت کی وجہ سے پوجا ہوتی ہے ان کو کافر کہا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی پر کفر کا فتوے لگا۔ ان کو جیل میں ڈالا گیا۔ اس لئے دکھ، تکلیفیں اور ذلتیں برداشت کرنے میں ہماری بہتری ہے۔ جس قدر دنیا ہم کو برا کہے گی۔ اسی قدر ہم ترقی کریں گے اچھا بننے کی خواہش ترقی کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ خلوص سے کام کیجئے اس خدا کے کام کو اپنے کام کی طرح سمجھو گے۔ تو کبھی قدم سست نہ ہوگا۔ بلکہ خدا تعالےٰ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے سہولتیں پیدا کر دیگا۔

تیسرا سبق ۔ انفاق

تیسرا سبق یہ ہے کہ خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنے مال کو خدا کے رستہ میں خرچ کرنا۔ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینہ میں بہت سخاوت کیا کرتے تھے۔ صحابہ رض کو بھی حکم دیا کرتے تھے۔ کہ وہ بھی صدقہ و خیرات بہت کریں قوم کی بھلائی اور اپنی بہتری اسی میں ہے کہ خدا کی راہ میں مال کو خرچ کیا جائے۔ اعلائے کلمتہ اللہ کی کامیابی بھی اسی میں ہے اگر رمضان کے باعث یہ دروازہ کھل گیا ہے تو پھر اسکو بند نہیں کرنا چاہیئے اور خدا کے تعالےٰ کے رستہ میں مال کے خرچ کرنے کی دشواری اٹھ جانی چاہیئے مال کو حاصل کرنا تو آسان ہے مگر اس کا خرچ کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ایک آدمی ہزار۔ دس ہزار۔ لاکھ دس لاکھ۔ کروڑ اور پھر کروڑ در کروڑ حاصل کرنے کے لئے تکلیف اور مشقت بھی برداشت کرنی پڑے تو برداشت کرتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتا کہ خدا نے جو مال دیا ہے وہ تو بطور امانت اس کے قبضہ میں ہے۔

وزیر اعظم کی تقریر

ہمارے وزیر اعظم جناب لیاقت علیخاں صاحب نے امریکہ کا حال ہی میں دورہ کیا ہے انہوں نے اپنی تقاریر میں ایک گونہ اسلام کا بھی اعلان کیا ہے۔ ایک تقریر میں انہوں نے فرمایا پاکستان ایک اصول پر مبنی ہے نہ وہ سرمایہ داری کی حمایت کرتا ہے اور نہ ہی اشتراکیت کی۔ بلکہ ان دونوں نظریوں کے بین بین درمیانی رستہ حقیقی اشتراکیت و جمہوریت کا پیش کرتا ہے اور ایسے ہی انہوں نے پاکستان پہنچکر اپنی تقریر میں فرمایا جب تک ہم ان اصولوں کو اسلامی زندگی اختیار کر کے دنیا کو نہ بتلائیں گے اس وقت تک ہم دنیا کی رہنمائی نہ کر سکیں گے وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجہ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ مال کو ہم خدا کی امانت سمجھیں اور اسکی امانت کو اسلام کے اغراض و مقاصد کے لئے خرچ کرنا سیکھیں ہمارے لئے خدا تعالیٰ کے رستہ میں خرچ کرنا سہل ہو جائے اور رمضان ہمارے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

(باقی بر صفحہ ۱)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ رشوال ۱۹۵۰ء | نمبر ۲۹

ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت احمدیت میں!

گذشتہ اتوار کو ہمارے محترم بزرگ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ایک میٹنگ اس غرض سے بلائی کہ جماعت احمدیہ لاہور کے تبلیغی نظام کو زیادہ مستحکم اور منظم کیا جائے اور نوجوانان جماعت کو تلقین کی جائے کہ وہ اپنے اوقات کا کچھ حصہ باقاعدہ طور پر اس مقدس کام پر صرف کریں اس میٹنگ کی مختصر روئیداد دوسری جگہ درج ہے یہاں ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ میٹنگ میں ہمارے ایک نوجوان دوست نے بتایا کہ تبلیغ تو ہم رات دن کرتے ہیں لیکن سب سے بڑھکر جس چیز کا مقابلہ ہمیں کرنا پڑتا ہے وہ دہریت ہے جو عام طور پر پھیلتی جا رہی ہے حضرت مصری صاحب نے اس کے جواب میں سچ کہا کہ یہ نتیجہ ہے حضرت مجدد وقت کو نہ ماننے کا جو دہریت کو مٹانے کے لئے آئے تھے اس لئے احمدیت کی تبلیغ اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اسی رستہ سے لوگ خدا کی طرف آ سکتے ہیں یہ فی الحقیقت صحیح ہے اور اس زمانہ میں یہ یقینی امر ہے کہ بجز احمدیت کوئی رستہ لوگوں کو دہریت سے واپس لانے کا نہیں احمدیت ہی وہ رستہ ہے جس پر چل کر ہم زندہ خدا کو دیکھ سکتے اور اس کے ساتھ ہمکلام ہو سکتے۔

آج عام طور پر مسلمان اس بات کے قائل ہیں کہ الہام و وحی کا سلسلہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے ساتھ ختم ہو چکا اور اب تیرہ سو برس ہو گئے خدا تعالےٰ اپنے کسی بندہ کے ساتھ کلام نہیں کرتا خواہ وہ اس کے دروازہ پر کتنا ہی روئے اور گڑگڑائے اور اس کی عبادت بجالائے اور اس کی رضا کی راہوں پر چلنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے معلوم نہیں یہ عقیدہ مسلمانوں میں کہاں سے آیا۔ جہاں تک وحی نبوت کا تعلق ہے اس میں شک نہیں کہ وہ حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی لیکن آپ کا اپنا ارشاد ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں، اور یہ بھی آپ ہی نے ارشاد فرمایا لقد کان فی امم من قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان کان فی امتی احد فعمر۔ پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہوتے رہے اس امت میں ایسے شخص حضرت عمر ہیں، پھر تمام امت میں تیرہ سو برس تک ایسے اولیاء اللہ، محدثین عظام اور مجددین کرام پیدا ہوتے رہے جو مکالمہ و مخاطبہ آلٰہیہ کی نعمت سے سرفراز ہوئے اور ان کے الہامات ان کی کتابوں میں درج ہیں، باوجود اس کے آج الہام کا دروازہ بند سمجھا جاتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی صفت تکلم کا انکار کرکے دہریت کا دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان الہامات اور نشانات سے جو غیب کی خبروں پر مشتمل تھے اور جو اپنے وقت پر پورے ہو کر ایک زندہ خدا کا پتہ دے گئے ایمان کو پھر لوگوں کے اندر مستحکم کر دیا، لیکن وہی دل اس نعمت سے فیضیاب ہوئے جنہوں نے امام وقت کا ساتھ دیا اور نہ صرف امام وقت کے دکھائے ہوئے نشانات سے انہوں نے فائدہ اٹھایا بلکہ خود بھی جناب آلٰہی سے شرف مکالمہ حاصل کرکے ایمان کی دولت سے پورے پورے طور پر متمتع ہوئے ایک یہی رستہ ہے جو دہریت و الحاد کا قلع قمع کرنے کا موجب ہو سکتا ہے ضرورت ہے کہ جہاں ہم حضرت مجدد وقت کی صداقت کو دوسرے علمی و عقلی دلائل سے منوانے کی کوشش کرتے ہیں جہاں آپ کے تبلیغی کام اور اسلامی خدمات کو پیش کرکے آپ کی مجددیت کو ثابت کرتے ہیں وہاں اس سب سے ضروری امر پر سب سے بڑھکر زور دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ آج بھی اپنے نیک بندوں کے ساتھ کلام کرتا اور اپنے کھلے نشانات سے اپنی ہستی کا ثبوت دیتا ہے، حضرت امام زمان کا وجود آپ کے الہامات اور پیش از وقت بتائی ہوئی غیبی خبریں جو اکثر پوری ہو چکی ہیں اور اس وقت بھی ہمارے سامنے پوری ہو رہی ہیں ہستی باری تعالیٰ کا ایک کھلا ثبوت ہیں اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ہم دہریت کے سیلاب کو روک سکتے اور ایمان کی نعمت سے دنیا کو متمتع کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

"عجب منطق"

۲۳ ر جولائی کو ایک پبلک جلسہ میں مولانا مودودی صاحب امیر جماعت اسلامیہ نے ایک بار پھر اس عجیب منطق کا اعادہ کیا ہے جو وہ پچھلے دنوں ایک پریس کانفرنس میں بیان کر چکے ہیں یعنی یہ کہ انتخابات کے لئے ہم اپنی جماعت سے کوئی بھی امیدوار کھڑا نہیں کریں گے۔ ہاں البتہ صالح عنصر کی مدد ضرور کریں گے لیکن کسی "صالح" کا دوسری جماعت سے ملنا ناممکن ہے۔ اس جلسہ میں "صالح" کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا۔

"صالح" وہ ہے جس کے گھر میں اسلامی بود و باش کی جھلک پائی جائے۔ دوم۔ جسے اس کے ہمسائے، دوست احباب نیک سمجھیں۔ تیسرے جس کے دل میں خود کسی عہدہ کو لینے کی خواہش نہ ہو۔ چوتھے وہ جس کی اسلامیات کے ساتھ ساتھ دنیوی آنکھ بھی تیز ہو۔

صالح کی یہ تشریح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ تیسری شق ایسی ہے جس کے تحت ہم یہ یقین نہیں کہہ سکتے کہ واقعی وہ شخص جو ہماری جماعت سے باہر ہے وہ اپنے دل میں ممبر بننے کی خواہش نہیں رکھتا اور دوسرا یہ کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ لوگ "پارٹی سپرٹ" میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں جس سے وہ حق بات کہنے کی جرأت نہیں رکھتے۔

کیا خوب! اگر یہی سچ ہے کہ غیراز جماعت (اسلامی) میں کوئی صالح عنصر نہیں تو پھر یہ کہنا کہ ہم غیراز جماعت سے صالح عنصر کی حمایت کریں گے چہ معنی دارد، اس تشریح سے صاف نمایاں ہے کہ مولانا صاحب صرف اپنی جماعت ہی کو "صالح" قرار دیتے ہیں۔ اور ان کی اس تمام منطق کا مرکزی نقطہ صرف یہی ہے کہ عوام انہیں اپنا نمائندہ منتخب کر لیں۔ یہ تو بجائے خود تیسری شق ہے جہاں تک چوتھی شق کا تعلق ہے کہ "اسلامیات کے ساتھ ساتھ وہ دنیوی آنکھ بھی تیز رکھتا ہو"۔ جماعت اسلامی کا ماضی اس پہلو سے بھی "تاریک نظر آتا ہے"۔ پاکستان کے مطالبہ کے وقت جو رویہ جماعت اسلامی نے اختیار کیا۔ وہ تو سب کے سامنے ہی ہے۔ ابھی حال ہی میں کشمیر کے متعلق جو فتویٰ انکی جماعت کی طرف سے صادر ہوا وہ ان کی دنیوی آنکھ کو کہاں تک تیز ثابت کر رہا ہے۔ کشمیر جس کے حصول کے لئے پاکستان کا بچہ بچہ تڑپ رہا ہے اور کیا نوجوان اور کیا بوڑھے سب اس کے حصول کیلئے بیتاب ہیں۔ اور یقین کرتے ہیں کہ پاکستان اگر قالب ہے تو کشمیر اس کے لئے بطور جان کے ہے اور پاکستان کا اس کے الحاق کے بغیر قائم و دائم رہنا ناممکن ہے اور دوسرے یہ کہ ۳۲ لاکھ مسلمان جو ڈوگرہ شاہی کے ظلم و تشدد کا محل بنے ہوئے ہیں ان کی حالت زار کو دیکھ کر اہل پاکستان بے قرار ہیں۔ ایسے اہم و نازک موقعہ پر مولانا مودودی صاحب نے جو فتویٰ دیا وہ تو انکی دنیوی آنکھ کو نابینا ثابت کرنے کیلئے ایک کھلی دلیل ہے حقیقتاً یہ ایک الیکشن سٹنٹ ہے اور عوام کو دھوکا دینا ہے۔ امید ہے کہ عوام اس الیکشن میں پاکستان کے دشمن اور دوست میں اچھی طرح تمیز کریں گے۔ (بٹ)

ایک احمدی نوجوان کی امریکہ سے واپسی

منصور احمد صاحب ایم۔ ایس۔ سی ٹیکنیکل

(پنجاب کے چوہدری ظہور احمد صاحب افسر اراضیات کے صاحبزادے اور حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم کے نواسے ہیں) جو عرصہ تین سال سے اکتساب علم کے سلسلہ میں امریکہ میں مقیم تھے کامیابی کے ساتھ بروز جمعہ واپس لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

منصور احمد صاحب مسلم ہائی سکول لاہور کے پرانے طلبا میں سے ہیں۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم یہاں ختم کرکے ایف سی کالج لاہور میں داخلہ لیا بعدہ ۱۹۴۶ء میں انجنیئرنگ اور ٹیکنالوجی کالج لاہور میں ایم ایس سی ٹیکنیکل کی فرسٹ کلاس ڈگری حاصل کی۔ اس کامیابی پر حکومت برطانیہ نے آپ کو امریکہ میں اعلیٰ تعلیم دلانے کے لئے منتخب کیا۔ بعد میں جب ہند و پاکستان کی تقسیم عمل میں آئی تو حکومت پاکستان نے آپ کو اسی سلسلہ میں امریکہ بھیجدیا۔ جہاں ۱۹۴۹ء میں آپ نے ایم ایس۔ ای، ایم، اے، سی، ایس، ٹی، آئی، سی، ایچ۔ ای کی ڈگریاں حاصل کیں۔ بعد ازاں آپ نے عملی تجربہ حاصل کرنے کے لئے مختلف کمپنیوں میں بھی کام کیا اس تین سال کے قیام میں جہاں آپ نے دنیوی طور پر بفضل خدا کامیابی حاصل کی وہاں جیسا احمدی نوجوانوں کی خصوصیت ہے آپ نے اسلام کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے لئے بھی بڑی کوشش کی۔ آپ نے اس سلسلہ میں متعدد لیکچر دیئے جو بہت پسند کئے گئے کئی بار مختلف جماعتوں نے آپ کو لیکچروں کی دعوت دی جنہیں آپ نے اپنا قیمتی وقت قربان کرتے ہوئے خوشدلی کے ساتھ قبول کیا۔ آپ نے پاکستان کی بھی بہت حد تک خدمات انجام دیں۔ پاکستان کے خلاف جو غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں ان کو بڑی حد تک آپ نے اپنے لیکچروں اور اپنے حلقۂ اثر میں روزمرہ کی گفتگو کے ذریعہ دور کیا۔

ہم منصور احمد صاحب اور ان کے والد صاحب اور دیگر اعزا کو ان کی اس کامیابی کے ساتھ واپسی پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس نوجوان کو دین اور ملت کی مزید خدمات بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔

افکار و اخبار

(بٹ)

لغوی و اصطلاحی معنی

معاصر زمیندار نے ۱۷ جولائی کے اداریے میں پنجاب مسلم لیگ کی سیاسی کشمکش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"ایک خان آف ممدوٹ دوسرے میاں عبدالباری اور تیسرا ایک کاغذی پتلا۔ اسی تثلیث نے توحید کے پنجابی بیٹوں کا شیرازہ پریشان کر رکھا ہے۔"

لفظ تثلیث کے اس استعمال سے مسیحی حضرات بڑے تلملائے چنانچہ ایڈیٹر صاحب المائدہ نے (جو ایک مسیحی رسالہ ہے) معاصر زمیندار کو شکایتاً لکھا:۔

"آپ کو معلوم ہوگا کہ تثلیث خالص دینی اصطلاح ہے اور صرف مسیحی دین سے مختص ہے اور مسیحی اسے صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور کبھی کسی مخلوق کے حق میں استعمال نہیں کرتے...... اس قسم کے سیاق و سباق میں تثلیث سے کبھی تکون ...... مراد نہیں ہوتی۔ اس لئے آپ سے معاصرانہ درخواست ہے کہ اس قسم کے اطلاق کا استعمال آیندہ ترک کرکے مسیحیوں کو شکر گذاری کا موقع دیں"

اس کا جواب دیتے ہوئے ایڈیٹر صاحب زمیندار اپنے ۹ رجولائی کے پرچہ میں لکھتے ہیں:۔

"تثلیث سے ہماری مراد ہرگز مسیحی اصطلاح نہ تھی ہم نے تو اسے لغوی معنی میں استعمال کیا تھا۔ بہرحال ہم اگر ہمارے مسیحی بھائیوں کو اس لغوی اصطلاح کا استعمال بھی منظور نہیں تو ہم اس سے آیندہ پرہیز کریں گے۔"

ہیں! یہ کیا کہا؟ آج تک تو ہم "زمیندار" اور آپ کے ہم نواؤں سے یہی سنتے رہے کہ لغوی اور اصطلاحی معنوں کا فرق صرف دھوکا دینے کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ اور خدا کے ایک بندہ نے جو بار بار قسمیں کھا کر اعلان کیا کہ نبی کا لفظ میری تحریرات میں صرف لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں نہیں تو اسے محض دھوکہ اور فریب کہا گیا۔ لیکن آج ہم کیا سن رہے ہیں کہ "توحید کے پنجابی بیٹوں کے مقابلہ میں "تثلیث" کا لفظ لاکر بھی اصطلاحی معنی نہیں بلکہ صرف لغوی معنی مراد ہیں۔ کیا ایک اصطلاحی لفظ کو لغوی معنی میں استعمال کرنا زمیندار کے لئے جائز ہے اور حضرت مرزا صاحب کے لئے ناجائز؟

تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ

قیام امن کی راہ

دوسری جنگ عظیم کو ختم ہوئے ابھی پانچ سال ہی گذرے ہیں کہ ایک تیسری جنگ کے خطرات نمایاں ہو چکے ہیں۔

نسل انسانی خود ہی اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کے سامان مہیا کر رہی ہے۔ باوجود اس کے ہر ذی ہوش کیا عوام اور کیا مدبر اس ہلاکت کے اثرات کو دیکھ کر پکار رہے ہیں کہ کوئی امن کی صورت پیدا کی جائے۔ دنیا بڑی سرعت کے ساتھ ہلاکت کی طرف بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔

کوریا کی جنگ نے اس ہلاکت کو بہت ہی نزدیک کر دیا ہے۔ یہ چنگاری جو اس وقت بظاہر ایک ملک تک ہی محدود نظر آتی ہے اگر اس پر قابو نہ پا لیا گیا تو کچھ بعید نہیں کہ یہ آگ کی صورت میں تمام دنیا پر پھیل جائے۔

بھارت کے وزیر اعظم نے بھی جنگ کی تباہ کاریوں کو دیکھتے ہوئے باہم صلح کرانے کی کوشش کی لیکن انہیں بھی کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ سب سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ ایک طرف کمیونسٹ جماعت کی طرف سے ہفتہ امن منایا جا رہا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دستخط امن کی حمایت میں کرائے جا رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اسی جماعت کے ایک حصہ نے کوریا میں جنگ شروع کرکے نہ صرف اہل کوریا بلکہ دنیا بھر کے امن کو معرض خطر میں ڈال دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدائی ہاتھ ہے جو دنیا کو اس کی سرکشیوں اور ناپاک افعال کی سزا دینا چاہتا ہے۔ اور کشاں کشاں جنگ کی بھٹی میں دھکیل رہا ہے۔

حضرت مجدد زمان نے مہیب جنگوں کی جو پیشگوئی کی تھی۔ اس کی یہی وجہ آپ نے بیان کی ہے کہ دنیا اپنی سرکشیوں اور فسق و فجور میں انتہا تک پہنچ چکی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اس کی سزا دینا چاہتا ہے۔ اس سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے۔ کہ دنیا خالق ارض و سما کے سامنے جھک جائے اور اپنی سرکشیوں اور فسق و فجور سے باز آجائے فرمایا

کوئی کشتی بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

کاش امن کی اپیلیں کرنے والے حضرات اس صحیح راستہ کی طرف قدم اٹھائیں کہ اس کے بغیر قیام امن کی کوئی راہ نہیں۔

اسلام مغرب میں

حال ہی میں وزیر اعظم پاکستان ڈاکٹر لیاقت علی خان نے اپنے امریکہ کے دورہ کے تاثرات بیان کرتے ہوئے ایک تقریر میں فرمایا:۔

"مخالفین نے یہ غلط فہمی پھیلائی تھی کہ ہم لوگ رجعت پرست ہیں اور ایک ایسی مملکت قائم کرنے کے خواہاں ہیں جہاں تنگ نظری ہوگی سختی ہوگی بلکہ ظلم کا دور دورہ ہوگا۔ ہماری مملکت میں تعلیم کے معنی محض چند کتابوں سے واقفیت ہوگی اور ہمارے ملک میں تہذیب مفقود ہو جائے گی۔ ہم نے اس پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا......"

یہ نتیجہ ہے اس متعصبانہ جد و جہد کا جو عیسائی پادریوں نے اسلام اور مسلمانوں کی نہایت بدنما اور گھنونی تصویر مغربی ممالک میں پھیلانے کے لئے کی۔ ڈاکٹر لیاقت علی خاں نے اس غلط تصویر کے خلاف جو آواز اٹھائی اور اپنی تقاریر میں اس غلط پروپیگنڈا کا منہ توڑ جواب دیا ہے وہ ہر طرح لائق تحسین ہے لیکن اس بغض و تعصب کو جو صدیوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے دور کرنے اور اسلام کی حقیقی تصویر کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کے لئے مسلسل اور منظم کوشش کی ضرورت ہے۔

جماعت احمدیہ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایک مدت سے مغرب میں تبلیغ اسلام کی خدمات بجا لا رہی ہے۔ کاش ہمارے مسلمان بھائی اور حکومت پاکستان اس فعال جماعت کی تبلیغی کوششوں کا ساتھ دیں کہ اس میں اسلام اور پاکستان کی بہبودی مضمر ہے۔

تبلیغی کانفرنس

گذشتہ اتوار ۲۳ رجولائی کو صبح ساڑھے آٹھ بجے مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری افسر تبلیغ جماعت احمدیہ لاہور نے جماعت لاہور میں تبلیغی نظام کو مستحکم کرنے اور غیر از جماعت لوگوں میں پیغام احمدیت کو پہنچانے کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کرنے کی غرض سے میٹنگ بلوائی جس میں حضرت مولانا عزیز بخش صاحب مولانا محمد یعقوب خاں صاحب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب شیخ محمد آصف صاحب اور بہت سے نوجوانوں نے شرکت کی۔ اس میٹنگ میں مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے تبلیغی کام کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نوجوانوں کو بالخصوص ایک نظام کے ماتحت اس کام کو کرنے کی تلقین کی اور اپنے علمی نکتہ میں دوسروں سے امتیاز پیدا کرنے اور کم از کم پانچ آدمیوں کو اپنے زیر تبلیغ رکھنے کی ہدایت کی۔ اس میٹنگ میں حسب ذیل تجاویز زیر عمل لانے کا فیصلہ کیا گیا

(۱) ہر ماہ کم از کم ایک ترتیب کے ساتھ ایک چار صفحہ کا ہینڈ بل شائع کیا جائے جس کا خرچ مقامی جماعت برداشت کرے۔

(۲) نوجوان اپنے نام پیش کریں جو تبلیغی رنگ میں غیروں پر احمدیہ موقف کو واضح کریں اور شائع شدہ ٹریکٹ کو ان تک پہنچائیں۔

(۳) ہر اتوار کو ایک میٹنگ منعقد کی جائے جس میں کم از کم ایک گھنٹہ احمدیت پر مولنا مصری صاحب لیکچر دیا کریں۔ اور ایسے اعتراضات کا جواب دیا کریں جو دوران تبلیغ میں پیش آسکتے ہیں۔

اس پروگرام کے ماتحت اگلی میٹنگ ۳۰ جولائی کو ہوگی۔

ایک سوال

۱۴ رجولائی کے "صدق" میں ایک صاحب مولنا ابوالحسن علی ندوی کے مضمون کا اقتباس شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے:۔

"کیا بندوں تک نام خدا کا پیغام پہنچانا، کیا پیغمبر خاتم کے احکام کی تبلیغ، کیا تہذیب اخلاق اور تزکیہ نفوس کی خدمت ان بے شمار انجمنوں کے مقاصد سے فروتر ہے جو حشرات الارض کی طرح زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہیں؟ کیا اخلاق و اجتماع و سیاست کے آسمانی نظام کی تبلیغ کا پیغمبرانہ فریضہ اور انسانی زندگی کی وحی الٰہی کے مطابق تشکیل کسی اشتراکی، قومی اور سیاسی تحریک سے کم درجہ کا کام ہے؟"

سوال معقول ہے اور اس کی جوابدہ وہ انجمنیں اور وہ جماعتیں ہیں جو اپنے مقاصد میں دنیا کے تمام امور کو شامل رکھتی ہیں لیکن تبلیغ دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ان کے ہاں کوئی جگہ نہیں۔ حالانکہ قرآن نے صرف اسی ایک کام کو ذریعہ فلاح قرار دیا ہے۔ صرف ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو حضرت مجدد زمان کے زیر ہدایت اسی ایک کام کو اپنا لائحہ عمل بنائے ہوئے ہے اور زمانہ کا کوئی ہاتھ اور کوئی سیاسی غیر سیاسی تحریک اسکو اس راہ سے ہٹا نہیں سکی، جو حضرت امام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

درخواست دعا

ملک فضل الٰہی صاحب اقبال منڈی سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ عرصہ تین ماہ سے زائد ہونے کو ہے ایک فوجداری مقدمہ مخالفین کی طرف سے مجھ پر بنایا گیا ہے۔ ۲۵ اپریل سے پریشانی میں مبتلا ہوں۔ بظاہر کوئی علاج نظر نہیں آتا۔ احباب جماعت اور حضرت امیر میرے لئے دعا فرمائیں۔ احباب اپنے اس بھائی کے لئے درد دل سے دعا

قرآنِ کریم کو اپنی زندگی کا محور بنانے اور دوسروں تک پہنچانے کا پلان بناؤ

حضرت مجدد وقت کے عشقِ قرآن کی چنگاری نے جماعتِ احمدیہ میں خدمتِ قرآن کا جوش و ولولہ پیدا کر دیا

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ کراچی مؤرخہ ۷ جولائی ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق)

وقال اللہ تعالیٰ (۱) شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (۲) انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر

قرآن کی ایک خصوصیت

قرآن کریم کو دنیا کی سب مذہبی کتابوں پر بہت سی خصوصیتیں حاصل ہیں۔ ان میں سے صرف ایک بات کا ذکر کرتا ہوں۔ جتنی بھی مذہبی کتابیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ کسی کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہیں کہ کب لکھی گئیں۔ کس نے ان کو لکھا کبھی بھی آپ کسی یقینی نتیجہ تک نہ پہنچ سکیں گے لیکن قرآن شریف کے متعلق اس امر کو جاننے کے لئے کسی تاریخ کی احتیاج نہیں۔ بلکہ صراحت کیساتھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا ہے کہ وہ کب اترا۔ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن یعنی قرآن کریم کے نزول کی ابتدا رمضان کے مہینہ میں ہوئی اور پھر فرمایا انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر ہم نے اسکو لیلۃ القدر میں اتارا ہے۔ وہ لیلۃ القدر اسی مہینہ کی ایک رات ہے۔ اور وہ اس ماہ کے آخری عشرہ میں ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ صاف کر دیا کہ وہ ۲۵ یا ۲۷ یا ۲۹ رمضان کی رات ہے جیساکہ صحیح حدیثوں سے پتہ چلتا ہے۔ اس لئے اگر کسی مذہبی کتاب کی یادگار منائی جاسکتی ہے یا قائم کی جاسکتی ہے۔ وہ صرف قرآن کریم کی یادگار ہی ہوسکتی ہے۔ جن کتابوں کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کب نازل ہوئیں۔ کس نے ان کو لکھا۔ کس پر نازل ہوئیں اور کب لکھی گئیں۔ ان کی یادگار قائم کرنا ہی عبث ہے۔

مدراس کے ایک سرگرم نوجوان

مدراس میں ہمارے ایک عزیز دوست ہیں۔ ان کا نام کریم اللہ ہے۔ ان کے والد ماجد کا اسم مبارک عزیز اللہ صاحب تھا۔ جو ایک پرانے احمدی تھے اور اب وہ فوت ہوچکے ہیں۔ ان کا لڑکا کریم اللہ ایک درد دل رکھنے والا نوجوان ہے اور ہندوستان میں جو چند ہمارے کام کرنے والی جماعتیں ہیں اُن میں سے یہ نوجوان خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ آجکل ہندوستان میں خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کا نام لینا آسان امر نہیں۔ یہ موجودہ مشکلات ہیں جو ہمیشہ کے لئے رہ نہیں سکتیں۔ خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ تو ان کو صاف بھی کر دے گا۔ اس وقت کی مشکل ضرور ہے اور جہاں بھی کوئی مذہبی جذبہ نظر آئے گا۔ اسکو حکومت کے عمال بھی پسند نہیں کرتے۔ مگر ہمارے یہ نوجوان کریم اللہ صاحب مدراس میں خاصے جلسے کرتے رہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش یعنی عید میلاد النبی کے موقعہ پر اور اسی قسم کی دوسری تقریبوں پر مذہبی جلسے کرتے رہتے ہیں اور خوبی کی بات یہ ہے۔ کہ احمدیت کی تبلیغ بڑی کھلی اور زور سے کرتے ہیں۔

یوم قرآن کی تقریب

ان کا حال ہی میں ایک خط آیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ہم یہاں قرآن کی یادگار (Quran Day) کا دن مناتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر بڑے بڑے تعلیمیافتہ ہندوؤں کو جو حکومت کے با اثر لوگ ہیں یہاں تک کہ وزراء کو بھی جلسہ میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ بسا اوقات ایسے لوگ جلسے میں شامل بھی ہوجاتے ہیں۔ اس جلسہ کے لئے ان کی خواہش تھی کہ میری طرف سے بھی کوئی پیغام ہونا چاہیئے۔

جماعتِ احمدیہ میں خدمتِ قرآن کا جوش اور ولولہ

اگر آپ لوگ غور سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عام طور پر مسلمانوں کے دلوں سے قرآن کی خدمت کرنے کا جذبہ بالکل خوابیدہ حالت میں ہے۔ مگر قرآن کریم کی خدمت کا جوش اور ولولہ حضرت مجدد نے جو اس چھوٹی سی جماعت کے اندر پیدا کر دیا ہے اس کی نظیر کہیں بھی نہیں ملتی۔ یہ تو میں نے جماعت میں سے مدراس کے ایک شخص کا نام لیا۔ کہ وہ اپنے اخبار کے ذریعہ سے جلسوں کے ذریعہ سے تبلیغ اسلام اور قرآن کی اشاعت کی خدمت کرتے رہتے ہیں ایک اور بھی چھوٹا سا مرکز ہے شیلانگ میں جو آسام میں واقع ہے۔ وہاں ہمارے ایک دوست ہیں خادم رحمانی نام انہوں نے بھی ہمت کر کے اور محنت سے قرآن کریم کا کھاسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اور قریب قریب اپنی ہمت سے اس کو چھپایا ہے۔ کچھ تھوڑی سی مدد مرکزی انجمن نے بھی دی ہے مگر درحقیقت یہ کام انہوں نے اپنے جوش سے کیا۔ مجھے بعض اوقات تعجب بھی ہوتا ہے اور یہ تو درحقیقت عجائبات میں سے ہے کہ جہاں کہیں بھی ہماری جماعت کا کوئی فرد ہوگا۔ وہیں سے قرآن کریم کی اشاعت اور خدمت کرنے کی تڑپ اور ولولہ اور جوش ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ اسی طرح برما میں ہمارے دوست ڈاکٹر این اکبر خاں صاحب ہیں وہ اسلام کی خوبیوں اور محاسن کا پروپاگنڈا کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے پنشن لینے کے بعد جب ان کے لڑکے برسر روزگار ہوگئے اور لڑکیوں کی شادیاں ہوگئیں اور خود آج کل پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ عہد کرلیا اور انجمن کو لکھ کر بھیج دیا کہ اس کے بعد جو روپیہ وہ کمائیں گے اس میں سے کھانے پینے کا خرچ نکال کر سب کا سب خدمت دین کے لئے وقف ہوگا چنانچہ وہ چھوٹے چھوٹے رسالوں کا برمی زبان میں ترجمہ کرنے میں مشغول ہیں۔ سیام میں بھی ہماری کوئی جماعت نہیں۔ یہی تین چار درد دل رکھنے والے اصحاب ہوں گے۔ ان میں سے ایک کا نام ڈاکٹر عبدالوہاب ہے جو ایک دفعہ لاہور میں سالانہ جلسہ میں شمولیت کر کے ہم کو مل گئے ہیں۔ انہوں نے بہت سارے اسلامی لٹریچر کا سیامی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا اور اب قرآن شریف کا ترجمہ بھی ایک سیامی دوست نے ان کے ساتھ مل کر شروع کر دیا ہے افریقہ کے شمال میں ایک ملک کا نام الجیریا ہے وہاں ہماری جماعت کا ایک نوجوان ہے اللہ تعالےٰ نے ان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کیا کہ قرآن شریف کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں ہونا چاہیئے اور خدا کے فضل سے وہ اس وقت اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔ جو انڈونیشیا میں مسلمانوں کی ابھی حال ہی میں نئی حکومت اللہ تعالےٰ نے قائم کی ہے۔ وہاں ہماری بڑی بھاری جماعت تھی۔ جو جنگ کے دوران میں بکھر گئی اس جماعت نے ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے شائع کیا اور اب انڈونیشین زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو بہت جلد یہ ترجمہ بھی شائع ہوجائیگا۔

خدمتِ قرآن کی چنگاری حضرت مجددِ وقت سے جماعت کو ملی

اب غور کیجئے۔ اس جماعت کے اندر کیا چیز ہے۔ اس جماعت کا اکیلا آدمی بھی جہاں کہیں موجود ہے تو وہ خدمت قرآن اور اشاعت قرآن کریم کے لئے بیتاب نظر آتا ہے۔ آپ نے اتنی مثالیں سنیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں قرآن کی خدمت کرنے اور اس کے ترجمے پھیلانے اور پہنچانے کا اس قدر جذبہ۔ ولولہ اور جوش کہاں سے پیدا ہوا؟۔ ایک دوسری جماعت بھی ہے جو اپنے آپ کو حضرت صاحب کی طرف منسوب کر رہی ہے ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ نسبت کے لحاظ سے ہم شاید ان کے دسواں یا بیسواں حصہ بھی نہ ہوں یہ ولولہ اور یہ جوش ان کے افراد میں بھی نہ دیکھیں گے جو خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اس جماعت کے دلوں کے اندر پیدا کر دیا ہے۔ جہاں کہیں بھی اس جماعت کا کوئی فرد کھڑا ہوجاتا ہے۔ اسکی بس یہی آرزو اور تمنا ہوتی ہے کہ قرآن کریم کو دنیا میں پہنچایا جائے۔ خوب غور کر کے دیکھ لو واقعات پر سرسری اور اوپری نظر سے نہ گزر جاؤ یہ امر واضح ہوجائے گا۔ کہ یہ اتفاقی بات نہیں بلکہ ایک مرکز ہے جہاں سے یہ چنگاری پیدا ہوئی۔ اور وہ مرکز حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دل تھا جس میں قرآن کے ساتھ اس قدر شغف عشق

اور محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ اس زمانہ میں، اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی، اس وقت کوئی دوسرا آدمی نہیں دکھایا جاسکتا۔ جس نے قرآن کریم کی خدمت کے لئے اس قدر مشقت اٹھائی ہو سالہا سال آپ قرآن کریم کا مطالعہ کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا حسن آپ کو آفتاب اور ماہتاب کی طرح نظر آگیا۔

حضرت مجدد وقت کا عشق قرآن

آپ نے قرآن کریم کی مدح میں بڑے بڑے گیت گائے ہیں جس طرح ایک عاشق اپنے معشوق کی تعریف کرتا ہے۔ آپ کا ایک مشہور شعر ہے جس سے آپ کے مخالف بھی اپنی تقریروں میں رنگ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ؎

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نہ آپ سمجھے کہ آپ نے یہ شعر شاعروں کی طرح کہہ دیا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کے حسن کو دیکھا اور اس حسن نے آپ کے دل پر اس قدر اور اتنا زبردست اثر پیدا کیا کہ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کے دلوں میں بھی اس حسن کا اثر پڑ گیا اور اس حسن سے ان کو ایسا سیراب کر دیا اور پھر انہوں نے بھی قرآن کریم کے اسی حسن کے اثر کو ان لوگوں کے دلوں پر ڈالا۔ جو ان کے پاس بیٹھے۔ چنانچہ وہی روح ہے۔ جو اس جماعت میں کام کر رہی ہے اور جس کو حضرت میرزا صاحب نے جماعت میں پیدا کیا

جماعت احمدیہ کی ترقی سے قرآن کریم کی ترقی وابستہ ہے

مجھے بسا اوقات اپنے نادان مسلمان بھائیوں پر افسوس بھی ہوتا ہے اور ان کے لئے دعائیں بھی کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو بصیرت عطا کرے۔ اگر واقعی ان لوگوں کو جماعت کے ساتھ خواہ مخواہ کا بیر حسد یا بغض نہیں۔ تو یہ بات تو نہایت آسانی کے ساتھ ان کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ کہ جس قدر یہ جماعت ترقی کرے گی۔ اسی نسبت کے ساتھ قرآن کریم کے دنیا میں پہنچانے کے مرکز قائم ہوتے چلے جائیں گے اور کفرستان میں یہ مراکز اس منارے کی حیثیت رکھیں گے، جہاں سے اسلامی نور کی شعاعیں اور روشنی کی مشعل ہر دم ضو فشانی کا کام کرتی نظر آئے گی ایسی جماعت کی مخالفت کرنا اپنے ساتھ دشمنی کرنا ہے اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ ہاں اگر وہ دیکھیں کہ ہماری جماعت بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک ناکارہ جماعت ہے تو بیشک مسلمان کا حق ہے کہ وہ ہماری مخالفت کریں۔ مگر یہ لوگ کیوں ایک شخص کو مجدد مان رہے

ہیں یا اس کو ان پیشگوئیوں کا مصداق ٹھہرا رہے ہیں جو آنے والے مسیح اور مہدی کے متعلق ہیں۔ لیکن یہ دیکھنے کے بعد کہ اس جماعت میں جو حضرت میرزا صاحب نے بنائی۔ قرآن کی خدمت کا اور اشاعت کا کس قدر زبردست ولولہ اور جوش پیدا کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس جماعت کا کہیں ایک فرد ہی کھڑا ہو جائے وہ قرآن کریم کی روشنی کے لئے ایک مشعل کا کام دیتا ہے تو پھر ایسی مفید۔ خادم اسلام۔ مخلص ترین مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کرنا کس قدر ظلم عظیم ہے۔

خادمان قرآن کا مرتبہ

ایسے مسلمان بھائی خدا جانے کبھی سوچتے بھی ہیں یا نہیں۔ کہ حضرت میرزا صاحب نے کتنا عظیم الشان کام کیا ہے مثلاً اس ہی ایک کام کو لیجئے کہ آپ نے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کیا ولولہ۔ تڑپ اور جوش پیدا کیا۔ یہ اتنا بڑا کام ہے۔ کہ بعد کی آنے والی نسلیں ان کارکنوں کا شمار اسلام کے عظیم الشان آئمہ میں کریں گے اور تاریخ دنیا میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔

کفر کا فتویٰ نئی چیز نہیں

لیکن یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں کون سا زمانہ گذرا ہے جب بڑے بڑے راستبازوں پر کفر کے فتوے نہ لگے ہوں۔ کیا حضرت عبدالقادر جیلانی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا گیا آج ان کی قبولیت کا یہ عالم ہے کہ بعض جاہل تو ان کی پوجا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح پہلے زمانہ میں ہر راستباز پر کفر کا فتویٰ لگا۔ ایسا ہی وقت یہاں بھی آئے گا اور لوگ حیران ہوں گے اور کہیں گے کہ وہ کیسے احمق لوگ تھے جنہوں نے حضرت میرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

خدمت قرآن کرنیوالا قابل عزت نہیں تو اور کون ہے

اگر وہ شخص مسلمان نہیں جس کے دل میں قرآن کے دنیا میں پہنچانے کی اتنی زبردست تڑپ ہو۔ کہ اسی ولولہ اور تڑپ کو اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا تو پھر کیا مسلمان وہ ہیں جو قرآن کو پس پشت پھینکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کے برے سلوک کی پرواہ نہ کرو۔ صرف اس بات کی پرواہ کرو کہ خدا تعالےٰ کے کلام کی دنیا میں کیسے عزت قائم ہو اور اس نور سے دنیا کو کس طرح روشن کیا جائے۔

قرآن اور سیرت کو مسلمانوں کی زندگیوں میں داخل کرو

میں نے کریم اختر صاحب کے خط کا اور ۲۵ رمضان کو "قرآن ڈے" یعنی نزول قرآن کی یادگار منانے کا ذکر کیا تھا انہوں نے اس جلسہ میں پڑھنے کے لئے مجھ سے بھی ایک پیغام کا مطالبہ کیا تھا ان کی اس استدعا کے جواب میں ایک مختصر اور چھوٹا سا خط لکھ دیا ہے اور بتلایا ہے کہ یہ جلسے کر لینا اور "قرآن ڈے" منا لینا بھی اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک مسلمان اپنی زندگیوں کو قرآن کے احکام کے نیچے نہ لے آئیں۔ بارہ وفات کے موقع پر آج اس برّاعظم کے اندر ہندوستان اور پاکستان میں سیرت کے جلسے ہوتے ہیں۔ اس کی بنیاد ڈالنے والی یہی جماعت ہے جس سے ہمارے پیغمبر علیہ السلام کی سیرت لوگوں کے سامنے آ رہی ہے۔ جو ایک مفید کام ہے۔ مگر ان جلسوں سے قبل ایسی مجالس میں سیرت نبوی کا کوئی ذکر نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح پر کبھی وقت آئے گا کہ ساری دنیا میں قرآن کریم کی یادگار منانے کے لئے بھی جلسے ہوں گے۔ لیکن ان جلسوں میں ہم کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ کس طرح سے ہم قرآن کریم مسلمانوں کی زندگیوں میں داخل کر سکتے ہیں اور کس طرح سے ہم اس کو دنیا میں پہنچا سکتے ہیں۔ یہ جلسے اب تقریروں کے جلسے نہیں ہونے چاہئیں، بلکہ پلان (Plane) کے جلسے ہوں۔ جس میں ان تجاویز پر غور و خوض ہونا چاہیئے کہ کس طرح قرآن شریف مسلمانوں اور غیر مسلموں کو پہنچایا جائے۔ سیرت نبوی کے جلسوں میں یہ بھی غور و فکر ہونا چاہیئے کہ یہ پاکیزہ سیرت ہم دنیا کو کس طرح دکھائیں مسلمان ابھی تک قرآن شریف سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں باوجود اس عشق اور محبت کے جو ہر مسلمان کو قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ پھر بھی اس کا قدم قرآن کی اتباع میں نہیں اٹھتا اور نہ ہی جوش اور ولولہ اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کہ کس طرح اس کو غیر مسلموں تک پہنچایا جائے۔

زمانہ طفولیت میں قرآن کی تعلیم

انسان کی زندگی کے تین بڑے حصے ہیں۔ پہلا مرحلہ طفولیت کا زمانہ ہے۔ جس کی پندرہ سال تک رکھ لیجئے۔ دوسرا مرحلہ پندرہ سال کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جب قوائے عقلی بھی نشو و نما شروع ہوتی ہے اور سوچنے سمجھنے کی قوت زمانے کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس مرحلہ کا دور چالیس یا پچاس سال تک ہے اس کے بعد تیسرا مرحلہ بڑھاپے کا زمانہ ہے اگر ہم ان مرحلوں کی تقسیم اس طرح سے کر لیں کہ اپنے بچوں کو پندرہ سال کی عمر تک جو ایک طرح پر سکول جانے کی عمر ہوتی ہے۔ قرآن شریف کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا دیں۔ تو یہ مشکل کام نہیں۔

جوانی میں قرآن کا مطالعہ

دوسرا زمانہ جوانی کا زمانہ ہے جو غور و فکر کا بھی زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت ہمارے نوجوانوں کی توجہ کالجوں میں تعلیم پانے یا ملازمتوں یا تجارتی شعبوں میں کاروبار یا کوئی اور کام کرنے کے متعلق ہوتی ہے۔ اس دور میں اگر وہ اپنے دنیاوی مشاغل کے ساتھ ساتھ قرآن شریف کا بھی مطالعہ کریں اور اس پر غور و فکر کریں۔ تو یہ ان کے لئے دنیوی زندگیوں میں بھی بہت مفید ثابت ہوگا کیونکہ قرآن کریم کے اندر انسانی زندگی کے تمام مسائل پر بحث ہے اور انسان کے لئے یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور تمام وہ چیزیں اس کی تعلیم میں موجود ہیں۔ جس سے انسان کی زندگی بن سکتی ہے۔ اس کتاب کے اندر تاریخ بھی موجود ہے۔ بڑی زبردست تاریخ اور تمام وہ واقعات جن کا تعلق حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے ساتھ ہے۔ بڑی صحت کے ساتھ مذکور ہیں۔ مسلمانوں کی جنگیں اور صلح غیر مسلموں کے ساتھ۔ اپنوں کے ساتھ تعلقات اور حقوق دوسری قوموں کے ساتھ تعلقات اور مسلمانوں کا طرز عمل کیسا ہونا چاہیئے ان سب باتوں کا ذکر قرآن میں صراحت کیساتھ مذکور ہے۔ تو اس زمانہ میں ہمارے نوجوانوں کی توجہ اس امر کی طرف ہونی چاہیئے کہ ان مسائل زندگی میں قرآن ہمیں کس راہ پر چلانا چاہتا ہے۔ ہر قسم کے معاشرتی، تمدنی، اور سیاسی مسائل پر اور زندگی کے تمام شعبوں پر قرآن کریم نے جو روشنی ڈالی ہے اگر ہم اس روشنی کو اپنی زندگی کے لئے مشعل بنالیں تو بہت سی ٹھوکروں سے بچ جائیں گے۔ قرآن کریم نے زندگی کے تمام شعبوں کی ایسی مضبوط بنیاد ڈالی ہے اس پر جو بھی عمارت قائم ہوگی، وہ نہایت مضبوط اور دیرپا ہوگی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان غلط طریقہ پر عمارت کی بنیاد رکھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ اس کی ساری زندگی ناکامی اور تلخی کی زندگی ہوتی ہے۔ طرح طرح کے دکھ اور ذلتیں، مصائب اور خواری برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے اگر ہم اللہ تعالےٰ کے بتائے ہوئے اصول کو اپنی زندگی کی بنیاد بنائیں گے تو ہماری زندگی ایک کامیاب زندگی ہوگی۔

بڑھاپے میں قرآن کا اثر

اس سے آگے بڑھاپے کا زمانہ ہے اس زمانہ میں احساس بہت بڑھ جاتا ہے۔ جوانی میں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ کوئی عزیز فوت ہو جائے۔ تو اس کا اثر بھی زیادہ نہیں ہوتا۔ مگر اس زمانہ میں صد ہا قسم مشکلات اور تکالیف

کا احساس قلب پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔ پھر زیادہ عمر کے ساتھ انسان کے تعلقات بھی پھیلتے چلے جاتے ہیں اور اس کی مشکلات بھی بڑھتی جاتی ہیں ایسے وقت میں قرآن کریم دل کی تسکین کا سامان بن جاتا ہے۔ چند منٹوں کے لئے خلوص دل کے ساتھ قرآن شریف کا پڑھ لیا جانے کتنی ہی دکھ کی حالت کیوں نہ ہو وہ نہ صرف ہلکی ہو جائیں گی بلکہ قلب کے اندر ایک تسکین پیدا ہو جائے گی۔ تو مشکلات اور مصائب میں بالخصوص پچھلی عمر میں قرآن کریم کا مطالعہ قلب انسانی کے لئے راحت کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔

جہاں آپ ہوں قرآن کا مرکز قائم کریں

آپ لوگوں کے دلوں میں یہ بات رچ جانی چاہیئے کہ جہاں بھی آپ ہوں۔ وہاں قرآن کی تعلیم کا مرکز قائم کر دیں۔ قرآن یقین۔ یقین۔ یقین سے بھرا ہوا ہے۔ اور جو شخص قرآن کو پڑھے گا۔ اس کے دل سے شکوک و شبہات نکل جائیں گے۔ اور اس کا دل بھی یقین سے بھر جائے گا۔ بلکہ پہاڑ کی طرح مضبوط ہو جائے گا جو اس کی تسکین کا موجب بن جائے گا۔

مردوں کو قرآن سناؤ زندوں تک پہنچاؤ

یہی کافی نہیں ہے۔ کہ جب انسان فوت ہونے لگے۔ تو نزع کی حالت میں اسکو سورۃ یٰسین سنا دی جائے۔ بیشک یہ بھی ثواب کا کام ہے اور مرنے والے کے دل میں اور دوسروں کے دل میں ایک تسکین اور اثر پیدا ہو جاتا ہے مگر مسلمان ان رستوں پر تو نہیں چلتے جن پر چل کر انسان اپنی زندگی میں قرآن سے فائدہ اُٹھائے اور جب وہ مر جاتا ہے تو اس کی قبر پر قرآن پڑھنے والے بٹھا دیتے ہیں خدا تعالےٰ تو قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے انک لا تسمع الموتیٰ۔ یعنی مردے کچھ سُن نہیں سکتے مگر یہ مسلمان قرآن کا غلط استعمال کر رہے ہیں کاش کہ قبر پر بٹھانے کی بجائے وہ قرآن سنانے والوں کو زندوں کی طرف بھیجتے یا قرآن کریم کی تعلیم کو زندوں تک پہنچانے کی کوشش کرتے۔

قرآن کو سیکھنے اور دنیا میں پہنچانے کا پلان کرو

روشنی وہی ہے۔ جو قرآن سے لی جائے آپ اس رمضان کے مہینے سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں تو اپنے بچوں کی زندگی اور اپنی زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ قرآن کی بدولت پہلے مسلمان قوم اُٹھی۔ اور اب بھی جب اُٹھے گی تو قرآن کو آگے رکھ کر ہی اُٹھے گی۔ ہم کو ہمارے امام نے اس رستہ پر لگایا ہے۔ یہ بھی پلان ( ) کرو کہ اپنے بچوں کو کس طرح قرآن کریم سکھایا جا سکتا ہے تا وہ تعلیم بھی حاصل کریں اور ساتھ ساتھ ان کی زندگی بھی بنتی چلی جائے اور پھر ان تجاویز پر غور کریں۔ کہ یہ قرآن کس طرح سے دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ جب تک قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم نہ ہوں گے دنیا قرآن کو نہیں سیکھ سکتی۔ جب تک تامل۔ تلگو۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ ہندی۔ گورمکھی اور بنگالی زبانوں میں اس کے ترجمے نہ ہو جائیں تو ہندوستان کی مختلف قوموں کے اندر قرآن کے متعلق رغبت پیدا نہیں کی جا سکتی۔ اس لئے ان لوگوں کے سامنے قرآن کو جلد از جلد پیش کرنے کی کوشش کرو۔ یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ غیر مسلموں کو تحفہ کے طور پر یا کسی اور رنگ میں قرآن کو پہنچا دو اور قرآن کریم کی یادگار منانے کا صحیح طریق تو وہ دن ہوگا جب ہم سب قرآن پر عمل کرنے والے بن جائیں گے۔ سو اگر ہم نے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا ولولہ حضرت مرزا صاحب سے لیا ہے تو ضرورت یہ ہے کہ اب اپنے ہر عمل میں قرآن کی رہنمائی بھی تلاش کریں اور اسکو اس نظر سے پڑھیں اور پڑھائیں۔

درخواستہائے دُعا

۱۔ مولوی محمد حسین صاحب مبلغ جھنگ کے صاحبزادہ احمد حسن صاحب جو ٹی۔بی سے بیمار تھے احباب کی دعاؤں سے صحت مند ہو گئے ہیں البتہ ابھی کمزوری باقی ہے کامل صحت کیلئے احباب ابھی دعائیں جاری رکھیں۔

۲۔ گلزمان صاحب کارکن دفتر اپنی بیماری کے علاج کے لئے ڈاؤ سینی ٹوریم میں داخل ہیں۔ ان کی صحت کیلئے احباب دعا فرمائیں۔

۳۔ شیخ محمد دین جان صاحب ایڈوکیٹ عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے

۴۔ ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ صاحب کیمل پور بیمار ہیں اور بعض مشکلات میں مبتلا ہیں۔ احباب درد دل سے ان کی صحت اور مشکلات کی دوری کے لئے دعا فرمائیں۔

۵۔ پروفیسر عنایت علی خاں صاحب کی اہلیہ محترمہ عرصہ سے بیمار ہیں ان کی صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے۔

ترکی میں اسلامی لٹریچر

ترک حضرت مولنا محمد علی صاحب کی تصانیف کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

بیگم ہز ایکسیلنسی میاں بشیر احمد سفیر ترکی کا مکتوب گرامی

از دفتر جائنٹ سیکرٹری

(نوٹ:۔ پانچ ہزار لائبریریوں میں سٹوں کی تقسیم کے سلسلہ میں بیگم حضرت امیر کی طرف سے بیگم میاں بشیر احمد صاحب سفیر ترکی کو اسلامی لٹریچر کا مکمل سٹ روانہ کیا گیا تھا اس کی وصولی پر جو خط انہوں نے تحریر فرمایا ہے درج ذیل ہے)

"کچھ دن ہوئے مجھے آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے دو چھپے ہوئے فارم بھیجے تھے اور لکھا تھا کہ جب مجھے یہ کتب مل جائیں تو میں انہیں پُر کر کے واپس بھیجدوں مجھے افسوس ہے کہ انقرہ سے استنبول منتقل ہوتے وقت یہ فارم مجھ سے گم ہو گئے۔ تین دن ہوئے مجھے یہ کتابیں مل چکی ہیں مہربانی فرماکر بیگم مولنا محمد علی صاحب کی خدمت میں شکریہ پہنچا دیں۔ میں حضرت مولنا اور ان کی بیگم کی بہت ممنون ہوں اور دل سے اس تحفہ کی قدر کرتی ہوں اگر آپ چھپے ہوئے فارم مجھے دوبارہ بھیجدیں تو میں انہیں اپنے دستخطوں سے دوبارہ پُر کر کے واپس بھیجدوں گی۔ حضرت مولنا کی تصانیف کو ترک لوگ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مجھے اور میاں صاحب کو اس بات سے بڑی خوشی ہے کہ اس ملک میں مولنا محمد علی صاحب کو اسلام کا بہت بڑا عالم سمجھا جاتا ہے۔ مہربانی فرماکر ایک بار پھر بیگم صاحبہ کو میری جانب سے شکریہ ادا کر دیں۔ یہاں مذہبی امور کے لئے ایک شخص کو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ آجکل رمضان میں افطاری کے وقت خوب روشنی ہوتی ہے۔ استنبول کی مسجدیں بڑی خوبصورت ہیں دس بجے شب کو یہ تمام مساجد تراویح کے لئے پُر ہو جاتی ہیں۔

آپ کی مخلصہ۔ گیتی آرا بشیر احمد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کے رسالہ

نماز اور ترقی کی تین راہیں

پر اخبار "جمہور" علی گڈھ (یو۔پی) کا فاضلانہ تبصرہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ ۱۹۴۸ء میں مولوی محمد علی صاحب کی تقریر کو اس رسالہ میں شائع کیا گیا ہے۔ مولوی صاحب نے عام فہم اور مدلل انداز میں نماز کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح سے خیر کثیر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ ساری ترقیوں کا سرچشمہ ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کی اسی سے ترقی ہوتی ہے۔ اس سے عظمت الٰہی کا احساس ہوتا ہے۔ یہ پست خواہشوں کو دبانے اور اعلیٰ خواہشوں کو پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ انفرادی اصلاح کے بغیر اجتماعی ترقی ممکن نہیں۔ نماز سے انفرادی اصلاح بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ یہ انسان میں عبدیت اور بندگی کا برابر احساس پیدا کرتی رہتی ہے۔ یہ غذائے روح ہے اور اسی سے انسان عظمت اور علو کے مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ یہ سب مسلمانوں کے لئے خدا سے مدد طلب کرنا سکھاتی ہے۔ آج بھی مسلمانوں کی بگڑی ہوئی حالت اسی سے بن سکتی ہے کہ وہ نمازی بن جائیں اور اپنے خدا سے ساری اُمت کی فلاح و بہبود کے لئے دعا مانگیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اور اسکے امیر اپنی قابل رشک تبلیغی سرگرمیوں کیلئے تمام مسلمانوں کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔ کاش کہ اہل سنت کی طرف سے اس کا عشر عشیر بھی تبلیغ اسلام کے لئے کیا جاتا۔

اخبار "جمہور" علیگڈھ

(بقیہ خطبہ از صـ۲)

روزوں سے جنت کا دروازہ ہمارے لئے کھل گیا اور اگر یہ نہیں ہوا تو ہمارے بھوک اور پیاس کے برداشت بھی اکارت گئی - اور عید بھی درحقیقت اسی کا نام ہے - یہی انقلاب ہے - جو ہماری زندگیوں میں پیدا ہونا چاہیئے یہ تین سبق درحقیقت تین رستے ہیں جن پر چلنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے لیکن جب انسان ایک دفعہ چل پڑتا ہے - اور عزم کر لیتا ہے - تو پھر آسان ہو جاتا ہے یہی عزم ہمارے اندر رمضان سے پیدا ہونا چاہیئے اگر یہ پیدا ہو گیا تو رمضان نے جنت کے دروازے ہمارے لئے کھول دیئے اگر نہیں ہوا تو رمضان ہمارے لئے نہیں آیا - ہمیشہ اس بات کا خیال رکھو کہ تمہارا ہر پچھلا قدم جو اُٹھے وہ آگے بڑھنے کے لئے ہو -

خلاصہ

پھر دوہراتا ہوں :-

(۱) سب سے اول حرام کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھئے - اس سے قطعی نفرت ہونی چاہیئے - بلیک مارکیٹ چوری سے بھی بدتر فعل ہے اس سے غرباء کے گلے کاٹے جاتے ہیں رمضان سے یہ سبق سیکھئے - کہ مال کو حاصل کرنا ہماری اصل غرض نہیں -

(۲) نماز کی اتنی عادت ڈالیں - کہ نماز ہمارے لئے راحت کا موجب بن جائے حضرت نبی کریم جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت بلال کو اذان کے متعلق کہا کرتے تھے ارحنا یا بلال - یا بلال ہم کو خوشی پہنچاؤ - صحابہ کرام بھی تجارتیں کیا کرتے تھے - زمین کی کھیتی باڑی بھی کیا کرتے تھے - لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا - تو سب کے سب نماز کے لئے دوڑے آتے تھے -

(۳) خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کے لئے ہر وقت طیار رہیں - اگر خدا کے رستہ میں خرچ کرتے جائیں گے تو مال کی محبت دل سے نکلتی جائے گی - ان تینوں سبقوں کو حاصل کرنے کی کوشش کریں - اگر ہم اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں تو یقیناً ہماری زندگیوں میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے گا - اور ہماری زندگیاں بن جائیں گی - اور رمضان میں جنت کے جو دروازے ہم پر کھلے ہیں - کبھی بند نہ ہونگے -

دعا

(اس کے بعد حضرت امیر قوم نے قرآن کریم کی متعدد دعائیں پڑھیں - اور اسلام کی کامیابی - قوت اور غلبے کے لئے دعائیں مانگیں - حاضرین مجلس ہر دعا پر آمین کہتے جاتے تھے الغرض ایک عجیب روح پرور کیفیت تھی جس کا بیان الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا - اس کے بعد مسلمانوں کی بہتری - بھلائی - اتفاق کے لئے ایک لمبی دعا کے ساتھ خطبہ ختم کیا - خطبہ نویس)

اشتہار

مشعر حکم حاضری مدعا علیہ

زیر آرڈر ۹ - قاعدہ ۲۰ - مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم ایس سی ایل - ایل - بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

نمبر مقدمہ ۲۱۸ بابت سنہ ۱۹۵۰ء

شیخ عبداللہ جان ولد شیخ عبدالحی دوکاندار سکنہ سنڈیمن روڈ کوئٹہ - مدعی -

بنام

۱ - زین العابدین لیدر مرچنٹ متصل سٹی تھانہ سکنہ انڈرسن روڈ کوئٹہ (۲) اکبر علی اینڈ برادرز بذریعہ اکبر علی ایکسپرٹ شو فیکٹری متصل سٹی تھانہ انڈرسن روڈ کوئٹہ مدعا علیہم -

دعویٰ بیدخلی دوکان نمبر $\frac{1-4}{2}$ و مبلغ ۳۰۰/- روپیہ بابت کرایہ -

بنام ۱ - زین العابدین لیدر مرچنٹ متصل سٹی تھانہ سکنہ انڈرسن روڈ کوئٹہ - ۲ - اکبر علی اینڈ برادرز بذریعہ اکبر علی ایکسپرٹ شو فیکٹری متصل سٹی تھانہ انڈرسن روڈ کوئٹہ -

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہم مسمیان زین العابدین و اکبر علی مذکوران تعمیل سمن سے دیدہ و دانستہ گریز کرتے ہیں اور روپوش ہیں - اسلئے اشتہار ہذا بنام زین العابدین و اکبر علی مذکوران جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکوران بتاریخ ۲۶ ماہ جولائی سنہ ۱۹۵۰ء کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آئے گی -

آج بتاریخ ۳ ماہ جولائی سنہ ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا

مہر عدالت — دستخط حاکم

لبیک

ماسٹر حبیب الحفیظ صاحب بدوملہی سے تحریر فرماتے ہیں :-

" خاکسار نے انجمن کے بجٹ کی کمی کو پورا کرنے کی طرف مسجد کوٹ دین بدوملہی میں احباب جماعت کو توجہ دلائی جس پر احباب نے لبیک کہا اور مبلغ ۱۰۵/۸ کی رقم جمع ہوئی جو داخل خزانہ کرا دی گئی ہے اس کے علاوہ چوہدری ثناء اللہ خان صاحب نے اپنی دختر کی نکاح خوانی پر مجھے پانچ روپے دیئے وہ بھی میں نے داخل خزانہ کرا دیئے ہیں جزاہم اللہ دوسری جماعتوں کے احباب بھی اس کمی کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں -

---

حضرت موسیٰ علیہ السلام

(بقیہ از صفحہ ۱۱)

ہزاروں بنی اسرائیل جو مصر سے حضرت موسیٰ کے ساتھ آئے تھے وہ بھی فوت ہو گئے البتہ ان کی اولاد وہاں کافی پیدا ہو چکی تھی - اصل بات یہ ہے کہ سالہا سال مصر میں غلامی کی حالت میں رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے بہادری کے جوہر مٹ چکے تھے - اب جو نئی نسل پیدا ہوئی ان میں کچھ بہادری کے آثار موجود تھے - حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک خلیفہ یوشع بن نون کی سرکردگی میں بنی اسرائیل آخرکار فاتح کی حیثیت میں ارض مقدسہ میں داخل ہو گئے - خدا نے ان کو بڑا اقبال دیا وہ دنیا کی بہترین قوم بن گئے اور ان کی سلطنت دُور دُور تک پھیل گئی اور ان کو وہ عروج حاصل ہوا جو اس وقت اور کسی قوم کو حاصل نہ تھا - قرآن مجید میں بار بار ان کا ذکر آتا ہے - ان کے ذکر میں در اصل مسلمانوں کو نصیحت ہے کہ خدا ان کو بھی ایک بہت بڑی قوم بنائے گا لیکن اگر یہ بھی خدا کے رستے سے دُور ہو جائیں گے تو گر جائیں گے - آخر خدا کے وعدے جو

پانچ ہزار لائبریریوں میں اسلامی لٹریچر کی تقسیم

ہفتہ رواں میں دنیا کی جن لائبریریوں میں اسلامی کتب کے سٹ بھیجے گئے ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے :-

وسکونسن (ریاستہائے متحدہ امریکہ)	۱ سٹ
کیلیفورنیا (" " ")	۱ "
واشنگٹن (" " ")	۱ "
انڈیانا (" " ")	۱ "
آسٹریلیا	۳ "
بارباڈوس (برٹش ویسٹ انڈیز)	۲ "
ٹرینیڈاڈ (" " ")	۲ "
جمیکا (" " ")	۲ "
برٹش گائنا (ویسٹ انڈیز)	۱ "
پورٹوریکو (" ")	۱ "
کلکتہ (بھارت)	۱ "
میزان	۱۵ "
میزان سابق	۳۷ "
کل میزان	۵۲ "

بچوں کا صفحہ - انبیاء کی کہانیاں - ازمولانا مرتضیٰ خان صاحب

حضرت موسیٰ علیہ السلام

(۳)

فرعونی سمندر میں غرق ہو گئے اور حضرت موسیٰ اور ان کی قوم صحیح سلامت پار اُتر گئی۔ اس وقت وہ دشتِ سینا میں سے گذر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ کو ستر چیدہ آدمیوں کے ساتھ شریعت کے احکام لینے کے لئے کوہ طور پر چالیس رات تک قیام کا حکم دیا۔ وہ ادھر تشریف لے گئے اور پیچھے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کر گئے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰ سے طُور پر کلام کیا اور شریعت کے احکام نازل فرمائے جن میں قوم کے لئے ہدایت تھی کہ ان کو فلاں کام کرنے چاہئیں اور فلاں باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

اسی ہدایت نامہ کا نام توریت ہے۔ یہ کتاب یہودیوں یعنے حضرت موسیٰ کے ماننے والوں کے لئے ایسی ہی تھی اور ہے جیسی ہم مسلمانوں کے لئے قرآن مجید۔ طُور پر حضرت موسیٰؑ نے خدا سے یہ بھی دعا کی کہ اے خدا مجھے اپنا آپ دکھا دیئے۔ بھلا انسان خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کی کب تاب لا سکتا ہے۔ جواب ملا کہ اے موسیٰ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن تم پہاڑ کی طرف دیکھو میں اپنی تھوڑی سی تجلی اس پر ڈالتا ہوں۔ اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھے بھی دیکھ سکو گے۔ جب خدا نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو خدا کی تسبیح کی۔

طُور پر تو حضرت موسےٰؑ خدا سے احکام شریعت لے رہے تھے ان کے پیچھے ایک بہت بڑا افسوسناک واقعہ ہو گیا۔ اور وہ یہ کہ ان کی قوم میں سے ایک شخص سامری نے جو دراصل منافق تھا سونے چاندی کے زیورات سے ایک بچھڑا بنایا جس میں سے گائے کی آواز آتی تھی۔ لوگ اس کو خدا سمجھ کر اس کی پُوجا کرنے لگ گئے۔ جب حضرت موسےٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک بچھڑے کو خدا سمجھ کر اس کی پُوجا کی جا رہی ہے۔ یہ ان کو کیونکر گوارا ہو سکتا تھا۔ خدا کے نبی اور رسول تو آتے ہی اس غرض کے لئے ہیں کہ لوگوں کو بتوں کی پُوجا سے ہٹا کر ایک خدا کی پرستش سکھائیں۔ حضرت موسیٰ سخت ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو سخت ڈانٹا اور ان سے جواب طلب کیا کہ کیوں انہوں نے ایسی حرکت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو وعدہ آپ ہم سے لے گئے تھے کہ آپ کی واپسی تک ہم اپنے دین پر پختہ رہیں گے اس سے ہم اپنے اختیار سے نہیں ہٹے۔ بلکہ واقعات کچھ ایسے ہوتے گئے کہ جن سے ہم گمراہ ہو گئے۔ سامری نے زیورات کو آگ میں ڈالا۔ ان سے ایک بچھڑا بنا لیا جس سے آواز آتی تھی۔ لوگوں نے غلطی سے خیال کیا کہ یہی خدا ہے اور موسےٰ علیہ السلام بھی بھول کر طور پر گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسےٰ کے ساتھ تو ہوئے تھے مگر ابھی تک ان کی تعلیم و تربیت اچھی طرح نہ ہوئی تھی۔ اور وہ پوری طرح سے حضرت موسیٰؑ کی تعلیم پر کاربند نہیں ہوئے تھے۔ سالہا سال تک مصر میں رہنے کی وجہ سے گوسالہ پرستی ان میں سرایت کی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے ان سے یہ حرکت ہو گئی۔ حضرت ہارون نے ان کو بہتیرا روکا مگر نہ مانے۔ حضرت موسےٰ ایک طرف تو قوم سے ناراض ہوئے۔ دوسری طرف حضرت ہارون کو ڈانٹا اور جوش میں آ کر ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے کہ کیوں تم نے بنی اسرائیل کو ایسے بُرے کام سے نہیں روکا تم نے میری جانشینی کا کام بہت بُری طرح سر انجام دیا ہے۔

ہارون علیہ السلام نے اپنی معذرت پیش کی اور کہا کہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں۔ حضرت موسےٰ نے ان کی معذرت سن کر اپنے اور اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔ پھر آپ نے سامری سے جواب طلب کیا۔ اس سے کچھ معقول جواب نہ بن آیا اور کہا کہ مجھ کو میرے نفس نے یہ بات اچھی کر کے دکھائی۔ حضرت موسےٰ نے سزا کے طور پر سامری کا میل جول دوسرے لوگوں سے بند کر دیا۔ اور پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھ جس کی تو عبادت میں لگا ہوا ہے ہم اسکو جلاتے ہیں اور اس کی راکھ دریا میں بکھیرتے ہیں تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ یہ کچھ چیز نہیں اور خوب یاد رکھو کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے جو رب العالمین ہے۔ وہی ایک پرستش کے لائق ہے اس کے سوا اور کوئی چیز معبود نہیں ہو سکتی۔

حضرت موسےٰ کی ڈانٹ ڈپٹ پر قوم نے اس فعل سے توبہ کی خدا نے انکی توبہ قبول فرمائی اور ان کا گناہ معاف کر دیا۔ حضرت موسےٰ کے ساتھ ہو لینے کی وجہ سے خدا نے بنی اسرائیل قوم پر بڑے بڑے انعامات کئے۔ اس وقت وہ دشتِ سینا میں خیمے لگائے بیٹھے تھے۔ جہاں سخت گرمی پڑتی تھی۔ خیموں کے اندر رہائش ناممکن ہو رہی تھی۔ خدا نے کتنا بڑا فضل کیا کہ ان پر بادل بھیج دیئے۔ جنہوں نے سایہ کر دیا۔ جس سے جنگل کے اندر ان کی رہائش ممکن ہو گئی۔ پھر اُن کے کھانے کے لئے خدا نے من و سلویٰ بھیج دیئے۔ من ایک قسم کا پھل تھا اور سلویٰ بٹیر کی طرح پرندے تھے۔ بنی اسرائیل ان کو کھاتے اور خوب مزے سے زندگی کے دن کاٹتے۔ جنگل بیابان میں ایسی نعمتوں کا مل جانا کس قدر خدا کا فضل تھا۔ پھر بیابان میں پانی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر گذارہ ہی مشکل ہے۔ خدا نے اس کا بھی انتظام کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسےٰؑ کو ایک خاص پہاڑ پر جانے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا کہ اپنا عصا چٹان پر مارو۔ اس طرح سے بارہ چشمے وہاں سے پھوٹ پڑے۔ بنی اسرائیل بارہ قبیلے تھے۔ ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا گھاٹ مخصوص کر لیا۔ وہاں یہ لوگ نہاتے دھوتے اور زندگی کا لطف اُٹھاتے۔ ایک جنگل بیابان میں خدا کی اس قدر نعمتیں یہ اس کے خاص فضل تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے بار بار ان کو اپنی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور ان کو ملزم قرار دیا ہے کہ ہم نے تم کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں اور آج تم ہماری نافرمانی کر رہے ہو۔

حضرت موسےٰؑ کا اصل مقصد تو ان کو ارض مقدسہ میں پہنچانے کا تھا جو اس قوم کے بزرگوں کا اصل وطن تھا۔ اور یہ خدا کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ بھی تھا کہ وہ ان کی اولاد کو ارض مقدسہ کی بادشاہت دے گا۔ یہ ارض مقدسہ کہاں ہے؟ یہ سرزمین شام ہے جس میں بیت المقدس بھی شامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک دمشق، فلسطین اور کچھ علاقہ اُردن کا ارض مقدسہ ہے۔ اسی کو ارض موعودہ بھی کہتے ہیں یعنے وہ سرزمین جس کے ملنے کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ حضرت موسےٰ نے اپنی قوم کو ارض مقدسہ میں ایک فاتح کی حیثیت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ یہ خدا کا وعدہ ہے کہ یہ سرزمین تم کو ملے گی۔ لیکن اس کے لئے کوشش ضروری ہے۔ تم دشمن سے ڈر کر پیٹھ نہ پھیرو۔ قوم نے جواب دیا کہ ہم میں اپنی طاقت کہاں کہ ہم دشمنوں پر چڑھائی کر کے فتح پا سکیں۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں جب تک وہ قوم وہاں ہے ہم اس سرزمین میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پس تم اور تمہارے رب صاحب جائیں اور ان سے جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اس پر حضرت موسےٰ نے خدا کے حضور دُعا کی کہ اے خدا میں اپنے سوائے اور اپنے بھائی کے سوائے اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اب وہ زمین یعنے ارض مقدسہ ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے۔ وہ اسی جنگل میں سرگرداں پھرتے رہیں گے سو تُو ان نافرمان لوگوں پر افسوس نہ کر۔

جیساکہ خدا نے فرمایا تھا بنی اسرائیل چالیس سال تک بیابانوں میں بھٹکے پھرے۔ اسی اثنا میں حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون کا انتقال ہو گیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت موسےٰ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔ سینکڑوں

(باقی برصفحہ [illegible])

رفتارِ عالم

پاکستان

—— ۱۷ر جولائی۔ کراچی۔ آج ریڈیو پاکستان سے تقریر کرتے ہوئے پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ پاکستان عوام کی بہبودی کے لئے بنایا گیا ہے اور اگر پاکستان کے عوام کی حالت بہتر نہ ہو تو میرے خیال میں پاکستان کا قیام بے معنی ہے۔

انہوں نے کوریا کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسے وقت جبکہ ایشیا کو امن کی بہت سخت ضرورت ہے اور ایشیا کا امن خطرے میں ہے، ہر امن پسند قوم کا فرض ہے کہ وہ آگ کے اس شعلے کو بجھانے کی پوری کوشش کرے کہیں ایسا نہ ہو یہ جنگ تمام دنیا کو لپیٹ میں لے لے۔

—— سعودی عرب کی حکومت نے مشرقی و مغربی پاکستان کے ہوائی جہاز سے جانے والے زائرین پر پابندی عائد کر رکھی تھی۔ مغربی پاکستان سے یہ پابندی واپس لے لی گئی ہے۔ مشرقی پاکستان سے بذریعہ ہوائی جہاز جانے والے زائرین پر یہ پابندی ابھی بدستور عائد رہے گی۔

—— لاہور ۲۰ر جولائی۔ حکومت پنجاب نے بعض کم تنخواہ پانے والے سرکاری ملازمین (مثلاً چپڑاسی۔ جمعدار۔ دفتری۔ کانسٹیبل ہیڈ کانسٹیبل او۔ پٹواری) کی تنخواہوں اور الاؤنسوں میں خاصا اضافہ کر دیا ہے۔

—— گورنر پنجاب کے دو مشیر مسٹر نعیم حسن اور خان محمد خاں لغاری جو کراچی گئے ہوئے تھے اپنے قیام کے دوران میں گورنر جنرل پاکستان اور دوسرے مرکزی وزراء کے علاوہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں سے بھی ملے اس خصوصی ملاقات میں پنجاب کی سیاسی صورت حالات بھی زیر بحث آئی اور گفتگو کے دوران میں مسٹر لیاقت علی خان نے دونوں مشیروں کو یقین دلایا کہ وہ پنجاب میں کسی سیاسی دھڑے کے ساتھ نہیں ہیں۔

—— ۱۲ر جولائی ایسوسی ایٹڈ پریس کو مؤثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بحری جہازوں کی خرید کے لئے اگر موجودہ مذاکرات کامیاب ہو گئے، تو پاکستان کے تجارتی بحری بیڑے میں جلد ہی کم از کم چھ سمندری چلنے والے جہازوں کا اضافہ ہوگا۔ جن کا مجموعی وزن پچاس ہزار ٹن کے لگ بھگ ہوگا۔

—— مسلم ممالک سے پاکستان کی تجارت کے اعداد و شمار کراچی سے شائع کئے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۴۹-۴۸ء کی نسبت اب مسلم ممالک سے پاکستان کی تجارت میں اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان نے ۱۹۴۹-۵۰ء میں مسلم ممالک سے جو مال درآمد کیا اس کی مالیت ۳ کروڑ ۵ لاکھ روپے ہے اور پچھلے سال جو مال برآمد کیا اس کی مالیت ۵ کروڑ اسی لاکھ کی ہے۔

کشمیر

—— پاکستان اور ہندوستان کے وزراء اعظم نے نئی دہلی میں سر اوون ڈکسن سے ملاقات کے دوران میں دونوں ملکوں کے سب سے اہم اختلافی مسئلہ کشمیر کو سلجھانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ یہ کانفرنس ۲½ گھنٹے تک نہایت دوستانہ ماحول میں جاری رہی۔ معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے، کہ گفتگو محض ابتدائی تھی۔

—— حکومت آزاد کشمیر کے نگران چوہدری غلام عباس نے اعلان کیا ہے کہ شیخ عبداللہ نے آزاد کشمیر کو غلام بنانے کی جو کوششیں جاری کر رکھی ہیں وہ ناکام رہیں گی اور تمام ہندوستانی مقبوضہ کشمیر کو بھی آزاد کر دیا جائے گا۔ اور آزاد کشمیر کی فوجوں کو ہرگز نہیں توڑا جائے گا۔

چوہدری صاحب نے کشمیر کی غیر مسلم اقلیتوں کو مشورہ دیا کہ وہ بھی آزاد استصواب کے مطالبہ کی تائید کریں کیونکہ پاکستان سے الحاق کی صورت میں اقلیتوں سے فراخدلانہ سلوک کیا جائیگا۔

—— ۲۲ر جولائی جمعرات کے دن سے دہلی میں پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم اور کشمیر میں اقوام متحدہ کے نمائندہ سر اوون ڈکسن کے درمیان سہ گانہ مذاکرات ہو رہے ہیں۔ ان کے بارے میں کاملاً رازداری سے کام لیا جا رہا ہے۔

—— کیمل پور کے ڈپٹی کمشنر۔ اے۔ ڈی۔ ایم اور کشمیر کمیٹی سٹی مسلم لیگ کے کارکنوں نے واہ کیمپ میں کشمیری بھائیوں کے ساتھ عید منائی۔ عید گاہ میں مولانا غلام ربانی صاحب نے نماز عید پڑھائی یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسلمانان ضلع کیمل پور کی طرف سے ۲۴ ہزار مہاجرین مانسر اور واہ کیمپ میں طعام اور چاول تقسیم کئے گئے۔ مہاجرین میں پارچات۔ نقد روپے۔ لڈو۔ فروٹ۔ تولئے۔ صابن عید کارڈ۔ نماز کی کاپیاں بھی تقسیم کی گئیں۔

—— ۲۲ر جولائی۔ حکومت مشرقی بنگال نے عوامی مسلم لیگ کے صدر مسٹر شہید سہروردی کو صوبہ میں ان کے قیام کے دوران میں پبلک جلسوں سے خطاب کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ انہیں ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ صرف ڈھاکہ میں رہیں اور اپنی قانونی مصروفیات کے ختم ہوتے ہی صوبہ سے چلے جائیں۔

—— وزارت مواصلات کے ایک اعلان میں یہ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ مشرقی بنگال کی نئی بندرگاہ میں دسمبر سے جہاز آنے جانے اور لنگر انداز ہونا شروع کر دیں گے۔ یہ بندرگاہ کھلنا کے جنوب میں ہوگی اور ہر سال یہاں سے ۵ لاکھ ٹن مال منگایا اور لایا جا سکے گا۔

—— لاہور ۲۳ر جولائی۔ لاہور میں پنجاب صوبائی مسلم لیگ کی کونسل کا دو روزہ اجلاس پولیس کے زبردست پہرے میں شروع ہو گیا۔ مجوزہ گروپ میں دولتانہ گروپ کی دو اہم ترمیمیں بھاری اکثریت سے منظور ہو گئیں۔

پہلی ترمیم۔ سالاروں کو نامزد کرنے کی بجائے ان کا بھی انتخاب ہونا چاہیئے۔

دوسری ترمیم۔ کونسل کے اراکین کا تناسب مقرر کرنے کی بجائے براہ راست ان کا انتخاب ہونا چاہیئے۔

بیگم تصدق حسین نے تجویز کیا کہ خواتین مسلم لیگ صوبائی مسلم لیگ کا ایک الگ شعبہ ہونا چاہیئے بیگم شاہنواز نے اس کی حمایت کی۔ یہ ترمیم بھی منظور ہو گئی

بلادِ غیر

—— واشنگٹن ۱۹ر جولائی۔ امریکی قومی تحفظ کے ذرائع کے بورڈ کے صدر مسٹر ڈبلیو سٹوارٹ سمنگٹن نے تجارتی نمائندوں سے ایک کانفرنس کے بعد ایک بیان میں کہا کہ انہوں نے تیسری جنگ عظیم کے لئے اسلحہ کی تیاری کے کام میں تیزی پیدا کرنے کے ذرائع پر غور کیا۔

—— پیرس۔ اتحادی قوموں کی طرف سے کوریا میں امداد کی اپیل کے جواب میں حکومت فرانس نے آج فیصلہ کیا ہے کہ فرانسیسی بحری جہاز اتحادی قوموں کے حوالے کر دیئے جائیں۔

—— صدر ٹرومین نے امریکی کانگریس سے مطالبہ کیا ہے کہ کوریا کے ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے دس ارب ڈالر اور جبری بھرتی اور دوسرے تمام وسیع اختیارات ان کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔ یہ اختیار صرف کوریا کی جنگ لڑنے کے لئے نہیں بلکہ دوسرے آزاد ممالک کی فوجی طاقت کو اور مضبوط کرنے کے لئے بھی ضروری ہیں۔

صدر نے وزیر دفاع کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ جتنی ریزرو فوج اور باقاعدہ فوج کی ضرورت ہو فوراً بلا لی جائے۔ صدر ٹرومین نے تجویز کی ہے کہ فوجوں کی بھرتی پر سے تمام ایسی پابندیاں ہٹالی جائیں اور فوج کی تعداد پر کوئی پابندی نہ رہے۔

—— شمالی کوریا کے فوجوں کے کمانڈر انچیف نے ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے جنوبی کوریا کے نمائندوں سے مطالبہ کیا ہے کہ ملک کے اتحاد کے لئے جنگ کو جلد ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنی توپوں کا رخ امریکی حملہ آوروں کی طرف پھیر دیں۔

—— جنرل کم آرمن نے جنوبی کوریا کی فوجوں سے کہا کہ اس وقت تمہاری کوئی حکومت نہیں۔ تمہاری کوئی قومی فوج نہیں تو پھر تم کس کے احکام پر عمل کر رہے ہو۔ تمہارے لئے امریکی فوج کا جنرل ابھی تک

بقیہ بلادِ غیر

احکام جاری کر رہا ہے اور تم اس کے احکام پر عمل کر رہے ہو۔

—— شمالی کوریا کی حکومت کے ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ امریکی بمباروں نے ۱۶ر جولائی کو سی اول پر حملہ کیا جس سے ایک ہزار مکانوں کے علاوہ کئی اسکول ہسپتالوں اور متعدد تہذیبی اداروں کی عمارتوں کو نقصان پہنچا۔

—— ۲۰ر جولائی۔ آج جنرل میکارتھر کے ہیڈ کوارٹر سے اس اطلاع کی تصدیق کی گئی ہے کہ شمالی کوریا کی فوجیں تائیجون سے ۷۰ میل جنوب مغرب میں چانگجو کے شہر پر قابض ہو گئی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ امریکی فوجوں نے تائیجون کو پوری طرح سے خالی کر دیا ہے۔ یہ اعلان بھی کیا گیا ہے کہ بندرگاہ پوسان سے ساٹھ میل مشرق کی طرف کمیونسٹوں نے بندرگاہ یوہانگ پر قبضہ کر لیا ہے۔

—— کابل سے موصولہ اطلاعات سے منکشف ہے کہ دہلی شہر کی توسیع کی خاطر مزید مساجد اور قبروں کو شہید کر دیا جائیگا پھر یہ زمین مکانات تعمیر کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دی جائے گی۔

ہفت روزہ پیغامِ صلح رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۲۹

چٹ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے کہ وہ ایک خاص ایسے طائفہ کے لئے مفید ہوں جو اس کے کاموں میں تدبّر کرنے والے اور سوچنے والے اور اس کی حکمتوں اور مصالح کی تہ تک پہنچنے والے اور عقلمند اور پاکیزہ طبع اور لطیف الفہم اور زیرک اور متقی اور اپنی فطرت سے سعید اور شریف اور نجیب ہوں اور اس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جو سفلہ مزاج اور جلد باز اور سطحی خیالات والے اور حق شناسی سے عاجز اور سوءظن کی طرف جلد جھکنے والے اور فطرتی شقاوت کا اپنے پر داغ رکھتے ہیں وہ نافہموں کے دلوں پر جس ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پردہ ڈال دیتا ہے۔ تب ان کو نور ایک تاریکی دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنی آرزو دل کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو چاہتے ہیں اور سوچنے کا مادہ نہیں رکھتے۔ اور خدا تعالیٰ کی اس فعل سے غرض یہ ہوتی ہے کہ تا خبیث کو طیب کے ساتھ شامل نہ ہونے دے اور اپنے نشانوں پر ایسے پردے ڈال دے جو ناپاک طبع کو پاکوں کے ساتھ شامل ہونے سے روک دے اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اور علم زیادہ کریں اور معرفت زیادہ کریں۔ اور صدق اور ثبات میں ترقی دیں اور ان کی زیرکی اور حقائق شناسی دنیا پر ظاہر کریں اور ان کو اس کسر شان اور بےعزتی سے محفوظ رکھیں جو اس حالت میں متصور ہے کہ جب ایک کج طبع اور سفلہ خیال اور نفس پرست اور نادان ان کی جماعت میں شامل ہو جائے اور ان کے ہم پہلو جگہ لے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جو اس کی جماعت کے آب زلال کے ساتھ کوئی پلید مادہ نہ مل جائے اس لئے وہ ایسی خصوصیت کے ساتھ اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے اور صرف اس رفیع الشان کو رفیع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں اور اپنے ایمان کو اس سے زیادہ کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ قادر تھا کہ کوئی ایسا نشان دکھاتا کہ تمام موٹی عقل کے آدمی اور پست فطرت انسان جو صدہا نفسانی زنجیروں میں مبتلا ہیں۔ بدیہی طور پر اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق اسکو مشاہدہ کر لیتے مگر درحقیقت کبھی ایسا ہوا اور نہ ہوگا۔ اور اگر کبھی ایسا ہوتا۔ اور ہر ایک کج فطرت اپنی خواہشوں کے مطابق نشان دیکھ کر تسلی پا لیتے تو گو خدا تعالیٰ تو ایسا نشان دکھلانے پر قادر اور اس بات پر قدرت رکھتا تھا کہ تمام گردنیں اس نشان کی طرف جھک جائیں اور ہر ایک نوع کی فطرت اسکو دیکھ کر سجدہ کرے مگر اس دنیا میں جو ایمان بالغیب پر اپنی بناء رکھتی ہے اور تمام مدار نجات پانے کا ایمان بالغیب پر ہے وہ نشان حامی ایمان نہیں ہو سکتا بلکہ ربانی وجود کا سارا پردہ کھول کر ایمانی انتظام کو بکلی برباد کر دیتا اور کسی کو اس لائق نہ رکھتا کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لا کر ثواب پانے کا مستحق ہے۔ کیونکہ بدیہیات کا ماننا ثواب کا موجب نہیں ہو سکتا اور جب ایک ایسا کھلا کھلا نشان دیکھ کر تمام نالائق اور پست فطرت اور سفلی خیال کے آدمی اور بدچلن انسان ایک ہو کر کے جماعت میں داخل ہو جاتے تو ان کا داخل ہونا پاک جماعت کے لئے ننگ

اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کرے گا یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری رُوح ہلاک ہونے والی رُوح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں مجھے وہ ہمّت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہ چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی نہیں ضائع کرے گا دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من آں منم کاندر میانِ خاک و خون بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ در پیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے۔ اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عنداللہ ایسی عزت نہیں ہوگی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں۔ کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را ٭ مرشوئے کردہ را نبود زیبِ دختری

اور شرمسار ہو جانا اور نیز خلق اللہ کا یک دفعہ رجوع کرنا اور کئی قسم کے فتنے پیدا کرنا انسانی گورنمنٹوں میں بھی ایک نہلکا مچانا۔ اسلئے خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے ابتداء سے نہیں چاہا کہ نشان نمائی میں عوام کا شور و غوغا ہو۔ اسکی باتیں ٹل نہیں سکتیں اور سب پوری ہوتی ہیں اور ہونگی مگر ایسے طور جو قدیم سے سنت اللہ ہے۔

موجودہ مشکلات کا صحیح حل

محمد یحییٰ بٹ صاحب

طبقاتی جنگ

موجودہ دور میں طبقات کی باہمی کشمکش نے بڑی حد تک سوسائٹی کے امن کو خطرہ کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ اونے طبقہ اعلیٰ طبقہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا اور اندر ہی اندر اسے تباہ کرنے کی تدابیر سوچتا ہے۔ زمیندار اور مزارع مالک اور مزدور کا نزاع بڑا طول پکڑتا جا رہا ہے جس کی بڑھتی ہوتی صورت کو دیکھکر اور اس کے انجام پر غور کرکے ہر ایک مفکر بے تاب ہے۔ جس کسی ملک میں یہ جھگڑا اپنے عروج کو پہنچا وہاں ہی بغاوت کا ایک زبردست مظاہرہ ہوا۔

اس کشمکش کو دُور کرنے اور اس گُتھی کو سلجھانے کے لئے بڑی بڑی تجاویز سوچی جا رہی ہیں۔ ہر مقرر اور ہر مضمون نگار اس بارے میں اپنے خیالات کو پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس تمام تگ و دو سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ آج کس قدر اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسا الجھاؤ جس سے تمام معاشرہ ہی مہلک خطرات میں ڈوبتا نظر آتا ہو اس سے آنکھیں بند کر لینا چنداں مفید نہیں۔

ایک سوال

اس تمام باہمی کشمکش کا سبب کیا ہے؟ امن عالم کو تباہی اور بربادی میں بدلنے اور نسل انسانی کو ہلاکت کے گڑھے میں دھکیلنے کی وجہ کیا ہے؟ یہ ہے وہ سوال جس پر سب سے پہلے غور و فکر کرنا ہے۔ تا اس سبب کو سرے سے ہی دُور کرکے معاشرہ میں امن اور اطمینان پیدا کیا جا سکے۔

آج بڑے سے بڑے لیڈر اور مفکر کی نگاہِ فکر اس معاملہ میں محض مادیت تک ہی محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بگاڑ کے سدھارنے اور کسی اصلاحی صورت کے پیدا ہونے کی بجائے یہ بگاڑ بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس تمام کھچاؤ کی اصل وجہ اخلاقِ فاضلہ کا فقدان ہے۔ باہمی حقوق کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ طاقتور کمزور کے حقوق کو پامال کرنا ایک معمولی چیز سمجھتا ہے نہ صرف یہ بلکہ ایسی راہیں سوچنا جس سے وہ زیادہ سے زیادہ حقوق کو غصب کر سکے عقل کی تیزی خیال کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس بنیادی مرض کی اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ میں امن کا پیدا ہونا نہ صرف محال بلکہ ناممکن امر دکھائی دیتا ہے۔

صحیح حل

پچھلے دنوں مودودی صاحب نے بھی اس طبقاتی نزاع کے حل کو پیش کرتے ہوئے بالآخر اس امر کا اقرار کیا کہ سوسائٹی میں بلند اخلاق کو پیدا کرکے ہی ہم اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ اخلاق فاضلہ کا پیدا ہو جانا انسان کے اندر ایک ایشار کا مادہ پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ یہاں تک قربانی کر جاتا ہے کہ اپنے حقوق سے کم لینے اور زیادہ دینے پر راضی ہو جاتا ہے۔ لیکن آج معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ ہر متنفس حقوق سے بڑھکر لینے اور کم دینے کا خواہاں ہے اور یہی ان تمام موجودہ مصائب کی جڑ ہے۔

تقویٰ اللہ کی ضرورت

بہت سے مفکرین حضرات ایسے ہیں کہ جنکی اصلاحی نگاہ اخلاق فاضلہ کے پیدا کرنے کی اہمیت تک تو پہنچ جاتی ہے لیکن اس کے حصول کا کیا ذریعہ ہے؟ اور سوسائٹی کے ہر فرد کو کیا چھوٹا اور کیا بڑا اس بلند معیار پر کس طرح پہنچایا جا سکتا ہے؟ اس کا کوئی ذریعہ بیان نہیں کیا جاتا حالانکہ بالآخر یہی ایک سوال ہے جو کہ بطور ایک جزو کے ہے جس کا حل کرنا نہایت ضروری ہے جب تک یہ سوال حل نہ کیا جائے گا دوسرے تمام ذرائع کو بیان کرنا بالکل بیہودہ ہے۔

تاریخ کی شہادت

گذشتہ تاریخ سے یہ حقیقت بالکل منکشف نظر آتی ہے کہ جب کبھی بھی اُمتوں میں اخلاقی لحاظ سے گراوٹ پیدا ہوئی یہاں تک کہ ان کے اعمال و افعال مہذب سوسائٹی کے لئے باعث ننگ و عار بن کر رہ گئے۔ تو ان میں کوئی نہ کوئی مرد خدا ایسا پیدا ہوتا رہا جس نے انہیں خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور ایک قادر اور عزیز ہستی کا تصور ان کے ذہنوں میں جانشین کرنے کی کوشش کی انہیں یقین دلایا کہ تمہارا ہر فعل بیکار نہیں بلکہ ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے جو بالآخر قوموں کی بہتری یا تباہی کا موجب ہوتا ہے۔

مزید براں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ اس راہ پر گامزن ہو گئے۔ ان کے اخلاق میں بلندی پیدا ہو گئی۔ سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کا زمانہ بعثت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایک وہ حالت تھی کہ اہل عرب حیوانیت سے ذلیل تر زندگی بسر کر رہے تھے اور کہاں وہ انتہائی عروج کی حالت کہ نہ صرف صحابہ خود ہی اخلاق فاضلہ کے مالک بنے بلکہ انہوں نے اس نور سے دنیا کے ایک بڑے حصہ کو روشن بھی کر دیا۔ اس کی کیا وجہ تھی فرمایا علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی یہ کہ حضور سرور کائنات کے اوپر جو الٰہی افضال نازل ہو رہے تھے اور جو عظیم الشان نشانات کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ ان کی وجہ سے صحابہ کے دل میں خدا کا ایک زندہ تصور پیدا ہو گیا جس کے باعث۔ پس یہ کہنا عین صداقت ہے کہ جب تک خدا کی ہستی پر ایک زندہ ایمان اور رسمی ایمان حقیقی ایمان میں متبدل نہ ہوگا اس وقت تک نہ اخلاق فاضلہ پیدا ہو سکیں گے اور نہ ہی موجودہ مشکلات کی گتھی سلجھ سکے گی

امام زمان کو پہچانو

موجودہ دہریت اور الحاد کے دور میں اسی بنیادی کمزوری کو دیکھکر خالق فطرت نے ایک برگزیدہ ہستی کو کھڑا کیا۔ تا وہ معاشرہ کے کھچاؤ کو خواہ وہ سیاسی ہو یا معاشرتی، ثقافتی ہو یا تمدنی سلجھانے کے لئے ایک تجربہ شدہ حقیقت یعنی خشیت اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔ یہ وہی نہج ہے جس کی طرف ہر زمانہ کے برگزیدہ انبیاء اور اولیاء قدم اُٹھاتے رہے لیکن آج یہ کس قدر بدقسمتی ہے کہ بڑے سے بڑا مفکر بھی گذشتہ تاریخ سے آنکھیں بند کرکے گزر جاتا ہے۔ اور اس سے کوئی صالح نتیجہ اخذ نہیں کرتا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ جن قوموں نے اپنی تہذیب کی دلفریبی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پیغام کو جھٹلایا وہ تباہ کر دی گئیں۔ ان کا مال اور جتھا انہیں تباہی سے نہ بچا سکا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج جبکہ ہم میں ایک مرد خدا پیدا ہوا۔ اور اس نے جو بڑے زوردار الفاظ میں شہروں کے گرنے اور آبادیوں کے ویران ہونے کی خبر دی اور موجودہ تہذیب و تمدن کی ظاہری دلکشی اور دلفریبی کی تہ میں جو برائیاں تھیں ان کو انکشاف کرتے ہوئے بتایا کہ یہ تمام ڈھانچ نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اور نیز اس ہلاکت سے بچنے کے لئے اس نے جو بشارت دی اس کی طرف ہماری نظریں نہیں اُٹھتیں۔ کیا پہلی قوموں کی ہلاکت ہمارے لئے باعث عبرت نہیں جو ہم اس مرد خدا کے پیغام سے آنکھیں بند کر رہے ہیں کیا آج سے پچاس سال پیشتر جو تباہی کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ وہ من و عن پورا نہیں ہو رہا تو پھر کیوں ہمارے دل کانپ نہیں جاتے۔ اور ہم کیوں اپنی عقل کی تجاویز کردہ راہوں کو چھوڑ کر خدائے علیم کی آواز پر لبیک نہیں کہتے۔

یاد رکھئے یہ آلٰہی ندا ہے جس کسی نے اس آواز سے منہ پھیرا اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ آخر غور فرمایئے جب پہلی قومیں اس اعراض سے ہلاک کر دی گئیں۔ تو آج کیا وجہ ہے کہ انہیں راہوں کو اپنانے والی قومیں اس زمانہ میں ہلاک نہ کی جائیں۔ ہلاکت قریب ہے اٹھو اور الٰہی ندا کی قدر کرو اور اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔

مبارک ہے وہ جس نے اس حقیقت کو سمجھا اور پھر دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

ادارہ علوم دینیہ

انجمن نے علوم دینیہ و عربیہ کو اپنی جماعت میں رائج کرنے کے لئے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس میں طلباء کو دینی علوم کی تکمیل کے ساتھ ساتھ مولوی فاضل کے امتحان کے لئے بھی تیاری کرائی جائے گی۔

مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری۔ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت و عبرانی۔ اور مولانا احمد یار صاحب ایم۔ اے۔ طلباء کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ دیگر بزرگان سلسلہ بھی اپنے فیوض سے گاہ بگاہ مستفیض فرماتے رہیں گے۔

بیرونی ممالک سے بعض احباب اس میں شرکت کرنے اور دینی تربیت حاصل کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔

پاکستان و ہندوستان کی مختلف جماعتوں سے بھی جو دوست خدمت دین کا جذبہ رکھتے ہوں اور وہ اس میں شریک ہونا چاہیں۔ اپنی درخواستیں معہ مندرجہ ذیل کوائف میرے نام بھیجدیں۔

(۱) تعلیم (۲) عمر (۳) شادی شدہ یا غیر شادی شدہ (۴) سکونت (۵) خاندانی حالات:

تمام درخواستیں مقامی جماعت کے مبلغین حضرات یا سیکرٹری صاحب کی تصدیق سے آنی چاہئیں۔ مستحق طلباء کے لئے رہائش اور خوراک کا انتظام انجمن کے ذمہ ہوگا۔

ڈاکٹر اللہ بخش

افسر ادارہ علوم دینیہ
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۷ر شوال ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۱

مال و دولت کی مساوی تقسیم کی بحث

قرآن کریم کی ایک آیت سے غلط استدلال

پیغام صلح کی ایک سابقہ اشاعت (۱۲ر جولائی) میں روزنامہ "امروز" کے ایک مقالہ نگار عبدالٰہی صاحب کے ایک غلط ترجمہ پر تبصرہ کیا گیا تھا، جو انہوں نے قرآن کریم کی ایک آیت کا کیا، وہ آیت حسب ذیل ہے:-

واللّٰہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علیٰ ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللّٰہ یجحدون-

مقالہ نگار امروز نے اس کا ترجمہ یوں کیا تھا:-

"اللہ نے تم میں سے بعض کو دوسروں سے زیادہ دیا ہے اور جن کو زیادہ ملا ہے۔ ان کو چاہیئے کہ محتاجوں اور مزدور تمندوں پر لوٹا دیں یہاں تک کہ سب برابر ہو جائیں، جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ اللہ کی نعمت سے غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ان کو اس احسان فراموشی اور کھلے حکم سے سرتابی کی کافی سزا ملے گی"

اس ترجمہ کی غلطی "پیغام صلح" میں واضح کئے جانے کے علاوہ ایک اور صاحب علی احمد عباسی ایم۔ ایس۔ سی علیگ نے بھی "امروز" میں اس پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ فما الذین میں ما نافیہ ہے اس کے معنے "چاہیئے" کے نہیں اور نہ اس کا یہ مفہوم ہے کہ مالدار لوگوں کو چاہیئے کہ اپنی تمام دولت لوگوں میں تقسیم کر کے مالی حیثیت میں ان کے برابر ہو جائیں۔

اسکے جواب میں ہمارے محترم دوست محمد احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد کا ایک مکتوب ۲۲ر جولائی کے "امروز" میں شائع ہوا ہے جو "پیغام صلح" کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ نقل کیا گیا ہے، "امروز" میں اس مکتوب کی اشاعت کے بعد ہمارے مکرم دوست نے ایک خط ہمیں بھی لکھا ہے جو حسب ذیل ہے:-

" محترم مدیر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم

آپ نے اخبار پیغام صلح کی گذشتہ سے پہلی اشاعت میں "شذرات" کے کالم میں "غلط ترجمہ" کے عنوان سے سورۃ نحل کی فضیلت رزق والی آیت کا ذکر کیا ہے۔ میرا ایک خط ۲۲ر جولائی کی امروز میں چھپا تھا میں توقع رکھوں کہ آپ اس خط کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں گے۔

" مزید برآں وہی ترجمہ جو میں نے "امروز" میں کیا ہے۔ اس کی تائید حضرت امیر کی تفسیر سے ہو سکتی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو یہاں لکھا ہے کہ سابقہ مفسرین نے بھی اس قسم کے معنے کئے ہیں۔ یہ تو آپ اب ان سے پوچھیں کہ وہ سابق مفسرین کون تھے۔

"کیا میں توقع رکھوں کہ آپ اس مسئلہ پر خود یا مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی سے لکھوا کر شائع فرما دیں گے۔ پیشتر اس کے کہ میں اپنی اخبار کے متعلق دوسری کسی اخبار میں لکھوں آپ کی خدمت میں تحریر کر رہا ہوں۔ والسلام

اس خط کے جواب میں ہم ذیل کی گذارشات اپنے محترم

ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے محترم دوست نے ما کو نافیہ مانتے ہوئے بھی آیت کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ نہ صرف اس کے سیاق و سباق کے صریح خلاف ہے بلکہ قرآن کریم کے کھلے ہوئے احکام، تمام امت کے ساڑھے تیرہ صد سالہ تعامل اور حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کے طرز عمل کے بھی صریح خلاف ہے، اگر یہ صحیح ہو کہ اس آیت میں دولتمندوں کو اپنی تمام املاک اپنے ماتحتوں یا ملکت یمین میں تقسیم کر کے انہیں اپنے برابر کر لینے کا حکم دیا گیا ہے، تو زکوٰۃ جس پر قرآن کریم میں سب سے بڑھکر زور دیا گیا ہے اور جو ہر سال ایک خاص شرح سے ایک مقررہ نصاب پر دی جاتی ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟ اگر سب لوگ مال و دولت میں ایک برابر ہو جائیں تو کون کس کو زکوٰۃ دے گا، فقرا و مساکین کون ہوں گے جن کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے، یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ مال و املاک کی جس تقسیم کا آیت بالا میں حکم دیا گیا ہے وہی زکوٰۃ ہے، کیونکہ زکوٰۃ میں تمام مال کو اس طرح تقسیم کرنے کا حکم نہیں کہ دوسروں کو اپنے برابر کر لیا جائے، مگر صاحب نصاب کو ایک خاص شرح سے زکوٰۃ دینے کا حکم ہے، جس کے بعد بھی زکوٰۃ دینے والا اور لینے والا برابر نہیں ہو جاتے۔

پھر قرآن کریم ہی میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو جہاد میں شمولیت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں، لیکن ان کے پاس سواری نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کو سواری جائے تاکہ وہ بھی جہاد میں شامل ہو سکیں، لیکن ان کو جواب ملتا ہے لا اجد ما احملکم علیہ۔ میرے پاس سواری کے لئے کوئی چیز نہیں۔ پھر ان کی کیا حالت ہوتی ہے تولوا و اعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون وہ اس غم میں کہ خرچ کرنے کے لئے ان کے پاس مال نہیں، آنسو بہاتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔ غور کیجئے جہاد کا موقعہ ہے، جس کے لئے ایک ایک آدمی کی ضرورت ہے، مسلمانوں کی تعداد کافر افواج سے پہلے ہی کم ہے۔ اس اشد ضرورت کے موقعہ پر ایسے لوگوں کو جن کے پاس سواری نہیں واپس کر دیا جاتا ہے اور وہ روتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں، کیا اس وقت ایسے لوگ تھے جن کو اللہ تعالےٰ نے مال دار فرعطا کر رکھا تھا؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم نہ دے سکتے تھے کہ ان لوگوں کو بھی مال میں سے اتنا حصہ دیا جائے کہ سب کے سب برابر ہو جائیں اور جہاد میں حصہ لے سکیں؟

تمام تاریخ اسلامی کو پڑھ جائیے، کیا ایک بھی واقعہ آپ ایسا دکھا سکتے ہیں جب کسی بڑے سے بڑے خدا رسیدہ انسان نے اپنے مال و املاک اپنے نوکروں اور ماتحتوں میں اس طرح تقسیم کر دیئے ہوں کہ وہ اس کے برابر ہو گئے۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے اور جو بھی مال آتا ہے دوسروں میں تقسیم کر دیتے ہیں تاہم آپ کی اس تقسیم سے سب لوگ مال و املاک کے لحاظ سے برابر نہیں ہو جاتے اور نہ ہی آپ اپنے ساتھیوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ بھی اپنے وافر مال غلاموں اور ملک یمین کو دے کر انہیں اپنے برابر کر لیں حضرت عثمان جیسے صاحب ثروت بھی خدا کی راہ میں بہت کچھ صرف کرنے کے باوجود غلاموں کو اپنے مال اس طرح نہیں دے دیتے کہ وہ ان کے برابر ہو گئے ہوں۔ کیا قرآن کریم کی یہ آیت ان کے مدنظر نہ تھی؟ کیا فما الذین فضلوا برادی رزقھم علیٰ ما ملکت ایمانھم فھم کے الفاظ ان کی نظروں سے نہ گذرتے تھے؟ کیا افبنعمۃ اللّٰہ یجحدون کا وعید انہیں نظر نہ آتا تھا؟ صحابہ کرام اور خلافت راشدہ کا زمانہ تاریخ اسلامی کا وہ زریں زمانہ ہے، جس کی نظیر دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ملتی، باوجود اس کے تفاوت مراتب اور مال و املاک کے لحاظ سے عدم مساوات وہاں بھی موجود ہے، حالانکہ قرآن کریم اس زمانہ میں دن رات پڑھا جاتا تھا اور فما الذین فضلوا الخ کی آیت ان کی بھی نظروں سے گذرتی تھی، مگر تو اور حضرت ابوذر غفاری رض جیسے انسان بھی جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کنز مال کو مستوجب عذاب سمجھتے تھے انہوں نے بھی اس آیت سے وہ استدلال نہ کیا جو آج ہمارے دوست کر رہے ہیں۔

پھر آیت کے سیاق و سباق کو لیجئے آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے جانوروں کے دودھ اور شہد کی مکھیوں کا جو ذکر ہے وہ رزق کی مساوی تقسیم پر دلالت کرتا ہے، میں اس کے جواب میں وہی بات کہوں گا جو آپ نے جناب علی احمد صاحب عباسی کو کہی کہ ؎

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

آیت زیر بحث سے پہلے جو پانی کے آسمان سے اترنے اور اس سے زندگی پیدا ہونے، جانوروں کے پیٹوں سے گوبر اور لہو کے درمیان میں سے خالص دودھ پلانے، پھلوں میں سے اچھا رزق پیدا ہونے کا جو ذکر ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ جو فرمایا ہے کہ شہد کی مکھی کو حکم دیا گیا کہ پھلوں میں کھا اور اپنے رب کے حکم پر چل، جس کا نتیجہ ہے کہ ان کے پیٹوں سے مختلف رنگ کی پینے کی چیز نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، تو یہ سب کچھ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ہے کہ روحانی زندگی پیدا کرنے والی چیز وحی الٰہی ہے جو آسمان سے اترتی ہے اور اس وحی کے بغیر اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنے پاس سے ایسی ہدایت بنا لے یا پہلی ہدایات اور کتابوں کو جمع کر کے ان سے اچھی باتیں نکال لے جو مخلوق الٰہی کی ہدایت کا موجب ہوں۔ تو وہ ایسا نہیں کر سکتا جس طرح کوئی شخص خود گوبر اور لہو میں سے دودھ نہیں نکال سکتا، جب تک گائے کے پیٹ سے ہو کر نہ نکلے۔ نہ کوئی شخص پھلوں اور پھولوں میں سے شہد نچوڑ سکتا ہے جب تک شہد کی مکھی خدا کے بنائے ہوئے طریق سے پھلوں کا رس چوس کر اپنے پیٹ میں سے شہد نہ نکالے۔ اسی طرح وحی الٰہی جو سامان انسان کے لئے مہیا کر سکتی ہے وہ انسان اپنی کوشش سے مہیا نہیں کر سکتا۔

پھر اس اعتراض کے جواب میں کہ وحی الٰہی ہر ایک کی کیوں نہیں ہوتی، تفاوت مراتب

اور فضیلت رزق کو بطور مثال بیان کیا ہے اور اس کے ضمن میں شرک کی بھی تردید کی ہے کہ جس طرح وہ لوگ جن کو رزق میں فضیلت دی گئی اپنی روزی ملک یمین کو اس طرح تقسیم نہیں کر دیتے کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں۔ خدا تعالیٰ وحی کے معاملہ میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دیتا ہے اور اپنی صفات اپنی مخلوق کو جو اس کی ملک یمین ہے اس طرح نہیں دے دیتا کہ وہ اس کے برابر ہو جائے، یہ تفاوت مراتب اور توحید الٰہی ایک نعمت ہے جس کا وہ لوگ انکار کرتے ہیں جو اس قسم کی مساوات کے حامی ہیں اور جس کا دعوےٰ موجودہ اشتراکیت کرتی ہے۔

اسی تفاوت مراتب اور عدم مساوات فی الرزق کو آگے چل کر اس آیت میں بیان فرمایا ہے

ضرب اللہ مثلاً عبداً مملوکاً لا یقدر علیٰ شیء ومن رزقنٰہ منا رزقاً حسناً فھو ینفق منہ سراً وجھراً ھل یستوٗن الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون۔

اللہ تعالیٰ ایک غلام کی مثال بیان کرتا ہے جو دوسرے کے (اختیار میں ہے) کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنے ہاں سے اچھا رزق دیا ہے سو وہ اسے چھپا کر اور ظاہر خرچ کرتا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں سب تعریف اللہ کیلئے ہے بلکہ اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔

پھر فرمایا:-

وضرب اللہ مثلاً رجلین احدھما ابکم لا یقدر علیٰ شیء وھو کل علیٰ مولٰہ اینما یوجھہ لا یأت بخیر ھل یستوی ھو ومن یأمر بالعدل وھو علیٰ صراط مستقیم۔

اور اللہ دو آدمیوں کی مثال بیان کرتا ہے ایک ان میں سے گونگا ہے کسی چیز کی طاقت نہیں رکھتا اور اپنے مالک پر بوجھ ہے جدھر اسے بھیجتا ہے کوئی اچھا کام کر کے نہیں آتا، کیا وہ اور ایسا شخص برابر ہیں جو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ سیدھے رستہ پر ہے؟

کیا ان کھلی آیات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا صحیح ہے کہ **فما الذین فضلوا** الخ میں صاحب مال کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اموال غلاموں میں اس طرح تقسیم کر دیں کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں، بالخصوص پہلی آیت میں تو **عبداً مملوکاً** کو **من رزقنٰہ منا رزقاً حسناً** کے مقابلہ میں لا کر اور مؤخر الذکر کے **سراً وجھراً** خرچ کرنے کا ذکر کر کے صفائی کے ساتھ بتا دیا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے پھر یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ آیت زیر بحث میں **فھم فیہ سواء** کے یہ معنے ہیں کہ ملک یمین کو مال اس طرح تقسیم کیا جائے کہ وہ مالک کے برابر ہو جائے؟

آپ نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی تفسیر کی طرف توجہ دلائی ہے وہ بھی سن لیجئے

"ماملکت ایمانھم سیاق سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے ماتحت ہیں یا جن سے دوسرے کام لے کر بہت دولت کے مالک بن جاتے ہیں۔ شاید اسی مناسبت سے رادی (رادین یعنی لوٹانے والے) کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس رکوع میں چند ایک تمثیلات بیان فرمائی ہیں جن میں یہ توجہ دلائی ہے کہ جس طرح نبی صلعم کو دوسرے عام انسانوں پر اللہ تعالیٰ نے ہی فضیلت دی ہے اس سب سے پہلی مثال میں یہ سمجھایا ہے کہ ظاہری سامان معیشت میں بھی جو سب کے لئے یکساں کھلے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہی بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ایک کام لینے والے ہیں ایک کام دینے والے۔ اسی طرح یہ روحانیت میں الگ استعداد میں ہیں جس کی طرف آیت کے آخر میں نعمۃ اللہ کا لفظ لا کر توجہ دلائی ہے خصوصیت سے نعمۃ اللہ کا اطلاق وحی الٰہی پر ہی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ فی الحقیقت سب سے بڑی نعمت الٰہی انسانوں پر ہے۔ اور بعض مفسرین نے بھی اس سے یہی مراد لی ہے اور فما الذین فضلوا جملہ معترضہ کے طور پر ہے جس کے معنی بعض نے یوں بھی لئے ہیں کہ اپنے مملوکوں کو تمہیں اپنے برابر رکھنا چاہیئے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انہیں وہ کھانا دو جو خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ نظام عالم اس طرح کی مساوات پر چل نہیں سکتا کہ سب میں مال و دولت برابر تقسیم ہو اس لئے فرق مراتب رکھا ہے اور استعداد روحانیت میں اس فرق کا ذکر بیان اس لئے کیا کہ پچھلے رکوع میں شہد کی مکھی کی طرف وحی کا ذکر کر کے سمجھایا تھا کہ وحی الٰہی جو سامان انسان کے لئے مہیا کر سکتی ہے وہ انسان اپنی کوشش سے نہیں کر سکتا تو اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ پھر ہر شخص کو خود وحی کیوں نہیں ہو جاتی اور کفار کا یہ اعتراض قرآن شریف میں منقول بھی ہے **حتیٰ نؤتیٰ مثل ما اوتی رسل اللہ** (الانعام - ۱۲۵) مفسرین نے اس مثال کو شرک پر لگایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو بتوں کی طرف منسوب کرتے ہو"

(بیان القرآن صفحہ [illegible])

معلوم نہیں اس تفسیر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے آیت زیر بحث کا یہ مفہوم کہاں بیان کیا ہے کہ مال و دولت ملک یمین میں اس طرح تقسیم کیا جائے کہ وہ مالک کے برابر ہو جائیں۔ ہمارے دوست کا اشارہ شاید ان الفاظ کی طرف ہو کہ

"فما الذین فضلوا جملہ معترضہ کے طور پر ہے جس کے معنے یوں بھی لئے ہیں کہ اپنے مملوکوں کو تمہیں اپنے برابر رکھنا چاہیئے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انہیں وہ کھانا دو جو خود کھاتے ہو اور وہ لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو"

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ملازموں کو اپنے جیسا کھانا کھلانے اور اپنے جیسا کپڑا پہنانے سے وہ اپنے مالک کی جائداد اور اموال میں برابر کے حصہ دار ہو جاتے ہیں؟ کیا حدیث میں اپنے جیسا کھلانے اور پہنانے کا حکم دینے کا یہی منشا ہے کہ اپنے مملوکوں کو مال و جائداد اس طرح تقسیم کر دیئے جائیں کہ وہ مالک کے برابر ہو جائیں۔ تو حضرت امیر ایدہ اللہ نے اگلے ہی فقرہ میں اس بات کو یہ کہکر صاف کر دیا کہ:-

" نظام عالم اس طرح کی مساوات پر چل نہیں سکتا کہ سب میں مال و دولت برابر تقسیم ہو اس لئے فرق مراتب رکھا ہے"

ان الفاظ کے باوجود یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ یا پہلے مفسرین نے بھی آیت زیر بحث کی وہی تفسیر کی ہے، جو ہمارے محترم دوست نے بیان کی ہے، کیا [illegible] نے مال و دولت کی مساوی تقسیم کی حمایت کی ہے، یہ تو ایسی بات ہے جس پر کسی نے آج تک عمل نہیں کیا خود سلسلہ احمدیہ میں بھی حضرت مسیح موعودؑ سے لیکر حضرت امیر ایدہ اللہ تک کسی نے آج تک ایسی خلاف فطرت مثال قائم نہیں کی ہمارے محترم دوست نے اگر کوئی ایسی عملی مثال قائم کی ہو تو ہمیں علم نہیں لیکن کم از کم آیت زیر بحث کا یہ مفہوم و منشا نہیں۔ اس سے بڑھ کر ہم یہ کہیں گے کہ موجودہ اشتراکیت کے [illegible] (روس) میں بھی جہاں سے مال و املاک کی مساوی تقسیم کا خیال لایا گیا ہے اب تک طبقاتی تفاوت موجود ہے اور شاید دوسرے ملکوں سے بڑھکر وہاں ایسی سرمایہ داری رائج کر دی ہے جیسے بھوکے ننگوں کو اپنے اموال کا ایک حبہ بھی دینا گوارا نہیں۔ اس لئے یہ کہنا چاہئیں کہ نہ مذہبی رنگ میں اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے اور نہ دنیوی رنگ میں ان لوگوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا جو مذہب اور خدا کو جواب دے کر اور زور حکومت سے لوگوں کا خون بہا کر مالی مساوات قائم کرنے کے مدعی ہیں پھر ایسے خیال کو کیا کیا جائے جو اگرچہ کتنا ہی خوشگوار کیوں نہ ہو لیکن اس کی کوئی عملی مثال ملنی مشکل ہے۔

امید ہے یہ چند الفاظ ہمارے محترم دوست کی غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔ لیکن اگر اس ضمن میں کوئی اور قابل وضاحت بات ہو تو ہم اسکو سننے اور اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

مصلح کون؟

عربی جریدہ "الادیب" نے اپنے اداریہ میں "اصلاح اور مصلح کون" کے زیر عنوان ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اصلاح امت کا کام اسی کو سزاوار ہے جو خود اوامر و نواہی کا پابند ہو۔ اور وہ شخص جو دوسروں کو تو کسی عمل کے بجا لانے یا ترک کرنے کی تلقین کرتا ہے اور خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا وہ شخص مجرم ہے۔ وہ دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا۔

یہ تلخ اسلامی صداقت ہے جس کی ہم تہ دل سے تائید کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں جسے حضرت نبی کریم صلعم نے دجال کے ظہور کا زمانہ قرار دیا ہے۔ اور جس میں کہ شیطانی فتنے اپنے کمالات پر پہنچ گئے ہیں۔ اور نہ صرف عام مسلمانوں کی عملی حالت بگڑ چکی ہے بلکہ علماء بھی حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق (الا ما شاء اللہ)

شر من تحت ادیم السماء

ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ کون شخص ہے جس کی اپنی عملی حالت ایسی ہو کہ اصلاح امت کا کام سے سزاوار ہو۔

یقیناً ایسے مشکل وقت میں ایک ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی جس نے اپنے نفس کی کامل طور پر اصلاح کر لی ہو۔ اور جو خدائے قدوس کے ہاتھ سے پاک ہو چکا ہو۔ آج ہی نہیں ہر ایسے زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی حالت رو بہ تنزل ہوتی کوئی نہ کوئی عظیم الشان انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام مجددیت پر فائز ہو کر اصلاح امت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ آج بھی خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو اسی عظیم الشان کام کے لئے کھڑا کیا۔ اس نے فتنہ دجالیت کا بڑی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور ایک جماعت اصلاح امت کے لئے کھڑی کر دی۔

امت محمدیہ کی اصلاح آج اسی کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے وابستہ ہے۔ پس آئیے اور اس کے ساتھ ہو کر کامیابی کا راستہ اختیار کیجئے۔

(م ش)

انگلستان کے جلسۂ خواتین میں خان بہادر غلام ربّانی خاں کا لیکچر

"مسلمان عورت کی پوزیشن بہت بلند ہے اور اسکی گھریلو زندگی قابل رشک ہے"

(صدر کانفرنس کا ریمارک)

(خان بہادر غلام ربّانی خان کا مکتوب)

بروز جمعہ ۳۰ رجون کو بمقام آئیلزبری AYLAS BURY نیشنل کونسل آف ویمن برطانیہ The national Council of Women of Great Britain کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس جماعت کی طرف سے مجھے دعوت نامہ موصول ہوا تھا۔ کہ پاکستان بچوں اور نسوان پر لیکچر دیا جاوے۔ میں نے مجلس سے پہلے طے کر لیا تھا۔ کہ اسلامی نقطہ نگاہ اس مضمون میں بیان کیا جاوے گا۔ اجلاس دن کے ایک بجے شروع ہوا۔ اور ایک گھنٹہ تقریر ہوئی میں نے پاکستان کے وجود میں آنے پر مختصر سی تمہیدی تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ مغربی اور مشرقی پاکستان جغرافیائی یا نسلی اور ملکی لحاظ سے ایک دوسرے سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر ہونے کے باوجود دونوں کا ایک سلطنت میں یکجا ہو جانا مغربی لوگوں کے لئے باعث تحیّر ہو لیکن انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سلطنت کی بنیادیں مذہب اسلام پر رکھی گئی ہیں، اور مشرقی اور مغربی حصوں کو یکجا کرنے والا اسلام ہے۔ تہذیب و تمدن اور اقتصادی لحاظ سے بھی دونوں ممالک ایک دوسرے کے ممد و معاون ہیں۔ مشرقی پاکستان کی پٹسن اور مغربی پاکستان کی روئی سلطنت کے مالی استحکام میں بے انتہاد مفید ثابت ہوئی ہیں۔ آبادی ساڑھے سات کروڑ اور رقبہ اٹلی۔ فرانس۔ بیلجیم۔ ہالینڈ کے برابر ہے یہ دنیا کی پانچویں سلطنت ہے۔ اس ضمن میں کچھ اصول اسلام بھی بیان کر دیئے۔ اس کے بعد عورتوں کی روحانی۔ اخلاقی۔ معاشرتی۔ مالی تعلیمی حالت پر سیر کن بحث کی۔ یہ محض اسلام کا احسان ہے۔ کہ عورت کے مقام کو مرد کے برابر بنا دیا۔ انجیل کے عاید کردہ الزام کو کہ بی بی حوّا تمام گناہ کی ذمہ دار تھی جس کی وجہ سے آدم کو جنت سے نکلنا پڑا۔ قرآن پاک نے بدیں الفاظ دُور کر دیا فازلہما الشیطان کہ ہر دو میاں بیوی شیطان کے بہکاوے میں آ گئے صرف بیچاری حوّا جنت سے بدر جانے کی ذمہ دار نہ تھی۔ اور سینٹ پال کے بڑے قول کے مقابلہ میں کہ عورت شیطان کا آلۂ کار اور بدیوں کا منبع ہے۔ اسلام نے عورت کے مقام کو اس قدر بلند کیا۔ کہ قرآن پاک میں ایک سورۃ "النساء" یعنی THE WOMAN کے نام سے نازل ہوئی اور اس سورت میں اور دیگر سورتوں میں عورت اور مرد کو جسمانی اور روحانی لحاظ سے برابر کا رتبہ دیا ہے۔ دونوں کے لئے قانون عبادت ایک ہے بلکہ عورت کو بعض معاملات میں نماز اور روزہ کی رخصت بھی دی گئی۔ ماں کی حیثیت میں جنت کو اس کے قدموں کے نیچے قرار دیا۔ اور بیوی کی حالت میں مرد کو حکم دیا کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے بہتر سلوک کرے۔ اور لڑکی کی حالت میں حکم ہوا کہ جو شخص ایک لڑکی کی صحیح طور پر پرورش کرے گا وہ جنّت کا وارث ہوگا۔ قرآن پاک میں اولاد کے عطیہ کے ذکر میں لڑکی کو پہلے رکھا۔ اور دختر کشی کو بہت بڑا گناہ قرار دیا۔ اسلام میں عورت کی مرضی کے خلاف شادی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسلامی شادی معاہدہ ہے جس میں ایجاب و قبول ضروری ہے۔ اگرچہ والدین اور خیر خواہ مشیر کار ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک خانگی زندگی میں اہل کنبہ بلا ضرورت جدائی اختیار نہیں کرتے۔ یکجا اتفاق سے اور محبت سے رہنے کی کوشش کرتے ہیں اگرچہ مغربی ممالک کی طرح مہینوں اور سالوں کی Courtship ہو کر شادی خانہ بربادی نہیں ہوتی لیکن بلحاظ نتیجہ ہمارے ملک میں ۹۹ فیصدی شادیاں نہایت کامیاب اور فائز المرام ہوتی ہیں اور عدالت میں طلاق کے لئے شاذ و نادر ہی دروازہ کھٹکھٹانے کی زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ جیسا کہ اس ملک کی ہا ئی کورٹ کے بعد شادیوں کے فوراً بعد دیکھنے میں آتا ہے اگرچہ اسلامی طلاق ایک گھریلو اور خاندانی مسئلہ ہوتا ہے۔ اور ہر لحاظ سے آسان ہے لیکن ایک فی صدی بھی ایسے مواقعات پیدا نہیں ہوتے۔ اور نہ فریقین کو گندے الزامات لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مالی لحاظ سے عورت کو شادی کے وقت جہیز کی شکل میں جائداد ملتی ہے۔ اور پھر والدین۔ بھائی۔ خاوند۔ بیٹے سے وراثت کی حقدار ہوتی ہے۔ تمام اپنا ہی رکھتی ہے۔ مستر نہیں کہلاتی۔ ہر قسم کے کاروبار میں خاوند کی ممد اور معاون ہوتی ہے۔ گھر کی ملکہ ہوتی ہے۔ تمام آمدن اور مصارف اس کے قبضہ میں ہوتے ہیں۔ شادی ایک فریضہ ہے جو والدین خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں کوئی لڑکی بفرض محال غیر شادی شدہ رہ جاتے تو اس کو خانہ بدر کر کے روزی کمانے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔ بلکہ والدین کے گھر میں باعزت پوزیشن میں رہتی ہے۔

تعلیمی لحاظ سے ہر ایک مسلمان لڑکی قرآن شریف پڑھتی ہے اور مذہبی مسائل سے واقف ہوتی ہے۔ پرائمری سکول میں تعلیم یکجا ہو سکتی ہے۔ مڈل اور ہائی سکول اور کالج کی تعلیم علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ ہر ایک علم و فن حاصل کرنے کے راستہ میں حکومت ہر قسم کی امداد دیتی ہے۔

سیاسی بیداری موجود ہے۔ حق ووٹ مرد کے برابر حاصل ہے۔ البتہ پولنگ اسٹیشن جُدا ہوتے ہیں۔ عام انتخاب میں حصہ لینے کے علاوہ ان کی علیحدہ نشستیں بھی ہیں۔ چنانچہ صوبائی اسمبلیوں۔ پاکستان پارلیمنٹ میں بھی عورتوں کے لئے نشستیں مقرر ہیں۔ اس وقت پاکستان پارلیمنٹ میں بیگم اکرام اللہ صاحبہ و بیگم شاہنواز صاحبہ جیسی قابل سیاستدان اور مدبرہ موجود ہیں۔

اس تقریر کا گہرا اثر حاضرین پر ہوا اور صدر نے کہا کہ وہ اسلام کے بلند اصولوں کو سُن کر اس قدر مرعوب ہوئی ہیں کہ ان کی تمنا ہے کہ کاش یہ بلند پایہ مذہب مغرب میں جاری ہو جاوے۔ مسلمان عورت کی پوزیشن بہت بلند ہے۔ اور اس کی گھریلو زندگی قابل رشک ہے۔

سوالات کے وقت میں ایک لڑکی نے تعدد ازدواج پر سوال کیا۔ میں نے مذاقیہ کہا۔ کہ ہمارے وطن میں ایک مرد کے حصہ میں صرف ایک عورت ہی آ سکتی ہے۔ یہ مسئلہ اسلام نے آپ کے ملک کے لئے رکھا ہے جہاں ایک مرد کے لئے چار عورتیں ہیں۔ اور اخلاقی زندگی بقدر تعدد ازدواج کے خراب اور بدتر ہو رہی ہے اس پر سب حاضرات متوجہ ہوئیں۔

پھر میں نے واضح کیا کہ اسلام سے پہلے تمام مذاہب میں تعدد ازدواج کا قاعدہ اس طرح پر تھا۔ کہ ایک مرد سینکڑوں بیویاں رکھ سکتا تھا چنانچہ مذہبی پیشوا عیسائی اور یہودی لاتعداد بیویاں رکھتے تھے۔ اسلام نے قاعدہ کلیہ ایک مرد اور ایک عورت کا وضع کر دیا۔ اور چونکہ یہ قانون نوع انسان کے تمام حالات پر مکمل طور پر حاوی نہیں ہو سکتا اس لئے بعض حالات میں ایک سے زائد بیویاں ہو سکتی ہیں بشرطیکہ خاوند انصاف کر سکے اور زیادہ سے زیادہ چار کی حد بندی لگا دی۔ یہ حکم تعدّد ازدواج اس وقت صادر ہوا جب جنگ اُحد کے بعد بیوائیں اور یتیم رہ گئے تھے۔ اس لئے ان کی ہمدردی کے لئے مرد پر ذمہ واری ڈالی گئی تا کہ اخلاق قوم بھی قائم رہیں اور کما حقہ ہمدردی کا حق بھی ادا ہو سکے۔ آج جرمنی اسی اصول پر کاربند ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ اس جگہ تعداد ایک اور چار جوان مرد اور لڑکیوں کی ہے۔ اس مسئلہ پر سیر کن بحث سُن کر سب حاضرات اصول اسلامی کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ جلسہ برخواست ہوا۔ اور ایک دوسری کانفرنس میں اسی مضمون پر تقریر کے لئے کہا گیا ہے۔ دی نیشنل کانفرنس آف ویمن آف گریٹ برٹن پچاس سالہ پرانی جماعت ہے۔ جس کی ۱۵۰ شاخیں تمام بڑے بڑے شہروں میں موجود ہیں۔

مسٹر حامد فاروق نے نماز جمعہ پڑھائی

چونکہ میں نماز جمعہ کے وقت R-A-F ہال Hall میں نہ جا سکتا تھا جہاں تقریباً ایک صد نمازی جمع ہوتے ہیں۔ اس لئے خوشی کا مقام ہے کہ عزیز حامد فاروق صاحب BSc خلف الرشید حضرت امیر ایدہ اللہ نے وہاں نماز جمعہ کی امامت اور خطابت کا حق ادا کیا۔ خطبہ نہایت ہی معقول اور موثر تھا۔ الحمد للہ کہ ہمارے عزیز بھی مذہبی امورات کے سر انجام دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

آپ کا۔ غلام ربانی

ایک آیت

روزنامہ "امروز" کے نام ایک مکتوب

مدیر محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
آپ کے مؤقر جریدہ میں علی احمد عباسی صاحب ایم۔ایس۔سی۔ علیگ کا ایک مضمون بعنوان
"حضرت ابوذر غفاری کا صحیح مذہب"
اقساط وار شائع ہوا ہے۔ اس وقت میرے پیش نظر ۱۳ جولائی کا امروز ہے۔ جس میں اس مضمون کی قسط سوم چھپی ہے۔ صاحب مضمون نے اس قسط میں "تحریف وغیرہ" کے ضمنی عنوان کے تحت سورۃ نحل کی مشہور آیت کے ترجمہ پر بحث کی ہے۔ اسی آیت کے متعلق میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسا کرنے سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ آیت شریفہ کو مع ترجمہ کے لکھدوں:۔

واللّٰہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برآدی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء افبنعمۃ اللّٰہ یجحدون
النحل

"اور اللہ نے روزی میں تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ تو جن کو رزق میں فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی روزی لوٹا کر اپنے ملک یمین کو نہیں دے دیتے تاکہ اس میں برابر ہو جائیں تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔"

عباسی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اس میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ مال دار لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام دولت لوگوں میں تقسیم کر کے مالی حیثیت میں ان کے برابر ہو جائیں"۔ اس مفہوم کی تائید میں انہوں نے حضرت شیخ الہند کے ترجمہ کو نقل کر دیا ہے۔ لیکن اس ترجمہ کی مزید تشریح کرنا مفید مطلب نہ پا کر اس سے احتراز کیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ فما الذین میں ما نافیہ ہے اور نافیہ ہی ہو سکتا ہے یعنی وہ لوگ جنہیں رزق کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے۔ وہ ایسے نہیں کہ......" ہمیں بھی تسلیم ہے کہ فما الذین میں ما نافیہ تو ہے لیکن عباسی صاحب جو نتیجہ اخذ کرنا چاہتے ہیں آیت موصوفہ کے الفاظ تو کم از کم اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ عباسی صاحب کو یہ بھی تسلیم ہے کہ روزی میں فضیلت ہی نعمت ہے۔ اس کے باوجود عباسی صاحب نے باوجود دوسروں کو فہم القرآن کی تلقین کرنے کے خود آیت پر غور کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت کے صحیح مفہوم تک پہنچنے کی آخری کلید اس کا آخری ٹکڑا ہے۔ کہ "تو کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں"۔ عباسی صاحب نے اس کفران نعمت پر روشنی ڈالنے کی تکلیف ہی گوارا نہیں کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کفران نعمت کیسے ہوا۔ تو اس کا جواب خود آیت کے اندر موجود ہے کہ وہ لوگ اپنے رزق کو اپنے ملک یمین کی طرف نہیں لوٹاتے تاکہ وہ اس میں برابر ہو جائیں اور ایسا نہ کرنے ہی سے وہ عملاً خدا کی نعمت کا انکار کرتے ہیں اور اس طرح سے اس فضیلت کو جو ان کے لئے بمنزلہ نعمت خداوندی ہے جھٹلاتے ہیں۔

باقی رہا عباسی صاحب کا یہ فرمانا۔ کہ آیت زیر بحث احکام کی آیت سے ہی نہیں تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ

سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں جاست

آیت زیر بحث سے پہلے چند آیات میں خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ خدا نے آسمان سے پانی اتارا۔ اس سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا۔ اس نے جانور پیدا کئے۔ جن کا دودھ تم پیتے ہو۔ پھل پیدا کئے۔ جن سے تم رزق اور پاکیزہ خوراک حاصل کرتے ہو۔ اس میں بھی عقل والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔ پھر شہد کی مکھی کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا ان فی ذالک لاٰیۃ لقوم یتفکرون کہ شہد کی مکھیوں کے نظام رزق پر غور و تدبر کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں۔ پھر آیت زیر بحث آتی ہے۔ تو اس سیاق و سباق سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی تنظیم رزق کے معاملے میں ہمارے لئے بطور ہدایت نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جو شہد کی مکھی کا ذکر ہو۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہمیں اپنے تقسیم رزق کے نظام کو شہد کی مکھی کے نظام پر ڈھالنا چاہیئے۔ یعنی جس طرح شہد کے چھتے میں جو مکھیاں رزق جمع کرتی ہیں اور جو جمع نہیں کرتیں۔ بلکہ دوسرے فرائض بھی انجام دیتی ہیں وہ سب کی سب رزق کی تقسیم میں برابر کی شریک ہوتی ہیں۔ اس بات کا تو عباسی صاحب کو بھی اقرار ہے کہ سورہ نحل میں خداوند کریم مثبت اور تعمیری زندگی بسر کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ اور اس کی تائید میں انہوں نے ان آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ جو اسلامی سوسائٹی کے سیاسی اور سماجی قوانین سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگر وہ تھوڑا سا غور فرماتے تو ان پر واضح ہو جاتا کہ ان کے اسی قول کے مطابق یہ آیت بھی بطور ہدایت نازل ہوئی۔ تاکہ ہم جان لیں کہ تقسیم رزق کے معاملہ میں مثبت اور تعمیری زندگی کیا ہے۔

محمد احمد۔ وکیل
ایبٹ آباد

(امروز ۲۲ر جولائی شدہ)

پیغام صلح :- اس مسئلہ پر ہمارے خیالات آج کے افتتاحیہ میں ملاحظہ ہوں۔
(ایڈیٹر پ۔ص)

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

احباب کی فوری توجہ کے قابل

"...... ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ"۔ اللہ تعالےٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ .... تو اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے یہ ۵۵ ہزار روپے کا بوجھ آپ لوگوں ہی نے اٹھانا ہے۔ اس لئے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اسکو بعض جماعتوں پر تقسیم کر دیا جائے اور بعض احباب کو اس کی وصولی پر لگا دیا جائے جو جماعتوں میں جا کر اس رقم کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور دوسرے احباب کو بھی اس کی تحریک کریں۔ اس ضمن میں لاہور کی جماعت کے حصہ میں ۲۰ ہزار روپیہ ڈالا ہے اور دس دس ہزار روپیہ لائل پور اور کراچی کی جماعتوں کے ذمہ اور باقی ۲۵ ہزار روپیہ دوسری جماعتیں پورا کریں۔ ہم نے اس کمی کو بہرحال پورا کرنا ہے۔ ایک فوج کی طرح باہم یکجہتی سے اس بوجھ کو اٹھایئے۔ جو زیادہ حصہ نہیں دے سکتے وہ کم از کم دس دن کی آمد ضرور دیں"

(اقتباس از اپیل حضرت امیر ایدہ اللہ)

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

جماعت احمدیہ پشاور

مجھے پچھلے دنوں اخبار پیغام صلح کی کسی اشاعت میں جماعت پشاور کی شکایت نظر آئی۔ یہ تو معلوم نہیں کہ کن جذبات کے ماتحت وہ سطور سپرد قلم ہوتی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ جماعت میں بابو عبداللہ جان نیازی کی بیماری کی وجہ سے قدرے تساہل ہو گیا تھا۔ مگر اب خدا کے فضل سے تقریباً سب احباب جمعہ میں شامل ہوتے ہیں۔ بابو عبداللہ جان خان نیازی اکثر خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔ محترم بزرگوارم پروفیسر محمد فاضل صاحب بھی کبھی کبھی بذریعہ خطبہ اپنے فاضلانہ خیالات سے جماعت کو مستفیض کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ عید کے موقعہ پر محترم بزرگوارم فاضل صاحب کا خطبہ بہت بلند پایہ اور روحانیت سے لبریز تھا۔ انہوں نے سورہ نور کی چند آیات بیان کیں تھیں۔ جس کے اندر موجودہ سوسائٹی کے نقائص کا علاج بتایا گیا تھا۔

تمام سامعین پر دوران خطبہ میں ایک سکتہ کا عالم طاری تھا۔ امید ہے کہ ہمارے بزرگ ہمیں اپنے خیالات سے جو کہ روحانیت کا ایک دریا ہوتے ہیں ہمیشہ مستفیض کرتے رہیں گے۔

اسی طرح ہمیں اپنے وعدہ کو نہیں بھولنا چاہیئے کہ "دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے"۔ اور ہمیں اپنی روحانی زندگی کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔

ہاں ڈاکٹر نظام الدین صاحب کا میں از حد شکر گذار ہوں کہ وہ میری رہنمائی کر رہے ہیں۔ اور اس وقت جماعت پشاور میں بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ ان کا وجود جماعت کے لئے نہایت مفید ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کو لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

والسلام
محمد الرحمٰن۔ سیکرٹری جماعت پشاور

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے خصوصاً اور دیگر علماء سے عموماً مقابلہ اور خدا کے چار عظیم الشان نشانوں کا ظہور

مولانا شیخ عبدالرحمان صاحب مصری احمدیہ بلڈنگس لاہور

پیر مہر علی شاہ صاحب کا دعویٰ قرآن دانی اور حضرت مرزا صاحب کا انہیں چیلنج

حضرت مرزا صاحب جیسا کہ آپ کی تحریرات سے واضح ہے ابتداء سے علماء ظاہری و مشائخ و پیروں دونوں کو ہی تفسیر قرآن کریم اور باطنی کمالات کے اظہار میں مقابلہ کی دعوت دیتے چلے آرہے تھے اور ان دونوں کا مقابلہ سے گریز ہر عقلمند پر واضح کر رہا تھا کہ یہ لوگ نبی کریم صلعم کے ورثہ سے تہیدست ہیں لیکن اصل حقیقت مقابلہ کے وقت ہی کھلتی ہے سو جیسا کہ واضح ہو چکا ہے علماء ظاہری کی علمی پردہ دری کے سامان تو جلسۂ اعظم مذاہب نے بہم پہنچا دیئے تھے۔ لیکن مشائخ۔ پیروں اور سجادہ نشینوں کا معاملہ بوجہ ان کے مقابلہ میں نہ آنے کے ابھی تک عوام کی نظر میں مشتبہ چلا آرہا تھا اگرچہ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے اس مضمون میں جو انہوں نے جلسۂ اعظم مذاہب کے موقعہ پر پڑھا تھا اس بات کا اقرار کر کے کہ مسلمانوں کے پاس اب کوئی صاحب کرامت ولی نہیں ان مشائخ کی حقیقت پر سے بھی پردہ اٹھا دیا تھا لیکن پھر بھی ان بزرگوں میں سے جب تک علماء ظاہری کی طرح کوئی بزرگ باقاعدہ طور پر مقابلہ میں نہ آتا اسوقت تک ان کی باطنی طاقتوں کے جوہر عوام پر کماحقہ نہ کھل سکتے تھے۔ سو خدا تعالےٰ نے ان کی حقیقت کو بھی برہنہ کرنے کے لئے یہ سامان کیا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کو جو تمام پیروں میں سے نمایاں شخصیت اور شان کے مالک تھے آیت قرآنی سنستدرجھم من حیث لایعلمون کے ماتحت میدان مقابلہ میں کھینچ لایا اور وہ اس طرح کہ پیر صاحب مذکور نے اپنی ایک تصنیف "شمس الھدایت" میں یہ دعوےٰ شائع کیا کہ انہیں قرآن شریف کی سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے انہیں مندرجہ ذیل چیلنج کیا

" اور اگر مہر علی شاہ صاحب اپنی ضد سے باز نہیں آتے۔ تو میں فیصلہ کے لئے ایک سہل طریق پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے۔ کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالےٰ کے راستباز بندے ہیں ان کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے۔

(۱) ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق یعنے مابہ الامتیاز رکھا جاتا ہے۔ اس لئے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے جیسا کہ آیت ویجعل لکم فرقانا اس کی شاہد ہے۔

(۲) ان کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ آیت لایمسہ الا المطھرون اس کی شاہد ہے۔

(۳) ان کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں۔ اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ آیت ادعونی استجب لکم اس کی گواہ ہے۔ سو مناسب ہے کہ لاہور میں۔ جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں۔ کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکال لیں۔ اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورت (اگر چالیس سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنے یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اوّل یہ دعا کریں کہ یا آلہٰی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اسکو تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح اور بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے۔ اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآن کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کر لیں۔ کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری روح القدس کی تائید سے محروم ہے۔ پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس تفسیر کو لکھنا شروع کریں۔ ......

...... جب فریقین لکھ چکیں۔ تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی۔ اور ان ہرسہ مولوی صاحبوں کا یہ کام ہوگا۔ کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کونسی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے۔ اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ کا مرید ہو اور مجھے منظور ہے۔ کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں۔ جو ان کے مرید اور پیرو نہ ہوں۔ مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً اپنی رائے ظاہر کریں۔ کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلےٰ درجہ پر اور تائید آلہٰی سے ہے لیکن یہ حلف اس حلف سے مشابہ ہونی چاہیئے جس کا ذکر قرآن میں قذف محصنات کے باب میں ہے جس میں تین دفعہ قسم کھانا ضروری ہے .... پس اس طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں۔ اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا۔ یا مجھ سے بھی ہو سکا مگر انہوں نے بھی میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا۔ تو تمام دنیا گواہ رہے۔ کہ میں اقرار کروں گا کہ حق پیر مہر علی شاہ کے ساتھ ہے۔ اور اس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعوےٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا۔ میری طرف سے یہی تحریر کافی ہے جس کو میں آج ثبت شہادت مبین گواہاں کے اس وقت لکھتا ہوں۔ لیکن اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا۔ اور مہر علی شاہ صاحب کی زبان بند ہو گئی نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورۃ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے۔ یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں۔ اور لازم ہوگا۔ کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔

میں مکرر لکھتا ہوں۔ کہ میرا غالب رہنا اسی صورت میں متصور ہوگا کہ جبکہ مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی لکھ نہ سکیں۔ اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اور اگر مہر علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مستجاب الدعوات ہیں۔ تو وہ بھی ایسی دعا کریں۔ اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے مامور اور مرسل کے دشمن ہیں۔ اس لئے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔

غرض یہ طریق فیصلہ ہے جس سے تینوں علامتیں متذکرہ بالا جو صادق کیلئے قرآن میں ہیں ثابت ہو جائیں گی۔ یعنی فی البدیہہ عربی نویسی سے جس کے لئے بجز ایک گھنٹہ کے سوچنے کے لئے موقع نہیں دیا جائے گا۔ فریق غالب کا وہ مابہ الامتیاز ثابت ہوگا۔ جس کا نام فرقان ہے اور قرآنی معارف کے لکھنے سے وہ علامت متحقق ہو جائے گی جو آیت لایمسہ الا المطھرون کا منشاء ہے۔ اور دعا کے قبول ہونے سے جو پیش از مقابلہ فریقین کریں گے فریق غالب کا حسب آیت ادعونی استجب لکم مومن مخلص ہونا پایۂ ثبوت پہنچے گا۔ اور اس طرح یہ امت تفرقہ سے نجات پا جائے گی "

(اشتہار ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء)

اس کے بعد آپ نے ضمیمہ اشتہار دعوت شائع کیا۔ اور اس میں باقی تمام علماء کو بھی اس دعوت مقابلہ میں شریک کر لیا فرماتے ہیں :۔

" پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہزارہا مرید یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ علم میں اور حقائق اور معارف دین میں اور علوم ادبیہ میں اس ملک کے تمام مولویوں سے بڑھکر ہیں اسی وجہ سے میں نے اس امتحان کے لئے پیر صاحب موصوف کو اختیار کیا ہے۔ کہ تا ان کے مقابلہ سے خدا تعالیٰ کا وہ نشان ظاہر ہو جائے جو اس کے مرسلین اور ماموروں کی ایک خاص علامت ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس ملک کے بعض

علماء ناحق کی شوخی سے یہ خیال کریں۔ کہ ہم قرآن شریف کے جاننے اور زبان عربی کے علم ادب میں پیر صاحب موصوف پر فوقیت رکھتے ہیں۔ یا کسی آسمانی نشان کے ظاہر ہونے کے وقت یہ عذر پیش کر دیں کہ پیر صاحب موصوف کا مغلوب ہونا ہم پر حجت نہیں ہے۔ اور اگر ہمیں اس مقابلہ کے لئے بلایا جاتا تو ضرور ہم غالب آتے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان تمام بزرگوں کو بھی اس مقابلہ سے باہر نہ رکھا جائے اور خود ظاہر ہے کہ جس قدر مقابلہ کرنے والے کثرت سے میدان میں آئیں گے اسی قدر الٰہی نشان کی عظمت بڑی قوت اور سطوت سے ظہور میں آئے گی۔ اور یہ ایک ایسا زبردست نشان ہوگا کہ آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نظر آئے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے بعض نیک دل مولویوں کو ہدایت ہو جائے اور وہ اس الٰہی طاقت کو دیکھ لیں جو اس عاجز کے شامل حال ہے۔ لہذا اس ضمیمہ کے ذریعہ سے پنجاب اور ہندوستان کے تمام ان مولویوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علم تفسیر قرآن اور عربی کے علم ادب اور بلاغت فصاحت میں سرآمد روزگار ہیں۔ ......

اور اشتہار ہذا کے شائع ہونے کی تاریخ سے جو ۲۲ر جولائی ۱۹۰۰ء ہے۔ ایک ماہ تک نہ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرف سے اس میدان میں حاضر ہونے کے لئے کوئی اشتہار نکلا اور نہ دوسرے مولویوں کے چالیس کے مجمع نے کوئی اشتہار دیا تو اس صورت میں یہی سمجھا جائے گا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان سب کے دلوں میں رعب ڈال کر ایک آسمانی نشان ظاہر کیا۔ کیونکہ سب پر رعب ڈال کر سب کی زبان بندی کر دینا اور ان کی تمام شیخیوں کو کچل ڈالنا یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

نصرت الٰہی پر حضرت مرزا صاحب کا یقین

مندرجہ بالا عبارتوں سے عیاں ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو یقین کامل ہے کہ اس مقابلہ میں خدا ان کی ضرور مدد کرے گا۔ اور ان کی دعا قبول فرما کر انہیں یہ نشان بطور فرقان عطا کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ بھی یقین ہے کہ آپ کے مد مقابل کی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی کیوں نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ خدا کے مامور و مرسل کے دشمن ہیں اور اس وجہ سے آسمان پر ان کی کوئی عزت نہیں اللہ اللہ کس قدر اپنی ماموریت پر یقین کامل ہے اور کس قدر وثوق سے کہ آپ کے دشمن آپ کے مقابل ذلیل و خوار ہوں گے اور کس قدر بصیرت کی بنا پر تمام علماء کو مقابلہ کے لئے بلا رہے ہیں اور پھر یہ سب کچھ اسی طرح وقوع میں بھی آ جاتا ہے جس طرح کہ آپ تحریر فرماتے ہیں یعنی مد مقابل علماء ظاہری و باطنی دونوں ہی پر ذلت کی مار پڑتی ہے۔

گھر بیٹھ کر علماء کی مدد سے تفسیر لکھنے کا مطالبہ

پیر مہر علی شاہ صاحب نے جب بالمقابل تفسیر نویسی کی دعوت کو حیلوں بہانوں سے ٹال دیا تو حضرت مرزا صاحب نے مقابلہ کے لئے مندرجہ ذیل تجویز جناب پیر صاحب کے سامنے رکھی :-

" اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں۔ کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعوے کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورۃ ممدوحہ کے بھی بیان کروں اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت کریں۔ اور جس طرح چاہیں سورۃ فاتحہ سے استنباط کر کے میرے مخالف عربی فصیح بلیغ میں براہین قاطعہ اور معارف ساطعہ تحریر فرما دیں۔

یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ستر دن تک چھپ کر شائع ہو جانی چاہئیں۔ تب اہل علم لوگ خود مقابلہ اور موازنہ کر لیں گے اور اگر اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں۔ قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور فصاحت کے رو سے اور کیا معارف قرآنی کے رو سے فائق ہے۔ میں عہد صحیح شرعی کرتا ہوں۔ کہ پانسو روپیہ نقد بلا توقف پیر صاحب کی نذر کروں گا۔ ......

...... مگر پیر صاحب دل گیر نہ ہوں ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بیشک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی۔ اور مولوی عبد الجبار غزنوی اور محمد حسن بھیں وغیرہ کو بلا لیں۔ بلکہ اختیار رکھتے ہیں۔ کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔ فریقین کی تفسیر چار جزو سے کم نہیں ہونی چاہیئے ......

...... اور اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵ر فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستر دن ہیں۔ فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے۔ اور یہ دن گذر جائیں۔ تو وہ جھوٹا سمجھا جائیگا۔ اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔"

حضرت مرزا صاحب نے وعدہ کے مطابق ۷۰ دن کے اندر اپنی طرف سے سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی زبان میں اپنی کتاب اعجاز المسیح نامی میں شائع کر دی لیکن پیر صاحب اور نہ کوئی اور مولوی صاحب ایسی تفسیر شائع کر سکے اس پر حضرت مرزا صاحب نے جو اشتہار شائع کیا اس کا من و عن نقل کر دینا ضروری ہے کیونکہ اس میں ہر طالب حق کے لئے بصیرت کے سامان ہیں اور وہ اشتہار یہ ہے

"خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا

ہزار ہزار شکر اس قادر مطلق کا ہے جس نے اس عظیم الشان میدان میں مجھ کو فتح بخشی اور باوجود اس کے کہ ان ستر دنوں میں کئی قسم کے موانع پیش آئے۔ چند دفعہ میں سخت مریض ہوا بعض عزیز بیمار رہے۔ مگر پھر بھی یہ تفسیر اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ جو شخص اسباب کو سوچے گا۔ کہ یہ وہ تفسیر ہے جو ہزارہا مخالفوں کو اسی امر کے لئے دعوت کر کے بالمقابل لکھی گئی ہے۔ وہ ضرور اسکو ایک بڑا معجزہ یقین کرے گا۔ بھلا میں پوچھتا ہوں۔ کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر کس نے ایسے معرکے کے وقت کہ جب مخالف علماء کو غیرت دہ الفاظ کے ساتھ بلایا گیا تھا۔ تفسیر لکھنے سے ان کو روک دیا۔ اور کس نے ایسے شخص یعنی اس عاجز کو جو مخالف علماء کے خیال میں ایک جاہل ہے۔ جو ان کے خیال میں ایک صیغہ عربی کا بھی صحیح طور پر نہیں جانتا ایسی لاجواب اور فصیح بلیغ تفسیر لکھنے پر باوجود امراض اور تکالیف بدنی کے قادر کر دیا کہ اگر مخالف علماء کوشش کرتے کرتے کسی نہ مانی صدمہ کا بھی نشانہ ہو جاتے۔ تب بھی اس کی مانند تفسیر نہ لکھ سکتے۔ اور اگر ہمارے مخالف علماء کے بس میں ہوتا یا خدا ان کی مدد کرتا تو کم سے کم اس وقت ہزار تفسیر ان کی طرف سے بالمقابل شائع ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن اب ان کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ ہم نے اس بالمقابل تفسیر نویسی کو مدار فیصلہ ٹھیرا کر مخالف علماء کو دعوت دی تھی۔ اور ستر دن کی میعاد تھی۔ جو کچھ کم نہ تھی اور میں اکیلا اور وہ ہزارہا عربی دان اور عالم فاضل کہلانے والے تب بھی وہ تفسیر لکھنے سے نامراد رہے۔ اگر وہ تفسیر لکھتے اور سورۃ فاتحہ سے میرے مخالف ثبوت پیش کرتے۔ تو ایک دنیا ان کی طرف الٹ پڑتی۔ پس وہ کونسی پوشیدہ طاقت ہے۔ جس نے ہزاروں کے ہاتھوں کو باندھ دیا۔ اور دماغوں کو پست کر دیا۔ اور علم اور سمجھ کو چھین لیا۔ اور سورۃ فاتحہ کی گواہی سے میری سچائی پر مہر لگا دی اور ان کے دلوں کو ایک اور مہر سے نادان اور نافہم کر دیا۔ ہزاروں کے روبرو ان کے چرک آلودہ کپڑے ظاہر کئے۔ اور مجھے ایسی سفید کپڑوں کی خلعت پہنا دی جو برف کی طرح چمکتی تھی اور پھر مجھے ایک عزت کی کرسی پر بٹھا دیا اور سورۃ فاتحہ سے ایک عزت کا خطاب مجھے عنایت ہوا وہ کیا ہے۔ انعمت علیہم

اور خدا کے فضل اور کرم کو دیکھو کہ تفسیر کے لکھنے میں دونوں فریق کے لئے چار جزو کی شرط تھی۔ یعنی یہ کہ ستر دن کی میعاد تک چار جزو لکھیں۔ لیکن وہ لوگ باوجود ہزاروں ہونے کے ایک جزو بھی نہ لکھ سکے۔ اور مجھ سے خدائے کریم نے بجائے چار جزو کے ساڑھے بارہ جزو لکھوا دیئے۔

اب میں علمائے مخالفین سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا یہ معجزہ نہیں ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ معجزہ نہ ہو کوئی انسان حتی المقدور اپنے لئے ذلت قبول نہیں کرتا۔ پھر اگر تفسیر لکھنا مخالف مولویوں کے اختیار میں تھا۔ تو وہ کیوں نہ لکھ سکے۔ کیا یہ الفاظ جو میری طرف سے اشتہارات میں شائع ہوئے تھے کہ جو فریق اب بالمقابل ستر دن میں تفسیر نہیں لکھے گا وہ کاذب سمجھا جائے گا۔ یہ ایسے الفاظ نہیں ہیں جو انسان غیرتمند کو اس پر آمادہ کرتے

اشتراکی مغالطے

{شیخ غلام ربانی صاحب - بی اے - آنرز لاہور}

ایک اشتراکی ادیب کا مقالہ

مارکسی نظریات کے پاکستانی ماہنامہ "ارتقا" کے شمارۂ جون میں ایک اشتراکی ادیب نے "جماعت اسلامی اور عوامی تحریکیں" کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ جہاں تک جماعت اسلامی کے معاملات کا تعلق ہے۔ ہمیں اس ضمن میں کچھ نہیں کہنا لیکن مضمون نویس نے اسلام کی ابتدائی تاریخ سے چند ایسے استدلال کئے ہیں جو صریحاً غلط راہ نمائی کرتے ہیں۔ لازماً جو نتائج اس سے مترتب ہوتے ہیں وہ بھی کوئی کم گمراہ کن نہیں۔ اس ابتدائی تاریخ سے اخذ شدہ نتائج پر بنیاد قائم کرتے ہوئے موجودہ دور کے لئے اسلامی نظام کو رجعتی اور غیر ترقی پسندانہ قرار دیا گیا ہے۔

تاریخی واقعات کو مسخ کرنے کا طریق

عجیب اتفاق ہے کہ انسانی معاشرہ کو ارتقائی قرار دینے والے مفکروں میں سے جو اکائی کے قائل ہیں اکثر اپنی داخلیت کے اعتبار سے تاریخ کے بیشتر واقعات کو اپنے نظریہ پر ڈھالنے کے لئے بعض اہم اور بعض تحتی واقعات کو یا تو اس طرح کاٹ دیتے ہیں اور یا اس طرح مسخ کر دیتے ہیں کہ قارئین پر ان کا نتیجہ حسب خواہش مترتب ہو۔ وہ بجائے واقعیت پسند OBJECTIVE ہونے کے داخلیت پسند SUBJECTIVE ہوتے ہیں اور علم و ادب کے بارے میں محض داخلیت پسند ہونا انتہائی ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس سے علم کے سوتے رواں دواں ہونے کی بجائے جامد اور مضمحل ہوتے شروع ہو جاتے ہیں۔

داعی اسلام کے متعلق مارکسی خیالات

ہمارے مارکسی فن کاروں اور ادیبوں کے نزدیک مشکل گھاٹی اسلامی آغاز کی تاریخ ہے۔ جس کا داعی پورے تیرہ برس تمام تر غیر جارحانہ غیر انقلابی۔ اور کلیتہً غیر مادی دعوت کا اعلان کرتا رہا۔ اور زندگی کے باقی برسوں میں جب وہ ... جب اقتدار بھی تھا ... اپنی خالص اسلامی ... قدروں پر اپنے ماحول کی تعمیر میں سرگرم رہا۔ لیکن ... س کے نزدیک نقطہ مرکزی ایک مابعد الطبیعی ہستی یعنی اللہ کا تصور ہی رہا۔

اور وہ اس تصور سے درماندگی اور قوت، کسی دور میں بھی الگ نہ ہوا۔ اس الجھن کو اپنے ڈھنگ پر سلجھانے کے لئے ہمارے مارکسی ناقدین تاریخ کبھی تو اس دور کو بڑھتے ہوئے تاجر طبقے کا انقلاب کہتے ہیں کبھی اسے قبائلی زوال پذیر اور جاگیرداری نظام بیان کرتے ہیں۔ کبھی عرب قومیت کا غیر شعوری احیاء بتاتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ کہنے کے بعد بھی وہ گھوم پھر کر اسے کچھ نہیں کہہ پاتے۔

خلافت راشدہ کی جمہوریت کا پس منظر

ایسی ہی ایک کوشش "ارتقا" کے زیر نظر شمارہ میں کی گئی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

"خلافت راشدہ کے دور کا نظام عربوں کے سماجی ارتقاء کے ایک مخصوص دور کا پرتو تھا۔ جزیرۃ العرب میں ساحل کے قریب جہاں کبھی کبھار بارش ہوتی رہتی ہے زرعی بستیاں اور شہر ہیں۔ .... مدینہ چھوٹے چھوٹے مالک کاشتکاروں دستکاروں اور چھوٹے چھوٹے تاجروں کی بستی تھی۔ اور مکہ جو زمزم کے چشمہ اور کعبہ کی وجہ سے مشہور تھا قریش تاجروں کا شہر تھا جو کعبہ کے پاسبان بھی کہلاتے تھے۔ صحرائے عرب میں پدرسری قبیلی نظام تھا۔ عمر کے اعتبار سے قبیلہ میں سب سے بڑا رکن سردار تھا اور شیخ کہلاتا تھا۔ اس کا ہر حکم ماننا قبیلہ کے ہر رکن کا مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور سماجی فرض تھا۔ مگر اس کی حیثیت مطلق العنان بادشاہ ایسی نہ تھی وہ قبیلہ کی قدیم روایات رسم و رواج اور قبیلہ کے ہر خاندان کے بزرگ ترین رکن پر مشتمل مجلس شوریٰ کے فیصلوں کا پابند تھا۔ شہروں اور بستیوں میں قدیم قسم کی جمہوریت تھی مدینہ میں مالک کاشتکاروں دستکاروں اور چھوٹے تاجروں کی۔ اور مکہ میں امیر تاجروں اور غلاموں کے آقاؤں کی!"

ماہنامہ "ارتقا" ص۳۱ شمارہ جون ۱۹۵۰ء

ہمارے ... مارکسی ناقد یہاں خلافت راشدہ کی جمہوریت کا پس منظر بتا رہے ہیں اور مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اس تاجرانہ قسم کی قدیمی جمہوریت کی شکل خلافت راشدہ میں اپنے تکمیلی مقام کو جا پہنچی۔

عبوری دور کا نظام

پھر حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ اور حضرت علیؓ کے انتخاب کے ڈھنگ کے باہمی فرق کو زیر بحث لا کر موصوف لکھتے ہیں:-

"مگر خلافت راشدہ کے زمانہ کا یہ نیم قبائلی اور نیم قدیمی شہری ریاستی نظام ایک عبوری دور کا نظام تھا۔ عراق شام۔ فلسطین۔ مصر اور ایران کے زرخیز خطوں کو فتح کرنے کے بعد عرب وہ پرانے عرب نہ رہے تھے .... فتوحات۔ بزرد لیے غلاموں اور کنیزوں نے ان کے روزی کمانے کے وسیلے اور طریقے بدل دیئے اقتصادی اور سماجی حالات بدل دیئے خیالات اور نظریات بدل دیئے ارادے اور مقاصد بدل دیئے۔ پہلے دو خلفاء نے عربوں کو مفتوحہ علاقوں میں زمینوں پر قبضہ کر کے آباد ہونے کی مخالفت کی تھی .... مگر حضرت عثمانؓ کے عہد میں فوجی کمانڈر اور گورنر بن کر اموی امراء نے مدینہ کی نیم قبائلی اور نیم شہری ریاست کو ختم کر کے عرب قبائلی سرداروں۔ جاگیرداروں اور امیر تاجروں کے مفاد کی نمایندہ اور محافظ مطلق العنان بادشاہت قائم کر دی اور عربوں کے قدیم قبائلی اور نیم شہری ریاست سے ایک ایسی سماج کا نشوونما ہوا جس میں وقت کے تقاضوں کے مطابق زوال پذیر قبائلی نظام۔ رو بہ تنزل غلام شاہی اور ابھرتی ہوئی جاگیر شاہی تینوں کی خصوصیات موجود تھیں۔ وہی عراقی شامی۔ مصری اور ایرانی کاشتکار جنہیں پہلے دو خلفاء راشدین کے عہد میں عربوں نے ساسانی اور رومی جاگیرداروں کے ... پنجے سے آزاد کیا تھا۔ بنو امیہ کے عہد میں عرب جاگیرداروں کے عملی طور پر زرعی غلام بننے پر مجبور ہو گئے۔"

(ایضاً)

اتنی بڑی کاوش اور عرق ریزی صرف اتنی بات کہنے کے لئے کی گئی ہے کہ اسلام خود اپنے ماحول کی پیداوار تھا اور پیداوار کے طریق بدل جانے سے عبوری دور کے نظریئے پیش آمدہ حوائج کو پورا نہیں کر سکے۔

اسلام کی تکمیلی ریاست کا تصور

تاریخ کا ادنےٰ طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کسی نظریئے کا اثر صرف حاکم یا محدود طبقے میں تلاش نہیں کیا جاتا بلکہ کسی دور کی عوامی تحریکات اور عام انسان میں ڈھونڈا جاتا ہے۔ مابعد الطبیعی سماجی نظریئے عام انسان کے تمام روزمرّہ کام کاج کے تہہ میں کارفرما ہوتے ہیں اور یہی اس کے "عمل" اور "ردِ عمل" کو ترتیب دیتے ہیں۔ جس "نیم شہری نیم قبائلی ریاست" کی ہیئت ترکیبی کا تذکرہ ہمارے ناقد تاریخ کر رہے ہیں وہ اسلام کی کوئی تکمیلی ریاست کا تصور نہیں۔ خود انہیں یہ شکوہ ہے کہ:-

"نئے حالات اور نئے مسائل نئے علاج کا تقاضا کرتے ہیں۔ مولانا مودودی اپنی ایک کتاب "سُود" میں تسلیم کرتے ہیں کہ حالات اور مسائل بدل گئے ہیں مگر علاج پیش نہیں کرتے۔ سرمایہ داری کی مذمت کرتے ہیں اور اسے ختم کرنے کے لئے اسلامی قوانین میں جنہیں وہ "ساکن" اور "جامد" سمجھتے ہیں تجدید کی ضرورت محسوس کرتے ہیں مگر تجدید کی کوئی تجویز پیش نہیں کرتے"

(ایضاً)

اسلامی ریاست کی بنا تین اصولوں پر

بحث "مودودی" صاحب کے "تجدیدی طریقوں" پر نہیں بلکہ خالصتہً اسلامی اصول پر ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ جنہیں اسلام پائیدار اصول قرار دیتا ہے وہ کس نوع سے تعلق رکھتے ہیں اور لچک کے وہ ڈھنگ جو طریق پیداوار، طریق حصولِ معیشت و بِکار اور سماجی تعلقات کے ڈھانچوں کے تغیر و تبدل سے متعلق ہیں۔ انہیں کیسا سمجھا جاتا ہے۔ جس "نیم قبائلی نیم شہری ریاست" کی اصطلاح کو مضمون نگار بہت سوچ سمجھ کے بعد وضع کر لایا ہے بدقسمتی سے وہ اس بات کو بھول گیا ہے کہ اسلام کو اس کی روح سے غرض تھی جسے وہ تین اصولوں کے تحت جانچتا ہے:-

(ا) وامرھم شوریٰ بینھم

(ب) "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعوا فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول"

(ج) ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون

وگرنہ اس نے خود اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ خلفائے راشدین کے چناؤ کا ڈھنگ بدلتا رہا ہے۔ ابوبکر رضؓ صدیق کا انتخاب اُن مہاجرین اور انصار صحابہ کے اجماع سے ہوا جو آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود تھے۔ لیکن حضرت عمر رضؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نامزد کیا جس کی بعد میں تصدیق تمام اُمت نے کر دی۔ حضرت عمر رضؓ کے بعد چھ اصحاب کی مجلس کے نام پیش کئے گئے جن میں سے حضرت عثمان کو چُنا گیا۔ اس امر کے باوجود کہ ریاست کا عہدہ کلیتہً انتخابی ہے انتخاب کا کوئی خاص ڈھنگ معین نہیں کیا گیا۔

پائیدار لچکیلے اُصول

جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا ہے اسلام چند پائیدار اور چند لچکیلے اُصولوں پر استوار ہے۔ پائیدار اُصولوں میں کثرت سے ایسے مسائل کی ہے جو زمان اور مکان کے تغیّر و تبدّل سے اثر پذیر نہیں ہوتے جیسے انسان کی فطرت کے بنیادی عناصر اور بنیادی روابط۔ لیکن وہ امور جو تکنیکی پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں اسلام نے انہیں اجتہاد اور وقت کے تقاضوں اور بہترین مناسبت BEST ADJUSTMENT — پر چھوڑا ہے۔ یہاں اسلام کا اہم مسئلہ "نصِ صریح" پیش آتا ہے۔ جس مسئلہ کے متعلق شارع نے قطعی نفی یا اثبات میں کچھ کہدیا ہے اور کوئی ابہام نہیں ہے نیز ظاہر الفاظ سے اس کا مطلب بالکل عیاں ہے اُسے نص کہتے ہیں۔ ایسے کلمات جن کے ایک ہی معنے ہو سکتے ہوں اور الفاظ دوسرے معنے کے متحمل نہ ہو سکیں۔ اسی ذیل میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ امور جن کے متعلق شریعت خاموش ہے اور جو کسی نص کے خلاف عملی یا قولی اعتبار سے بالآخر ٹکراتے ہیں مسلمانوں کے اجتہاد پر اُٹھا رکھتے ہیں۔

عوام کے شعور میں اثر انداز قوت

اب مارکسی ناقد کے سامنے اسلام کے یہ اُصول سنتا ید نہیں وہ صرف اپنی داخلی طے شدہ منطق پر چند واقعات کی پرکھ کرنے بیٹھ گئے ہیں اور جب تکنیکی اعتبار سے ایک وقتی ڈھانچے کو بدلتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ایک دم پکار اُٹھتے ہیں کہ اسلام گم ہو گیا ہے اس ناقد کی مثال اس بچے کی طرح ہے جو دُور سے جنگل کو دیکھتا ہوا جب آہستہ آہستہ جنگل کے درمیان آگیا تو ہر طرف درختوں کو دیکھ کر پکار اُٹھا "امی جنگل کہاں چلا گیا"۔ وگرنہ وہ اس سماجی تعلق کو جو عرب کے بادیہ نشینوں اور پھر فرات و نیل کی وادی کے حکمرانوں کے منطقی تغیّر و تبدل سے پیدا ہوا دیکھ کر ایک دم کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ عالمِ اسلام کی گذشتہ ایک ہزار سالہ تاریخ اقتدار میں وہ عوام کے شعور میں اسلام کی ایک محسوس اثر انداز، اور نہایت متحرک قوت پائیں گے جو اکثر اوقات بیشتر تجدیدی انقلابی اور اصلاحی تحریکوں کی شکل میں نمودار ہوتی رہی ہے اور اکثر اسے بالادستی بھی ملی اور جس نے مسلمانوں کے طریق حکومت میں بہت تغیّر و تبدّل کیا ہے۔

اسلام میں بادشاہت کا تصوّر

جہاں تک بادشاہت KINGSHIP کا تعلق ہے یہاں بھی اسلام "سلطان جائر" اور "سلطان عادل" کی اصطلاحوں کے تحت اپنی اصولی حیثیت میں پسپا نہیں ہوا۔ گو اس کے ماننے میں ہمیں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ جس دستوری انقلاب کی ابتداء خلافت راشدہ کے تجربوں سے کی گئی تھی بدقسمتی سے بادشاہت کے دَور نے اس شاندار ابتداء کی راہ روک دی لیکن وہ ابتداء خود متغیّر اور تجرباتی تھی کوئی قطعی اور تکمیلی نہیں تھی۔ اسلام کے اُصول اس میں موجود تھے۔ اور یہ اُصول "بادشاہت" میں بھی کم و بیش موجود رہے گو اس کی وہ انتخابی حیثیت محض DE JURE یعنی روایاتی قانونی رہی اور واقعی (DE-FACTO) ختم ہو گئی۔ تاہم باقی امور جو ریاست کی دراز دستیوں کو شریعت کی قطعی نصوص میں مقیّد کرتے تھے ویسے ہی مضبوط رہے۔ ہم اموی۔ عباسی۔ عثمانی یا مغلئی سلطنتوں کو خالصتہً اسلامی تو کہہ نہیں سکتے لیکن انہیں خالصتہً غیر اسلامی بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ریاست کی وہ شقیں جو "مشورہ" اور "کتاب و سنت کی حاکمیت" سے تعلق رکھتی ہیں وہ کسی نہ کسی شکل میں یہاں بھی موجود رہیں۔

اسلامی دَور میں طبقات

ہمارے مارکسی مؤرخ کے نزدیک اسلامی دَور میں طبقات اور ان کے باہمی تعلقوں کا معاملہ بھی محلِ نظر ہے۔ اگر تو طبقات تنظیم کار کے اعتبار سے تفاوت صلہ DIFFERENTIATION OF WAGES اختیار و مقام کی اونچ نیچ اور ذہنی و جسمانی برتری و کہتری سے پیدا ہوتے ہیں تو پھر یہ ہمیشہ اور ہر سماج میں موجود رہیں اس سے اسلامی سماج کو ملعون کرنا نادانی ہے اور اگر محض اشاعتی مقاصد و مصلحت PROPAGANDA - EXPEDIENCY کے تحت الفاظ کی شعبدہ بازیاں انہیں کہیں حلال اور کہیں حرام ٹھہرا دیتی ہیں تو پھر واقعی اسلام کے دورِ اقتدار میں ایسے طبقات کا پیدا ہو جانا محلِ اعتراض ہے۔

مارکسیت میں مادی جبریت

لیکن عجیب تر تو یہ ہے کہ اس بے محابہ طریق پر تنقید کرنے والوں کو یہ کیوں یاد نہیں رہتا کہ وہ خود بھی ایسے فلسفۂ تاریخ کے قائل ہیں۔ جس میں ایک مادی جبریت .... (MATERIALISTIC-NECESSETARIANISM) رواں ہے اور جہاں ہر دورِ نسلِ انسانی کو ایک برتر مقام کی طرف بڑھاتا جا رہا ہے۔ وہ خود مانتے ہیں کہ انسانی ترقی کی راہ پر قبائلی، غلامانہ، جاگیرداری، سرمایہ داری، طریقہائے پیداوار ایک ضروری اور ترقی پسند سنگہائے میل تھے اور اگر یہ نظام انسانی معاشرہ پر نہ آتے، تو معاشرہ آج اشتراکی سماج کی طرف راجع نہ ہوتا۔ ہمیں اس تشریح سے اختلاف ہے لیکن کسی مارکسی کو یہ کہنا بجا نہیں کہ کیوں اموی یا عباسی دَور میں بادشاہت۔ جاگیرداری اور غلام شاہی کا قیام ہوا۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ ایک لازمی مقام ہے جو انسانی سماج کو اپنے سے بہتر سماجی اور معیشتی طریق روابط و پیداوار تخلیق کرتے ہیں پیش آتا ہے۔ البتہ اس تکنیکی ترتیب کو اسلام سمجھ بیٹھنا ناقد کی غلطی ہے اس کے لئے لازم تھا کہ وہ اسلام کی اصولی تحقیق کرتا۔ اور پھر اُن اصولوں کے تحت کہتا کہ ان کا آج رواج پانا محال ہے۔

مارکسی نقاد کو غلطی ان جملوں سے لگتی ہے جن میں ہم "خلافت راشدہ" کو "آئیڈیل ریاست" کہتے ہیں اور اسے تاریخ انسانی کا بہترین اور سنہرا دَور گردانتے ہیں اور پھر انہی نقوش پر موجودہ دَور میں نشاۃ الثانیہ کی جدوجہد کے لئے قوتِ فکر و عمل کے اکٹھ کی دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:-

" گذشتہ تیرہ سو سال میں حالات مزید بدل گئے ہیں۔ ہماری معاشرت اور معیشت کی بنیادی تبدیل ہو گئی ہیں .... خلافت راشدہ کے عہد کا نظام قائم کرنے کے لئے وہی وسائل پیداوار اور وہی سماجی ڈھانچہ، اور وہی حالات درکار ہیں جو اس زمانہ میں تھے مگر اب وہ پُرانا سماجی نظام وہ پرانا پیداوار کا طریق اور وہ پرانے پیداوار کے رشتے دوبارہ قائم نہیں کئے جا سکتے۔ تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی نہیں۔ زمانہ پیچھے کی طرف نہیں دوڑتا۔"

ایسے جملے کسی ناواقف تاریخ سے صادر ہوتے تو قابل درگذر تھے لیکن ایسے لوگ جو ایک نئے دور کی تعمیر میں ماضی کی شہادت اپنی تشریح کے ساتھ پیش کرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں ان سے مطالب کی ناشناسی بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ کوئی صاحب فہم ایسا نہیں جو ریل۔ تار برقی۔ مشینوں۔ اور موجودہ ترقی یافتہ وسائل پیداوار کو پُرانے طریق سے بدلنے کی دعوت دے۔ اور نہ نشاۃ الثانیہ سے ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے۔ ہم جب خلافت راشدہ کے نقوش پر نئی اسلامی ریاست کی تشکیل کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو ہمارا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ اس رُوح اور وجدان کو بیدار کیا جائے، جس نے تیرہ سو سال قبل کے محدود وسائل پیداوار سے رائج الوقت نظامہائے ارضی کو شکست کر دیا تھا اور ایک بہتر و محسوس انسانی سماج قائم کیا تھا اور ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ ترقی یافتہ وسائل پیداوار کے ذریعہ اسی رُوح اور وجدان کے توسط ہم ایک اور بہتر و محسوس انسانی سماج تخلیق کر سکیں گے جو موجودہ رائج الوقت نظامہائے ارضی کو مات دے سکے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تیرہ سو سال قبل ان تمام علائق کا حل ہمیں سونپا گیا تھا تو اس کا مطلب تکنیکی ترتیب نہیں ہوتا بلکہ وہ انسانی حس ہوتا ہے جس کو وحی آلٰہی نے قرآن کے ذریعہ بیدار کیا تھا۔ وگرنہ آج کے ترقی یافتہ تکنیکی ترتیب کو ختم کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔ (باقی — باقی)

درخواستہائے دُعا

(۱) ایم احمد اللہ صاحب گدگ لکھتے ہیں:-
" جملہ قارئین کرام پیغام صلح سے نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ حضرات میرے لئے خلوص کے ساتھ دُعا کریں کہ میرے جملہ مشکلات۔ ناکامیاں جملہ خسارہ و نقصانات دُور ہو کر ہر کام میں خدا کا فضل شامل حال ہو جائے"

(۲) ڈاکٹر جلال الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادہ محمد ظفر صاحب درخواست کرتے ہیں کہ:-
"میری والدہ عرصہ چار ماہ سے سخت بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے دعا کی جائے"

(۳) محمد علی صاحب بی۔اے ملازم دفتر اکونٹنٹ جنرل کشمیر سری نگر کافی دنوں سے بیمار ہیں ان کی صحت کاملہ کے لئے دل سے دعا ...

دفترِ عالم

پاکستان

۲۷ جولائی - پٹ سن بورڈ کے ایک افسر نے بتایا کہ پاکستان اور ہندوستان کے تجارتی معاہدے کے مطابق اب تک ۲۵ لاکھ من پٹ سن ہندوستان بھیجی جا چکی ہے۔

کراچی میں کسٹم کے حکام نے خلیج فارس کو جانے والے جہاز "دُرا" کے ایک مسافر کے دو لاکھ ۴۴ ہزار روپے پر قبضہ کر لیا ہے جو ہندوستانی کرنسی میں تھے۔

مسافر مذکور بمبئی سے اس جہاز پر سوار ہوا تھا۔ جب جہاز کراچی کی گودی میں لنگر انداز ہوا تو مسافر مذکور اتر آیا تھوڑی دیر بعد جب یہ مسافر پھلوں کی ٹوکری لئے ہوئے اپنا سفر جاری رکھنے کی غرض سے دوبارہ گودی میں داخل ہوا تو کسٹم کے حکام نے اس کی تلاشی لی جس پر پھلوں کی ٹوکری سے ۲ لاکھ ۴۴ ہزار روپے کی مالیت کے ہندوستانی نوٹ برآمد ہوئے۔

لاہور میں جو پچھلے دنوں پنجاب مسلم لیگ کا اجلاس ہوا اس میں ملک محمد انور مشیر اعلیٰ گورنر پنجاب کے خلاف عدم اعتماد کا ووٹ پاس کیا گیا۔ جس پر ملک صاحب نے اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دوسرے چار مشیر اپنے عہدوں پر بدستور فائز رہیں گے۔

۲۹ - جولائی - گورنر پنجاب سردار عبدالرب نشتر نے مشیر اعلیٰ ملک محمد انور کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے۔ توقع ہے کہ یکم اگست کو اس کی منظوری کا اعلان کر دیا جائیگا۔

ملک صاحب کے استعفےٰ کا مکتوب نو سو الفاظ پر مشتمل ہے۔ جس میں انہوں نے ان تمام الزامات کا بالتفصیل جواب دیا ہے جو ان پر صوبہ لیگ کونسل کی منظور کردہ قرار داد میں لگائے گئے۔ ملک صاحب نے بتایا کہ ان الزامات میں حقیقت کا شمہ بھی موجود نہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ محکمہ بحالیات لاہور نے مہاجرین سے کرایہ وصول کرنے کے سلسلہ میں نرمی برتنے اور متروکہ جائیدادوں کی معمولی مرمتوں کی عام اجازت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلہ کی رُو سے کرایہ دار کو اس کی حیثیت کے مطابق قسطوں میں کرایہ ادا کرنے کی سہولت دی جائے گی۔

پاکستان کی شہری حفاظت کے ڈائرکٹر جنرل نے ۲۸ جولائی کو مشرقی پاکستان کا دورہ کیا۔ آپ نے ڈھاکہ میں ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ بہت جلد ڈھاکہ میں شہری حفاظت کی تربیت کیلئے ایک ادارہ قائم کر دیا جائے گا۔

۳۰ جولائی - حکومت پاکستان کی وزارت خارجہ نے ایک پریس نوٹ میں بتایا ہے کہ حکومت مستقبل قریب میں فرانس میں اپنا سفارتخانہ کھولے گی۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ایس کے دہلوی جن کو نسر مقرر کیا گیا ہے۔ بہت جلد مختصر عملہ لے کر پیرس روانہ ہوں گے۔

۳۱ جولائی - پنجاب میں انتخابات عمومی پندرہ دسمبر کو عمل میں آئینگے اگر مشیروں نے اس وقت تک اپنے عہدوں پر برقرار رہنا پسند کیا تو وہ آئین کے مطابق انتخابات سے دو ماہ قبل مستعفی ہو جائیں گے

گورنر جنرل پاکستان ہز ایکسی لنسی خواجہ ناظم الدین نے سلطان ابن سعود کو برقیہ ارسال کیا ہے کہ عازمین حج پر جو پابندیاں عاید کی گئی ہیں ان کو اُٹھا دیا جائے۔

کشمیر

۳۰ جولائی - کشمیر کے لئے اتحادی قوموں کے ناظم رائے شماری امیر البحر نمٹز نے شکاگو میں اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ اقوام متحدہ نے انہیں واپس طلب کیا ہے۔ آپ نے اخباری نمایندوں کو بتایا کہ مجھے غالباً کوریا کی لڑائی کے سلسلہ میں واپس بلایا گیا ہے۔ جہاں مجھے کوئی دوسرا کام سونپا جائے گا۔

سلامتی کونسل کی قرار داد کے مطابق رائے شماری کرانے کے لئے امیر البحر نمٹز کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ اور ان کے اس کام کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے سر ڈکسن کو یہاں بھیجا گیا تھا۔ تاکہ وہ کشمیر میں فوجوں کو توڑنے کے پروگرام پر عمل کرائیں۔

---

۲۴ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ان چار مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے پوری قوت سے زور آزما ہوں گے۔

(۱) نیشنلسٹ چین کے نمایندہ ڈاکٹر سیانگ کو حفاظتی کونسل کی نشست سے محروم کر دیا جائے۔

(۲) کمیونسٹ حکومت کے نمایندہ کو چین کی نشست سنبھالنے کی دعوت دینا۔

(۳) جنوبی کوریا کی امداد کے لئے حفاظتی کونسل کے سابقہ فیصلوں کی مذمت کرنا اور انہیں کالعدم قرار دینا۔

(۴) حفاظتی کونسل میں امریکہ کے زبردست حامیوں اور ہندوستان جیسے ممالک کے درمیان اختلاف کی خلیج حائل کرنا جو امریکی پالیسی کی غیر مشروط تائید نہیں کرتے۔

ہیرلڈ ٹربیون نے لکھا ہے کہ روس نے کسی شرط کے بغیر اقوام متحدہ میں واپس آکر دراصل یہ اعتراف کیا ہے کہ حفاظتی کونسل نے اس کی عدم موجودگی میں جو کچھ کیا وہ چارٹر کے عین مطابق تھا۔

نیوزی لینڈ کی حکومت نے جنوبی کوریا کی امداد کے لئے بری فوج بھیجنے کا جو فیصلہ کیا ہے اس کے پیش نظر پبلک میں رضا کارانہ بھرتی کا سلسلہ جاری ہے۔ ۲۸ جولائی تک جتنے لوگوں نے اپنے آپ کو فوجی خدمات کے لئے پیش کیا ان کی تعداد ۴۷۰۰ تک پہنچ گئی ہے۔

وزارت دفاع امریکہ نے ایک اعلان جاری کر کے امریکن عوام کو متنبہ کیا ہے کہ انہیں کوریا کی جنگ کے بارے میں حد سے زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ کمیونسٹ فوج نے جو تازہ ترین حملہ شروع کیا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ جنگ کا بڑی سرعت سے فیصلہ کیا جائے۔

ایک امریکن افسر نے جنگ کی صورت حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی محاذ پر جو بیسویں پیدل رجمنٹ کی دو کمپنیاں محصور ہو گئی تھیں۔ لیکن امریکن فوج نے بہت جلد ایک جوابی حملہ کیا اور وہ ان کمپنیوں کو نجات دلانے میں کامیاب ہو گئے۔

ایوان نمایندگان کی فوجی کمیٹی کے صدر نے اخباری نامہ نگاروں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ امریکن ہوائی فوج کا بیڑہ ۹۵ گروپوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ آپ نے کہا ہوائی فوج پر ۴ ارب ۵۲ کروڑ روپیہ خرچ کرنے کی سکیم بن چکی ہے۔

بلادِ غیر

۲۷ جولائی - جنرل میکارتھر کے ہیڈ کوارٹر کے جاری کردہ ایک اعلامیہ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ دشمن کا دباؤ کچھ اس طرح جاری ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آور برابر اپنی تنظیم کرتے چلے جا رہے ہیں۔

شمالی کوریا کی فوجیں امریکی اور جنوبی کوریا کی فوج کو پیچھے دھکیلنے کے بعد آگے بڑھ رہی ہیں۔

حکومت انڈونیشیا نے اعلان کیا ہے کہ جو ملک جنگ کوریا میں شامل ہیں وہ انڈونیشیا کی بندرگاہوں سے سامان اور ایندھن لینے کے مجاز نہیں۔

کینیڈین بحریہ نے اعلان کیا ہے کہ گذشتہ جبیتہ میں کینیڈا کے مشرقی سمندر میں کسی نامعلوم ملک کی ایک یا ایک سے زیادہ آبدوزیں دیکھی گئیں۔ اس سے پہلے کینیڈا کے ایک بحری افسر نے کہا کہ صرف روس ہی ایسا ملک ہے جو اپنی آبدوزیں یہاں بھیج سکتا ہے۔

برلن کی اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ مغربی منطقہ کی آبادی کی تشویش بڑھتی جا رہی ہے اور ان کو اندیشہ ہے کہ سوویٹ کے زیر اقتدار مشرقی جرمنی کے اشتراکی ملک کو فوجی طاقت سے متحد کرنے کے لئے کسی بڑے اقدام کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ خصوصاً مغربی جرمنی کے چھوٹے آفیسر زیادہ پریشان ہیں۔

۲۹ جولائی - حکومت بلجیئم نے جرمنی میں اپنی متعین فوجوں کو طلب کر لیا ہے۔ اور انہیں ان صنعتی علاقوں میں متعین کر دیا ہے جہاں شاہ لیوپلڈ کی واپسی کے خلاف ہڑتالیں اور ہنگامے ہو رہے ہیں۔ وزیر دفاع اور وزیر داخلہ نے دھمکی دی ہے کہ فرانسیسی بولنے والے علاقے پر ہنگامی حالات کا فوجی قانون نافذ کر دیا جائے گا۔ جو تین سال پہلے منظور ہوا تھا۔

شمالی کوریا کی فوجوں نے دو اور اہم شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ پوسان سے صرف ۵۰ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ پوسان جزیرہ نمائے کوریا کے جنوب مشرقی ساحل پر سب سے اہم بندرگاہ ہے۔ اور جنوبی کوریا کے لئے سپلائی کا مرکز

امریکی حکام نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ یکم اگست کو روسی نمایندہ کی زیر صدارت حفاظتی کونسل کا جو اجلاس منعقد ہو رہا ہے وہ اقوام متحدہ کی تاریخ میں انتہائی ہنگامہ خیز اور تلخیوں سے بھرا ہوا ہوگا۔ توقع ہے کہ ڈاکٹر یعقوب ملک اپنی صدارتی حیثیت

ہفتہ وار پیغام صلح - رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۰

(رپورٹ)

ہیں۔ کہ سب کام اپنے پر حرام کر کے بالمقابل اس کام کو پورا کرے۔ تا جھوٹا نہ کہلاوے۔ لیکن کیونکر مقابلہ کر سکتے۔ خدا کا فرمودہ کیونکر ٹل سکتا کہ کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی خدا نے ہمیشہ کے لئے جب تک کہ دنیا کا انتہا ہو یہ حجت ان پر پوری کرنی تھی۔ کہ باوجودیکہ علم ادبیا قت کی یہ حالت ہے۔ کہ ایک شخص کے مقابل پر ہزاروں ان کے عالم و فاضل کہلانے والے دم نہیں مار سکتے پھر بھی کافر کہنے پر دلیر ہیں۔ کیا لازم نہ تھا کہ پہلے علم میں کامل ہوتے پھر کافر کہتے۔ جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہے کہ ہزاروں مل کر بھی ایک شخص کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چار جزو کی تفسیر نہ لکھ سکے۔ ان کے بھروسہ پر ایک ایسے مامور من اللہ کی مخالفت اختیار کرنا جو نشان پر نشان دکھلا رہا ہے۔ بڑے بدقسمتوں کا کام ہے۔"

کتاب اعجاز المسیح کے ذریعہ چار نشانات

کتاب اعجاز المسیح کے ذریعہ جو زبردست چار نشانات ظہور میں آئے وہ درج ذیل ہیں۔

نشان اوّل

اس کتاب کے صفحہ ۶۶ و ۶۷ پر آپ فرماتے ہیں:۔

" رمضان کے آخری عشرہ میں مجھے ایک مبشر رؤیا دکھلایا گیا اور وہ یہ کہ میں نے خدا تعالےٰ سے دُعا کی کہ اللہ تعالےٰ میری اس تفسیر کو علماء کے لئے معجزہ بناوے اور یہ بھی دعا کی کہ ادباء میں سے کوئی بھی اس کی مثل بنانے پر قادر نہ ہو اور نہ انہیں ایسی انشاء پر قدرت دی جائے میرے رب نے میری اس دُعا کو اس مبارک مہینہ کی مبارک رات میں قبول فرمالیا اور مجھے بشارت دی اور فرمایا "منعہ مانع من السماء" یعنی روک دیا اس کو روکنے والے نے آسمان سے پس میں نے اس سے سمجھ لیا کہ دشمن ایسی تفسیر لکھنے پر قادر نہ ہونگے اور نہ اس کی مثل لاسکیں گے۔"

پھر الہام منعہ مانع من السماء کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

" یعنی اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا خدا نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص یعنی مہر شاہ کی طرف ہے لیکن خدا نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تا کہ اعلےٰ سے اعلےٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو کہ تمام مخالفین ایک وجود یا کئی جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں تو ہرگز نہ لکھ سکیں گے۔"

الحکم ۲۴؍جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

اللہ اللہ کتنا زبردست نشان اور علمی معجزہ ہے جو حضرت مرزا صاحب کو تمام علماء و مشائخ کے مقابلہ میں دیا گیا کس طرح ان سب کی طاقتیں سلب ہوگئیں اور کس طرح ان کے سینے علوم سے خالی ہوگئے اور کس طرح ان کے دعادی کہ وہ رسول کریم صلعم کے وارث ہیں جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور کس طرح حضرت مرزا صاحب کو ان کے مقابل ید بیضا کی طرح چمکتی ہوئی برہان عطا کی گئی کاش کوئی ٹھنڈے دل سے ایسے نشانوں پر غور کرے۔

دوسرا نشان

دوسرا الہام اس کتاب اعجاز المسیح کے متعلق یہ ہوا:۔

من قام للجواب و تنمر فسوف یری انہ تندم و تذمر۔

یعنی جو شخص غصہ سے بھر کر اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے تیار ہوگا وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔

اس الہام کی صداقت اس طرح ثابت ہوئی کہ ایک شخص محمد حسن صاحب فیضی ساکن موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم مدرس مدرسہ نعمانیہ شاہی مسجد لاہور نے شائع کیا کہ وہ اس کتاب کا جواب لکھنا چاہتے ہیں اس اعلان کے بعد جب انہوں نے نوٹ تیار کرنا شروع کئے تو ایک ہفتہ کے اندر ہی موت کا شکار ہوگئے اور الہام مندرجہ بالا کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا گئے۔ اس مولوی صاحب نے اپنے نوٹوں میں ایک جگہ حضرت مرزا صاحب کی شان میں نعوذ باللہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھا تھا۔ لیکن ایک ہفتہ بھی ان الفاظ کے لکھنے پر نہ گذرنے پایا تھا کہ وہ خود لعنۃ اللہ کا شکار ہوگئے کیا کوئی ہے جو اس عظیم الشان نشان سے فائدہ اُٹھائے۔ کیا یہ انسانی طاقت میں ہے کہ وہ پیش از وقت یہ اعلان کرے کہ میری کتاب کا جواب لکھنے کا ارادہ کرنے والا ندامت اور حسرت کا شکار ہوگا اور پھر واقعہ بھی اسی طرح ہو کہ جو شخص جواب کے لئے کھڑا ہو وہ فوراً ہی تمام حسرتوں کو دل میں لئے ہوئے موت کی گھاٹ اتار دیا جائے۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی آسمانی روک ہوسکتی ہے اور الہام منعہ مانع من السماء کے کمال صفائی کے ساتھ پورا ہو جانے ۴

تیسرا نشان اور پیر مہر علی شاہ صاحب کی پردہ دری

اتفاق ایسا ہوتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہاتھ متوفی مولوی محمد حسن صاحب فیضی کے نوٹ آجاتے ہیں اور پیر صاحب ان نوٹوں کے حاصل کرنے کے بعد بجائے عربی کے اردو میں جواب شائع کرتے ہیں اور اس میں بعینہٖ فیضی کے نوٹ درج کر دیتے ہیں اور انہیں بجائے محمد حسن صاحب کی طرف منسوب کرنے کے اپنی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جو اپنے خلیفہ کے مقابل انہیں ذلت کا منہ دکھلانا چاہتا تھا ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ پیر صاحب کے سرقہ کا راز فاش ہو جاتا ہے اور ان کو وہ شرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے کہ وہ دنیا کو منہ دکھلانے کے قابل نہیں رہتے اور اس طرح الہام مندرجہ بالا کہ جو جواب کے لئے کھڑا ہوگا اسے ندامت اور حسرت اُٹھانی پڑے گی دوبارہ اپنی پوری عظمت و شوکت کے ساتھ پورا ہو جاتا ہے۔ کوئی ہے جو اس سے فائدہ اُٹھائے۔

چوتھا نشان

ایک الہام اس تفسیر کے متعلق یہ بھی تھا۔

" قالوا ان التفسیر لیس بشئ"

یعنی مخالف کہیں گے کہ یہ تفسیر کچھ بھی نہیں سو ایسا ہی وقوع میں آیا کہ بالمقابل تفسیر تو نہ لکھ سکے لیکن اپنی شرمندگی کو مٹانے کیلئے قرآن کریم کے مخالفین کی طرح یہی کہنے لگے کہ اس میں غلطیاں ہیں۔ لیکن مصر کے بعض ایڈیٹروں کے کتاب اعجاز المسیح پر تبصرہ نے اس بارے میں بھی ان کے چہروں پر ذلت کی سیاہی مل دی۔ چنانچہ پرچہ مناظر کے ایڈیٹر نے لکھا کہ کتاب اعجاز المسیح درحقیقت فصاحت بلاغت میں بے مثل کتاب ہے اور صاف لکھا کہ اس کے بنانے پر دوسرے علماء ہرگز قادر نہ ہوں گے۔ اسی طرح ایڈیٹر ہلال نے اس کتاب کی فصاحت بلاغت کی تعریف کی۔

یہ چار نشان ایسے نمایاں ہیں کہ اگر تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے اتار کر حضرت مرزا صاحب کے مخالفین ان پر غور کریں تو انہیں حضرت مرزا صاحب کو منجانب اللہ ماننے کے بغیر اور کوئی چارہ نہ رہے وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ اس دنیا میں صرف مادی اسباب ہی کارفرما ہیں ان نشانوں پر اگر انصاف اور غور کی نظر ڈالیں گے تو ان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ مادی اسباب کے علاوہ اس عالم میں روحانی اسباب بھی کام کر رہے ہیں ورنہ وہ بتلائیں کہ کسی کی کتاب کے رد لکھنے کا ارادہ کس طرح کسی کی موت یا ذلت و رسوائی کا سبب بن سکتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے نشان اس امر پر یقینی دلیل کا کام دیتے ہیں کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جس کا تصرف تمام عالم کے ہر ذرہ پر ہے اور یہ کہ ہر ذرہ اسی طرف حرکت کرتا ہے جس طرف اسکو اس ہستی کا اذن ہوتا ہے کاش ان سب لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور وہ راہ صواب کو پالیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

---

۴ میں کیا کسی عقلمند کو کوئی شک رہ سکتا ہے۔

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۴ شوال ۱۳۶۹ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۵۰ء — نمبر ۳۱

گناہ سے بچنے کا علاج

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

گناہ درحقیقت ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پُرجوش محبت اور محبانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اُکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا کی محبت سے اُکھڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس خشکی کی طرح گناہ اس پر غلبہ کرتا ہے سو اس کی خشکی کا علاج قانونِ قدرت میں تین طور سے ہے (۱) محبت (۲) استغفار جس کے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش۔ کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے (۳) تیسرا علاج توبہ ہے یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا اور معصیت کے حجاب سے اعمالِ صالحہ کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمالِ صالحہ کے ساتھ ہے تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائیں دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اس لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اس کا نام روح رکھا کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اس کی محبت اور اس کی اطاعت میں ہے اور اس کا نام نفس رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنے والا ہے خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے یہی انسان کی جنت ہے اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوسنا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوس کر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے اور خدا میں ہو کر پاک نشو و نما پاتا ہے اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا اور اچھے پھل لاتا ہے مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشو و نما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا۔ اس لئے دمبدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں۔ پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس خشکی کو دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے جس پر قانونِ قدرت گواہی دیتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہٗ اشارہ کر کے آتا ہے یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف واپس چلا آ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ۔

(سلسلہ تصنیفات جلد ششم)

(الملتقم)

جذباتِ اضطراب

کہتا ہوں پے صبر و سکوں قلبِ نہاں سے
پیغام بہار آئے گا کانٹوں کی زباں سے
ایماں ہو محکم تو عمل پختہ و پیہم
اور جد و جہد خوب تہجد بکفِ فغاں سے
اب نوکِ قلم سے سرِ اعدا کو قلم کر
سر ہو گی مہم یہ نہ کبھی سیف و سناں سے
اسلام کوئی دن کا ہے مہمان جہاں میں
دشمن تجھے دیتا رہیگا یونہی یہ جھانسے
یہ نقشِ الٰہی نہ مٹا ہے نہ مٹے گا
چمکے گا مہ و مہر کی مانند جہاں سے
پورے ہوا کرتے ہیں مواعیدِ الٰہی
جو عرش سے پہنچے ہوں رسولوں کی زباں سے
میخانۂ توحید و رسالت کے قدح نوش
ممتاز ہیں ہر رنگ میں ابنائے زماں سے
یا دُردکشاں ہر کہ در افتاد برافتاد
بچتے رہو آویزشِ ماہیچو کساں سے
حال ان پہ عیاں ہے نہ کوئی تیر نہاں ہے
خاموش ہیں ہم کیا کہیں پیغام رساں سے
مجبور ہا جر در مہدی کا بھکاری
بے نام و نشاں رہنے دو کیا نام و نشاں سے

خواتین کے لئے

خدمت اسلام اور ہم

(بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ)

دل تو یہی چاہتا ہے کہ اپنی احمدی بہنوں کو کسی امر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ضمناً خدمت اسلام کی اہمیت پر کچھ کہنے یا لکھنے کی ضرورت ہی پڑے کہ مخاطب وہ فعال جماعت ہے جس نے امام وقت کے گروہ میں شامل ہوتے ہوئے یہی عہد کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کریں گے یا بالفاظ دیگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے جھنڈے کو سربلند رکھنے کے لئے دامے درمے قدمے ہر وہ قربانی کرنے کو تیار رہیں گے جس کی طرف انہیں بلایا جائے گا اور اس بلند و نیک مقصد کو ہمیشہ حرز جان بنا کر رکھیں گے۔ تو اب اگرچہ میں آپ کو یہ قرآنی حکم سناؤں کہ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض انہیں جنت عطا فرمائے گا) تو آپ فرمائیں گی بالکل درست۔ ہم پہلے ہی ان کے ساتھ ہیں جو میدان عمل میں سرگرم ہیں مگر خدارا فرصت کے وقت ذرا سوچئے کہ اس اہم ذمہ داری اور بلند تخیل میں اور ہماری عملی زندگی میں کتنا فرق ہے۔ کیا ہم نے اپنی ذات پر کوئی ایسی قیود عائد کی ہیں کہ جن سے عام مسلمان بہنوں اور اس مجاہد سلسلے کی خواتین میں کوئی مابہ الامتیاز فرق ہو۔

پاکستان بننے کے ساتھ ساتھ ایک عام بیداری (موجودہ مفہوم کے مطابق) عورتوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ سیاسی امور سے دلچسپی۔ اپنے حقوق کا مطالبہ۔ اور انفرادی آزادی دن بدن ترقی پر ہے۔ تعلیم یافتہ بیبیوں کی مجلس میں بیٹھئے تو زمانے بھر کے موضوع پر رائے زنی کر لیجئے۔ اچھے ایماندار نوکر ملنے کی مشکلات سے لیکر شاہ اور ٹرومین کی سیاسی چالوں تک پر روشنی ڈالی جائے گی۔ لیکن اگر کوئی مسئلہ رہ جائے گا تو اشاعت اسلام کا مسئلہ ہی تشنۂ توجہ رہے گا۔ اگر کسی نے دبی زبان سے اس طرف اشارہ کر بھی دیا تو لیجئے عجب مایوس کن باتیں شروع ہو گئیں۔ "اب اسلام ہے ہی کہاں" "مسلمان تو نام کے مسلمان رہ گئے ہیں"۔ "پہلے ان کو مسلمان کر لو پھر غیر مسلموں میں اشاعت اسلام کا نام لو" وغیرہ وغیرہ۔ اگر انہیں کے زاویہ نگاہ کو مد نظر رکھ کر عرض کیا کہ "انگریزی حکومت اور اس کی تعلیمی برکات نے ہمیں یہ بھی سبق دیا ہے کہ ترقی پسند مسلمان قدم آگے بڑھانے کے لئے یورپ و امریکہ کی طرف دیکھتا ہے اور گھر میں جو تیر بہدف نسخہ ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر رکھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے بقول علامہ اقبال اگر کافر مسلم آئیں ہو جائے تو شاید یہ مذہب کی گولی مغربی کھانڈ میں لپٹ کر آسانی سے گلے سے اتر جائے"۔ تو مختلف آوازیں آنے لگیں "یورپ میں تبلیغ اسلام! توبہ کیجئے بھلا وہ کیا مسلمان ہوں گے وہ تو پہلے ہی مذہب سے بیزار ہیں"۔ "انہوں نے نہ نماز پڑھی۔ یورپین لیڈیز برقع پہن چکیں"۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض مایوسی و ناامیدی کی بھیانک تصویر کھینچ کر رہی سہی ہمت بھی ختم کر دی جائے گی۔ مگر یہ کیوں، یہ کوتاہ بینی تنگ نظری کیوں؟ صرف اس لئے کہ امام وقت کو رد کر کے حقیقی راہبر سے محروم ہو چکے ہیں۔ "اسلام تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا" یہ ہے وہ ایمان جو چودھویں صدی کے مجدد نے دلوں میں پیدا کیا۔ اور یہی وہ یقین ہے جو آنکھیں بند کر کے قربانیاں و ایثار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

تو پھر سوچئے کہ آپ نے کیا کیا؟ اس عہد کو نبھانے کے لئے کوئی ذمہ داری کوئی پابندی اپنے اوپر قبول کی؟ کیا مجاہد سرفروش اپنے فرائض میں لیت و لعل کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر لیجئے ایک ادنیٰ سی بات ہے خصوصاً ہم عورتوں کے لئے یعنی دستکاری کے ذریعہ اشاعت اسلام میں حصہ لینا۔ کون سی بہن ایسی ہوں گی جو اپنے یا اپنے بچوں کے لئے سینا پرونا بُننا کاڑھنا وغیرہ نہ کرتی ہوں۔ امیر و غریب سب ہی شوقیہ یا مجبوراً کرتی رہتی ہیں تو پھر سال بھر کے سینکڑوں گھنٹوں میں سے اگر چند گھنٹے خدا اور رسول کے لئے مانگے جائیں تو کیا اس جماعت کی خواتین کو انکار ہو گا جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر چکی ہے اور جس کی ہر سانس کیساتھ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آتی ہے۔ کیا مجھے یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ دسمبر میں سالانہ جلسے کے ساتھ ایک دستکاری کی نمائش بھی ہوتی ہے جس کی آمدنی دین محمدؐ کی نصرت کیلئے وقف ہے اور جو صرف ان کی توجہ کی محتاج ہے۔ اب کئی سال سے یہ مفید تحریک روبہ انحطاط ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر بار بار یاد دہانی نہیں کی جاتی یہ صحیح کہ ہم نے اپنے فرض کو نہ جانا۔ چاہیئے تو یہ کہ ہر احمدی گھر میں معمر، جوان بیبیوں اور بچیوں تک میں یہ دلی تڑپ موجود ہو کہ اس نیک تحریک میں

باقی بر صفحہ ۱۱

ادارہ تعلیم القرآن

طلباء کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام اور وظائف کا اعلان

(از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ)

(۱) جو طلباء ادارہ تعلیم القرآن کے ہوسٹل میں اکتوبر میں داخل ہوں ان کی اپنی تعلیم کے ساتھ ان کی دینی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ انہیں کچھ وظائف بھی دیئے جائیں گے جن کا انحصار ایک امتحان پر ہو گا جو ۱۵۔ اور ۳۰۔ اکتوبر کے درمیان لیا جائے گا۔

(۲) اس میں حسب ذیل مضامین ہوں گے:۔

(ا) قرآن کریم۔ پہلا پرچہ:۔ ربع اول یعنی پہلے پانچ رکوع معہ سورۃ فاتحہ۔ ترجمہ لفظی
دوسرا پرچہ:۔ ربع آخر یعنی سورۃ قدر سے آخر تک
تیسرا پرچہ:۔ بعض الفاظ و مضامین کی تشریح مبنی بر بیان القرآن

(ب) حدیث:۔ مینوال آف حدیث یا احادیث العمل، سے پہلے دو باب۔ لفظی ترجمہ

(ج) تاریخ:۔ سیرت خیر البشر۔ ہجرت تک

(د) سلسلہ:۔ تحریک احمدیت (ماسوائے خروج دجال و یاجوج ماجوج)

(۳) قرآن کریم میں ہر پرچہ کے نمبر ایک سو ہوں گے اور باقی تین میں سے ہر مضمون کے نمبر ایک سو ہوں گے۔ تحریری امتحان کے علاوہ ایک تقریری امتحان بھی ہو گا جس میں آخری دس سورتوں کے حفظ کرنے کے علاوہ عام دینی معلومات پر بھی سوال ہوں گے اس کے پچاس نمبر ہوں گے۔

(۴) پاس ہونے کے لئے ہر پرچہ میں ۳۳ فیصدی نمبر حاصل کرنے ہوں گے اور مجموعی طور پر چالیس فیصدی۔

(۵) ایک سال کے لئے تین وظائف دیئے جائیں گے پہلا وظیفہ بیس روپے ماہوار۔ دوسرا وظیفہ سولہ روپے ماہوار۔ تیسرا وظیفہ چودہ روپے ماہوار۔

لیکن یہ وظائف صرف ان طلباء کو دیئے جائیں گے جو ساٹھ فیصدی سے زیادہ نمبر حاصل کریں اس سے کم نمبروں کی صورت میں وظائف کو کچھ کم کرنے کا اختیار ہو گا۔

محمد علی

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل

احباب کی فوری توجہ کے قابل

"...... ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور اموال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض انہیں جنت عطا فرمائے گا .... تو اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے یہ ۷۵ ہزار روپے کا بوجھ آپ لوگوں ہی نے اٹھانا ہے۔ اس لئے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ اسکو بعض جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے اور بعض احباب کو اس کی وصولی پر لگا دیا جائے جو جماعتوں میں جا کر اس رقم کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور دوسرے احباب کو بھی اس کی تحریک کریں اس ضمن میں لاہور کی جماعت کے حصہ میں بیس ہزار روپیہ ڈالا ہے اور دس دس ہزار روپیہ لائلپور اور کراچی کی جماعتوں کے ذمہ اور باقی پچیس ہزار روپیہ دوسری جماعتیں پورا کریں۔ ہم نے اس کمی کو بہر حال پورا کرنا ہے۔ ایک فوج کی طرح باہم یک جہتی سے اس بوجھ کو اٹھایئے۔ جو زیادہ حصہ نہیں دے سکتے وہ کم از کم دس دن کی آمد ضرور دیں۔"

(اقتباس از اپیل حضرت امیر ایدہ اللہ)

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

پیغام صلح

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۴ شوال ۱۳۶۹ھ — نمبر ۳۱

کمیونزم کی بڑھتی ہوئی رَو

چین میں کمیونسٹوں کی فتوحات اور شمالی کوریا کی کمیونسٹ افواج کے جارحانہ اقدام نے دنیا میں بہت بڑا خطرہ پیدا کر دیا ہے اس خطرہ کو امریکہ نے جس حد تک محسوس کیا ہے، شاید دوسرے ممالک میں اس قدر احساس ابھی پیدا نہیں ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس وقت ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑی ہے، اور اگر اس سے بچاؤ کے لئے کوئی مؤثر اور فوری تدابیر عمل میں نہ لائی گئیں، تو بقول مسٹر ایچی سن (وزیر خارجہ امریکہ) "آزادی کی تربت پر آنے والی نسلیں صرف یہ کتبہ پڑھ سکیں گی کہ اس کے بچاؤ کے لئے بہت کم خرچ کیا گیا اور جو کچھ کیا گیا وہ بہت دیر سے"۔

مسٹر ایچی سن نے اپنے بیان میں جو ۵ راگست کو امریکی کانگریس کی ایک دفاعی کمیٹی کے سامنے دیا گیا، یہ بتایا کہ:۔

"قیام امن کا پہلا اور آخری سہارا بس یہ ہے کہ جارحانہ اقدامات کا ہر جگہ کامیابی کے ساتھ منہ توڑ مقابلہ کیا جائے"

انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ

"ہمیں اپنے دفاعی استحکامات کو سرعت کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیئے"

اسی سلسلہ میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ:۔

"یہ کام صرف امریکہ کے کرنے ہی کا نہیں ہے اسکو خوش اسلوبی سے انجام دینے کی ذمہ واریاں دوسرے ممالک پر بھی ہیں ہمیں ان ممالک کی اقتصادی دشواریوں کا علم ہے ان کی مجموعی اقتصادی خوش حالی ہماری اقتصادی خوشحالی کے نصف سے بھی کم ہے اور ان پر اتنا بوجھ ڈالنا کہ اٹھا بھی نہ سکیں نادانی ہوگی"

اور اس کے ساتھ ہی بعض ممالک کو فوجی امداد دینے کی ضرورت ظاہر کی اور اس غرض سے جنگی ضروریات کی اشیاء و بہ عجلت تیار کرنے کا مطالبہ کیا۔

اس میں شک نہیں کہ کمیونزم کی رَو جس سرعت کے ساتھ بڑھتی چلی آ رہی ہے اس کے مقابلہ کے لئے اسی سرعت کے ساتھ ہر ملک کو تیار ہو جانا چاہیئے ورنہ یہ رَو نہ صرف تمام دنیا کی آزادی کو سلب کرنے بلکہ خدا اور مذہب کا نام صفحۂ ہستی سے مٹانے میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گی۔ اس مقابلہ کی ایک صورت تو وہی ہے جس پر مسٹر ایچی سن نے زور دیا ہے، اور یہ وہی ابدی صداقت ہے، جس پر آج تک یورپ اور تمام مغربی دنیا معترض رہی اور اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہکر بدنام کرتی رہی کہ انہوں نے مذہب کی خاطر لوگوں کا خون بہایا حالانکہ یہ وہی دفاع تھا جس پر آج آزادی کے بچاؤ کے لئے زور دیا جا رہا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہی لوگوں سے جنگیں کیں جنہوں نے آپ کے خلاف جارحانہ اقدام سے کام لیا اور آپ پر چڑھائی کر کے اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹانا چاہا چنانچہ حکم دیا گیا:۔

وقاتلوا فی سبیل الله خدا کی راہ میں ان لوگوں الذین یقاتلونکم سے لڑو جو تم سے جنگ ولا تعتدوا ان کرتے ہیں اور زیادتی مت الله لا یحب المعتدین کرو اللہ زیادتی کرنے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ والوں کو پسند نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کرتا۔

وقاتلوهم ان سے جنگ کرو یہاں حتی لا تکون تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور فتنة ویکون مذہب کی قبولیت محض اللہ الدین لله کے لئے ہو، اگر وہ اس فان انتهوا (فتنہ) سے باز آجائیں تو فلا عدوان ظالموں کے سوائے کسی الا علی الظالمین کے لئے سزا نہیں۔

کس قدر صاف اور واضح احکام ہیں، صرف ان لوگوں سے لڑنا ہے، جو مسلمانوں سے لڑتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ زیادتی کرنے سے بھی منع فرمایا اور اسکو خدا کی ناراضی کا موجب ٹھیرایا، یہ آخری بات اسلام کا امتیازی کارنامہ ہے جس سے موجودہ مہذب دنیا یکسر خالی ہے یہیں تک نہیں بلکہ فرمایا کہ فتنہ کو مٹانے اور آزادی قائم کرنے اور مذہب کو جبر سے آزاد کرانے کے لئے جنگ کرو لیکن اگر وہ باز آجائیں تو پھر ظالموں کے سوائے کسی کے لئے سزا نہیں،

کاش موجودہ مہذب دنیا قرآن کی اس شاندار تعلیم کو چشم بصیرت سے دیکھتی تو وہ طعن و تشنیع جو مسلمانوں کو اس زمانہ میں برداشت کرنی پڑی ہے کبھی سننے میں نہ آتی۔ آج مسٹر ایچی سن قیام آزادی کے لئے دفاعی استحکامات پر زور دے رہے ہیں، قرآن آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اس صداقت کا اعلان کر چکا ہے۔

لولا دفع الله اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں الناس بعضهم کا دفاع بعض کے ذریعہ سے ببعض لفسدت نہ کرے تو زمین فساد سے الارض ولكن بھر جائے لیکن اللہ تمام دنیا الله ذو فضل پر فضل کرنے والا ہے علی العالمین

پس جہاں تک دفاع کا سوال ہے، یہ ایک قرآنی صداقت ہے جس کی ضرورت ہر زمانہ میں پیش آتی رہی اور آج بھی کمیونزم جیسے عظیم الشان فتنہ کو مٹانے کے لئے پیش آ رہی ہے، اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تمام ان ممالک کو جو آزادی کے علمبردار ہیں پوری طرح تیار ہو جانا چاہیئے، پاکستان پر یہ ذمہ داری سب سے بڑھکر عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ایسے مذہب کا پیرو ہے، جو مذہبی آزادی کا سب سے بڑھکر حامی ہے، اور کمیونزم خدا اور مذہب کا سب سے بڑا دشمن ہے،

اس دشمن کا مقابلہ ہر پاکستانی کا سب سے بڑا اور سب سے اہم فرض ہے، خواہ اس کے لئے جنگ کرنی پڑے یا کوئی اور صورت اختیار کی جائے۔

"کوئی اور صورت" کیا ہو سکتی ہے؟ ہم اس سے پہلے بارہا ان کالموں میں لکھ چکے ہیں کہ کمیونزم کی رَو کا بسرعت پھیلتے چلے جانا صرف اسی وجہ سے ہے کہ دنیا اس وقت سخت معاشی مشکلات میں مبتلا ہے، اور کمیونزم کا یہ نعرہ کہ ہم امیر اور غریب سب کو برابر کر دیں گے اور سب لوگ آرام اور اطمینان سے ایک ہی جیسی روٹی کھائیں گے، سادہ لوح انسانوں کو جو حقیقت حال سے ناواقف ہیں اس پر فریفتہ کرتا جا رہا ہے، ان کو پتہ نہیں کہ یہ نعرہ ابھی تک روس میں بھی عملی جامہ اختیار نہیں کر سکا۔ اور وہاں بھی سرمایہ دار کمیونسٹ ابھی تک غریبوں کو لوٹنے اور کچلنے میں ساعی اور سرگرم ہیں، یہ تو ایک چال ہے جو محض دنیا کی دولت سمیٹنے اور ملکوں پر قبضہ جمانے کے لئے چلی گئی ہے، اگر یہ چال کامیاب ہو گئی اور کمیونزم دنیا پر مسلط ہو گئی تو یقین جانیئے کہ یہ فتنہ آزادی کے نام و نشان کو ہمیشہ کے لئے مٹا دینے کا موجب ہوگا۔ اس لئے مقابلہ کے لئے جہاں جنگی ساز و سامان اور دفاعی مورچوں کے استحکامات کی ضرورت ہے وہاں سب سے بڑھکر اس بات کی ضرورت ہے کہ دنیا کے معاشی حالات کو بہتر بنایا جائے اور غریب طبقہ کو اوپر اٹھانے اور تنگدستی سے بچانے کی کوشش کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ کمیونزم کی اصل حقیقت بھی ان پر پوری طرح واضح کی جائے، یہ دونوں کام ہم سمجھتے ہیں کہ جنگی استحکامات سے زیادہ ضروری ہیں، اگر پاکستان اس بارہ میں کوئی عملی قدم اٹھائے تو بہت ہی مفید ثابت ہوگا، خدا نے ہمیں وہ دین دیا ہے جو غریبوں اور بیکسوں کا حامی اور خیر خواہ ہے اس کا حکم ہے کہ امراء اپنے اموال کا ایک حصہ غربا اور ناداروں کی دستگیری اور اعانت پر صرف کریں اور تمام اموال صرف ایک ہی طبقہ میں پھرتے نہ رہیں، اگر ہمارے امرا اس حکم پر عمل کرنے کیلئے تیار ہوں اگر حکومت پاکستان اپنے ملک کی معاشی حالت کو سدھارنے اور غریب طبقہ کو معاشی مشکلات سے

انگریزی ترجمۃ القرآن

عربی متن میں غلطی ہو تو اطلاع دی جائے

"قرآن کریم ترجمہ انگریزی مع متن کے پروف آنے شروع ہو گئے ہیں احباب سے درخواست ہے کہ اگر عربی متن میں یا ترجمہ میں ان کے علم میں کوئی غلطی ہو تو اس سے فوراً مجھے کراچی کے پتہ پر اطلاع دیں"

محمد علی

اخبار و افکار

حقیقی ایمان

زمیندار کے ایک گذشتہ پرچہ ..... میں ایک صاحب تحسین صدیقی آل پاکستان اینٹی مرزائیت کنونشن کے چیف آرگنائزر احمدیت کے خلاف زہر اگلتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"درحقیقت یہ مسلمانان پاکستان کا متفقہ مطالبہ ہے کہ پاکستان کی دشمن اور آقائے مدینہ محمد صلعم کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والی تحریک کو قطعی ختم کر دیا جائے۔"

یہ کس قدر کم بختی ہے کہ تریاق کو زہر اور زنجبیل کو سم قاتل سمجھ لیا گیا ہے۔

احمدیت جو خالص اور زندہ اسلام کی تعلیم دیتی اور دنیا کے اکناف و اطراف میں آقائے مدینہ کے نام کو بلند کرنے میں مصروف ہے۔ اور خدا کی ہستی پر زندہ ایمان کو پیدا کرنے والی تحریک ہے وہ اس مردہ ایمان پر کیا ڈاکہ ڈالے گی جو عملی لحاظ سے ایک کوڑی کی قیمت کے برابر بھی نہیں۔

آقائے مدینہ صلعم کا ارشاد ہے کہ :-

لوکان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من اهل فارس

یعنی آخری زمانہ میں مسلمانوں کے قلوب سے حقیقی ایمان نکل جائے گا۔ اور ایک فارسی النسل شخص (یعنی مسیح موعود) پیدا ہوگا جو اس ایمان کو دوبارہ دلوں میں گاڑ دیگا۔

اب غور کر لیجئے جس ایمان کو آقائے مدینہ پیدا کرنا چاہتے تھے وہ آج کہاں ہے؟ وہ فی الواقع جیسا کہ مسلمانوں کی عملی حالت سے عیاں ہے ثریا پر جا چکا ہے۔ تو پھر ایسی صورت میں احمدیت کی تحریک جو ایک رجل فارس کی قائم کردہ ہے۔ اور جو اس حقیقی ایمان کو قلوب میں پیدا کرنے کے لئے پیدا ہوئی۔ اس سے دور رہنا اپنے آپ کو حقیقی ایمان اور اس کی نعمتوں سے محروم کرنا ہے۔

کامیابی

مضمون نگار اپنی تحریر کو جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ادارہ سیرت لاہور نے اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر فیصلہ کیا ہے کہ اس

فتنہ کے قلع قمع کے لئے اینٹی مرزائیت فرنٹ قائم کیا جائے"

ہاں صاحب ایسا فرنٹ ضرور قائم کیجئے اور جہاں تک ممکن ہو پورا زور لگائیے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ آپ کا یہ زور کھیت میں کھاد ہی کا کام دے گا اور جوں جوں آپ زور لگائیں گے یہ پودا جو کہ خدا تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے لئے خود اپنے ہاتھ سے لگایا ہے پھولتا اور پھلتا ہی رہے گا۔

ابتدا میں بھی مخالفین نے (کیا مسلم کیا غیر مسلم، کیا حکومت اور کیا عوام) سب نے اسکو تباہ کرنے اور اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ اب جبکہ وہ ایک تن آور درخت بن چکا ہے۔ اور اس کی شاخیں دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں پھیل چکی ہیں۔ اینٹی مرزائیت فرنٹ اس کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

گذشتہ تاریخ سے فائدہ اٹھائیے کیا کبھی ایسا ہوا کہ الٰہی سلسلہ مخالفین کی مخالفت سے تباہ ہو چکا ہو۔ جو آج تمہاری امید بر آئے گی۔ اپنی قوت کو یونہی ضائع نہ کرو۔ کسی تعمیری کام پر لگاؤ زمانہ کی ضرورت کو پہچانو اور خدا کے اس قائم کردہ سلسلہ کا ساتھ دو کہ اس میں آج زندگی اور کامیابی ہے۔

مذہبی حکومت کا مطالبہ

بھارت پارلیمنٹ میں نائب وزیر سردار پٹیل نے حال ہی میں تقریر کرتے ہوئے حکومت کے ان اصلاحی کاموں کی تفصیل بیان کی جو گذشتہ سالوں میں سرانجام دیئے گئے۔

اس تقریر پر سیٹھ ڈالمیا نے نہایت کڑی نکتہ چینی کی ہے اور صاف کہا ہے کہ :-

"ممکن ہے سردار پٹیل اپنے کارناموں پر بہت مسرور ہوں اور کانگریسی اراکین پارلیمنٹ کی جانب سے ان کے گلے میں تعریف و توصیف کے ہار ڈالے جائیں لیکن جو لوگ غلامی کے دور میں آج سے کہیں بہتر تھے وہ اس تعریف و توصیف میں خود کو شامل نہیں کر سکتے"

اس کے ساتھ ہی ریاستوں کی موجودہ حالت کو ان کی سابقہ حالت سے بدتر بتاتے ہوئے اور کانگریسی لیڈروں پر یہ الزام لگاتے ہوئے کہ وہ "جمہوریت کی آڑ میں آمروں سے کہیں بدتر سلوک روا رکھ رہے ہیں" آخر میں مطالبہ کیا ہے کہ :-

"عوام فرقہ داری حکومت نہیں بلکہ ایسی حکومت چاہتے ہیں جس کے تحت اقلیتیں آج سے کہیں زیادہ محفوظ و مامون ہیں اگر سرکاری قائدین ایسی مذہبی حکومت قائم نہیں کر سکتے تو انہیں اپنے ذمہ دار عہدوں سے مستعفی ہو جانا چاہیئے"

لیکن کیا بھارت اس وقت مذہبی حکومت سے خالی ہے؟ کیا آئین حکومت میں لادینیت کا اعلان ہونے کے باوجود عملاً ہر صوبہ، شہر، قریہ میں مذہبی حکومت رائج نہیں؟ کیا ایک مسلمان کا مسلمان ہونے کی وجہ سے طرح طرح کے مصائب و آلام میں مبتلا کیا جانا، اس کی زبان، اس کا کلچر مٹانے کی کوشش کرنا، اسکو قرآن سے دور رہنے کی نصیحت کرنا جیسا کہ ٹنڈن جی اپنی تقاریر میں کرتے رہتے ہیں) اور سرمایہ اور حکومت کے بل بوتہ پر اسے ہندو بنانے کی کوشش کرنا، بھارت کی لادینی حکومت کا اثر ہے؟

معلوم نہیں سیٹھ ڈالمیا جس مذہبی حکومت کے طالب ہیں وہ بھارتی ہندوؤں کے موجودہ مذہبی اقدامات کو کس طرح بدل دے گی اور ہندو مذہب کی تعلیمات کے خلاف جو غیروں کے ساتھ بہتر و روادارانہ سلوک کی حامی ہیں کونسا ایسا جادو لے آئے گی جس کی وجہ سے اقلیتیں آج سے زیادہ محفوظ و مامون ہو جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ لادینی حکومت کے پردہ میں ایک چور بازاری کا رنگ رکھتا ہے اور مذہبی حکومت قائم ہونے سے اسے جواز کی صورت حاصل ہو جائے گی، اور وہ سب کچھ ہوگا جو آج لادینی حکومت کے ڈر سے نہیں ہو رہا، جب تک ہندوانہ ذہنیت تبدیل نہ ہو نہ لادینی حکومت کچھ کر سکتی ہے اور نہ مذہب کسی کام آ سکتا ہے۔ وہ اسلام ہی ہے، جس کی مذہبی حکومت اقلیتوں اور تمام فرقوں اور طبقات کے لئے باعث رحمت ہو سکتی ہے، جس مذہب میں اتنی وسعت ہی نہیں کہ وہ دوسروں کا وجود بھی برداشت کر سکے اس کی حکومت کہاں مفید ہو سکتی ہے۔

ایک فتوےٰ

یکم اگست کے "اہل حدیث" (سوہدرہ) میں ایک فتوےٰ شائع ہوا ہے، سوال یہ تھا کہ

"ایک مرزائی عورت نے کسی حنفی مرد سے نکاح کر لیا اب وہ مرزائیت کی تبلیغ کر رہی ہے کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہ؟"

جواب :- اگرچہ بعض علماء کے نزدیک یہ نکاح جائز نہیں ہے مگر میری تحقیق یہ ہے کہ کسی مسلمان عورت کا مرزائی سے نکاح جائز نہیں مگر مرزائی عورت کا نکاح مسلمان مرد سے جائز ہے یہ خاوند کا فرض ہے کہ وہ اسے تبلیغ مرزائیت سے روکے اور اسلام خالص کی دعوت دے اگر وہ کسی صورت بھی تبلیغ سے باز نہ آئے تو پھر اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دے،،

یہ ہے آج کل کے مولویوں کی ذہنیت معلوم نہیں وہ کونسا خالص اسلام ہے جس کی دعوت دینے کا حکم غیر احمدی خاوند کو دیا گیا ہے، کیا وہ احمدیت سے کوئی الگ شئے ہے؟ کیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر اس کی بناء نہیں؟ کیا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس کے ارکان نہیں؟ اگر خالص اسلام اسی کا نام ہے، تو احمدی اور کس چیز کو مانتے ہیں، کیا مرزا صاحب کی مجددیت کم از کم تیرہ بلکہ اس سے زیادہ مجددین کے تو "اہلحدیث" بھی قائل ہیں؟ کیا وفات مسیح کا ماننا خالص اسلام سے انحراف ہے؟ پھر کیا کہا جائے گا ان بزرگان ملت اور آئمہ دین کو جو وفات مسیح کے قائل رہے ہیں؟ کیا حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننا خالص اسلام کے خلاف ہے؟ وہ مسیح موعود جس کی برکت سے آج اسلام اور خالص اسلام کی تبلیغ ہر چہار اطراف عالم میں ہو رہی ہے، اور محمد رسول اللہ صلعم کا نام دنیا میں روشن ہو رہا ہے اسلام کی مشکلات اگر مسیح موعود کے دم برکت سے دور ہو جائیں تو تمہیں اس سے چڑ کیوں ہے ؎

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

کاش ان مولویوں کی آنکھوں میں ذرا بھی نور بصیرت ہوتا تو انہیں نظر آ جاتا کہ خالص اسلام وہی ہے جو جماعت احمدیہ کے پاس ہے اور جس اسلام کے وہ مدعی ہیں وہ اسلام کی ایک بگڑی ہوئی تصویر ہے جس کی آج دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں اسی لئے اسے دنیا میں پھیلانے کی انہیں توفیق نہیں، چہ جائیکہ اس کی دعوت ایک احمدی عورت کو دے سکیں؟

درخواست دعا

میاں غلام شبیر صاحب ایس ڈی او۔ پاک پٹن اپنے تین بچوں اور اہلیہ صاحبہ کی بیماری کی وجہ سے پریشان خاطر ہیں احباب ان کی شفایابی اور درازی عمر کے لئے دعا کریں۔ پہلے بھی دعا کی تحریک کی گئی تھی بیماری نے طول پکڑ لیا ہے۔ احباب درد دل سے دعا کریں۔

رات کو سویرے سو جاؤ اور آدھی رات اُٹھکر خدا کے حضور کھڑے ہو جاؤ

"یہ نسخہ ساری کوفتوں کو دُور کردے گا۔ دل کے غموں کو دُور کر دے گا"

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ کراچی۔ مؤرخہ ۲۱ جولائی ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام)

قال اللہ تعالیٰ — الصّٰبرین والصّٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار

مومنوں کے بلند اوصاف

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں (مومنوں کی) مدح کے مقام پر بیان فرمائی ہیں اس لئے ان کے ساتھ یہ نہیں بتایا۔ کہ ان کو کیا ملیگا یا کیا نہیں ملے گا۔ بلکہ صرف ان کے بلند مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے ذکر کیا ہے اسکو عربی میں نصب علی المدح کہا جاتا ہے

پہلا وصف۔ الصّٰبرین

پہلا وصف جو بیان کیا گیا ہے اس کو الصّٰبرین کے لفظ سے ظاہر فرمایا ہے صابر کا لفظ عام طور پر ہماری زبان میں بھی مشہور ہے۔ مگر قرآن شریف کی اصطلاح میں صبر کا ذکر دو رنگوں میں آیا ہے۔ صبر اصل میں روک رکھنے کا نام ہے۔ یہ روکنا بھی دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک تو بری بات سے اپنے آپ کو روکنا انسان کا قدم برائی کی طرف نہ اُٹھے۔ دوسرا یہ کہ انسان کا جو بھی قدم اُٹھے وہ اچھی بات کے لئے ہو۔ اس کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ الصبر عن المعصیۃ والصبر علی الطاعۃ معصیت یا برائی سے روکنا اور نیکی کی طرف فرمانبرداری کا قدم اُٹھانا

دوسرا وصف۔ الصادقین

دوسرا وصف صادقین کے لفظ کو اختیار کرکے بیان فرمایا ہے۔ صادق بھی ہماری زبان میں مستعمل ہے۔ عام طور پر سچ بولنے والے کو صادق کہا جاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان خوبیوں میں سے جو آپ کی بعثت سے پہلے قوم کے اندر روشن ہو چکی تھیں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کا سچ بولنا ہر ایک پر مسلم تھا۔ آخر تک اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں نے بھی اس بات کی گواہی دی کہ حضورؐ کی زبان سے سچ کے سوا کوئی دوسری بات نہیں سُنی گئی۔ ابوسفیان جب آپ کا دشمن تھا قیصر نے اسکو دربار میں پوچھا۔ کہ کیا تم میں سے کسی نے اس شخص پر جو پیغمبری کا دعوےٰ کرتا ہے جھوٹ صادر ہوتے دیکھا۔ جس کا اس نے نفی میں جواب دیا۔ لیکن یہاں پر صادق کے معنی صرف سچ بولنے والے کے نہیں بلکہ صادق وہ ہے۔ جو اپنے فعل میں سچائی کا اظہار کرتا ہے۔ قول کی سچائی تو یہ ہے۔ کہ انسان سچ بول دے۔ لیکن فعل کی سچائی یہ ہے کہ انسان خدا تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے مصیبت کے وقت بھی اسی طرح قدم آگے بڑھائے جس طرح خوشی یا خوشحالی کی حالت میں بڑھاتا ہے۔ پس صابر کے اوپر کا جو درجہ ہے وہ صادق کا ہے۔ یعنی صابر وہ ہے۔ جو تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے پہاڑ کی طرح مضبوط اور قائم رہتا ہے اور صادق وہ ہے جو مشکل اور تکلیف میں اسی طرح قدم بڑھاتا ہے جس طرح وہ خوشی یا خوشحالی میں بڑھاتا ہے۔

تیسرا وصف۔ قانتین

تیسرا وصف لفظ قانتین میں بتلایا ہے قانت فرمانبردار۔ صبر اور صدق کے ساتھ تیسرا مرتبہ قنوت کا ہے۔ یعنی خدا تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری کسی حالت میں نہیں چھوڑتے دُکھ کی حالت میں ہوں۔ یا مصیبتوں سے چکنا چور ان کا قدم خدا کی فرمانبرداری میں آگے ہی آگے بڑھتا ہے۔

چوتھا وصف۔ المنفقین

چوتھا وصف "المنفقین" کے لفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہ خرچ کرنے والے ہیں مگر اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ بیاہ شادی کے موقعوں پر خرچ کرنے والے۔ یا اپنی برادری میں ضرورت یا ضرورت سے بڑھکر خرچ کرنے والے اور یہ بھی مراد نہیں کہ اپنی نمود و نمائش کے لئے خرچ کرنے والے اور یہ بھی مراد نہیں کہ اپنی جائدادیں بنانے کے لئے خرچ کرنے والے بلکہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ انفاق فی سبیل اللہ یعنی جو بھی وہ مال خرچ کرتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کے رستہ میں اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور اس انفاق سے صرف مال کا خرچ کرنا مراد نہیں بلکہ اپنی ان طاقتوں اور قوتوں کا جو خدا نے انسان کو دی ہیں انہیں خدا کی راہ میں لگا دیتے ہیں۔ اور چونکہ مال بھی انسان انہی طاقتوں اور قوتوں کو خرچ کرکے حاصل کرتا ہے۔ اس لئے اس طرح کمائے ہوئے مال کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

تلاوت قرآن کا مقصد کیا ہونا چاہیئے

یہ چار مرتبے ہیں۔ ان چاروں مرتبوں کے اوپر ایک اور بات بیان فرمائی۔ عام طور پر مسلمان جو قرآن کریم کو پڑھتے ہیں (اور ہم میں سے بھی بہت سے ایسے ہوں گے) ثواب کی نیت سے پڑھتے ہیں۔ لیکن اس غرض سے نہیں پڑھتے کہ جو کچھ قرآن کے اندر ہے اپنے آپ کو اس کے مطابق بنائیں۔ بیشک قرآن کو بڑی خوبصورت قرأت کے ساتھ پڑھو۔ اور ایسے رنگ میں اس کی تلاوت کرو۔ کہ دلوں پر اس کا اثر ہو جائے اور قرآن کریم کے پڑھنے سے دلوں پر اثر یقیناً ہوتا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے اپنے پاک کلام کو اس لئے نازل فرمایا ہے۔ کہ ہم اسکو اپنے عمل میں لانے کی کوشش کرتے رہیں آج یہ عمل مفقود ہے۔

اپنی تعریف سننے کی خواہش

عام طور پر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ وہ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا کے مصداق ہیں۔ چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے بما لم یفعلوا لیکن جو کرنا ہوتا ہے وہ نہیں کرتے۔ تعریف کا راگ سننا چاہتے ہیں دونوں باتیں مذموم ہیں۔ تعریف کی خواہش یا یہ کہ لوگ میری تعریف کریں۔ مذموم فعل ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی دوسرے کی تعریف کی۔ تو حضور نے فرمایا قطعت عنق اخیک تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ اس فعل کو حضور نے کس قدر مذموم سمجھا ہے باوجود اس کے عام طور پر مسلمان ایسا ہی چاہتے ہیں کہ دوسرے ان کی تعریف کریں اور اچھا کام کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی شاید ہماری جماعت میں بھی بہت لوگ ہیں جو اپنی تعریف تو چاہتے ہیں لیکن جب قربانیوں کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ ٹال دیتے ہے۔

قرآن نسخہ شفا ہے جو عمل چاہتا ہے

یہ چار مقام صبر۔ صدق۔ فرمانبرداری اور انفاق فی سبیل اللہ حاصل کرنے کی کوچنداں کوشش نہیں کی جاتی۔ مثلاً ایک انفاق کو ہی لے لیجیئے۔ مال کا خرچ کرنا کس قدر دشوار ہے ہر شخص خوب جانتا ہے۔ کہ اس مال کے جمع کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن اس جاننے کے باوجود خدا کے رستہ میں خرچ کرنا کتنا دشوار ہے۔ یہاں تک کہ اس سے بڑھکر مسلمانوں کو کوئی دوسری چیز مشکل نہیں نظر آتی۔ قرآن کو پڑھو۔ مگر اس نیت سے نہیں کہ خدا کے ہاں ثواب مل جائے گا ثواب تو وہ ہوگا جو آپ کے نفس کے اندر ظاہر ہوگیا۔ یہ خیال کہ قرآن کے محض پڑھنے سے خدا تعالےٰ نے رجسٹروں میں تعریف لکھدی ہے۔ غلط ہے۔ ڈاکٹر کے نسخہ کو آپ پڑھتے ہیں پڑھاتے رہیں مگر وہ ادویہ استعمال نہ کریں اس کا کیا فائدہ ہوگا۔ کیا اس حرکت کی قدر و منزلت اس طبیب کے نزدیک کچھ ہوگی یا کیا وہ طبیب اس کو اچھا سمجھے گا کہ نسخہ کو بار بار پڑھا جائے لیکن اس کا استعمال نہ کیا جائے؟ خدا تعالےٰ نے بھی قرآن کی شکل میں شفا کا نسخہ

دنیا پر نازل کیا۔ ایسے ہی جیسے طبیب کا نسخہ اجزا میں ہوتا ہے۔ بڑی دفعہ دھرانے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جب تک اس نسخے کو استعمال نہ کروگے۔

صحیح جذبۂ عمل پیدا کرو

صبر۔ صدق۔ فرمانبرداری اور انفاق فی سبیل اللہ کا صحیح جذبہ تمہاری زندگیوں میں بھی نظر آنا چاہیئے۔ مشکلات۔ مصائب اور بدی کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح کھڑے رہو سچ بولو اور جو کچھ منہ سے کہا ہے اسکو سچ کر دکھلاؤ۔ خدا تعالےٰ کی فرمانبرداری کو ہر وقت مدنظر رکھو۔ خدا کے رستہ میں خرچ کرتے گھبراؤ نہیں۔ دل میں کشادگی پیدا ہو۔ "فمن یرد اللّٰہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام" جس کی اللہ تعالیٰ ہدایت کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس کے سینہ کو کھول دیتا ہے دل میں فراخی یا وسعت پیدا کر دیتا ہے ایک دوسری قسم کا بھی انسان ہوتا ہے۔ "ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا" جس کا سینہ تنگ ہوتا ہے اور کسی قسم کی کشادگی نہیں "کانما یصعد فی السماء" جس طرح اوپر چڑھنے سے دم رکنے لگتا ہے اسی طرح وہ لوگ خرچ کرتے ہیں سینے میں تنگی محسوس کرتے ہیں۔

ترقی کا آخری مرتبہ شب بیداری

ان چار مرتبوں کے بعد پانچویں بات جو بیان فرمائی ہے اس کا مقام سب سے اوپر اور اونچا قرار دیا ہے "والمستغفرین بالاسحار" خدا کی حفاظت مانگنے والے خدا سے غفر و ذنوب مانگنے والے صبح کے وقتوں میں یا سحریوں کے وقتوں میں۔ میں اس قدر جانتا ہوں کہ یہ خدا تعالےٰ کے الفاظ ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ قوم اپنے آپ کو ان الفاظ میں نہیں ڈھال رہی۔ ہماری قوم کی عادات اس قدر بدل چکی ہیں۔ کوئی شخص اگر ہماری حالت کو دیکھے۔ تو وہ یقیناً اس نتیجہ تک پہنچے گا کہ گو انگریزوں کی حکومت جسموں سے اٹھ چکی ہے۔ لیکن دلوں پر بدستور ان کی حکومت باقی ہے۔ صبح کے بعد آٹھ بجے اٹھنے کی کونسی رسم ہے حضرت رسول مقبول صلعم صحابہ کرام۔ مجددوں۔ اولیاء اللہ کے علاوہ دوسری قوموں کے اندر بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو صبح کے وقت اٹھنے والے تھے۔ چاروں مراتب کے بعد اس کے لانے سے صاف بتلا دیا ہے۔ کہ شب بیداری ترقی کے لئے آخری مرتبہ ہے۔ ......

....

سحری کے وقت اُٹھنے کی عادت ڈالو

آجکل سحری کا وقت ۵ بجے کے قریب کا وقت ہوتا ہے۔ کیا پانچ بجے صبح کے قریب آجکل ہماری آنکھ کھل جاتی ہے اور یہ جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ سحریوں کے وقت خدا کی حفاظت مانگنے والے نہیں۔ ہمارا اس پر عمل ہو رہا ہے استغفار تو دوسری بات ہے کہ سحری کے وقت ہم جاگ اٹھتے ہیں۔ مجھے افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ ہم لوگ اپنی اولاد پر بھی بُرا اثر ڈال رہے ہیں اور ہم اولاد کی اصلاح نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ہم میں سے کسی شخص نے ڈیوٹی پر جانا ہو یا پرائم منسٹر نے کہیں باہر جانا ہو۔ اور ہم نے ان کو سلام کرنا ہو۔ تو کیا ہم ساڑھے بجے رات کو ہی اس کے لئے تیاری شروع نہ کر دیں گے؟ یا ہم میں سے کسی نے ۵ بجے صبح کی ریل میں سوار ہونا ہو۔ کیا ہم طیاری کر کے اس میں سفر کرنے کے لئے روانگی سے قبل ہی ریلوے سٹیشن پر نہیں آجاتے؟ تو اس لئے اس قسم کے عذر تراشنا کہ صبح کے وقت اٹھا نہیں جا سکتا اپنے آپ کو دہوکہ دینا ہے۔ دیکھئے مسلمان قوم کی خصوصیت ہے اور اسلام کے کلچر میں یہ بات داخل ہے کہ انسان علی الصبح بیدار ہو۔ وہ عادات جو انگریزی تہذیب نے بگاڑ دی ہیں ان کو چھوڑ دو۔ ذرا کوشش کروگے تو چھوٹ جائیں گی۔ بات یہ ہے کہ ہم علی الصبح اٹھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

موجودہ تہذیب کا اثر

میں نے دیکھا ہے کہ اس تہذیب سے اولاد پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ علی الصبح اٹھنے کو ہنسی اور تمسخر قرار دیتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر نماز پر تمسخر ہے۔ روزہ پر تمسخر ہے۔ میں نے اسی قسم کے بڑے بڑے لوگوں کو بھی نماز پر تمسخر کرتے دیکھا ہے اور چھوٹوں کو بھی تمسخر کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کے نزدیک رکوع میں جانا اور سجدے کے لئے زمین پر گرنا تہذیب سے گری ہوئی بات ہے کیونکہ انہوں نے انگریزی تہذیب میں پرورش پائی ہے۔ اس لئے ان کو علم ہی نہیں کہ نماز و روزہ خدا کے فرائض میں داخل ہیں۔ الغرض نماز پر تمسخر۔ قرآن پر تمسخر کی اصل وجہ والدین کی غفلت اور لاپرواہی ہے۔ حالانکہ یہ وہ چیزیں ہیں جو انسانوں کی زندگی کو بنانے والی ہیں۔ لیکن عدم توجگی کے باعث ہم اپنی اولاد کو اپنا نہیں بناتے کسی Convent یعنی عیسائیوں کی تربیت گاہ میں اپنے بچوں کو پڑھانے کے لئے پچاس روپیہ ماہوار خرچ برداشت کر لیں۔ لیکن نماز سکھلانے کے لئے تھوڑا سا خرچ بھی برداشت نہ کریں گے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ ان کو مفت آدمی بھی مل جائے پھر بھی اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔ حیوانی خواہشات کی تربیت کریں گے مگر روحانی تربیت کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ میں اپنے دوستوں کو علی الصبح اٹھنے کی تاکید کروں گا خدا تعالےٰ کی شہادت قرآن میں ہے کہ "بالاسحار یستغفرون" صبح کے وقت میں خدا کی حفاظت مانگتے ہیں۔

جلدی سوجاؤ اور سویرے اُٹھو

علاوہ ازیں یہ وقت قبولیت دعا کا بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی عذر کیا جاتا ہے کہ رات کو دیر سے سونا ہوتا ہے اس لئے صبح نہیں اٹھا جاتا ہے۔ یہ امر تو عادات پر منحصر ہے۔ جو جلدی سونے کی کوشش کریں گے وہ جلدی اٹھ بھی سکیں گے۔ یہ انگریزی تہذیب کا صبح آٹھ بجے سو کر اٹھنا سمجھ نہیں آتا۔ کیسے ان میں رواج پا گیا حالانکہ انگریزی میں بھی ایک مثل ہے Early to bed early to rise یعنی جلد سوجاؤ اور جلد اٹھو۔ یہ رات کو دیر سے سونا۔ اور سونے کے وقت میں بکواس اور لغو باتوں میں لگے رہنا یہ خدا کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے کیونکہ اسی وجہ سے انسان صبح سویرے اٹھنے سے محروم رہتا ہے۔

میٹھی نیند کا نسخہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل یہ تھا۔ "کان یکرہ الکلام بعد العشاء" عشاء کی نماز کے بعد بات کرنا ناپسند کرتے تھے۔ بات بھی ٹھیک ہے تاکہ اس حالت میں سو جائیں جب دل خدا کی طرف لگا ہوا ہو۔ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے جس حالت پر انسان سوئے گا اسی حالت میں اٹھے گا۔ نیند میں انسان کا نفس پورے طور پر نہ سہی لیکن ادھورے طور پر خدا کے قبضہ میں چلا جاتا ہے "اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت ویرسل الاخریٰ الی اجل مسمیٰ"۔ اللہ تعالےٰ جانوں کو (دو طرح پر) قبض کرتا ہے۔ موت میں بھی اور نیند میں بھی۔ تو جن کو پہلی رات نیند نہیں آتی۔ اور ان کے لئے بھی جو جلد سونے کے عادی ہیں میٹھی نیند کا نسخہ بتلانا چاہتا ہوں۔ اگر اس نسخہ پر عمل کیا جائے گا تو بڑی بھاری نعمت ثابت ہوگا۔ ابتدا میں کسی قدر مشکل نظر آئے گا۔ ذرا کوشش کیجئے یہ نسخہ ساری کوفتوں کو دور کر دے گا۔ دل کے غرور کو دور کر دے گا۔ عشاء کی نماز پڑھتے ہی بستر پر چلے جاؤ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نیند کے وقت میں بھی تمہارا تعلق خدا کے ساتھ رہے گا۔ خدا کے ساتھ اگر تعلق ہو تو انسان کے نفس کو غموں اور فکروں سے ہلکا کر دیتا ہے اس حالت میں نیند آجائے اور یہ عادت تم پر مستقل ہو جائے۔ اور یہی حالت ہمیشہ کے لئے تمہارے نفس پر مسلط ہو جائے گی۔

سوتے وقت کی دُعا

اور جب بستر پر جانے لگو تو وہ دعا جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائی ہے ایک دفعہ دو دفعہ ضرور پڑھو۔ ایسی میٹھی نیند آئے گی اور ایسی بابرکت نیند ہوگی۔ کہ نیند کا وقت بھی عبادت میں شمار ہوگا "اللّٰھم انی اسلمت نفسی الیک" اے اللہ اپنے نفس کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور اپنی سب خواہشات کو تیرے فرمان کی تابع کرتا ہوں "و فوضت امری الیک" اور اپنے معاملات کو بھی تجھے ہی تفویض کرتا ہوں یہ اب میرے لئے کسی پریشانی کا موجب نہ ہوں "و وجھت وجھی الیک" اپنا منہ یعنی اپنی ساری توجہ تیری طرف پھیرتا ہوں "والجات ظھری الیک" اپنی پیٹھ کے لئے بھی تیرا ہی سہارا تلاش کرتا ہوں۔ کس قدر پاکیزہ کلام ہے جو منہ بھی خدا کی طرف ہے پیٹھ بھی خدا کی محتاج ہے "رغبۃ و رھبۃ منک" تیری طرف آنے کا بھی شوق ہے اور تیری گرفت کا بھی خوف ہے "لا ملجاء ولا منجاء منک الا الیک" تیرے سوائے میرے لئے کوئی پناہ کی جگہ کہیں نہیں ہے سو تو مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ "امنت بکتابک الذی انزلت و نبیک الذی ارسلت" میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور اس نبی پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا۔ ان الفاظ کو دہراتے چلے جاؤ یہاں تک کہ نیند تم پر غالب آجائے۔ تجربہ کر کے دیکھو نیند بڑی میٹھی ہوگی۔ نیند کے بعد سب کوفت دور ہو چکی ہوگی۔

چار پانچ گھنٹہ کی نیند اور نو دس گھنٹہ کی نیند

قرآن کریم اور احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم آدھی آدھی رات۔ دو تہائی رات یا ایک تہائی رات خدا تعالیٰ کے حضور کھڑے رہتے تھے تین چار گھنٹہ یا اس سے بھی کم عرصہ کی نیند سے حضور کے قویٰ کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جاتی تھی کہ دن رات خدا کے کام میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح یہ اگر چار پانچ گھنٹے کی نیند میں آپ کو کامل سکون

باقی بر صا۱ کالم ۳

(گزشتہ سے پیوستہ)

اشتراکی مغالطے

شیخ غلام ربانی صاحب بی۔اے۔آنرز۔ لاہور

(۲)

اب ہم ایک اہم موضوع کی طرف چلتے ہیں۔ مارکسی ناقدریاست کے اس "نیم قبائلی نیم شہری" تصور کی بحث کے بعد اسلام کے معاشی حدود و ضوابط (ECONOMIC LIMITATION-AND-IMPLICATIONS) کے متعلق رقمطراز ہے:۔

" سود کی ممانعت۔ زکوٰۃ۔ خیرات۔ حج اور جائداد کی ورثا میں تقسیم در تقسیم دولت اور وسائل پیداوار کو چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے اور سماج کو مختلف طبقوں میں بٹ جانے سے نہیں روک سکی۔ ..

.... کروڑوں روپیہ سالانہ نفع کمانے والے اصفہانیوں ہارونوں اور مراتب علیوں نیز گھر بیٹھے ٹھاٹے ہزاروں من اناج کا مالک بن کر ذخیرہ بازی اور چور بازاری سے دُگنی قیمت وصول کر کے جیبوں میں ڈالنے والے دولتانوں ، خاکوآنیوں، نونوں، ٹوانوں، کالا باغوں گردیزیوں اور لغاریوں کا اڑھائی فیصدی سالانہ زکوٰۃ اور چند ہزار روپیہ خیرات دینے سے کچھ نہیں بگڑتا۔ نہ دولت ان کے ہاتھوں میں سمٹنے سے رکتی ہے نہ وسائل پیداوار ان کے قبضہ میں جاتے سے رکتے ہیں اور نہ زکوٰۃ وخیرات سے عوام کی حالت سدھرتی ہے اور نہ موجودہ دنیا جو دوزخ کا نمونہ ہے جنت میں تبدیل ہوتی ہے "

ہمارے اکثر ناقدین یا تو مسئلہ کی نوعیت کو ہی نہیں سمجھتے یا صرف لاابالی قسم کے نعروں سے انہیں بے حد دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔ کہیں سے انہوں نے سُن لیا ہے کہ نفع کے ذریعے معاشی انتفاع ہوتا ہے۔ بس یہ بات انہوں نے پلے باندھ لی ہے اور بغیر کسی قسم کا ذہن استعمال کئے وہ "بے تُک" ہر نظام کا فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں۔ نہ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اعداد وشمار کہاں سے اکٹھے کر رہے ہیں اور پھر ان اعداد وشمار کا نتیجہ کہاں منطبق کرتے ہیں۔ نہ اس بات کا خیال ہے کہ ذہن میں "زید" کا حلیہ رکھتے ہوئے "بکر" کی تشریح بھی "زید" کی ہی طرح کیسے درست ہے یہی حالت ہمارے مارکسی ناقد اسلام نے یہاں بھی اختیار کی ہے۔

لفظوں کے وہ گنبد جو ناقد موصوف نے اپنے مضمون میں تعمیر کئے ہیں ان کی اونچائی کو سُودی سرمایہ داری اور آزادانہ مسابقت کے نیچے ضرور سہارے دیئے ہیں۔ جنہیں گردیزی یا لغاری، خاکوآنی یا دولتانے اصفہانی یا ہارونی کے ہیولے اپنے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن اس صنعتی اور مشینی دور میں یہ جو بہت بڑی کھیپ آپ کو ایسے پالتو سُود خوروں اور چور بازاریوں کی نظر آتی ہے اس سے یہ اندازہ لگانا کہ اسلام کا نظام معاش اس اونچ نیچ کو شکست کرنے سے قاصر رہا کیسے درست ہے۔ اسلام اپنے اولین دور میں بھی اپنے مقابل رائج الوقت نظام ہائے زندگی سے زیادہ ترقی پسند اور زیادہ انسانیت پرست رہا ہے۔ یہ کوئی بھی تاریخ کا طالب علم جان سکتا ہے کہ سماج کی اونچ نیچ کو ہموار کرنے اور انسانوں میں عام بہتری اور ہمدردی کی محسوس رو پیدا کرنے میں اسلام نے اپنے ہمعصر نظامہائے حیات سے زیادہ قوت کا ثبوت دیا۔

اس دور میں اگر جانچ ہو سکتی ہے تو صرف اس طرح کہ اسلام بھی ایک خطۂ زمین پر اپنی پوری قوت کے ساتھ نافذ ہو جائے اور وہ اوامر ونواہی جو اسلام کے نفاذ کا لازمی جزو ہیں۔ سماج کے خمیر میں اُتر جائیں اس کے بعد اگر اسلام، سماجی ناہمواری اور غیر انسانیت پسندی کو دُور کرنے میں قاصر رہے تو یقیناً محل اعتراض ہے۔ مارکسی مقلدین ابھی تک "نفع" اور "انتفاع" کے اُسی چکر میں اسیر ہیں جس کا بے بنیاد اور غلط ہونا محققین کو آج مسلم ہو چکا ہے۔ خود سوویٹ سماج میں معاوضوں کا وہی طرز قائم ہے جو سرمایہ داروں کے کارخانوں، سول سروسوں اور فوجوں میں مروّج ہے۔ نفع کی ترغیب آج سوویٹ سماج میں پروم بینک کے سُود کی شکل میں ویسی ہی جیالی ہے جیسی کسی اور سرمایہ دار ملک میں ہو سکتی ہے اونچے نیچے جتنے محنت کش اور فارغ البال اسی طرح موجود ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ ذرائع پیداوار فرد کی بجائے ریاست کی ملکیت میں ہم یہاں خالص معاشی بحث کو اُٹھانا نہیں چاہتے کہ سماج میں بحران، معاشی کساد بازاری، بے روزگاری، اور بے اطمینانی کا باعث سُود ہے یا نفع لیکن بضرور عرض کریں گے کہ "قدر زائد" کے نظریئے سے ہمارے اکثر مارکسی معاشی آگاہ نہیں۔ ورنہ وہ یہ نہ کہتے کہ موجودہ بدلے ہوئے مشینی اور صنعتی دور میں لاکھوں کروڑوں کے بیوپار سے جو نفع پیدا ہوتا ہے وہ "اڑھائی فیصدی" زکوٰۃ اور ممانعت سُود ہرگز ہموار نہیں ہو سکتا۔ انہیں شاید مارکس کے اس معاشی نظریئے کا علم ہی نہیں کہ زراعت میں قدر زائد صنعت کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اور قدر زائد ہی انتفاع کے مدارج DEGREE - OF - EXPLOITATION کی نشاندہی کرتی ہے۔ ایسے ناقدین کو کوئی کیا کہے جو خود تو ایسے معاشی مفکر کے قائل اور مقلد بھی ہوں جو قدر زائد کے انتفاع کا زراعتی نظام میں صنعتی نظام سے زیادہ مؤید ہے مگر جب ہم کہیں کہ اب صنعتی نظام میں اسلام زیادہ کامیاب رہے گا کیونکہ وہ ایسے نظام کو اپنے مطابق کرنے میں مقابلتاً کامران رہا ہے جس میں اُس کے مخاطب علمی، فنی، سماجی اور ارتقائی طور پر آج کل سے زیادہ پست تھے اور سماج کی اصلاح کا کام آج اسلام کے لئے زیادہ آسان ہے کیونکہ اب اس کے مخاطب اس کی سماجی اقدار کو زیادہ اچھے طور پر سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ وہ جمہوریت اور انسانی آزادی کو بہتر طور پر محسوس کر سکتے ہیں بہ نسبت قدیمی شاہ پرست عوام الناس کے تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ رجعت پسند ہیں اور معاشرہ کی مشکلوں اور کٹھنائیوں سے واقف نہیں عوام دشمن اور غیر ترقی پسند ہیں۔ وحی والہام کی کُنجلکوں کے اسیر ہیں۔

بدقسمتی سے اسلام کے معاشی نظام کی جانچ میں ہمارے مارکسی دوستوں کے سامنے مسابقانہ LESSIAZ-FAIRE نظام کا علمی اور معاشی فلسفہ آجاتا ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔ اسلام پابند سماج کا قائل ہے۔ نہ یہ اکتساب آزاد کو پسند کرتا ہے نہ اسراف بے جا کو۔ کسب حلال کی ترغیب اور تعیش کی حرمت اسی کے معاشی تکمیل پُری نہیں بلکہ اس سے بلند انسانی سیرت کی تعمیر بھی ہے۔ اس کی ابتداء کاد الفقران یکون کفراً سے ہوتی ہے اور انتہاء وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پر۔ اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ تاجر جو چاہے اور جس طرح چاہے کمائے۔ سرمایہ دار سماج کی ضرورتوں سے بے نیاز ہو کر جس تجارت میں پسند کرے سرمایہ لگائے۔ حلت وحرمت کی حدود اسی پابندی کی دلیلیں ہیں۔ حدود اللہ کے اندر یقیناً آزادی ہے جو ان حدود کو شکست نہیں کرتا اور انسانیت پسندی کے رفیع جذبہ سے معمور ہو کر کام کرتا ہے اُس کے حق کو اسلام تسلیم کرتا ہے

انسان کی ذہنی کارکردگی اور صلاحیت کا صلہ اُسے ملنا چاہیئے اور اسلام اسے اس سے محروم نہیں کرتا۔ لیکن "حق للسائل والمحروم" کے تحت وہ بے روزگار لوگوں کے لئے اپنے معاشی نظام کو پابند کرتا ہے کہ انہیں زندگی کے بنیادی حوائج کی تشفی کے سامان مہیا کرے جیسا کہ اس سے پہلے بھی کہا جا چکا ہے اسلام مجموعہ نہیں اصول ہے، معاملات کی تنظیم و ترتیب بدلے ہوئے حالات میں ان اصولوں کے تحت کرنا قطعی خلاف انسان نہیں۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ حالات اور تقاضے بدلے ہوئے ہیں اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی نوعیت میں فرق پڑ گیا ہے۔ فرق صرف حلقۂ اثر اور اعداد کو قوت میں ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر پہلے سرمایہ سینکڑوں کی تعداد میں جمع ہوتا تھا تو اب لاکھوں کی مقدار میں جمع ہونے سے سرمائے کی نوعیت میں کیا فرق پڑا۔ اگر تپ دق کے مریضوں کا اعداد وشمار دو ماہوار سے پانچسو ماہوار تک بڑھ جائے تو اس سے صرف ادویات کی زیادہ مقدار بہم پہنچانے کا مسئلہ ہی درپیش ہوگا یہ تو نہیں کہ تپ دق کی نوعیت میں فرق پڑ گیا ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کاشتکار اپنی زمینوں دستکار اپنے اوزاروں، چھوٹی چھوٹی دکانوں اور درمیانہ وغریب تاجر اپنی تجارتی دکانوں سے محروم ہو کر اپنی طاقت محنت فروخت کر کے پیٹ پالنے والے مزدوروں کی صف میں شامل ہو رہے ہیں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تین سو سال کی غیر انسانی سُودی سرمایہ داری اور آزاد مسابقت کا نتیجہ ہے جس نے سٹہ۔ چور بازاری۔ احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی، سُود اور کٹوتی DISCOUNT تاجر کشی DUMPING قیمتوں کو یکساں اور غیر متغیر رکھنے کے لئے فصلوں اور اشیاء کی تباہی نہ صرف جائز قرار دی بلکہ انہیں تجارت کے رموز و نکات میں TEN COMMANDMENTS دس احکامات کی طرح مستحسن اور لائق ستائش گردانا جس نے کمزور انسانوں کو اس لئے گرنے دیا اور ان کی مدد نہ کی کہ وہ کمزور ہیں۔ جس نے

یوم استقلال پاکستان:- (۱) تمام احباب جماعت "یوم پاکستان" ۱۴ر اگست کو نماز ظہر کے وقت [illegible]

جاک انسانوں کی پشت پناہی فرد کی لامحدود آزادی کے فلسفیانہ نظریات سے کی۔ جس کے ہاں اپنے مال میں دوسرے کا حق ایک مکروہ تصور تھا۔ اس میراث کو اسلام کی طرف منسوب کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔ تمام مغربی سرمایہ دار نظام کی تاریخ ایک دن بھی سود کے تصور سے خالی نہیں ہوئی[1]۔ اگر اس کے لازمی نتیجے میں غیر انسانی تصورات پنپے ہیں تو اس کے لئے لائق مطعون وہ نظام ہے جس نے ان بچوں کو جنم دیا اور وہ لوگ جو اسے قائم رکھنے پر آج بھی ضد کرتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ لوگ مزدوروں کی صف میں آتے جا رہے ہیں کہ اپنا پیٹ پالیں تو کسی مارکسی کو یہ بات کہنے سے پہلے سوویٹ سماج کی طرف بھی دیکھ لینا چاہیئے جہاں تمام لوگ پیٹ پالنے کی خاطر ذرائع پیداوار سے محروم ہو کر ریاست کے مرہون منت ہیں ——— ریاست جسے خود کمیونسٹ ایک طبقے کی دوسرے طبقے پر حکمرانی اور ظلم کا نمائندہ سمجھتے ہیں اور اپنے نظام کی اصلاحوں میں ایک بنیادی تبدیلی خود ریاست کے وجود کو مٹا دینا بھی شمار کرتے ہیں۔ سوویٹ سماج "مزدوروں" اور "دانشوروں" کا سماج ہے۔ مزدور جو ریاست کے "حضور" اپنی قوت محنت بیچکر اپنا پیٹ پالتے ہیں اور "دانشور" جو ریاست کا روپیہ مزدور کی تیار کردہ اشیاء خریدنے اور اپنے صرف میں لانے پر استعمال کرتے ہیں۔ یہ دانشور آج بھی سوویٹ سماج میں مزدور سے زیادہ معاوضہ لیتے ہیں مزدور سے زیادہ اچھے رہتے ہیں، اور مزدور سے زیادہ عزت کے مالک ہیں۔ سرمایہ دار نظام ایسے "دانشوروں" کے لئے "سرمایہ دار" یا "کارخانہ دار" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ سوویٹ سماج میں ان دانشوروں کو یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ اُن خطرات سے آزاد ہو گئے ہیں جو سرمائے دار نظام میں سرمائے دار کو نفع و نقصان کے امکانات سے درپیش رہتے تھے۔

مارکسی نعرہ پسند زیادہ ہیں علم پرور کم۔ اس انسان کے متعلق فیصلہ بھی اسی سے پوچھئے جو خود اپنے موقف کو ہی نہ جانتا ہو۔ مارکسی ایک ایسے فلسفہ کے قائل ہیں جو جدلیاتی نہیں۔ ہمارے ناقد کو اینگلز کی وہ عبارتیں یاد ہی نہیں جنہیں وہ اشتراکی سماج کو آدمین انسانی سماج بتاتے ہیں ان کا کہنا ہے، کہ سرمائے دار نظام نے اس کی نفی کی تھی اب منطقی طور پر اشتراکی سماج سرمائے دار نظام کی نفی کرے گا۔ مگر جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام پھر نافذ ہوگا تو یہی مارکسی چیخنے لگتے ہیں۔ تاریخ اپنے آپ کو نہیں دوہراتی۔ زمانہ پیچھے کی طرف نہیں دوڑتا! عجیب منطق ہے آپ کے لئے تاریخ کے دھارے واپس بہنے شروع ہو جاتے ہیں۔ زمانہ کا چکر اپنے آپ کو دوہرانا شروع کر دیتا ہے لیکن جب ہم انسانیت پسندی اور حریت علم کا نعرہ بلند کرتے ہیں تو آپ کے تمام اصول بدل جاتے ہیں۔

ہم مارکسیوں کی طرح انتہا پسند اور جدال پرست نہیں۔ ہم دین کے معاملات میں بھی دلیل کے قائل ہیں۔ زندگی وہ ہے جو واضح دلائل پر ہو اور موت وہ جو اس پہلو شکست ہو جائے۔ ہمیں اشتراکیوں سے بیر نہیں۔ ہم اگر مارکسی طرز زندگی کے خلاف ہیں تو اس لئے کہ وہ ملحد رومنوں اور یونانیوں کی طرح چند انسانوں کو دیوتا بنا دے گی جن کی قربانی توتوں کے سامنے عوام الناس صدیوں گھگھیا کریں گے۔ یہ پرستش اب بھی لینن کے مقدس مزار HOLY SHRINE سے شروع ہو چکی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب لینن استالین کے چھوٹے چھوٹے بُت اسی طرح گھروں اور سوویٹ اجتماع خانوں میں نصب ہوں گے جیسے کسی زمانے میں مہاتما بدھ کے بُت پھیل گئے تھے۔ مگر وہاں تو پھر زندگی اور موت کے آواگون نے ایک اخلاقی ضابطہ تسلیم کر لیا تھا۔ یہاں وہ بھی نہیں۔ شاید آپ کو یہ خدشہ موہوم سا نظر آئے لیکن یہ موہوم خطرہ شروع شروع میں پرستش قائد HERO WORSHIP سے جنم لیتا ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ پھیل کر گروہوں اور قبیلوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ مارکسیت ترقی نہیں انسانوں کو واپس جاہلیت کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس کی بنیادیں انسانی ہمدردی کی بجائے نفرت پر اٹھی ہیں۔ اس نے صدیوں اکٹھے کئے ہوئے علمی اثاثے پر عصبیت اور تنگ نظری کی مہر لگا دی ہے اپنی حدود میں یہ ہر صاحب علم کو صرف اشتراکی تیوری میں سوچنے پر مجبور کرتی ہے اس کے سوا آزادیٔ رائے اور فکر آزاد اسے قطعاً پسند نہیں۔ انسانی فکر پر اس سے زیادہ قوی احتساب بدترین مذہبی دور میں بھی نہیں بیٹھا تھا۔ جیسا کہ آج سائبیریا کے مشقت خانوں اور کریملن کے احتساب گھروں سے نمو پا رہا ہے۔

[1] یہ بات اور بھی پُر لطف ہے کہ سوویٹ سماج میں بھی سود کو مباح قرار دیا گیا ہے۔

قادیانی احباب کیلئے مقام غور

شیخ عبد الحق صاحب جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

قادیانی جماعت میرے ساتھ اس بات پر متفق ہوگی۔ کہ کوئی شخص دیدہ دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈال سکتا۔ یہ بالکل دوسری بات ہے۔ کہ ہم میں سے کوئی اپنی قوتِ فیصلہ کی غلطی کے باعث ایسا عقیدہ قبول کرے۔ جو سراسر گمراہی پر مبنی ہو۔

۲- میرے نزدیک ہردو جماعت احمدیہ میں جو اختلاف ہے۔ اسی قسم کی غلطی پر مبنی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے ہم میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ ہم اپنے اختلاف کو ظاہر کرنے کے لئے اس قسم کے الفاظ استعمال کریں۔ جس سے کسی دوسرے فریق کی دل آزاری ہو۔ بلکہ ایک دوسرے کی خیر خواہی۔ بہتری اور عزت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہماری گفتگو۔ اور تحریر اس قسم کی ہونی چاہیئے جس سے ہم ایک دوسرے کے قریب ہو سکیں۔ اور اگر کوئی معقول بات ہو تو اس کی صحت کو قبول کر لیں۔

۳- اسی غرض اور اصل کو مدنظر رکھکر میں اپنے قادیانی بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ان میں سے بعض کا جو یہ خیال ہے۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت مسیح موعود کے مقام کو کم کر دیا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ خیال اس وقت تک قابل پذیرائی اور قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہمارے قادیانی بھائی اس خیال کی تائید میں[2] اس چیز کو پیش کریں۔ کہ حضرت مسیح موعود نے نبوت کا دعوے کیا۔ اور مسلمانان عالم کی تکفیر کی ہے۔ اور بقول ہمارے قادیانی بھائیوں کے جماعت احمدیہ لاہور ہر دو نظریہ کے خلاف ہونے کے باعث حضرت مسیح موعود کے مقام کو کم کرنے کے درپے ہے۔ تو میں ان کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ یہی ہر دو امور قابل نزاع ہیں جن کے باعث جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ زیادہ سے زیادہ ہر دو امور کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر دو جماعتوں کے نزدیک یہ اختلافی مسائل ہیں مگر ایسا کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر دو امور بحث طلب کو ہی بطور دلیل پیش کر دیا جائے پس حضرت مسیح موعود کے درجہ کو کم کرنے کے لئے کوئی پختہ اور وزنی دلیل ہونی چاہیئے۔

۴- اگر قادیانی جماعت تاریخ پر نظر ڈالے گی۔ تو اسکو نہایت آسانی کے ساتھ معلوم ہو سکے گا۔ کہ انسانی تاریخ میں یہ بات تو نہایت آسانی سے ثابت ہو سکتی ہے کہ اہل دنیا نے اپنے پیشواؤں اور بزرگوں کو ان کی اصل شان اور مقام سے بہت بڑھا کر پیش کیا ہے۔ لیکن تاریخ اس نظریہ کو یقیناً پیش کرنے سے قاصر رہی ہے۔ کہ کسی قوم نے اپنے پیشوا یا بزرگ کے درجہ میں کوئی کمی کی ہو۔ مثلاً یہ تو نظر آتا ہے۔ کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے اٹھا کر تخت الوہیت پر متمکن کر دیا ہو۔ یا خود امت محمدیہ کے اندر حضرت سید عبد القادر یا حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ماننے والوں میں سے ایک جماعت نے ان کی شان میں غلو کیا ہو۔ لیکن تاریخ سے اس نظریہ کو پیش نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا میں ایسی بھی قوتیں گزری ہیں جو اپنے بزرگوں کو ان کی اصل شان سے گرا کر ان کے مقام کو کم کرنے کی مرتکب ہوئی ہوں۔ اگر یہ بات صحیح ہو۔ تو کیا میں اپنے قادیانی بھائیوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ وہ اپنے اس الزام میں کہ نعوذ باللہ جماعت احمدیہ لاہور نے حضرت مسیح موعود کے مقام اور درجہ کو کم کر دیا ہے کیونکر حق بجانب ہیں۔

۵- اس ضمن میں مسئلہ تکفیر کے متعلق بھی ایک دریافت طلب امر ہے ملاحظہ ہو اخبار الفضل مورخہ ۱۳ راپریل ۱۹۵۵ء کا صفحہ زیر عنوان

"ایک عظیم الشان تاریخی دستاویز"

جس میں صاف تسلیم کر لیا گیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے جناب سر سید احمد خان صاحب بالمقابل پر کفر کا فتوےٰ نہیں دیا۔ تو اب سوال زیر غور یہ ہے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود نے مسلمانوں کی تکفیر نہیں کی۔ تو قادیانی جماعت حضرت مسیح موعود کے اس مسلک کے خلاف سر سید احمد خان صاحب کی تکفیر کیوں کرتی ہے۔ اور اہل قبلہ کو کافر کیوں قرار دیتی ہے۔ امید ہے کہ ہر دو باتوں کا جواب اخبار "الفضل" میں شائع فرما کر مشکور کیا جائے گا۔

ووکنگ میں نمازِ عید اخوتِ اسلامی کے شاندار مناظر اور دو انگریزوں کا قبولِ اسلام

پاکستان ایئر فورس کے نوجوانوں کے نیک نمونہ کا اثر

خان بہادر غلام ربانی خاں کا مکتوبِ گرامی

لندن میں عید

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم

الحمد للہ ماہ رمضان بخیریت گذر گیا۔ اسلامک کلچر سنٹر جو حکومت مصر کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ اور ایسٹ اینڈ لندن ماسک جو جمعیۃ المسلمین بورڈ کے زیر اہتمام ہے۔ ان ہر دو اداروں نے نے عید الفطر ۱۶ر جولائی کو بروز اتوار منائی چونکہ اسلامک کلچر سنٹر کے منتظمین ووکنگ کے ساتھ گہرے دوستانہ مراسم رکھتے ہیں۔ اس لئے میں باوجود روزہ دار ہونے کے شمولیت کے لئے لندن گیا۔

ووکنگ کی عید

ووکنگ میں ۱۷ر جولائی کو عید کا اعلان تھا۔ کیونکہ گرین وچ آبزرویٹری دستنظین سے Malakia Ahmed (?) تحقیقات کرنے پر رویت ہلال ۱۶ر جولائی کی شام کو قرار پائی تھی۔ اس لئے ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب نے ۱۷ر جولائی کے لئے دعوت نامے جاری کئے تھے۔ اگرچہ یہ خیال بھی گذرتا تھا۔ کہ عید کی نمازیں اگر ۱۶ جولائی کو لندن میں ہو چکیں۔ تو سوموار کے دن ۱۷ر جولائی کو حاضرین کی تعداد کم ہوگی۔ تاہم محض اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیش نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی سمجھ کے مطابق سوموار کو عید کا دن صحیح تصور کرتے ہوئے امکانات حاضری کو نظر انداز کر دیا اور ۱۷ر جولائی کے لئے اعلان عید کر دیا تھا۔ خدا کی شان کہ مشکلات بالا اور بعد مسافت کے باوجود ووکنگ میں حاضرین کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ ووکنگ مسجد کی تاریخ میں یہ پہلا شاندار دن تھا کہ اس کے سبزہ زار پر تقریباً تیس اسلامی اقوام کے نمایندگان مرد و عورت اپنے قومی لباس زیب تن کئے ہوئے اخوت اسلامی کا عملی اعلان کر رہے تھے۔ غیر مسلم مہمان انگشت بدنداں تھے کہ کس طرح اسلام نے رنگ۔ نسل اور قوم و ملک کے امتیاز کو یکسر مٹا کر۔ ایک سچی۔ مخلصانہ عالمگیر برادری قائم کر دی۔ ہم سب خدا کے حضور دعا گو تھے کہ موسم سازگار ہو جائے کیونکہ اس وطن میں موسم پر قطعاً اعتبار نہیں ہوتا۔ بارش معمولاً ہر روز ہو جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ صبح سویرے سے چمکیلا سورج نکلا اور دن بھر خوب صاف موسم رہا۔

خطبہ اور نماز کے وقت کچھ باران رحمت بھی ہوئی۔ لیکن تمام حاضرین ایک عظیم الشان خوبصورت خیمہ اور شامیانہ کے نیچے تھے اس لئے چنداں تکلیف نہ ہوئی۔ پھر مطلع صاف ہو گیا اور دن بھر چہل پہل رہی۔ شامیانہ کے اوپر ہر طرف تمام اقوام اسلامی کے خوبصورت جھنڈے لہراتے ہوئے اسلامی شان کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ حاضرین میں مسٹر ابراہیم رحمت اللہ صاحب ہائی کمشنر پاکستان اور مسٹر نور الامین وزیر اعظم مشرقی پاکستان کے علاوہ تمام اسلامی ممالک اور برطانیہ کے معززین مجمع میں شامل تھے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ خوشی خوشی بغلگیر ہو رہے تھے۔

نمازِ عید و خطبہ

اس دفعہ امامت نماز عید اور خطبہ عید میرے حصہ میں آئے۔ میرے لئے پہلا موقعہ تھا۔ نماز سے پہلے نوجوان بھائی مسٹر ہاشم مسٹرک یوگوسلافی نے جنہوں نے اپنی زندگی ووکنگ کے لئے وقف کر دی ہے اور جماعت احمدیہ لاہور میں شمولیت کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ قرآن پاک کی تلاوت نہایت ہی مؤثر لہجہ میں فرمائی اس کے بعد پاکستان ایئر فورس کے ایک نوجوان نے نعت سنائی۔ ٹھیک ۱۱½ بجے نماز عید شروع ہوئی اور ۱۲½ بجے تک نماز و خطبہ ختم ہوئے خطبہ عید الفطر کے موضوع پر محدود تھا۔

دوسری قوموں اور مسلمانوں کی عید

لفظ عید اور فطر کی تشریح کر کے اسلام، عید کے محل و موقع اور طریقہ کے متعلق کچھ بیان کیا گیا۔ باقی اقوام اور مذاہب کی عیدیں بھی ہیں لیکن ان کا تعلق کسی شخصیت کے پیدا ہونے کسی آسمانی سیارے اور ستارے کے تغیر و تبدل موسم کے تغیر کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اسلامی عید کا تعلق ماہ رمضان کے ساتھ ہے جو کہ پانچ بنائے اسلام میں سے ایک ہے اگرچہ باقی اقوام کے ہادیوں نے بھی روزہ رکھنے کی تلقین کی تھی۔ لیکن روزوں کے مفصل قواعد نہ ہونے کی وجہ سے۔ محض شکم کے موقعوں تک ہی روزہ کو محدود رکھا گیا۔ اور جسمانی اذیت ہی کو مطمح نظر قرار دیا گیا۔

ایک ماہ کے مجاہدہ کا نتیجہ

لیکن اسلام نے روزہ کو ایک زندہ اور معظم شعائر اسلامی بنا دیا ہے۔ جس کا مدعا حصول اتقا بتایا گیا ہے۔ یعنی ایک مؤثر ذریعہ بلندی اخلاق۔ ازدیاد ایمان۔ اور پرہیزگاری کا ہے۔ اس پورے مہینہ میں تمام دنیا کے اسلام میں بلا تمیز و تفریق ہر ایک عاقل بالغ مسلم و مسلمہ نہ صرف مقررہ اوقات میں کھانا اور پینا ہی ترک کرتے ہیں بلکہ پاکیزگی خیالات و اعمال حسنہ کی بھی سعی بلیغ کی جاتی ہے پورے ایک ماہ کے مجاہدہ کے بعد عید نتیجہ کا دن ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ کسی کام کرنے والے کی مزدوری کم نہ دی جائے گی اور اعلان ہوتا ہے کہ روزہ دار نے روزہ میرے لئے رکھا ہے۔ اس کا پورا اجر میں دونگا آج ہم سب نتیجہ کی خوشی کا دن منا رہے ہیں کیا ہی خوش قسمت وہ ہیں کہ جو اس امتحان میں پاس ہوئے۔

قرآن کی سالگرہ

آج ایک اور عظیم الشان نعمت کی سالگرہ ہے۔ "قرآن پاک" ابتداً ماہ رمضان میں نازل ہوا۔ اور خاص کر آخری عشرہ کی لیلۃ القدر میں یعنی ابتداء نزول قرآن کے وقت تمام دنیا پر تاریکی و جہالت چھائی ہوئی تھی۔ اور وہ زمانہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت فرمائی ایک ایسی تاریک ترین رات کی طرح تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم سے قرآن پاک جیسی نعمت عطا کر کے تاریکی کو روحانی ضیاء میں تبدیل کر دیا۔ اور نوع انسان کو پیغام خوشنودی سنایا۔ کہ تیرے معزز رب نے تجھے بلند اور معزز کر دیا ہے اور تجھے اب عناصر اور انسانوں کی غلامی سے نجات دے کر عناصر کا آقا اور اپنا خلیفہ مقرر کر دیا۔ اب ان عناصر کا مخدوم تو ہے۔ ان سے کام لے۔ اور ان سے کام لینے کے لئے علم عطا کیا۔ اور عناصر کو حکم ہوا کہ اس علم کے سامنے سر بسجود ہو جائیں۔

آسمانی بادشاہت کا قیام

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو کہ "پاک خداوند تیری سلطنت جیسے آسمانوں میں ہے ویسے [illegible]" قبول فرما کر حضرت محمد مصطفیٰ [illegible] پر قرآن پاک کو نازل فرمایا اور [illegible] کر دیا کہ اسلام کا خدا رب السمٰوات والارض ہے اور دنیا پر بھی اسکی بادشاہت ہے۔ چنانچہ سورۃ فاتحہ میں حکم ہوا کہ تمام تعریف رب العالمین کے لئے ہے۔ جس نے بغیر کسی عمل انسانی کے اپنے رحم سے تمام اسباب زمینی اور آسمانی بنائے اور جو تھوڑے عمل کا بہت بدلہ اپنے رحم سے عطا کرتا ہے اور جو ہر قسم کی جزا اور سزا کا مالک ہے۔ جس کی ہم عبادت کرتے ہیں اور جس سے ہر وقت مدد مانگتے ہیں۔ اور پھر ایک خدا پر ایمان پیدا کر کے نوع انسان کی وحدت کو عملاً ایک حقیقت بنا کر سب کے لئے آسمانی بادشاہت اس دنیا میں قائم کر دی۔

مصائب عالم کا حل قرآن میں

اور تمام دنیا کے لئے ایک مکمل رہنما۔ اور ہدایت نامہ بھیجا۔ جو زندگی کے ہر شعبہ میں مشعل راہ بن سکے اور زندگی کے تاریک اور خاردار گزرگاہ میں روشن چراغ کی طرح رہنمائی کا حق ادا کرے۔ یہ قانون شریعت جو قرآن کی صورت میں نازل ہوا صرف اخلاقیات تک

(باقی برصفحہ ۱۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اہل اللہ

عن حارثۃ وھب الخزاعی قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا اخبرکم باھل الجنۃ کل ضعیف متضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ الا اخبر باھل النار کل عتل جواظ مستکبر

بخاری کتاب التفسیر سورۃ ن والقلم

ترجمہ:- حارث بن وہب خزاعی سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا "کیا اہل جنت (اہل اللہ) کے متعلق تمہیں خبر نہ دوں - ہر وہ شخص جو دنیاداروں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہو (یہ بندۂ کامل کی طرف اشارہ ہے جو دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے) اور رضائے الٰہی کے ماتحت جس بات پر قسم کھائے اللہ اسے پورا کر دے (یعنی بعض اوقات ایسے سالک سے وہ اقتداری نشانات صادر ہوتے ہیں جو بظاہر ناممکنات سے ہوں) - اور آیا تمہیں دوزخیوں کی خبر نہ دوں ؟ دوزخی شریر، مغرور اور متکبر لوگ ہوں گے - (کیونکہ ایسے لوگ نیکیوں سے محروم رہتے ہیں اور انہیں صحبت صالحین کبھی میسر نہیں آتی)

گر بجوئی سوار این رہ راست
اندر آنجا بجو کہ گرد بجاست (مسیح موعود)

اس طریقت کے شاہ سواروں کو وہاں ڈھونڈ - جہاں گرد اُٹھ رہی ہے

کمالاتِ نبوت

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اھل الجنۃ یتراءون اھل الغرف من فوقھم کما یتراءون الکوکب الدری الغابر فی الافق من المشرق او المغرب لتفاضل ما بینھم قالوا یارسول اللہ تلک منازل الانبیاء لا یبلغھا غیرھم قال بلی والذی نفسی بیدہ رجال آمنوا باللہ وصدقوا المرسلین -

بخاری کتاب بدء الخلق

ترجمہ:- ابی سعید خدری رض سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے بلند مقامات والوں کو اسی طرح دیکھیں گے جیسے وہ چمکدار ستارے کو آسمان کے کنارے میں دیکھتے ہیں مشرق میں ہوں یا مغرب میں کیونکہ وہ بعض بعض پر فضیلت رکھتے ہیں صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ پیغمبروں کے مقامات ہیں جہاں ان کے سوا اور کوئی نہیں پہنچ سکتا آپ نے فرمایا ہاں اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایسے آدمی بھی ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے (مومنین کاملین) اور اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کی تصدیق کی (یعنی نبی تو نہیں ہوں گے مگر بالقوۃ کمالات نبوت سے مستفید ہوں گے)

(۱) مکر کن در راہ نیکو خدمتے ۞ تا نبوت یابی اندر امتے (رومیؒ)
(۲) چون بدادی دست خود در دست پیر ۞ پیر حکمت کو علیم است و خبیر
(۳) کو نبی وقت خویش است اے مرید ۞ زانکہ زو نور نبی آید پدید (رومیؒ)

ترجمہ (۱) خدمت اسلام کو اپنا شعار بنا لے - تاکہ تو ایسا مقام حاصل کر لے جہاں باوجود امتی ہونے کے تجھے کمالات نبوت سے نوازا جائے - (یہ مقام مجددیت ہے)

(۲) جب تو کسی بزرگ کی بیعت کرے تو تمہیں دیکھنا چاہیئے کہ وہ ایسا شخص ہے جسے من جانب اللہ علم و حکمت عطا کیا گیا ہے اور اس کی زبان حقیقت بیان، اور قلم حکمت رقم سے علم و حکمت کے چشمے بہہ نکلے ہیں اور کہ وہ خبیر یعنی صاحب وحی و الہام بھی ہے - یعنی مجدد زمان

(۳) ایسا شخص یقیناً اپنے زمانہ کا نبی ہوتا ہے - کیونکہ وہ کامل طور پر اپنے نبی متبوع (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کے انوار کا مظہر ہے -

مساوات

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ قال حلبت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ داجن فی داری وشیب لبنھا بماء من البئر التی فی داری فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدح فشرب منہ حتی اذا نزع القدح من فیہ وعلی یسارہ ابوبکر وعن یمینہ اعرابی فقال عمر وخاف ان یعطیہ الاعرابی اعط ابابکر یارسول اللہ عندک فاعطاہ الاعرابی الذی علی یمینہ ثم قال الایمن فالایمن -

(بخاری باب فی الشرب)

ترجمہ:- انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک گھر میں پلی ہوئی بکری کا دودھ دوہا گیا اور وہ انس بن مالک کے گھر میں تھی اور اس کے دودھ کے ساتھ اس کنوئیں کا پانی ملایا گیا جو انس کے گھر میں تھا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ دیا گیا تو حضور نے اس سے پیا یہاں تک کہ جب آپؐ نے پیالہ منہ سے الگ کیا (مجلس کی ترکیب اس طرح تھی کہ حضورؐ کے بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ تھے اور آپؐ کے دائیں ایک دیہاتی تھا) حضرت عمرؓ نے اس خوف سے کہ آپؐ پیالہ اعرابی کو دے دیں گے (کیونکہ حضورؐ تقسیم دائیں ہاتھ کے لوگوں کی طرف سے شروع کیا کرتے تھے کہ وہ بائیں ہاتھ والوں سے زیادہ حقدار ہیں) عرض کیا کہ یارسول اللہ (پیالہ) ابوبکرؓ کو دیں آپ کے پاس (بیٹھے) ہیں تو آنحضرت صلعم نے اسے اس دیہاتی کو دے دیا جو آپؐ کے دائیں ہاتھ تھا پھر فرمایا دائیں طرف والا - کیونکہ دائیں طرف والا حقدار ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی مساوات اور حق و انصاف کا خیال رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اخلاق و اعمال کا بلند ترین نمونہ دکھلایا - یہی باتیں ہیں جن سے قوموں کی تعمیر ہوتی ہے -

(۱) عارفاں را منتہائے معرفت علم رخت
صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار
(۲) بے تو ہرگز دولت عرفان نمی یابد کسے
گرچہ میرد در ریاضت با وجہد بے شمار (مسیح موعود)

(۱) یارسول اللہ (صلعم) تیرے رخ انور کا علم عارفوں کی معرفت کی انتہا ہے - صادقوں کے صدق کا انتہا تیرے عشق و محبت میں فنا ہونا ہے - (مقام فنا فی الرسول)

(۲) تیرے چشمۂ فیض سے (مستفیض ہونے کے) بغیر دولت عرفان میسر نہیں ہو سکتی اگرچہ ریاضت و عبادت میں (کوئی شخص) ساری عمر گذار دے

سانحۂ ارتحال

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ سے پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست پروفیسر عنایت علی صاحب (سابق پروفیسر علی گڑھ کالج) کی اہلیہ محترمہ ۲ راگست کو راہی عالم بقا ہوگئیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحومہ کا جنازہ لاہور سے جہاں آج کل پروفیسر صاحب مقیم ہیں، ان کے وطن گوجرانوالہ پہنچایا گیا، جہاں بعد نماز جنازہ تدفین عمل میں آئی ہمیں اس حادثہ میں پروفیسر صاحب اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت نصیب کرے -

گذشتہ جمعہ مرحومہ کا جنازہ غائبانہ لاہور میں پڑھا گیا - بیرونی جماعتوں سے بھی جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے -

الوداعی پارٹی

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم - برائے اطلاع تحریر کیا جاتا ہے کہ کل رات (۲۸ جولائی) ہماری جماعت کراچی کے مقتدر ممبر جناب چوہدری امجد خاں صاحب مینجنگ ڈائرکٹر و چیف انجنیئر مسلم انڈسٹریز لیمیٹڈ کو کمپنی نے الوداعی ڈنر سنٹرل ہوٹل کراچی میں دیا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور شہر کے دیگر معززین اور پاکستان حکومت کے افسران نے بھی شرکت کی -

چوہدری صاحب کراچی میں محکمہ ریلوے کے لئے ویگن بنانے کا کارخانہ قائم کرنے کے لئے سامان اور مشینری خریدنے کی غرض سے ویسٹ جرمنی اور یورپ کے دیگر ممالک کا سفر اختیار کر رہے ہیں تاکہ حکومت پاکستان سے جو ویگن بنانے کا آرڈر مسلم انڈسٹریز لیمیٹڈ کو ملا ہے اس کی تعمیل ہو سکے - یہ پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا کارخانہ ہوگا احباب کرام سے [illegible]

معاصرین کے افکار

سچی باتیں

خبر شائع ہوئی ہے کہ ابھی کچھ روز ہوئے نیویارک (امریکا) میں فلیٹ اسٹریٹ سے کوئی شخص گذر رہا تھا۔ ہاتھ میں سو کرنسی کے نوٹ ایک ایک ڈالر کے تھے۔ اتفاق سے نوٹ ہاتھ سے پھسل گئے اور تیز ہوا کے جھونکوں سے ہوا ہو گئے۔ حواس باختہ خالی ہاتھ مالک مایوس ہو کر پولیس کی چوکی پر پہنچا اور واقعہ کی رپورٹ لکھا دی۔ ابھی وہیں تھا کہ ایک نائی صاحب ۲۵ ڈالر لئے ہوئے پولیس انسپکٹر کے پاس یہ کہتے ہوئے پہنچے کہ یہ نوٹ ابھی راستہ میں پڑے ہوئے ملے۔ ان کی بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ایک خاتون ۴۰ ڈالر لئے ہوئے پہنچیں یہ کہتی ہوئی کہ یہ نوٹ اڑ کر اس کی گود میں ابھی گرے تھے۔ غرض یہ کہ دیکھتے دیکھتے پورے سو ڈالر اپنے مالک کے پاس اجنبیوں کے ہاتھوں سے پہنچ گئے۔

اب فرض کیجئے کہ ایسا واقعہ دہلی یا لکھنؤ یا کانپور یا آگرہ، کراچی یا لاہور، ڈھاکہ یا پشاور، ہندوستان یا پاکستان کے کسی شہر یا دیہات میں پیش آیا ہوتا تو بھی انجام یہی ہوتا؟ بدمعاشوں، عادی مجرموں اٹھائی گیروں کا ذکر نہیں۔ اچھے اچھے شریفوں اور معززوں میں کے ایسے نکلتے جن کی نیت ڈانوا ڈول نہ ہو جاتی؟ کتنے اس مال غنیمت کو اپنے لئے حلال وطیب نہیں سمجھتے! کتنے نوٹ مالک تک واپس پہنچ پاتے! اگر کچھ تھوڑے بہت تھانہ یا چوکی تک پہنچتے بھی تو خود دار وغرجی اور پولیس کے جوان کب حصہ لگانے سے چوکتے۔ اور پھر ہند اور پاکستان ہی تنہا نہیں بغداد، بصرہ، طہران، قاہرہ، دمشق — عراق ایران، مصر، شام، شرق اردن، — "مشرق" خصوصاً اسلامی مشرق کا کوئی ساخطہ فرض کر لیجئے مشرق بھر میں یہ دیانت، یہ امانت، کہاں باقی ہے؟ لوٹ کھسوٹ، طمع غلیظ، خیانت کا سکہ کہاں رواں نہیں ہے؟ شریعت کے بڑے اور اہم جزو معاملات سے اعتنا شام اسلامی کے کسی علاقہ میں باقی رہ گیا ہے؟

سوچئے اور حسرت وندامت کے ساتھ ان واقعات کو سوچئے اور اس کے بعد خلافت ارضی سے اپنی روز افزوں محرومیوں پر حیرت کرنا چھوڑ دیجئے عقیدے کیسے ہی صحیح ہوں حصہ عبادات بھی مضبوط سہی لیکن وہ انعام جو حسن معاملات ہی کا خصوصی انعام ہے جو دیانت امانت، فرض شناسی پابندی عہد وضبط وتنظم ہی کا مخصوص ثمرہ ہے۔ وہ بغیر اپنے کو ان عادوں کے سانچہ میں ڈھالے ہوئے کیسے حاصل ہو سکتا ہے — ہاتھ پیر کی ورزش سے بصارت تو دیکھو کیسے درست ہو جائے گی جب تک خود بصارت ہی کی صحت قائم رکھنے کا اہتمام نہ کیا جائیگا۔ (صدق)

بدگمانی کی انتہا

"وہ مسلمان جو پاکستان کی تائید کر چکے ہیں مسجدوں اور ہوٹلوں میں اپنی ذہنیت کا پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ نیز مسجدوں اور ہوٹلوں کا (ہندوؤں کے خلاف) سازش کے لئے سہارا لیتے ہیں۔ پردہ کا بھی استعمال وہ سازش کے لئے کرتے ہیں۔" (الفاروق ۲۷ مارچ)

یہ ارشاد گرامی ہے۔ صوبہ سی پی کی کانگریس کمیٹی کے سیکرٹری کا۔ مسلمان مسجدوں میں اللہ کی عبادت کے لئے جمع ہوں تو سازش، ہوٹلوں میں چائے پینے اور کھانا کھانے کے لئے دم بھر بیٹھیں تو سازش اور ان کی عورتیں نامحرموں سے بموجب احکام شریعت اپنے کو چھپائیں تو سازش۔

کوئی حد ہے۔ اس بدگمانی اور بداعتمادی کی! سی پی کے چار فیصدی مسلمان سازش کا پتلا ہی دکھائی دینے لگے۔ جناب سیکرٹری اگر مہاسبھا اور راشٹریہ سیوک سنگھ والے بڑے بڑے اجتماعات حکومت کے خلاف برپا کریں۔ جلوس نکالیں کھلم کھلا اشتعال انگیزی پھیلائیں اور قتل وغارت کے واقعات میں پبلک کی راہ نمائی کریں۔ بدامنی کی عمومیت سے حکومت کا فشار ڈھیلا کر دیں۔ تو سازش نہیں ہے جب حکمران پارٹی — ذمہ دار لوگ اقلیت کے خلاف اس طرح کے الزامات شایع کریں اور ان کی تشہیر کریں جن سے بچنا ممکن نہیں ہے مثلاً مسجدوں میں ادائے نماز کے لئے جمع ہونا ہوٹلوں میں چائے نوشی وغیرہ کے لئے جا کر بیٹھنا اور مستورات کا پردہ تو پھر آپ ہی بتائیے کہ اقلیت کو اپنے دامن کی پاکی ثابت کرنے کی کیا صورت باقی رہ جاتی ہے۔

(ہماری آواز)

ایک عجیب نکتہ

ایک مقامی اخبار نے کسی مسلمان لیڈر کو جواب دیتے ہوئے ایک نکتہ ارشاد فرمایا ہے وہ لکھتا ہے کہ "پاکستان کی حکومت پر مسلم لیگ قابض ہے (جو ایک فرقہ وار جماعت ہے) اور ہندوستان کی حکومت پر کانگریس (جو غیر فرقہ دار جماعت ہے) پاکستان اسلامی اور شرعی ہے اور ہندوستان کی حکومت سیکولر اور غیر مذہبی کیا اس سے مسلمانوں اور ہندوؤں کی ذہنیتوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا؟ چونکہ معاصر نے پاکستانیوں اور ہندوستانیوں کی ذہنیت کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی ذہنیتوں کو جانچا اور پرکھا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم بھی ایک "نکتہ" پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ مسجد شہید گنج کو آج تک اسی وجہ سے ٹیڑھی نگاہوں سے نہیں دیکھا گیا کہ پاکستان ایک "اسلامی اور شرعی" حکومت ہے۔ اور یہاں مسجد بابری میں اب تک مورتیاں اس لئے رکھی ہوئی ہیں کہ یہ ایک سکولر اور غیر مذہبی اسٹیٹ ہے۔ (الجمعیۃ)

بقیہ از صفحہ ۲

ہمارا حصہ بھی ہونا ضروری ہے اور کہیں شامت اعمال سے ہم محروم نہ رہ جائیں۔ آپ چندہ تو ضرور دیتی ہوں گی۔ لیکن آپ کی محنت میں سے اگر ایک حقیر سی رقم بھی اس جہاد فی سبیل اللہ میں لگ جائے گی تو ظاہر ہے کہ وہ بے حد خیر وبرکت ورضائے الٰہی کا موجب ہوگی۔

ان بہنوں سے جو بیماریا بتقاضائے عمر آنکھوں کی کمزوری سے معذور ہیں درخواست ہے کہ علاوہ اپنے معمولی چندے یا خیرات کے کچھ رقم اس دستکاری کی تحریک میں ضرور دیں کہ دین حق سے زیادہ مستحق آج اور کوئی نہیں ہے۔

ہر طرف کفرست جوشاں ہمچو افواج یزید

دین حق بیمار وبیکس ہمچو زین العابدین

بقیہ خطبہ

سمجھ جائیں۔ تو آپ کو کام کرنے سے قابل بنا دے گی۔ دیکھیں بے چینی کی نیند خواہ دس گھنٹہ کی بھی ہو یہ اثر پیدا نہ کر سکے گی

قرآن کی حکومت قبول کرو

اس نعرہ پر عمل کرو اور یہ بھی خوب سمجھ لو کہ قرآن کریم کا عمدہ نمونہ حضرت انور میں ا

بقیہ از صفحہ ۹

ہی محدود نہیں۔ بلکہ قومی، بین الاقوامی، تمدنی معاشرتی اور تمام امورات پر ایک مکمل نہ بدلنے والا اور کسی قسم کی ترمیم نہ طلب کرنے والا۔ انسانی دست برد سے محفوظ آسمانی قانون ہے۔ اور دنیا کے تمام مصائب کا حل صرف اسی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب میں موجود ہے اور تمام کتب سماوی کی صحیح تعلیم اس کے اندر موجود ہے۔

اسلامی تہوار کی خصوصیات

اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ مسلمانوں کا تہوار ناچ، رنگ رلیوں میں ضائع نہیں ہوتا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ کی حمد سے شروع ہو کر۔ آپس میں خلوص سے میل ملاقات دوستوں اور بزرگوں کو کھانا کھلانے صاف اور عمدہ کپڑے پہننے اور عمدہ قسم کے اخلاق گانوں اور مردانہ کھیلوں میں ختم ہو جاتا ہے۔

ایک معزز انگریز کا قبول اسلام

آخر میں بلند آواز سے سب حاضرین نے تکبیر اور حمد پڑھی جس پر خطبہ ختم کیا گیا۔ اس دن ایک انگریز دوست، جو انسپکٹر ہے جس کا نام جیمز میکڈانلڈ James Macdonald ہے مشرف باسلام بطیب خاطر ہوئے۔ اور حاضرین نے آپ کو گلے لگایا اور مبارکبادوں کی بارش کر دی۔ یہ جذبہ اسلامی کا ایک شاندار مظاہرہ تھا۔

پاکستان ایئر فورس کے نوجوان

یہاں یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ ہالٹن کیمپ کے پاکستان ایئر فورس کے نوجوانوں میں خاص نمایاں امتیاز پایا گیا تمام مہمانوں کو کھانا نہایت ہی منظم طریقہ پر کھلایا۔ اور اس قدر بے لوث خدمت کی۔ کہ تمام حاضرین نے خراج تحسین ادا کیا۔ ان تمام نوجوانوں نے رمضان کے پورے روزے رکھے اور ساتھ ہی اپنا مشکل کام بھی بڑی محنت سے کیا۔ ان کے آفیسروں کی رپورٹ ہے۔ کہ اس قدر اچھا کام کیا ہے جو معمولاً بھی کوئی نہیں کر سکتا۔

ہالٹن کیمپ کے انگریز کا قبول اسلام

ان نوجوانوں کے اچھے نمونہ کا اثر یہ ہوا کہ کل بروز جمعہ جب میں نماز جمعہ پڑھانے ہالٹن گیا تو بعد نماز جمعہ ایک انگریز نوجوان ہالٹن کیمپ ہی جو ... مشرف باسلام ہوا۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ ان نوجوانوں کو پاکستان اور اسلام کے لئے مفید بنا دے۔ والسلام

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فون نمبر ۷ ۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

مسیح موعود اور اسکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قلم دوری از آں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغام صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ - پاکستان سے ۶ روپے
ہندوستان سے ۸-۱۲-۰

ایڈیٹر
دوست محمد

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۲۳ شلنگ

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ یکم ذیقعد ۱۳۶۹ھ - ۱۶ اگست ۱۹۵۰ء | نمبر ۳۲

قرآن کریم کے معجزات

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

واضح ہو کہ قرآن شریف میں دو طور کا معجزہ ہمیشہ کے لئے رکھا گیا ہے۔ ایک اعجاز کلام قرآن دوم اعجاز اثر کلام قرآن۔ یہ دونوں اعجاز ایسے بدیہی ہیں کہ اگر کسی کا نفس اعتراض صوری یا معنوی سے محجوب نہ ہو تو فی الفور وہ اس نور صداقت کو بچشم خود مشاہدہ کر لے گا۔ اعجاز کلام قرآن کے بیان پر تو یہ ساری کتاب مشتمل ہے۔ اور بعض قسم کے اعجاز حاشیہ ملا میں لکھے گئے ہیں۔ اعجاز اثر کلام قرآن کی نسبت ہم یہ ثبوت رکھتے ہیں کہ آج تک کوئی ایسی صدی نہیں گذری جس میں خدا تعالےٰ نے مستعد اور طالب حق لوگوں کو قرآن شریف کی پوری پوری پیروی کرنے سے کامل روشنی تک نہیں پہنچایا اور اب بھی طالبوں کے لئے اس روشنی کا نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے یہ نہیں کہ صرف کسی گزشتہ صدی کا حوالہ دیا جائے جس طرح سچے دین اور ربانی کتاب کے حقیقی تابعداروں میں روحانی برکتیں ہونی چاہئیں۔ اور اسرار خاصہ الٰہیہ سے ملہم ہونا چاہیئے وہی برکتیں اب بھی جویندوں کے لئے مشہود ہو سکتی ہیں جس کا جی چاہے صدق قدم سے رجوع کرے اور دیکھے اور اپنی عاقبت کو درست کر لے انشاء اللہ تعالےٰ ہر یک طالب صادق اپنے مطلب کو پائے گا۔ اور ہر یک صاحب بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھے گا۔ مگر کون ہمارے سامنے آکر اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ وہ آسمانی نور ہمارے کسی مخالف میں بھی موجود ہے۔ اور جس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور افضلیت اور قرآن شریف کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ بھی کوئی روحانی برکت اور آسمانی تائید اپنی شامل حال رکھتا ہے۔ کیا کوئی زمین کے اس سرے سے اس سرے تک ایسا متنفس ہے کہ قرآن شریف کے ان چمکتے ہوئے نوروں کا مقابلہ کر سکے۔ کوئی نہیں ایک بھی نہیں۔ بلکہ وہ لوگ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں ان کے ہاتھ میں بھی بجز باتوں ہی باتوں کے اور خاک بھی نہیں۔ حضرت موسےٰ کے پیرو یہ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت موسےٰ اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں تو ساتھ ہی ان کا عصا بھی کوچ کر گیا ہے کہ جو سانپ بنا کرتا تھا اور جو لوگ حضرت عیسٰی کے اتباع کے مدعی ہیں ان کا یہ بیان ہے کہ جب حضرت عیسٰے آسمان پر اٹھائے گئے تو ساتھ ہی ان کے وہ برکت بھی اٹھائی گئی جس سے حضرت ممدوح مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے ہاں عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰے کے باراں حواری بھی کچھ کچھ روحانی برکتوں کو ظاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن ان کا یہ بھی تو قول ہے کہ وہی عیسائی مذہب کے باراں امام آسمانی نوروں اور الہاموں کو اپنے ساتھ لے گئے اور ان کے بعد آسمان کے دروازوں پر پکے قفل لگ گئے اور پھر کسی عیسائی پر وہ کبوتر نازل نہ ہوا۔ کہ جو اوّل حضرت مسیح پر نازل ہو کر پھر آگ کے شعلوں کا بہروپ بدل کر حواریوں پر نازل ہوا تھا۔ گویا ایمان کا وہ نورانی دانہ کہ جس کے شوق میں وہ آسمانی کبوتر اترا کرتا تھا انہیں کے ہاتھ میں تھا اور پھر بجائے اس دانہ کے عیسائیوں کے ہاتھ میں دنیا کمانے کی پھائی رہ گئی جس کو دیکھ کر وہ کبوتر آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ غرض بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کا موجود نہیں۔ اور خدا نے اس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کیلئے مابہ الامتیاز قائم رہے۔ اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے اُمتِ محمدیہ کو انتہا زمانہ تک یہ دو معجزے یعنے اعجاز کلام قرآن اور اعجاز اثر کلام قرآن عطا فرمائے ہیں۔ جن کے مقابلہ سے مذاہب باطلہ ابتدا سے عاجز چلے آتے ہیں اور اگر صرف اعجاز کلام قرآن کا معجزہ ہوتا اور اعجاز اثر قرآن کا معجزہ نہ ہوتا تو امت مرحومہ محمدیہ کو آثار اور انوار ایمان میں کیا زیادتی ہوتی۔ کیونکہ مجرد زہد اور عفت اعجاز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا کیا ممکن نہیں کہ کوئی پادری یا پنڈت یا برہمو اپنی فطرت سے ایسا سلیم ہو کہ بطور ظاہری عفت اور زہد اور دیانت کا طریق اختیار کرے۔ پھر جس حالت میں زہد خشک ہر یک فرقہ میں ممکن ہے تو مومن اور غیر مومن میں من حیث الآثار مابہ الامتیاز کیا رہا حالانکہ اہل حق اور اہل باطل میں من حیث الآثار مابہ الامتیاز ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اگر مومن بھی آسمانی نوروں سے ایسا ہی بے نصیب ہو جیسے ایک بے ایمان بے نصیب ہے تو اس کے ایمان کا کونسا نور اس دنیا میں ظاہر ہوا اور ایمان کو بے ایمانی پر کیا ترجیح ہوئی۔ اور خود جس حالت میں اعجاز اثر قرآن ظاہر ہے جس میں تسلی کر دینے کے لئے ہم آپ ہی متکفل ہیں تو پھر باوجود اس بدیہی دلیل کے طوالت کلام کی کچھ حاجت نہیں جس کو شک ہو وہ آزمائے جس کو شبہ ہو وہ تجربہ کر لیوے اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام کسی پر نازل ہو وہ اس کے لئے اور ہر یک کے لئے کہ کوئی وجہ یقین کرنے کی رکھتا ہے یا خدا نے کوئی نشان یقین کرنے کا اس پر ظاہر کر دیا ہے واجب التعمیل ہے اور جو شخص جس کو اس الہام کی نسبت باور دلایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے عمداً سرکش ہو وہ مورد غضب الٰہی ہوگا۔ بلکہ اس کے خاتمہ بد ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ بلعم بن بعور کو خدا نے الہام میں لاتدع علیھم کہا یعنے یہ کہ موسٰی اور اس کے لشکر پر بد دعا مت کر اس نے برخلاف امر الٰہی کے حضرت موسٰی کے لشکر پر بد دعا کرنے کا ارادہ کیا آخر اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خدا نے اسکو اپنی جناب سے رد کر دیا اور اسکو کتے سے تشبیہ دی۔ وہ الہام ہی تھا جس کی تعمیل سے حضرت موسٰی کی ماں نے حضرت موسٰی کو شیر خوارگی کی حالت میں ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں پھینک دیا۔ الہام ہی تھا جس کے دیکھنے کے لئے موسےٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو خدا نے اپنے ایک بندۂ خضر کے پاس جس کا نام بلیا بن ملکان تھا بھیجا تھا جس کے علم قطعی اور یقینی کی نسبت اللہ تعالےٰ نے آپ فرمایا فوجدا عبدا من عبادنا اتیناہ رحمۃ من عندنا و علمناہ من لدنا علما۔ سو اسی علم قطعی اور یقینی کا یہ نتیجہ تھا کہ خضر نے حضرت موسےٰ کے روبرو ایسے کام کئے کہ جو ظاہرا خلاف شرع معلوم ہوتے تھے کشتی کو توڑا ایک معصوم بچہ کو قتل کیا ایک غیر ضروری کام کو کسی اجرت کے بغیر اپنے گلے

(باقی بر صلا کالم ملا)

ملہ براہین احمدیہ حصہ سوم

مسئلہ وراثت قرآن کریم کی روشنی میں

پاکستان کی مجلس دستورساز کی توجہ کے قابل

از جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب مد ظلہ العالی

اس وقت جبکہ پاکستان کے لئے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ایک نیا قانون بنایا جا رہا ہے کئی ایک ایسے مسائل ہیں جن پر از سر نو غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک مسئلہ میراث بھی ہے جس پر ہمارے مکرم و محترم بزرگ جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب نے مجلس دستورساز کی رہبری کے لئے قرآن کریم سے روشنی ڈالی ہے امید ہے اسکو خاص توجہ اور غور کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ (مدیر)

اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور ایک بیٹا چھوڑ جائے۔ اس کے سوا اور کوئی وارث نہ ہو یا متعدد لڑکے ہوں اور کوئی وارث نہ ہو۔ تو ساری جائداد ایک واحد لڑکا پا جائے گا یا متعدد لڑکے بحصہ مساوی پائیں گے۔ اس معاملہ کو زیر بحث لانیکی واضح قانون کو ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عام فہم بات ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ایک واحد لڑکی چھوڑ جائے اور اس کے سوا کوئی وارث نہ ہو یا متعدد لڑکیاں چھوڑ جائے تو یہ معاملہ بھی خارج از بحث ہے۔ کیونکہ واحد لڑکی کی صورت میں وہی ساری جائداد کی وارث ہوگی اور متعدد لڑکیوں کی صورت میں ساری جائداد ان میں بحصہ مساوی تقسیم ہوگی۔

واضح قانون کو اس امر کی وضاحت کی بھی ضرورت نہیں ہے اگر کسی شخص کا بیٹا اس کے عین حیات میں اولاد چھوڑ کر مر جائے۔ تو اس شخص کے مرنے پر اس کے پوتوں کو متوفی بیٹے کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔ ایسی صورت میں پوتوں کو دادا کی وراثت سے محروم کرنا ان کے والد کے اس جرم کی سزا ہوگی کہ وہ نابالغ اور یتیم بچوں کو کیوں اپنے باپ کی زندگیوں میں چھوڑ کر مر گیا؟ اور اولاد کے معنی صرف ڈائریکٹ بیٹے بیٹیاں ہی تصور کرنا قرآن مجید کی منشاء کے برخلاف ہے۔ قرآن مجید کی رو سے اکثر جگہ اولاد کے ذکر میں پوتے اور پوتیاں بلکہ اس سے بھی نچلی نسل سمجھی جاسکتی ہے۔ علاوہ اس کے سورۂ نساء کی آیت ۱۱ میں آباؤکم و ابناؤکم کہنے سے باپ اور دادا بیٹے اور پوتے شامل کئے گئے ہیں۔ مزید براں سورہ النساء آیت ۱۱ کے شروع میں ہی لفظ فی پر مد دے کر واضح قانون نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس میں اولاد ہی شامل ہے۔ دوسرا کوئی شامل نہیں۔ اس لئے عول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سورۃ النساء آیت ۱۱ اس طرح شروع ہوتی ہے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم ق (اس کا ترجمہ ہوا اللہ تعالے صرف تمہاری اولاد کے بارہ میں ہی مندرجہ ذیل حکم صادر فرماتا ہے):-

اب اولاد کی وراثت کے متعلق دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:-

(ا) یا تو والدین اولاد چھوڑ کر فوت ہو جائیں۔

(ب) یا اولاد والدین کے عین حیات میں اپنی اولاد اور اپنے والدین کی اولاد چھوڑ کر مر جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں اور ایک ٹکڑا کے خاتمہ پر وقف مطلق لکھوا دیا۔

پہلے ٹکڑے کے تین حصے کئے گئے ہیں:-

اوّل۔ مخلوط اولاد کے متعلق یعنی متعدد لڑکے اور متعدد لڑکیاں ہوں۔ یہ حکم ہے کہ ہر لڑکا ہر لڑکی سے دوچند حصہ پائیگا۔ اللہ تعالے نے اس کے متعلق للذکر مثل حظ الانثیین ج فرما دیا ہے۔ یعنی ایک لڑکا دو لڑکی کے برابر حصہ پائے گا۔

(دوم) ایک لڑکا اور لڑکیاں دو سے زائد ہوں۔ تو لڑکا ایک تہائی پائے گا۔ اور لڑکیاں دو تہائی بحصہ مساوی پائیں گی مثلاً ایک لڑکا ہو اور تین لڑکیاں ہوں۔ یا ایک لڑکا ہو اور پانچ لڑکیاں یا ایک لڑکا اور دس لڑکیاں ہوں۔ تو لڑکا وراثت کا $\frac{1}{3}$ حصہ پا جائیگا اور تین پانچ اور دس لڑکیاں $\frac{2}{3}$ کو بحصہ مساوی تقسیم کرلیں گی۔ بموجب اپنی اپنی تعداد کے:-

(۱) ایک لڑکا — تین لڑکیاں

$\frac{1}{3}$ — $\frac{2}{9} + \frac{2}{9} + \frac{2}{9}$

(۲) ایک لڑکا — پانچ لڑکیاں

$\frac{1}{3}$ — $\frac{2}{15} + \frac{2}{15} + \frac{2}{15} + \frac{2}{15} + \frac{2}{15}$

(۳) ایک لڑکا — دس لڑکیاں

$\frac{1}{3}$ — $\frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15} + \frac{1}{15}$

فان کن نساءً فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک ج

اگر دو سے زائد لڑکیاں ہیں تو انہیں دو تہائی ترکہ دیا جائے قرآن پاک نے باقی $\frac{1}{3}$ کا کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ وہ کس کو دیا جائے؟ عول کا قرآن پاک میں کوئی ذکر نہیں۔ جو حدیث عول کے متعلق ہو۔ اسکو صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ قرآن پاک کے خلاف ہے حدیث کی صحت کا معیار قرآن پاک کی مطابقت پر مبنی ہے۔

(تیسری) چونکہ مندرجہ بالا ضمن ہائے میں لڑکیوں کے حصص میں کمی بیشی واقع ہوگئی ہے اس لئے واضح قانون کو ضرورت اس امر کی لاحق ہوئی کہ وہ لڑکے اور ایک لڑکی کے حصص کی بھی تشریح فرما دیوے۔ لہٰذا اللہ پاک نے فرمایا فان کانت واحدۃ فلھا النصف، یعنی اگر لڑکا ایک روپیہ لے تو لڑکی آٹھ آنے لے گی۔

ہمارے علماء کا یہ طریق ہے کہ اگر کسی حکم قرآنی میں رد و بدل کرنا ہو یا منسوخ کرنا ہو تو کسی بڑے صحابی کے نام سے کوئی خاص سند منسوب کر دیتے ہیں مثلاً جو شخص اپنے باپ کی زندگی میں اولاد چھوڑ کر مر جائے اس کے یتیم بچوں کو دادا کی وراثت سے محروم کرنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فیصلے کا حوالہ دے دیتے ہیں اور کسی بیوہ کے آٹھویں حصہ کو نویں حصہ میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فیصلہ پیش کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ کا فیصلہ پیش کرنے میں کسی شخص کا ذاتی مفاد یا کسی شخص کی غلط بیانی پیش نظر ہو تو ہو۔ اور حضرت علی رضؓ کے فیصلہ میں حضرت علی رضؓ کو حساب سے نابلد ثابت کرنا مقصود ہے۔ جب ہم سکول میں پڑھا کرتے تھے تو ہندو ہمیں مطعون کیا کرتے تھے۔ کہ مسلمان حساب نہیں جانتا ہم جواب دیتے تھے۔ کہ حساب۔ ریاضی الجبرا۔ مساحت عربی الفاظ ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ان علوم کے موجد ہیں۔ چنانچہ الجبرا حضرت علی رضؓ نے ایجاد فرمایا ہے۔ ہم اس طرح ہندوؤں کو خاموش کر دیا کرتے تھے۔ لیکن جب ہم نے شیعہ صاحبان کی کتاب "الکرار" پڑھی تو اس میں انہوں نے حضرت علی رضؓ کی نسبت دانی آج کل کے پانچویں جماعت کے طالب علم سے بھی کم تر دکھائی ہے۔ قرآن پاک بیوہ کو آٹھواں حصہ مرحمت فرماتا ہے۔ اور حضرت علی رضؓ نواں حصہ دیتے ہیں۔ کوئی مسلمان سرتابی نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت علی رضؓ کے نام کا حوالہ موجود ہے۔ کوئی مسلمان دم نہیں مار سکتا کہ معاذ اللہ حضرت علی رضؓ قرآن نہ جانتے تھے۔ کیونکہ ایک طرف تو حضرت علی رضؓ کی شان میں گستاخی ہے دوسری طرف علماء کے کفر کا خطاب موجود ہے۔

(ب):- اس ضمن میں اس اولاد کی وراثت کا ذکر ہے جو اپنے والدین کی زندگی میں فوت ہو جائے۔ اس کے بھی تین ضمن ہیں:-

(۱) ولابویہ لکل واحد منھما السدس مما ترک ان کان لہ ولد ج

یعنی اگر کوئی لڑکا یا لڑکی اپنے باپ اور ماں کی زندگی میں فوت ہو جائے تو والدین میں سے ہر ایک چھٹا حصہ پائے گا اور باقی $\frac{4}{6}$ متوفی کی اولاد کو ملے گا۔ غور فرمایئے نابالغ اولاد کو تو فقہ محروم کرتی ہے مگر قرآن پاک بوڑھوں کو بھی اولاد کی وراثت میں سے حصہ دیتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ نابالغ بچوں کو دادا کی وراثت سے محروم کر دیا جائے۔ اور بوڑھوں کو وراثت میں حصہ دار قرار دیا جائے۔

(۲) فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ الثلث ج

یعنی اگر متوفی بیٹے کی اولاد نہ ہو اور والدین ہی وارث ہوں تو ماں کے لئے تہائی ہے باقی $\frac{2}{3}$ باپ لے جائیگا۔

(۳) فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین ط

یعنی پھر اگر اس کے بھائی بہنیں بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ماں چھٹا حصہ پائے گی اور باپ اس سے دوچند یعنی $\frac{2}{6}$ اور باقی $\frac{3}{6}$ بھائی بہنیں پائیں گے۔

آباؤکم و ابناؤکم کے بعد ج کا وقف ہے۔ سو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ تمہارے باپ دادوں اور

(باقی برصفحہ)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ۔ مورخہ یکم ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۲

جشنِ آزادی

گذشتہ ۱۴ اگست کو تمام پاکستان میں یوم آزادی بڑے جوش و خروش کے ساتھ منایا گیا۔ عوام اور حکام نے برابر کا حصہ لیا۔ بعد از نماز فجر استحکام پاکستان کے لئے دعائیں کی گئیں۔ فوجی مظاہرے ہوئے۔ غرباء کو کھانا کھلایا گیا۔ شہر بھر میں چراغاں کیا گیا۔ گورنر جنرل، وزیر اعظم پاکستان اور گورنر پنجاب نے ریڈیو پر اپنی تقاریر نشر کیں غرض کہ ایک عجیب خوشی کا مظاہرہ تھا۔ جس میں چھوٹے سے لیکر بڑے تک سب نے شرکت کی۔

یہ حقیقت ہے کہ ابتداء میں پاکستان کی حالت ایک ضعف کی حالت تھی۔ بڑے مصائب کا سامنا تھا۔ دشمن اپنی تباہ کن حرکات اور تدابیر سے اس نوزائیدہ مملکت پاکستان کو ہر رنگ میں ناکام بنانے کی کوشش میں تھا۔ لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود خدا تعالےٰ کا یہ کس قدر فضل ہے کہ آج ہم ایک ایسی حالت میں جب کہ پاکستان پہلے کی نسبت کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو چکا ہے اس جشن آزادی کی تیسری سالگرہ کو منا رہے ہیں۔

پاکستان کے استحکام کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی ہر وہ سامان جو کسی قوم کی آزادی کو برقرار رکھنے اور اس مملکت کے استحکام کے لئے ضروری ہیں انہیں مہیا کیا گیا۔ اور اب بھی اپنی ضروریات کو قربان کر کے اس کے استحکام کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ یہ سب کچھ ضروری ہے۔ لیکن ایک بات جسے ہم کو کبھی بھی بھولنا نہیں چاہیئے وہ روحانی اسباب ہیں جن کا فراہم کرنا مادی اسباب کے مہیا کرنے سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ ایک غیر مسلم جس کی نظر ان مادی اسباب تک ہی محدود ہے وہ اس حقیقت کو نہ سمجھے تو نہ سہی، لیکن ایک مسلمان جس کی گذشتہ تاریخ کا ایک ایک ورق اس حقیقت پر مہر صداقت ثبت کر رہا ہے اسے اسکو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ آخر جنگ بدر میں کونسی طاقت تھی جس نے چند مٹھی بھر مسلمانوں کو ایک جرار اور نبرد آزما لشکر پر جو تمام ظاہری جنگی سامانوں سے مسلح تھے فتح دی۔ کیا مسلمانوں کی فوج زیادہ تھی یا وہ دشمنوں سے بڑھ کر جنگی ساز و سامان سے مسلح تھے۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر آخر کیا وجہ تھی جس کی بناء پر ان تمام ظاہری اسباب کے مہیا نہ ہونے کے باوجود ایک دفعہ نہیں بلکہ ہر بار مسلمان دشمن پر غالب آتے رہے یہاں تک کہ بڑی بڑی سلطنتیں بالآخر ان کے سامنے جھک گئیں۔ یہ وہ روحانی اسباب ہی تھے جنہیں آج ہمیں بھی استحکام پاکستان کے لئے جمع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ان اسباب کو جمع کرنے کے لئے ہر پاکستانی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرے۔ ہر ایسا فعل اور حرکت جو اسلامی تعلیم کے منافی ہے اسے ترک کرے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے الٰہی احکامات کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دے یہ بیشک ایک مشکل راہ ہے اور ہر فرد سے قربانی چاہتا ہے۔ لیکن خوب یاد رکھئے یہ ایسا راستہ ہے کہ جس پر چلنے کے نتیجے میں کامیابی یقینی ہے۔ اندریں صورت ظاہری سامانوں کی کمی کسی میدان میں ہمیں کامیابی سے محروم نہیں رکھے گی۔ بلکہ یہ تبدیلی اگر ہم میں سے چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک میں پیدا ہو جائے۔ تو خود بخود مادی سامان بھی بڑی سہولت کے ساتھ مہیا ہوتے چلے جائیں گے۔

اس لئے آج جب کہ ہم یہ جشن آزادی نہایت خوشی سے منا رہے ہیں۔ اور اس آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ظاہری سامان سے مسلح ہونے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں یہ عہد بھی کر لیں۔ کہ ہمیں اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنا ہے تا مادی سامانوں کو اکٹھا کرتے کے ساتھ ساتھ روحانی اسباب کو بھی جو بعض اوقات بغیر ظاہری سامان کے بھی کچھ کام دے جاتے ہیں اپنے اندر جمع کر لیں۔ اگر بحیثیت قوم ہم اپنے اندر اس تبدیلی کو پیدا کر لیں تو وہ وقت دور نہیں کہ پاکستان خدا کے فضل سے ایسا مضبوط ہو جائے گا کہ دنیا کی بڑی بڑی حکومتوں میں اس کا شمار ہوگا۔ انشاء اللہ

(محمد یحییٰ بٹ)

اخبار و افکار

(محمد یحییٰ بٹ)

معاصر زمیندار

یہ ایک عجیب بات ہے کہ جب بھی کبھی الٰہی سلسلہ کی بنیاد پڑی، شیطانی قوتوں نے بڑے زور سے اس کی مخالفت کی اور اس کے نیست و نابود کرنے میں انہوں نے کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ آج بھی ایک مرد خدا خدا سے الہام پاکر بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کی بھی مخالفت کی گئی۔ معاصر زمیندار اور اس کے ہمنوا ابھی تک اس مرد خدا کی مخالفت میں ڈٹے ہوئے ہیں آئے دن حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی غلط بات ان کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مولانا وغیرہ کہلا کر پھر بھی یہ لوگ جھوٹ بولنے سے نہیں چوکتے۔ حضرت میرزا صاحب کی صداقت میں اس دلیل سے بڑھکر اور کیا دلیل ہوگی کہ یہ لوگ اس مرد خدا کی مخالفت کر کے جھوٹ جیسی لعنت میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ ابھی زمیندار کے ایک گذشتہ پرچہ مجریہ ۶ اگست میں فکاہات کے کالم میں لکھا گیا ہے :۔

"مرزا غلام احمد غیر مبہم الفاظ میں اعلان کر چکے ہیں کہ مکہ اور مدینہ منورہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اب یہ نعمت قادیان اور صرف قادیان میں مل سکے گی۔"

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

یہ کس قدر دور از حقیقت بات ہے کیا حضرت میرزا صاحب کی کوئی تحریر اس کی صحت میں پیش کی جا سکتی ہے؟ اگر ہے تو پیش کرو ورنہ اس خدا سے ڈرو جس کی گرفت بڑی سخت ہے۔

حضرت میرزا صاحب جن کی زندگی کا نصب العین ہی دین اسلام کی خدمت تھا۔ جنہوں نے سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کے فیوض کو جاری اور ساری ثابت کرنے پر بڑا زور دیا اور اپنے تجربہ کو اس کی صحت کے ثبوت میں بطور شہادت پیش کیا وہ بھلا کیونکر ایسی بات منہ سے نکال سکتے تھے۔

"کہ مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو گیا ہے ...."

اس میں کچھ شک نہیں کہ آج مسلمان اس حقیقت سے بہت دور جا پڑے تھے یہ حضرت میرزا صاحب ہی تھے جنہوں نے ... اس حقیقت کو دلوں کے اندر جاگزین کیا۔

اونٹوں کا معطل ہونا

مسیح موعود کے زمانہ کی علامات میں سے یہ بھی ایک علامت بیان کی گئی ہے کہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی یعنی اس زمانہ میں کچھ ایسی سواریاں نکل آئیں گی کہ بار برداری کا جو کام اونٹوں سے لیا جاتا ہے وہ ان سے لیا جائے گا۔ چنانچہ کون ہوشمند انسان اس سے انکار کر سکتا ہے کہ سواری اور بار برداری کا جو کام آجکل ریل گاڑی اور دیگر سواریوں سے لیا جاتا ہے وہ اونٹنیوں سے نہیں لیا جاتا۔ لیکن جس شخص کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہو اور مخالفت جس کا شیوہ ہو گیا ہو اسے کوئی کیا کہے۔

حال ہی کے پرچہ زمیندار مجریہ ۱۶ اگست ۱۹۵۰ء میں لکھا ہے :۔

"مرزا غلام احمد اپنی متنبیت کا ڈھول بجا بجا کر اعلان کرتے رہے کہ اونٹ معطل ہو چکا ہے اس کی جگہ ریل نے لے لی ہے اور ٹرانسپورٹ کا یہ سب سے بڑا انقلاب میری مسیحیت بلکہ نبوت کا سب سے بڑا ثبوت ہے مگر "الفضل" کے اسی آزادی نمبر نے یہ انکشاف بھی کیا ہے کہ آج صرف پاکستان میں چار لاکھ چھتیس ہزار اونٹ موجود ہیں"

پاکستان یا دنیا بھر میں اونٹنیوں کا موجود ہونا اس علامت کا نقیض تو نہیں رہا۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اس کثرت سے اونٹنیوں کے موجود ہونے کے باوجود لوگ سواری اور بار برداری کا کام ریل گاڑی اور دیگر سواریوں سے ہی لیتے ہیں۔ فتدبر

درخواستہائے دعا

ہمارے ایک بزرگ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ۔ خان صاحب نواب خان صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس گوجرانوالہ کچھ دنوں سے بیمار ہیں احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ان کی صحت کیلئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

محمد خلیل احمد صاحب احباب جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کے صاحبزادہ تسلیم احمد خاں جو کچھ دنوں سے بیمار ہیں۔ کی صحت کے لئے دعا کریں۔

(بقیہ از صفحہ ۶) بیٹے۔ پوتوں کے متعلق یہ خیال ہے کہ لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً یعنی تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون نفع رسانی کی رو سے تمہارا قریبی ہے۔ فریضۃ من اللّٰہ یہ اللہ کا قانون ہے۔ ان اللّٰہ کان علیماً حکیماً۔ اللہ تعالےٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۱۲

و لکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ج فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ط ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ ۱۲ او امراۃ وله اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس ج فان کانوا اکثر من ذالک فھم شرکاء فی الثلث من بعد وصیۃ یوصیٰ بھا او دین غیر مضار ج وصیۃ من اللّٰہ ط واللّٰہ علیم حکیم ۔

اوپر تو والدین اور اولاد کے ترکے کا ذکر فرمایا گیا ہے آیت مندرجہ بالا میں میاں بیوی کی وراثت کا اور کلالہ کی وراثت کا بیان مذکور ہے۔

(ا) و لکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد ج۔ اگر تمہاری بیویاں فوت ہو جائیں اور ان کے ہاں اولاد نہ ہو تو تم کو (یعنی شوہروں کو) نصف ملے گا۔ باقی نصف جو ہے۔ وہ آیت ۱۱ ب (۳) کی رُو سے تقسیم ہوگا یعنی $\frac{1}{2}\times\frac{1}{6}=\frac{1}{12}$ ماں اور $\frac{1}{2}\times\frac{2}{6}=\frac{2}{12}$ باپ اور $\frac{1}{2}\times\frac{3}{6}=\frac{3}{12}$ بھائی بہنیں لے جائیں گی۔

(ب) فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا او دین ط اگر اس کی اولاد ہو تو تم کو یعنی شوہروں کو چوتھا حصہ ملے گا۔ مثلاً خاوند $\frac{1}{4}$ حصہ لے گا اور باقی $\frac{3}{4}$ بموجب آیت ۱۱ ب (۱) اسکے ورثاءِ ذیل میں تقسیم ہوگا یعنی $\frac{3}{4}\times\frac{1}{6}=\frac{1}{8}$ ماں اور $\frac{3}{4}\times\frac{1}{6}=\frac{1}{8}$ باپ اور $\frac{3}{4}\times\frac{2}{3}=\frac{1}{2}$ اولاد لے جائے گی آیت ۱۱ (ا) (۱) (۲) (۳) کی رو سے بموجب اپنے اپنے حالات کے۔

(ج) ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد ج اگر تم یعنی شوہروں کے ہاں اولاد نہ ہو تو بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا۔ باقی آیت ۱۱ ب (۳) کی رو سے جائداد حسب ذیل ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ مثلاً ماں $\frac{3}{4}\times\frac{1}{6}=\frac{1}{8}$ باپ $\frac{3}{4}\times\frac{2}{6}=\frac{1}{4}$ بہن بھائی $\frac{3}{4}\times\frac{3}{6}=\frac{3}{8}$

(د) فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ط اگر تم یعنی شوہروں کے ہاں اولاد ہو تو بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ باقی آیت ۱۱ ب (۱) کی رُو سے تقسیم ہوگا۔ مثلاً ماں $\frac{7}{8}\times\frac{1}{6}=\frac{7}{48}$ - باپ $\frac{7}{8}\times\frac{1}{6}=\frac{7}{48}$ اولاد $\frac{7}{8}\times\frac{4}{6}=\frac{7}{12}$ ۔

(ہ) وان کان رجل یورث کلٰلۃ او امراۃ وله اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس کلالہ کے معنے بعض بزرگوں نے یہ کئے ہیں کہ جس شخص کے نہ والدین ہوں نہ اولاد ہو اور بھائی بہنیں ہوں۔ مگر آیت ۱۷۶ سورۃ النساء میں اللہ تعالےٰ نے تو کلالہ کی تعریف یوں فرما دی ہے:۔

یستفتونک ط قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلٰلۃ ان امرؤ ھلک لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ما ترک۔ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو مگر اس کے والدین اور بیوی اور بہن بھائی ہوں۔ تو وہ کلالہ ہے

(و) اب اگر ایک کلالہ مرد مرتا ہے تو اس کی وراثت میں سے چوتھا حصہ بموجب آیت ۱۲ (ج) اس کی بیوی لے جائے گی باقی $\frac{3}{4}$ حصہ یوں تقسیم ہوگا:۔

اگر ایک بہن یا بھائی ہے تو $\frac{1}{6}$ حصہ ان کا ہوگا یعنی $(\frac{3}{4}\times\frac{1}{6})=\frac{1}{8}$ باقی $\frac{3}{4}\times\frac{5}{6}=\frac{5}{8}$ علی الترتیب ماں اور باپ ۱ : ۲ کی نسبت سے لیں گے گویا $\frac{3}{4}\times\frac{5}{6}\times\frac{1}{3}=\frac{5}{24}$ ماں اور $\frac{3}{4}\times\frac{5}{6}\times\frac{2}{3}=\frac{5}{12}$ باپ۔

(ز) اگر ایک سے زائد بہنیں یا بھائی ہوں تو بیوی $\frac{1}{4}$ حصہ۔ باقی $\frac{3}{4}\times\frac{1}{3}=\frac{1}{4}$ بھائی بہنیں لے جائیں گے۔ ماں باپ ۱ : ۲ کی نسبت سے علی الترتیب لے جائیں گے یعنی ماں $\frac{1}{2}\times\frac{1}{3}=\frac{1}{6}$ کل جائداد کا اور باپ $\frac{1}{2}\times\frac{2}{3}=\frac{1}{3}$ کل جائداد کا پائے گا۔

اب اگر کلالہ عورت مرتی ہے تو اس کی وراثت میں سے نصف حصہ بموجب آیت ۱۲ (ا) شوہر لے جائیگا باقی $\frac{1}{2}$ میں سے اگر ایک بہن یا بھائی ہے تو وہ $\frac{1}{2}\times\frac{1}{6}=\frac{1}{12}$ پائے گا اور باقی $\frac{1}{2}\times\frac{5}{6}=\frac{5}{12}$ ماں اور باپ کے درمیان ۱ : ۲ کی نسبت سے علی الترتیب تقسیم ہوگا یعنی والدہ $\frac{1}{2}\times\frac{5}{6}\times\frac{1}{3}=\frac{5}{36}$ اور والد $\frac{1}{2}\times\frac{5}{6}\times\frac{2}{3}=\frac{10}{36}$ لیں گے۔ اگر کلالہ عورت کی وفات کی صورت میں ایک سے زائد بھائی بہنیں ہیں تو نصف شوہر لے جائے گا اور باقی $\frac{1}{2}\times\frac{1}{3}=\frac{1}{6}$ بہنیں بھائی لے جائیں گے اور باقی $\frac{1}{2}\times\frac{2}{3}$ ماں اور باپ علی الترتیب ۱ : ۲ کی نسبت سے پائیں گے۔ یعنی ماں کو $\frac{1}{2}\times\frac{2}{3}\times\frac{1}{3}=\frac{1}{9}$ اور باپ کو $\frac{1}{2}\times\frac{2}{3}\times\frac{2}{3}=\frac{2}{9}$ ۔

آیت ۱۷۶ سورۃ النساء میں قانون بیان نہیں فرمایا گیا بلکہ درخواست کی گئی ہے کہ اگر ذیل کی صورت ہو تو کس طرح وراثت تقسیم ہوگی: یستفتونک ط قل اللّٰہ یفتیکم فی الکلٰلۃ ط ان امرؤ ھلک لیس له ولد وله اخت فلھا نصف ما ترک ج وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد ط فان کانتا اثنتین فلھما الثلثٰن مما ترک ط وان کانوا اخوۃ رجالاً ونساءً فللذکر مثل حظ الانثیین ط یبین اللّٰہ لکم ان تضلوا ط واللّٰہ بکل شیء علیم ۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں مندرجہ ذیل مقدمہ پیش ہوا اور اس میں آپ سے فیصلہ کرنے کی درخواست کی گئی۔ مقدمہ یہ تھا کہ اگر کوئی مرد مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کو ترکے میں سے کیا ملنا چاہیئے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ حکم دیتا ہے کہ بہن نصف پا جائے گی۔ وہ اس طرح ہے کہ ایک کلالہ مرد مرتا ہے۔ اس کے وارث والدین اور ایک بہن ہے (بیوی نہیں) والدہ بروئے آیت ۱۱ (ب) (۳) $\frac{1}{6}$ حصہ پالے گی والد $\frac{2}{6}$ یعنی $\frac{1}{6}\times\frac{2}{1}$ - والدین $\frac{1}{6}+\frac{2}{6}=\frac{3}{6}$ یعنی نصف۔ باقی نصف بہن لے جائیں گی۔

دوسرا سوال یہ پیش ہوا کہ ایک کلالہ عورت مرتی ہے اور صرف اس کا بھائی وارث ہے اور کوئی نہیں تو اس کی بابت یہ فیصلہ ہوا کہ وہی اس کی جائداد کا وارث ہوگا یعنی شوہر۔ ماں۔ باپ کوئی نہیں اور صرف ایک ہی بھائی ہے۔

ایک کلالہ مرد مرتا ہے اور اس کی دو بہنیں وارث ہیں تو اس کا فیصلہ یوں فرمایا کہ ایک بہن کو $\frac{1}{2}$ ملیگا بموجب ۱۱ (ب) (۳) اور دوسری کو بموجب آیت ۱۲ (ب) (۱) $\frac{1}{6}$ ملیگا دونوں بہنیں $\frac{1}{2}+\frac{1}{6}=\frac{4}{6}$ پائیں گی اور اگر بھائی بہنیں دو سے زائد بھی ہوں تو وہ سب $\frac{2}{3}$ ہی پائیں گے اور ان کے درمیان تقسیم اس طرح ہوگی۔ اگر دو ہی بہنیں ہیں تو وہ بحصہ مساوی جائداد کا $\frac{2}{3}$ پائیں گی اور اگر بھائی بہنیں مخلوط ہوں تو بموجب آیت ۱۱ (ا) (۱) اور اگر ایک بھائی اور دو یا زائد بہنیں ہیں تو بموجب آیت ۱۱ (ا) (۲) وراثت پائیں گے باقی $\frac{1}{12}$ جو غیر منقسم رہ گیا ہے تو والدہ کو $\frac{1}{12}\times\frac{1}{3}=\frac{1}{9}$ ملے گا اور والد کو $\frac{1}{12}\times\frac{2}{3}=\frac{2}{9}$ ملے گا۔

یہ ہے وراثت کی تقسیم۔ جس کی شکل حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت علی رضؓ کا نام لے کر بگاڑ دی گئی ہے۔

بقیہ از صفحہ ۹

زندگی کے لئے اور اس کے اخلاق اور معاملات کو درست کرنے کے لئے اور تہذیب کے فروغ کے لئے معقول اور مفید تعلیمات اور صحیح اعتقادات کی جو ضرورت ہے اتنی نشانات کی نہیں مگر ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ ایک پورے نظام کے اندر بعض وقت ایک چھوٹے سے پرزے کی کمی کی وجہ سے سارا نظام رُک جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک گھڑی کو لیجئے ضروری ہے اس میں سپرنگ سب کے سب درست ہوں اور اس کے سارے wheels ٹھیک ٹھاک ہوں مگر بعض وقت صرف ایک Screw کے ذرا ڈھیلا ہو جانے سے ساری گھڑی بیکار ہو جاتی ہے بعینہٖ یہی حال اس زمانے میں تبلیغ اسلام کا ہے، قرآن شریف کی روشنی اسلام کے معقول اور مواخذ اعتقادات اور اصول زندگی۔ رسول اکرم کی بے مثال سیرت اسلامی تہذیب کی درخشندہ تصویر ہے یہ سب کچھ مذہب اسلام کی صداقت کی دلیل ضرور ہیں مگر ان کے ہوتے ہوئے بھی نشانات کی ضرورت ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ آپ کو چھوڑ کر جو اسلام پیش کیا جائے گا وہ بے جان ہوگا اور آپ کی سیرت کو پیش کرتے ہوئے آپ کے نشانات پر زیادہ زور اس لئے دینا پڑے گا کہ ان کے بغیر نہ صرف آپ کی اپنی بلند روحانیت ثابت ہوتی ہے بلکہ مذہب اسلام کی روحانی بلندی کا بھی ثبوت ملتا ہے اس کے بغیر اسلام تکمیل کو نہیں پہنچتا، یہ ایک چھوٹا سا پرزہ ہے جس کے نہ ہونے سے تبلیغ اسلام کی تحریک میں صحیح حرکت نہیں پیدا ہو سکتی اسی لئے حضرت اقدس نے اپنے کرامات پر بڑا زور دیا ہے حتیٰ کہ دنیا کو للکار کر یہ اعلان بھی کیا ہے:۔

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمد

ظاہر ہے کہ آپ نشانات کو لاتے وقت صرف اس لئے پیش کرنا چاہتے تھے کہ

(باقی بر صفحہ ۱۰)

روحانی ترقیات کیلئے تکالیف اور مشکلات کا آنا نہایت ضروری ہے

اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے اپنے اموال خرچ کیجئے اور علوم قرآن کو جماعت میں رواج دیجئے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - بمقام کراچی - مؤرخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب ناظر اسلام)

قال اللہ تعالیٰ :- الصٰبرین والصادقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار ۵

قرآن کریم کے نزول کی غرض

گذشتہ جمعہ میں قرآن کے ان الفاظ کی کچھ تشریح کی تھی آج بھی ان کے متعلق ہی مزید تشریح کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے یہ بتلایا تھا کہ قرآن کریم انسانوں کے اخلاق کو بلند کرنے، ان کے کیریکٹر بنانے یا انسانوں کو انسان بنانے کے لئے نازل ہوا ہے۔ اسی لئے ہمارا زاویہ نگاہ قرآن کریم کے متعلق بالکل بدل جانا چاہیئے۔ عام طور پر قرآن کریم کی عظمت کا اظہار یوں کیا جاتا ہے کہ اسے غلافوں میں لپیٹ کر بلند مقام پہ عزت کے ساتھ رکھا جائے اور ثواب کی خاطر پڑھ لیا جائے۔ یہ دونوں کام اچھے ہیں مگر ہماری جماعت کا نقطۂ نگاہ یہ ہونا چاہیئے کہ قرآن کریم کی جگہ ہمارے دلوں میں ہو۔ اور اسکو عمل میں لانے کے لئے اس کی تلاوت کی جائے۔

اس کے ساتھ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ پانچ مراتب یا بلند مقام مومن کے قرآن نے جو بیان فرمائے ہیں ان کی ابتدا صبر سے کی ہے یعنی یہ بلند مقامات جن پر انسان کی مزید ترقیوں کا انحصار ہے صبر کے مقام سے شروع ہوتے ہیں جب تک انسان میں صبر کی کیفیت پیدا نہ ہو اگلے مقامات حاصل نہیں ہو سکتے۔

تکالیف کا برداشت کرنا

اس حقیقت کو پا لینے کے لئے میں کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں دکھ اور تکلیف کا آنا یا آسائش و آرام کا ملنا پہلو بہ پہلو چلتا ہے۔ اس دنیا میں کسی فرد بشر کو ایسا نہ پائیں گے جو اپنے آپ کو دکھوں یا تکلیفوں یا مصیبتوں سے اوپر پائے۔ خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ یا ساری دنیا کا مال و دولت ہی جمع کر لے۔ دکھوں اور تکلیفوں کا آنا لازمی امر ہے۔ کیونکہ یہ انسانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں اس لئے قرآن شریف نے تعلیم دی ہے کہ ترقی درجات کے لئے تکالیف کا برداشت کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور تکلیفوں میں انسان اپنے آپ کو کس طرح سے رکھے۔ اس مقام کا نام قرآن نے صبر رکھا ہے۔

کندن کرنے کا ذریعہ

یوں بھی غور کر کے دیکھ لو کہ کیا انسان کو دکھ اور تکلیف آنے کے بغیر بھی صبر کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ انسانی تجربہ یہ ہے کہ ایک ادنےٰ سا کام روٹی پکانا اسی کو آتا ہے جو اس کو پکاتا رہے۔ محض علم سے یا دوسروں کو روٹی پکاتے دیکھ کر کوئی شخص روٹی نہیں پکا سکتا۔ ٹھیک اسی طرح پر صبر کا مقام بھی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک انسان دکھوں اور تکلیفوں میں مبتلا نہ ہو۔ اس لئے وہ لوگ جو باریک نگاہ رکھتے ہیں دکھوں اور تکلیفوں کو برا نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کندن ہونے کا وقت تو اب ہی آیا ہے جس طرح کچی اینٹ آگ میں نہ ڈالی جائے تو وہ پک نہیں سکتی۔ اسی طرح جب تک انسان خود دکھوں اور مصیبتوں میں نہ پڑے اس وقت تک وہ بن نہیں سکتا۔ عام طور پر آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ پیروں وزیروں۔ بادشاہوں یا امیروں کے لڑکے حقیقی جوہر انسانیت سے محروم ہوتے ہیں اور ان کی زندگیاں ناکام اور نامراد ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے لئے کھانے پینے کی کثرت۔ مال و دولت کی بہتات اور آگے پیچھے بےجا خوشامدی موجود ہوتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محنت کے عادی نہیں ہوتے۔ بلکہ کاہل سست اور معمولی بھی تکلیف آ جائے تو دل توڑ دیتے ہیں۔

معرفت الٰہی کا تیسرا ذریعہ

حضرت مجدد نے اپنے ایک عظیم الشان لیکچر میں جو جلسہ مذاہب لاہور میں پڑھا گیا فرمایا ہے کہ پہلا ذریعہ معرفت الٰہی کا وسیع کائنات پر غور و فکر سے حاصل ہو سکتا ہے اور دنیا کے اس عظیم الشان کارخانہ کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ یہ دنیا بڑی ہی مدبر اور علیم و حکیم ہستی نے بنائی ہے۔ مگر حقیقی معرفت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالےٰ سے الہام اور وحی نہ آئے۔ اس لئے آپ نے دوسرا ذریعہ معرفت الہام اور وحی کو لکھا ہے۔ کیونکہ بغیر الہام اور وحی خدا کو انسان نہیں پا سکتا۔ لیکن آپ نے لکھا ہے کہ وحی اور الہام سے بھی معرفت کے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ انسان دکھوں اور تکلیفوں میں نہ پڑے اور اسی کو تیسرا ذریعہ معرفت الٰہی کا قرار دیا ہے۔ اور تاریخ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہی قرآن پاک تھا اور وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بظاہر چاہیئے تو یوں تھا کہ ابتداء میں جب قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوا تو اس وقت کے مسلمانوں پر بھی تھوڑا تھوڑا اثر ہوتا۔ اور جب قرآن مکمل نازل ہو چکا۔ تو اس وقت جو مسلمان ہوئے ان پر زیادہ اثر ہوتا۔ مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ قرآن میں السابقون الاولون کی بڑی ہی تعریف لکھی ہے۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قٰتل (دونوں) برابر نہیں جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اولٰئک اعظم درجۃً یعنی جو پہلے تھے۔ ان کا مرتبہ بہت بلند ہے ان سے جو پیچھے آئے۔ اس لئے کہ بعد میں آنے والوں کو ان تکلیفوں، دکھوں اور مصیبتوں سے گذرنا نہیں پڑا جن میں سے پہلے گذرے۔ فتح سے مراد یہاں پر اسلام کی فتح ہے جو ملک عرب پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی حاصل ہوئی۔

صحابہؓ کی فضیلت

تو مسلمانوں کے متعلق فرمایا جو فتح سے قبل مسلمان ہوئے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو تکلیف اور مصیبت میں گذارا دشمنوں کی ایذا کو برداشت کیا اور دین کے رستہ میں دکھوں کو برداشت کیا۔ یہ مسلمان اور فتح اسلام کے بعد اسلام قبول کرنے والے مسلمان برابر نہیں۔ اول الذکر مسلمان تو آگ میں پڑ کر پک چکے۔ ان کے اخلاق بن گئے مگر بعد کے آنے والے مسلمانوں کو یہ تکلیفیں اور شقتیں برداشت نہیں کرنی پڑیں۔ اس لئے ان کے اخلاق ویسے نہیں بنے۔ چنانچہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تھوڑا سا فتور جو ملک عرب میں پیدا ہوا تو بہت سے فتح کے بعد اسلام قبول کرنے والے مسلمان اس مضبوطی کے ساتھ سچائی پر قائم نہ رہے جس مضبوطی سے پہلے لوگ قائم تھے۔ تو فرمایا کہ یہ اور وہ لوگ جو تکالیف میں پڑ کر مسلمان رہے ہیں گو دونوں خدا تعالےٰ کے رستہ میں خرچ کرتے رہے ہوں پھر بھی دونوں میں ایک فرق نظر آتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح پر حضرت امام زمان کے زمانہ میں جو مخالفت کا طوفان اٹھا۔ انتہائی درجہ کے دکھوں اور تکلیفوں کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس میں جو لوگ جماعت میں شامل ہوئے اور ان کا جو کیریکٹر بنا ان میں اور بعد میں جو لوگ آئے اور حضرت صاحب کی جماعت میں ہوئے دونوں میں ایک خاص فرق نظر آتا ہے۔

مشکلات کی اہمیت

بنانے والی جو چیز ہوتی ہے وہ تو دکھ اور تکلیف ہوتی ہے۔ جب تک انسان اپنے آپ کو مشکلات کے اندر سے نہ گذارے اس وقت تک انسان کے اخلاق نہیں بن سکتے اور نہ اس کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ صبر ترقی کا سب سے پہلا مقام ہے جو انسان دکھوں اور تکلیفوں کے اندر سے نہیں گذرتا وہ ترقی کا دوسرا قدم نہیں اٹھا سکتا [illegible]

دکھ اور تکلیف برداشت کرے اور اس کے ایمان میں ادنیٰ درجہ کی جنبش نہ آئے۔

رجوع الی اللہ

ہمارے بعض نوجوان تبلیغ کے لئے نکلے تھے انہوں نے جو اپنا تجربہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تبلیغ کس کو کریں۔ دہریت اور الحاد کی ایک رَو چلی ہوئی ہے جو سب کو اپنے اندر بہائے لئے چلی جا رہی ہے لوگوں کا خدا تعالےٰ پر ایمان نہیں رہا شاید اس حکومت کے ملنے سے اور بھی کم ہو گیا ہو دولت اور حکومت کے ملنے سے عموماً خدا پر ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں مگر انسانی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ دکھ اور تکلیف میں خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے اس وقت انسان کو خدا اسی طرح نظر آتا ہے جیسے انسان انسانوں کو دیکھتا ہے کہ سامنے کھڑا ہے۔ آرام اور آسائش میں انسان خدا کو بھول جاتا ہے۔ اس لئے تکلیفوں اور مصیبتوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔

باطنی انقلاب

غور کر کے دیکھ لو انسان اپنے آپ کو خواہ کتنا ہی کیوں نہ بنائے اس وقت تک بنتا بناتا کچھ نہیں جب تک اس کا تعلق خدا کے ساتھ نہ ہو۔ یہ تو نظر کا دھوکہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کچھ سمجھ لیتا ہے خوب یاد رکھو انسان اندر سے بنتا ہے باہر سے نہیں بنتا۔ اگر مکان کی دیواریں اور چھت کمزور ہو خواہ باہر سے کتنا ہی اسکو پلستر کیا جا ہو اس مکان کی کچھ پختگی نہیں۔ اسی طرح یہ انسان اپنے آپ کو دکھ۔ مشکلات تکلیف اور مصائب میں سے گذر کر اپنے آپ کو اندر سے تعمیر ہونا ہو اس کا ظاہری طور پر بننا کچھ وقعت اور حقیقت نہیں رکھتا۔

حضرت نبی کریم صلعم کا اسوہ حسنہ

حدیث میں آتا ہے:۔

"اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل"

یعنی سخت ترین مصائب نبی برداشت کرتا ہے پھر جیسے جیسے درجہ کے لوگ ہوں گے ویسی ہی ان کی تکالیف بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ محمد رسول اللہ صلعم نے کس قدر دکھ اور تکلیف اُٹھائی۔ ساری قوم مخالف ہے۔ کامیابی کا کوئی رستہ نظر نہیں آتا۔ بظاہر مایوسی کی انتہا ایسے مخالف حالات میں دل کے اندر خدا پر یقین اور ایمان بھرا ہوا ہے اور آپ نے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط دل کے ساتھ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کی اتنی بھی پروا نہیں کی جتنا ایک بھوسہ کا چھلکا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ماننے والوں سے کچھ کچھ تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ یہ منافقوں کا گروہ تھا بظاہر وہ آپ کو مانتے تھے۔ مگر اندر سے حضور کے دشمن تھے۔ پھر غور کرو جب صحابہ کرام میں کوئی جنگوں میں شہید ہوتے تھے کیا آپ کے دل کو صدمہ نہیں پہنچتا تھا؟ پھر آپ کی نہایت ہی پاکدامن مطہرہ اور مقدس بیوی پر (حضرت عائشہ صدیقہ) تہمت لگی۔ پھر آپ کے بچے آپ کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوئے کیا ایسے واقعات سے حضور کو دکھ نہ ہوتا تھا؟ چونکہ ان حالات میں پڑنے سے تو درحقیقت انسانوں کے اخلاق بنتے تھے اس لئے آپ نے مسلمانوں کے واسطے اپنا اسوہ چھوڑا۔ کہ وہ بھی ایسے حالات کے آنے پر بلند مقامات کے حاصل کرنے کے لئے صبر کے اس مقام کو حاصل کریں جہاں ان کے ایمان میں ادنےٰ درجہ کی جنبش بھی واقع نہ ہو سکے۔ باوجود اس نمونہ اور دلفریبی کے رکھتے ہوئے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج کل کسی مسلمان کو ذرا سا دکھ یا تکلیف پیش آ جائے تو اللہ تعالےٰ سے پہلے فرنٹ ہونے کے لئے تیار بیٹھا ہے اور برملا آوازے کہتا ہے کہ اگر خدا ہوتا تو میری کیوں یہ حالت ہوتی۔ میں کیوں بھوکا مرتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

موجودہ انقلاب میں مسلمانوں کی حالت

موجودہ انقلاب میں لاکھوں مسلمان ہوں گے جن پر مصیبتیں آئیں۔ پر وہ ان کو زبان پر نہیں لائے۔ مگر کثرت سے ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اتنا شور اور واویلا کیا کہ ہم پر یہ مصیبت کیوں آئی۔ جس وقت مسلمان مختلف کیمپوں میں جمع ہو رہے تھے پہلے تو انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا مگر بعد میں بالکل بیباک ہو گئے۔ ان کے اخلاق اس حد تک گر گئے کہ اگر ایک کے پاس پانی تھا تو اس نے اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو ایک گھونٹ بھی پینے نہ دیا۔ ان دکھوں سے اخلاق بنتے بھی ہیں اور بگڑتے بھی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے مگر اخلاق اس وقت تک بن نہیں سکتے جب تک انسان دکھوں اور تکلیفوں میں نہ پڑے

ہماری حالت

یہ تو حالت ہم مسلمانوں کی ہے ہماری جماعت کے اندر بھی ایسے نمونے موجود ہیں اور لوگ اس بات کی آرزو رکھتے ہیں کہ ہمارا نام ہو۔ چاروں طرف سے نصرت آتی ہمارے قدم چوم رہی ہو اور جب ہم تبلیغ کو نکلیں تو دھڑا دھڑ لوگ اسلام قبول کر لیں۔ تاکہ ہمارا نام ہو جائے۔ کہ ہم نے کس قدر مسلمان بنائے ہیں۔ الغرض اس قسم کی آرزوئیں ہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا"

عام طور پر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کام تو اسے نہ کرنا پڑے قربانی کچھ نہ کرے مگر لوگ اس کی تعریف کریں ہم کو بھی اپنی حالت پر غور کرنا چاہیئے۔ لیکن ہم بھی خواہش نہیں رکھتے کہ لوگ کہیں کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ ہم نے اسلامی مرکز قائم کر دیئے مگر قربانی کرتے وقت ہمارا قدم نہ اُٹھے۔ یاد رکھو کہ اب تک جو کام ہوا ہے وہ یونہی نہیں ہوا۔ کچھ لوگوں نے قربانیاں کیں کیونکہ بغیر قربانی کے کوئی کام ہو نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی کام ہو رہا ہے وہ تو قربانی کرنے والوں کے باعث ہو رہا ہے۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر دکھ اور تکلیف کو برداشت کیا اور انہی قربانیوں کی بدولت یہ جماعت بھی بنی۔ اور خدا کی نصرت بھی آئی۔

تکالیف کی دو قسمیں

یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ تکلیفیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک قسم تو ان تکلیفوں کی ہے جو مشیت ایزدی کے ماتحت آتی ہیں مثلاً بیماری یا مالی نقصان وغیرہ اور دوسری قسم کی تکلیف وہ ہے جو انسان خود اختیار کرتا ہے۔ مثلاً اپنی ضرورتوں کے لئے انسان کو مال کی ضرورت ہے۔ بال بچوں کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر ان ضرورتوں کے باوجود وہ اپنے آپ کو دکھ میں ڈال کر خود مشکلات اُٹھا کر اپنی بیوی بچوں کو مشکلات میں ڈال کر اپنے مال کا کچھ حصہ خدا کے رستے میں خرچ کرتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

چند روز کی بات ہے کہ میں اپنے ایک نوجوان عزیز کو نصیحت کر رہا تھا جو ابھی امریکہ سے واپس آئے ہیں کہ پہلے دن سے ہی عہد کر لیتا کہ اپنی آمدنی میں سے ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے خدا کی راہ میں نکال دوں گا۔ تو مجھے فاروقی صاحب کی بات کس قدر پسند آئی جب آپ نے کہا کہ تم اپنی آمدنی میں سے دسواں حصہ خدا کی راہ میں نکالو گے تو گویا آپ نے اپنی ساری آمدنی کو خدا کے رستہ میں خرچ کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتے ہیں۔ تو جس شخص نے اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خدا کے رستہ میں دے دیا۔ گویا اس نے اپنی ساری آمدنی کو خدا کے رستہ میں دے دیا۔ ان کا یہ استدلال بالکل صحیح ہے مگر ہمارے بعض احباب کی حالت یہ ہے کہ ادنےٰ سی تکلیف پیش آ جائے تو کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کس کے لئے دیں۔ کس کو دیں۔ اس سے اتر کر ہم میں سے کوئی دوسرے کو ناراض کر دے۔ اور بعض اوقات ناواجب طور پر بھی کسی کو رنج پہنچ جاتا ہے تو ہم خدا کے کام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر افسوس اس انسان پر کہ جو اس مشکل کی وجہ سے کہ رنج تو پہنچایا میں نے۔ مگر وہ خدا کے کام کو چھوڑ دیتا ہے۔ یعنی بگاڑا تو اس کا میں نے تھا۔ مگر وہ خدا کے کام کو بگاڑنے پر اُتر آیا۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کسی دوسرے بھائی کے ساتھ لڑائی جھگڑے سے انسان خدا کے کام کو نقصان پہنچانے پر کیوں اُتر آتا ہے۔ اس کے زعم میں اس کا کچھ بگاڑا تو میں نے مگر اس کا بدلہ وہ یوں لیتا ہے کہ میں بھی خدا کے کام کو نہیں کروں گا۔ میں نے اپنے آپ کو بطور مثال پیش کیا ہے۔ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور خدا کے کام کو چھوڑ کر اسے نقصان پہنچاتے ہیں۔

درس قرآن

بالآخر میں یہ بھی کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تمہارے دلوں میں قرآن کریم کے علم کو حاصل کرنے کے لئے شوق اور جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ اس مقام پر درس قرآن کریم بھی ہوتا ہے۔ ہفتہ میں ساتویں روز کے بعد نماز مغرب کے ساتھ نماز عشاء کے وقت تک عموماً سب لوگوں کی فراغت کا وقت ہوتا ہے۔ مگر اس درس قرآن میں کتنے آدمی آتے ہیں اس جماعت میں سے جو اپنے آپ کو قرآن کریم کی خادم کہتی ہے۔ وہ لوگ قرآن کی کیا خدمت کر سکتے ہیں کہ جہاں قرآن سنایا جا رہا ہو وہاں سننے کے لئے نہیں آ سکتے۔ میری طرح جو بوڑھے ہوں یا میری عمر کو پہنچ چکے ہوں تو ایسے لوگوں کی عادتیں جو بن چکی ہوں ان کا بدلنا مشکل ہوتا ہے۔ ان کو چھوڑ کر ان نوجوانوں کو جن کی ٹانگیں مضبوط ہوں ان کو کہوں گا اور زور سے کہوں گا کہ وہ ضرور درس میں شمولیت کے لئے چل کر آئیں۔ یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ کہ ہفتہ میں ایک دن ایک گھنٹہ کے لئے کاروبار کو بند کر دیں۔

نیک عادت ایک سرمایہ ہے

اپنی عادت کو نیک بناؤ۔ نیک عادت

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۱)

مسیحیت کی تاریخ میں احمدیت کا مستقبل

مولانا آفتاب الدین احمد صاحب

چوتھی صدی عیسوی میں قسطنطنیہ کا دربار عیسائیت کی ایک اندرونی کشمکش کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح جس طرح بعد کے زمانے میں بغداد کی اسلامی سلطنت فرقہ معتزلہ اور ان کے مخالفین کے لئے بخت آزمائی کا میدان بن گئی تھی۔ اس کشمکش میں ایک عیسائی فرقے کا قائد ایریس نامی ایک بہت بڑا پادری تھا اور دوسری طرف ایتھنیز Athanasius نامی ایک اور بہت بڑا عیسائی عالم برسرپیکار تھا۔ کبھی ایک فرقہ کے لوگ برسراقتدار آ جاتے اور کبھی دوسرے فرقہ والے۔ یہ قابل ذکر بات ہے کہ پادری ایریس توحید کا قائل تھا جو کہ عیسائیت کا اصل مذہب تھا اور اس کے بالمقابل پادری ایتھنیز تثلیث کا حامی تھا جو اصل عیسائیت سے انحراف ہے یہ ایک افسوس ناک واقعہ ہے کہ بالآخر پادری ایتھنیز ہی غالب آیا اور موحد ایریس اس کا عقیدہ اور اس کے مرید شکست کھا کر بالکل میدان چھوڑ گئے اور ان ایک خدا کے ماننے والوں کو ایسے ہولناک مظالم کا شکار بنایا گیا کہ ان کے تصور سے روح کانپ اٹھتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا مذہب تھوڑے ہی عرصہ کے اندر بالکل مٹ گیا۔ ان کی کتابیں جلا کر راکھ کر دی گئیں اور تقریباً ڈیڑھ ہزار سال تک دنیا کو یہ معلوم ہی نہ ہوا کہ چوتھی صدی عیسوی میں مسیحی موحدین کا جو یہ زبردست گروہ تھا وہ کہاں گیا۔ انیسویں صدی میں جب یورپ کی فضا میں مذہبی آزادی کی ہوا پیدا ہوئی تو تثلیث پرست مغربی اقوام کے اندر یونیٹیرین Unitarian کے نام سے ایک فرقہ رونما ہوا جنہوں نے یہ دعوے کیا کہ ہم کوئی نیا فرقہ نہیں ہیں ہم اسی اصلی مسیحی مذہب کے پیرو ہیں جو چوتھی صدی تک بڑی شان کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے لائے ہوئے پیغام کی صحیح نمائندگی کرتا رہا اور جس کو اسی صدی میں تثلیث پرستوں کی بربریت نے زبردستی دبا دیا ان کا بیان ہے کہ ایریس کے ہمخیال اس وقت روپوش تو ہو گئے مگر ناپید نہیں ہوئے اور مغربی ممالک میں اندر ہی اندر یہ مذہب ہمیشہ موجود رہا۔ صرف آزادی نہ ہونے کی وجہ سے اس کے پیرو اپنے خیالات کو ظاہر نہیں کرتے رہے اور اب چونکہ مذہبی آزادی کا دور دورہ ہے اس لئے اپنے وجود کا اعلان کرنے کا اب انہیں موقعہ ملا ہے۔

یونیٹیرین Unitarian لوگوں کا یہ دعوے صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جبر و تعدی سے کوئی خیال دنیا سے مٹایا نہیں جا سکتا مگر اسی سلسلے میں ایک خیال مجھے ہمیشہ پریشان کرتا رہا وہ یہ ہے کہ پادری ایریس ایک بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا غالباً اتنا بڑا عالم اس زمانے میں اور کوئی نہیں تھا مباحثہ و مناظرہ میں وہ اتنا قابل تھا کہ اس زمانہ میں اس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا وہ معقولی منقولی ہر قسم کے دلائل میں ید طولیٰ رکھتا تھا اس کے ماننے والی جماعت بھی بہت بڑی تھی اور دربار میں بھی اسکو بہت بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا مگر بایں یک لخت اسکو اس طرح شکست کیوں ہو گئی جن وجوہات پر ایریس کو پسپا ہونا پڑا۔ آج اس کی مفصل تاریخ اس ڈیڑھ ہزار سال کے تاریک زمانہ کے بعد مہیا کرنا ہمارے لئے بہت ہی مشکل ہے۔ اس سلسلے میں ایک دو واقعات ایسے ہیں جو نظر انداز نہیں ہو سکتے۔ ایک یہ کہ ایریس اور ایتھنیز دونوں کے دونوں غیر یہودی اور یونانی تھے اس بات کا ذکر کرنا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں تا یہ خیال قارئین کے ذہن میں نہ آنے پائے کہ حضرت عیسےٰ کا مذہب توحیدی شکل میں غیر یہودیوں کے اندر مقبول ہونا ناممکن تھا یہ دونوں فرقے جن کی چپقلش کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے یونانی نسل کے تھے یہ صحیح ہے کہ پولوس نے عیسائیت کو غیر یہودی یعنی رومی اور یونانی مزاج کے مطابق بنانے کے لئے اسکو یونانیوں کے مشرکانہ فلسفے کے لفافے میں بند کرنے کی کوشش کی تھی اور ان کے خطوط میں اس فلسفہ کی کافی آمیزش پائی جاتی ہے مگر ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ قسطنطین کے زمانہ میں عیسائیت توحید اور تثلیث دونوں شکلوں میں یونانیوں کے اندر مستحکم ہو چکی تھی ظاہر ہے کہ ایریس اور اس کے مریدین پولوس کی تشریحات کو غلط سمجھتے تھے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس جو انجیل تھی وہ بھی کوئی اور ہی کتاب ہو گی جو عیسائیت کی موجودہ کتب میں شامل نہیں۔ اور اگر قسطنطین اپنی سیاسی طاقت کے ذریعہ سے زبردستی موحدین کے فرقہ کو دبا دیتا تو عین ممکن تھا کہ بجائے تثلیث کے عیسائیت توحید کے رنگ میں رنگین ہو کر مغربی اقوام کے اندر ترقی حاصل کرتی لیکن یہ ایسی بات ہے جس کو اس مضمون سے براہ راست کوئی تعلق نہیں جس بات کو میں یہاں پیش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ قسطنطین نے آخر کیوں ایریس کے مذہب کو قابل اعتماد نہیں سمجھا؟ اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قسطنطین نے کسی خاص مصلحت کے ماتحت ہی بت پرستی کے مذہب کو ترک کر کے عیسائیت کو ریاست کا مذہب قرار دیا۔ یہ مصلحت کیا تھی بات اصل میں یہ ہے کہ حقیقی سیاست دان آدمی جس کو اپنی قوم سے اخلاص اور حقیقی محبت ہوتی ہے وہ بعض حالات میں اپنی قوم کی بہبودی کو ملحوظ رکھتے ہوئے روحانی امور سے قطع نظر کر کے عمرانی ضرورت کی روشنی میں اپنی قوم کے لئے کوئی نیا مذہب ضروری سمجھتا ہے اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ کونسے حالات ہو سکتے ہیں جن کے ماتحت ایک سیاستدان آدمی عمرانی نقطۂ نگاہ سے ایک نیا مذہب اپنی قوم کے لئے تجویز کرتا ہے تو اس کے جواب میں یہ عرض کروں گا کہ جب ایسا کوئی زیرک راہبر قوم دیکھتا ہے کہ اس کی قوم ثقافت کے منازل طے کرتے ہوئے عقلیت کے ایسے مقام پہ پہنچ چکی ہے جہاں وہ اپنے پرانے مذہبی معتقدات پر قائم رہنا ناممکن سمجھتی ہے اور اس بے اعتقادی کے نتیجہ میں ان کی قومی زندگی کا شیرازہ بکھرتا ہوا نظر آتا ہے تو ایسی صورت میں اگر ایسا کوئی مذہب ان کے سامنے ہو جو ان کے ذہنی ارتقاء کو تسکین بخش سکے تو ایسا دانشمند رہبر اس نئے مذہب کو محض سیاسی نقطۂ نگاہ سے اپنی قوم کے لئے مفید کر لیتا ہے۔

اس بحث کے بعد آیئے ہم ذرا چوتھی صدی عیسوی کی تاریخ پر نظر غائر ڈالیں اس دور میں رومی سلطنت روائتی طور پر بت پرستی کے مذہب کی پیرو تھی مگر یونانی فلسفہ کی نشاۃ ثانیہ کی وجہ سے جس کا مرکز اس وقت مصر مشہور اور قدیم شہر اسکندریہ بنا ہوا تھا۔ اس سلطنت کے باشندوں کا ذہنی ارتقاء ایک بلند منزل پر پہنچ چکا تھا۔ ان کو ان کے آباؤ اجداد کا مذہب کسی قسم کا قلبی سکون بخشنے سے قاصر تھا اور اس بے اعتقادی کا اثر ان کی اجتماعی زندگی پر پڑ رہا تھا۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ ایک زندہ اجتماعی زندگی کے لئے ایک ایسے نصب العین اور اس قسم کے معتقدات کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اس قوم کی عقل اور فہم کو اطمینان بخش سکیں اور اگر ان معتقدات میں اس لحاظ سے کوئی کوتاہی نظر آئے تو یہ معتقدات اس قوم کی اجتماعی زندگی میں وہ سرگرمی اور ولولہ پیدا نہیں کر سکتے جو ایک زندہ قوم کی خصوصیت ہوتی ہے مثال کے طور پر ہمارے سامنے ہندو قوم ہے ایک زمانہ تھا جبکہ اس قوم کو بت پرستی کا مذہب ان کی اپنی عقل اور فہم کے لحاظ سے تسلی بخش معلوم ہوتا تھا مگر اب جبکہ اس قوم کے بیشتر حصہ نے موجودہ تعلیم کے ذریعہ سائنس اور فلسفہ کی کافی روشنی حاصل کر لی ہے ان کے آبائی معتقدات ان کے لئے جوش اور ولولے کے موجب نہیں بن سکتے۔ بعینہٖ یہی حال اس زمانہ کے یونانی اور رومی لوگوں کا تھا علم کی روشنی میں آبائی بت پرستی کا مذہب ان کے لئے تسلی بخش نظر نہیں آتا تھا اور اسی وجہ کر کے قومی زندگی میں ایک انتشار پیدا ہو چکا تھا ان کے ذی فہم لوگوں نے جن میں شہنشاہ قسطنطین بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا ایک ایسے مذہب کی ضرورت محسوس کی جو ان کے ترقی یافتہ علم کے لئے اطمینان بخش ہو اور جس پر نئے سرے سے ان کی قومی زندگی کی بنیاد رکھی جا سکے۔ اسی نقطۂ نگاہ سے قسطنطین نے عیسائیت کے دونوں فرقوں کا جائزہ لیا اور بدقسمتی اس لحاظ سے فرقہ موحدین ناقص ثابت ہوا قسطنطین کے فیصلے کے وجوہات اس وقت تحریری صورت میں ہمارے سامنے نہیں مگر موجودہ زمانہ کے یونیٹیرین فرقہ کے مزاج اور طرز تفکر سے ایک ذی فہم انسان ان وجوہات کا اندازہ آج بھی لگا سکتا ہے۔

اس فرقہ کے اور خیالات خواہ کیسے ہی معقول دلائل پر مبنی ہوں ان کا ایک اصول ایسا ہے کہ ایک اسلامی روح سے واقفیت رکھنے والے انسان کو بہت ہی عجیب معلوم ہوگا اس اصول کو یہ لوگ اپنے الفاظ میں یوں ادا کرتے ہیں "عقل ہی حکم ہے"۔ اس اصول کے ماتحت وہ کسی بھی کتاب کو نقص سے خالی نہیں سمجھتے یعنی اس معنے میں کسی کتاب کو الہامی تصور نہیں کرتے

جس معنے میں ایک ہندو وید کو اور ایک مسلمان قرآن مجید کو اور ایک تثلیث پرست عیسائی بائبل کو مانتا ہے ان کے نزدیک الہامی کتاب اسی حد تک قابل قبول ہے جہاں تک کہ وہ عام انسانی عقل کی کسوٹی پر صحیح اترے یعنی مقدس کتابوں میں لکھی ہوئی کوئی بات کسی انسان کے نزدیک اگر عقل کے خلاف معلوم ہو تو وہ انسان اس کا اتنا حصہ ماننے پر مکلف نہیں مثلاً اگر فرشتوں کا وجود یا حیات بعد الموت کا یا کوئی ایسے اوامر و نواہی جو کسی قوم یا زمانہ کی تحقیقات کی نظر میں خلاف عقل تو کیا صرف بعید از عقل ہی ہوں تو اس فرقہ کے نزدیک ایسا اعتقاد یا ایسے احکام قابل قبول نہیں۔ مختصر یہ کہ یہ دلچسپ فرقہ الہامی علم کو اپنے علم اور فہم سے اعلیٰ ماننے کی بجائے اسکو اپنے فہم و ادراک کے ماتحت کرتے کے قائل ہیں کیونکہ براہمو سماج کی طرح یہ لوگ الہام کے خارجی ہونے کے قائل نہیں ہیں درحقیقت اس معاملے میں براہمو سماج کا یہ خیال اسی مغربی فرقہ یونیٹیرین سے مستعار ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہمو سماج کے اس خیال کی تردید کرنے میں مغرب کے اس عیسائی فرقہ کے خیال خام کا رد کیا ہے۔

اب ہم تصویر کا دوسرا رخ لیتے ہیں یہ واقعی ایک عجیب دلچسپ بات ہے کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہوئے تثلیث پرست عیسائی اقوام چوتھی صدی سے لیکر آج تک الہام کے قائل رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ اصل انجیل جو غالباً عبرانی یا آرامائک زبان میں نازل ہوئی تھی وہ دنیا سے بالکل ناپید ہے اور صرف اس کے یونانی لاطینی یا دیگر مغربی زبانوں میں ترجمے ہی پائے جاتے ہیں اور ان کے لکھنے والے بالبداہت صرف مورخین ہی کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے صرف زبانی روایتوں سے قصوں کو قلمبند کیا ہے اور وہ ان قصوں کے بیان کرنے میں مبالغہ اور رنگ آمیزی کے بھی مرتکب ہو چکے ہیں اور باوجود اس کے کہ یہ بھی ثابت شدہ امر ہے کہ ان ترجموں میں بیشمار جگہ تحریف سے کام لیا گیا ہے تاہم ایک راسخ الاعتقاد عیسائی انگریزی بائبل کو تا حال ایسا ہی لفظ بلفظ خدا کا کلام مانتا ہے جیسا کہ ایک مسلمان قرآن شریف کو یہ ایک ایسی بات ہے جس سے موجودہ عیسائی فرقہ کا چوتھی صدی میں تثلیث کے سامنے شکست کھانے کا راز کھل جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ کسی مذہبی عقیدہ سے کسی قوم میں زندگی پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی بنا وحی و الہام پر ہو۔ انسانی عقل کو بنیاد قرار دے کر کوئی بھی مذہب صحیح معنے میں زندہ معتقدات نہیں پیدا کر سکتا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ پادری آیریس جس توحید کے قائل تھے اس کی بنیاد وحی اور الہام پر ہونے کے بجائے عقل اور فطرت پر تھی اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی عقلی تصور صحیح معنے میں مذہب کی حیثیت اختیار نہیں کرتا اور جب آیریس کی عیسائیت کی بنیاد الہام پر نہیں ہوئی تو لازماً ان کا زور حضرت عیسیٰ کی شخصیت اور ان نشانات پر نہیں ہوگا جو ان کے ہاتھ پر رونما ہوئے چنانچہ توحید پر ایمان رکھتے ہوئے بھی آیریس کے ہاتھ میں نہ تو الہام کا اصول رہا اور نہ ہی حضرت عیسیٰ کی شخصیت اور ان کے نشانات رہ گئے۔ حالانکہ یہی وہ امور تھے جو ایک قوم کی تعمیر کے لئے از بس ضروری ہیں اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ شہنشاہ قسطنطین تثلیث پرست عیسائیت کو اپنی قوم کے لئے انتخاب کرنے میں بہت حد تک حق بجانب تھا وہ خود کوئی مذہبی شخصیت کا آدمی نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ کے صحیح مذہب کی تجدید کر سکتا اس کے سامنے عیسائیت کی دو ناقص تصویریں تھیں اس نے ان میں سے اس تصویر کو انتخاب کر لیا جو ہر لحاظ سے اس کی قومی زندگی کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو سکتی تھی اس موقعہ پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مذہبی معتقدات عقل اور وجدان کے اس امتزاج سے پیدا ہوتے ہیں، مذہب سے وجدان کو نکال دو تو وہ ایک خشک منطق اور فلسفہ بن کر رہ جاتا ہے جو کسی بلند نصب العین کی رہنمائی نہیں کر سکتا اور نہ ہی انسان کو قربانی کے لئے آمادہ کر سکتا ہے قرآن کریم کے شروع ہی میں سورۃ فاتحہ میں مغضوب علیہم کے لفظ میں ایسے ہی مذہبی مسلمان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اگر مذہب سے عقل کو نکال دیا جائے تو یہ بھی رفتہ رفتہ ایک قوم کو توہم پرستی میں مبتلا کر دیتا ہے سورۃ فاتحہ کا آخری لفظ ضالین اسی امکان کی طرف اشارہ کرتا ہے صراط المستقیم وہ مقام ہے جس میں وجدان اور عقل پہلو بہ پہلو انسان کی ایمانیات کے محرک ہوتے ہیں، شہنشاہ قسطنطین کے سامنے صراط مستقیم تو تھا نہیں ان کے سامنے عیسائیت کی دو ہی تصویریں تھیں ایک محض منطقی تصویر جس کے اندر قومی شیرازہ بندی کے لئے کوئی وجدان موجود نہیں تھا اور دوسری فقدان عقل کی تصویر جس میں وجدان کی فراوانی بھی پائی جاتی تھی اس نے اس دوسری تصویر کو ترجیح دی اور اس کے اختیار کردہ عیسائی مذہب میں بیشک اور بیشمار نقائص موجود ہیں مگر اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ رومی سلطنت کی اجتماعی زندگی کو برباد ہونے سے بچانے میں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ یہ اسی انتخاب کا نتیجہ تھا کہ بت پرست رومی سلطنت ایک مقدس سلطنت بن گئی اور روم کے نام اور سربلندی کو ایک لمبی مدت تک اس نے قائم رکھا۔

اس لمبی تمہید کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ہم احمدی بھی ایک مسیحیت کے علمبردار ہیں ہمارے سامنے حضرت مسیح موعود کے دو پہلو ہیں ایک تو عقلی اور تاریخی دلائل کا پہلو اور دوسرا اس کا وجدانی پہلو جو بانی سلسلہ کی شخصیت اور ان کے نشانات پر مشتمل ہے آج کی سائنس اور فلسفہ کی دنیا میں زوردار عقلی دلائل کے بغیر کسی مذہب کو پیش کرنا بے معنی ہے، قرآن کریم کے پیش کردہ معتقدات کو آج اگر ہم دنیا سے منوانا چاہتے ہیں تو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ ہم ایسی عقلی دلائل پیش کریں جن کے سامنے منکرین کے دلائل ہیچ ہوں مگر اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی بھولنا نہیں چاہیئے کہ عقل اور عقلی بحث زیادہ سے زیادہ ایک مبحث کی صحت کے امکان تک ہی انسان کو پہنچا سکتی ہے امکان سے آگے یقین تک پہنچانے کے لئے ایک ایسا رستہ قائم کرنا پڑتا ہے جو عقل کی سطح سے بلند ہو۔

اس موقعہ پر پھر عیسائی مذہب کا ایک پہلو سامنے آجاتا ہے۔ جس کی طرف ضمناً اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے۔ بائبل کے پڑھنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ موجودہ انجیل کے اندر حضرت عیسیٰ کے متعلق کچھ واقعات بیان ہوئے ہیں جن میں سے ان کے بعض نشانات کو زیادہ اہمیت حاصل ہے یہ صحیح ہے کہ نشانات کے بیان کرنے میں بہت مبالغہ سے کام لیا گیا ہے تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ ان بیان کردہ نشانات کی تہ میں کوئی واقعات بھی ہوں گے اور اس زمانے میں یہ نشانات کروڑ در کروڑ انسانوں کے اندر ایمان اور وجدان پیدا کرنے میں کامیاب بھی ضرور ہوئے ہوں گے آئیے ہم ذرا غور کریں کہ یہ بات کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب ایک قوم عقلی گھوڑے دوڑا کر تھک جاتی ہے تو اس قوم کا دل ایک بے آب گیاہ

ریگستان سا بن جاتا ہے یا قوم اپنی خشک ڈلی بلکہ خود گھبرا اٹھتی ہے اس کا وجدان کا چشمہ خشک ہو جاتا ہے اس کے اندر کوئی قوت عمل باقی نہیں رہتی۔ اس کی قومی زندگی ایک بنجر زمین کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جس میں اچھی ثقافت کی پرورش کا کوئی سامان باقی نہیں رہتا جب یہاں تک نوبت پہنچتی ہے تو فطرت کے تقاضے سے مجبور ہو کر وہ قوم اپنے لئے کوئی ایمانی بنیاد تلاش کرتی ہے ایسے موقع پر اگر کوئی مذہب اس کی رہنمائی کرنا چاہتا ہے تو یہ قوم حسب عادت اسکو علم اور عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے مگر عقلی دلائل کے بالمقابل عقلی دلائل کتنے ہی زوردار ہوں آخری فیصلے کے لئے عقل سے بالاتر شواہد کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہی وہ موقع ہوتا ہے جہاں کسی نئی مذہبی تحریک کے بانی کی شخصیت اور اس کے نشانات اثر پذیر ہوتے ہیں۔ اسکو آپ تکمیلی شواہد کہہ لیں یا اور جو مرضی ہو نام رکھ لیں۔ مگر ایمانی بنیاد کے لئے یہ شواہد لابدی ہیں یہی وجہ ہے کہ چھوٹے موٹے دو چار نشانات کی شہادت ہی رومی سلطنت کے علمی حلقوں کے لئے موجب ایمان بن گئے۔

آج ہمارے سامنے ایک مشرقی دنیا ہے اور ایک مغربی دنیا۔ اسلام نے جو علمی روشنی دنیا میں پیدا کی افسوس ہے کہ مشرق کے کروڑ در کروڑ مسلمان ایک عرصہ سے اس سے محروم اور علمی لحاظ سے بہت پست چلے آتے ہیں کچھ عرصہ سے یہ علمی روشنی جو ایک زمانہ میں انہوں نے مغرب کو دی تھی، وہیں سے مستعار لے کر انہوں نے عقلی و نقلی دلائل سے کام لینا شروع کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں وہ عقلی اور علمی دلائل کے ضرورت سے زیادہ شیدائی نظر آتے ہیں بالمقابل اس کے مغربی دنیا جس کو ہم عیسائی دنیا کہہ سکتے ہیں عقلیت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے اندر ایک فوق العقل شعور پیدا ہونے لگا ہے جو اگرچہ اس وقت بہت نمایاں نظر نہیں آتا ہے مگر وہ وقت بہت دور نہیں جب یہ شعور ایک بے پناہ عملی قوت لے کر منصۂ شہود میں آ جائے گا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے زمانے کے ان دونوں تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنی اولیں تصنیف "براہین احمدیہ" میں جہاں اسلام کی صداقت کے ثبوت میں جدید ترین طرز کے عقلی دلائل پیش کئے ہیں وہاں ساتھ ساتھ اپنے الہامات اور پیشگوئیوں کو بھی پیش کیا ہے جو کہ آپ کی بحث کو تکمیل بخشنے کا موجب ہیں حقیقت میں یہ آخر الذکر شواہد بھی اپنے اندر ایک منطق رکھتے ہیں مگر یہ منطق اور رنگ کی ہے اس کی قدر وہی لوگ جانتے ہیں جو عقلی بحثوں کی اہمیت اور انتہائی نتیجہ کو سمجھتے ہیں، حضرت اقدس نے موجودہ عقل اور منطق کی دنیا کے بطن میں جو ایک صحیح روحانی اور وجدانی مزاج جنین کی شکل میں نشو و نما پا رہا ہے اس کو اپنی بصیرت سے دیکھ لیا تھا اسی لئے اپنی معقولی بحث کے ساتھ ساتھ اپنے الہامات اور پیشگوئیوں کی چمک بھی دنیا کو دکھاتے چلے گئے۔ جہاں تک مشرق کے مسلمانوں کا سوال ہے یہ لوگ حضرت اقدس کے معقولی دلائل پسند کئے بغیر نہیں رہ سکے اور ہر قسم کی مخالفت کے باوجود آپ کے پیش کردہ دلائل اور تفاسیر کو انہوں نے اپنا بھی لیا۔ مگر جب انہی مسلمانوں کے سامنے آپ کے الہامات اور نشانات کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ ان کو انتہائی تشکک اور بے اعتقادی کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں اس سے ہم احمدیوں کو صرف اتنا ہی سمجھنا چاہیئے کہ یہ مسلمانوں کے ذہنی نشوونما کی پسماندگی ہے اور یہی نقص ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی قومی زندگی میں وہ وجدان پیدا نہیں ہوتا جو اپنے ساتھ ایک تخلیقی قوت لے آتا ہے اور ایک پُرشوکت اجتماعی زندگی کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

یورپ کی کیفیت اور ہے۔ وہاں عقلیت اس انتہا کو پہنچ چکی ہے جہاں فوق العقل دلائل کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے وہ ایسی شخصیت کی ضرورت محسوس کرنے لگتے ہیں جو اپنے ذاتی شواہد سے ایک یقین اور وجدان کی علمبردار ہو وہ اپنے انکار سے اُکتا کر اب ایمان کے لئے بیتاب ہیں ان کو چھوٹی بڑی کوئی ایسی قطعی دلیلیں ملنی چاہئیں جن سے خدا کا وجود ایک یقینی امر معلوم ہو خارق العقل نشانات کا یہی کام ہوتا ہے وہ بحث کو تکمیل تک پہنچا کر ایک فیصلہ کی طرف رہبری کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اپنی آخری کتاب حقیقت الوحی میں بھی اپنے نشانات کی ایک لمبی فہرست پیش کر دی ہے یہ آنے والی معقول پسند نسل انسانی کے مزاج کے عین مطابق ہے وہ زمانہ واقعی آ چکا ہے جبکہ ترقی پسند نوع انسانی بظاہر ان چھوٹے چھوٹے واقعات کو اپنے وجدان و معتقدات کے لئے بطور مضبوط ستونوں کے پائیں گے یہ نشانات جن کو مسلمان حضرت صاحب کا کمزور پہلو سمجھتے ہیں یہی ترقی پسند نوع انسانی کے لئے آپ کی طاقت کا پہلو معلوم ہوگا آج مغربی دنیا عقل کے بیابان میں سرگرداں ہے وہ اپنی اجتماعی زندگی میں ایک وجدانی خلا محسوس کرنے لگے ہیں۔ روس کی مادہ پرستی کا آہنی شکنجہ اس کو مصنوعی طور پر زندہ رکھنے کے لئے کوشش کر رہا ہے مگر روسی خود جانتے ہیں کہ ان کے اپنے اندر سے بھی وجدان کا جنازہ نکل چکا ہے ایسے لوگوں کے سامنے عقلی بحث کی بھی ضرورت ہے مگر یہ بحث کسی فیصلے کو نہیں پہنچا سکتی۔ وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر کچھ ایسے خارق العقل نشانات کے پیاسے ہیں جو ان کی زندگی کے وجدانی پہلو کو سیراب کر سکے، وہ زمانہ دور نہیں جبکہ مغرب کے سمجھدار آدمی ان خوارق کے لئے بیتاب ہو کر ہمارے دروازے پر آئیں گے آج مغرب میں بعینہٖ اسی قسم کا زمانہ پھر آ گیا ہے جیسا کہ مسیح اول کا مذہب وہاں پھیلنے کے وقت آیا تھا اس لئے ہم احمدیوں کو ابھی سے تیار ہو جانا چاہیئے کہ جب ایسا تقاضا سامنے آ جائے تو ہم بہترین شکل میں حضرت اقدس کے الہامات اور نشانات کو مغرب کے سامنے پیش کر سکیں میں اپنے ناچیز تجربہ کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت بھی مغرب کے لوگ حضرت اقدس کے مشن کے اس پہلو پر غور کرنے کے لئے بدل و جان تیار ہیں اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کا ان اقوام میں تیزی کے ساتھ پھیلنا ان نشانات کے پیش کرنے سے ہی وابستہ ہے۔

اس موقعہ پر بعض لوگوں کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اسلام جب پہلے دنیا میں پھیلا تھا اس وقت مسلمان مبلغین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات پر کوئی خاص زور نہیں دیا تھا مگر یہ امر مسلم ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کے وجود سے بیشمار نشانات ظاہر ہوئے جن کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے تاہم یہ صحیح ہے کہ شروع زمانے میں نشانات یعنی خوارق اور پیشگوئیوں پر زور دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور اس کی وجوہات بھی ہیں اول وجہ یہ ہے کہ اس وقت کی دنیا خدا کی قائل تھی لیکن شرک و توہمات میں مبتلا تھی اس لئے خدا کی ہستی ثابت کرنے کے لئے نشانات پر زور دینے کی خاص ضرورت نہیں تھی نہ اس رنگ میں اصلاح کی کوئی گنجائش موجود تھی بلکہ اعتقاد میں غلو کا رجحان تھا اس میں اضافہ ہی پایا جاتا تھا۔ دانشمند مسلم مبلغ اس بات کو سمجھتے تھے اور اس لئے انہوں نے اسلام کی معقولیت ہی کے پہلو پر تمام تر زور دیا کیونکہ یہی وہ پہلو تھا جس میں اصلاح کی خاص ضرورت تھی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں اسلام جہاں کہیں گیا ایک پورا انتظام زندگی اور ایک مکمل ثقافت جو دونوں کے دونوں اس کے خود پیدا کردہ تھے ساتھ لے گیا اور یہ خود ایک بہت بڑی برہان صداقت تھی جس کے ہوتے ہوئے اور کسی تائیدی نشان کی ضرورت نہیں تھی۔

جو زمانہ ہمارے سامنے ہے یہ اس زمانے سے بالکل مختلف ہے اس میں علم اور معقولیت اس قدر ترقی کر گئے کہ لوگوں کا مزاج مائل بہ انکار اور تشکک ہے۔ اس وقت کسی خوارق کو ماننے کے لئے ذہن انسانی بالکل تیار نہیں ہے اس بگڑے ہوئے توازن کو درست کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ خوارق اور پیشگوئیوں پر زور دیا جائے دوسری طرف جن لوگوں نے اس زمانے میں تبلیغ اسلام کا بیڑا اٹھایا ہے ان کے لئے سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ ان کے ہاتھ میں اسلام صرف ایک علمی رنگ رکھتا ہے جس کے ساتھ کوئی نظام زندگی یا ثقافت جس کو اسلامی کہا جا سکے بالکل نہیں بلکہ دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کی زندگی بجائے خود تبلیغ اسلام کے راستہ میں ایک بڑی روک اور اس کے لئے ایک بہت بڑا اشتہار ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی پیش آتی ہے کہ نہ صرف کسی ہم عصر اسلامی رجل عظیم کی سیرت پیش کی جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی تکمیل علم کے لئے نشانات کے پہلو پر بھی زور دیا جائے ورنہ ہستی باری تعالیٰ کے شواہد نرے عقلی دلائل سے مکمل نہیں ہو سکتے بظاہر یہ نشانات لوگوں کی نظروں میں چنداں اہمیت نہ رکھتے ہوں مگر جس رنگ میں بانیٔ سلسلہ نے ان نشانات کو دکھلایا ہے تاریخی لحاظ سے ان کی بڑی حیثیت ہے آپ کی ہر ایک پیشگوئی نہ صرف باقاعدہ تحریر میں آتی تھی بلکہ بعض وقت بڑے پیمانہ پر ہر طبقہ اور ہر ملت کے آدمیوں کے لئے ان کی تشریح بھی ہوتی تھی بلکہ آپ کی بعض پیشگوئیاں مشرق اور مغرب کے مشہور اخباروں میں پیش از وقت شائع ہو جاتی تھیں۔ ان متعدد پیشگوئیوں کے اندر اگر چند ایک بڑی بڑی پیشگوئیوں کو بھی لیا جائے تو ان کی تاریخی حیثیت ایسی زبردست نظر آئے گی کہ حال اور مستقبل کا کوئی منکر بھی ان کو ہلکی نگاہ سے نہیں دیکھ سکے گا مثال کے طور پر "پنڈت لیکھرام کا قتل"۔ پادری ڈوئی کی ذلت اور ناکامی اور اس کی ہلاکت "تقسیم بنگال کی منسوخی"، "مشرق میں جاپان کا عروج اور اس کی فتح کوریا"، استنبول کا دوبارہ مسلمانوں کے ہاتھ آنا۔ افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ کا قتل۔ یہ ایسے واقعات ہیں جن سے حضرت مسیح موعود کا وجود ایک زندہ اور قادر و مقتدر خدا کو ثابت کرتا اور خدا کی ہستی پر اطمینان بخش شواہد پیش کرتا ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ انسان کی عمرانی

(باقی بر صفحہ ۔۔ کالم ۔۔)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودّا ۝

(الفرقان - مریم - آخری رکوع)

وہ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔ رحمٰن ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبریل فقال انی احب فلاناً فاحبّہ قال فیحبّہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلاناً فاحبوہ فیحبّہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبداً دعا جبریل فیقول انی ابغض فلاناً فابغضہ قال فیبغضہ جبریل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلاناً فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض رواہ مسلم

مشکوٰۃ باب الحب فی اللہ ومن اللہ

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جب کسی شخص سے (بوجہ اس کے تقویٰ کے) محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو فرماتا ہے کہ تحقیق میں فلاں سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کا معاملہ کر۔ حضورؐ نے فرمایا پس محبت کرتا ہے اس سے جبرائیل۔ پھر پکارتا ہے جبرائیل اہل سماء کو اور انہیں کہتا ہے اللہ تعالےٰ محبت کرتا ہے فلاں شخص سے پس تم بھی اُس سے دوستی رکھو (یعنی اس کی نصرت کے لئے تحریک ملائک شروع ہو جاتی ہے) پس اہل سماء اس سے دوستی رکھتے ہیں (اور اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوتا ہے) کہ زمین میں اس کی قبولیت کی تخم ریزی ہو جاتی ہے (جو آہستہ آہستہ بڑھ کر ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے لیغیظ بھم الکفار کا باعث بن جاتی ہے) اور جب اللہ تعالےٰ ناراض ہوتا ہے کسی شخص سے (بوجہ اس کی مسلسل بد کرداریوں کے) تو جبرائیل کو پکار کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے ناراض ہوں تو بھی اس سے بغض رکھ۔ حضورؐ نے فرمایا۔ پس ناراض ہوتا ہے اس سے جبرائیل اور اہل سماء میں منادی کر دیتا ہے کہ چونکہ اللہ تبارک وتعالےٰ فلاں شخص سے ناراض ہے لہذا تم بھی اُس سے ناراض رہو پس اہل سماء اس شخص سے ناراض ہو جاتے ہیں ملائکہ اپنی نصرت کا ہاتھ کھینچ لیتے ہیں پس اس کے لئے زمین میں ناراضگی کی تخم ریزی ہو جاتی ہے (وہ شخص یا وہ قوم حسرت سے قبر کی طرف اُتر جاتی ہے ان الذین کفروا ینفقون اموالھم لیصدوا عن سبیل اللہ فسینفقونھا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون

(الانفال)

ترجمہ:- وہ جو کافر ہیں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے (لوگوں کو ہر حربہ استعمال کر کے) روکیں پس وہ اپنے مالوں کو (اس طرح) خرچ کرتے رہیں گے لیکن وہ (انجام کار) ان کی حسرت کا باعث ہوں گے (کیونکہ ملائکہ کی تحریک ان کے خلاف نہایت زوروں پر ہوگی) اور باوجود اپنی تمام کوششوں کے مغلوب کئے جائیں گے (یہ الٰہی قانون ہے جس میں مخالفین مامورین کے لئے تذکرہ ہے)

چھٹ گئے شیطان سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار
سب پیاسوں سے نکوتر تیرے منہ کی ہے پیاس
جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار

(مسیح موعودؑ)

باہم للّٰہ محبت رکھنے والوں کے فضائل

وعن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ لاناساً ما ھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیٰمۃ بمکانھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلیٰ نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرأ ھذہ الاٰیۃ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون - رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ باب الشفقۃ

ترجمہ:- حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً بندگان خدا میں ایسے آدمی بھی ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں (لیکن) انبیاء و شہداء قیامت کے دن ان پر رشک کریں گے (یعنی انبیاء و شہداء ان کی ثنا کریں گے۔ مظاہر حق) بسبب ان کے مرتبہ ومقام کے جو انہیں اللہ تعالےٰ سے حاصل ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں بتایئے کہ وہ کون لوگ ہوں گے حضورؐ نے فرمایا وہ (ایسے) لوگ ہوں گے جو محض اللہ تعالےٰ کی رضا نصرت اور رحمت حاصل کرنے کے لئے آپس میں محبت کریں گے حالانکہ نہ وہ رشتہ دار ہوں گے نہ ان کی آپس میں لین دین کی غرض وابستہ ہوگی واللہ (ایسی محبت) ان کے چہروں سے نور بن کر چمکے گی۔ جہاں بیٹھیں گے اس ماحول کو منور بنا دیں گے۔

بکنج خلوت پاکاں اگر گذر بکنی
عیاں شود کہ چہ نورے دراں سراپا شد ۔ (مسیح موعودؑ)

جب لوگوں پر خوف چھایا ہوگا- وہ بے خطر ہوں گے- اور جب لوگ ہجوم غم سے پامال ہونگے وہ ہموم سے آزاد ہوں گے پھر حضورؐ پرنور نے یہ آیت تلاوت فرمائی- الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون یعنی سن لو کہ اللہ تعالےٰ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (الفرقان سورۃ یونس)

سر است زیر تبر صادقانِ مخلص را
کہ تا دہد سر قومیکہ در بلا باشد ۔ (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:- صادقان مخلص (عاشقانِ سرمدی) کلہاڑے کے نیچے سر رکھ دیتے ہیں تاکہ قوم کے سر سے بلا ٹل جائے۔

احمدیہ کانفرنس

کے لئے جو صاحب کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہوں وہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء سے پہلے پہلے دفتر میں بھیج دیں۔ اس کے بعد کی آئی ہوئی تجویزوں پر غور نہ ہو سکے گا۔ نیز آیندہ کانفرنس میں ان تجاویز پر ہی غور ہو سکے گا جو حسب قاعدہ منظور شدہ ہوں گی، تاکہ دیگر بحثوں سے کانفرنس کا مقصد ضائع نہ ہو- کانفرنس حسب معمول جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہوگی۔

احمدیار- جنرل سیکرٹری

(بقیہ از صفحہ ۴)

حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دھاک بٹھانے کے لئے ان کی اس زمانے میں اشد ضرورت ہے۔ پس یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مستقبل قریب میں جہاں دنیا قرآن حکیم کے پُرحکمت اُصول زندگی اور رسول پاک کی سیرت کو اپنی تہذیب زندگی کے لئے بطور مشعل کے اختیار کرنے کے لئے مجبور ہو جائے گی اس وقت حضرت مرزا صاحب کی یہ چھوٹی چھوٹی کرامات قبول اسلام کے رستہ کو اسی طرح ہموار کرتی جائیں گی جیسے لندن میں برف سے بھری ہوئی سڑکوں کو ایک بڑا آتشی انجن موٹروں اور پیدل چلنے والوں کے آگے آگے صاف کرتا چلا جاتا ہے۔ اس خدمت کے صلہ میں جہاں آقائے نامدار صلعم کا نام گونجتا رہے گا وہیں آپ کے خادم مجدد صدی چہاردہم کا بھی ذکر خیر اسی طرح ہوتا رہے گا جیسے حضور صلعم کے اسم مبارک کے ساتھ ساتھ پہلے زمانے کے چار عظیم الشان صحابہ کا ذکر آج تک زبانوں پر جاری ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱)

بڑا بھاری سرمایہ زندگی ہے۔ مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا ہمارے غلام ربانی خان صاحب لندن میں نماز کی حقیقت پر لیکچر دے رہے تھے۔ جب ان کا لیکچر ختم ہوا۔ اور سوال و جواب کا موقع آیا۔ تو حاضرین جلسہ میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ یہ نماز بھی تو عادت بن جاتی ہے۔ انہوں نے کیا اچھا برمحل جواب دیا اگر یہ عادت بن جاتی ہے تو اچھی ہی عادت بنتی ہے۔ ایک شخص شراب پیتا ہے۔ زنا کرتا ہے۔ یہ تو اچھی عادتیں نہیں۔ لیکن نیک کام بطور عادت بھی کیا جائے تو پھر دوسرے بلند مقامات کو حاصل کرنا اس کے لئے بہت آسان ہو جاتا ہے۔ جو لوگ درس میں شامل نہیں ہوتے ان کو سوچنا چاہیئے کہ کیا انہوں نے اس وقت کو اپنی غیر حاضری درس قرآن سے کسی بہتر مصرف پر خرچ کیا ہے۔ اگر نہیں تو انہوں نے کس قدر نقصان برداشت کیا اس وقت میل دو میل چلنا آپ لوگوں کو پہاڑ معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو تمہارے لئے بجائے خود تباہ کن ثابت ہوگا۔

قرآن کو اپنی جماعت میں پھیلاؤ

درس قرآن کے لئے عشق و محبت کی چنگاری دل میں ہونی چاہیئے۔ پھر اس میں شمولیت کے لئے کوئی تکلیف بصورت تکلیف محسوس نہ ہوگی۔ تکلیف تو ہر انسان کو اٹھانی پڑتی ہے ایک تکلیف تو وہ ہے جس سے خدا راضی ہوتا ہے۔ ایسی تکلیف تو انسان کے لئے جنت ہے جس کے ذریعے قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کے حالات سن کر ایمان تازہ ہوتا ہے تکلیف درحقیقت آتی اس پر ہے جو تکلیف میں دُکھ محسوس کرتا ہے۔ لیکن جس تکلیف میں انسان لذت محسوس کرے وہ تکلیف بھی ایک جنت کا حکم رکھتی ہے۔ اور میں تمہارے فائدہ کے لئے کہتا ہوں کہ سستی اور کاہلی چھوڑ دیجئے اور اپنی زندگی کو تبدیل کیجئے قرآن کو پڑھو۔ جہاں اس کا درس ہوتا ہو وہاں شمولیت اختیار کرو۔ اپنی اولاد کے اندر قرآن کو مروج کرو۔ خدا چاہے گا تو ایسا وقت بھی آجائے گا جبکہ ہم اپنے بچوں اور عورتوں کی دینی تعلیم کے لئے بھی انتظام کرسکیں۔ نیک عادات کو اختیار کرنے کی کوشش کرو۔ میں نہیں جانتا کہ میری نصیحت کا کیا اثر ہوگا۔ (ان الفاظ پر حاضرین میں سے احباب نے آئندہ کے لئے درس قرآن میں شمولیت کا اقرار کیا۔ خطبہ نویس) ہاں میری یہ خواہش ضرور ہے کہ ہماری جماعت کے سب افراد چھوٹے اور بڑے۔ مرد اور عورتیں اسلام قرآن اور رسول کے ساتھ وہی عشق اپنے دلوں میں پیدا کریں جو صحابہ کرام کے دلوں میں تھا۔

انسانی زندگی کا نصب العین

مولانا مرتضیٰ خان صاحب

دنیا کی ہر چیز خالق حقیقی نے بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے کہ اشرف المخلوقات ہے پیدا کی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ

(سورہ لقمان آیت ۲۰)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسکو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ یعنے یہ تمام چیزیں انسان کی خدمت کر رہی ہیں۔ پس ہر چیز جو کائنات میں پائی جاتی ہے خواہ وہ معدنیات میں سے ہے یا نباتات یا حیوانات میں سے اس کا ایک معین مقصد ہے۔ اس پر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش کا کیا مقصد ہے۔ کیا اس کے سامنے بھی کوئی غرض و غایت ہے جس کے حصول کے لئے اسے سعی کرنا چاہیئے؟ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ دوسری تمام چیزوں کے لئے جو اس کائنات میں پائی جاتی ہیں تو ایک مقصد ہو مگر انسان جو تمام مخلوقات کا سردار ہے اس کے لئے کوئی مقصد نہ ہو۔ یہ تو بدیہی طور پر غلط ہے اس کی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے:۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (سورۃ القیامۃ آیت ۳۶)

کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ بیکار اور بیہودہ چھوڑ دیا جائے گا یعنے کوئی مقصد زندگی کا نہیں ہے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا:۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (سورۃ المومنون آیت ۱۱۵)

یعنے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے اور تمہیں اپنے اعمال کا حساب نہیں دینا پڑے گا۔

ان آیات بینات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کو بھی ایک مقصد پورا کرنا ہے۔ وہ بھی ایک غرض و غایت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس کی زندگی کا بھی ایک مشن ہے جس کو پایۂ تکمیل کو پہنچانا اس کا فرض عین ہے۔ وہ مقصد وہ غرض و غایت اور وہ مشن کیا ہے؟ وہ ذات باری جل جلالہٗ و عم نوالہٗ کی معرفت ہے۔ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ ہم نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ خدا کی عبادت کرکے اس کا قرب و معرفت حاصل کریں۔

یہ قرب و معرفت حضرت باری کیونکر حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کے حصول کا ذریعہ ایمان کامل اور اعمال صالحہ ہیں۔ اسی پر شریعت قرآن شریعت نے بار بار زور دیا ہے مثلاً فرمایا:۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا

(سورۃ الکہف آیت ۱۱۰)

یعنی جو کوئی اللہ تعالےٰ کی لقاء کی امید رکھتا ہے اسکو چاہیئے کہ وہ اعمال صالحہ بجا لائے۔ اور خدا کی عبادت میں کسی کو نزدیک نہ کرے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ (سورہ یونس آیت ۲۶)

یعنے وہ لوگ جو نیکی کرتے ہیں ان کے لئے بہترین اجر ہے اور اس سے زیادہ بھی ہے۔ یہ اجر کیا ہے۔ یہ خدا کا قرب اور خدا کا دیدار ہے۔ جو علےٰ کل شئ قدیر۔ حاضر و ناظر اور علیم و خبیر ہے۔ یہ سب سے بڑی دولت ہے جو انسان کے لئے خدا نے بنائی ہے۔ اور یہی انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔

پس خوب یاد رکھو کہ انسانی زندگی کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ وہ کھائے پیئے۔ دنیا کی دولت جمع کرے اور اولاد پیدا کرے۔ ہاں اسے اپنی زندگی کی بقا کے لئے کھانے پینے کی بھی ضرورت ہے مگر اصل مقصد کھانا پینا نہیں ہے ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

انسان صرف کھانے پینے کے لئے ہی پیدا نہیں کیا گیا اور انسان صرف کھانے پینے سے ہی زندہ نہیں رہتا۔ اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو اس میں اور چوپاؤں میں کیا فرق ہے؟

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی دولت، مال۔ اس کی عبادت۔ اس کا روزہ۔ اسکی نیکی اس کی خیرات۔ اس کا حج بیت اللہ اور ہر چیز جو اسے عزیز ہے وہ صرف ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں اور وہ مقصد کیا ہے۔ خدا کا قرب حاصل کرنا اور خدا کے دیدار سے مشرف ہونا۔

اس کی طرف یہ آیت شریفہ اشارہ کر رہی ہے:۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(سورۃ الانعام آیت ۱۶۲)

کہدو کہ میری نماز۔ میری قربانی۔ میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے۔

یہ وہ مقام ہے جس کے لئے ہر مسلمان کوشش کرنا چاہتا ہے۔ اور جب انسان ایسا کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ اس زندگی میں بھی اسکو اطمینان قلب کی دولت نصیب ہوگی۔ جو بہشتی زندگی کی بڑی علامت ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

پس اس حقیقت کو خوب یاد رکھو اور اپنی زندگی کے نصب العین کو کبھی فراموش نہ کرو کہ ہم سب اللہ تعالےٰ کی معرفت اور اس کے قرب کے حصول کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور اس کے حصول کا طریق اللہ تعالیٰ پر پورا پورا ایمان اور اعمال صحیحہ صالحہ ہیں۔ یہی اسلام کی تعلیم کا نچوڑ اور یہی قرآن مجید کے احکام کا خلاصہ ہے۔

قرآن کریم کے معجزات

بقیہ از صفحہ اوّل

ڈال لیا اور ظاہر ہے کہ خضر رسول نہیں تھا ورنہ وہ اپنی امت میں ہوتا نہ جنگلوں اور دریاؤں کے کنارہ پر اور خدا نے بھی اس کو رسول یا نبی کرکے نہیں پکارا اگرچہ اس کو اطلاع دی جاتی تھی اس کا نام یقینی اور قطعی رکھا ہے۔ کیونکہ قرآن کے عرف میں علم اسی چیز کا نام ہے کہ جو قطعی اور یقینی ہو۔ اور خود ظاہر ہے۔ کہ اگر خضر کے پاس صرف ظنیات کا ذخیرہ ہوتا تو اس کے لئے کب جائز تھا کہ امر ظنیوں پر بھروسا کرکے ان امور کو کرتا کہ جو صریح خلاف شرع اور منکر بلکہ باتفاق تمام پیغمبروں کے کبائر میں داخل تھے اور پھر اس صورت میں حضرت موسےٰ کا اس کے پاس آنا بھی بے فائدہ تھا۔

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد ۱
صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۰-۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیت

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۵۰ء | نمبر ۳۴

نامہ نگار ووکنگ (انگلستان)

مسلمانانِ انگلستان کے حقوق کی حفاظت کے لئے مسلم کونسل کا قیام

نمازِ جمعہ کیلئے چھٹی اور ذبیحہ کے انتظام کی کوشش

ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب کا دورہ کارڈیف

مکرم محترم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ناظرین اخبار پیغام صلح کو علم ہوگا کہ تقریباً ڈیڑھ برس کا عرصہ ہوا کہ مسلمانانِ انگلستان نے اس امر کی ضرورت کو محسوس کیا تھا کہ یہاں ایک ایسی مجلس ہونی چاہیئے جو تمام مسلمانوں کی نمایندہ ہو اور تمام ایسے امور جن کا تعلق عامۃ المسلمین کی فلاح وبہبود اور ان کے حقوق کی حفاظت کے ساتھ ہے اُن کی نمایندگی کرسکے۔ اس ضرورت کا احساس بالخصوص اس وجہ سے بھی ہو رہا تھا کہ پاکستان اور انڈونیشیا جیسی دو بڑی اسلامی سلطنتوں کے وجود میں آنے کے بعد انگلستان میں مسلمانوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوچکا ہے اور اس سے بھی بڑھکر ووکنگ مسلم مشن کی زبردست سعی تبلیغ سے خود انگریز مسلمانوں کی تعداد میں بھی ترقی ہو رہی ہے۔ اس وقت انگلستان میں کم از کم **بیس ہزار مسلمان** موجود ہیں جن میں سے کم وبیش دو ہزار انگریز مسلمان ہوں گے اور اب وقت قریب آ رہا ہے کہ ان مسلمانوں کے حقوق کے حصول کی طرف توجہ کی جائے۔ اسی خیال سے قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا یہاں ایک مسلم کونسل کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کا دائرہ عمل صرف ایسے امور تک محدود ہوگا جو تمام مسلمانوں کے مشترکہ ہوں گے۔ مثلاً نماز جمعہ کے لئے دفاتر اور فیکٹریوں وغیرہ سے ایک دو گھنٹہ کی رخصت کا حصول۔ اسلامی طریقہ پر ذبیحہ اور حلال گوشت کا انتظام وغیرہ وغیرہ۔

اس کونسل میں تمام موجودہ اسلامی اداروں اور مساجد وغیرہ کے دو دو نمایندے لئے جانے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ ووکنگ مسجد کی طرف سے ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ اور مولانا عبد المجید صاحب ایڈیٹر اسلامک ریویو بطور نمایندہ مقرر ہوئے لندن اور اس کے قریبی مقامات کے تمام اسلامی اداروں نے اس میں شمولیت اختیار کی (سوائے قادیانیوں کی مسجد کے)

دورہ کارڈیف

کونسل نے جب یہ ابتدائی مراحل طے کر لئے تو اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اب اس کے دائرہ عمل کو وسیع کیا جائے اور لندن اور اس کے گردونواح کے علاوہ باقی مقامات کا دورہ کیا جائے تاکہ وہاں کی اسلامی جماعتوں اور مساجد اور اداروں کو بھی شمولیت کی دعوت دی جائے۔ اس غرض کے حصول کی خاطر یہ تجویز ہوا کہ ڈاکٹر علی عبد القادر ڈائرکٹر اسلامک کلچرل سنٹر اور ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ امام شاہجہان مسجد ووکنگ دیگر مقامات کا دورہ کریں اور سب سے پہلے "کارڈیف" جائیں جو لندن سے تقریباً ڈیڑھ صد میل کے فاصلہ پر ہے۔ چنانچہ ۱۳ اگست بروز اتوار یہ دونوں حضرات عازم کارڈیف ہوئے۔ امام مسجد صبح ۸ بجے ووکنگ سے روانہ ہوکر ۱ بجے کارڈیف پہنچے جہاں کارڈیف کی جماعت کے چند افراد ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے ناظرین یہ سن کر یقیناً خوش ہوں گے کہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب کے پرانے جرمن نومسلم دوست جو آجکل ان کی زیر نگرانی ہالینڈ مشن کا کام کر رہے ہیں وہاں موجود تھے یہ نومسلم چند مہینوں سے انگلستان آئے ہوئے ہیں گذشتہ عید الفطر کے موقعہ پر ووکنگ میں موجود تھے۔

مسلمانانِ کارڈیف

کارڈیف میں مسلمانوں کی ایک بڑی بھاری تعداد موجود ہے جن میں اکثر یمنی اور عدنی عرب ہیں ان کی کل تعداد تقریباً چار پانچ ہزار ہوگی۔ ان کے امام ایک یمنی شیخ ہیں جن کا نام ہے عبد اللہ الحکیمی۔ یہ بڑے اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں اور اکثر مسلمان ان کی دل سے تعظیم کرتے ہیں کارڈیف میں ایک مسجد بھی ہے جس کا نام مسجد نور الاسلام ہے۔ یہ وفد صرف چند گھنٹے وہاں ٹھیرا کیونکہ ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ کو ۱۴ اگست کو پاکستان کا یوم آزادی منانے کے سلسلہ میں لندن واپس آنا تھا۔ اس قلیل عرصہ میں وہاں کے اکثر مسلمانوں سے ملاقات ہوئی اور جس غرض کے لئے یہ وفد وہاں گیا تھا وہ کامیاب رہا۔ اور کارڈیف کے مسلمانوں نے مسلم کونسل میں شامل ہونا منظور کر لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس غرض سے کہ ہر ایک ممبر کی حیثیت مساوی ہو تجویز ہوا کہ کونسل کے اجلاس باری باری مختلف مقامات پر ہوا کریں۔

جشن آزادی

۱۴ ماہ اگست کو لندن میں مسٹر حبیب رحمت اللہ ہائی کمشنر صاحب آف پاکستان کی طرف سے یوم آزادی کے سلسلہ میں صلوٰۃ الشکر یعنی نماز شکرانہ کا انتظام اور اعلان ہوچکا تھا اور نماز کی امامت کے فرائض امام مسجد ووکنگ کے سپرد کئے گئے تھے لہٰذا ڈیڑھ بجے بعد دوپہر ہائی کمشنر صاحب کی موجودگی اور شمولیت میں نماز ظہر ادا کی گئی جس کے بعد دو نفل بطور شکرانہ ادا کئے گئے۔ اسی دن شام کے چھ بجے ہائی کمشنر صاحب کی طرف سے تمام پاکستانیوں کو جشن آزادی میں شمولیت کی دعوت تھی جس میں ایک ہزار سے اوپر پاکستانی شریک ہوئے اور ہائی کمشنر نے ایک تقریر بھی کی۔ سفر کارڈیف اور جشن آزادی بفضلہ ہر دو نہایت کامیاب

نماز اور ترقی کی تین راہیں

مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ پر عربی اخبارات کے ریویو

یہ اطلاع قبل ازیں قارئین کرام تک پہنچائی جاچکی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے رسالہ "نماز اور ترقی کی تین راہیں" بغداد سے عربی زبان میں ترجمہ ہوکر شائع ہوچکا ہے، اس ترجمہ پر کئی عربی اخبارات نے نہایت اچھے ریویو کئے ہیں جن میں سے چند ایک بطور نمونہ درج ذیل ہیں:-

(۱)

"الصلوٰة وطرق التقدم الثلاثة"

كثير من المؤلفين من تناول بحث الصلوٰة ولكن مباحثهم لم تتعد حدود سننها واركانها و ما انطوت عليه من فروض وواجبات وما يقراء فيها من آيات وغيرها وعن حكمة فرضيا تها، ولكن فات هؤلاء المؤلفين ما انطوت عليه الصلوٰة من معان روحية واسرار قدسية وروابط الهية ومعان اجتماعية بشكل لا مزيد فيه لمستزيد هذا ما اوضحه لنا مولانا محمد على رئيس الجمعية الاحمدية فى لاهور پاكستان الذى يعد من اعظم الزعماء الروحيين فى العصر الحديث فى كتابه (الصلوٰة وطرق التقدم الثلاثة) وهو عبارة عن احدى خطب هذا الزعيم الذى القاها فى الحفلة السنوية فى لاهور والتى قام بترجمتها الى العربية الاستاذ السيد تصدق حسين القادرى والذى نتمناه لهذا الكتاب هو ان يكون مثالا يحتذى به للمسلمين فى مشارق الارض ومغاربها، و نشكر للمهدى هديته

"الاديب" و"الموصل" ۱۰ ر رمضان ۱۳۶۹ھ الموافق ۲۵ رجون ۱۹۵۰ء

"نماز اور ترقی کی تین راہیں"

بہت سے مؤلفین نے نماز پر بحث کی ہے لیکن ان کے مباحث کی اصل غرض و غائت صرف نماز کی سنت اور اس کے ارکان اور اسکے فرائض و واجبات اور [illegible] آیات وغیرہ پڑھی جاتی ہیں ان کے بیان تک محدود رہی۔ زیادہ سے زیادہ اس کی فرضیت کی حکمت بیان کردی گئی۔ لیکن نماز کی روحانی طاقت اور اسرار قدسیہ اور تعلق باللہ اور اجتماعی طاقت جس میں مزید اضافہ کی ضرورت نہ ہو بیان کرنے کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔

یہ وہ بات ہے جسے مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے جو دور حاضر میں اعلیٰ پایہ کے روحانی انسان ہیں اپنی کتاب "نماز اور ترقی کی تین راہیں" میں ہمارے لئے کھول کر بیان کی ہے۔ اور یہ ان کے خطبات میں سے ایک خطبہ ہے جسے سالانہ جلسہ کی تقریب پر لاہور میں پڑھا گیا۔ اور اس کا ترجمہ عربی میں جناب سید تصدق حسین صاحب قادری نے کیا ہے اور ہم اس کتاب کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ یہ مسلمانان مشرق و مغرب کے لئے مشعل راہ ہو۔ اور ان کے ہم شکرگزار ہیں جنھوں نے یہ بطور تحفہ بھیجا ہے۔"

"الادیب" و"الموصل"

۱۰ ر رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ

الموافق

۲۵ رجون ۱۹۵۰ء

(۲)

"الصلوٰة وطرق التقدم الثلاثة"

اهدانا الوجيه الباكستانى السيد تصدق حسين القادرى هذا الكتاب الذى الفه مولانا محمد على رئيس الجمعية الاحمدية لاشاعة الاسلام فى لاهور بپاكستان، وقد قدمه للقراء السيد القادرى بمقدمة نفيسة عرف فيها المؤلف الى قراء العربية كما عرف هذا الكتاب النفيس الى جمهور المسلمين الذين يهمهم الاطلاع على هذه الاتجاهات فى البحث المنتج المفيد والكتاب لا يستغنى عنه قارئ ويباع بدرهم واحد فى جميع المكاتب"

اخبار "الزمان" بغداد

۱۴ ر رمضان ۱۳۶۹ھ

الموافق ۲۷ رجون ۱۹۵۰ء

"نماز اور ترقی کی تین راہیں"

ہمارے معزز پاکستانی دوست سید تصدق حسین صاحب قادری نے یہ کتاب ہمیں بطور تحفہ بھیجی ہے جسے مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے تالیف کیا ہے اور اس کے شروع میں ایک عمدہ دیباچہ سید صاحب قادری نے قارئین عربی کے

لئے لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے قارئین عربی سے مولف موصوف کا تعارف کرایا ہے۔ جس طرح خود اس کتاب میں جمہور مسلمانوں کے لئے نہایت خوبصورت پیرایہ میں ان امور کو بیان کیا گیا ہے جن سے ان کی آگاہی از حد ضروری ہے۔ چاہیئے کہ کوئی پڑھنے والا اس سے بے اعتنائی نہ برتے۔ یہ کتاب تمام کتب فروشوں سے ایک روپیہ میں مل جاتی ہے۔"

اخبار "الزمان" بغداد

۱۴ ر رمضان ۱۳۶۹ھ

موافق ۲۷ رجون ۱۹۵۰ء

(۳)

"الصلوٰة وطرق التقدم الثلاثة"

اصدرت دار البصرى كتيبا بالعنوان الموسوم اعلاه وهو يحتوى عدد من المقالات المترجمة عن اللغة الانكليزية كتبها مولانا محمد على رئيس الجمعية الاحمدية لاشاعة الاسلام بلاهور من اعمال پاكستان، وتخص المقالة الصلوٰة وفلسفتها من الوجهة الاجتماعية وهناك مقالات اخرى تبحث فى قيام اسرائيل وخطرها على العالم الاسلامى ومقالات من الوحدة الاسلامية"

اخبار "النباء" بغداد

"نماز اور ترقی کی تین راہیں"

دار البصری نے ایک چھوٹی سی کتاب بعنوان بالا چھاپی ہے اور یہ چند مقالوں پر مشتمل ہے جو انگریزی سے عربی میں ترجمہ کئے گئے ہیں، یہ مقالات مولنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے لکھے ہیں ایک مقالہ نماز اور اس کا فلسفہ اجتماعی رنگ سے مخصوص ہے۔ اور اس میں اور بھی مقالے ہیں جن میں قیام حکومت اسرائیل اور اس سے عالم اسلامی کو جو خطرات لاحق ہیں ان پر بحث ہے۔ اور ایک مقالہ وحدت اسلامی پر ہے۔"

اخبار "النباء" بغداد

(۴)

"الصلوٰة وطرق التقدم الثلاثة"

ادلى الينا بريد بغداد بالكتيب القيم الموسوم "الصلوٰة وطرق التقدم الثلاثة" تاليف العلامة الهندى الشهير مولانا محمد على رئيس الجمعية الاحمدية لاشاعة الاسلام فى لاهور وقد قام بنشره وطبعه على نفقته حضرت المسلم الغيور السيد تصدق حسين القادرى وهو كراس مفيد جاء به تحليل جليل لنصوص الصلوٰة واحكامها وتفاسير بعض القراءة والادعية التى يتلوها المصلى فى صلوٰته لم يسبق لاحد ان تطرق لمعالجته من قبل فنلفت انظار الشباب المسلم الغيور الى دراسة هذا الكراس المهم ونتمنى لصاحبه وناشره الموافقية فى خدمة الاسلام واعلاء شانه ونرجو لكتابه الرواج والانتشار"

اخبار "نصير الحق" الموصل

۱۴ ر رمضان ۱۳۶۹ھ - الموافق ۲۹ رجون ۱۹۵۰ء

"نماز اور ترقی کی تین راہیں"

بغداد کی ڈاک میں ایک چھوٹی سی مگر مبسوط کتاب جس کا نام "نماز اور ترقی کی تین راہیں" ہے موصول ہوئی ہے۔ یہ حضرت مولنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تالیف ہے۔ جس کو جناب سید تصدق حسین قادری نے اپنے خرچ سے چھپا کر شائع کیا ہے۔ اور وہ ایک مفید رسالہ ہے جس میں نصوص نماز اور اس کے احکام کو اور بعض قراءت اور دعائیں جن کو نمازی اپنی نماز میں پڑھتا ہے ان کی تفسیر نہایت عمدگی سے بیان کی گئی ہے۔ اس علاج کو پیش کرتے ہیں اس سے پہلے کسی نے سبقت نہیں کی پس میں نوجوان مسلمانوں کی نظروں کو اس کتاب کی طرف پھیرتا ہوں اور اس کتاب کے مصنف اور ناشر کے لئے چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو خدمت دین اور اسلام کی شان کو بلند کرنے کی توفیق دے۔ اور ہماری خواہش ہے کہ یہ کتاب کثرت سے پھیلائی جائے۔

اخبار "نصیر الحق" الموصل

۱۴ ر رمضان ۱۳۶۹ھ - موافق ۲۹ رجون ۱۹۵۰ء

پیغام صلح
جلد ۳۸ یوم چہار شنبہ مورخہ ۸ ر ذی قعد ۱۳۶۹ھ نمبر ۳۳

ایک سوال

" دیگر اسلامی فرقوں سے خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کے لئے لاہوری احمدیہ جماعت اپنے عقائد میں کچھ تبدیلی کرنے پر آمادہ ہو سکتی ہے تاکہ ہم دیگر فرقوں کو اس جماعت کی نسبت حسن ظن رکھنے پر آمادہ کر سکیں ؟"

یہ ایک سوال ہے، جو راولپنڈی سے ایک غیر از جماعت بزرگ نے اپنے ایک مراسلہ میں لکھ کر بھیجا ہے، ہم حیران ہیں کہ اس کا کیا جواب دیں، اگر "عقائد میں کچھ تبدیلی" ہی سے دیگر فرقوں میں حسن ظن پیدا ہو سکتا ہے، تو اس سے بہتر ہے کہ ہمیں اپنے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے اور اس حسن ظن کو جو بے ایمانی سے حاصل ہو سکتا ہو، اپنے پاس ہی رہنے دیا جائے، اس قسم کا حسن ظن ہر راستباز پر اس کے مخالفین نے کرنا چاہا، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی گئی، کہ آپ کچھ اپنے عقاید میں نرمی پیدا کریں، تو آپ کی مخالفت چھوڑ دی جائے، ودوا لو تدھن فیدھنون، یہ کفار چاہتے ہیں کہ تو کچھ مداہنت اختیار کرے تو وہ بھی مداہنت کریں۔ کیا ایسا مطالبہ کسی صورت میں جائز قرار دیا جا سکتا ہے ؟

ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کونسے عقائد ہیں جن میں "کچھ تبدیلی" آپ کرانا چاہتے ہیں ؟ آپ نے خود لکھا ہے کہ :-

" کسی مجدد کی پیروی کرنے والوں سے اسلامی دنیا اس قدر نہیں بھڑکتی جتنی کہ کسی جدا نبی کے ماننے والوں سے "

اگر یہ صحیح ہے تو ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور حضرت مرزا صاحب کو مجددیت سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں دیتی، اور آپ کو ہرگز نبی نہیں مانتی نہ آپ کا دعوئے نبی ہونے کا تھا۔ آپ نے بیشک ظلی و بروزی اور مجازی نبوت کے الفاظ اپنے متعلق استعمال کئے ہیں، لیکن بارہا ان کی تشریحات کر کے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ان سے فنا فی الرسول اور ولایت کے بلند مقام کے سوائے اور کچھ مراد نہیں۔

آپ نے مسیح موعود کے لفظ پر بھی حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے یہ سوال کیا ہے کہ :-

" کیا اس سے یہ فرض کر لیا جائے کہ لاہوری جماعت بیک وقت جناب حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد بھی مانتی ہے کسی نئے یا پرانے نبی کی آمد کی بھی قائل نہیں اور پھر انہیں مسیح موعود بھی مانتی ہے جو ایک پرانے نبی دوبارہ آنے والے ہیں جن کی آمد کی وہ قائل نہیں ؟"

اس کے جواب میں صرف اسی قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ مسیح موعود ماننے سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہی پرانے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آگئے یا حضرت مرزا صاحب نبی بن کر ان کے عہدہ پر متمکن ہو گئے، آپ نے خود اس کا مطلب ان الفاظ میں واضح کیا ہے :-

" اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوئے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑھ کر نہیں ہے صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالےٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسےٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں مثیل ہونے میں کوئی اصلی فضیلت نہیں اصلی اور حقیقی فضیلت ملہم من اللہ اور کلیم اللہ ہونے میں ہے پھر جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جلّشانہٗ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے یہ نام رکھنا تو کوئی بڑی بات نہیں، اسلام میں موسےٰ عیسیٰ، سلیمان، یعقوب وغیرہ بہت سے نام نبیوں کے نام پر لوگ رکھ لیتے ہیں اس تفاؤل کی نیت سے کہ ان کے اخلاق انہیں حاصل ہو جائیں پھر اگر خدا تعالےٰ کسی کو اپنے مکالمہ کا شرف دے کر کسی موجودہ مصلحت کے موافق اس کا کوئی نام بھی رکھ دے تو اس میں کیا استبعاد ہے ؟

اس کے ساتھ ہی مسیح موعود کے نام کی حکمت اور مصلحت کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :-

" اور اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کو دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۱)

اس تحریر سے صاف طور پر واضح ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننا ان کے نبی ہونے کی وجہ سے نہیں، نہ مسیح موعود کا دعوئے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ سے کچھ بڑھ کر ہے آپ کا اصل دعوئے مجددیت ہی کا ہے، مسیح موعود کا نام محض آپ کے کام کی وجہ سے مصلحتاً آپ کو دیا گیا ہے اس میں کونسی ایسی بات ہے جو کسی اسلامی عقیدہ کے خلاف ہو، اور دوسرے فرقوں کا "حسن ظن" حاصل کرنے کے لئے کیا تبدیلی اس میں کی جا سکتی ہے ؟

آپ غور کر کے دیکھ لیجئے جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں کسی تبدیلی کی ضرورت ہو، نہ دوسرے فرقوں کا "حسن ظن" حاصل کرنے کے لئے کسی سچی بات یا صحیح عقیدہ کو چھوڑ دینا جائز اور مناسب ہے، "حسن ظن" اچھی چیز ہے لیکن عقائد میں تبدیلی کے بغیر بھی "حسن ظن" کیا جا سکتا ہے، یا تو ثابت کیا جائے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد میں فلاں بات خلاف اسلام ہے، اس صورت میں تبدیلی کا مطالبہ بھی حق بجانب ہو سکتا ہے، اور اگر یہ نہیں اور کوئی ایسی بات ہمارے عقائد میں ثابت نہیں کی جا سکتی جو خلاف اسلام ہو تو پھر تبدیلی کا مطالبہ کہاں تک جائز ہے، "حسن ظن" کے لئے تو اتنا بھی کافی ہے کہ ہم صدق دل سے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کو ارکان دین میں سے سمجھتے اور ان پر عمل پیرا ہونا ضروری یقین کرتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی نبی کا آنا جائز نہیں سمجھتے۔ قرآن کریم کو خاتم الکتب مانتے ہیں اور اس کے حرف حرف کو ہمیشہ کے لئے قابل عمل یقین کرتے اور اسکو چاردانگ عالم میں پھیلانا اپنا ضروری فرض سمجھتے ہیں، کیا یہ وہ باتیں نہیں جن کو ماننے سے ایک شخص پکا اور سچا مسلمان تصور کیا جا سکتا ہے ؟ کیا محض کلمہ طیبہ کا قائل ہونا اسلام میں داخل ہونے کے لئے کافی نہیں ہے ؟ امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب نہیں کہ جس شخص میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو اس کو بھی کافر نہیں قرار دینا چاہیئے۔ پھر اس جماعت کے متعلق جس کے عقائد سو فی صدی اسلامی ہیں اور کوئی بھی وجہ کفر کی نہیں یہ کہنا کیونکر جائز ہے کہ اسکو دوسرے فرقوں کا "حسن ظن" حاصل کرنے کے لئے اپنے عقائد میں کوئی تبدیلی کرنی چاہیئے، آپ ہی بتایئے کہ کونسا عقیدہ تبدیل کیا جائے ؟ دوسرے فرقوں کا "حسن ظن" تو اس کے سوائے حاصل ہونا مشکل ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی مجددیت ہی سے انکار کیا جائے یہ کہاں تک جائز ہے اسکو آپ خود ہی سمجھ لیجئے، حضرت مرزا صاحب تو اس زمانہ میں اسلام کا وہ نور لیکر آئے ہیں، جس کی شعاعیں یورپ کے تاریک ترین کونوں کو منور کرتی چلی جا رہی ہیں۔ وہ اس دہریت و تشکک کے زمانہ میں ایمان کی ایک زبردست چٹان ہیں، جس پر کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کھلے طور پر نظر آ جاتا ہے، اس شخص کو چھوڑنا محض اس غرض سے کہ دوسرے اسلامی فرقوں کا حسن ظن حاصل ہو جائے اپنے ایمان کو خود برباد کرنا ہے ٭

اخبار احمدیہ

— گذشتہ اتوار (۲۰ راگست) کو مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری انچارج تبلیغ نے مبلغین کی ایک کانفرنس منعقد کی، جس میں لاہور اور بیرونجات سے بہت سے مبلغین شامل ہوئے، اور تبلیغی امور کے متعلق کئی تجاویز پاس ہوئیں نیز حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل دربارہ سرمایہ ووکنگ مسلم مشن کو کامیاب بنانے کی پُرزور تحریک کی گئی۔

— ۱۴ راگست کو یوم آزادی کی تقریب پر جامع احمدیہ لاہور میں بعد نماز فجر استحکام پاکستان کے لئے دعائیں کی گئیں،

— چوہدری بشارت احمد سلطان خلف الرشید چوہدری سلطان علی صاحب اسسٹنٹ مارکیٹنگ آفیسر لاہور فیج بن مستقل کمیشن کے لئے منتخب ہو گئے اس خوشی میں چوہدری سلطان علی صاحب نے مبلغ پندرہ روپیہ انجمن کی نذر کئے ہیں جزاہ اللہ

— چوہدری حنیف اختر صاحب خلف الرشید چوہدری سید احمد صاحب بدوملہی نے عربی میں بی اے آنرز کا امتحان پاس کیا ہے، چوہدری آفتاب احمد صاحب کارکن دفتر انجمن منشی فاضل کے امتحان میں پاس ہوئے، دونوں کی طرف سے پانچ پانچ روپے انجمن کی نذر ہوئے جزاہما اللہ

— سرینگر میں ہمارے ایک دوست محمد علی صاحب بی اے کافی عرصہ سے علیل تھے اب کچھ افاقہ ہے وہ اپنے لئے اور اپنے ایک دوست جلال الدین صاحب کے لئے جو دو ماہ سے شدید علیل ہیں، دعا کے خواستگار ہیں۔

— چوہدری معراج الدین صاحب کی چند مشکلات کے حل کے لئے دعا کے خواستگار ہیں۔

— ہمارے ایک نوجوان دوست محمد اجمل صاحب بھیروی میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں ان کی صحت کیلئے دعا [illegible]

اخبار و افکار

نسل و اقوام کی بحث

ادارہ اقوام متحدہ کی ایک شاخ نے جو علمی اکتشافی امور سے تعلق رکھتی ہے نسل و قوم کے متنازعہ فیہ امر کے متعلق دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں کی رائے شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ علم الحیوانات کی رو سے نسلی تفریق و امتیاز کی کوئی بنیاد نہیں یعنے نسلی اعتبار سے پوری نوع انسانی ایک ہی بنیاد رکھتی ہے۔ ایسا ہی ذہنی اور عقلی اعتبار سے بھی تمام اقوام مساوی ہیں اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ بعض اقوام ذہانت، ذکاوت یا دوسرے عقلی امور میں دوسری اقوام سے برتر ہوتی ہیں، نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ نسلوں کے اختلاط سے جسمانی لحاظ سے کوئی برا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اس لئے مختلف نسلوں میں رشتۂ ازدواج کو روکنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی، جسمانی اور ذہنی اعتبار سے جو نت نئے اپر سے نکلے ہیں ان کا تعلق معاشرتی حالات سے ہے اور یہی معاشرتی حالات ہیں جن کا نسلیت کے ساتھ گہرا تعلق ہے جسمانیت کے ساتھ "نسلیت" کا اتنا تعلق نہیں، اور اس معاشرتی تعصب نے نوع انسانی کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور جان و آبرو کو سخت برباد کیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ امتحان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ تمام انسانی طبقات کا ذہنی و عقلی مزاج یکساں ہے اور اگر تربیت و تعلیم کے یکساں مواقع دیئے جائیں تو ہر نسل کا آدمی برابر کے عقلی و علمی ترقی کے نتائج پیدا کرتا اور نوع انسانی کا ہر طبقہ تعلیم پذیری اور صلاحیت قبول میں یکساں ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکشاف قرآن کریم آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کر چکا ہے اور نہایت مختصر اور واضح الفاظ میں بتا چکا ہے کہ نسلی و قومی اعتبار سے کسی قوم کو دوسری اقوام پر کوئی فضیلت حاصل نہیں آج اقوام متحدہ کے بڑے بڑے سائنسدان علمی تحقیق سے یہ معلوم کرتے ہیں کہ "نسلی اعتبار سے پوری نوع انسانی ایک ہی بنیاد رکھتی ہے" لیکن قرآن کریم ساڑھے تیرہ سو سال پہلے خلقکم من نفس واحدۃ کا اعلان کر چکا ہے اور یہ بھی بتا چکا ہے کہ یایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر۔ اے لوگو ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور صرف ایک دوسرے سے تعارف کے لئے تمہاری شاخیں اور قبیلے بنا دیئے ہیں اللہ کے نزدیک برتری اور فضیلت اسی کو حاصل ہے جو تقوے اور صلاحیت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ غور کر لیجئے کس طرح ایک ہی جملہ میں تمام "قومی و نسلی" امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا اور بتا دیا کہ محض قبائلی امتیازات ایک دوسرے سے برتری کا موجب نہیں، ایسا ہی حضرت نبی کریم صلعم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا کہ دیکھو تمہارا رب ایک ہی ہے کسی عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ ہی کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقوے کے بیشک خدا کے نزدیک وہی سب سے بڑھ کر صاحب عزت ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ کس قدر پاکیزہ تعلیم ہے۔ تمام نسل انسانی کو ایک ہی بنیاد پر کھڑا کر کے اور اس طرح نسلی و قومی تعصبات کو مٹا کر امن و اتحاد کی حقیقی راہ پیدا کر دی ہے۔ ادارہ اقوام متحدہ قرآن کی ان تعلیمات پر اگر غور کرے تو سائنسدانوں کی تحقیق و تفتیش پر وقت اور روپیہ صرف کرنے کی ضرورت لاحق نہ ہو۔

پاکستانی کمیونسٹوں کی حیثیت

معاصر "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اپنے ایک مقالہ افتتاحیہ میں پاکستانی کمیونسٹوں کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس جماعت کا تعلق درحقیقت ایک دوسرے ملک (روس) کے ساتھ ہے اور وہ انہی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو انہیں ماسکو سے آئیں، ان کی خواہش اور مقصد صرف یہ ہے کہ پاکستان اور تمام ممالک کمیونسٹ چین کی حکومت میں شامل ہو کر اپنی آزاد ہستی کو فنا کر دیں اس لحاظ سے کمیونزم اور حب وطن دو متضاد چیزیں ہیں اور کسی کمیونسٹ کو یہ حق حاصل نہیں کہ حکومت پاکستان سے شہریت و قومیت کے ان حقوق کا طالب ہو جو ایک وفادار پاکستانی کو حاصل ہونے چاہئیں۔

معاصر ممدوح نے یہ بھی لکھا ہے کہ پاکستانی مسلمان کمیونسٹ نہ صرف حکومت ہی کا وفادار نہیں بلکہ اسلام کا بھی دشمن ہے، کوئی شخص ایک ہی وقت میں کمیونزم اور اسلام دونوں کا وفادار نہیں ہو سکتا کیونکہ کمیونزم ایمان باللہ کو عوام الناس کے لئے ایک افیون سمجھتے ہوئے اس کی بیخ کنی کے درپے ہے اور اسلام محض خدا کی اطاعت کو انسانی زندگی کا حقیقی مقصد قرار دیتا ہے۔

اس لئے اس اندرونی دشمن کے خلاف جو ملک وطن اور اسلام دونوں کا کھلا دشمن اور باغی ہے حکومت پاکستان کو ایک فیصلہ کن پالیسی اختیار کرنی چاہئیے اور پیشتر اس کے کہ ملک ان لوگوں کے ہتھکنڈوں میں جکڑا جائے جلد از جلد اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہئیے۔

ہم معاصر ممدوح سے بکلی اتفاق کرتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ دو ہی طریق پر ان لوگوں کا علاج ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ ان کے خیالات سے جو حکومت اور مذہب سے غداری کی طرف لے جانے والے ہیں عوام الناس کو پورے طور پر واقف کیا جائے اور ایسے خیالات کی اشاعت سے انہیں روکا جائے اور دوسرے یہ کہ جہاں تک اقتصادی اور معاشی امور کا تعلق ہے ایسی صورت حالات پیدا کی جائے کہ عوام الناس کی تنگدستی ان کے مکر و فریب کی کامیابی کا موجب نہ ہو۔

یورپ اسلام کی طرف

پروفیسر اے کے آربری نے جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں، اپنے ایک بیان میں یہ بتایا ہے کہ اسلامی اور مغربی خیالات کی تفصیلات بنیادی طور پر ایک ہی جیسی ہیں، اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ مغربی اقوام اسلامی ثقافت کو مطالعہ کر کے اس کی قدر و قیمت کو پہچانیں۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام بہت سے مقامات پر مسیحیت سے ملتا جلتا ہے اور اسلامی تاریخ، تاریخ یورپ سے اس قدر ملی جلی نظر آتی ہے کہ ایک طالب علم جو عربی اور فارسی کا مطالعہ کرتا ہے اسے یہ وہم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کسی دوسرے کرہ ارضی پر چلا گیا ہے، ان حالات میں پروفیسر ممدوح کی رائے ہے کہ موجودہ یورپ کی طرف اسلام کا پیغام اس سے بہت بڑھ کر اہمیت رکھتا ہے جتنی عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔

پروفیسر آربری کی یہ رائے ان لوگوں کو غور کے ساتھ مطالعہ کرنی چاہیئے، جو آج بھی یورپ کے لئے اسلام کو غیر موزوں سمجھتے یا کم از کم اس کی تبلیغ و اشاعت کو غیر ضروری قرار دیتے ہیں، یورپ تو اسلام کی طرف قدم بڑھا رہا ہے، ضرورت ہے کہ اس کا خیر مقدم کیا جائے اور جس چیز کے لئے وہ آگے بڑھ رہا ہے وہ اس کے ہاتھوں میں پہنچا کر اس فرض کو ادا کیا جائے جو خدا و رسول نے ہم پر عائد کیا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اس فرض کی ادائیگی میں حتی المقدور کوشاں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یورپ میں اسلام کے متعلق جو سازگار فضا پیدا ہوئی ہے وہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کیا ہمارے مسلمان بھائی ان کھلے نتائج کو دیکھ کر بھی "میں نہ مانوں" ہی کی رٹ لگاتے رہیں گے؟

یتیم خانوں کی اصلاح کا قانون

بہت مدت سے پنجاب میں یتیم خانوں اور دوسرے ایسے ہی اداروں کے حالات اس درجہ ناگفتہ بہ ہو رہے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہماری قومی و ملی زندگی کو خطرناک نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ہم نے کئی مرتبہ ان کالموں میں توجہ دلائی کہ ایسے یتیم خانے جن میں یتیم بچوں کو گداگری پر مجبور کیا جاتا اور ان کی پیدا کردہ روزی سے منتظمین کی شکم سیری عمل میں آتی ہے، فوراً بند کر دینے چاہئیں ایسے ہی بعض اداروں کے متعلق یہ بھی سنا گیا ہے کہ اچھے بھلے ماں باپ رکھنے والے بچوں کو اغوا کر کے یتیم بنا لیا جاتا اور ان سے گداگری کا کام لیا جاتا ہے یہ حالات کس قدر رنجدہ و شرمناک ہیں، اس کی تشریح کی ضرورت نہیں۔ ضرورت تھی کہ آج سے بہت پیشتر ان کی اصلاح کی طرف توجہ کی جاتی، لیکن اب بھی خدا کا شکر ہے کہ لوگوں کے پیہم مطالبات کی وجہ سے ہز ایکسی لنسی گورنر پنجاب نے ایک قانون کی منظوری دے دی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ یتیم خانوں، بیوہ گھروں اور شادی کے دفتروں پر بہتر کنٹرول اور نگرانی قائم کی جائے، اس قانون کے رو سے جس کا نفاذ عنقریب عمل میں آنے والا ہے کوئی فرد یا سوسائٹی یتیم خانہ یا ایسا ہی کوئی دوسرا ادارہ حکومت کی اجازت کے بغیر قائم نہ کر سکے گا، اس کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے لائسنس لینا ضروری ہوگا، اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لائسنس دینے سے پہلے یہ اطمینان کریں گے کہ ایسے ادارہ کا کنٹرول کسی ایسی باقاعدہ رجسٹرڈ سوسائٹی کے ماتحت ہے جس کے ارکان باعزت اشخاص ہیں وہ یہ بھی جائزہ لیں گے کہ آیا جس ادارہ کے لئے لائسنس مانگا جاتا ہے وہ کسی صحت بخش اور خوبصورت مقام پر

جب تک مسلمانوں میں قرآن کریم کی تعلیم کا نقشہ نظر نہ آجائے اس وقت تک اسلام نہیں پھیل سکتا

مال کے خرچ کرنے میں مذہب کا مطالبہ حق بجانب ہے

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ۔ کراچی مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء۔ (مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام)

قال اللہ تعالیٰ۔ الصٰبرین والصٰدقین والقٰنتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار۔

اس آیت میں مومنوں کے اللہ تعالیٰ نے پانچ وصف بیان فرماتے ہیں۔ صبر اور صدق کے متعلق پہلے بیان کر چکا ہوں۔ آج باقی تین اوصاف یا مقامات کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔

قانتین کون ہیں؟

قانت، خدا کے فرمانبردار کو کہتے ہیں مگر قنوت خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کر لینا ہے اس لئے قانتات کا لفظ جہاں عورتوں کے لئے استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد خدا کی فرمانبردار عورتیں ہیں۔ خاوند کی فرمانبرداری مراد نہیں۔ اطاعت دوسرے کی ہو سکتی ہے مگر ایسی فرمانبرداری جو خضوع کے ساتھ ملی ہوئی ہو جسے قنوت کہا جاتا ہے یہ صرف خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کو لازم کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے پکا تہیہ کر لے کہ اس کا سر خدا کے حکم کے سامنے جھکا رہے گا۔ اور ہر حال میں خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے جھکا رہے گا۔ اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ انسان سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں اور سینکڑوں ٹھوکریں بھی کھاتا ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کا تہیہ کیا ہو۔ تو اس کی غلطیاں بھی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے انسان کو خارج نہیں کرتیں۔

راحت زندگی ایک خدا کی فرمانبرداری میں

انسان کی زندگی میں خوشی اور خوشحالی صرف اس بات پر انحصار رکھتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو صرف ایک ہی ہستی کا (جو اس کا خالق و مالک ہے) فرمانبردار رکھے جہاں اس نے فرمانبرداری کو بانٹا وہیں اس کی خوشی اور خوشحالی بھی ختم ہو گئی۔ اس انسان کی زندگی میں حقیقی راحت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی جس کو ایک خواہش ایک طرف کھینچنے کے لئے جاری ہو تو دوسری دوسری طرف، کبھی ایک کو راضی کرنے کے لئے کوشاں ہو تو کبھی دوسرے کو۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں بیان فرمائی ہے کہ ایک غلام ہے جس کا مالک ایک ہی ہے اور ایک وہ ہے جس کے کئی مالک ہیں۔ ایک ایک طرف بلاتا ہے تو دوسرا دوسری طرف بلاتا ہے فیہ شرکاء متشاکسون یہ دونوں برابر نہیں، جب تک انسان اپنے آپ کو ایک خدا کا فرمانبردار نہیں بناتا اس وقت تک اسکو راحت کی زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور جس نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا۔ اس کی زندگی میں خوشی اور راحت پیدا ہو جاتی ہے اور اسی دنیا میں جنت بن جاتی ہے۔ اگر کبھی کبھار غلطی بھی ہو جائے تو دل میں ایک گونہ راحت، اطمینان اور خوشی ہوتی ہے کہ اس غلطی کے نتیجہ میں جو تکلیف یا دکھ پہنچا ہے تو خدا کے رستہ میں ہی پہنچا ہے اس لئے کوئی دکھ اور تکلیف اس کے لئے حزن و ملال کا موجب نہیں ہوتا۔ جب تک انسان اپنے لئے اس مقام کو حاصل نہیں کر لیتا اس وقت تک اس کے قلب پر طرح طرح کی حکمرانیاں رہتی ہیں۔ اور جس وقت انسان اپنے قلب کو خدا کے سامنے پیش کر دے یہ کہتا ہوا کہ تیرے تخت کے سوا اور کوئی دوسرا تخت اس قلب پر نہیں بچھے گا۔ تب اس کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے اور فرمانبرداری کے صلہ میں حقیقی خوشی اور راحت کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور پھر بظاہر کتنی ہی دکھ کی حالت کیوں نہ ہو یا مصیبتوں اور دکھوں سے کتنا ہی چکنا چور نظر آتا ہو۔ اس کے دل میں ایک راحت ہوتی ہے اور اس کا قدم خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

منفقین کا مقام

چوتھا مقام المنفقین ایسے لوگوں کا ہے جو صبر، صدق، اور فرمانبرداری پر لزوم کے مراحل طے کرنے کے بعد "خرچ کرنے والے ہیں"۔ پہلے تین مقام یعنی صبر، صدق، فرمانبرداری تو تیاری کے مقام ہیں مگر عمل اور کام کرنے کے مقام کو المنفقین کے لفظ سے قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے۔ غور کرنے والی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ لوگ کس چیز کو خرچ کرنے والے ہیں وہ تمام قوتیں اور طاقتیں جو خدا نے ان کو دی ہیں ان سب کو خدا کے رستے میں لگا دیتے ہیں۔ اپنی زندگیوں کو خدا کے لئے وقف کر دیتے ہیں اور اپنے کمائے ہوئے مال کو بھی خدا کے رستے میں خرچ کر دیتے ہیں۔ الغرض جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے ان کو دیا ہے سب کا سب خدا تعالیٰ کے رستے میں لگا دیتے ہیں۔

مذہب کا مطالبۂ انفاق

یہاں بعض لوگوں کو یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ انسان کو اپنے کمائے ہوئے مال پر یہ حق ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے مال کو جس طرح چاہے خرچ کرے۔ مذہب مال کے خرچ کرنے کا مطالبہ کیوں کرتا ہے۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ مذہب مال کو خرچ کرنے کا ہی حکم نہیں دیتا۔ اس کو بچانے کا بھی حکم دیتا ہے اور بہت سی جگہوں سے مال کو ضائع ہونے سے بچا لیتا ہے۔ اور اسی مال کو انسانیت کے تعمیری کاموں میں لگوا دیتا ہے۔ دنیا میں سینکڑوں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ انسان اپنے مال کو اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتا ہے اور سینکڑوں دکھ اور مصائب کو بطور عذاب خرید لیتا ہے۔ شراب کے پینے والے جن کے مال کا بہت بڑا حصہ شراب نوشی پر خرچ ہوتا ہے حتیٰ کہ بال بچے بھوکے بھی مرتے ہوں تو وہ اپنی شراب نوشی کو ترک نہیں کر سکتے۔ بالآخر ہر قسم کی اچھائی سے اپنے آپ کو محروم کر لیتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ شروع شروع میں ابتدائی مرحلے پر تو ایسا انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کے ذرا سا چکھ لینے میں کیا حرج ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں ایسے لوگ اس بری عادت میں اس طرح گرفتار ہو جاتے ہیں کہ اس سے چھٹکارا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور بالآخر ان کی زندگی برباد ہو جاتی ہے اور انسان کو کئی قسم کی بیماریاں لگ جاتی ہیں۔ مذہب کی اگر یہ تعلیم ہو کہ وہ مال کو ایسی بری باتوں سے بچا دے تو پھر اس کا یہ حق ہے یا نہیں کہ مال کے صرف کرنے کے لئے بھی وہ خود رستہ بتلا دے۔ جو انسان کے لئے آسائش راحت اور آرام کا موجب ہو۔ اس لئے مذہب مال کو برے رستہ میں خرچ کرنے سے منع کر اچھی جگہ یا بہتر مصرف پر خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ بربادی کے رستے سے انسان کو مال خرچ کرنے سے روکتا ہے اور اس مال کو ایک نیک کام کے لئے لگا دیتا ہے۔

پاکستان کیلئے شرم کا مقام

اسلام نے انسان پر کتنا احسان کیا تھا کہ ایک ایسی چیز سے جس سے ہلاکت یقینی تھی بچایا اور نیک کاموں پر مال لگانے کا حکم دیا مگر آج یہ باتیں عام ہو رہی ہیں اور اگر اس افواہ میں کچھ بھی صداقت ہے۔ تو پھر مسلم قوم کے لئے کس قدر شرم کا مقام ہے کہ جب سے بٹوارہ ہوا ہے اس دن سے پاکستان میں شراب نوشی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ کس قدر افسوس ہے کہ مسلمان قوم کا روپیہ شراب نوشی پر کس غرض کو حاصل کرنے کے لئے خرچ ہو رہا ہے؟ اپنی بربادی کے لئے، اور اس شراب نوشی سے حاصل کیا ہوتا ہے صرف چند منٹ کی بدمستی جو انسان کے سر پر سوار ہو جاتی ہے اور کوئی چیز اس سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

سگرٹ اور حقہ نوشی

حضرت مجدد وقت کا کس قدر احسان ہے کہ آپ نے اس سے بھی چھوٹی چھوٹی چیزوں

سے جو قوموں کی نظروں میں معیوب نہیں۔ جماعت کو بچا لیا۔ واگعات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ تمباکو نوشی یا سگرٹ پینے کی عادت بھی جب بڑھ جائے تو انسان کی صحت کو اس سے بھی خطرناک نقصان پہنچتا ہے اور سگرٹ پینے کے نتیجے میں بالآخر انسانی جسم میں ایسی زہر پیدا ہو جاتی ہے جس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ جو حقہ پینے کے عادی تھے جب وہ حضرت صاحب کی جماعت میں داخل ہوئے تو انہوں نے اس عادت کو چھوڑ دیا۔ اس تمباکو نوشی یا سگرٹ نوشی پر مسلمان قوم کے کروڑوں روپے برباد ہو رہے ہیں اور حاصل کچھ بھی نہیں۔ صرف نقصان ہی نقصان ہے اگر یہی روپیہ بجائے نیک کاموں پر لگ جائے تو غور کر لیجئے کہ مذہب کی طرف سے مال کو خدا کے رستے میں خرچ کرنے کا مطالبہ حق بجانب ہے یا نہیں۔

نیک رستہ پر خرچ کرنے کا نتیجہ

مذہب یہ سکھلاتا ہے کہ ان رستوں پر مال کو خرچ نہ ہونے دو۔ جہاں نقصان ہوتا ہو۔ وہاں خرچ کرو جہاں نسل انسانی کو فائدہ پہنچے۔ ایک طرف برے طریقہ پر مال خرچ کرنے سے بند کر دیا۔ دوسری طرف جو بہتر ہے جس سے قوم اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچتا ہے وہاں خرچ کرنے کا حکم دیا۔ مثال کے طور پر ایک طرف اس مال کو دیکھو جو بے جا رسم و رواج۔ نمود اسراف کے طور پر یا تمباکو نوشی پر یا ایسے دوسرے بے جا کاموں پر خرچ ہو رہا ہے دوسری طرف اپنے اس تھوڑے سے مال کو بھی دیکھو جو چند پیسے کسی نے ایک روپیہ کسی نے دس روپے یا کسی نے سو روپے انجمن کو ہر ماہ دیئے ان چند پیسوں سے کس قدر دنیا کو فائدہ پہنچا ہے اور دو دو پیسے خرچ کرنے سے دنیا میں اسلام کی کتنی بلند اور مضبوط عمارت بن گئی ہے جس سے دنیا کو فائدہ پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے اور مذہب اسلام کی کس قدر خوبصورت تصویر تیار ہو گئی ہے جس کی طرف دنیا کے دل کھنچے چلے آ رہے ہیں۔

ساری اسلامی دنیا پر احسان

اب یہ حقیقت ہے کہ ساری اسلامی دنیا کے مسلمان آپ لوگوں کے زیر احسان ہو چکے ہیں مال بہت تھوڑا خرچ ہوا۔ ہم میں وہ بھی ہیں جو اپنی آمدنیوں سے ایک آنہ فی روپیہ یا دسواں حصہ دیتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو کچھ نہیں دیتے۔ لیکن اس کا نتیجہ ایک عظیم الشان دولت ہے جو قوم کے ہاتھ آ گئی۔ انفاق یعنی خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کو خدا کا احسان سمجھو اور یہ اس کا فضل ہے کہ اس تھوڑے سے مال سے اسلام کی اتنی بڑی عظیم الشان احیاء کی بنیاد پڑ گئی۔ آپ کے ہاں سے محض چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع ہوتی ہیں ان سے بھی اسلامی دنیا کو فائدہ پہنچا ہے۔ خدا تعالےٰ نے دوسرے اسلامی ممالک میں ان کے پھیلانے کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں۔

رسالہ "نماز" کی مقبولیت

ایک چھوٹا سا رسالہ "نماز" پر تھا اس کا بیان کسی نے انگریزی میں ترجمہ کیا اور انگریزی سے اب عربی میں ترجمہ ہو کر عرب ممالک میں لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ سید تصدق حسین صاحب قادری جو آج کل بغداد میں ہیں اس قسم کا مفید کام کرتے رہتے ہیں۔ آج کل جب میں عربی کے اخباروں میں اس رسالہ پر ریویو دیکھتا ہوں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے لٹریچر کی کس قدر ضرورت تھی اور ان کے ...... دلوں میں اس کی کتنی قدر ہے۔ چنانچہ عربی اخباروں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ دنیا کو اب صرف اسی قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے۔

رسالہ "عمر" عربی میں

اسی طرح حضرت عمر کے متعلق بڑی بڑی اچھی کتابیں لکھی ہیں لیکن یہاں کے ایک چھوٹے سے رسالہ پر جو وہ بھی عربی ترجمہ ہو گیا ہے۔ عمر العظیم کے نام سے۔ تو عربی اخباروں میں اس پر ریویو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسالہ سب پر سبقت لے گیا۔

امید سے بڑھکر نتائج

اب ان لوگوں کی حالت کو دیکھئے جو چند پیسوں کے دینے میں بخل کرتے ہیں لیکن ان چند پیسوں سے پاکستان میں ہی نہیں چین۔ ہندوستان۔ عرب، مصر، ترکی، انڈونیشیا میں کس قدر مفید کام ہو رہا ہے۔ اور کس قدر اسلام کی روشنی ساری دنیا میں پھیل رہی ہے انفاق کا۔ خدا کے رستے میں مال خرچ کرنے کا امید سے بڑھکر مفید نتیجہ اور قوم نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو مگر اس چھوٹی سی جماعت نے ضرور دیکھا ہے خدا تعالےٰ کے نزدیک جو ثواب ہے اور آخرت میں جو اجر ملنے والا ہے وہ تو الگ چیز ہے لیکن اس دنیا میں ہی اس کے نیک نتائج آپ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔

روحانیت میں بلند ترین مقام

والمستغفرین

پانچواں مقام والمستغفرین بالاسحار کا ہے۔ استغفار کا عام طور پر جو مفہوم مسلمانوں میں مروج ہے وہ یہ ہے کہ گناہ کر لو پھر استغفار سے وہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ قرآن کریم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ استغفار روحانیت میں بلند ترین مقام کا نام ہے اور روحانی اخلاق کا مقام ہے۔ صبر۔ صدق۔ فرمانبرداری اور انفاق فی سبیل اللہ کے بعد پانچویں صفت مومنوں کی "استغفار کرنے والے" بتائی ہے یعنی مومن کا یہ انتہائی مقام ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ اگر انسان سے کوئی خطا یا غلطی سرزد ہو جائے۔ تو اس کے مضر اثر سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے استغفار ضرور کرنا چاہیئے۔ لیکن والمستغفرین بالاسحار کو صدق۔ فرمانبرداری اور انفاق فی سبیل اللہ کے بعد لا کر صاف بتا دیا کہ انسان نیک سے نیک کام کرے تو اس کے لئے استغفار میں اس سے بھی ایک بلند مقام موجود ہے۔ جو سب سے بلند نیکی کا مقام ہے۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ مومن بڑے بڑے نیکی کے کام کرنے کے بعد بھی استغفار کرنے والا ہو۔ اس کے لئے صبح کا وقت کیوں منتخب کیا اس لئے کہ درحقیقت عبادت الٰہی یا دعا کے لئے وہی وقت موزوں ہوتا ہے اور انسانی روح سے اس وقت تمام قسم کی کثافتیں اور آلودگیاں دور ہوتی ہیں۔

حضرت نبی کریم صلعم کا استغفار

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر دنیا میں کسی اور نے استغفار نہیں کیا۔ چنانچہ عیسائیوں نے کوتاہ بینی اور کم علمی سے اعتراض بھی کیا ہے کہ نعوذ باللہ من ذالک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں گناہ کی آمیزش تھی اس لئے تو وہ دن رات استغفار کرتے رہتے تھے۔ ان کو معلوم نہیں کہ انسان کو نیکیوں کے کام میں ترقی کرنے کے لئے استغفار کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ جس قدر انسان کا تعلق اپنے خدا کے ساتھ ہوگا اسی نسبت کے ساتھ بدی اس سے دور رہے گی۔ اور اسی کو نیک کام کرنے کی توفیق میسر آئے گی۔ انسان نے اگر برا کام کیا ہے۔ تو یقیناً اس کی بدی کے بد اثرات سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے خدا کی حفاظت طلب کرنی چاہیئے لیکن خدا کی حفاظت کی اس کو بھی ضرورت ہے جو نیکی کے کام کرتا ہے کیونکہ ...... طرح بدی سے بچنے کے لئے خدا کی حفاظت اور مدد کی ضرورت ہے اسی طرح نیکی کے کام کرنے کے لئے اور ان میں ترقی کے لئے بھی خدا کی خدا کی حفاظت اور مدد کی ضرورت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نیکی کرنے کی توفیق اسی کو ملتی ہے جو خدا کی حفاظت میں آ جائے۔ انسان کا اپنا ارادہ بسا اوقات فیل ہو جاتا ہے اور وہ بعض وقت نیکی کا ارادہ کرتا ہے مگر اندھا ہو کر برائی کی طرف ہی چلا جاتا ہے۔

ترقی درجات کیلئے استغفار

استغفار سے نیکی کے کام کرنے کی قوت بھی مل جاتی ہے اور انسان اپنے آپ کو برائی سے بھی بچا سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایک موقعہ پر فرمایا ہے کہ مومن اور حضرت نبی کریم صلعم جنت میں بھی استغفار کریں گے یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا۔ میں وضاحت کر دی ہے کہ مومن اور نبی بہشت میں غفر کے لئے دعا یعنی استغفار کریں گے۔ یہاں مغفرت سے مراد ترقی درجات ہے۔ اور بہشت میں اتمام نور اور استغفار کی دعا صاف بتلاتی ہے کہ وہاں پر بھی پاک انسانوں کے دلوں میں ترقی درجات کی خواہش پیدا ہوتی رہے گی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جس قدر انسان کا تعلق خدا تعالےٰ کے ساتھ زیادہ ہوتا چلا جائے گا اسی قدر انسان کے اندر نیکی کرنے کی طاقتیں اور قوتیں بڑھ جائیں گی اس کا نام استغفار ہے اور اس بات کو نہ سمجھ کر عیسائیوں نے ٹھوکر کھائی اور اپنی کم علمی اور جہالت کا ثبوت دیا۔

اپنے آپ کو قرآن کے سانچے میں ڈھالیں

میں اپنے احباب کو بار بار اس بات کی طرف توجہ دلاتا رہا ہوں۔ کہ وہ اپنی زندگیوں کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں وہی رنگ پیدا ہو۔ جو قرآن نے ہماری کامیابی فلاح اور بہبودی کے لئے پیش کیا ہے ایک موقعہ پر کوئی شخص حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی۔ کہ وہ ان کو حضرت رسول مقبول صلعم کے اخلاق کے متعلق کچھ فرمائیں تو حضرت عائشہ صدیقہ نے جواب میں کہا "کان خلقہ القرآن" یعنی قرآن کریم نے جو بلند سے بلند مقامات اخلاق کے بیان فرمائے ہیں حضرت رسول مقبول ان سب پر قائم تھے۔ آپ لوگ بھی کوشش کریں۔ کہ

(باقی بر صفحہ کالم ۳ پر ملاحظہ ہو)

نبی، رسول اور محدث میں کیا فرق ہے

جناب میاں بشیر احمد صاحب کے جواب پر ایک نظر

مولانا عمر الدین صاحب

۱۱ر جون کے ہفتہ واری اخبار "الرحمت" میں کسی سائل کے اس سوال پر کہ "نبی۔ رسول اور محدث میں کیا فرق ہے" جناب میاں بشیر احمد صاحب ایم اے نے جو جواب دیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب میاں صاحب باوجود ایک اچھی صاحب قلم ہونے کے ایک باطل کی حمایت میں دانستہ یا نادانستہ حق کی مخالفت کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شروع سے لیکر آخر تک محدثین کے لئے کثرت مکالمہ و مخاطبہ کے قائل ہیں اور مکالمہ مخاطبہ پانے والے افراد امت محمدیہ کو تین قسم پر تقسیم کیا ہے۔ تیسری قسم کے لوگوں کو جو مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے اسکو بلحاظ کیفیت کے اعلےٰ اصفیٰ اور اجلےٰ بتایا ہے اور ایسا اعلےٰ اصفیٰ اور اجلیٰ کہ اس سے بڑھکر صفائی ممکن ہی نہیں اور بلحاظ مقدار یا کمیت کے اسکو اس قدر کثیر بتایا ہے کہ گویا وہ ایک سمندر ہے۔ جس میں بیشمار معارف الٰہیہ کے موتی الہامی الفاظ کے سیپیوں میں ملتے ہیں۔ اس مخاطبہ و مکالمہ کے پانے والے میں اور انبیاء و رسل میں بلحاظ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پانے کے کوئی فرق نہیں الّا یہ کہ محدثین امت محمدیہ کا مکالمہ مخاطبہ اتباع محمدی صلعم کا نتیجہ ہوتا ہے اس لئے اسے وحی نبوت نہیں کہتے وحی ولایت کہتے ہیں۔ اور اس قسم کے مکالمہ مخاطبہ کو ظلی نبوت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :۔

"ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔ تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

اسی مکالمہ و مخاطبہ پانے والوں کے متعلق لکھتے ہیں :۔

(ا) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی اور مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے" (لیکچر چشمہ معرفت صفحہ ۶)

اب ان اولیاء اللہ کو جو ملتا ہے وہ کیا ہے ذرا غور سے سنیئے :۔

(ب) "یاد رہے کہ جیسا کہ تیسری قسم کے لوگوں کی خوابیں نہایت صاف ہوتی ہیں اور پیشگوئیاں ان کی تمام دنیا سے بڑھ کر صحیح نکلتی ہیں اور نیز وہ عظیم الشان امور کے متعلق ہوتی ہیں اور اس قدر ان کی کثرت ہوتی ہے کہ گویا ایک سمندر ہے ایسے ہی ان کے معارف اور حقائق بھی کیفیت اور کمیت میں تمام بنی نوع انسان سے بڑھکر ہوتے ہیں۔

(حقیقت الوحی صفحہ ۵)

(ج) اور وہ امور اس (خدا سے کامل تعلق رکھنے والے) پر ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں پر ظاہر نہیں ہوتے اور وہ غیب کے دروازے اس کی پیشگوئیوں پر کھولے جاتے ہیں جو دوسروں پر نہیں کھولے جاتے۔ خدا کا کلام اس پر اسی طرح نازل ہوگا جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں اور رسولوں پر نازل ہوتا ہے اور وہ ظن سے پاک اور یقینی ہوتا ہے یہ شرف تو اس کی زبان کو دیا جاتا ہے کہ کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت ایسا بے مثل کلام اس کی زبان پر جاری کیا جاتا ہے کہ دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی"

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۵)

مگر جناب میاں صاحب صرف حضرت مسیح موعود کی شان کو ممتاز کرنے کے لئے محدثین کے متعلق بڑے ہلکے الفاظ میں فرماتے ہیں :۔

"تیسری اصطلاح محدث کی ہے یہ لفظ حدیث سے نکلا ہے اور اصطلاحی طور پر محدث اس شخص کو کہتے ہیں جو خدا کے کلام سے مشرف ہو لیکن یہ کلام اپنی کیفیت و کمیت میں اس درجہ کا نہ ہو کہ اس کے پانے والا اس کی وجہ سے نبی کہلا سکے دوسری طرف یہ بھی ضروری ہے کہ یہ کلام کبھی کبھار الہام پانے والوں کی نسبت زیادہ کثرت کا رنگ رکھتا ہو۔"

یہ صرف غلو فی الدین کا نتیجہ ہے جو میاں صاحب اس طرح محدث کے مقام کو گرا کر بیان کر رہے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اس سے تو پھر خود مسیح موعود جو نبی نہیں بلکہ ولی ہے جسے مجازاً نبی کہا گیا ہے اور وہ بوجہ خاتم الولایت ہونے کے امت محمدیہ کے تمام محدثوں سے اعلیٰ محدث ہیں۔ ان کی شان گر جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی تمام امت محمدیہ کے محدثوں کا مرتبہ بھی گر جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود پر تمام عمر مخالفین یہی الزام لگاتے رہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے آپ شروع سے آخر تک یہی کہتے رہے کہ :۔

"نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱)

اسی محدثیت کو ازالہ اوہام میں ہی مجازی نبوت قرار دیا ہے :۔

"محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے اسکو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جائے تو کیا اس سے نبوت کا دعوےٰ لازم آگیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۰-۴۲۲)

پھر حقیقت الوحی میں اپنی وفات کے قریب بھی اسی مجازی نبوت کا دعوےٰ ہے اور اسے بھی مجدد الف ثانی رح کی بیان کردہ تعریف محدثیت کے مطابق یوں پیش کیا ہے :۔

"اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے"

(حقیقت الوحی صفحہ ۳۹۰)

"وہ نبی کہلاتا ہے" سے مراد ہے وہ مجازاً نبی کہلاتا ہے کیونکہ مجدد صاحب کی جس عبارت کا حوالہ ہے وہ بار ہا مسیح موعود اصلی الفاظ میں نقل کر چکے ہیں اس میں نبی کی بجائے لفظ محدث ہے جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے جیسا کہ وہ پہلے سے کرتے آئے ہیں لفظ نبی کو بمعنی محدث استعمال کیا ہے۔ اور محدث مجازاً نبی ہے۔ قادیانی جماعت آج تک سر پٹک کر رہ گئی کہ انہیں کوئی ایسا حوالہ مکتوبات مجدد الف ثانی رح سے مل جائے کہ کہیں اس میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ پانے والے کو بجائے محدث کے نبی لکھا ہو۔ میں نے اس بیان کے چھوٹے بڑوں سے گفتگو کی اور انعام مقرر کر کے مطالبہ کیا مگر وہ ہمیشہ اس مطالبہ کو پورا کرنے سے عاجز رہے ہیں اور قیامت آجائے گی مگر ہمارے مطالبہ کو پورا نہ کر سکیں گے۔ ہاں یہ امید ہے کہ وہ انشاءاللہ جلد ہی اس غالیانہ خیال سے ہی توبہ کر کے احمدی جماعت لاہور کے بالکل ہم خیال ہو جائیں گے۔

جناب میاں محمود احمد صاحب نے تو اعلان کر ہی دیا ہے کہ مسیح موعود کے خاندان کو خاندان نبوت نہ لکھا جائے کیونکہ خاندان نبوت تو دراصل محمد صلعم کا خاندان ہے اور محمد صلعم کی نبوت ہی اصلی نبوت ہے مسیح موعود کی نبوت تو بہرحال ظلی نبوت ہے۔ جناب میاں محمود احمد صاحب کے اس اعلان کے بعد میاں بشیر احمد صاحب نے بھی ۱۹ر مئی کے "الرحمت" میں جناب خلیفہ صاحب کی تائید کی اور لکھا کہ میرا بھی ارادہ تھا کہ میں اس بات کا جو جناب خلیفہ صاحب نے لکھی ہے اظہار کروں (مگر وہ ایسا کہاں کر سکتے تھے جب تک خلیفہ صاحب نہ لکھتے کیونکہ مقلدوں کا ایسا ہی حال ہوتا ہے)

جہاں خاندان نبوت گیا وہیں مسیح موعودؑ کی نبوت گئی۔ رہی ظلی نبوت سو وہ تا قیامت باقی ہے۔ جس کے لئے آنحضرت صلعم کا امتی ہونا شرط ہے۔ لیکن نبی کبھی امتی نہیں ہوتا۔

محدثیت کا مکالمہ مخاطبہ

میاں صاحب نے تو حضرت مسیح موعود کے مقام کو محدثوں سے بالا مقام نبوت ماننے کی وجہ سے لکھ دیا کہ محدثیت کا مکالمہ مخاطبہ کی کثرت بمقابلہ کبھی کبھار الہام پانے والوں کے ہے۔ اس کا پانے والا اس کی وجہ سے نبی نہیں کہلا سکتا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ محدثیت کا مکالمہ و مخاطبہ خواہ کتنی ہی کثرت سے ہو آخر محدثیت ہے وہ نبوت کس طرح بن جائے گا سونا تو سونا ہی ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کے بالمقابل چاندی خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو ہزار گنا زیادہ چاندی ہو جس سے بہت سا سونا خریدا جا سکتا ہے تو بھی وہ چاندی ہی ہے۔

مکالمہ نبوت اور مکالمہ محدثیت میں اصل فرق یہ ہے کہ وحی نبوت براہ راست بلا استفادہ کسی غیر کے خدا تعالےٰ سے براہ راست ہوتی ہے اور اس کا پانے والا کسی کا امتی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ آفتاب کی طرح بذات خود روشن ہوتا ہے جس کے اثر سے دوسرے ماہتاب کی طرح حسب استطاعت روشن ہو جاتے ہیں۔ مگر آفتاب کی روشنی ماہتاب کی روشنی کا باعث ہے اور وہ اصل ہے اور چاند کی روشنی عکس یا ظل ہے اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جعل الشمس ضیاء والقمر نورا۔

نور قمر کیا ہے اور وہ کب حاصل ہوتا ہے اس کے لئے فرمایا :۔

والشمس وضحاھا۔ والقمر اذا تلاھا۔

یعنی ضیاء آفتاب سے قمر اس وقت روشن ہوتا ہے جب اس کی پیروی کرتا ہے۔ دیکھو روشنی یا ضیا تو ایک ہی ہے مگر جب وہ براہ راست آفتاب سے ہے تو اس کا نام خدا نے ضیا رکھا لیکن جب وہی روشنی آفتاب سے منعکس ہو کر شیشۂ قمری سے چمکی تو اس کا نام نور رکھ دیا۔ ٹھیک اسی طرح انبیاء اور اولیاء کا باہمی تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اس پر نہایت لطیف پیرایہ میں ست بچن میں بحث کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ نبی آفتاب کی طرح فیض روحانی بخشنے والا مستقل وجود ہوتا ہے اور ولی چاند کی طرح آفتاب رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے ہم نے یہ امر قادیانی علماء کے سامنے بارہا پیش کیا اور پوچھا کہ کیوں حضرات ذرا یہ تو فرمائیے یہ قانون جو مسیح موعود نے انبیاء اور اولیاء کی وحی کے لئے بطور تمیز بیان فرمایا ہے صحیح ہے یا غلط ہے۔ اگر غلط ہے تو تو بحث کی ضرورت نہیں لیکن اگر صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ تمام اولیاء حتیٰ کہ خاتم الاولیاء جو آفتاب رسالت محمدی سے مستفیض ہونے کی وجہ سے وحی پاتے ہیں جسے ظلی نبوت بھی کہتے ہیں وہ نبی کس طرح ہو سکتے ہیں اور اس اعتبار سے تو تعریف نبوت یا وحی نبوت یہ ہوئی کہ نبی کی وحی براہ راست بغیر استفادہ کسی دوسرے نبی کے ہوتی ہے اور وہ امتی نہیں ہوتا کیا یہ تعریف وحی نبوت کبھی اور کسی طرح بدل سکتی ہے؟

مولوی ابوالعطاء اللہ دتہ صاحب جو پرلے درجے کے غالی طبع ہیں از سے ہم نے تبدیلی تعریف نبوت کی اختتامی تحریری بحث میں سب سے پہلے یہی سوال کیا وہ تین پرچے بحث کے لکھ چکے ہیں۔ مگر حرام جو وہ اس سوال کی طرف رخ بھی کریں۔ ان کا تیسرا پرچہ رطب و یابس سے لبریز کوئی ڈھائی سو صفحات کا ہے جو پنسل سے کھلے کھلے لکھے ہوئے صفحات ہیں۔ مگر میں نے اس مضمون کو جب شوق سے پڑھا تو اس میں اس سوال کا جواب کہیں نہ پاکر ان کو پھر خط لکھا کہ اس سوال کا جواب بطور تتمہ لکھ بھیجئے۔ مگر سویا ہوا تو جاگ سکتا ہے مچلے جاٹ کو کون جگا سکے۔ تمام قادیانی اپنے علماء اور اپنے خلیفہ سے اس سوال کا جواب پوچھ کر دیکھ لیں کوئی جواب ہوگا اور اگر وحی نبوت اور وحی ولایت کے درمیان اس فرق میں تبدیلی دکھا دیں تو ہم وحی نبوت کی تعریف میں تبدیلی تسلیم کر لیں گے اور

مولوی ابوالعطاء صاحب کو حق ہوگا کہ وہ میرا سو روپیہ انعام کا صرف اس حصہ بحث کے فیصلہ پر ہی رکھ لیں۔ اور مجھے مزید بحث لکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

حرف بس است اگر در خانہ کس است

مسیح موعود کا فیصلہ

آئیے اب ہم فرزند مسیح موعود کے غلط استدلال پر مسیح موعود کا فیصلہ سنائیں سنئے وہ فرماتے ہیں:۔

"نبوت جو جاری ہے وہ جزئی نبوت ہے جسے محدثیت کہتے ہیں اور وہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے ملتی ہے۔"

توضیح مرام صفحہ ۱۰

اگر توضیح مرام کے باوجود کسی قادیانی کو شک باقی ہے تو پھر اس کے ازالہ اوہام کے لئے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"آنے والے مسیح کو جو نبی اللہ کہا گیا ہے اس سے مراد وحی اللہ پانے والا ہے نبوت تامہ مراد نہیں وہ بند ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے۔ جو مشکوٰۃ نبوۃ محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔"

(ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ایک غلطی کے ازالہ میں محدث کہلانے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ یہ قادیانی جماعت کی کوتاہ نظری ہے۔ محدث کہلانے سے انکار کرنے کے تو یہ معنے ہیں کہ حضرت اقدس یا تو معاذ اللہ محدث نہیں تھے اس لئے غلطی کے ازالہ میں اپنی حقیقت مکالمہ مخاطبہ کو بیان کر کے کہہ دیا کہ مجھ سے اس حقیقت کو محدثیت قرار دینے میں غلطی ہوئی۔ یہ حقیقت تو نبوت کی ہے۔ چونکہ قادیانی جماعت کا خشاء یہی ہے اس لئے ہم اسی پہلو کو مدنظر رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ قیاس غلط ہے کیونکہ جیسا کہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے محدثیت کا دعوے خدا کے حکم سے ہے۔ اول اس لئے اس میں غلطی کے کوئی معنی ہی نہیں۔ دوم یہ کہ غلطی کے ازالہ میں لغوی طور پر اظہر علی الغیب پانے والے کو نبی کہا ہے نہ اصطلاحی طور پر اور کثرت امور غیبیہ کی بناء پر جو نبی کا نام ہے وہ لازماً مجازی نام ہے۔ ورنہ نبی کے لئے کثرت قلت مکالمہ مخاطبہ کی کہیں شرط نہیں ایک ہی وحی سے موسیٰ اور مثیل موسیٰ نبی بن جاتے ہیں۔ اگر کثرت شرط ہوتی تو موسیٰ کو کثرت کا انتظار کرنا چاہئے تھا۔ اسی وقت تک کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ جس میں امور غیبیہ ہوں نہ وہ پا لیتے۔ مگر حقیقی نبوت میں کثرت و قلت کا جھگڑا ہی غلط ہو سکتا

خدا اور انسان میں محبت کے تعلقات

"اسلام نہایت پیارا لفظ ہے اور صدق اور اخلاص اور محبت کے معنے کوٹ کوٹ کر اس میں بھرے ہوئے ہیں"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

سوال۔ قرآن میں انسان اور خدا کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں اور خدا کی انسان کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں کونسی آیتیں ہیں جن میں خاص محبت یا حُبّ کا فعل استعمال کیا گیا ہے۔

الجواب۔ واضح ہو کہ قرآن کریم کی تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ خدا جیسا کہ واحد لاشریک ہے ایسا ہی اپنی محبت کے رو سے بھی اسکو واحد لاشریک ٹھہراؤ۔ جیسا کہ کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ جو ہر وقت مسلمانوں کے ورد زبان رہتا ہے اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ الٰہ۔ ولاہ سے مشتق ہے اور اس کے معنے ہیں ایسا محبوب و معشوق جس کی پرستش کی جائے۔ یہ کلمہ نہ توریت نے سکھلایا اور نہ انجیل نے۔ صرف قرآن نے سکھلایا اور یہ کلمہ اسلام سے ایسا تعلق رکھتا ہے کہ گویا اسلام کا مغز ہے۔ یہی کلمہ پانچ وقت مساجد کے مناروں میں بلند آواز سے کہا جاتا ہے جس سے عیسائی اور ہندو سب چڑتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو محبت کے ساتھ یاد کرنا ان کے نزدیک گناہ ہے۔ یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ صبح ہوتے ہی اسلامی مؤذن بلند آواز سے کہتا ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہمارا پیارا اور محبوب اور معبود بجز اللّٰہ کے نہیں۔ پھر دوپہر کے بعد یہی آواز اسلامی مساجد سے آتی ہے پھر عصر کو بھی یہی آواز پھر مغرب کو بھی یہی آواز اور پھر عشاء کو بھی یہی آواز گونجتی ہوئی آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے۔ کیا دنیا میں کسی اور مذہب میں بھی یہ نظارہ دکھائی دیتا ہے؟!!

پھر بعد اس کے لفظ اسلام کا مفہوم بھی محبت پر ہی دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے آگے اپنا سر رکھ دینا اور صدق دل سے قربان ہونے کے لئے تیار ہو جانا جو اسلام کا مفہوم ہے۔ یہ وہ عملی حالت ہے جو محبت کے سرچشمہ سے نکلتی ہے۔ اسلام کے لفظ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے صرف قولی طور پر محبت کو محدود نہیں رکھا بلکہ عملی طور پر بھی محبت اور جانفشانی کا طریق سکھلایا ہے۔ دنیا میں اور کوئی سا دین ہے جس کے بانی نے اس کا نام اسلام رکھا۔ اسلام نہایت پیارا لفظ ہے اور صدق اور اخلاص اور محبت کے معنے کوٹ کوٹ کر اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ پس مبارک وہ مذہب جس کا نام اسلام ہے۔ ایسا ہی خدا کی محبت کے بارے میں اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ یعنی ایماندار وہ ہیں جو سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ یعنی خدا کو ایسا یاد کرو جیسا کہ تم اپنے باپوں کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔ اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے قل ان نسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین یعنی ان کو جو تیری پیروی کرنا چاہتے ہیں یہ کہہ دے کہ میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا زندہ رہنا سب اللّٰہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ یعنی جو میری پیروی کرنا چاہتا ہے وہ بھی اس قربانی کو ادا کرے۔ اور پھر ایک جگہ فرمایا کہ اگر تم اپنی جانوں اور اپنے دوستوں اور اپنے باغوں اور اپنی تجارتوں کو خدا اور اس کے رسول سے زیادہ پیاری چیزیں جانتے ہو تو الگ ہو جاؤ جب تک خدا تعالیٰ فیصلہ کرے۔ اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا۔ انما نطعمکم لوجہ اللّٰہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا۔ یعنی مومن وہ ہیں جو خدا کی محبت سے مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ ہم محض خدا کی محبت اور اس کے منہ کے لئے تمہیں دیتے ہیں۔ ہم تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ شکر گذاری چاہتے ہیں۔ غرض قرآن شریف ایسی آیتوں سے بھرا پڑا

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم ۲-۳)

سرکاری عہدہ داروں اور فوجیوں کا تبادلہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں برابر ہوتا رہتا تھا۔ اس سلئے ایک صوبہ کا آدمی دوسرے صوبہ میں پہنچ کر اجنبی محسوس نہیں کرتا تھا تاجر اور مسافر آسانی سے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں آیا جایا کرتے تھے اور اس آمد و رفت سے ان کو اس وسیع ملک کی سیاسی وحدت کا احساس ہوتا تھا۔

فنونِ لطیفہ

(۱) انہوں نے تعمیرات میں ایک نیا طرز ایجاد کیا۔ محلوں اور مقبروں کی تعمیر ان کی خاص چیز ہے۔

(۲) ان کی وجہ سے مصوری میں ایک خاص اسکول قائم ہوا۔

(۳) ہندوستان میں فن باغبانی کا ذوق پیدا ہوا۔

شروع میں مسلمانوں کی مصوری کے جو نمونے خراسان اور بخارا سے ہندوستان پہنچے، ان میں خصوصاً چہروں، چٹانوں، اژدہوں، آگ اور پانی کی چادر کی مصوری میں چینی اثرات کا غلبہ نظر آتا تھا۔ لیکن ہندوستان کے اصلی قومی بادشاہ اکبر کے دربار میں مسلم آرٹ میں چینی اور غیر ہندوستانی اثرات کے ساتھ ہندو آرٹ کی بھی آمیزش ہونے لگی جس کی روایت میں اجنتا، باغ، بھارہوت اور ایلورا کی مصوری کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی، اکبر کے زمانہ میں مسلم آرٹ میں پہلی دفعہ تغیر پیدا ہوا، اور چینی آرٹ میں جو سختی پائی جاتی تھی اس میں نرمی پیدا کی گئی اور اس آرٹ کی رسمی باتوں سے پرہیز کیا جانے لگا، چٹان، پانی اور آگ کی مصوری میں ایک نیا طرز اختیار کیا گیا جس میں چینی اسکول کے اثرات تو باقی تھے لیکن وہ فطرت سے قریب تر ہوتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ چینی اثرات زائل ہونے لگے اور مصوری کی خصوصیات اور مناظر بین طور پر ہندوستانی ہو گئے اور یہ ترقی اکبر کے بعد بھی جاری رہی، یہاں تک کہ شاہجہان کے عہد میں چینی اثرات پر ہندوستانی اسٹائل غالب آ گیا۔ پھر اس آرٹ نے نزاکت، رنگ آمیزی، باریکی، مرصع کاری اور صورت نگاری میں بڑا کمال پیدا کیا۔ اس انڈو مسلم آرٹ کو فروغ مغلوں کے درباری میں ہوا، اور اس زمانہ میں ہندوستان کے مصوروں نے اپنے کمالات کے جوہر دکھائے۔ یہ اسٹائل ہندوستانی آرٹ یا مغل مصوری کے نام سے اب تک باقی ہے۔

زبانوں کی ترقی

سنہ ۱۲۰۰ء کے بعد سے سنسکرت ایک زندہ زبان کی حیثیت سے باقی نہیں رہ گئی تھی اور گو اس زبان میں کتابیں لکھی جاتی رہیں اور اب بھی لکھی جاتی ہیں لیکن یہ تمام کتابیں بناوٹی ہیں یعنی یا تو وہ شرحیں ہیں یا شرحوں کی شرحیں ہیں یا رسمی باتوں پر کچھ رسالے ہیں۔ ان میں کوئی ایسی اوریجنل تصنیف نہیں ہے، جس کو واقعی لٹریچر کہا جا سکتا ہے اس کی کوئی کتاب نہ دل کو متاثر کرتی ہے نہ معلومات میں اضافہ کرتی ہے۔ اس سلئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ء سے سنہ ۱۵۵۰ء تک کا زمانہ جس کو عام طور سے پٹھانوں کا عہد کہا جاتا ہے، شمالی ہندوستان کا ایک تاریک دور تھا۔ اس ساڑھے تین سو برس کی مدت میں ہندوؤں کا دماغ بالکل کورا اور بنجر رہا۔ لیکن جب اکبر نے اپنے دشمنوں پر غلبہ پا کر شمالی ہند میں ایک وسیع سلطنت قائم کی تو امن و امان اور اچھے نظام سلطنت کے خوشگوار نتائج پیدا ہونے لگے۔ امن کی وجہ سے دولت بڑھی اور دولت کے ساتھ ذہنی تعیشات کی جلوہ آرائی شروع ہوئی تمام صوبوں کی زبانوں میں یکایک ترقی ہونے لگی۔ بنگال میں چیتنیا کے مقلدوں نے بنگالی زبان میں ایک نئی روح پھونک دی اس زبان میں گیتوں کے علاوہ بعض اہم کتابیں خصوصاً سوانح عمریاں لکھی گئیں۔

ہندی زبان میں تلسی داس نے اپنی شہرہ آفاق کتاب رام چرت مناس سنہ ۱۵۷۴ء میں لکھنی شروع کی۔ اس سے پہلے محمد جائسی نے پدماوت سنہ ۱۵۴۰ء میں ختم کی تھی۔ اس نے سنہ ۱۵۰۲ء میں ماری گاوت بھی لکھی۔ اس زمانہ میں ہندی نظمیں بکثرت لکھی گئیں۔ انہیں میں سے اکھراوت، سپناوت، کنداوت، مادھو ملاتی، عثمان چتراوتی ہیں، کبیر داس اور نانک نے بہت سی مذہبی نظمیں لکھی ہیں لیکن ان کی حیثیت مستقل لٹریچر کی نہیں وہ محض پند و نصائح ہیں جو زبانی یاد کر لئے جاتے ہیں۔

اردو سولہویں صدی میں پیدا ہوئی شروع میں یہ بازاری زبان تھی اور مصنفوں اور اعلیٰ سوسائٹی کی نظروں میں حقیر سمجھی جاتی تھی لیکن شمالی ہند میں اٹھارویں صدی کے آخر میں یہ زبان علمی بن گئی دکن میں ایک صدی پہلے ہی اردو جس کو ریختہ بھی کہتے تھے شاعری کے اچھے اچھے نمونے پیش کئے گئے تھے ولی اورنگ آبادی اردو کے سب سے پہلے ممتاز شاعر سمجھے جاتے ہیں۔

اکبر اور اس کے باجگذار حکمرانوں نے علوم و فنون کی بڑی سرپرستی کی تھی جس کی وجہ سے سولہویں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے نصف تک ہندوستان کے ذہن و دماغ کا حیرت انگیز نشو و نما ہوا۔ اسی زمانہ میں بنگال کی تاریخ سنسکرت میں شیخ سبھودیا لکھی گئی جس میں ایک عجیب و غریب مخلوط زبان استعمال کی گئی ہے۔ اسی عہد میں شاہجہان کے درباری چندر بھان برہمن کی فارسی تحریروں کی شہرت ہوئی۔ اسی دور میں ہندی کی تصنیف ششر ابندھو ونود مشہور ہوئی۔

مذہب کے اثرات

مشہور مؤرخ کننگھم رقمطراز ہے:۔

"مسلمان ہندوستان میں ایک نئی قوم کی حیثیت سے آئے وہ اپنی شجاعت میں چھتریوں کے برابر یا ان سے بڑھکر تھے۔ وہ برہمنوں کے تقدس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، انہوں نے توحید کو ببانگ دہل پیش کیا اور یہ بتایا کہ خدا بتوں سے نفرت کرتا ہے ان تمام باتوں نے ہندوستان کے لوگوں کے ذہن کو متاثر کیا......

ہندو مذہب اور اسلام کے اختلاط کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ چودھویں صدی کے آخر میں بنارس کے رامانند نے ایک مذہبی فرقہ کی بنیاد ڈالی جس کا ہر فرد خدا کی نظروں میں یکساں سمجھا جاتا تھا اور اس میں کسی امتیاز کے بغیر ہر قوم کے لوگ رامانند کے چیلے بن کر شریک ہو سکتے تھے۔"

ہنٹر اور دوسرے یورپین مصنفوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ازمنہ وسطیٰ کے ہندوؤں میں توحید کا تخیل اور ذات پات کے خلاف جذبات اسلام کے اثر سے پیدا ہوئے ہندوؤں میں شروع سے بڑے بڑے مفکر اور مذہبی مصلح پیدا ہوئے انہوں نے یہی تعلیم دی کہ بے شمار دیوتاؤں کے پیچھے ایک ہی خدا ہے اور ہر پجاری خدا کے نزدیک برابر ہے۔ ان مصلحین نے یہ بھی تعلیم دی کہ مذہبی رسم و رواج تو بہت ہیں لیکن ان تمام چیزوں سے بالاتر صرف ایک سیدھا سادہ عقیدہ ہے انھوں نے مذہب کی باتوں کو آسان بنا کر ادنیٰ طبقہ تک پہنچانے کی بھی کوشش کی لیکن اس میں شک نہیں کہ ان تمام اصلاحی تحریکوں میں مسلمانوں کے آنے کی وجہ سے بڑی ترقی ہونے لگی، ہندوؤں کے دماغ پر جو تعصب چھایا ہوا تھا، وہ مسلمانوں کی سوسائٹی کے اثر سے دور ہونے لگا۔

مسلمان صوفیوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے اعلیٰ دماغوں کیلئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم تیار کیا اور صوفیوں کے فلسفہ کے اثرات سے حکمران طبقہ محکوموں سے قریب تر ہوا

(بقیہ خطبہ جمعہ از صفحہ ۶)

اپنے رسول کے تتبع میں اسی رنگ کو حاصل کریں۔ خدا تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے۔ کہ انسان جو کوشش کرتا ہے اس کے حاصل کرنے کا رستہ بتلا دیتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا غریب سے غریب آدمی جو چیتھڑوں میں اپنی زندگی بسر کرتا ہو۔ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالےٰ اس کو بھی دکھلا دیگا اور مال اور زر جائدادوں کا مالک بھی کوشش کرے گا تو خدا اس کو بھی کامیابی کا رستہ دکھا دے گا۔ امیر اور غریب کا فرق ظاہر بینوں کی نظر میں ہے خدا کے ہاں جو حقیقت کو دیکھتا ہے یہ دونوں برابر ہیں۔ آپ کے سامنے دین کا کام ہے لوگوں کے دلوں میں خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے کا کام ہے جو بظاہر قرآن اور رسول کو ماننے والے ہیں ان کے دلوں میں بھی اس ایمان کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور جو نہیں مانتے ان کے دلوں میں بھی ایمان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ دین اسلام دنیا میں اس سلئے ترقی نہیں کرے گا کہ اس کے سامنے اسلام کی ایک خوبصورت تصویر آ جائے۔ بلکہ یہ ترقی اور انقلاب ہم دنیا میں اس وقت دیکھ سکتے ہیں۔ جب دنیا کو اسلام کی اس اچھی تصویر کا نقشہ مسلمانوں کی زندگیوں میں بھی نظر آنے لگے۔ جب تک مسلمانوں میں قرآن کی تعلیم کا نقشہ نظر نہ آ جائے۔ اس وقت تک اسلام پھیل نہیں سکتا۔ اگر آپ نے خدا تعالےٰ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانا ہے تو پھر اسلام کی تہذیب اور کلچر کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرو۔ ہر انسان اپنی استعداد کے مطابق ہی اثر کو لیتا ہے۔ پھر اس سے بڑھکر سب کی کوشش بھی یکساں نہیں ہوتی۔ اس سلئے آپ سب کو بہ حیثیت جماعت ان خوبیوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور آپ لوگوں کا جو تعلق خدا کے ساتھ ہو۔ وہ لوگوں کو نظر آ جائے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا تعلق نظر آ بھی جاتا ہے جس طرح بدکار اور ریاکار کی ظاہری تصویر کچھ ہی ہو لیکن اس کا اندرونہ بالآخر لوگوں پر ظاہر ہو جاتا ہے ٹھیک اسی طرح نیک لوگوں کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ لوگوں کے قلب گواہی دے دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں نیک اور راستباز انسانوں کا قلوب انسانی پر اثر ہوتا ہے۔ اس سلئے مذہب اسلام کو پھیلانا چاہتے ہو تو دونوں پہلوؤں سے اس پیغام کو پہنچاؤ۔ یعنی اپنے آپ کو پہلے اسلامی سانچے میں ڈھالو اور پھر اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلا دو۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمد بلڈنگس لاہور

خدا اور مخلوق کا محبوب بننے کا ذریعہ

وعن سھل بن سعد قال جاءَ رجلٌ فقال یارسول اللہ دلنی علیٰ عملٍ اذا انا عملتہ احبنی اللہ واحبنی الناس قال ازھد فی الدنیا یحبک اللہ وازھد فیما عند الناس یحبک الناس رواہ الترمذی وابن ماجۃ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق۔

ترجمہ۔ سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا عمل بتایئے جس سے میں محبوب خدا ہو جاؤں اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔ حضور علیہ التحیات والسلام نے فرمایا دنیا اور مال دنیا سے بے رغبت ہو (یعنی اللہ تعالیٰ کو دنیا پر مقدم رکھو) تو تجھ سے اللہ تعالےٰ محبت کرے گا۔ اور اہل دنیا کے جاہ وحشم کو دیکھ کر لالچ میں نہ آؤ (یعنی لوگوں سے مالی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ان کی بیجا خوشامد نہ کرو اور جتنا تمہیں میسر ہے اس پر قناعت کرو) تو (تو مرجع خلائق بن جائے گا اور) لوگ تجھ سے محبت کا معاملہ کریں گے۔

مال وجاہ کی حرص

وعن کعب بن مالک عن ابیہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماذئبان جائعان ارسلا فی غنمٍ بافسد لھا من حرص المرءِ علی المال والشرف لدینہٖ رواہ الترمذی والدارمی۔ مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ۔ کعب بن مالک رضؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں اگر چھوڑ دیے جائیں تو اتنا نقصان نہیں کرسکتے جتنا کہ مال وجاہ کا حریص انسان دین کو نقصان پہنچاتا ہے (کیونکہ آدمی اپنے دنیوی اغراض ومقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے ہر طرح کا مکر وحیلہ اختیار کرتا ہے اور احکام الٰہی کو پس پشت پھینک دیتا ہے اور مورد غضب الٰہی بن جاتا ہے)

کمزور طبقہ اور محبت رسول

عن ابی الدرداءِ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ابغونی فی ضعفاءکم فانما ترزقون او تنصرون بضعفاءکم رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ۔ ابی درداء رضؓ سے روایت ہے جو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے ضعفا میں تلاش کرو (یعنی قوم کا وہ طبقہ جو بظاہر پست نظر آتا ہے مگر حقیقتاً قوم کا پشتیبان ہے یعنی کسان اور مزدور ہر قسم کا مزدور۔ اہل قلم بھی مزدور ہیں اہل سیف یعنی سپاہی بھی تعمیر وحفاظت سلطنت میں مزدور ہیں) ضعفاء (کا پہلا حصہ یعنی کسان) تمہارے لئے محنت کرکے روزی پیدا کرتے ہیں اور (دوسرا حصہ یعنی مزدور) تمہاری ہر ضرورت کے وقت (حسب قابلیت) مدد کرتا ہے (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی کس قدر عزت افزائی کی ہے۔ اللھم صلی علی محمد وآل محمد)

نیکیاں کرکے خدا سے ڈرنے والے

وعن عائشۃ قالت سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ھذہ الایۃ والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃٌ اھم الذین یشربون الخمر ویسرقون قال لا یا ابنۃ الصدیق ولکنھم الذین یصومون ویصلون ویتصدقون وھم یخافون ان لا یقبل منھم اولئک الذین یسارعون فی الخیرات رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف۔

ترجمہ۔ عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا "اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ کہ وہ دیتے ہیں حالانکہ ان کے دل خوف (الٰہی سے) بھرے ہوئے ہوتے ہیں" کیا یہ لوگ شرابی اور چور ہیں؟ (جو اللہ تعالےٰ سے اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ڈرتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا اے دختر صدیق رضؓ (یہ بات) نہیں بلکہ وہ تو ایسے لوگ ہیں جو روزہ ونماز کے دل سے پابند ہیں زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات دیتے ہیں (باایں وہ) ڈرتے رہتے ہیں کہ ممکن ہے بوجہ کسی کمزوری کے ہماری یہ تمام باتیں مقبول بارگاہ الٰہی ہوئی ہیں یا نہیں (مبادا وہی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا) یہی وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں (اور سبقت لے جاتے ہیں)

(۱) خوئے عشاق عجز ہست ونیاز ؛ نشنیدیم عشق وکبر وناز
(۲) عاشقان جلال روئے خدا ؛ طالبان زلال جوئے خدا
(۳) پُر ز عشق وتہی ز ہر آزے ؛ کشت ور ایشاں نخاست آوازے
(۴) غافلانے کہ بر خرد نازند ؛ بے خبر از حقیقت ورازند

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) عجز ونیاز عاشقان الٰہی کی فطرت ثانی ہے۔ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ کبر ونخوت اور عشق ومحبت کا بھی کوئی جوڑ ہے۔

(۲) اللہ تعالےٰ کی پُر جلال مقدس ہستی کے عاشق۔ اور اس کی جوئے رحمت کے آب زلال کے طالب (ایسے واقعہ ہوئے ہیں کہ)

(۳) ان کے سینے ہمیشہ عشق الٰہی سے معمور رہتے ہیں اور حرص وآز سے بکلی آزاد (راہ مولا میں ان کے پرخچے اُڑ جاتے ہیں لیکن اُف تک نہیں کرتے۔

(۴) عقلائے زمانہ (ابنائے دنیا) جنہیں اپنی عقل وخرد پر ناز ہے۔ وہ اس ثابت شدہ حقیقت اور اسرار نہانی سے بے خبر ہیں۔

خدا اور انسان میں محبت کے تعلقات (بقیہ از صفحہ ۵)

ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ اپنے قول اور فعل کے رو سے خدا کی محبت دکھلاؤ اور سب سے زیادہ خدا سے محبت کرو۔ لیکن اس سوال کی یہ دوسری جزو کہ قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ خدا بھی انسانوں سے محبت کرتا ہے؟ پس واضح ہو کہ قرآن شریف میں یہ آیات بکثرت موجود ہیں کہ خدا توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور خدا نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اور خدا صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ہاں قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں کہ جو شخص کفر اور بدکاری اور ظلم سے محبت کرتا ہے خدا اس سے بھی محبت کرتا ہے۔ بلکہ اس جگہ اس نے احسان کا لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین یعنی تمام دنیا پر رحم کرکے ہم نے تجھے بھیجا ہے اور عالمین میں کافر اور بے ایمان اور فاسق اور فاجر بھی داخل ہیں اور ان کے لئے رحم کا دروازہ اس طرح پر کھولا کہ وہ قرآن شریف کی ہدایتوں پر چل کر نجات پا سکتے ہیں۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ قرآن شریف میں خدا کی محبت انسانوں سے اس قسم کی بیان نہیں کی گئی کہ اس نے کوئی اپنا بیٹا بدکاروں کے گناہوں کے بدلہ میں سولی دلوا دیا اور ان کی لعنت اپنے پیارے بیٹے پر ڈال دی خدا کے بیٹے پر لعنت نعوذ باللہ وہ خدا پر لعنت ہے۔ کیونکہ باپ اور بیٹا دو نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ لعنت اور خدائی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ پھر یہ بھی سوچو کہ خدا نے دنیا کے بدکاروں سے کیسی محبت کی کہ نیک کو مارا اور بُرے سے پیار کیا۔ یہ ایسا خلق ہے جس کی کوئی راستباز پیروی نہیں کرسکتا۔

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۴۰ تا ۴۳

رفتارِ عالم

ہند و پاکستان

۱۶ اگست۔ کراچی میونسپل کارپوریشن ہال کے سامنے ایک ہجوم نے مظاہرہ کیا۔ پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور اشک آور گیس چھوڑی جس سے بعض اشخاص مجروح ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ کھوڑی باغ کے علاقہ میں ایک مختصر سی جگہ کو بطور مسجد استعمال کیا جاتا تھا۔ جسے کارپوریشن کے حکام نے ہٹا دیا۔ یہ مظاہرہ اسی کارروائی کے خلاف کیا گیا۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہندوستان نے کیمونسٹ چین کی حکومت سے درخواست کی ہے کہ وہ تبت پر حملہ نہ کرے۔

میر لائق علی کی گمشدگی کے بعد حیدر آباد میں جو سولہ اشخاص گرفتار کئے گئے تھے۔ آج انہیں رہا کر دیا گیا۔ انہیں میر لائق علی کے کامیاب فرار کے سلسلہ میں امداد دینے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ رہا ہونے والوں میں میر لائق علی کی ہمشیرہ محترمہ بھی شامل ہیں۔ یہ رہائی حیدر آباد ہائیکورٹ کے اس رولنگ کے بعد عمل میں آئی ہے کہ نئے ہندوستانی آئین کے ماتحت میر لائق علی کی نظر بندی غیر قانونی تھی۔

معلوم ہوا ہے کہ چھ ارکان پر مشتمل ایک وفد ۲۱ اگست کو عازم جاپان ہو رہا ہے۔ یہ وفد جاپان سے ایک تجارتی معاہدہ کرے گا۔ یاد رہے اس وفد نے حال ہی میں آسٹریلیا سوئٹزرلینڈ ہالینڈ۔ اٹلی مغربی جرمنی اور مصر سے تجارتی معاہدے کئے۔

کل صوبہ سرحد کے وزیر اعظم خان عبد القیوم خان نے ملاکنڈ ہائیڈرو الیکٹرک پاور کی نوشہرہ تک توسیع کی رسم افتتاح انجام دی۔

قابل اعتماد ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر جسٹس عبد الرشید وائس چانسلر شپ کے عہدے سے جلد از جلد مستعفی ہو جانا چاہتے ہیں۔

گورنر صوبہ سرحد نے یوم پاکستان کی خوشی میں صوبہ بھر کے جیلوں سے ۸۴۲ قیدی رہا کر دیے ہیں۔

پاکستان کے محکمہ طبقات الارض کے ڈائریکٹر سے حاصل شدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ سال ۵۰-۱۹۴۹ کے دوران میں پاکستان میں کوئلہ اور تیل کی پیداوار میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

۲۰ اگست۔ بمبئی میں قریباً دو لاکھ مزدوروں کے ہڑتال کرنے کی وجہ سے کپڑے کے ۴۸ کارخانے بند ہو گئے ہیں۔ سرکاری احکامات کی خلاف ورزی کے جرم میں سینکڑوں اشخاص گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

آج صوبہ مسلم لیگ کونسل نے باتفاق رائے میاں عبد الباری کا استعفےٰ منظور کر لیا۔ اور ان کی جگہ صوفی عبد الحمید خان کو متفقہ طور پر صوبہ لیگ کا نیا صدر منتخب کر لیا۔ کونسل کے اجلاس کی صدارت کے فرائض مسٹر محمد ایوب کھوڑو صدر سندھ مسلم لیگ نے سرانجام دیئے۔

چین کی مرکزی عوامی حکومت کے صدر ماؤزی تنگ نے بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کو پیکن آنے کی دعوت دی ہے۔ نامہ نگار نے کہا ہے کہ پنڈت نہرو یا تو آئندہ ماہ پیکن جائیں گے یا جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بھارتی وفد کی قیادت کے فرائض انجام دیں گے۔

کشمیر

۱۷ اگست۔ معلوم ہوا ہے کہ سر اوون ڈکسن نے پاکستان اور ہندوستان کے سامنے نئی تجاویز پیش کی ہیں۔ کہ رائے شماری صرف وادی کشمیر میں ہو اور کشمیر کے جو علاقے پاکستان اور ہندوستان کے قبضہ میں ہیں وہ ان کے قبضہ میں رہیں خواہ اس رائے شماری کا نتیجہ کچھ ہی نکلے۔

معتبر امریکی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان نے حکومت امریکہ کو ایک مراسلہ بھیجا ہے جس میں بھارت پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ کشمیر میں رائے شماری کرانے کے کام میں اتحادی قوموں کی کوششوں میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔

۲۱ اگست۔ بی بی سی کے نامہ نگار نے دلی سے اطلاع دی ہے کہ سر اوون ڈکسن کل لیک سکسس روانہ ہو جائیں گے انہوں نے مسئلہ کشمیر کے سلسلہ میں پنڈت نہرو اور مسٹر لیاقت علی خاں کی ایک مرتبہ اور ملاقات کرانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ اب وہ کل لیک سکسس روانہ ہو جائیں گے۔

---

۲۱ اگست۔ ایک سرکاری اعلان کیا گیا ہے کہ پٹ سن کی مانگ بیرونی ممالک میں بڑھ گئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت پٹ سن کی تجارت کو فروغ دینے کے لئے کاشتکاروں کی امداد کرے گی۔ اور خیال رکھے گی کہ بیرونی منڈیوں میں پٹ سن کی قیمت بڑھنے نہ پائے۔

امریکی جہاز کرٹوچ ہے آج کراچی پہنچ گیا ہے اس پر مشرق وسطی میں امریکی افواج کے کمانڈر ای۔ ایم ایلر کا جھنڈا نصب تھا۔ یہ جہاز پانچ روز کے سرکاری دورہ پر آیا ہے۔

حکومت پنجاب نے بادلی کیمپ کے مہاجرین کو صوبہ سرحد بھیجنے کے لئے منصوبہ بنایا تھا۔ اب وہ اسکو قطعی اور آخری شکل دے رہی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ پاکستان اور ہنگری کے درمیان تجارتی سمجھوتے کی گفت و شنید آج شروع ہو گی۔ یہ وفد آج صبح کراچی پہنچا۔

معلوم ہوا ہے کہ تبت کے مستقبل کے بارے میں عوامی چین اور تبت کے نمایندے بہت جلد نئی دہلی میں ملاقات کریں گے تبتی وفد کے لیڈر نے کہا دونوں ملکوں کی گفت و شنید کے پیش نظر تبت پر عوامی چین کے حملہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ضرورت

ایک کلرک کی ضرورت ہے جو انگریزی میں خط و کتابت اور ٹائپ بخوبی جانتا ہو۔ تنخواہ حسب لیاقت۔

درخواستیں معہ کوائف مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ کی جائیں:۔ شیخ عزیز احمد۔ پنجاب ٹینری ورکس وزیر آباد

بلادِ غیر

۱۶ اگست۔ آج کوریا کی جنگ کی صورت حال یہ ہے کہ دریائے نکٹ تنگ کے مغربی کنارے ویگاؤں کے شمال مغرب میں امریکی ہوا بازوں نے ۴۰ ہزار کمیونسٹ فوجوں پر ۱۰ ہزار ٹن بم برسائے جس کی وجہ سے کمیونسٹ فوجیں منتشر ہو گئیں۔

حفاظتی کونسل میں متعین برطانوی نمایندے نے ایک بیان میں پیشگوئی کی ہے کہ موسیو یعقوب ملک اس مہینے کے آخر میں اپنی صدارت کی مدت کے خاتمے پر حفاظتی کونسل سے واک آؤٹ کر جائیں گے۔

فارموسا میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ کمیونسٹ چین نے بندرگاہ یوچاؤ سے کچھ فاصلے پر واقع نیشنلسٹ چین کے دو چھوٹے چھوٹے جزیروں پر قبضہ کر لیا ہے۔

۱۷ اگست۔ شمالی کوریا کی فوجوں نے آج پندرہ میل کے محاذ پر امریکی اور جنوبی کوریا کی فوجوں پر زبردست یلغار شروع کر دی ہے اس حملہ میں شمالی کوریا کی ۳۰ ہزار سپاہ شامل ہے۔

آج صبح سرکاری ذرائع سے جو اطلاعات گوہاٹی سے آئی ہیں ان میں بتایا گیا ہے۔ منگل کی رات کو جو زلزلہ آیا تھا اور جس کی وجہ سے آسام کے بالائی علاقے میں بہت ویرانی اور بربادی پھیلی ہے اس میں قریباً ایک کروڑ روپے کا نقصان ہوا ہے۔

۲۰ اگست۔ آج یونان کی اعلیٰ فوجی عدالت نے ۳۰ کمیونسٹوں کو موت کا حکم سنا دیا۔ ان میں تین عورتیں بھی شامل ہیں۔ ان کمیونسٹوں پر تخریبی کارروائیوں میں حصہ لینے کا الزام تھا۔

کوریا کے محاذ جنگ سے آج کی اطلاعات سے مظہر ہے کہ متحدہ امریکہ کے بحری جہازوں اور میدانی دستوں نے چنگ یانگ کے پل پر کمیونسٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کمیونسٹوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے اقتصادی اتحاد عمل کے ادارہ نے اعلان کیا ہے کہ اب تک وہ جنوبی کوریا میں ریل کی پٹڑی، خوراک ایندھن، ادویات اور دوسری غیر عسکری ضروریات کے سلسلہ میں ۱½ کروڑ ڈالر خرچ کر چکا ہے۔

۲۱ اگست۔ چین کی عوامی جمہوریہ کے وزیر خارجہ مسٹر چو این لائی نے آج پھر اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ امریکہ نے فارموسا میں بحری بیڑہ بھیجکر چین پر حملہ کیا ہے۔

قوم پرست چین کے محکمہ خبر رسانی کے ہیڈ کوارٹر نے آج یہ اطلاع دی کہ دو لاکھ سے زائد کمیونسٹ چین کی فوجیں گذشتہ ماہ جنوبی چین سے ...

ہفتہ وار پیغام صلح رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ شمارہ نمبر ۳۴

چٹ

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۵ ذیقعد ۱۳۶۹ھ - ۳۰ اگست ۱۹۵۰ء | نمبر ۳۴

کھاسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ

اور دیگر لٹریچر

شیلانگ (آسام) سے ہمارے محترم دوست ڈاکٹر خادم رحمانی صاحب لکھتے ہیں:-

جناب اخی المکرم والمحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"عرض یہ ہے کہ قرآن مجید کے کھاسی ترجمہ کی نظر ثانی ختم ہونے کے بعد آج سے ڈیڑھ سال قبل میں نے Final revision شروع کیا تھا بفضلہ تعالےٰ روزانہ قریباً تیرہ چودہ گھنٹے متواتر محنت کے بعد گذشتہ مہینہ میں اختتام کو پہنچا، اب پہلے سے بہت سی خوبیوں سے بھرپور ہوگیا ہے۔ فالحمدللہ

اس کے علاوہ حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمہ قرآن سے انٹروڈکشن کا ترجمہ بھی کر رکھا ہے تاکہ کسی وقت علیحدہ چھپوایا جائے۔ اسی سال کے اندر مندرجہ ذیل رسالوں کا بھی کھاسی زبان میں ترجمہ کیا ہے:۔

(۱) جناب مسیح کا بیت حصہ دوم۔ مصنفہ خود
(۲) اسلام میں حکومت کا تصور۔ مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
(۳) فاونڈر آف دی احمدیہ موومنٹ۔ مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
(۴) پرافیسیز آف حضرت مرزا غلام احمد - از مرزا معصوم بیگ صاحب
(۵) اسلام کا قانون ازدواج وطلاق۔ مصنفہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
(۶) کیا اللہ تعالےٰ دعاؤں کو سنتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات سے۔

پھر عرض ہے کہ کھاسی زبان میں میری اپنی تحریرات اور انجمن کی تصنیفات کے ترجموں کی تعداد قریباً چالیس تک پہنچ گئی ہے۔ الحمدللہ

تقریباً دو سال سے پرافٹ آف اسلام کا بھی ترجمہ کر رکھا ہے جس میں ضمنی سرخیاں لگانی باقی ہیں"۔

اسی خط میں تقریباً بتیس انگریزی رسائل کی فہرست ڈاکٹر صاحب نے بھیجی ہے تاکہ کھاسی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے انہیں بھیجے جائیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یہ کام جو محض اپنے دلی شوق اور رضائے الٰہی کیلئے وہ سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے پاس سے اسکے لئے سب کچھ خرچ بھی کرتے ہیں ہر طرح لائق تحسین اور قابل مبارکباد ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ انکی اس محنت اور جذبۂ تبلیغ کو قبول فرمائے اور انکی تصنیفات وتراجم کے مطالعہ سے جوق درجوق لوگ اسلام میں داخل ہوں۔

حضرت امیر کی اپیل

صرف دوماہ باقی رہ گئے ہیں

خسارہ بجٹ کے سلسلہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی اپیل تمام احباب کی خدمت میں فرداً فرداً پہنچ چکی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض احباب نے اس میں دل کھول کر حصہ لیا ہے، لیکن ابھی اکثر احباب ایسے ہیں جنہوں نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی جو نہایت قابل افسوس ہے۔ اور بعض دوستوں نے بہت کم رقم ادا کی ہے یا ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ایسے تمام احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ خدا کی راہ میں دیتے ہوئے کوئی تامل یا ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہیئے۔ ایسی قربانیاں کسی نقصان کا موجب نہیں ہوتیں بلکہ انجام کار بہت سے فوائد کا موجب ہوجاتی ہیں حضرت مسیح موعودؑ کی دعا ہے ؎

خدایا صد کرم کن بر کسے کو ناصر دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

ہم نے ستمبر اور اکتوبر دوماہ کے اندر اندر -/۷۵۰۰۰ روپے کی رقم جمع کرنی ہے اس رقم میں دس ہزار مرمت برلین مسجد کا بھی شامل ہے۔ ابھی تک بہت کم رقم وصول ہوئی ہے۔ اس لئے تمام احباب سلسلہ کی خدمتمیں بذریعہ اخبار عرض کیا جاتا ہے۔ **کہ براہ مہربانی اس طرف فوری توجہ فرمائیں۔ معمولی عطیہ سے کام نہیں چل سکتا۔ احباب کو اپنے نفسوں پر ایثار کرکے زیادہ کشادہ دلی سے کام لینا چاہیئے۔** دس یوم کی آمد کا مطالبہ ایک اقل مطالبہ ہے۔ جو جماعت کے ہر ایک فرد سے کیا گیا ہے۔ قوم کا فرض ہے کہ وہ اس مطالبہ کو لبیک کہتے ہوئے خسارہ بجٹ کی رقم کو بلا توقف پورا کردیں۔ اب وقت بہت تھوڑا باقی ہے اس عرصہ کے اندر اندر رقم ادا کرنا ضروری ہے۔ والسلام

مرتضیٰ خان
سیکرٹری تحصیل۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

انتخاب دوست کے متعلق ہدایات

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء علیٰ دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والبیھقی فی شعب الایمان وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب وقال النووی اسنادہ صحیح مشکوٰۃ باب الشفقہ۔

ترجمہ:- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے (یعنی دوست کی صحبت کے اثر سے انسان وہی خو بو اختیار کرلیتا ہے جو اس کے دوست میں ہوتی ہے لہذا) ہر شخص (مومن) کو چاہیئے کہ اس بات کو دیکھے کہ وہ کسے دوست بناتا ہے (ایسا نہ ہو کہ ایک فاسق و فاجر اور بیباک انسان کو دوست بنا لے جو اسے آہستہ آہستہ اپنے بد اثر سے اپنے جیسا بنا لے اور اسے ساتھ لے کر جہنم میں جا گرے لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (قرآن ہود) ان کی طرف مت جھکو یا محبت قلبی نہ رکھو جنھوں نے دنیا کو معبود۔ محبوب۔ مطلوب اور مقصود بنا لیا ہے، ورنہ تمہیں آگ چھو جائے گی یعنی تم بھی انہیں کا رنگ اختیار کرکے جہنم خرید لوگے۔

غیر متقی کی صحبت سے پرہیز

عن ابی سعید انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تصاحب الا مومنا ولا یاکل طعامک الا تقی رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی مشکوٰۃ ایضاً۔

ترجمہ:- ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا غیر مومن کی صحبت اور دوستانے سے پرہیز کرو اور غیر متقی کو اپنی دعوت میں یعنے کھانے پینے میں شریک نہ کرو (تمہارا کھانا وجہ حلال سے ہو تاکہ وہ متقیوں کے کھانے کے قابل بھی ہو جہاں غیر متقیوں کی شرکت فی الطعام سے منع فرمایا ہے وہاں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تمہارا کھانا پینا کسب حلال سے ہو یہ حکم یعنی متقیوں کو کھانے پینے میں شریک کرنا دعوت طعام میں ہے نہ طعام حاجت میں کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً و یتیماً و اسیراً۔ (قرآن۔ الدھر) اور اس کی محبت کی وجہ سے مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مسکین یتیم اور قیدی کوئی ہو یہاں مسلم کی شرط نہیں۔ آنحضرت صلعم خود بھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مشرکین پر خرچ کردیتے تھے۔

ایک پسندیدہ عمل

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ای الاعمال احب الی اللہ تعالیٰ قال قائل الصلوٰۃ والزکوٰۃ وقال قائل الجھاد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ رواہ احمد وروی ابوداؤد۔ مشکوٰۃ۔ ایضاً۔

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور حضور نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے (ہم میں سے) ایک نے کہا نماز اور زکوٰۃ دوسرے نے کہا جہاد۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً سب سے پیارا فعل بارگاہ الٰہی میں (یہ ہے کہ آدمی) اس چیز سے محبت کرے جسے اللہ تبارک تعالےٰ پسند فرماتا ہے اور اس سے دشمنی رکھے اس سے دور رہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند رکھتا ہے اور وہ فعل اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا باعث ہے (ریاکاری کی نماز دکھاوے کی زکوٰۃ۔ اور طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے جہاد ہیچ ہیں۔ جب تک ذات حق سے محبت قلبی ان کے شامل حال نہ ہو)

ازیاد تو نورہا بیتم ؎ درحلقۂ عاشقان خونبار
ازیاد تو ایں دلے بغم غرق ؎ دارد گہرے نہاں صدف وار — مسیح موعودؑ

(۱) تیری محبت میں خون کے آنسو بہانیوالے عاشقوں کے حلقہ میں تیرے ذکر سے نور کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے

(۲) یہ دل جو اعلائے کلمۃ اللہ کی تڑپ میں بحر غم میں غوطہ زن ہے (دراصل) ایک موتی ہے جو صدف (اس مبارک خم) میں نہاں ہے

کتاب سنت اور حدیث کو ہرگز ہرگز ملانا نہیں چاہیئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

۲۳ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء بعد نماز مغرب اور ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء کو صبح کی نماز کے بعد سیر کے وقت حضرت مسیح موعود نے قاضی نعمت علی صاحب بٹالوی کی تحریک پر کتاب[1] و سنت[2] اور حدیث[3] کے بارہ میں تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کوئی نبی خدا کی طرف سے آتا ہے۔ تو وہ دو ذمہ واریاں لیکر آتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان کو امانت کے طور پر پہنچادے اوّل کلام الٰہی، دوم کلام الٰہی کے مطابق عمل کرکے دکھا دینا اور یہی دو باتیں اللہ تعالےٰ کے نزدیک اصل ہیں اور انہیں کو کتاب اور سنت کہتے ہیں اور اب ایک تیسری بات ان دو کے ساتھ شامل کرلی گئی ہے۔ وہ حدیث ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ تیسری شئے یعنی حدیث جب تک ان دونوں کتاب اور سنت کے موافق نہ ہوگی ہم نہیں مانیں گے بعض لوگوں نے دھوکہ دہی کے طور پر سنت اور حدیث کو مخلوط کرکے ایک بنا دیا ہے۔ حالانکہ وہ دو جدا چیزیں ہیں سنت اور شئے ہے اور حدیث اور چیز۔ سنت کے معنی طریق اور عمل کے ہیں۔ اور حدیث کا مفہوم صرف بات ہے۔ یعنی وہ باتیں جو لوگوں نے اپنے اپنے الفاظ میں مدتوں بعد جمع کیں۔ آنحضرت صلعم جو کچھ اللہ تعالےٰ سے پاتے تھے سنت کے طریق پر اسے کرکے بتا دیتے تھے۔ مثلاً نماز کا حکم ہوا آپ نے نماز پڑھکر بتا دی۔ ایسا ہی زکوٰۃ اور اس کے متعلق جملہ امور حج اور اس کے ارکان، روزہ اور اس کے متعلقات غرض تمام امور جو اللہ تعالےٰ سے آپ پاتے ان کو کرکے دکھا دیتے۔ آپ کے اس عمل کا نام ہی سنت ہے۔ جو حدیث سے بالکل الگ اور قرآن شریف کی طرح مسلسل تعامل میں محفوظ ہے کیا اگر حدیث نہ ہوتی تو ہمارے مخالف کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان نماز نہ پڑھتے یا روزہ نہ رکھتے یا زکوٰۃ نہ دیتے یا حج نہ کرتے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج و دیگر ضروریات دین اسی طرح ہوتیں جیسے اب ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حدیث کے زمانہ تک جو دو سو برس تک کا زمانہ ہے مسلمانوں میں ضرورت دین پر عمل نہ ہوتا تھا اور جب تک بخاری اور مسلم مرتب نہ ہوگئیں مسلمان مسلمان نہ تھے۔ یہ تو قرآن اور آنحضرت صلعم کی توہین ہے۔ کہ آپ نے اس ذمہ داری کو پورا نہ کیا۔ جو لے کر آئے تھے۔ قرآن میں سب کچھ ہے۔ مگر نبوت کا استدلال لطیف ہوتا ہے۔ جبرئیل سے جو حصہ ہے آنحضرتؐ علم پاکر اپنے عمل سے دکھا دیتے۔ پس اس بات سے کبھی دھوکہ نہ کھاؤ۔ کہ حدیث اور سنت کو ایک قرار دو۔ حدیث وہ اقوال رطب و یابس ہیں، جو پیچھے جمع ہوئے۔ ان میں سے وہی قابل اعتبار اور صحیح ہیں جو کتاب اور سنت کے مخالف اور منافی نہیں ہیں۔

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ قرآن شریف سے نماز کی رکعتیں دکھاؤ۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ یہ ہمیں حدیث سے نہیں بلکہ سنت سے معلوم ہوئی ہیں اور اگر حدیثیں ایسی ہی تھیں جیسے قرآن شریف تو پھر کیوں آنحضرتؐ نے اپنی ذمہ داری میں فرق ڈالا۔ نبی کریمؐ نے دو کام کئے۔ اوّل قرآن سنا دیا۔ اور پھر اپنے عمل سے دکھا دیا۔ چنانچہ امر اوّل کے لئے خدا تعالےٰ نے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور دوسرے امر کے متعلق یعنی

(باقی برصفحہ کالم ۱)

پیغام صلح

جلد ۳۸ } یوم چہارشنبہ - مورخہ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۶۹ھ { نمبر ۳۴

قربانی اور عید اضحےٰ

چند سالوں سے بعض اخبارات میں یہ سوال اُٹھایا جارہا ہے کہ عید اضحےٰ کے موقعہ پر جو قربانی دنیائے اسلام کے ہر قریہ و بستی میں ہر صاحب نصاب مسلمان کی طرف سے عمل میں آتی ہے، یہ صحیح اور جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی قربانی کا کوئی حکم نہیں دیا۔ صرف حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں بعض حالات میں قربانی دینے کا حکم ہے۔ مکہ سے باہر کوئی قربانی کسی پر واجب نہیں، اور یہ قربانی جو ہر سال دنیائے اسلام کی طرف سے دی جاتی ہے اس میں مسلمانوں کا کروڑہا روپیہ ضائع چلا جاتا ہے جو اگر نقدی کی صورت میں جمع کیا جائے تو بہت ہی اہم قومی ضروریات اس سے پوری ہو سکتی ہیں۔

اس سوال کا جواب گذشتہ سال ہم وضاحت کے ساتھ دے چکے ہیں لیکن چونکہ اس سال پھر یہ سوال اُٹھایا گیا ہے، اس لئے دوبارہ اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

سب سے پہلی بات جو اس بارہ میں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ تمام امت محمدیہ کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد تمام امت کے عمل میں آچکی ہو اور کوئی اختلاف اس بارہ میں کبھی پیدا نہ ہوا ہو اسکو کسی طرح رد نہیں کیا جاسکتا اسلئے سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ

(۱) کیا عید اضحےٰ کے موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی؟ اور وہ حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں بعض خاص حالات میں کی گئی یا مکہ سے باہر خود مدینہ منورہ میں حج کے بعد عید اضحےٰ کے موقعہ پر آپ نے دی؟ اور نہ صرف آپ نے بلکہ صحابہ کرام نے بھی اسی موقعہ پر قربانیاں دیں؟

(۲) اس بارہ میں تمام امت کا تعامل آج تک کیا رہا ہے؟

سوال اوّل کے جواب میں ذیل کی احادیث قابل غور ہیں:۔

(۱) بخاری کتاب العیدین باب النحر والذبح یوم النحر بالمصلی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ میں قربانی کیا کرتے تھے، فرمائیے وہ عیدگاہ کہاں تھی؟

(۲) بخاری باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کھلا ارشاد موجود ہے عن البراء قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فقال ان اوّل ما نبدأ من یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل فقد اصاب سنتنا۔ براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا - فرمایا پہلا کام جو آج (عید اضحےٰ کے دن) ہم کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر واپس گھروں کو جائیں اور قربانی کریں جس شخص نے اس پر عمل کیا وہ ہماری سنت پر چلا،

(۳) بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے ہمیں عید اضحےٰ کے دن نماز کے بعد خطبہ سنایا تو فرمایا جس نے ہمارے جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی کی تو اس کی قربانی صحیح ہوئی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ نماز سے پہلے ہے اور اس کی قربانی کوئی نہیں تو ابو بردہ ابن نیار براء کے ماموں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنی بکری نماز سے پہلے قربانی کر دی اور میرا خیال تھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بکری سب سے پہلی بکری ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے سو میں نے اپنی بکری ذبح کی اور میں نے نماز کو آنے سے پہلے صبح کا کھانا کھایا۔ فرمایا تیری بکری گوشت کی بکری ہے تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ تو ہمارے پاس ایک سال سے کم کی پٹھی ہے جو مجھے دو بکریوں سے پسند ہے کیا وہ میرے لئے کافی ہوجائے گی؟ فرمایا ہاں اور تیرے بعد کسی کے لئے کافی نہیں ہوگی۔

کس قدر واضح احادیث ہیں، جن میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل بھی ثابت ہے، جس کو آپ نے کھلے لفظوں میں اپنی سنت قرار دیا ہے اور آپ کی کھلی ہدایات بھی موجود ہیں کہ قربانی عید اضحےٰ کی نماز کے بعد کرنی واجب ہے اسی سنت اور انہی کھلے ارشادات کی بنا پر ساڑھے تیرہ سو سال سے تمام امت کا تعامل چلا آتا ہے، اور تمام امت کا اس قدر زبردست اجماع اس پر پایا جاتا ہے کہ ساری تاریخ اسلام میں اس کے خلاف کوئی آواز ساڑھے تیرہ سو سال میں سنائی نہیں دی تمام وہ بڑے بڑے اولیا اور صلحا جو ساڑھے تیرہ سو سال میں ہو گذرے ہیں، تمام وہ علماء مفسرین جنہوں نے قرآن کریم کی بڑی بڑی ضخیم تفاسیر لکھی ہیں اور تمام وہ محدثین جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے جمع کرنے میں محنت شاقہ برداشت کیں اور آپ کے عمل اور آپ کی سنت پر روشنی ڈالی، اور تمام وہ فقہا جنہوں نے قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کیا اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ عید اضحےٰ کے دن قربانی ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ کسی شہر اور قریہ میں رہتا ہو، لیکن آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے نہ احادیث اور سنت نبوی سے ہم حیران ہیں کہ اس کا کیا جواب دیں۔ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منقولہ بالا ارشادات صحیح نہیں؟ کیا آپ کا عید اضحےٰ کے دن نماز کے بعد مدینہ منورہ میں قربانی کرنا ثابت نہیں؟ کیا امت کا ساڑھے تیرہ سو سالہ عمل باطل ہے؟ کاش کچھ خوف خدا سے کام لیا جاتا اور اس قدر کھلی ہوئی ثابت شدہ حقیقت کو یوں رد کرنے کی کوشش نہ کی جاتی۔

کہا جاتا ہے کہ قرآن سے اس قسم کی قربانی ثابت نہیں، جو ہر شہر اور قریہ میں عید اضحےٰ کے دن دی جاتی ہے، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل قرآن کے خلاف تھا؟ کیا تمام امت کا عمل ساڑھے تیرہ سو سال تک قرآن کریم کے خلاف چلا آتا ہے؟ آخر کچھ تو سوچئے اور غور کیجئے کہ یہ چیز پیدا کہاں سے ہوئی؟ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موجود ہے آپ کا عمل اس پر ثابت ہے، تو ہم اس پر اعتراض کرنے والے کون؟ قرآن کو آیا وہ سمجھتے تھے یا ہم؟ کیا ساڑھے تیرہ سو سال میں تمام امت کے اندر قرآن کو سمجھنے والا ایک بھی شخص پیدا نہ ہوا، اور کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ اس قدر کروڑہا روپیہ خدا کے حکم کے خلاف کیوں ضائع کیا جاتا ہے؟ یہی نہیں بلکہ قرآن میں کھلا حکم موجود ہے، جس میں مناسک حج کے علاوہ اور حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں کی جانے والی قربانی کے ماسوا عام قربانی کا ذکر ہے، فرماتا ہے ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصابرین علیٰ ما اصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ہر قوم کے لئے ہم نے عبادت مقرر کی ہے تاکہ اللہ کا نام اس پر یاد کریں جو اس نے چارپائے جانوروں میں سے دیئے ہیں پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اس کے فرمانبردار ہو جاؤ اور نرمی اختیار کرنے والوں کو خوشخبری دو، وہ لوگ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوف محسوس کرتے ہیں اور جو تکلیف انہیں پہنچتی ہے اس پر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت میں نہ صرف چارپایوں کی قربانی کا حکم ہوا ہے بلکہ اس کی غرض بھی بتا دی ہے کہ یہ دلوں کے اندر خوف الٰہی پیدا کرتے، صرف اللہ تعالےٰ ہی کو اپنا معبود سمجھنے اور اپنی گردنوں کو اس کے آگے ڈال دینے اور اس رستہ میں جو بھی تکالیف آئیں انہیں برداشت کرنے کے لئے تصویری زبان میں ایک سبق ہے، یہ سبق جب تک باقی ہے، اس وقت تک امت محمدیہ کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کے رستہ میں قربانیاں دینے کا جذبہ یقیناً باقی رہے گا، جو دوسری قسم کے چندوں سے پیدا نہیں ہو سکتا، جس دن یہ سبق باقی نہ رہا اور اس کی جگہ آپ نے نقد رقوم کا مطالبہ کیا، یاد رکھئے اس کا عشر عشیر بھی آپ کو وصول نہ ہوگا، اور قربانی کا وہ جذبہ جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلا آتا ہے فنا ہو کر رہ جائے گا۔

ہاں اگر آپ چاہیں تو اب بھی ان قربانیوں ہی سے کروڑہا روپیہ وصول کر سکتے ہیں، قربانی کے جانوروں کی کھالیں اگر کسی تنظیم کے ماتحت جمع ہوں اور ایک قومی بیت المال میں ان کی قیمت سے فائدہ اُٹھایا جائے تو یقیناً ان سے کروڑہا روپیہ کی آمد ہو سکتی ہے افسوس ہے کہ اس کی طرف تو توجہ نہیں کی جاتی اور خدا اور رسول کے مقرر کردہ طریق عمل کو خواہ مخواہ مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

آئندہ اشاعت میں اسی موضوع پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا ایک مضمون درج کیا جائے گا - انشاءاللہ

اخبار و افکار

اسلام اور ارتداد

وہابی اخبار "اہلحدیث" (سوہدرہ) نے کسی شخص قاضی محمد زاہد الحسینی کیمبل پور کا ایک مضمون شائع کیا ہے، جس میں ہرقل اور ابوسفیان کے اس مکالمہ کا ذکر کرتے ہوئے جس میں "سچے پیغمبر" کی علامات میں سے ایک یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ

"جب اس پر ایمان لانے والے کے دل میں ایمان راسخ ہو جائے وہ اس کے دین کو ہرگز نہیں چھوڑتا"

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے ارتداد کو حضرت مرزا صاحب کے کذب کی علامت قرار دیا ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کا ارتداد حضرت مرزا صاحب سے ہی نہیں، خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تھا، کیونکہ اس نے یہ اعتقاد بنا لیا تھا کہ حصول نجات کے لئے صرف ایمان باللہ اور اعمال صالحہ ہی کی ضرورت ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔

پس جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مرتد ہو چکا ہو اس کے ارتداد کو حضرت مرزا صاحب کے کذب کی علامت کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے،

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہرقل کا بیان کردہ معیار کوئی خدائی معیار ہے؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے ارتداد سے صداقت باطل ہو جائے؟ قرآن کریم تو صاف اور کھلے لفظوں میں مرتدین کے وجود کا امکان تسلیم کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اسلام کو باطل قرار نہیں دیتا بلکہ خود مرتدین ہی کو کافر اور جہنمی ٹھیراتا ہے۔

(۱) ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولٰئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاٰخرۃ واولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون جو شخص تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور پھر (اسی حالت میں) مر جائے تو ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی لوگ دوزخ والے ہیں اس میں رہ پڑیں گے۔

(۲) یاایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ الخ اے ایمان والو جو شخص تم میں سے مرتد ہو جائے تو اللہ تعالےٰ ایک قوم کو لے آئے گا جن سے وہ محبت رکھے گا اور وہ اس سے محبت رکھیں گے۔

کیا ان کھلی کھلی آیات کے ہوتے ہوئے بھی ہرقل کے معیار کو کسی کے صدق و کذب کی علامت قرار دیا جا سکتا ہے؟ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات میں بے شک کوئی شاذ و نادر ہی مرتد ہوا ہو لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد عرب کے ایک حصہ میں ارتداد کی آگ پھیل گئی جس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بجھایا، کیا اس سے دین اسلام معاذ اللہ جھوٹا ثابت ہو گیا تھا کہ آج کسی شخص کا جس کے دل میں پہلے ہی سے ایمان راسخ نہ ہو مرتد ہو جانا حضرت مرزا صاحب کے (معاذ اللہ) کذب کی علامت قرار دیا جائے؟

کشمیر کا مقدمہ

اڑھائی تین سال کی کوشش اور جدوجہد کے بعد کشمیر کا معاملہ ابھی جوں کا توں ہے ادارہ اقوام متحدہ کا طریق اس بائی بندر کا سا ہے جو لومڑی اور بلی کے پنیر کو تولتے ہی تولتے کھا گیا، آئے دن کبھی کمیشن مقرر ہوتے ہیں کبھی فوجی مبصر آتے ہیں، کبھی رائے شماری کے لئے فضا ہموار کرنے والے بھیجے جاتے ہیں اور ایک ایک کے ساتھ کچھ عملہ بھی ہوتا ہے، ہوائی جہازوں سے امریکہ سے آنا جانا تو ایک طرف کراچی سے دہلی اور کشمیر کے کئی کئی چکر کاٹے جاتے ہیں، بھارت اور پاکستان کے وزراء سے کانفرنسیں ہوتی ہیں لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات۔

بڑی امید تھی کہ سراون ڈکسن جو بین الاقوامی معاملات کو سلجھانے میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ اس معاملہ کو راہ پر لے آئیں گے، اور رائے شماری کے لئے فضا صاف کر دیں گے لیکن جو ناکامی انہیں اس معاملہ میں ہوئی شاید ہی کسی کو ہوئی ہو، بھارت کے وزیر اعظم جنہوں نے اڑھائی تین سال ہوئے اس معاملہ کو اتحادی اقوام کے سپرد کیا تھا۔ آج اقوام متحدہ ہی کے تجویز کردہ رستہ پر چلنے سے انکاری ہیں اس تمام طویل عرصہ میں پنڈت نہرو یہ تسلیم کرتے رہے کہ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ غیر جانبدارانہ رائے شماری ہی سے ہو سکتا ہے اور پاکستان ہی کے ساتھ اس بارہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ گفت و شنید کرتے رہے، لیکن آج وہ یہ دور کی کوڑی لیکر آئے ہیں کہ پاکستان کا تو اس معاملہ میں کوئی تعلق نہیں، اس سے بھی انوکھا استدلال یہ ہے کہ کشمیر میں ایک قائم شدہ حکومت موجود ہے اس کے ہوتے ہوئے یو این او کے زیر اہتمام رائے شماری کس طرح کرائی جا سکتی ہے، بالفاظ دیگر غیر جانبدارانہ اور آزادانہ رائے شماری انہیں گوارا نہیں کیونکہ اس سے پاکستان کے حق میں فیصلہ ہونے کا انہیں خطرہ ہے، ان کے نزدیک رائے شماری وہی صحیح ہو گی جو بھارتی حکومت اور ڈوگرہ افواج کی سنگینوں کے زیر سایہ ہو، وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ کشمیر کے ان قدیم باشندوں کو جن کو دھکے دے کر نکالا جا چکا ہے اس رائے شماری میں شامل نہ کیا جائے اور وہ سکھ اور ہندو شرنارتھی جو وہاں نئے نئے آباد ہوئے ہیں انہی کی راؤں سے کشمیر بھارت کے حوالہ ہو جائے۔

یہ امر قابل اطمینان ہے کہ حکومت پاکستان نے بھارتی حکومت کے ان انوکھے استدلالات اور غیر معقول طرز عمل کو ماننے سے انکار کر دیا، دیکھیں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اب کیا طریق اختیار کرتی ہے، اطلاع ہے کہ سراون ڈکسن کی رپورٹ سلامتی کونسل میں داخل ہونے کے بعد ماہ ستمبر میں کونسل پھر اس معاملہ پر غور کرے گی۔ کاش اب سمجھوتہ کے طریق کو چھوڑ کر غیر جانبدارانہ رائے شماری کرانے کا حکماً انتظام کیا جائے۔

نسلی امتیازات

گذشتہ اشاعت میں ادارہ اقوام متحدہ کی ایک کمیٹی کا فیصلہ نقل کیا گیا تھا جو بڑے بڑے سائنسدانوں کی تحقیق و تفتیش کی بناء پر صادر کیا گیا ہے، اور جس کا ماحصل یہ ہے کہ تمام اقوام کی نسلیت کی بنیاد ایک ہی ہے اور کسی قوم کو نسلی اعتبار سے دوسری اقوام پر کوئی برتری یا فضیلت حاصل نہیں، نہ بین الاقوامی شادیاں نسلیت کے لحاظ سے کسی نقصان کا موجب ہیں۔

یہ اس ملک کی آواز ہے، جہاں نسلی تفاوت انتہاء کو پہنچا ہوا ہے، امریکہ کے گوری چمڑی والے لوگ اپنے ہم وطن ریڈ انڈینز کے ساتھ جو فی الحقیقت وہاں کے اصلی باشندے ہیں، جس بغض و تعصب سے کام لیتے اور اپنے تفوق کے لئے جو مظالم ان کے ساتھ روا رکھتے ہیں وہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے، کیا بڑے بڑے سائنسدانوں اور اقوام متحدہ کا فیصلہ اس بغض و تعصب کو مٹانے کا موجب ہو گا؟

اس سے بھی بڑھکر جنوبی افریقہ کی حکومت نے نسلی تفوق کی جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اور وہاں کے سیاہ فام باشندوں کو گوری آبادی سے الگ رکھنے اور ان کے حقوق کو پامال کرنے کے لئے جو قانون بنائے جا رہے ہیں یہاں تک کہ اب باہمی شادی کو بھی ممنوع قرار دینے کے لئے قانون بنایا جا رہا ہے وہ اقوام متحدہ کے اس فیصلہ کے کہاں تک مطابق ہے، اور ایسی حکومتوں کو جو اس قسم کی نسلی برتری کی پالیسی پر عامل ہیں اس بین الاقوامی ادارہ میں شمولیت کا کیا حق حاصل ہے؟ کیا ادارہ اقوام متحدہ اس پر غور کرنے کے لئے تیار ہو گا؟

قرارداد مقاصد کے بعد

مسٹر زاہد حسین گورنر سٹیٹ بنک نے پاکستان کی دوسری اقتصادی کانفرنس میں جو ڈھاکہ میں منعقد ہوئی صدارتی خطبہ دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا۔ "قرارداد مقاصد پاس کرنے کے علاوہ ہم نے اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے کوئی قدم آگے نہیں بڑھایا جس سے پاکستان ایک اسلامی سلطنت کی حیثیت اختیار کر لیتی، ہم نے محض اسلام کا تجربہ کرنے کے لئے پاکستان کے لئے جنگ کی اور اسے جیتا لیکن اب جبکہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس تجربہ کو عمل میں لانے کے لئے طاقت بخشی ہے تو ہم شکوک و شبہات اور تامل و ہچکچاہٹ ظاہر کرنے لگے ہیں انہوں نے افسوس کے ساتھ اس امر کا ذکر کیا کہ مسلمانوں کے ان تین گروہوں میں سے جن میں سے ایک روایتی ایمان اور رسم و رواج سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا علماء اور تیسرا مغربی تعلیمیافتہ لوگوں سے صرف آخر الذکر گروہ ہی کو اس وقت بلا مقابلہ طاقت حاصل ہے لیکن اسے اسلام کے ساتھ روحانی یا عقلی طور پر بہت کم تعلق اور بہت تھوڑا اعتماد ہے، انہوں نے بتایا کہ ہمارے نوجوان آج اسلام سے قطعی واقفیت رکھتے ہوئے اس کا انکار کر دیتے ہیں اور ان کی یہ ناواقفیت ان لوگوں کے کام کو آسان کر دیتی ہے، جو پاکستان کی گاڑی کو روس کی طرف دھکیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہم مغرب یا ترکوں کی زوال پذیر (؟) ثقافت کے حامی نہیں بلکہ ہماری زندگیاں اس یقینی ایمان کو لبریز ہیں کہ صرف اسلامی مطمح نظر ہی دنیا میں توازن پیدا کر سکتا ہے۔ ان حالات میں ...... حکومت کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر زاہد حسین نے مشورہ دیا کہ اسلام کے مطالعہ اور اس کے فلسفۂ زندگی کو موجودہ زمانہ کی سیاسی، تمدنی، اور اقتصادی ضروریات پر منطبق کرنے کے لئے اکیڈیمیاں بنائی جائیں۔" مسٹر زاہد حسین کے ان خیالات کو ہم دلی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ان کی تجویز کی دل سے تائید کرتے ہیں یقیناً ہمارے نوجوانوں میں اسلام کی صحیح واقفیت اور اس کی حقیقی قدر و قیمت کا احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا ہمارے ارباب اقتدار اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

"سپاہی بننا اور پھر گمنام سپاہی بننا بڑا بلند مقام ہے"

ہمارا مقام اس سے بھی بلند ہے کہ ہم گمنام نہیں بلکہ پہلے مصلحین کی طرح "بدنام سپاہی" ہیں

اسلام کی فتح اور دین کا غلبہ حاصل کرنے کیلئے مجنون بننے کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - کراچی - مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبد الحق صاحب مناظر اسلام)

"ویقولون انہ لمجنون وما ھو الا ذکر للعالمین"

قرآن بڑائی کا موجب ہے

قرآن کریم کی یہ سورت جس کا آخری حصہ میں نے پڑھا ہے سورۃ قلم کے نام سے مشہور ہے۔ اس سورت کی ابتدا بھی ان الفاظ سے کی ہے۔ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون لوگ تجھے مجنون کہتے ہیں مگر خدا کے فضل سے تو مجنون نہیں بلکہ خدا اپنی نعمتوں سے تجھے مالا مال کرے گا۔ اور اس سورت کے آخر پر بھی اسی بات کو دوہرایا ہے ویقولون انہ لمجنون، کافر کہتے ہیں یہ شخص مجنون ہے۔ حالانکہ یہ چیز جو اسے دی گئی ہے اس میں عالمین کی بڑائی اور شرف ہے اور جو بھی اس پر عمل کرے گا وہ دنیا میں بلند ہو جائے گا۔ اور نسل انسانی اس کے ذریعہ سے بلند مقام کو پہنچے گی۔ "ذکر للعالمین" کے یہی معنی ہیں ذکر وہ وحی الٰہی ہے جس میں شرف اور بزرگی ہو جس پر عمل سے انسان کا مقام بلند ہو۔

اب ان دو باتوں میں جوڑ کیا ہے۔ مخالفین تو کہتے ہیں کہ تو مجنون ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ وحی جو رسول اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے دنیا کی۔ نسل انسانی کی بڑائی کا ذریعہ ہے۔ اس تعلق کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں غور کرنا چاہئیے۔ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اس لئے مجنون کہتی تھی کہ نعوذ باللہ من ذالک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دماغ میں کوئی نقص نظر آتا تھا۔ یا وہ ایسی باتیں کرتے تھے۔ جیسے پاگل کیا کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں تاریخی طور پر غلط ہیں۔ ان کے دل قائل تھے کہ آپ بہت بلند انسان ہیں۔ الامین ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ وہ اس لئے مجنون کہتے تھے کہ یہ کام جس کے پیچھے آپ لگے ہوئے ہیں ہونے والا نہیں ہے کیونکہ ایسے کام کے پیچھے لگنا جس کے ہونے کی کوئی امید ہی نہیں کسی عقلمند انسان کا کام نہیں۔

حصول کامیابی کیلئے مجنون کی دھت کی ضرورت

ابتدا میں جب آنحضرت صلعم نے اپنا پیغام دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تو عرب کے لوگوں کو مخاطب کر کے بار بار یہی کہتے تھے کہ میں تم لوگوں کو ایسی بات کی طرف لانا چاہتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تم عرب اور عجم کے سردار بن جاؤ گے۔ لوگوں کو حضور کی یہ بات مجنونانہ بڑ نظر آتی تھی۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ جو دھت مجنون میں ہوتی ہے فی الحقیقت اسی قسم کی دھت اس شخص کے اندر بھی ہوتی ہے جس نے دنیا میں کوئی بڑا کام کرنا ہو۔ دنیا کی تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ جب تک انسان کے اندر ایک کام کے لئے دھت نہ ہو وہ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا۔ آج ہم نے اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھا ہے جو ترک چیر (پاکستان میں پہاڑ کی سب سے بلند چوٹی) گئے تھے۔ کس قدر دشوار گذار پہاڑ کی گھاٹیوں اور برفوں سے گذر کر اور پہاڑ کے ایسے مقامات کو عبور کر کے جو ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ اس کی چوٹی پر پہنچے۔ مقصد کیا تھا صرف یہ کہ وہ کام کر گذریں جسے لوگ انہونا سمجھتے ہیں۔ اور کام کیا کیا۔ کہ اس چوٹی پر پہنچکر جھنڈا لگایا اور واپس آ گئے۔ بہت لوگوں کے سامنے شاید یہ مجنونانہ فعل ہو۔ مگر اس قسم کی جانبازی کے کام کرنے کے لئے بیسیوں ہمیں تباہ بھی ہوئیں۔ اور یقیناً قطب شمالی و جنوبی تک پہنچنے کے لئے ہزاروں جانیں تلف بھی ہوئی ہوں گی۔ مگر باہمت لوگوں نے کام کو چھوڑا نہیں۔ جب تک کام کے لئے مجنون جیسی دھت نہ ہو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

پہاڑ کی چوٹی سر کرنیوالی مہم کے حالات

پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنے والے لیڈر نے یہاں کراچی میں اپنے واقعات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم پہاڑ پر اوپر چڑھ رہے تھے اور سامنے چوٹی بھی نظر آ رہی تھی مگر اس پر چڑھنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ قدم قدم کے ساتھ خدشات اور خطرات موجود تھے، اور بلندی کے باعث ہوا کے رقیق ہو جانے سے قویٰ پر بھی برا اثر پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض وقت دل میں یہ خیال گزرتا تھا کہ یہ ایک مجنونانہ فعل تو نہیں۔ بایں ہمہ تمام اس قسم کے ہمت کو توڑنے والے خیالات کو پس پشت رکھ کر چڑھتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چوٹی پر جھنڈا گاڑ دیا۔ اس قسم کے واقعات سے بظاہر دنیا کا کوئی مفید مقصد تو حاصل نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہے کہ اس قوم میں ہمت ہے۔ اور نیز یہ کہ اس قوم کے افراد میں کام کرنے کی قوت موجود ہے بیسیوں سینکڑوں جانیں تلف ہو جائیں وہ اس کی پروا نہیں کرتی۔

مصلحین کا کٹھن کام

ٹھیک اسی طرح پر وہ لوگ جو دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور ان کے سامنے مقصد تو بہت بلند ہوتا ہے لاکھوں مشکلات ہوں۔ خطرات و خدشات کے پہاڑ یا سمندر ان کے رستوں میں حائل ہوں ان کو کسی قسم کی پروا نہیں ہوتی۔ ایک دھت ہوتی ہے کام کرتے چلے جاتے ہیں تمام پیغمبروں کی تمام مصلحین کی تمام صلحاء کی یہی حالت نظر آتی ہے۔

وفات مسیح کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی دھت

حضرت مسیح موعودؑ پر جب اللہ تعالیٰ نے اس امر کا انکشاف فرمایا کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور امت محمدیہ میں جو آنے والا مسیح ہے اس کے مصداق وہ خود ہیں تو اس پر ساری دنیا مخالف ہو گئی۔ مگر آپ نے نہ مسلمانوں کی مخالفت کی پروا کی نہ عیسائیوں کی مخالفت کی پروا کی بلکہ اسکو منوانے کے لئے اپنی پوری قوت خرچ کرتے چلے گئے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن شریف سے اس امر کا ثبوت پیش کیا۔ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور اپنے اس دعوے کی تائید میں قرآن کریم کی تیس آیات پیش کیں۔ پھر احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ تلاش کرنے کے بعد اس بات کو پیش کیا۔ کہ احادیث کی رو سے حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس سال یا اس کے قریب قریب ہونا ثابت ہے۔ حضرت عیسےٰ کی وفات منوانے کے لئے ایک دھت نظر آتی تھی۔ جو شخص بھی آپ سے ملنے کے لئے آتا اس کے سامنے یہی دلائل دوہراتے چلے جاتے یہاں تک کہ ہر وقت پاس رہنے والے بعض وقت تعجب کرتے تھے کہ آپ اس پر اس قدر زور کیوں دے رہے ہیں مگر یہی دھت تھی جس نے بالآخر آپ کو کامیاب کر دیا یہاں تک کہ آج سب اہل علم اس بات کے قائل ہو گئے ہیں۔

واقعہ صلیب اور مسیح کی قبر کشمیر

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مزید آپ پر یہ انکشاف بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد اسی زمین پر زندہ رہے اور اس ملک میں بھی آئے اور پھر اسی انکشاف کے سلسلہ میں اس قدر دلائل پر دلائل ملتے چلے گئے کہ یہ امر روز بروز کھلتا چلا گیا۔ اور طرح طرح کے مؤیدات ملتے چلے گئے۔ مثلاً یہ امر کہ بنی اسرائیل کی گمشدہ قومیں جن کا ذکر

تاریخ میں آتا ہے یہی افغان اور کشمیری قومیں ہیں۔ ان کے خط و خال، رسم و رواج وہی ہیں۔ یہاں تک کہ ان دونوں ملکوں میں بعض شہروں اور دیگر مقامات کے وہی نام ہیں جو شام وغیرہ میں ہیں اور بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر بھی موجود ہے اور وہ کشمیر سری نگر محلہ خان یار میں ہے جس کے متعلق مشہور روایت ہے کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے۔ پھر اس پر تاریخی شہادتیں بھی ملتی چلی گئیں کہ یہ یوز آسف نبی کی قبر ہے۔ اور تاریخ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ یوز آسف جن کی یہ قبر ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ اور یوز اور یسوع ایک ہی ہیں۔

خواجہ نذیر احمد صاحب کی تحقیق

اب اس بات کی مزید شہادت ہمارے نوجوان دوست خواجہ نذیر احمد صاحب نے بہم پہنچائی ہے۔ اس شہادت کے بہم پہنچانے میں خواجہ صاحب نے ان تھک محنت سے کام لیا ہے۔ مہینوں تو وہ اس جستجو میں کشمیر میں پھرتے رہے ہیں۔ اور پھر جس لائبریری سے ان کو کشمیر کی تاریخ پر کتاب مل سکی ہے اس کو پڑھا ہے۔ کلکتہ میں ایک بہت بڑی لائبریری ہے وہاں بھی انہوں نے تاریخی شہادتوں کے فراہم کرنے کے لئے کتابوں کو چھان مارا اور جو تاریخی شہادتیں بہم پہنچائی ہیں ایسی قطعی ہیں کہ دنیا ان کا انکار نہیں کر سکتی۔ ان سب باتوں کو آپ مفصل اس کتاب میں پڑھیں گے جو خواجہ صاحب نے مکمل کر لی ہے اور عنقریب چھپ جائے گی۔

تھوما اور مسیح

اس میں خود تھوما حواری کی بھی شہادت موجود ہے۔ "اعمال تھوما" کے نام سے ایک کتاب ہے جس طرح اعمال حواریین ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کو عیسائیوں نے الہامی نہیں مانا اور ان کتابوں میں شامل کیا ہے جنہیں وہ جعلی قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ایک انسان تھے خدا نہ تھے۔ لیکن اگر یہ جعلی ہے تو یہ جعل آج کا نہیں اٹھارہ سو سال پیشتر کا ہے کیونکہ یہ کتاب حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ڈیڑھ سو سال بعد لکھی ہوئی مانی گئی ہے اس کے عقاید کو عیسائی رد کر سکتے ہیں۔ مگر اس کی تاریخی شہادت کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کتاب سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ اور تھوما ہندوستان آئے۔ حضرت عیسےٰ کی پیدائش کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اور تھوما توام یعنی جوڑا پیدا ہوئے اور تھوما شاید "توام" ہی کا بگڑا ہوا ہے۔ اب اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تو پھر وہ اکیلے بن باپ پیدا نہیں ہوئے بلکہ وہ اور تھوما دونوں بن باپ پیدا ہوئے ان دونوں میں سے ایک خدا تھا تو دوسرا بھی خدا تھا یا دونوں معمولی انسان تھے۔

مسیح موعود کی صداقت کا نشان

حضرت مسیح موعود نے جس وقت یہ لکھا تھا کہ یوز آسف والی قبر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے تو اس وقت اتنی بڑی تحقیقات کے نتیجہ میں ایسا نہیں لکھا گیا تھا۔ بلکہ بعد میں آنے والے واقعات نے ثابت کر دیا کہ آپ کا ایسا تحریر فرمانا صحیح تھا۔ اللہ تعالےٰ نے کتنا بڑا انکشاف حضرت مرزا صاحب پر اس وقت کیا جس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر ایک زبردست ایمان پیدا ہوتا ہے۔

چار کتبوں کی بشارت

تاریخی شہادتوں کے علاوہ چار کتبوں کی بھی شہادت ملی ہے۔ چار کتبوں میں سے دو کتبے اس وقت بھی موجود ہیں اور جو دو محو ہو گئے ہیں یعنی اب پڑھے نہیں جاتے ان کے متعلق آج سے پانچ چھ سو سال پیشتر کی تاریخی شہادت موجود ہے کہ ان میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں :-

"دریں وقت حضرت یوز آسف آمدہ دعوی پیغمبری کند"

اور دوسرے پر یہ الفاظ ہیں :-

"ایشاں حضرت یسوع پیغمبر اسرائیل اند"

یعنی یوز آسف پیغمبری کا دعوے کرنے والے۔ حضرت یسوع اسرائیلی پیغمبر ہیں۔ فرمائیے حضرت مرزا صاحب نے تو آج اس بات کا اعلان کیا مگر آج سے چھ صد سال پیشتر کیسے تاریخی کتابوں میں لکھوا دیا اور پھر تھوما کے اعمال میں کس طرح یہ لکھا گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ کشمیر اور ٹیکسلا تشریف لائے تھے۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ فلسطین کے یہودی ان کو نہیں مانتے تو انہوں نے رخ دوسرے گمشدہ بنی اسرائیلی اقوام کی طرف پھیر دیا۔

ایک روسی سیاح کا بیان

ایک روسی سیاح نے جو لکھا ہے اور یہ کتاب بھی اسی زمانہ میں چھپ چکی ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام قبل واقعہ صلیب کشمیر اور افغانستان تشریف لائے تھے وہ بھی ممکن ہے۔ درست ہو اور یہ انکشاف ہو جانے کی وجہ سے کہ بنی اسرائیل کی اقوام ادھر بستی ہیں آپ نے دعوے سے پہلے بھی ادھر سفر اختیار کیا ہو۔ اور جب واقعہ صلیب پیش آیا تو پھر اپنی ساری توجہ کو اس طرف پھیر دیا۔ صلیب سے جب وہ اترے اور ان کو ہوش آئی تو چونکہ وہ پہلے ان مقامات کو دیکھ چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے فوراً ادھر کا رخ کیا۔

مخالفت کے باوجود خیالات میں موافقت

بات یہ ہے کہ حق بالآخر ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ ہم لوگ تو اس وقت جماعت میں شامل ہیں۔ اور جو سلوک مسلمان بھائی ہمارے ساتھ کر رہے ہیں اسکو دیکھ کر ممکن ہے کہ ہم میں سے بعض ایسے بھی ہوں جن کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہو کہ ہماری تحریک کو کون مانیگا آج اس تحریک کو پچاس سال سے زائد عرصہ ہو گیا۔ مگر مخالفت دن بدن ترقی پر ہے وغیرہ وغیرہ اس قسم کے شبہات اور خدشات کے متعلق صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مخالفت ترقی پر ہے تو دوسری طرف وہ باتیں بھی تسلیم ہوتی چلی جاتی ہیں جو امام زمان کے منہ سے نکلی تھیں کوئی ہے جو آج حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ نہیں مانتا، کون ہے جو آج دجال اور یاجوج ماجوج کے ظاہر ہو جانے کا قائل نہیں

مجنون کی وحشت پیدا کرنیکی ضرورت

لیکن اگر یہ نہ بھی ہوتا تو ہمارا کام تو صرف اس قدر رہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لئے کام کرتے چلے جائیں اس کے لئے اس مجنون کی وحشت کی ضرورت ہے کوئی مانے یا نہ مانے جب اس وحشت سے کام ہوگا۔ تو خدا تعالےٰ کامیاب بھی کرے گا۔ ورنہ دنیا میں گمنام سپاہی بھی ہوتے ہیں انہی میں سے اپنے آپ کو سمجھ لیں ہمارے سامنے قائد اعظم نے ایک عظیم الشان کام کیا تو ہر مذہب و ملت کے لوگ ان کی قبر پر پھول چڑھاتے ہیں۔

گمنام سپاہی ہونا بھی مقام فخر ہے

مگر دنیا میں ایسی بھی قبریں ہیں جن کو کوئی جانتا نہیں ایسی قبروں پر بھی لوگ پھول چڑھاتے ہیں۔ یہ ہر ملک کے اندر گمنام سپاہی کی قبر کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ تو زندہ قوموں کی نشانی ہے۔ مگر میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ گمنام سپاہی ہونا بھی ایک فخر کا مقام ہے۔ سپاہی ہو تو گمنام رہو، جس نے نام حاصل کر لیا مگر سپاہی نہیں بنا اس کا کچھ نہیں بنا۔ بلکہ گمنام سپاہی بننا نام ور ہونے سے بہت اچھا ہے انگریزی میں ایک ضرب المثل ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ شہرت کی خواہش بلند سے بلند دل کی آخری کمزوری ہے سپاہی بننا اور پھر گمنام سپاہی بننا بڑا بلند مقام ہے۔

ہم "بدنام سپاہی" ہیں

مگر آپ لوگوں کا مقام تو اس سے بھی آگے ہے ہم گمنام سپاہی نہیں بلکہ "بدنام سپاہی" ہیں۔ لیکن خدا اور رسول کی رضا کے لئے گمنام اور بدنام ہونے کے بعد اگر آپ لوگوں نے اللہ اور رسول کی عزت کو قائم کرنے کے لئے کام کر دیا تو یقین جانئے کہ پھر نام انہی کا دنیا میں زندہ رہے گا جو گمنام یا بدنام سپاہی ہیں بشرطیکہ سپاہی ہوں اور مجنون والی وحشت کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے کام میں لگے چلے جائیں۔ اسی طرح سے کیا حضرت سید عبدالقادر جیلانی حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلی۔ حضرت سید احمد بریلوی اپنے اپنے وقت میں مسلمانوں کی نگاہ میں بدنام نہ تھے۔ آج ان کو لوگ جانتے ہیں اور ان کا نام عزت سے لیتے ہیں اور بدنام کرنے والوں کو کوئی نہیں جانتا یا جانتا ہے تو برا جانتا ہے۔

کام کرو اور شہرت کے طالب نہ ہو

اس لئے سپاہی بنو اگر آج بدنام سپاہی بھی ہو گے تو کل کو نیک نام سپاہی ہو گے مگر جو کام نہیں کرتے ان کی زندگی کیڑوں مکوڑوں کی زندگی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ نے تم کو بلند مقام پر کھڑا کیا ہے۔ تم کام کرتے چلے جاؤ۔ دنیا میں کسی شہرت کے طالب مت بنو۔ اگر وہ تم کو بدنام کرتی ہے۔ جھوٹے الزام لگاتی ہے، گالیاں دیتی ہے تو ان کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے ہاں اس کی ضرور پروا کرو کہ خدا تعالےٰ کی نگاہ میں تمہاری بدنامی نہ ہو۔ ہمارے سامنے عظیم الشان کام ہے۔ دنیا تاریکی میں ہے۔ خدا اور اس کے رسول کے نام سے ناواقف ہے مگر اس عظیم الشان کام کے لئے جس جنون کی ضرورت ہے وہ تم میں نہیں۔ کمی ہے ایسے جنون کے پیدا ہونے کی۔

اسلام کی فتح حاصل کرنیکے لئے جنون کی ضرورت

ہم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے اندر یہ جنون موجود ہے مگر ان کی تعداد بہت تھوڑی

(باقی بر صفحہ ۱۱ کالم نمبر ۱)

مدراس میں تبلیغی سرگرمیاں

مولانا عمرالدین صاحب کا دورۂ مدراس اور اعلائے کلمۃ الحق

محمد کریم اللہ - "نوجوان" - مدراس

حضرت امیر ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں میری دینی تڑپ کو احباب سلسلہ کے لئے بطور نمونہ پیش کیا اور حضرت امیر کا یہ خطبہ "پیغام صلح" میں شائع ہوا جس کو دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ آیا میں اس قابل بھی ہوں یا نہیں۔ یوں تو دین کی اشاعت اور غلبۂ اسلام کے لئے میرے سینے میں ایک جوش و خروش کا سمندر رہے جو ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور کیوں نہ مارے جب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں سے ہوں۔ جنہیں اللہ تعالےٰ نے اشاعت اسلام کے لئے کھڑا کیا مگر پھر بھی میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں میں اس کے قابل ہوں بھی یا نہیں۔ میں نے بڑی دعائیں کیں۔ نماز جمعہ میں میں نے سر سجدے میں رکھ کر دعائیں مانگیں۔ یا اللہ تو میرے لئے راستے کھول اور سامان مہیا کر کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کر سکوں۔ یا اللہ تو میرے امیر کی امیدیں جو مجھ سے وابستہ ہیں انہیں پوری کر۔ شاید میری دعائیں قبول ہوئیں اور اللہ پاک نے مولانا عمرالدین صاحب شملوی کو بمبئی سے میری طرف روانہ کیا۔ ذیل کی رپورٹ ان تبلیغی سرگرمیوں سے تعلق رکھتی ہے جو ان کے آنے پر صادر ہوئیں۔

ملاقاتیں

جمعہ ۱۱ راگست کے شام کے ۷ بجے مولوی عمرالدین صاحب شملوی بمبئی سے مدراس تشریف لائے شنبہ ۱۲ راگست کو صبح سے شام تک میری مولانا سے حضرت مسیح ناصری کی پیدائش کے متعلق خوب بحث ہوئی۔ شام کو ہم کے۔ کے۔ بوکر بی اے۔ بی۔ ٹی۔ بی ایل۔ ایڈوکیٹ سے ملے اور انہیں احمدیت کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ یکشنبہ ۱۳ راگست کو جناب عبدالسعید مہاجر صاحب اور جناب سعداللہ صاحب سے ملاقات کی گئی۔

جلسۂ خواتین

اسی دن شب کے ۱۰ بجے عورتوں کا ایک جلسہ میرے مکان پر منعقد کیا گیا۔ عورتوں میں ہائی اسکول اور کالج کی چند لڑکیاں بھی تھیں۔ اس جلسہ میں مولانا واحد علی صاحب جو دیندار انجمن حیدرآباد سے تشریف لائے تھے۔ ان کی بھی تقریر ہوئی۔ مولانا مولوی عمرالدین صاحب شملوی کی تقریر کا عنوان تھا۔

"حقیقت قرآن"

آپ نے قرآن کی حقیقت کو پیش کرتے ہوئے قرآن کے اس چیلنج کو کہ "لاؤ ایک ایسی کتاب" دوہرایا، اور بتایا کہ یہ ہے شان قرآن کی جس کی مثال آج تک دنیا پیش نہ کر سکی اس کے بعد مولانا نے عورت کے پردے پر روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ عورت کیا تھی اور اسلام نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔ جلسہ بے حد کامیاب رہا۔ حاضرین کی تواضع چائے سے کی گئی اور رات کے ½۱ بجے جلسہ برخاست ہوا جلسے میں عورتوں کے علاوہ مرد بھی شامل تھے۔

تبادلۂ خیالات

دوشنبہ ۱۴ راگست سے مولانا سے کئی لوگ ملنے آنے لگے۔ اور دوران گفتگو میں آپ سے کئی ایک مسائل پر سوالات کئے گئے۔ مولانا بڑی خوبی کے ساتھ جوابات دیتے رہے۔ اسی دن رات کو اخبار "ہندوستان" دارو (روزنامہ مدراس) کے اڈیٹر جناب محمد عبدالجبار صاحب تشریف لے آئے آپ سے ختم نبوت اور قتل انبیاء پر بحث ہوئی۔ مولانا شملوی صاحب نے قرآن کریم اور حدیث نبوی سے ثابت کیا کہ نبوت ختم ہو گئی۔ اور انبیاء قتل نہیں کئے جاتے جناب عبدالجبار صاحب ایک ملّا طرز کے آدمی ہیں۔ مگر مولانا شملوی نے اپنے دلائل سے جبار صاحب کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ جبار صاحب ہر روز رات کے وقت ہمارے مکان پر آجاتے اور رات کے بارہ ایک بجے تک بحث کرتے رہتے۔

پیشگوئیوں پر بحث

سہ شنبہ ۱۵ راگست کو ہمارے ایک اور دوست جناب احمد محی الدین صاحب بیجاپوری کونسلر کارپوریشن آف مدراس بھی تشریف لائے اور ان سے رات کے ۱۰ بجے سے دو بجے رات تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ حضرت صاحب کی پیشگوئیوں پر بھی اعتراضات ہوئے مگر مولانا عمرالدین صاحب جو مامور کے علم سے معمور ہیں انہوں نے خوب بحث کی اور بہت ہی اطمینان بخش دلائل سے پیشگوئیوں کو ثابت کیا۔

محمدی بیگم کی پیشگوئی پر لوگ اڑ بیٹھے مولانا نے یہ فقرہ ادا کیا کہ:-

"محمدی یہ لے دودھ کا پیالہ پی لے
اور تیرے سر کی چادر سلامت ہے"

نہ معلوم اس فقرہ میں کیا زور تھا اور الفاظ میں کیا کمال تھا کہ لوگ محمدی بیگم والی پیشگوئی کو خوب سمجھ گئے۔

مسئلہ وفات اور سر سید احمد خاں

چہارشنبہ ۱۶ راگست کو وفات اور سرسید احمد خاں علیگڈھ یونیورسٹی کے متعلق بحث ہوئی۔ اسکو بھی مولانا نے خوب سمجھایا۔ اس دن رات کو مولوی عبدالبرکات صاحب انور بھی تشریف لائے تھے اس شب میرے اور مہاجر صاحب کے علاوہ مولوی عبدالبرکات صاحب، انور جناب احمد صاحب اور مولوی واحد علی شاہ صاحب بھی موجود تھے، بحث رات کے ۳ بجے تک جاری رہی اس بحث میں احمدیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ جس میں قابل ذکر پہلو یہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کی وفات، مسئلہ نبوت، مسئلہ کفر۔ حضرت صاحب کی پیشگوئیاں آپ کی صداقت اور ہمارا نصب العین۔

پنجشنبہ ۱۷ راگست۔ پنجشنبہ کی صبح کو مدراس کے چپے چپے اور کونے کونے میں ایک جلسہ کے بڑے بڑے پوسٹر سرخ رنگ میں چھپ کر شائع کئے گئے جس پر حضرت مسیح موعود کا یہ شعر تھا کہ

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں بیٹھے ہو کیا میل و نہار

جمال و حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

جلسہ کا موضوع تھا "یوم آزادی و قرآن" اس پوسٹر کے نیچے بھی حضرت صاحب کا ایک پیغام درج تھا اس پوسٹر کی اشاعت پر مخالفت شروع ہو گئی اور کوشش کی گئی کہ جلسہ روک دیا جائے مگر خدا کے کام کو کون روکے۔

مسجد والا جاہی

شہر مدراس میں یہ مدراس کی خاص خصوصیت رکھنے والی مسجد ہے یہ وہ مسجد ہے جہاں مسلمانان مدراس کے اہم تعلیمی اقتصادی۔ معاشرتی۔ تمدنی، سیاسی اور مذہبی جلسے ہوا کرتے ہیں ایک زمانہ تھا کہ اس مسجد میں ہمیں جگہ نہ دی جاتی تھی کوئی تین سال کی بات ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب جب مدراس تشریف لائے تھے تو ہم نے بڑی کوشش کی کہ اس مسجد میں مولانا کی ایک تقریر ہو جائے۔ لیکن ہمیں اجازت نہ ملی زمانہ کی تیز رفتار نے حالات کو بدل دیا۔ اور مامورمن اللہ کی صداقت نے مخالفین کو جھکا دیا اور یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ ہم نے چاہا کہ ہمارا جلسہ اس مسجد میں ہو اور وہ ہو کر رہا۔

جمعہ ۱۸ راگست

جمعہ ۱۸ راگست کو احاطہ مسجد والا جاہی کو ہم نے خوب سجایا رنگ برنگ کے برقی قمقمے لگائے ہر طرف بجلی کی روشنی تھی لاؤڈ اسپیکر کا انتظام تھا کوئی ۴ ہزار کا اجتماع تھا جن میں علماء، طلباء، تاجر سب قسم کے لوگ تھے اور ان کے علاوہ مستورات بھی تھیں۔

ٹھیک شب کے ½۹ بجے میں نے جلسہ کا آغاز حضرت صاحب کے ان اشعار سے کیا کہ

جی میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

جلسہ کی صدارت ہمارے ایک ہمدرد دوست جناب احمد محی الدین بیجاپوری کونسلر کارپوریشن آف مدراس نے فرمائی۔ پہلی تقریر جناب واحد علی صاحب مبلغ اسلام (دیندار انجمن) نے کی جو پونے گیارہ بجے ختم ہوئی اس کے بعد مولانا عمرالدین صاحب شملوی نے تقریر شروع کی مولانا نے قرآن کے حقائق بیان کئے اور دنیا کے تمام پیچیدہ مسائل کو قرآن سے حل فرمایا آپ نے اس بات کو کھول کر واضح کیا اور بتایا کہ انسان کی حقیقی آزادی کا ذریعہ قرآن اور صرف قرآن ہی ہے اور بتایا کہ اسلام ایک سچا مذہب ہے اور اس کا خدا ایک زندہ خدا ہے قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور رسول اللہ صلعم ایک زندہ نبی ہیں چنانچہ اب نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ مگر چونکہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اس میں مامور و مصلحین ہوتے رہیں گے مولانا نے آخر کار حضرت مسیح موعود کے ان اشعار پر رات کے ½۱۲ بجے اپنی تقریر ختم کی کہ

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم ۲)

"نبی رسول اور محدث میں کیا فرق ہے"

جناب میاں بشیر احمد صاحب کے جواب پر ایک نظر

مولانا عمر الدین صاحب

(۲)

آئیے اب اس بحث کے دوسرے رُخ کو بھی دیکھیں۔ میاں صاحب فرماتے ہیں کہ:-
(الف) "ہر نبی رسول ہوتا ہے اور ہر رسول نبی ہوتا ہے"
"اور یہی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک غلطی کے ازالہ میں فرمایا ہے"
(ب) "محدث نہ تو رسول ہوتا ہے اور نہ نبی بلکہ صرف خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوتا ہے"
کتنی بڑی جسارت ہے کہ ایک خیال کو جو میاں صاحب کے نزدیک صحیح ہے اور دراصل میں غلط ہے۔ صحیح ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

چیلنج

میں جناب میاں بشیر احمد صاحب اور دوسرے تمام علمائے قادیان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ صرف غلطی کے ازالہ سے ہی نہیں بلکہ کل تحریرات مسیح موعود میں سے یہ دکھا دیں کہ
"ہر نبی رسول ہوتا ہے اور ہر رسول نبی ہوتا ہے"
کس قدر جرأت ہے کہ یہ فقرہ لکھ کر حضرت مسیح موعود کو گواہ بنا لیا ہے اور حوالہ بھی ایک غلطی کے ازالہ کا دیا ہے حالانکہ اس میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ "ہر رسول نبی ہوتا ہے" ہاں اس کے خلاف یہ ضرور لکھا ہے کہ:-

"نبی کا رسول ہونا شرط ہے"
(ایک غلطی کا ازالہ)

اس سے یہ تو صاف ہو گیا کہ نبی لازماً رسول ہے لیکن اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ ہر رسول بھی نبی ہوتا ہے۔ اگر ہر رسول بھی نبی ہو تو یہ فقرہ کہ نبی کا رسول ہونا شرط ہے بے معنی ہو جائے گا۔ پھر تو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ نبی کا رسول ہونا اور رسول کا نبی ہونا شرط ہے۔ مگر چونکہ رسول کا نبی ہونا شرط نہیں ہے صدہا رسول گذرے ہیں جو نبی نہ تھے۔ (دیکھو شہادت القرآن علیٰ نزول مسیح الزمان) اور قرآن مجید میں وقفینا من بعدہ بالرسل میں حضرت موسےٰ کے بعد آنے والے تمام نبیوں اور محدثوں کو رسل قرار دیا ہے جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ رسول کا نبی ہونا ہرگز لازمی نہیں۔ پھر سورۃ یٰسین میں جن تین مرسلوں کا ذکر ہے ان کو حضرت مسیح موعودؑ نے بارہا غیر نبی لکھا ہے (دیکھو آپ کی کتاب سراج منیر ص۳)

حضرت مسیح موعودؑ کا یہ لکھنا کہ **نبی کا رسول ہونا شرط ہے** اور یہ ایک بار بھی نہ لکھنا کہ ہر رسول نبی ہے یا **رسول کا نبی ہونا شرط ہے** اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ہر نبی کا رسول ہونا تو لازمی ہے لیکن ہر رسول کا نبی ہونا لازمی نہیں۔

خود میاں صاحب کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ قرآن مجید میں تو آتا ہے کہ

ما ارسلنا نبی قبلک من رسول ولا نبی

تو پھر اگر رسول اور نبی مترادف ہو تو خدا کا کلام فصاحت سے گر جائے گا اور اس پر جو اعتراض ہو گا وہ یہ ہو گا کہ جب ایک لفظ نبی اور رسول ہم معنی ہیں اور ان میں عموم خصوص کا فرق بھی نہیں تو ان کو اس طرح لانا کہ نہ کوئی رسول بھیجا نہ کوئی نبی بھیجا بے معنی بات ہے۔ تو میاں صاحب کے دماغ نے ان کی غلط رہبری یہ کی کہ چونکہ رسول تو فرشتہ بھی ہوتا ہے۔
"اسی لئے رسول اور نبی کے درمیان وَلَا (اور نہ ہی نبی) کے الفاظ رکھکر تفریق کی گئی ہے ورنہ تمام حالات میں اس کی ضرورت نہ تھی۔"
میاں صاحب بہکی بہکی باتیں بنانے سے کیا فائدہ یہاں "ارسلنا" کے ماتحت جن انبیاء و رسل کا ذکر ہے ان میں نہ ملائکہ شامل ہیں اور نہ کسی بادشاہ کا ایلچی شامل ہے۔ بلکہ یہاں ان نبیوں اور رسولوں کا ہی ذکر ہے جو انسان ہیں اور جن میں تمنا کا دخل ہے فرشتے تو تمنا سے بھی پاک ہیں اور شیطان کا ان میں کسی طرح بھی دخل نہیں ہے۔

ہمارے اس بیان پر اس آیت کی قرأت ثانی جو احادیث میں ہے جسے خود میاں صاحب نے بھی اسی مضمون میں نقل کیا ہے خود گواہ ہے کہ "وَلَا" کا نبی اور رسول کے درمیان آنا اسی طرح ہے جیسے وہ رسول اور محدث کے درمیان بھی ہے۔ پس جس طرح وَلَا محدث سے یہ ظاہر ہے کہ محدث اور رسول دو الگ الگ قسم کے مرسل ہیں اسی طرح "رسول ولا نبی" سے نبی اور رسول دو الگ الگ قسم کے مرسل ثابت ہوتے ہیں۔

اگر نبی اور رسول مترادف ہوتے تو جس طرح رسول کا لفظ غیر انبیاء پر قرآن و حدیث میں بولا گیا ہے اسی طرح لفظ نبی بھی غیر انبیاء پر بولا گیا ہوتا۔ مگر سارے قرآن اور تمام احادیث میں نبی کا لفظ کسی غیر نبی پر نہیں بولا گیا۔ اور اگر اس پر کسی قادیانی صاحب کو بغلیں بجانے کا موقعہ مل جائے کہ احادیث میں مسیح موعود کے لئے تو لفظ نبی اللہ آیا ہے پس وہ غیر نبی نہیں تو وہ خود سوچ لے کہ احادیث میں یہ لفظ بطور مجاز و استعارہ ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں مجازاً آنحضرت صلعم کی بیویوں کو ہماری مائیں قرار دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت میں ماں از روئے قرآن مجید (ان امہات کم الئی ولدن کم) صرف وہ ہیں جن کے پیٹ سے ہم پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کو عزت و تکریم اور احترام کے اعتبار سے مجازاً ہماری مائیں کہا گیا ہے اور ہم ان کو اپنی ماؤں سے بھی زیادہ معزز و محترم اور قابل عزت جانتے ہیں اسی طرح ہم مسیح موعود کو دراصل نبی نہیں مانتے مجازاً نبی مانتے ہیں کیونکہ ان میں کمالات محمدیہ کا انعکاس علیٰ وجہ الکمال ہے۔

او نبی وقت خویش است اے مرید
تا از و نور نبی آید پدید

میاں صاحب کو خوب یاد ہے کہ آخری وقت وفات سے تھوڑا پہلے جب ایک سرحدی نے شوخی سے دعوئے نبوت کا الزام لگا کر حضور کی شان میں بہت بکواس کی تو آپ نے اسے کہا کہ اچھا اگر میرا یہ مجازی طور پر یا استعارۃً لفظ نبی کا استعمال تمہیں اس قدر گراں گذرتا ہے تو مولانا روم کو جس کی مثنوی جھوم جھوم کر پڑھا کرتے ہو۔ کیا کہو گے وہ بھی تو کہتے ہیں کہ

او نبی وقت خویش است اے مرید
تا از و نور نبی آید پدید

اگر حضرت مرزا صاحب مثنوی میں بیان کردہ معنوں کی رو سے نبی وقت نہ تھے بلکہ وہ اور قسم کے یا سچ مچ نبی تھے تو سرحدی کو یہ جواب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

مسیح کی مجازی خدائی

حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک دفعہ یہود نے پتھراؤ کر کے مارنے کا ارادہ کیا تھا حضرت مسیح نے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ تو انسان ہو کر خود کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتا ہے۔ تب مسیح نے کہا کہ کیا کتاب مقدس تورات وغیرہ میں یہ نہیں لکھا کہ جن کو خدا نے کتاب دی وہ خدا کے فرزند ہیں۔ پس اگر میں نے جسے خدا تعالےٰ نے برگزیدہ کیا ہے اور اپنے الہام و کلام سے مشرف فرمایا ہے۔ اگر یہ کہا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں تو اس میں کیا کفر آ گیا جو تم مجھے پتھراؤ کرنا چاہتے ہو۔ یہود شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

اس جگہ حضرت مسیح نے خدا کا بیٹا ہونے کی وہی حقیقت بیان کی جو دوسرے انبیاء و ملہمین کے لئے بائبل میں مذکور ہے اس لئے آج عیسائی اس جواب پر شرمندہ ہو جاتے ہیں ٹھیک اسی طرح قادیانیوں کا حال ہے۔ جب ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ جن معنوں میں حضرت مسیح موعود اپنے نبی ہونے کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔ پس حضرت اقدس دراصل ولی ہیں اور مجازاً نبی۔

قرآن مجید سے استدلال

قرآن مجید نے تو صاف رسول اور نبی کے درمیان (وَلَا) "اور نہ ہی" کے الفاظ رکھ کر بتا دیا ہے کہ رسول اور نبی دو الگ الگ ہستیاں ہیں۔ ورنہ "اور نہ ہی" کا کہنا بالکل بے معنے ہو گا۔ فرض کرو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "نہ کوئی انسان اور نہ ہی کوئی انسان ہے جسے خدا نے بھیجا ہو" تو کیا ہر شخص بول اُٹھے گا کہ میاں جی یہ کیا کہتے ہو ذرا ہوش سے بات کیجئے۔

عموم خصوص کی بحث

یہ سچ ہے کہ اگر ایک لفظ عام ہو دوسرا خاص ہو جیسے زید ایک خاص انسان کا نام ہے اور انسان ایک ایسا لفظ ہے جو تمام بنی نوع آدم پر بولا جاتا ہے یا یہ کہیں کہ وہ عام ہے تو اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں "یہاں نہ زید ہے اور نہ ہی کوئی انسان"
خاص پہلے اور عام پیچھے پھر ہم عام پہلے اور خاص پیچھے رکھکر یوں کہہ سکتے ہیں "یہاں نہ کوئی آدمی ہے اور نہ زید ہی"
یہ دونوں طریق کلام قرآن میں موجود ہیں عام قاعدہ یہ ہے کہ پہلے لفظ عام لاتے ہیں پھر خاص جیسے من کان عدواً للہ و ملائکتہ وجبریل ومیکال میں ملائکہ عام ہے جبریل و میکال دونوں خاص ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ نہ جبریل آیا نہ جبریل آیا۔ تو سننے والا کہنے والے کے

متعلق سمجھ لے گا کہ یہ سمجھ ہے۔ پس "رسول ولا نبی" میں عموم خصوص کا ہونا ضروری ہے ورنہ یہ الفاظ اس ترتیب سے لانا ہی غلطی ہو گی۔

لطیفہ

بیوی کے مالک کو شوہر بھی کہتے ہیں اور خاوند بھی۔ دونوں لفظوں میں ہماری زبان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اب اگر کسی عورت کو یہ کہا جائے کہ "نہ تیرا شوہر تجھکو پسند کرتا ہے اور نہ ہی تیرا خاوند تجھے پسند کرتا ہے" تو فرمائیے وہ عورت کیا سمجھے گی۔ غالباً وہ ایسا کہنے والے کو بیوقوف سمجھے گی یا شرارتی۔ بیوقوف اس لئے کہ ایک ہی وجود کو وہ دو کہہ رہا ہے اور شرارتی اس لئے کہ شاید اس دو کہنے میں اس عورت کو دو الگ الگ مالکوں کی بیوی کہنا مقصود ہو۔

مطالبہ

تمام علماء قادیان اکٹھے ہو کر ایک ہی مثال پیش کر دیں جہاں کلام الٰہی میں مترادف الفاظ کو رسول ولا نبی کی طرح اور نہ ہی یا "ولا" کے ساتھ جمع کر کے بیان کیا ہو۔ اگر کوئی مثال نہ ملے تو پھر "رسول ولا نبی" کو مترادف قرار دینے کا کوئی حق نہیں ہے یقیناً یہ دونوں لفظ مترادف نہیں ہیں۔ دونوں میں عموم و خصوص کا فرق ہے ہمارے نزدیک جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ:-

(ا) "رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول نبی اور محدث داخل ہیں"

آئینہ کمالات اسلام ص۳۲۲

(ب) "رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ وہ نبی ہوں یا رسول یا محدث اور مجدد ہوں"

(ایام صلح ص۱۷۱)

قرآن مجید میں لفظ رسول عام ہے اور نبی کا لفظ خاص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس نے غلطی کے ازالہ میں فرمایا "نبی کا رسول ہونا شرط ہے" اور یہ آپ نے کبھی نہ فرمایا کہ رسول کا نبی ہونا شرط ہے یا یہ کہ ہر رسول نبی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ فرمایا کہ رسول کا لفظ عام ہے جس میں بڑے سے بڑا رسول بھی داخل ہے اور چھوٹے سے چھوٹا رسول بھی داخل ہے۔ اور مجدد و محدث بھی رسول ہے۔ مگر ہر رسول مجدد و محدث نہیں ہے۔

اگر جناب میاں صاحب اب بھی یہی کہتے چلے جائیں کہ ہر رسول نبی ہے تو میں کہوں گا کہ وہ مجدد یا محدث جسے خدا مامور فرمائے وہ بھی رسول ہے اس لئے وہ بھی نبی ہوا۔ لیکن اب میاں صاحب کہیں گے کہ نہیں ہر مجدد و محدث جو مامور ہے وہ رسول نہیں مگر میں کہوں گا کہ پیارے میاں سنو حضرت اقدس فرماتے ہیں:-

"اے نادانوں بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا اور کچھ کہیں گے مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں اس جگہ حقیقی معنے مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے"

پس جبکہ ہر مامور من اللہ پر رسول کا لفظ اطلاق پاتا ہے تو یہ کہنا کہ ہر رسول نبی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ ہر مامور من اللہ نبی نہیں ہے۔

رسولاً نبیاً

قرآن مجید میں حضرت موسےٰ اور حضرت اسمٰعیل کے لئے

"رسولاً نبیاً"

کے الفاظ آئے ہیں۔ اب اگر ہر رسول نبی ہو اور ہر نبی رسول تو یہ دو لفظ بطور صفت الگ الگ کیوں بیان کئے گئے ہیں۔ رسولاً نبیاً جب موسےٰ کی صفت میں ہیں تو معنے یہ ہیں کہ موسےٰ رسول ہیں اور نبی ہیں یا یہ کہ موسےٰ ایسے رسول ہیں جو نبی ہیں۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیل کے لئے بھی رسولاً نبیاً کے الفاظ بغیر فرق ایک ذرہ کے ہیں اس لئے اس کے معنے ہوئے کہ

اسمٰعیل وہ رسول ہیں جو نبی بھی ہیں

یا یہ کہ

اسمٰعیل رسول ہیں اور نبی ہیں

پس رسول اور نبی دو الگ الگ حقیقتیں ہیں۔ ہر نبی رسول ضرور ہے کیونکہ وہ نبی بن ہی نہیں سکتا جب تک وہ رسول نہ ہو کیونکہ اظہار علی الغیب کے لئے رسول ہونا شرط ہے

لا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔

رسول اور شریعت

یہاں یہ بھی سمجھ آجاتا ہے کہ رسول کے لئے شریعت کا لانا شرط نہیں اور یہ جو اصطلاحاً کہا جاتا ہے کہ رسول وہ نبی ہے جو شریعت لیکر آئے اگر حدیث کی بناء پر اصطلاحاً اسے صحیح مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ قرآن مجید میں یہ اصطلاح ہے ہی نہیں۔ حضرت اسمٰعیل خدا کے رسول و نبی تھے مگر وہ کوئی شریعت لیکر نہ آئے تھے بایں ہمہ خدا تعالےٰ نے ان کو رسولاً نبیاً اسی طرح کہا ہے جس طرح موسےٰ کو۔

قرآنی اصطلاح

قرآن مجید وحی نبوت کا نام کتاب رکھتا ہے اس لئے ہر نبی صاحب کتاب ہے اور اس کی وحی کو ہم وحی شریعت بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ عند الضرورت شریعت کے احکام میں خدا کے اذن سے ردو بدل کر سکتا ہے۔

نبی خاص ہے

لفظ رسول میں تو آپ نے دیکھ لیا ہر مامور من اللہ داخل ہے۔ لیکن یہ آپ کو کہیں نہ ملے گا کہ لفظ نبی میں ہر مامور یا رسول داخل ہے اس لئے لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ نبی خاص ہے اور رسول عام ہے۔

اس کے لئے میں قرآن مجید سے ایک اور دلیل بھی پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے لئے فرماتا ہے کہ وہ تھے

صدیقاً نبیاً

جس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ صدیق نبی تھے یا یہ کہ وہ صدیق بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ اب ہر نبی لازماً صدیق ہے لیکن ہر صدیق لازماً نبی نہیں ہے۔ پس صدیق عام ہے اور نبی خاص ٹھیک اسی طرح رسولاً نبیاً میں رسول عام ہے اور نبی خاص۔

رسول و نبی

اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ باستثناء ایک آدھ نبی کے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے سب کو کبھی نبی کہا جاتا ہے اور کبھی انہیں کو رسول کہہ دیا جاتا ہے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول و نبی مترادف ہی ہے

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انبیاء مذکور کو فی القرآن لازماً رسول بھی ہیں اس لئے اگر ان کو رسول کہا گیا تو یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر رسول نبی ہے جن مجددوں یا محدثوں کا ذکر "ولا محدث" کی قرأت میں ہے ہم اگر ان کو رسول کہیں تو بھی ٹھیک اور محدث کہیں تو بھی ٹھیک کیونکہ وہ رسولاً محدثاً ہیں یعنی وہ ایسے رسول ہیں جو محدث ہیں مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ ہر رسول محدث ہے۔

پس وہ تمام رسول جو نبی بھی ہیں ان کو مترادف طور پر استعمال کرنا یعنی ان کو کبھی نبی کہنا کبھی رسول جائز ہے مگر اس سے رسول اور نبی مترادف نہیں ہو جاتے جیسے ایک ڈاکٹر کو جو سول سرجن کے عہدے پر ہو ہم اگر کبھی ڈاکٹر کہدیں اور پھر اسی کو کبھی سول سرجن کہدیں تو اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ ہر ڈاکٹر سول سرجن ہے۔ ہاں ہر سول سرجن لازماً ڈاکٹر ہے۔

قادیانی علماء

اکثر قادیانی علماء اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے نزدیک رسول اور نبی مترادف ہے۔ مگر میں نے ان کے جس مولوی کو ایک دو سوال کئے وہ چپ ہی ہو کر رہ گیا۔ مولانا سلیم صاحب کلکتہ سے بمبئی اپنی انجمن میں آئے میں نے ان سے جب یہ پوچھا کہ آپ نبی اور رسول کو ایک بھائی کے سامنے کیوں ہم معنی قرار دیتے تھے۔ یہ تو غلط خیال ہے اور میں نے آیات قرآنی کی طرف توجہ دلائی۔ مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے مسئلہ قتل انبیاء پر بھی ان کو توجہ دلائی وہ وعدہ کر گئے کہ میں کلکتہ جا کر جواب لکھوں گا۔ مگر تین ماہ ہو چکے ہیں اور باوجود یاد دہانی کے اب تک خاموش ہیں البتہ وہ وعدہ یہ کرتے ہیں کہ زیر بحث سوال پر اچھی طرح غور کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ خدا کرے کہ وہ ایسا کر سکیں۔ دیدہ باید۔ تین ماہ کے قریب تو عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن میں اس لئے ابھی ان کے متعلق یہ کہنے کو تیار نہیں کہ وہ بھی جواب نہ دے سکیں گے جیسے تمام ہندوستان کے بڑے بڑے علماء عاجز آ چکے۔ دیوبند والوں نے تو ۲-۲½ سال ہو گئے کوئی جواب نہیں دیا کم فرصتی کا عذر بھی ختم ہو گیا۔ کیونکہ دو ڈھائی سال کا عرصہ بہت لمبا عرصہ ہے۔ اس میں ایک استفتاء کا جواب دینا کیا مشکل ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ جواب دے ہی نہیں سکتے۔ اگر سچ کہیں تو لوجہ لائم مانع ہے اور ہیر پھیر کریں تو وہ یہ جانتے ہیں کہ ستفتی جاہل نہیں وہ پھر اور بحث کر کے ہم کو لاچار کر دیگا اس لئے وہ بچارے باوجود علم و فضل کے مجبوراً خاموش ہیں۔ البتہ میرے اصل مخاطب جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے مجھے اتنا فرما دیا ہے۔

عدم قتل انبیاء اور دیوبند

مسئلہ قتل انبیاء میں جو آپ انبیاء کے عدم قتل پر یہ کہتے ہیں کہ قتل سے مراد صرف کوشش قتل ہے نہ کہ فی الواقعہ کسی نبی کا قتل ہو جانا۔ یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی دوسرا امر مانع نہ ہو۔

جس کا جی چاہیئے مولانا سے پوچھ لے اور ساتھ ہی یہ بھی پوچھ لے کہ مولانا کوئی دوسرا امر مانع ہے جو عدم قتل کے معنوں کے

(باقی برصفحہ ۱۱ کالم نمبر ۲)

ہندوستان میں مسلمانوں کے تمدنی اثرات

(۲)

تاریخی لٹریچر

تاریخ نویسی میں ہندوؤں کا دماغ بالکل محدود تھا، مسلمانوں کی فتح سے پہلے ہندوؤں نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی تھی جو صحیح معنوں میں تاریخ کہی جا سکتی ہے۔ اس کے برخلاف عربوں کا دماغ خشک، مرتب اور حقیقت پسند ہوتا ہے۔ وہ تمام واقعات کو تاریخ وار لکھنے کے عادی ہیں۔ مسلمانوں کا تاریخی لٹریچر بہت ہی وسیع اور متنوع ہے اور اس میں سنہ و سال کی باضابطہ ترتیب رہتی ہے۔ ہندوستان کے ہر مسلمان خاندان کے زمانہ میں تاریخیں لکھی گئیں مغلوں کے ہر بادشاہ نے اپنے عہد کی تاریخ لکھوائی، ان تاریخوں کا نہ صرف مطالعہ کیا گیا بلکہ ہندو مصنفوں اور راجاؤں نے ان کے طرز کو نقل کرنے میں تساہل سے کام نہیں لیا اس طرح ہندوستانی لٹریچر میں ایک نئے اور بہت ہی مفید فن کا اضافہ ہو گیا۔ چنانچہ سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں تاریخوں، سوانحعمریوں اور خطوں کا ایک عظیم الشان ذخیرہ فراہم ہو گیا۔

کلچرل اثرات

مسلمانوں نے ہندوستان میں صدیوں حکومت کی اس لئے یہاں ان کے تمدنی اثرات گوناگوں ہیں۔

شکار خصوصاً باز اور شکرے سے شکار کھیلنے کے طریقوں میں مسلمانوں کا اثر غالب ہوا، اس کے لئے ان ہی کی اصطلاحات استعمال ہوئیں۔ تمدن کے دوسرے شعبوں میں بھی فارسی عربی اور ترکی الفاظ ہندی بنگالی مرہٹی زبان تک میں استعمال کئے جانے لگے۔

مسلمانوں نے فنون جنگ میں بڑی ترقی کی تھی۔ انہوں نے یہ فن ترکی سے سیکھا تھا، جو یورپ کے فنون جنگ سے متاثر تھا، اور کچھ ایرانیوں سے متاثر تھا۔ مغلوں کی فوج کے نظم و نسق کو ہندو راجاؤں نے بڑی رغبت سے اختیار کیا، تمدن جیسے جیسے بڑھتا گیا، اور جنگ میں توپوں کے استعمال کی کثرت ہوئی تو مسلمانوں نے حصار بندی کو بڑی ترقی دی، مسلمانوں ہی نے یہاں بارود رائج کی ہندوؤں کو جنگ میں ہاتھیوں پر بڑا بھروسہ رہا کرتا تھا

لیکن مسلمانوں نے سواروں کے لڑنے کے طریقۂ جنگ کو اتنی ترقی دی کہ ہاتھی جنگی مصرف کے لئے بیکار ہو گئے اور وہ لڑائی میں صرف باربرداری کے کام میں آنے لگے۔

ملکی نظام، دربار کے آداب، لباس پوشاک، اعلیٰ طبقہ کے طرز زندگی سامان تعیشات، فنون لطیفہ، تعمیرات اور فن باغبانی میں مسلمانوں کے اثرات بہت نمایاں طور پر ظاہر ہوئے۔ مغلوں نے دربار کے مراسم خطابات اور سرکاری عہدیداروں کے آداب میں جن جن باتوں کو رائج کیا، ان کو اکثر ہندوؤں نے فخریہ نقل کیا۔ راجپوت اور مالوہ کی بعض ریاستوں میں سرکاری زبان اب تک اردو ہے، اور اس کا رسم الخط دیوناگری کے بجائے فارسی ہے۔

محکمہ مالیات کا نظام تو وہی رہا جو بہت ہی قدیم زمانہ سے ہندوستان میں رائج تھا لیکن اس نظام کی دفتری ترتیب اور اس کے حساب کتاب کے طریقوں اور اس محکمہ کے القاب کو مسلمانوں نے رائج کیا اور ان سے ہندو ریاستوں نے لیا۔ مسلمانوں کی روزانہ زندگی میں ہندوؤں کے مقابلہ میں تعیش زیادہ تھا، وہ زیادہ تر شہروں میں رہتے تھے۔ اس لئے ان کی وجہ سے صنعتوں اور فنون لطیفہ کو زیادہ فروغ ہوا، ان کا ذوق ہندوؤں سے زیادہ بلند اور پاکیزہ تھا متمول ہندو خصوصاً سرکاری طبقہ ان ہی کے ذوق کو اپنی زندگی کا معیار بناتا تھا حتیٰ کہ معصیتوں میں بھی ان ہی کی ریس کرتا تھا۔

مسلمانوں نے کھانے پینے کی بہت سی نئی چیزیں رائج کیں، جمالیات، عطریات، اور رقص و سرود میں مسلمان شاہی خاندان کا ذوق پوری سوسائٹی کی رہبری کرتا تھا گو رقص و سرود میں ان کا ذوق کچھ بہت ترقی یافتہ نہ تھا۔

کاغذ مسلمانوں ہی نے یہاں رائج کیا جیسا کہ اس کے عربی نام سے ظاہر ہے کاغذ کے رائج ہونے کے بعد پتیوں پر کتابوں کے لکھنے کا رواج بند ہو گیا اور کتابیں ظاہری حسن کے ساتھ زیادہ تعداد میں ہاتھوں میں آنے لگیں، مخطوطات کی طلاکاری ایک خاص آرٹ ہے جو مغلوں کے زمانہ میں شروع ہوا، اکبر اور

اس کے بعد کے عہد میں ہندو راجاؤں کے لئے ہندی اور سنسکرت کتابیں نقل کی جانے لگیں، اور ان کو مصور کیا گیا۔ یہاں کی فارسی کتابوں کی طلاکاری اور خطاطی کی شہرت یورپ تک پھیلی جس کی وہ مستحق تھی۔ مسلمانوں ہی کے اثر سے کتابیں عام طور سے نقل کی جاتیں، اور علوم و فنون کو پھیلایا جاتا۔ ورنہ اس سے پہلے ہندو اپنی کتابوں اور علوم و فنون کو راز ہی میں رکھنا پسند کرتے تھے،

یونانی اطباء اپنے زمانہ کے بہترین طبی مشیر سمجھے جاتے تھے اس کی وجہ کچھ تو یہ ضرور تھی کہ سلاطین اور امراء ان کی سرپرستی کرتے تھے لیکن ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ہندوؤں کے فن طب کی ترقی بالکل مسدود ہو گئی تھی اور مسلمانوں کا یہ فن روزافزوں ترقی کر رہا تھا، کیونکہ وہ مغربی ممالک کی ترقیوں سے باخبر رہتے تھے۔

مسلمان بیرونی ملکوں کا سفر کر کے تجارت کیا کرتے تھے، اس سے ان کے ذہن و دماغ میں وسعت پیدا ہوتی رہتی تھی، ان کے مقابلہ میں ہندو گھر ہی میں رہنا پسند کرتے تھے فارسی زبان میں "جہاندیدہ" ایک اصطلاح ہے جو ایسے شخص کے لئے استعمال کی جاتی تھی، جس نے بہت زیادہ سیر و سیاحت کی ہو، ایسا شخص عقل و دانش اور کلچر کا نمونہ سمجھا جاتا تھا جو بالکل صحیح ہے۔

("ص-ع")

ادارہ علوم دینیہ

قبل ازیں یہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ اس ادارہ میں جو عنقریب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر اہتمام کھلنے والا ہے، جو لوگ علم دین حاصل کرنا چاہیں وہ اپنی درخواستیں دفتر ادارہ علوم دینیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے نام بھیجدیں۔ درخواستوں کے ساتھ حسب ذیل کوائف کا آنا بھی ضروری ہے:-

(۱) پورا نام معہ سکونت و پتہ
(۲) ولدیت و قومیت
(۳) عمر
(۴) شادی شدہ یا غیر شادی شدہ
(۵) اگر شادی شدہ ہے تو بچوں کی تعداد اور عمر
(۶) خاندانی سکونت
(۷) تعلیم - (ا) عام تعلیم (ب) تعلیم عربی دینیات اور سلسلہ۔
(۸) سلسلہ میں کب سے داخل ہیں
(۹) امیدوار کی جسمانی صحت کیسی ہے
(۱۰) دینی تعلیم کے لئے خاص رجحانات تقریر تحریر اور ادبی ذوق۔ کون کونسی زبانیں جانتا ہے۔
(۱۱) کتنا عرصہ تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔
(۱۲) اخراجات میں سے کس قدر خود ادا کرنے کے قابل ہے۔
(۱۳) موجودہ پتہ
(۱۴) بعد فراغت تعلیم تبلیغ کیلئے زندگی وقف کرنا چاہتا ہے یا کوئی اور صورت ہے۔
(۱۵) دو معزز دوستوں کے نام و پتے وغیرہ۔
(۱۶) والدین کی رضامندی۔ فوٹو (برائے غیر ممالک)

ڈاکٹر اللہ بخش
افسر ادارہ علوم دینیہ

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(بقیہ از صفحہ ۲)

سنت کے لئے فرمایا اتممت علیکم نعمتی اور دونوں کے مجموعہ ...... اور نتیجہ کا نام اسلام ہوا۔

اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ مسیح کی وفات کے متعلق سنت دکھاؤ۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ سنت موجود ہے آنحضرت صلعم نے خود مر کر دکھا دیا۔ ورنہ اگر اوپر آسمان پر چڑھ جانا سنت انبیاء تھا تو آسمان پر اڑ جاتے، بلکہ جیسا کہ قرآن شریف نے شہادت دی مسیح کی وفات پر اور آپ کی وفات پر انک میت و انہم میتون۔ آپ نے مر کر دکھا دیا اور وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تصدیق کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ پہلا اجماع امت محمدیہ کا آپ کی وفات پر حضرت مسیح کی وفات کی نسبت ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا استدلال کیسا لطیف تھا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے اس کو لطیف استدلال اور نبوت کے انوار کا حصہ دیا جاتا ہے اور وہ ملکہ مخفی رہتا ہے جب تک کہ وہ وقت نہ آ جائے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہوا۔ غرض خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب سنت اور حدیث کو ہرگز ہرگز ملانا نہیں چاہیئے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۱)

(بقیہ خطبہ از صفحہ)

۔۔۔ وحدت اور جنون اگر ہم سب میں پیدا ہو جائے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں تھا تو آج بھی دین کے غلبہ کا وہی نقشہ نظر آ جائے جو پہلے نظر آیا۔ وہ کیا تھا۔ "انا فتحنا لک فتحا مبینا" فتح اسلام کے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ وہ دن یقیناً آئیں گے۔ خدا تعالےٰ چاہیگا اور آپ میں سے بہت سے لوگ زندہ ہوں گے۔ جو دیکھ لیں گے کہ دنیا پر اسلام۔ قرآن۔ اور محمد رسول اللہ کی صداقت کے متعلق ایک ۔۔۔ جائے گی۔ اور اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے لئے جنہوں نے اس زمانہ میں اسلام اور قرآن کے پھیلانے کے لئے ۔۔۔ قبولیت کی ہوا چل جائے گی۔ ۔۔۔ اور واقعات کے سامنے کوئی ۔۔۔ ٹھیر سکتی۔ صرف آپ لوگوں کے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

پانچہزار سیٹ کی تحریک

ایک خاص امر کی طرف بھی اس وقت ۔۔۔ چاہتا ہوں آپ کو اس تحریک کا ۔۔۔ ہے کہ دنیا کی پانچہزار لائبریریوں میں ۔۔۔ تعلیم کا مکمل سٹ پہنچانے کے ۔۔۔ سال گذشتہ تحریک ہوئی تھی۔ کام تو خدا کا ہے اور یقیناً ہو کر رہے گا۔ مگر آپ ۔۔۔ تھوڑی کوشش اپنے حلقۂ اثر میں اس ۔۔۔ لئے کریں۔ خدا تعالےٰ یقیناً اس میں ۔۔۔ ڈال دے گا۔ میں آج کے دن سے غالباً ۔۔۔ روز اور کراچی میں ہوں اور یہ چالیس ۔۔۔ اس کام کے لئے خرچ کرنا چاہتا ہوں ۔۔۔ قرآن شریف کا مسودہ مکمل کر کے ولایت بھیج چکا ہوں۔ صرف تمہید اور انڈکس کا کام ہے۔ جب میں نے پانچہزار سٹ کی تحریک ۔۔۔ کے لئے ساڑھے تین لاکھ روپیہ لکھا تھا ۔۔۔ دوستوں کو تعجب ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو اس کام کی طرف توجہ نہیں۔ اتنا روپیہ کیسے جمع ہوگا مگر کس قدر خدا تعالےٰ کا فضل ہے کہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے زاید اس تحریک میں وصول بھی ہو چکا ہے آپ لوگ بھی ثواب کی خاطر اس تحریک میں حصہ لیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو اس نیک کام کی رغبت دلائیں اگر آپ کی بدولت ان کو نیکی کے کام کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ تو نیکی کا ثواب تمہارے نام بھی لکھا جائے گا۔ کوئی ایک سٹ لے دو سٹ لے۔ دس لے۔ سو لے۔ جس وقت یہ تجویز تکمیل کو پہنچ گئی دنیا کے پانچ ہزار مقامات پر آپ کے مبلغ پہنچ جائیں گے۔ جو کاغذی زبان سے اسلام کا وعظ کر رہے ہوں گے پانچہزار مقامات پر اسلام کی تخم ریزی ہو جائے گی جیسے بیج کو کھیت میں بوتے ہے اسی وقت آہستہ آہستہ اس میں تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا بیج بھی کام شروع کر دے گا۔ کزرع اخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوی علےٰ سوقه، بیج زمین میں پڑتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک تن آور درخت بن جاتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ میری یہ بات آپ لوگوں کی سمجھ میں آ جائے اور یہ امر خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہی۔ کہ جس بات کو میں اچھا سمجھتا ہوں اسے آپ بھی اچھا سمجھنے لگیں۔

(بقیہ از صفحہ ۹)

خلاف ہو۔ مجھے تو مولانا نے کوئی ایسا امر بتایا نہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کے ذہن میں ذرا بھی کوئی ایسی روک ہوتی تو وہ مجھے جہاں انہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ معنے جو قبل انبیاء کے آپ کرتے ہیں وہ بھی ہو سکتے ہیں وہیں ساتھ فرما دیتے مگر فلاں امر مانع ہے"۔ دو ڈھائی سال کی خط و کتابت کے بعد مولانا کا اوپر کا جواب میرے لئے تو کافی ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ احمدیت کی فتح ہے۔

نبی رسول اور محدث

اصل بحث تو یہ ہے کہ قادیان والوں کے نزدیک نبی اور رسول مترادف الحقیقت ہے مگر ہمارے نزدیک یہ غلط ہے جیسا کہ میں حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے اوپر بحث کر کے دکھا چکا ہوں۔

خاتم النبیین

وہ لوگ جو رسول کو بڑا اور نبی کو چھوٹا جانتے یا مانتے ہیں وہ اگر صرف اس امر پر بھی غور کریں کہ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت کے لئے جو سب سے بڑا مقام بیان فرمایا ہے وہ خاتم النبیین کا ہے۔ اگر رسالت کا مقام نبوت کے مقام سے بلند ہوتا تو خدا تعالےٰ ضرور قرآن مجید میں آپ کو خاتم المرسلین یا خاتم الرسل ہی قرار دیتا۔ مگر خدا تعالےٰ کا ایسا نہ کرنا بتا رہا ہے کہ ختم نبوت کا مقام سب سے اونچا ہے۔ لہٰذا نبی خاص ہے اور رسول عام ہے۔

خاتم المرسلین

اب اگر یہ سوال ہو کہ کیا آنحضرت صلعم خاتم الرسل نہیں ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ ضرور آپ خاتم الرسل بھی ہیں۔ اول تو اس لئے کہ نبی کا رسول ہونا شرط ہے اس لئے جو رسالت شرط نبوت ہے وہ ختم نبوت کے ساتھ ہی لازماً ختم ہو گئی۔ دوسرے اس لئے کہ خود حضرت خاتم النبیین صلعم نے فرمایا ہے کہ میں خاتم المرسلین ہوں۔ اس لئے نبوت و رسالت آنحضرت صلعم پر ختم ہو چکیں۔ اب نہ نیا رسول آ سکتا ہے اور نہ پرانا رسول۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے بارہا یہ لکھا ہے کہ نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہے۔ دلیل صرف ختم نبوت ہے جس کا ذکر آیت خاتم النبیین میں ہے۔

بابی اور بہائی

علی جو چھپا ہوا بہائی تھا اور احمدیت میں نقب لگا رہا تھا وہ اپنے مضامین میں اکثر یہ لکھتا رہا ہے کہ نبوت ختم ہو گئی مگر رسالت تو ختم نہیں۔ اور ایک دفعہ بمبئی میں ان کی شیریں مبلغہ نے بڑے زور سے کہا کہ نبوت ختم ہوئی ہے رسالت کا ختم کہیں نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ سنو تمہارے بہاء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ "انتہت لله النبوت والرسالت" (فرد وس) تو وہ منہ دیکھتی رہ گئی جواب کیا دیتی کہا کتاب موجود نہیں اس لئے پھر جواب دوں گی میں اگلے دن کتاب لے کر ان کے گھر جا پہنچا تو آئیں بائیں شائیں کر کے بات کو ٹال دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تمہارے مصطفےٰ رومی اور ابو الفضائل گلپائیگانی دونوں نے بڑے زور سے لکھا ہے کہ اب دور نبوت و رسالت نہیں ہے بلکہ دور ولایت ہے۔ پھر نبوت و رسالت کے ختم ہونیکا انکار کیوں کیا جائے آخر بیچاری نے بات اور طرف پھیر دی۔ مگر جواب کچھ نہ دیا۔

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ رسول کا لفظ عام ہے اور نبی خاص ہے۔ اور محدث و مجدد یہ جبکہ مامور ہونے کے رسولوں میں داخل ہے۔ لیکن وہ نبی نہیں ہیں اب فرق نمایاں ہے۔ اگر میاں بشیر احمد صاحب کچھ اور لکھیں گے تو میں پھر اور لکھونگا ورنہ جو لکھا گیا ہے وہ کافی ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

اخبار احمدیہ

— میاں عبدالرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ایس ڈی او۔ مسلم ٹاؤن سے اطلاع دیتے ہیں کہ انکا لڑکا محمد عبدالقدوس بی اے کے امتحان میں اور لڑکی امۃ العظمت میٹرک میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس خوشی میں انجمن کو مبلغ دس روپیہ پیش کئے گئے ہیں جزاہ اللہ۔

— ۱۲ راگست کو ملک کرم آلٰہی صاحب کی صاحبزادی سرور بیگم کا نکاح ملک مختار احمد صاحب ولد ملک محمد عمر صاحب کے ساتھ دو ہزار روپیہ حق مہر پر مولنا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے پڑھایا۔ اس خوشی میں دس روپیہ ملک کرم آلٰہی صاحب اور دس روپیہ دولہا کے والد صاحب کی طرف سے انجمن کو وصول ہوئے۔ جزاہما اللہ۔

مدراس میں تبلیغی سرگرمیاں

(بقیہ از صفحہ کالم)

جلسے کے بعد حاضرین مولانا سے آ کر ملنے لگے اور مولانا کے علم قرآن کی خوب تعریف کی۔

دورہ تروولور

مدراس سے کوئی ۲۵ میل پر ایک گاؤں آباد ہے جس کا نام ہے تروولور۔ مولوی انعام الحق صاحب نے لکھا تھا کہ ہم یہاں چلیں میں اور شملوی صاحب ۱۹ راگست کی دوپہر کو تروولور روانہ ہو گئے اور وہاں ہمارے احمدی دوست جناب عبدالرزاق صاحب سے ملاقات کی احمدیت کی بابت گفتگو ہوتی رہی نماز عصر پڑھکر مدراس واپس ہو گئے۔

اسلام میں عورت کا مقام

اسی دن رات کے ۱۰ بجے میری ہمشیرہ ظہیر النساء بیگم نے اپنے کالج کی مسلم لڑکیوں کو مولنا شملوی صاحب کی تقریر سننے کے لئے مدعو کیا اور میری چھوٹی بہن اعظم النساء نے اپنے اسکول کی لڑکیوں کو دعوت دی۔ مولانا نے اپنی تقریر کا عنوان "اسلام میں عورت کا مقام" رکھا اور بتایا کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی میں صبر اور ایمان تھا اور کہا کہ مسلم عورتوں کو چاہیئے کہ وہ بھی اسی طرح ایمان اور صبر کی پتلیاں بن جائیں۔

بیجاپوری کونسلر کے مکان پر

۲۰ راگست یکشنبہ کی شب کو جناب بیجاپوری کونسلر کارپوریشن آف مدراس ———— کے مکان پر گئے اور احمدیت پر تبادلۂ خیالات ہوتا رہا اس کے بعد اس امر پر غور کیا گیا کہ مدراس میں کس طرح تبلیغ ہو رات کے ۲ بجے تک مختلف مسائل پر بحث ہوتی رہی۔

دوشنبہ ۲۱ راگست کی رات کو ہم پھر جناب بیجاپوری کے مکان پر گئے۔ جہاں یہ طے کیا گیا کہ مدراس میں ایک لائبریری کھولی جائے لٹریچر ہو اور ایک مشنری ہو۔

سہ شنبہ ۲۲ راگست

کی صبح ناشتہ کے بعد ساڑھے نو بجے مولانا عمر الدین صاحب شملوی بذریعہ گرانڈ ٹرنک اکسپرس احباب کو فی امان اللہ کہتے ہوئے حیدر آباد دکن روانہ ہو گئے جہاں وہ مولانا انعام الحق صاحب کے ہاں ایک دن رہ کر بمبئی واپس چلے جائیں گے۔ والسلام۔ خاکسار محمد کریم اللہ

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۶۹ھ - ۶ ستمبر ۱۹۵۰ء | نمبر ۳۵

پانچہزار لائبریریوں کیلئے اسلامی لٹریچر

از خطبہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۵۰ء

"ایک خاص امر کی طرف اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں آپ کو اس تحریک کا علم ہے کہ دنیا کی پانچہزار لائبریریوں میں اسلامی تعلیم کا مکمل سٹ پہنچانے کے لئے سال گذشتہ تحریک ہوئی تھی۔ کام تو خدا کا ہے اور یقیناً ہوکر رہے گا۔ مگر آپ بھی تھوڑی کوشش اپنے حلقۂ اثر میں اس کے لئے کریں۔ خدا تعالےٰ یقیناً اس میں برکت ڈال دے گا۔ میں آج کے دن سے غالباً چالیس روز اور کراچی میں ہوں اور یہ چالیس روز اس کام کے لئے خرچ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ قرآن شریف کا مسودہ مکمل کرکے ولایت بھیج چکا ہوں۔ صرف تمہید اور انڈکس کا کام باقی ہے۔ جب میں نے پانچہزار سٹ کی تحریک کی جس کے لئے ساڑھے تین لاکھ روپیہ درکار تھا تو بہت دوستوں کو تعجب ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو اس کام کی طرف توجہ نہیں۔ اتنا روپیہ کیسے جمع ہوگا مگر اس قدر خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے زاید اس تحریک میں وصول بھی ہو چکا ہے آپ لوگ بھی ثواب کی خاطر اس تحریک میں حصہ لیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو اس نیک کام کی رغبت دلائیں۔ اگر آپ کی بدولت ان کو نیکی کے کام کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ تو نیکی کا ثواب تمہارے نام بھی لکھا جائے گا۔ کوئی ایک سٹ لے دو سٹ لے۔ دس لے۔ سو لے۔ جس وقت یہ تجویز تکمیل کو پہنچ گئی دنیا کے پانچہزار مقامات پر آپ کے مبلغ پہنچ جائیں گے۔ جو کاغذی زبان سے اسلام کا وعظ کر رہے ہوں گے پانچہزار مقامات پر اسلام کی تخم ریزی ہو جائے گی جیسے بیج کو کھیت میں بونے سے اسی وقت آہستہ آہستہ اس میں تغیر شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا بیج بھی کام شروع کردے گا۔ کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علےٰ سوقہ، بیج زمین میں پڑتا ہے تو پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک تن آور درخت بن جاتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ میری یہ بات آپ لوگوں کی سمجھ میں آجائے اور یہ امر خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ کہ جس بات کو میں اچھا سمجھتا ہوں اسے آپ بھی اچھا سمجھنے لگیں"۔

دس دن کی آمد کی اپیل

از خطبہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۵۰ء

"دو ماہ کا عرصہ ہوا ہوگا۔ کہ میں نے اپنے احباب سے دین کی خاطر دس دن کی آمد مانگی تھی۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو ہزاروں روپیہ دے سکتے ہیں مگر آخیر جولائی تک صرف ۱۳ ہزار روپیہ آیا ہے۔ اگر مشکل پیش نہ آئی۔ تو اپیل کی ضرورت نہ ہوتی۔ جنہوں نے وعدے بھی کئے ہیں مطمئن بیٹھے ہیں کہ دے دیں گے لیکن اگر اس وقت دیا جب دینی کام کو نقصان پہنچ گیا تو کیا فائدہ۔ جو وعدہ کرو شوق اور جذبہ کے ساتھ کرو۔ اسی طرح پر خدا کے رستہ میں دو تو وہ بھی شوق اور جذبہ کے ماتحت دو ایک حدیث میں آتا ہے لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب اس کم بخت پیٹ کو مٹی کے سوائے کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں خدا ادھار نہیں رکھتا۔ جو شخص اس کے رستہ میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو اس دنیا میں بھی واپس کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ انسان دکھ اور تکلیف اٹھا کر شوق کیساتھ خدا کے رستہ میں دے۔ اس لئے اپنے فرائض کو جو جماعت میں شمولیت کے بعد آپ پر وارد ہوتے ہیں" دین کو دنیا پر مقدم کرنا" پہچانو۔ ورنہ کیا فائدہ دنیا میں بھی بدنام ہوئے کہ یہ مرزائی ہیں۔ قادیانی ہیں۔ دنیا میں بھی بدنام ہوئے اور خدا کو بھی راضی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے"۔

کیا احباب کرام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ان دردمندانہ اپیلوں کی طرف خاص طور پر اور جلد از جلد توجہ فرمائیں گے؟

خاکسار۔ مرتضیٰ خان۔ سیکرٹری تحصیل، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور

اخلاقِ فاضلہ کثرتِ عبادات سے بہتر ہیں

خدا اور رسول کی خوشنودی لوگوں کی حاجت روائی میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اخلاقِ فاضلہ محبوبانِ خدا کا خاصہ ہے

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم ان اللہ یعطی الدنیا من یحب ومن لا یحب ولا یعطی الدین الا من احب فمن اعطاہ اللہ الدین فقد احبہ والذی نفسی بیدہ لا یسلم عبد حتی یسلم قلبہ ولسانہ ولا یؤمن حتی یامن جارہ بوائقہ۔

مشکوٰۃ باب الشفقتہ

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے اخلاق تمہارے درمیان اس طرح تقسیم کر دیئے جیسے تمہارے رزق تمہارے درمیان تقسیم فرما دیئے ہیں (رزق کا معاملہ تو ایسا ہے کہ) وہ یقیناً سب کو بلا امتیاز دوست دشمن رزق دیتا ہے (اے خداوند از خزانہ غیب، گبر و ترسا وظیفہ خود داری، دوستاں را کجا کنی محروم، تو کہ با دشمناں نظر داری) مگر اخلاقِ فاضلہ اسی شخص کو عطا فرماتا ہے جس کا قلب صافی اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور ہے۔ اور جسے وہ مکارم اخلاق سے نوازتا ہے اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بندہ (صرف زبانی اقرار سے) مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل اور زبان متفقہ طور پر (توحید باری اور میری رسالت پر) ایمان نہ لائیں۔ اور وہ مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا ہمسایہ اس کے ساتھ رہتے ہیں اس کی (امکانی) برائیوں سے امن محسوس نہ کرے (یعنی وہ اس مرد کامل سے کسی برائی کا وہم و گمان بھی نہ کرے)

کثرتِ عبادات و صدقات اور اخلاقِ فاضلہ (خواتین کیلئے قابلِ توجہ)

عن ابی ھریرۃ قال قال رجل یارسول اللہ ان فلانۃ تذکر من کثرۃ صلاتھا وصیامھا وصدقتھا غیر انھا تؤذی جیرانھا بلسانھا قال ھی فی النار قال یارسول اللہ فان فلانۃ تذکر قلۃ صیامھا وصدقتھا وصلاتھا وانھا تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانھا جیرانھا قال ھی فی الجنۃ۔

رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ ایضاً

ترجمہ:- ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہؐ فلاں عورت کی کثرتِ نماز۔ روزہ اور صدقات کا بہت چرچا ہے۔ لیکن اپنے ہمسایوں کو زبان درازی سے تکلیف دیتی ہے حضورؐ نے فرمایا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ پھر عرض کیا یارسول اللہ فلاں عورت کے متعلق۔ مشہور ہے کہ وہ روزے کم رکھتی ہے۔ صدقہ تھوڑا دیتی ہے اور نماز بھی کم پڑھتی ہے (صرف پانچ نمازوں پر اکتفا کرتی ہوگی اور نوافل ادا نہ کرتی ہوگی) اور صرف ترش پنیر کے چند ٹکڑے خیرات میں دیتی ہے لیکن وہ اپنے ہمسایوں پر زبان چلا کر انہیں تکلیف نہیں دیتی (خوش اخلاق ہے) حضورؐ نے فرمایا وہ جنتی ہے۔

اللہ اور رسول کی خوشنودی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قضی لاحد من امتی حاجۃ یرید ان یسرہ بھا فقد سرنی ومن سرنی فقد سر اللہ ومن سر اللہ ادخلہ اللہ الجنۃ۔

مشکوٰۃ ایضاً

انسؓ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری امت میں سے کسی (حاجتمند) شخص کی حاجت روائی کی تاکہ اس (نیک عمل سے) اسے خوش کرے (اسے مالی مشکلات کے تفکرات سے نجات دے یا اس کی روحانی رہنمائی کرے) اس نے مجھے خوش کیا اور جس سے مجھے خوشی پہنچائی اس نے اللہ تبارک تعالےٰ کو خوش کیا اور جس شخص نے اللہ تعالےٰ کو خوش کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔

آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید ؛ کس ندیدہ در جہاں از مادرے
ناتواں را برحمت دستگیر ؛ خستہ جاناں را بشفقت غم خورے (مسیح موعود)

اس رحم مجسم یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے) جو رحم و کرم دنیا نے دیکھا (وہ اتنا عظیم الشان تھا کہ) کسی شخص نے اپنی والدہ میں بھی وہ ترحم نہ دیکھا (یعنی رحم مادر اس کے سامنے بے حقیقت بن کر رہ گیا)

کمزوروں بیکسوں کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کیا اور ان کی دستگیری فرمائی مصائب مشکلات میں دبے ہوئے لوگوں کی غمخواری کی (انہیں پستی سے اٹھا کر بلند مقام پر پہنچایا)

سچا رُعب اور حقیقی عظمت خدا کیلئے اپنی اُوپر موت وارد کرنے سے ملتی ہے

سلسلہ کی ترقی کیلئے صبر اور استقامت سے کام لینا چاہئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

مولوی فتح دین صاحب کی کسی عرض پر فرمایا کہ خدا جب بندے سے خوش ہو جاتا ہے تو وہ اپنے بندے کو خود عظمت اور رعب عطا کر دیتا ہے۔ کیونکہ حق کے ساتھ ایک عظمت اور رعب ہوتا ہے دیکھو ابوجہل وغیرہ جو اُس وقت مکہ میں بڑے آدمی بنے ہوئے تھے اصل میں ان کا سارا تکبر اور دبدبہ جھوٹا تھا۔ اُن کی عظمت و شوکت کہاں گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ سچا رعب اور حقیقی عظمت ان لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو اول خدا کے واسطے اپنے اوپر ایک موت وارد کر لیتے ہیں۔ اور اپنی عظمت اور جلال کو خاکساری سے۔ انکساری سے تواضع سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ تب چونکہ اُنہوں نے خدا کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کیا ہوتا ہے خدا خود انکو اُٹھاتا ہے اور قدرت نمائی سے ان کو نوازتا ہے۔ دیکھو تو بھلا اگر حضرت ابوبکر اور عمرؓ بھی اپنی پہلی خاندانی بزرگی اور عظمت ہی کو دل میں جگہ دیئے رہتے اور خدا کے لئے وہ اپنا سب کچھ نہ کھو بیٹھتے تو کیا ہوتے۔ زیادہ سے زیادہ مکہ کے کھڑپنچ بن جاتے۔ مگر نہیں خدا نے ان کے دلوں کے اندرونہ حالات کو خلوص سے بھرا پایا اور انہوں نے خدا کی راہ میں اپنی کسی بزرگی اور عظمت و سطوت کی پروا نہ کی بلکہ سب کچھ نثار کر دیا اور خدا کے لئے فروتن متواضع اور خاکسار ہو گئے تو اللہ نے ان کو کیسا نوازا کیسی عظمت اور جبروت عطا کی۔ بھلا جو کچھ خدا نے ان کو دیا اس کا وہم بھی کبھی کسی عرب کے دل میں اس وقت آ سکتا تھا۔ ہرگز نہیں۔ بس سچی عظمت اور سچا رعب یہی تھا نہ کہ ابوجہل وغیرہ کا۔ اور یہ باتیں انہیں کو دی جاتی ہیں جو پہلے اپنے اوپر خدا کے لئے ایک موت وارد کر لیتے ہیں

فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ صبر سے کام لینا چاہیئے ترقی ہو رہی ہے۔ قبولیت دلوں میں پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور دنیا کے کناروں تک اب یہ سلسلہ پہنچ چلا ہے۔ ہمارے پاس بعض ایسے لوگوں کے بھی خط آتے ہیں جن میں سے بعض رؤسائے ریاست بھی ہوتے ہیں اور انہوں نے بیعت بھی نہیں کی ہوتی وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے لئے فلاں امر میں دعا کی جاوے اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے دل مان گئے ہیں۔ اور اب دیکھو متواتر (باقی برصفحہ ۸)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ ـ مورخہ ۲۲ ذی قعد ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۵

تقسیم رزق میں مساوات کا اصول

اس عنوان سے اسی پرچہ میں دوسری جگہ ہمارے محترم دوست شیخ محمد احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد کا ایک مکتوب درج ہے، جس میں ہمارے اس مقالہ کا جواب دیا گیا ہے، جو ۲ اگست کے "پیغام صلح" میں انہی کے ایک خط بنام روزنامہ امروز کے جواب میں لکھا گیا تھا۔

ہمارے محترم دوست نے شروع ہی میں یہ فرمایا ہے کہ :-

"میرے دونوں خطوں میں سے کسی میں بھی مال دولت کی مساوی تقسیم کا ذکر نہیں تھا .... آیت زیر بحث کے سلسلہ میں میں نے اپنے آپ کو محض تقسیم رزق کے نظام تک محدود رکھا تھا میرا مطلب یہ تھا کہ جہاں تک رزق کی تقسیم کا تعلق ہے قرآن عزیز اس کی برابر اور مساوی تقسیم چاہتا ہے"

اگر ہمارے محترم دوست کے نزدیک مال و دولت کی مساوی تقسیم اور رزق کی مساوی تقسیم میں کوئی فرق ہے، تو ہم اسے تسلیم کئے لیتے ہیں کہ مال و دولت کی مساوی تقسیم کا خیال ان کی طرف منسوب کرنے میں ہم نے غلطی کی، اگرچہ ان کے خط بنام "امروز" میں صاف لکھا ہے کہ :-

"عباسی صاحب فرماتے ہیں کہ اس (آیت) میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ لہذا لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی تمام دولت لوگوں میں تقسیم کرکے مالی حیثیت میں ان کے برابر ہو جائیں"

اور پھر اس کا جواب دیتے ہوئے "رزق" اور "روزی" کے الفاظ بار بار لکھے ہیں جس سے یہ خیال ہو سکتا ہے، کہ مال و دولت اور رزق کو وہ ایک ہی چیز سمجھتے ہیں، اور ہے بھی ایک ہی چیز، لیکن اب جبکہ انہوں نے ان کو علیحدہ علیحدہ چیزیں قرار دیا ہے ہمیں تسلیم ہے کہ ان کا مفہوم صرف رزق کی مساوی تقسیم تک ہی محدود تھا۔

بہتر ہوتا اگر ہمارے دوست "رزق" کی تعریف بھی خود ہی فرما دیتے، ہم ان کے اگلے فقرہ سے کہ :

"خود آپ نے بھی حدیث کہ غلاموں کو وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو کا ذکر فرما کر میرے ہی بیان کردہ مفہوم کی تائید کی ہے"

یہی سمجھ سکے ہیں کہ ہمارے محترم دوست کے نزدیک "رزق" وہ کھانا اور وہ کپڑا ہے جو ایک آقا اپنے غلام کو کھلاتا پلاتا یا پہناتا ہے اور حدیث نبوی صلعم کے مطابق اسی مساوی تقسیم کے وہ حامی ہیں، ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں بلکہ اس کی پورے زور سے تائید کرتے ہیں کہ فرمان نبوی کے مطابق اپنے غلاموں اور ماتحتوں کو اپنے ہی جیسا کھانا اور کپڑا دینا چاہیئے، اور اس رنگ میں اگر حکومت بھی اپنے کارکنوں اور ملازموں کو کسی حد تک مساوات کی سطح پر لانے کی کوشش کرے تو یہ بہت مفید ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ ایک غلام اپنے آقا کے مال و جائداد میں برابر کا حصہ دار ہو گیا۔ کھانے اور کپڑے میں مساوات کے باوجود غلام اور ملازم ہی رہتا ہے جب تک ایسے حالات پیدا نہ ہو جائیں کہ وہ بھی اپنے دست و بازو سے اس قدر مال یا جائداد پیدا کرلے کہ اپنے آقا کی غلامی سے نکل کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے، ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے محترم دوست اس بارہ میں ہمارے ہی ہمخیال ہیں، اور ہم ان کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں کہ "اس بارہ میں کہ قرآن حکیم کا منشاء ایک اس قسم کا اقتصادی طور پر متوازن معاشرہ پیدا کرنا ہے جس میں طبقاتی تفاوت اس قدر نمایاں نہ ہو جتنا آجکل کے سرمایہ دارانہ نظام میں ہے"

جہاں تک آیت زیر بحث واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق الخ (النحل رکوع ۱۰) کا تعلق ہے، ہم نے لکھا تھا کہ اس آیت اور اس کے سیاق و سباق میں وحی الٰہی کے بارہ میں قرآن حکیم اور حضرت نبی کریم صلعم کی فضیلت کا ذکر ہے، ہمارے محترم دوست کو اس سے اتفاق نہیں، ان کے نزدیک اس رکوع میں اس آیت سے پہلے بھی رزق ہی کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی یہاں تک کہ سورۃ کے خاتمہ سے پہلے تک رزق ہی کے متعلق ذکر ہے، ان کا خیال ہے کہ ہم نے اوحی ربک الی النحل سے وحی کا مفہوم نکالا حالانکہ اس جگہ وحی کا مطلب جبلت INSTINCT کے سوائے اور کچھ نہیں، شاید ہمارے محترم دوست نے اس رکوع سے پہلے کی دو آیات وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ الخ اور واللہ انزل من السماء ماءً فاحیا بہ الارض بعد موتھا الخ پر غور نہیں فرمایا ان دونو آیات میں قرآن کریم کی وحی کا ذکر ہی اور انہی پر کیا منحصر ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اس سارے رکوع بلکہ ساری سورت النحل میں وحی ہی کا ذکر ہے جیسا کہ حضرت امیر ایدہ اللہ نے بھی اس سورت کے دیباچہ میں صفائی کے ساتھ لکھا ہے :-

"اس سورت کا نام النحل ہے اور اس میں ۱۶ رکوع اور ۱۲۸ آیات ہیں نحل کے معنی شہد کی مکھی ہیں اور اس سورت میں جتنا یہ دکھایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالٰے کی قدرت حیوانات تک میں کام کرتی ہوئی انسان کے لئے اچھی اچھی چیزیں پیدا کر دیتی ہے۔ شہد کی مکھی کی نسبت لفظ وحی استعمال کرکے اشارہ کر دیا گیا ہے کہ ان مثالوں میں جہاں دودھ اور شہد کے حیوانات کے ذریعہ سے پیدا کرنے کا ذکر ہے اصل غرض وحی الٰہی کی طرف توجہ دلانا ہے شہد کی نسبت بالخصوص لفظ بھی ایسے ہی استعمال فرمائے ہیں یعنی فیہ شفاء للناس جیسے خود قرآن شریف کے متعلق گو ایک جسمانی بیماریوں کے لئے شفا ہے تو دوسرے میں روحانی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ یوں تو حیوانات میں جس قدر ہدایت فطرتاً ملتی ہے وہ سب ان کے لئے وحی کا ہی حکم رکھتی ہے مگر شہد کی مکھی کا انتخاب بالخصوص وحی کے ذکر کے لئے اس لئے کیا کہ جس طرح شہد کی مکھی مختلف پھولوں پر بیٹھ کر ان کی مٹھاس کو چوس کر ایک اعلٰے درجہ کی شیریں اور شفا دینے والی چیز پیدا کر دیتی ہے اسی طرح وحی الٰہی جو قرآن میں ہے اس نے تمام بہترین ہدایات عالم کو جو کبھی دی گئی ہوں اس پاک کتاب کے اندر جمع کر دیا ہے۔ جس طرح پھولوں سے مٹھاس کو انسان لیکر شہد کی صورت نہیں دے سکتا اسی طرح کسی انسان کا یہ کام نہ تھا کہ ان تمام بہترین ہدایات کو ایک جگہ جمع کر سکتا اور پھر ان کو ایسا رنگ دے سکتا کہ وہ روحانی بیماریوں کے لئے شفا کا کام دیتیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں شہد کی مکھی کی وحی کا ذکر ہے اس سے تین آیتیں پہلے قرآن کریم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ یہ کتاب تمام اختلافات کا فیصلہ کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے۔ اور تمام اختلافات مذاہب کا فیصلہ ہو نہ سکتا تھا جب تک کہ تمام بہترین ہدایات جو باقی رکھنے کے قابل تھیں ایک نئی اور بہترین شکل میں محفوظ نہ کر دی جائیں۔ پھول آج پیدا ہوتا ہے اور کل اپنی مٹھاس سمیت ختم ہو جاتا ہے مگر شہد جو اس سے ایک حیوان کی وحی فطرت سے پیدا کیا وہ کبھی نہیں بگڑتا۔"

ہمارا خیال ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ بیان جو ہمارے بیان کردہ مفہوم کے عین مطابق ہے ہمارے محترم دوست کی تشفی کے لئے کافی ہوگا۔ اور اگر وہ اسی دیباچہ میں سورۃ نحل کے خلاصہ مضمون کو پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ سورۃ شروع سے آخر تک وحی الٰہی ہی کے ذکر سے بھری پڑی ہے اور دسویں رکوع نمبر ۱۰ میں جو آیت زیر بحث سے شروع ہوتا ہے بقول حضرت امیر ایدہ اللہ مہبط وحی صلعم کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔

ہمارے محترم دوست نے مارکسی فلسفہ حیات کے مقابلہ کے لئے محمد عربی صلعم کے بتائے ہوئے فلسفہ اقتصاد کو بہترین قرار دیا ہے، اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ جس دن اسلام اور رسول عربی صلعم کے اس فلسفہ اقتصاد کی طرف توجہ کی گئی اور اس کو عملی رنگ میں زندگیوں میں داخل کر لیا گیا اسی دن مارکسیت ختم ہو کر رہ جائے گی اور یہی دنیا جو آج مارکسی سرخوں کی خون آشامیوں سے لرزہ براندام ہے، امن اور سلامتی کا گہوارہ بن جائے گی۔

ہمارے محترم دوست نے اسی سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ

"امام یوسف و محمد کے فتوے
طاؤس و سفیان کی موشگافیاں
کی مبسوط بحثیں اس خاص
معاملہ میں ہماری راہنمائی کرنے
سے قاصر ہیں"

ہمیں سمجھ نہیں آیا اس فقرہ کا کیا مطلب ہے ہم نے اپنے کسی مضمون میں ان بزرگوں کا کوئی ایسا حوالہ نہیں دیا نہ اس کی ضرورت ہے۔

بہرحال ہمیں خوشی ہے، کہ جہاں تک نفس مضمون کا تعلق ہے، یعنی مارکسی اصولوں کا بطلان اور اسلامی اصولوں کا تفوق ... بارہ میں ہمارے محترم دوست کو ہم سے کوئی اختلاف نہیں، جن باتوں میں اختلاف کا اظہار کیا گیا ہے، ان کا نہ کوئی نفس مضمون سے چنداں تعلق ہے اور نہ ہی وہ اتنی اہمیت رکھتی ہیں کہ ان پر بحث کو لمبا کیا جائے۔

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

مسئلۂ ارتداد ـ ایک پس منظر

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ ۲۵-۱۹۲۴ء میں جب افغانستان میں نعمت اللہ خان قادیانی کو مرتد قرار دیکر سنگسار کیا گیا، تو سب سے پہلے "پیغام صلح" نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی اور پے در پے کئی مضامین اس امر کے ثبوت میں لکھے گئے کہ اول تو کسی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے کو محض اختلاف خیالات کی وجہ سے مرتد نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ خود ترک اسلام کا اعلان نہ کرے اور دوسرے کسی شخص کو محض ارتداد کی وجہ سے قتل کرنا قرآن اور حدیث سے قطعاً ثابت نہیں، فقہاء نے جن مرتدین کو واجب القتل قرار دیا ہے، یا حدیث میں جن مرتدین کو قتل کی سزا دیئے جانے کا ذکر ہے وہ ایسے لوگ ہیں، جو یا تو مسلمانوں میں سے نکل کر ان دشمنوں کے ساتھ جا ملے جو مسلمانوں سے برسرپیکار تھے، یا انہوں نے ارتداد اختیار کرکے ایسے فتنہ و شرارت کا ارتکاب کیا جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا موجب ہوا، محض اسلام کو ترک کرکے کسی دوسرے دین کو اختیار کر لینا کسی کو واجب القتل نہیں ٹھہراتا۔

ہماری اس آواز کی تائید کئی سنجیدہ و فہمیدہ لوگوں اور علماء نے کی، مولانا محمد علی مرحوم نے اپنے اخبار "ہمدرد" میں بڑے زور سے قتل مرتد کے عقیدہ کی تردید کی، مولانا اسلم جیراجپوری نے جامعہ ملیہ کے ماہوار رسالہ میں ایک زبردست مضمون ہماری تائید میں لکھا خواجہ حسن نظامی اور کئی اور لوگوں نے بھی مضامین لکھے جو "پیغام صلح" میں شائع ہوتے رہے، لیکن دیوبندی علماء نے بڑی سختی سے قتل مرتد کی حمایت کی یہاں تک کہ ہمارے اس مطالبہ کے جواب میں کہ قرآن سے اس کا ثبوت دیا جائے یہ بھی لکھ دیا گیا کہ ایسی ایک آیت قرآن میں تھی جو منسوخ التلاوت ہو جانے کی وجہ سے اس میں سے نکال دی گئی تاہم وہ منسوخ العمل نہیں، وہ آیت کیا ہے؟

الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما

ایک بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب زنا کریں تو انہیں سنگسار کر دیا جائے۔ سوال از آسمان جواب از ریسمان، بحث تو قتل مرتد کی تھی، چونکہ اس ضمن میں سنگساری کو خلاف قرآن قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے ثبوت میں جناب مولوی میرک شاہ دیوبندی نے یہ مفروضہ آیت دے مر گھسیٹی، جس کے جواب میں ہمارے ایک مرحوم دوست نے ازراہ ظرافت مولوی صاحب سے یہ درخواست کی کہ وہ ایک ایسا مکمل قرآن تیار کریں جس میں منسوخ التلاوت لیکن واجب العمل آیات بھی درج ہوں اور منسوخ العمل لیکن واجب التلاوت آیات بھی جن کے ساتھ ان کی منسوخی کی نوعیت حاشیہ میں لکھی جائے، اور جو آیات منسوخ العمل بھی ہوں اور منسوخ التلاوت بھی وہ خارج کر دی جائیں، مولوی صاحب نے انہی تینوں قسم کی منسوخ آیات کا ذکر کیا تھا اس لئے یہ مطالبہ ان سے کیا گیا اور یہ بحث کچھ مدت تک صاحبان ذوق کے لئے کشت زعفران بنی رہی۔ اسی قتل مرتد کی بحث کے سلسلہ میں انہی دنوں مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام "الشہاب" رکھا گیا، اس رسالہ میں بھی قتل مرتد کے جواز پر زور دیا گیا۔ اس کے جواب میں ہمارے حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے بھی ایک ٹریکٹ شائع ہوا تھا جس میں "الشہاب" کے دلائل کا نہایت مسکت جواب دیا گیا۔

"الشہاب" کی دوبارہ اشاعت اور ضبطی

ہمارا خیال ہے کہ مولوی شبیر احمد صاحب اگر زندہ ہوتے تو رسالہ "الشہاب" کی دوبارہ اشاعت کو ہرگز پسند نہ کرتے کیونکہ پاکستان میں کسی مسلمان جماعت کو مرتد قرار دیکر واجب القتل ٹھہرانا حکومت کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا ہے، حضرت قائداعظم مرحوم و مغفور کی تلقین یہی تھی کہ کسی بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے فرد یا جماعت کو کافر یا مرتد قرار نہ دیا جائے، یہی وہ چیز تھی جو پاکستان کے قیام میں بہت بڑی امداد کا موجب ہوئی اور اگر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی یہ لہر پیدا نہ ہوتی تو پاکستان کا وجود میں آنا ناممکن امر تھا لیکن افسوس ہے کہ وہ ملت دشمن جماعت جو شروع ہی سے پاکستان کی مخالف اور دشمن رہی ہے (یعنی جماعت احرار) اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں آج بھی کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتی، کچھ مدت سے اس نے پھر جماعت احمدیہ کے خلاف ایسا پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے۔ جس میں اس جماعت کو دشمن اسلام ثابت کرنے اور ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی کوشش کی جا رہی ہے، اسی سلسلہ میں اس جماعت نے مولوی شبیر احمد صاحب کے رسالہ "الشہاب" کو اب پھر شائع کیا ہے تاکہ جماعت احمدیہ کو مرتد ثابت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

ہم حکومت پنجاب کی فراست کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے اس رسالہ کے ناخوشگوار اثرات و عواقب کو فوراً بھانپ لیا، اور اس کی ضبطی کا حکم دیکر پاکستان کی لاج رکھ لی، اس مستحسن اقدام کے لئے ہم حکومت پنجاب کو صدق دل سے مبارکباد دیتے اور امید کرتے ہیں کہ احرار اور ایسی ہی دوسری پاکستان دشمن جماعتوں کی فتنہ انگیزیوں کا سدباب کرنے اور تفریق بین المسلمین کے طریق عمل کو روکنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا جائے گا۔

بے وجہ فخر

مسیحی رسالہ "المائدہ" میں کسی شخص غلام مسیح سابق غلام رسول کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے، کہ ۳ر جون ۱۹۴۹ء سے پہلے میں مسلمان تھا، اور جموں سے نکل کر آزاد کشمیر فورس اور مسلم نیشنل گارڈ کا اعلیٰ درجہ کا ممبر بن گیا اور فخر کرتا تھا کہ "خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے جنگ کرکے جنت میں جاؤں گا اور خدا کا دیدار حاصل کروں گا" لیکن جنگ میں رات دن دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے کے باوجود دل کو اطمینان حاصل نہ ہوا" تب میں نے قرآن کا نہایت اشتیاق سے مطالعہ کیا پڑھتے پڑھتے قرآن کا وہ مقام سامنے آیا جس میں لکھا ہے ایک بار ہر نفس کا دوزخ میں جانا خدا کی طرف سے مقرر اور لازم ہو چکا ہے اور کہ خدا پر ہر روح کو ایک بار دوزخ میں بھیجنا فرض ہو چکا ہے اس کے بعد بعض کے لئے دوزخ سے نکل کر جنت میں جانا ممکن ہوگا میں یہ پڑھکر سوچنے لگا اور انجام سوچ کر کانپ گیا"

اس گھبراہٹ اور کانپنے کا آخری نتیجہ یہ بتایا ہے کہ

"اکتوبر ۱۹۴۹ء میں چرچ مشنری سوسائٹی کے پادری برکت مسیح کے ہاتھ سے بپتسمہ پا کر مسیحی ہو گیا.....

...... اب میرا فخر یہ ہے کہ خداوند یسوع مسیح کے فدیہ دینے سے میرے گناہ معاف ہوئے اور میں خدا کی نظر میں راستباز ہو گیا"

ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ داستان کہاں تک صحیح ہے، لیکن دو سوال اس بارہ میں کئے بغیر نہیں رہ سکتے امید ہے کہ معاصر "المائدہ" ان کالموں میں جگہ دے کر غلام مسیح سابق غلام رسول سے اس کا جواب طلب کرے گا یا خود جواب دے کر غلام مسیح کے "فخر" کو صحیح ثابت کرے گا:۔

(۱) قرآن کی کس آیت میں کہا گیا ہے کہ ہر متنفس کا ایک بار دوزخ میں جانا ضروری ہے اور کوئی شخص دوزخ کی سزا پائے بغیر براہ راست جنت میں نہیں جا سکتا؟

(۲) مسیح کے ذریعہ سے گناہ کیسے معاف ہوئے؟ کیا گناہ کرنے کی طاقت سلب ہو گئی یا اس بات کی چھٹی مل گئی کہ جو جی چاہے کرتے رہو، مسیح کا فدیہ سزا سے بچا لے گا؟

جہاں تک مسیحی دنیا کے حالات سے پتہ چلتا ہے، مسیح کے فدیہ پر ایمان لانے والوں میں سے گناہوں کی طاقت سلب ہونا تو دور کی بات ہے، گناہوں پر دلیری اور جرائم کی کثرت ان میں ضرور آ جاتی ہے اگر غلام مسیح صاحب کی معافی اسی رنگ میں ہوئی ہے، تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس سے ان کے دل کو اطمینان کیسے حاصل ہو گیا اور کیسے انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کے گناہ کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا ایک چور چوری کرکے عیسائی ہو جائے تو وہ سزا سے بچ جاتا ہے یا ایک زانی مسیحی ہو کر آتشک سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ اگر اس دنیا میں جرائم اور گناہوں کی سزا مل کر رہتی ہے تو آخرت میں مسیح کا فدیہ کیسے بچا سکتا اور کسی گنہگار کو خدا کی نظروں میں کس طرح راستباز ٹھہرا سکتا ہے۔

مسلمان کا فخر

یہ فخر ایک مسلمان ہی کو حاصل ہے کہ قرآن کریم گناہوں سے معافی کے لئے کسی فدیہ کا حامی نہیں کیونکہ اس سے گناہوں پر دلیری پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم جس رستہ پر انسان کو چلانا چاہتا ہے، وہ ایسا رستہ ہے، جس پر چل کر وہ گناہ سے بکلی نجات پا لیتا ہے اسلام میں ہزاروں ایسے انسان پیدا ہوئے جو اسی قرآن کے بتائے ہوئے رستہ پر چل کر نہ صرف گناہوں سے بکلی بچ گئے۔ جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے ظاہر ہے ان عبادی لیس لک علیہم من سلطان یعنی اے شیطان جو لوگ میرے بندے ہو گئے میرے رستہ پر چل پڑے ان پر تیرا کوئی تسلط نہیں ہو سکتا، بلکہ اس سے بھی بڑھکر ان کو وہ نفس مطمئنہ دیا گیا جو اپنے رب سے ہر حال میں راضی و خوش رہتا اور رہیگا۔

(باقی برصفحہ کالم ۲)

قرآن محبت الٰہی کی وہ شراب ہے جس کو شراباً طہوراً کہا گیا ہے

اس شراب کو اپنی زندگی کا جزو بناؤ

برباد کن جوئے بازی کی جگہ ہم اپنے اموال کو خدا کے رستہ میں لگاتے چلے جائیں کہ یہاں آخری جیت یقینی ہے

خطبۂ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ۔ بمقام کراچی۔ مؤرخہ ۲۵ اگست ۱۹۵۰ء۔ مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام)

قال اللہ تعالیٰ۔ وسقٰھم ربھم شراباً طھوراً۔

بدیوں کو دبانیوالا محبت الٰہی کا پیالہ

سورۃ الدہر میں نیکوں کی کچھ خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ شروع یہاں سے کیا ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافوراً۔

نیک لوگ ہیں اس دنیا کی زندگی میں ایک ایسا جام پیتے ہیں جس کی ملاوٹ کافور ہے۔ کافور ڈھانک دینے والی یا زہروں کو دبا دینے والی چیز ہے۔ اور انسان کی روحانی ترقی کے رستے میں بدی ایک زہر کا حکم رکھتی ہے۔ نیک ایسا پیالہ محبت الٰہی کا پیتے ہیں جس سے بدی کی قوت دب جاتی ہے۔

شراب طہور اس دنیا میں

پھر یہ ذکر لمبا چلتا ہے۔ اور بہت سی نعما کا ذکر فرمانے کے بعد آخر میں یوں فرمایا ہے سقٰھم ربھم شراباً طھوراً

شراب عربی زبان میں پینے کی چیز کو کہتے ہیں تو فرمایا کہ ان کا رب مومنوں کو ایسی شراب یا پینے کی چیز پلاتا ہے جو طہور ہے جو ان کو پاک کر دیتی ہے۔ طہور کے معنی ہیں پاک کرنے والا۔ اور طاہر اسکو کہتے ہیں جو پاک صاف ہو تو طہور کا مطلب ہوا جو دوسری چیز کو ہر قسم کی غلاظت یا آلائش سے پاک و صاف کر دے۔

نعمائے جنت کی مثالی کیفیت

ازیں قبل بہت سی باتوں کو ہم آخرت کی نعما سمجھ کر ان کی حقیقت کو خدا تعالےٰ کے سپرد کرتے ہیں کیونکہ اس بات کا ہمیں کوئی علم نہیں دیا گیا کہ یہ کس قسم کی نعماء ہونگی۔ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یہ چیزیں انسان سے مخفی رکھی گئی ہیں فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین بلکہ کئی جگہ یہ ذکر پائیں گے کہ جنت جس کی نعماء کا ذکر کیا گیا ہے وہ بطور مثال کے ہے۔ مثل الجنۃ التی وعد المتقون، جس زندگی کو انسان نے دیکھا نہیں ہے اس کا مکمل طور پر سمجھ میں آجانا مشکل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس زندگی کی کیفیت سمجھانے کیلئے انہیں الفاظ میں تھوڑا بہت بیان کیا ہے جن کو ہم جانتے ہیں۔

نعمائے جنت آخرت کے لئے محدود نہیں

ہاں ایک بات جو سمجھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ یہ چیزیں صرف آخرت کے لئے ہی محدود نہیں۔ بلکہ اس دنیا میں بھی نیکوں کو یہ نعماء دی جاتی ہیں۔ اور جس شخص نے اس زندگی میں اس کا مزہ نہیں چکھا وہ آخرت میں بھی ان کو نہیں پا سکتا۔ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ، اس زندگی کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں و سقٰھم ربھم شراباً طھوراً ان کا رب نیکی کا رستہ اختیار کرنے والوں کو دنیا میں ہی ایسا شربت پلا دیتا ہے جو ان کو پاک کر دیتا ہے ہر ایک قسم کی آلائش اور پلیدی کو دور کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلعم کا پیدا کردہ انقلاب

یہ وہ کیفیت تھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کے اندر اس دنیا میں ہی پیدا کر دی تھی اور جو شخص بھی آپ کے نقش قدم پر چلا یا آپ کی ہدایات پر عمل کیا اسکو وہ پاک کرنے والا شربت اسی زندگی میں ہی پلا دیا۔ آپ ملک عرب کے لوگوں کی حالت معلوم کرنے کے لئے تاریخ پر نظر ڈالیں اور پھر اس بات پر غور کریں کہ عرصہ بیس سال کے اندر اندر آنحضرت صلعم نے کس قدر انقلاب اُن میں پیدا کر دیا۔ بڑے بڑے متعصب مؤرخ جو اسلام کی مخالفت میں ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ ان کو بھی اس ایک بات پر سر جھکانا پڑتا ہے۔ اور وہ حیرت میں ڈوب جاتے ہیں۔ کہ صرف بیس سال کے قلیل عرصہ کے اندر اندر عرب کی جاہل، اُجڈ اور اکھڑ قوم کو رسول اللہ صلعم نے کس پستی سے اُٹھا کر کس بلند مقام پر پہنچا دیا بڑے بڑے معاند مؤرخ اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ میں یہ نظارہ دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ آئندہ زندگی میں یہ وعدہ کس طرح پورا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور انسانیت کن کن رستوں پر چل کر کتنے ترقیات کے مدارج طے کرے گی ہم نہیں بتا سکتے۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ رسول کی قوت قدسی نے صحابہ کرام کی زندگیوں میں کیا بلحاظ عقائد۔ کیا بلحاظ اعمال اور کیا بلحاظ اخلاق۔ الغرض ہر قسم کی چیز کو جو برائی کی طرف مائل کرنے والی تھی صاف کر کے رکھ دیا۔

زمین و آسمان کے بدل جانیکا نظارہ

قرآن شریف نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:۔

یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت وبرزوا للہ الواحد القھار

بت پرستی کی جگہ توحید قائم ہو گئی۔ جہالت کی جگہ علوم کی نہریں بہنے لگیں۔ تو یہ بھی واقعی زمین و آسمان کے بدل جانے ہی کا نظارہ تھا۔ کیا یہ وہی سرزمین عرب تھی جو رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل تھی۔ جہاں پر اب جہالت کے بالمقابل علوم کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ اور فسق و فجور کی بجائے نیکی اور مخلوق خدا کی خدمت کی طرف لوگ دوڑے جا رہے تھے۔

آج انقلاب کس طرح برپا ہو سکتا ہے

آج بھی اس قسم کا انقلاب برپا ہو سکتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ انقلاب کے برپا کرنیوالی چیزوں کو مسلمان ادھورے دل سے لیتے ہیں۔ کچھ چیزوں کو لیتے ہیں اور کچھ چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی شخص جس رستہ کو دنیا میں اختیار کرنا چاہے اس کے لئے جد و جہد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر جد و جہد نہ کی جائے تو انسان ان نتائج کے حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ہر انسان جو کچھ بھی اس سعی کے نتیجہ میں حاصل کرے گا اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہی پائے گا۔ بعض لوگوں کی شراب طہور یعنی معرفت کا جام اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ صرف اپنے آپ کو ہی پاک صاف نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو بھی پاک صاف کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔ بعض لوگ اس سے کم بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اور پھر بعض اس سے بھی کم۔ لیکن یہ بات بالکل سچی اور پکی ہے کہ ہر شخص کوشش کرنے والا اپنی اپنی استعداد کے مطابق بہرہ اندوز ضرور ہوتا ہے۔

شراب طہور کیا ہے؟

یہ شراب طہور ہے کیا چیز؟ اس آیت کے آگے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

انا نحن نزلنا علیک القراٰن تنزیلاً۔

تو معلوم ہوا کہ یہ شراب طہور وہ نہیں جو جام میں ڈال کر دی جاتی ہے بلکہ اس کی کیفیت کچھ اور ہے۔ اور پینے کی کیفیت بھی کچھ دوسری قسم کی ہے۔ یہ محبت الٰہی کی وہ شراب

ہے جو قرآن کریم اپنے پیروؤں کو پلا دیتا ہے یہ انسانوں کے جسموں کو نہیں بلکہ ان کے دلوں کو سیراب کرنے والی چیز ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جس انسان نے اسکو پیا ہے اس کی زندگی میں ایک نمایاں فرق نظر آجاتا ہے۔

جنت کی نعمتیں اس دنیا میں جد وجہد سے ملتی ہیں

ایک بات جس کا سمجھ لینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جن نعمتوں کا ذکر قرآن کریم نے بہشت کے متعلق کیا ہے وہ نعمتیں کم و بیش مومن کو یہاں بھی مل جاتی ہیں۔ مگر وہ ملتی اپنی جد وجہد سے ہیں۔ اپنی کوشش سے ہیں۔ اس لئے فرمایا وکان سعیھم مشکورا کوشش کرو تو وہ شراب طہور اس زندگی میں تمہیں بھی مل سکتی ہے۔ اس سے محروم وہی رہتا ہے جو اس کے لئے کوشش نہیں کرتا۔ جو اس معرفت الٰہی کے جام کو پینے کی کوشش نہیں کرتا جو قرآن کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا دیتا۔ تو یہ قصور کس کا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، امیر ہو یا مفلس چھوٹا ہو یا بڑا جو بھی کوشش کرے گا یہ نعمت اس دنیا میں بھی مل جائے گی۔ خدا تعالےٰ کے نزدیک صرف ایک شرط ہے کوشش، ملتی سب کو ہے لیکن ہر ایک کو اس کی کوشش کے مطابق حسب مراتب ملتی ہے۔

لقاء اللہ کی نعمت اس دنیا میں

لقاء اللہ یعنی خدا تعالےٰ سے ملاقات۔ اسکو بھی بظاہر دوسری زندگی کی ایک نعمت کہا جاتا ہے۔ یقیناً وہ اس اُخروی زندگی کی ایک ایسی نعمت ہے جس کو اس زندگی میں ہم سمجھ بھی نہیں سکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لقاء اللہ کی نعمت بھی انسان کی اس زندگی سے شروع ہوتی ہے اور جس کو یہاں لقاء اللہ نصیب نہیں ہوا وہ آخرت میں بھی اس سے محروم رہے گا۔ پھر آخرت میں اسکو حاصل کرنے کا وہ رنگ ہوگا کہ پہلے دوسرے ذریعہ سے انسان کو پاک صاف کیا جائے گا۔ اس کے لئے جہنم ایک ہسپتال کا کام دے گا۔ بالآخر پاک صاف کرکے ترقی کے رستہ پر ڈال دیا جائے گا۔ "لقاء اللہ یا شراب طہور" دونوں درحقیقت ایک ہی رنگ کی نعمتیں ہیں جو مومن کو اس زندگی میں بھی مل جاتی ہیں اور جب یہ کیفیت انسان کو حاصل ہوتی ہے تو وہ ہر قسم کی برائی سے پاک صاف کر دیا جاتا ہے۔

مال کی محبت بدیوں کی جڑ ہے

مال کی محبت جو شراب کی طرح بدیوں کی جڑ ہے اس سے بھی انسان کا قلب اسی وقت پاک ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں جب کچھ آسائش آئی تو ازواج مطہرات نے بھی کچھ مطالبات کئے کہ اب ہم کو بھی اچھا کھانے اور پہننے کو ملنا چاہیئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ نبی کی بیویوں کے لئے ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے دنیا کے لئے نیک نمونہ بننا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔

اے اہل بیت خدائی ارادہ یہ ہے کہ رجس کی پلیدی اور ناپاکی تم سے دور کر دے یہاں مال کی محبت کو ہی رجس یا پلیدی قرار دیا ہے۔ اگر ہم بھی دنیاداروں کی طرح مال کی محبت میں گرفتار ہیں اور ہمارا مقصد زندگی مال کا جمع کرنا ہے تو ہم بھی پلیدی کے اندر ہیں گو وہ رجس ظاہری غلاظت کی طرح ان آنکھوں سے نہیں دیکھی جاتی۔ مال کی محبت سب سے بڑی ناپاکی ہے۔ جس سے طرح طرح کی بدیاں پیدا ہوتی ہیں۔ وہی مال کی محبت ہی دل میں خدا کی محبت کی جگہ لے لیتی ہے۔ خدا کی محبت اور مال کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

رسول اللہ صلعم کی پیروی سے مال کی محبت نہیں رہتی

تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی بیویوں کے دلوں میں مال دنیا کی تشنگی کے برابر بھی یہ دقعت باقی نہ رہی تھی۔ اور ان کو مکمل طریق پر پاک صاف کر دیا گیا۔ اسی طریقہ پر امت محمدیہ میں جو کوئی نبی کے نقش قدم پر چلتا ہے اسی نسبت کے ساتھ اسکو روشنی ملتی ہے۔ کسی کی روشنی کم ہوتی ہے کسی کی اس سے زیادہ۔ کسی کی صاف اور کسی کی دھندلی کسی کی اس قدر تیز ہوتی ہے جیسے آسمان پر سورج بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ غرض یہاں آکر وہ جاتی ہے کہ خدا کی محبت ایک شراب طہور ہے جو انسان کو یہاں بھی پلائی جاتی ہے۔ مگر ہر ایک کو اپنی استعداد اور جد وجہد کے مطابق پلا دی جاتی ہے۔

شراب اور خمر۔ خدا کی محبت کی شراب

یہاں قرآن کریم میں لفظ شراب یا شربت استعمال فرمایا ہے دوسری جگہ اسکو خمر بھی کہا ہے اور خمر شراب کو کہا جاتا ہے جو عقل کو ڈھانک لیتی ہے۔ مگر جنت کی خمر وہ چیز ہے جو بدیوں کو ڈھانک لیتی ہے لفظ ایک ہے مگر مفہوم دونوں مقاموں کے لئے الگ الگ ہیں تو میں نے کہا کہ خدا کی محبت بھی ایک شراب ہے جو انسان کو پلائی جاتی ہے کیونکہ جہاں تک نتائج کا تعلق ہے جو کیفیت انسان کے اندر شراب سے پیدا ہوتی ہے خدا کی محبت سے بھی وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی انتہا درجہ کا سرور اور جس طرح شراب کے نشہ میں ایک سپاہی مست ہو کر لڑتا ہے اور اسے اس وقت اپنی جان کی پرواہ نہیں ہوتی اسی طرح ہمارے نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ کو خدا کی محبت کی وہ شراب پلا دی تھی کہ انہیں کوئی خطرہ، خطرہ نہ معلوم ہوتا تھا اور وہ تمام خطرات سے لاپرواہ ہو کر خدا کے رستہ میں جنگ کرتے اور اپنی جانیں دیتے چلے جاتے تھے۔

خدا کی محبت کی شراب اور دینی جُوا

ان دونوں قسم کی شرابوں میں بڑا فرق ہے ایک شراب تو انسان کو تباہی و بربادی کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کی محبت کی شراب انسان کو بنا دیتی ہے۔ یہ زمانہ کچھ اسی قسم کا ہے کہ اخبارات میں جن سے قوم کی تربیت ہوتی ہے۔ خدا اور رسول کا ذکر تو چنداں نہیں ہوتا۔ لیکن بڑی باتوں کا ذکر فخر سے کیا جاتا ہے اور جوئے کی جیت اور ہار سے اخباروں کے صفحات مزین ہوتے ہیں۔ جوا کھیلنے والا جوا بازی ہارتا چلا جاتا ہے اور وہ مال لگاتا چلا جاتا ہے۔ بس ایک امید اسکو ہوتی ہے کہ وہ جیتے گا۔ سمجھ نہیں آتا کہ مومن میں یہ رنگ کیوں پیدا نہ ہو۔ کہ دین کی قوت کے لئے اپنے مال کو دیتا چلا جائے کاش اس برباد کن جوئے بازی کی جگہ نیکی کے کاموں میں مال خرچ کرنے کی یہ کیفیت قلوب میں پیدا ہو۔ کہ خواہ ہمیں آج اس کا نتیجہ نظر نہ آئے مگر ہم اپنے مال کو خدا کی راہ میں لگاتے چلے جائیں گے۔ بلکہ یہ دیکھ کر کہ ہم نے کچھ ابتک جیتا نہیں اور بھی زیادہ قوت ہمارے قلوب میں پیدا ہو کر اور مال لگاؤ۔ یہاں تو آخری جیت یقینی ہے۔ اگر یہ رنگ پیدا نہ ہو تو وہ چیزیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کے ذریعہ نسل انسانی کی بہتری و بہبودی کے لئے دی ہیں دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتیں۔ بُرے افعال کی طرف یا ہلاکت کی طرف لے جانے والی چیزوں کی طرف قدم جلدی اُٹھتا ہے مگر تعمیری کام کی طرف جانا ذرا مشکل کام ہے۔ جس طرح بلندی پہ چڑھنا مشکل کام ہے مثلاً اچھے اخلاق بنانا۔ دوسرے کی اصلاح کرنا۔ جد وجہد کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے گو اس میں فائدہ بھی نظر آرہا ہو۔ مگر بربادی کے کام مثلاً شراب پینا یا جوا کھیلنا اس کی طرف اُٹھتا ہے گو اس میں ہلاکت بھی نظر آرہی ہو۔

اپنے اموال خدا کے رستہ میں تباہ کر دو

اس وقت ہماری جماعت کو خدا تعالےٰ نے دنیا کی رہنمائی کے لئے کھڑا کیا ہے اس لئے اس کام کے لئے اپنے مالوں کو خدا تعالےٰ کے رستہ میں دو۔ اتنا دو کہ اپنے مالوں کو خدا کے رستہ میں تباہ کر دو۔ اگر ہم ناکام بھی رہیں گے۔ تو بہرحال تسکین ہوگی کہ ہم نے اپنے مالوں کو خدا کے رستے میں خرچ کیا ہے۔ انسانی ضمیر میں خدا تعالےٰ نے اپنا نور رکھا ہوا ہے۔ جب تک انسان خود اس کو نہ مارے تو وہ خود بخود غالب آتا رہتا ہے۔ اچھے رستے میں کوئی تکلیف بھی پیش آئے تو بری معلوم نہ ہوگی۔ اگر تکلیف بُرے رستہ پہ پیش آتی ہے تو وہ تکلیف دوچند ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اندر سے ضمیر ملامت کرتی ہے۔

اپنے عہد کی پابندی اختیار کرو

ان حقائق پہ غور کرنا چاہیئے کیوں اس قسم کا عزم ہم میں پیدا نہیں ہوتا۔ انسان اپنے اقرار کا پابند ہوتا ہے۔ آپ لوگوں نے بھی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ایک عہد کیا ہوا ہے یعنی دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ عہد شکنی کے گناہ سے دوسرے گناہوں میں اضافہ نہ کرو۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

درس قرآن میں شمولیت ضروری ہے

یہاں پر قرآن شریف کا درس بھی ہوتا ہے اگر آپ کا ایمان ہے کہ قرآن کا پڑھنا اور سننا فائدہ کا موجب ہے تو پھر ایسے نیک کام میں شمولیت نہ کرنی کیا معنی رکھتا ہے۔ نیک بات سننے سے بسا اوقات ظاہر طور پر اور بسا اوقات تحت الشعور ضمیر پہ گہرا اثر پڑتا ہے گو اس وقت نمایاں اثر ظاہر نہ ہو۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جن کے متعلق یہ خیال تھا کہ انہوں نے قادیان میں حضرت صاحب کی صحبت سے کوئی نمایاں فائدہ نہیں اُٹھایا لیکن جب وہ قادیان سے باہر گئے۔ نیک باتوں کے سننے سے ان میں جو اثر پوشیدہ تھا وہ نمایاں ہو گیا۔ اس لئے خوب یاد رکھو کہ نیک بات جب بھی سنی جائے اس کا اثر دل پر یقیناً ہوتا ہے۔

قرآن شراب طہور ہے

جب خدا تعالےٰ نے یہ بتلایا ہے کہ قرآن تمام قسم کی بدیوں سے انسان کو پاک

صاف کر دیا ہے تو گویا یہ بتا دیا کہ یہی وہ شراب طہور ہے جو انسان کو اس دنیا میں پلائی جاتی ہے۔ یاد رکھو مسلمان قوم کی اس وقت اصلاح ہوگی جب وہ قرآن کو اپنا امام مان لے گی اس لئے خدا نے جس چیز کو برائیوں سے دور کرنے کے لئے اتارا تھا اسکو پڑھو اور اس کے مطالب پر غور کرو جنہوں نے اس قرآن کو پڑھا اور عمل کیا ان لوگوں کی زندگیاں پاک و صاف ہو گئیں۔ اور کس قدر دنیا میں بلند ہو گئے۔ کہ آج تک بھی ان کا نام عزت سے لیتے ہیں۔

جماعت کی عملی حالت کی فکر

آپ لوگوں کی عملی حالت دیکھ کر مجھے سخت فکر ہو رہا ہے کہ کہیں ہماری اولاد بھی اسی رستے کی طرف تو نہیں جا رہی جس طرف دنیا اس وقت تیزی کے ساتھ جا رہی ہے۔ کیا مسلمانوں کو اپنی اولاد کو قرآن پڑھانے کی اسی قدر فکر ہے جتنی ان کو کسی عیسائی درسگاہ میں داخل کرنے کے لئے۔ اگر اپنے بچوں کو قرآن پڑھانے کی فکر اب نہ کرو گے اور بعد میں ان کو قرآن کی طرف راغب کرنا چاہو گے تو ایسا نہ کر سکو گے۔ قرآن کے ساتھ عشق پیدا کرو۔ جو جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔ کیا عجب بات ہے کہ ہفتہ میں ایک روز ایک گھنٹہ کے لئے قرآن سننے کے لئے اکٹھے نہیں ہو سکتے بات دو ٹوک کرنی چاہئے۔ قرآن ہماری ہدایت اور راہنمائی کا ذریعہ ہے یا نہیں۔ شراب طہور یا لقاء اللہ جو جنت کی نعماء ہیں۔ اگر ان کو ہم نے یہاں حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تو میں صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہماری زندگیاں ناکام اور دکھ کی ہوں گی قرآن سے عشق پیدا کرو۔ عشق ایسی چیز ہے۔ جو دل میں پیدا ہو جائے تو دوسروں پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ یہی قرآن ہے جس نے پہلے انقلاب پیدا کیا۔ اور یہی قرآن ہے جو اب انقلاب پیدا کرے گا۔

صحابہ کرام کی اللہ تعالیٰ سے محبت

صحابہ کرام بھی سب کام کرتے تھے ان میں بڑے بڑے تاجر اور کاشتکار بھی تھے۔ مکہ سے بہت سے صحابہ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور ایک پیسہ بھی ساتھ نہیں لائے تھے۔ تو انصار نے ان کو کہا ہمارے باغیچے بھی ہیں اور کھیت بھی ہیں کام ہم سب کریں گے۔ آدھی تم لے لو اور آدھی ہم۔ مہاجر تجارت میں ماہر تھے۔ انہوں نے اس سے انکار کیا اور خود تجارت میں

لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ان کے شامل حال تھا۔ دنوں کے اندر لکھ پتی بن گئے۔ جب ان لوگوں کو نمازوں، خدا تعالیٰ کی عبادت اور تہجد میں دیکھا جاتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں سے بڑھکر دنیا میں کوئی دوسرا زاہد، عابد اور گوشہ نشین نہیں ہو سکتا۔ اور جب ان کو تجارتوں اور دوسرے کاروبار میں دیکھا جاتا تو اس وقت معلوم ہوتا تھا۔ کہ دنیا میں ان سے بڑھکر کوئی دوسرا کاروبار کرنے والا نہیں۔ ان لوگوں کے دلوں میں پیسہ کی محبت سے بہت بڑھکر خدا تعالیٰ کی محبت اور قرآن کی محبت تھی

قرآن کو زندگی کا جزو بناؤ

دنیا اس وقت بربادی کی طرف جا رہی ہے اور چلی گئی ہے وہ رستہ جو انسان کے بنانے کا ہے۔ یا جو بلندی کا رستہ ہے۔ اس پر چلنا ہم اپنی موت سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں بار بار زور دوں گا اور کہوں گا کہ قرآن کو اپنی زندگی کا جزو بناؤ۔ قرآن پر تدبر کرو۔ قرآن کو پڑھو۔ قرآن پر عمل کرو۔

وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّمُلْکًا کَبِیْرًا۔ اس دوسرے عالم کی طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھو تو بڑی بڑی خدا کی نعمتیں دی ہوئی ہیں جو دل کو راحت پہنچاتی ہیں۔ فی الواقع وہ نعمتیں وہی ہیں۔ جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے دین کی اشاعت کے لئے تم میں بھی اس قسم کی وحشت پیدا ہو جائے۔ کہ جوئے باز کی طرح مال خرچ کرتے چلے جاؤ۔

دس دن کی آمد کی اپیل

دو ماہ کا عرصہ ہوا ہوگا۔ کہ میں نے اپنے احباب سے دین کی خاطر دس دس دن کی آمد مانگی تھی۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو ہزاروں روپے دے سکتے ہیں مگر اخیر جولائی تک صرف ۱۳ ہزار روپیہ آیا ہے۔ اگر مشکل پیش نہ آتی تو اپیل کی ضرورت نہ ہوتی جنھوں نے وعدے بھی کئے ہیں مطمئن بیٹھے ہیں کہ دے دیں گے لیکن اگر اس وقت دیا جب دینی کام کو ایک نقصان پہنچ گیا تو کیا فائدہ۔ جو وعدہ کرو شوق اور جذبہ کے ساتھ کرو۔ اسی طرح یہ خدا کے رستہ میں دو تو وہ بھی شوق اور جذبہ کے ماتحت دو۔ ایک حدیث میں آتا ہے لَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ

اس کم بخت پیٹ کو مٹی کے سوائے کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔

میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ خدا کی خاطر انہیں رکھو جو شخص اس کے رستہ میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا میں بھی واپس کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ انسان دکھ اور تکلیف اٹھا کر شوق کے ساتھ خدا کے رستہ میں دے۔ اس لئے اپنے فرائض کو جو جماعت میں شمولیت کے بعد آپ پر وارد ہوتے ہیں

"دین کو دنیا پر مقدم کرنا"

پہچانو۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں بھی بدنام ہوئے اور یہ مہربانی بھی نہ پائی۔

اور خدا کو بھی راضی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اخبار احمدیہ

—— یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم بزرگ الحاج میاں محمد صاحب ملزادہ نز لائل پور کا بایاں بازو گرنے سے ٹوٹ گیا ہے۔ احباب کرام سے ان کی صحت کاملہ کے لئے درخواست دعا ہے۔

—— ہمارے مکرم دوست شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ کچھ عرصہ سے بہت بیمار ہیں ان کی صحت کے لئے بھی احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

—— میاں عبد الرحمٰن صاحب دکاندار احمدیہ بلڈنگس کا جوان لڑکا محمد دین کافی عرصہ سے بیمار ہے، ملک فضل الٰہی صاحب ریٹائرڈ سب انسپکٹر وزیر آباد ایک سال سے بیمار ہیں، ان دونوں کے لئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

—— یہ سننا موجب افسوس ہے کہ مولوی ابوبکر صاحب مالاباری ٹیچر مسلم ہائی سکول لاہور کی صاحبزادی زبیدہ بعمر آٹھ سال فوت ہو گئی ہے، ہمیں اس صدمہ میں مولوی صاحب ممدوح سے دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل بخشے اور نعم البدل عطا فرمائے۔

—— خواجہ محمد شفیع صاحب بٹ سیالکوٹ سے اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے صاحبزادہ غلام احمد صاحب کی بیوی ایک عرصہ بیمار رہ کر گذشتہ جمعہ وفات پا گئیں ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ اپنے پیچھے چھ بچے چھوڑ گئی ہیں۔ ہمیں اس صدمہ میں خواجہ صاحب موصوف اور محترم بھائی غلام احمد صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے قرب میں جگہ دے۔ اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

آہ! حافظ عبد المجید صاحب لدھیانوی

حافظ عبد المجید صاحب لدھیانوی ایک ضعیف العمر لیکن نہایت متقی و پارسا انسان تھے جو تقسیم پنجاب کے بعد محترم ملک خدا بخش صاحب کے ساتھ لدھیانہ سے لاہور آ گئے اور یہاں مہمانخانہ میں اقامت گزین ہو گئے اور پورے تین سال تک مہمانخانہ میں رہنے کے بعد گذشتہ جمعہ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۵۰ء کو رحلت فرما کے عالم جاودانی ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب اکیلے ہی یہاں رہتے تھے اور کوئی عزیز یا رشتہ دار ساتھ نہ تھا۔ ضعیفی کے ساتھ آنکھوں سے بھی معذور تھے۔ اور ان تمام معذوریوں کے باوجود ایسے حالات میں انسان کے لئے موجب صد تکلیف ہوتی ہیں، ایک قابل رشک بات جو ان میں پائی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ جس درج بھی بن پڑتا تکلیف اٹھا کر، ٹھوکریں کھا کر ٹٹولتے ہوئے نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔ بلکہ فرض نماز سے پہلے تحیۃ المسجد کے نوافل بھی ضرور پڑھ لیتے تھے، تہجد کے بھی عادی تھے۔

ان کی وفات تمام احمدیہ بلڈنگس بلکہ تمام جماعت احمدیہ کے لئے موجب رنج و افسوس ہے اور ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہمارے نوجوانوں کو ادائگی نماز کے بارہ میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

حافظ مرحوم کا جنازہ نماز جمعہ کے بعد مسجد احمدیہ بلڈنگس میں پڑھا گیا۔ جس کے بعد قبرستان میانی صاحب میں ان کی تدفین عمل میں آئی، بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

—— جماعت کے بعض دوست مالی مشکلات میں مبتلا ہیں احباب سے درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات دور فرمائے۔

مذاکرہ علمیہ

بیان القرآن پر بعض شبہات کے جوابات

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

۱۔ چونکہ قرآن مجید کی ایک آیت کے ترجمہ کے متعلق مجھے کچھ شبہ ہے اس لئے یہ سوال خدمت والا میں بھیجکر التماس کرتا ہوں کہ براہ کرم جواب سے مطلع فرما کے خاکسار کو ممنون فرماویں۔

سورۃ نساء کی آیت ۱۷۲۔ اس طرح ہے:۔

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للّٰہ ولا الملائکۃ المقربون ...... الخ جس کا ترجمہ جناب نے بیان القرآن میں یوں لکھا ہے۔ مسیح اسکو بُرا نہیں منانا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے الخ چونکہ نفی یکون میں یقینی طور پر زمانہ استقبال پایا جاتا ہے اس لئے اس کے معنی ہونا چاہیئے مسیح اسکو بُرا نہیں منائے گا...... الخ۔

سوال یہ ہے کہ زمانہ استقبال میں کون سے وقت اور کس جگہ کے ساتھ اس عدم استنکاف کا تعلق ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے جس کے جتلانے کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو قرآن میں درج فرمایا۔ ظاہر ہے کہ قیامت میں بہشت کے اندر جبکہ تمام حقیقتیں ہر کہ ومہ پر منکشف ہونگی اس عدم استنکاف کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اس سے اس کا مقام اور وقت قیامت سے پہلے بہشت کے علاوہ کوئی اور جگہ ہونی چاہیئے اور اگر نفی یکون کا معنی زمانہ حال کا ہے تو سند تحریر فرمائی جائے جس کی بناء پر ایسا کرنا جائز ہو۔ والسلام

عبدالکریم

جواب

قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ وہ بعض اوقات افعال اور اس کے اضداد میں سے صرف ایک کا ذکر کرتا ہے مگر دوسری ضد استدلال بالاولیٰ کے طور پر خودبخود اس کے اندر آجاتی ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر۔ اس نے تمہیں لباس دیا ہے جس سے تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ حالانکہ لباس زیادہ تر سردی سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔ کبھی دونوں کا ذکر کرتا ہے اور تین اس میں شامل ہوتی ہیں کبھی راتوں کا نام لے دیتا ہے اور دن اس میں مضمر ہوتے ہیں واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃً اور جب موسےٰ سے ہم نے ۴۰ رات کا وعدہ لیا۔ (۲) ماضی اور استقبال میں کبھی ایک گونہ تضاد موجود ہے، قرآن مجید میں لفظاً ایک امر کا ذکر ماضی کے صیغہ میں ہوتا ہے مگر معناً اس میں حال اور استقبال دونو آجاتے ہیں کَانَ ماضی کے لئے مخصوص ہے (کان عبارۃ عما مضی من الزمان) مگر قرآن مجید فرماتا ہے وکان اللّٰہ بکل شیءٍ علیماً۔ وکان الانسان کفوراً۔ وکان الانسان قتوراً وکان الانسان اکثر شیءٍ جدلاً۔ وکان الشیطان للانسان خذولا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ ان آیات میں کان کے معنی ماضی کی بجائے حال کے کئے جاتے ہیں مگر مراد ماضی۔ حال، اور استقبال تینوں یا ہر زمانہ ہیں۔ (۳) نفی یکن ماضی کے علاوہ حال اور مستقبل دونوں کے لئے آجاتا ہے مثلاً لن نصبر علی طعام واحد میں کوئی مخصوص زمانہ استقبال مراد نہیں صحیح ترجمہ اس کا یہی ہوگا "ہم ہرگز ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے" لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون میں حال اور استقبال دونو مراد ہیں وما تفعلوا من خیر فلن یکفروہ لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا۔ قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم قد نبانا اللّٰہ من اخبارکم وغیرہ وغیرہ اس آخری آیت میں لن نؤمن لکم کے معنی قد نبانا اللّٰہ من اخبارکم نے حال میں تبدیل کر دئیے ہیں یعنی تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ ہمیں خبر دے چکا ہے اس لئے ہم تمہارا اعتبار نہیں کرتے۔

(۴) ماضی کو حال یا استقبال کے معنی میں لینے کے لئے دلیل اور قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے آیت زیر نظر میں جناب مسیحؑ کے متعلق ایک ایسی حقیقت کا اظہار ہے جس میں ماضی۔ حال اور استقبال سب شامل ہیں۔ غور فرمائیے وفد نجران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہے ان سے مسیح کے خدا کے بیٹا ہونے پر بحث ہو رہی ہے اب اگر دلیل یوں دی جائے کہ مسیح جب دوبارہ آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے تو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے کو بُرا نہیں منائیں گے لہذا وہ خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسی دلیل ہے جس کا ثبوت ابھی آیندہ پیدا ہونے والا ہے گویا معاذ اللہ وفد نجران کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ نے بے ثبوت دلیل پیش کر دی۔ کیونکہ یہ دلیل اس وقت ثابت ہو گی جب مسیح دوبارہ نازل ہونگا اگر یہ کہا جائے جیسا کہ جناب کا خیال ہے کہ مسیح کی زندگی کے دو دور ہیں ایک ماضی کا دور جب وہ اس زمین پر موجود تھے تو انہیں اللہ تعالےٰ کی عبادت سے استنکاف (نفرت آمیز انکار) تھا مگر دوسرے دور میں آیندہ کسی وقت اور مقام خاص میں (یعنی دوبارہ نزول از آسمان کے بعد) عدم استنکاف ہوگا تو یہ امر بالبداہت باطل ہے۔ ماضی میں بھی مسیح اللہ کا بندہ تھا اور اس کی عبادت سے ہرگز منکر نہ تھا۔ اب بھی عالم ارواح میں ان سے پوچھا جائے تو ہرگز منکر نہ ہونگے۔

(۵) وفد نجران کے نصاریٰ پر حجت تو گذشتہ کا قول و عمل مسیح ہی حجت ہو سکتا ہے نہ آیندہ کا۔ اس لئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیاً" "ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللّٰہ ربی وربکم" اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے جب تک میں زندہ رہوں "میں نے انہیں وہی کہا جس کے کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا کہ تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے"

(۶) دوسری دلیل اور قرینہ کہ اس آیت میں مسیحؑ کے صرف آیندہ استنکاف از عبادت کا ذکر نہیں بلکہ حال کا بھی ہے مسیح کے ذکر کے ساتھ ہی فرمایا والملٰئکۃ المقربون اس پر بھی نفی یکن موجود ہے یعنی ملائکہ اللہ تعالےٰ کی عبادت سے کبھی نفرت نہیں کرتے نہ یہ کہ آیندہ نزول مسیح کے زمانہ میں نہ کریں گے۔

دوسرا سوال رویت الٰہی کے متعلق

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی......

عام خیال ہے حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کو ان آنکھوں سے دیکھنے کا سوال کیا۔ جواب ملا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں پہاڑ کی طرف دیکھ اگر وہ تاب نظارہ لا سکا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا یہ فرماتے ہی اللہ تعالےٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے چُور چُور کر دیا۔ یہ دیکھ کر موسیٰؑ بھی بیہوش ہو کر گر پڑے جب حواس بجا ہوئے تو کہا اُف! توبہ میری! میں تو پہلے ہی مومن ہوں۔

اس پر سوال یہ ہے موسیٰؑ ایک مرد خدا اور پیغمبر عظیم تھا اسے کم از کم اتنا تو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ اللہ میاں ان آنکھوں دیکھے نہیں جا سکتے۔

دوم۔ موسیٰؑ جیسے مرد خدا پر یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے قوم کے تقاضا سے مجبور ہو کر ان کو سمجھانے کی بجائے ایک نامعقول سوال کو جوں کا توں اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کر دیا اور ٹکا سا جواب سے لیا۔ اس کے جواز میں یہ کہنا کہ مسیح نے بھی تو اپنے حواریوں کا سوال نزول مائدہ از آسمان جو غیر معقول ہونے میں اس سے کم نہ تھا اللہ تعالیٰ کے حضور گزران دیا۔ مگر غلط سوال کا جواب سوال کی غلطی ظاہر کر دینا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ مسیح نے حواریوں کے نامعقول مطالبہ کے جواب میں فرمایا اتقوا اللّٰہ ان کنتم مومنین۔ اللہ کے بندو اللہ سے ڈرو ایسے نامعقول سوال نہ کرو پھر دعا کی تو مائدہ کا دسترخوان نہ طلب کیا بلکہ اسے روحانی مائدہ کی طرف پھیر دیا۔

سوم۔ ولکن انظر الی الجبل میں فرمایا پہاڑ کو دیکھ اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو تو مجھے دیکھے گا۔ پہاڑ ٹل جانے یا اپنی جگہ قائم نہ رہنے کا براہ راست تعلق رویت الٰہی سے کچھ نہیں پہاڑ تو اس وقت جب یہ مکالمہ ہوا اپنی جگہ قائم تھا اس کے باوجود خدا نظر سے غائب ہی رہا۔

چہارم۔ یہ مان لیا کہ پہاڑ تجلی الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو گیا مگر اصل سوال کا جواب کہ خدا ان آنکھوں نظر آتا ہے یا نہیں کچھ نہ ہوا

پنجم :۔ اتنا بڑا حادثہ گزرنے پر کہ پہاڑ پاش پاش ہو گیا مگر موسیٰؑ جو برسر کوہ کھڑے تھے یا بیٹھے تھے کہاں رہے؟

ششم۔ اس زلزلہ شدید سے جیسا کہ بیان القرآن میں لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیا عوام بنی اسرائیل جن کے احمقانہ مطالبہ کی وجہ سے یہ حادثہ رونما ہوا بے ہوش نہ ہوئے بلکہ بقائمی ہوش و

ہو اس اس نظارہ کو دیکھتے رہے فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون لیکن مردِ خدا موسےٰ بے ہوش ہو کر گر گیا (وخرّ موسیٰ صعقا)

ہفتم - اس زلزلے سے مرعوب ہو کر عوام بنی اسرائیل رویت الٰہی کے قائل نہ ہوئے اور نہ اپنے بیہودہ مطالبہ پر نادم ہوئے البتہ موسیٰ نے بے ہوشی سے افاقہ پر خدا کے حضور توبہ کی اور انا اوّل (واختار موسیٰ سبعین رجلا لمیقاتنا) جن کو دیدار الٰہی کے لئے تیار کیا گیا تھا مگر ان کا مطالبہ ان آنکھوں خدا دیکھنے کا ہرگز نہ تھا البتہ کچھ بیوقوف لوگ تھے جن کا یہ نامعقول مطالبہ تھا جیسا کہ فرمایا رب لو شئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک - ایسے بے وقوف لوگوں کے نامعقول مطالبہ کی پاداش میں بیوقوفوں کو نہیں بلکہ دامن کوہ میں کھڑے ناکردہ گناہ برگزیدہ لوگوں اور دیدار خداوندی کے مشتاق موسےٰ جیسے مرد خدا کو فتنہ میں ڈال دیا۔

نہم - انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی - و قال لن ترانی اور فلما تجلّی ربہ للجبل جعلہ دکا میں تضاد معنوی موجود ہے خدا نظر نہیں آتا اگر پہاڑ قائم رہے تو نظر آسکتا ہے مگر ہوا یہ کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تو خدا نظر آیا۔

دھم - بنی اسرائیل کے اصل مطالبہ کا جواب صرف اس قدر تھا کہ خدا ان آنکھوں نظر نہیں آتا لاتدرکہ الابصار آنکھیں اسے دیکھ نہیں سکتیں کیونکہ وہ آنکھوں کو احاطہ کئے ہوئے اور لطیف ہے مگر اس طول کلام اور امل سے کچھ پتہ نہ چلا کہ رویت خدا ممکن ہے یا ناممکن؟

جواب

بیشک قرآن مجید کا مذہب یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ ان آنکھوں نظر نہیں آتا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ لطیف ہے اس اصل کو سامنے رکھ کر یہی سمجھنا چاہیئے کہ حضرت موسےٰ کا مطالبہ ان آنکھوں خدا دیکھنے کا ہرگز نہ ہوگا۔ اور اسی امر کو زیر نظر رکھ کر ہمیں اس آیت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آیت زیر بحث میں اسراء موسیٰ کا ذکر ہے اس عالم اسریٰ یا معراج میں حضرت موسےٰ نے رویت باری کا سوال کیا جس کا مقصد ان آنکھوں خدا کا دیکھنا نہ تھا اس کا مقصد جماعت کے کاموں، جہات یا دشمن سے جنگ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ کہ وہ بنی اسرائیل فرمایا اذابتلی ابراھیم ربہ بکلمت فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین جب حضرت ابراہیم اپنی آزمائش میں پورے اترے تو اللہ تعالےٰ نے انہیں خلعت امامت سے سرفراز فرمایا آپ نے عرض کی کہ میری اولاد کو بھی اس میں شامل کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچے گا، ہاں نیک اس سے مستفیض ہوں گے۔ بعینہٖ یہاں فرمایا تو مجھے نہیں دیکھے گا البتہ اگر یہ پہاڑ (جماعت جو خداوند کا پہاڑ (Mount of God) کہلاتی ہے اپنی جگہ پر قائم رہے یا خداوند کے عہد پر مضبوطی سے قائم رہے تو تو مجھے ضرور دیکھے گا یعنی میری نصرت اور معیت ضرور ہوگی - اس کے بعد جب اللہ تعالےٰ کی تجلّی کا وقت آیا تو اس جماعت نے نامردی اور پست ہمتی کا وہ مظاہرہ کیا جس کا ذکر ان الفاظ میں ہے فاذھب انت و ربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون اے موسےٰ پہلے تو اور تیرا رب دونو جا کر جنگ کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اس گستاخانہ اور بزدلانہ جواب پر وہ جماعت جو خداوند کا پہاڑ کہلاتی تھی جس کی بنیاد پہاڑ پر رکھی گئی تھی پارہ پارہ ہو گئی۔ حضرت موسےٰ اس نامراد قوم کو لیکر کنعان کے دروازوں سے واپس ہوئے اور چالیس برس تک صحرا تیہہ یا ہلاکت کی وادی میں پرانے لوگ ہلاک ہو گئے اور وہ نسل جو جنگل میں پیدا ہوئی جوان ہو گئی مگر اس اثناء میں حضرت موسےٰ وفات پا گئے اور لن ترانی کا ارشاد الٰہی پورا ہو گیا کیونکہ خدا کو دیکھنے کے لئے قوم کا اپنے عہد پر قائم رہنا شرط تھا۔ اللہ تعالےٰ کی یہ تجلّی اس پہاڑ کو پاش پاش کرنے کے لئے نہ تھی بلکہ فلما تجلّی ربہ للجبل میں لام فائدہ کا ہے یعنی ان کے فائدہ کے لئے تھی مگر جب قوم اس سے فائدہ اٹھانے کو تیار نہ ہوئی تو وہ پراگندہ کر دی گئی۔

جبل اور خداوند کا پہاڑ

یہ پہاڑ بائیبل میں "ہر موعید" (جبل موعود) کہلاتا ہے اس بناء پر اسرائیل کی جماعت اور حکومت دونوں کو خداوند کا پہاڑ کہا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے (اے بابل) تو اپنے دل خداوند کے گھر کا پہاڑ پہاڑوں کی چوٹی پر قائم کیا جائے گا۔ اور ساری قومیں اس کی طرف روانہ ہوں گی" یسعیا ۲:۲و۳

"میں بلند دیوار کے درخت کی سب سے اونچی ڈالی لے کر اسرائیل کے پہاڑ پر لگاؤں گا" حزقیل ۱۷:۲۲و۲۳

"خداوند یوں کہتا ہے میرے مقدس پہاڑ پر اسرائیل کی بلندی کے پہاڑ پر میری بندگی کریں گے" حزقیل ۲۰:۴۰

"وہ پتھر جس نے بتوں کو پاش پاش کر دیا وہ ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور اس نے تمام زمین کو بھر دیا"

دانیال ۲:۳۵و۴۴

سینٹ پال نے اپنے خطوط کے اندر نہایت وضاحت سے لکھا ہے کہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔

"یہ باتیں تمثیلی کہی جاتی ہیں اس لئے کہ یہ دو عورتیں دو عہد ہیں ایک تو سینا پہاڑ پر سے ہوا وہ بردے غلام جنتی ہے یہ ہاجرہ ہے کیونکہ ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے" نامہ گلاتیون ۴:۲۴

پولس نے جو کچھ کہا ہے اس کی بناء کتاب استثنا ۳۳:۲ پر ہے۔

"یہ وہ برکت ہے جو موسےٰ مرد خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے ان پر جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا"

مذکورہ بالا دونوں حوالوں میں عرب کے کوہ سینا اور فاران کے پہاڑ سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں اور طور سینا سے مراد قوم اسرائیل ہے۔

قرآن مجید میں جبل سے مراد زبردست جماعت

بائیبل کے اس محاورہ کو کہ جبل سے مجاز زبردست جماعت اور علماء کا گروہ ہے۔ قرآن مجید نے بھی اختیار کیا ہے۔ "ولقد اضل منکم جبلا کثیرا" تم میں سے کتنی زبردست جماعتیں سیدھی راہ سے بھٹک گئیں۔

ثم قست قلوبکم فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار الخ قلوب اور حجارہ سے مراد علماء قوم ہیں جس طرح دل کا کام تمام جسم میں صالح خون پہنچانا ہے اسی میں خشیۃ اللہ ہوتی ہے وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ وانما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

سورۃ التین میں طور سینا سے مراد سلسلہ موسویہ کے علماء ربانی یا بنی اسرائیل کی فعال جماعت ہے۔ ان حوالجات کی بناء پر آیت زیر بحث کا مفہوم یہ ہے کہ موسیٰ جب ہمارے وعدہ مقررہ پر پہنچا ہم نے اس سے کلام کیا اس نے عرض کیا تو مجھے کھلم کھلا دکھنا چاہیئے ہے - فرمایا اگر یہ جماعت جو خداوند کا پہاڑ ہے اپنی جگہ پر مضبوط ہے تو تو مجھے ضرور دیکھے گا پر ایسا نہ ہوا اللہ تعالےٰ کی آمد کے وقت اس قوم نے پیٹھ دکھائی اور عین اس وقت جبکہ وہ واقعی خدا کو دیکھنے والی تھی خدا سے بھاگ اٹھی اور پراگندہ ہو گئی موسےٰ قوم کی اس نامرادی کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے اور لن ترانی کا ارشاد الٰہی پورا ہو گیا کیونکہ اس کے بعد حضرت موسےٰ قوم کو اس ناکامی کی حالت میں چھوڑ کر فوت ہو گئے۔

افکار و اخبار (بقیہ از صفحہ ۴)

جنت کی راہ لیتا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی یہ جنت قرآن کی رو سے اسی دنیا میں مل جاتی ہے اور ایک مسلمان کا یہ فخر ہے کہ وہ اسی دنیا میں کسی دوسرے کے کفارہ سے نہیں بلکہ اپنے نفس کا ذبیحہ دیکر اور خدا سے ہر حال میں راضی رہنا ہو کر جنتی زندگی حاصل کر لیتا ہے ایسے ہی جنتی لوگوں کا سردار وہ کامل انسان ہے جو نہ صرف ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہا - بلکہ نیکی اور پاکبازی کے اس بلند مقام پر پہنچا ہوا تھا، جہاں سے گناہوں سے لتھڑے ہوئے بیشمار انسانوں کو اس نے پاک اور فرشتہ خصلت بنا دیا یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف ان معاندین اسلام کو بھی کرنا پڑا ہے، جو سچی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، کیا یہ گناہوں سے نجات دلانے اور نیکی کے اعلیٰ مقام پر پہنچانے والا انسان نہیں ہو سکتا؟

رفتارِ عالم

ہند و پاکستان

یکم ستمبر۔ پاکستان کے نظام نشریات کے جال میں ایک اور نشرگاہ کا اضافہ ہوا جب کہ آج شام راولپنڈی سے ایک اور ریڈیو اسٹیشن نے کام شروع کر دیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد یہ چھٹا ریڈیو اسٹیشن ہے جو ملک میں قائم کیا گیا ہے۔

ثانوی تعلیم کے بورڈ کے پہلے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے وزیر تعلیم مسٹر فضل الرحمن نے اعلان کیا کہ کراچی میں بہت جلد نئے سکولوں کا قیام عمل میں لایا جائیگا۔ انہوں نے کہا ثانوی تعلیم کے تمام انتظامات ثانوی تعلیم کے بورڈ کو سونپ دیئے گئے ہیں۔ اور اب یہ بورڈ کا فرض ہے کہ موجودہ حالات کو بدل دے اور امتحانات کا اعلےٰ معیار مقرر کرے آپ نے توقع ظاہر کی کہ نیا نظامِ تعلیم اس طرح مرتب کیا جائے کہ قوم کے بچوں کو اپنی آئندہ ذمہ داریاں سنبھالنے میں کوئی دقت نہ ہو اور ان میں وسیع النظری جیسی اعلیٰ خصوصیات سے کام لینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

مسٹر منگل ایس ریڈی (جو اپنے آپ کو ریاست حیدر آباد کی کسانوں کی جمہوریت کی یونین کا وزیر خارجہ ظاہر کرتے ہیں) نے ڈاکٹر سیتارام ڈپٹی کمشنر بھارت متعین پاکستان کے نام ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس میں اس نے ان کی وساطت سے بھارتی حکومت کو مطلع کیا ہے کہ حیدر آباد دکن کی کسانوں کی جمہوریتوں کی یونین کی عارضی حکومت ۱۲ ستمبر کو آدھی رات کے بعد ہندوستانی فوجوں کے خلاف پولیس کارروائی کرے گی جنہوں نے جمہوریت پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اور جنہوں نے اس علاقے میں ناجائز قبضہ کرنے کے علاوہ وہاں کے عوام پر بالخصوص کسانوں پر مظالم کا پہاڑ توڑ رکھا ہے۔

موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مشرقی پاکستان کی دوسری بندرگاہ چلنا کو قائد اعظم جناح کے نام پر جناح بندرگاہ کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یہ بندرگاہ دریائے پوشور پر کھلنا سے تقریباً تیس میل دور کے فاصلہ پر زیر تعمیر ہے۔

بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس ۱۰ اکتوبر سے ۱۲ اکتوبر تک طہران میں منعقد ہونے والا ہے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان بارہ اصحاب پر مشتمل ایک وفد طہران کے اجلاس میں روانہ کرے گا۔ وزیر خزانہ آنریبل غلام محمد کانفرنس کی صدارت فرمائیں گے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں لیک سیکس جاتے ہوئے بغداد پہنچے تو فضائی اڈہ پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ راجہ غضنفر علی بھی موجود تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں سے درخواست کی گئی کہ وہ اہل بغداد کے لئے کوئی پیغام دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

"تمام عالم اسلام کے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ وہ اب متحد ہو جائے"

۱۲ ستمبر۔ ہندوستانی کانگریس کے عہدہ صدارت کے لئے آج مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن کے انتخاب کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ مسٹر ٹنڈن نے ۲۶۰۰ ووٹوں میں سے ۱۳۰۶ ووٹ حاصل کئے۔ صدارت کے دوسرے امیدوار مسٹر آچاریہ کرپلانی اور شنکر راؤ دیو نے علی الترتیب ۱۰۹۲ اور ۲۰۷ ووٹ حاصل کئے۔ کل ۱۸ ووٹوں کو ناجائز قرار دیا گیا۔

۱۲ ستمبر۔ بمبئی کے کپڑے کی ملوں کے مزدوروں کی ہڑتال سترھویں دن میں داخل ہو گئی ہے۔ آج شام کو صرف ایک مل میں مکمل طور پر کام ہو سکا۔ باقی ۶۱ ملوں میں کام نہیں ہو سکا۔

کشمیر

۱۲ ستمبر۔ سر اوون ڈکسن کشمیر سے متعلق پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں سے بات چیت کرنے کے بعد اپنی رپورٹ مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ امید ہے کہ آپ دو ہفتے کے اندر اندر اپنی رپورٹ حفاظتی کونسل کے سامنے پیش کر دیں گے۔

جیکب آباد کے ہندو لیڈر مسٹر کھرج مل رام چند نے دنیا کے امن کا واسطہ دے کر ہندوستان سے اپیل کی ہے کہ وہ کشمیر کے بارے میں اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز آجائے اور کشمیر میں ایک آزاد اور منصفانہ استصواب منعقد کرانے کا موقعہ دے۔ آپ نے آخر میں حکومت ہند سے اپیل کی کہ وہ کشمیر سے اپنی فوجیں ہٹا لے اور ریاست میں آزاد رائے شماری کا موقع دے۔

بلادِ غیر

یکم ستمبر۔ صدر ٹرومین نے ایک پریس کانفرنس میں کل یقین دلایا ہے کہ کوریا کی جنگ کے خاتمہ کے بعد ساتواں امریکی بیڑا فارموسا کے سمندر سے ہٹا لیا جائے گا۔

ذمہ دار حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ چین بہت جلد پاکستان کے ساتھ دوستانہ اور تجارتی معاہدے پر دستخط کر دے گا۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ چین پاکستان کے علاوہ مصر اور برطانیہ کے ساتھ بھی سیاسی تعلقات قائم کرے گا۔

سرکاری طور پر اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ کمیونسٹ فوجوں نے جنوبی کوریا میں تائی یانگ کے شمال کی جانب گزشتہ ۱۲ گھنٹوں میں ایک بیس میل رقبہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ کمیونسٹ فوجوں نے دریائے نکڈانگ کو کئی مقامات سے عبور کر لیا ہے اور اب اس دریا پر اتحادی فوجوں کی دفاعی لائن کا وجود ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

ایٹمی طاقت کی کمیٹی کے صدر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ روس نے ایٹم بموں کی بڑی تعداد جمع کر لی ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ کسی وقت واشنگٹن کے صنعتی علاقے کو ایٹم بموں سے تباہ کر دے آپ نے تجویز کیا ہے کہ واشنگٹن کے علاقے کی تمام صنعتیں دوسرے علاقوں میں منتشر کر دی جائیں۔ صدر ٹرومین اس کام کے لئے پہلے ہی سے ۱۴ کروڑ ڈالر کی منظوری حاصل کر چکے ہیں۔

۲ ستمبر۔ پرسوں رات کمیونسٹ فوجوں نے جنوبی کوریا میں خوفناک یلغار شروع کی تھی اسے آج ۴۵ گھنٹوں کے بعد امریکی فوجوں نے روک دیا۔ محاذ سے موصول شدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اقوام متحدہ کی فوجوں نے کل کی پے در پے شکستوں اور نقصانات کے بعد آج پھر اپنی حالت سنبھال لی ہے۔

کل امریکن وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ ۲۵ اگست کی رات تک جنگ کوریا میں ۵۰۳ امریکی ہلاک اور ۳۸۸۹ مجروح اور ۲۴۳۶ مفقود الخبر ہوئے۔ ۴۸ کو اسیران جنگ بنایا گیا۔

سائیگان میں ایسے پمفلٹ بانٹے گئے ہیں جن میں فرانسیسیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ملک میں عام بغاوت کر دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

صدر ٹرومین نے ایک نشری تقریر میں اعلان کیا ہے کہ اگر کمیونسٹ دوسری فوجوں اور حکومتوں کو جنگ میں نہ لے آئے تو کوریا کی لڑائی پھیلنے نہیں پائے گی۔ صدر امریکہ نے جنگ کوریا کو ختم کرنے کے لئے آٹھ نکات پر مشتمل ایک پروگرام کا اعلان کیا۔

۱۲ ستمبر۔ آج شمالی کوریا کی فوجوں نے وسطی محاذ پر ایک زبردست حملہ کیا اور کئی میل آگے بڑھ گئی ہیں۔ اس محاذ پر شمالی کوریا کی فوجوں نے کل رات اور آج جتنی شدید بمباری کی ہے۔ اتنی کوریا کی جنگ کی تاریخ میں کبھی نہیں کی تھی۔

آج سوویٹ روس نے سیکیورٹی کونسل میں ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا جس میں فارموسا پر امریکی قبضے اور چین کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے پر امریکہ کی مذمت کی گئی ہے۔

۴ ستمبر۔ ٹوکیو۔ مغربی جاپان میں آج ایک تباہ کن طوفان کی وجہ سے کم از کم دو سو پچاس انسان ہلاک اور کم و بیش تین لاکھ انسان خانماں برباد ہو گئے ہیں۔ جاپان کے تین بڑے شہر اوساکا۔ کوبے اور ٹوکیو براہ راست طوفان کی زد میں آگئے طوفان کی رفتار ایک سو آٹھ میل فی گھنٹہ تک پہنچ گئی تھی۔ پولیس نے نقصانات کے اعداد و شمار کا اندازہ دیتے ہوئے بتایا کہ پچھلے سو کر برسوں میں جاپان میں اتنا ہولناک سیلاب نہیں آیا تھا۔

اس طوفان نے بارہ ہزار مکانات کو بالکل تباہ کر دیا ہے بائیس ہزار مکانات کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اور ایک لاکھ ۷۲ ہزار سے زائد مکانات زیر آب ہو گئے ہیں۔ مزید بیان کیا گیا ہے کہ سات سو جہازوں میں سے بہت سے غرق ہو گئے ہیں اور باقی جہازوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

ہفتہ وار پیغام صلح ۱۰ ستمبر ۱۹۵۰ء جلد ۳۵ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

چٹ

رفتارِ عالم

ہند و پاکستان

یکم ستمبر۔ پاکستان کے نظام نشریات کے جال میں ایک اور نشرگاہ کا اضافہ ہوا جب کہ آج شام راولپنڈی سے ایک اور ریڈیو اسٹیشن نے کام شروع کر دیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد یہ چھٹا ریڈیو اسٹیشن ہے جو ملک میں قائم کیا گیا ہے۔

ثانوی تعلیم کے بورڈ کے پہلے اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے وزیر تعلیم مسٹر فضل الرحمٰن نے اعلان کیا کہ کراچی میں بہت جلد نئے سکولوں کا قیام عمل میں لایا جائیگا۔ انہوں نے کہا ثانوی تعلیم کے تمام انتظامات ثانوی تعلیم کے بورڈ کو سونپ دیئے گئے ہیں۔ اور اب یہ بورڈ کا فرض ہے کہ موجودہ حالات کو بدل دے اور امتحانات کا اعلیٰ معیار مقرر کرے آپ نے توقع ظاہر کی کہ نیا نظامِ تعلیم اس طرح مرتب کیا جائے کہ قوم کے بچوں کو اپنی آئندہ ذمہ داریاں سنبھالنے میں کوئی دقت نہ ہو اور ان میں وسیع النظری جیسی اعلیٰ خصوصیات سے کام لینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

مسٹر منگل ایس ریڈی نے جو اپنے آپ کو ریاست حیدرآباد کی کسانوں کی جمہوریت کی یونین کا وزیر خارجہ ظاہر کرتے ہیں) نے ڈاکٹر سیتارام ہائی کمشنر بھارت متعین پاکستان کے نام ایک مکتوب ارسال کیا ہے جس میں اس نے ان کی وساطت سے بھارتی حکومت کو مطلع کیا ہے کہ حیدرآباد دکن کی کسانوں کی جمہوریتوں کی یونین کی عارضی حکومت ۱۳ ستمبر کو آدھی رات کے بعد ہندوستانی فوجوں کے خلاف پولیس کارروائی کرے گی جنہوں نے جمہوریت پر قبضہ جما رکھا ہے۔ اور جنہوں نے اس علاقے میں ناجائز قبضہ کرنے کے علاوہ وہاں کے عوام پر بالخصوص کسانوں پر مظالم کا پہاڑ توڑ رکھا ہے۔

موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مشرقی پاکستان کی دوسری بندرگاہ چلنا کو قائداعظم جناح کے نام پر جناح بندرگاہ کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یہ بندرگاہ دریائے پوشر پر کھلنا سے تقریباً تیس میل دور کے فاصلہ پر زیر تعمیر ہے۔

بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس ۱۰ اکتوبر سے ۱۲ اکتوبر تک طہران میں منعقد ہونے والا ہے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان بارہ اصحاب پر مشتمل ایک وفد طہران کے اجلاس میں روانہ کرے گا۔ وزیر خزانہ آنریبل غلام محمد کانفرنس کی صدارت فرمائیں گے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں لیک سکسس جاتے ہوئے بغداد پہنچے تو ہوائی اڈہ پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ راجہ غضنفر علی بھی موجود تھے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں سے درخواست کی گئی کہ وہ اہل بغداد کے لئے کوئی پیغام دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

"تمام عالم اسلام کے لئے میرا یہی پیغام ہے کہ وہ اب متحد ہو جائے"

۱۲ ستمبر۔ ہندوستانی کانگریس کے عہدہ صدارت کے لئے آج مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن کے انتخاب کا اعلان کر دیا گیا ہے مسٹر ٹنڈن نے ۲۰۰۰ ووٹوں میں سے ۱۳۰۶ ووٹ حاصل کئے۔ صدارت کے دوسرے امیدوار مسٹر آچاریہ کرپلانی اور مسٹر شنکر راؤ دیو نے علی الترتیب ۱۰۹۲ اور ۲۰۲ ووٹ حاصل کئے۔ کل ۱۸ ووٹوں کو ناجائز قرار دیا گیا۔

کشمیر

۱۲ ستمبر۔ سر اوون ڈکسن کشمیر سے متعلق پاکستان اور ہندوستان کی حکومتوں سے بات چیت کرنے کے بعد اپنی رپورٹ مرتب کرنے میں مصروف ہیں۔ امید ہے کہ آپ دو ہفتے کے اندر اندر اپنی رپورٹ حفاظتی کونسل کے سامنے پیش کر دیں گے۔

جیکب آباد کے ہندو لیڈر مسٹر کھرج مل رام چند نے دنیا کے امن کا واسطہ دے کر ہندوستان سے اپیل کی ہے کہ وہ کشمیر کے بارے میں اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز آ جائے اور کشمیر میں ایک آزاد اور منصفانہ استصواب منعقد کرانے کا موقع دے۔ آپ نے آخر میں حکومت ہند سے اپیل کی کہ وہ کشمیر سے اپنی فوجیں ہٹا لے اور ریاست میں آزاد رائے شماری کا موقع دے۔

بقیہ بلادِ غیر

کمیونسٹ دوسری فوجوں اور حکومتوں کو جنگ میں نہ لے آئے تو کوریا کی لڑائی پھیلنے نہیں پائے گی۔ صدر امریکہ نے جنگ کوریا کو ختم کرنے کے لئے آٹھ نکات پر مشتمل ایک پروگرام کا اعلان کیا۔

۱۲ ستمبر۔ آج شمالی کوریا کی فوجوں نے وسطی محاذ پر ایک زبردست حملہ کیا اور کئی میل آگے بڑھ گئی ہیں۔ اس محاذ پر شمالی کوریا کی فوجوں نے کل رات اور آج جتنی شدید بمباری کی ہے۔ اتنی کوریا کی جنگ کی تاریخ میں کبھی نہیں کی تھی۔

آج سوویٹ روس نے سکیورٹی کونسل میں ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا جس میں فارموسے پر امریکی قبضے اور چین کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے پر امریکہ کی مذمت کی گئی ہے۔

۴ ستمبر۔ ٹوکیو۔ مغربی جاپان میں آج ایک تباہ کن طوفان کی وجہ سے کم از کم دو سو پچاس انسان ہلاک اور کم و بیش تین لاکھ انسان خانماں برباد ہو گئے ہیں۔ جاپان کے تین بڑے شہر اوساکا۔ کوبے اور ٹوکیو براہ راست طوفان کی زد میں آ گئے طوفان کی رفتار ایک سو آٹھ میل فی گھنٹہ تک پہنچ گئی تھی۔ پولیس نے نقصانات کے اعداد و شمار کا اندازہ دیتے ہوئے بتایا کہ پچھلے سولہ برسوں میں جاپان میں اتنا ہولناک سیلاب نہیں آیا تھا۔

اس طوفان نے بارہ ہزار مکانات کو بالکل تباہ کر دیا ہے بائیس ہزار مکانات کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اور ایک لاکھ ۲۷ ہزار سے زائد مکانات زیر آب ہو گئے ہیں۔ مزید بیان کیا گیا ہے کہ سات سو جہازوں میں سے بہت سے غرق ہو گئے ہیں اور باقی جہازوں کو بہت نقصان پہنچا ہے۔

۱۴ ستمبر۔ بمبئی کے کپڑے کی ملوں کے مزدوروں کی ہڑتال سترھویں دن میں داخل ہو گئی ہے۔ آج شام کو صرف ایک مل میں مکمل طور پر کام ہو سکا۔ باقی ۶۱ ملوں میں کام نہیں ہو سکا۔

بلادِ غیر

یکم ستمبر۔ صدر ٹرومین نے ایک پریس کانفرنس میں کل یقین دلایا ہے کہ کوریا کی جنگ کے خاتمہ کے بعد ساتواں امریکی بیڑا فارموسا کے سمندر سے ہٹا لیا جائے گا۔

ذمہ دار حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ چین جلد پاکستان کے ساتھ دوستانہ اور تجارتی معاہدے پر دستخط کر دے گا۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ چین پاکستان کے علاوہ مصر اور برطانیہ کے ساتھ بھی سیاسی تعلقات قائم کرے گا۔

سرکاری طور پر اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے کہ کمیونسٹ فوجوں نے جنوبی کوریا میں یانگ یانگ کے شمال کی جانب گذشتہ ۱۲ گھنٹوں میں ایک بیس میل رقبہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ کمیونسٹ فوجوں نے دریائے نکٹانگ کو کئی مقامات سے عبور کر لیا ہے اور اب اس دریا پر اتحادی فوجوں کی دفاعی لائن کا وجود ختم ہو کر رہ گیا ہے۔

ایٹمی طاقت کی کمیٹی کے صدر نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ روس نے ایٹم بموں کی بڑی تعداد جمع کر لی ہے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ کسی وقت واشنگٹن کے صنعتی علاقے کو ایٹم بموں سے تباہ کر دے آپ نے تجویز کیا ہے کہ واشنگٹن کے علاقے کی تمام صنعتیں دوسرے علاقوں میں منتشر کر دی جائیں۔ صدر ٹرومین اس کام کے لئے پہلے ہی سے ۱۴ کروڑ ڈالر کی منظوری حاصل کر چکے ہیں۔

۱۲ ستمبر۔ پچھلی رات کمیونسٹ فوجوں نے جنوبی کوریا میں خوفناک یلغار شروع کی تھی اسے آج ۵۴ گھنٹوں کے بعد امریکی فوجوں نے روک دیا۔ محاذ سے موصول شدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ اقوام متحدہ کی فوجوں نے کل کی پے در پے شکستوں اور نقصانات کے بعد آج پھر اپنی حالت سنبھال لی ہے۔

کل امریکن وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ ۲۵ اگست کی رات تک جنگ کوریا میں ۳۰۵ امریکی ہلاک اور ۳۸۸۹ مجروح اور ۳۷۴۲ مفقود الخبر ہوئے۔ ۴۸ کو اسیرانِ جنگ بنایا گیا سائیگان میں ایسے پمفلٹ بانٹے گئے ہیں جن میں فرانسیسیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ملک میں عام بغاوت کر دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

صدر ٹرومین نے ایک نشری تقریر میں اعلان کیا ہے کہ اگر

ہفتہ وار پیغام صلح ۶ ستمبر ۳۵ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

چٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیغامِ صلح

آرگن

سالانہ چندہ۔ پاکستان سے ۔ چھ روپے

سالانہ چندہ۔ ہندوستان سے ۱-۰-۱۲-۸ روپے

ممالک غیر سے سالانہ چندہ ۔ ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

ہست اوخیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بر و شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ و آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۶۹ھ ۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۵۰ء | نمبر ۳۶

عید الاضحیٰ کی قربانیاں شعائرِ اسلام میں داخل ہیں

حضرت مولانا نورالدین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتوےٰ

عید الاضحیٰ کی قربانی کے متعلق جو سوال آج اُٹھایا جا رہا ہے، آج سے ۳۸ سال قبل بھی جب ترکی حکومت جنگ میں مبتلا تھی، بعض مسلمانوں نے یہی سوال اُٹھایا کہ عید الاضحیٰ کی قربانی کے بجائے نقد روپیہ ترکوں کی امداد کیلئے بھیجی جائیں، اسی سلسلہ میں ایک مسلمان وکیل نے اخبار "زمیندار" میں مسلمان علماء سے اپیل کی کہ وہ اس سلسلہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کریں، ان علماء میں جن کے نام لئے گئے ہیں حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔ اخبار زمیندار کا یہ پرچہ ہمارے محترم و مرحوم بزرگ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضرت مولانا مرحوم کی خدمت میں بھیجے اور درخواست کی کہ اس مسئلہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں، حضرت مولانا مرحوم نے جو جواب لکھکر بھیجا، کو ڈاکٹر صاحب ممدوح نے اپنے ایک تمہیدی نوٹ کے ساتھ شائع کر دیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے اشتہار کو برائے افادہ عام نقل کر دیا جائے۔ وھو ھذا:۔

فتویٰ متعلق قربانی عید الاضحیٰ

اخبار "زمیندار" لاہور میں ایک وکیل صاحب نے عید کی قربانیوں کے متعلق حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح) سے استفسار کیا تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں زمیندار کا یہ پرچہ بھیجدیا علاوہ اس کے ۲ نومبر ۱۹۱۲ء کو جو پبلک جلسہ لاہور میں زمیندار ٹرکش ریلیف فنڈ کے متعلق ہوا تھا اس میں مولوی عبد العلی صاحب ہروی شیعہ عالم نے آیت لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم سے استدلال کر کے فتوے دیا کہ اگر ترکوں کی اس مصیبت کے وقت میں قربانی نہ دی جائے۔ اور اس کے عوض میں نقد روپیہ بھجوا دیا جائے تو جائز ہے اس کے متعلق بھی میں نے اپنے خط میں حضرت مولوی صاحب کو اطلاع کر دی تھی۔ اس کے جواب میں حضرت مولوی صاحب کی جو چٹھی مجھے موصول ہوتی ہے وہ ذیل میں شائع کی جاتی ہے۔ اس کے چھاپنے کی اس لئے بھی ضرورت محسوس ہوتی کہ جلدی ہی جناب مولانا شبلی صاحب نعمانی اور مولوی محمد عبید اللہ صاحب ٹونکی کی طرف منسوب کر کے ایک بے دلیل فتوے شائع ہوا ہے۔ جس کی بناء پر بعض اخبارات نے کھلے طور پر قربانی نہ کرنے کی ہدایت کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ رقم ٹرکش ریلیف فنڈ میں دے دی جائے۔ اس تحریک سے مسلمانوں کو بہت ابتلا کا اندیشہ ہے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی ہے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب قبلہ نے اپنی اس چٹھی میں نہ صرف قربانی کے ضروری ہونے پر فتویٰ دیا بلکہ ایک حقیقی مصلح کے طور پر قوم کی مرض اور اسکا علاج دونوں بتائیے اور قربانی روکنے کی بجائے دیگر مدّ رنگ میں چندہ دینے کی تلقین کی ہے الخ

خاکسار۔ مرزا یعقوب بیگ۔ ایل۔ ایم۔ ایس لاہور

۴ نومبر ۱۹۱۲ء

اصل خط مشتمل بر فتوے

پیارے مرزا ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بڑی ضرورتیں تھیں خلفاء کے زمانہ میں سخت سے سخت ضرورتیں تھیں۔ مگر قربانی ترک نہیں کی گئی۔ اس کا ترک شیعہ مذہب کے بھی خلاف ہے باقی رہا لن ینال اللہ لحومہا الآیت کا فرمان سو وہ صحیح ہے مگر جس طرح سے عالم شیعہ نے سمجھا ہے اس طرح نہیں۔ قربانی ہی اصل ہے۔ معلوم نہیں ینالہ التقویٰ سے مولوی صاحب نے کیا مراد لیا ہے۔ افسوس یہ سب قرآن نہ سمجھنے کا وبال ہے کیا مسلمانوں کے پاس اور مال ہی نہیں رہا کہ اب قربانی پر ہاتھ صاف کرنے لگے؟ اگر ایسے ہی مفلس ہیں تو نہ زکوٰۃ نہ قربانی نہ تعلیم پر دو پیہ خرچ کریں چھٹی ہوئی اللہ اللہ ثم اللہ اللہ پہلے مکہ میں قربانیاں بند کریں۔ ترک خود قربانی کو بند کریں۔ قونصل کراچی، بمبئی، مدراس، کلکتہ، برما کیا کام کرتے ہیں......... آپ وطن اور زمیندار جیسے دانایانِ زمانہ سے دریافت کریں کہ قونصل کیا کام کرتے ہیں......... متفرنج تو اسلام کی سلطنت کو پسند ہی نہیں کرتے۔ میں نے ان لوگوں کو ضروری تجارت کے متعلق خط لکھے جواب تک سے دریغ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یونیورسٹی کا جمع شدہ روپیہ دے دیں (ان دنوں میں مسلم یونیورسٹی کے لئے بھاری رقم جمع ہوئی تھی) شادی غمی کی فضولی کا روپیہ دے دیں۔ خود ترک فضولی کے بدلے روپیہ دیں۔ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان ہیں فی کس ایک روپیہ ہی دیں۔ مگر خود شعائر اسلام کو ہاتھ سے نہ دیں۔ طرابلس کے غریب سر بجان دے رہے ہیں، ترک میدانی جنگ چند روز جاری رکھیں قل افلح المومنون للہ العزۃ وللرسول وللمومنین۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا۔ سچ ہے حرف بس است۔

نورالدین از قادیان ۔ ۱۰ نومبر ۱۹۱۲ء

حاشیہ:۔ شیعہ عالم شیخ عبد العلی ہروی کا ایک مضمون آج پیسہ اخبار میں نکلا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صرف حج کے موقعہ پر قربانی ہے اور سوائے اس کے نہیں، اس کے متعلق صرف اتنا ہی لکھنا کافی ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت اور صحابہ کرام اور آئمہ محدثین اور مجددین کا عمل اور امت محمدیہ کے تیرہ سو سال کا "تعامل صرف عالم ہروی کے اجتہاد سے باطل نہیں ہو سکتا"۔

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیں۔ (منیجر)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

مومن محل اُلفت ہے

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المؤمن مالف ولاخیر فیمن لایالف ولایؤلف رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ باب الشفقۃ

حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن محل الفت ہے اور جو تالیف قلوب نہیں کرتا اس میں کوئی بھلائی کی بات نہیں (کیونکہ نتیجہ اس بات کا یہ ہوتا ہے) کہ اس سے بھی کوئی الفت سے پیش نہیں آتا۔ (جس قوم میں باہم تالیف قلوب کا سلسلہ قائم نہ رہے وہ ایک پریشان قوم ہے جو لوگوں کی نظروں سے گر جاتی ہے)

عیال اللہ سے نیکی کرنیوالا محبوب خدا ہے

عن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الیٰ عیالہ روی البیہقی (مشکوٰۃ باب ایضاً)

عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مخلوقات اللہ تبارک و تعالےٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سے سب سے محبوب وہ شخص ہے جس کا عیال اللہ پر احسان عام ہے (آنحضرت صلعم سب سے بڑے محسن تھے)

قساوت قلب کا علاج

عن ابی ھریرۃ ان رجلاً شکی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قسوۃ قلبہ قال امسح راس الیتیم و اطعم المساکین رواہ احمد مشکوٰۃ باب ایضاً

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی حضور علیہ التحیات والسلام نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر (محبت سے) ہاتھ پھیر (یعنی یتیموں کی پرورش اور تربیت کا خیال رکھ) اور مساکین کو کھانا کھلا تو (یتیموں کے خیال اور غور و پرداخت سے اپنی موت اور اپنے بچوں کی یتیمانہ حالت پیش نظر رہے گی اور دل میں سوز و گداز اور رقت پیدا ہو گی۔ مساکین کو کھانا کھلانے سے تو اللہ تعالےٰ کا اپنے اوپر آثار رحمت کا منظر دیکھے گا۔ شکر کی توفیق ملیگی اور دل میں نرمی پیدا ہو گی)

عظمت الٰہی کیلئے باہم محبت کرنیوالے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیٰمۃ این المتحابون بجلالی الیوم اظلھم فی ظلی یوم لاظل الاظلی رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ باب ایضاً

ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن اعلان فرمائیگا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور عظمت (کو دنیا میں قائم کرنے اور میری رضا حاصل کرنے) کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے (اور محبت کے مظاہرہ میں غریب امیر کے امتیاز کو بکلی مٹا دیتے تھے) آج میں ان لوگوں کو اپنے سایہ (عاطفت) میں جگہ دوں گا جبکہ میرے سایہ (رحمت) کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا (جس میں لوگوں کو پناہ ملے اور امن میسر ہو)

پناہ روئے تو جستن نہ طور مستانست ❊ کہ آمدن بہ پناہت کمال ہشیاریست (مسیح موعود)

مقبولوں کی مقبولیت کثرت استجابت دُعا سے شناخت کی جاتی ہے

دنیا قیام مقبولانِ الٰہی سے وابستہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انفاس طیبہ

اور یہ بات ایک معرفت کا دقیقہ ہے کہ مقبولوں کی مقبولیت کثرت استجابت دعا سے شناخت کی جاتی ہے یعنی اس کی اکثر دعائیں قبول کی جاتی ہیں نہ یہ کہ سب کی سب قبول ہوتی ہیں۔ پس جب تک کہ رجوع کرنے والوں کی تعداد کثرت کی مقدار تک نہ پہنچے تب تک قبولیت کا پتہ نہیں لگ سکتا اور کثرت کی پوری حقیقت اور عظمت اس وقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جب مومن کامل مستجاب الدعوات کا اس کے غیر سے مقابلہ کیا جاوے ورنہ ممکن ہے کہ ایک بد باطن نکتہ چین کی نظر میں وہ کثرت بھی قلت کی صورت میں نظر آوے۔ سو درحقیقت کثرت استجابت دعا ایک نسبتی امر ہے جس کی صحیح اور یقینی اور قطعی تشخیص جو منکر کے منہ کو بند کرنے والی ہو مقابلہ سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہزار ہزار مصیبت رسیدہ دو ایسے شخصوں کے حصے میں آجائے جن کو مومن کامل اور مستجاب الدعوات ہونے کا دعوےٰ ہے اور ایک شخص کی قبولیت دعا کا یہ اثر ہو کہ ہزار میں سے پچاس یا پچیس ایسے باقی رہیں جو ناکام رہیں اور باقی سب کامیاب ہو جائیں اور دوسرے گروہ میں سے شاید پچیس یا پچاس ناکامی سے بچیں اور باقی سب نامرادی کے تحت الثریٰ میں جائیں تو مقبول اور مردود میں صحیح فرق ہو جائے گا۔ اس زمانہ کا فرقہ نیچریہ ان اوہام اور وساوس میں مبتلا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ابتداء سے قدرت نے شدنی اور ناشدنی امور میں تقسیم کر رکھی ہے۔ اس لئے استجابت دعا کچھ چیز ہی نہیں مگر یہ اوہام سراسر خام ہیں اور حق بات یہی ہے کہ جیسے حکیم مطلق نے دواؤں میں باوجود انضباط قوانین قدریہ کے تاثیرات رکھی ہیں ایسا ہی دعاؤں میں بھی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ تجارب صحیحہ سے ثابت ہوتی ہیں اور جس مبارک ذات علت العلل نے استجابت دعا کو قدیم سے اپنی سنت ٹھہرایا ہے اسی ذات قدوس کی یہ بھی سنت ہے کہ جو مصیبت رسیدہ لوگ ازل میں قابل رہائی ٹھہر چکے ہیں وہ انہی لوگوں کے انفاس پاک یا دعا اور توجہ اور یا ان کے وجود فی الارض کی برکت سے رہائی پاتے ہیں جو قرب اور قبولیت الٰہی کے شرف سے مشرف ہیں۔ اگر دنیا میں بہت سے لوگ بت پرست بھی ہیں جو مومن کامل کی طرف اپنے مصائب کے وقت رجوع بھی نہیں کرتے اور ایسے بھی ہیں جو استجابت دعا کے قائل ہی نہیں اور بکلی تدابیر او راسباب کے مقید ہیں اور ان کی سوانح زندگی پر نظر ڈالنے سے شاید ایک سطحی خیال کا آدمی اس دھوکہ میں پڑیگا کہ ان کی مشکلات بھی تو حل ہوتی ہیں پھر یہ بات کہ مقبولوں کی ہی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں کیونکر صفائی سے ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس وہم کا جواب جو قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے کہ اگرچہ کوئی شخص اپنے مرادات کے لئے بت کی طرف رجوع کرے یا اور دیوتاؤں کی طرف یا اپنی تدابیر کی طرف لیکن درحقیقت خدائے تعالےٰ کا پاک قانون قدرت یہی ہے کہ یہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثر وجود سے ہوتے ہیں اور ان کے انفاس پاک سے اور ان کی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے انہی کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دور ہوتی ہیں اور فساد ہٹائے جاتے ہیں اور انہیں کی برکت سے دنیا دار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے ہیں

❊ (اے میرے پیارے مولا) تیری پناہ حاصل کرنے کی (شاہراہ کی) جستجو کرنا دیوانوں کا کام نہیں بلکہ تیری پناہ میں آنا تو کمال عقلمندی کا کام ہے

(اہل دانش و بینش اس دشت پُر خار کے کانٹوں میں بلیں اُلجھتے وہ کمال ہوشیاری سے اپنا دامن بچا کر چلتے ہیں یعنی تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۹ ذیقعد ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۶

قائدِ اعظم کا پیغام

گیارہ ستمبر کو قائد اعظم مرحوم و مغفور کا یوم وفات تھا، اس موقعہ پر اخبارات کے خاص نمبر نکالے گئے، پبلک جلسے منعقد ہوئے، جن میں قائد اعظم کی ذات و صفات کے متعلق اچھے اچھے مضامین لکھے اور پڑھے گئے، اور ان کی روح کو ثواب پہنچانے کیلئے حکومت اور مختلف جماعتوں کی طرف سے غرباء کو مفت کھانا بھی تقسیم کیا گیا۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ پر نہایت موزوں اور ہر طرح موجب ثواب ہے۔ لیکن ایک سب سے ضروری بات جس کی طرف مسلمانوں کو خاص طور پر توجہ لانے کی ضرورت ہے، وہ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وہ پیغام ہے، جو اتحاد بین المسلمین سے تعلق رکھتا ہے، اور جو درحقیقت پاکستان کے وجود میں آنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اُس وقت جب قائد اعظم مرحوم پاکستان کی تحریک لیکر اُٹھے، مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوگیا۔ اسے ہندوؤں کے روپیہ یا کانگرس کے وظائف کا نتیجہ سمجھئے یا کوئی اور وجہ قرار دیجئے لیکن یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جماعت احرار پاکستان کی کھلم کھلا مخالف تھی اور ان کے علاوہ کچھ نیشنلسٹ مسلمان بھی تھے جو مسلمانوں کے لئے ہندوؤں سے جداگانہ حقوق کے مطالبہ کو آزادی کے رستہ میں بہت بڑا روڑا سمجھتے تھے اور وہ لوگ بھی تھے جو ہندو اور انگریز کی ملی بھگت کو دیکھتے ہوئے پاکستان کے مطالبہ کو قطعی طور پر ناقابل قبول یقین کرتے اور اس پر تمسخر و استہزا سے بھی دریغ نہ کرتے تھے

ان حالات میں کانگرس کا یہ اعتراض تھا کہ قائد اعظم جس چیز کا مطالبہ کررہے ہیں، وہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ نہیں، اور نہ انہیں تمام مسلمانوں کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ انگریز بھی اسی خیال پر جم گیا، اور مسلمانوں کا انتشار اور پاکستان کی مخالفت میں ان کی آوازیں خواہ وہ کتنی بھی کمزور اور نحیف کیوں نہ ہوں ایک ایسی زبردست روک بن گئیں جس کو دور کرنا کسی کے بس کی بات نظر نہ آتی تھی قائد اعظم مرحوم کو اس وقت چومکھی جنگ کرنی پڑی۔ ایک طرف ہندو تھے اور دوسری طرف انگریز جن کی طرف سے مختلف قسم کی رکاوٹیں پیدا کی جارہی تھیں، تیسری طرف وہ مسلمان تھے، جو انگریز اور ہندو کی پشتیبانی کر رہے تھے اور چوتھی طرف خود مسلم لیگ اور قائد اعظم کے حامیوں میں بعض وہ مولوی تھے جو مذہبی بنا پر مسلمانوں کے ایک یا دوسرے فرقہ کو کافر قرار دیتے اور انہیں مسلم لیگ سے خارج کرنے پر تلے ہوئے تھے،

قائد اعظم مرحوم و مغفور نے یہ جنگ جس قابلیت کے ساتھ لڑی اور جس دلیری شجاعت اور غیر معمولی عزم و حوصلہ کے ساتھ انگریز اور ہندو کا مقابلہ کرتے ہوئے خود مسلمانوں کو نہ صرف مطالبۂ پاکستان میں متفق و متحد کرنے کی سعی فرمائی بلکہ حضرت مجدد اعظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہوئے مسلم لیگ کے دروازے اس پر کھلے رکھنے کی تلقین کی، اس کی داد کون صاحب بصیرت انسان دیئے بغیر رہ سکتا ہے، انسان ہی نہیں ہم سمجھتے ہیں، خود اللہ تعالےٰ نے بھی اس کی داد دی اور اپنے خاص فضل و کرم سے قائد اعظم مرحوم کی ان کوششوں کو نوازا اور وہ چیز جو بظاہر حالات ناممکنات میں سے نظر آتی تھی، ایک حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آگئی، اور اتحاد بین المسلمین کا وہ نظارہ دنیا نے دیکھا جس کی نظیر تاریخ اسلام میں شاید سینکڑوں برسوں تک دیکھنے میں نہ آئی ہو؛ پاکستان کی حمایت میں مسلمانوں کی طرف سے ایک ایسی زبردست آواز فضائے عالم میں گونجی کہ تمام دوسری آوازیں اس کے مقابلہ میں دب کر رہ گئیں اور ایسا نظر آنے لگا کہ ایک بھی مسلمان ایسا نہیں رہا جو اس سے کچھ بھی اختلاف رکھتا ہو، نہ صرف یہی بلکہ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات، تکفیر و تفسیق کے فتوے اس متفقہ جنگ آزادی کے سامنے ماند پڑ گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اس قوم میں کوئی بھی اختلاف باقی نہیں رہ گیا۔

یہی وہ چیز تھی، یہی ... اتفاق و اتحاد اور مطالبۂ پاکستان میں یک آواز تھی جس نے ہندوؤں اور انگریزوں کے حوصلوں کو پست کردیا، اور وہ قوم جو چار دن پہلے اپنے اختلافات کی وجہ سے ایک بے پایاں سمندر میں غوطے کھا رہی تھی اخوت و اتحاد کی ناؤ میں بیٹھ کر سلامتی کے اس کنارہ پر جا پہنچی جہاں آزادی کا پرچم ان کی کامیابی و خوشحالی کا پیغام دے رہا تھا۔

آہ! یہ سب کچھ ہوا، ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ سب مناظر دیکھے، وہ تمام ابتلا برداشت کئے، وہ سب مصیبتیں جھیلیں جو شاہراہ آزادی میں ایک درماندہ اور منتشر قوم کو پیش آتی ہیں، قائد اعظم مرحوم کی ہدایات کے ماتحت ہم نے حصول آزادی اور قیام پاکستان کے لئے اپنے تمام اختلافات کو بھلا دیا اور خوشی خوشی ایک دوسرے سے بغلگیر ہوکر منزل آزادی کی طرف بڑھتے چلے گئے، لیکن جونہی اس منزل پر پہنچے، وہ تمام باتیں ہماری یاد سے محو ہوگئیں جو اس مرد کامگار نے ہمیں بتائی تھیں۔ وہ تمام اصول جو اس آزادی کو برقرار رکھنے، مملکت پاکستان کو مضبوط بنانے کے لئے ہمیں بتائے گئے تھے اور جن پر چل کر ہم تجربہ کر چکے تھے، کہ انہی سے ہماری تمام کامیابیاں وابستہ ہیں، ہم چھوڑ بیٹھے ... اور پھر ایک دوسرے کا گلا کاٹنے ایک دوسرے کی عزت برباد کرنے، کافر و بے ایمان کے نعرے لگانے اور مسلمانوں کو اسلام سے خارج کرنے کے درپے ہو گئے۔

اتحاد بین المسلمین کا پیغام جو حضرت قائد اعظم نے ہمیں دیا، کوئی نیا پیغام نہ تھا، نہ اس پیغام پر عمل کوئی پہلا تجربہ تھا یہ وہ پیغام ہے جو سب سے پہلے قرآن کریم نے دیا: انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم، تمام مسلمان، سب کلمہ گو بھائی بھائی ہیں، پس اپنے بھائیوں میں صلح و آشتی پیدا کرو، اسی اخوت اسی صلح و آشتی نے وہ شاندار مناظر دنیا کو دکھائے جو ہفت اقلیم میں مسلمانوں کی فاتحانہ پیشقدمیوں سے تعلق رکھتے ہیں اسی اخوت و محبت اور صلح و آشتی نے دنیا کے بڑے بڑے سیاستدانوں کو محو حیرت بنا دیا اور اسلام کی عظمت و سربلندی کے آگے انہیں سر جھکانا پڑا، جس وقت اس اخوت کو ہم نے چھوڑا اور اس صلح و آشتی سے منہ موڑ کر ایک دوسرے کے دست و گریباں ہونے لگے، تباہ و برباد ہوگئے، ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو کافر ٹھہرانا ہمارا شعار ہوگیا حالانکہ امام ابوحنیفہ جیسا عظیم الشان انسان بھی ہمیں پیغام دے چکا تھا کہ جس شخص کے اندر ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو اسکو بھی کافر مت کہو، وہ ایک وجہ اسلام وہی کلمہ طیبہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو ایک مسلمان کا امتیازی نشان ہے حضرت مجدد اعظم

(باقی صفحہ کالم ۴)

ووکنگ کیلئے روپیہ کی ضرورت

بعض نہایت ہی اہم ضروریات کے پیش نظر انگلستان جلد روپیہ بھیجنے کی ضرورت ہے

(۱) جہاں جماعتی نظام کے ماتحت کچھ روپیہ جمع ہے وہ فوراً محاسب کو بھجوادیں۔

(۲) جن احباب نے ووکنگ کیلئے وعدے کئے ہوئے ہیں وہ اپنے نفس پر تکلیف اٹھا کر بھی فوراً روپیہ محاسب کو بھجوادیں۔

(۳) جنہوں نے ابھی تک حصہ نہیں لیا وہ بھی اپنی ذمہ داری کی طرف توجہ کریں۔

محمد علی ۸ ستمبر ۱۹۵۰ء

اخبار و افکار

انگلستان میں تعدد ازدواج؟

واشنگٹن کی حسب ذیل خبر سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع ہوئی ہے:-

لندن ۱۳ ستمبر۔ پروفیسر ۔ C.E.M. Lovejoy کی قیادت میں ایک کمیٹی یہاں اس بات کی حمایت کر رہی ہے کہ پارلیمنٹ کے ممبروں کے سامنے یہ تجویز پیش کی جائے کہ برطانیہ کے قانون شادی بیاہ میں اصلاح ہونی چاہیئے یہ مہم پارلیمنٹ کے اس اجلاس کے ساتھ ہی بلا توقف شروع کر دی جائے گی جو ۱۷ ستمبر سے منعقد ہونے والا ہے یہ تحریک پروفیسر Lovejoy (لوجائے) کی اس جدید تصنیف کی اشاعت سے شروع ہوئی جس کا نام "No more surplus women" ہے

یعنی اب کوئی ایسی زائد عورت نہ رہیگی جو شادی شدہ نہ ہو، اور اس کتاب کے اس وقت تک ۳۵۔ ایڈیشن نکل چکے ہیں اور ابھی تک پبلک میں اس کتاب کی بے حد مانگ ہے۔

"مختصراً تجویز یہ ہے کہ ہر آدمی **دو بیویاں کرے** پروفیسر Lovejoy کا جنہوں نے برطانیہ کے اعداد و شمار کا گہرا مطالعہ کیا ہے اندازہ ہے کہ اس طرح ملک کی ہر عورت کو خاوند مل جائے گا۔

"ایسے لوگ جو ایک بیوی رکھنے پر بھی چنداں خوش نہیں اور اس کا انتظام نہیں کر سکتے انہیں ایک بیوی کی اجازت ہوگی مگر ایسے لوگ ملک کی عام آبادی سے علیحدہ رکھے جائیں گے۔

"پروفیسر لوجائے نے ایک جدید مکمل ضابطہ ازدواج کا خاکہ تیار کر لیا ہے اس ضابطہ کی رو سے مجوزہ قانون کو زیادہ تر عملی اور کاروباری رنگ دیا جائیگا۔"

یہ خبر اپنی اہمیت کے لحاظ سے دلچسپ ہونے کے علاوہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ انگلستان وہی انگلستان جو کل تک اسلام کے قانون تعدد ازدواج پر ٹھٹھہ اڑاتا تھا، آج خدا نے اسے اسلام ہی کے قدموں پر گرنے پر مجبور کر دیا، آج پروفیسر لوجائے دو بیویوں کی تحریک پیش کرتے ہیں کیا تعجب ہے کہ کل کو یہ تعداد چار تک بڑھانی پڑے اور انگلستان ہی پر کیا موقوف وہ وقت آنے والا ہے جب سارا ہی یورپ اور امریکہ اسلام کے اس قانون کے آگے سر جھکا دے گا بلکہ اسلام ہی کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا لیگا کیونکہ بقول حضرت مجدد وقت

" اس کے اقبال کے دن نزدیک
ہیں اور .... آسمان پر
اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں
یہ اقبال روحانی ہے اور
فتح بھی روحانی"

مریم کا رفع آسمانی

عیسائیوں کے کیتھولک ... فرقہ کے نزدیک حضرت مریم اگرچہ ان اقنوم ثلاثہ میں سے نہیں جو الوہیت کے جزو سمجھے گئے ہیں تاہم ان کی عزت و حرمت بھی پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی ہے اور اب تو پوپ کی طرف سے یہ بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ مقدس کنواری بھی حضرت مسیح کی طرح جسماً آسمان پر اٹھالی گئیں، اس لئے اب یکم نومبر سے یہ عقیدہ کیتھولک مذہب کا جزو بن جائے گا اور ایک کیتھولک عیسائی کے لئے حضرت مریم کے رفع آسمانی پر ایمان لازمی ہوگا۔

لندن ۱۷ اگست کی خبر ہے کہ کلیسائے انگلستان کے دو سب سے بڑے عہدیداروں یعنے یارک اور کنٹربری کے لاٹ پادریوں نے ایک مشترکہ بیان میں پاپائے روم کے مذکورہ بالا اعلان کی سختی سے تردید کی ہے اور اسے مسیحی مذہب میں ایک سخت بدعت قرار دیا ہے"

اس سے پہلے جو سینکڑوں بدعتیں مسیحی مذہب میں رائج ہوئیں خود مسیح کی ابنیت اور رفع آسمانی، کفارہ، عشائے ربانی، کنفیشن اور کیا کیا عجیب و غریب عقاید ہیں جو مسیحی مذہب اور خود کلیسائے انگلستان میں رائج ہیں۔ مریم کے رفع آسمانی کا عقیدہ بھی انہیں میں سے ایک ہے جس کے مسیحیوں کے عقائد میں داخل ہونے کی خبر قرآن آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے سے دے چکا ہوا ہے۔

کلیسائے انگلستان کے پادریوں میں تو اب ان عقائد کے خلاف ایک عام [illegible] پیدا ہو چکا ہے جس کا اظہار بھی انفرادی طور پر وہ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ خدا وہ وقت بھی لائے جب خود کلیسا کو مسیح کی انسانیت اور توحید الٰہی کے اعلان کی توفیق نصیب ہو،

کانگرس کا نیا صدر

اخباری حلقوں میں انڈین نیشنل کانگرس کے نئے صدر مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن کے انتخاب پر بہت سی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں، مسٹر ٹنڈن ان مہاسبھائی ذہنیت رکھنے والے ہندوؤں میں سے ہیں جن کو مسلمانوں اور پاکستان کے ساتھ خدا واسطے کا بیر ہے۔ اس سے پہلے وہ یو۔پی اسمبلی کے سپیکر تھے اور اس حیثیت سے اپنے صوبہ کے مسلمانوں کو تنگ کرتے اور انہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی مختلف راہیں انہوں نے اختیار کیں، اردو کے بجائے ہندی کا رواج ذبیحہ گاؤ کی بندش انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے اپنی تقاریر میں وہ علانیہ مسلمانوں کو کہتے رہے ہیں کہ مکہ و مدینہ کی طرف نظریں اٹھانی چھوڑ دو، اور ہندو کلچر اختیار کر کے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ ایک قوم بن کر رہو، اور اگر یہ منظور نہ ہو تو پاکستان کی راہ لو، پاکستان پر حملہ آور ہو کر اسکو تباہ کرنے کے وہ دل سے حامی ہیں اور اقلیتی معاہدہ کے شدید مخالف۔

اس ذہنیت کے آدمی کا کانگریس کا صدر بن جانا نہ صرف ہندوؤں کی رائے عامہ کا مظہر ہے، بلکہ پنڈت نہرو کی صلح کل پالیسی اور پاکستان کے لئے ایک خطرہ عظیم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پنڈت نہرو ...... ان حالات میں حکومت سے مستعفی ہو جائیں گے بلکہ دہلی کی ایک خبر ہے کہ مسٹر ٹنڈن سے دو گھنٹہ بات چیت کرنے کے بعد جب کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تو پنڈت نہرو نے استعفےٰ کی دھمکی بھی دیدی۔ لیکن ان کے بعض دوستوں نے سمجھا بجھا کر فی الحال استعفےٰ دینے پر راضی کر لیا اور اب کانگریس کے آئندہ اجلاس میں جو ناسک میں ہونے والا ہے کانگریس کے کچھ ممبر بھارتی مسلمانوں اور پاکستان کے متعلق پنڈت نہرو کی پالیسی کی حمایت میں تجویز پیش کریں گے، جس سے کانگریس کے مختلف گروپوں کی طاقت ظاہر ہو جائیگی۔

یہ حالات اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت ہی افسوسناک اور موجب تشویش ہیں، اللہ کرے بھارتی ہندوؤں کو کسی طرح یہ سمجھ آ جائے کہ جس طرح پہلے پاکستان بننے وقت وہ اس کی مخالفت کر کے ایک غلطی کا ارتکاب کر چکے ہیں اور اس بارہ میں نقصان اٹھا چکے ہیں، اگر پاکستان پر حملہ کی تائید کر کے انہوں نے دوسری غلطی کا ارتکاب کیا تو یہ پہلی غلطی سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ثابت ہوگی،

ثم قست قلوبھم

ستمبر کے ابتدائی ایام میں اہل لاہور اور پنجاب کے اکثر مقامات کے باشندوں نے ایک نہایت ہولناک اور عبرت انگیز نظارہ دیکھا دریائے راوی اور بعض دیگر دریاؤں میں اس قدر سیلاب آیا کہ پانی بند توڑ کر آبادیوں میں پہنچ گیا، اور گاؤں کے گاؤں بہا کر لے گیا۔ کئی دیہات پانی کے اندر گھر گئے اور وہاں کے باشندے کئی کئی دن تک فاقوں کی زندگی گذارتے رہے حکومت نے انکو ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے جہاں تک ممکن ہو سکا خوراک پہنچانے کی کوشش کی، تاہم بعض مقامات پر لوگ پانی کی طغیانی سے بچ نہ سکے اور جانوں اور اموال و جائداد کا بیحد نقصان ہوا۔ لاہور کی بعض نو آبادیوں اور مضافاتی حصوں میں بھی سیلاب نے لوگوں کو سخت مصائب اور پریشانی میں مبتلا کئے رکھا۔ مرد، عورتیں اور بچے نہایت مصیبت کی حالت میں سڑکوں پر آ پڑے، اور کئی جانیں بچاتے ہوتے سیلاب کی نذر ہو گئے لیکن ان تمام عبرتناک مناظر میں ان لوگوں کی کیفیت قلبی کا اندازہ کیجئے جن کا ذکر ایک مقامی اخبار نے ان الفاظ میں کیا ہے:۔

"کئی ایک مقامات پر دیکھا گیا کہ حیا باختہ نوجوانوں نے تباہ ہونیوالوں کا مذاق اڑایا، بچے چیخ رہے تھے خواتین مصروف آہ و بکا تھیں لوگ اپنے اموال و امتاع، اہل و عیال کو بچانے کے لئے مقدور بھر کوشش کر رہے تھے اور یہ حضرات سگرٹوں کے کش لگا رہے تھے اور اس طرح کھڑے مسکرا رہے تھے کہ گویا وہ سینما دیکھ رہے ہیں ستم ہے کہ انہوں نے نالائق خواتین کو بھی میلی آنکھوں سے دیکھا، بعض خدا ناترسوں اور بدبختوں کو چوری کی بھی سوجھی اسلامی بہنوں نے اپنے ٹرنک وغیرہ بھائی سمجھ کر ان کے حوالے کئے مگر یہ ظالم انہیں لیکر چمپت ہو گئے قفل شکنی کی وارداتیں شروع ہو گئیں"

کیا اس سے بڑھکر قساوت قلبی کا ثبوت مل سکتا ہے، خدا کا عذاب آ رہا ہے لوگ مر رہے ہیں لیکن پھر بھی دلوں کی سختی دور ہونے کے بجائے اور بڑھ رہی ہے فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ، وہ تو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ کیا یہ لوگ کسی اور بڑے عذاب کو تو نہیں بلا رہے، اللھم [illegible]

مغرب سے طلوع آفتاب اسلام ہی سے مشرقی قوموں کی زندگی ہے

"آج جنگ اور جہاد یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کے پیغام کو دنیا میں پہنچا دو"

خطبۂ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ - کراچی - مورخہ یکم ستمبر ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب ناظر اسلام)

قال اللہ تعالیٰ - ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانھم بنیان مرصوص ٥

خدا کے رستہ میں جنگ کرنیوالے

سورہ صف کے نام سے قرآن کریم میں ایک چھوٹی سی سورت ہے یہ آیت اس کی ابتدائی آیات میں سے ایک ہے - اس میں جنگ کرنے والوں کی تعریف ہے - یعنی ان لوگوں کی جو خدا تعالےٰ کے رستہ میں جنگ کرتے ہیں خدا ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے اور یہ لوگ خدا تعالےٰ کے محبوب ہوتے ہیں - جو اس رستہ میں صف باندھ کر جنگ کریں - اور صف بھی ایسی مضبوط جس طرح پہ دیوار کو سیسہ پگھلا کر مضبوط کر دیا جائے - اور تمام اجزا ایک کر دیئے جائیں - اس قسم کی صف باندھ کر خدا تعالےٰ کے رستہ میں جو جنگ کرتے ہیں وہ خدا تعالےٰ کے محبوب ہوتے ہیں یہ گویا اولیاء اللہ ہیں -

سورہ صف میں غلبۂ اسلام کا ذکر

ان چھوٹی چھوٹی سورتوں کا مضمون ایک ہی ہوتا ہے - بڑی سورتوں میں بنیادی خیال ایک ہی ہوتا ہے - مگر ان میں متفرق مضامین بھی آ جاتے ہیں - مگر چھوٹی سورتوں میں ایک ہی مضمون چلتا ہے - اس سورت میں اصل ذکر دین اسلام کے غلبہ کا ہے - تمام دوسرے دینوں پر ابتدائی آیات کے بعد حضرت موسےٰ کا ذکر ہے - اور پھر اس بشارت کا ذکر کیا ہے جو حضرت عیسیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں دی تھی - پھر دعوت اسلام کا ذکر ہے ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب وھو یدعیٰ الی الاسلام - افتریٰ علی اللہ کا اشارہ ان عیسائی اقوام کی طرف ہی ہے - جن کو نبی کریم صلعم کی بشارت دی گئی تھی - مگر جب انکو اسلام کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے خدا تعالےٰ پر یہ افتراء پیش کیا کہ خدا تین ہیں - حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیم نہ تھی - اس کے آگے فرمایا

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم

یہ قومیں خدا تعالےٰ کے نور کو منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتی ہیں - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں عیسائی اقوام کے پروپاگنڈا کی طرف اشارہ ہے - جو انہوں نے اسلام کے خلاف کیا اور کر رہے ہیں - جو منہ کی پھونکوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا - تو فرماتا ہے کہ لوگ اللہ کے نور کو بجھانے کی کتنی ہی کوشش کریں مگر اللہ تعالےٰ اس اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر چھوڑے گا پھر اس کے بعد فرمایا: -

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ - اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے - تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے - اصل مضمون تو یہی ہے مگر ابتدا کی خدا تعالیٰ کے رستہ میں جنگ کرنے والوں سے اور اسکو ختم کیا ہے حضرت عیسیٰ کے ذکر پر فی الحقیقت ان دونوں باتوں کا تعلق غلبۂ اسلام سے ہی ہے - آخری آیت میں ہے: -

یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ - اے مسلمانو! خدا کے مددگار بن جاؤ کما قال عیسیٰ ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ جس طرح عیسیٰ بن مریم نے حواریوں کو کہا کہ اللہ کے راستہ میں میرا مددگار کون بنتا ہے - تو حواریوں نے جواب میں کہا نحن انصار اللہ ہم خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے آپ کی مدد کریں گے -

حواریوں کا تبلیغی جوش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق بہت کچھ سنا اور پڑھا ہوگا - ان کی کمزوریاں خود انجیل میں مذکور ہیں - لیکن ایک عظیم الشان خوبی جو ان میں تھی وہ یہ تھی کہ عیسائی مذہب کو پھیلانے کے لئے دنیا میں دیوانہ وار نکل گئے - اگرچہ اسرائیل قوم نے ان کی طرف دھیان نہیں دیا تو انہوں نے دوسری قوموں کی طرف رُخ کیا - مسلمانوں کو بھی یہاں حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی دین اسلام کو اسی طرح لیکر دنیا میں نکل جاؤ -

صحابہؓ کا تبلیغی جوش

عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ واقعی اس دین کو لیکر حواریوں کی طرح ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ قوت کے ساتھ نکلے - چنانچہ عیسائیوں کو تین سو سال لگ گئے صرف رومن ایمپائر میں اپنے مذہب کو غالب کرنے کے لئے مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضہ نے صرف سو سال کے اندر (عرب کا ملک تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہی مسلمان ہو گیا تھا) بعید ترین مشرق یعنی چین سے لیکر بعید ترین مغرب یعنی سپانیہ تک اسلام کا پیغام پہنچا دیا - اور ایک سو سال کے اندر اندر ملکوں کے ملکوں اور قوموں کی قوموں کو مسلمان کر لیا تاریخ اسلام میں ایسی کوئی نظیر نہیں کہ کسی دوسری قوم نے اپنے دین کو اس قوت، جوش اور عزم سے پہنچایا ہو -

عیسائیوں کا جوش پچھلے زمانہ میں بڑھ گیا

لیکن ایک فرق اور بھی نظر آتا ہے حواریوں کے بعد آنے والے عیسائی مبلغین نے اپنے دین کی جو تبلیغ کی اس میں وہ سست نہیں ہوئے - بلکہ پہلے زمانہ کے بعد ان کا قدم پچھلے زمانہ میں اور ترقی کرتا چلا گیا - یہاں تک کہ اس پچھلے زمانہ میں عیسائی مبلغین نے بڑے بڑے دکھ اور تکلیفیں برداشت کیں - اور اپنے دین کو جنگلوں بیابانوں - اور ریگستانی علاقوں میں بسنے والی قوموں تک پہنچایا اور مختلف قوموں کے اندر رہ کر ان کی زبانیں سیکھ کر ان کی زبانوں میں انجیل کا ترجمہ کر کے ان کے سامنے پیش کیا - اور ان میں پھیلایا -

مسلمانوں کا قدم سست پڑ گیا

مسلمانوں کی حالت میں یہاں ایک فرق ہے کہ ان کا قدم دین کی تبلیغ کے معاملہ میں پچھلے زمانہ میں آ کر سست پڑ گیا - یہاں تک کہ مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کا پیغام اب اپیل نہیں کرتا - اور اولٰئک ینادون من مکان بعید کا رنگ نظر آتا ہے یعنی قرآن کریم کی آواز اب ان کو دُور کی آواز معلوم ہوتی ہے - اب ان کے لئے وہ قریب کی آواز نہیں -

غلبۂ دین مسیح موعودؑ سے وابستہ ہے

جہاں اس سورت میں مسلمانوں کو یوں خطاب کیا گیا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللہ کہ وہ دین اسلام کو دنیا کے اطراف واکناف میں پہنچانے کے لئے نبی کریم صلعم کے ساتھی بن جائیں وہاں کما قال عیسیٰ ابن مریم کا ذکر لا کر ایک دُور کا اشارہ [illegible] اس امت کے لئے بھی کوئی مسیح آنے والا ہے اور اس کے آنے کے ساتھ اسلام [illegible] کو وابستہ کیا ہے - مگر اس دور میں مسلمان اپنے ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ گئے کہ اب ان کو کوشش اور تبلیغ کرنے کی ضرورت [illegible] کیا ہے جب عیسیٰ آئے گا اسلام کو غالب کر دے گا - مسیح موعود کے آنے کا پھر یہاں اشارہ ہے اسے اس سے اگلی سورۃ جمعہ میں واضح کر کے بیان فرمایا ھو الذی

بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ... و اخرین منھم لما یلحقوا بھم، یہاں دو گروہوں کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ ایک گروہ تو وہ ہے جن پر یہ رسول آیات پڑھتا ہے۔ ان کو پاک و صاف کرتا ہے۔ کتاب و حکمت سکھلاتا ہے۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو ان کے پیچھے آنے والا ہے ان کو بھی تلاوت آیات اللہ سے پاک و صاف کرتا اور حق و حکمت سکھاتا ہے چنانچہ آخرین منھم کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو حضرت سلمان فارسی جو حضور کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔

لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من ھؤلاء ان عجمی لوگوں میں سے ایک ایسا شخص اٹھیگا کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائیگا تو وہاں سے بھی دوبارہ اسے دنیا میں لے آئے گا۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے لئے یہ مقدر تھا کہ ترقی حاصل کرنے کے بعد ایک وقت آکر رک جائے مگر اس کا دوبارہ ترقی کرنا اور سب سے آخر تمام ادیان پر غالب ہو جانا بار بار قرآن شریف میں مذکور ہے۔

تبلیغ دین حکومت سے وابستہ نہیں

آپ غور کر کے دیکھ لیں کہ اسلام کے پیغام کا دنیا میں پہنچانا مسلمانوں کی ظاہری حکومت ثروت سطوت یا طاقت کے ساتھ وابستہ نہیں۔ انگریز کی حکومت میں جب مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کے بھولے ہوئے سبق کی یاد کرائی جاتی تھی یا ان کو توجہ دلائی جاتی تھی تو ان کا جواب ہوتا تھا کہ ہم لوگ غلامی کی حالت میں کیا تبلیغ کر سکتے ہیں، غلامی سے نکلنے کے بعد تبلیغ کا کام ہو سکتا ہے۔ مگر غلامی سے نکل کر اب تبلیغ کی حالت کیا ہے شاید پہلے سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے حکومت کو مقصد زندگی کا منتہا سمجھ لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تبلیغ مذہب کے متعلق ان کا پہلا جوش بھی باقی نہیں رہا۔ یہ میں ہی نہیں کہتا۔ قریبا سب وہ مسلمان جو قرآن کریم کی اور دیگر مذہبی کتب کی اشاعت کا کام کرتے تھے وہ سب کہتے ہیں جب سے پاکستان بنا ہے قرآن کریم کی مانگ مسلمانوں میں کم ہو گئی ہے۔

اور دیگر مذہبی کتابوں کو کوئی پوچھتا تک نہیں تو اسلام اگر اس زمانہ میں ترقی کرے گا تو اس قوم کے ذریعہ سے جس کو اللہ تعالے نے اس کام کے لئے کھڑا کیا ہے۔ بادشاہتوں سے ترقی نہیں کرے گا۔ اسلام کی ترقی اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے ہی حضرت مسیح موعود نے جماعت کو قائم کیا ہے۔ مسیح موعود تو اپنا کام کر گئے اور جماعت کو اس کام کی اہمیت کی طرف توجہ دلا کر یا اس کام کو جماعت کے سپرد کر کے اللہ تعالے سے جا ملے۔ اس لئے اسلام کی مشکلات کا جو حل نظر آتا ہے یا امید کی کوئی شعاع باقی ہے تو صرف ایک ہی طرف سے باقی ہے کہ یہ جماعت اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے کام میں منہمک ہو۔ ورنہ اس بارے میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

اسلامی حکومتوں میں تبلیغ کا نام نہیں

چاہے پاکستان ہو یا دوسرے اسلامی ممالک ہوں۔ جہاں مسلمانوں کی اپنی حکومتیں قائم ہیں وہاں کوئی تحریک نظر نہیں آتی، کہ قرآن اور اسلام کا کام بلند ہو۔ مصر میں مسلمانوں کی اپنی حکومت ہے، روپیہ بھی بافراط موجود ہے۔ اور وہاں سے مدت سے یہ آرزو اٹھ رہی ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ یورپ کے زبانوں میں کر کے اسے دنیا میں پہنچایا جائے۔ مگر میدان عمل میں صفر نظر آتا ہے۔ احادیث میں ذکر آتا ہے کہ آخری زمانہ میں مغرب سے طلوع آفتاب ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب کی سب سے پہلے اس طرف نگاہ اٹھی کہ مغرب میں تبلیغ اسلام ہو۔ یورپ اور امریکہ میں اسلام پھیلایا جائے۔

مغرب سے طلوع آفتاب

آپ کی نگاہ انتخاب مغرب کی طرف کیوں اٹھی شاید اس لئے بھی کہ مغرب سے طلوع آفتاب اسلام (یعنی مغربی قوموں کے اسلام کو قبول کر لینے) ہی سے اب مشرقی قوموں میں زندگی کے آثار پیدا ہوں گے۔ ہماری حالت دن بدن گرتی چلی جاتی ہے کسی ملک کسی قوم میں مسلمانوں کی حالت اچھی نظر نہیں آتی۔ حضرت مجدد نے اسلام کے احیاء کی جو جو کوششیں فرمائی ہیں اگر مسلمان آپ کا ساتھ دیں تو اسلام کا غلبہ دنیا پر دنوں میں ہو سکتا ہے۔ اسلام کے غلبہ کی ایک ہی صورت ہے اسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچایا جائے۔ مغرب میں ایسی ارواح تیار ہیں جو اسلام کو قبول کریں۔

مجدد وقت کے ورثہ کو دنیا میں پہنچاؤ

خوب یاد رکھو اسی رستہ سے اسلام کا غلبہ آنے والا ہے اور اسی کام کا وارث حضرت مجدد نے آپ لوگوں کو جماعت کی شکل میں بنا کر چھوڑا ہے اس لئے اس مال کو جو آپ کے روحانی باپ نے آپ کے لئے چھوڑا ہے سنبھالنے کی فکر کریں۔ خدا تعالی کے ہاں کسی کی پرواہ نہیں۔ اگر مسلمان خدا تعالے کے احکام کی پرواہ نہیں کریں گے۔ تو خدا تعالے کے ہاں ان کی بھی کوئی پرواہ نہ ہوگی اور تم پرواہ نہیں کرو گے تو تمہاری بھی خدا تعالے کو کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ اس لئے جب مسلمانوں کی حالت گری ہوئی ہے تو ہمیں خدا تعالے کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کی کوشش کو اور بھی تیز کرنا چاہیئے۔

مسلمانوں کی تہذیب اور کیریکٹر کا معیار

ان باتوں سے یہ مقصد حاصل نہ ہوگا کہ ہم صنعتی ترقی کریں بڑی بڑی انڈسٹری قائم ہو جائیں۔ ہمارے ملک کے ایکسپورٹ بڑھ جائیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ باتیں اچھی ہیں مگر اسلام کے غلبہ کا راز ان باتوں میں نہیں مسلمانوں کو جو طاقت ملے گی وہ ان کے اندر سے پیدا ہوگی۔ خدا تعالے پر ایمان سے پیدا ہوگی۔ ہر قوم کی تہذیب اور کیریکٹر کا معیار الگ الگ ہے۔ مسلم کی تہذیب اور اخلاق کا معیار خدا تعالے پر اور اس کے کلام پر ایمان ہے ان میں حقیقی قوت ایمان سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ جب یہ قوت مسلم قوم میں نمایاں ہو جائے گی۔ وہ پھر کسی سے مغلوب نہیں ہو سکے گی۔ یہ وہ دولت ہے جو حاصل ہو جائے تو پھر ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔

مال دنیا ہمیشہ ساتھ نہیں رہتا

وہ مال جس کے جمع کرنے کی فکر میں ہم ہیں وہ ایسی چیز نہیں جو حاصل کر لینے کے بعد ہمیشہ پاس بھی رہے مسلمانوں کا لاکھوں کروڑوں سے بھی زائد مال اور جائیداد ایک ملک کے اندر تھا اب وہ مال کہاں ہے اور اس کے مالک کہاں ہیں۔ بیچارے فقیروں کی طرح پھر رہے ہیں۔ کہا جائیگا کہ ظالم قوم نے یہ برا کام کیا ہے۔ مگر سوچنے والی بات یہ ہے کہ کہیں یہ بھی ہمارے ظلم کی وجہ سے تو ہم کو سزا نہیں ملی۔ اور ایک ظالم قوم کو اس لئے تو ہم پر مسلط نہیں کیا گیا کہ ہم مسلمانوں نے خدا تعالے کی پرواہ کی مگر اپنے مالوں کی پرواہ کی۔

مسلمانوں کی نجات خدا کا پیغام پہنچانے میں

اب بھی اگر مسلم قوم بچ سکتی ہے تو خدا کے پیغام کو دنیا میں پہنچا کر ہی بچ سکتی ہے اور جو بھی اللہ تعالے کا پیغام لیکر دنیا میں جائے گا اللہ کی مدد یقینا اس کو ملے گی۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔

یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ۔ ایک تجارت کا گر ہم بھی تم کو بتلاتے ہیں ایسا مال کمانے کا گر بتاتے ہیں جو تم کو دردناک عذاب سے بچائے گا۔ تومنون باللہ و رسولہ، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم، اللہ کے رستے میں جہاد کرو اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ۔ کیا عوض ملے گا؟ اللہ تعالے بشارت دیتا ہے یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنت۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

اس دنیا میں فتح اور نصرت

مگر اس جنت سے پہلے اس دنیا کی زندگی میں ہی ایک اور خیر کی بشارت دی ہے نصر من اللہ و فتح قریب۔ اس دنیا میں ہی غلبہ اور فتح اور نصرت وہ ادھار نہیں اٹھا رکھتا۔ اسی دنیا میں ہی کامیاب اور بامراد کر دیتا ہے۔ یہ نصر من اللہ و فتح قریب کیا ہے۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے موقعہ پر اللہ تعالے فرماتا ہے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مخاطب فرما کر اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ نصرت اور فتح کے وعدے جو آپ کے ساتھ کرتے چلے آئے ہیں اب وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پورے ہو رہے ہیں یعنی لوگ گروہ در گروہ اب اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور وہی لوگ جن کے دل ابتداء میں پتھروں کی طرح سخت تھے اب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو یہی لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا ہی خدا تعالے کی مدد ہے۔ یہی وہ فتح کا وعدہ ہے جو اللہ تعالے نے مسلمانوں کو دیا ہے۔ جس طرح پہلے پورا ہوا۔ آج بھی پورا ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آج بھی ہم اسی طرح دیوانہ وار اس کے لئے کام کریں جس طرح پہلوں نے کام کیا۔

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم نمبر ۳)

جماعت احمدیہ کے لوگ دوسروں کے ساتھ نمازیں کیوں نہیں پڑھتے

ایک دعوت چائے کے موقعہ پر

جناب میاں محمود احمد صاحب کے تازہ ارشادات

الفضل مؤرخہ ۹ اگست ۱۹۵۰ء میں جناب میاں محمود احمد صاحب کی ایک تقریر شائع ہوئی ہے، جو کوئٹہ میں ایک دعوت چائے کے موقعہ پر جماعت احمدیہ کے افراد کے علاوہ سوا تین سو کے قریب غیر احمدی معززین میں انہوں نے کی۔ اس تقریر میں دو سوالات کا جواب خاص طور پر دیا گیا:-

(۱) جماعت احمدیہ کے لوگ دوسروں کیساتھ نمازیں کیوں نہیں پڑھتے؟ (۲) "احمدیت مسلمانوں کے لئے کیا مستقبل پیش کرتی ہے"؟

ان دونوں سوالات پر جو کچھ میاں صاحب نے فرمایا وہ اس قابل ہے کہ پیغام صلح میں من وعن درج کیا جائے کیونکہ اس میں زیادہ اسی مسلک کو بیان کیا گیا ہے جو جماعت احمدیہ لاہور کا مسلک ہے۔ میاں صاحب اور ان کی جماعت کا جواب سوال اول کے متعلق آج تک یہی رہا ہے کہ چونکہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں اور آپ کے نہ ماننے والے کافر ہیں اس لئے ان کے پیچھے نماز حرام ہے۔

ذیل کی تقریر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ہم اس پر کسی تبصرہ کی حاجت نہیں دیکھتے اور جناب میاں صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کے صحیح مسلک کی طرف قدم اٹھانے میں انہوں نے بہت بڑی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے جو ہر طرح قابل عزت اور لائق داد ہے گو اس تقریر میں "مذہبی پہلو" اور "عقلی پہلو" کے عنوانات کے ذیل میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے ہمیں اتفاق نہیں جس پر پھر کسی وقت روشنی ڈالی جائے گی۔

افسوس ہے کہ "الفضل" کا یہ پرچہ ہمیں بہت دیر سے دستیاب ہوا۔ دفتر "الفضل" سے ہر چند اسکو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن نہ مل سکا۔ (مدیر)

مذہبی پہلو

حضور نے فرمایا یہ سوال اپنے اندر کئی پہلو رکھتا ہے۔ جن میں سے ایک اس کا مذہبی پہلو ہے ہمارا بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ وہ ان پیشگوئیوں کے مطابق دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں جو مسیح و مہدی کی آمد کے متعلق اسلام میں پائی جاتی تھیں۔ یہ سوال الگ ہے کہ ان کا دعوےٰ صحیح تھا یا غلط۔ بہرحال جب ہم انہیں مسیح و مہدی تسلیم کرتے ہیں۔ تو لازماً ہم سے انہی باتوں کی امید کی جائے گی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنے والے کے متعلق بیان فرمائی ہیں۔ اور جب ہم احادیث کو دیکھتے ہیں تو ان میں ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نظر آتا ہے کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم تم اس وقت کیسے اچھے حال میں ہوگے۔ جب مسیح تم میں نازل ہوگا۔ اور اس وقت تمہیں نمازیں پڑھانے والا تمہی میں سے ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وامکم منکم تمہاری نماز کی امامت ایسا شخص کرے گا جو تم میں سے ہوگا۔ اب اس کے دو ہی معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کو اس وقت مسلمان ہی نماز پڑھایا کریں گے۔ اور دوسرے یہ کہ مسیح کی جماعت کو مسیح کے پیرو ہی نمازیں پڑھایا کریں گے پہلے معنے ایسے ہیں جو یہاں چسپاں نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ کہنا کہ مسلمانوں کو مسلمان ہی نمازیں پڑھایا کریں گے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ گویا پہلے عیسائی اور یہودی اور زرتشتی بھی ان کے امام ہوا کرتے تھے مگر مسیح کے آنے کے بعد صرف مسلمان ہی نمازیں پڑھایا کریں گے۔ پس یہ معنے تو بالبداہت باطل ہیں لازماً اس کے دوسرے معنے ہی ہو سکتے ہیں کہ مسیح کو ماننے والوں کا امام انہی میں سے ہوگا۔

پس یہ تو سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ مسیح موعود ہیں تو ان کی جماعت دوسروں کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتی یا پھر یہ بحث ہو سکتی ہے کہ یہ حدیث غلط ہے یا یہ کہ اس کا کچھ اور مطلب ہے مگر نماز کا مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کیوں مانتے ہو۔

دوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام وہ ہو جو اتقیٰ ہو اس حکم کی موجودگی میں بھی یہ مطالبہ خلاف عقل ہے کیونکہ جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک مامور پر ایمان رکھتی ہے اور جب اس کا یہ عقیدہ ہے تو لازمی طور پر اسے یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ وہ دوسروں سے تقوے میں اور طہارت میں اور پاکیزگی میں افضل ہے اور جب جماعت احمدیہ کے لوگ دوسروں سے اتقیٰ ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ امام وہ ہونا چاہیئے جو اتقیٰ ہو تو یہ کس طرح مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اتقیٰ شخص دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے۔ آخر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق مسیح و مہدی پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیا مسیح و مہدی کو ماننے والے کا اتنا بھی حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اتقیٰ سمجھے۔

عقلی پہلو

حضور نے فرمایا۔ اس مسئلہ کا ایک عقلی پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ

(الف) ہر مامور کو ماننے والے ابتداء میں تھوڑے ہوتے ہیں۔ تھوڑے ماننے والے کثرت سے ملیں، تو اپنا جوہر کھو بیٹھتے ہیں۔ پس ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے الگ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے حکم دیا ہے کہ کونوا مع الصادقین تم ہمیشہ سچوں کے ساتھ بیٹھا کرو۔ کیونکہ انسان اپنے ہم جلیسوں کے اخلاق اور اس کی عادات کو اختیار کر لیتا ہے۔

(ب) پھر مامور کا سوال بھی جانے دو کم از کم اتنا تو ہر ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ احمدی جماعت دنیا بھر میں تبلیغ کرتی ہے۔ اور اس میں وہ دوسروں سے ہزاروں گنے زیادہ ہے۔ اگر وہ دوسروں میں جذب ہو جائے تو یہ خدمت اسلام ختم ہو جائے گی اور جس طرح اور لوگ اپنی طاقتوں اور اپنے روپیہ کو دنیوی کاموں میں صرف کر رہے ہیں وہ بھی دنیوی کاموں پر روپیہ وغیرہ صرف کرنے لگ جائے گی پس اس نیکی اور خدمت اسلام کا بھی تقاضا ہے کہ احمدی دوسروں سے الگ رہیں۔

(ج) یہ تو احمدی جماعت سے امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے آپ کو جھوٹا کہے وہ بہرحال اپنے آپ کو سچا کہے گی اور اگر وہ اپنے آپ کو سچا کہتی ہے تو اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اس سچ کو ہر ایک تک پہنچائے اب اس کے لئے کوئی طبعی ذرائع ہونے چاہئیں تاکہ لوگوں کو احمدیت کے بارہ میں سننے کا شوق پیدا ہو۔ نماز وغیرہ مسائل ہی ہیں جو لوگوں کو ادھر توجہ دلاتے ہیں۔ جب لوگ دیکھتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ نمازیں نہیں پڑھتے تو ہر ایک کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے میں ان کو سمجھاتا ہوں اور جب وہ ہمارے پاس آتے ہیں تو ہماری تبلیغ کا رستہ کھل جاتا ہے اور اس طرح سینکڑوں بلکہ ہزاروں لوگوں کو احمدیت کی واقفیت ہو جاتی ہے۔

واقعاتی پہلو

حضور نے فرمایا اس مسئلہ کا ایک واقعاتی پہلو بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علماء کے فتویٰ کفر کے کئی سال بعد تک نماز کو منع نہیں کیا بلکہ خود بھی ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے مگر علماء اپنے فتویٰ کی شدت میں بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی مسجدوں پر لکھ کر لگا دیا کہ "اس مسجد میں کسی مرزائی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں" جس جگہ احمدیوں کا پیر پڑ جاتا اسے ناپاک سمجھا جاتا اور پانی سے دھویا جاتا۔ کئی جگہ مسجدوں کی صفیں اس لئے جلا دی گئیں کہ ان پر کسی احمدی نے نماز پڑھ لی تھی۔ جب انہوں نے اس معاملہ کو انتہا تک پہنچا دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دے دیا کہ اب ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھتے رہے پھر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں بھی ۱۷ مہینے تک آپ نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں مگر یہودی اور عیسائی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ ہم سے ڈر کر اس طرف نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ آخر خدا نے بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس پر یہود نے شور مچایا کہ دیکھو

دیکھو کتنا بڑا ظلم عظیم ہے۔ اتنا پرانا قبلہ تھا مگر اسے چھوڑ دیا گیا۔ گویا جب تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے تو نعوذ باللہ ڈرپوک کہلاتے اور جب چھوڑا تو ظالم بن گئے۔ یہی حالت علماء کی ہے۔ کئی سال تک ہماری جماعت ان کے پیچھے نمازیں پڑھتی رہی مگر یہ لوگ یہی کہتے رہے کہ احمدی اتنے ناپاک ہیں کہ اگر یہ مسجد میں بھی داخل ہو جاویں تو مسجد کو صاف کرنا چاہیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھنے سے حکماً منع کر دیا۔ پس جب خود علماء نے ہمارے خلاف فتوے دیئے ہیں اور اب تک انہوں نے اپنے فتوؤں کو واپس نہیں لیا تو اب احمدیوں پر کیا الزام ہے۔

(۲) حضور نے فرمایا علماء کی طرف سے جو سلوک احمدی جماعت سے ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے وہ بھی اس مطالبہ کو جائز نہیں کرتا۔ نماز علما پڑھاتے ہیں۔ اور ان کا یہ حال ہے کہ شروع سے ہمیں دکھ دیتے چلے آئے ہیں۔ سب سے پہلے احمدیوں کے واجب القتل ہونے کا انہوں نے فتوے دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دہلی اور امرتسر میں پتھراؤ کیا گیا۔ لاہور میں آپ کی وفات پر بدترین نمونہ دکھایا گیا اور مصنوعی لاش بنا کر اس پر پاخانہ پھینکا گیا۔ جوتیاں ماری گئیں اور احمدیوں کی شدید دل آزاری کی گئی۔ ہم اس سلوک کی پروا نہیں کرتے۔ لیکن جب ہم سے اس قسم کے سوالات کئے جاتے ہیں تو ہمیں یہ باتیں یاد آجاتی ہیں۔ پھر مجھ پر سیالکوٹ میں پتھر برسائے گئے میرے قتل کی تدبیریں کی گئیں۔ کابل میں ہمارے احمدیوں کو سنگسار کیا گیا۔ مصر میں ہمارے ایک احمدی کو شہید کیا گیا گذشتہ سال اسی کوئٹہ میں ڈاکٹر میجر محمود کو خنجر مار کر شہید کر دیا گیا کیا اس کے بعد کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ساتھ نمازیں کیوں نہیں پڑھتے۔ کیا یہ سلوک نماز پڑھانے کی تمہید ہے۔

عملی پہلو

حضور نے فرمایا۔ اس مسئلہ کا ایک عملی پہلو بھی ہے۔ کوئی بتائے کیا مسلمانوں پر کبھی کوئی مصیبت آئی ہے جس پر ہم نے ان کا ساتھ نہ دیا ہو یا احمدی قومی کاموں میں دوسروں سے پیچھے رہے ہوں لڑکانہ میں ارتداد ہوا تو ہم پہنچے۔ بہار کے فسادات میں ہم نے مسلمانوں کی مدد کی پنجاب کے فسادات میں ہم نے مسلمانوں کی مدد کی مسلم لیگ کی ہم نے مدد کی مشرقی پنجاب کے فسادات کے دنوں میں ہم نے مسلمانوں کی مدد کی۔ ان حالات میں نماز پڑھ لینے سے کیا فرق پڑ

جائے گا۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ آخر غرض تو یہی ہے کہ اختلاف عقائد کے باوجود مسلمان سیاسی اتحاد رکھیں اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہم ہمیشہ اس میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ پھر کونسی نئی تبدیلی ہے جو اس مسئلہ سے پیدا ہو جائے گی۔

سیاسی پہلو

حضور نے فرمایا۔ اس مسئلہ کا ایک سیاسی پہلو بھی ہے۔ قومی کام ایک ایک فرد یا جماعت میں تقسیم ہوتے ہیں۔ فوج سے فوجی بات کر سکتے ہیں۔ پولیس سے پولیس والے اور مجسٹریٹ سے مجسٹریٹ۔ نماز ایک مذہبی عقیدہ ہے اور اس کی امامت علماء کے سپرد ہے۔ پس وہی حق رکھتے ہیں کہ اس کا تصفیہ کریں۔ تعجب ہے کہ ایک فوجی افسر سے اگر فوجی امور کے تصفیہ کے لئے کوئی دوسرا بات کرے تو وہ کہیں گے یہ فوجی امر ہے بالمقابل فوجی افسر بات کرے۔ لیکن نماز کا تصفیہ ایک فوجی افسر جسے قوم کی طرف سے بولنے کا حق نہیں۔ ایک سیاسی لیڈر جسے قوم کی طرف سے مذہبی فیصلہ کا اختیار نہیں وہ تصفیہ چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ امر دونوں فریق کے علماء میں طے ہو سکتا ہے۔ پس آپ اپنے علماء میں تحریک کریں کہ وہ احمدیوں سے کہیں کہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں آپ ہمارے پیچھے نماز پڑھیں ان کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جائے تو جماعت کے علماء ان سے بات کر سکتے ہیں۔ ورنہ تعلیمیافتہ طبقہ میں سے کونسا شخص ہے جو یہ کہے کہ میں تمام پاکستان کی مساجد کا ذمہ دار ہوں کہ وہاں کے علماء احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے احمدی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ نہ وہ ایسا دعوے کر سکتے ہیں نہ ان کی بات علماء مانیں گے۔ پھر اب مطالبہ جو وہ خود اپنے علماء سے نہیں منوا سکتے کس طرح تقوے کے مطابق ہو سکتا ہے آخر قومی کام قوم کے نمایندے کرتے ہیں اور نمایندے بھی اس محکمہ کے جس سے وہ سوال تعلق رکھتا ہو۔ پس جو نمایندہ نہیں اور دین کے بارہ میں علماء کا نمایندہ نہیں اسے ایسی باتیں ہی نہیں کرنی چاہئیں۔ منصف مزاج آدمی کو اگر کوئی بات غلط معلوم ہوتی ہے تو پہلے وہ اپنی قوم سے ہی غلطی منواتا ہے۔ پھر دوسرے فرقہ کی طرف توجہ کرتا ہے۔

دوسرا سوال

حضور نے فرمایا۔ دوسرا سوال یہ کیا گیا ہے کہ احمدیت مسلمانوں کے لئے کیا مستقبل پیش کرتی ہے۔ میرے نزدیک یہ سوال صحیح الفاظ میں پیش نہیں کیا گیا۔ احمدیت کوئی نیا دین نہیں کہ اس نے کوئی نیا پروگرام بنانا ہے۔ احمدیت تو اسلام کی ترقی کی ایک کڑی ہے۔ فوجی محکمہ بالا ایک اسکیم بناتا ہے اس کے حصے وہ مختلف افسروں کے سپرد کرتا ہے۔ ہر افسر اپنے اپنے حصہ اور اپنے وقت کو پورا کرتا ہے۔ اجزا بدلتے جاتے ہیں مگر سکیم ایک ہی رہتی ہے۔ کیونکہ ہر نیا جزو پرانی سکیم کا ایک حصہ ہوتا ہے نئی شئے نہیں ہوتی پس سوال یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کا کیا مستقبل اس زمانہ کے بارہ میں تجویز کیا ہے۔ جسے پورا کرنے کے لئے احمدیت کھڑی ہوئی ہے۔

حضور نے فرمایا۔

مستقبل خدا تعالےٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کر سکتے ہیں۔ مرزا صاحب ایک نائب کمانڈر ہیں۔ ان کا اور ان کی جماعت کا کام یہ ہے کہ کمانڈر کی مقرر کی ہوئی سکیم کو جاری کریں اور کامیابی تک پہنچائیں فوجی یہ سمجھ لیں کہ خدا تعالیٰ بادشاہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چیف آف دی جنرل سٹاف ہیں اور مرزا صاحب لوکل کمانڈر ہیں۔ مگر چونکہ یہ کمان ان کی بجائے وقت میں پھیلی ہوئی ہے اس لئے اس زمانے کے کمانڈر ہیں۔ لوکل کمانڈر کو اصولی پلین چیف آف دی جنرل سٹاف سے آتی ہے تفصیلات ان کے مطابق وہ خود طے کرتا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ دعائے ابراہیمی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کام بتایا گیا ہے کہ یتلوا علیھم ایاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم گویا تعلیم آیات۔ تعلیم کتاب تعلیم حکمت اور تزکیہ (یعنی پاک کرنا اور اسلام کو پھیلانا) یہ تعلیم ہے جو مختلف زمانوں کے لحاظ سے تفصیلات میں تو بدلے گی لیکن اصول وہی رہیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کمانڈر آئے ان کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو اسلام پر قائم رکھیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ ملک کی حفاظت کریں لیکن پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کی توجہ ہٹ گئی اور اس کا نتیجہ میں انہیں دنیوی شکست بھی پہنچی۔ دشمن غالب آگیا اور چھا گیا۔ اب اس زمانہ کے مامور کا پروگرام یہ ہے کہ تلاوت آیات اور تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ پھر سے کرے اور اسلام کی ترقی کے لئے پھر سے سکیم بنائے سو اس نے تلاوت آیات اور تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کی اور اس کی جماعت ایسا کر رہی ہے۔

حضور نے فرمایا:۔

قومیں ہمیشہ آئیڈیز سے ترقی کرتی ہیں حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کے سامنے آئیڈیز رکھ دیئے ہیں۔ جن سے مسلمانوں کے لئے ترقی کرنے کا امکان پیدا ہو گیا ہے مثلاً حضرت مرزا صاحب نے مندرجہ ذیل عظیم الشان اصول پیش کئے ہیں۔ جن کو مان کر مسلمان دشمن کے روحانی حملے سے بچ جاتا ہے۔ اور دشمن اس کے آگے بھاگتا ہے۔

(۱) قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں

(۲) قرآن کریم اپنے اندر شاندار ترتیب رکھتا ہے۔

(۳) الہام الٰہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے۔

(۴) مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اور اتباع میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے حاصل کر سکتا ہے۔

(۵) نبی معصوم ہوتے ہیں خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل معصوم تھے اور آپ پر دشمن کے ہر قسم کے اعتراضات باطل ہیں۔

(۶) مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔

(۷) مسیح علیہ السلام کی طرف خدائی کی صفت منسوب کرنا غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے معجزات ہرگز نہیں دکھائے جاتے جو صفات الٰہیہ کے خلاف ہوں۔

ان تمام پہلوؤں پر حضور نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے حضرت مرزا صاحب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسلمان اپنی اپنی جگہ اپنے بچاؤ کی تو بیشک کوشش کریں لیکن چونکہ اس وقت ان کے خلاف مذہبی جنگ نہیں کی جاتی اس لئے تیر اور بان سے اس وقت تبلیغی جنگ کی جائے گی اور تبلیغ سے ہی اسلام کو سب دنیا میں پھیلایا جائیگا۔ پس اب مسلمان اگر دنیا پر غالب آ سکتے ہیں تو تبلیغ کے ذریعہ ہی۔ مگر افسوس کہ مسلمان اس چیز کو بھول گئے ہیں۔ جو ان کے غلبہ کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ یہ مستقبل ہے جو مرزا صاحب نے پیش کیا ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہی وہ حربہ ہے جس سے اسلام اس وقت ساری دنیا میں غالب آ سکتا ہے۔

مذاکرۂ علمیہ

وان منکم الا واردھا الخ

پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

اسلامی اور مسیحی جہنم کا فلسفہ

گذشتہ اشاعت میں "اذکار و اخبار" کی ذیل میں معاصر المائدہ سے ایک نومسیحی کا بیان نقل کیا گیا تھا، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن میں ہر نیک و بد انسان کے دوزخ میں جانے کا ذکر ہے، اور خدا نے اپنے اوپر فرض ٹھہرا لیا ہے کہ وہ سب کو جہنم میں ضرور بھیجے گا خواہ وہ اعمال کے لحاظ سے کیسا ہی نیک ہو۔

ہمارا خیال ہے کہ نومسیحی غلام مسیح کا اشارہ سورۂ مریم کی آیت وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتماً مقضیاً کی طرف ہے، اس آیت کے متعلق پہلے بھی ہمارے مرحوم و مغفور بزرگ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ایک عیسائی کے اعتراض کا بالتفصیل جواب دے چکے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون کو مسیحی حضرات کے استفادہ کیلئے پھر نقل کیا جائے، امید ہے غلام مسیح صاحب کی آنکھیں (اگر ان کے دل میں حق و صداقت کی کوئی پیاس موجود ہے) اس مضمون کے مطالعہ سے کھل جائیں گی اور اسلامی اور مسیحی جہنم کے موازنہ سے جو اس میں کیا گیا ہے، وہ حقیقت تک پہنچ جائیں گے کہ ان کی نجات فی الحقیقت اسلام کے سوائے اور کہیں نہیں، اور دوبارہ بشرح صدر اسلام قبول کرنے میں انہیں دریغ نہ ہوگا۔ (مدیر)

سوال۔ آیت۔ وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتماً مقضیاً۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا (سورہ مریم)

اس آیت کی تشریح جو حضرت مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام میں فرمائی ہے۔ اس میں حضور نے تین مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں اور کسی ایک پر حصر نہیں فرمایا بلکہ آگے چل کر واللہ اعلم بالصواب لکھ دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت کے معنے آپ پر بھی نہیں کھلے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی بیان القرآن میں مختلف اقوال لکھے ہیں اور "وارد" کے معنے "دخول فی جہنم" نہیں بلکہ دوزخ کے اوپر پہنچنا مراد لئے ہیں اور اوپر سے گذر جانا مراد لے کر دوزخ کی تکلیف سے مومنوں کا محفوظ رہنا لکھے ہیں۔ لیکن اسی طرح دخول بھی معنے لے لئے ہیں۔ آخری قول جس کو حضور نے ترجیح دی ہے۔ وہ خطاب صرف کفار کے لئے سمجھا ہے۔ اس میں کونسے قول کو صحیح سمجھا جائے؟ اگر کفار کے لئے خطاب سمجھا جائے تو مشکل یہ پیش آتی ہے کہ بعض احادیث میں ایسا لکھا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوزخ میں داخل ہوگا۔ حضرت مسیح موعود نے مومن کی دنیاوی تکالیف مراد لی ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ بہر حال تمام مسلمان دوزخ میں داخل تو ہو جائیں گے خواہ آگ ان پر ٹھنڈی ہو جائے۔ نجات تو نہ ہوئی۔ آپ پادری سلطان محمد پال کی کتاب "شیر افگن" پڑھیں لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے ۵ر قیمت ہے۔ میں ایک دو قول لکھ دیتا ہوں۔

عن عبد اللہ بن رواحہ قال اخبر اللہ عن الورود وما اخبر بالصدور فقال علیہ السلام یا ابن رواحہ اقراء ما بعدھا ثم ننجی الذین اتقوا۔

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۵۵۶ مطبوعہ مصر)

کتاب مسلم میں مبشر سے اسی طرح کی روایت ہے۔ الغرض بہت سی روایات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ تمام انسان دوزخ میں داخل ہوں گے۔ گو وہ آگ مومنوں کے لئے ٹھنڈی ہو جائے ورود کے معنے دخول بھی ثابت ہیں۔ گو اوپر پہنچنا بھی ہیں۔ بغیر کسی وجہ کے تمام روایات سے انکار نہیں کیا جاتا۔ مہربانی فرما کر ان تمام روایات کو دیکھ کر ان پر الگ الگ بحث کریں"۔

تفسیر میں مختلف توجیہات اور واللہ اعلم بالصواب

جواب: آیت ان منکم الا واردھا کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آئینہ کمالات اسلام میں ایسی شاندار کی ہے کہ پڑھ کر وجد آجاتا ہے۔ حضرت نے تین طریق سے اس کی تفسیر کی ہے مگر ہمارے دوست جو سائل ہیں اتنی سی بات پر اس سارے معرفت کے دریا کو رد کر دیتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نے آخر میں لکھ دیا ہے "واللہ اعلم بالصواب" کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ سائل صاحب کہتے ہیں کہ ایک معنی پر حصر کیوں نہیں کیا۔ اور "اللہ بہتر جانتا ہے" کے فقرے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ معنے اللہ تعالیٰ نے ان پر نہیں کھولے محض اجتہاد سے لکھے گئے ہیں۔ تو گزارش ہے میں جو کچھ لکھوں گا وہ کونسا خدا سے پوچھ پوچھ کر لکھوں گا آخر وہ بھی تو ایک اجتہاد ہی ہوگا۔ آپ کا اعتراض تو پھر بھی باقی رہے گا۔ اور اگر "واللہ اعلم بالصواب" کے فقرہ پر تفاسیر رد کرنے لگیں تو ۱۳۰۰ سال کی ساری تفسیریں رد ہو جائیں گی کیونکہ پچھلے زمانہ میں ہر ایک عالم اور مجتہد و مفسر اس فقرے کو ضرور استعمال کیا کرتا تھا۔ کیونکہ اسے تقوے کی ایک شان سمجھا جاتا تھا جس میں ہمہ ایک امر پر نہایت واضح اور مدلل طور پر بحث کر دی جاتی تھی۔ مگر یہ بھی تقویٰ کی ہی شان سمجھی جاتی تھی کہ اپنے علم کو خدا کے علم کے سامنے ہیچ سمجھا جائے۔ انہی معنوں میں حضرت مسیح موعود نے بھی یہ فقرہ تحریر فرمایا تھا۔ مگر آج زمانہ بدل چکا ہے۔ بدقسمتی سے تقویٰ کے اس تقاضا کو نقص علم کا اعلان سمجھا گیا جو ایک سخت غلطی ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس آیت پر اپنی تفسیر بیان القرآن میں جو کچھ لکھا ہے اگرچہ وہ نہایت معقول و مدلل ہے۔ مگر وہ سب سائل صاحب کی نگاہ میں اس وجہ سے رد ہو گیا کہ انہوں نے اس آیت کی دو طریق پر توجیہیں کر دیں کسی ایک پر حصر کیوں نہیں کیا۔ لیکن اگر اسی طرح رد کرنے کا سلسلہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر قرآن کی ساری تفسیریں رد کر دینے کے قابل ٹھیریں گی۔ کیونکہ مفسرین نے اکثر ایک ایک آیت کی کئی کئی رنگ میں تفسیریں اور توجیہیں کی ہیں اور اس کا مطلب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اپنی سمجھ کے مطابق جو تفسیر بھی معقول و مدلل نظر آوے وہ قبول کر لے۔ یہ تو بڑی خوبی کی بات ہوا کرتی ہے کہ ایک آیت کی کئی کئی رنگ میں تفسیریں ہو سکیں ہاں وہ تفسیر جائز نہیں ہوتی جو کسی محکم آیت کے خلاف پڑے۔ اس لئے جب کئی تفسیریں ہوں اور اس میں کوئی تفسیر آیات محکمات قرآنی کے خلاف پڑتی ہوگی تو لازماً ہم اسے چھوڑ دیں گے اس کے علاوہ اگر متعدد تفسیریں کسی آیت کی ہوں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ پڑھنے والے کی مرضی پر کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق ان میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔ چونکہ مفسر نے کسی ایک تفسیر پر حصر نہیں کیا۔ اس لئے ہم اس کی ساری تفسیریں کو رد کر دیں یہ تو کوئی تحقیق حق کا طریق نہیں۔

اعتراض کی لغویت اور عیسائی پادری کا منہ

مجھے تو ایسا شبہ پڑتا ہے کہ شاید سائل صاحب کے قلب پر پادری سلطان محمد پال کا کچھ رعب پڑ گیا ہے اس لئے کتنی کوئی معقول دلیل ہو اس سے ان کی تسلی ہوتی نظر نہیں آتی حالانکہ اعتراض بجائے خود ایسا لچر ہے کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ کیوں اس اعتراض کو قابل وقعت سمجھا گیا۔ ایک مسلمان متقی کا دوزخ کی آگ میں جلنا کیا کبھی قرآن کی تعلیم ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے۔ کہ قطعاً نہیں پھر ان منکم الا واردھا کے معنے کس طرح یہ ممکن ہو سکتے ہیں جن سے یہ مترشح ہو کہ ایک مومن متقی دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ اور سب سے بڑھکر حیرت یہ ہے کہ یہ اعتراض ایک عیسائی پادری پیش کر رہا ہے۔ میں کہتا ہوں اگر یہ کوئی اعتراض بھی ہوتا تو ایک عیسائی پادری کا تو یہ منہ نہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اسے کسی مسلمان کے آگے پیش کرتا۔ بھلا جو قوم اپنے خدا کو تین دن کے لئے گناہوں کے بدلے میں جہنم کی آگ میں جلتا اور جھلستا اور کباب ہوتا تسلیم کرتی ہو وہ منہ پر کیا ناک لگا کر اسلام پر یہ اعتراض کر سکتی ہے کہ قرآن میں کسی آیت سے کھینچ تان کر یہ نکالا جا سکتا ہے کہ مومن جہنم میں داخل ہوں گے گو مومنوں کی شان یہ ہوگی کہ ان کے وارد ہوتے ہی جہنم سرد ہو جائے گی۔

روایات میں مومنوں کے ورود پر جہنم کے سرد ہو جانے کا ذکر

اگر ان روایتوں کو تسلیم کیا جائے کہ جن میں مومنوں کے جہنم پر وارد ہونے کا ذکر ہے تو ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جہنم مومنوں کے اس پر وارد ہونے کی وجہ سے سرد پڑ جائے گی بلکہ ایک روایت میں تو صاف لکھا ہے، جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو وہ دریافت کریں گے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا ان منکم الا واردھا تو کہا جائے گا کہ تم اس کے اوپر سے گذر آئے ہو اور اس کی آگ بجھی ہوئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ مومنوں کو جہنم باغ کی شکل میں نظر آئے گی۔ جس کی تشریح حضرت مولانا روم نے اپنے مخصوص انداز میں یہ کی ہے کہ چونکہ مومن اسی دنیا میں اپنے جذبات اور خواہشات کے جہنم کو جنت بنا لیتا ہے اس لئے آخرت میں مومن کی جہنم جنت بن چکی ہوگی۔

جہنم کیا ہے؟

اور یہی بات سچ ہے قرآن کے نزدیک ہر ایک آدمی اپنا جہنم آپ بناتا ہے وہ کوئی احاطہ پہلے سے تیار نہیں جس میں آگ جل رہی ہے اور جس میں لوگوں کو داخل کر کے بند کر دیا جائے گا قرآن کی تشریح جو جہنم کی ہے وہ یہ ہے کہ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کہ وہ اللہ کی روشن کی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے

قلب پر بھڑکتی ہے۔ یہی آگ جو اس دنیا سے انسان اپنے ساتھ لے جاتا ہے قیامت میں فی عمد ممددہ نظر آئے گی۔ جس طرح انسان جب اس دنیا میں خواہشات اور جذبات کے اندر پڑ جاتا ہے تو اس آگ سے نجات ملنی ناممکن ہو جاتی ہے۔ طمع زرا اگر بھڑکتی ہے تو ساری دنیا کی دولت جمع کر کے بھی ٹھنڈک نہیں پڑتی۔ شہوت پرستی اگر بھڑک اُٹھے تو اس سے کبھی سیری نہیں ہوتی۔ غصہ و حسد کے جذبات مشتعل ہو جائیں تو قتل و خون کے ہنگاموں پر بھی انسان بس نہیں کرتا پس یہی خواہشات و جذبات کی آگ جو انسانی قلب پر بھڑکتی ہے آخر کار انسان کو اس طرح چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے کہ پھر اس میں سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے یہی آگ جو اس مادی دنیا میں باطنی رنگ میں پنہاں ہے آخرت میں جب ہر ایک باطن ظاہر کی صورت اختیار کرے گا اگر ظاہر شکل میں نظر آوے تو کیا یہ عین حقیقت نہ ہوگی جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ اسی کا نام جہنم ہے۔

متقی انسان جہنم میں نہیں جائیں گے

میں اوپر دکھا آیا ہوں کہ ہر ایک آدمی اپنا جہنم آپ بناتا ہے جس کی آگ دل سے شروع ہو کر انسان کو گھیر لیتی ہے پس یہ تو سچ ہے کہ ایک بے ایمان اور بدعمل آدمی جس نے اپنا جہنم آپ بنایا تھا۔ قیامت میں اس آگ میں مبتلا نظر آوے گا۔ مگر یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان جو متقی ہے جس نے اپنے جذبات خواہشات کو اللہ تعالےٰ کی راہ میں لگا کر اپنے ایمان و اعمال صالحہ سے جنت پیدا کر لی ہے وہ قیامت میں بجائے جنت کے جہنم میں نظر آوے اسی لئے قرآن کریم میں قیامت کے ذکر میں آتا ہے کہ ازلفت الجنۃ للمتقین غیر بعید کہ متقیوں کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی اور کوئی فاصلہ نہ ہوگا بلکہ نفوس مطمئنہ رکھنے والوں کو تو موت کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہونے کا ارشاد ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

قرآن کا صریح وعدہ کہ متقی جہنم کی آہٹ بھی نہ پائیں گے

پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان منکم الا واردھا میں منکم میں ہر ایک انسان مخاطب ہے خواہ وہ نبی ہو یا ولی متقی ہو یا غیر متقی۔ کیا ان سب کو جنت میں سے باہر نکالا جائے گا جن کے لئے قرآن میں آیا ہے کہ وما ھم منھا بمخرجین کہ جنتی کبھی باہر نہیں نکالے جائیں گے۔ کیا قرآن کی یہ صریح محکم آیت غلط ہو جائے گی کہ ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون۔ لا یسمعون حسیسھا۔ وھم فی ما اشتھت انفسھم خالدون۔ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقھم الملٰئکۃ۔ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون۔ (الانبیاء) بیشک جن کے لئے ہماری طرف سے پہلے سے بھلائی آچکی ہے وہ جہنم سے دور رکھے جائیں گے وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ اس میں جس میں ان کے دل چاہیں گے رہیں گے۔ سب سے بڑی پریشانی اور خوف کی بات انہیں غمگین نہ کرے گی اور فرشتے انہیں ملیں گے (اور کہیں گے) یہ وہ تمہارا دن ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔‘‘ غور فرمایئے کہ کس صفائی سے یہاں نیکوکاروں کا ذکر کیا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ سبقت لھم منا الحسنیٰ جن کے لئے ہو چکا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کے لئے قرآن میں بار بار بشارت دی گئی ہے کہ بشر الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ان لھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھار کہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ فرماتے ہیں یہ لوگ جہنم سے دُور رکھے جائیں گے۔ جہنم کی آہٹ بھی ان کے کانوں تک نہ پہنچے گی۔ پریشانی و غم کا گذر ان تک مطلق نہ ہوگا۔ فرشتے ان سے مل کر کہیں گے کہ یہی وہ خوشی کا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ آخر ان سب آیات کی موجودگی میں کس طرح مان لیا جائے کہ ان منکم الا واردھا میں سب مومن متقی بھی مخاطب ہیں۔

آیۂ متنازعہ فیہ کا سیاق و سباق

سورہ مریم کے اس رکوع کو شروع سے پڑھو۔ یہاں صاف ان کفار کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد زندگی کے قائل نہیں ہیں۔ ویقول الانسان ءاذا ما مت لسوف اخرج حیا۔ اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر زندہ کر کے نکالا جاؤں گا یہاں صاف ان دہریہ لوگوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد کسی زندگی کے قائل نہیں ہیں۔ یا کم سے کم ان کے عمل سے یہ نظر آتا ہے کہ انہیں اعمال کی ذمہ داری کا قطعاً یقین نہیں اور دنیا کو ہی اپنا مقصود و مطلوب اور معبود بنا رکھا ہے۔ ان کی سزا کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ فوربک لنحشرنھم والشیٰطین ثم لنحضرنھم حول جھنم جثیا۔ ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمٰن عتیا۔ ثم لنحن اعلم بالذین ھم اولیٰ بھا صلیا۔ وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتما مقضیا۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظّٰلمین فیھا جثیا۔ (سورہ مریم) پس تیرے رب کی قسم ہم یقیناً انہیں اور ان کے شیطانوں کو اکٹھا کریں گے۔ پھر ہم ضرور انہیں گھٹنوں پر گرے ہوئے جہنم کے گرد لا حاضر کریں گے پھر ہر گروہ میں سے ہم ضرور انہیں الگ نکال لیں گے جو رحمان کے خلاف سرکشی میں سخت تر تھے۔ پھر یقیناً ہم انہیں خوب جانتے ہیں جو اس میں داخل ہونے کے زیادہ اہل ہیں۔ اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اس میں وارد ہوگا یہ تیرے رب پر لازم ہے۔ جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ایک اور بات سنو ہم انہیں نجات دیتے ہیں جنہوں نے تقوےٰ اختیار کیا۔ اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں پر گرا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔‘‘

ان منکم الا واردھا میں ایک وہم کا ازالہ

ان آیات میں صاف لفظوں میں جہنم کے گرد انہی لوگوں کے جمع ہونے کا ذکر ہے جنہیں آخرت کا منکر بتایا تھا۔ یا وہ منکرین آخرت ہوں گے یا ان کے شیاطین ہوں گے جو پہلے تو نہایت ذلت کی حالت میں جہنم کے گرد بٹھائے جائیں گے پھر ان میں سے جو اشد ترین دشمن خدا کے ہونگے وہ الگ کئے جائیں گے۔ پھر ان میں سے جو آگ میں داخل ہونے کے زیادہ اہل ہوں گے انہیں اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہوگا۔ تمام مجرمین میں سے اشد ترین لوگوں کو علیحدہ کرنا اور ان میں سے جو زیادہ اہل آگ میں داخل ہونے کے ہیں۔ ان کا علم جناب الٰہی کو ہونا ایک وہم پیدا کرتا تھا کہ شاید جہنم میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو اشد ترین دشمن خدا کے ہیں اور جو بوجہ اپنی اس شدت کے جہنم کے زیادہ اہل ہیں باقی ممکن ہے چھوڑ دیئے جائیں گے اس وہم کو رفع کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ تمام مجرموں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تم میں سے کوئی نہیں جو جہنم میں داخل نہ ہو یہ تو خدا کا حتمی فیصلہ ہے۔ زیادہ شریر لوگوں کو علیحدہ کرنا سزا کی زیادتی اور سختی کے لئے ہے نہ اس لئے کہ فقط انہی کو سزا دی جائے گی اور باقی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ یعنی انہیں نجات دے دی جائے گی۔ یاد رکھو نجات تو ہم انہی لوگوں کو دیتے ہیں جو متقی ہوتے ہیں اور ظالموں کو تو ہم اسی جہنم میں گھٹنوں پر گرا ہوا چھوڑ دیتے ہیں یہاں دو امور قابل غور ہیں۔ (باقی دارد)

قائد اعظم کا پیغام
(بقیہ از صفحہ ۳)

نے بھی اسی امتیازی نشان کی طرف توجہ دلائی اور اس بات پر زور دیا کہ کسی کلمہ گو کو کافر کہنا بروئے حدیث خود کفر کے نیچے آنا ہے اسی پیغام کو قائد اعظم مرحوم نے دوہرایا اور ایک دفعہ پھر مسلمانوں نے اسکو عمل میں لا کر تجربہ کر لیا کہ اس اصول میں وہ عظیم الشان برکات پنہاں ہیں جو کسی اور ذریعہ سے میسر آنی مشکل ہیں۔ کاش قائد اعظم ہی کی برسی کے موقعہ پر مسلمان ان کے اس پیغام کو یاد کر لیتے اور اس بھولے ہوئے سبق سے پھر فائدہ اُٹھاتے اور باہمی اتفاق و اتحاد سے پاکستان کو مضبوط کر کے اس مرد مجاہد کی رُوح کو خوش کرنے کی کوشش کرتے۔

اخبار احمدیہ

— جمعرات مورخہ ۷ ستمبر کو میاں عبدالرحمٰن صاحب بٹ دوکاندار احمدیہ بلڈنگس کا جوان لڑکا محمد دین (عمر ۲۲ سال) چند ماہ بیمار رہنے کے بعد راہیٔ ملک بقا ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے پیچھے دو لڑکے اور ایک شادی شدہ لڑکی چھوڑ گئے اہلیہ پہلے فوت ہو چکی ہوئی تھیں ہمیں اس صدمہ میں میاں عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر تمام لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

— سیالکوٹ سے محمد ابراہیم صاحب بٹ لکھتے ہیں کہ میرا لڑکا (عمر ۱۳-۱۴ سال) ایک مقدمہ میں پھنس گیا ہے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی غلطی کو معاف فرمائے۔

— کھاریاں ضلع گجرات سے چوہدری فضل الٰہی صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ:۔ ’’میرے والد چوہدری ولیداد صاحب عرائض نویس جو حضرت مسیح موعود کے پرانے خدام میں سے تھے ۲ ستمبر کو بروز جمعہ ۸۶ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے، مرحوم عابد و زاہد اور شب بیدار تھے، کثرت سے درود شریف پڑھا کرتے تھے احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بقیہ از صفحہ ۶

موجودہ زمانہ کا جنگ اور جہاد

اسلام کا یہ وعدہ اب بھی قائم ہے جس ملک میں اس کا پیغام پہنچتا ہے انہیں مادہ پرست لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی نکلتے ہیں جو اسلام کا پیغام قبول کر لیتے ہیں۔ نتائج تو کوشش پر مبنی ہوتے ہیں جس قدر آپ کی کوشش ہوگی اسی قدر خدا کی نصرت بھی آئے گی۔ خدا کے رستے میں دل کھول کر کام کرو گے تو خدا کی مدد بھی کھل کر یقیناً آئے گی۔ فتح بھی ملے گی۔ گروہ در گروہ لوگوں کو داخل اسلام بھی ہوتے دیکھو گے آج جہاد اور جنگ یہی ہے کہ خدا تعالےٰ کے پیغام کو دنیا میں پہنچا دو۔ مگر جب تک آپ صف باندھ کر کھڑے نہیں ہوتے اور اپنے آپ کو ایک مضبوط دیوار کی طرح نہیں بناتے۔ خدا تعالےٰ کے محبوب نہیں بن سکتے۔

تبلیغی صف بندی

کیا آپ یہ بھی خیال میں لا سکتے ہیں کہ امام کے پیچھے صف باندھکر نماز میں کھڑے ہو تو آدھے رکوع کریں اور آدھے اسی طرح اکڑ کر کھڑے رہیں مگر آپ کے جہاد کی صفوں میں یہ نظارہ کیوں نظر آتا ہے کہ آدھے تو وہ ہیں جو آگے قدم اٹھاتے ہیں اور آدھے وہ ہیں جو قدم اٹھانے کی پروا نہیں کرتے اور اپنی دنیوی مشکلات کو روتے رہتے ہیں۔ کیا ایسا جہاد کبھی کامیابی کے ساتھ ختم ہو سکتا ہے۔ تم میں کوئی امیر ہے اس کو یہ عذر ہوتا ہے کہ بہت کماتا ہوں مگر خدا کے رستے میں بہت کیوں دوں اگر کوئی غریب ہے تو وہ کہتا ہے کہ بال بچے کا ہی پیٹ نہیں بھرتا۔ آج آپ اپنے امام کے حکم کے ماتحت جس جہاد بالقرآن میں مصروف ہیں کیا آپ صف باندھ کر اس جہاد میں مصروف ہیں کیا تم سب کا قدم ایک ساتھ اٹھتا ہے جن کا قدم ایک ساتھ نہیں اٹھتا وہ صف باندھ کر جہاد نہیں کر رہے اور وہ دن دور نہیں کہ جہاد کرنے والے کہیں اور پہنچے ہوئے ہوں اور یہ بیٹھ رہنے والے کہیں اور نظر آویں۔ تمہاری صف یوں بنتی ہے کہ اپنی آمدنی کے تناسب سے مقرر حصہ خدا کے رستے میں خرچ کرو وہ زیادہ نہیں ایک سو میں چھ روپے ہیں۔ خدا کے رستے میں خرچ کرنے سے کوئی مرتا نہیں۔

چندہ دینا اپنا قرض ادا کرنا ہے

خدا کے سپاہی بنو اور ایک قانون کے ماتحت ہو جاؤ۔ کوئی شخص چندہ دیتا ہے تو وہ احسان نہیں کرتا۔ اپنا قرض ادا کرتا ہے۔ جب انسان کا دل نہیں چاہتا کہ وہ خدا کے رستے میں کچھ خرچ کرے تو بیسیوں قسم کے عذر تراش لیتا ہے۔ مگر میں صاف کہتا ہوں کہ تم میں سے بعض لوگ صرف اپنے آپ کو ہی خوار نہیں کر رہے بلکہ اپنے قربانی کرنے والے بھائیوں کو بھی وہ گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیا یہ لوگ پسند کریں گے کہ ان کی طرح ساری جماعت نادھندوں کی ہو جائے اور کام بالکل بند ہو جائے۔

تمہاری صف کیا ہے؟

یاد رکھو کہ جب تک صف باندھ کر جنگ نہیں کی جاتی اس وقت تک مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بھلا وہ فوج کیا لڑے گی جس میں سے بعض کا قدم تو آگے بڑھے اور کچھ کھڑے رہیں اور کچھ پیچھے ہٹ جائیں۔ تمہاری صف کیا ہے اپنے مالوں سے خدا تعالےٰ کا حصہ ادا کرنا۔ مال کو جمع کرنے کی ہوس چھوڑ دو۔ پیٹوں کو کاٹ کر خدا کے رستے میں خرچ کرو۔ صف میں وہی ہوں گے جو بھوکے رہ کر بھی صف نہ چھوڑیں۔

جماعت کی عزت

اس وقت خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جماعت کی دنیا میں بہت عزت ہے۔ کفر کے مرکز دل پر تم نے گولہ باری کی ہے اور خدا کے فضل سے کامیاب گولہ باری کی ہے۔ اس لئے ایک صف بن کر جنگ کو جاری رکھیں۔

قربانی کی روح پیدا کرو

ابھی سنبھلنے کا وقت ہے تم سب نے ایک مرد خدا سے اقرار کیا تھا کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کریں گے۔ دین کو اس وقت جن مصائب کے ساتھ دوچار ہونا پڑا ہے اگر ان مصائب کو تم اپنے مصائب کی طرح نہیں سمجھتے تو پھر یہ مال کی محبت ہے جو بالآخر تمہیں گرائے گی۔ جب تک قربانی کی روح تمہارے اندر نہ آئے گی اس وقت تک دین کی محبت کا دعویٰ غلط ہے۔

درخواستہائے دعا

ہمارے مخلص دوست مرزا غلام مرتضیٰ خاں صاحب (برار) مدت سے مالی مشکلات میں اور ایک جاگیر کے تنازعہ میں مبتلا ہیں احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

کھلوال سے سید احمد شاہ صاحب بھیری لکھتے ہیں کہ ان کی ایک آنکھ بند ہو گئی ہے ۴۴ اور دوسری بند ہونے کے قریب ہے، میری بھی بیمار ہے، احباب کرام سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

قومی مصائب میں مساوی حصہ لو

عیسائیوں کی طرف دیکھو۔ لاکھوں اور کروڑوں بائبل کی اشاعت کیلئے خرچ کر رہے ہیں۔ قرآن کے خدیہ کا وہ دن ہوگا جب تم میں بھی یہی روح پیدا ہو جائے کہ قرآن کریم کو دنیا کے بچے بچے کے ہاتھ میں پہنچا دو۔ میرا مطالبہ صرف اس قدر ہے کہ اگر قوم پہ مصیبت آ جائے تو تم سب کے سب مساوی طور پر حصہ دار بن جاؤ۔ پھر دیکھو خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد کس طرح آتی ہے۔

قربانی کے متعلق ایک عام اعتراض اور اسکا جواب

عید اضحی کی قربانی قرآن کریم احادیث اور تمام امت کے تعامل سے ثابت ہے

از حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم

قربانی کی جسمانی اور روحانی قیمت

یہ آیت بتریں نے قرآن شریف سے پڑھی ہے اس میں دو باتوں کو اکٹھا کیا ہے۔ ایک ذکر تو قربانیوں کی جسمانی قیمت کا ہے اور دوسرا ذکر ان کی روحانی قیمت کا۔ لحوم یعنی گوشت اور خون ظاہری کل ہے۔ گوشت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مگر یہ وہ چیز ہے جو جسم سے تعلق رکھتی ہے۔ خدا کو نہیں پہنچتی۔ خدا کو کیا چیز پہنچتی ہے وہ قربانی کی روحانی قیمت ہے یعنی تقوی۔ گویا قرآن شریف میں قربانی کی دونوں قیمتوں کا ذکر ہے جسمانی قیمت اور روحانی قیمت۔ ایک کا تعلق انسانوں سے ہے ایک کا خدا سے۔ خدا جسم نہیں اس لئے خدا کے ساتھ قربانی کی جسمانی قیمت کا کوئی تعلق نہیں۔

قربانی کے متعلق ایک غلط فتوی

مجھے کل یا پرسوں ہی ایک محترم دوست نے ایک رسالہ طلوع اسلام دیا جس میں ایک مضمون قربانیوں پر ہے۔ اس دوست نے اس وقت اس مضمون کا خلاصہ یہ بتایا کہ اس میں قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جو حج کو جاتے ہیں قربانی کا کوئی حکم عام مسلمانوں کے لئے نہیں اور قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لئے ہے جو مکہ معظمہ میں حج کے لئے جاتے ہیں۔ مگر جب میں نے اس مضمون کو پڑھا تو مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ اس مضمون میں آنکھیں بند کر کے سر و پا دعوے کئے ہیں بلا شبہ آنکھیں بند کر کے تقلید کرنا بری بات ہے۔ مگر آنکھیں بند کر کے فتوے لکھنا اس سے بدتر ہے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مضمون نویس کی تحقیر کی جائے مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ مضمون آنکھیں بند کر کے لکھا گیا ہے۔ مضمون نویس نے نہ تو قرآن کریم کو اچھی طرح پڑھا اور نہ حدیث کی کوئی پرواہ کی۔ بلکہ حدیث کو اپنی کوتہ فہمی سے صرف موضوعات کا مجموعہ قرار دیا ہے اس نے دعوے یہ کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم قربانی کے متعلق نہیں۔ بلکہ لوگوں نے آپ کے بعد یہ باتیں خود بنا لیں۔ یہ گویا صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ ہے کہ وہ حدیثیں وضع کر کے انہیں رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرتے تھے۔"

قرآن کریم میں قربانی کا حکم

مگر میں سب سے پہلے قرآن کریم کو ہی لیتا ہوں جس کے متعلق یہ دعوی کیا گیا ہے کہ اس میں سوائے حاجیوں کی قربانیوں کے کوئی عام حکم نہیں اس دعوے کی بنیاد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن کریم کو بغور پڑھنے کے بغیر ایک رائے قائم کر لی گئی۔ قرآن کریم میں سورہ حج میں قربانیوں کا حکم دو الگ الگ جگہ پر آیا ہے ایک چوتھے رکوع میں حج کے سلسلہ میں۔ اور دوسرا پانچویں رکوع میں عام رنگ میں۔ چوتھا رکوع اس طرح شروع ہوتا ہے واذ بوانا لابراھیم مکان البیت اس کے بعد حج کا حکم آتا ہے واذن فی الناس بالحج اور اس سلسلہ میں قربانیوں کا حکم آتا ہے و یذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام اور یہ رکوع ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے ثم محلھا الی البیت العتیق۔ جو الفاظ مضمون نویس نے بھی نقل کئے ہیں اس کے بعد پانچواں رکوع یوں شروع ہوتا ہے ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام ہم نے ہر قوم کے لئے قربانیاں مقرر کی ہیں تاکہ اللہ کا نام لیں جانوروں کو ذبح کرتے وقت اس سارے رکوع میں حج کا ذکر مطلق نہیں۔ بلکہ وہ مضمون چوتھے رکوع کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے اس میں جن قربانیوں کا ذکر ہے ان کا تعلق بھی حج کی قربانیوں کے ساتھ مطلقاً نہیں۔ اس مضمون کو یوں سمجھیں کہ قرآن کریم میں دونوں حکم موجود ہیں یعنی حج میں قربانیوں کا حکم بھی موجود ہے اور اس کے بعد از سر نو عام قربانیوں کا الگ حکم ہے جس میں حج کا کوئی ذکر نہیں آتا۔

مغربی تعلیم کا اثر اور احکام اسلامی کی تحقیر

مجھے افسوس مزید یوں بھی ہوا کہ آجکل تعلیم یافتہ طبقے کے بعض اصحاب کو جو قرآن کریم کے احکام سے خود ناواقف ہیں ایسے مضامین سے سخت ٹھوکر لگتی ہے۔ مغربی تعلیم نے مجھے تحقیر اسلام کے احکام کی بعض دلوں میں پہلے سے ہی پیدا کر رکھی ہے ایسے مضامین ان کے لئے ایک بہانہ بن جاتے ہیں کہ ہمارے پیسے خدا کی راہ میں کیوں خرچ ہوں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کرنا گویا اپنے مال کو ضائع کرنا ہے۔ ایسے طبقہ کو نہ تو قرآن کریم پر عبور ہے اور نہ ہی انہوں نے حدیث کی طرف توجہ کی ہے۔ اپنے خیالات ان کو جس راہ پر ڈالتے ہیں۔ ادھر ہی چل پڑتے ہیں۔ اگر اسی قسم کے غلط نظریے قائم ہوتے چلے جائیں تو پھر ہر اصول اسلامی سے امان اٹھ جائیگا۔ اسی طریق پر کہدیا جائے گا کہ نماز جو پڑھی جاتی ہے اس سے بھی انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔

اللہ اور رسول کے احکام کی عزت کرنی چاہیے

بات یہ ہے کہ آزادی میں اس قسم کے لوگ بہت دور نکل گئے ہیں۔ قرآن کی رسول اللہ صلعم کے احکام کی اس کے فرمانوں کی دلوں میں وہ عظمت نہیں جو ہونی چاہیئے۔ روزوں کے متعلق بھی میں نے خود بعض مسلمانوں کے مضمون پڑھے ہیں کہ بھوکے رہنا اور اپنے بچوں کو بھی بھوکا مارنا کوئی عقلمندی کا کام نہیں اسی طرح حج کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس قدر مشقت اٹھا کر اور اس قدر مال خرچ کر کے ایک مکان کے گرد پھرنے سے کیا حاصل ہے۔ رنج اس بات کا آتا ہے کہ سوچے بغیر قلم اٹھایا جاتا ہے خوب یاد رکھو ہماری زندگی اللہ اور اس کے رسول کے ماتحت ہے۔ جب صراحت کے ساتھ قربانی کا حکم موجود ہے تو اس کو مال کا بیجا خرچ کہنا خدا اور اس کے رسول کی تحقیر ہے۔

حج اور عام قربانی

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے قرآن شریف میں سورہ حج کے چوتھے رکوع میں حج کا ذکر ہے اور اس میں ان قربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق حج کے ساتھ ہے پانچویں میں صرف قربانیوں کا ذکر ہے یعنی ان لوگوں کے لئے جو عازم حج نہیں ہوتے اور چھٹے رکوع میں لڑائیوں کا ذکر آتا ہے اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا .... یعنی ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ان تینوں مضمونوں کا باہم تعلق ہے اس لئے اس ترتیب سے اکٹھا کیا گیا۔ مگر اس کے بیان کرنے کا یہاں موقعہ نہیں۔

احادیث کا انکار

احادیث کے متعلق اسی کم علمی نے ایک اور گروہ مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے جو احادیث کو بغیر سوچنے اور سمجھنے کے موضوعات کا سلسلہ قرار دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں سے تو زیادہ باریک نظر مغرب میں ان لوگوں کی ہے جو اپنے آپ کو مستشرقین کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں مگر وہ حدیث کو اس طرح موضوعات کا سلسلہ قرار نہیں دیتے جس طرح مسلمان حد سے تجاوز کر جاتے ہیں وہ مانتے ہیں کہ اگر احادیث میں کچھ غلط باتیں ہیں بعض احادیث موضوع ہیں تو یہ بھی مانتے ہیں کہ احادیث میں صحیح واقعات بھی ہیں مگر یہ مسلمان کہلانے والے ایسے ہیں کہ جو بات ان کی رائے کے خلاف ہو اس کے لئے حدیث کو مجموعہ افترا قرار دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرام پر حملہ

یہی مضمون نویس لکھتے ہیں کہ مسلمان قرآن کو پس پشت ڈال کر رسوم اور روایات کو مذہب بنائے بیٹھے ہیں" خود ہی سوال اٹھاتے ہیں کہ جب قربانی کے لئے کوئی حکم اور سند موجود نہیں تو ہزار برس سے یہ کس طرح متواتر چلی آتی ہے" اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ سوال صرف قربانی تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ تو پورے کے پورے اسلامی نظام کو محیط ہے"۔ ہزار برس سے اسلام میں ایسی کھلی ہوئی تحریف ہو رہی ہے[1]۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ ہزار سال کیوں ہوا اسے تیرہ سو سال کہیئے یا ساڑھے تیرہ سو سال ہوا۔ کیونکہ قربانیوں کا ذکر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے برابر چلا آتا ہے۔ اگر یہ موضوعات ہیں تو پھر نعوذ باللہ یہ تو صحابہ پر حملہ ہوا۔

عید اضحی کیوں نام رکھا گیا

کاش اتنی ہی بات پر غور کیا ہوتا کہ مغرب سے مشرق تک مسلمانوں میں دو عیدیں مشہور ہیں ایک کا نام عید الفطر اور دوسرے کا نام عید الاضحی جس کو بڑی عید یا قربانی کی عید بھی کہتے ہیں۔ اضحی کے معنی ہی قربانیاں ہیں تو جس کا نام ہی قربانیوں کی عید ہے اور رسول اللہ صلعم کے زمانہ سے یہ نام چلا آتا ہے تو یہ نام کس نے بنایا اور اگر رسول اللہ صلعم نے یہ نام تجویز فرمایا تھا جیسا کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے تو اسے قربانیوں

---

[1] افسوس کہ آخری لفظ اس فقرہ کے محفوظ نہیں رہے۔ محمد علی

کو عید کیوں کہا گیا۔

مدینہ میں نبی کریم صلعم کا قربانی کرنا

مضمون نویس کے نزدیک اس دن قربانیوں کا تو حکم ہی کوئی نہیں اور نام اس کا قربانیوں کی عید رکھا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل ہے۔ آپ جب مدینہ میں تھے تو اپنے ہاتھ سے عید کے دن قربانی کرتے تھے اور آپ کے تتبع میں مسلمان قربانیاں کرتے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینحر و یذبح یوم النحر بالمصلیٰ۔ تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ بغیر حج کے قربانی کرتے تھے۔ مگر ہمارے مضمون نویس نے یہ لکھ دیا کہ قربانی کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوگا کہ ساری تاریخ اسلام باطل ہے مگر جو فلاں مضمون نویس کہدے وہ صحیح۔ اس قسم کا لکھنا واقعات کو جھٹلانا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ قرآن کریم میں عام قربانی کا حکم ہے۔ احادیث میں اس کی تشریح۔ نبی کریمؐ کا مدینہ میں رہ کر خود قربانی کرنا۔

عید کے دن دو کام نماز اور قربانی

اور پھر حضورؐ کا یہ ارشاد کہ عید کے دن دو کام کرو۔ اوّل ما نبدا من یومنا ھٰذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل فقد اصاب سنتنا۔

پہلا کام تو ہم اس دن کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے اور پھر قربانی کرتے ہیں جو اس طرح کرے اس نے ہماری سنت کو پا لیا۔ اب خود عیدالاضحیٰ کے معنی ہیں قربانیوں کی عید۔ اس دن آپؐ کا خود قربانی کرنا ثابت ہے پھر یہ حکم موجود ہے کہ پہلے نماز پڑھو پھر قربانی کرو۔ اس قدر صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ یہ جو قربانیوں کا حکم ہے صرف حاجیوں کے لئے ہے کس قدر دلیری ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم کا قربانی کا حکم بخاری، مسلم، الغرض صحاح ستہ کی سب احادیث کی کتابوں میں موجود ہے کیا یہ سب صریح احکام موضوعات کے زمرہ میں آجائیں گے؟ احادیث میں یہاں تک بھی ہے جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی دی تو اس کی قربانی صحیح ہوئی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی دی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسول مقبولؐ سے عرض کیا کہ بوجہ عید آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اس لئے میں نے اپنے مینڈھے کی قربانی نماز سے پہلے کر دی تو حضورؐ نے جواب میں فرمایا تیری قربانی نہیں ہوئی۔ پہلے نماز ہے اور اس کے بعد قربانی۔ یہ وہ حقائق ہیں جو اس ہستی نے بیان فرمائے ہیں جس کا سینہ منور اور دل تمام روشنیوں اور حقائق سے آگاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نماز پہلے رکھی ہے اور قربانی بعد میں اس وجہ سے کہ اس میں حظ نفس بھی شامل ہے یعنی گوشت کا کھانا اسے بعد میں رکھا ہے۔

کھانے کے متعلق اعتراض

یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ مسلمان قربانی اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس دن خوب کھائیں۔ یعنی قربانیاں کرو اور خوب کھاؤ۔ بھلا یہ بھی کوئی اعتراض ہے۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کا خوشی کا دن ہو تو وہ بجائے خوشی کرنے کے رونا پیٹنا شروع کردے یا وہ بھوکے پیاسے رہیں۔ اب دیکھئے نبی کریم صلعم کا فرمانا کہ نماز سے پہلے قربانی، قربانی نہیں۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ قربانیوں کا حکم اور اس پر عمل کرنا رسول کی زندگی میں مسلمانوں میں رائج تھا۔

قربانی کی جگہ خیرات کا سوال

آجکل عام طور پر ہوا چلی ہوئی ہے کہ قربانی کرنا مال کو ضائع کرنا ہے۔ اس قسم کی آواز بلند کرنے والے وہ ہیں جن کے پاس مال ہے۔ غرباء کے منہ سے اس قسم کے کلمات کبھی نہیں نکلیں گے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ روپیہ قربانی پر خرچ کیا جائے کیوں نہ اس روپیہ کو قربانی کی جگہ خیرات میں خرچ کیا جاوے۔ خیرات کرنے سے کون روکتا ہے۔ مگر قربانی کی بجائے کیوں؟ خیرات بھی کرو پھر بھی اگر مال ہے تو قربانی کرو اور اگر انہی لوگوں سے بجائے قربانی کے خیرات مانگی جائے تو اس کی جگہ آجکل یہی لوگ جو قربانی کے لئے چالیس چالیس یا پچاس پچاس روپے خرچ کرتے ہیں خیرات میں پانچ روپے بھی نہ دیں گے۔ اس قسم کے عذر صرف خدا اور رسول کے احکام کو نہ ماننے کا بہانہ ہیں۔ حدیث میں بھی صراحت سے قربانی کا حکم موجود ہے جہاں جہاں مسلمان آباد تھے وہاں قربانیاں ہوتی تھیں اور ہوتی چلی آئی ہیں اور آج تک تمام اسلامی ممالک میں اس قربانی کے فریضہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو نظر انداز کرکے لکھا جاتا ہے کہ قربانی کا کوئی حکم نہیں۔

قربانی کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا عذر

کیا فی الحقیقت ہر سال قربانی کے حکم کو یاد دلانے میں کچھ حقیقت بھی ہے؟ اور کتنے مسلمان ہیں جو ہر سال اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں؟ میں یہ مانتا ہوں کہ مسلمان دین کے لحاظ سے بہت پیچھے ہٹے ہوئے یا گرے ہوئے ہیں۔ ظاہر پرستی ان میں زیادہ آگئی ہے حقیقت پر کم نظر اٹھتی ہے اگر اس فریضہ کو حقیقی معنوں میں ادا کرنے والے کم ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ حقیقت کو مدنظر رکھ کر نماز پڑھنے والے کتنے ہیں؟ حقیقت کو مدنظر رکھ کر حج کرنے والے کتنے ہیں؟ لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کو چھوڑ ہی دیا جائے، حج کو چھوڑ ہی دیا جائے۔ اب اگر تھوڑا بہت احساس ان کے ذریعہ سے خدا کی ہستی پر پیدا ہوتا ہے تو نماز کو ترک کرنے سے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اگر اکثر قربانی کرنے والے قربانی کی حقیقت کو نہیں سمجھتے تو قربانی اڑا دینے سے کیا واقعی کوئی فائدہ ہوگا۔ انسان اپنے کاروبار تجارت میں یا ملازمت میں مشغول ہوتا ہے۔ وقت نماز آجاتا ہے تو خدا کے حضور کھڑا ہو جاتا ہے یہی خدا کی ہستی کا احساس ہے۔ ایسی ہی باتوں سے آج قوم میں نسبتاً خدا کی ہستی پر دوسری قوموں سے زیادہ احساس موجود ہے۔

قربانی میں ایک اہم سبق

اسی طرح قربانی کی بھی ایک اہم غرض ہے اور اس کے نیچے ایک زبردست حقیقت ہے اور یہ سبق ہے کہ تمہاری زندگی ان قربانیوں سے وابستہ ہے جانور کی قربانی میں سبق یہ ہے کہ انسان خود اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرے ملک اور قوم کی خاطر مال کمانے کے لئے لوگ زیادہ قربانیاں کرتے ہیں تو کیا خدا کی خاطر قربانی کرنا اس سے بلند تر مقصد کی طرف نہیں لے جاتا۔ اگر ملک، قوم اور مال کمانے کے لئے قربانیاں ہوسکتی ہیں اور انہی قربانیوں سے کامیابی وابستہ ہے تو خدا کے لئے بھی قربانی ہوسکتی ہے خدا کی راہ میں وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں جو خدا کے لئے قربانی کریں۔ یہ سچ ہے کہ محض جانور کے گلے پر چھری پھیرنے سے قربانی نہیں ہوجاتی۔ سبق اس میں یہ ہے کہ ہم اپنے آپ پر وہ حالت وارد کریں کہ گویا اس کی راہ میں اپنے آپ کو موت کی حالت تک پہنچا دیں۔ انسان کی کچھ سفلی خواہشات ہیں۔ یہی سبق جانور کی قربانی میں ہے کہ ان خواہشات کو قربان کرکے ہی انسان بڑا کام کر سکتا ہے۔ آج جتنے بڑے بڑے سائنسدان ہیں آیا ان کی زندگی عیش و راحت کے ساتھ گذرتی ہے یا شدید محنت اور دکھ کی زندگی جو ان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دینے والی ہوتی ہے۔ وہ ایک مقصد یا اصول کو اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں جب تک اس میں کامیاب نہیں ہو جاتے ہر قسم کی مشقت محنت اور تکلیف برداشت کرتے رہتے ہیں۔ تمام کامیابیاں قربانیوں سے وابستہ ہیں۔ جانور درحقیقت خواہشات حیوانی کا مجسمہ ہے اور اس کے ذبح میں سبق یہی ہے کہ اپنی حیوانی خواہشات کو قربان کرنا سیکھو۔ انسان کی حیوانی خواہشات کھانے پینے وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن انسان کے اندر اس سے بہت بڑھکر بلند سے بلند مثلاً خدا اور بڑے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کے جذبات بھی پائے جاتے ہیں۔

بزرگی حاصل کرنیکا واحد ذریعہ

قربانی کا سبق انسان کو یہ سکھلاتا ہے کہ جب تک تم ادنیٰ خواہشات کو بلند خواہشات کو حاصل کرنے کے لئے قربان نہیں کرتے اس وقت تک بلندی کو حاصل نہیں کرسکتے۔ مثلاً دل میں خوف الٰہی کا احساس مصائب پر صبر، نماز کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح۔ اپنے مال اور اپنے قویٰ کو مخلوق خدا کی بھلائی میں لگا دینا وغیرہ وغیرہ۔ مسلمانوں کو دیگر قوموں پر فوقیت اور برتری اس وقت حاصل ہوئی جب انہوں نے خواہشات نفسانی کو خدا کے رستہ میں مار دیا تھا۔ جتنا آپ خواہشات کو دور سے اور کم و دور کرتے چلے جائیں گے اسی قدر روحانی خواہشات میں بلندی اور صلاحیت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور اگر حیوانی خواہشات تک ہی ہم اپنی زندگی محدود کر دیں تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا سوائے اس کے کہ انسان ایک اعلیٰ درجہ کا حیوان بن جائے۔ ادنیٰ خواہشات قربان کرنے سے ہی بلند خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ علمی ترقیاں انہوں نے کیں، سائنس میں اعلیٰ درجہ کا کمال انہوں نے حاصل کیا جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل فنا کر دیا۔ کوئی اعلیٰ درجہ کی ترقی ایسی نہیں جو بغیر قربانی کے انسان حاصل کرسکے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رجسٹرڈ۔ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

غرض اور آپکی جماعت کا مذہب — جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ۔ پاکستان سے۔ چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔۔ ۱۲۔۔ ۸ روپے

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ۔ مؤرخہ ۷ ذی الحج سنہ ۱۳۶۹ھ۔۔ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء — نمبر ۳۷

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

عید کا پیغام

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

میری کئی سال سے یہ کوشش رہی ہے کہ عید کے موقعہ پر مختلف جماعتوں میں ایک ہی قسم کے خیالات کو پیدا کیا جائے۔ اسلئے چند خاص امور کی طرف توجہ دلاتا ہوں جن کو اپنی اپنی جگہ خطیب مدنظر رکھیں۔

عید کا سب سے پہلا پیغام یہ ہے کہ خوشی کے اندر خدا کو یاد رکھو۔ عید کے دن ساری دنیا میں ایک ہی وقت میں اللہ اکبر کی آوازیں اس قدر زور سے بلند ہوتی ہیں کہ ساری دنیا کی فضا اس گونج سے بھر جاتی ہے مگر قابل غور یہ ہے کہ جو گونج فضا میں پیدا ہوئی کیا وہ ہمارے دل اور روح میں بھی پیدا ہوئی ہے؟ اصل میں اس گونج کا انسان کے اندر پیدا کرنا مقصود ہے اور وہاں یہ گونج پیدا ہو جائے تو انسان کا کوئی ایسا کام نہ ہو جس میں غرض خدا کی بڑائی نہ ہو، یہی اصل پیغام مذہب ہے۔

عید کا دوسرا پیغام یہ ہے کہ خوشی کے اندر اپنے بھائیوں کو بھی یاد رکھو بالخصوص غربا کو۔ عیدالفطر میں صدقہ فطر ہے تو عید اضحی میں قربانی کا گوشت ہے مگر یہ بھی ایک سبق ہے کہ اپنے بھائیوں کی جسمانی رنگ میں فکر کرتے ہو تو روحانی رنگ میں بھی ان کی فکر کرو۔ کیا آپنے اپنے نادار اور مفلس بھائیوں کو جو قرآن کی نعمت سے محروم ہیں۔ اس روحانی غذا کے پہنچانے کا کوئی انتظام کیا ہے؟

عید کا تیسرا پیغام قربانی ہے ہر قریہ و ہر شہر میں ایک ہی وقت میں ہزاروں جانوروں کی گردنوں پر چھریاں رکھدی جاتی ہیں مگر کس کیلئے؟ اس کا جواب قرآن شریف دیتا ہے:۔

وبشر المخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم

تاکہ اس نظارہ کو دیکھ کر انسانوں کے دلوں کے اندر عاجزی پیدا ہو اور جانور کو جب اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو ان کے دلوں کے اندر خوف پیدا ہو کہ جس طرح یہ جانور ہمارے محکوم ہیں ہم بھی کسی کے محکوم ہیں تو اصل غرض یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں سارے عالم اسلام کے اندر ایک قربانی کی لہر اُٹھے، کیا جانور کی قربانی کرتے ہوئے یہ موج قربانی کرنے والوں کے دل کے اندر بھی پیدا ہوتی ہے؟ اگر ہوتی ہے تو اس کی قربانی قبول ہوئی ہے۔ اگر نہیں تو نہیں۔

انما یتقبل اللہ من المتقین

اللہ تعالےٰ صرف متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے جس کے دل کے اندر قربانی کی روح پیدا نہیں ہوئی وہ متقی نہیں نہ اس کی قربانی قبول ہوئی ہے۔ غور کرو کہ اس وقت کتنے لوگ عالم اسلامی میں ہیں جن کی قربانیاں قرآن کریم کے صریح ارشاد کے مطابق قبول ہو رہی ہیں؟ قربانی کا اصل سبق یہ ہے۔

کسی بُری عادت کو ذبح کر دو!
کسی نیک عادت کو اختیار کر لو!!

محمد علی

عید الاضحیٰ کیسے منائی جائے؟

عید الاضحےٰ کے دن نماز عید کا وہی طریق ہے جو عید الفطر کی نماز کا یعنی دو رکعت نماز (اذان و تکبیر و اقامت کوئی نہیں) پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ سے قبل سات تکبیریں دوسری میں سورۃ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں، تکبیروں کے درمیان ہاتھ کھلے رکھنے چاہئیں۔ نماز کے بعد خطبہ ضروری ہے جو مسائل حاضرہ پر ہو۔ نماز عید کے بعد ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے جس کے مسائل حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ خدا کی راہ میں جو قربانی ہو وہ جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہو اتنی ہی افضل ہے نکمی یا ناقص قربانی قابل قدر نہیں ہوا کرتی۔ اس لئے بکرا یا بھیڑ یا دنبہ عمدہ اور تندرست ہونا چاہیئے۔ کوئی عیب نہ ہو لولا لنگڑا، کانا یا سینگ جڑ سے کٹا ہوا نہ ہو خصی ہونے کا کوئی حرج نہیں، گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

۲۔ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ یعنی عید کے دن نماز عید خطبہ کے بعد سے لیکر ۱۲ ذی الحجہ عصر تک ہے ایک کنبہ کی طرف سے ایک بھیڑ یا بکرا کافی ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت خدا کا نام لینا اور تکبیر کہنا چاہیئے۔ بعض قصاب پیر کا نام لیا کرتے ہیں جن سے بچنے کا اہتمام پہلے سے کر لینا چاہیئے۔

۴۔ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ دلوں کا تقویٰ خدا تک پہنچتا ہے پس قربانی کرتے وقت اس بات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ دراصل وہ خدا کے حکم کے آگے اپنی حیوانیت کو ذبح کر رہا ہے یعنی اپنے تمام جذبات حیوانی کو خدا کی رضا کے آگے وہ قربان کرنے کا اقرار کر رہا ہے جب تک یہ تقویٰ مدنظر نہ ہو قربانی کے مقبول ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

۵۔ قربانی کے لئے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔ ایک حصہ تو کھائے اور اس کے اہل و عیال کھائیں اور دوسرا حصہ دوستوں اور رشتہ داروں میں تقسیم کرے تیسرا حصہ مساکین اور یتامیٰ کو دے۔

۶۔ عید کے دن باہم ملنا جلنا، کھانا پینا خوشی کرنا منشائے اسلام ہے نماز پڑھ کر گھروں میں گھس رہنا یا سو کر دن کاٹ لینا اس گوشہ نشینی کا نام دینداری رکھنا غلط ہے۔

۷۔ ۹ تاریخ ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ۱۲ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک بلند آواز سے تکبیر کہنے کا حکم ہے اور وہ یہ ہے:۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ ان کلمات کو تین مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

۸۔ عید کی خوشی کے موقعہ پر بہت سے لوگ کپڑوں، کھانوں اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں ایسے موقعہ پر اشاعت اسلام کیلئے بھی کچھ خرچ کرنا چاہیئے آج وقت کا تقاضا ہے۔ پس ایک روپیہ فی کس عید فنڈ میں دینا اسلام کی محبت پر دلالت کرتا ہے علاوہ ازیں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مساجد فنڈ کیلئے جو اپیل کی ہوئی ہے وہ بھی ہر ایک دوست کے مدنظر رہنی چاہیئے۔ جہاں جہاں ہماری جماعتیں ہیں وہاں مساجد کی تعمیر سلسلہ کے استحکام و ترقی کے لئے بیحد ضروری ہے۔

۹۔ قربانی کی کھال خدا کی راہ میں دینی چاہیئے اشاعت اسلام اس کا بہترین مصرف ہے۔ قصاب کو اُجرت میں دے دینا جائز نہیں۔ لاہور کے دوست اپنی قربانی کی کھالیں دفتر انجمن میں بھیجدیں، باہر کے دوست کھالیں بیچکر قیمت بھجوادیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

محاسبۂ نفس

عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکیس من دان نفسہ و عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسہ ہواہا و تمنّی علی اللہ تعالیٰ امانیّ اخرجہ الترمذی وان نفسہ ای حاسبہا۔ تلخیص الصحاح کتاب المواعظ والرقاق۔

ترجمہ:۔ شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا (اپنی کوتاہیوں کو پیش نظر رکھا اور اصلاح حال کی طرف متوجہ رہا) اور "حیات" مابعد الموت کے لئے اپنے نیک اعمال سے سرمایہ جمع کیا اور ناقص بیوقوف وہ آدمی ہے جس نے اپنے نفس کی ادنےٰ خواہشات کی پیروی کی (حیات ابدی کے لئے کوئی سرمایہ جمع نہ کیا۔ اور اس تھوڑی سی بے پایاں زندگی کی دیکھ بھال میں مصروف رہا) اور پھر اس بات کی بھی خواہش رکھی کہ اللہ تعالےٰ اسے بخشدے گا تاکہ حیات ثانی میں وہ راحت کی زندگی بسر کرے۔

تدبّر فی القرآن

عن علیؓ انہ قال لاخیر فی قراءۃ لیس فیہا تدبّر ولا عبادۃ لیس فیہا فقہ الفقیہ کل الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ ولم یؤمنہم مکرہ ولم یدع القرآن رغبۃً عنہ الیٰ ماسواہ اخرجہ رزین۔ تلخیص۔ باب ایضًا

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے فرمایا ایسا قرآن پڑھنا بیسود ہے جس میں غور و فکر نہ کیا جائے۔ وہ عبادت بے فائدہ ہے جو سمجھ بوجھ کر نہ کی جاوے اور فقیہ ہاں کامل فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ کرے اور نہ ان کو خدا تعالےٰ کے عذاب سے نڈر کرے نہ ہی قرآن کریم کو چھوڑ کر خود ساختہ مسائل میں اُلجھ جائے۔

اعلائے کلمۃ اللہ

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت الاخرۃ ہمّہ جعل اللہ غناہ فی قلبہ وجمع علیہ شملہ و اتتہ الدنیا وہی راغمۃ ومن کانت الدنیا ہمّہ جعل اللہ فقرہ بین عینیہ وفرق علیہ شملہ ولم یاتہ من الدنیا الا ما قدّر لہ فلا یمسی الا فقیرا وما اقبل عبد علی اللہ بقلبہ الا جعل اللہ قلوب المومنین تنقاد الیہ بالودّ والرحمۃ وکان اللہ تعالیٰ بکل خیر الیہ اسرع اخرجہ الترمذی۔

تلخیص باب ایضًا

ترجمہ:۔ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے آخرت کا غم کھایا (یعنی حیات مابعد الموت کے لئے سامان جمع کرنے کی فکر کی) اللہ تعالےٰ اسے غنائے قلبی عطا فرما دیتا ہے (وہ دنیا کے مال و دولت کے جمع کرنے کی فکر سے نجات پا جاتا ہے) اس کے متفرق کام اس پر جمع کر دیتا ہے (اسے اپنے ہر کام میں کامیابی ہوتی ہے) اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے (یعنی وہ دنیا سے بے پرواہ ہوتا اور دنیا اس کے قدموں پر ہوتی ہے) اور جس شخص کو دنیا (حاصل کرنے کی) فکر ہو (اور رات دن اپنے کوتاہیٔ دامن کا غم کھاتا ہو) اللہ تعالےٰ محتاجی کو اس کی دونوں آنکھوں کے آگے رکھتا ہے (اسے کبھی بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا) اور اس کا کام اس پر پریشان کرتا ہے (جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہے ناکام رہتا ہے) اور دنیا میں سے اسے وہی چیز ملتی ہے جو (اس کے حال کے مطابق) اس کے لئے مقدر ہو۔ پس وہ صبح و شام یعنی ہمیشہ محتاج رہتا ہے۔ جو شخص (خلوص) دل سے اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو اللہ تعالےٰ مومنوں کے دلوں میں اس کے لئے محبت اور رحمت ڈال دیتا ہے اور ہر نیکی (اپنی نصرت اور رحمت) جلد تر اس کی طرف بھیجتا ہے۔

بجز اسیری عشق زرخش رہائی نیست ؂ بدرد او ہمہ امراض را دوا باشد
گرفتگان محبت مسخران جمال ؂ روندگان رہے کاں رہ فنا باشد
جہان و جام جہاں نزد شاں چناں ہیچ است ؂ کہ پیش چشم تو یک خس ز بوریا باشد (مسیح موعود)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت و عشق میں گرفتار ہونے کے بغیر (دنیا کے ہموم و غموم سے) رہائی نصیب نہیں ہوتی۔ ہاں محبت الٰہی کی لذت درد تمام امراض کی دوا بن جاتی ہے۔

گرفتگان محبت ایزدی۔ والہان جمال خداوندی اور سالکان سلوک فناہ (وہ مقام حاصل کر لیتے ہیں جہاں) دنیا اور دنیا کا عز و جاہ ان کی نظر میں اتنا حقیر دکھائی دیتا ہے۔ جیسے تیری نظر میں چٹائی کا ایک تنکا۔

یوم کشمیر پر جماعت لاہور کا ریزولیوشن

۱۵ ستمبر کو بعد از نماز جمعہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے جماعت احمدیہ لاہور کے ایک جلسۂ عام میں حسب ذیل ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس ہوا۔

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا یہ اجتماع کشمیر کے مسئلہ میں موجودہ صورت حال اور فیصلہ کے ان ذرائع سے جن پر ہم اس وقت تک بھروسہ کرتے رہے ہیں۔ قطعاً مایوسی کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس اجتماع کی رائے میں اب وہ وقت آگیا ہے۔ جب ہم مسلمانان پاکستان اور اہل کشمیر کو خدا تعالےٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنے کے بعد اپنی ہی طاقت اور وسائل پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ اور کسی مزید تعویق کے بغیر، حصول کشمیر کے لئے ہر ممکن قربانی کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے"

نیز قرار پایا:۔

"کہ اس ریزولیوشن کی نقول عزت مآب مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان چوہدری غلام عباس صاحب صدر جموں وکشمیر مسلم کانفرنس۔ گورنر پنجاب۔ صدر صوبہ مسلم لیگ اور روزانہ اخبارات کو بھیجی جائیں۔"

بچت فنڈ اور ایک آنہ فنڈ

جیسا کہ ہمارے احباب کو معلوم ہے بچت فنڈ اور ایک آنہ فنڈ ماہوار چندوں کا لازمی حصہ ہیں اور ہر جماعت کی طرف سے ہر ماہ ماہوار چندوں کے ساتھ ان ہر دو فنڈز کی رقوم بھی وصول ہونی چاہئیں۔ ا/ فنڈ ہر جمعہ کے روز ہر ایک صاحب کو دینا ضروری ہے اور بچت فنڈ ہر گھر میں جمع ہو کر ہر ماہ مرکز میں بھجوایا جائے۔ کچھ عرصہ سے ان ہر دو فنڈز کی طرف احباب کی توجہ کم ہو رہی ہے۔ اس لئے تاکیداً عرض کیا جاتا ہے کہ از راہ کرم اس طرف توجہ فرمائیں۔ جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کو چاہیئے کہ وہ ماہوار چندوں کے ساتھ بچت فنڈ اور ایک آنہ فنڈ بھی وصول کیا کریں۔ اور اس کے متعلق پورا پورا اہتمام رکھیں۔

مرتضیٰ خان اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

احمدیہ کانفرنس

کے لئے جو صاحب کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہوں وہ جلد از جلد دفتر میں بھیجدیں۔ دیر سے پہنچنے والی تجویزوں پر غور نہ ہو سکے گا۔ نیز آیندہ کانفرنس میں ان تجاویز پر ہی غور ہو سکے گا جو حسب قاعدہ منظور شدہ ہوں گی۔ تاکہ دیگر بحثوں سے کانفرنس کا مقصد ضائع نہ ہو۔

کانفرنس حسب معمول جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہوگی۔

احمد یار۔ جنرل سیکرٹری

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۷

عید اضحیٰ

ہستی باری تعالیٰ کا ایک زندہ اور پائدار ثبوت

تین چار روز میں پھر وہ مبارک دن آنے والا ہے، جب تمام اسلامی دنیا میں اس عظیم الشان سنت کا عملی نظارہ دیکھنے میں آئیگا جس کو سنتِ ابراہیمی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور قرآن کریم نے اسکو ذبح عظیم کے نام سے پکارا ہے۔

یہ ذبح عظیم کیا ہے؟ اور اس دن کو عید کیوں کہا جاتا ہے؟ غور سے دیکھا جائے تو اس دن اس سنتِ ابراہیمی یا ذبح عظیم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کا ایک ایسا زبردست ثبوت ملتا ہے، جو شاید اور ذریعے سے ملنا مشکل ہو، آج سے ہزارہا سال پہلے عرب کے لق و دق بیابان میں ایک ٹوٹی پھوٹی چار دیواری کے پاس جس کو کعبۃ اللہ کہا جاتا تھا، خدا کا ایک نبی اپنے شیرخوار بچہ اور اسکی والدہ کو اکیلے چھوڑ جاتا ہے، اور جب وہ نیک دل بی بی اس سے پوچھتی ہے کہ ہمیں کس کے حوالے کرکے جاتے ہو تو جواب ملتا ہے خدا کے سپرد کرتا ہوں، کتنا بڑا ایمان اور کتنی بڑی آزمائش ہے، ایک ایسے جنگل میں جہاں دُور دُور تک پانی کا نام و نشان نہیں، درخت تو ایک طرف کوئی سبزی اور روئیدگی بھی اس جگہ نہیں، ایک شیرخوار بچہ اور اس کی والدہ کو خدا کے سپرد کیا جاتا ہے، اور اس بی بی کے ایمان کو دیکھئے وہ کہتی ہے اگر آپ ہمیں خدا کے سپرد کر رہے ہیں تو پھر خدا ہمیں ضائع نہیں کرے گا، یہ ہے وہ ایمان بالغیب جس کی ایک مومن سے توقع کی گئی ہے اور اس کے نتائج کو دیکھئے بچہ شدت پیاس کی وجہ سے تڑپتا اور چلاتا ہے، ماں مضطربانہ ادھر ادھر کی دو پہاڑیوں (صفا و مروہ) پر دوڑتی ہے کہ شاید کہیں پانی نظر آجائے، اسی اثنا میں بچے کے پاؤں تلے ایک چشمہ پھوٹ نکلتا ہے جس سے وہ ماں بیٹا سیراب ہوتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہیں، یہ حفاظت آلہٰی کا پہلا کرشمہ ہے جس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ اپنے بندوں کی حفاظت کا سامان ہر جگہ ایسے حالات میں بھی کر دیتا ہے جب کوئی ظاہری سامان موجود نہ ہو۔

اب اس کرشمۂ قدرت کو دیکھئے، چشمہ کا پھوٹنا تھا کہ پرندے بھی وہاں پہنچ گئے، اور ان پرندوں کو آتے جاتے دیکھ کر بعض قافلوں نے بھی اس خیال سے اس طرف کا رُخ کر لیا کہ وہاں پانی ضرور ملے گا، قافلوں کا وہاں پہنچنا تھا کہ ان ماں بیٹا کے خورد و نوش کا بھی سامان ہو گیا، اور وہ جگہ جو کل تک ایک ویران اور بے آب و گیاہ بیابان تھا، آب انسانوں کی ایک بستی وہاں بن گئی، جو آج ایک بہت بڑے شہر کی صورت میں مرجع خلائق بنا ہوا ہے اور لاکھوں انسان ہر سال وہاں حج کے لئے جاتے ہیں، اور کروڑہا انسانوں کی عقیدت اس کے ساتھ وابستہ ہے، کیا اس میں ایک دہریہ منش انسان کیلئے ایک کھلا سبق موجود نہیں کہ خدا تعالیٰ ہی اور یقیناً وہ اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے ناممکن سے ناممکن حالات میں ایسے ایسے سامان کر دیتا ہے جن کا انسان کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔

یہیں تک نہیں، وہ بچہ جب چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو ایک اور آزمائش اس کے لئے آتی ہے جس کا قیاس بھی انسان پر لرزہ طاری کر دیتا ہے، اس کا باپ پھر اس جگہ آتا ہے اور بچہ کو چلتے پھرتے دیکھ کر جہاں خدا کا شکر اس رنگ میں بجا لاتا ہے کہ اس نے اس ویرانہ و بیابان میں اس کی حفاظت کی اور چلنے پھرنے کے قابل بنا دیا، وہیں ایک اور شکرانہ بھی درگاہ آلہٰی میں پیش کرنا چاہتا ہے، وہ بیٹے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

"میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں پس تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟"

اللہ اللہ! یہ باپ ہے، پہلے تو بیٹے کو ویرانہ میں ڈال کر چلا گیا اور اب جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو اسکو ذبح کرنے کے درپے ہے اور اس کے لئے بیٹے ہی سے مشورہ طلب کرتا ہے اور بیٹے کو دیکھئے، بجائے اس کے کہ وہ اس ہولناک سوال پر کانپ جائے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیتا ہے۔

"میرے پیارے باپ جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے وہ کر گذریں، آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے"

یہ ہے وہ قربانی جو خدا کی راہ میں ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے دینے کا تہیہ کیا، لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون، سب سے بڑھکر پیاری چیز جب تک خدا کی راہ میں قربان نہ کی جائے اس وقت تک نیکی کے اعلیٰ مرتبہ پر انسان نہیں پہنچ سکتا، ابراہیمؑ کے لئے اکلوتے بیٹے سے بڑھکر کونسی چیز پیاری تھی اور اسمٰعیلؑ کے لئے اپنی جان سے بڑھکر کیا چیز پیاری ہو سکتی تھی، دونوں نے اپنی سب سے پیاری چیز کو خدا کے آگے پیش کر دیا اور خدا نے اسے کس طرح قبول کیا؟ جب ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کے گلے پر چھری رکھی تو جناب آلہٰی کی طرف سے آواز آئی اے ابراہیمؑ تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، اب اسمٰعیلؑ کے فدیہ میں ایک ذبح عظیم دیا جاتا ہے۔

یہ ہے وہ ذبح عظیم جو اس وقت سے آج تک سنت ابراہیمی کے نام سے جاری ہے۔

یہ تیسرا معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک اور اب زندہ ثبوت پیش کرتا ہے جس کی نظیر دوسری جگہ ملنی مشکل ہے، آج سے ہزارہا سال پہلے کا واقعہ، شاید اس قسم کے کئی واقعات ہو چکے ہوں گے کہ لوگوں نے دیوتاؤں کے لئے انسانوں کو قربان کر دیا ہو، لیکن دنیا نے اس کا نام وحشت و بربریت کے سوائے اور کچھ نہیں رکھا، لیکن ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کی قربانی جو ایک خدا کے لئے اپنی سب سے پیاری چیز کی قربانی تھی، اسی وقت سے چارپایوں کی قربانی کی صورت میں ہر سال یاد دلائی جاتی اور یہ سبق دیا جاتا ہے کہ اگر تم بھی خدا کے رستہ میں ضرورت کے وقت اپنی جان دینے کے لئے تیار ہو گے تو تم کو بھی بارگاہ آلہٰی سے وہ زندگی عطا کی جائیگی جو بلند سے بلند مرتبہ اور لازوال زندگی ہے۔

کیا یہ کسی انسان کے بس کی بات ہے کہ اس قربانی کی یادگار قیامت تک زندہ رکھے؟ کیا خدائے واحد کی قدرت نمائی کا ایک زندہ ثبوت اس سے نہیں ملتا؟ ایسی عظیم الشان قدرت نمائی کی یادگار کے دن کو اگر عید نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ اسی عظیم الشان سبق کے پیش نظر ہم

قارئین کرام کی خدمت میں عید مبارک

عرض کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو حضرت ابراہیمؑ کی طرح قبول فرمائے اور انہیں دین کے رستہ میں بیش از بیش قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے۔

اخبار و افکار

جماعتِ اسلامی کا مذہب

جماعت اسلامی کے روزنامہ "قاصد" نے مودودی صاحب کے رسالہ "ترجمان القرآن" سے حسب ذیل فقرات نقل کئے ہیں:-

"اسلام اپنی مملکت کے کسی مسلم شہری کو یہ آزادی نہیں دیتا کہ وہ اس ملک کے اندر رہتے ہوئے اپنا دین تبدیل کر لے"

یہ ان لوگوں کا مذہب ہے، جو حکومت پاکستان کی باگ اپنے ہاتھ میں لینے کے متمنی ہیں اور اس غرض سے آئندہ انتخابات میں حصہ لینے کی تیاریاں کر رہے ہیں، جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو، کہ اسلام اپنی مملکت کے کسی مسلم شہری کو اس ملک میں رہتے ہوئے تبدیل دین کی اجازت نہیں دیتا وہ عنان حکومت ہاتھ میں لے کر کیا کچھ نہ کر گذریں گے اور ان کے اس عقیدہ سے اقلیتوں کی حفاظت کے وعدے کس طرح طاق نسیان پر دھرے رہ جائیں گے، ع

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

نہ صرف یہی کہ اگر کوئی مسلمان خدانخواستہ عیسائی ہو جائے تو اسکو موت کے گھاٹ اتار کر اقلیتوں پر ظلم و ستم کا دروازہ کھول دیا جائے گا بلکہ ان مسلمانوں کو بھی جو "جماعت اسلامی" کے نزدیک کافر و مرتد ٹھیر چکے ہیں توپ و تفنگ کا نشانہ بنا کر پاکستان کو فتنہ و فساد کا مقام یا حربستان بنا دیا جائے گا۔

کیا ایسے لوگوں کا برسر اقتدار آنا کسی بھی خواہ وطن کو گوارا ہو سکتا ہے؟ کیا کسی اسلامی مملکت کے متعلق کبھی یہ سننے میں آیا کہ کسی مسلم شہری کو تبدیل مذہب کی وجہ سے تہ تیغ کر دیا گیا ہو؟ کیا قرآن اور حدیث سے کوئی ایسا حکم پیش کیا جا سکتا ہے۔ کہ اسلامی مملکت کے کسی مسلم شہری کو اس ملک کے اندر رہتے ہوئے دین تبدیل کرنے کی اجازت نہیں؟ اگر کوئی بھی ایسا حکم نہیں بلکہ اس کے خلاف اسلام نے ہر شخص کو پوری مذہبی آزادی عطا کی ہے تو ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو ایسے خلاف اسلام عقائد سے نہ صرف اسلام کی بدنامی کا موجب ہوتے ہیں بلکہ پاکستان میں ایسا خلاف اسلام مسلک رائج کر کے اس کی تباہی اور بربادی کا سامان کرنا ...... چاہتے ہیں۔

کثرت صداقت کی دلیل نہیں

کسی دوسری جگہ جناب میاں محمود احمد صاحب کے ایک خطبہ جمعہ کے چند اقتباسات نقل کئے گئے ہیں جن میں انھوں نے اس خیال کو کہ ان کی جماعت کی تعداد ۲۵ لاکھ ہے جھوٹ قرار دیتے ہوئے اصل تعداد دو لاکھ یا زیادہ سے زیادہ چار لاکھ بتائی ہے، اسی خطبہ میں میاں صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے:-

"اگر ہم دس آدمی ہوں اور خدا تعالےٰ ہماری تائید کر رہا ہو تو یہی ہماری صداقت کی دلیل ہے دس لاکھ ہونے سے کونسی زائد بات ثابت ہو سکتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم تھوڑے ہوں اور پھر بھی سارے جہان میں تبلیغ کر رہے ہوں تو یہ ہماری صداقت کی ایک اور بھی واضح دلیل بن جائیگی"

بجا فرمایا، اور اگر یہی جماعت احمدیہ لاہور کہے تو اسکو کیوں قابل اعتنا نہیں سمجھا جاتا؟ اور کیوں آج تک دونوں جماعتوں کی کثرت و قلت کو صدق و کذب کا معیار قرار دیا جاتا رہا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ قلت تعداد کے باوجود خدا تعالےٰ کی ایسی زبردست تائید موجود ہے اور اس نے محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اتنا شاندار کام سرانجام دیا ہے کہ جماعت قادیان اپنی کثرت تعداد کے باوجود اس کے مقابلہ پر پوری نہیں اتر سکی ہم مانتے ہیں کہ قادیانی جماعت نے بھی تبلیغ اسلام میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ لیکن پانچ ہزار کے مقابلہ میں دو لاکھ کو رکھکر اگر کام کی نسبت کو جانچا جائے تو جماعت لاہور کے کام کی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے جو محض خدا تعالیٰ کی خاص تائید اور فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔

طریق فرار

"پیغام صلح" ۲ ستمبر میں ہم نے ایک نو مسیحی غلام مسیح سابق غلام رسول کے ایک مضمون مندرجہ "المائدہ" کا ذکر کرتے ہوئے یہ سوال کیا تھا کہ قرآن کی کس آیت میں لکھا ہے کہ ہر نفس کا ایک بار دوزخ میں جانا خدا کی طرف سے مقرر اور لازم ہو چکا ہے،

بجائے اس کے کہ ...... جواب میں قرآن کی آیت کا حوالہ دیا جاتا، معاصر "المائدہ" نے وہی طریق فرار اختیار کیا جو مسیحی کو جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں چار و ناچار اختیار کرنا پڑتا ہے جواب یہ ہے کہ:-

"مرزا صاحب کو تو ہم دو تو یعنے مسلمان اور مسیحی ان کے دعوے میں جھوٹا مانتے ہیں اس لئے احمدیوں سے ہماری بحث صرف صداقت مرزا ہے"

وہی بات ہوئی ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ، مرزا صاحب کی صداقت یا عدم صداقت کا اس سوال سے کیا تعلق ہے، حوالہ تو قرآن کی کسی آیت کا طلب کیا گیا۔ ہے جس کا افترا قرآن کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور عام مسلمانوں کے نزدیک بھی وہ ایسا ہی بہتان عظیم ہے، جیسا کہ جماعت احمدیہ کے نزدیک، اس سیدھے سوال کا جواب دینے کی بجائے عام مسلمانوں کے فتاویٰ تکفیر اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر بحث کی پناہ ڈھونڈنا اپنی بے مائگی کا ثبوت دینا ہے صرف یہی نہیں ہمارے دوسرے سوال کا "المائدہ" نے نام ہی نہیں لیا کہ غلام مسیح نے یسوع مسیح کے فدیہ دینے سے گناہوں کی معافی کا جو اعلان کیا ہے تو بتایا جائے کہ "گناہ کیسے معاف ہوئے کیا گناہ کرنے کی طاقت سلب ہو گئی یا اس بات کی چھٹی مل گئی کہ جو جی چاہے کرتے رہو یسوع مسیح کا فدیہ سزا سے بچا لے گا؟

یہی ایک سوال ہے جس سے موجودہ مسیحیت کی صداقت کو جانچا جا سکتا ہے مرزا صاحب تو مثیل مسیح اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے منصب پر ہیں ان کی باری تو بعد میں آئے گی، پہلے تو مسیحی مذہب کی صداقت کا سوال ہے، اور اس بارہ میں ہم اور دوسرے مسلمان ایک ہیں، کیا معاصر "المائدہ" سیدھے طریق سے اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوگا یا کوئی اور راہ فرار تلاش کرنے کی کوشش کریگا؟

یوم کشمیر

۱۵ر ستمبر کو آزاد کشمیر کے علاقہ اور پاکستان کے طول و عرض میں یوم کشمیر منایا گیا، اور تمام قومی، ملکی اداروں، انجمنوں اور عام مسلمانوں کی طرف سے متفقہ طور پر بھارت کی ان بے عنوانیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی جو کشمیر پر اپنے غاصبانہ قبضہ کو بحال رکھنے کے لئے اس کی طرف سے صادر ہو رہی ہیں، عام جلسے بھی منعقد ہوئے، جلوس نکالے گئے، مسجدوں میں کشمیر کی آزادی کے لئے دعائیں مانگی گئیں۔ خواتین کا بھی ایک جلوس لاہور میں پھرتا رہا، اور آزادی کشمیر کے لئے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتا رہا

اسی موقعہ پر لاہور ... جلسہ میں آزاد کشمیر کے نگران ... چوہدری غلام عباس صاحب نے تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ "کشمیر کا معاملہ اس منزل پر آ پہنچا ہے کہ ہمیں کشمیریوں کی آزادی کے تحفظ کے لئے اب دلیرانہ فیصلہ کرنا ہوگا" انہوں نے فرمایا کہ "کشمیر کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں تمام آئینی ذرائع جواب دے چکے ہیں اور اب ہمارے لئے جنگ کے سوائے کوئی چارۂ کار نہیں"

مسجد احمدیہ بلڈنگس لاہور میں بھی نماز جمعہ کے بعد ایک عام جلسہ میں جو محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا مولینا یعقوب خاں صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ اب مسئلہ کشمیر کا حل اتحادی قوموں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے نہیں ہو سکتا۔ اس کا واحد علاج یہی ہے کہ آزادئ کشمیر کے لئے قوت بازو سے کام لیا جائے، اسی مضمون کا ایک ریزولیوشن متفقہ طور پر پاس ہوا جو دوسری جگہ درج ہے۔

جنگ کی آوازیں اگرچہ کتنی بھی بھیانک اور امن عالم کے لئے خطرہ کا موجب ہیں، لیکن ہندوستان کے رویہ اور سلامتی کونسل کے طریق عمل کو دیکھتے ہوئے اور کونسی راہ ہے، جس کو کشمیر کے ستم رسیدہ مسلمانوں کی آزادی کے لئے اختیار کیا جا سکتا ہے، ابھی حال ہی میں پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خاں نے امریکہ میں اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر سلامتی کونسل نے اس معاملہ کو براہ راست اپنے ہاتھ میں لیکر اپنے فیصلوں کو نافذ نہ کیا تو یہ بارود پھٹنے ہی والا ہے، کاش اب بھی ہندوستان معاملہ کی نزاکت کو سمجھ کر اس تباہی سے دنیا کو بچا لے جو جنگ سے پیدا ہونے والی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی علالت

کراچی سے بذریعہ فون اطلاع آئی ہے کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر دل کا دورہ ہوا ہے جسکی وجہ سے حضور صاحب فراش ہیں۔ صبح ساڑھے نو بجے کی اطلاع مظہر ہے کہ قدرے افاقہ ہے احباب حضور کی صحت کاملہ و درازیٔ عمر کیلئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

سیکرٹری

دنیا میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہو تو رسول خدا کی محبت اپنے قلوب میں پیدا کیجئے

بچوں میں قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا کرنے کیلئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالی - کراچی - مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۵۰ء (مرتبہ شیخ عبدالحق صاحب مناظر اسلام)

وقال اللہ تعالی۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

قربِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ

اللہ تعالے اپنے پیغمبر کو فرماتا ہے کہ لوگوں کو کہدو کہ اگر تم کو اللہ تعالے سے محبت کا دعوے ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ قرآن شریف میں سب کچھ ہم مسلمانوں کے لئے ہی نازل ہوا ہے۔ لیکن یہاں جس سورت کے ابتدائی حصہ میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ یہ حصہ بالاتفاق عیسائیت کے ذکر میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے اس خطاب کو اس رنگ میں سمجھنا چاہیئے کہ عیسائیوں کو مخاطب کرکے فرمایا اگر تم کو اللہ تعالے سے محبت کا دعوے ہے تو میری۔ (محمد رسول اللہ صلعم کی) پیروی کرو۔ عیسائیوں کا یہ دعوے ہے کہ خدا ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم خدا سے محبت کرتے ہیں یہ ابتدائی زمانہ میں اس قدر نمایاں نہ تھا جتنا آج کل اس پر زور دیا جاتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے کے کلام میں اس قدر باریک لطائف ہیں۔ کہ نصیحت تو مسلمانوں کو کرنی تھی۔ مگر اس قوم کو سامنے رکھا ہے۔ جو اللہ کی محبت کی دعویدار ہے۔ یہ فی الواقع سچ ہے۔ کہ اگر انسان خدا تعالے سے محبت کرے تو وہ خدا کا محبوب بن سکتا ہے۔

خدا کی محبوبیت جان کی قربانی میں

یحببکم اللہ بڑا مقام ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ شاید آج اکثر اہل مذاہب پر یہ بات صادق آتی ہے کہ منہ سے تو خدا کا نام لیتے ہیں۔ اور ان کے نعروں میں بھی خدا کا نام ہوتا ہے مگر دل کا یہ حال ہے کہ ان کو خدا تعالے کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ ہمارے اولیاء اللہ میں سے ایک بزرگ نے اللہ تعالے سے تعلق کا نقشہ ان مختصر الفاظ میں کھینچا ہے۔

سر ما گاہ اختصار باید کرد
یک کار ازیں دوکار باید کرد

یا جاں برہِ یار باید داد
یا قطع تعلق زیار باید کرد

خدا سے تعلق ایک مختصر بات ہے جو چھوٹے بڑے جاہل عالم کے سمجھ میں آسکتی ہے۔ دو کاموں میں سے ایک کام کرو۔ یا جان خدا کی راہ میں پیش کرو۔ یا خدا سے تعلق قطع کرکے اس سے منکر ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کا محبوب بننا بہت بلند مقام ہے۔ لیکن جس نے اپنی جان خدا کے رستے میں پیش کردی وہی اس مقام کو پہنچ سکے گا۔

قلب اور زبان کی مطابقت

وہ افسوسناک منظر جو اہل مذاہب میں نظر آتا ہے اور شاید اس وجہ سے لامذہبیت دنیا پر مسلط ہوتی چلی جاتی ہے کہ زبان کے دعوے کچھ ہیں دلوں میں کچھ ہے۔ یہ کوئی مشکل کام تو نہیں کہ انسان جو کچھ منہ سے کہے اس پر عمل کرکے دکھائے۔ مگر آج دنیا کی حالت دیکھو سب مذاہب کے پیروؤں کی یکساں حالت نظر آتی ہے کہ دعاوی بہت بلند ہیں۔ دلوں میں کچھ نہیں۔ موجودہ ذہنیت نے کہ زبان پر کچھ اور دل میں کچھ اہل دنیا پہ تباہ کن اثر ڈالا ہے۔

کلمۂ توحید کی حقیقت

لا الٰہ الا اللہ کس مسلمان کی زبان پر نہیں۔ مگر جانتے ہو کہ خدا کو معبود یا اللہ ماننے کے کیا معنی ہیں۔ اللہ وہ چیز ہے جو انسان کا حقیقی مقصد یا اس کا اصل مطلوب ہو جس کی طرف انسان کا دل کھینچتا چلا جائے اور پھر یہ بھی سمجھ لو کہ ہر ایک لا الٰہ الا اللہ کے قائل کا یہ دعوے ہے کہ میرا حقیقی محبوب اور مطلوب صرف اللہ ہے یعنی میں اللہ تعالے سے کامل محبت رکھتا ہوں۔ اور اس محبت کے سامنے دوسری سب محبتیں ہیچ ہیں مگر ایک انسان کا خدا سے محبت کا دعوے اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک دنیا میں یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالے نے یہاں پر مسلمانوں کو فرمایا کہ تم مجھے اپنا اللہ معبود، مقصود، مطلوب، محبوب بناتے ہو تو ایک رستہ ہم بھی تم کو بتلاتے ہیں کہ تم خدا تعالے کے محبوب بن جاؤ خدا کا محبوب جب انسان بن جائے تو اس کی قبولیت دنیا میں پھیل جاتی ہے۔

صحابہ کا نمونہ

ملک عرب کے لوگوں کی حالت پر غور کرو کس قدر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے۔ بیس سال تک حضرت رسول خدا صلعم کی ایذا دہی اور مخالفت پر کمر بستہ رہے۔ لیکن بالآخر یہی لوگ اپنی جانیں آپ پر فدا کرنے والے بن گئے تو یہاں اللہ تعالے مسلمانوں کو یہ بشارت دیتا ہے کہ جو کوئی بھی رسول کی پیروی کرے وہی خدا تعالے کا محبوب بن جاتا ہے اس کی قبولیت بھی دنیا میں پھیل جاتی ہے بڑا زبردست وہ انقلاب تھا جو آنحضرت صلعم نے دنیا میں پیدا کیا۔ مگر وہ محض ایک قصہ نہ تھا کہ ایک ایسا انسان دنیا میں پیدا ہوا اور گذر گیا بلکہ اس کی پیروی سے آج بھی انسان اپنی استعداد اور حیثیت کے مطابق ایک انقلاب دنیا میں پیدا کر سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں انقلاب

بظاہر یہ ایک انہونی سی بات معلوم ہوتی ہے کہ آج بھی محمد رسول اللہ صلعم کا ایک سچا متبع دنیا میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔ مگر جس دل میں یہ تڑپ نہیں اسکو رسول صلعم کے اتباع کا مقام ابھی میسر نہیں آیا۔ اللہ تعالے کھلے الفاظ میں یہ فرماتا ہے کہ جو شخص رسول کی اتباع کرتا ہے وہ محبوب الٰہی بن سکتا ہے۔ اور جو محبوب الٰہی ہوگا ۔۔۔ اللہ تعالے اس کے ذریعہ سے دنیا میں ایک انقلاب بھی پیدا کر دے گا۔ مگر انقلاب وہی پیدا کر سکتا ہے جس کے اپنے دل میں پہلے انقلاب پیدا ہو جائے۔ اور خدا پر ایمان اگر سچے دل سے ہو تو یہ انقلاب انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

نقطۂ نگاہ کو بدلنے کی ضرورت

اگر محمد رسول اللہ کی تعلیم یونہی ہوتی کہ مسلمانوں کو دنیا سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ بیوی بچوں رشتہ داروں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر انسان کو عبادت میں لگا رہنا چاہیئے۔ تب یہ کہا جا سکتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع ناممکن اور اس قسم کا انقلاب پیدا کرنا ناممکن۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ تعلیم ہو کہ اسی دنیا میں رہتے ہوئے تم خدا سے محبت کر سکتے ہو۔ تو پھر یہ وہ تعلیم ہے جس پر ہر انسان عامل ہو سکتا ہے۔ انہیں لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے جو ہر دنیا دار چاہتا ہے اور وہی کام کرتے ہوئے جو دنیا دار کرتا ہے۔ صرف دل کے نقطہ نگاہ کو بدل دو۔ تو پھر یہ کام کیونکر نہیں ہو سکتا

22nd ICP Mutual Fund		07-08-2004
24th ICP Mutual Fund		07-08-2004
Alhamd Tex		11-08-2004
Paramount Leasing		18-08-2004
Pacific Leasing		18-06-2004
Indus Jute		28-06-2004
Burewal Tex		29-06-2004
Lawrencepur Woolen		29-06-2004
Dilon Ltd.		29-06-2004
Elite Tex		26-07-2004
National Security Ins.		26-07-2004

Name of Company	Date	Time
Crescot Mills	09-07-2004	03.00
Pak. Premier Fund	10-07-2004	02.00
Abbott Lab.	12-07-2204	03.00
Arif Habib Inv.	12-07-2004	[illegible]
Quality Textile	15-07-2004	[illegible]
Diamond Ind.	15-07-2004	11.30
Siemens Engg.	26-07-2004	11.30
BOC Pak.	27-07-2004	
Fauji Fert Uttar	28-07-2004	

	Market Lot	Rate Rs.
PILCORP	One	5,050.00
Paramount Leasing	One	2,852.00
Orix Leasing Pakistan	One	5,230.95
Sui Southern Gas	One	5,200.00
Dewan Salman Fib(2nd Issue)	One	5,161.00
Engro Asahi Polymer & Chem.	One	5,050.00
Pakistan PTA	One	5,138.00
Engro Chemical Pakistan	One	5,600.00
Reliance Weaving Mills	One	5,500.00
Union Leasing Ltd.	One	5,350.00
Shahmurad Sugar	One	5,250.00
Saudi Pak Leasing (2nd issue)	One	5,370.00
Sui Southern Gas (2nd issue)	One	5,102.00
Sitara Chemical Ltd.	One	5,220.00
Engro Chemical Pak(2nd issue)	One	5,020.00
Orix Leas. Pak Ltd.(2nd issue)	One	5,010.00
Maple Leaf Cement Ltd	One	5,450.00
M.C.B.	One	5,100.00
Crescent Leasing Corp.(2nd Issue)	One	5,117.65
WorldCALL Communication	One	5,370.00
Quetta Tex	One	5,000.00
Union Bank Ltd.	One	5,900.00
KASB Leasing Ltd.	One	5,250.00
Trust Leasing Corp.	One	5,375.00
Ittebad Chem.Ltd.	One	5,200.00
First Oil & Gas Sec. Co.	One	4,708.00
Al-Zamin Leasing Mod	One	5,000.00
Union Bank Ltd.(2nd Issue)	One	5,000.00

Last F.E.B.C. Current

100.00	(102)	10,000

FEDERAL INV. BOND (FIB)

2004	100	119.81
2005	100	129.44
2006	100	136.26
2007	100	143.71
2008	100	146.17

WAPDA BONDS

6TH ISSUE	(001)	10,000

Special US Dollar Bonds

Special US $ Bonds (Registered)
Maturity Period

	Denomination US $	Markets *Rate Rs
3 years Maturity	(100)	5820.00
5 years Maturity	(100)	5820.00
7 years Maturity	(100)	5820.00

Special US $ Bonds (Bearer)
Maturity Period

	Denomination US $	Markets *Rate Rs
years Maturity	(100)	5820.00
years Maturity	(100)	5820.00
years Maturity	(100)	5820.00

Conversion rate of US$ issued by State Bank of Pakistan

Kotri Tex	15.00			
Tritex Cotton	25.00	State Life Building #5 3rd Floor, Habib Square, M.A. Jinnah Road Kar		09-04-2005
Zaman Tex	65.00	Arif H. Yousuf Saya	-	
National Security Ins.	4.50	Dalal Securities (Pvt) Ltd Aiwan-i-Science Off.Shahrah-i-Roomi. lahore-54600.	-	25-06-2005
Polypropylene Products	29.00	Sultan Gulam Husein Datoo	-	31-07-2004

Ports & Shipping

The Karachi Port Trust (KPT) issued the following intelligence shipping report for the last 24 hours ending 0700 hours on Friday.

Berth No.	Vessels	Working	Agent	Berthing Date
		(BLUK OIL PIER)		
OP-1	L.M.Z.	D.crude Oil	Transtrade	07-07-2004
		(EAST WHARVES)		
3.	Kapitan emirsoy	D. Coal	OC-World	05-07-2004
4.	Clipper Faith	D. Dap	Bulk-sh	05-07-2004
5.	Sea Conqueror	D. Dap	Bulk-sh	03-07-2004
10/11	Aurella	D. Dap	Super-sh	03-07-2004
11/12.	Grand View	D.Dap	Super-sh	09-07-2004
13.	Sinar Bontang	D.L Cnt	Megatrans	08-07-2004
17 ab.	Bolan	A Orders	PNSC	07-07-2004
17.	Islamabad	Awaiting Orders	PNSC	04-07-2004
		(WEST WHARVES)		
19	Banglar kallol	D.Jute	Golden	04-07-2004
24	Ken blossom	PPhosphate	Marine pride	04-07-2004
26	Le Li	D.Gen Cargo	Casco-Saeed	03-07-2004
		ALONG SIDE (KICT)		
29/30	Indamax dalian	D.L. Cnt	APL	08-07-2004

EXPECTED ARRIVALS

Ship	Agent	Arr Date	Import	Export
		CONTAINER (GEARLESS)		
Kota Wangsa	P-Delta	08-07-2004	300 Cnt	300 Cnt
Wan Hai-262	Riazeda	09-07-2004	400 Cnt	300 Cnt
*APL Venezuela	APL	13-07-2004	600 Cnt	580 Cnt
Hyundai Stride	U.M.A	14-07-2004	600 Cnt	600 Cnt
Wan Hai -266	Riazeda	16-07-2004	300 Cnt	300 Cnt
Hyundai Sprinter	U.M.A	21-07-2004	600 Cnt	600 Cnt
Kota Waris	P-Delta	12-07-2004	600 Cnt	600 Cnt
		CONTAINER (GEARED)		
Corinthiakos Sea	Consortium	09-07-2004	433 Cnt	713 Cnt
Safim arine pakistan	Maersk	09-07-2004	700 Cnt	Nil
Ponl Mahe	P & O	10-07-2004	200 Cnt	200 Cnt
CEC Cow Bridge	Delta	12-07-2004	300 Cnt	300 Cnt
Eax Sanctity	Asiatic	13-07-2004	547 Cnt	375 Cnt
Kota Tegap	Advance-sh	14-07-2004	100 Cnt	250 Cnt
Oriental Bright	Megatrans	20-07-2004	100 Cnt	250 Cnt
		GENERAL CARGO		
Chitral	Pnsc	06-07-2004	15,800 G.C.	Nil
		LOADER		
Leopard	Gulf Maritime	06-07-2004	Nil	256 G.C.
Donica White	Gulf Maritime	11-07-2004	Nil	12 G.C.
BBC Greeca	Asia Marine	12-07-2004	Nil3,134	Steelpipe
		OIL TANKER		
Al-Maqwa	GAC	10-07-2004	50,000Hsd	Nil
Isokaze	GAC	10-07-2004	Nil 16,000	Mol
Sunniva	GAC	10-07-2004	Nil 7,000	Ethanol
Swat	PNSC	11-07-2004	67,000Coil	Nil
Koriana	GAC	12-07-2004	51,000HSD	Nil
Nur Yanbu	GAC	14-07-2004	5,600 Chem	Nil

SHIPS OFF PORT:
Vessel Name-TypeAgent-Expected Berth No Arr-Date-Time remarks

1. Victory Prima Oil Tanker Transtrade 1 08/7/04 22:50 --

Eggs per 30 dozen	1020.00 1025.00
Broilers (Live)	Rs.68/- per kilo
Cull Birds (Live)	Rs.48/- per kilo

MAXIMUM RETAIL RATES

Eggs	Rs.36/- per dozen
Broilers (Live)	Rs.70/- per kilo
Cull Birds (Live)	Rs.50/- per kilo

Faysal Asset Managment Limited

Faysal Balanced Growth Fund

Validity Dates	Offer Price	Repurchase Price
July 9, 2004	101.31	99.23

ATLAS ASSET MANAGEMENT CO.

The following are the Offer and Redemption price per unit of Atlas Income Fund (AIF)

Offer Price	Rs. 529.24
Redemption Price	Rs. 518.86

[...] growth and employment, particularly at the SME level, he said.

Hafeez said that Pakistan has made substantial progress on its macro economic reform agenda, which was evident from over 6 per cent growth rate, increase in FDI, the accelerating domestic investment and the historic response to its privatisation programme.

The programme has yielded proceeds worth Rs45 billion, with oversubscribed share offerings of OGDCL, SSGC, PIAC all being positive indicators and a strong signal of confidence in higher growth, he added.

The minister appreciated the interest and assistance being provided by USAID in collaboration with SMEDA to encourage the various industrial sectors to develop growth strategies, which would lead to improve value added production and increased profitability of Pakistani firms.

He assured the USAID of Ministry of Privatisation and Investment's full cooperation to encourage better coordination of the government and provide an investment friendly and pro-private sector policies to assist the private sector.—APP

LAHORE: Flying Cement recently inaugurated its cement manufacturing facility at its Khushab Plant. The plant is expected to give a boost to the cement production in the country. The latest Japanese machinery & equipment are being utilised in the plant.*

Mecca Cola wins lawsuit

LAHORE: Mecca-Cola Pakistan has won the court case against unauthorised manufacturers of Mecca-Cola. In its verdict, the dis-

Naqi Beverages, Afridi Be[...] Peshawar, A.N Beverage[...] Ltd Mecca Drinks Laho[...] Barra Industries, and h[...] lawed the marketing of all fake and unhygienic produ[...]

Shahid Raza, Sales and Ma[...]ing Manager Holiday Inn, [...]sents a bouquet to Touqeer.

APPROVED FOR SUBSCRIPTION

COMPANY	CAPITAL Already Paid-up (Rs in Million)	Present Issue (Rs in Million)	OFFERED TO (Rs in Million)	Date of Publication of Prospectus/Offer for sale	Date of Opening & Closing
(TFC) Bank Al-Habib Ltd	-	200.000	200.000 Gen Public	07-07-2004	15-07-2004
(TFC) Trust Leasing Corp	300.000	75.000	1150.000 Private Placement 75.000 General Public	09-07-2004	16-07-2004 & 17-07-2004
Pakistan Petroleum Ltd	6858.376	685.535	Offer to Gen. Public at a premium of Rs 45/- per share with 5% Green Shoe	05-07-2004	19-07-2004 to 22-07-2004

Russia won't repeat bank crisis: S[...]

LONDON: Ratings agency Standard & Poor's said on Friday that Russia's current banking sector turmoil is not indicative of a repeat of 1998 when the financial sector collapsed in crisis and appears to have stabilised.

In a research note, S&P said Russia is facing a daunting task of restructuring its financia[...] tor while maintaining depo[...] confidence.

"While the current reta[...] posit runs and interbank m[...] turmoil may end very qu[...] the institutional weakness i[...] sector will remain," S&P —Reuters

The following are prices at Karachi, Lahore and Multan Wholesale Commodity Market.

Commodity Markets

KARACHI

CEREALS

Wheat Desi 100 Kg	—	
Wheat Maxi-Pak	—	—
Wheat Atta 80 Kg	1080.00 /	1090.00
Maida 80 Kg	1150.00 /	1220.00
Suji	1150.00 /	1200.00
Barley (Sindh)	875.00	
Jowar 100 Kg	650.00	665.00
Maize	825.00 /	875.00
Bajra 100Kg	1250.00 /	1300.00
Gwara (Tharparkar)	1320.00 /	1350.00
Gwara (Nawabshah)	1320.00 /	1350.00
Gwara Bahawalpur	1320.00 /	1350.00
Gwara (Punjab)	1320.00 /	1350.00
Wheat Bran	683.00	700.00
RICE 100 Kg		
Basmati Kernal	3400.00 /	4000.00
Basmati 38	2000.00 /	2100.00
Basmati Whole 386	2100.00 /	2700.00
Basmati 385 Saila	—	
Basmati Broken(Tota)	1200.00 /	1600.00
Basmati Super Saila	3200.00 /	4000.00
Irri 9 (Punjab)	1600.00 /	1700.00
Irri 6 (Sindh)	1300.00 /	1400.00
Irri 9 (Sindh)	1450.00 /	1550.00

OIL SEEDS (Per 40 Kg)

Cotton SeedDesi	—	
N.T. R.G	—	
N.T. S.G	—	

RAPESSED AND MUSTARD (Per 40 Kg)

Rapeseed (Dadu)	690.00 /	710.00
Rapeseed (Mirpur)	760.00	765.00
Rapeseed (Nawab)	775.00 /	780.00
Rapeseed (Punjab)	—	
Sesamum (Till)	1900.00 /	2200.00
Groundnut	—	
Caster Seed (Punjab)	—	
Caster Seed (Sindh)	525.00 /	550.00
Tara Mira Seed	—	
Soybeaan Seed	—	
Sunflower Seed	—	
Saitflower Seed	—	
Canola Seed	—	

EDIBLE OILS (Per 40 Kg)

Coconut oil	3400.00 /	3600.00
Rape and Mustard Oil	2000.00 /	2100.00
Tara Mira Oil	—	
Soybean Oil	[illegible]	1900.00
Canola Oil	[illegible]	1950.00
Vanaspati Ghee 16 Kg	[illegible]	900.00

OIL SEED CAKES

Cotton seed (With Bag50 Kg)	[illegible]	
Rape and Mustard40 Kg	260.00	265.00

PULSES (Whole) (Per 100 Kg)

Mash (Punjab)	—	
Mash (Sindh)	—	
Mash (Imported)	1700.00	
Masur (Punjab)	—	
Masur (Sindh)	—	
Masur (Imported)	2100.00	[illegible]
Mung (Punjab)	1575.00	1600.00
Mung (Sindh)	—	
Mung (Imported)	—	
Gram Whole (Yellow)	1525.00	1560.00
Gram Whole (Imp)	—	
Gram Whole (Kabli)	3000.00	3400.00
Gram Black	1600.00	1800.00
Arhar	1675.00	

PULSES SPLIT (WASHED) (Per 40 Kg)

Mash	1000.00 /	1120.00
Mung	740.00 /	780.00
Masur	1260.00 /	1300.00
Arhar	1000.00 /	1950.00
Gram 100 Kg	1800.00 /	1950.00

SUGAR (Per 40 Kg)

Sugar Refined	710.00 /	740.00
Sugar Desi Khandar	660.00 /	740.00
Gur	480.00 /	720.00

TOBACCO (Per 40 Kg)

Hooka Tobacco	1100.00 /	1280.00
Punjab Desi	1350.00 /	1400.00
Bidi (Tobacco) No 3	1300.00 /	1350.00
Bidi (Tobacco) No 4	1100.00 /	1200.00
Naswar	1100.00	1200.00
Chilam Tobacco	3500.00	3800.00
Virginia No 5	1260.00 /	1440.00
Sindh Mixture No 4	1300.00	1400.00

SPICES (WHOLE) (Per 40 Kg)

Chillies Whole (Dandicut)	1500.00 /	2100.00
Chillies Dry Whole (Tamar)	— /	—
Kunri Dandi Cut Old	—	—
Cumminseed white (Zeera)	2200.00	2600.00
Cumminseed black (Zeera)	4000.00	4600.00
Ajwain	1350.00	1500.00
Turmeric Ganna	1800.00 /	1900.00
Turmeric Lamp	1700.00 /	1800.00
Coriander seed No 1	2000.00 /	2400.00
Coriander seed No 2	1600.00	2000.00
Fenugreek (Methi)	900.00 /	960.00
Tamarind	[illegible]	1250.00
Garlic	600.00	900.00
Plum Dry	2500.00 /	3000.00

LIVESTOCK PRODUCT

GHEE

Punjab Desi 16 Kg	2500.00	3000.00
Sindhi Desi	2250.00 /	2500.00

DRY FRUITS (Per 40 Kg)

Almond (Kaira)	2400.00 /	3200.00
Almond (Girgi)	5500.00	7500.00
Almond (Kagzi) I	4800.00 /	6800.00
Almond (Kagzi) II	3500.00 /	4500.00
Walnut in shell I	3800.00 /	4500.00
Walnut in shell II	3000.00 /	4000.00
Walnut (Kernel)	3500.00 /	6500.00
Raisin I	3000.00 /	3500.00
Raisin II	2500.00 /	2800.00
Raisin III	1500.00 /	2000.00
Apricot I	5000.00 /	6000.00
Apricot II	3500.00 /	4800.00
Chilgoza (Roasted)	8000.00 /	11000.00
Pistachio (Peshawari)	8800.00 /	12000.00
Pistachio (Kandhari)	10000.00 /	18000.00
Coconut (Edible)	1500.00 /	2000.00
Coconut (F.M.S)	1350.00 /	1650.00
Dates (Khajoor)	900.00 /	1600.00
Dry Dates (Chohara)	1800.00 /	3000.00

VEGETABLES (Per 40 Kg)

Potato White	240.00 /	280.00
Onion	220.00 /	270.00
Ginger Green	1950.00 /	2100.00
Tomato	360.00 /	440.00

LAHORE

FOODGRAINS (Per 40 Kg)

Wheat	425.00	
Jawar	350.00	450.00
Maize	350.00 /	450.00
Bajra	500.00 /	525.00
Barley	400.00 /	425.00
Sugar White	724.00	
Shakkar	600.00	[illegible]
Gur Fine	620.00	[illegible]

OIL AND OILSEEDS (Per 40 Kg)

Mustard Oil	1980.00
Cottonseed Oil	2025.00
Coconut Oil	2680.00
Soyabean Oil	—
Linseed Oil	2080.00
Cooking Oil	2040.00

PULSES (Per 40 Kg)

Masoor Whole	1100.00 /	1550.00
Masoor Dal	1200.00 /	1220.00
Grams White	880.00 /	1100.00
Grams Black	710.00 /	760.00
Grams White	780.00 /	850.00
Mash Whole	800.00 /	1100.00
Dal Mash Washed	1100.00 /	1500.00
Dal Mash Unwashed	950.00 /	1300.00
Moong Whole	650.00 /	750.00
Dal Moong Washed	720.00 /	7580.00
Dal Moong Unwashed	680.00 /	1000.00

SPICES (Rest All 40 Kg)

Cardamom Small	14000.00 /	24000.00
Cardamom Large	9500.00 /	12000.00
Clove	11000.00	
Black Pepper	4400.00	
Cumminseed Black	8000.00 /	12000.00
Cumminseed White	5000.00 /	5600.00
Chillies Grinded	2800.00	
Chillies Dandicut	2400.00	
Turmeric Pak	1650.00	
Turmeric Grinded	1800.00	
Coriander	1900.00 /	2400.00
Coriander Grinded	2300.00	
Darchini	2600.00	

MULTAN

FOODGRAINS (Per 100 Kg)

Wheat	10000.00 /	[illegible]
Sugar White	1780.00	[illegible]
Maize	750.00	[illegible]
Gur	1200.00 /	[illegible]
Jowar	750.00 /	[illegible]
Shakkar	1700.00	[illegible]
Bajra	1187.50 /	[illegible]
Barley	925.00	[illegible]
Rice Superior	1900.00 /	[illegible]
Rice Inferior	1300.00	[illegible]

OIL AND OILSEEDS (Per 40 Kg)

Ghee Desi	16000.00 /	[illegible]
Rape Seed	1812.50	[illegible]
Rapeseed Oil Cake	700.00 /	
Rape Seed Oil	4812.50	
Cotton Seed	—	
Cotton Seed Oil Cake	1072.00 /	[illegible]
Cotton Seed Oil	—	

PULSES/SPICES (Per 100 Kg)

Grams Black	1800.00 /	[illegible]
Grams White	2450.00	[illegible]
Grams Dal	1975.00 /	[illegible]
Mash Whole Black	1550.00 /	1575
Dal Mash Washed	2200.00 /	3250
Dal Mash Unwashed	1650.00 /	1700
Moong Whole	1575.00 /	1600
Dal Moong Washed	1900.00 /	1950
Dal Moong Unwashed	1650.00 /	1700
Masoor Whole	3300.00 /	3350
Dal Masoor	3000.00 /	3300
Chillies Grinded	6500.00 /	6600
Chillies Dandiwali	4250.00 /	5250
Chillies Dandicut	5450.00 /	5750
Coriander Whole	3750.00 /	4500

Unity of command?

Farhan Bokhari
The writer is a contributing editor
sfabokhari@hotmail.com

General Pervez Musharraf, Pakistan's military ruler, is set to oversee the smoothest political transition in memory when Shaukat Aziz, the prime minister in waiting, takes the reins of executive authority next month from Chaudhary Shujaat Hussain, the interim prime minister. Mr Aziz's period spent in waiting to win a constituency of the National Assembly would perhaps qualify more as a matter-of routine than part of a journey in going through the rigours of the thorny world of Pakistani politics.

For the General, whose passion for ensuring the so-called unity of command is well known through his own past proclamations, there could be no smoother political change than the one which is about to see a banker turned finance minister become Pakistan's next chief executive.

However, Mr Aziz, whose elevation to the prime minister's slot is more by virtue of his ties to General Musharraf than support from key political constituents, would hardly be the one to ensure such a unity of command.

Indeed, even the new political transition which is meant to buttress the already unassailable position of the twin hat wearing présidential General, carries few assurances of an improved national outlook over the horizon. Pakistan's many malaises, be they across the political spectrum or the grassroots of a fundamentally flawed economic order are bound to leave behind a shady imprint.

In sharp contrast to the much desired unity of command - a cliche otherwise meant to construct a highly centralised political authority with one individual calling the shots - the writing on the wall clearly shows the blatant truth. Such centrality of authority can only be ensured if indeed there was the assurance of a high quality of key institutions, which support the workings of the state.

At a time when lawlessness prevails across parts of Pakistan, social services fail to deliver their dues to the population at the grass roots and politics remains caught between the aspirants of full freedoms as opposed to the proponents of a controlled environment, the prospect for future prosperity is one ingredient which remains highly deficient.

The popular lament that Islamabad remains twenty miles outside Pakistan is bound to return to haunt the country again and again, irrespective of the in-assailable positions of the president and the prime minister.

In fact, the induction of a hand picked and politically inexperienced prime minister only demonstrates a key deficiency in the so-called parliamentary order. The message is clearly that among experienced politicians in the Parliament, there are virtually none to offer the right qualifications for leading the House.

While there can be few expectations of an improving parliamentary order given the shenanigans surrounding Pakistani politics of recent years, other dysfunctional parts of the government also present few reasons for optimism.

The civil service, once the pillar of an efficiently functioning state, continues to live its darkest days in the wake of the so-called devolution order. The lethargy, which surrounds the new grass root structures of government, ie, the '*nazims*' and their cohorts, offer little hope for delivering efficient government. In this supposedly new environment, life for ordinary Pakistanis in dealing with junior level minions of the state remains largely unchanged.

But in the process, the last few bits of professionalism, which was once the hallmark of the civil service in the districts, have conclusively lost. In hindsight, there has been an impor-

Such an order needed to be revamped and reformed, rather than thrown out of the window as a necessary precursor to long overdue reforms. The new order meant to replace the old offers few bits of fresh hope.

The experience with devolution underlines a tragic aspect to Pakistan's emerging political picture. The tendency to induct new legacies in place of the old offers little hope for the future of Pakistan.

The replacement of the regime of former prime minister Mir Zafarullah Khan Jamali with the new order of future prime minister Shaukat Aziz, once again highlights the tendency to remain away from tough challenges of reform and embrace the convenient choice of scrapping down one order in favour of another, or indeed replacing a chosen leader with another.

Pakistan's political destiny, however, remains in prospective disarray, doomed under the effect of two fundamental handicaps:

First, the country's political outlook would remain under recurring gloom for as long as its parliamentary structure remains weak, subjected to continuing pressures from the powerful military led establishment. The lessons of the past two months from Mr Jamali's departure to Mr Aziz's arrival clearly reflect the continuing shenanigans surrounding Pakistani politics. As long as the fundamental principle of parliamentary supremacy continues to be overridden, Pakistan's politics would suffer. The only route to future stability must come by virtue of a return to parliamentary politics, where the departures and arrivals of leaders of the House is essentially driven on the principle of majority vote.

Second, Pakistan's future political consolidation ultimately must depend on the extent to which the key institutions of the state, such as the bureaucracy, the judiciary and local representative bodies are allowed to play their due roles. Instead, periodic urges to undermine one or the other such players, as the decision to cut down the size of the bureaucracy all in the name of devolution, must only bring uncertainty and at the least, mild chaos.

Tragically for Pakistan, though, no military regime has left the national scene without engaging in an effort to create a new political order, for such a new order has been conceived time and again as the only route to consolidation. The trouble with such political orders, however, is that they have to evolve over a long period of time rather than the consequence of a set of administrative actions. Pakistan's misfortune has been that every time such a new order has been imposed, typically under a military ruler, the new one hasn't worked but the old one has been confined to the dustbin of history.

In the final analysis, the journey towards delivering a more efficient government under the leadership of the well globalised future Prime Minister Shaukat Aziz is doomed even before the next transition in the House takes place. What must follow for Pakistan would be a period of recurring uncertainty with the contours of the government remaining as directionless as before.

The only way Pakistan's upcoming political change could be turned in to a success story would be if, indeed, another long overdue transition is planned in the coming months. That transition has to be the passing of the mantle from Mr Aziz to a politically savvy and experienced politician, months down the line. The blatant truth however is that such a proposed transition would simply not take place, given the prevailing mood among the players of Pakistan's military led establishment. More than

Heading for a rough patch?

Praful Bidwai
The writer is one of India's most widely published columnists. Formerly a Senior Fellow of the Nehru Memorial Museum and Library, he is a winner of the Sean MacBride Prize for 2000 of the International Peace Bureau
prafulbidwai1@yahoo.co.in

For the first time since India and Pakistan broke the ice in January, a jarring tone is detectable in official statements about their bilateral dialogue. Foreign Minister Natwar Singh's visit to Islamabad only confirms that the euphoria and exuberance evident only weeks ago are yielding to anxiety and fear. Talks on the only confidence-building measure (CBM) on the table - a bus service between Srinagar and Muzaffarabad - are deadlocked.

If things don't improve before Singh and Khurshid Mahmud Kasuri meet on September 5-6, the entire dialogue process could unravel. To prevent this, the apex political leadership in both countries must give the process high priority and momentum. Pakistani leaders must amend their negative view of the Manmohan Singh government. And Singh must personally take charge of the process.

We cannot afford a failure of the first India-Pakistan comprehensive talks in over 30 years. This will mean losing a handsome peace dividend, and worse, resuming hostility in a bitter form. Failure is completely, categorically unacceptable - no matter which side is responsible for causing it.

By all informed accounts, Natwar Singh's exchanges in Pakistan produced no advance, no new understanding. India on July 24 voiced its "disappointment" over the "tone and substance" of Pakistan's comments about Singh's discussion with

have influenced this. First, many Pakistanis feel uneasy about new government in India. They feel Manmohan Singh won't be as keen on peace, as was Vajpayee - a "tall leader", "a man of peace" uniquely committed to reconciliation with Pakistan. They have a negative perception of the Congress, which they associate with Partition, "soft-*Hindutva*", anti-Muslim violence, and a hard line on Kashmir.

This perception is largely mistaken. Vajpayee did invest energies in the dialogue. But just two years ago, he was talking of *aar-paar ki ladai* (battle to the finish) - as he mobilised 700,000 troops at the border. Besides, the BJP believes not in "soft-*Hindutva*", but hard-boiled, aggressive, *Islamophobic* communalism. This is integral to Vajpayee's politics. To depict Vajpayee as a "man of peace", while burdening Singh with all the baggage from the Congress's past is wrong.

Pakistanis would be wrong to read too much into Natwar Singh's early pronouncement that the dialogue would be conducted within the Shimla Agree-

idea, rooted in the early 1970s pact bet Washington and Beijing, that only the Righ take controversial decisions: the Left ca This view is simplistic. Nixon's Right-wing clivities and Kissinger's deviousness cann plain the deal with China, attributable to g ing tensions with the USSR over the shari military technologies, etc. The analogy do apply to India-Pakistan or BJP-Congress.

Many Pakistanis resent US deputy secreta state Richard Armitage's statement that Paki must do more to combat terrorism, in particular mantle the supporting infrastructure. Pakistan servers believe the remark was made at India' hest and bears little relationship to reality: Pak has cooperated with the US in anti-al-Qaeda op tions and reportedly lost 400 troops. Indian offi admit there has been little cross-border infiltra since November (barring this month). But Pakis observers may be overreacting to Armitage. Sin statements were made by Colin Powell, Condolee Rice and Paul Wolfowitz too.

The real issue is, should these perceptions, e if legitimate, be allowed to change the course fate of the dialogue process, especially when t can be corrected (partly because the reality und lying them is itself changeable), and when nei India nor Pakistan has evolved a comprehensive p icy on Kashmir which can be put on the

اموال کو خدا کی امانت سمجھیں

حدیث صحیح میں ہے کہ جب انسان کی نیت صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کا حصول ہو تو وہ لقمہ جو انسان اپنی بیوی بچوں کے منہ میں ڈالتا ہے وہ بھی صدقہ ہو جاتا ہے۔ صدقہ وہی نہیں ہوتا جو ایک حصہ مال سے نکال کر غربا اور فقراء کو دے دیا جائے۔ بلکہ وہ بھی صدقہ کہلاتا ہے جو انسان اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ یہ صدقہ اس وقت تک نہیں بنتا۔ جب تک خدا کے دیئے ہوئے مال کو انسان خدا کی امانت نہیں سمجھتا۔ ایک نقطۂ نگاہ کے بدلنے سے دیکھ لو کہ یہ بات کس قدر آسان ہو جاتی ہے۔ نیت اور ارادے کو بدل دو۔ مال ہم کمائیں مگر اسے خدا کی امانت سمجھیں۔ مال کے متعلق یہ ایک ہی نقطۂ نگاہ ہے۔ جو قرآن کریم نے دنیا میں پیدا کرنا چاہا ہے تاکہ کمائے گئے مگر اسکو خدا کی امانت سمجھئے جتنی طاقتیں ہیں خدا کی دی ہوئی ہیں اور اس کی امانتیں ہیں۔ اس لئے اس کی دی ہوئی طاقتوں سے جو مال ہم کماتے ہیں اسکو خدا کی امانت کیوں نہیں سمجھتے۔

حقیقی مالک کون؟

تم اس مال کے مالک نہیں حقیقی مالک ہی وہی ہے جس کی دی ہوئی طاقتوں سے تم اس مال کو کماتے ہو۔ تم خدا کی طرف سے اس کے امین ہو۔ قرآن کریم میں ایک مالدار کا ذکر آتا ہے۔ کسی نے اسکو کہا کہ خدا نے تم کو اتنا مال دیا ہے خدا کے رستے میں بھی خرچ کرو۔ تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے علم سے اسکو کمایا ہے إنما اوتيته على علم حالانکہ وہ علم بھی خدا کی دی ہوئی چیز تھی۔

عشقِ رسول

اب میں اصل بات کی طرف رجوع کرتا ہوں ایک دفعہ ہمارے دلوں میں محمد رسول اللہ صلعم کی محبت پیدا ہو جائے تو آپؐ کا اتباع بھی ہمارے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ شاید محبت کے لفظ سے میں پورے طور پر اپنے مفہوم کو ظاہر نہیں کر سکا اس لئے دوسرے لفظ سے تعبیر کرنا چاہتا ہوں جب تک محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ عشق نہ ہو۔ تب تک ہمارے لئے اتباع آسان نہیں ہو سکتی۔ عشق وہ چیز ہے جو اپنے محبوب کے سوا کے دوسری تمام چیزوں سے انسان کو اندھا کر دیتی ہے اسکو پھر یہ پرواہ نہیں ہوتی کہ دنیا کیا کہیگی اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ اگر یہ عشق اور محبت رسولؐ کے ساتھ ہو جائے تو رسولؐ کا اتباع بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ اس وقت تک یہ اتباع دشوار اور کٹھن معلوم ہوتا ہے جب تک محبت اور عشق پیدا نہیں ہوتا۔

صحابہؓ کا عشق

ایک شخص رسولؐ کی پیروی صرف اس قدر سمجھتا ہے کہ نماز پڑھ لی۔ روزہ رکھ لیا، زکوٰۃ دے دی اور حج کر لیا۔ یہی چار بڑے کام ہیں جو عام طور پر مسلمانوں کو معلوم ہیں، بعض مسلمان ایسے بھی ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وضع قطع لباس، کھانے پینے الغرض ہر قسم کی حرکات و سکنات میں اتباع کرتے ہیں یہ مقام پہلے مقام سے ذرا آگے نظر آتا ہے۔ صحابہ کرام میں ایسے بھی ہوئے جنہوں نے اتباع کو کمال تک پہنچا دیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ حج کے ایام میں آپ ... جہاں جہاں رسول کریمؐ نے مقام کیا تھا وہیں آپ بھی قیام کرتے تھے۔

انقلاب پیدا کرنیکا عزم کیجئے

میں آپ کو اتباع کے ایک مقام کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں آپ کو علم ہے کہ ہمارے نبی کریم صلعم نے جو انقلاب دنیا میں برپا کیا۔ زبانیں اور قلمیں متفق ہیں کہ کسی اور نے اتنا بڑا انقلاب اس دنیا میں پیدا نہیں کیا۔ دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا۔ یورپ کے عیسائی بھی آپؐ کے ساتھ عداوت رکھنے کے باوجود اس بات کو مانتے ہیں کہ اتنا بڑا انقلاب اس روئے زمین پر اور کسی نے پیدا نہیں کیا وہ آپؐ کو دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب شخصیت قرار دیتے ہیں۔ میں آپ کی اتباع کے اس رنگ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ہر شخص اس رنگ میں بھی اتباع کرے کہ میں نے بھی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے۔

اتباع رسولؐ کی رُوح

یہ تڑپ تمہارے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ تو اس کے سامان بھی پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن اگر یہ تڑپ پیدا نہیں ہوتی تو تمہارے قلب میں محمد رسول اللہ کے اتباع کی روح پیدا نہیں ہوتی ظاہری باتوں میں جو اتباع ہے وہ جسم ہے اور روح کے اندر یا دل کے اندر جذبۂ اتباع یا عزم اتباع پیدا ہو جانا روح ہے۔ اپنے دائرے یا حلقۂ اثر کو تنگ کر لیجئے لیکن نیت اور ارادہ کو تنگ نہ کیجئے یہ سچ ہے کہ تمہارا عزم اتنا بڑا نہیں ہو سکتا جتنا اولوالعزم رسولوں کا تھا

اپنے گھروں میں انقلاب پیدا کیجئے

تمہاری روحوں میں اسی قسم کا جذبہ ہونا چاہیئے جو جذبہ رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک میں تھا، وہ جذبہ ساری دنیا کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے تھا تم اپنے گھروں تک تو اسے پھیلا لو۔ اس مخلوق میں سے بعض ہمارے دست نگر اور محتاج ہیں جن کو روٹی بھی تمہارے ہاتھ سے ملتی ہے ان کے اندر انقلاب پیدا کرنیکی کوشش کرو۔ باہر نہیں جا سکتے تو نہ جائیے اپنے بیوی بچوں پر اثر ڈالنے کی کوشش کیجئے ہر شخص یہ عہد کرے کہ میں نے اپنے حلقۂ اثر میں اس رنگ کو پیدا کرنا ہے۔ بیوی اور بچوں کی پرورش کی جو ذمہ داری آپ پر عاید ہوتی ہے۔ سوچو کہ کیا ان کی تربیت اور پرورش تم اس رنگ میں کر رہے ہو کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے سچے متبع بنیں بہت بڑی بات نہیں۔ اتنی بات دیکھ لو کہ تم اپنی بیوی بچوں کی اس رنگ میں تربیت کر رہے ہو کہ ان کو قرآن سے اور محمد رسول اللہ صلعم سے عشق پیدا ہو جائے۔ منہ کی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا یہ رنگ دن رات کی کوشش سے پیدا ہو سکتا ہے۔

قرآن اور رسولِ خدا کا عشق پیدا کیجئے

غیر ملک کے لوگ (انگریز) یہاں آئے اور چلے بھی گئے مگر آپ کو علم ہے کہ ہماری نسلوں پر کیا بُرا اثر چھوڑ گئے ہیں وہ اثر اب بھی باقی ہے۔ گو وہ جا چکے ہیں وہ غیر ہو کر اپنا اثر یہاں تک ڈال جائیں کہ ان کے بعد بھی وہ اثر ہم پر باقی ہے اور ہم اپنے ہو کر اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں نہ کر سکیں۔ کہ ان میں قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کا عشق پیدا کر سکیں یہ میں مانتا ہوں کہ ہر ایک استعداد یکساں نہیں ہوتی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان باتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ ہم صرف انہیں روٹی کمانے کے قابل بنانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی اخلاقی تربیت اور اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کے اندر قرآن اور محمد صلعم کا عشق پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

صدقہ جاریہ

خوب یاد رکھو خدا تعالےٰ

اپنی اولاد کی تربیت اور اصلاح کے متعلق ہم سب ذمہ دار ہیں۔ ان کی زندگیاں بہتر ہو جائیں گی تو تمہارے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور بطور صدقہ جاریہ یہ آگے چلیں گی۔ سکول بناؤ۔ ہسپتال قائم کرو۔ پل بناؤ۔ یہ سب اچھے کام ہیں مگر خدا تعالےٰ کے نزدیک سب سے بڑا صدقہ جاریہ یہ ہے کہ "اچھے انسان" بناؤ اور تم اپنی اولاد کو اچھے انسان بنانا چاہتے ہو تو قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کا عشق ان کے اندر پیدا کرو۔ تم کلیتاً ان کے ذمہ دار ہو۔ تمہاری ذمہ داری صرف اتنی نہیں کہ تم نے اپنی اولاد کو روٹی کمانے کے قابل بنایا یا نہیں۔ تمہاری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ تم نے اسے با اخلاق اور اچھے انسان بنایا یا نہیں۔ روٹی کمانے کے قابل ایک چار پایہ بھی اپنی اولاد کو بنا دیتا ہے۔

مسلسل کوشش کی ضرورت

بات یہ ہے کہ تم کوشش نہیں کرتے۔ پانی کے اندر ایک چھوٹا سا کنکر پھینکو تو وہ بھی تھوڑا سا تموج پانی میں پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے بڑی چیز ڈالو تو وہ اس سے زیادہ تموج پیدا کرے گی یہاں تک کہ ایک بڑا پتھر پھینکا جائے تو اس سے پانی اچھل کر باہر نکلنے لگے گا۔ یہی مثال اس دنیا میں تمہاری جدوجہد کی ہے، تھوڑی جدوجہد ہوگی تھوڑا اثر پیدا کرے گی بہت ہوگی بہت اثر پیدا کرے گی۔ تمہاری جدوجہد اس بات میں لگ جائے کہ ہم نے اپنی اولاد کی اصلاح اور صحیح تربیت کرنی ہے اور ان کے ہر فعل پر کڑی نگاہ رکھی جائے تو تم وہ اصلاح کر بھی لو گے۔ سوچ لو کہ جب ہمارے اوپر غیر اور باہر کے لوگ اثر ڈال سکتے ہیں تو ہم اپنی اولاد پر کیوں اثر نہیں ڈال سکتے۔

عیسائی مشن کے ارادے

ایک دفعہ عیسائی مشن کے لوگوں سے دریافت کیا گیا کہ تم مسلمانوں کے اندر بے انتہا روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہو اس خرچ کے بالمقابل یہ تو بتلاؤ کتنے مسلمانوں کو عیسائی بنایا۔ تو ان کا جواب تھا کہ بے شک ہم مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ لیکن ہم نے مسلمانوں کو مسلمان بھی رہنے نہیں دیا۔ محمد صلعم اور قرآن کا عشق ان کے دلوں سے محو کر دیا ہے۔ ہمارے طبقۂ امراء یا درمیانے طبقہ کے بعض لوگ

Matrimonial

POST your credentials online on "mehndi.com", the most comprehensive web site ever build. Effective, trustworthy and secure. Thousands of potential matches in and out side of Pakistan are available. The most efficient way of finding your match. Post your profile for free and search the comprehensive database with pictures and details. Join now.www.mehndi.com with 100% anonymity. (CM-22029)

WE arrange voluntarily suitable proposals from respectable and educated families. Parents contact Social Worker Mrs. Jaffery. 5169515, 0300-4127526. (CM-22022)

PROPOSALS for perspicacious children for brilliant future VIP families preferably secrecy. Trust worthy organisation for Arain Bradari Al-Rai. 5168830-0300-9444017. (CM-22022)

IDEAL matches for your sons/daughters, the parents may kindly contact Mrs. Maj. Saleem Tareen, 421-M Block Model Town Ext. Lahore. 042-5169431, 0303-6461814. (CM-83274)

NEWYORK MARRIAGE BUREAU

SEARCH own match Sunni/ Shia Pakistan/ Foreign www.nymarriage.net Alhaj Dr. Major Aslam 5893161 Zaidi 6650279,0333-4408277 (CM-21398)

SADAT FOUNDATION MATRIMONIAL

EVERY caste, families matrimonial services parents contact Mahboob Galani Sadat Foundation. 467/B Tajpura (LDA) LHR. 0300-4584066 sadatwpak@yahoo.com (CM-83277)

BEST MATCH WANTED MATRIMONIAL

WIDOWS, divorced, unmarried, all in all age 45/50 years live for abroad contact Jang Box 838 Lahore. (CM-22017)

MATRIMONIAL match required for 24, 28, 31 years old Arain professional girls, settled in London Only need Doctor, Engineer Accountant Apply with photograph and Phone No. P.O. Box # 3231 Gulberg-III, LHR. (CM-22037)

BEST MATCH CH. PERVAIZ

BOY 32 CA, 37 MSc Physics, CAA, 30 years Business London 30 years Civil Engg. USA, required best educated match, 5176066, 0303-6403783 (CM-22017)

26 years old 'CSS' on training Defence/ 29 years old Master Computer, father Brigadier Kashmiri/ 25 years old Lady Doctor beautiful Arain, landlord posh area. For contact: 5161797 (Begum Usmani) (CM-22026)

PROPOSALS MATCHING URGENT REQUIRED

34 years Mechanical Engineer, 28 years Civil Engineer, 38 years British National well settled require independent, professional females, late, divorced foreign also accepted. 042-5303755 (CM-22026)

KHIDMAT-E-Khalaq package without payment trusted name specially for boys Package Rent-a-Car Abpara Stop Wahdat Road Lahore. 5867310, 0320-4250151 (CM-22025)

MALE 34 Bank Officer (divorced) 42 years American qualified 2nd marriage posh area, also late/ 2nd marriage & foreign proposals. Amir Ch. 5855250, 0333-4258010 (CM-22034)

BOY 27 MBA LUMS small family/ boy 29 Engineering from America/ 32 years factory owner Model Town required educated proposals. Amir Ch. 5855250, 0333-4258010 (CM-22034)

DAUGHTER 27, fair, 5 feet height M.A English required proposals from educated families. 0303-6621625, 0303-6613944 (CM-22034)

SEEKS relation of an energetic smart highly educated girl for young 26 years Master Degree Comp. Sc. Govt. employee, preference Syed Zaidi family in abroad would be applicable. 6815989, 0300-4421013 (CM-83264)

SUNNI Punjabi family daughter tall fair & educated required proposal of well placed tall gentleman minimum graduate between age 30-45 years. Contact: Tel: 042 5162649 (CM-83316)

27 Years foreign qualified Mechanical Engineer, 28 years MBA (LUMS), 32 years Electrical Engineer, 26 years Lady Doctor. Mrs. Farrukh 7115530 (CM-83308)

SUNNI parents from Lahore residing in London, are looking for a suitable match for their 24 years U.K born daughter (brought up in Lahore) who is on a short visit to Pakistan. She is 5'3", slim and good-looking and has done a BSc (Hons) in Information Systems (UK). Gentleman should be 25-29 years, approx 5'9" and above and professionally qualified. Please send details to imtiazuk56@yahoo.co.uk Tel: 6674883, 0300-4585534 (CM 83306)

AMERICAN maid (21-22) (origin from Pak. Fam.) grown up in pure Est. Culture, needs only Engineer or Doctor in 30 years. 0320-45-46 249 (CM-83305)

PROPOSAL required for graduate daughter of retired Bank-Officer, 32 sharp, smart, living posh area from well cultured civilized families. Phone: 5171389 (CM-83309)

WELL established in Lahore 32 Jat PG Doctor cum Businessman independent requires compatible Doctor FCPSI must be settled in Lahore. P.O. Box 6066 GPO Lahore Cantt. (CM-83318)

RAJPUT DAUGHTER AGE 28 5'6"

MSC Physics serious parents of educated and responsible son preferably Army, Bank Officers Lecturer may contact 0300-4623221 (CM-83302)

Medical

HOSPITAL EQUIPMENT FOR SALE

ANAESTHESIA Machine; medical gas cylinder, cardic monitor, ventilator, x-ray chest stand cassette, hynger fatal Doppler, electric plaster cutter weight machine, operation instrument air condition. Contact Amjad 7599928 (CM-22014)

MEDICAL EQUIPMENT FOR SALE

(1) C-ARM Siemens model Siremobil-2, (2) Anaesthesia machine (3) Infusion pumps 5423109, 0300-4586158 (CM-83305)

Miscellaneous for Sale

COMPUTER Office table 48"x30" with lock drawer and shelf. Dayar wood with pine lamination grey revolving office chairs with arm rest. Excellent condition must sell today. Call Bilal 0300-8488977. (CM-22026)

TWO hosiery a Denim Unit available for immediate sale at a machinery is in very good condition. Affordable price. Contact M.H Khan 0333-4362180 (CM-83311)

MISCEL. household / office items. Sabro 2 ton water chilled A/C with stand. Daiken 1 ton window A/C. etc. Ph: 0300-8440619 (CM-83293)

Pets & Kennels

PIT BULL DOGS FOR SALE

PUPPIES & two young dogs American imported. Contact: Mr. Jamil 0300-9410983 (CM-83299)

SIAMESE kitten for sale. Contact 0300-9464065, 0300-9466434, 6684448 (CM-83299)

SHOW quality Pedigreed Rotweiler pups for sale. Sire: Gonzo Von Der Holzhaussiedlung. Dam: Aderina Vom Windhafer. Contact: (Ahsan) 0300-9461681 (CM-83319)

EXCELLENT, beautiful, vaccinated pure Persian, kittens in different colours come and see the beauty of Persian kittens. Call now contact Umer 0300-9455600 (CM-83319)

Professional Services

GOLDEN opportunity for working ladies of schools/ colleges/ offices as pick and drop facility on well maintained cars with punctuality and reasonable monthly rents. Contact: 0300-4100964, Email: sohaibazhar@hotmail.com (CM-83318)

Trademark/ Registration

TRADEMARK REGISTRATION/COMPANY

INCOME and Sales Tax Consultancy Pvt Ltd company, firm, NTN, GST, chamber registration, trademark. Contact Rashid Law Firm 7353939, 0300-8404113. (CM-22011)

FOR registration of service marks according to rules recently notified by the Govt of Pakistan, the service-providing institutions academies, banks, leasing Cos., travel, courier, advertising agencies, transporters, beauty parlours, property, car dealers, printing presses, hospitals, clinics, hotels, restaurants, food shops, music groups, stores, shops and others may contact Prime Trademark & Copyright Services, 15-Edward Road, Lahore, Ph 042-7248462. (CM-22029)

Travel & Tourism

CHARTER flights for consumer goods marketing teams. Visit to remote areas like Faisalabad, Swat, Bahawalpur, Rahimyar Khan, Multan and back the same day. Promote & study customer response and new demands. Get special packages for multiple visits. Contact Hybrid Aviation, 0300-9495610, 042-5857709 and 0300-8413650. (CM-83250)

HH Tours, holiday, planner. Are you planning to enjoy yours summer holiday We offer the following packages with affordable rates. Family package, honey moon package, student package, conference package. Hotel reservation all over Northern Areas, quality services and care. For details please contact HH Tours, 524-A Faisal Town Lahore. Ph 042-5171473-4, Mobile: 0300-4140963. (CM-83248)

DISCOVER the world with Holiday Makers packages. Visit our office and lookout for value for money tours available to scenic northern areas, Mountain Valleys and Hill Stations of Pakistan. Dozen of suggested itineraries ranging from Day Excursion to 09 Days tours available for individuals, families and groups. The larger the group, the more economical the package. Dubai Dubai ! Excellent four days package including visa processing, airport transfers, breakfast and accommodation available from USD 179/- Also available Hot Favorite Packages to destinations in the far east and luxury star cruises. Umrah, Umrah various packages from economy to first class inclusive airticket, Umrah Visa processing, accommodation (Makkah & Madinah) and transportation available. Contact us for hotel bookings on very special discounted rates for Europe, USA, Far East etc. For details contact Waljis Holiday Makers (GL No.2): Islamabad: 2870201 - 11, Lahore: 5870781 -4, Karachi: 5660248, 5661865, 5673269.Web Site www.waljisholidays.com (CM-42189)

Tuition

LAUREL ACADEMY DEFENCE HOME TUITION + ACADEMY COACHING

EXPERIENCED professors/lady teachers available for all classes/schools/colleges (all Lahore) O, A Levels, Cambridge, MBA, SAT, ICS, F.Sc., B.Com. 21-H near Shezan, Defence 5720766, 6687008, 0300-9449559. (CM-82909)

O-LEVELS -UCAS A/C CAMPUS

FOREIGN & local qualified teachers for Urdu, Islam, English, Accounting, Commerce, Busi, Pak Studies, Add Maths, Physics, Bio/Chem, Revisions & Regular UCAS 6667388. (CM-83269)

BEACON HOME TUITION

BEACON qualified experienced tutors, professors, ladies, gents available for all classes/subjects at your residence. (Trial free). 7570990, 7468485, 7570576. (CM-83318)

OXFORD ACADEMY

EDUCATION with experience O/A Level Matric specialist, KG to M.A., IBM. Com, Computer, TOEFL, IELTS, CAT, ACMA. (Sunday open) # 7553996, 0300-8439162. (CM-83318)

HOME TUITION SPECIAL COACHING SERVICES

CAMBRIDGE O/A Levels (Science/Arts) Commerce, Computer Nursery to Matric, FA/F.Sc, BA/B.Sc MA (all subjects) spoken English I/B.Com MBA, MCS, BCS, OCP/DBA and for the students of English/Urdu Medium coaching by highly qualified experienced professionally dedicated (male/female) teacher professors are available at your residence for better achievement and excellent results. Please call at Usman Academy. Ph: 7585354, 0303-6410303. (CM-83318)

A STUDY POINT 4 PM TO 10 PM

INDIVIDUAL attention one to one teaching Matric, Cambridge subjects. Female faculty for juniors. 0320-4623819, 5742149, 5743945. 254-Y, Commercial DHA (CM-83306)

SUMMER CAMP

MONTESSORI trained teacher with foreign qualification, five years of work experience and a background from Convent and Kinnaird offers Summer Camp especially for Play Group, Montessori, Prep, One, and Two. Contact: Miss. Mariam Naseer Lahore Cantt. Cell: 0300-416-8730 (CM-83320)

O/A LEVEL MATH + ADD MATH

EXPERIENCED teachers Math Syllabus D, Add Math, Stat, English SAT, F.Sc., B.Sc., Matric weak students only, Prof Arshad 5731344, 0320-5420204 (CM-83331)

SHAYAN HOM

EXCELLENT Res future O/A Level subjects ladies g sors at your home all Lahore # 741 22008)

COMYAB TU FOR KIDS AND

THE best tutors avai dents of any leve Excellent results. Comyab Academy Tutors welcome 584 83217)

HOME TUTORS S

HIGHLY qualif English Spoken hon Prep to O/A Level Masters all subjects contact (Prof. Mi 4311306, 5303 22041)

HIGHLY qualified able for A/O Levels Matric, F.Sc., B.S under the supervi Army Officer. Con Enterprises 5894 22031)

HIGHLY skilled tutor all school Choueifat, LA Senior, O/A levels M.Sc, Math, Chemistry, Commerce, week group tuition als ISATI every adr preparation. Sh 0320-4838020, (CM-82942)

SUMMER Camp, medium schoo learn English, Ma and other subject supervision. 4230026, 033 (CM-22019)

TUTORS AVA

FOREIGN qualified Level, Economic English Contac 4387765, 03C (CM-83277)

EIGHTEEN years ence of improvi in all subjects d mers vacations emphasis on En creative writing, grammer, Mathe Science. From to Class-V. Con 6681319, 0300 0300-4148398 22029)

O/AS/ A-ACCO

BEGINNER level ented classes st June. Only for gi Mr. Saba Bilal (ate) Ph: 5121 83312)

QUALIFIED Home able for F.A, B.A, B.Com, BCS, accounting compu Contact 0300 5163624, 516 83306)

نہیں بھی ان کے بچوں کی تربیت اب بھی عیسائی استادوں کے ماتحت ہوتی ہے۔ کیا یہ قرارداد مقاصد کی اتباع ہے؟ کیا قرآن کے ماتحت بھی کوئی ان کی تربیت ہو رہی ہے کیا ہم رسول خدا کے نقش قدم پر ان کو چلانے کی بھی کوئی تربیت کر رہے ہیں۔

حکومت کی غفلت

خود اسلامی سکولوں اور کالجوں میں اسلامی تعلیم کوئی نہیں۔ اور عذر یہ ہے کہ قرآنی تعلیم دینے والے استاد نہیں ملتے۔ عاجزی کی بھی انتہا ہے۔ حکومت اپنی ہو اور قرآن کے پیروؤں کو قرآن اور رسول کی محبت کے دعویداروں کو قرآن سکھانے والے نہ ملیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلانے والے نہ ملیں۔ عملی طور پر ہر جگہ یہی حالت ہے۔ حالانکہ ہمارے ذمہ دار عہدیداروں کے دلوں میں اگر یہ تڑپ موجود ہو تو چھ ماہ کے اندر ایسے استاد تیار ہو سکتے ہیں جب تک حکومت کو خدا تعالے سمجھ دے یا سامان عطا کرے اس وقت تک ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے اور رسول کے رنگ میں رنگنے کی خود فکر کرنی چاہیئے۔

احباب جماعت کی ذمہ داری

میں اپنی جماعت کے افراد کو اس کا ذمہ دار قرار دیتا ہوں جب تک بچوں کے دلوں میں قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کا عشق پیدا نہ کیا جائے اس مقام کو کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جس کی طرف محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم ہم کو لے جانا چاہتی ہے اس لئے ہر باپ اور ہر ماں کا فرض ہے کہ ان کے بچوں کی خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں صحیح طریق پر تربیت ہو اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی میں ہو۔ ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا جو آج عزم کرے اور وہ تھوڑے دنوں کے اندر کامیاب نہ ہو۔ ہمارا عام طور پر مطمح نظر تعلیم کے متعلق آج کل یہ ہے کہ ہماری اولاد کے اخلاق بنیں یا نہ بنیں خدا اور اس کے رسول پر ان کا ایمان ہو یا نہ ہو۔ اگر انہوں نے امتحان پاس کر لیا تو سب کچھ بن گیا۔ اس ذہنیت کے متعلق میں صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ یہ ایک مسلمان کی ذہنیت نہیں۔ اگر ابھی تک ہم نے قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کے رنگ کو لینے کی اور اسکو اپنی نسل میں پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی تو کچھ بھی نہیں کیا۔

لاپرواہی ترک کر دیں

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کو میں پھر دہراتا ہوں اپنی اولاد کے دلوں میں محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کی محبت پیدا کرو۔ اپنی اولاد میں اس اثر کو پیدا کرو۔ اپنے حلقہ اثر میں اس رنگ کو پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اگر ان باتوں پر توجہ نہ دو گے تو یاد رکھو لاپرواہوں کا جو حشر ہوتا ہے وہی ہم سب کا حشر ہوگا۔ اس کے بعد ہم خدا کے حضور سر رکھ کر رو دیں گے یا چلائیں گے۔ تو اس کا نتیجہ بھی کچھ نہ ہوگا۔ دعا وہی سنی جاتی ہے جس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ یہی ہماری قوم کی زندگی کی بنیاد ہے۔ اپنی اولاد میں اس رنگ کو پیدا کرو کہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ ان کے دلوں میں عشق پیدا ہو جائے۔

نیک اثر

یہ قرآن ایک بے بہا نعمت ہے وہ نقش جو ابتدائی عمر میں بچے کے دماغ پر ڈال دیا جائے وہ آخر تک قائم رہیگا جس طرح انگریز ایک اثر ڈال گیا ہے کہ بعض لوگوں کو ناچنا اور شراب پینا، اچھے کام معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے ان کو خوشی حاصل ہوتی ہے اسی طرح تم اپنی اولاد میں یہ اثر ڈالو کہ انہیں نماز اور روزہ اچھی باتیں معلوم ہوں ان کو قرآن پڑھنے اور پڑھانے سے اور قرآن کو دنیا میں پھیلانے سے خوشی حاصل ہو۔ برے اثر کو دور کرنے کے لئے نیک اثر کا پیدا کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ نیکی کا اثر بدی پر غالب آجاتا ہے۔

احسان الٰہی

خدا کے فضل سے اس جماعت میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن کی سوائے اس بات کے کوئی غرض نہیں۔ کہ خدا کا اور اس کے رسول صلعم کا نام دنیا میں بلند ہو اور اس غرض کے حاصل کرنے کیلئے اپنا مال بھی خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں ملتی۔ اور میں تو کہتا ہوں کہ یہ تو خدا تعالے کا آپ لوگوں پر احسان ہے کہ آپ کے مالوں کا کچھ حصہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خرچ ہوتا ہے حق اور صداقت کے پھیلانے کے لئے خرچ ہوتا ہے۔ اسلام۔ قرآن۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کا نام دنیا میں روشن کرنے پر خرچ ہو رہا ہے یہ بھی درحقیقت کسی نیک بات کے ابتدا میں دماغ میں پڑ جانے کا نتیجہ ہے۔ خدا کے ایک برگزیدہ بندہ نے یہ اثر آپ لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا کہ خدا کے رستے میں خرچ کر کے آپ کو خوشی ہوتی ہے

ایک بزرگ کا ایثار

ہمارے بزرگ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب مدراس والے جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ کسی زمانہ میں بڑے آسودہ حال تھے اور بعد میں بڑی بڑی مصیبتوں کا بھی شکار ہوئے مگر میں نے دیکھا ہے کہ اس وقت بھی اپنے پیٹ کو کاٹ کر خدا تعالے کے رستہ میں دیتے تھے۔ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے خرچ کرتے تھے۔ میں یہ واقعہ تعریف کے رنگ میں بیان نہیں کر رہا۔ بات یہ ہے کہ کان میں پڑی نیکی کی بات دل کے اندر گڑ جاتی ہے۔ ان کو اعلائے کلمۃ اللہ کے کام سے وہ محبت ہے جو بڑے بڑے اولیاء اللہ میں دیکھنے میں آتی ہے۔ ان کا اور ان کے بھائی صاحب شیخ محمد امین صاحب کا ایک چھوٹا سا کارخانہ ہے ابھی جب میں خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا۔ تو اس سے پیشتر انہوں نے میرے ہاتھ میں تین ہزار پچاس روپے خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کے لئے دیئے۔

کارخانہ دار متوجہ ہوں

ذرا سوچنے والی بات یہ ہے اس چھوٹے سے کارخانہ کے مالک کو اتنی بڑی رقم خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لئے توفیق اللہ تعالے سے مل گئی۔ میں دوسرے کارخانہ داروں کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں بہتیرے ایسے احباب ہیں جن کے کارخانے اس سے دس گنا پچاس گنا بلکہ سو گنا بھی ہوں گے، یہی تڑپ ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے، تو خدا تعالیٰ اس جذبہ کو پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کر دے گا اور ہم دنوں میں ایک انقلاب دنیا میں پیدا کر سکتے ہیں۔

رسول خدا کی محبت قلوب میں پیدا کیجئے

بالآخر میں پھر یہی کہوں گا۔ کہ اپنی اولاد کو سنبھال لینا چاہیئے۔ ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیئے کہ صحیح رنگ میں انکی پرورش اور تربیت ہو اور یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنا اچھا فعل ہے یا نہیں بعض اوقات ہم اپنی اولاد کو پیسے دیتے ہیں وہ بازاری چیزیں خرید کر کھا لیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا معدہ خراب ہو جاتا ہے اور کئی ایک بیماریوں کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے گھروں میں سینکڑوں روپے کے کھلونے بھی آجاتے ہیں اس عارضی خوشی کے لئے تو ہم سینکڑوں روپے خرچ کر دیں مگر خدا اور اس کے رسول سے محبت پیدا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے اپنے بچوں کو پیسے دو مگر اس غرض کے لئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے خدا کے رستہ میں خرچ کریں۔ اس سے ان کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کی محبت پیدا ہوگی اور ان کی زندگیاں سنور جائیں گی۔ اس بات کی طرف ہر باپ کو توجہ کرنی چاہیئے یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو بڑے بڑے نیک نتائج پیدا کر دیتی ہیں۔ ان کو اختیار کرو تاکہ دنیا میں ایک انقلاب اس ذریعہ سے بھی پیدا کر دو۔

اشتہار مشعر حکم حاضری مدعا علیہ
(زیر آرڈر ۵ - قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان ایم - ایس - سی - ایل - ایل - بی - سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

نمبر مقدمہ ۱۶۱ دیوانی بابت سال ۱۹۵۰ء

مسٹر ٹی لے - چنائی بذریعہ مسٹر کے لے ملہوترا - مدعی - بنام سردار انباشی سنگھ پروپرائٹر نشاط میڈیکل ہال جناح روڈ کوئٹہ حال وارد ہندوستان - مدعا علیہ۔

دعویٰ مبلغ -/۶۹۴ روپے

بنام

سردار انباشی سنگھ پروپرائٹر نشاط میڈیکل ہال جناح روڈ کوئٹہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ سردار انباشی سنگھ بطرف ہندوستان چلا گیا ہے۔ اور اس کا موجودہ پتہ معلوم نہیں۔ جس پر حسب معمول تعمیل سمنات کی جاوے۔ لہذا اشتہار ہذا بنام سردار انباشی سنگھ مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بتاریخ ۳۰/۹/۵۰ (۳۰ ماہ ستمبر ۱۹۵۰ء) حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۶/۹/۵۰ (۶ ماہ ستمبر ۱۹۵۰ء) کو بثبت دستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم

داخلی امن و امان کیلئے
حکومت پاکستان کا ایک مستحسن اقدام

ہفت روزہ رسالہ "رفتار زمانہ" نے مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے رسالہ "الشہاب" کی دوبارہ اشاعت کی ضبطی پر احراری اخبار "آزاد" اور جماعت اسلامی کے روزنامہ "قاصد" کے اعتراضات کے جواب میں عنوان بالا سے ایک زبردست مضمون لکھا ہے جو ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:-

حکومت پنجاب نے "الشہاب" نامی رسالہ کی طباعت و اشاعت ممنوع قرار دے دی ہے حکومت کے اس حکم کے خلاف جو داخلی امن و امان برقرار رکھنے کے لئے جاری کیا گیا ہے انتشار پسند عناصر کی طرف سے نہایت مذموم قسم کا پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ اور زمین و آسمان کے قلابے ملا کر حکومت کے اس اقدام کو خلاف اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے معزز معاصر "آزاد" اور "قاصد" جو علی الترتیب مجلس احرار اور جماعت اسلامی کے آرگن ہیں۔ ان انتشار پسند عناصر کی ترجمانی میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے تین چار باتوں کو عجیب انداز میں ہوا دے کر عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ:-

(۱) یہ رسالہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا لکھا ہوا ہے۔

(۲) انگریزوں تک نے اسے اپنے دور حکومت میں ضبط کرنا ضروری نہ سمجھا

(۳) اس حکم کی زد "الشہاب" پر نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ پر پڑتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے۔ ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ رسالہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح کا لکھا ہوا نہیں ہے، بلکہ اسے آج سے بیس سال قبل مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے لکھا تھا۔ یہ کہنا کہ اس رسالہ کو شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح نے لکھا ہے، اس لئے درست نہیں کہ اس سے عوام کے ذہنوں پر یہ اثر ڈالنا مقصود ہے کہ گویا شیخ الاسلام نے مسلم لیگ میں شمولیت اور قیام پاکستان کے بعد اسے تحریر کیا تھا۔ حالانکہ یہ رسالہ انگریزوں کے زمانے میں آج سے بیس سال قبل لکھا گیا، اور اسے لکھا بھی مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے جو اس وقت خود مسلم لیگ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا کہتے تھے۔ ان کے نزدیک مسلم لیگ کے لیڈر اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے ظاہر ہے کہ اس وقت کے مولوی شبیر احمد دیوبندی کو اس زمانے کے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح سے کیا نسبت ہو سکتی ہے جو خاص مسلم لیگ کے حاصل کردہ پاکستان میں شیخ الاسلام کے لقب سے نوازے گئے۔ اگر اس زمانے کے مولوی شبیر احمد دیوبندی اور شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی میں کوئی فرق نہیں ہے تو کیا آج شیخ الاسلام ہونے کی حیثیت سے ان کے وہ اقوال ہمارے لئے حجت ہو سکتے ہیں۔ جو انہوں نے مسلم لیگ میں شمولیت سے قبل مسلمانوں کی اس سیاسی تنظیم حضرت قائد اعظم کی ذات والا صفات اور مطالبۂ پاکستان کے خلاف کہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس اس زمانے کے مولوی شبیر احمد دیوبندی اور موجودہ وقت کے شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو لوگ اس فرق کو مٹا کر ان کے سابقہ اقوال اور روش کو پاکستانی مسلمانوں کے لئے حجت قرار دینا چاہتے ہیں وہ صریحاً مغالطہ دہی سے کام لے رہے ہیں۔

علاوہ ازیں اس لحاظ سے بھی اس رسالے کو حضرت شیخ الاسلام کی طرف منسوب کرنا درست نہیں کہ انہوں نے اس حال میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تھی کہ مسلمانان برصغیر کی اس واحد سیاسی تنظیم میں جملہ فرقہ ہائے اسلام بلا تفریق و امتیازات شامل تھے۔ حضرت قائد اعظم رح نے جیتے جی کبھی مسلم لیگ کے دروازے کسی پر بند نہیں کئے۔ جس نے کہا میں مسلمان ہوں، قائد اعظم رح نے اسے سینے سے لگا لیا۔ ایسے حال میں حضرت شیخ الاسلام نے لیگ کی رکنیت قبول کی اس کے قوانین و ضوابط کی پابندی اپنے اوپر لازم گردانی اور اس کے اغراض و مقاصد کے حصول میں کوشاں رہے پھر قیام پاکستان کے بعد امور مملکت میں قائد اعظم رح نے بلا تفریق و امتیاز ہر مسلمان کہلانے والے کو خدمت کا موقعہ عطا فرمایا اور کسی کو بشرطیکہ وہ اہل تھا فرقے وارانہ تفریق کی بنا پر رد نہ کیا اور نہ کسی کو گردن زدنی ٹھہرایا۔ حضرت شیخ الاسلام رح قائد اعظم رح کی ایک ایک حرکت کی تصدیق فرماتے رہے اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کی فلاح و نجات کو وابستہ سمجھتے رہے تو گویا مسلم لیگ کے اصولوں کو اپنانے کے بعد مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی میں ایک انقلاب عظیم آیا، پہلے انہوں نے اپنی سابقہ روش اور اقوال سے ارتداد اختیار کیا اور پھر مسلم لیگ میں شامل ہوئے اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ چونکہ "الشہاب" ایسے رسالہ کی اشاعت پاکستان کے مفاد اور مسلم لیگ کے اصولوں کے سراسر منافی تھی، اس لئے حضرت شیخ الاسلام رح نے مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی اٹھارہ بیس سال پہلے کی تحریر کو دوبارہ شائع کرنا اور اس کی اشاعت کا انتظام فرمانا مناسب نہ سمجھا اور اس سے محترز رہے لیکن آج جبکہ حضرت قائد اعظم رح اور علامہ شبیر احمد عثمانی رح اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ بعض دشمنان پاکستان اس تحریر کو شائع کر کے حضرت شیخ الاسلام کے نام کو غلط طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں، اور مطلب براری کے لئے مولوی شبیر احمد دیوبندی کو حضرت شیخ الاسلام کی شکل میں پیش کر کے پاکستان کے اندر ایسے حالات پیدا کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ جن میں حکومت کے لئے اندرونی امن قائم رکھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

اس رسالے کی ضبطی پر سیخ پا ہونے والوں نے یہ ڈھنڈورا بھی پیٹا ہے کہ برطانوی دور حکومت میں تو اسے ضبط نہیں کیا گیا لیکن پاکستان کی اسلامی حکومت نے خلاف توقع اس کی ضبطی کے احکام صادر فرمائے ہیں۔ انگریز کا حوالہ وہ دوسرا مغالطہ ہے جو اس ضمن میں دیا جا رہا ہے۔ انگریز کا کوئی فعل آج ہم پر حجت نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنی مصلحتوں کے تحت بساط سیاست پر مہرے چلایا کرتا تھا اور اس کی یہ کوشش ہوا کرتی تھی کہ کسی طرح اس ملک کے باشندے آپس میں برسر پیکار رہیں اور اس کی اپنی دکان چلتی رہے۔ چنانچہ ہندوستان کی برطانوی حکومت کو کیا ضرورت تھی کہ وہ ایسے رسالے کو ضبط کرتی جس میں مسلمانوں کے ایک فرقے کو مرتد گردان کر انہیں واجب القتل قرار دیا گیا۔ یہ چیز تو اس کی اپنی خواہش کے مطابق لوگوں کو باہم لڑوانے والی تھی۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف اکسا کر باہم متحد ہونے سے روکنے والی تھی، وہ اسکو کیوں ضبط کرتی؟ اب زمانہ اور ہے مسلم لیگ کی حکومت میں انتشار اور فتنہ و فساد پھیلانے والے کو ایک لمحہ کے لئے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ قائد اعظم رح کے اپنے الفاظ میں ہمیں آج پہلے سے بھی زیادہ متحد رہنے کی ضرورت ہے ایسے حالات میں ملک کے اندر فتنہ و فساد کی طرح ڈالنے والوں کی تخریبی سرگرمیوں کو جن میں سے ایک پورے بیس سال کے بعد حاشیہ آرائیوں کے ساتھ "الشہاب" کی اشاعت بھی ہے، کچلنا نہایت ضروری ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو کھلی چھٹی دینا قومی و ملکی مفاد سے غداری کرنے کے مترادف ہے پس اس موقعہ پر انگریز کا حوالہ دینا کہ جو خود اس قسم کے اختلافات کو ہوا دے کر اپنا الو سیدھا رکھنا چاہتا تھا، محض شرارت ہے جس میں نیک نیتی کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

اب ہم حکومت پاکستان کے خلاف شور مچانے والوں کے تیسرے اعتراض کی طرف آتے ہیں جو نہایت اہم ہے۔ معاصر "آزاد" اور "قاصد" نے لکھا ہے کہ ضبطی کے متعلق حکومت کے اس اقدام کی زد "الشہاب" پر نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ پر پڑتی ہے ہمارے نزدیک سب سے بڑا مغالطہ ہے جو اس ضمن میں پاکستان کے صلح جو و امن پسند شہریوں کو دیا جا رہا ہے۔ اور جس کے ذریعہ انہیں تشدد پر اکسانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قتل مرتد کے عقیدے کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ خالص اس دور کے علماء کی ایجاد ہے۔ قرآن مجید کی کوئی ایک آیت ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں مرتدین کو قتل کر دینے کا اشارہ بھی پایا جاتا ہو۔ بھلا قرآن جیسی کامل ترین شریعت ایسے عقیدے کی کیونکر تعلیم دے سکتی ہے کہ جو اسلام کی بنیادوں کو جڑوں سے ہلا دینے والا ہو۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے تو پھر اسلام وہ اسلام نہیں رہتا جسے قریباً آج سے چودہ سو سال پیشتر خدا تعالے نے آنحضرت صلعم کی معرفت اس دنیا میں قائم کیا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا ہوتی ہے اللہ تعالے قرآن مجید میں فرماتا ہے:-

ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط

ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب و

میزان کی تاکید کی تاکہ انسانیت عدل و قسط کی بنیاد پر قائم ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عدل کے قیام پر بہت زور دیا ہے، اور مسلمانوں کو یہاں تک تاکید کی ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں بھی انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

بہر حال، اسلام، دوست دشمن سب کے ساتھ عدل برتنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس زمانے کے مولویوں کی طرح دوسرے مذاہب والے بھی یہی طریق اختیار کر لیں اور وہ بھی ہر اس شخص کو قتل کرنے کی ٹھان لیں جو شریعت حقہ پر ایمان لا کر حلقہ بگوش اسلام ہو۔ تو عدل و انصاف کی رُو سے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اسلام کی تبلیغ رُک جائے گی اور وہ اسلام جو عالمگیر مذہب ہونے کا دعویدار ہے چند کروڑ نفوس کے درمیان محدود ہو کر رہ جائے گا حالانکہ ابھی دُنیا کی اکثریت اسلام سے برگشتہ ہے۔ پھر اسلام کا نام ہی اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ اسلام صلح و آشتی کا مذہب ہے اور اس کا مقصد دنیا سے فتنہ و فساد کو مٹانا ہے لیکن ارتداد اختیار کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتارنے سے ظلم کا جو دروازہ کھلتا ہے وہ اسلام کے اس دعوے کو باطل کر کے رکھ دیتا ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے۔ پھر اس غلط عقیدے کی موجودگی میں اسلام کا یہ دعوےٰ کہ

لا اکراہ فی الدین
(دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں)

اور

من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر

(کہ جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے نہ مانے)

بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے۔ وہ مذہب جس کی مزید تبلیغ رک جائے اور خود جس کے پیرو آزادیٔ ضمیر سے محروم ہو کر نت نئے وساوس کی بدولت منافقت کے جنگل میں پھنستے چلے جائیں بھلا دین فطرت کہلا سکتا ہے؟ اور اپنے اس دعوے میں حق بجانب قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ تمام دنیا کے لئے ہے اور سارے ہی تمام زمانوں پر بھی حاوی ہے۔ پس یہ ایک عقیدہ ہی جسے اس زمانے کے مولوی صاحبان نے قتل مرتد کا نام دیا ہے اسلام کی جڑوں پر تبر رکھنے اور پاکستان میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے کے لئے کافی ہے جب اسلام میں اس عقیدے کی کوئی گنجائش نہیں اور قرآن مجید میں اس کے جواز کے لئے کوئی ایک آیت یا آیت کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی پیش نہیں کیا جا سکتا تو پھر یہ کس قدر بددیانتی ہے کہ "النہاب" کی ضبطی کو قرآن و حدیث کی ضبطی پر محمول کیا جائے لے دے کر آج تک اس عقیدے کی تائید میں ایک آیت پیش کی گئی ہے اور وہ بھی بنی اسرائیل کے متعلق ہے جس میں ان کی سرتابی کے باعث انہیں قتل نفس کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ آیت ہے :-

انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم۔

"یعنی اے بنی اسرائیل! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب توبہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرو، اور اپنے نفسوں کو قتل کرو۔"

اس میں بنی اسرائیل کو خود حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں۔ جو خودکشی پر دلالت کرتا ہے۔ اور خودکشی دین حنیف میں قطعی حرام ہے پھر ایک مرتد کو جو دین حنیف کو پھر جائے اور اس کی تعلیمات پر اس کا ایمان نہ رہے یہ حکم دینا کہ وہ اس جرم کی پاداش میں خودکشی کر لے بے معنی ٹھہرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قتل نفس اپنے اندر کچھ اور معنی رکھتا ہے۔ اور وہ معانی وہی ہیں، جو تفسیر کبیر، روح البیان، بحر المحیط اور مفردات راغب میں لکھے گئے ہیں یعنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنا، شہوات کو مٹانا اور اپنے نفسوں کو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں فنا کرنا وغیرہ۔ پھر اس امر سے بھی ان معانی کی تائید ہوتی ہے کہ اس قتل نفس کا ذکر توبہ اور رجوع الی اللہ کے بعد کیا گیا ہے۔ پس اس آیت کو قتل مرتد کی تائید میں پیش کرنا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے۔ برخلاف اس کے قرآن مجید کی بیسیوں آیات ایسی پیش کی جا سکتی ہیں جن میں ارتداد اختیار کرنے والوں کو سزا دینے کا معاملہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور انہیں اس سرتابی پر آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :-

من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر جس کا جی چاہے مانے، جس کا جی چاہے نہ مانے۔

گویا ہر شخص دین اختیار کرنے یا اس سے پھر جانے میں آزاد ہے، کیونکہ دین کا اختیار کرنا اس وقت تک عمل میں نہیں آ سکتا جب تک کہ وہ سابقہ دین سے نہ پھرے۔ ایمان کا تعلق تو دل سے ہوتا ہے۔ جب اپنی شومیٔ قسمت سے دل ایمان سے خالی ہو جائے تو پھر کسی کو مسلمان رہنے پر مجبور کرنا اسے منافق بنانے کے مترادف ہے :-

(۲) ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ وشاقوا الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ لن یضروا اللہ شیئًا۔

(۳) ان الذین ارتدوا علیٰ ادبارھم من بعد...... الخ

بیشک جن لوگوں پر رستہ ظاہر ہوگیا اور ظاہر ہوئے پیچھے انہوں نے انکار کیا اور اللہ کے راستے سے انہوں نے روکا اور رسول کی مخالفت کی۔ خدا کو یہ لوگ کسی طرح نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

بیشک جن لوگوں کو دین کا سیدھا رستہ معلوم ہوا اور پھر بھی وہ الٹے پاؤں پھر گئے (یعنی مرتد ہوگئے) شیطان نے ان کو بہکا دیا اور ان کی آرزوؤں کی رسیاں دراز کر دیں۔

(۴) ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلاً۔

"جو لوگ اسلام لائے، پھر اسلام سے پھر بیٹھے (یعنی مرتد ہوگئے) پھر اسلام لائے۔ پھر اسلام سے پھر گئے، اور (مرتد ہو جانے کے بعد) کفر میں بڑھتے گئے تو خدا نہ ان کی مغفرت کرے گا اور نہ ان کو راہ راست ہی دکھلائے گا"

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس آیت میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بار بار ارتداد کرتے ہیں۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص بار بار ارتداد اختیار کرے اور پھر کفر میں بڑھتا ہی چلا جائے؟ اس غلط عقیدے کی رُو سے تو پہلی مرتبہ ہی ارتداد اختیار کرنے پر وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ مزید ارتداد کا موقع ہی کیسے پیدا ہوگا؟ کسی شخص کا بار بار ارتداد اختیار کرنا اور بالآخر کفر میں بڑھتے ہی چلے جانا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ اسلام میں مرتد ہرگز واجب القتل نہیں ہے الغرض بیشمار ایسی آیات ہیں جن میں مرتدین کا ذکر تو موجود ہے۔ لیکن ان کے واجب القتل ہونے کا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے بلکہ انہیں محض گمراہ قرار دے کر جنتی زندگی سے محروم قرار دیا گیا ہے۔

یہ ثابت کر چکنے کے بعد کہ قتل مرتد کا عقیدہ اسلام کی رُو سے سراسر باطل ہی اور اسکو اسلام میں داخل کرنا گویا خود جڑوں پر تبر رکھنا ہے، اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ بالخصوص پاکستان میں اس غلط عقیدے کی تبلیغ و اشاعت کس قدر خطرناک نتائج پیدا کرنے کا موجب بن سکتی ہے؟

گذشتہ تین سال کے تجربے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ برصغیر میں امن و امان کے قیام کا دارومدار اقلیتوں میں خود حفاظتی کے احساس اور اعتماد کی بحالی پر ہے۔ مولوی صاحبان کا یہ ایک عقیدہ خرمن اعتماد کو نذر آتش کر کے برصغیر کے امن کو خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی اخبارات کئی بار اس موضوع پر اظہار خیال کر کے لکھ چکے ہیں کہ اگر اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے تو پھر اقلیتوں کا پاکستان میں محفوظ رہنا محال ہی نہیں ناممکن ہے۔ چونکہ پاکستانی عیسائیوں کی ایک خاصی تعداد مسلمانوں ہی میں سے آئی ہے اور آئندہ بھی ان کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں اس بات کا امکان ہے کہ اکا دکا مسلمان عیسائیت کا شکار ہوتا رہے۔ اس لئے ان کے دلوں میں خدشات کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر ہے، اور اس کی تمام ذمہ داری ان مولویوں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اس غلط عقیدے کو اسلام میں ٹھونس کر اسلام کے خوشنما چہرے کو داغدار کیا ہے۔ یہ عاقبت نااندیش لوگ جو اس وقت اس عقیدے کی ترویج و اشاعت میں کوشاں ہیں پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ہندوستان میں بسنے والے چار کروڑ مسلمانوں کی زندگیوں کے لئے ایسا خطرہ پیدا کرنے میں مصروف ہیں کہ جو انہیں لعدم ہو جانے یا ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیگا۔ ان کی ہلاکت یا ہجرت کے نتائج اس قدر خوفناک ہوں گے کہ ان کے تصور سے ہی رُوح کانپ اٹھتی ہے۔

ازیں حالات ہم واشگاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس نازک ترین دور میں قتل مرتد کے غلط عقیدے کو ہوا دینے والے قوم و ملک کے دشمن ہیں اور ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھنا ضروری ہے اسی لئے۔

ہم حکومت پنجاب کو اس اقدام پر مستحق مبارکباد سمجھتے ہیں جو اس نے بیس برس پہلے کی ایک پرانی تحریر کی شر انگیز اشاعت کو روکنے کے بارے میں بروقت کیا ہے اور اس طرح قوم و ملک کو ایک خطرۂ عظیم سے بچانے میں کمال جرأت اور ہوشمندی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

جناب میاں صاحب کے دلچسپ ارشادات

جناب میاں محمود احمد صاحب کے خطبات و تقاریر میں جو اخبار "الفضل" میں شائع ہوتی رہتی ہیں کئی ایک دلچسپ باتیں دیکھنے میں آتی ہیں، جن سے قارئین "پیغام صلح" کو بھی لطف اندوز کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ذیل میں اسی قسم کی چند باتیں ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ عنوانات ہمارے ہیں۔

جماعت کی تعداد میں مبالغہ

"سچی بات تو یہ ہے کہ گو ہم نے کبھی مردم شماری نہیں کرائی لیکن ہمارے اندازہ میں جماعت کی تعداد **دو لاکھ** کے قریب ہے اس سے زیادہ ہمیں نظر نہیں آتی، ممکن ہے اگر باہر کی جماعتوں کو ملا لیا جائے تو یہ تعداد تین لاکھ تک پہنچ جائے حد سے حد جس سے اوپر جانے کی کوئی گنجائش ہی نہیں وہ چار لاکھ ہے لیکن اب تو **مبالغہ کرتے کرتے** جماعت کے بعض لوگ جب اپنی تعداد بتاتے ہیں تو پچیس لاکھ تک بتا دیتے ہیں"۔

سکھوں سے بہت زیادہ تنظیم

"۲۵ لاکھ کے یہ معنے ہیں کہ ہماری تعداد سکھوں سے **نصف** ہو جائے مگر چونکہ ہمارے اندر ان سے بہت زیادہ تنظیم پائی جاتی ہے اس لئے لازماً اگر ہماری جماعت پچیس لاکھ تک پہنچ جائے تو ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ کچھ کرنے کے قابل ہو جائیں گے جو پچاس لاکھ ہونے کے باوجود سکھ نہیں کر سکے مگر اب چونکہ **جھوٹ بولا جاتا ہے کہ ہماری تعداد پچیس لاکھ** ہے اس لئے بجائے فائدہ کے **دو نقائص** پیدا ہو جاتے ہیں ایک یہ کہ **کہنے والا تبلیغ چھوڑ دیتا ہے** کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ پچیس لاکھ آدمی تبلیغ کر رہا ہے اگر میں نے تبلیغ نہ کی تو کیا ہوا دوسرا نقص یہ پیدا ہوتا ہے کہ **ایسا شخص چندہ میں سست ہو جاتا ہے** کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ پچیس لاکھ آدمی چندہ دے رہا ہے اگر میں نے چندہ نہ دیا تو کیا ہوا"

(اقتباسات از خطبہ جمعہ مورخہ ۱۸ اگست مندرجہ الفضل ۵ ستمبر ۱۹۵۰ء)

کوئی بھی احمدی نہیں

"کوئی جرم ایسا نہیں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی تحقیقات کی ضرورت پیش آئی ہو کہ وہ جرم واقعہ ہوا ہے یا نہیں، یہ تحقیقات تو ہوتی تھی کہ جرم کتنا بڑا ہے یا فلاں جرم کے بدلہ میں مجرم کو جلا وطن کر دینا چاہیئے یا اسے کوئی اور سزا دینی چاہیئے مگر واقعہ کا انکار نہیں ہوتا تھا اور اس وجہ سے کوئی ایسا معاملہ نہیں آتا تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی لینی پڑی ہو مگر ہمیں ہر معاملہ میں گواہ مانگنے پڑتے ہیں جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم میں سے آدھے احمدی ہوتے ہیں اور آدھے غیر احمدی ہوتے ہیں، آدھے احمدی اس طرح نکل گئے باقی جو احمدی رہ جاتے ہیں ان میں سے کوئی چندہ نہ دینے کی وجہ سے، کوئی غیبت چینی کی وجہ سے، کوئی نمازوں میں بیقاعدگی کی وجہ سے اور کوئی تبلیغ میں سست اور غافل ہونے کی وجہ سے احمدی نہیں ہوتا پھر زاد کے طور پر کسی جماعت میں رہنے سے کیا فائدہ ہے"

"کدوں قادیان ملے گا؟"

"ہماری جماعت کی قربانی کا یہ حال ہے کہ جب بیٹھیں گے کہیں گے "کدوں قادیان ملے گا"۔ ان کو یہ الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی، کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور ہم عمل کیا کرتے ہیں، قادیان کی ان کے دلوں میں کوئی محبت نہیں قادیان کے لئے ان کے اندر قربانی کا کوئی مادہ نہیں۔ لیکن منافقوں اور بے ایمان لوگوں کی طرح قادیان کا نام لے لے کر آہیں بھرتے چلے جائیں گے، تم میں سے ایک طبقہ کو تو اپنے اعمال کو دیکھتے ہوئے قادیان کا نام لیتے ہوئے بھی شرم کرنی چاہیئے تمہاری کرتوتیں تم بھی جانتے ہو اور میں بھی اور تم کہتے یہ ہو کہ ہمیں قادیان کب ملیگا اگر خدا اس بارہ میں اپنا اختیار میرے سپرد کر دے تو میں تو اس طبقہ کے اعمال کو دیکھتے ہوئے انہیں کبھی قادیان نہ دوں گا"

(اقتباسات از خطبہ جمعہ ۲۵ اگست، مندرجہ الفضل ۸ ستمبر ۱۹۵۰ء)

قادیان لینے کے بجائے ربوہ سے نکلنا ہوگا

"یہ لازمی امر ہے کہ ہماری جماعت انہی حالات میں سے گذرے گی جن حالات میں سے گذشتہ انبیاء کی جماعتیں گذری ہیں، انبیاء کی جماعتوں کو قتل کیا گیا انہیں وطن سے بے وطن کیا گیا انہیں جائیداد سے بے دخل کیا گیا انہیں مارا پیٹا گیا اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا یہ تمام حالات لازمی طور پر ہمیں بھی پیش آنے والے ہیں میں اپنی جماعت کو بارہا اس طرف توجہ دلا چکا ہوں مگر میں دیکھتا ہوں کہ ہجرت کے باوجود جماعت نے اب تک حقیقت کو نہیں سمجھا اور لوگ اس طرح آرام سے بیٹھے ہیں جس طرح قادیان میں رہتے تھے اور بار بار یہی سوال کرتے رہتے ہیں ہمیں قادیان کب ملے گا حالانکہ ہمیں **سوچنا چاہیئے کہ ہمیں ربوہ سے نکل کر آگے کہاں جانا پڑے گا** کیونکہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی جماعت کو ان حالات میں سے نہ گذرنا پڑا ہو اور اب تو ظاہری طور پر بھی ہماری مخالفت وسیع، نمایاں اور روشن ہوتی جا رہی ہے پس ہماری جماعت کو اپنے خیالات وسیع کرنے چاہئیں اور اپنی نظروں کو اونچا رکھنا چاہیئے۔

مرکز کی تبدیلی

"اس وقت حالات اتنے خطرناک ہیں کہ ہم نہیں کہہ سکتے جماعت اپنا کہاں کہاں مرکز بناتی چلی جائے گی، اصل مرکز تو ہمارے ہاتھ ضرور آئے گا لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ درمیانی زمانہ کے تغیرات میں ہم اصل کام سے غافل ہو جائیں اور اینٹوں اور مکانوں اور محلوں کی یاد میں روتے رہیں۔

ہمارا مذھبی مرکز بیشک قادیان ہی رہے گا مگر عملی مرکز بدل سکتا ہے اگر عملی مرکز مکہ نہیں رہ سکا، تو قادیان اس سے بڑا درجہ نہیں رکھتا۔ پس ہو سکتا ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف جگہوں پر ہمیں اپنے مراکز بنانے پڑیں۔

لڑکیوں کے ذریعہ مرکز

"اگر مختلف ممالک میں ہماری لڑکیاں چلی جائیں تو کسی مصیبت کے آنے پر اگر ہماری جماعت کے افراد ان ملکوں میں جانے پر مجبور ہوں گے تو وطنی تعلق کی وجہ سے ہمیں وہاں جھنڈا بنانے اور پھیل جانے میں سہولت حاصل ہو گی اور ہم آسانی کے ساتھ اپنے کام کو جاری رکھ سکیں گے"

(اقتباسات از خطبہ نکاح عبد الشکور کنزے مندرجہ الفضل ۱۰ اگست ۱۹۵۰ء)

اخبار احمدیہ

— حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی علالت کی خبر اسی اشاعت میں دوسری جگہ درج ہے، یہ خبر اس وقت پہنچی جب اخبار کی کاپیاں پریس میں جانے کے لئے تیار تھیں، احباب کرام سے درخواست ہے کہ حضرت ممدوح کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

— ہمارے ایک نوجوان دوست عبد اللہ صاحب افریقی جو افریقہ سے اخبار کریسنٹ نکالتے ہیں اور اسی سلسلہ میں اپنی موٹر پر جنوبی امریکہ کا دورہ کرنے والے ہیں احباب جماعت سے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ انہوں نے انجمن کو دو پونڈ چندہ بھی ارسال کیا ہے۔

— پورٹ آف سپین، ٹرینیڈاڈ ویسٹ انڈیز میں ایک نو مسلم عثمان کرفس، اسلام لانے کی وجہ سے سخت پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہم وطن انہیں خواہ مخواہ ستاتے رہتے ہیں، انہوں نے انجمن کو بیس ڈالر چندہ ارسال کیا ہے اور حضرت امیر ایدہ اللہ اور احباب جماعت سے دعا کی التماس کی ہے۔

— بھیرہ سے بابو امام دین صاحب پنشنر نے اپنے لڑکے نثار احمد صاحب انجنیئرنگ کالج مغلپورہ کی کامیابی پر مبلغ دس روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ہیں، بابو صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض ہے۔

— ہمارے محترم دوست مرزا مرتضیٰ بیگ صاحب (برار) اپنی جائیداد کے تنازع کی وجہ سے بہت سی پریشانیوں اور مشکلات میں مبتلا ہیں، اور احباب کرام سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

بقیہ از صفحہ ۸

معنے یہ ہوئے کہ ہر ایک انسان جہنم پر سے گزرتا ہے۔ لیکن چونکہ ہر ایک شخص کی جہنم اپنی ہی بنائی ہوتی ہے۔ اور جو شخص بھی جہنم میں جائے گا۔ وہ اپنے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے جہنم میں جائے گا۔ وہ ہرگز کسی دوسرے شخص کے بنائے ہوئے جہنم میں نہیں جا سکتا۔ پس متقیوں کا جب جہنم پر گذر ہوگا تو اسی جہنم پر سے گذر ہوگا جسے وہ اپنے تقوے کے پانی سے سرد کر چکے ہونگے لہٰذا وہ اسے سرد پائیں گے۔ اور عذاب جہنم سے محفوظ رہیں گے۔ اور کفار کا جب اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے جہنم پر گذر ہوگا تو وہ ان کے اعمال بد کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی جس میں وہ جا پڑیں گے۔

رفتارِ عالم

ہند و پاکستان

۱۵ ستمبر ایک سرکاری اعلان کے گورنر جنرل پاکستان نے پاکستان کے آئندہ کمانڈر انچیف میجر جنرل محمد ایوب خان کو آج سے پاکستانی افواج کا ڈپٹی کمانڈر ان چیف بنا دیا ہے۔ انہیں قائم مقام لفٹیننٹ جنرل کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم ہندوستان پنڈت نہرو نے وزیر اعظم پاکستان کے نام ایک مکتوب روانہ کیا ہے جس میں ہندوستانی حکومت کی اس خواہش کا اعادہ کیا گیا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین تمام متنازعہ فیہ مسائل کا تصفیہ پُرامن ذرائع سے کیا جائے گا۔

کل پاکستان اور جاپان میں ایک تجارتی معاہدہ ہوا جس کی وجہ سے جاپان پاکستان سے کپاس کی تین لاکھ گانٹھیں اور ½۱ لاکھ ٹن گندم خریدے گا۔ اور اس کے عوض جاپان پاکستان کے لئے سوتی کپڑا مشینری اور بعض دوسری مصنوعات ارسال کرے گا۔

آج موتمر عالم اسلامی کے زیر اہتمام "یوم قاسم رضوی" کے موقعہ پر کراچی میں ایک شاندار پبلک جلسہ منعقد ہوا۔ ایک قرار داد متفقہ طور پر منظور کی گئی، جس کے ذریعہ حکومت ہند پر زور دیا گیا کہ وہ رضاکار لیڈر سید قاسم رضوی کے خلاف فیصلہ پر خط تنسیخ کھینچکر مجاہد دکن کو فی الفور رہا کر دے۔

دوسری قرار داد کے ذریعہ ادارہ اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ حیدر آباد کا مسئلہ فوراً طے کرے۔

۱۶ ستمبر۔ ہز ایکسی لنسی گورنر پنجاب نے پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر کی حیثیت سے ۷ ستمبر ۱۹۵۰ء سے آنریبل مسٹر عبدالرشید وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی جانب استعفے منظور فرما لیا ہے۔ وائس چانسلر کی خالی شدہ اسامی پر ہز ایکسی لنسی کی جانب سے آنریبل مسٹر جسٹس اے رحمن نے کُل وقت کے لئے کسی وائس چانسلر کی تقرری تک اس زائد کام کو اعزازی طور پر سر انجام دینے کی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے۔

آج صوبہ سندھ کی مسلم لیگ کی کونسل نے مسٹر ایوب کھوڑو کو صوبہ مسلم لیگ کا دوبارہ صدر منتخب کر لیا۔ مسٹر کھوڑو کے سوائے کوئی اور نام ہی تجویز نہیں کیا گیا۔

کونسل نے مسٹر ایوب کھوڑو کی ایک تجویز بھی منظور کر لی جس کے ماتحت صدر کو صوبائی لیگ کے دوسرے عہدیداروں کو نامزد کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

ڈپٹی کمشنر لاہور کی اطلاع کے مطابق رویت ہلال کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ عید الاضحٰے اتوار ۲۴ ستمبر کو ہو گی۔

کابل سے آمدہ اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ کابل کے شاہی محل، وزیر اعظم، وزیر خارجہ، اور وزیر دفاع کے دفتروں میں ایسے بیشمار اشتہار پائے گئے ہیں جن میں ملک کے نوجوانوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ ملک کی عنان حکومت سنبھالنے کی غرض سے آگے بڑھیں اور ملک میں انقلاب برپا کر کے عوام کو آزادی کی بے بہا نعمت سے بہرہ ور کریں۔

۱۷ ستمبر۔ آج احمد آباد اور اس کے مضافات میں بارش کا سخت طوفان آگیا۔ جس سے درخت اکھڑ گئے۔ تار اور ٹیلیفون

کشمیر

۱۵ ستمبر آج پاکستان کے طول و عرض میں نہایت پُر وقار انداز میں یوم کشمیر منایا گیا۔ پبلک جلسوں میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا گیا کہ کشمیر میں آزادانہ و غیر جانبدارانہ رائے شماری کے لئے فوراً سازگار حالات پیدا کرے۔ مقررین نے کشمیر کے سلسلہ میں ہندوستان کے غیر مصالحانہ رویہ کی پُر زور مذمت کی۔ آزاد کشمیر کے نگران اعلیٰ چوہدری غلام عباس نے ایک تقریر میں کہا کہ اس کا حل سوائے طاقت کے اور کچھ نہیں انہوں نے حکومت پاکستان کو اپیل کی کہ وہ اقوام متحدہ کو متنبہ کریں کہ اگر یہ فیصلہ دو ماہ تک پُرامن طریق پر نہ کیا گیا تو پھر ہم کوئی اور راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے۔

۱۶ ستمبر۔ کل سارے بلوچستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے یکساں جوش و خروش سے یوم کشمیر منایا اور کشمیر کی آزادی کے لئے مسجدوں اور مندروں میں دعا مانگی گئی۔

دیوان دوتی چند ایک ہندو لیڈر نے ایک بیان میں کہا کہ پاکستان کے عوام کے لئے کشمیر زندگی اور موت کا مسئلہ ہے، ہندوستان کو اس کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ طاقت سے کشمیر غصب کرے۔ کشمیر کے سلسلہ میں ہندوستان کی مزاحمت پسند پالیسی پر انہوں نے سخت تنقید کی۔ انہوں نے حکومت پاکستان کو یقین دلایا کہ بلوچستان کے ہندو پاکستان کے وفادار شہری کی حیثیت سے مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل تلاش کرنے میں ہر ممکن کوشش کریں گے۔

۱۷ ستمبر۔ گلگت اور بلتستان کے باشندوں کی طرف سے پیش کردہ سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے آج یہاں پر پاکستان کے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین نے تنازعہ کشمیر کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ سلامتی کونسل کے لئے اب واحد چارہ کار یہی ہے کہ وہ اس مسئلہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر ریاست جموں اور کشمیر میں جلد از جلد آزاد اور غیر جانبدارانہ استصواب رائے کے انعقاد کا خود انتظام کرے۔ اور کشمیر کے باشندوں کو موقع دے کہ وہ اپنی رضا و منشاء کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں گورنر جنرل نے مزید کہا کہ جو فریق اس طریق کار میں مزاحم ہو اس کے خلاف میثاق اقوام کے دفعات کے ماتحت مناسب اور موثر اقدام کیا جائے۔

---

۴ کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ ہوائی اڈہ پر جہازوں کی آمد و رفت بند کر دی گئی۔ پچھلے چوبیس گھنٹوں میں ۲۲۔ انچ بارش ہوئی بہت سے مکانات گر گئے۔ سینکڑوں اشخاص بے خانماں ہو گئے ۱۹۲۷ء میں یہاں ایک بار ۱۶۔ انچ بارش ہوئی تھی

بھارت کی حکومت نے حکومت اسرائیل کو تسلیم کر لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

پچھلے ۲۴ گھنٹوں میں کل لاہور میں ½۲۔ انچ بارش ہوئی۔ اگر اگلے چوبیس گھنٹوں میں اسی طرح بارش ہوتی رہی تو راوی میں پھر سیلاب آجانے کا خطرہ ہے۔ بارہ گھنٹوں میں راوی کی سطح ۲ فٹ بلند ہو گئی ہے۔

بلادِ غیر

۱۵ ستمبر۔ کوریا میں اقوام متحدہ کی فوجوں نے آج اس حملہ کا آغاز کر دیا جس کا کئی دنوں سے انتظار کیا جا رہا تھا بھاری بمباروں لڑاکا ہوائی جہازوں اور توپ خانہ کی شدید گولہ باری کی مدد سے آج اقوام متحدہ کی فوجیں کمیونسٹوں کے پانچ علاقوں پر اُترنے میں کامیاب ہو گئیں۔

اقوام متحدہ کی فوجیں اب جنوبی کوریا کے پرانے صدر مقام سیول سے صرف پندرہ میل دور رہ گئی ہیں۔ اس حملہ سے اقوام متحدہ کی فوجوں کے دو مقصد فوری طور پر پورے ہو گئے (۱) کمیونسٹوں کے رسد کے تمام راستوں کو کاٹ دیا (۲) شمال اور جنوب میں لڑنے والی فوجوں کو منقطع کر کے انہیں گھیر لیا جائے۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان کی ۵ ہزار ٹن گندم کی پیشکش کو قبول کر لیا گیا ہے، جو حکومت پاکستان نے جنگ کوریا کے سلسلہ میں کی تھی۔

اسرائیلی افواج کے چیف آف سٹاف میجر جنرل یادین نے عرب ممالک کو متنبہ کیا ہے کہ ان کا ملک کبھی یہ برداشت نہیں کرے گا کہ اسرائیلی سرحد کو جسے اقوام متحدہ کے التوائے جنگ کے معاہدہ کے تحت مقرر کیا گیا ہے۔ قوت کے ذریعہ تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔

کل رات برطانوی دار العوام نے حکومت کے نئے اسلحہ بندی کے پروگرام پر اپنی مہر ثبت کر دی نئے اسلحہ بندی کے پروگرام پر آئندہ تین سال میں تین ارب ۴۰ کروڑ اسٹرلنگ خرچ ہوں گے۔ کل رات پارلیمنٹ میں یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ حکومت نے لوہے اور فولاد کی صنعتوں کو قومی بنانے کے منصوبے پر عمل شروع کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس دوران میں مسٹر چرچل قائد حزب مخالف نے ایک تحریک پیش کرنے کا نوٹس دیا جو لوہے اور فولاد کی صنعتوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بی۔ بی۔ سی کے پارلیمانی نامہ نگار کا خیال ہے کہ اس تحریک کی نوعیت حکومت پر عدم اعتماد کے اظہار کی سی ہو گی۔ اگر یہ تحریک منظور ہو گئی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اٹیلی وزارت کو شکست ہو گئی ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ فی الفور نئے انتخابات کرانے پڑیں گے۔

برطانیہ نے ایک آکٹ کا نمونہ تیار کیا ہے جس کے متعلق یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ دس سال کے عرصہ میں اتنی ترقی کرے گا کہ اس کے ذریعہ

ہفتہ وار پیغام صلح - ۲۰ ستمبر ۱۹۵۰ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

(چٹ)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فون نمبر ۷۳۷۲

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پُرانا۔
۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابلِ احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے
۵- اسلام تمام دنیا پر غالب ہوگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ مؤرخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ - ۲۷ ستمبر ۱۹۵۰ء — نمبر ۳۸

ایک مبارک تقریب!

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت مسرت کے ساتھ سُنی جائیگی کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرزند ارجمند محمد احمد صاحب جو کوئٹہ میں کمرشل افیسر نارتھ ویسٹرن ریلوے کے عہدہ جلیلہ پر تین سال سے زیادہ عرصہ متمکن رہے ہیں حال ہی میں لاہور ہیڈ کوارٹر میں تبدیل ہو کر تشریف لائے ہیں، کوئٹہ سے روانگی سے پہلے مقامی جماعت احمدیہ کی طرف سے شیخ محمد عبداللہ صاحب ڈائرکٹر پاکستان منرل لمیٹڈ نے ممدوح کے اعزاز میں ۱۸ ستمبر کو ایک شاندار دعوت طعام دی۔ اس موقعہ پر محترم شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی نے اپنے معزز مہمان کی تعریف و توصیف میں ایک مختصر تقریر فرمائی جو ہدیۂ قارئین کرام ہے:-

احباب کرام - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ حضرات کو علم ہے۔ یہ دعوت ہمارے سلسلہ کے عزیز الوجود محترم محمد احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے تبادلہ کی تقریب میں ہمارے معزز اور مقتدر بزرگ شیخ محمد عبداللہ صاحب بالقابہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ مکرمی محمد احمد صاحب زائد از تین سال محکمہ ریلوے کوئٹہ میں کمرشل آفیسر کے عہدہ پر متمکن رہے ہیں اس لمبے عرصہ میں ملازمان ریلوے اور پبلک میں جو اثر و رسوخ انہوں نے پیدا کیا وہ بیحد قابلِ تعریف ہے۔ اس موجودہ زمانہ میں سرکاری ملازم نہایت نازک مرحلے سے گذر رہے ہیں اور بہت ہی کم ایسی ہستیاں ہوں گی جو محکمانہ رنگ میں یا پبلک کے ہاتھوں شکایات اور اعتراضات سے محفوظ رہی ہوں - آپنے اخبارات کے ذریعہ سے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ وزراء سے لیکر ادنےٰ ملازمان تک لوگ ہدف اعتراض بن رہے ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس زد میں نہیں آیا۔ مکرمی محمد احمد صاحب اس استثنےٰ کے ایک فرد ہیں جو قابل صد ستائش ہیں، ایک طرف محکمہ کے لوگ آپ کے اخلاق کے مداح ہیں اور دوسری طرف پبلک آپکے حسن سلوک کی گرویدہ رہی ہے۔

صاحب موصوف کے ساتھ ہمارا جماعتی تعلق بھی ہے۔ اس زمانہ سے جب سے آپ کوئٹہ میں تعینات ہو کر تشریف لائے سلسلہ کے کاموں سے آپکی والہانہ شغف رہا - نماز جمعہ میں باقاعدگی کے ساتھ آپ شمولیت فرماتے رہے، ماہوار چندوں کے علاوہ جب کبھی مرکز سے تحریک ہوئی آپنے دل کھول کر اپنی بساط کے مطابق چندہ دیا - یوں بھی علامات شرافت اور متانت آپکے چہرہ سے ہویدا ہیں - کیوں نہ ہو آپ اس عظیم المرتبت ہستی کے فرزند ارجمند ہیں جس نے اس زمانہ میں اسلام کی بہترین خدمات انجام دی ہیں اور جس کو اپنی دینی خدمات کے لحاظ سے بین الاقوامی اور دوامی شہرت حاصل ہے، یعنی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل- ایل۔ بی امیر جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

حضرت امیر سال ۱۹۰۲ء سے شروع کر کے جبکہ آپ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے۔ آج تک مسلسل اور پیہم تبلیغ اسلام کا بیش بہا فرض انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کے کارناموں کے متعلق نہ صرف اس ملک کے اہل الرائے اور تعلیمیافتہ اصحاب نے نہایت عمدہ اور قیمتی آراء کا اظہار فرمایا۔ بلکہ دیارِ غیر کے بڑے بڑے اہلِ علم اور سربرآوردہ اشخاص نے بھی آپکے کام کے متعلق اعلیٰ اور مفید ریمارکس لکھے ریویو آف ریلیجنز میں آپ کے قلم سے اس قدر بلند پایہ مضامین اسلام کی حقانیت اور تائید میں شائع ہوئے جنہوں نے بڑے بڑے فضلائے یورپ کو اعتراف حقیقت پر مجبور کیا۔

انگریزی ترجمہ قرآن اور اردو میں بیان القرآن فضل الباری ترجمہ اور شرح صحیح بخاری - سوانح حیات حضرت نبی کریم صلعم - خلافت راشدہ النبوۃ فی الاسلام - مسیح موعود، تحریک احمدیت - ریلیجن آف اسلام، مینوال آف حدیث، محمد اینڈ کرائسٹ وغیرہ وغیرہ بہت سی نادر اور نایاب کتب آپنے تصنیف فرمائیں۔ ان میں سے اکثر کتابیں آپ حضرات کے مطالعہ سے بھی گذری ہونگی۔ فتنہ قادیان کے موقعہ پر اگر حضرت امیر کی خدمات آڑے نہ آتیں تو ساری کی ساری جماعت نبوت اور کفر و اسلام کے دلدل میں پھنس جاتی۔ ایسے نازک اور کٹھن موقعہ پر آپ کی ذات گرامی بہتوں کی ہدایت و رہنمائی کا موجب ہوئی ہمارے ممدوح محمد احمد صاحب اسی جلیل القدر باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو اس وقت ہم میں مہمان کی حیثیت میں ہیں پس ہم صمیم قلب کے ساتھ موصوف کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالےٰ ان کو لمبی عمر عطا فرمائے اور انکے علم میں، عہدے میں اخلاق اور روحانیت میں بیش از بیش ترقی دے۔

سیلاب زدہ علاقوں میں ہمارے دوست

پنجاب کے متعدد اضلاع میں سیلاب نے دوسری مرتبہ جو تباہی پھیلائی ہے وہ بہت ہی زبردست اور ہولناک ہے جہانتک اخباری خبروں سے پتہ چلتا ہے ابھی تک کئی دیہات پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں، کئی شہر جزیرے بنے ہوئے ہیں ڈاک اور ٹیلیفون کا سلسلہ بھی قائم نہ رہ سکا جس کی وجہ سے احباب سلسلہ کی بھی تکالیف کا پتہ نہ لگ سکا۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں سب دوستوں اور تمام مسلمانوں کی حفاظت کے لئے درد دل سے دعا کی جائے، امید ہے کہ جونہی سلسلہ رسل و رسائل دوبارہ جاری ہوگا، احباب اپنے اپنے حالات سے پورے طور پر مطلع فرمائیں گے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق

گذشتہ اشاعت میں اطلاع دی جا چکی ہے، کہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ دل کے درد کی وجہ سے صاحبِ فراش ہیں اس کے بعد کی اطلاعات مظہر ہیں کہ اسی بیماری کے سلسلہ میں حضور کے پھیپھڑوں میں پانی پڑ گیا، جو نکلوانا پڑا، بخار بھی ہے۔

کل ۲۵ ستمبر کی شب کو بذریعہ ٹیلیفون اطلاع ملی ہے، کہ بخار کی حرارت سو سے کسی قدر کم ہے، پھیپھڑوں میں آکسیجن دی جا رہی ہے، عام صورتِ حالات بظاہر اچھی ہے، تاہم خطرہ ابھی باقی ہے - احباب کرام حضرت ممدوح کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔

مذاکرہ علمیہ

قسط سوم

وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا

پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

اسلامی اور مسیحی جہنم کا فلسفہ

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء

مومن کی نجات

پس جہنم پر سے تو سب گذر ے مگر ہر ایک اپنے جہنم پر سے گذرا متقی لوگ اپنی سرد اور جنت سے مبدل شدہ جہنم پر وارد ہوئے اور ہر ایک دکھ اور عذاب سے محفوظ گذر گئے۔ اور یہی معنے نجات کے ہیں۔ پس وہ نجات پا گئے۔ کیونکہ دنیا میں اپنے تقوے سے اپنی جذبات و خواہشات کی آگ کو سرد کر چکے تھے۔ اور کفار اپنے اعمال بد کی وجہ سے بھڑکتی ہوئی جہنم پر وارد ہوئے، اور اسی میں رہ گئے۔ یہی وہ معنے کرتے ہیں ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِیْنَ فِیْهَا جِثِیًّا۔ کہ جہنم پر وارد تم سب ہو گئے۔ مگر ہم متقیوں کو نجات دیتے ہیں اور ظالموں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیتے ہیں۔ متقیوں کی نجات تو اس طرح ہوئی کہ ان کا جہنم بوجہ ان کے تقوے کے سرد ہو چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے سرد پایا۔ اور وہ خیریت سے گذر گئے اور نجات پا گئے۔ اور ظالموں کا جہنم بجائے سرد ہونے کے شعلوں کی بھڑکتی ہوئی آگ تھی۔ اس لئے سزا بھگتنے کو وہ اس میں رکھے گئے۔

ورود کے معنے قرآن کے مطابق کرو

مگر سائل صاحب کو یہ وسوسہ تنگ کر رہا ہے کہ چونکہ بعض دفعہ ورود کے معنے اندر داخل ہونے کے بھی آتے ہیں اس لئے ہم پادری صاحب کی کیوں نہ مانیں؟ اور ورود کے معنے داخل ہونے کے کیوں نہ لیں؟ مگر انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ علم معانی کی رو سے یہ اصول غلط ہے۔ جب ایک لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو ہمیشہ اس کے معنے کرنے میں سیاق و سباق اور قرائن کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اور قرینہ یہی ہے۔ جیسا کہ تمام روایتیں اسی کی مؤید ہیں کہ جہنم پر ہر ایک انسان کا ورود ہوگا اس میں داخلہ شرط نہیں۔

سرد شدہ جہنم میں داخلہ موجب راحت ہے

لیکن چلو میں مانے لیتا ہوں کہ داخلہ ضرور ہوگا۔ تو سرد اور سلامتی والی جہنم میں جو جنت بن چکی ہے داخلہ خوشی اور راحت کا موجب ہوگا۔ نہ کہ کسی دکھ اور عذاب کا مجھے اگر یہ دکھایا جائے کہ تیری جہنم سرد اور سلامتی والی اور گلزار بن چکی ہے۔ تو میرے لئے تو وہ گھڑی بے انتہا خوشی اور مسرت کی ہوگی۔ مقام غور ہے کہ ایک انسان کے لئے اس سے بڑھکر خوشی کا مقام اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی جہنم مبدل بہ جنت ہو جائے۔

دو الگ الگ جہنم

پس ان روایتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ متقی جب جنت میں جائے گا تو راستہ میں جہنم پر سے گذرے گا اور اسے سرد اور گلزار پائے گا اور خوشی سے پھولا نہ سمائیگا اور نجات کا وارث ٹھہرے گا۔ اور ایک کافر بدعمل جب اپنے جہنم پر وارد ہوگا تو اپنے جہنم کو بھڑکتا ہوا پائے گا۔ اور اس میں سزا بھگتنے کو چھوڑ دیا جائے گا۔ یہ دونوں جہنم الگ الگ ہیں (۱) ایک متقی کی سرد شدہ مبدل بہ جنت جہنم ہے (۲) اور دوسری کافر کی آگ سے بھڑکتی ہوئی جہنم ہے۔ کافر کی آگ سے بھڑکتی ہوئی جہنم سے تو ایک متقی کو اس قدر دوری ہوگی کہ وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنے گا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا کہ متقی اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے یہاں تک کہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے۔ پس کافر کی جہنم سے جو مقام سزا ہے متقی کا کیا واسطہ ہو سکتا ہے۔

خلاصہ مطلب

خلاصہ یہ ہے کہ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا میں مخاطب دراصل کفار اور شیاطین ہیں جن کا وہاں ذکر ہے۔ دیگر آیات قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس جیسے جید صحابی بھی جو اپنے علم قرآن کے لئے مشہور رہیں یہی مذہب رکھتے ہیں لیکن اگر ان روایات کو بھی مان لیا جائے جنہیں پادریوں نے پیش کیا ہے اور اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا سے مراد ہر ایک انسان بھی لے لیا جائے تب بھی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ متقی اپنی سرد اور مبدل بہ جنت جہنم پر سے گذرے گا۔ اور کافر اپنی بھڑکتی ہوئی آگ سے پُر جہنم میں گرے گا۔ متقی کو کافر کی جہنم سے کوئی واسطہ نہیں۔ ایک کافر اپنے ہاتھوں سے اپنی جہنم بھڑکاتا اور اس میں گرتا ہے اور متقی اپنے طریقوں سے اپنی جہنم کو سرد کر لیتا اور اپنی جنت بنا لیتا ہے۔ دونوں کی راہیں مختلف ہیں۔ منزل مقصود مختلف ہے۔ تو قیامت میں ایک جگہ ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔

عیسائیوں کے نزدیک ہر انسان جہنم کا وارث ہے

دراصل عیسائیوں کی باطل پرستی اور جنت و جہنم کے اسلامی فلسفہ سے ناواقفی کا نتیجہ ہے جو وہ ایسی فاش غلطی کرتے ہیں اور مفت میں اپنی جہالت کا مظاہرہ کروا لیتے ہیں۔ چونکہ ان کے اپنے مذہب کے رُو سے ہر ایک انسان گناہ کو ورثہ میں پاتا ہے اور اس لئے جہنم میں داخل ہونا اس کے لئے لازمی ہے۔ اس لئے اس کبڑی عورت کی طرح جو تمام دنیا کی عورتوں کو کبڑا دیکھنا پسند کرتی تھی یہ بیچارے رات دن اسی تلاش میں رہتے ہیں کہ دوسرے مذاہب میں انہی کی طرح کا کبڑا پن نکل آوے۔ بالخصوص اسلام پر بہت نظر عنایت ہے کیونکہ اسے یہ اپنے مقابل کا حریف سمجھتے ہیں جہنم میں ہر ایک انسان کے جلنے کا عقیدہ تو خود ان کا اپنا ہے کیونکہ یہ انسان کو فطرتاً گنہگار اور اس لئے سب کو جہنم کا سزاوار سمجھتے ہیں۔ ان کے عقیدہ کے مطابق خدا باپ ہر ایک انسان کو فطرتاً گنہگار پیدا کر کے جہنم میں جلنے کے لئے ہی پیدا کرتا ہے۔ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور ہیں۔ یہ پادریوں کے محض منہ سے کہنے کے وعظ ہیں کہ خدا محبت ہے" خدا محبت ہے"۔ کیا محبت کا یہی تقاضا ہوا کرتا ہے کہ انسان کو فطرتاً گناہگار پیدا کیا جائے تاکہ وہ گناہوں سے بچ نہ سکے اور جہنم کا ایندھن بنے

خدا باپ کا انوکھا انصاف

اس باطل عقیدہ کی اصلاح کی یوں کوشش کی گئی کہ انسان کی یہ زبوں اور مجبوری کی حالت دیکھ کر خدا بیٹے کو رحم آ گیا اس نے اس میں کسی قسم کی مداخلت تو نہ کی کیونکہ خدا باپ کے انوکھے انصاف میں فرق آتا تھا۔ "انوکھا انصاف" میں نے اس لئے کہا کہ جو چیز انسانی فطرت میں داخل ہو اس پر سزا دینا اگر انصاف ہے تو فرمایئے ظلم کس کا نام رکھا جائے؟

کیا انسان کے دیکھنے بولنے سننے پر سزا دینے والا صاحب انصاف کہلائیگا پس اگر گناہ انسانی فطرت میں داخل ہے تو اس پر سزا دینا اگر انصاف کہلائے گا تو کیا یہ انوکھا انصاف نہ ہوگا؟ الغرض خدا بیٹے کو رحم آ گیا۔ اس نے نوع انسان کی اس مصیبت کو ٹالنے کے لئے اپنے آپ کو سزا بھگتنے کے لئے پیش کر دیا خدا باپ بھی راضی ہو گیا۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پہلا فطرتی تقاضوں پر سزا دینے کا انصاف کیا کم عجیب تھا جو اب یہ دوسرے عجیب و غریب انصاف کا مظاہرہ شروع کیا گیا کہ ایک بیگناہ کو گناہگاروں کے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے تجویز کیا گیا۔ خیر ایک بے گناہ کو گناہگاروں کے بدلے سزا دے دی گئی۔ اور پھر بھی خدا باپ کا عجیب و غریب انصاف بالکل صحیح و سلامت قائم رہا۔ لیکن اتنا ہی نہیں اس کے ساتھ ہی انصاف کا ایک تیسرا مظاہرہ اور ظہور پذیر ہوا اور وہ یہ تھا کہ انسان کو تو اس کے گناہوں کے بدلے میں ابدالآباد کا جہنم ملتا تھا۔ مگر انہی گناہوں کے بدلہ میں جب خدا بیٹا سزا بھگتنے کھڑا ہوا تو صرف تین دن کا جہنم کافی سمجھا گیا۔ گناہ ایک ہی؛ مگر انسان اس کی سزا بھگتے تو ابدالآباد کا جہنم پائے۔ اور خدا بیٹا بھگتے تو صرف تین دن کا جہنم پاوے کیا اس عجیب و غریب انصاف کا یہ تیسرا انوکھا مظاہرہ نہیں؟ جو انسانی سمجھ سے باہر ہے۔

"خدا محبت" جہنم میں جلائے بغیر راضی ہی نہیں ہو سکتا

مقام غور ہے کہ اس عجیب و غریب عقیدہ "کفارہ" کی جس کی لغویت سے انسانی عقل کو شرم آ جاتی ہے ضرورت کیوں پیش آئی محض اس لئے کہ عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے، خدا نے اس کی فطرت ہی ایسی پیدا کی ہے کہ وہ گناہ کرے اور جہنم میں جلے۔ کفارہ کے ذریعہ یہ کوشش کی گئی کہ انسان کے بدلہ میں اس کا ایک نمائندہ خدا کا بیٹا جہنم میں جلے۔ گویا خدا باپ بغیر جہنم میں کسی کو جلانے کے راضی ہی نہیں ہو سکتا،

(باقی بر صفحہ ۴ کالم پہلے پر دیکھیے)

پیغام صلح

جلد ۳۷ | یوم چہارشنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۸

ووکنگ میں عید اضحےٰ اور "زمیندار"

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے
کافر جو کہتے تھے وہ نگوں سار ہو گئے

کسی دوسری جگہ اخبار "زمیندار" سے ووکنگ کی عید اضحےٰ کی کیفیت نقل کی گئی ہے، جو اخبار مذکور کے لندنی نامہ نگار نے بذریعہ تار ارسال کی ہے، اس خبر کو پڑھکر ہمیں اس بات پر خوشی ہوئی کہ "زمیندار" جیسے اخبار میں جس کا رات دن کا وظیفہ یہی چلا آیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک غیر مسلم اقلیت ہے، اور پاکستان کے آیندہ دستور میں اس کے ساتھ وہی برتاؤ ہونا چاہیئے جو دوسری غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ روا رکھا جائیگا وہی "زمیندار" جس نے اگلے ہی دن مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کے رسالہ "الشہاب" کی (جس میں احمدیوں کو مرتد اور واجب القتل ٹھرایا گیا ہے) ضبطی کے خلاف احتجاج کیا، اسی "زمیندار" میں انہی مرتد اور واجب القتل احمدیوں اور اسی مزعومہ "غیر مسلم اقلیت" کے ایک ادارہ کی نماز عید کی تعریف پہلے صفحہ پر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوتی ہے، اور نماز عید کے اس نظارہ کو فرزندان توحید کے اجتماع کا روح پرور نظارہ قرار دیا جاتا ہے، ہمیں خوشی ہے کہ مولوی اختر علی خاں نے انگلستان پہنچکر اپنی آنکھوں سے اس روح پرور نظارہ کو دیکھ لیا اور اس اجتماع میں شامل ہونے والوں کو (جن میں ووکنگ کے احمدی مبلغین اور عید اضحےٰ کے احمدی امام اور خطیب بھی شامل ہیں جن کے پیچھے انہوں نے نماز پڑھی، اور جن کا نام لینا خدا جانے انہوں نے گوارا نہیں کیا)۔ "فرزندان توحید" کے نام سے انہوں نے یاد کیا ہمیں امید ہے کہ اس "روح پرور نظارہ" کو دیکھنے کے بعد جماعت احمدیہ کے متعلق "زمیندار" کا مسلک آیندہ وہ نہ لیے گا جو اس سے پہلے رہا ہے، اور آیندہ "زمیندار" میں اس جماعت کو کافر اور مرتد کے نام سے یاد کیا جانا انہیں کبھی گوارا نہ ہوگا۔ اگر احمدی جماعت کے لوگ انگلستان جاکر "فرزندان توحید" میں شمار ہو سکتے ہیں تو پاکستان کی فضا انہیں کافر نہیں بنا سکتی

ووکنگ کے جس امام کے پیچھے مولوی اختر علی خاں نے نماز پڑھی، جن لوگوں نے یہ "روح پرور نظارہ" قائم کیا وہ پاکستان کی احمدیہ جماعت ہی کے افراد ہیں، اگر انگلستان میں مولوی اختر علی کے نزدیک وہ مسلمان ہیں اسلام کی خدمت بجا لارہے ہیں فرزندان توحید میں سے ہیں. تو پاکستان میں بھی مسلمان ہی کہلائیں گے، انھیں کافر یا غیر مسلم اقلیت کہنا کسی طرح روا نہیں، امید ہے ادارہ "زمیندار" آیندہ اس بات کا خیال رکھے گا اور مولوی اختر علی خاں کے اس چشمدید نظارہ کو جس کی تفصیلات "زمیندار" میں شائع کی گئی ہیں، کبھی جھٹلانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

اس سے پہلے جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششوں کو جو ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ سرانجام پارہی ہیں ایک ڈھونگ قرار دیا جاتا تھا، اب مولوی اختر علی خاں صاحب نے انگلستان جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ وہ ڈھونگ نہیں بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے جس کا اعتراف خاص برقیہ کے ذریعہ سے "زمیندار" ہی کے صفحات میں انہیں کرنا پڑا، "پاکستانی اخباری وفد" کے رکن ہونے کی حیثیت سے اور کوئی فائدہ ان کے وجود سے ہوا یا نہ ہوا کم از کم یہ "روح پرور نظارہ" اور اس کا اعتراف اسلامی دنیا کے لئے بہت بڑے فائدہ کا موجب ہے

"زمیندار" کی اس خبر میں اس بات کو بار بار دہرایا گیا ہے کہ "ایسا اجتماع پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا" اس میں شک نہیں کہ جہاں تک مولوی اختر علی خاں کا تعلق ہے، ایسا اجتماع انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ووکنگ مشن کی تمام تاریخ ایسے ہی عظیم الشان اجتماعات اور روح پرور نظاروں سے بھری پڑی ہے) اور انگلستان کے بیشمار افراد انہی اجتماعات اور نظاروں کو دیکھ کر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت کے قائل ہو چکے ہیں، وہ سرزمین جہاں نسلی ولونی امتیازات مشرق ومغرب میں ایک زبردست دیوار حائل کئے ہوئے تھے اور خود اس ملک کے اندر بھی. ایسٹ اینڈ اور ویسٹ اینڈ کا طبقاتی تفاوت ایک ہی نسل وقوم کے لوگوں کو بھی ایکدوسرے سے ملنے نہ دیتا تھا، وہاں اخوت اسلامی کا یہ نظارہ کہ ہر قوم ونسل اور ہر طبقہ کے لوگ، ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہوں (ہز ہائینس سر آغا خاں، خدیو مصر، مولانا محمد علی مرحوم، مولانا سید سلیمان ندوی، اسلامی ممالک کے سفراء ۔۔ دوسرے مختلف ممالک کے اسلامی بھائیوں اور افریقہ کے حبشی مسلمانوں سے معانقے کر رہے ہوں جیسا کہ کئی موقعوں پر ووکنگ میں دیکھنے میں آیا ہے) دلوں کو مسخر کر لیتا ہے، اور ووکنگ مسلم مشن نے اپنی اڑتیس سالہ تاریخ میں بیشمار دلوں کو مسخر کیا، کاش مسلمان قوم کی آنکھیں ہوں اور وہ دیکھے کہ یہ کام خادمان اسلام کا ہے یا کافروں اور مرتدوں کا؟ کیا مولوی اختر علی خاں کی شہادت اس بارہ میں کارگر ثابت ہوگی؟

ایک اور بات جو اس برقیہ میں لکھی گئی ہے یہ ہے کہ:۔

"برطانوی اخباروں میں نماز عید اور اسلامی اجتماعات کا ذکر یونہی ضمنی طور پر آیا کرتا تھا مگر اب کے یہ عید کچھ اس شان سے منائی گئی کہ آج کے اخبارات میں اس اجتماع کا ذکر بڑی خصوصیت سے کیا گیا تھا اخباروں نے نہ صرف خبریں شائع کیں بلکہ تصویریں بھی چھاپیں اور خاص نامہ نگاروں کے حوالے سے نماز اور اجتماع کی تفصیلات بھی شائع کیں"۔

اگر یہ بیان "پاکستانی اخباری وفد" کی شمولیت کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لئے دیا گیا ہے تو ہمیں اس سے اختلاف کی ضرورت نہیں اگرچہ حقیقت یہ ہے کہ ووکنگ کی نماز عید کی خبریں اور تصاویر ہمیشہ برطانوی اخبارات کا موضوع خصوصی بنی رہی ہیں، راقم الحروف خود اس کا چشمدید شاہد ہے، جس کی ایک تصویر لارڈ ہیڈلے کی معیت میں نماز عید کی، دوسری تصاویر اور خبروں کے ساتھ برطانوی اخبارات میں آج سے تیس سال پہلے شائع ہوئی، مولوی اختر علی خاں صاحب نے چونکہ یہ نظارہ پہلی مرتبہ دیکھا ہے اس لئے انہیں یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی حالانکہ لندنی اخبارات ووکنگ کی نماز عید کو ہمیشہ خاص اہمیت دیتے ہیں کیونکہ ووکنگ مسلم مشن کو انگلستان کے سرکاری وغیر سرکاری حلقوں میں ایک مرکزی اسلامی ادارہ کی حیثیت حاصل ہے، اور یہ جماعت احمدیہ کی ان عظیم الشان اسلامی خدمات کا ایک حصہ ہے جن کے اعتراف سے کوئی حق بین وحق پرست انسان شاید ہی باز رہ سکے، بہرحال "زمیندار" کا یہ برقیہ ہر طرح امتنان وتشکر کا موجب ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ اس اعتراف کے بعد جماعت احمدیہ کے متعلق اپنا مسلک تبدیل کرنے میں عار نہ سمجھے گا اور اس جماعت کو انہی فرزندان توحید میں شمار کرے گا جس کے چند افراد کو ووکنگ میں "فرزندان توحید" کی ذیل میں شمار کیا گیا اور ان کی "روح پرور" اسلامی خدمات کی شان کو سراہا گیا ہے۔

اخبار احمدیہ

—— حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق تازہ ترین اطلاع دوسری جگہ درج ہے اسی سلسلہ میں مولوی عبدالوہاب صاحب پرسنل اسسٹنٹ حضرت امیر کا ۲۰ ستمبر کا لکھا ہوا خط آج (۲۷ ستمبر) کو موصول ہوا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور کو ۱۷۔۱۸ ستمبر کی درمیانی شب کو درد دل کی تکلیف شروع ہوئی، رات تو گذر گئی دن کو ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب پراچہ کو بلایا گیا، جنہوں نے مناسب دوائی کے ساتھ مکمل آرام کی ہدایت کی، ۱۸ ستمبر کی دوپہر تک طبیعت اچھی رہی اور حضور نے مجھ سے دفتر کی ڈاک بھی لکھوائی بعد دوپہر تین بجے درد کا خطرناک حملہ ہوا اور رات بڑی تکلیف اور بے چینی سے گذری، کئی دفعہ مارفیا کے ٹیکے کرائے گئے فاروقی صاحب (میاں نصیر احمد صاحب فاروقی) بڑی دانشمندی کے ساتھ علاج کرا رہے ہیں، ۱۹ ستمبر سے درد کی تکلیف نہیں اور ابھی مارفیا کا بھی اثر ہے ڈاکٹر صاحب نے پنسلین کے ٹیکے شروع کئے ہیں دعاؤں کی سخت ضرورت ہے ۱۹ ر کی رات کو ٹمپریچر ۱۰۱ تھا، آج ۲۰ ر کی صبح کو ۱۰۰ ہے، تمام احباب سے دعا کی درخواست ہے۔

—— میاں غلام شبیر صاحب (صاحبزادہ میاں غلام رسول صاحب مرحوم) کے اہل وعیال کی صحت کچھ دنوں سے مخدوش ہو رہی ہے جس کی وجہ سے انہیں بہت پریشانی لاحق ہے احباب کرام سے درخواست ہے کہ انکے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

—— ملک فضل الٰہی صاحب سرائے عالمگیر ایک مقدمہ میں مبتلا ہیں، شیخ احمد شاہ صاحب چوہدری پھلوال آنکھوں کا اپریشن کرانیوالے ہیں، انکی اہلیہ بھی بیمار ہیں، یہ سب دوست دعا کے ملتجی ہیں۔

—— کوہاٹ سے صوبیدار عبدالحکیم خاں نے اپنی

مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین

چھپ کر تیار ہو گئی

کتاب مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین چھپ کر تیار ہو گئی ہے احباب مندرجہ ذیل نے پیشگی قیمت دی ہوئی تھی اس لئے احباب لاہور کتاب دستی دفتر سے لے لیں بیرونجات کے احباب اگر بذریعہ ڈاک منگوانا چاہیں تو ۸/ محصول ڈاک کیلئے بھیجدیں۔

۱- میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی لاہور .. .. ۱ کاپی
۲- حافظ عبد العزیز صاحب انارکلی لاہور .. .. ۱ کاپی
۳- چوہدری احمد علی صاحب اوکاڑہ .. .. ۱ کاپی
۴- مولوی عبد الرحمٰن صاحب کراچی ۲/۳۲ جیکب لائن .. .. ۱ کاپی
۵- محمد اقبال صاحب چغتائی علی پور .. .. .. ۱ کاپی
۶- چوہدری محمد عبد اللہ صاحب چک نمبر ۳۱۷ لائل پور .. .. .. ۱ کاپی
۷- مستری محمد دین صاحب ٹھیکیدار مسجد بلاک منڈی بورے والا ملتان .. .. ۱ کاپی
۸- میاں غلام محمد صاحب دھنی وال اوکاڑہ .. .. .. ۱ کاپی
۹- محمد بخش صاحب راولپنڈی - ان کی طرف سے ۶/ روپے آئے ہوئے ہیں رسید نمبر ۱۹۶۹
۱۰- چوہدری فتح محمد عزیز فارسٹ کنٹریکٹر ایبٹ آباد .. .. .. ۱ کاپی
۱۱- قاضی فضل حق صاحب موہان - ان کی طرف سے ۱۴/ روپیہ وصول ہیں ۱۰/ اور وصول ہونے پر ۱ کاپی بذریعہ ڈاک بھیجی جائے گی۔
۱۲- سید عبد المجید صاحب عاصم ماڈل ٹاؤن بنگلہ نمبر ۱۴۰/۳ .. .. .. ۱ کاپی
۱۳- شیخ انعام اللہ صاحب سیالکوٹ چھاؤنی کو ۲ کاپی محصول ڈاک آنے پر بھیجی جائے گی
۱۴- ماسٹر محمد اسحاق صاحب سینیئر ادری انٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول لونڈ خور ضلع مردان ایک کاپی محصول ڈاک آنے پر بھیجی جائیگی۔
۱۵- اے رؤف خاں صاحب نیازی تحصیلدار تلہ گنگ کی طرف سے ۱۰/ روپے آئے ہوئے ہیں ۵ کاپیاں محصول ڈاک آنے پر بھیجی جائیں گی
۱۶- محمد رمضان صاحب حافظ آباد - رسید نمبر ۲۷۴۷ - محصول ڈاک آنے پر ایک کاپی بھیجی جائیگی
۱۷- پروفیسر اصغر حمید صاحب مغلپورہ - رسید نمبر ۲۷۴۹ محصول ڈاک آنے پر دو کاپی " "
۱۸- ڈاکٹر چوہدری عبد المجید صاحب پشاور - رسید نمبر ۲۸۰۵ " " " " ۱ کاپی " "
۱۹- عبد الباقی صاحب بنوں " " نمبر ۲۸۳۶ " " " " ۱ کاپی " "
۲۰- چوہدری شاہ دین صاحب کراچی " " نمبر ۳۰۴۷ " " " " " کاپی " "
۲۱- خواجہ محمد اصغر صاحب سیالکوٹ " " نمبر ۳۰۵۵ " " " " " کاپی " "
۲۲- چوہدری عبد الحمید صاحب مسلم ہائی سکول لاہور " " " " ۱ کاپی " "
۲۳- شیخ عزیز احمد صاحب وزیر آباد - پنجاب ٹینری " " " ۱ کاپی " "
۲۴- محمد اسمٰعیل محمد دین نورانی دبس ضلع لاکانا سندھ " " " " ۱ کاپی " "
۲۵- صاحبزادی دار دفتری بخش صاحب مرحوم کو ایک کاپی قیمت ۱۱/ روپیہ وصول جمع پڑی جائیگی۔
۲۶- شیخ محمد عبد اللہ صاحب ہاگوره ورکس وزیر آباد - ایک کاپی۔

عید اضحی پر شاہجہان مسجد لندن میں

فرزندانِ توحید کے اجتماع کا روح پرور نظارہ

زمیندار کے نامہ نگار لندن کا برقیہ

لندن ۲۴ ستمبر - کل شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید اضحی کی تقریب اس شان سے منائی گئی کہ لندن کی تاریخ میں ایسی روح پرور اسلامی تقریب پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ اب کہ اس اسلامی اجتماع میں مقامی مسلمانوں کے علاوہ پاکستانی اخباری وفد کے ارکان پاکستان کے ہونیوالے مسلمان کمانڈر انچیف اور دوسرے پاکستانی جہازوں نے بھی شرکت کی۔ مولانا اختر علی خاں نے پاکستانی فضائیہ کے زیر تربیت نوجوانوں کے سامنے ایک پرجوش تقریر کی اور اہل لندن نے کل بین الاقوامی اسلامی برادری کی یگانگت کا ایک ایسا روح پرور نظارہ دیکھا جس کی مثال لندن کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

لندن ۲۴ ستمبر - زمیندار کے خاص نامہ نگار مقیم لندن نے حسب ذیل برقیہ ارسال کیا ہے۔

عدیم النظیر اجتماع

کل عید اضحی کی تقریب سعید پر شاہجہان مسجد ووکنگ میں اسلامی اخوت کا جو روح پرور منظر دیکھا گیا، اس کی مثال لندن کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ مسجد میں سینکڑوں مسلمانوں نے نماز عید ادا کی جن میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے فرزندان توحید و رسالت موجود تھے ووکنگ مسجد انگلستان کے ایک نہایت دلکش دیہاتی علاقے میں واقع ہے کل یہ مقام ملک ملک کے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کے عظیم الشان اجتماع سے ایک قابل دید جگہ بن گیا۔ ایسا اجتماع پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

برطانوی اخباروں کی دلچسپی

یوں تو کئی عیدیں آئیں اور گئیں، اور برطانوی اخباروں میں نماز عید اور اسلامی اجتماعات کا ذکر یوں ہی ضمنی طور پر آیا کرتا تھا، مگر اب کہ یہ عید کچھ اس شان سے منائی گئی کہ آج کے اخبارات میں اس اجتماع کا ذکر بڑی خصوصیت سے کیا گیا تھا۔ اخباروں نے نہ صرف خبر ہی شائع کی بلکہ تصویریں بھی چھاپیں اور خاص نامہ نگاروں کے حوالہ سے نماز اور اجتماع کی تفصیلات بھی شائع کیں۔

ممتاز شخصیتیں

اس اجتماع میں اخباری وفد کے قائد مولانا اختر علی خاں مدیر مسئول زمیندار اور ان کے دو ساتھی مسٹر حمید احمد نیوز ایڈیٹر ڈان اور مسٹر ضیاء الاسلام ریزیڈنٹ ایڈیٹر سول ملٹری گزٹ کراچی بھی تھے۔ ان کے علاوہ پاکستان کے آئندہ کمانڈر انچیف لفٹنٹ جنرل ایوب خاں، پاکستان کی وزارت داخلہ کے سکرٹری مسٹر باقر، وزارت اطلاعات و نشریات کے سیکرٹری مسٹر اکرام اور ترکی کی مشہور صحافی خاتون مس سیرین کتودمان بھی تھیں۔

مولانا اختر علی خاں اور جنرل ایوب خان

مولانا اختر علی خاں اور لفٹنٹ جنرل ایوب خاں بڑی گرمجوشی سے ایک دوسرے سے ملے اور ثانی الذکر نے آپ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اخبارات کی طاقت بے پایاں ہے، قلم وہ لافتور ہتھیار ہے جو فوج اور باقی سرکاری ملازموں پر بھی اپنا سکہ چلاتا ہے۔

مولانا اختر علی خاں کی تقریر

نماز کے بعد پاکستانی ایئر فورس کے ان نوجوانوں سے خطاب کیا جو یہاں تربیت پانے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے نوجوانوں پر اس فریضے کی اہمیت واضح کی جسے پورا کرنے کے لئے وہ تربیت پانے کے لئے انگلستان آئے ہوئے ہیں، آپ نے کہا نوجوانو! تمہیں اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہونا چاہیئے، تم ہی پاکستان کا سرمایۂ حیات ہو پاکستان کی حفاظت اور اس کی طاقت کا اصل راز تم ہو، تم ہی وہ آنیوالی نسل ہو جو پاکستان کو مستحکم اور عظیم الشان بنا سکتی ہے، مجھے امید ہے کہ تم اسلاف کی روایات کو قائم رکھو گے اس ارفع و اعلیٰ مقصد کو تم اسلامی تعلیمات پر کاربند رہ کر ہی پورا کر سکتے ہو۔

نماز عید کے بعد مسلمانوں کے آپس میں بغلگیر ہونے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے کا نظارہ ایسا شاندار تھا کہ دیکھنے والوں پر شدید اثر ہوا۔

پاکستانی، افریقی، عرب، ترک، ایرانی، مصری چینی، ہندوستانی، سیلونی، برمی، ملائی، جاپانی، انگریز جرمن، روسی، فرانسیسی مسلمان بڑے شوق اور محبت سے آپس میں گلے ملتے رہے اور دیکھنے والے اس اخوت پر عش عش کرتے رہے۔ عید کے بعد ایک شاندار ضیافت عصرانہ ہوئی اور لندن میں عید اضحی کی تقریب ایک عجیب دلکش یادگار دلوں میں چھوڑ کر ختم ہوئی۔

(بقیہ از صفحہ ۲)

فرمایئے خدا کی محبت کا یہ کیسا عجیب مظاہرہ؟ پس جس قوم کا یہ مذہب ہو اس کا اسلام کے متعلق اعتراض کرنا کیا معنے رکھتا ہے پہلے اپنے باطل عقیدہ کو مسلمانوں کے ذمہ تھوپنا کہاں کا انصاف اور کہاں کی حق پرستی ہے۔ اسلام کے رو سے ہر ایک انسان فطرتاً معصوم پیدا ہوتا ہے۔ وہ خدا کے رحم سے مستفیض ہونے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اس کے قوے اور جذبات ترقی و کمال کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جن سے وہ اپنے لئے اپنی جنتی زندگی بناتا ہے۔ ہاں ان کے غلط استعمال سے وہ اپنے لئے جہنم بھی بنا لیتا ہے۔ مگر خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ انسان کی فطرت ایسی بنا دے کہ گناہ کے سوا اس کو چارہ نہ ہو اور جہنم میں داخلے کے سوا اس کے واسطے

اسلام کی اخلاقی تعلیمات

تواضع اور خاکساری

از جناب مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں تواضع اور خاکساری کی ایک بنیادی تعلیم ہے، جب تک افراد میں یہ صفت نہ پیدا ہو جائے، اس وقت تک کسی صالح معاشرہ کا وجود میں آنا ناممکن ہے۔ اس مضمون میں اس کی تشریح کی گئی ہے لیکن تواضع کی تشریح سے پہلے چند تمہیدی باتیں بیان کر دینا ضروری ہیں۔

اسلام کے نزدیک کبر و غرور ایک مذموم صفت ہے، اس لئے جس مسلم کے اندر یہ عیب پایا جائیگا تو وہ نہ صرف سزا وار ملامت بلکہ مستحق جہنم ٹھہرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

الا اخبرکم باھل النار کل عتل جواد متکبر

میں تمکو خبردار کرتا ہوں کہ متکبر اور مغرور آدمی دوزخی ہے۔

اسی کے مقابلہ میں دنائت و پستی کبر و غرور کی متضاد صفت ہے اور کبر و غرور کی طرح یہ بھی اسلام میں ایک مذموم چیز ہے جس طرح کسی مسلم کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ متکبر و مغرور ہو کر دوسروں کو اپنے سے ذلیل اور پست سمجھے، اسی طرح یہ بات بھی مسلم کے مرتبہ سے گری ہوتی ہے، کہ وہ اپنے اغراض حب جاہ یا کسی اور مقصد کے حصول کے لئے اپنی خود دارانہ روش کو چھوڑ کر خوشامد چاپلوسی اور دنائت و پستی سے کام لے کر اپنے کو ذلیل و خوار کر لے۔ چنانچہ حدیث میں یہ صفتیں منافق اور فاسق و فاجر کی بیان کی گئی ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ حصول اغراض کے ذلیل سے ذلیل اور پست سے پست طریقہ کے اختیار کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ اور اس میں ان کو کوئی ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

والفاجر خب لئیم

فاجر دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے

ایک ضعیف حدیث میں آتا ہے۔

لیس من اخلاق المؤمن التملق

چاپلوسی مومن کے اخلاق کے منافی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے۔

المؤمن کالجمل الذلول والمنافق والفاسق ذلیل

مومن سدھے ہوئے اونٹ کی طرح ہوتا ہے اور منافق اور فاسق ذلیل ہوتا ہے۔

اعتدال کی راہ تواضع ہے

تکبر اور غرور میں افراط ہے، اور دنائت و پستی میں تفریط، اسلام چونکہ زندگی کے تمام شعبوں میں افراط اور تفریط سے بچتا ہے، اس لئے اس نے یہاں بھی ان دونوں کے درمیان ایک معتدل اور متوسط راہ اختیار کی ہے۔

اسلام نے یہ درمیانی راہ اس لئے اختیار کی کہ اگر وہ افراط یعنی کبر و غرور کی راہ اختیار کرتا۔ تو انسان کو ایسے اختیارات اور مواقع دے دیتا، جن کے ذریعہ وہ دوسرے انسانوں پر ظلم و تعدی، ان کے حقوق کو پامال اور اپنے تفوق اور ترفع کے لئے دوسروں کو ذلیل و خوار کرتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ عام انسانوں کی صلاحیتیں پروان چڑھنے کے بجائے ٹھٹھر کر رہ جاتیں اور محبت و مساوات کے تمام رشتے یکسر کٹ جاتے۔

قوت و اقتدار کے وہ تمام طریقے جن کے ذریعہ ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا غلام بنا کر اس پر ظلم و زیادتی کر سکتا ہے خدا نے ان کو مسدود کر دیا ہے، اور اس قسم کے تمام اختیارات اپنے لئے مخصوص کر لئے ہیں۔ چنانچہ "کبریائی" اس نے خاص اپنی صفت قرار دی ہے، جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اب کسی بندہ کو یہ مجاز نہیں کہ وہ کبریائی کرے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو گویا وہ خدا کی ہمسری اور اس سے بغاوت کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے ہمسری اور بغاوت کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے،

قرآن نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ

ولہ الکبریاء فی السموات والارض۔

اسی کے لئے بڑائی ہے، آسمانوں اور زمین میں

اور جو لوگ کبر کرتے ہیں ان کے لئے فرمایا کہ۔

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین

تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حدیث میں ہے کہ۔

الکبریاء ردائی فمن نازعنی قذفتہ فی النار (مسلم شریف)

کبریائی میری چادر ہے، جو شخص اس کے لینے کے لئے جھگڑے گا میں اسکو عذاب دوں گا۔

اسی طرح اسلام نے تفریط یعنی دنائت و پستی سے بھی روکا ہے، اس لئے کہ اس مذموم صفت کے معنی یہ ہیں کہ اسلام انسان کو اخلاق و عمل کے جس بلند مرتبہ پر لے جانا چاہتا ہے، اس سے وہ گر جاتے، اور ذلیل اغراض اور پست مقاصد میں پھنس کر اپنے لاہوتی مقصد کو بھول جائے۔

ظاہر ہے کہ اس کے بعد اس کی حیثیت چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں سے زیادہ نہیں رہ جاتی جو ہر جگہ ذلیل اور روندے جاتے ہیں۔ اور اسلام کسی انسان خاص طور سے کسی مسلم کے لئے یہ بات پسند نہیں کر سکتا، کہ وہ ذلیل و خوار ہو، اسی لئے جہاں خاکسارانہ روش سے انسان کا ضعف اور پستی ظاہر ہو وہاں اسلام نے عارضی اور نمائشی طور پر خود دارانہ کبر و غرور کا حکم دیا ہے [1] سنہ ۷ھ میں صحابہؓ جب ادائے عمرہ کے لئے آئے تو چونکہ مدینہ کے وبائی بخار نے ان کو کمزور کر دیا تھا، اس لئے کفار نے طنز کیا کہ محمد اور ان کے ساتھی ضعف کی وجہ سے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ اس پر آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ طواف کے تین چکر اکڑ کر کریں، تاکہ مشرکین پر ان کی طاقت کا اظہار ہو۔ عربی زبان میں اسی کو رمل کہتے ہیں، چنانچہ آج تک یہ سنت باقی ہے۔

اسی طرح جہاد میں بھی قوت کے اظہار کا موقعہ ہوتا ہے، اس لئے وہاں بھی اسلام نے خاکساری کے بجائے کبر و غرور کو پسند کیا ہے، حدیث میں ہے کہ جنگ کے موقعہ پر اترانا خدا کو پسند ہے لیکن یہ بات پیش نظر رہنا چاہئے کہ یہ اجازت صرف عارضی اور محض نمود کے لئے ہے، کوئی مستقل قانون نہیں ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم تواضع کی تشریح کرتے ہیں۔

تواضع کی لغوی تشریح

تواضع وضع اور ضعۃ سے مشتق ہے، جس کے معنی گرنے اور پست ہونے کے یا کسی کو پست کرنے کے ہیں، اسی لئے پست اور ذلیل آدمی کو وضیع کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان تمام معانی سے ایک مذموم صفت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ لیکن تواضع کے لفظ میں یہ مفہوم یا تو بدل جاتا ہے یا پھر ایک محمود صفت بن جاتا ہے۔

تواضع کے لفظی معنی ہیں، تذلل، یعنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا، اسی لئے عرب زمین کے اس حصہ کے لئے جو اپنے قریب کے حصہ سے نیچا ہو، تواضعت الارض استعمال کرتے ہیں، اسی سے تواضع القوم نکلا ہے، جس کے معنی ہیں قوم کا کسی ایک بات پر متفق ہو جانا۔ دور سے کسی آبادی کو دیکھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین سے بالکل لگی ہوئی ہے، عرب اس کیفیت کا اظہار ان بلدکم لمتواضع ...... سے کرتے ہیں، اسی سے تواضع ما بیننا ہے جس کے معنی ہیں آپس میں جو رنج و خلش کی بات تھی وہ دور ہو گئی۔ (لسان)

تواضع کا شرعی مفہوم

تواضع کا جو شرعی مفہوم ہے اس میں بھی یہ تمام لغوی معانی موجود ہیں، یعنی ایک بندہ (عبد) کی بندگی اور عبدیت کا تقاضا ہے کہ وہ خدا کے احکام کے آگے اپنے سر نیاز کو بالکل جھکا دے، دوسروں کے مقابلہ میں اپنے کو پست نہ کرے، جس بات کو حق سمجھ لے اس کی ہمیشہ موافقت کرے، دوسروں کے ساتھ انکساری سے پیش آئے۔ ظاہری طور پر اس کی کوئی حیثیت نہ معلوم ہو لیکن جب اس سے معاملہ پڑے، تو وہ معاشرہ ...... کے لئے خوشی و مسرت کا سبب بن جائے۔ اس کے دل میں کسی سے رنج و حسد اور کینہ نہ ہو۔ جب یہ صفات اس کے اندر پیدا ہو جائیں گے، تو خدائے قدوس اس کی اس اختیاری پستی اور گراوٹ کو بلندی اور رفعت سے بدل دے گا، حدیث میں اسی مفہوم کو ادا کیا گیا ہے۔

من تواضع للہ رفعہ اللہ

جو اللہ کے لئے انکساری کرے گا اللہ اسکو بلند کرے گا۔

اب ہم قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین اور صوفیہ کے اقوال کی روشنی میں اس کی مزید توضیح کرتے ہیں۔

قرآن

قرآن نے تواضع کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے، بلکہ اس نے تواضع کی تعلیم اس کے مظاہر و مواقع کے ذریعہ دی ہے۔ زندگی کے تمام مسائل میں قرآن کا مطمح نظر یہ ہے

[1] سیرۃ النبی جلد ۲ صفحہ ۳۱

کہ انسان ہر وقت اور ہر آن خدا کا بندہ اور اس کا عبد ہے، اس لئے اس کا ہر کام دائرۂ عبدیت کے اندر ہونا چاہیئے، اسکو کسی لمحہ یہ مجاز نہیں ہے کہ وہ اپنے کو اس دائرے سے خارج سمجھے، ظاہر ہے کہ اس کے بعد اس کو ان تمام طریقوں اور راستوں کو چھوڑنا پڑیگا جو عبدیت کے تقاضوں اور اس کے مظاہر کے خلاف ہیں۔

تواضع کی تعلیم بھی قرآن نے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے دی ہے۔ کہ ایک بندہ، بندہ ہوتے ہوئے، اپنی پوری زندگی اور خاص طور سے معاشرتی زندگی میں کوئی ایسی روش اختیار کرے جو ایک صالح معاشرہ کے مزاج کے خلاف یا اس میں کدورت پیدا کر دینے کا سبب ہو، بلکہ اسے وہی روش اختیار کرنی چاہیئے، جس سے معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ خوشگواری اور لطف پیدا ہو سکے، چنانچہ قرآن نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے، جو زمین پر اکڑ کر چلتے ہیں، اس لئے کہ ان کی یہ روش منشائے عبدیت اور ایک صالح معاشرہ کے مزاج کے سراسر خلاف ہے، بخلاف اس کے جو لوگ فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں، ان کی توصیف کی ہے۔

وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا

اللہ کے بندے وہ لوگ ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو جو نصیحت فرمائی تھی اس میں بھی تواضع کے متعدد مظاہر کا ذکر ہے، آپ نے فرمایا۔

ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا ان اللہ لا یحب کل مختال فخور واقصد فی مشیک واغضض من صوتک۔ (لقمان)

اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بے شک اللہ تعالے تکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر،

سورۂ بنی اسرائیل میں کبھی مسلمانوں کو اور کبھی خود آنحضرت صلعم کو خطاب کر کے جو اخلاقی تعلیمات دی گئی ہیں ان میں بھی ہے کہ "زمین پر اترا کر مت چلو اس لئے کہ یہ بے سود بات ہے۔

ان آیات میں تواضع اور خاکساری کے مختلف مظاہر بتائے گئے ہیں، بات کرنے میں بے رخی نہ کی جائے، زمین پر اکڑ کر نہ چلا جائے، چال ڈھال میں غرور کا شائبہ نہ ہو، اور نہ آواز میں غرور کے مارے سختی اور کرختگی ہو،

قرآن نے ایک دوسری جگہ بڑے لطیف انداز سے تواضع کی تعلیم دی ہے۔

واخفض جناحک للمؤمنین (حجر)

اور اپنا بازو مومنوں کے لئے جھکائے رکھ

"خفض جناح" یعنی بازو کا جھکا دینا تواضع اور خاکساری سے استعارہ ہے، جناح پرندہ کے بازو کو کہتے ہیں، پرندہ جب زمین میں اترنے لگتا ہے، یا تھک کر بیٹھنا چاہتا ہے تو اپنے بازوؤں کو جھکا دیتا ہے، اس لئے یہ استعارہ کیا گیا ہے، کہ انسان کو بھی خاکساری اور فروتنی سے اپنے بازوؤں کو نیچے کر لینا اور تکبر اور ترفع کی بلندی کی بجائے تواضع کی پستی کی طرف اترنا چاہیئے۔

امام ابن قیمؒ نے تواضع کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ اس آیت میں۔

یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین (سورہ مائدہ)

اے ایمان والو جو بھی تم سے اپنے دین سے پھرے گا تو اللہ تعالے عنقریب ایک ایسی قوم کو لائے گا، جن سے وہ محبت کرتا ہے، اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں، وہ نرم دل ہیں مومنوں پر اور زبردست ہیں کافروں پر،

اللہ تعالیٰ نے "اذلۃ علی المؤمنین" میں "علیٰ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ مومنین کے مقابلہ میں فروتنی نرم اور فرمانبردار رہنا ان کی خاص صفت ہے۔ ظاہر ہے کہ تواضع کی تعلیم کا بھی واحد مقصد یہی ہے کہ معاشرہ کے تمام افراد کے اندر فروتنی، نرمی اور انقیاد کی صفت پیدا ہو جائے تاکہ معاشرتی زندگی زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور پُر لطف ہو سکے۔

اگلے انبیاء اور تواضع

امام غزالی نے ایک حدیث نقل کی ہے .... کہ اللہ تعالے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ "میں اس کی نماز قبول کرتا ہوں جو میری عظمت کے سامنے متواضع اور فروتر ہو، اور میری مخلوق پر اپنی عظمت کا اظہار نہ کرتا ہو۔

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں کہ تواضع کرنے والوں کے لئے دنیا میں خوشخبری ہے کہ وہ قیامت کے دن صاحب منبر ہونگے، یعنی قیامت کے دن ان کا مرتبہ بلند ہوگا۔

حدیث نبوی میں تواضع کی تعلیم

اوپر ذکر آ چکا ہے کہ تواضع، وناءت پستی سے مختلف چیز ہے، وناءت سے انسان کے اندر گراوٹ پیدا ہوتی ہے لیکن تواضع سے اس میں بلندی و رفعت پیدا ہوتی ہے، حدیث میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالے اسے بلند کر دیتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے، "تواضع بندہ میں رفعت ہی پیدا ہوتی ہے"

ایک حدیث میں ہے کہ:۔

تواضعوا وجالسوا المساکین تکونوا من کبراء اللہ وتخرجوا من الکبر

تواضع اختیار کرو، اور غرباء کے ساتھ اٹھو بیٹھو تو اللہ تعالے کے کبراء ہو جاؤ گے (اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا) کہ کبر کے عیب سے پاک ہو جاؤ گے،

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ غرباء و مساکین جنہیں سوسائٹی میں حقیر و ذلیل سمجھا جاتا ہے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی تواضع میں داخل ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ تم کبر و غرور جیسے مہلک عیب سے پاک ہو جاؤ گے، اور اللہ تعالے کے یہاں جو لوگ بلند مرتبہ پائیں گے، ان میں تم بھی ہو گے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

ان اللہ اوحیٰ الیّ ان تواضعوا حتی لا یفخر احد علی احد ولا یبغی احد علی احد۔

اللہ تعالے نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکساری اور تواضع اختیار کرو تاکہ کوئی کسی پر ظلم یا فخر نہ کر سکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظلم و زیادتی اور فخر و مباہات کا طریقہ تواضع و انکساری کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس طریقہ سے ایک انسان کو دوسرے انسان کے حقوق کی پامالی اور اسکو حقیر و ذلیل کرنے کا موقع ملتا ہے، اور تواضع کسی حال میں انسان کو اس قسم کا کوئی موقع دینا نہیں چاہتی، چنانچہ ایک حدیث سے ان مذکورہ بالا باتوں کی اور زیادہ وضاحت ہو جاتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے:۔

علیکم بالتواضع فان التواضع فی القلب ولا یؤذین مسلم مسلما فلرب متضاعف فی اطمار لو اقسم علی اللہ لابرہ

تواضع کو اپنے اوپر لازم کر لو، اور تواضع کی اصلی جگہ قلب میں ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ) کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ دے، اور بہت سے پھٹے پرانے کپڑوں میں رہنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے اوپر (بھروسہ کر کے) قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دیگا۔

اس حدیث میں تین باتیں مذکور ہیں:۔

(۱) تواضع کا تعلق قلب سے ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ظاہری طور سے انکساری کا اظہار کافی نہیں ہے، بلکہ ضروری ہے کہ قلب میں بھی یہ کیفیت جاگزین ہو، اس لئے کہ اگر قلب میں تواضع کی یہ کیفیت پورے طور پر نہ اتری ہوئی ہوگی، تو اس میں اخلاص نہیں ہوگا، اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔

(۲) اگر واقعی یہ کیفیت دل میں اتر گئی ہے، تو اس کا مظاہرہ یہ ہے کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

(۳) بہت سے پھٹے حال لوگ اللہ کے یہاں بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں، اس لئے سوسائٹی کے معمولی سے معمولی آدمی کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہیئے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک کرنا چاہیئے کیونکہ گو تواضع کا تعلق قلب سے ہے، لیکن دل کا حال اللہ تعالے کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس کی ظاہر بدحالی تواضع اور انکسار کی وجہ سے ہو اور اس کے قلب میں بھی یہ کیفیت پیدا ہو، اس لئے اس کی تحقیر خدا کی ناراضگی کا سبب ہوگی،

خلاصہ یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کا تقاضا ہے کہ معاشرہ کے تمام افراد کیساتھ مساویانہ اور برادرانہ سلوک روا رکھا جائے اور دوسروں کی ظاہری پستی اور بدحالی سے کوئی غلط فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے اسلامی معیار اور معاشرتی تقاضوں کو نہ چھوڑ دیا جائے۔

باقی ــــ باقی

مسئلہ وراثت قرآن کریم کی روشنی میں

(از جناب سید اسد اللہ شاہ صاحب)

مکرمی مخدومی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور سلمہ اللہ

السلام علیکم - مزاج والا۔ آپکے اخبار پیغام صلح مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۰ء صفحہ نمبر ۸ پر ایک صاحب مولنا عبدالکریم صاحب تونسوی کی طرف سے میرے مضمون "مسئلہ وراثت قرآن کریم کی روشنی میں" پر ایک نظر بطور تنقید شائع ہوئی ہے۔

میں نے مولنا صاحب موصوف کے مضمون مذکور کو غور سے پڑھا اور مکرر غور سے پڑھا۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ صاحب ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ آپنے قرآن پاک کی روشنی میں مضمون مذکور پر تنقید نہیں فرمائی۔ اور اس مسئلہ کے متعلق قرآن کریم کو حکم قرار نہیں دیا ہے بلکہ فقہا کے فتاوے کے مطابق اس مسئلہ کو پیش کیا ہے۔ اور فقہاء کی کتر و بیونت کے مطابق ہی تنقید فرمائی ہے۔

میں ان ذوالفرائض کو تو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ جو فقہا نے تجویز کئے ہیں۔ ذوالفرائض وہی ہیں۔ جو واضع قانون یعنی اللہ پاک نے رسول اکرم کے ذریعہ قرار دیئے ہیں۔ اور بس۔

سر دست میں یہ مطالبہ نہیں کرتا۔ کہ آپ دوسری باتیں بھی بتائیں جن کا ذکر قرآن پاک میں تو نہیں مگر وہ دین کا ستون سمجھی جاتی ہیں اس امر کو میں بھی کسی دوسرے وقت پر موقوف رکھتا ہوں۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے، کہ میرے مطالبہ کرنے پر بھی مولنا صاحب موصوف ان امور پر روشنی ڈالیں گے۔ مولنا صاحب کا فرض ہوگا۔ کہ وہ امور کسی اخبار میں شائع فرما کر اخبار مذکور کا وہ پرچہ میرے پاس بھجوانے کا انتظام فرمائیں۔ تشکر کا موجب ہوگا۔

کچھ تو شیعہ حضرات نے الکرار میں تین سوالات کے حل کا ذکر کر کے حضرت علی جیسی بزرگ ہستی کی ہمہ دانی کو داغ لگایا ہے باقی عول کا مسئلہ گھڑ کر ہمارے فقہاء نے حضرت علی رضہ کی شان میں وہ گستاخی کی ہے۔ کہ بدن پر لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

حضرت علی وہ عظیم الشان ہستی اسلام میں گذری ہے جس نے طفولیت ہی میں رسول اکرم کی گود میں تربیت پائی، اسلام سیکھا۔ کاتب وحی رہے آپ کی فقاہت کا لوہا بڑے بڑے صحابہ مانتے رہے اور قرآن دانی میں آپ ضرب المثل تھے، ہمارے فقہاء نے حضرت علی رضہ کو اس طرح پیش کیا ہے کہ نعوذ باللہ آپ وراثت کے مسائل کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے آپ کو عول کا ڈھونگ رچانا پڑا۔ حضرت من! حضرت علی رضہ کو بدنام نہ کریں۔ اپنے فقہاء کی دماغ سوزی اور نکتہ رسی کا ماتم کریں۔ جنہوں نے حضرت علی رضہ کو بلکہ قرآن پاک کو بھی بدنام کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ نے دو مثالیں پیش کی ہیں:-

اوّل یہ کہ میت کے ایک بیٹی۔ خاوند اور ماں باپ وارث ہوں۔ اس مثال میں آپ نے بیٹی کا $\frac{1}{2}$ حصہ کہاں سے لیا آیت ۱۱ سورۃ النساء کے الفاظ "فان کانت واحدۃ فلہا النصف" کا تو یہ مطلب ہے۔ کہ ایک بھائی ہو۔ اور اس کے ساتھ ایک بہن بھی ہو۔ تو بہن بھائی کے حصہ سے نصف پائیگی۔ یعنی بھائی اگر ایک روپیہ لیگا۔ تو بہن اٹھ آنہ لیگی معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولنا صاحب نے نہ قرآن پاک کو دیکھا اور نہ ہی مضمون بغور پڑھا اور اعتراض دھر گھسیٹا۔

اس مثال کا حل آپنے نہ تو قرآن پاک کی روشنی میں کیا۔ اور نہ ہی میری عرض کی طرف توجہ فرمائی۔ پہلی مثال کا حل از روئے قرآن پاک ملاحظہ فرمایا جائے۔

خاوند $\frac{1}{4}$ حصہ جائداد کا پائیگا۔ اور باقی $\frac{3}{4}$ حصہ جائداد کی $\frac{1}{3}$ حصہ یعنی کل جائداد کا $\frac{1}{4}$ حصہ والدین بحصہ مساوی پائیں گے۔ اور باقی $\frac{1}{2}$ حصہ جائداد کا لڑکی لے جائے گی۔ اس طرح نہ لڑکی کو $\frac{6}{12}$ اور نہ خاوند کو $\frac{3}{12}$ اور نہ ماں باپ کو $\frac{4}{12}$ حصہ دینے کی ضرورت لاحق ہوگی قرآن پاک نے فقہا کی فقاہت کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔

دوسری مثال میں دو بیٹیاں۔ خاوند اور ماں باپ ہیں۔ یہ معلوم نہیں مولنا صاحب نے دو بیٹیوں کو $\frac{2}{3}$ حصہ جائداد کا کس آیت قرآنی کی رو سے عطا فرمایا ہے۔ قرآن پاک تو فرماتا ہے۔ "فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ما ترک" اگر لڑکیاں دو سے زاید ہوں اور لڑکا ایک ہی ہو۔ تو لڑکیوں کو جائداد کا $\frac{2}{3}$ دیا جائے گا۔ اور باقیماندہ $\frac{1}{3}$ حصہ ایک لڑکا لے جائیگا۔ یہ صرف فقیہوں کی اختراع ہے۔ جو آپ نے پیش کی ہے۔

آپ فرماتے ہیں دو بیٹیاں $\frac{8}{15}$ اور خاوند $\frac{3}{15}$ اور ماں باپ $\frac{4}{15}$ بحصہ مساوی پائیں گے جناب والا! پہلے خاوند کو $\frac{1}{4}$ حصہ جائداد کا دیا جائیگا. کیونکہ آیت نمبر ۱۲ میں ذکر ہے کہ کل جائداد کا $\frac{1}{4}$ حصہ بصورت اولاد ہونے کے شوہر کو ملیگا باقی رہا $\frac{3}{4}$ - سو اس میں سے $\frac{3}{4} \times \frac{1}{3} = \frac{1}{4}$ حصہ ماں باپ بحصہ مساوی پائیں گے۔ اور باقیماندہ $\frac{1}{2}$ حصہ جائداد کا دو لڑکیاں پائیں گی۔ ملاحظہ ہو۔ نہ دو لڑکیوں کو $\frac{8}{15}$ اور نہ شوہر کو $\frac{3}{15}$ اور نہ ہی باپ کو $\frac{4}{15}$ جائداد دینے کی ضرورت لاحق ہوئی۔

حضرت من! قرآن پاک نے اس اولاد کے متعلق حکم دیا ہے۔ کہ جو والدین کے پیچھے رہ جاتی ہے اس کے تین ضمن اللہ تعالے نے قرار دیئے ہیں۔

اول مخلوط اولاد کے متعلق یعنی متعدد لڑکے اور لڑکیوں کے حصص کا تناسب مقرر فرمایا ہے۔ "للذکر مثل حظ الانثیین" ایسی صورت میں ہر ایک لڑکا ہر ایک لڑکی سے دوچند حصہ پائے گا۔

دوم - "فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ماترک" یعنی اگر ایک لڑکے کے مقابلہ میں لڑکیاں دو سے زائد ہوں، تو لڑکیاں کل جائداد کا $\frac{2}{3}$ حصہ پائیں گی اور باقی $\frac{1}{3}$ حصہ لڑکا پائیگا۔

سوم "فان کانت واحدۃ فلہا النصف" یعنی اگر لڑکے کے مقابلہ میں ایک ہی لڑکی ہو۔ تو وہ لڑکے سے نصف پائے گی اسی ضمن میں فقہاء نے لفظ النصف کے بعد "ما ترک" اپنی طرف سے شامل کر دیا ہے جو بے انصافی ہے۔

میں نے کبھی عرض نہیں کیا کہ لڑکا ہر حالت میں لڑکی سے دوچند پائیگا۔ بلکہ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ لڑکی اور لڑکے کے حصص کا تناسب بعض حالات کے ماتحت بدلتا رہیگا۔ میرے مضمون کو بغور نہ پڑھنے سے حضرت مولنا صاحب نے ایسا نتیجہ اخذ کر لیا ہے۔

براہ مہربانی حضرت علی جیسی پاک اور عظیم الشان ہستی کا پیچھا چھوڑ دیں۔ اور اپنے فقہاء کے متعلق جو کچھ بھی مناسب سمجھیں رائے قائم کریں۔

باقی مضمون میں جو دور از قیاس باتیں آپ نے درج فرمائی ہیں۔ قرآن پاک کی روشنی میں اس کی کافی تردید ہو چکی ہے ان کے اعادہ اور جواب دینے کی ضرورت میری اس عرضداشت کے بعد نہیں رہتی - میرا اصل مضمون جو اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا ہے۔ اسکو بغور اور مکرر سہ کرر پڑھیں۔

ہند و پاکستان

لاہور ۲۵ ستمبر۔ لاہور سے ایک اعلان ہوا ہے کہ ملتان روڈ راوی کے سیلاب سے متاثر ہو جانے کی وجہ سے بند ہو گئی ہے

لاہور ۲۵ ستمبر پورے صوبہ کے سیلاب زدہ لوگوں کی مستقل بحالی کے لئے ایک اعلیٰ اختیارات کے بورڈ کے قیام کی تجویز پیر کے روز سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب کے سامنے پنجاب مسلم لیگ کے ایک وفد نے رکھی اس بورڈ میں سرکاری اور غیر سرکاری نمائندے شامل ہوں گے۔

معلوم ہوا ہے کہ گورنر پنجاب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس تجویز پر اچھی طرح غور کریں گے۔ اس وفد نے دو گھنٹہ تک گورنر سے ان اقدامات پر گفت و شنید کی جو سیلاب زدہ اشخاص کی فوری امداد کے لئے کئے جا رہے ہیں اور اضلاعی امدادی کمیٹیوں کے کام میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے ایک صوبائی امدادی کمیٹی کے قیام کی بھی تجویز پیش کی۔

لاہور ۲۵ ستمبر تا اطلاع ثانی سیلاب کی وجہ سے ایک اپ، دو ڈاؤن پاکستان میل صرف کراچی سٹی اور لاہور کے درمیان چلے گی اور گیارہ اپ بارہ ڈاؤن چناب ایکسپریس کی گاڑیاں صرف کراچی سٹی اور سماسٹہ کے درمیان چلیں گی اسی طرح پانچ اپ اور چھ ڈاؤن ایکسپریس صرف کراچی سٹی اور لاہور کے درمیان چلتی رہیں گی۔

حسب ذیل اسٹیشنوں کے درمیان تا اطلاع ثانی گاڑیاں بند رہیں گی۔

وزیر آباد، لاہور، کاموں کی، شام کوٹ، کوٹ میلارام، وزیر آباد سیالکوٹ، نارووال، لاہور، نارووال، چک امرو۔ چک جھمبل۔ پنڈ دادنخان شاہدرہ، ننکانہ صاحب، شاہدرہ، مومن، شورکوٹ روڈ۔ خانیوال، شیخوپورہ مظفر گڑھ، جھنگ، شاہ جیونا، پھیلا تہار، کھڑیاں خاص اور قصور اور گنڈا سنگھ والا۔

کراچی ۲۵ ستمبر۔ پاکستان اور اٹلی کے درمیان جو تجارتی معاہدہ ہوا ہے۔ اس کے تحت اٹلی پاکستان سے چالیس ہزار ٹن کپاس اور چالیس ہزار ٹن پٹ خریدے گا ۲۵۰ لاکھ پونڈ کی کھالیں اور چمڑا بھی خریدے گا اس کے علاوہ اون بنولے، پوٹاشیم نائٹریٹ کھیلوں کا سامان وغیرہ بھی خریدیگا۔

اس کے بدلہ میں پاکستان اٹلی سے دھاگا بوریاں وغیرہ کے علاوہ صنعتی اور تعمیری مشینیں بھی خریدے گا۔

کلکتہ ۲۵ ستمبر۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں آئندہ عام انتخابات کے لئے جو بیلٹ بکس بنائے جائیں گے ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زاید ہوگی اور ان پر تقریباً ۹۶ لاکھ پچھتر ہزار روپیہ صرف ہوں گے،

بکسوں کی وضع حکومت نے منظور کر لی ہے۔ پورا بکس ایک ہی چادر سے بنایا جائے گا۔ اور اس پر نہ پانی اثر کر سکے گا نہ آگ، ہر بکس میں ساڑھے تین ہزار پرچیاں آئیں گی۔ خیال ہے کہ پورے ہندوستان میں اٹھارہ کروڑ اشخاص ووٹ دیں گے۔

کلکتہ ۲۵ ستمبر۔ معلوم ہوا ہے کہ تبت کے سرحدی محافظوں اور کمیونسٹوں کے درمیان چپقلشیں شروع ہو گئی ہیں، کمیونسٹ گشتی دستوں نے جنوب مشرقی تبت میں سایول کی طرف پیش قدمی کی کارروائی شروع کر دی ہے۔ حالیہ چپقلش میں لڑاکا ایک گونکار لامہ کو شکست دی گئی اور اس کی خانقاہ پر قبضہ کر لیا گیا جس میں دس ہزار بھکشو رہتے تھے۔

دوسری طرف تبت کی فوجوں نے کمیونسٹوں کی ایک کوشش کو ناکام بنا دیا۔

کشمیر

کراچی۔ ۲۵ ستمبر آج نتھیا گلی اور راولپنڈی کے ۱۲ دن کے دورے کے بعد ماڑی پور کراچی کے ہوائی اڈے پر بعض اخبار نویسوں کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان نے بتایا کہ ہندوستانی اخبارات کا پروپیگنڈا نہایت شرانگیز ہے کہ آزاد کشمیر میں بغاوت ہو گئی ہے آپ نے ڈکسن رپورٹ پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا اور بتایا کہ سیلاب نے پنجاب میں بہت نقصان کیا ہے۔

آپ نے یہ بھی بتایا کہ ابھی میرے انڈونیشیا جانے کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی۔

کراچی ۲۵ ستمبر۔ پاک دستور ساز اسمبلی کے صدر مسٹر تمیز الدین خان نے تنازعہ کشمیر کے متعلق کشمیر میں اقوام متحدہ کے نمائندہ سر ڈکسن کی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے خیال میں سر ڈکسن کی سفارشات نہ صرف طفلانہ بلکہ خطرناک امکانات سے معمور ہیں۔

ایک ملاقات میں مسٹر تمیز الدین خان نے کہا کہ تنازعہ کشمیر کو سلجھانے کے لئے اب تک انجمن اقوام متحدہ نے جو ترقی کی ہے اور جس کی کوششوں کی بدولت بھارت اور پاکستان نے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء اور ۵ جنوری ۱۹۴۹ء کی قراردادیں منظور کیں اس پر سر ڈکسن کی سفارشات سے پانی پھر جائے گا۔

مسٹر تمیز الدین خان نے کہا کہ تمام دنیا جانتی ہے کہ بھارت اور پاکستان تنازعہ کشمیر کا اب تک کوئی متفقہ حل تلاش نہیں کر سکے سر ڈکسن کی اس تجویز میں کوئی معقولیت نظر نہیں آتی کہ گذشتہ ناکامیوں کے پیش نظر اس تنازعہ کا حل اب فریقین پر ہی چھوڑ دینا چاہئے ان کی سفارشات سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ عملی شعور و ادراک سے بے بہرہ تھے۔

لاہور۔ ۲۵ ستمبر۔ دریائے راوی کا سیلاب جس نے ۲۳ ستمبر کو سابقہ تمام ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔ اب تمام ضلع منٹگمری کو ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک گھیرے ہوئے ہے۔ اٹھتے سے لیکر ستو تک دیہات مکمل طور پر پانی میں گھیرے ہوئے ہیں، یہاں باشندوں نے قبل از وقت تنبیہوں کے باوجود خطرناک علاقوں سے نکلنے میں دیر لگائی۔ ان علاقوں سے اکثر لوگوں کو کشتیوں کے ذریعے نکال لیا گیا ہے عوام کے حوصلے بہت بلند ہیں اس وقت پانی کا زور ہڑپہ کی طرف ہے نہر ایک دو مقامات سے ٹوٹ چکی ہے۔

جہاں تک چناب اور راوی کے بالائی علاقوں کا تعلق ہے حالات بتدریج بہتر ہوتے جا رہے ہیں۔ البتہ زیریں علاقے یعنی منٹگمری بہاولپور، ملتان، چنیوٹ وغیرہ اب زد میں آگئے ہیں، مگر فوجی حکام پر از یقین ہیں کہ ان علاقوں میں اب زیادہ خطرہ نہیں، کیونکہ سیلاب اپنا اکثر زور پیچھے ہی صرف کر آیا ہے۔ سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے درمیان آمد و رفت براستہ ڈسکہ کھول دی گئی ہے۔ وزیر مواصلات پاکستان سردار بہادر اور میجر جنرل محمد اعظم خان نے ہوائی جہاز پر وزیر آباد تک متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا امدادی کیمپوں کا بھی معائنہ کیا۔

لاہور۔ ۲۵ ستمبر۔ انجمن فلاح عامہ کے زیر اہتمام ماڈل ٹاؤن میں اتوار کی شام کو سیلاب زدہ اشخاص کی امداد کے سلسلہ میں ایک مشاعرہ ہوا اس مشاعرہ میں جو نصف شب تک رہا حفیظ جالندھری، نصرت قریشی اور ریحم غزنوی اور دیگر شعراء شریک ہوئے۔

بلادِ غیر

لنڈن۔ (ریڈیو سے) ۱۹ ستمبر۔ سے مجلس اقوام کی جنرل اسمبلی کا پانچواں اجلاس نیویارک میں شروع ہو چکا ہے اس کے ایجنڈے میں ستر امور شامل ہیں، بلکہ یوں کہیئے کہ دنیا کے جتنے مقامات پر کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے وہ کسی نہ کسی شکل میں زیر بحث آئیں گے۔ ان میں شامل ہیں فلسطین (یروشلم کا مستقبل۔ فلسطینی یہودیوں کی امداد اور مصالحتی کمیشن کی رپورٹ) اٹلی کی سابق نو آبادیات (لیبیا، اور اریٹریا پر کمیشن کی رپورٹ۔ اطالوی سومالی لینڈ پر ٹرسٹی شپ کا مجوزہ سمجھوتہ)۔ یونان (اغوا شدہ بچوں کی حالت) سپین۔ (اس ملک سے مجلس اقوام کے ممبر ملکوں کے تعلقات) افریقہ (جنوب مغربی افریقہ کا مستقبل اور جنوبی افریقہ میں ہندوستانی اقلیت کا مسئلہ) بالخصوص کوریا کے اتحادی کمیشن کی رپورٹ پر ایک اہم اور عام مباحثہ ہوگا۔

لندن ۲۴ ستمبر نئے چین کی خبر رساں ایجنسی کا ایک پیغام نشر کرتے ہوئے پیکنگ ریڈیو نے جمعہ کے روز کہا ہے کہ آج کمیونسٹ چین نے امریکی ہوائی جہازوں کی چینی علاقہ پر مبینہ بمباری کے خلاف اتحادی قوموں سے احتجاج کیا ہے۔

ٹنگ گو ۲۵ ستمبر۔ یہاں پر ایک جیوری اس الزام کی تحقیقات کر رہی ہے کہ جیل کے عہدہ دار "مراعات" فروخت کرتے ہیں۔ ایک رہا شدہ ۲۲ سالہ خاتون نے جیوری کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ جیل میں "بوسہ بازی" اور "اظہار محبت" کے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں، اس نے بتایا کہ وارڈن کے کمرہ میں وہ ایک اور قیدی سے اکثر ملا کرتی تھی (اسٹار)

لندن ۲۴ ستمبر۔ چین کی عوامی جمہوری حکومت نے اعلان کیا ہے کہ امریکہ نے ان چینی سائنسدانوں کو گرفتار کر لیا ہے جو امریکہ میں تعلیم حاصل کر کے اپنے وطن لوٹ رہے تھے۔

انہیں جاپان کے ایک شہر یوکوہاما میں گرفتار کیا گیا ہے۔ گرفتاری امریکی افسروں نے کی ہے۔

ڈرہم ۲۵ ستمبر۔ ایک شخص جس نے تمام عمر اپنی آنکھوں سے ٹائپ کی مشین دیکھی نہیں وہ کونسل کے دفتر کا بہترین ٹائپسٹ ہے۔ اس شخص کا نام ولیم ڈگلس ہے۔ ڈگلس شارٹ ہینڈ میں لکھتا ہے پھر اس لکھے ہوئے کو ٹائپ کرتا ہے، دوسرے ٹائپ کرنے والوں سے اس کی رفتار بھی زیادہ ہے۔

کوریا (۲۵ ستمبر) تازہ ترین اطلاعات سے پتہ معلوم ہوا ہے کہ امریکی بحری دستوں نے سیول کے شہر کے چاروں طرف ٹینکوں اور سنگینوں کا گھیرا ڈال رکھا ہے، پورے شہر میں آگ بھڑک رہی ہے اور شہر کا ملک یقینی طور پر [illegible]

ہفتہ وار پیغام صلح ۲۷ ستمبر ۱۹۵۰ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

(بجٹ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۴۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان: چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان: ۸-۱۲-۰
سالانہ چندہ ممالک غیر ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ - ۴ اکتوبر ۱۹۵۰ء | نمبر ۳۹

خود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

علالت حضرت امیر ایدہ اللہ

از شیخ محمد طفیل صاحب

۲ اکتوبر ۱۹۵۰ء - آج مرزا خلیل الرحمٰن صاحب کراچی سے تشریف لائے۔ ان سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی علالت کے متعلق مزید حالات معلوم ہوئے۔

حضور کی طبیعت ۱۸ ستمبر کو ناساز ہوئی۔ قلب کے دو دفعہ دورہ پڑنے سے آپ بہت مضمحل ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے ہلنے جلنے اور بات چیت کرنے سے بھی منع کر دیا۔ کسی کو ملاقات کی بھی اجازت نہیں تھی۔ عید کے روز (۲۴ ستمبر) کو احباب نے جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی سے بہت اصرار کیا کہ حضرت امیر کو کم از کم دیکھنے کی اجازت دی جائے۔

تمام دوست فاروقی صاحب کی کوٹھی پر پہنچکر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت امیر چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ چہرے پر بشاشت کے آثار تھے۔ احباب کے سلام کا جواب اشارہ سے دیتے رہے۔ چند دوست جن سے پہلے ملاقات نہیں ہوئی تھی انہوں نے مصافحہ کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس کے بعد احباب خاموشی سے رخصت ہو گئے۔

اس کے بعد جماعت کو قبلہ فاروقی صاحب کی معرفت حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کی اطلاعات ملتی رہیں۔ جمعہ ۲۹ ستمبر کو جب مرزا خلیل الرحمٰن صاحب، فاروقی صاحب کی کوٹھی پر گئے تو حضرت امیر ایدہ اللہ کی حالت بہت نازک بتائی گئی۔ اندر مستورات کے قرآن پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس رات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دل کا دورہ پڑا تھا۔ اور تمام شب بے چینی سے گذری تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے بعد طبیعت سنبھل گئی۔

کچھ دیر تک میں مرزا صاحب سے کچھ اور بات نہ پوچھ سکا۔

"اب تو ان کی حالت خدا کے فضل سے اچھی ہے" آخر میں نے کہا

کہنے لگے:-

"ہاں دعاؤں کی ضرورت ہے"

"ویسے بیماری کیسے شروع ہوئی" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ ذہنی صدمات بھی اس کا باعث ہیں۔ کم از کم دو تین ماہ تک وہ کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے درازئی عمر عطا فرمائے۔ ہمیں چاہیئے کہ ان کے لئے درد دل سے دعائیں کریں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق

ہفتہ بھر کی اطلاعات

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق ہر روز کراچی سے ٹیلیفون کے ذریعہ خبر ملتی رہتی ہے اور لاہور میں یہ انتظام کیا گیا ہے کہ ہر روز کی اطلاع ایک بلیٹن کے ذریعہ احباب تک پہنچائی جاتی رہے تاکہ دعا کی تحریک ہوتی رہے ۲۹ ستمبر سے بلیٹن شائع ہونے شروع ہوئے جن کا خلاصہ تاریخ وار حسب ذیل ہے:-

۲۹ ستمبر۔ صبح پانچ بجے:- کل دس بجے پھر حضرت امیر ایدہ اللہ کے دل پر بیماری کا حملہ ہوا۔ حضور کی حالت خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

۳۰ ستمبر صبح پانچ بجے:- حضور کی طبیعت بدستور خراب ہے۔ رات کو نیند نہیں آئی، دوا دینا بند کر دیا گیا ہے، حضور بات چیت بھی نہیں کرتے۔

یکم اکتوبر۔ صبح پانچ بجے:- حضور کو رات نیند آ گئی ہے، طبیعت پہلے کی نسبت اچھی ہے، انجکشن دینے بند کئے ہوئے ہیں، دوسری دوائی دی جا رہی ہے کمزوری حد درجہ ہے۔

۲ اکتوبر صبح ۵½ بجے:- حضور کی صحت نسبتاً اچھی ہے بخار ۹۹.۲ ہے، کل دل کا معائنہ بھی کیا گیا معلوم ہوا ہے کہ بیماری کے حملہ کی وجہ سے دل زیادہ متاثر نہیں ہوا، البتہ نیند بغیر دوائی کے نہیں آتی، اور طبیعت بات چیت کی طرف مائل نہیں ہے اور نہ ہی ڈاکٹر اس کی اجازت دیتے ہیں۔

۳ اکتوبر ۶ بجے صبح۔ بخار قدرے تیز ہو گیا ہے یعنی ۹۹.۶ کل دن بھر پیٹ میں نفخ کی وجہ سے تکلیف رہی ہے جس سے طبیعت بے چین رہی، عام حالت روبصحت ہے۔

احباب کرام حضور کی صحت اور درازئی عمر کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

احمد یار۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

بقایاجات ادا فرماویں

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے، اکتوبر ہمارا آخری مالی مہینہ ہے اس لئے نومبر ۱۹۴۹ء سے اکتوبر ۱۹۵۰ء کے آخر تک جس قدر بقایاجات ہوں، احباب از راہ کرم ان کی ادائیگی کی طرف توجہ فرمائیں۔

بقایاجات کی تفصیل جماعتوں میں بھیجی جا رہی ہے اور مقامی جماعتوں کے سیکرٹری صاحبان کے پاس بھی حساب کتاب رہتا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو ان سے دریافت کر لینا چاہیئے۔

علاوہ ازیں خسارہ بجٹ میں جو وعدے احباب نے کئے ہوئے ہیں ان کی طرف بھی توجہ درکار ہے۔ متعدد بار اس سے قبل بھی تاکید کی جا چکی ہے اور خطوط بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ براہ کرم اس طرف فوری توجہ مبذول فرما دیں۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

خواجہ کمال الدین صاحب

"ایک ولی پوشیدہ اور کافر کھلا"

مکرمی۔ السلام علیکم۔ ایک کتاب "دید و شنید" از رئیس احمد جعفری صاحب میری نظر سے گزری اس میں عنوان بالا سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے متعلق چند سطور لکھی ہیں جن سے میں تو بہت متاثر ہوا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ اگر جماعت کا ایک حصہ حضرت مرزا صاحب پر نبی کا دعویٰ لے نہ تھوپتی تو آج تمام دنیا حضرت صاحب کے دعوے کو تسلیم کر لیتی اور کفر کا فتویٰ اُڑ چکا ہوتا۔ میں اس کتاب سے وہ حصہ نقل کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں جس کا اوپر ذکر کیا ہے، اگر مناسب خیال فرماویں تو اخبار میں درج فرما دیں۔

کرم الٰہی از کراچی

"۱۹۲۹ء میں ندوہ کا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) صدارت کے لئے حیدر آباد سے تشریف لائے تھے۔ ندوہ کے طلباء نے تحریک خلافت اور کانگرس میں نمایاں حصہ لیا تھا، سیاسی لیڈروں کی بھی ایک معقول تعداد موجود تھی جن میں ضیغم اسلام مولانا شوکت علی پیش پیش تھے۔

"میں ندوہ درجہ اول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا امتحان سالانہ ختم ہو چکا تھا۔ چھوٹے بچوں کو عام اجازت تھی کہ وہ تعطیل سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے گھر چلے جائیں، لیکن اس اجلاس کی کشش ایسی تھی کہ میں وطن نہ گیا اور اختتام اجلاس تک ندوہ ہی میں رہا۔

"میں ہال کے بغلی برآمدہ میں کھڑا ہوا تھا کہ میرے ایک دوست نے مجھ سے کہا چلو کمال الدین صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی میں ان کے ساتھ چل پڑا اسٹیج پر ایک وجیہہ اور با رعب شخص کھڑا داد خطابت دے رہا تھا۔ آواز اتنی گرجدار کہ ہال کے آخری کونہ تک تقریر کا ایک ایک حرف سنا جا رہا تھا۔ بھرا بھرا چہرہ سیاہ ڈاڑھی شرعی پاجامہ اچکن کے بجائے کوٹ زیب تن سر پہ ایک طرہ دار صافہ تقریر کا موضوع تھا "تبلیغ اسلام"۔ تقریر اتنی موثر اور دلنشین تھی کہ ہر شخص محو حیرت بنا ہوا سن رہا تھا۔

" قادیانیوں کے بارے میں عام خیال یہ تھا کہ وہ کافر ہوتے ہیں خواجہ صاحب بھی اسی مسلک کے پیرو تھے حیرت تھی کہ ایک کافر کے دل میں اسلام کا یہ درد، تبلیغ اسلام کا یہ ولولہ، اشاعت اسلام کا یہ جذبہ کیسے آ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا یورپ میں خواجہ صاحب نے تبلیغ اسلام کا ایک مستقل ادارہ قائم کر رکھا ہے، وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کر چکے ہیں اور یورپ میں بہت لوگوں کو قبول اسلام کی سعادت سے مشرف بھی کر چکے ہیں انگریزی میں ایک رسالہ بھی نکا لتے ہیں اور اس کا ماہوار اردو ترجمہ "اشاعت اسلام" کے نام سے ہر ماہ لاہور سے شائع ہوتا رہتا ہے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب احمدی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، اور یہ جماعت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتی صرف مجدد مانتی ہے بہرحال آگے چل کر جیسے جیسے خواجہ صاحب کی اسلامی سرگرمیوں کا علم ہوتا گیا ان کی عزت اور عظمت دل میں بڑھتی گئی اور دل نے کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی یہ قبول نہ کیا کہ وہ خدانخواستہ کافر ہیں اگرچہ اکثر لوگ انہیں کافر ہی سمجھتے تھے اور ان کے اسلام کے نہایت سختی کے ساتھ منکر تھے۔

" خواجہ صاحب کو پھر میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن ایک واقعہ ان کی زندگی کا میں نے ایسا دیکھا جو مجھے آج تک یاد ہے اور شاید ہمیشہ یاد رہے گا۔

"خواجہ صاحب کی تقریر کے بعد اجلاس دوسرے روز کے لئے ملتوی ہو گیا تمام مہمان اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے ایک کمرہ خواجہ صاحب کے لئے بھی مخصوص تھا۔ وہ اس میں تشریف لائے۔ اجلاس ختم ہونے کے بعد میں گھومتا گھامتا خواجہ صاحب کے کمرے کی طرف سے گزرا اس وقت بالکل سناٹا تھا گیلری میں میرے سوا کوئی دوسرا آدمی نہ تھا میں نے دیکھا خواجہ صاحب اپنے کمرہ میں تنہا عصر کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ بڑے اور چھوٹے عالم و جاہل ہر طرح کے لوگوں کو میں نے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس نے میرے دل پر بڑا گہرا اثر کیا اور ایک ایسا نقش قائم کر دیا جو آج تک موجود ہے۔

" نماز کی تعریف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ محسوس نہ کر سکے تو یہ خیال تو ضرور اپنے دل میں قائم کرے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے خواجہ صاحب کی نماز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ خدا کو دیکھ رہے ہیں بغیر اس احساس کے وہ محویت وہ استغراق وہ خضوع و خشوع کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی جس کے ایک مجسم پیکر خواجہ صاحب نظر آ رہے تھے۔

"ممکن ہے کچھ لوگ اب بھی انہیں کافر سمجھتے ہوں لیکن میرے دل پہ ان کے اسلام کا ایک ایسا نقش مرتسم ہو چکا ہے جسے حوادث دہر بھی نہ مٹا سکیں گے"

(ماخوذ از دید و شنید مصنفہ رئیس احمد جعفری۔ صفحہ ۲۶۰ تا ۲۶۳۔ مطبوعہ کتاب منزل کشمیری بازار۔ لاہور)

چوہدری ولیداد صاحب احمدی

عرائض نویس کھاریاں

میرے والد بزرگوار چوہدری ولیداد صاحب مرحوم و مغفور ۲ر ستمبر ۱۹۵۰ء کو بروز ہفتہ دو تین دن بیمار رہ کر ۸۶ سال کی عمر میں ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے خدام میں سے تھے اور اپنے استاد مولوی فضل الدین صاحب مرحوم کے اشارہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت بذریعہ خط تو ۹۳-۱۸۹۲ء میں کر لی تھی۔ لیکن ۱۹۰۰ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ بیعت لیتے ہوئے جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کہو کہ "آج میں احمد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں" تو والد بزرگوار مرحوم و مغفور نے عرض کی کہ چونکہ حضور کے اندر نور محمدی جلوہ گر ہے۔ اسلئے میں آج محمد کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح سہی۔ بعد بیعت کے عرض کی کہ کوئی حکم دیا جائے تو حضور کی دوربین نگاہ نے بھانپ لیا کہ کس کام کے قابل ہے اور حکم دیا کہ بس تم تبلیغ کیا کرو۔ حضور کے اس ارشاد پر والد مرحوم و مغفور آخری وقت تک کاربند رہے۔ کھاریاں کے تمام لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں، کہ والد مرحوم نے گاؤں کے مکانات کے اوپر چڑھ چڑھ کر ایسی تبلیغ کی کہ شاید ہی کسی اور دوست نے کی ہو۔ اوائل میں جب بہت سے غیر احمدی علماء مولوی فضل دین صاحب مرحوم کے ساتھ بحث کرنے آتے تھے۔ تو والد صاحب بزرگوار بھی مولوی فضل دین صاحب کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے مرحوم مولوی فضل دین صاحب سے کہا کہ مولوی صاحب اگر ولیداد جیسا ایک اور سپاہی آپ کو مل جاتے۔ تو علاقہ میں کسی اور مبلغ کی ضرورت نہیں ہے۔ والد صاحب مرحوم چونکہ کھاریاں میں عرائض نویسی کا کام کرتے تھے۔ اس لئے جو تحصیلدار یا ضلع کا ڈپٹی کمشنر آتے اسکو سب سے پہلے حضرت مسیح موعود کا پیغام پہنچاتے تھے۔

والد مرحوم نے تمام دینی علم مولوی فضل دین صاحب سے حاصل کیا تھا۔ انہوں نے مجھے خود ایک دن بتایا کہ جب میں مولوی فضل دین صاحب سے حدیث پڑھا کرتا تھا ان دنوں حدیث پڑھتے پڑھتے جب اس مقام پر آیا جہاں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ جو مجھ پر ہزار بار درود پڑھے حرم اللہ النار اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جائیگی۔ تو اس دن سے لیکر آج تک میں نے روزانہ ہزار بار درود شریف پڑھنے کا ورد رکھا۔ اور عموماً جماعت احمدیہ کھاریاں کے افراد کو درود شریف پڑھنے کی تلقین ہی کیا کرتے تھے۔

ایک دن تحصیل کی طرف جا رہے تھے اور بستہ ہاتھ میں تھا۔ تو جب ڈاکٹر محمد دین صاحب احمدی کے مکان کے سامنے چلتے چلتے سجدہ میں چلے گئے۔ لوگوں نے پوچھا کہ بازار میں کیوں سجدہ کرنے لگے تو فرمایا کہ گھر سے چلا تھا تو قرآن شریف پڑھنا شروع کیا جب ڈاکٹر محمد دین صاحب کے مکان کے قریب پہنچا تو سجدۂ تلاوت آ گیا اس لئے میں سجدہ میں چلا گیا۔ میں نے عرض کی تحصیل کے قریب مسجد تھی اس میں جا کر سجدہ کر لیتے۔ فرمایا کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے جُعلت لی الارض مسجدا۔

سردار محمد اعظم صاحب تحصیلدار عموماً مرحوم والد صاحب کو بلا کر حضرت مسیح موعودؑ

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۲۱- ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ | نمبر ۳۹

قہرِ خداوندی کے ہولناک مناظر

"توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے" (مسیح موعودؑ)

اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَلَا ھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۔ کیا دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال میں ایک دفعہ یا دو دفعہ آزمائے جاتے ہیں پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں (قرآن کریم سورہ التوبہ ۱۲۶)

قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے جس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے اگر غور کیا جائے تو واقعات زمانہ اس کی کھلی کھلی تصدیق کر رہے ہیں۔ ابھی اسی ستمبر کے مہینہ میں قہر خداوندی کا جو ہولناک منظر دو مرتبہ ہم نے سیلاب کی صورت میں دیکھا، اور دو تین سالوں سے برِ عظیم کے مختلف حصوں میں دیکھ رہے ہیں، نہ صرف یہی بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں زلزلوں، طوفانوں، پہاڑوں کی آتش فشانیوں اور جنگوں کی صورت میں جو آفات نازل ہو رہی ہیں کون صاحب بصیرت انسان ہے جو ان کو آزمائش الٰہی اور انسانی بدعملیوں کا جو حد سے گذر چکی ہیں ایک کھلا نتیجہ قرار نہ دے۔

کہنے کو بعض کوتاہ اندیش لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ اتفاقی حادثات ہیں جو دنیا میں ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں، لیکن غور کر کے دیکھئے اور بڑے بوڑھوں سے پوچھئے کیا اس قسم کے پے درپے حوادث اور عالمگیر تباہی انھوں نے اس سے پہلے دیکھی تھی ؟ پنجاب ہی کے سیلاب کو لیجئے جس نے شہروں اور دیہات کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ کیا ایسا تباہ کن سیلاب کبھی اس سے پیشتر دیکھنے میں آیا تھا ؟ تاریخ کے صفحات اُلٹ جایئے کیا اس قسم کی عالمگیر تباہیاں پہلے بھی دیکھنے میں آئی تھیں ؟ نوحؑ کا طوفان، لوطؑ کی بستی کا زیر و زبر ہونا، قوم شعیب کی زلازل سے تباہی اور اسی قسم کے دوسرے واقعات جو مختلف قوموں میں ربع مسکون کے ایک یا دوسرے حصہ میں ظہور پذیر ہوتے رہے انہیں تو عذاب الٰہی کے نام سے پکارا جاتا ہے، لیکن حیرت ہے کہ اس وقت ہماری اپنی آنکھوں کے سامنے جو آفات ارضی و سماوی ظہور پذیر ہو رہی ہیں، ان کو اتفاقی حادثات کہکر ٹال دیا جاتا ہے۔ یہ حد ہے اس شقاوت و قساوت قلبی کی جو نوع انسان نے اس وقت اختیار کر رکھی ہے نہیں معلوم اس کا کیا نتیجہ ہو اور غضب الٰہی کی آگ اور کتنی بھڑکے گی کہ دنیا اسکو عذاب الٰہی اور اپنی شامت اعمال سمجھکر اللہ تعالےٰ کے آگے سر جھکائے گی۔

لیکن جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں دنیا میں صاحب بصیرت انسان بھی ہیں جو اس بات کا احساس رکھتے ہیں کہ یہ تمام حوادث فی الواقعہ آسمانی آفات ہیں، جیسا کہ معاصر "نوائے وقت" کے ہفتہ وار ایڈیشن "قندیل" کے حسب ذیل نوٹ میں اس کا اعتراف کیا گیا ہے :-

"آج کل ہر طرف سے ایسی خبریں آ رہی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ دنیا کے مختلف حصوں میں آسمان سے آفتیں نازل ہو رہی ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان میں بارشوں اور زلزلوں کی تباہکاریوں کے چرچے اخبارات میں ہو رہے ہیں۔ اسی ہفتے جاپان میں ایک آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہے۔ اس کے دھاکے سے ایک شخص مر گیا اور تین افراد زخمی ہو گئے اور ایک شخص غائب ہے۔ پہاڑ کے دامن میں جو شہر آباد تھے انہیں بھی نقصان پہنچا ہے۔ یہ پہاڑ ٹوکیو سے ۹۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۹۴۲ء میں بھی یہ پہاڑ پھٹا تھا۔

"اسی ہفتے کا واقعہ ہے کہ شمالی برطانیہ میں یکا یک اندھیرا چھا گیا اور سورج گہری تاریکی میں غائب ہو گیا۔ لوگ ہراساں ہو کر اپنے گھروں سے نکل پڑے، اور انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دنیا ختم ہو رہی ہے"

"امریکہ میں بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے۔ موسمیات کے ماہرین اچنبھے میں ہیں کہ آخر یہ کیا ماجرا ہے ؟ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ سورج کے سامنے سے گذرنے والے بادلوں میں کچھ ایسے کیمیائی تغیرات رونما ہوتے تھے جن کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا۔

"اٹاوہ (OTAWA) سے اطلاع ملی ہے کہ الاسکا کی "دھوئیں کی وادی" پر اس وقت تمام دنیا کے سائنسدانوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ کیونکہ قدرت اس وادی کو اس صدی کے سب سے عظیم دھماکے کے لئے تیار کر رہی ہے۔ اس کے نیچے پگھلے ہوئے لاوے کا سمندر باہر نکلنے کے لئے جوش مار رہا ہے۔ الاسکا کے چھ سو میل طویل جزیرہ کا خاص آتش فشانوں کی سطح کے نیچے اس کی گڑگڑاہٹ ہو رہی ہے۔

"ماہرین نے پیشگوئی کی ہے کہ یہ پہاڑ ایک سال کے اندر پھٹے گا اور اس سے تو دس ہزار ہائیڈروجن بموں کی تباہی سے زیادہ بربادی نازل ہو گی۔"

ہمارے معزز معاصر نے جن "آفات سماوی" کا ذکر کیا ہے، ان کے ساتھ کوریا کی جنگی خونریزیوں اور ان متوقع جنگوں کو بھی شامل کر لیجئے جو کہا جاتا ہے کہ تباہی و بربادی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہوں گی۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ کافی ہے کہ ان باتوں کا محض ذکر کر دیا جائے اور اس بات پر غور نہ کیا جائے کہ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے ؟ آخر کیا وجہ ہے کہ پے درپے ایسی آفات اس قدر عالمگیر صورت میں دنیا پر نازل ہو رہی ہیں، کیوں غضب الٰہی اس قدر تیزی اور شدت کے ساتھ دنیا پر بھڑکنے لگا ہے، آپ اسکو قیامت کے آثار کہئے یا جو جی چاہے نام رکھئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نوع انسان کا فسق و فجور اور انتہائی ظلم و جور ہے جو غضب الٰہی کو بھڑکانے کا موجب ہو رہا ہے، یہ وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کریم نے نہایت صاف اور واضح لفظوں میں واشگاف کیا ہے وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا (جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس بستی کے امرا اور رؤسا (جن کو نیک کرداری کا حکم ہم نے دیا ہے کیونکہ عام لوگ انہی کے پیچھے چلتے ہیں) فسق و فجور میں غرق ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم اس بستی کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔

غور کر لیجئے کیا آج یہی حالت تمام دنیا میں پیدا نہیں ہو گئی ؟ برطانیہ اور امریکہ کے سرمایہ داروں سے لیکر سوویٹ یونین کے برسر اقتدار پرولتاریوں تک فسق و فجور اور ظلم و جور میں انتہا تک پہنچ چکے ہیں اور ان کی اقتدا میں عوام الناس جو رنگ اختیار کر رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنا تو ایک طرف معمولی اخلاق و اعمال کے لحاظ سے جس درجہ گر چکے ہیں کیا وہ غضب الٰہی کو بھڑکانے کا موجب نہیں ہو سکتا ؟ حضرت مجدد وقت نے آج سے پینتالیس سال پہلے دنیا کی اس حالت اور غضب الٰہی کے اس جوش کو دیکھ لیا۔ اور صاف اور کھلے لفظوں میں متنبہ کر دیا تھا کہ :-

"زمین پر اسقدر تباہی آئیگی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی، اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کیلئے وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونیوالا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔"

یہی نہیں بلکہ ایک ایک برِ اعظم کو مخاطب کر کے آپ نے فرمایا :-

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے، نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آئیگا اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے، مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ ایک مردہ ہے نہ کہ زندہ" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶-۲۵۷)

کس قدر ہولناک الفاظ ہیں، جن میں عذاب الٰہی کی شدت اور اس کی مختلف صورتوں کو جو مختلف ملکوں میں آج ہماری آنکھوں کے سامنے پیدا ہو رہی ہیں کھول کر واضح کر دیا گیا ہے اور اس حقیقت کو بھی واشگاف کر دیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ نتیجہ ہے اس بیگانگت اس سرکشی اور ناخدا ترسی کا جو دنیا نے اللہ تعالےٰ سے اختیار کر رکھی ہے، اس کا علاج ایک ہی ہے "توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے"۔

اخبار و افکار

غیر اسلامی دستور

اس وقت پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں بنیادی اصولوں اور بنیادی حقوق کی کمیٹیوں کی سفارشات معرض بحث میں ہیں، جن میں اور باتوں کے علاوہ ایک بڑی حیرتناک بات یہ ہے کہ مرکزی صدر، صوبائی صدر اور کسی مرکزی یا صوبائی وزیر یا ایم۔ ایل۔ اے کے خلاف مقدمہ کی کوئی گنجائش آئین میں نہیں رکھی جائے گی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا یہ اسلامی دستور ہے؟ کیا اسلام نے کہیں یہ جائز کر رکھا ہے کہ اسلامی مملکت کے صدر اور وزراء بلکہ ایم۔ ایل۔ اے بھی جو جی چاہے کرتے پھریں ان سے کوئی باز پرس نہ کی جائے اور کوئی مقدمہ ان پر نہ چلایا جائے؟ قرآن کریم نے اولی الامر کے ساتھ تنازعہ کا امکان تسلیم کرتے ہوئے صفائی کے ساتھ فرمایا ہے کہ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول اگر اولی الامر سے تنازع ہو جائے تو معاملہ کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ، پھر یہ کیسی اسلامی مملکت ہے، جس کے اولی الامر تنازعہ اور مقدمہ سے بالاتر ہوں گے۔

اگر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے پاکیزہ انسان امیر المومنین ہو کر مقدمات سے بچ نہیں سکتے اور قاضی کے آگے بطور ملزم پیش ہو سکتے ہیں تو پاکستان کے ولی الامر کون ہیں کہ انہیں تنازعہ اور مقدمہ سے بالاتر سمجھا جائے، کیا دستور ساز اسمبلی کے ارکان ایسی غیر اسلامی سفارشات کو رد کرنے کو تیار ہوں گے؟

زنانہ فوجی تربیت

بھارت کے صوبہ یو۔پی کے گورنر مسز مودی نے مراد آباد میں زنانہ ہندو سکول و کالج کی لڑکیوں کی فوجی تربیت کو جن الفاظ میں سراہا ہے، وہ اس قابل ہیں کہ پاکستان کی زنانہ نیشنل گارڈ کے حامیوں کو سنائے جائیں ہندو لڑکیوں کی فوجی تربیت کو دیکھنے کے بعد انہوں نے انہی لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

" کاش میں اس سے خوش ہو سکتا کہ آپ لوگ فوجی تربیت بھی حاصل کر رہی ہیں، اب نوبت یہ آگئی ہے کہ عورت تک سے مسلح ہونے کی توقع رکھی جانے لگی ہے، لیکن در اصل یہ سب بالکل لغو ہے اور عورت کی اصلی شریفانہ قدر و منزلت کے منافی ہے، اور میں اپنے دل کی کہتا ہوں کہ اگر میں نوجوان ہوتا اور اپنی شادی کا آرزومند تو میں ایسی کسی لڑکی کی طرف تو رخ ہی نہ کرتا جو مسٹنڈی بنی ہوئی، لاٹھی گھماتی ہوئی، ہاتھ میں رائفل سنبھالے ہوتی" اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی نصیحت کی کہ بیوی کو خانہ داری کا ماہر ہونا چاہیئے روٹی اپنے ہاتھ سے خوب پکانا آنا چاہیئے۔

یہ مسز مودی کس زمانہ کی باتیں کر رہے ہیں، ہندو قوم کی لڑکیاں تو بہر پہلے ہی بہت آگے جا چکی ہیں، یہاں تو مسلمانوں کا بھی جنکی عورتوں کو قرن فی بیوتکن کا حکم دیا گیا تھا یہ حال ہو گیا ہے کہ ان کی بہو بیٹیاں فوجی لباس میں کسی ہوئی مردوں کے ہجوم میں پریڈ کرتیں اور اپنے فوجی کرتب غیر محرم مردوں کو دکھا کر داد لیتی ہیں، مسٹر لیاقت علی خاں کے اس خیال کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے کہ عورتوں کو فوجی تربیت نہ دینے کا نتیجہ وہی ہو سکتا ہے، جو مشرقی پنجاب میں مسلمان عورتوں کا حشر ہوا تو کیا اتنا بھی نہیں ہو سکتا کہ ان کی فوجی تربیت منظر عام پر نہ ہو اور ان کی پریڈیں مردوں کو نہ دکھائی جائیں؟

"صدق" کا رخصتی پیام

مولانا عبد الماجد دریا آبادی کا مشہور اخبار "صدق" جو ملک و ملت اور دین و مذہب کی خدمات ہمیشہ احسن پیرایہ میں سر انجام دیتا رہا ہے، آج "آخری سلام" اور "رخصتی پیام" لئے ہوئے پہنچا، جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے، کہ تقسیم ملک کے بعد اسے کم و بیش دو سو روپیہ ماہوار کا خسارہ چلا آ رہا ہے، اور اس کی برداشت کی طاقت نہیں رہی۔

ہمیں افسوس ہے کہ "صدق" جیسے بے لاگ پرچہ کو جو حق و صداقت کی تبلیغ میں نہایت جرأت و استقامت کا ثبوت دیتا رہا ہے، یہ دن دیکھنا پڑا، مولانا عبد الماجد صاحب کے بعض خیالات سے اگرچہ ہمیں اختلاف ہے لیکن اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ وہ "صدق" کے ذریعہ سے حق و صداقت کی جو آواز بلند کرتے رہے ہیں وہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں بہت کم مسلمانوں سے سننے میں آتی ہے، تقسیم ملک کے بعد بھارتی مسلمانوں کے کلچر، زبان، اور مذہب پر جو کچھ گذری اور گذر رہی ہے اس کے خلاف انہوں نے اپنے خاص انداز میں نہایت شد و مد کے ساتھ آواز اٹھائی اور کبھی اس بارہ میں حکومت کی دراز دستیوں سے خائف اور لرزاں نہیں ہوئے۔

اور پھر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ عقیدہ کے اختلاف کے باوجود دوسروں کے نیک کاموں کا اعتراف کرنے میں انہیں کبھی جھجک نہیں ہوئی، حضرت امیر ایدہ اللہ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے مطالعہ سے نور ایمان حاصل کرنے کا اعتراف انھوں نے کھلے بندوں کیا، اور جماعت احمدیہ لاہور کی خدمات اسلام کے وہ ہمیشہ معترف رہے ہے، جس کا ذکر "صدق" کے کالموں میں وقتاً فوقتاً آتا رہا ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جو آج مسلمان اخبارات بلکہ مسلمان علماء اور لیڈروں میں یکسر مفقود ہے الا ماشاء اللہ۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے بے لاگ پرچہ کی بندش ملک و ملت کے لئے بہت بڑے نقصان کا موجب ہے، مولانا عبد الرؤف عباسی ناشر "صدق" نے اعلان کیا ہے کہ اگر ڈھائی سو نئے خریدار مل جائیں یا کسی صاحب خیر شیدائی ملت کی طرف سے ڈھائی ہزار روپیہ کے عطیہ سے امداد حاصل ہو جائے تو صدق دوبارہ جاری ہو سکتا ہے، ہمارے خیال میں اول الذکر صورت چنداں مشکل نہیں بشرطیکہ پنجاب کے روزانہ اخبارات اس کے لئے پورے زور سے تحریک کریں، کیا وہ اس طرف توجہ کریں گے؟

منسوخی سود کی تجویز

پاکستان مجلس دستور ساز کے ایک رکن مسٹر عبد الوحید خاں نے پارلیمنٹ کے حالیہ اجلاس میں منسوخی سود کی تجویز پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے، ایک انٹرویو میں انہوں نے بتایا کہ جو تجویز وہ پیش کرنے والے ہیں وہ سود کی منسوخی کے لئے بالکل قابل عمل ہے اور اس پر عملدرآمد سے پاکستان میں بنکنگ اور تجارتی اقتصادیات کے اصول بالکل نئے ہو جائیں گے۔

خدا کرے کوئی ایسا رستہ نکل آئے کہ پاکستان کم از کم سود کی لعنت سے تو پاک ہو جائے، بقول مسٹر عبد الوحید خاں قرارداد مقاصد میں صاف طور پر یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان میں کتاب و سنت کا اتباع کیا جائے گا۔ اور قرآن نے نہ صرف سودی لین دین کی مخالفت کی ہے بلکہ اس کو اللہ اور رسول کے خلاف اعلان جنگ سے

ہم سمجھتے ہیں دنیا اس وقت اقتصادی پریشانیوں میں سے گذر رہی وہ سب اللہ اور رسول کے خلاف اس اعلان جنگ ہی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:۔

یمحق اللہ الربوٰا ویربی الصدقٰت

سود کو اللہ بے برکت کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

پس اس بے برکت چیز کو چھوڑنا حکومت پاکستان کا سب سے پہلا فرض ہے، اگر ابتداءً اس سے نقصان بھی نظر آتا ہو تو بھی اس لعنت کو ترک ہی کر دینا چاہیئے۔

بہرحال مسٹر عبد الوحید خاں کی تجویز ہر طرح قابل تائید ہے اور امید ہے کہ پاکستان پارلیمنٹ میں اسکو متفقہ طور پر منظور کر لیا جائیگا۔

جدید فقہ کی تدوین

معاصر "کوثر" سے:۔

" فقہ و کلام کے متعلق بات بالکل صاف ہے یہ دونوں علم آج سے بہت پہلے قانونی اور اعتقادی مطالبات کو پورا کرنے کے لئے مرتب کئے گئے تھے۔ آج چونکہ حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ اس لئے ان کی نئی ترتیب و تدوین از حد ناگزیر ہے۔ جدید فقہ کی تدوین بڑا مشکل کام ہے۔ اس کے لئے مستند اور بالغ النظر علماء مفکرین کی ایک جماعت ہو جو اس کام کا بیڑا اٹھائے۔ مصر کے علماء نے کچھ ابتدائی کام کیا ہے۔ اس کو سامنے رکھا جائے۔ مثلاً علامہ عبد الرحمٰن جزیری کی جدید تصنیف "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" اور فقہ و اجتہاد کے ارتقائی ادوار معلوم کرنے کے لئے علامہ محمد الخضری کی "تاریخ التشریع الاسلامی" سے استفادہ کرنا چاہیئے"

یہ بالکل صحیح ہے کہ موجودہ حالات کے پیش نظر فقہ کی از سر نو تدوین ہونی چاہیئے، اس کے لئے اگر مجدد وقت کے اس اصول کو پیش نظر رکھا جائے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے بھی حضرت نبی کریم صلعم کے سامنے بیان کیا تھا کہ سب سے پہلے قرآن سے مسائل کا استخراج کیا جائے پھر سنت سے، پھر قیاس یا موجودہ حالات میں علمائے دین کے اجتہاد کو سامنے رکھکر غور کیا جائے تو فقہ کی تدوین میں بہت کچھ آسانیاں پیدا ہو سکتی ہیں:۔

ختم نبوت کے بعد نبی کیسے آسکتا ہے؟

خاتم النبیین کی تفسیر پر قادیانی اعتراض اور اس کا جواب

از مولانا عمر الدین صاحب - از بمبئی

مولانا مودودی صاحب کی تفسیر

اخبار آزاد ۱۸ رجون ۱۹۵۰ء میں مودودی صاحب کا ایک خط خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق شائع ہوا جس میں مولانا صاحب نے متقدمین کے بیان کردہ معنی و تفسیر ختم نبوت کو قرآن و حدیث اور عربی زبان کی روشنی میں صحیح ثابت کیا اور ساتھ ہی جدت سے بھی کام لیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے بحکم خدا شادی کرکے اس کو متبنیٰ بنانے کی رسم کا پوری طرح قلع و قمع نہ کرتے تو اس رسم کی تاقیامت اصلاح نہ ہوتی کیونکہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ گویا مودودی صاحب نے خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کئے اور اس کی تفسیر یہ کی کہ اس کے بعد اور کوئی نبی نہیں۔ جیسا کہ خود بھی شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

"انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی"

میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

قادیانی فاضل کا اعتراض

مگر مولوی ابو العطاء اللہ دتہ صاحب جالندھری پرنسپل جامعہ احمدیہ کو ان معنوں اور تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ :-

"اہل اسلام مسیح نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں اس لئے آنحضرت صلعم کو آخری نبی ماننا جن کے بعد کوئی نبی نہ آئے اہل اسلام کے مسلمہ عقیدہ آمد مسیح موعود نبی اللہ کے خلاف ہے"

(اخبار "الرحمت" ۲۴ر جولائی ۱۹۵۰ء)

مگر مولوی اللہ دتہ صاحب کو خوب علم ہے کہ اہل اسلام عام طور پر اسی عیسےٰ نبی اللہ کی آمد کے قائل ہیں جس کو قرآن مجید میں رسولاً الیٰ بنی اسرائیل کہا گیا ہے اور جو ایک حقیقی اور مستقل رسول ہے اور یہ عقیدہ یقیناً باطل ہے اور ختم نبوت کے منافی ہے۔ جیسے اہل اسلام نے مختلف تاویلوں سے قبول کیا ہے کوئی کہتا ہے کہ عیسیٰ بوقت نزول خود نبی ہوگا بلکہ ایک امتی ہوگا کیونکہ اگر وہ اپنی نبوت پر قائم ہو تو پھر ختم نبوت ٹوٹ جائے گی اور کوئی کہتا ہے کہ عیسےٰ ہوگا تو نبی ہی مگر وہ اپنی نبوت سے کام نہ لے گا بلکہ وہ بکلی امتیوں کی طرح تابع فرمان رسول اللہ ہوگا۔ کوئی کہتا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ عیسےٰ اپنے نزول کے وقت مسلوب النبوت ہوں گے وہ کافر ہے۔ صوفیا میں سے حضرت محی الدین ابن العربی جسے امام اکبر کہتے ہیں وہ مسیح کے بروزی رنگ میں آنے کے قائل ہیں۔ غرض اکثر متقدمین کا نزول مسیح کے متعلق چونکہ عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمانوں پر زندہ جانے اور آخری زمانہ میں آسمانوں سے زندہ اترنے کا تھا اس لئے وہ ان کی آمد کو صحیح طور پر پیش نہ کر سکے اور مجدد اعظم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے حکم و عدل بنا کر اس تیرہ سو سالہ غلطی کے دور کرنے کے لئے اپنی وحی سے وفات مسیح ناصری کا علم دیکر تمام مشکلات کا حل کر دیا۔ اور بحیثیت حکم و عدل حضرت مرزا صاحب نے یہ فیصلہ کر دیا کہ مسیح ناصری کے نزول کا عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔ اور اگر وہ ہمارے نبی کریم صلعم کے بعد دنیا میں آجائے تو خاتم النبیین وہ ہو جائے گا۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ اپنی طبعی موت سے وفات پاکر دنیا سے گذر چکے ہیں جیسے دوسرے تمام انبیاء گذر گئے۔

اب اس غلط عقیدہ کی بناء پر ایک احمدی فاضل کا اس طرح فائدہ اٹھانا جس طرح مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے کسی طرح جائز نہیں۔ اگر غیر احمدی ایک غلط عقیدہ سے اس طرح فائدہ اٹھانا جائز ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ ان سے مسیح کے جسمانی رفع کے عقیدہ کی بنا پر معراج کے جسمانی ہونے کا کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے۔ مگر حق یہ ہے کہ کسی کے غلط عقیدہ سے فائدہ اٹھا کر ایک اور غلط عقیدہ کا ثبوت دینا پرلے درجے کی کمزوری ہے۔ مانا کہ مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال غلطی سے حضرت مسیح ناصری کے حضرت خاتم النبیین کے بعد آنے کے قائل ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے سینکڑوں مرتبہ یہ لکھ دیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا حضرت عیسےٰ کی موت کی دلیل ہے۔ اگر وہ زندہ ہو اور آنحضرت کے بعد آجائے تو وہ آخری نبی یا خاتم النبیین ہو جائیگا۔ حکم و عدل کے فیصلہ کی تو ذرا بھی پرواہ نہ کرنا اور مودودی صاحب یا ان کے ہمخیال علماء کے غلط عقیدہ کو لیکر خاتم النبیین کے معنوں کو بدل دینا یہ بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب شاید اس کو ایمانداری اور تقدس ہی سمجھتے ہوں مگر اصل میں یہ کھلی ہوئی دھوکہ بازی ہے۔

دہلی کا واقعہ

ایک دفعہ احرار نے دہلی میں جلسہ کیا اور قادیان کی طرف سے مولوی اللہ دتہ صاحب قادیانی ختم نبوت پر بحث کے لئے آئے۔ جب تقریر شروع کی تو بڑی شان سے فرمانے لگے :-

"بھائیو! زیر بحث مسئلہ میں ہم اور آپ دونوں ایک ہی مذہب رکھتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ آنے والا مسیح نبی اللہ ہوگا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ مسیح موعود نبی اللہ ہے۔ پس اصولاً ہم اور آپ بالکل ایک ہیں۔ نہ آپ کے نزدیک آنیوالے مسیح کا نبی اللہ ہونا ختم نبوت کے منافی ہے اور نہ ہمارے نزدیک مسیح موعود کا نبی اللہ ہونا ختم نبوت کے منافی ہے اس لئے یہ کہنا کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا صحیح نہیں ہے اور یہ عقیدہ تو بالکل نیا ہے جو لاہوری جماعت نے نکالا ہے۔"

یہ تمہید محض دھوکہ دہی تھی اس لئے فریق مخالف پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اُلٹا اس مباحثہ کا خاتمہ فساد پر ہوا۔ جو غیر احمدیوں نے برپا کیا اور بہانہ یہ بتایا کہ آنے والا مسیح پہلے کا نبی ہے۔ اس نے آنحضرت صلعم کے بعد نبی نہیں بننا۔ مگر قادیانی مسیح تو آنحضرت کے بعد مدعی نبوت ہے اور مرزا صاحب خود قائل ہیں کہ جو مدعی نبوت ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج یا اسلام سے مرتد ہے۔ قادیانیوں کے ساتھ ان مخالفین نے ایسی [illegible] کی کچھ نہ چھوڑا اور بڑی مشکل سے قادیانی حضرات نے بھاگ کر جان بچائی۔ [illegible] اور بعض جلسے روکا۔ [illegible] سے نکال دیا۔

اس واقعہ کو لکھنے سے میری غرض صرف یہ ہے کہ خوشامدانہ جھوٹی باتوں کے بنانے سے مولوی اللہ دتہ صاحب ہوں یا کوئی اور سچ نہیں بن سکتا۔ باطل کا بھاگنا ہی لازمی ہے حق یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا آنے والا مسیح بھی حقیقتاً آنحضرت صلعم کا ایک امتی ہے نہ کہ نبی اللہ۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بطور مجاز و استعارہ مسیح موعود کو باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور مجازی نبوت پر کفر یا ارتداد کا فتوےٰ وہی دے سکتا ہے جسے دین اسلام کی پوری خبر نہ ہو۔ ایک منکر اگر وہ حضرت مسیح موعود کو ان کے دعوےٰ ماموریت میں سچا نہیں جانتا تو وہ یہ تو کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ سچا نہیں بلکہ افتراء ہے۔ مگر ایک مسلمان عالم یہ فتوےٰ نہیں دے سکتا کہ ظلی بروزی یا مجازی نبوت کا سچا دعوےٰ بھی کفر و ارتداد ہے۔ ملاں علی قاری جیسا بڑا محدث صاف لکھتا ہے کہ شیعہ قوم اگر اپنے آئمہ اہل بیت کو مجازاً نبی کہے تو اس سے کفر و ارتداد لازم نہیں آتا۔

ایک سوال

مولوی اللہ دتہ صاحب نے اپنے مضمون میں یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین ہیں نہ کہ آخر النبیین۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء مانتے ہیں کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور خاتم حقیقتاً وہی ہو سکتا ہے جو منصب نبوت کے جملہ کمالات کو علیٰ وجہ الکمال اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس ذات پر کسی مقام کے جملہ کمالات ختم ہو جاویں وہ لازماً ان تمام سے افضل ہی ہوگا جنہوں نے ان تمام کمالات کو نہیں پایا۔ جیسا کہ خاتم نے پایا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا خاتم کے لازماً افضل ہونے سے خاتم کے حقیقی معنے افضل ہو جائیں گے افضل کے بعد تو اور افراد بھی اسی نوع کے ہو سکتے ہیں جس میں ایک فرد افضل ہے۔ مثلاً اگر خاتم الشعراء سے مراد صرف افضل الشعراء ہو تو گویا اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس شاعر کے بعد اب کوئی شاعر پیدا نہ ہوگا اور اگر شاعر ہوگا تو وہ لازماً خاتم الشعراء کا شاگرد ہی ہوگا۔ یقیناً ایسا نہیں بلکہ خاتم الشعراء سے کبھی کسی نے ایسا نہیں سمجھا۔ اور نہ ہی خاتم الشعراء کا خطاب کسی خاص فرد کے لئے مخصوص سمجھا گیا۔ تو اب سوال یہ ہے کہ جس طرح کسی شخص کو خاتم الشعراء کہکر بھی اس کے بعد بہت سے ایسے شعراء کا وجود مانا جاتا ہے جو اعلیٰ درجے کے شاعر ہوئے۔ بلکہ بعض ان سے پہلے

خاتم الشعراء صاحب سے بھی آگے نکل لئے۔ کیا اسی طرح خاتم النبیین کے بعد بھی کوئی مستقل نبی آسکتا ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ کوئی ایسا نبی بھی آجائے جو آنحضرت صلعم سے بڑھ خاتم النبیین ہیں بڑھ جائے۔

اور اگر جناب خلیفہ صاحب قادیان کے اس باطل عقیدہ کے مطابق انسان ترقی کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ یہ جواب دیا جائے کہ ہاں جس طرح خاتم الشعراء کے بعد شاعر ہیں اسی طرح خاتم النبیین کے بعد بھی نبی ہیں اور مستقل نبی ہیں اور آنحضرت صلعم سے بھی کوئی بڑھ سکتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ یہ معنے قرآن و حدیث اور لغت عرب کے بالکل مخالف ہیں۔ اور باطل ہیں، اور ان معنوں کو خود حضرت مسیح موعود نے باطل قرار دیا ہے جیسا کہ آپ نے عربی اردو اور فارسی زبان میں اس بات کو صدہا مرتبہ بیان فرما دیا ہے کہ:

(۱) "اللہ وہ ذات ہے جو ربّ العالمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدم کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور

سب کے آخر

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے"

(حقیقۃ الوحی صـ۱۴۱)

الہامی معنی

(۲) "اوحی الی ان الدین ھو الاسلام والرسول ھو المصطفٰی سید الانام کمان ربنا واحد تستحق العبادت وحدہ فکذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ ولا شریک معہ انہ خاتم النبیین

(منن الرحمان صـ۲)

یعنی مجھے وحی سے بتایا گیا ہے کہ اب دین صرف اسلام ہے اور رسول صرف محمد مصطفٰی لوگوں کے سردار ہیں۔ پس جس طرح ہمارا رب اکیلا ہی مستحق عبادت ہے اسی طرح ہمارے رسول اکیلے ہی مطاع ہیں اور کوئی اور نبی آپ کے بعد نہیں ہے اور نہ کوئی نبی ان کا شریک ہے یقیناً وہ آخری نبی ہیں جن پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

(۳) (ا)۔ بعث اللہ رسولہ عیسیٰ ابن مریم فیھم وجعلہ خاتم انبیاءھم وعلماً لساعتہ نقل النبوۃ"

(خطبہ الہامیہ صـ۴۲)

(ب) اعلم ان المسیح الموعود لیس ھو عیسیٰ ابن مریم .... بل ھو خاتم الخلفاء من ھذہ الامۃ کما کان عیسیٰ خاتم الخلفاء السلسلۃ الکلیمیہ وکان لھا کاخر اللبنۃ وخاتم المرسلین"

(خطبہ الہامیہ صـ ب)

ترجمہ (ا) اللہ نے اپنے رسول عیسےٰ ابن مریم کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا اور اس کو بنی اسرائیل کے نبیوں کو ختم کرنے والا بنایا اور اسے بنی اسرائیل سے نبوت کے منتقل ہونے کی گھڑی کا نشان بنایا۔

ترجمہ (ب) جان لے کہ مسیح موعود .... وہ عیسیٰ ابن مریم نہیں ہے بلکہ وہ اس امت میں سے خاتم الخلفاء ہے جیسا کہ عیسےٰ سلسلہ موسوی کے آخری خلیفہ تھے اور وہ اس سلسلہ کی آخری اینٹ کی مانند تھے اور اسرائیلی نبیوں کے ختم کرنے والے تھے۔

خطبہ الہامیہ کے حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ عربی میں بھی خاتم کے معنے آخری کے ہیں اور حضرت مرزا صاحب نے اردو میں اپنے آپ کو "خاتم الاولاد" آخری اولاد یا اپنے ماں باپ کی اولاد کے سلسلہ کو ختم کرنے والا لکھا ہے اسکو قادیانی علماء اس بہانہ سے ٹالتے رہتے ہیں کہ یہ تو اردو میں خاتم ہے۔ عربی میں خاتم کے معنے افضل کے ہی ہوتے ہیں۔ ان کا یہ عذر بھی باطل ہے۔

(۴) (ا) النبوت قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم"

(ب) ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰی علی طریق المستقلۃ"

ترجمہ (ا) نبوت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یقیناً منقطع ہو چکی۔

(ب) ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور ان پر رسولوں کا سلسلہ کٹ چکا ہے پس اب کسی کا حق نہیں کہ وہ ہمارے رسول مصطفےٰ صلعم کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے۔

اگر خاتم النبیین کے معنے آخری نبی کے نہیں ہیں جیسا کہ مولوی اللہ دتا اور ان جیسے غالی قادیانی علماء کہتے ہیں تو پھر یہ بتایا جائے تو کیوں حضرت مرزا صاحب نبوت و رسالت کو آنحضرت صلعم پر زماناً و مکاناً ختم ہو جانے والی مانتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ عیسےٰ ابن مریم جو ایک مستقل نبی ہے اگر آنحضرت صلعم کے بعد آجائے تو پھر وہ خاتم النبیین ہو جائے گا۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ٹوٹ جائیگا۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

۵۔ "قرآن شریف جیسے کہ آیت .... الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے۔ اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرائیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ اس کے عقیدے کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا۔ بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسےٰ ہیں" تحفہ گولڑویہ صـ۸۵

کیا مولوی اللہ دتا صاحب بتا سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو کن معنوں میں خاتم الانبیاء ماننا پڑتا ہے اگر وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آ جاویں۔ کیا یہاں خاتم الانبیاء کے معنے افضل الانبیاء کے ہو بھی سکتے ہیں۔ اگر اب بھی مولانا صاحب یہ بھی نہ مانیں تو پھر وہ اور سن لیں۔

۶۔ "قرآن شریف میں مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے، اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کرکے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے اور بعد اس کے کہ وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی"

(ایام صلح صـ۱۴۶)

قادیانی علماء سے سوال

یہ شرارت، جرأت۔ دلیری، اور گستاخی کرنے والے کون ہیں۔ جن کا ذکر ایام صلح کی عبارت میں ہے اور کیا وہی شرارت اور گستاخی وہ خود تو نہیں کر رہے جبکہ نبوت جس کے ختم ہونے کا قرآن میں بالتصریح ذکر ہے اور اس کے لئے آیت بھی خاتم النبیین والی دلیل ہے۔ مولوی صاحب اس کے بند ہونے کے منکر ہیں اور ختم نبوت کے معنے انقطاع نبوت سے انکار کرتے ہیں اور خاتم الانبیاء کے معنے بخیال خویش عربی لغت کی رو سے صرف افضل انبیاء کے ثابت کرنے کے لئے خاتم النبیین کے سیدھے صاف اور سچے معنوں کو رد کرنے کی بیجا کوشش کرتے ہیں۔

انعامی چیلنج

مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب گیلانی نے پانچ صد روپے کا انعامی چیلنج مولوی ابو العطاء اللہ دتہ صاحب قادیانی کو دیا ہوا ہے کہ "وہ خاتم النبیین کے معنے افضل النبیین لغت عرب سے۔ قرآن سے حدیث سے دکھا دیں اور میں نے متعدد مرتبہ علماء قادیان کو ایک سو روپے کا انعامی چیلنج دے رکھا ہے اگر وہ یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی وحی کو کبھی وحی نبوت لکھا ہو۔ یہ دونوں چیلنج اب بھی قائم ہیں۔ کیا کوئی قادیانی بہادر میدان میں آئے گا۔ وہ کبھی اس طرف نہ آئیں گے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ حق پر نہیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود

(بقیہ از صـ۱۱)

اور مرور زمانہ کے ساتھ جیسی جیسی ظلمت فتنہ کی دجالیت کے رنگ میں کچھ زیادہ آتی گئی ویسی ویسی عیسویت کی حقیقت والے بھی اس کے مقابل پر پیدا ہوتے گئے یہاں تک کہ آخری زمانہ میں بباعث پھیل جانے فسق اور فجور اور کفر اور ضلالت اور بوجہ پیدا ہو جانے ان تمام بدیوں کے جو کبھی پہلے اس زور اور کثرت سے پیدا نہیں ہوئی تھیں بلکہ نبی کریم صلعم نے آخری زمانہ میں ہی ان کا پھیلنا بطور پیشگوئی بیان فرمایا تھا۔ دجالیت کاملہ ظاہر ہوگئی۔ پس اس کے مقابل پر ضرور تھا کہ عیسویت بھی ظاہر ہو جاتی۔

ارضی سماوی حادثات اور قانون الٰہی

غفلت کے ماتوں کیلئے لمحاتِ فکر

حوادثِ ارضی و سماوی کے متعلق معاصر "کوثر" کا حسب ذیل مضمون اس قابل ہے کہ مطالعۂ عام میں لایا جائے۔ اس مضمون میں حوادثِ ارضی و سماوی کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے معاصر موصوف نے جن وجوہ و اسباب کا ذکر کیا ہے ان سے بکلی اتفاق کرتے ہوئے ہم یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خدا کے نیک بندوں اور داعیانِ حق کو ستانا بھی عذاب آلٰہی کا ایک بڑا سبب بن جاتا ہے، جیسے نوح، لوط، صالح شعیب اور دوسرے پیغمبروں اور راستبازوں کے ستانے والوں پر عذاب الٰہی آتے رہے، غور کرنا چاہیئے کہ کیا اس زمانہ میں بھی کسی نیک انسان اور داعیٔ حق کو ستانا اور اس کی دعوت کو شوخی و شرارت کے ساتھ ٹھکرانا تو عذاب کا موجب نہیں ہو رہا وہ اگرچہ نبی نہیں لیکن خدا کے آخری نبی کے قائمقام اور منصب تجدید پر فائز ہے یقیناً اس کی تکذیب بھی عذاب الٰہی کو دعوت دینے کا موجب ہے۔

(مدیر پ ص)

اللہ تعالیٰ کا قانون عذاب و اصلاح نہایت بے لاگ طور پر کام کرتا ہے۔ مگر ظلوم و جہول انسان اس قانون کے کاروبار سے نہ صرف غفلت برتتا ہے بلکہ اس سے غلط نتیجے نکال کر خود کو اور زیادہ اس عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے، آسام پر اس وقت سیلاب، زلزلے قحط اور بیماری کا ایک ہولناک عذاب مسلط ہے، مگر دہلی کا ایک ہندو معاصر اپنی قوم کو اصلاح نفس اور خوف خدا کا مشورہ دینے کی بجائے آسام کے تباہ حال لوگوں کی مصیبت کو تقسیم ملک کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ حالانکہ خود تقسیم ملک بھی خدا تعالے کے قوانین کی خلاف ورزی کا قدرتی نتیجہ تھی، جب بندگان خدا ایک دوسرے کے پڑوس میں آدمیوں کی طرح آباد رہنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ تو خدا نے ان کو الگ الگ کر دیا۔ کہ شاید اسی طرح وہ صلح و امن سے رہ سکیں۔ معاصر ملاپ دہلی کا بیان ہے کہ تین برس کی مدت میں انسانوں کی بحالی کے لئے حکومت ہند نے کروڑوں روپے کے مصرف سے جو کام کیا تھا اسکو پندرہ دن کے اندر قدرت کے ہاتھ نے ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔

آسام کے سیلاب زدہ علاقے میں جو کچھ پیش آیا ہے اس کی مجمل تصویر یہ ہے:۔

"ضلع لکھیم پور کے دس لاکھ باشندوں میں سے تین لاکھ نفوس ان سیلابوں کی زد میں آئے ہیں جو زلزلے کے باعث برپا ہوئے دیہ ڈپٹی کمشنر ایس۔ پی جوہان کی رپورٹ ہے، جوہان نے بتایا کہ ہزاروں ایکڑ دھان کی فصل ضائع ہو چکی ہے۔ سینکڑوں غلے کے ذخیرے یا تو سیلاب میں بہہ گئے ہیں یا زمین میں دھنس گئے ہیں۔ ہزاروں راس گائے بیل ہلاک اور جو باقی ہیں وہ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے موت کا انتظار کر رہی ہیں۔ چلنے کے باغات کو جانے والی سڑکوں میں گڑھے اور کھائیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان باغات کے آدمیوں کو ہوائی جہازوں سے کھانا پہنچایا جا رہا ہے۔ لیکن آخر کب تک! دو سرکاری ہوائی جہاز ان آدمیوں پر پکا ہوا کھانا ڈال رہے ہیں جو مکانوں کی چھتوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، ایک گاؤں ٹنگرائیں جو ڈبرو گڑھ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر دریائے ڈیہنگ کے کنارے واقع ہے آہستہ آہستہ زمین میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ دیہاتی ہراس کے مارے بھاگ رہے ہیں، ۲۴ گھنٹوں میں ڈبرو گڑھ نے ۱۵ دفعہ جھٹکے محسوس کئے"

قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے اس نے ہلاک ہونے والی قوموں کے احوال بیان کرنے میں زلزلوں، صرصروں، طوفانوں، اور سیلابوں کو عذاب آلٰہی کے کارندے بیان فرما کر انسان کو عبرت حاصل کرنے کا کتنا عمدہ موقعہ عطا فرمایا ہے۔ لیکن بدنصیب انسان ان تمام حوادث کو صرف اندھی فطرت کے اتفاقی چوچلے قرار دے کر رہ جاتا ہے۔

جب ہندوستان تقسیم نہیں ہوا تھا اور ہندو اور مسلمانوں کی کش مکش پورے جوبن پر تھی تو وہ ایک دوسرے کی مصیبتوں کی ہنسی اُڑایا کرتے تھے۔ تقسیم کے بعد اب پاکستان اور ہندوستان میں ملکی حیثیت سے اسی طرز عمل کا اعادہ ہو رہا ہے، بھارت پر کوئی قہر آلٰہی نازل ہو تو پاکستان کے اخبارات خوشی مناتے ہیں، اور پاکستان پر مصیبت آئی تو بھارت کے اخبار نویس بغلیں بجاتے ہیں۔ حالانکہ یہ مواقع عبرت کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ ہم آسام کے زلزلوں اور سیلابوں کی خبر سن کر ابھی فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ یکایک راوی اور ملکھو کے سیلابوں کے حوادث سامنے آئے لاہور کے وہ محلے جو راوی کی طرف واقع ہیں سیلاب کی زد میں آ گئے۔ وہی بارشیں جو رحمت آلٰہی کا موجب ہیں جن سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ موت اور تباہی کا پیغام لے کر راوی کے پاٹ میں جمع ہو کر لاہور اور اس کے مضافات کی طرف بڑھنے لگیں۔ لاہور ڈویژن کے ۵۰ دیہات سیلاب کی زد میں آ گئے۔ مصری شاہ اور شاہ آباد کے محلے خالی ہو گئے گاڑیوں کی آمد و رفت بند ہو گئی۔ پانی اتنا بلند ہو گیا جتنا آج تک بلند نہیں ہوا تھا، سانپ پانی کے بہاؤ میں انسان کی دشمنیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ مگر خود انسانوں کو مطلق عبرت نہیں ہوئی۔ شہر کی پولیس نے رستے بند کر رکھے ہیں۔ تاکہ لوٹ مار کرنے والے مجاہدین سیلاب زدہ علاقوں کا رخ نہ کر سکیں۔ کیونکہ ۱۹۴۷ء میں جب اسی قسم کا سیلاب آیا تھا تو جو لوگ اپنی جانیں بچا کر مکانوں کو چھوڑ کر بھاگے تھے۔ ان کے اثاث البیت پر ہاتھ پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے شیروں کی طرح سیدھا تیرنے والے بہادر پانی میں تیر کر خالی مکانوں میں پہنچ گئے تھے اور تالے توڑ کر ان کا سامان لوٹ کر لاتے تھے۔

خدا کے خوف سے بے نیاز ہونے کے بعد آدمی بھارت کا ہو یا پاکستان کا یکساں اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔

آج خدا سے بے خوفی، آخرت کی جواب دہی سے بے یقینی اور جدید جاہلی تہذیب کے غلبے نے انسان کا نور بصیرت سلب کر لیا ہے۔ وہ محشر خیز طوفانوں کو اٹھتا دیکھتا ہے۔ قیامت انگیز زلزلوں کا شکار ہوتا ہے، تباہ کن سیلابوں کے تھپیڑے کھاتا ہے، ہولناک وبائیں اس کا سرمایۂ زیست چھیننے کے لئے اس پر حملہ کرتی ہیں، زمین اسکو اپنے آغوش میں لینے کے لئے پھٹ جاتی ہے۔ پہاڑوں کے سینے سے اُبلتا ہوا لاوا اس کی بستیوں کو ویران اور برباد کر دیتا ہے۔ وہ ان تمام واقعات کو ارضی حادثات اور اتفاقی سانحات سمجھ کر گذر جاتا ہے۔ اسے یکسر خیال نہیں آتا۔ کہ یہ سب اللہ تعالےٰ کے عذاب ہیں، جو مختلف روپ دھار کر اس کے اعمال بد کی سزا کے طور پر نازل ہو رہے ہیں۔ ان عذابوں کا کوڑا کھانے کے باوجود وہ کوئی سبق نہیں لیتا۔ اس کی زندگی میں کوئی تغیر اور انقلاب نہیں آتا۔ بلکہ خدا سے بغاوت، سرکشی اور غفلت و عدوان میں اور گہرا غرق ہو جاتا ہے۔ اگر ہنگامی طور پر اسے خدا یاد آتا بھی ہے۔ تو مصیبت ٹل جانے کے بعد اس پر وہی غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ قرآن پاک نے ایسے ذہن کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے:۔

واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ اوقاعدا او قائما فلما کشفنا عنہ ضرہ کان لم یدعنا الیٰ ضر مسہ (یونس)

اور جب انسان کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو ہمیں لیٹے، بیٹھے اور کھڑے کھڑے پکارنے لگتا ہے۔ اور جب ہم اس کے سر سے مصیبت ٹال دیتے ہیں تو وہ ایسے ہو جاتا ہے گویا اس نے مصیبت پڑنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔

قرآن پاک ان تباہیوں، بربادیوں اور مصیبتوں کو ارضی حادثات اور اتفاقی سانحات نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کی ایک سوچی سمجھی سکیم کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ یہ سب عذاب ہیں، جو ان لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی مقرر کی ہوئی اخلاقی بنیادوں کو ڈھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اپنے ظلم و ستم، سرکشی، فسق و فجور، عدوان اور دوسری عملی اور اعتقادی گمراہیوں میں اس قدر غرق ہو جاتے ہیں کہ اصلاح کی طرف ان کا دھیان کبھی نہیں جاتا۔ بسا اوقات یہ عذاب بطور انتباہ کے نازل ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اس انتباہ سے کوئی قوم اپنے ظلم و عدوان کو ختم نہیں کرتی اور عملی و اعتقادی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتی، تو اسے صفحۂ ہستی سے بالکل نابود کر دیا جاتا ہے۔

قرآن نے منکرین حق اور اپنی گمراہ زندگی پر اصرار کرنے والوں کو بار بار ڈوٹے ہوئے عذاب آلٰہی کی مختلف شکلوں کا ڈراوا دیا ہے، سورۂ ملک میں اللہ تعالےٰ سے باغی انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:۔

ءَ أمنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور" کیا تم آسمان والے سے نہیں ڈرتے کہ وہ زمین میں لرزہ طاری کر کے کہیں دھنسا نہ دے" ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر۔

"کیا تم آسمان والے سے نہیں ڈرتے کہ وہ کہیں ـــــ (تمہارے انکار حق، ظلم و عدوان اور اعمال بد کی پاداش میں) ـــــ تم پر پتھروں کی بارش نہ کر دے"۔

وہ محض ڈراوے اور دھمکیاں دینے پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔ بلکہ گذری ہوئی قوموں

کی مثالیں پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

ولقد کذب الذین من قبلھم فکیف کان نکیر۔" ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ان باتوں کو جھٹلایا تھا۔ لیکن اس جھٹلانے کا نتیجہ کیا ہوا۔

قرآن حکیم میں جن مغضوب قوموں کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے قوم نوح کا نام آرہا ہے یہ قوم انکار حق کی پاداش میں سیلاب کا شکار بنادی گئی تھی۔ حضرت نوح کا پیغام اپنی قوم کے نام صرف یہ تھا۔ "اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ" "اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی حاکم، مالک، آقا اور معبود نہیں" ان کا کہنا تھا، کہ اللہ نے مجھے یہ دستور حیات دے کر بھیجا ہے۔ اس کے مطابق زندگی بسر کرو۔ ورنہ ڈر ہے کہ قیامت کے روز تمہیں عذاب نہ پکڑ لے۔ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ حضرت نوح ؑ ساری عمر اپنی قوم کو حق کی دعوت دیتے رہے۔ مگر چند افراد کے سوا کسی نے بھی اس پیغام پر کان نہ دھرا بلکہ اُلٹا قوم والے حضرت نوح کا مذاق اڑاتے اور کہتے۔ تم ہماری ہی طرح تو ایک انسان ہو۔ اور یہ تمہارے ساتھی گھٹیا درجے قسم کے لوگ ہیں۔ اگر واقعی تم سچے ہو۔ تو پھر خدا کے جس عذاب کا ڈراوا ہمیں دے رہے ہو۔ اسے لے آؤ۔ آخر جب قوم میں پیغام حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھنے والا کوئی دل نہ رہا۔ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا حرکت میں آیا۔ زمین کے سوتے اُبل پڑے اور آسمان نے اپنا پانی اُگل دیا۔ اور ایک ہولناک سیلاب منکرین حق کے سارے نقوش بہالے گیا۔

قوم نوح ؑ کے بعد قوم عاد تاریخ کے اُفق پر نمودار ہوئی۔ حضرت ہود ؑ اس کے پاس وہی پیغام لے کر آئے جو نوح ؑ اپنی قوم کے پاس لے کر آئے تھے ان کی قوم نے بھی اسی طرح اعراض و انکار کی روش اختیار کی۔ اور اس اعراض و انکار کی پاداش میں باد صرصر کے طوفان میں نجھ کر رہ گئی۔

پھر قرآن قوم ثمود کا ذکر کرتا ہے یہ اپنے وقت کی سب سے متمدن اور تنومند قوم تھی۔ پہاڑوں کی وادی میں پتھر تراش کر عالی شان قصروں محلوں اور مکانات میں رہتی تھی۔ اس قوم کی طرف حضرت صالح ؑ کو مبعوث کیا گیا۔ ان کا پیغام بھی وہی تھا جوان کے پیشرو انبیاء لے کر آئے تھے۔ اور انہیں بھی پہلے ایسے حالات سے سابقہ پڑا۔

آخر ان کی قوم اعراض و سرکشی میں اس حد تک بڑھ گئی کہ اس نے اس اونٹنی کو قتل کر ڈالا جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ اللہ کی نشانی ہے۔ اسے اللہ کی زمین میں کھلا چھوڑ دو کہ چرتی کھاتی پھرے، اور اسے نقصان نہ پہنچاؤ ورنہ اللہ کا عذاب اپنی گرفت میں لے لیگا — اللہ کی مذکورہ نشانی کی توہین پر قہر آلٰہی زلزلہ کی صورت میں نمودار ہوا۔ اور عظیم الشان قصر، محلات اور بلند و بالا حویلیاں اپنے ساکنوں کے ساتھ پلٹ دی گئیں۔

پھر قوم لوط ؑ کی عبرت انگیز داستان شروع ہوتی ہے۔ اس قوم نے خباثت اور بے حیائی کے اگلے پچھلے ریکارڈ مات کر دیئے تھے۔ حضرت لوط ؑ اس کی اصلاح پر مامور ہوئے۔ انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ ان کی قوم اس قبیح ترین فعل سے باز آجائے۔ لیکن اس کی اخلاقی حس اس قدر مردہ ہو چکی تھی۔ کہ وہ حضرت لوط کا مذاق اڑانے لگی "یہ آئے بڑے پاکباز، نکالو ان کو اپنی بستی سے"۔ آخر اللہ کا جوش غضب میں آیا۔ آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا۔ پورا علاقہ تہ و بالا ہو گیا۔ اور پتھروں کی خوفناک بارش سے زمین کی چھاتی اس بےحیا قوم کے وجود سے پاک کردی گئی۔

پھر قرآن قوم مدین کا ذکر کرتا ہے جو دراصل مسلمان تھی۔ لیکن بعض اعتقادی معاشی تہذیبی اور تمدنی گمراہیوں میں مبتلا ہو چکی تھی جن کی وجہ سے ایک مسلمان کا مقصد زندگی اور دستور حیات اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ حضرت شعیب کو ان گمراہیوں کو دور کرنے کے لئے اس قوم کی طرف بھیجا گیا۔ حضرت شعیب کی دعوت قرآن نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:۔

یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی ارٰکم بخیر وانی اخاف علیکم عذاب یوم محیط ویقوم اوفوا المکیال والمیزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی "الٰہ" نہیں۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کرو تم اچھے خاصے آسودہ حال ہو مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر عذاب خداوندی نہ ٹوٹ پڑے۔ اے میری قوم کے لوگو! ناپ تول انصاف سے کیا کرو۔ اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو۔ اور زمین میں فتنہ و فساد کو ہوا دیتے نہ پھرو۔

اس دعوت کے جواب میں یہ بگڑی ہوئی مسلمان قوم کہتی ہے:۔

"اے شعیب! کیا تمہارا نماز روزہ تمہیں یہی سکھاتا ہے کہ ہمارے باپ دادا جن کی "بندگی" کرتے تھے۔ ہم انہیں چھوڑ دیں اور اپنے مال و دولت کو اپنی مرضی کے مطابق تصرف میں نہ لائیں .... اور اے شعیب ہم دیکھتے ہیں، کہ تم ہم میں سے ایک کمزور شخص ہو۔ اگر تمہارا قبیلہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے"!

اور جب ان مسلمان کہلانے والے لوگوں نے اللہ کے پیغمبر کی ایک بات سن کر بھی توجہ نہ دی۔ عذاب الٰہی نے کروٹ لی اور ایک ہولناک گرج نے اللہ تعالیٰ کے ان باغیوں کو اس طرح نیست و نابود کر دیا۔ گویا وہ یہاں کبھی بستے ہی نہ تھے۔

پھر قوم فرعون کی تاریخ میں بھی یہی نظر آتا ہے انکار حق کی پاداش میں وہ بھی پانی کی نذر ہو جاتی ہے۔ یہ تو ان بڑی بڑی قوموں کا ذکر تھا۔ جنہیں قرآن نے اپنے اس دعوے کی تائید میں — کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی یا علاقے کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتا جب تک اس کے ساکن صالح ہوتے ہیں — بار بار پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی قرآن میں ان عذابوں کا ذکر آیا ہے۔ جو مختلف زمانوں میں ایک محدود دائرے کے اندر لوگوں پر نازل ہوا ہے۔

قرآن کے بیان کردہ تمام واقعات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب مختلف روپ دھار کر عام طور پر حسب ذیل گناہوں کی پاداش میں نازل ہوتا ہے:۔

(۱) انکار حق (۲) اللہ کے رسول اور اس کے پیغام کی مخالفت (۳) شعائر اللہ و آیات اللہ کی توہین (۴) بدکاری (۵) ناپ تول میں کمی خیانت اور بددیانتی (۶) حقوق اللہ اور حقوق العباد کی عدم ادائیگی (۷) فساد فی الارض (۸) آلٰہی نظام حیات سے فرار۔ (۹) خدا کی کتاب سے تمسخر (۱۰) مال و منال کی ناجائز محبت۔

آج جبکہ ہندوستان اور پاکستان کے وسیع و عریض علاقے، سیلاب، زلزلے اور دوسری آفات آلٰہی کا شکار ہو رہے ہیں ضرورت ہے کہ ان دونوں ملکوں کے باشندے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہم انہی گناہوں میں ڈوبے ہوئے تو نہیں جن کی بنا پر پہلی قوموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا برسا۔ اگر واقعی ہم ان امراض میں مبتلا ہیں تو ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی

اخبار احمدیہ

— گجرات سے مکرم شیخ کریم اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ان کا رہائشی مکان بارش کی وجہ سے گر گیا ہے، جس سے بہت پریشانی لاحق ہے۔

— بمبئی سے شیخ عبدالستار صاحب لکھتے ہیں کہ میری بیوی بعارضہ پیچش عرصہ ایک سال سے بیمار ہے، علاج ہو رہا ہے لیکن بے سود۔

— میاں غلام شبیر صاحب کے اہل و عیال کچھ عرصہ سے بیمار ہیں۔

— شیخ محمد دین جان ایڈووکیٹ بہت دنوں سے بیمار چلے آتے ہیں، اور دن بدن بیماری بڑھتی جا رہی ہے۔

احباب کرام سے درخواست ہے کہ ان سب دوستوں کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

— راولپنڈی سے ایم سلیم اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ہماری جماعت نے نماز عید اضحٰے جناح گرلز ہائی سکول صدر کے پارک میں ادا کی میاں محمد عبداللہ صاحب جاجو پوچھے نے نماز پڑھائی اور حکیم شیخ عبدالغنی صاحب نے خطبہ دیا، جس میں انہوں نے فلسفہ قربانی پر خوب روشنی ڈالی۔

لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمد (صلعم) کا ترجمہ ترکی زبان میں

(از دفتر جائینٹ سیکرٹری)

احباب جماعت یہ سن کر خوش ہوں گے کہ ہمارے ترک دوست سیبٹ پولیسٹر صاحب نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "لونگ تھاٹس آف پرافٹ محمد" کا ترجمہ ترکی زبان میں مکمل کر دیا ہے۔ اب اسکی اشاعت کا انتظار ہے۔ یہ ترجمہ دس ہزار کی تعداد میں شائع ہوگا۔ — چ

زندگیاں سدھارنے کی فکر کرنی چاہیئے اور ڈرنا چاہیئے کہ ہمارے ان اعمال کی سزا میں پہلی قوموں کی طرح ہمیں بھی صفحہ ہستی سے نابود نہ کر دیا جائے اور زمین و آسمان میں پکار دیا جائے — بعداً للقوم الظلمین

(قسط دوم)

اسلام کی اخلاقی تعلیمات

تواضع اور خاکساری

از جناب مولوی مجیب اللہ صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

اسوۂ نبوی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر آپ کی عملی زندگی میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

امام ابن قیم نے تواضع کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہی تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے سیتے اور جوتے گانٹھ لیتے تھے، اپنی بکریاں خود دوہتے تھے، راستے میں بچوں تک کو خود سلام کرتے تھے، گھروالوں کی ضروریات خود پوری کرتے تھے، معمولی سے معمولی بات کے لئے بھی کوئی ملا تو بلا تامل اسکی بات سن لیتے تھے اور اس کا جواب دیتے تھے، اپنے خادموں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے، اور ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے، کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا ہر شخص سے خندہ پیشانی اور نرم خوئی سے ملتے، آپ کی معاشرتی زندگی سے اور بہت سی مثالیں پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

كان متواضعًا من غير ذلة

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تواضع کسی ذلت و پستی یا احساس کمتری کی وجہ سے نہیں تھی۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی تواضع وانکساری بھی باوقار ہوتی، ایسا نہیں تھا، کہ دل میں کسی قسم کی گراوٹ پیدا ہوجائے بہرحال تواضع وانکساری گراوٹ یا کسی جذبہ کمتری کی وجہ سے نہ ہونی چاہیئے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا ہے:۔

طوبى لمن تواضع في غير منقصة وذل في نفسه

(طبرانی وغیرہ)

خوشخبری ہو اس کے لئے جس نے بغیر کسی (اخلاقی) نقص اور بغیر کسی احساس کمتری کے تواضع وانکساری اختیار کی۔ مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اپنی ذاتی کمزوری اور کمتری کی وجہ سے تواضع اختیار کرتے ہیں ان کی کوئی تعریف نہیں ہے، بلکہ قابل ستائش وہ لوگ ہیں، جو اپنی اخلاقی خوبیوں اور ذاتی محاسن کے باوجود اختیاری طور پر اپنے اندر یہ صفت پیدا کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ اور تواضع

قرآن وحدیث اور اسوۂ نبیؐ کے تذکرے کے بعد ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کے آثار اور ان کی معاشرتی زندگی سے بھی تواضع کی توضیح وتشریح کی جائے، اس لئے کہ اسلام جس طرح کا مثالی اور صالح معاشرہ بنانا چاہتا ہے، اس کی صحیح نمایندگی صحابہ کرام ہی کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ تواضع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل وبصیرت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کے لئے انکساری کرتا ہے، قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "لوگ ایک بہت افضل عبادت سے غفلت برتتے ہیں وہ عبادت تواضع ہے۔"

عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ کو ایک بار دیکھا کہ وہ پانی کا مشکیزہ اپنے کندھے پر رکھے ہوئے جا رہے ہیں، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ امیر المومنین ہیں، آپ کے لئے یہ زیبا نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب میرے پاس وفود اطاعت وفرمانبرداری کی خبریں لیکر آتے ہیں تو اس کی وجہ سے میرے نفس میں ایک قسم کی نخوت پیدا ہو جاتی ہے، تو میں نے چاہا کہ اس طرح سے نفس کے کبر کو توڑ دوں "ظاہر ہے کہ تواضع کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ نفس میں کبر ونخوت نہ رہنے پائے۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے درمیان کچھ کپڑے تقسیم کئے، ان میں سے ایک قیمتی جوڑا حضرت معاذؓ کے پاس بھی بھیجا دیا۔ حضرت معاذؓ نے اسے فروخت کر کے کچھ غلام خریدے اور انہیں آزاد کر دیا حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرا جوڑا ان کے پاس بھجوایا حضرت معاذؓ کو یہ بات ناپسند ہوئی اور انہوں نے حضرت عمرؓ پر خفگی کا اظہار کیا، حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ چونکہ آپ نے پہلا جوڑا فروخت کر دیا تھا، اس لئے میں نے دوسرا جوڑا بھجوایا، حضرت معاذؓ نے فرمایا جب آپ میرا حصہ دے چکے تھے، تو آپ پر کیا ذمہ داری تھی، اس کے بعد انھوں نے بڑے سخت لہجے میں فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اس کو آپ کے سر پر پٹک دوں، حضرت عمرؓ نے نہایت انکساری سے فرمایا کہ میرا سر حاضر ہے۔

ایک بار حضرت زید بن ثابت گھوڑے پر سوار ہوئے، حضرت ابن عباسؓ بڑھے کہ رکاب تھام لیں، حضرت زیدؓ نے منع کیا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہمیں اپنے بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے حضرت زیدؓ نے ان سے کہا کہ اپنا ہاتھ لاؤ، انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، اور فرمایا کہ ہم کو اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے"

ایک بار حضرت ابوذرؓ نے حضرت بلالؓ کو سیاہ فام کہدیا، حضرت بلال تو کچھ نہیں بولے، لیکن بعد میں حضرت ابوذرؓ کو ندامت ہوئی، اور انھوں نے سینے کو حضرت بلالؓ کے سامنے ڈال دیا، اور قسم کھائی کہ جب تک بلالؓ میرے چہرہ پر اپنا پاؤں نہ رکھدیں گے میں اپنا چہرہ نہ اٹھاؤں گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ شرافت بلندی تواضع میں ہے۔

یہ تمام واقعات امام ابن قیمؒ اور امام غزالیؒ نے تواضع کی تشریح کرتے ہوئے لکھے ہیں۔

صوفیائے کرام اور تواضع

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ تواضع کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر خدا کی فرمانبرداری، اور اس کی رضا جوئی کی ایسی تڑپ پیدا ہو جائے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اور خصوصیت سے اپنی معاشرتی زندگی میں کوئی ایسی روش اختیار نہ کرے جو اس کی عبدیت کے منشاء کے منافی ہو، پھر یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ تواضع افراط وتفریط کے درمیان کی راہ ہے، اس لئے اس راہ پر چلنے کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اگر وہ افراط کی طرف بڑھا تو گویا اس نے خدا سے بغاوت کی اور اگر تفریط اختیار کی، تو اس نے خود اپنے کو ذلیل وخوار کیا۔

صوفیائے کرام نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ تواضع کی یہ وسیع تشریح کی ہے، فضیل ابن عیاضؒ سے تواضع کے متعلق دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا:- تواضع یہ ہے کہ حق جس سے بھی معلوم ہو جائے اسے قبول کر لیا جائے۔

یوسف بن اسباطؒ نے فرمایا:- تھوڑی تواضع بہت سی کوششوں کے برابر ہے" ایک بار ابن سماکؒ نے ہارون رشید سے کہا کہ امیر المومنین تواضع اس مرتبۂ خلافت سے زیادہ بلند ہے، حسن بصریؒ فرماتے ہیں:- تواضع یہ ہے کہ جب تم اپنے گھر سے نکلو تو جس مسلمان سے بھی ملو اس کو اپنے سے افضل سمجھو زیاد نمیری کا قول ہے کہ غیر متواضع زاہد اس درخت کے مانند ہے جس میں پھل نہیں آتا۔

شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کی قیمت نہ سمجھے۔ عروہ ابن الوردؒ نے فرمایا کہ تواضع شرف بزرگی کی شکارگاہ ہے، ہر نعمت پر حسد کیا جا سکتا ہے لیکن تواضع ایسی نعمت ہے کہ اس پر حسد نہیں کیا جا سکتا۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ اصل تواضع یہ ہے کہ جو لوگ تم سے کم درجہ کے ہیں، ان کے سامنے اپنے کو اس طرح گرا دو کہ وہ یہ سمجھیں کہ دنیا میں تم کو ان پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور جو لوگ تم سے اونچے درجے کے ہیں ان کے سامنے اس طرح خود دار رہو کہ وہ یہ سمجھیں کہ دنیا میں ان کو تمہارے اوپر کوئی فضیلت نہیں ہے، یحیٰی بن خالد برمکی کا قول ہے کہ شریف آدمی جب زہد اختیار کرتا ہے تو وہ متواضع اور منکسر ہو جاتا ہے، اور جب کمینہ آدمی زاہد ہوتا ہے تو وہ متکبر ہو جاتا ہے، حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کو حسن وجمال یا مال ودولت کی نعمت دے اور منکسر نہ ہو تو اس کے لئے یہ نعمت وبال ہے۔

شیخ اسماعیل ہرویؒ نے منازل السائرین میں لکھا ہے کہ:۔

التواضع ان يتواضع العبد لصولة الحق

تواضع یہ ہے کہ بندہ خدا کی صولت کبریائی کے آگے جھک جائے۔

امام ابن قیمؒ نے اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بندہ کو چاہیئے کہ وہ خدا کی مرضی کے آگے اپنے کو اس طرح ڈال دے اور اس کا ایسا فرمانبردار اور منقاد ہو جائے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کا فرمانبردار اور مطیع ہوتا ہے، جب ایک عبد میں اپنے معبود کے ساتھ یہ تعلق اور اس کی رضا کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے گا، تب وہ تواضع کی صفت سے متصف ہو سکتا ہے"

شیخ ہرویؒ نے تواضع کے تین درجے قرار دیئے ہیں۔ پہلا درجہ التواضع للدین یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ منقول ہے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا نصب العین بنا لیا جائے، اور جو چیز بھی اس سے ٹکراتی ہو، اسکو چھوڑ دیا جائے

امام ابن قیم نے اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دنیا میں چار چیزوں کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے تعارض پیدا کیا گیا ہے، معقول، قیاس، ذوق اور سیاست۔

معقولات کا طریقہ فلاسفہ و متکلمین نے اختیار کیا کہ جب عقل و نقل کا مقابلہ آ گیا تو یا تو انھوں نے عقل (جو ہر طرح سے ناقص ہے) کو نقل پر ترجیح دی، یا پھر نقل میں غلط قسم کی تاویلات کر کے اسکو عقل پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔

دوسرا طریقہ قیاس تو اسکو بعض فقہاء نے اختیار کیا کہ جب نص اور قیاس کا اجتماع ہوا تو انھوں نے قیاس کو نص کے مقابلہ میں ترجیح دی اور نص میں موشگافی کی۔

تیسرا طریقہ ذوق و وجدان کا ہے اسے اہل تصوف نے اختیار کیا ہے، اس کا مشاہدہ آج بھی کیا جاسکتا ہے، کہ ان کے سامنے شریعت کے صریح احکام رکھ دیجئے، لیکن وہ اپنے ذوق و وجدان اور ملفوظات شیخ کے مقابلہ میں اسکو کبھی قبول نہیں کریں گے۔

چوتھا طریقہ اہل سیاست کا ہے کہ جہاں شریعت و سیاست کا مقابلہ آ جاتا ہے۔ اہل سیاست شریعت کے احکام کو سیاسی مصلحت میں مدغم کرنے کی کوشش کرتے ہیں آج ساری دنیا کے مسلمان اسی مرض میں مبتلا ہیں، ان کے دل و دماغ میں موجودہ مادی سیاست نے اس قدر جگہ پکڑ لی ہے کہ ان کو اگر اسلامی زندگی کی طرف بلایئے تو فوراً وہ جواب دیں گے کہ یہ زمانہ اسلامی نظام کا نہیں ہے، اس وقت تو مادی سیاست کا ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی زندگی کے بقا کے لئے اس طرز کو اختیار کرنا ہے۔

اس تفصیل کے بعد امام ابن قیم لکھتے ہیں، ان تمام گروہوں کا شمار اہل کبر میں ہے اس لئے کہ یہ خدا کے احکام کے مقابلہ میں ان مذکورہ بالا چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں تو وہ گویا اس کی کبریائی کا مقابلہ کر رہے ہیں تواضع للدین ان تمام قیود کے توڑ دینے کا نام ہے۔ تواضع کا دوسرا درجہ شیخ نے یہ قرار دیا ہے:

ان ترضی بما رضی الحق به لنفسه عبدا من المسلمین اخا وان لا ترد علی عدوک حقا وتقبل من المعتذر معاذیره۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو اپنا بندہ بنانا پسند کیا ہے، اس لئے وہ تمام آپس میں بھائی بھائی ہوئے اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ خود بھی تمام مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھے یعنی ان سے بھائیوں جیسا برتاؤ کرے اور اپنے دشمنوں کے حق کو بھی رد نہ کرے یعنی اگر اس کا کوئی حق ہو تو اسے ادا کر دے اور اگر ان میں سے کسی سے کوئی غلطی ہو جائے اور وہ معذرت کرے تو اس کی معذرت قبول کر لے۔

شیخ نے تیسرا درجہ یہ قرار دیا ہے کہ:

ان تتضع للحق فتنزل عن رایک وعوائدک فی الخدمة

حق کے سامنے اپنے کو بالکل ڈال دے اور پھر اپنی رائے اور طبعی موانع سے دستبردار ہو کر اس کی خدمت میں لگ جائے۔

امام ابن قیم رح اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

التواضع بان تخدم الحق سبحانه وتعبده بما امرک به علی مقتضی امره لا علی ما تراه من رایک ولا یکون الباعث لک داعی العادة۔ وهما حاصله انه لا یکون باعثه علی العبودیة مجرد رای وموافقة هوی ومحبة ولا عادة بل الباعث مجرد الامر والرای والمحبة والهوی والعوائد منفذة تابعة لا انها طاعنة باعثة

تواضع یہ ہے کہ اللہ کی عبدیت اور اس کی بندگی یہ سمجھ کر کرنا کہ اس کا حکم اور عبدیت کا تقاضا یہی ہے نہ یہ کہ تمہاری رائے یا تمہاری عادت و طبیعت اس کا سبب ہو۔

حاصل یہ کہ اس کی عبودیت اور طاعت کا باعث صرف رائے خواہش نفس اور محبت و عادت نہ ہو، بلکہ اس کا سبب محض امر خداوندی ہو۔

لہٰذا رائے محبت، اور خواہش و عادات یہ سب اطاعت کے تابع ہیں، نہ یہ کہ وہ اس کا سبب ہیں،

اس تشریح کے بعد فرماتے ہیں کہ اس نکتہ سے اہل بصیرت ہی واقف ہو سکتے ہیں امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں بڑی تفصیل سے تواضع کے متعلق لکھا ہے آخر میں انھوں نے جو قیمتی باتیں لکھی ہیں، اس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"جاننا چاہیئے کہ تمام اسلامی اخلاق کی طرح تواضع کے بھی دو طرف (کنارے) اور ایک وسط ہے، اس کا ایک طرف زیادتی (تفریط) کی طرف جھکا ہوا ہے، جس کا نام تکبر ہے، اور دوسرا نقصان (تفریط) کی طرف اس کا نام ذلت و پستی اور دنائت و چاپلوسی ہے، اور ان دونوں کے درمیان جو چیز ہے، اسی کا نام تواضع ہے، چونکہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ عدل اور وسط کو پسند کرتا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ تواضع پسندیدہ چیز ہے، لیکن محمود تواضع وہی ہے جس میں گراوٹ، کمینگی، نہ پیدا ہونے پائے۔

اپنے برابری کے لوگوں سے تواضع اس طرح کی جائے، کہ ان کے جو حقوق ہیں ان کو ادا کیا جائے، اسی طرح تمام لوگوں کے ساتھ تواضع یہ ہے کہ ان سے خندہ پیشانی سے ملا جائے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے اگر وہ کسی ضرورت کے لئے بلائیں تو ان کی بات سن کر ان کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان کے علاوہ اور جو معاشرتی امور ہیں ان میں ان کا لحاظ کیا جائے، پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ کسی وقت ان کو ذلیل چھوٹا اور اپنے کو ان سے بہتر و برتر نہ سمجھا جائے، پھر تواضع کا یہ بلند مرتبہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب یہ تمام افعال بغیر کسی تکلف اور کوشش کے صادر ہوں اور ان کے کرنے میں طبیعت پر کسی قسم کا بار نہ معلوم ہو، اور نہ اس میں کسی کی رعایت اور ریا شامل ہو، اس لئے کہ اگر کسی کی قدر و منزلت کی رعایت یا ریا کی وجہ سے تواضع کی جائے تو اس میں تملق اور گراوٹ پیدا ہو جائے گی، اور یہ چیز تفریط کی طرف لے جائے گی، اور ظاہر ہے کہ کسی مومن کے لئے یہ بالکل زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنے کو ذلیل و خوار کرے، اگر کبھی اس کی ذلت کا موقع آ جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ ایسے موقع پر اپنے کو بلند رکھنے کی کوشش کرے۔

والسلام

چوہدری ولیداد صاحب [illegible]

(بقیہ از صفحہ ۲)

کی نسبت پوچھا کرتے تھے۔ اور آپ نہایت ہی اعلیٰ پیرایہ میں ان کے سوالات کے جواب دیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے پوچھا کہ مرزا صاحب نبوت کا دعوےٰ کرتے ہیں یا کہ مجدد کا۔ والد مرحوم نے کہا مجدد سمجھ کر بیعت کی تھی اور حضور کا دعوےٰ بھی مجددیت ہی کا ہے۔ اور ساتھ ہی حضور کا یہ شعر سنا دیا ہے

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و راہ نما باشد

ایک دفعہ مشہور معاند سلسلہ لال حسین اختر نے کھاریاں کے ایک بڑے جلسہ میں جس کا صدر ملک احمد خاں صاحب تحصیلدار تھے کہا کہ دیکھو لوگو مرزا صاحب کہتے ہیں زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم۔ کیا تم نے کسی نبی کو زندہ دیکھا ہے۔ کھاریاں کے سب احمدی افراد جلسہ میں موجود تھے۔ اور اس کے فضول اور لغو اعتراضات سن رہے تھے۔ والد صاحب جلسہ کے قریب والے مکان کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس وقت بلند آواز سے لال حسین اور دیگر لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں آپ کو زندہ نبی بتا دیتا ہوں۔ لال حسین نے کہا۔ بابا۔ بتا۔ چنانچہ والد صاحب نے کہا من احیا سنتی فقد احیانی۔ جب حضرت مرزا صاحب نے نبی کریم صلعم کی سنت کو زندہ کیا۔ تو حضور صلعم زندہ ہو گئے۔ جب حضور صلعم زندہ ہو گئے تو تمام گذشتہ انبیاء زندہ ہو گئے۔ اب بتاؤ کہ کیا اعتراض رہا۔ جلسہ کے تمام غیر احمدی لوگوں نے کہا کہ بابا ولیداد نے خوب جواب دیا ہے جس پر لال حسین اختر خاموش ہو گیا اور کہنے لگا کہ بابا ان میرزائیوں میں سے نہیں۔

الحاصل میرے مرحوم و مغفور والد صاحب نہایت ہی جوشیلے احمدی تھے۔ روزانہ نبی کریم صلعم پر ہزار بار درود شریف پڑھنے کے علاوہ تہجد کے پابند تھے۔ غالباً تمام رات ہی جاگتے رہتے تھے۔ جب ان کی فوت ہوئے گاؤں کی ہمسایہ عورتوں نے میت کے قریب آ کر کہا اب رات کو ہمارے گھروں کی نگرانی کون کرے گا بابا صاحب کے ہوتے ہوئے ہم آرام سے سو رہتی تھیں اور کوئی فکر نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ جاگتے رہتے اور پڑھتے رہتے تھے۔

میں ہر اس مضمون کے پڑھنے والے سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے والد مرحوم و مغفور کے لئے دعا کریں کہ مولا کریم ان کو جنت کے اعلیٰ مقام پر جگہ دے۔ اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔

ریاکاری کے نقصانات — مسلمان میت کا ترکہ اور قرضہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

از شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

ریاکاری کی نماز

عن ابی سعید الخدری رض قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر المسیح الدجال فقال الا اخبرکم بما هو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال فقلنا بلی یا رسول اللہ فقال الشرک الخفی ان یقوم الرجل فیصلی فیزین صلاته لما یری من نظر رجل رواہ ابن ماجة والبیہقی - الترغیب والترہیب

ترجمہ:۔ ابی سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف فرما ہوئے جبکہ ہمارے درمیان مسیح الدجال کے متعلق تذکرہ ہو رہا تھا، حضور نے (دشمن کو) فرمایا سنو میں تمہیں ایسی بات بتلاتا ہوں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے زیادہ خوفناک ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیے، حضور نے ارشاد فرمایا (وہ خوفناک بات) شرک خفی ہے یعنی جب نمازی کسی شخص کو اپنی طرف نظر کرتا دیکھے تو نماز سنوار کر پڑھنے لگ جائے (تاکہ دیکھنے والے پر اس کے زہد و تقدس کا اثر پڑے وہ لوگوں میں اس بات کا پروپیگنڈا کرے اور اس طرح وہ عوام الناس میں قابل عزت سمجھا جائے)

ادنیٰ ریا تمام عمل کو برباد کر دیتا ہے

عن القاسم بن مخیمرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یقبل اللہ عملاً فیه مثقال حبة من خردل من ریاء رواہ ابن جریر الطبری مرسلاً الترغیب والترہیب۔

ترجمہ:۔ قاسم بن مخیمرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول نہیں فرماتا جس میں رائی برابر بھی ریا ہو۔

مسلمان میت کا ترکہ اور قرضہ

عن جابر رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوته واشتد غضبه کانه منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعة کهاتین ویقرن بین اصبعیه السبابة والوسطی ویقول اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة ثم یقول انا اولی بکل مؤمن من نفسه من ترک مالاً فلاهله ومن ترک دیناً او ضیاعاً فالیّ وعلیّ۔ رواہ مسلم وابن ماجة وغیرهما۔ الترغیب والترہیب

جابر رض سے روایت ہے (ایک دفعہ) جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا حضور کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ آواز بلند ہو گئی اور جوش بڑھ گیا گویا کہ حضور (لوگوں کو کسی (مخالف) فوج سے ڈرا رہے ہیں اور فرماتے تھے کہ تمام طاغوتی طاقتیں صبح و شام (تمہاری تخریب کے لئے) تمہاری گھات میں لگی ہوئی ہیں (تاکہ تمہیں دینی اور سیاسی موت کی گھاٹ اتار دیں۔ بالآخر یہی کچھ ہوا جو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، کیونکہ ہم نے کلام خدا اور اتباع رسول کی پرواہ نہ کی) پھر اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا میں اور قیامت اس طرح (ساتھ ساتھ) بھیجے گئے ہیں (یعنی آنحضرت صلعم اور قیام قیامت کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا)

اور فرمایا اما بعد یقیناً سب سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے اور سب سے بہتر طریق زندگی طریق محمدی ہے (جو قرآن سے اخذ کیا گیا ہے) اور سب سے بڑا کام بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے (جو قوانین کلام خدا اور کلام و سنت رسول کو چھوڑ کر بنائے جائیں گے وہ دین کو تباہ اور دنیا کو برباد کر دیں گے ہاں اسی تعلیم سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے جو درسگاہ نبوت سے دی گئی اور جسے امام وقت نے از سر نو رائج کیا۔

این آتشے کہ دامن آخر زماں بسوخت ؛ از مہر چارہ اش بخدا مہر کوثرم (مسیح موعود)

ترجمہ:۔ اس امن عالم کو بھسم کر دینے والی آگ کے لئے جس نے دنیا کے اس آخری دور کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، واللہ میں نہر کوثر ہوں جو اسے ٹھنڈا کرے گی) پھر فرمایا میں مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں جس شخص نے ترکہ چھوڑا پس وہ اس کے اہل و عیال کے لئے ہے اور جس شخص نے قرض یا بال بچہ (جو کہ پرورش کے قابل ہے) چھوڑا تو اس قرض کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے اور اس کے بال بچہ کی پرورش اور ان کی تربیت کا خیال رکھنا میرا حق ہے (قوم کے اہل ثروت اور ارباب حکومت کے لئے اس میں لمحہ فکریہ ہے)

احمد آخر زماں کز نور او
شد دل مردم ز خور تاباں ترے
روشنی از وے بہر قومے رسید
نور او خورشید بر ہر کشورے

ترجمہ:۔ اس نور سے جو احمد آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مقدس و مطہر سے جاری ہوا۔ مردان خدا کے دل روشنی میں آفتاب سے زیادہ منور ہو گئے

حضور پُرنور کے چشمہ فیض سے (جو کلام آلہٰی کی صورت میں جاری ہوا) ہر قوم نے روشنی پائی ہاں اسی نور نے جو آپ کے ضیا بار لبوں سے جلوہ آرا ہوا تمام عالم کو روشن کر دیا ؛

عیسویت اور دجالیت کے مراتب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

ایک اور نکتہ ہے جو کلام آلہٰی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے جذبات سے ہدایت پا کر دن بدن حق اور حقانیت کی طرف ترقی کرتا ہے اور نفس اور نفسانی امور کو چھوڑتا جاتا ہے تو آخر انتہائی نکتہ اس کے تصفیہ نفس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ بکلی ظلمت نفس اور جذبات نفسانیہ سے باہر آ کر اور جسم کو جو تخت گاہ نفس ہے اور دخنہ جسمانیہ سے دھو کر ایک مصفّیٰ قطرہ کی طرح ہو جاتا ہے اس وقت وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں فقط ایک روح مجرد ہوتا ہے، جو گداز ش نفس کے بعد باقی رہ جاتا ہے اور اطاعت کاملہ مولا میں ملائک سے ایک مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ تب اس مقام پر پہنچ کر عند اللہ اس کا حق ہوتا ہے جو اس کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا جائے۔ یہ معنی ایک طور سے اس حدیث سے بھی نکلتے ہیں جو ابن ماجہ اور حاکم اپنی کتابوں میں لاتے ہیں کہ لا مهدی الا عیسیٰ یعنی مہدی کے کامل مرتبہ پر وہی پہنچتا ہے جو اول عیسیٰ بن جائے یعنی جب انسان تبتل الی اللہ میں ایسا کمال حاصل کرے جو فقط روح رہ جائے۔ تب وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک روح اللہ ہو جاتا ہے اور آسمان میں اس کا نام عیسیٰ رکھا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ایک روحانی پیدائش اس کو ملتی ہے جو کسی جسمانی باپ کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا سایہ اس کو وہ پیدائش عنایت کرتا ہے پس درحقیقت تزکیہ اور فنا فی اللہ کا کمال یہی ہے کہ ظلمات جسمانیہ سے اس قدر تجرد حاصل کرے کہ فقط روح باقی رہ جائے۔

یہی مرتبہ عیسویت کا ہے جس کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے کامل طور پر عطا کرتا ہے اور مرتبہ کاملہ دجالیت یہ ہے کہ حسب مضمون اخلد الی الارض نفسانی نشیبوں کی طرف زیادہ سے زیادہ جھکتا جائے یہاں تک کہ گہری تاریکیوں کی غاروں میں پڑ کر تاریکی مجسم ہو جائے اور بالطبع ظلمت کا دوست اور روشنی کا دشمن ہو جائے۔ عیسوی حقیقت کے مقابل پر دجالیت کی حقیقت کا ہونا ایک امر لازمی ہے۔ کیونکہ ضد ضد سے شناخت کی جاتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہی یہ دونوں حقیقتیں شروع ہیں ابن صیاد کا آپ نے دجال نام رکھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہا کہ تجھ میں عیسیٰ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ سو عیسیٰ اور دجال کا تخم اسی وقت سے شروع ہوا

(باقی بر صفحہ کالم ۲)

رفتار

ہند و پاکستان

لاہور ۲ ۱راکتوبر۔ توہین عدالت کی درخواستیں جو لاہور ہائی کورٹ میں روزنامہ تسنیم لاہور کے پرنٹر پبلشر مولانا نصر اللہ خاں عزیز اور روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ایڈیٹر مسٹر حمید نظامی کی جانب سے تعلقات عامہ کے ڈائرکٹر سید نور احمد اور حکومت پنجاب کے چیف سیکرٹری حافظ عبدالمجید کے خلاف دی گئی تھیں پیر کے روز جسٹس شبیر احمد نے ان کو خارج کر دیا۔

لاہور ۔ ۱۱راکتوبر۔ حکومت کی جانب سے سیلاب زدگان کی امداد میں عطیات بھیجنے والوں کی پہلی فہرست شائع کی گئی ہے جس میں ۲۰۲ افراد اور اداروں کے نام دیئے گئے ہیں امدادی رقم کی کل میزان ۲۶ ہزار چھ سو ۳۱ روپے دو آنے ہے۔

لاہور ۔ ۱۱راکتوبر۔ آج صبح پنجاب کے گورنر سردار عبدالرب نشتر نے گورنمنٹ ہوس میں اعلیٰ عہدہ داروں کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں انہوں کہا کہ یہی وقت ہے کہ ہم اپنی پوری توجہ اور پوری طاقت سیلاب زدگان کی بحالی اور نہروں کی مرمت پر صرف کریں۔ انہوں نے کہا کہ سیلاب سے جو نقصان نہروں کو پہنچا ہے وہ ایسا شدید ہے کہ پانچ لاکھ آدمی اگر پوری محنت کریں تو شاید ایک ماہ میں اس کام کی تکمیل ہو سکے۔

ضلع ملتان میں دریائے راوی کے سیلاب کے پانی کا زور ابھی تک قائم ہے۔ یہ پانی نہایت تیز رفتاری کے ساتھ شجاع آباد اور ۔۔ سال کے اسٹیشنوں کے درمیان سے گذر رہا ہے۔ فضائی جائزہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس علاقہ میں ان اسٹیشنوں کے درمیان ریلوے لائن میں کم از کم بارہ شگاف پڑ گئے ہیں اور مکانات اور فصلوں کو بے انداز نقصان پہنچا ہے۔

ضلع لائلپور کے متعدد چک جو شورکوٹ اور داموہانہ، اور شورکوٹ روڈ اور پیرمحل کے درمیان واقع ہیں سیلاب سے متاثر ہوئے ہیں اور ابھی تک اس علاقہ میں سیلاب کا پانی قابل اطمینان حد تک نہیں اترا۔ حویلی پروجیکٹ کے قریب پانی بارہ سے چودہ فٹ تک گہرا ہے۔ ہوائی جہاز سے جو غذائی اشیاء پھینکی جاتی ہیں وہ پانی میں گر کر خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اب کشتیوں کا انتظام کیا گیا ہے۔

لکھنؤ ۱۲راکتوبر۔ پاک ہند خیرسگالی کنونشن کا دو روزہ اجلاس کل ختم ہو گیا۔ کنونشن نے ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ عدم جنگ کا ایک مشترکہ اعلان کر دیں اور سالانہ فوجی بجٹ میں تخفیف کریں۔

مغربی بنگال کی اسمبلی نے ایک بل منظور کیا ہے جس کی رو سے مغربی بنگال کی تفریح گاہوں جن میں سینما اور تھیٹر ہال بھی شامل ہیں سگرٹ پینا ممنوع ہو گا۔

بل میں سینما گھروں میں سگریٹ پینے کو جرم قرار دیا گیا ہے اور ان پولیس افسروں کو جو عہدے میں سب انسپکٹر سے کم نہ ہوں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ایسا جرم کرنے والے کو قید کر لیں۔

کراچی یکم اکتوبر۔ پاکستان مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری مسٹر یوسف خٹک نے اعلان کیا ہے کہ ۸ راکتوبر کو لیگ کونسل کا جو اجلاس شروع ہونے والا ہے۔ اس کے ایجنڈے پر کل پاکستان مسلم لیگ کے صدر کا انتخاب بھی شامل ہے۔ انہوں نے مزید ۴

کشمیر

نئی دہلی یکم اکتوبر۔ یونائیٹڈ پریس کی اطلاع کے مطابق بھارتی حکومت نے کشمیر میں متعین بھارتی افواج کی تعداد کم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بھارتی وزیر اعظم نے مسٹر ڈکسن سے کشمیر میں بھارتی افواج کی تعداد میں بیس سے پچیس فیصدی کی تخفیف کرنے کا وعدہ کیا تھا یہ اسی کا ایفا ہے۔

کوئٹہ یکم اکتوبر ۔ ہم اپنے کشمیری بھائیوں کو یقین دلاتے ہیں ہم ان کو آزادی دلانے کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ یہ اعلان کل ہزارہ قبائلیوں کے ایک جلسہ میں کیا گیا اس جلسہ کی صدارت "غازی کشمیر" حاجی ناصر علی خاں انجمن مجاہدین کشمیر کے نائب صدر نے کی۔

جلسہ نے ایک قرارداد منظور کی۔ جس میں کہا گیا کہ ہم نے اب تک خود کو روکے رکھا۔ کیونکہ ہمیں اقوام متحدہ پر اعتماد تھا اور حکومت پاکستان نے بھی یہی ہدایت کی لیکن سر اوون ڈکسن کی رپورٹ اور بھارت کی ہٹ دھرمی نے جو ہر طرح لائق مذمت ہے ہمیں بے چین کر دیا ہے۔ اور ہم اپنے کشمیری بھائیوں کی قسمت کے متعلق گہری تشویش میں مبتلا ہو گئے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اب مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے تمام پُرامن ذرائع ختم ہو چکے ہیں ہمارے دل میں جو جذبات موجزن ہیں وہ ہمیں اب ہر قسم کی پابندی کو ترک کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں کیونکہ اب ہم اپنے کشمیری بھائیوں کو ڈوگرہ راج کی غلامی میں جکڑا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔ اور ہم ان کو آزاد کرانے کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے کمربستہ ہیں۔

---

۴ بتایا کہ انتخاب صرف اسی صورت میں ہو گا جبکہ چودھری خلیق الزمان کا استعفیٰ منظور کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ کونسل مسلم لیگ مجلس عاملہ کی منظور کردہ قراردادوں پر بھی غور کرے گی۔ مجلس عاملہ کا اجلاس ۵ راکتوبر کو ہونے والا ہے۔ یہ یقین کیا جاتا ہے کہ مجلس عاملہ اس قرارداد پر بحث کرے گی جس میں کہا گیا ہے کہ وزراء پر لیگ کے عہدیدار نہ بننے کی جو پابندی لگائی گئی ہے وہ اٹھالی جائے۔

لکھنؤ بذریعہ ڈاک۔ شہر اور مضافات میں آدم خور درندوں نے جو آفت بپا کر رکھی ہے اس کا شکار دو لڑکیاں اور ہو گئیں۔

معلوم ہوا ہے کہ علاقہ کاکوری موضع ابراہیم گنج میں غلام رضا کی ڈیڑھ ماہ کی بچی اپنی ماں کی گود میں سو رہی تھی۔ آدم خور درندے نے بچی پر رات کے بارہ بجے کے قریب حملہ کیا اور اسے اٹھا لے گیا تلاش کرنے کے باوجود بچی کا کوئی پتہ نہیں چلا۔

لاہور ۱۲راکتوبر۔ یونائیٹڈ پریس آف پاکستان کے نامہ نگار نے اطلاع دی ہے کہ کل لوہاری بازار کے قریب انڈا بازار میں عجیب و غریب ڈاکے کی واردات ہوئی۔ ایک کباڑی دکاندار اپنی دوکان کھلی چھوڑ کر گیا ہوا تھا کہ اس کی عدم موجودگی میں ایک شخص آیا اور دکاندار کی ۱۰ سیر وزنی تجوری نہایت سکون و اطمینان سے سر پر اٹھا کر باہر نکل آیا کہ اتنے میں کباڑی کے ہمسایہ دوکاندار نے دیکھ لیا اس کو کچھ شک ہوا اور چار آدمیوں کو ساتھ لے کر تجوری چور کو بیس قدم کے فاصلے پر جا پکڑا۔

مظفرآباد۔ وزیر امور کشمیر نواب مشتاق احمد گورمانی نے سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کے نام دس ہزار روپے کا ایک چیک ارسال کیا ہے تاکہ سیلاب زدگان کی امداد کی جائے۔ یہ رقم کشمیر ریلیف فنڈ میں سے دی گئی ہے۔

بلادِ غیر

دمشق۔ ۲ راکتوبر۔ شام نے پاکستان کو پیشکش کی ہے کہ وہ مقامی تمباکو سے تیار کئے ہوئے ۱۴،۰۰،۰۰،۰۰۰ سگریٹ سالانہ مہیا کر سکتا ہے۔ شامی شیشہ ساز کارخانوں نے بھی ذمہ لیا ہے کہ وہ بھی آیندہ جنوری سے پاکستان کو ۷۰،۰۰۰ مربع میٹر شیشہ کی چادریں ہر سال مہیا کر سکیں گے۔

عدن۔ ۲ راکتوبر۔ اندیشہ ہے کہ فلسطینی عرب پناہ گزین جنہوں نے یہودی حملہ سے پہلے اپنے گھروں سے بھاگتے وقت کرنسی کی رقمیں زمین میں دفن کر دی تھیں اب ان دفینوں سے فائدہ نہیں حاصل کر سکیں گے۔ آج سے نئی اردنی کرنسی ملک میں رائج ہو رہی ہے اور اب فلسطینی سکے جن کو انہوں نے دبا دیا تھا قانونی سکے نہیں ہیں۔

تہران ۔ ۲ راکتوبر۔ بین الاقوامی اقتصادی اسلامی کانفرنس میں اپنا صدارتی خطبہ پڑھتے ہوئے وزیر خزانہ پاکستان مسٹر غلام محمد نے کہا آج دنیائے اسلام کے سامنے اہم مسئلہ یہی کہ وہ علم کی جدید بنیادوں پر اپنی تعمیر تو کریں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ علاقائی بنیادوں پر مشترکہ صنعتی منصوبوں کی اسکیم بنائی جائے اس طرح اس علاقے کو صنعتی ترقی کے لئے ایک ٹھوس پروگرام مل جائیگا۔

تیپیہ ۔ ۲ راکتوبر۔ قوم پرست چینیوں کے ایک جلاد دستہ نے کل نو مبینہ کمیونسٹوں کو گولی سے اڑا دیا ان کے خلاف یہ الزام ہے کہ وہ فارموسا میں جنرل اسمو چیانگ کائی شیک کی حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کر رہے تھے۔ ان مبینہ کمیونسٹوں کی اوسط عمر ۳۰ سال ہے یہ لوگ عام طور پر سرزمین چین کے شمالی صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

لندن ۔ یکم اکتوبر۔ سوویٹ روس کی خبررساں ایجنسی تاس کی اطلاع کے مطابق عوامی چین کے وزیر اعظم چو۔ این۔ لائی نے پیکنگ میں یوم آزادی کی تقریب پر صوبائی نمایندوں کے ایک اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر امریکی سامراج پرستوں نے شمالی کوریا پر حملہ کیا تو چین کے باشندے خاموش تماشائی نہیں بنے رہیں گے اور کمیونسٹ چین کی فوجیں مقابلہ کے لئے آگے بڑھ جائیں گی انہوں نے کہا کہ اب جنگ آزادی کو طول دینے کا طریق اختیار کیا جائے گا۔ جس سے کوریا کے باشندوں کو انجام کار فتح حاصل ہو گی۔

سٹاک ہوم ۔ یکم اکتوبر۔ اسکنڈے نیویا میں زمین شق ہونے کی وجہ سے ۴۰۰ آدمیوں کے مکانات تباہ ہو گئے اور ایک عورت ہلاک ہو گئی۔

ہفتہ وار پیغام صلح رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ۱۴ راکتوبر ۱۹۵۵ء

چٹ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ماپہنہ ہر سعید خواہد بود ٭ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

ایڈیٹر دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ۔ مورخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ - ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء — نمبر ۴۰

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق

ہفتہ بھر کی اطلاعات

بذریعہ ٹیلیفون

۴ اکتوبر۔ صبح پونے چھ بجے۔ بخار ۹۹ ہے۔ نیند خود بخود آگئی تھی طبیعت روبصحت ہے (الحمد للہ) خوراک معمولی دو تین چمچہ پیلیتے ہیں، ڈاکٹر ابھی کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دیتے۔

۵ اکتوبر۔ قبل دوپہر۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت نسبتاً اچھی ہے، بخار آج صبح نہیں تھا۔

۶ اکتوبر۔ ساڑھے پانچ بجے صبح۔ حضرت کی طبیعت روبصحت ہے۔ نیند خود بخود آجاتی ہے۔ چونکہ بہت سویرے اُٹھنے کی عادت ہے۔ ڈاکٹر بعض وقت نیند کے لئے ٹیکہ لگاتے ہیں۔ بخار گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے ۹۹ ہو جاتا ہے، اپنے آپ میں طاقت محسوس کرتے ہیں۔ معمولی غذا حسب ہدایت ڈاکٹر دی جاتی ہے۔ ۲۹ ستمبر کے حملہ سے صحتیاب ہونا احباب کی دعاؤں کا زندہ کرشمہ ہے۔

۷ اکتوبر۔ پونے چھ بجے صبح۔ حضور کی صحت پہلے کی نسبت بہت اچھی ہے بخار حسب معمول دو گھنٹہ کے لئے ۹۹.۰ ہو جاتا ہے۔ قبض کی شکایت ہے جسے اینما کے ذریعے دور کرتے ہیں۔ ڈاکٹر نے بات چیت کرنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔ صبح شام قرآن مجید بھی سنتے ہیں۔

۸ اکتوبر پونے چھ بجے صبح۔ طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ کل اینما کیا گیا تھا جس سے دو پاخانہ ہوئے۔ ان کی وجہ سے قدرے نقاہت ہوگئی تھی۔ بخار کوئی دو گھنٹہ کے لئے ۹۹ ہو جاتا ہے، پھیپھڑوں کے لئے جو ٹیکے لگے تھے، وہ بھی کل بند کر دیئے گئے ہیں ڈاکٹر نے کہا ہے کہ پھیپھڑے صاف ہیں۔ الحمد للہ

۹ اکتوبر ساڑھے پانچ بجے صبح۔ بخار بدستور شام کو چھ بجے کوئی دو گھنٹہ کے لئے ۹۹ ہو جاتا ہے، صبح کے وقت نارمل سے نیچے ہوتا ہے۔ پھیپھڑوں کا کل جو معائنہ کیا ہے بالکل صاف ہیں۔ عام حالت بھی روبصحت ہے۔ احباب دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔

۱۰ اکتوبر۔ چھ بجے صبح۔ طبیعت روبصحت ہے، بخار بدستور دو گھنٹہ کے لئے ہوتا ہے ڈاکٹر نے چھ ہفتہ متواتر آرام کی ہدایت کی ہے، خوراک لیتے ہیں طاقت عود کر رہی ہے، سب احباب کو سلام علیکم عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

خاکسار۔ احمد یار۔ جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ لاہور

دس دن کی آمد کی اپیل

از خطبہ جمعہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۵۰ء

"دو ماہ کا عرصہ ہوا ہوگا کہ میں نے اپنے احباب سے دین کی خاطر دس دس دن کی آمد مانگی تھی۔ بہت سے ایسے بھی ہیں جو ہزاروں روپے دے سکتے ہیں مگر اخیر جولائی تک صرف ۱۳ ہزار روپیہ آیا ہے۔ اگر مشکل پیش نہ آتی تو اپیل کی ضرورت نہ ہوتی۔ جنہوں نے وعدے بھی کئے ہیں مطمئن بیٹھے ہیں کہ دیدیں گے۔ لیکن اگر اس وقت دیا جب دینی کام کو نقصان پہنچ گیا تو کیا فائدہ جو وعدہ کرو شوق اور جذبہ کے ساتھ کرو۔ اسی طرح جو خدا کے رستہ میں دو تو وہ بھی شوق اور جذبہ کے ماتحت دو۔ ایک حدیث میں آتا ہے لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب اس کم بخت پیٹ کو مٹی کے سوائے کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں خدا اُدھار نہیں رکھتا جو شخص اس کے رستہ میں دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو اس دنیا میں بھی واپس کر دیتا ہے بشرطیکہ انسان دُکھ اور تکلیف اُٹھا کر شوق کے ساتھ خدا کے رستہ میں دے اس لئے اپنے فرائض کو جو جماعت میں شمولیت کے بعد آپ پر وارد ہوتے ہیں دین کو دنیا پر مقدم کرنا پہچانو۔ ورنہ کیا فائدہ۔ دنیا میں بھی بدنام ہوئے کہ یہ میرزائی ہیں قادیانی ہیں۔ دنیا میں بھی بدنام ہوئے اور خدا کو بھی راضی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

کیا احباب کرام حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس دردمندانہ اپیل کی طرف خاص طور پر اور جلد از جلد توجہ فرمائیں گے۔

خاکسار۔ مرتضیٰ خاں۔ سیکرٹری تحصیل۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

ایک قیمتی جان جس کیلئے جان لڑانیکی ضرورت ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ کی علالت کے متعلق فاروقی صاحب کا گرامی نامہ

ایسے لوگ صدیوں میں کبھی پیدا ہوتے ہیں (معالج ڈاکٹر کا بیان)

ذیل میں میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کے ایک خط کی نقل ہدیۂ قارئین ہے جو انہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ کی علالت کے متعلق ۲۰ ستمبر کو سیکرٹری صاحب کے نام لکھا۔

مکرمی جناب مولوی احمد یار صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط جس کے ساتھ چوہدری ظہور احمد صاحب کا خط بھی تھا ملا۔ علیحدہ لفافوں میں مولوی مرتضیٰ خاں صاحب اور مولانا یعقوب خاں صاحب کے خطوط بھی ملے۔ دوسرے احباب کے خط بھی آتے رہے۔ یہاں کی مصروفیات ایسی ہیں کہ علیحدہ علیحدہ خط لکھنا ناممکن ہے میں پہلے تین دن اور اب دو دن سے اپنا سرکاری کام تک نہیں کر سکا۔ میرے اس خط کو ان تمام حضرات کو سنا دیں اور میری طرف سے معذرت کر دیں کہ میں علیحدہ علیحدہ جواب نہیں دے سکتا ــــــ آپ نے بجٹ اور دوسرے امور کی نسبت پوچھا ہے، سو عرض ہے کہ اس قدر دور بیٹھے آپ حضرات کو حضرت امیر کی حالت کا صحیح اندازہ نہیں۔ مفصل کیفیت عرض کرتا ہوں۔ حضرت امیر کو پہلے تو کوئی پندرہ بیس دن سے دل میں ہلکا ہلکا درد ہوتا رہا۔ ڈاکٹر اس وقت بھی آرام کے لئے کہتے رہے مگر وہ آرام کرنا نہیں جانتے۔ اس لئے حسب عادت رات کے دو بجے سے دن کے دو بجے تک اور چار بجے تیسرے پہر سے مغرب تک عبادت اور کام کاج میں لگے رہتے تھے۔ ۱۷ر اور ۱۸ر ستمبر کی درمیانی شب کو ۱۲ بجے سے تین بجے تک حضرت موصوف کو درد دل یعنی Coronary Thrombosis کا سخت حملہ ہوا مگر حوصلہ اور صبر کی یہ حالت تھی کہ گھر میں کسی کو اٹھایا تک نہیں کہ سوئے آرام ہوں گے۔ ۳ بجے بند ہوا تو آنکھ لگ گئی۔ ۴ بجے پھر اٹھ کر تہجد پڑھنے لگ گئے اور صبح ناشتہ ہمارے ساتھ کیا۔ پھر ڈاکٹر جو آیا تو اس نے فوراً بستر پر لیٹنے کا حکم دیا۔ بستر میں لیٹے لیٹے مولوی عبدالوہاب صاحب کو بلا کر کاغذات پر احکام دیتے رہے دوپہر کے بعد ایک اور بہت خطرناک حملہ ہوا۔ اس وقت سے مارفیا لگنا شروع ہوا۔ مگر اوپر تلے کوئی چار دفعہ درد دل کا حملہ ہوا۔ درد اس قدر تھا کہ مارفیا تک کا اثر نہیں ہوا۔ جب تک کہ چار ٹیکے نہیں لگے۔ اسی رات یعنی ۱۸ر ستمبر سے آکسیجن لگنی شروع ہوئی جو کل تک جاری رہی، بند کرنے کی وجہ بعد میں ذکر کروں گا۔ رات کے لئے علیحدہ نرس آتی ہے۔ اور دن کے لئے علیحدہ کیونکہ آکسیجن کے علاوہ دوسرے ٹیکے لگتے ہیں اور اس مرض میں اتنی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کروٹ تک خود بدلنے کی اجازت نہیں۔

درد دل تو منگل یعنی ۱۹ کو بند ہو گیا تھا۔ مگر اس کے بعد مارفیا کے برے اثرات نے اپنا کام کرنا شروع کر دیا، اور سب میں بڑھکر یہ ہوا کہ گھبراہٹ اور بے چینی بار بار بطور حملہ کے ہوتی تھی اور کوئی دو دو گھنٹہ رہتی تھی، خوراک تو سوائے چند عرقوں کے کچھ نہ تھی یا کبھی کبھی ٹیکہ سے دی جاتی تھی، کمزوری اس قدر ہو گئی ہے کہ وہ بجائے خود تشویشناک ہے۔

پھر بخار ہونا شروع ہوا۔ ڈاکٹروں کو یہ خیال ہوا کہ درد دل سے جو خون جم گیا تھا اس نے اب حل ہونا شروع کیا ہے۔ یہ بھی وجہ تھی۔ پنسلین کے ٹیکے ہر تین گھنٹہ کے بعد لگنے شروع ہوئے۔ اور کوئی متواتر دس دن لگے کیونکہ حرارت چلی چلتی تھی۔ اس دوران میں ڈاکٹر یوسف صاحب لاہور والے جو دل کے امراض کے ماہر ہیں وہ تشریف لے آئے کسی اپنے کام پر۔ تو ان کو بھی دکھایا انہوں نے دیکھا تو کہا حضرت کی طبیعت بہت خراب ہے دیکھنے میں بمشکل سے اتنی بری معلوم نہیں ہوتی۔ مگر عمر کی زیادتی، کمزوری اور دل کی حالت ایسی ہے کہ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بہرحال انہوں نے کہا کہ تشخیص صحیح ہے اور علاج بھی جو ہو سکتا ہے وہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ انہوں نے صرف دو ٹیکے اور تجویز کئے مگر وہ یہاں کے معالج کو بھی معلوم تھے۔ صرف مناسب وقت کا وہ انتظار کر رہا تھا۔ یہاں کے معالج ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب پراچہ ہیں۔ جو یہاں میڈیکل کالج میں دل کے امراض کے پروفیسر ہیں، دوسرے بھی دو تین ڈاکٹروں سے مشورہ ہوا۔ انہوں نے کہا کہ دراصل اس مرض کا علاج سوائے مکمل آرام اور نرسنگ کے کچھ نہیں۔ باقی جو دوائیاں ضروری سمجھتے تھے وہ ڈاکٹر پراچہ استعمال کر رہے ہیں، اور یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جس محبت، اور عقیدت سے اور ہمدردی سے ڈاکٹر پراچہ صاحب نے علاج کیا ہے اس کی نظیر ملنی مشکل ہو گی۔ میں نے پہلے دن ہی کہا ڈاکٹر صاحب یہ جان بڑی قیمتی ہے اسے بچانے کے لئے جان لڑانی پڑے گی" وہ کہنے لگے "آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں مجھے اس کا پورا احساس ہے۔ ہمارے جیسے لوگ تو روز پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ صدیوں میں کبھی پیدا ہوتے ہیں۔" ـــــ بہرحال حضرت امیر کی طبیعت کچھ بہتر ہوتی گئی۔ ڈاکٹر پراچہ صاحب کو ڈر تھا تو صرف یہ کہ دوبارہ حملہ نہ ہو۔ سو انہوں نے ایک دوا Heparine نامی استعمال کرنا شروع کی مگر پہلے ہی مجھے کہا کہ اس دوا کے بداثرات ہوتے ہیں۔ ان کا خیال رکھنا پڑے گا۔ خون کا معاینہ روز کرنے کے باوجود دو دن کے اندر ہی حضرت امیر کے اندر سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ جو اس کا ایک بداثر ہوتا ہے سو وہ دوا فوراً روک دی گئی وہ خون کو پتلا کر دیتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ Clot نہ بن سکے اور اس طرح دوسرے حملہ کو روکا جا سکے ـــــ حضرت امیر کی طبیعت بدستور اچھی ہوتی چلی گئی اور ابلی مچھلی، توس اور چوزہ کی یخنی تھوڑی تھوڑی مقدار میں ملنے لگی، اور جمعرات اور جمعہ کی رات کو یعنی پرسوں رات درد دل کا دوبارہ حملہ ہوا۔ اور اس نے ہم سب کے چھکے چھڑا دیئے۔ رات بھر جاگے۔ صبح طبیعت ذرا اچھی تھی مگر دن کے دس بجے ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے ہو گئے اور دم بھی خراب ہو گیا۔ غرض مایوسی کی حالت تھی۔ جمعہ کا وقت آ گیا۔ میرے لئے تو مکان چھوڑنا ناممکن تھا۔ مگر مستورات نے اصرار کیا کہ جا کر جماعت کے ساتھ مل کر دعا کرو، چنانچہ میں گیا اور جماعت کو اطلاع دی۔ خطبہ ایسے حالات میں کسی نے کیا پڑھنا تھا یا سننا تھا۔ میں نے جماعت سے کہا کہ باتوں کا وقت گیا اب صرف دعا کا وقت ہے چنانچہ خطبہ میں کوئی پندرہ بیس منٹ سوائے درد دل سے دعا کے اور کچھ نہ کہا گیا اور اس کے بعد نماز بھی صرف حضور کے لئے دعا کے اور کچھ نہ تھی، جماعت نے جس درد دل اور گریہ زاری سے دعا کی شاید جناب باری میں وہ سنی گئی، اور تیسرے پہر کو ۳½ بجے کے بعد طبیعت نے پلٹا کھانا شروع کیا اور اب حضرت کی طبیعت پہلے سے بہت اچھی ہے کئی رات بے خوابی رہی مگر اس کی وجہ ڈاکٹر حضرت کی پریشانی اور فکر بتلاتے ہیں۔ اب آج صبح بھی طبیعت اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے اچھی ہے ـــــ آگے کیا ہو گا یہ اللہ تعالےٰ کو علم ہے۔ دل کا مرض ہے۔ سالہا سال کی بیماریوں کی وجہ سے کمزوری ہو، عمر ۷۵، ۸۰ سال کے درمیان ہو۔ ان حالات میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ مگر موجودہ جو حالات ہیں۔ یعنی آج ان میں اللہ کے فضل سے امید دوبارہ بندھ گئی ہے۔ جس عاجزی اور گریہ وزاری سے کل یہاں جماعت نے دعا کی ہے کاش لاہور کی جماعت اسی طرح کرے اور دوسری جماعتیں بھی تو شاید اللہ تعالےٰ رجوع برحمت فرمائے۔ میں تو جناب باری میں یہی کہتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ کسی کو ہمیشہ زندہ رہنا نہیں اور یہ انسان تجھے اس قدر محبوب ہے کہ اسے اپنے پاس بلانے کو پسند کرے مگر اپنے قرآن کی خاطر اسے ابھی اور زندگی دے۔ ابھی قرآن کا نیا انگریزی ترجمہ مکمل نہیں ہوا۔ ابھی پانچ ہزار لائبریریوں کی سکیم نامکمل ہے۔ اس لئے میں تجھے تیرے قرآن، تیرے مسیح موعودؑ، تیرے رسول تیرے دین کا واسطہ دیتا ہوں کہ ابھی اور

ـــــ (باقی برصفحہ ۶ کالم ۲) ـــــ

پیغام صلح
جلد { یوم چہار شنبہ ۔ مورخہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ } نمبر ۴۲

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو

احراری اخبار "آزاد" نے قریباً ہر پرچہ میں جماعت احمدیہ کے خلاف زہر اُگلنا اور جھوٹے الزامات لگانا اپنا شعار بنا رکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احرار کی زندگی کا دار و مدار اسی بات پر ہے کہ رات دن سلسلہ احمدیہ کو کوسا جائے اور جھوٹے اور ناپاک پراپیگنڈا سے بدنام کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگرچہ اس میدان میں اسے کئی مرتبہ شکست فاش ہو چکی ہے اور اس کی بہتان تراشیوں کا ایسا منہ توڑ جواب دیا جا چکا ہے جس سے ایک سلیم المزاج اور باغیرت انسان کے لئے خاموشی کے سوائے کوئی چارہ نہیں رہ جاتا لیکن جو لوگ غیرت اور حیا کو جواب دے کر "بے حیا باش و ہرچہ کن" کے مقولہ کو اپنا مقصد زندگی ٹھہرا چکے ہوں ان سے خاموشی کی توقع کرنا عقل و فہم کا ماتم کرنا ہے۔

۱۰ر اکتوبر کے "آزاد" میں اسی بے غیرتی سے کام لیتے ہوئے ان بہتانات کو پھر دوہرایا گیا ہے، جن کے جواب سینکڑوں مرتبہ دیئے جا چکے ہیں، پہلے تمہیدی فقرات ملاحظہ فرمائیے۔

"آپ کسی حیثیت سے، کسی نقطہ اور کسی مسئلہ کو پیش نظر رکھکر دیکھئے آپ اسلام اور مرزائیت میں بعد المشرقین پائیں گے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے معجون مرکب عقائد کی تائید و حمایت میں ایسے ایسے الہامات گھڑ رکھے ہیں، کہ جنہیں اسلام کیا انسانیت سے بھی دور کا واسطہ نہیں"

وہ معجون مرکب عقائد کونسے ہیں، اور وہ الہامات کونسے ہیں جن کو انسانیت سے بھی دور کا واسطہ نہیں؟ آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے:۔

"ان خلاف اسلام الہامات کے صدقے محدثیت، مجددیت، مہدویت، مسیحیت ظلیت اور بروزیت کے دعوے ہو رہے ہیں اور جب حرص نے ان تمام دعاوی پر بھی چین نہ لینے دیا تو پہلے خدا کا بیٹا بنے اور پھر مسئلہ ارتقاء کے باعث ترقی کی اور خود ہی خدا بن بیٹھے اور دعوے کرتے کرتے آخر یہ میدان مارا کہ اپنے بیٹے کی مثال اللہ سے دی اور بشیر الدین محمود کے متعلق لکھا،

فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر، مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء یعنے کہ میرا پیدا ہونے والا بیٹا گرامی ارجمند ہوگا اوّل و آخر کا مظہر ہوگا گویا خود خدا آسمان سے اُتر آئے گا" (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۲۱)

ہم ان نام نہاد مدعیان اسلام سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی کونسی کتاب ہے جس میں آپ نے خدا کا بیٹا یا خود خدا ہونے کا دعوےٰ کیا، اگر جماعت احرار کے کسی فرد کے دل میں ایمان کی کوئی رتی باقی ہے اگر ان کے دل و دماغ حق اور صداقت سے یکسر خالی نہیں ہو چکے تو خدا کے لئے ہمیں بتائیں کہ کس تحریر یا تقریر میں مرزا صاحب نے خدا کا بیٹا اور پھر خود خدا ہونے کا دعا کیا۔ اگر کوئی تحریر کوئی تقریر کوئی اشتہار ایسا نہیں جس سے اس کا ثبوت مل سکے اور ہرگز نہیں مل سکتا، تو اس جھوٹ اور افتراء اور جماعت احرار کی ناحق کوشی پر نفرین و لعنت کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

رہا اپنے بیٹے کے متعلق الہام اس میں بھی "آزاد" نے تحریف و اضافہ سے کام لیتے ہوئے غلط بیانی اور بہتان طرازی کا جو ثبوت بہم پہنچایا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہے، سب سے پہلی غلط بیانی یہ ہے کہ یہ الہام حضرت مرزا صاحب نے "بشیر الدین محمود کے متعلق لکھا" کیا "آزاد" اس کا کوئی ثبوت بہم پہنچا سکتا ہے؟ دوسری غلط بیانی یہ ہے کہ "مظہر الاول والآخر" اپنی طرف سے داخل کر دیئے ہیں، حالانکہ البشریٰ صفحہ ۲۱ میں جس کا حوالہ دیا گیا ہے یہ الفاظ موجود نہیں، اور تیسری سب سے بڑی غلط بیانی یہ ہے کہ الہام کا جو ترجمہ کیا گیا ہے، اور ایسے رنگ میں اسکو لکھا ہے کہ گویا وہ حضرت مرزا صاحب کے الفاظ ہیں، وہ نہ البشریٰ میں موجود ہے نہ حضرت مرزا صاحب کی کسی کتاب یا اشتہار میں پائے جاتے ہیں۔ کیا "آزاد" یہ بتا سکتا ہے کہ "فرزند دلبند" کا ترجمہ "میرا پیدا ہونے والا بیٹا" کہیں کیا ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں کیا، تو ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو جھوٹ کی نجاست پر اس بے حیائی کے ساتھ منہ مارتے ہیں کہ ذرا بھی خوف خدا سے کام نہیں لیتے،

ایک اور بہتان سُن لیجئے، ازالہ اوہام سے حضرت مسیح موعود کی ایک عبارت نقل کی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"اور اس آنے والے (مرزا) کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ محمدؐ جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفقط احمد ہی نہیں محمدؐ بھی ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳)

اس عبارت پر "آزاد" کا ریمارک بھی سُن لیجئے:۔

"اگرچہ اس عبارت میں مرزا صاحب نے لکھ دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمدؐ بھی ہیں۔ ان الفاظ کے لکھنے سے صرف یہ مقصد نظر آتا ہے کہ اگر ابتدا میں ہی صاف طور پر لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احمد نہیں تھے۔ تو عامۃ المسلمین متنفر ہو جائیں گے۔ لیکن آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی مندرجہ سورۃ صف حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تھی۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے تھی۔

کیا کوئی صاحب انصاف اور حق بین انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی منقولہ بالا عبارت کا وہی منشاء ہے جو "آزاد" نے بیان کیا ہے۔ کیا اس عبارت میں "مثیل" کے لفظ میں یہ بتا نہیں دیا گیا کہ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی پیشگوئی بطور مثیل کے آپ پر عائد ہوتی ہے، کیا مثیل اور اصل کا فرق اسے معلوم نہیں؟ اور صرف ازالہ اوہام ہی میں نہیں، کئی اور مقامات پر حضرت مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کا ذکر کیا ہے انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ ان مقامات کی روشنی میں "ازالہ اوہام" کی اس عبارت کو پڑھا جاتا، مثلاً اربعین نمبر ۴ کے صفحہ ۱۴ پر آپ لکھتے ہیں:۔

"تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھیرایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسیٰ کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے اور خدا نے تمہیں اسی عیسیٰ صفت کے لئے بطور اعضاء کے بنایا"

اس عبارت سے ازالہ اوہام کی عبارت کا مطلب کھلے طور پر واضح ہو جاتا ہے، کہ اس پیشگوئی کے اصل مصداق آنحضرت صلعم ہی ہیں مسیح موعود صرف آنحضرت صلعم کے مظہر اور عیسیٰ صفت ہونے کی وجہ سے اسی میں شامل ہیں۔

لیکن جن لوگوں کا مقصد محض جھوٹا پراپیگنڈا کرنا ہے ان کو حقائق سے کیا کام اور وہ کسی عبارت کے معنی متکلم کے منشاء کے مطابق کریں تو کیوں؟ جماعت احرار سے ہم سوائے اس کے اب کیا کہیں کہ ؎

کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو
کچھ تو لوگو حق سے شرماؤ

خلافِ اسلام تحریک

سٹار نیوز ایجنسی کی اطلاع ہے:۔

"اس روسی دعوے کے باوجود کہ اشتراکیت دوسروں کے جذبات اور ان کے مذہبی عقائد کا احترام کرتی ہے اسلام کے خلاف حملوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اس کے علاوہ یہ دعویٰ اس بیان سے متضاد ہے جو مرکزی کمیٹی کے محکمہ برائے پراپیگنڈا و شورش کے نائب صدر ایف روشلنگ نے نومبر ۱۹۴۹ء میں دیا تھا اور کہا تھا کہ مذہب خواہ وہ کسی شکل میں ہو اشتراکیت کا مخالف ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ سیاسی اور سائنسی معلومات والی سوسائٹی کی وسط ایشیائی شاخ نے برمے کالم ۳ صفحہ ۴

حضرت امیر ایدہ اللہ کیلئے دعائیں اور صدقہ وخیرات

حضرت امیر ایدہ اللہ کی علالت کی خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت گہری تشویش اور دُکھ کا موجب ہوئی، اور جیسا کہ اس جماعت کا قاعدہ ہے، ہر ایسے موقعہ پر خاص طور پر توجہ الی اللہ اور دعاؤں سے کام لیا جاتا ہے، تمام احباب اور جماعتوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر حضور کی صحت کاملہ اور درازی عُمر کیلئے دردِ دل سے دعائیں کیں اور حسب توفیق صدقہ وخیرات میں بھی حصہ لیا۔

ہمارے ایک مخلص دوست بابو لعل دین احمد صاحب سابق اوورسیئر نے دُعا کرتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کیلئے اپنی عمر کا بقیہ حصہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور دس روپیہ خسارہ بجٹ میں دینے کی نذر مانی جواب انہوں نے ادا بھی کر دیئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ذیل کی دو اطلاعات قابل توجہ ہیں۔

(۱)

۵ر اکتوبر کو بروز جمعرات حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا گیا نیز جمعہ کے دن تمام جماعت نے نہایت دردِ دل کے ساتھ حضرت کی صحت کیلئے دعائیں کیں۔

(۲)

علی پور ضلع مظفر گڈھ سے محمد اقبال خان چغتائی اطلاع دیتے ہیں:۔

"حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی علالت کی خبر سُن کر دل کو صدمہ ہوا۔ کل بعد نماز جمعہ احباب سلسلۂ عالیہ جمع ہوئے اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کاملہ اور شفاء عاجلہ، درازیٔ عمر کیلئے دردِ دل سے دُعا کی گئی اور قرار پایا کہ سب احباب سلسلہ حسب توفیق خیرات کریں اور غرباء و مستحقین کو کھانا کھلا دیں۔ اور حضور کی صحت کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ حضرت امیر کی اپیل دربارہ سٹ دس روز کی آمدنی کیلئے خصوصاً احباب کو تاکید کی گئی کہ اپنے وعدے جلد ایفا کر کے مرکز بھجوا دیں اور چندہ بھی وقت پر دیا کریں۔ اتوار کے دن قاضی شیر محمد صاحب مبلغ اور خاکسار دیہاتی احباب کو بھی صورت حال سے اطلاع کریں اور رقوم جلدی مرکز میں بھجوائیں۔"

اور بھی کئی مقامات پر احباب نے دعاؤں اور صدقہ وخیرات میں حصہ لیا، جو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے قبول کر کے حضرت ممدوح کے روبصحت ہونے کی خوشی دکھائی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپکو صحت کاملہ اور قوت و توانائی بخشے، اور اپنے دین کی خدمت کرنے کیلئے آپکو لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔

پانچہزار لائبریریوں میں تقسیم لٹریچر

از دفتر جائنٹ سیکرٹری

پانچہزار لائبریریوں میں سٹوں کی تقسیم کا کام بتدریج ہو رہا ہے جن لائبریریوں کو ابھی تک لٹریچر پہنچ چکا ہے ان کے چند خطوط درج ذیل ہیں:۔

ٹوکیو (جاپان) اسلامک انسٹی ٹیوٹ آف جاپان۔
"یہ کتب اسلام کے مطالعہ کے لئے بہت قیمتی ہیں۔ یہ بہت عرصہ تک ہماری لائبریری کی زینت بنی رہیں گی اور اسلام سے دلچسپی رکھنے والے محققین ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

واشنگٹن (ریاستہائے متحدہ امریکہ) پولی ٹکل انسٹی ٹیوٹ آف امریکہ۔
"پی۔ آئی۔ اے لائبریری کے لئے آپ کے ہدیہ کا شکریہ ہمیں یقین ہے کہ دنیا میں امن برقرار رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے مذاہب اور تہذیب وتمدن کا سمجھنا ضروری ہے۔"

واشنگٹن سٹیٹ کالج آف واشنگٹن پل مین لائبریری:۔
"سٹیٹ کالج کی لائبریری آپ کی کتب کے لئے شکر گذار ہے۔ جو آپ نے ٹی۔ موتن داس کی وساطت سے بھجوائی ہیں۔"

اوہیو (امریکہ) یونیورسٹی آف سن سن ٹیٹی لائبریری:۔
"بڑی مسرت کے ساتھ ہم نے آپ کا قیمتی تحفہ آج صبح کی ڈاک سے وصول کیا۔ یونیورسٹی کی طرف سے میں آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہمارے شعبہ پر یہ کتب بہت کار آمد ثابت ہوں گی۔ ان میں اسلام کی ایک مکمل تصویر موجود ہے جس سے ہم امریکن بہت کم واقف ہیں۔

عجیب اتفاق یہ ہے کہ میں نے چار سال تک عربی زبان کا مشرق وسطیٰ میں مطالعہ کیا ہے اور ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۰۹ء تک میں یروشلم کے امریکن سکول فار اوریئنٹل سٹڈی کا فیلو رہا ہوں۔ اس لئے میں خاص طور پر قرآن مجید کے ترجمہ کا مداح ہوں۔"

اڈیلیڈ (جنوبی آسٹریلیا) سپریم کورٹ ہاؤس:۔
"مندرجہ کتابیں اچھی حالت میں پہنچ گئی ہیں اور انہیں ہم نے پالٹا لیبر کے جیل خانہ میں رکھ دیا ہے۔ اور ہم اس ہدیہ کیلئے آپکے بہت ممنون ہیں۔"

لاس اینجلز (کیلیفورنیا) جنوبی کیلیفورنیا کی یونیورسٹی:۔
"آپ کی کتابوں کا شکریہ جو ہماری لائبریری میں ایک قیمتی اضافہ ہیں۔ یہ کتب ہمارے طلباء اور اساتذہ کے لئے ایک عرصہ تک مفید ثابت ہوں گی۔"

ملبورن (آسٹریلیا) پینل اینڈ جیلز ڈیپارٹمنٹ:۔
"آپ کی کتب موصول ہوئیں۔ شکریہ کا ایک خط معطی کو براہ راست بھیجدیا گیا ہے۔"

جمیکا (ویسٹ انڈیز) انسٹی ٹیوٹ آف جمیکا۔ کنگزٹن:۔
"آپ کی کتب کا رجسٹرڈ پارسل موصول ہوا اور ہم انہیں جمیکا انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری کے لئے شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔"
"آپ کے فارم دستخطوں کے ساتھ ارسال ہیں۔"

خلافِ اسلام تحریک بقیہ صـ۳

شاخوں کو جو برابر ملحدانہ پراپیگنڈا کرتی رہتی ہیں حکم ملا ہے کہ ایسے موضوعات پر مزید لیکچروں کا بندوبست کریں۔ مثلاً اسلام کی رجعت پسندی اور اسلام کی ابتدا اور اس کی طبقاتی نوعیت۔ اذبکستان کے دارالحکومت تاشقند میں مذہب دشمن عجائب خانہ قائم کیا گیا ہے اور نشری تقریروں میں اسلام پر حملے کئے گئے ہیں حال ہی میں ایک نشری تقریر میں کہا گیا ہے کہ قرآن نے اس کی اجازت دی ہے کہ انسان انسان سے ناجائز فائدہ اٹھائے۔ مسلمانوں کا مذہب تمام غیر مسلموں سے نفرت کی اجازت دیتا ہے اسلئے اس نظام کے ماتحت مزدوروں میں بین الاقوامی استحکام ممکن نہیں۔ اسکی بھی شہادت موصول ہوئی ہے کہ وسطی ایشیاء کی اشتراکی جماعت کے ارکان کو اس لئے تحدید کی گئی ہے کہ مسلم تہواروں کی وہ پُرزور مخالفت نہیں کرتے۔ اسٹالن کیا وہ لوگ جو اشتراکیت کو اسلام کا دشمن....

جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے مسلمان پھر مسلمان بن گئے

الجیریئن مسلمانوں کی بیداری اور اسلامک ریویو کے فرانسیسی ایڈیشن کا مطالبہ

فرانس کی علمی و تاریخی زندگی کا مطالعہ

خان بہادر غلام ربانی خان صاحب کا مکتوب گرامی

اہل انگلستان کی سالانہ تعطیل

ووکنگ ۵ اپریل مکرم ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ کچھ مدت کے بعد عرض حال کر رہا ہوں۔ اس ملک میں رسوم اور روایات کی اس قدر عزت کی جاتی ہے۔ کہ ایک گونہ پوجا کا رنگ نظر آتا ہے۔ سال بھر خوب محنت کرتے ہیں اور کچھ رقم ہر ہفتہ بچا لیتے ہیں۔ تاکہ ماہ اگست میں رخصت منائی جائے۔ ہر کس و ناکس ہر عمر کا انسان اسی امید میں زندگی بسر کرتا ہے کہ ..... HOLIDAY منا سکیں گے۔ اکثر لوگ برّ اعظم یورپ جاتے ہیں۔ زیادہ تر فرانس اور سوئٹزرلینڈ کو پسند کرتے ہیں سننے میں آیا ہے کہ اس ماہ لندن ایسا خالی ہوتا ہے۔ کہ چور چکار ان ایام میں دن دہاڑے آزادی سے اپنا کام کر لیتے ہیں۔ چونکہ اس ملک میں اخبار اور دودھ کی بوتل دروازہ کی دہلیز پر مالکان مکان کے لئے پہنچنے والے چھوڑ جاتے ہیں۔ جو کہ اہل خانہ ہر روز اٹھا لیتے ہیں۔ اس لئے اگر چند ایک دودھ سے بھری ہوئی بوتلیں　　باہر دہلیز پر یا اخبارات دروازہ کے پوسٹل بکس میں جمع ہوں تو یار لوگ تاڑ جاتے ہیں۔ کہ مالکان مکان ہالی ڈے (HOLIDAY) پر چلے گئے ہیں اور اخبار والے اور دودھ والے کو اطلاع نہیں دے سکے۔ پس وہ حسب منشاء اپنا ہاتھ رنگ لیتے ہیں۔

میرا عزم اطالیہ

ان ایام کی رخصت میرے زیر تعلیم پاکستان ایر ٹرینرز کو بھی ملی۔ چنانچہ میں نے بھی موقعہ غنیمت تصور کر کے براعظم یورپ کا سفر اختیار کیا۔ چونکہ یہ سال ہولی روم کا تھا اور اٹلی کے سفر میں خاص رعایت تھی بشرطیکہ روم کیتھولک کونسل لندن سے اس بات کا سارٹیفکیٹ حاصل کیا جاوے کہ اس سفر میں مذہبی دلچسپی کا پہلو ہی ہے میں نے بھی یہ سارٹیفکیٹ حاصل کیا۔ اور پوپ　　کو ووکنگ مشن کی طرف سے ملاقات کی چٹھی لکھی تاکہ اسلام کے متعلق تبادلۂ خیالات ہو سکے۔ کیونکہ پوپ نے اعلان کیا تھا۔ کہ مذہب اسلام کے ساتھ سابقہ عناد کو ترک کر دیا جاوے اور اشتراکیت کے خلاف مل کر ایک محاذ قائم کیا جاوے اور یہ کہ اسلام کی تعلیم مشرکانہ نہیں ہے بلکہ اس نے روحانیت کے پہلو پر بڑی روشنی ڈالی ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ پس یہ امنگ بھی میرے دل میں تھی خیال تھا کہ ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق اس سفر کو بنایا جاوے۔

ایک مخلص مسلمان

فرانس پہنچا۔ تو پیرس کے اسٹیشن پر ایک دوست محمد علی صاحب جو گذشتہ ماہ اپریل میں ووکنگ آئے تھے۔ اور جن کا کاروبار فرانس اور انڈو چائنا اور سیام کے ساتھ ہے۔ منتظر رہے تھے۔ کمال اخلاص سے اپنے مکان پر لے گئے۔ دوسرے دن اصرار پر انہوں نے میرے لئے ہوٹل میں جگہ بنائی۔ اور میرے لئے ایک شفیق گائیڈ بن گئے۔ یہ نوجوان درأصل صوبہ مدراس کے ساحل پر فرانسیسی آبادی کے باشندہ ہیں۔ فرانسیسی خوب جانتے اور لکھتے ہیں۔ انگریزی میں پورے طور پر اظہار خیال نہیں کر سکتے ان کو اسلام اور سلسلہ کے ساتھ بڑا انس ہے۔ اسلامک ریویو اور حضرت مولانا محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب کی تصانیف کے دلدادہ ہیں۔ مولانا صاحب کی کتاب لیونگ تھاٹس یعنی زندہ نبی کی زندہ تعلیم کے فرانسیسی ترجمہ کی اشاعت کرتے ہیں۔ اور خود آپ کی کتب۔ بیدورلڈ آرڈر اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کا ترجمہ اپنی زبان میں کرتے ہیں اور اخبارات کو مضامین بھیجتے ہیں۔

فرانس میں الجیریا کے مسلمان

انہوں نے ایڈیٹر اخبار الجیریا لبرد (Algeria Libre) کو میری آمد کی اطلاع دی۔ چنانچہ انہوں نے مجھے دفتر اخبار میں گفتگو اور چاء پر مدعو کیا۔ یہ اخبار الجیریا کے آزاد منش اصحاب نے بزبان فرانسیسی جاری کیا ہوا ہے۔ اور اس کا مدعا الجیریا کو فرانس کی حکومت سے آزادی دلانا ہے۔ یہاں الجیریا کے مسلمان بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ زیادہ حصہ مضبوط توانا مزدوروں کی شکل میں کام کرتے دیکھے جاتے ہیں۔ اور کچھ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ غرضیکہ کئی لاکھ کی تعداد میں اس جگہ پیرس اور فرانس کے دوسرے شہروں میں موجود ہیں۔ جماعتی نظام اس اخبار کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ فرانس کی حکومت کے خلاف الجیریا ڈے انہوں نے منایا عظیم الشان جلوس نکالا تقریریں کیں الجیریا کا ممبر فرانسیسی پارلیمنٹ مسٹر میزانہ (Mezaena) قائد ہے اور اخبار کا ناظم بھی ہے۔ ایڈیٹر اخبار الجیریا کی سرکاری کونسل کا منتخب ممبر ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ اس جماعت کے ساتھ ملاقات کا موقعہ ملا۔ دفتر اخبار پیرس کی ایک عالیشان عمارت میں تھا۔ وہاں تمام راہنما۔ ایڈیٹر صاحب اور مسٹر میزانہ نے خیر مقدم کیا۔

مسلماں را مسلماں باز کردند

اسلامک ریویو کا تازہ نمبر آیا ہوا تھا۔ جس میں الجیریا کے متعلق پرزور مقالہ ہے۔ ان لوگوں نے اظہار تشکر کیا۔ اور بڑی جوش سے کہا۔ کہ اس رسالہ کے ذریعہ نہ صرف سیاسی بیداری الجیریا میں پیدا ہوئی بلکہ نوجوان ان مضامین کے مطالعہ سے پھر مسلمان بنے۔ کیونکہ مغربی تعلیم اور راہنمایان دین کی بے توجہی سے وہ الحاد کی رو میں بہہ چکے تھے۔ ان مضامین کے پڑھنے سے ان میں اسلامی جذبہ اور اسلامی روح نئے سرے سے پیدا ہو گئی ہے مجھے وہاں حضرت مرزا صاحبؒ کا شعر یاد آیا۔

> چو دور خسروی آغاز کردند
> مسلماں را مسلماں باز کردند

اب نہ صرف سیاسی بیداری عالم اسلام میں پیدا ہوئی ہے بلکہ اس کے ساتھ مذہبی اور روحانی لہر بھی مسلمانوں کے قلب کے اندر موجزن ہے۔

اسلامک ریویو عربی یا فرانسیسی میں

اس کے بعد انہوں نے تجویز پیش کی کہ عربی دان پبلک کے استفادہ کے لئے اور خاص کر شمالی افریقہ کے لئے اسلامک ریویو عربی زبان یا فرانسیسی زبان میں شائع ہو۔ جو بجنسہ اسلامک ریویو کے مضامین کا ترجمہ ہو اور اسی شکل و صورت میں ہو تاکہ عوام میں اسلامی تعلیم صحیح طور پر شائع ہو سکے میں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ذکر کرتے ہوئے جماعت کے چند ہزار مجاہدین کی قربانی کا تذکرہ کیا۔ اور تبلیغ کی طرف سے عالم اسلام کی بے توجہی کی شکایت کی۔ اور اپنے مشن کے محدود ذرائع آمدنی ان کے سامنے رکھے ان باتوں کو نہایت ہی توجہ اور درد کے ساتھ انہوں نے سنا۔ اور احمدیہ انجمن کے کارہائے نمایاں کی انہوں نے بیحد تعریف کی۔ اور فرانسیسی ترجمہ کے لئے دو ہزار خریدار یک لخت مہیا کرنے اور باقی اخراجات کی تجویز کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے رسالہ اسلام دی ریلیجن آف ہیومینٹی کا ترجمہ بطور ضمیمہ اپنے فرانسیسی اخبار میں شائع کرنے کا تہیہ کر لیا۔ لیونگ تھاٹس کا ترجمہ عربی میں کرنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا۔

پیرس میں پاکستان آفس کی ضرورت

اس جماعت نے پاکستان کی حکومت کے ساتھ بڑی عقیدت کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ ان کا پولیٹیکل اور فارین آفس پیرس میں نہ ہونا ایک بڑی کمزوری ہے۔ اگر یہاں پر پاکستان آفس ہو۔ تو تمام ممالک عربیہ شمالی افریقہ ان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں اپنی بہبودی تصور کریں گے۔ چاء کے بعد انہوں نے دعوت طعام کے لئے

وقت مقرر کیا اچھے پیمانہ پر الجیریا کی اسلامی دعوت دی۔ میں انکی مہمانداری کا ازحد مشکور رہوں۔

پیرس کی زندگی

پیرس کی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو کا تصور تو لفظ Gay Paris میں آجاتا ہے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست دوسرا علمی اور تاریخی پہلو ہے۔ یہ پہلو نہایت ہی شاندار ہے۔ شہداء آزادی کی یادگاریں اور شجاعان فرانس کے کارنامے نمایاں اور اسمائے گرامی کے زندہ رکھنے کا Arch De Triumph قابل دید ہیں عجائب گھر اور Museum بھی علم کا ذخیرہ ہیں۔ گل وگلزار۔ عمارات اور بازار اور کارہائے انجنیئری فن تعمیر کھلے کھلے بازار اور درختوں کی قطاریں دل چسپی کا سامان ہیں۔ پیرس سے باہر قدیم شاہی محلات قابل دید ہیں .... ورسیلز کا محل جس میں پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کا صلحنامہ ہوا تھا فرانس کے مشہور بادشاہ ..... لوئس چہاردہم کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتا ہے۔

اسلام کا اثر یورپ کی جسمانی صفائی پر

یہ بادشاہ پچاس سال سے زیادہ حکمران رہا۔ اس کے زمانہ میں علم وہنر نے بڑی ترقی کی۔ ہمارا گائڈ کہتا تھا۔ کہ اس بادشاہ نے زندگی میں دو دفعہ غسل کیا ایک جب پیدا ہوا۔ اور دوسرا جب فوت ہوا۔ اس بات سے مجھے تعجب ہوا۔ لیکن مزید تحقیقات پر معلوم ہوا کہ صرف فرانس بلکہ انگلستان وغیرہ میں ہی غسل کے متعلق بالکل عدم توجہی تھی۔ چنانچہ انیسویں صدی میں پبلک ٹرکش باتھ کا رواج شروع ہوا۔ اور اس طرح لوگوں کو غسل کی عادت ڈالی گئی۔ جسمانی صفائی میں بھی یورپ اسلام ہی کا مرہون منت ہے۔ خدا کرے، کہ روحانی بلندی بھی اس پاک مذہب سے اسے حاصل ہو۔

ایک حسرتناک تصویر

یہ محل نہایت ہی عالیشان ہے۔ میری دلچسپی کی ایک تصویر تھی جس میں چارلس مارشل شاہ فرانس کو فاتح اور اور جرنل عبدالرحمٰن سپین کو بمقام ٹورز فرانس شکست خوردہ بتایا گیا ہے۔ میرے لئے بڑی حسرت کا مقام تھا۔ کہ اس جنگ کی شکست نے یورپ کو اسلام کی نعمت سے بے بہرہ کر دیا۔ ورنہ آج یورپ کا نقشہ بالکل مختلف ہوتا۔

نپولین کی یادگاریں

دو دوسرے محلات کا تعلق زیادہ تر نپولین کے ساتھ ہے۔ اسکی یادگاریں فرانسیسی قوم کے لئے عزت اور جذبہ پیدا کرنے کا موجب ہیں۔ آخری انجام نپولین کا ایک تصویر میں ہے۔ جب کہ نظربند تھا۔ سکرات الموت کے وقت بیکسی کا عالم تھا۔ ایک ٹوٹا ہوا بادری برسر بالین تھا جس کمرہ میں اس کی یہ تصویر ہے اس میں اس کا ٹوٹا ہوا لکڑی کا بیخ اور سفری چارپائی بھی موجود ہے۔ جو کہ اس کے نظربندی کے مسکن کا کل فرنیچر تھا۔ یہ کیفیت دیکھکر کُلّ

من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

زبان پر جاری ہو گیا۔

ایک عظیم الشان مسجد

پیرس میں تمام دنیائے اسلام سے طلباء برائے حصول تعلیم آتے ہیں۔ لیکن یہاں ان کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ نتیجہ پھر وہی ہوتا ہے۔ جو ایسے حالات پیدا کرتے ہیں۔ یہاں ایک عظیم الشان مسجد ہے۔ جس کی امامت الجیریا و مراکش کے عالم کرتے ہیں میں نے نماز جمعہ وہاں ادا کی۔ اس قدر عالی شان مسجد کے اندر جمعہ کے دن چالیس پچاس نمازی ہونگے۔ خطیب صاحب نے زبان عربی میں کچھ خطبہ پڑھ سنایا۔ اور بس چھٹی ہوئی۔ اس کے بعد مسجد بند۔ ایک عورت پاسبان تھی جو زائرین کے ساتھ نہایت ہی بدسلوکی سے پیش آتی تھی۔ حریص تھی۔ کچھ مل جائے تو مسجد میں داخلہ کی اجازت ورنہ کہدیتی ہے کہ فلاں دن اور فلاں وقت مسجد میں داخلہ ہوگا۔ مجھے اس مرکز کی موجودگی اور اس کی لاحاصل موجودگی اور بیکاری اور بے بسی پر بہت افسوس ہوا۔ یہ اسلام کا مرکز فرانس اور فرانسیسی جاننے والے لوگوں کے لئے بہت مفید ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ درست انتظام کے تحت ہو۔

سوئٹزرلینڈ میں

فرانس کے بعد اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کے لئے رخت سفر باندھا لیکن زمین دوز ریل (Under ground rail) کے بدلنے میں چھوٹا اٹیچی کیس .... جس میں پاسپورٹ اور ریلوے ٹکٹ تھا گاڑی میں رہ گیا۔ بڑی کوشش کی لیکن دستیاب نہ ہوسکا۔ اس لئے سفر روم رہ گیا۔ صرف سوئٹزرلینڈ جا سکا۔ سوئٹزرلینڈ میں تمام دنیا سے زائرین آتے ہیں۔ اور اس ملک میں تبلیغ کا بڑا موقعہ ہے۔ کیونکہ لوگ مذہبی طور پر زیادہ آزاد ہیں۔

ایک یوگوسلافی مجاہد

واپسی پر کیمبر حسب معمول کام شروع ہو گیا۔ اب تو کام بہت بڑھ گیا۔ یوگوسلافی مسلمان عازم سڑک جو جماعت میں بھی شامل ہو گئے ہیں اور جنہوں نے اپنی زندگی ہی اسلامی مشن کے لئے وقف کر دی ہے بڑے مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ ایک مستعد نوجوان ہے۔ جو قرآن پاک کو بہت ہی خوبی اور خوش الحانی سے پڑھتا ہے اذان مصری لہجہ میں دیتا ہے اور امامت کے فرائض بھی ادا کرتا ہے۔ دفتر میں محاسب کا کام بڑی محنت سے کرتا ہے۔ اور اسلام کی تعلیم بزبان انگریزی حاصل کر رہا ہے امید ہے کہ مفید رکن ثابت ہوگا۔ (باقی آئندہ)

آپ کا غلام ربانی

ادارہ علوم دینیہ

کئی ایک دوستوں نے مذکورہ بالا دینی ادارہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہمیں لکھا ہے۔ آمد و رفت کے حالات سیلاب کے باعث درست نہیں رہے ورنہ ماہ ستمبر میں ایسے دوستوں کو یہاں بلاکر ان سے بالمشافہ حالات دریافت کرنے کا ارادہ تھا۔ اس میں اب التواء پڑ گیا ہے آمد و رفت کے ذرائع تسلی بخش ہو جانے پر انہیں مطلع کیا جائیگا کہ وہ چند روز کے لئے لاہور آئیں تاکہ ان کے متعلق انتخاب کا فیصلہ کیا جاسکے۔

اللہ بخش

اخبار احمدیہ

(بقیہ از صفحہ)

نکاح ولفقہ مرزا انور بیگ صاحب مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کے صاحبزادے مرزا ظہور احمد بیگ ریلوے انسپکٹر آف ورکس کے ساتھ پڑھا گیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے باعث برکت کرے آمین۔ اس خوشی میں انجمن کو پانچ روپے وصول ہوئے۔

ایک قیمتی جان جس کیلئے جان لڑانے کی ضرورت ہے

(بقیہ از صفحہ ۲)

مہلت عطا فرمائے ——— موجودہ طبی مشورہ یہ ہے کہ اگر حضرت امیر کو صحت ہو بھی جائے تو کم سے کم ایک مہینہ وہ بستر میں بالکل لیٹے رہیں۔ اس کے بعد بھی دو تین ماہ کم سے کم مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ اس دوران میں ان کے کمرے میں سوائے نرس کے یا ایک اور آدمی کے کسی کو جانے کی اجازت نہیں بات چیت بالکل منع ہے۔ اور حضرت امیر خود اس قدر نحیف ہیں کہ بات بمشکل نہایت دھیمی آواز میں کرتے ہیں۔ ان حالات میں ان سے انجمن کے کسی کام کے لئے کہنا ناممکن ہے۔ بجٹ کا کام ہو یا دوسرا کوئی اور ہو، وہ اب آپ لوگ نپٹائیں ویسے بھی ہم لوگوں کو اب سیکھنا چاہیئے کہ ان کے بغیر گذارہ کر سکیں۔ حضرت کی بیچ میں جب طبیعت کچھ اچھی ہوئی تھی تو مجھے فرمایا تھا کہ ایک تحریر لکھ دیں جس پر آپ ڈاکٹر پراچہ اور میاں غلام عباس میرے سامنے دستخط کر دیں کہ میں چیکوں پر دستخط کرنے کے اختیارات وغیرہ مولنا محمد یعقوب خان صاحب کو سونپتا ہوں۔ میں نے ایسی تحریر لکھنے سے پہلے آپ سے پوچھنا ضروری سمجھا چنانچہ کچھ روز ہوئے آپ کو لکھا تھا کہ اگر ایسی تحریر کی ضرورت ہو تو اس کا مضمون لکھ کر مجھے بھیجدیں اب مجلس منتظمہ کے ایجنڈا سے معلوم ہوا کہ آپ نے ایسی تجویز وہیں پیش کر دی ہے سو یہ بہت اچھا کیا۔ اگر کسی اور قسم کی تحریر ضروری ہو تو اس کا مضمون لکھ کر بھیجدیں۔ حضرت امیر کا اپنا دستخط تو ناممکن ہے۔ مندرجہ بالا یا کوئی اور تین گواہ دستخط کریں گے۔

آپنے بجٹ کا لکھا ہے۔ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی ہمتوں میں برکت ڈالے۔ آپ یہ بوجھ اس مقدس ہستی پر سے اٹھا لیں، تو بہتر ہوگا۔ اب تک ہم نے ان پر بوجھ ڈالا ہے۔ اب اس دل میں شاید یہ غم سہنے کی طاقت نہ ہو۔ اس لئے دوسرے بزرگان ہمت کریں اور حضرت امیر کے بوجھ کو ہلکا کریں۔ اللہ تعالےٰ اسی میں برکت ڈالتا ہے۔

جملہ بزرگان کی خدمت میں السلام علیکم

خاکسار

نصیر احمد۔ فاروقی

قوموں کی تباہی اور عذاب الٰہی کے اسباب

عادِ اولیٰ کی عظمت و جبروت اور انکا انجام

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

قوموں کی اخلاقی پستی اور سنتِ الٰہی

پہلی قوموں کی ملکی محرومی اور سیاسی بدبختی خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے اخلاق وصفات عالیہ کا پایہ کس حد تک پست ہوگیا تھا۔ قوم عاد کے سیاسی تفوق و امتیاز کا دیگر ممالک میں گر جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس حد تک گر چکے تھے جہاں پہنچکر اللہ تعالےٰ کا غضب قوموں پر بھڑکتا ہے اور انہیں نیست ونابود کر دیتا ہے۔ بابل فنیشیا۔ قرطاجنا۔ یونان۔ روما۔ فارس قدیم۔ سب اسی کلیہ کی جزئیات ہیں ؎

سنۃ اللّٰہ فی الذین خلو من قبل۔ ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔

ترجمہ۔ (ایسا ہی) اللہ تعالےٰ کا قانون ان میں (رہا ہے) جو پہلے گذر چکے ہیں اور تو اللہ تعالےٰ کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا (الاحزاب)

انبیاء و مصلحین کی دعوتِ حق

ایسے موقعہ پر اللہ تعالےٰ کا یہ قانون بھی ہے کہ قوم میں وہ کسی روحانی مصلح اعظم یعنی خود پیغمبر یا نائب پیغمبر (علماء و مصلحین یعنی محدث) کو پیدا کرتا ہے جو قوم کو عبرت دلاتا ہے۔ اس کے عیوب ومفاسد کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اسکو اصلاح وہدایت کی دعوت دیتا ہے و ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا

ترجمہ:۔ اور ہم کسی قوم کو اس وقت تک مبتلائے عذاب نہیں کرتے جب تک ان میں پیغمبر (رسول سے مراد محدث۔ مجدد بھی ہے) نہ بھیجدیں۔

انکارِ حق کا انجام

لیکن تمام قوموں کی پچھلی تاریخ شاہد ہے کہ کبھی بدبختی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ایک جماعت قلیل کے سوا عموماً اس کی آواز ہر طبقہ میں غیر مسموع ہوتی ہے۔ اور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے نہیں۔ وہ عامل نہیں (عمل کا فقدان پیروان رسول میں آفتاب رسالت کے غروب ہونے کے کافی عرصہ کے بعد رونما ہوتا ہے) اور نتائج صرف عمل پر موقوف ہیں، جیسا نہ ماننے والے شوخی اور شرارت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں تو اس وقت خدا کا غضب تلوار میں چمک کر آسمان سے گرج کر یا زمین سے پھٹ کر ظاہر ہوتا ہے اور دوسری قوم کے لئے پہلی قوم کی جگہ صاف کر دیتا ہے۔

وجعلنٰھم خلٰئف واغرقنا الذین کذبوا بایٰتنا فانظر کیف کان عاقبۃ المنذرین۔ اور انہیں یعنی نوحؑ کے متبعین کو جانشین بنایا اور غرق کردیا ان کو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ تو دیکھو کہ جو ڈرائے گئے تھے ان کا انجام کیسا ہوا۔ یونس ۸۰

قوم عاد کی عظمت و جبروت

قرآن کریم میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں سے قوم عاد کی مثال سب سے زیادہ قابلِ توجہ ہے یہ کون لوگ تھے؟ عاد کوئی محدود اور مختصر قبیلہ نہ تھا بلکہ وہ عظیم الشان قوم تھی جو دنیا کی قدیم ترین تہذیب کی بانی تھی۔ ایشیا اور افریقہ کا کثیر حصہ اس کے زور وقوت کا تماشاگاہ تھا۔ بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں اس کے دست صنعت کا نتیجہ تھیں۔ اس بناء پر عرب کے لئے اس قوم سے زیادہ عبرت وبصیرت کا کوئی دوسرا نمونہ نہ تھا اسی لئے قرآن مجید نے عرب کی اس عظیم الشان قوم کی داستان بار بار دہرائی ہے۔ یہ لوگ ارم بن سام کی نسل سے تھے جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔ الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلھا فی البلاد

ترجمہ: تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اس عاد ارم کے ساتھ کیا کیا؟ جو بڑی بڑی عمارتوں کے بانی تھے جن کی نظیر دنیا میں نہیں پیدا کی گئی۔

حضرت ہود کی بعثت

جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے یہ قوم بھی عظمت وجبروت کے درجہ پر پہنچکر خدا سے سرکش ہوگئی اور دنیا پرستی میں مبتلا ہوکر طرح طرح کی بداخلاقیوں اور فسق وفجور میں پھنس گئی۔

آخر وہ وقت آگیا۔۔۔ کہ اس عظیم الشان اور عظیم الجبروت قوم کو جس نے اپنے زور وقوت سے دنیا کو ہلا دیا تھا۔ آخری دعوت دی جائے۔ اور ان میں ہودؑ مبعوث ہوئے، جنہوں نے ان کو اللہ تعالےٰ کی آواز سنائی جس کا ذکر قرآن شریعت کی متعدد سورتوں میں مفصل آیا ہے۔ (۱) حٰم السجدہ (۲) ھود (۳) اور الشعراء۔

عاد کی تباہی کے تین اسباب

قرآن کریم میں عاد کی تباہی کے تین اسباب بتائے گئے ہیں جو عموماً ہر قوم کی تباہی کا باعث ہوتے ہیں

سبب اول۔ غرور قوت

۔ عاد کو اپنی قوت بازو پر ناز تھا۔ اور اسی طرح ہر قوم جو اقتدار وتفوق پر پہنچتی ہے۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بھی اپنی قوت پر مغرور رہتی ہے۔

متکبرین عاد نے کہا اے ہودؑ ہمیں کس سے ڈراتے ہو من اشد منا قوۃ۔ قوت و زور میں ہم سے کون بڑا ہے؟

حضرت ہودؑ نے کہا تمہاری قوت مسلم۔ لیکن اگر صلاح وتقویٰ کی دعوت قبول کروگے یزدکم قوۃ الیٰ قوتکم تو خدا تمہاری قوت کو اور قوت بخشے گا۔ لیکن وہ نہ سمجھے۔

اولم یروا ان اللّٰہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ۔

ترجمہ۔ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے بھی زیادہ قوی ہے۔

ان کو نہ صرف اپنی فوجی وسیاسی قوت پر ناز تھا بلکہ اپنے افراد کی تعداد اور اپنے مویشی کی کثرت اور اپنے باغوں کی بہتات پر بھی گھمنڈ تھا جو اس عہد کی سب سے بڑی دولت تھی۔

حضرت ہودؑ نے کہا کہ یہ شکر کی بات ہے نہ استکبار کی واتقوا الذی امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین وجنٰت وعیون (شعریٰ) وزادکم فی الخلق بصطۃ (اعراف)

اور اس خدا سے ڈرو جس نے تم کو وہ چیزیں عنایت کیں جن کو تم جانتے ہو۔ مواشی۔ اولاد۔ باغ اور چشمے (شعریٰ) اور تمہیں خلق میں وسعت عطا کی (اعراف)

سبب دوم۔ ظلم وجور

دوسرا سبب ظلم وجور ہے۔ قوم کی حاکمانہ زندگی کے لئے سب سے زیادہ زہر قاتل ظلم اور جور وستم ہے۔ اقوام عالم کی تاریخ اس دعوے پر بہترین شاہد ہے۔ عاد اپنے ممالک مقبوضہ میں اکڑتے پھرتے تھے۔ بغیر کسی استحقاق کے قوموں کو چھیڑتے تھے، جیسا کہ ہر عہد کے عاد زمین کے ہر قطعہ پر اکڑتے پھرتے ہیں۔ اور معصوم قوموں کو چھیڑ چھیڑ کر فنا کرتے رہتے ہیں۔

فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ لیکن عاد نے زمین میں بلا استحقاق غرور کیا اور کہا کہ کون ہم سے زور وقوت میں بڑا ہے۔

عاد کی اس جباری وستمگری کا ثبوت مصر کی مفتوحہ اقوام کی زبان سے بھی ملتا ہے "خدا ہم سے ناراض تھا۔ ایک عجیب طریقہ سے اطراف مشرق سے سنربر الخلقت لوگ چلے آتے وہ اس قدر قوی تھے کہ ہمارے ملک میں گھس گئے اور بزور نہایت آسانی سے اسکو مسخر کرلیا۔۔۔۔۔۔۔ جب انہوں نے ہمارے سرداروں کو گرفتار کرلیا۔۔۔۔۔۔ ہمارے شہروں کو جلادیا ہمارے دیوتاؤں کے مندر گرا دیئے اور تمام باشندوں کے ساتھ وحشیانہ طریقہ سے سلوک کیا اور نہ صرف یہ بلکہ بعض کو ہتھیاروں سے مارڈالا اور ان کی بیوی بچوں کو غلام بنایا (دیوسفیوس کی تاریخ)

سبب سوم۔ خدا کا انکار

(۳) سب سے آخری چیز جو انتہائے بربادی عالم ہے، خدائے واحد کا انکار اور معبودان باطل کی پرستش ہے ہودؑ نے کہا یٰقوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الٰہ غیرہ افلا تتقون۔ بھائیو!

خدا کو پوجو۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں کیا پرہیزگار نہیں بنتے۔ جواب وہی ملا جو ایسے لوگوں سے عموماً ملا کرتا ہے۔

قالوا یٰھود ما جئتنا ببینۃ وما نحن بتارکی اٰلھتنا عن قولک وما نحن لک بمؤمنین (ھود)

ترجمہ:- اے ہود تم ہمارے پاس کوئی حجت نہیں لائے صرف تمہارے کہنے سے تو ہم اپنے دیوتاؤں کو چھوڑنے والے نہیں۔ اور نہ ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔

ہودؑ کو خدا کا اب آخری پیغام ان الفاظ میں پہنچانا پڑا۔

فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم ویستخلف ربی قوماً غیرکم انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔

ترجمہ:- اگر اعراض کیا تو میں تم کو جو پیغام دیکر بھیجا گیا تھا پہنچا چکا۔ خدا تمہارے سوا کسی اور کو حکومت دے گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب عظیم آئے۔

امام عصر حاضر کا انتباہ

اس موقعہ پر بے جا نہ ہوگا اگر امام عصر حاضر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان الفاظ کو نقل کر دیا جائے جو انہوں نے موجودہ زمانہ کے سرکش انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے لکھے "یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی (ان زلزلوں میں عجیب جنگیں اور طرح طرح عجیب عذاب بھی شامل ہیں۔ ناقل) خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی اس موت سے چرند پرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ہے ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں (چنانچہ ۱۹۱۴ء سے عجیب آفات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ناقل) میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا (موجودہ سیلاب اپنی ہیئت وسعت اور تباہی میں طوفان نوحؑ سے کم نہیں رہا بلکہ زیادہ ہے۔ ناقل) اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے (ایٹم اور ہائیڈروجن بموں کے تصور سے دنیا کانپ رہی ہے) مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے ڈرتا نہیں وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۷)

قوم عاد کا حشر

حضرت مسیح موعودؑ کے اس انتباہ کو نقل کرنے کے بعد پھر قوم عاد کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنے نبی کو رد کر کے کیا نتیجہ حاصل کیا۔

آخر وہ دن آ گیا جب سنت الٰہی نے اپنی زمین کے لئے ایک دوسری قوم کا انتخاب کیا اور اس شریر قوم کو احقاف کے (جو سینکڑوں میلوں تک پھیلا ہوا ایک عظیم الشان ریگستان ہے جس کو اب الربع الخالی کہتے ہیں) باہر تلوار سے اور احقاف کے اندر ہوا اور ریگ کے طوفان سے برباد کر دیا کہ یہ سب خدائے بزرگ و برتر کے ہتھیار ہیں۔ اس کا ہاتھ انسانوں میں بھی ویسا ہی کام کرتا ہے جس طرح ہوا پانی اور آگ میں۔

(۱) فارسلنا علیہم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات لنذیقہم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ولعذاب الاٰخرۃ اخزیٰ (حم السجدہ)

(۲) فلما راوہ عارضاً مستقبل اودیتہم قالوا ھٰذا عارض ممطرنا بل ھو ما استعجلتم بہ ریح فیہا عذاب الیم تدمر کل شیء بامر ربہا فاصبحوا لا یریٰ الا مسٰکنہم (احقاف)

(۳) اما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرہا علیہم سبع لیال وثمٰنیۃ ایام حسوماً فتری القوم فیہا صرعیٰ کانہم اعجاز نخل خاویۃ فھل تریٰ لہم من باقیۃ۔ (الحاقہ)

(۴) وفی عاد اذ ارسلنا علیہم الریح العقیم ما تذر من شیء اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم (ذاریات۔ ۳)

ترجمہ (۱) ہم نے اس پر نحس دنوں میں باد صرصر بھیجا تاکہ ہم ان کو عذاب ذلت کا اسی زندگی میں مزہ چکھائیں اور عذاب اخروی سب سے زیادہ ذلت والا ہے۔

(۲) جب ان کو باد صرصر کا عذاب ایک بادل کی صورت میں جس کا رخ ان کی وادیوں کی طرف تھا نظر آیا بولے یہ ہم کو سیراب کرنے والا بادل ہے۔ نہیں بلکہ یہ وہ ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو اپنے خدا کے حکم سے ہر شئی کو برباد کر دیتی ہے پھر وہ نیست و نابود کر دیئے گئے کہ ان کے گھروں کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔

(۳) ہاں عاد تو وہ تند باد صرصر سے برباد کر دیئے گئے خدا نے جڑ کاٹنے والی سات رات اور آٹھ دن تک ان پر اس ہوا کو لگا دیا۔ تم دیکھتے ہو اس ہوا میں اس قوم کو افتادہ جیسے وہ کھوکھلے درخت کے جڑ تھے (بنا دیا) کیا اب ان میں سے کوئی تم کو زندہ نظر آتا ہے۔

(۴) اور عاد میں عبرتیں ہیں جب ہم نے عذاب وہ ہوا کو بھیجا جو ایسی تھی کہ جس شئے پر اس کا گذر ہو جاتا اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چھوڑ جاتی۔

ایمان لانیوالوں کی نجات

ہودؑ اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو بچا لیا گیا۔

ولما جاء امرنا نجینا ھوداً والذین اٰمنوا معہ برحمۃ منا ونجینٰھم من عذاب غلیظ۔

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم (عذاب) آیا ہم نے ہودؑ کو اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے اپنی رحمت سے نجات دی اور ہاں ہم نے ان کو عجیب عذاب سے بچا لیا۔

یہ عذاب پانیوالے عاد اولیٰ تھے اور نجات پانیوالے عاد ثانیہ وانہ اھلک عاداً الاولیٰ (نجم) اور اس خدا نے عاد اولیٰ کو ہلاک کر دیا۔

حضرت مجددؑ وقت کی آواز

عاد اولیٰ کے اس انجام کو دیکھئے ... اور پھر حضرت مجدد وقت کی اس آواز کو سنئے:۔

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بیتاب ہے
زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمین زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

(مسیح موعودؑ)

اجودھیا کے مسلمان

اجودھیا ہندوستان کے ان بدقسمت شہروں میں سے ہے جہاں مسلمانوں کو طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنایا جا رہا ہے، یہ مظالم بعض نیک دل ہندوؤں کو بھی شاق گذرنے لگے ہیں اور ایک کانگریسی ہندو برہمن شری اکشے برہمچاری نے ان مظالم کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہوئے برت شروع کر دیا جس کو یو۔پی کی حکومت نے یہ کہکر ختم کر دیا کہ مسلمانوں کی پوری دادرسی کی جائے گی، لیکن ہوا کچھ بھی نہیں، انہی واقعات کو ہندوستان کے اخبار ہریجن سیوک نے ۱۹ راگست کے پرچہ میں قلمبند کیا، جس کو مہاشے سندر لال نے ماہ ستمبر کے رسالہ "نیا ہند" میں نقل کیا ہے، اور آخر میں اپنی بھی رائے لکھی ہے، یہ مضمون ذیل میں اس غرض سے نقل کیا جاتا ہے، کہ پاکستانی مسلمانوں کو اپنے ہندوستانی بھائیوں کی حالت کا کچھ اندازہ ہوسکے اور وہ ان کے لئے دعا کرسکیں کہ اللہ تعالے ان کا حامی و مددگار ہو،

(ایڈیٹر پ ص)

شری اکشے برہمچاری اجودھیا کے ایک وشنو سادھو ہیں وہ فیض آباد ضلع کانگریس کمیٹی کے منتری اور اترپردیش صوبہ کانگریس کمیٹی کے ممبر ہیں۔ اترپردیش کے سبھی نیتا اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ایک سچے کاریہ کرتا ہیں۔ فیض آباد اور اجودھیا ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ وہ ایک ہی شہر ہیں۔ دونوں ایک ہی میونسپلٹی کے اندر ہیں۔ سن ۱۹۴۹ء یا اس سے کچھ پہلے سے وہاں ہندو مسلم سوال کھید جنک روپ میں کھڑا ہوگیا ہے۔ اس میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر بہت ظلم ہوا ہے۔ اس بات سے شری اکشے برہمچاری اور فیض آباد نگر کانگرس کمیٹی کے صدر سد ھیشوی پرشاد اور کچھ کاریہ کرتا دکھی ہوئے۔ بہت کچھ کوشش کرنے پر بھی جب معاملہ سدھر نے نہیں پایا، تو آخر میں تاریخ ۵۰-۱-۳۰ کو شری اکشے برہمچاری نے لاچار ہوکر انشن (کھانا بند) کر دیا۔ یو۔پی۔ کے ہوم منسٹر کے یہ یقین دلانے پر کہ وہ سب ٹھیک کر دیں گے انہوں نے تاریخ ۵۰-۲-۴ کو انشن چھوڑ دیا۔

شری اکشے برہمچاری کی شکایت ہے کہ بعد میں جو جانچ وغیرہ اور انیائے کی درستی ہونی چاہیئے تھی وہ نہیں کی گئی، اور معاملہ اب تک جیسا کا تیسا الجھا ہوا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے آیندہ کے واسطے زیادہ مشکل بھی کر دی گئی ہے۔ اس لئے شری اکشے برہمچاری پھر بے چین ہوگئے ہیں اور انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ تاریخ بائیس اگست سے پھر سے انشن شروع کرنے والے ہیں۔

شری اکشے برہمچاری کے کہنے کے انوسار جھگڑے کی خاص باتیں یہ ہیں:۔

(یہاں پر بھائی کشور لال مشرو والا نے فیض آباد کی مشہور بابری مسجد کی بابت وہاں کے مسلمانوں کی، اور شری اکشے برہمچاری کی شکایتوں کو بیان کیا ہے۔ ہم اس سب کو اس لئے چھوڑ رہے ہیں کیونکہ بابری مسجد کا معاملہ اس سمے دیوانی عدالت کے سامنے پیش ہے اور اس پر کسی طرح کی بھی ٹیکا عدالت کے کام میں کھٹائی پیدا کرسکتی ہے۔

ایڈیٹر)

وہیں کی ایک دوسری گھٹنا یہ ہے:- کسی مسلمان کی "اسٹار ہوٹل" نام کی ایک دکان تھی۔ ایک دن ایک شخص نے ضلع مجسٹریٹ کو خبر دی کہ اس ہوٹل میں ہتھیار چھپے ہوئے ہیں۔ تلاشی لی گئی پر ایسی کوئی چیز نہیں ملی۔ وہاں چار آدمی تھے۔ ان میں سے ایک سلطان پور کا تھا۔ وہ بسکٹ خریدنے آیا تھا۔ اسے دفعہ ۹۰ ایس گرفتار کیا گیا۔ بعد میں وہ چھوٹ گیا اور ضلع مجسٹریٹ نے ہوٹل کے مالک کو دوکان خالی کرنے کا حکم دیدیا اور اسی سے دوکان اپنے سامنے خالی کرالی۔ بعد میں وہ دوکان دوسرے کو دے دی گئی جس نے وہاں "گومتی ہوٹل" کے نام سے اپنی دوکان کھولی۔ اسے کھولنے کی رسم ضلع جج کے ہاتھوں ہوئی۔ دوسرے سرکاری افسر بھی موجود تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسٹار ہوٹل کا مالک ایک پرانا نیشنلسٹ مسلمان ہے، اور پچھلے دنوں لیگیوں نے اس کا بائیکاٹ بھی کیا تھا۔ یعنی یہ بات بھی نہیں ہے کہ اس شخص نے ہندوؤں کے خلاف پچھلے دنوں کسی اندولن میں حصہ لیا ہو جس کا غصہ اب تک رہا ہو۔ اس نے کورٹ میں دعوے کیا اور اس میں جیت بھی گیا۔ لیکن اب تک دوکان کا قبضہ لینے میں وہ سپھل نہیں ہوا۔

تیسری گھٹنا اور بھی کٹھورتا کی ہے:- ایک مسلمان عورت مری۔ اجودھیا میں کئی قبرستان ہیں۔ اس کے رشتہ دار نزدیک کے قبرستان میں اس کا جنازہ دفنانے کا انتظام کرنے لگے۔ کچھ ہندوؤں نے آکر انہیں روکا اور کھڈا کھودنے سے منع کیا۔ رشتہ دار سٹی مجسٹریٹ کے پاس گئے۔ انہیں مدد دینا مجسٹریٹ کا فرض تھا اس نے مدد کرنے کے بجائے ان سے کہا کہ اس قبرستان کے بارے میں ہندوؤں کا ورودھ ہے، تو بہتر ہے کہ تم دوسرے قبرستان میں جاؤ تب رشتہ دار وہاں گئے۔ وہاں دوسرے ہندو دل نے آکر جھگڑا اُٹھایا۔ تب سٹی مجسٹریٹ نے تیسرے میں جانے کے لئے فرمان دیا۔ تب وہ تیسرے میں گئے۔ اس طرح ایک کے بعد ایک قبرستان میں انہیں جانا پڑا۔ تیسرے قبرستان میں ورودھ تو رہا۔ اس درمیان ۲۲ گھنٹے تک لاش پڑی رہی۔ آخر میں اسے اجودھیا کے باہر کہیں مٹی دی گئی۔ اس طرح کی گھٹنائیں چار اور لاشوں کے بارے میں بھی ہوچکی ہیں اور وہاں ایک ڈراونا زوردار آندولن چل رہا ہے کہ اجودھیا کے بھیتر مسلمانوں کو لاشیں دفنانے نہ دی جائیں۔

ان گھٹناؤں کے علاوہ پچھلے ایک برس میں مسلمانوں کے ساتھ اور بھی چھوٹے موٹے برے برتاؤ ہوئے ہیں۔ کئی اکیلے دکیلے راہ چلتے مسلمانوں کو مارا پیٹا اور قتل بھی کیا گیا ہے بقر عید کے وقت ستایا گیا ہے ابھی پچھلی عید کو بھی ایک مسلمان کی ہتیا کی گئی اور ڈر کے مارے اجودھیا کے مسلمانوں نے عید نہیں منائی۔ ان پر حملہ کیا گیا ہے۔ استریوں اور بچوں تک کو ستایا گیا اور بڑی گنتی میں ان کے گھر بھی جلا دیئے گئے۔ گھبرائے ہوئے مسلمانوں کو مار ڈالنے کی دھمکیاں دی گئیں کئی مسلمانوں نے اپنے بال بچوں کو فیض آباد سے باہر رشتہ داروں کے یہاں بھیجدیا ہے شری اکشے برہمچاری جیسے شانتی قائم کرنے والے کاریہ کرتاؤں پر بھی کئی بار حملے کئے گئے اور ان کے مکان گرتے گئے ہیں۔

ہندوؤں کا کہنا ہے کہ اجودھیا میں مسلمانوں کا کوئی قبرستان رہ نہیں سکتا یہاں "ہندوؤں کا کہنا ہے" کا مطلب یہ نہ سمجھا جائے کہ تمام ہندو جنتا کو اس طرح کی کارروائیاں اور جھگڑے پسند ہیں عام جنتا اتنی بھولی ہوتی ہے کہ اسے آج مسلمانوں کی ہتیا کرنے کے لئے بہکایا جا سکتا ہے اور کل انہیں گلے لگانے کے لئے اتنا ہی پھسلایا جا سکتا ہے، یہ جو کچھ کیا جاتا ہے وہ ہندوؤں کے نام پر ایکتا کی جگہ نفرتیں پھیلانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھوڑے سے اگواؤں کا کام ہوتا ہے۔

مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ فیض آباد اجودھیا کے ہندو مسلمانوں میں یہ بے دلی اس ایک آدھ برس میں ہی پھیلی ہے۔ سن ۱۹۴۹-۴۸ میں بھی جب سب جگہ فرقہ داری دنگہ فساد چل رہے تھے تب بھی فیض آباد میں کسی طرح کا طوفان نہیں ہوا۔ پر ابھی حال میں فیض آباد آپسی نفرت کا کینڈر (سینٹر) بن گیا ہے اور وہاں پران جھگڑوں کو جو سہلتا ملی ہے اس کا کان آگرہ۔ متھرا۔ بریلی وغیرہ ضلعوں تک یہی مسلم ورودھی ہوا بڑھ چلی ہے۔ کچھ مہینے پہلے اترپردیش کے مسلمان جو بڑی تعداد میں پاکستان جانے لگے تھے اس کی جڑ میں یہی کارن تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس انیائے میں اترپردیش کے کچھ بڑے سرکاری افسروں اور کانگریسی نیتاؤں کا بھی ہاتھ رہا ہے۔ سرکار اپنے نوکروں کو روکنے میں اور ترنت ان انیاؤں کو ختم کرنے کا فرمان نکالنے میں ناکامیاب رہی۔

اس حالت میں شری اکشے برہمچاری کا اور ادھک دھیرج نہ رکھ سکنا میں ایک قدرتی بات مانتا ہوں۔ اگر اوپر لکھی باتوں میں کوئی ایسی گہری باتیں سچائی سے ہٹی ہوئی ہوں جس کے کارن سارا چترہی بدل جاتا ہو، یا انہوں نے کچھ جلد بازی کی ہو اور مسلمانوں کو نیائے دلانے کا کوئی دوسرا اُپائے نکلتا ہو تو وہ انہیں سمجھا دینا چاہیئے نہیں تو یو۔پی۔ میں پورا نیائے اور برابری مل سکتی ہے، یہ وشواش سرکار کو اپنے عمل کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دینا چاہیئے۔

میں جانتا ہوں کہ یو۔پی ایک بہت بڑا صوبہ ہے اور اس کا شاشن بہت مشکل ہے۔ یو۔پی کے بہت سے نیتاؤں، اور پڑھے لکھے لوگوں کے خیالات بھی اس بارے میں صاف نہیں ہیں کہ نیائے میں اور خوشامد (APPEASEMENT) میں اور بہوگت لوگوں کے جو ادھیکار رکھے جاتے ہیں ان میں کیسے فرق کیا جائے۔ دوسرے صوبوں کی نسبت ہندو مسلمانوں کی ملی ہوئی

آبادی وہاں زیادہ ہے اور ہندو مسلم دونوں سنسکرتیوں کے مشہور مرکز اس پردیش میں آ گئے ہیں۔ اگر آپس میں میل محبت ہو، تو ایک سندر ملی جُلی کلچر کی رچنا کیلئے وہاں سارا سامان موجود ہے۔ پر دلوں میں نفرت رہی تو وہ سارے بھارت کیلئے ایک ڈراونی بادی (مہا بھارت) بھی کھڑی کر سکتا ہے۔ شری اکشے برہمچاری چند متروں کے ساتھ لگ بھگ اکیلے اس انیائے کے سامنے جو ڈٹ گئے ہیں، یہ ان کے لئے سچ مچ تعریف کی بات ہے، میں امید کرتا ہوں کہ اجودھیا کے مسلمانوں کو انصاف دلانے میں وہ کامیابی حاصل کریں گے اور سرکار اس میں اپنی پوری شکتی لگانا اپنا فرض سمجھے گی۔

آخر میں میں بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں سے ایک شبد کہنا چاہتا ہوں۔

اوپر کا بیان پڑھ کر ان کا گھبرا جانا یا غصہ کرنا واجب نہ ہوگا۔ اس لیکھ کا غلط استعمال کرنے والا کوئی بھی مسلمان اپنی جماعت کا نقصان ہی کریگا۔ یاد رہے کہ اوپر لکھی گھناؤنی میں کوئی بھی بالکل تازہ نہیں ہے، اور نہرو لیاقت سمجھوتے سے پہلے جو بری حالت بھارت اور پاکستان دونوں کے بہت سے حصوں میں تھی، اسی کا یہ ایک حصہ ہے جو گھٹنائیں ہوئی ہیں، ان میں تعجب کی کوئی بات نہیں، یہ بیان اتنا ہی دکھاتا ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں نے بڑے کام کئے ہیں، اور کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے کو زیادہ گنہگار بتائے۔ یہ حالت ابھی پوری طرح سدھری نہیں ہے لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اسے سدھارنے کے لئے ایک ہندو سادھو اور اس کے ساتھی کوشش کر رہے ہیں اور انصاف اور پریم کے ہت میں مسلمانوں کی طرف سے ڈٹ رہے ہیں، جو مسلمان اسے پڑھ کر بھڑکے گا یا دوسروں کو بھڑکائے گا وہ شری اکشے برہمچاری کے کام کو زیادہ مشکل کر دیگا۔

وردھا۔ ۵۰-۷-۳۱

ک۔ گھ۔ مشروالا

"نیا ہند" کی رائے:۔

اوپر کا لیکھ ہم نے "ہریجن سیوک" سے نقل کیا ہے۔ پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے کچھ شبد بدل دیئے ہیں۔ اس کے لئے ہم نے انگریزی ہریجن سے بھی ملان کر لیا ہے اور اپنی سکت بھر یہ خیال رکھا ہے کہ بھائی کشور لال مشروالا کے وچار اور بھاؤ جیوں کے تیوں بنے رہیں۔

ہم شری اکشے برہمچاری کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان کی سچائی، انصاف پسندی داری، لگن اور تیاگ کا ہمارے دل میں بہت بڑا آدر ہے۔ جو گھٹنائیں اس لیکھ میں بیان کی گئی ہیں وہ ہم پہلے بھی کئی جانکار لوگوں سے سن چکے ہیں۔ عام ہندو جنتا کا ہمیں اس میں کوئی دوش دکھائی نہیں دیتا دوش ہے ان کانگریسی اور غیر کانگریسی پڑھے لکھے لوگوں اور سرکاری افسروں کا جو ابھی تک یہ نہیں سمجھ پائے کہ دھرم اور کلچر کے نام پر اس طرح کی تنگ نظری اور اس طرح کے پاپ کسی دیش کا بھلا نہیں کر سکتے اور اگر ہم نے سمے رہتے اپنے دلوں اور دماغوں کو ان سے پاک نہ کیا تو یہ ہمارے ناش کا سب سے بڑا کارن ہوگا۔

ہم ادھک کہنا نہیں چاہتے، ہمارا دل پوری طرح شری اکشے برہمچاری اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ ہے۔ ہماری بھگوان سے پرارتھنا ہے کہ وہ ہماری سرکار اور جنتا دونوں کو نیک سمجھ اور ہمت دیں پرانت کی سرکار جلدی سے جلدی فیض آباد کی حالت کو سدھار کر دیش کے مسلمانوں کے ساتھ انصاف کرنے اور آئندہ کے لئے انصاف کا بھروسہ دلانے میں کامیاب ہو، شری اکشے برہمچاری کی جان بچ سکے اور اس پرانت کا جیون ایک بہت بڑے کلنک سے بچ جائے۔ اگر بھگوان کو یہ منظور نہیں ہے تب بھی ہمیں وشواش ہے کہ شری گنیش شنکر ودیارتھی، مہاتما گاندھی اور شری اکشے برہمچاری ایسوں کے بلیدان ویرتھ نہیں جا سکتے۔ دیش کی ہندو اور مسلمان جنتا ایک نہ ایک دن اپنے سچے ہت کو سمجھے گی اور آپسی نفرت اور غلط فہمیوں کے اس بھینکر جال سے نکل کر ایکتا اور پریم کے ساتھ دیش کو سچی اُنتی کے پتھ پر آگے لے جا سکے گی۔

سندر لال

قضا اور دعا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

قضا اور دعا کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے ذیل کی تقریر فرمائی:۔

"قدر اور جبر پر بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ لوگ اس پر کیوں اتنی بحثیں کرتے ہیں۔ میرا مذہب یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کے بعد ہی ایسی نکمی باتوں پر بحثوں کی بنیاد پڑی۔ ورنہ انسانیت کا تقاضا یہ تھا کہ ایسے امور کی طرف توجہ ہی نہ کی جاتی جب قوم میں سے روحانیت کم ہوگئی۔ تو اس قسم کی بحثوں کا بھی آغاز ہوگیا۔ جس شخص کا یہ ایمان نہ ہو کہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس نے خدا تعالیٰ کو پہچانا ہی نہیں۔ اور ایسا ہی اس شخص نے بھی خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کیا جو اس کو علیم بذات الصدور اور حیّ و قیّوم۔ اور کہ جملہ دوسری اشیاء کی حیات قیام اسی سے ہے اور کہ وہ مدبر بالارادہ ہے اور مدبر بالطبع ہے۔ نہیں مانتا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے وقت یہ بات قریب یہ کفر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ مانا جائے کہ کوئی حرکت یا سکون یا ظلمت یا نور بدوں خدا کے ارادہ کے ہو جاتا ہے۔ اس پر سب سے اوّل ثبوت قانون قدرت ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو آنکھیں دو کان اور ایک ناک دیئے ہیں اور اتنے ہی اعضا لیکر بچہ پیدا ہوتا ہے پھر اسی طرح آسمان اور ہر ایک چیز کی عمر ہے اور پھر دیگر قویٰ جو سب کے سب ایک دائرہ کے اندر محدود ہیں۔ پھر بعض لوگوں کی اولاد نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کے ہاں صرف لڑکے ہی ہوتے ہیں اور بعضوں کے ہاں صرف لڑکیاں ہی یہ جملہ امور خدا تعالیٰ کا قادر ہونا ثابت کرتے ہیں۔ پس ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت دنیا کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے اگرچہ احادیث میں آیا ہے کہ بدی شیطان یا نفس کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں وہ بدی جسے بدی سمجھا جائے لیکن بعض بدیاں ایسی ہیں کہ جن کے اسرار اور احکام و مفہوم سے ہم آگاہ نہیں ہو سکتے۔ مثلاً آدمؑ کا دانہ کھانا وغیرہ ہزاد ہا اسرار ہیں جو مستحدثات کا رنگ دکھانے کے لئے کر رکھے ہیں۔ قرآن شریف میں فرمایا ہے:۔ ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔ تموت میں روحانی اور جسمانی اموات ہر دو رکھی ہیں۔ اسی طرح سے یہ ہدایت اور ضلالت بھی خدا تعالیٰ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر یہ بات ہے تو انبیاء کا سلسلہ لغو ہو جاتا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی ایسی فہرست پیش نہیں کی جا سکتی جس میں یہ لکھا ہو کہ فلاں شخص نیکی سے انبیاء جب لوگوں کو دعوت دیتے ہیں تو اس کے ساتھ بھی کوئی نہ کوئی اثر مترتب ہوتا ہے۔ ایسا ہی دعا مانگنے پر بھی اثر مترتب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ قضاء قدر کو دعا سے بدل دیتا ہے اور قبل از وقت اس تبدیلی کی اطلاع بھی دے دیتا ہے۔ ہماری طرف ہی دیکھو کہ جو رجوع لوگوں کا اس زمانہ میں ہمارے سلسلہ کی طرف ہے براہین احمدیہ کے زمانہ میں کب تھا اس وقت تو ہمیں کوئی جانتا بھی نہ تھا۔

جنوبی افریقہ میں نسلی تفاوت

میرے ایک دوست جو کسی اسلامی جماعت کے بلاوا پر ساؤتھ افریقہ کے شہر ڈربن گئے ہوئے ہیں اور جنہوں نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ ہماری طرف سے کوئی تبلیغی ادارہ وہاں قائم ہونا چاہیئے۔ میرے استفسار کے جواب میں مشرقی اور مغربی لوگوں کے تعلقات کے متعلق جو باتیں لکھی ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"سفید اور کالے لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات میں کسی قسم کی روک تھام نہیں بلکہ ہر طرح سے آزادی ہے۔ صرف قانون میں یہ بات ہے کہ ایک سفید آدمی کالے آدمی سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی یہ مختلف النسل لوگ ایک محلے میں یا ایک مکان میں بود و باش رکھ سکتے ہیں، ہوٹلوں میں اکٹھے رہنا بھی ممنوع ہے۔ مگر ایک نسل کے آدمی کو دوسری نسل کے آدمی کو اپنے یہاں دعوت پر بلانے میں کوئی چیز مانع نہیں، ص۴

ص۴ اور چری ایک ہال کے اندر یا ایک کلب کے اندر ان دونوں قوموں کے کسی وجہ سے اکٹھے ہونے میں کوئی قانونی یا سماجی ممانعت ہے۔ دونوں قومیں ایک دوسرے کی دکانوں سے خرید فروخت کر سکتی ہیں۔ اور ولایتی دوکانوں اور ہوٹلوں میں مشرقی نوکر مشرقی لوگوں کے پاس ولایتی نوکر عام پائے جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سفید چمڑے والے مشرقی سرمایہ داروں اور تاجر پیشہ لوگوں سے اقتصادیات کے میدان میں شکست کھاتے کھاتے اپنے آپ کو مقابلے کے لئے کمزور پاتے ہیں اس لئے نسل کا بہانہ بنا کر قانون کے ذریعے سے اپنی اقتصادی اغراض کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں*

*بات صرف اتنی ہے۔ (آفتاب الدین احمد)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاکیزہ ارشادات

کسب حلال۔ جود وسخا میں برکت۔ فضول قیل وقال، مال کی بربادی۔ اور کثرت سوال

(شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

کسب حلال سے آبرو بچتی ہے

عن الزبیر بن العوام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لان یاخذ احدکم حبلہ فیاتی بحزمۃ حطب علی ظھرہ فیبیعھا فیکف اللہ بھا وجھہ خیر لہ من ان یسال الناس اعطوہ او منعوہ۔ بخاری کتاب الزکوٰۃ

ترجمہ:۔ زبیرؓ بن عوام سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے ایک شخص اپنی رسی لیکر اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لائے اور اسے بیچے اور اللہ تعالےٰ اس (فعل یعنی کسب حلال) سے اس کی آبرو بچائے تو اس کے لئے یہ (محنت شاقہ) اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے وہ اسے دیں یا نہ دیں (اس میں قوم کے لئے خودداری اور تعمیر سیرت حسنہ کا سبق ہے)

اصحاب رسول کی شاندار سیرت

عن حکیم ابن حزام قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعطانی ثم سالتہ فاعطانی ثم قال یا حکیم ان ھذا المال خضرۃ حلوۃ فمن اخذہ بسخاوۃ نفس بورک لہ فیہ ومن اخذہ باشراف نفس لم یبارک لہ فیہ وکان کالذی یاکل ولا یشبع الید العلیا خیر من الید السفلی قال حکیم فقلت یا رسول اللہ والذی بعثک بالحق لا ارزء احدا بعدک شیئا حتی افارق الدنیا فکان ابوبکر یدعو حکیما الی العطاء فیابی ان یقبلہ منہ ثم ان عمر دعاہ لیعطیہ فابی ان یقبل منہ شیئا فقال عمر انی اشھدکم یا معشر المسلمین علی حکیم انی اعرض علیہ حقہ من ھذا الفیئ فیابی ان یاخذہ فلم یرزا حکیم احدا من الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی توفی۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ:۔ حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (غزوہ حنین کے بعد مال غنیمت کا معاملہ ہے) تو مجھے آپ نے دیا پھر آپؐ سے مانگا تو مجھے (اور) دیا۔ پھر آپؐ سے مانگا تو مجھے اور دیا (غالباً دوسرے ہمراہیوں سے انہیں تھوڑا ملا تھا) پھر فرمایا اے حکیم یہ مال ہرا بھرا میٹھا ہے تو جو اسے اپنے نفس کو سخی رکھ کر لے گا (یعنی اس میں سے غرباء اور مساکین کی مدد کرنے کی نیت سے لے گا) اس کے لئے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نفس کی طمع سے لے گا (یعنی غرباء اور مساکین سے مدد کا ہاتھ کھینچ لے گا) اس کے لئے اس مال میں برکت نہیں ہوگی (کیونکہ حرص و آز سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے اور انسان کی آنکھیں نہیں بھرتیں) اور اس کی طرح ہوگا جو کھاتا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اونچا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی سخاوت کرنے والا سوال کرنے والے سے بہتر ہے) حکیم رضؓ نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ حضورؐ کے بعد میں کسی سے کچھ نہ لوں گا یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسوں اس کے بعد (جب کبھی) حضرت ابوبکر رضؓ (اپنے عہد خلافت میں) حکیم رضؓ کو ان کا حصہ دینے کے لئے بلاتے تو اس کے قبول کرنے سے انکار کرتے۔ پھر حضرت عمر رضؓ نے ایک دفعہ (اپنے عہد خلافت میں) انہیں بلایا تاکہ انہیں مال دیں تو انہوں نے انکار کیا کہ ان سے کچھ لیں حضرت عمر رضؓ نے پکار کر کہا اے گروہ مسلمانان میں تمہیں حکیم پر گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں ان کا حق انہیں مال غنیمت سے دے رہا ہوں اور وہ اس کے لینے سے انکار کرتے ہیں (دراصل انہوں نے اس بات کا عہد کر لیا) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکیم رضؓ نے کسی انسان سے کچھ نہیں لیا یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ (درسگاہ نبوی کی یہ فیض یافتہ جماعت مکارم اخلاق کے بلند ترین مقام پہ پہنچ گئی حضور علیہ التحیات والسلام کے کلمات طیبات نے ہر فرد کی کایا پلٹ دی تھی آج بھی ان الفاظ مقدسہ میں اہل فکر کے لئے قوت احیاء موجود ہے)

تین باتیں

عن ورّاد کاتب المغیرۃ بن شعبۃ قال کتب معاویۃ الی المغیرۃ بن شعبۃ ان اکتب الی بشیئ سمعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتب الیہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ کرہ لکم ثلاثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

ترجمہ:۔ مغیرہ بن شعبہ رضؓ کے کاتب ورّاد سے روایت ہے کہ معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا کہ جو آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا مجھے لکھ بھیجو (اللہ اللہ یہ عاشقان رسولؐ حضورؐ کے کلمات طیبات کے سننے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے کس قدر تڑپ رکھتے تھے) تو انہوں نے (مغیرہ بن شعبہ نے) ان کو لکھا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا اللہ تمہارے لئے تین کام ناپسند کرتا ہے

(۱) فضول گفتگو (کیونکہ اس میں تضیع اوقات اور ضیاع قوت فکری ہے)

(۲) تباہئ مال (اسراف مفلسی کا باعث ہے اور مفلسی ایمان وعزت کو برباد کر دیتی ہے۔

(۳) اور کثرت سوال (بھیک مانگنے والا اپنی خداداد طاقتوں کو ضائع کر دیتا ہے کثرت سوال کے معنے یہ بھی ہیں کہ ہر بات میں بال کی کھال اُکھاڑتا اس طرح انسان اپنے اوپر ایک مصیبت کھڑی کر دیتا ہے اور حلال اشیاء کو اپنے لئے حرام بنا لیتا ہے)

آنکہ بہر زندگی آب رواں
در معارف ہمچو بحر بیکراں (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات حیات جاوید کے لئے آب رواں اور معانی ومعارف میں بحر بیکراں ہیں۔

اخبار احمدیہ

— حضرت مولٰنا صدر الدین صاحب جمعہ مورخہ ۶ر اکتوبر کو کوہ مری سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔

— بیگم صاحبہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بعارضہ قلب شدید بیمار ہیں۔

— شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ بھی سخت بیمار ہیں، دونوں کی صحت کے لئے درد دل سے دعا فرمائی جائے۔

— ملتان سے شیخ محمد یوسف صاحب گرنتھی اطلاع دیتے ہیں کہ ہماری جماعت ملتان کے مشہور مخلص ممبر جناب میاں محمد سعید صاحب مالک کارخانہ پبلک ملز سٹور کو اللہ تعالےٰ نے پوتا عطا فرمایا ہے آپ نے اس خوشی میں پانچ روپیہ اشاعت قرآن کے لئے مرحمت فرمائے ہیں، فجزاہ اللہ۔ بچے کے والد کا نام نثار احمد ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ نومولود کو عمر دراز عطا فرمائے اور خادم دین بنائے۔

اعلان نکاح شیخ فضل کریم صاحب مرحوم ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ دفاتر ضلع ہزارہ کی نواسی اور خان بہادر مرزا معراج الدین صاحب مرحوم سپرنٹنڈنٹ آف پولیس سی۔آئی۔ڈی۔ پنجاب لاہور کی پوتی ڈاکٹر مرزا سلیم الدین صاحب کی صاحبزادی نعیمہ زیب النساء بیگم کا نکاح بروز جمعہ ۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۰ء کو بعوض پانچ ہزار روپیہ حق مہر اور پچاس روپیہ ماہوار

(باقی بر صفحہ ۶ کالم ۲)

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

لاہور ۸ر اکتوبر پنجاب کے گورنر سردار عبدالرب نشتر نے آج صبح پریس کانفرنس میں پنجاب کے سیلاب کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد کہا کہ یہ تباہی اس پیمانہ پر ہوئی ہے کہ نقصان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا - اس کی تلافی کے لئے اجتماعی جدو جہد کی ضرورت ہے -

کراچی - ۹ر اکتوبر - پاک دستور ساز اسمبلی کا اجلاس آج پھر پانچ بجے شام ہوا - بنیادی حقوق اور اقلیتوں کے مسئلہ پر بحث کے بعد رپورٹ کا حصہ دوم منظور کر لیا گیا - پروفیسر راجکمار چکرورتی نے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ اب اقلیتوں کو کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں -

لاہور - ضلع سیالکوٹ کے دیہات اور قصبوں میں سیلاب اور بارش کی وجہ سے تباہ شدہ مکانات کی مرمت و تعمیر زور شور سے شروع ہو گئی ہے -

لائلپور - لائلپور کے ڈپٹی کمشنر نے ایک کمیٹی بنائی ہے جس میں ... افسر اور غیر افسر دونوں قسم کے لوگ شامل ہیں - یہ کمیٹی ضلع لائلپور میں سیلاب زدگان میں ۱۲ لاکھ روپے کی رقم تقسیم کرے گی -

پٹنہ - اچاریہ کرپلانی نے یہاں کے گاندھی میدان میں ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ خونی انقلاب دور نہیں ہے - اور اس خونی انقلاب کی تمام تر ذمہ داری ہماری حکومت اور اُن لوگوں پر ہو گی جو بد دیانتی کو ہوا دیتے ہیں -

لاہور - مرکزی حکومت نے حال ہی میں پاکستان میں متروکہ جائیداد کے انتظام کے متعلق ہنگامی قانون مجریہ ۱۹۴۹ء کے تحت قوانین مرتب کئے ہیں جن کی اشاعت ۲۵ر اگست ۱۹۵۰ء کے پاکستان گزٹ میں ہو چکی ہے - ان قواعد سے قاعدہ نمبر ۱۲ کے تحت مذکورہ قواعد کی اشاعت سے ۶۰ دن کی میعاد دی گئی ہے کہ گذشتہ انتقالات جائیداد متروکہ کی توثیق کے لئے درخواستیں پیش کی جائیں - جن لوگوں نے تارکین سے غیر منقولہ جائیداد یکم مارچ ۱۹۴۷ء کے بعد حاصل کی ہو - انہیں ان کے مفاد میں مشورہ دیا جاتا ہے کہ اس قسم کی جائیداد کے انتقالات کی توثیق کے لئے متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کسٹوڈین جائیداد متروکہ کے پاس ۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۰ء سے پہلے پہلے درخواستیں پیش کر دیں اس طرح سے حاصل کردہ کسی جائیداد کو جس کے لئے ایسی کوئی درخواست مقررہ میعاد کے اندر پیش نہ کی جائے گی، جائداد متروکہ تصور کی جائے گی - کیونکہ کسٹوڈین ایسی درخواستیں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع کرنے کے مجاز نہیں ہیں -

کپورتھلہ - سرکاری طور پر معلوم ہوا ہے کہ حالیہ سیلاب کے باعث ضلع کپورتھلہ کے دیہات میں ۶۰ فیصدی سے زائد متروکہ جائداد بالکل تباہ ہو گئی ہے - جہاں تک غیر مسلم جائیداد کے نقصان کا تعلق ہے وہ ۴۰ فیصدی سے زیادہ نہیں کپورتھلہ شہر میں مسلمانوں کے ۹۰۰ مکانات گرے ہیں یا رہائش کے قابل نہیں رہے - اس کے برعکس مقامی لوگوں کے ۱۸۰ مکانات کو نقصان پہنچا ہے -

کشمیر

کراچی ۹ر اکتوبر - وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں نے پاک پارلیمنٹ میں مسئلہ کشمیر پر بحث کو شروع کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کشمیر کے متعلق اپنی تمام ذمہ داریوں سے منحرف ہو چکا ہے - گفت و شنید ، اقدام ، تحقیقِ مصالحت اور ثالثی کے ذریعہ اس مسئلہ کو پُر امن طریق سے حل کرنے کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور بین الاقوامی امن کی محافظ کی حیثیت سے سلامتی کونسل کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کو اپنے مواعید کا احترام کرنے اور بین الاقوامی سمجھوتوں کو عملی جامہ پہنانے پر مجبور کرے۔

وزیر اعظم پاکستان نے عوام کشمیر کو حوصلہ اور امید کا پیغام دیا اور کہا کہ پاکستان کے آٹھ کروڑ باشندے کشمیری مسلمانوں کے ساتھ ہیں - اور وہ دن دور نہیں جب کشمیر میں ہندوستان کے ظلم و تشدد کا دور ختم ہو جائیگا -

کراچی - ۹ر اکتوبر - پاک پارلیمنٹ میں مسئلہ کشمیر پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے میاں افتخار الدین نے کہا کہ حکومت پاکستان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے لئے برطانوی و امریکی سامراجیوں پر آنکھیں بند کر کے بھروسہ کئے ہوئے ہیں - برطانیہ اور امریکہ ہر مرحلہ پر ہندوستان کی حمایت کرینگے کیونکہ وہ پنڈت نہرو کو جنوب مشرقی ایشیا کی جدوجہد آزادی کو کچلنے کے لئے اپنا حلیف بنانا چاہتے ہیں -

مسٹر مشتاق احمد گورمانی نے بحث کو ختم کرتے ہوئے کہا کہ تنازعہ کشمیر کے متعلق اقوام متحدہ کی سفارشات سے سر اوون ڈکسن کی سبکدوشی کے بعد کشمیر میں ایک خطرناک خلا پیدا ہو گیا ہے - کیونکہ اب پاک ہند اختلافات کے تصفیہ کے لئے اقوام متحدہ کے کسی ادارہ کا وجود باقی نہیں رہا ہے - اگر سلامتی کونسل نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا تو وہ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے کوتاہی اور چشم پوشی کی ذمہ دار ٹھہرائی جائیگی -

قاہرہ - ۸ر اکتوبر - قاہرہ سے ایسوسی ایٹڈ پریس پاکستان کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ اقوام متحدہ کشمیر کے مسئلہ کو جس طریقہ سے کھٹائی میں ڈال رہی ہے اس سے دنیائے عرب میں نمایاں بیزاری اور غم و غصہ کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں - عرب کشمیر کو پاکستان کا اسی طرح حصہ سمجھتے ہیں جس طرح وہ فلسطین کو دنیائے عرب کا جزو لاینفک تصور کرتے ہیں - کشمیر میں اقوام متحدہ کے نمایندہ سر اوون ڈکسن کی حالیہ رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے مشہور عرب مؤرخ محمد عبداللہ رقمطراز ہیں کہ :-

کشمیریوں کی یہ خواہش قدرتی ہے کہ کشمیر کو پاکستان سے ملحق کیا جائے - اور حقیقت یہ ہے کہ وہاں رائے شماری کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ رائے شماری کا جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے -

کراچی ۸ر اکتوبر - کل پاکستان مسلم لیگ کونسل نے آج باتفاق آراء وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں کو چوہدری خلیق الزماں کی جگہ مسلم لیگ کا صدر منتخب کر لیا ہے -

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کابینہ میں اچھوتوں کے نمایندے اور محنت اور قانون کے وزیر مسٹر جوگندر ناتھ منڈل نے اپنے عہدے سے استعفٰی دے دیا ہے

بلادِ غیر

جاکرتا - انڈونیشیا کے صدر سوئیکارنو نے ایک نشری تقریر میں حکومت ہالینڈ پر الزام لگایا ہے کہ حکومت انڈونیشیا کے خلاف جنوبی میکاسر اور امبون میں جو بغاوتیں ہوئی ہیں ان سب کی ذمہ داری اسی پر ہے -

ٹوکیو - کوریا کا سب سے بڑا شہر سیول آج محض ایک کھنڈر بن چکا ہے - امریکی ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی زبردست بمباری سے شاید ہی کوئی عمارت بچی ہو - شہر میں داخل ہونے کے بعد امریکنوں نے بعض عمارات کو نذرِ آتش کر دیا -

برطانوی وزیر خارجہ مسٹر ارنسٹ بیون نے آج کہا ہے کہ یہ بہتر ہے کہ کمیونسٹ چین کو اقوام عالم اتحادی قوموں کے حلقہ میں شامل کر لیا جائے بہ نسبت اس کے کہ وہ خود جدوجہد کر کے یہ مقصد حاصل کرے -

ٹوکیو - ۸ر اکتوبر - آج جنرل میکارتھر نے امریکی فوجیں شمالی کوریا میں داخل کر دی ہیں - جنوبی کوریا کی فوجیں شمالی کوریا میں سو میل تک بڑھ چکی ہیں -

فلشنگ میڈوز - ۸ر اکتوبر کل جنرل اسمبلی کی سیاسی کمیٹی کے اجلاس میں یہ تجویز پیش ہو گی کہ یو-این او کی ایک عالمگیر فوج قائم کی جائے اس تجویز میں کہا گیا ہے کہ اگر حق استرداد کی وجہ سے حفاظتی کونسل مفلوج ہو کر رہ جائے تو اس صورت میں عالمگیر امن کے پیش نظر جنرل اسمبلی کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں تا کہ وہ جارحانہ اقدام کا فی الفور ازالہ کر سکے - اس تجویز میں کہا گیا ہے کہ ہر رکن حکومت کو اپنا ایک ایک فوجی دستہ یو-این او کے لئے وقف کر دینا چاہیئے تا کہ جارحانہ اقدامات کی پیدا کردہ صورت حالات کا فی الفور مقابلہ کیا جا سکے اور اس فوج کو یو-این او کے حکم کے مطابق ہر ایسے حصہ میں بھیجا جا سکے جہاں جارحانہ اقدام اختیار کیا گیا ہو - اس فوج کے لئے اسلحہ وغیرہ یو-این-او کی طرف سے فراہم کیا جائے گا -

انقرہ - ۸ر اکتوبر - آج صبح حکومت ترکیہ کے حکم سے ترکیہ اور بلغاریہ کی مشترک سرحد بند کر دی گئی ہے معلوم ہوا ہے کہ ترک فوجوں کو یہ حکم دے دیا گیا ہے کہ اگر بلغاریہ سے کوئی شخص ترکیہ کے علاقے میں داخل ہو تو اسے فوراً گولی کا نشانہ بنا دیا جائے :

ہفتہ وار پیغام صلح رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ مورخہ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۰ء نمبر ۴۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ ۔ فون نمبر ۳۷۳

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ ۔ پاکستان سے ۔ چھ روپے ۔ ہندوستان سے ۔ ۱۲-۸

ایڈیٹر دوست محمد

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۲۳ شلنگ

جلد ۳۸ ۔ یوم چہارشنبہ مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء ۔ نمبر ۴۱

آخری مومو خواو ر آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔ سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

نوعِ انسانی کو ایک کرنیوالا مذہب

مذاہب عالم کی کانگریس میں سوامی اوبکیتانند کا اعتراف حق

خان بہادر غلام ربانی خاں کا مکتوب گرامی

برادرم مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح ۔ السلام علیکم ۔

انگلستان میں ایک جماعت جس کا نام World Congress of Faith (مذاہب عالم کی کانگریس) ہے سال ۱۹۳۶ء میں قائم ہوئی جس کا مطمح نظر یہ ہے کہ نسل انسانی کو مذاہب عالم کی عزت کرنا سکھایا جائے ۔ تا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر سکیں ۔ دراصل یہ تفسیر تازہ اور عملی ان الفاظ قرآنی کی ہے ۔ تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم اور اس حکم کی تعمیل میں حضرت مرزا صاحب مجدد صدی چہاردہم نے اپنا آخری پیغام تمام دیگر مذاہب کو دیا ۔ کہ سب مذاہب ایک دوسرے کے رہنما و پیشوا کی عزت کرنا سیکھیں اور مقدس کتب جملہ مذاہب کی تعلیم حقہ سے فائدہ اُٹھائیں ۔ دراصل یہ صحیح معنی میں پیغام اسلام ہے ۔ اس جماعت کا ایک سالانہ اجلاس بمقام Chestnut College Cambridge بتاریخ ۱۵ تا ۱۸ ستمبر ہوا جس میں ہر مذہب کے داعیان شامل تھے ۔ ڈاکٹر ایس ۔ ایم عبداللہ اور میں اسلام کے نمائندہ تھے ۔ ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ نے قرآن شریف سے سورت فاتحہ ۔ سورت البقرہ کی آیت ۲۸۶ پڑھی جس کا ترجمہ پہلے شائع شدہ پروگرام میں موجود تھا ۔ باقی مذاہب کے پیشوایان نے مذہبی دعائیں پڑھیں ۔ ان دعاؤں کے ساتھ جلسہ کی ابتدا گرجا سے ہوئی لیکن اس گرجا میں نہ تو کوئی بُت تھا ۔ اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی تصویر یسوع یا بی بی مریم یا صلیب کی تھی ۔ اس قسم کا گرجا میں نے پہلی دفعہ دیکھا موضوع تقاریر میں مضامین خالص اسلامی تھے ۔ خاصکر The trend towards Oneness اور دوسرے The trend towards Universalism

موضوع نمبر ۲ پر ویدانت تحریک کے پیشوا سوامی اوبکتانند نے تقریر کی جو بہت اچھی تھی اور اسلامی تعلیم کا نچوڑ تھی لیکن وہ اسلام کا ذکر نہ کر سکا ۔ اس پر بحث کے دوران میں مجھے موقع دیا گیا ۔ جس میں نے نوع انسانی کے ایک کرنیوالا مذہب اسلام کی تعلیم وحدانیت رب العالمین پر چند کلمات بیان کرتے ہوئے اسلام کا کالے گورے ۔ عربی عجمی ۔ امیر و غریب ۔ مشرقی مغربی کی تمیز کو یکسر کامیابی سے مٹانے کا ذکر کیا ۔ جس پر سوامی مذکور نے اپنی آخری تقریر میں اپنی کوتاہی کی معافی چاہی اور واضح طور پر بیان کیا کہ تمام مذاہب میں اس قسم کے امتیازات کو عملاً مٹانے کا فخر صرف اسلام کو حاصل ہے ۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق

کراچی سے آمدہ اطلاعات

بذریعہ ٹیلیفون

۱۱ اکتوبر ۔ صبح ۔ طبیعت حسب معمول کامل صحت کی طرف جا رہی ہے ، البتہ رات کو نیند نہیں آتی جس کی وجہ سے طبیعت پر کچھ بوجھ ہے ، نیند خود بخود نہیں آتی ۔ اس لئے ٹیکہ ہر روز نیند کے لئے ہوتا ہے ۔

۱۲ اکتوبر ۔ صبح ۔ صحت میں ترقی ہے خطرہ کے پندرہ یوم خدا کے فضل سے نکل گئے ہیں ، نیند آجاتی ہے ۔ بھوک بھی لگتی ہے ، بات چیت کر لیتے ہیں ، اطلاع کر دی ہے کہ اب تیسرے روز پتہ لیا کریں گے ۔ احباب کرام بدستور دعائیں جاری رکھیں ۔

۱۵ اکتوبر ۔ شام ۔ حضور کو تین چار گھنٹے پیٹ میں شدید درد ہوا جس کی وجہ سے کمزوری بہت ہوگئی ہے اور طبیعت بے چین رہتی ہے ، اور غشک بواسیر کی بھی تکلیف ہے ۔

جملہ احباب جماعت حضور کی مکمل صحت کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں ۔

احمد یار ۔ جنرل سیکرٹری

فاروقی صاحب کا خط

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی اپنے خط ۔ مورخہ ۱ اکتوبر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق لکھتے ہیں :-

" مکرمی مولوی احمد یار صاحب ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

آپ کا خط ملا ۔ حضرت امیر کو ہفتہ کے روز سے اسہال کی تکلیف ہوگئی تھی جو کل شام تک رہی ۔ اس سے کمزوری دوبارہ بہت ہوگئی ہے ۔ ویسے دل کی حالت ابھی تک خدا کے فضل سے اچھی ہے ۔ اسہال بھی کل رات سے بند ہیں ۔ عام حالت اللہ کے فضل سے اچھی ہے سوائے کمزوری کے جو اسہال کی وجہ سے ہو گئی ہے "

اتحاد بین المسلمین اور موجودہ مخالفت

محمد یحییٰ بٹ صاحب

کچھ عرصہ سے پھر مخالفین نے جماعت احمدیہ کے خلاف ایک زبردست مہم شروع کر رکھی ہے۔ جماعت احرار اور اس کے ہم مشرب جماعت احمدیہ کو برا بھلا کہنے اور ان پر آوازے کسنے میں پیش پیش ہیں۔ ان کی تمام تر قوت امام زمان اور ان کے ماننے والوں کو کافر ٹھہرانے میں صرف ہو رہی ہے۔ اس نازک دور میں بھی جس سے کہ مملکت پاکستان گزر رہی ہے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا اس جماعت نے اپنا نصب العین ٹھہرا رکھا ہے۔ باوجود اس کے کہ اگر کچھ فروعی اختلافات تھے بھی تو انہیں وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا جاتا اس جماعت نے انہیں پہلے سے بڑھا چڑھا کر اور غلط پروپیگنڈا کے ذریعہ ہوا دینا شروع کر دیا ہے جو نہ صرف چند افراد بلکہ تمام مملکت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے ملن حالات میں حکومت پاکستان کو چاہیئے کہ وہ ایسے گندے عنصر کو جو نوزائیدہ مملکت پاکستان کے اتحاد کو جس کی بدولت کہ یہ مملکت معرض وجود میں آئی ہے اور جس کے ذریعہ سے اب اس کا استحکام بھی وابستہ ہے۔ بکھیرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے تگ و دو کرتا ہے سختی کے ساتھ روک دے اور ہر ایسی تقریر اور تحریر کو جو قوم میں افتراق و تشتت کے پیدا کرنے کا باعث ہو خلاف قانون قرار دے۔

اگر بعض چند فروعی اختلافات کی وجہ سے قوم میں کافر اور مومن کی حد بندی لگا دی گئی تو پھر ایک کثیر حصہ کو دائرہ اسلام سے نکال پھینکنا پڑے گا۔ جس سے استحکام پاکستان کو سخت دھکا لگے گا۔ اس بدبخت عنصر کی جس دن یہ بات پوری ہو گئی تو وہ دن قوم کے لئے سخت منحوس اور مملکت پاکستان کے انحطاط کا باعث ہو گا۔ اگر موجودہ حالات میں ایسا گندہ اور شرارتی عنصر دن بدن پھیلتا چلا گیا اور حکومت نے اسکو سختی سے نہ روکا تو اندیشہ ہے کہ یہ زہر قوم کے اکثر حصہ کو مسموم نہ کر دے۔ اس لئے جتنی جلدی ہو سکے ایسے عنصر کو روکنے کی طرف حکومت کو توجہ کرنی چاہیئے۔

قائد اعظم کا فرمان

عوام کو بھی قائد اعظم مرحوم کے الفاظ ایمان، ضبط، اتحاد، جو کہ ہماری قوم کی سربلندی کا ذریعہ ہیں یاد رکھنے چاہیئیں اور ایسے مولویوں کے پھندے میں نہیں آنا چاہیئے۔ جو اس اصل سے ہمیں دور لے جانے والے ہوں۔ یقین جانیئے کہ ایسا شخص جو ملت کی یکجہتی کو منتشر کرنے اور افراد میں چھوٹی چھوٹی باتوں کی بناء پر اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے بارے میں نفرت کا جذبہ پیدا کرنے میں کوشاں ہے وہ افراد کا دشمن ہے قوم کا دشمن ہے اور حکومت کا باغی ہے۔

اتحاد کی برکت

دیکھ لیجئے ان باتوں کر کے قوم کو پہلے کیا کیا ذلتیں سہنی پڑیں تو پھر کیا آج آپ دوبارہ اسی ذلت و پستی کی تاریخ کو دہرانا چاہتے ہیں۔ خدا کے فضل سے آج ہم قائد اعظم کی ان تھک اور مخلصانہ کوششوں سے اور باہمی اتحاد اور ہم آہنگی کے باعث غلامی کی ذلت سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ لیکن ابھی ہمارے سر پہ ہمارا دشمن اس تاک میں کھڑا ہے، کہ دوبارہ مملکت پاکستان کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس لئے بہت ضرورت ہے کہ ہم اس اتحاد اور ہم آہنگی کو دن بدن بڑھاتے چلے جائیں۔ یہی ہماری قوت کا راز ہے اسی سے ہی ہماری مملکت کا استحکام وابستہ ہے۔ یہی وہ چیز ہے کہ جس سے ہم دشمن کو مرعوب کر سکتے۔ نہ صرف مرعوب کر سکتے بلکہ اسے خدا کے فضل سے اس کے منصوبوں میں ناکام بنا سکتے ہیں۔ ....

....

دشمن کی منصوبہ بازیاں

آج دشمن اندر ہی اندر اس کوشش میں ہے کہ وہ ملت کی اس آہنی دیوار کو نقب لگائے تا اسے اپنے منصوبہ میں کامیاب ہونا آسان ہو سکے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ بہت سی پارٹیاں ایسی ہیں جو مسلمانوں کی خیر خواہ بن کر دشمن کے اس ناپاک منصوبہ کو کامیاب بنانے میں کوشاں ہیں۔ وہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر قوم کے سامنے آ رہی ہیں۔ حالانکہ اگر ان کی تقاریر اور تحریرات کو بغور دیکھا جائے تو کہیں دور کا تعلق بھی انہیں مذہب سے نظر نہیں آتا۔ کیا مذہب کو اپنے ذاتی وقار کے حاصل کرنے کے لئے ایک آڑ بنانا ہی اس کی تبلیغ ہے۔ کیا دوسرے مکتب خیال کے لوگوں کو گالیاں دینا اور طعن و تشنیع کرنا ہی اسلام ہے۔ عوام کو اشتعال دینا۔ ان میں اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا کرنا۔ کیا دین کی یہی تعلیم ہے جس پر وہ بڑے فخر سے عمل پیرا ہیں۔

اسلام اور اتحاد

غور فرمایئے وہ مذہب جس کا نام ہی اسلام ہے اور جو دنیا میں صلح و امن کا پیغام لے کر آیا آج اس کے پیروکار اپنے دوسرے بھائیوں کے قتل کو علی الاعلان کار ثواب قرار دیتے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس مذہب نے آ کر صدیوں کے دشمنوں اور مختلف النسل اور مختلف المذاہب لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا، آج اسی مذہب کے علمبردار اپنے ہم مذہب مسلمان بھائیوں کو واجب القتل قرار دینا دین کا ایک فریضہ قرار دیتے ہیں۔

عوام کی ذمہ داری

اگر بہت حد تک مولوی حضرات اس کے ذمہ دار ہیں تو عوام جو ان کے پھندے میں پھنس کر دین کے بین اصولوں کے خلاف اقدام کر رہے ہیں وہ بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے واضح طور پر بتا دیا تھا من صلی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذالک المسلم کہ جو شخص ہماری نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہی وہ مسلمان ہے عوام پر حضرت نبی کریم صلعم کا کس قدر احسان ہے کہ محض آنکھ سے دیکھ کر مسلمان اور کافر میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ ان میں صرف و نحو، منطق و فلسفہ یا کسی اور علم کے جاننے کی ضرورت نہیں لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ایک طرف حضرت نبی کریم صلعم کا یہ فرمان ہے اور دوسری ان جبہ پوش مولوی حضرات کی یاوہ گوئی کہ فلاں مسلمان کافر ہے اور فلاں مسلمان جماعت کافر ہے۔ لوگ آپ کے فرمان کو جو آنکھوں دیکھے سے متعلق ہے پس پشت ڈال کر ان مولویوں کی باتوں کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

علماء کی حالت

یہ وہی گروہ ہے جس کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا ہے۔

شر من تحت ادیم السماء

وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ اس سے ڈھکر ان مولوی حضرات کی گراوٹ کیا ہو گی کہ یہ اپنی ہوا و حرص کو پورا کرنے کے لئے نام خدا اور اس کے رسول پاک کے احکام کو پس پشت پھینک رہے ہیں اور قوم کے شیرازہ کو بکھیرنے میں ہر آن کوشاں ہیں۔ اور عوام کو جماعت احمدیہ کے خلاف بھڑکانے کے لئے جھوٹ سے کام لیتے ہیں اور حق بات کو چھپانے کے لئے ہر جائز و ناجائز طریق اختیار کرتے ہیں۔ غرضیکہ عوام کے دلوں میں ان کے خلاف حقارت اور نفرت کا جذبہ موجزن کرنے کے لئے ہر تدبیر استعمال کرتے ہیں۔ لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے کہ آخر آپ کے ارشاد پر ہی اس جماعت کو پرکھ کر دیکھ لیا جائے۔ کہ آیا وہ نماز ہماری طرح پڑھتے ہیں ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ ہمارا ذبیحہ کھاتے ہیں اگر ایسا سب کچھ کرتے ہیں تو وہ مطابق ارشاد حضرت نبی صلعم مسلمان ہیں۔ لیکن کسی کی بھی نگاہ اس فرمان نبوی کی طرف نہیں اٹھتی لوگوں کو مشتعل کر کے قوم کے ایک حصہ کو ناحق قتل کروا دیتے ہیں۔ آخر اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ علماء کو اپنی حالت کی اصلاح کرنی چاہیئے خدا تعالیٰ کو یہ عمل سخت ناپسندیدہ ہے کہ خواہ مخواہ ایک مسلمان کو اس کے فروعی اختلاف کی بناء پر قتل کر دیا جائے ایسے شخص کے ساتھ یقیناً حضرت نبی کریم صلعم کا کوئی تعلق نہیں آپ ہر ایسے شخص سے بیزار ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ علماء اور عوام اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے حضرت نبی کریم صلعم کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوں گے اور اپنے رویہ میں ایک پاک انقلاب پیدا کریں گے اس سے نہ صرف ان کی ذاتی منفعت ہے بلکہ حقیقتاً پاکستان کی ترقی اور اس کا استحکام وابستہ ہے۔

پیغام صلح
لاہور
جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ۔ مورخہ ۵ محرم ۱۳۷۰ھ | نمبر ۴۱

آخر یہ فتنہ کب تک؟

احرار کا فتنہ دن بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے حضرت مسیح موعودؑ اور جماعت احمدیہ کے خلاف عوام الناس کو برانگیختہ کرنے اور اشتعال انگیز تقریروں سے ان کے جذبات کو مشتعل کرکے مرنے مارنے کے لئے جس دیدہ دلیری سے لوگوں کو اکسایا جا رہا ہے۔ اور اس سے جو نتائج پیدا ہونے شروع ہوئے ہیں، وہ حد درجہ خطرناک اور ملک کے امن و امان کو تباہ کرنے کا موجب ہیں، ابھی چند دن ہوئے اکاڑہ میں احرار کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مقررین نے نہ صرف ان ناپاک الزامات اور غلط بیانیوں کو دوہرایا جو معاندین سلسلہ کے دلی عناد اور بغض و تعصب کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ اس بات پر زور دیا گیا کہ جماعت احمدیہ مرتدین کا گروہ ہے جس کا قتل بالکل واجب اور عین کار ثواب ہے، یہاں تک کہا گیا کہ جب علم دین اور علم الدین اگر راجپال کو قتل کرکے غازی بن سکتا ہے تو مرزائیوں کو قتل کرنیوالا کیوں غازی نہیں ہوسکتا،

اس قسم کی تقاریر عوام الناس کو بھڑکانے میں جس حد تک کامیاب ہوسکتی ہیں دوسرے ہی دن اس کا نمونہ نظر آگیا: اور جماعت احمدیہ کے کئی افراد کو نہ صرف راہ چلتے گالیاں دی گئیں، مارا اور پیٹا گیا، ان کے منہ کالے کئے گئے، اور اینٹوں اور پتھروں کی بارش سے انہیں زخمی اور مجروح کیا گیا بلکہ ایک شخص ماسٹر غلام محمد (قادیانی احمدی) کو ایک سبزی فروش نے دن دہاڑے موت کے گھاٹ اتار دیا، اور علانیہ کہتا پھرا کہ میں نے ایک مرتد کو قتل کر دیا ہے۔

اس کے بعد راولپنڈی میں بھی واقعہ دہرایا گیا، اور اسی قسم کی اشتعال انگیز تقریروں سے وہاں کے مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا گیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بدرالدین نامی ایک قادیانی احمدی کو ایک شخص نے گولی کا نشانہ بنا دیا اور گرفتاری کے وقت برملا کہا کہ "میں نے اس شخص کو اس لئے مارا ہے کہ وہ مرزائی تھا"

اسی قسم کا ایک واقعہ کچھ عرصہ ہوا کوئٹہ میں پیش آیا تھا، جب ایک ایسے ہی جلسہ کی اشتعال انگیز تقریروں سے متاثر ہوکر بعض لوگوں نے ڈاکٹر محمود احمد نامی ایک قادیانی احمدی کو شہید کر دیا۔

یہ واقعات آئے دن ہو رہے ہیں جو اگرچہ قادیانی جماعت کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں لیکن جماعت احمدیہ لاہور بھی ان سے محفوظ نہیں۔ آئے دن احرار کے لسان اور چرب زبان مقررین اپنی آتش بیانیوں سے فتنہ کی آگ کو بھڑکاتے اور عوام الناس کے جذبات سے کھیلتے اور ایک امن پسند اور خادم اسلام جماعت کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ احراری اخبار "آزاد" ہر روز طرح طرح کی غلط بیانیوں سے اس آگ کو بھڑکا رہے ہیں کو شتال سے اذ حیرت ہے کہ حکومت یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ایسی خاموش ہے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے، کہ ان پے در پے واقعات کے باوجود ہمارے ارباب اختیار ابھی تک ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اور اس فتنہ کا سد باب کرنے کے بجائے اسے کھلی آزادی دے رکھی ہے؟ کیوں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولوی محمد علی جالندھری، پیر سید فیض الحسن، غلام غوث سرحدی اور اسی قماش کے دوسرے احراری مقررین کی زبان بندی نہیں کی جاتی۔ اور اس جماعت کو جس کا وجود ہی سراسر خلاف قانون ہے ایسی فتنہ انگیز حرکات سے روکا نہیں جاتا ایک طرف تو یہ حال ہے کہ اگر کسی سرکاری اہلکار کے خلاف کسی اخبار میں کوئی ایسی بات شائع ہو جائے جو حکومت کے نزدیک صحیح نہیں تو پبلک سیفٹی آرڈیننس کے ماتحت اس پر مقدمہ چلا دیا جاتا ہے، اور دوسری طرف رعایا کی ایک امن پسند جماعت کے خلاف اس قدر منافرت پھیلائی جا رہی ہے کہ قتل و غارت تک نوبت پہنچ جاتی ہے مگر پھر بھی ایسے فتنہ انگیز لوگوں سے باز پرس تک نہیں کی جاتی۔ انگریزوں کے عہد میں اس قسم کے بلکہ اس سے کمتر فرقہ وارانہ مضامین پر بھی دفعہ ۱۵۳۔ الف کے ماتحت مقدمات چلائے جاتے تھے۔ مگر آج اس کا بھی نام و نشان مٹ گیا، اور قاتلوں پر انفرادی مقدمات چلانے کے علاوہ ان فتنہ انگیز لوگوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی جاتی جو شہر بشہر قتل و غارت کی تلقین کرتے پھرتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ اس فتنہ کا رخ زیادہ تر قادیانی جماعت کی طرف ہے، لیکن قادیانی ہوں یا غیر قادیانی اور مسلمانوں کے کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگ کیوں نہ ہوں، کسی کے مذہبی عقائد کی وجہ سے ان کے خلاف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکانا حد درجہ کمینگی اور اسلام کے کھلے اصولوں کے سراسر خلاف ہے، اور حکومت کا فرض ہے کہ رعایا کے ہر فرد اور ہر فرقہ کی مذہبی آزادی کی محافظت کا پورا بندوبست کرے، قادیانی جماعت اگرچہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے اور ہم بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں اس بارہ میں غلطی پر ہی سمجھتے ہیں، تاہم ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ان کی اذان، ان کی نماز، ان کا روزہ اور دیگر ارکان اسلامی وہی ہیں، جو ہمارے اور عام اہل سنت والجماعت کے ارکان دین ہیں۔ اس لئے انہیں مرتد اور واجب القتل ٹھہرانا کسی اسلامی اصول کے رو سے جائز نہیں، کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا فرمان نہیں ہو من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم پھر کس منہ سے تم ان کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہو اور نہ صرف ان کو بلکہ جماعت احمدیہ لاہور کو بھی جو حضرت مرزا صاحبؑ کو نبی نہیں بلکہ مجدد مانتی ہے، مرتد ہی سمجھا جاتا اور احراری فتنہ انگیزیوں کا اسی طرح ہدف قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ قادیانی احمدیوں کو۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو ایک غیر مسلم "اقلیت" قرار دینے والے لوگ کیا پاکستانی آئین میں اقلیتوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھیں گے جو آج اس جماعت کے ساتھ کیا جا رہا ہے؟ اگر یہی حالات ہیں تو پاکستان کا مستقبل معلوم،

امید ہے حکومت پاکستان ان حالات کی طرف جلد از جلد توجہ فرمائیگی اور ہز ایکسیلنسی سردار عبدالرب نشتر گورنر پنجاب خود اس معاملہ کو ہاتھ میں لے کر اس فتنہ کو فرو کرنے کا قرار واقعی بندوبست کریں گے

ایک دلدوز سانحہ

کرنل ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب کے فرزند ارجمند کی افسوسناک موت

یہ افسوسناک خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج و اندوہ کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم بھائی کرنل ڈاکٹر سید بشیر حسین صاحب انسپکٹر جنرل جیلخانہ جات کے فرزند ارجمند سید افضل بشیر جو رسالپور کے ایئر فورس کالج میں زیر تربیت تھے ۱۲/۱۰ اکتوبر کو ہوائی جہاز میں مشق کرتے ہوئے حادثہ کا شکار ہو گئے، کہا جاتا ہے کہ ایک تجربہ کار انسٹرکٹر بھی اسی ہوائی جہاز میں انہیں مشق کرا رہا تھا کہ دفعتہً جہاز گر کر پاش پاش ہو گیا اور دونوں قیمتی جانیں تلف ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم سید افضل بشیر ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم کے پوتے تھے، ۲۱ سال کی عمر تھی۔ اس نوجوانی کے عالم میں ان کی اور ان کے انسٹرکٹر کی شہادت نہ صرف ان کے والدین، اور لواحقین کے لئے بلکہ تمام پاکستان کے لئے ایک بہت بڑے صدمہ کا موجب ہے۔ مرحوم کی لاش ۱۳/۱۰ اکتوبر کو ۲ بجے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور لائی گئی اور فوجی اعزاز کے ساتھ لواحقین کے سپرد کی گئی۔ اسی دن چار بجے قبرستان شاہ جمال میں انہیں دفن کیا گیا، جنازہ کے ساتھ قریباً پانچسو آدمیوں کا مجمع تھا جو سب کے سب اس جوانی کی موت پر اشکبار تھے۔ ہمیں اپنے محترم بھائی کرنل سید بشیر حسین اور ان کے برادر بزرگ سید الطاف حسین اور دیگر تمام لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالے مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام بیرونی جماعتوں سے التماس ہے کہ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھکر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

پوپ کی دعوت

کچھ دن ہوئے جناب پوپ نے تمام ان مذاہب کو جو کسی نہ کسی رنگ میں خدا تعالیٰ کا تصوّر اپنے اندر رکھتے ہیں، لادینی کے اس خطرہ کے خلاف دعوت اتحاد دی تھی جو کمیونزم کی بڑھتی ہوئی رو نے پیدا کر رکھا ہے، اس سلسلہ میں اسلام کو خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا، اور یہ امر خوشی کا موجب ہے کہ جناب پوپ نے اپنے پیروؤں کو یہ بھی تلقین کی کہ اسلام کے خلاف دشمنی و عناد کو ترک کر کے لادینی کے خطرہ کے مقابلہ کے لئے اس سے اتحاد عمل کیا جائے۔

ہم اس دعوت کا خیر مقدم کرتے ہوئے جناب پوپ کو یقین دلاتے ہیں کہ لادینی کا مقابلہ ایک مسلمان کا اوّلین فرض ہے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے، جو سب سے بڑھ کر لادینی کا مقابلہ کر سکتا اور دنیا میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، اسی غرض سے اسلام نے آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے یہودیت اور عیسائیت کو دعوت دی یٰاَھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ۔ اے اہل کتاب ایک بات پر آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے خدا کے سوائے کسی چیز کی پوجا نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں نہ ہمارے بعض بعض کو خدا کے سوائے ربّ بنالیں۔

یہی کلمہ سواء ہے جو فی الحقیقت لادینی کے مقابلہ کیلئے ایک مستحکم بنیاد کا کام دے سکتا ہے اگر جناب پوپ اور تمام مسیحی فرقے اور دوسرے مذاہب بھی اس کلمہ سواء پر قائم ہو جائیں تو نہ کمیونزم باقی رہ سکتا ہے نہ لادینی کا کوئی اور پہلو، کیا وہ اس کی طرف توجہ کریں گے ؟

مسٹر منڈل کا استعفا

گذشتہ ہفتہ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ دلچسپ واقعہ وہ استعفا ہے جو پاکستان کے وزیر قانون مسٹر منڈل نے اپنے عہدہ سے دیا ہے، مسٹر منڈل ایک اچھوت لیڈر ہیں اور پاکستان میں اپنے عہدہ پر فائز ہوتے ہوئے کئی مواقع پر اس حقیقت کا انکشاف کر چکے ہیں، کہ اقلیتوں کو جو حقوق پاکستان میں حاصل ہیں وہ دوسری مملکت میں حاصل نہیں، لیکن حیرت ہے کہ کراچی سے رخصت پر کلکتہ جا کر ان کا خیال یکایک تبدیل ہو گیا اور شیاما پرشاد مکرجی جیسے تنگ خیال ہندو لیڈر کی صحبت میں انہیں نہ صرف پاکستانی اقلیتوں کے ساتھ بدسلوکی کے خواب آنے لگے ہیں بلکہ وہ مشرقی پاکستان کو بھارت میں شامل کرنے یا مشرقی و مغربی بنگال کی ہندو مسلم آبادیوں کے تبادلہ کے حامی ہو گئے ہیں۔

یہ اس قوم کی ذہنیت کا نقشہ ہے، جو صدیوں سے ہندو قوم کی غلامی میں رہنے کی وجہ سے اسی رنگ میں رنگی جا چکی ہے، مسٹر منڈل کو شاید اس قوم سے کچھ فائدہ کی امید ہو، لیکن پنڈت نہرو کا تازہ ترین اعلان اس بات کا مظہر ہے کہ وہ مسٹر منڈل کی تجویز اور مشورہ کو ناممکن العمل سمجھتے ہیں اور ان کی حمایت کے لئے قطعاً تیار نہیں، دوسری طرف پاکستانی اقلیتوں نے مسٹر منڈل کی تردید کرتے ہوئے جو چپت ان کے منہ پر ماری ہے اسکو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

امبیدکر کا مشورہ

اچھوت لیڈر ڈاکٹر امبیدکار نے جو بھارت کے وزیر قانون ہیں ہندوؤں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ بدھ مذہب کو قبول کر لیں کیونکہ یہی ایک مذہب ہے، جو ان تمام تمدنی اور اقتصادی مسائل کو حل کر سکتا ہے جو اس ملک کو پیش آ رہے ہیں۔

ہم حیران ہیں کہ بدھ مذہب کے متعلق یہ حسن ظنی ڈاکٹر امبیدکر کو کیسے پیدا ہوئی اور کس طرح انہوں نے سمجھ لیا کہ بھارت کے تمدنی اور اقتصادی مسائل اسی مذہب کو قبول کرنے سے حل ہو سکتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بدھ مذہب بھی ہندو مذہب ہی کی ایک شاخ ہے اور تناسخ کا اصول جو ہندو مذہب میں ذات پات کی تفریق پیدا کرنے کا موجب ہوا اس کا اصل الاصول ہے، ظاہر ہے کہ ہندوؤں کے موجودہ تمدنی و اقتصادی مسائل ذات پات کی تفریق ہی کا نتیجہ ہیں پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ بدھ مذہب ہندو قوم کے لئے سازگار ثابت ہوگا۔

ایک وقت تھا کہ یہی ڈاکٹر امبیدکار اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام یا عیسائیت قبول کرنے کا مشورہ دیتے تھے تاکہ انہیں بھی سوسائٹی میں دیگر اقوام کے ساتھ مساوات حاصل ہو سکے معلوم نہیں ان کا خیال کیوں بدل گیا، اور بدھ مذہب کی طرف رُخ کرنے کی وجہ کیا ہوئی۔

ہندو قوم اگر سنجیدگی کے ساتھ کسی دوسرے مذہب کو قبول کرنے کا خیال کر سکتی ہے، جو اس کی موجودہ مشکلات کو حل کرنے کا موجب ہو، تو یقین سمجھئے کہ اسلام کے سوائے کوئی اور مذہب اس کے اس مقصد کو پورا کرنے کے قابل نہیں کیا ان حالات میں ہمارا فرض نہیں کہ اسلام کی حقیقی تصویر اور اس کی صحیح تعلیمات ان کے سامنے رکھیں اور اس کی طرف توجہ کرنے کی انہیں دعوت دیں، حکومت پاکستان اگر ایک شعبہ تبلیغ قائم کر کے اسلامی تعلیمات کو ہندوؤں میں پھیلانے کا سامان کر دے تو یہ تمام سیاسی کوششوں سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

عذاب آنے کی وجہ

"زمیندار" مؤرخہ ۱۱ اکتوبر میں کسی حکیم غلام نبی نے "قادیانیوں کی نو مستیاں" کے عنوان سے ایسی عجیب و غریب دولتیاں چلائی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں کو کیا ہو گیا۔ ایک طرف یہ اعتراف ہے کہ سیلاب وغیرہ کے واقعات عذاب الٰہی ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ عذاب مامور من اللہ کی تکذیب و تکفیر اور اس ایذا رسانی کا نتیجہ ہے جو تمہارا روزمرّہ کا وطیرہ بن چکا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولًا یعنی عذاب اس وقت اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے، جب کسی نبی، رسول یا مجدد و محدث کے ذریعہ سے دنیا کو متنبہ کر دیتا ہے، کہ تمہارے فسق و فجور اور سرکشی و طغیانی کی سزا اب تمہیں ملنے ہی والی ہے توبہ کر لو ورنہ عذاب، تمہارے سر پر منڈلا رہا ہے تو اسکو "بے ہودگیوں" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے جاوید اور صاحب شریعت نبی ہیں آپ کے انکار سے دنیا کبھی عذاب الٰہی میں گرفتار نہیں ہوئی، کیونکہ لا اکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد کے ماتحت دین میں جبر و اکراہ کو دخل نہیں اس کے علاوہ ڈرا دھمکا کر مسلمان بنانے اور نبوت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام کا اقرار کرانے سے خدا کا کچھ نہیں سنورتا اور نہ اس قسم کے دباؤ سے بنائے ہوئے نام نہاد مسلمان ملت کے لئے کچھ نفع مند ہو سکتے ہیں"۔

بجا ارشاد فرمایا لیکن یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ ہم محض انکار کو موجب عذاب سمجھتے ہیں۔ عذاب لانے کا موجب دراصل وہ شوخی و شرارت ہے، وہ تکفیر و تکذیب ہے جو مجدد وقت کے متعلق تم نے روا رکھی، اور فسق و فجور سے توبہ کرنے کے بجائے اور زیادہ اس میں مبتلا ہو گئے۔ کیا قرآن کریم نے نہیں فرمایا واذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فدمرنٰہا تدمیرا جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بڑے بڑے لوگوں کو نیکی اور تقوے کا حکم دیتے ہیں مگر وہ فسق و فجور اور طغیانی و سرکشی میں بڑھ جاتے ہیں تو پھر ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

طغیانی و سرکشی

آپ کہتے ہیں حضرت نبی کریم صلعم کے انکار سے دنیا کبھی عذاب الٰہی میں گرفتار نہیں ہوئی۔ کیا اہل مکہ کی جنگوں کی وجہ سے تباہی عذاب الٰہی نہ تھا ؟ کیا قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کا تہ و بالا ہونا ان کے لئے عذاب الٰہی نہ تھا، اسی قسم کے عذاب تمام ان سرکشوں پر مسلسل آتے رہے جو آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔ آج بھی جو عذاب آ رہے ہیں، وہ دراصل اسی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو چھوڑنے اور ان ناپاک رستوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے ہیں جن سے آپ صلعم نے منع کیا، حضرت مرزا صاحبؑ کا انکار و تکذیب بھی بالواسطہ طور پر اس کا موجب ہے اور اگر یہ نہیں تو آپ ہی فرما دیجئے کہ ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا کے کیا معنی ہیں ؟

آپ فرماتے ہیں کہ ڈرا دھمکا کر مسلمان بنانے سے خدا کا کچھ نہیں سنورتا مگر کوئی شخص

(باقی پر صفحہ ۔ کالم ۴)

مخالفین سلسلۂ احمدیہ کیلئے لمحۂ فکریہ

(شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور)

آجکل ہمارے مخالفین نے سلسلہ احمدیہ کے خلاف جو طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے ، اسکو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے ایک اشتہار کا کچھ حصہ ذیل میں صاحبانِ بصیرت کیلئے نقل کیا جاتا ہے یہ اشتہار حسین کامی سفیر سلطنت ترکی کے متعلق ہے جو بعد میں خائن ثابت ہو کر سزا پا گیا ، اس اشتہار میں اسی قسم کے طوفان بے تمیزی کا جواب دیا گیا ہے جو آجکل برپا ہے - (غلام قادر)

کیا وہ جو خدا کی طرف سے ہے لوگوں کی بدگوئی اور سخت عداوت سے ضائع ہو سکتا ہے؟

تا دلِ مردِ خدا ناید بدرد
ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

یہ کچھ قضاء و قدر کی بات ہے کہ بداندیش لوگوں کو اپنے پوشیدہ کینوں کے ظاہر کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ہاتھ آ جاتا ہے - چنانچہ آجکل ہمارے مخالفوں کو گالیاں دینے کے لئے بے بنیاد بہانہ ہاتھ آ گیا ہے کہ انہوں نے ہمارے ایک اشتہار کے الٹے معنے کر کے یہ مشہور کر دیا ہے کہ گویا ہم سلطان روم اور اسکی سلطنت اور دولت کے سخت مخالف ہیں - اور اس کا زوال چاہتے ہیں اور انگریزوں کی حد سے زیادہ خوشامد کرتے ہیں اور انگریزی سلطنت کی دولت و اقبال کے لئے دعائیں کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے - کہ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں بعض پُر افترا اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے یہ خیال بہت پھیلایا گیا ہے اور عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہمارے اشتہار کی بعض عبارتیں محرّف اور مبدّل کر کے لکھی گئی ہیں (آجکل بھی یہی طریقہ مخالفوں نے اختیار کر رکھا ہے ناقل) اور اس طرح پر بیوقوفوں کے دلوں کو جوش دلانے اور ابھارنے کے لئے کارروائی کی گئی ہے اور ہم اگرچہ جعل سازوں اور دروغ گوؤں کا منہ تو بند نہیں کر سکتے اور نہ ان کی بدزبانی اور گالیوں اور ڈوموں کی طرح تمسخر اور ٹھٹھے کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ظالمانہ بدزبانی کو خدا تعالےٰ کی غیرت کے حوالہ کر کے ان کے اصل مدعا کو جو دھوکہ دہی ہے نادانوں پر اثر ڈالنے سے روکا جائے - پس اسی غرض سے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے

ہر ایک سلیم العقل عقلمند بھلا مانس جو اپنی شرافت سے سچی بات کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اس بات کو متوجہ ہو کر سُنے کہ ہم کسی ادنےٰ سے ادنےٰ مسلمان کلمہ گو سے بھی کینہ نہیں رکھتے چہ جائیکہ ایسے شخص سے کینہ ہو جس کی ظلِ حمایت میں کروڑہا اہلِ قبلہ زندگی بسر کرتے ہیں اور جس کی حفاظت کے نیچے خدا تعالےٰ نے اپنے مقدس مکانوں کو سپرد کر رکھا ہے (علمائے پاکستان غور فرمائیں - ناقل) سلطان کی شخصی حالت اور اس کی ذاتیات کے متعلق نہ ہم نے کبھی کوئی بحث کی اور نہ اب ہے بلکہ اللہ جلشانہٗ جانتا ہے کہ ہمیں اس موجودہ سلطان کے بارہ میں اس کے باپ دادے کی نسبت زیادہ حسنِ ظن ہے .... میرے اشتہار کا بجز اس کے کیا مطلب تھا کہ رومی تقویٰ اور طہارت اختیار کریں کیونکہ آسمانی قضاء و قدر اور عذاب سماوی کے روکنے کے لئے تقوےٰ اور توبہ اور اعمال صالحہ جیسی اور کوئی چیز قوی تر نہیں (پاکستانی مسلمان توجہ فرمائیں - ناقل) مگر سلطان کے نادان خیرخواہوں نے بجائے اس کے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں اور بعضوں نے کہا کہ کیا سارے گناہ سلطان پر ٹوٹ پڑے اور یورپ مقدس اور پاک ہے جس کے عذاب کے لئے کوئی پیشگوئی نہیں کی جاتی - مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئیگا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالےٰ کی عادت نہیں ہے بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بیباکیاں کر کے مستوجب سزا ہوگئیں تھیں - لیکن خدا تعالیٰ مسلمانوں کی بیباکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا - بلکہ مسلمانوں کو ادنےٰ ادنےٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہہ کی جاتی ہے - کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے آگے ان بچوں کی طرح ہیں جس کی والدہ نرم جھڑکیاں دے کر انہیں ادب سکھاتی ہے - اور خدا تعالےٰ اپنی محبت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائدار دنیا سے پاک ہو کر جائیں (فاعتبروا یا اولی الابصار - ناقل) یہی باتیں تھیں کہ میں نے نیک نیتی سے سفیر روم پر ظاہر کی تھیں ، مگر افسوس کہ بیوقوف مسلمانوں نے ان باتوں کو اور طرف کھینچ لیا ان نادانوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک حاذق ڈاکٹر کہ جو تشخیص امراض اور قواعد حفظ ماتقدم کو بخوبی جانتا ہے وہ کسی شخص کے متعلق کمال نیک نیتی سے یہ رائے ظاہر کرے کہ اس کے پیٹ میں ایک قسم کی رسولی نے بڑھنا شروع کر دیا ہے اور اگر ابھی وہ رسولی کاٹی نہ جائے تو ایک عرصہ کے بعد اس شخص کی زندگی اس کے لئے وبالِ جان ہو جائے گی تب اس بیمار کے وارث اس بات کو سُن کر اس ڈاکٹر پر سخت ناراض ہوں اور اس ڈاکٹر کے قتل کر دینے کے درپے ہو مگر رسولی کا کچھ فکر نہ کریں - یہاں تک کہ وہ رسولی بڑھے اور پھوڑے اور تمام پیٹ میں پھیل جائے اور اس بیچارے بیمار کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے - سو یہی مثال ان لوگوں کی ہے جو اپنی دانست میں سلطان کے خیرخواہ کہلاتے ہیں -

پھر یہ بھی سوچو کہ جس حالت میں مَیں وہ شخص ہوں جو اس مسیح موعود ہونے کا دعوےٰ رکھتا ہوں جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " وہ تمہارا امام اور خلیفہ ہے اور اس پر خدا اور اس کے نبی کا سلام ہے اور اس کا دشمن لعنتی اور اس کا دوست خدا کا دوست ہے اور وہ تمام دنیا کے لئے حَکَم ہو کر آئے گا اور اپنے تمام قول اور فعل میں عادل ہوگا " تو کیا یہ تقوےٰ کا طریق تھا کہ میرے دعوے کو سن کر اور میرے نشانوں کو دیکھکر اور میرے ثبوتوں کا مشاہدہ کر کے مجھے یہ صلہ دیتے کہ گندی گالیاں اور ٹھٹھے اور ہنسی سے پیش آتے ؟ کیا نشان ظاہر نہیں ہوئے ؟ کیا آسمانی تائیدیں ظہور میں نہیں آئیں ؟ کیا ان سب وقتوں اور موسموں کا پتہ نہیں لگ گیا جو احادیث اور آثار میں بیان کی گئی تھیں ؟ تو پھر اس قدر بیباکی کیوں دکھائی ؟ ہاں اگر میرے دعوے میں اب بھی شک تھا یا میرے دلائل اور نشانوں میں کچھ شبہ تھا تو غربت اور نیک نیتی اور خدا ترسی سے اس شبہ کو دور کرایا ہوتا - مگر انہوں نے بجائے تحقیق اور تفتیش کے اس قدر گالیاں اور لعنتیں بھیجیں کہ شیعوں کو بھی پیچھے ڈال دیا - کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جو کچھ میں نے رومی سلطنت کے اندر رومی نظام کی نسبت بیان کیا وہ دراصل صحیح ہو (بعد کے واقعات نے صحیح ثابت کیا - ناقل) اور ترکی گورنمنٹ کے شیرازہ میں ایسے دھاگے بھی ہوں گے جو وقت پر ٹوٹنے والے اور غدّاری سرشت ظاہر کرنے والے ہوں (حکومت پاکستان اور تمام اسلامی حکومتوں کے لئے تنبیہہ - ناقل)

پھر ماسوا اس کے میرے مخالف اپنے دلوں میں آپ ہی سوچیں کہ اگر میں درحقیقت وہی مسیح موعود ہوں جس کو سلام بھیجا ہے اور جس کا نام حَکَم عدل اور امام اور خلیفۃ اللہ رکھا ہے تو کیا ایسے شخص پر ایک معمولی بادشاہ کے لئے لعنتیں بھیجنا اس کو گالیاں دینا جائز تھا - وہ اپنے جوش کو تھام کے سوچیں نہ میرے لئے بلکہ اللہ اور رسول کے لئے کہ کیا ایسے مدعی کے ساتھ ایسا کرنا روا تھا ؟ میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ میرا مقدمہ تم سب کے ساتھ آسمان پر ہے - اگر میں وہی ہوں جس کا وعدہ نبی کے پاک لبوں نے کیا تھا تو تم نے میرا بلکہ خدا کا گناہ کیا ہے - اور اگر پہلے سے آثار صحیحہ میں یہ وارد نہ ہوتا کہ اسکو دکھ دیا جائے گا اور اس پر لعنتیں بھیجی جائیں گی تو تم لوگوں کی مجال نہ تھی جو تم مجھے وہ دکھ دیتے جو تم نے دیا پر ضرور تھا کہ وہ سب نوشتے پورے ہوں جو خدا کی طرف سے لکھے گئے تھے - اور اب تک تمہیں ملزم کرنے کے لئے تمہاری کتابوں میں موجود ہیں جن کو تم زبان سے پڑھتے اور پھر تکفیر اور لعنت کر کے مہر لگاتے ہو کہ وہ بدعلماء اور ان کے دوست مہدی کی تکفیر کریں گے اور مسیح سے مقابلہ سے پیش آئیں گے وہ تم ہی ہو -

میں نے بار بار کہا کہ آؤ اپنے شکوک مٹا لو - پر کوئی نہ آیا میں نے فیصلہ کیلئے ہر ایک کو بلایا پر کسی نے اس طرف رخ نہ کیا - میں نے کہا کہ تم استخارہ کرو اور رو رو کر خدا تعالےٰ سے چاہو کہ وہ تم پر حقیقت کھولے تم نے کچھ نہ کیا - اور تکذیب سے بھی باز نہ آئے خدا نے میری نسبت سچ کہا کہ دنیا میں

ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص درحقیقت سچا ہو اور ضائع کیا جائے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے ہو اور برباد ہو جائے؟ پس اے لوگو تم خدا سے مت لڑو یہ وہ کام ہے جو خدا تمہارے لئے اور تمہارے ایمان کے لئے کرنا چاہتا ہے۔ اس کے مزاحمت مت ہو۔ اگر تم بجلی کے سامنے کھڑے ہو سکتے ہو مگر خدا کے سامنے تمہیں ہرگز طاقت نہیں اگر یہ کاروبار انسان کی طرف سے ہوتا تو تمہارے حملوں کی کچھ بھی حاجت نہ تھی خدا اس کے نیست و نابود کرنے کے لئے خود کافی تھا۔

افسوس کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے اور زمین "ضرورت ضرورت" بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے اے بد بخت قوم اٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت میں جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا وہ ناپاکوں میں لکھا گیا تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی اب سمجھ کہ آسمان جھکا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو "انا الموجود" کی آواز آئے (قوموں پر جنگوں زلزلوں اور فسادات سے جو مصائب آ رہے ہیں یہ تمام اسی آواز کی بازگشت ہے)

تم نے کفار سے (مخالف اسلام قومیں۔ ناقل) بہت کچھ دیکھا اب خدا بھی کچھ دکھانا چاہتا ہے سو اب تم دیدہ دانستہ اپنے تئیں مورد غضب مت بناؤ۔ کیا صدی کا سر تم نے نہیں دیکھا جس پر چودہ برس اور بھی گذر گئے (اب تو ۶۹ سال گزر چکے ہیں۔ ناقل) کیا خسوف کسوف رمضان میں تمہاری آنکھوں کے سامنے نہیں ہوا؟ کیا ستارہ ذوالسنین کے طلوع کی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی؟ کیا تمہیں اس ہولناک زلزلہ کی کچھ خبر نہیں جو مسیح کی پیشگوئی کے مطابق انہی دنوں میں وقوع میں آیا اور بہت سی بستیوں کو برباد کر گیا اور خبر دی گئی تھی کہ اسی کے متصل مسیح بھی آئیگا کیا تم نے آتھم کی نسبت وہ نشان نہیں دیکھا جو ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آیا جس کی خبر سترہ برس پہلے کتاب براہین احمدیہ میں دی گئی تھی کیا لیکھرام کی نسبت پیشگوئی اب تک تم نے نہیں سنی کیا کبھی اس سے پہلے کسی نے دیکھا تھا کہ پہلوانوں کی کشتی کی طرح مقابلہ ہو کر اور لاکھوں انسانوں میں شہرت پا کر اور صدہا اشتہارات اور رسائل میں چھپ کر ایسا کھلا کھلا نشان ظاہر ہوا ہو جیسا کہ لیکھرام کی نسبت ظاہر ہوا؟ کیا تمہیں اس خدا سے کچھ بھی شرم نہیں آتی جس نے تمہاری تیرھویں صدی کے غم اور صدمے دیکھ کر چودھویں صدی کے آتے ہی تمہاری تائید کی؟ کیا ضرور نہ تھا کہ خدا کے وعدے عین وقت میں پورے ہوتے؟ بتلاؤ کہ ان سب نشانوں کو دیکھ کر پھر تمہیں کیا ہو گیا؟ کس چیز نے تمہارے دلوں پر مہر لگا دی؟ اے کج دل قوم خدا تیری ہر ایک تسلی کر سکتا ہے اگر تیرے دل میں صفائی ہو خدا تجھے کھینچ سکتا ہے اگر تو کھینچے جانے کے لئے تیار ہو۔ دیکھو یہ کیسا وقت ہے کیسی ضرورتیں ہیں جو اسلام کو پیش آ گئیں کیا تمہارا دل گواہی نہیں دیتا کہ یہ وقت خدا کے رحم کا وقت ہے؟ آسمان پر بنی آدم کی ہدایت کے لئے ایک جوش ہے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے لئے احباب کی پُرخلوص دعائیں

بابو لعل دین احمد صاحب کا خط

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل ہیں مسافت میری

دنیا میں جس وقت کسی فرد پر کسی قسم کی تکلیف آتی ہے یا کسی قسم کی مصیبت میں وہ مبتلا ہوتا ہے تو وہ اس مشکل کے حل کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اور جتن کرتا ہے لیکن مبارک ہیں وہ لوگ جو خداوند کے دروازے پر گرتے ہیں اور اپنے ہر قسم کے مقصد کے حصول کے لئے وہ اسی مالک حقیقی سے کسی نہ کسی قربانی کا وعدہ کرتے ہیں۔

افسوس کہ قربانی کا طریق ہمارے سجادہ نشینوں یا پیران طریقت مولویوں کے ایما یا ان کی شکم پروری کے لئے ایسی صورت میں بدل گیا ہے جو کسی طرح صحیح اور مستحسن نہیں کہا جا سکتا۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مسجدوں یا خانقاہوں پر گھی کے چراغ جلائے جاتے ہیں اور چوری یا مٹھائی سجادہ نشینوں کے شکم کو پر کرنے کے لئے تقسیم کی جاتی ہے۔ یہ رسم بھی مختلف شہروں میں مختلف طریقوں سے ادا کی جاتی ہے مثلاً یو۔پی کی طرف تو عورتیں مسجدوں میں چراغ جلانے کے علاوہ طاق بھرتی ہیں اور ایک جم غفیر کو اس رسم کے ادا کرنے کے لئے ہمراہ لے جاتی ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ مسجد میں کچھ گاتی ہیں۔ کنڈوں پر حضرت خواجہ خضر کے نام سے آٹے کے بنائے ہوئے چراغ جلائے جاتے ہیں اجمیر میں حضرت معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ کے مزار پر دیگیں چڑھائی جاتی ہیں اور جس پر سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ ایک احمدی کا طریق عمل ان مشرکانہ رسوم سے بالاتر ہے اور وہ ہر مشکل اور تکلیف کے وقت بارگاہ آلٰہی میں سربسجود ہوتا اور ہر قسم کی قربانی اسی کے لئے کرتا ہے وہی صورت حضرت امیر کی علالت کے دوران میں دیکھنے میں آئی۔

میں بھی جوں جوں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی شدید علالت کی خبر ہر مسجد میں سنتا تھا میرا دل بلیوں اچھلتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ ایسے نازک وقت میں حضرت امیر کی خاطر میں کیا قربانی کر سکتا ہوں۔ اس وقت یہی دل میں خیال آیا تھا کہ اپنی جان کی قربانی کے لئے اس مولا حقیقی کی خدمت میں عرض کروں چنانچہ نماز میں بارگاہ آلٰہی میں یہ دعا کرتا رہا کہ اے میرے مالک میں اپنی بقایا زندگی حضرت امیر پہ نثار کر دینے کی آرزو رکھتا ہوں تو میری اس آرزو کو پوری کر دے۔ اس کے ساتھ ہی یہ وعدہ بھی دل میں کیا کہ اگر حضرت امیر کو خداوند کریم صحت عطا فرمائے تو اس خوشی میں **خسارہ بجٹ فنڈ میں مبلغ دس روپیہ دونگا**۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ حضرت امیر اب روبصحت ہیں اس لئے میں اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے مبلغ دس روپے ارسال کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

غلام۔ لعل دین احمد

ڈاکٹر حسن علی صاحب گوجرانوالہ کا مکتوب

محترم سیکرٹری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مولانا محمد علی صاحب کی علالت کی خبر پڑھ کر بارگاہ آلٰہی میں دعا کی گئی۔

رویا میں دیکھا۔ کہ آپ تندرست ہیں اور میں ان کے پاس ہوں اور ایک منحوس شکل سیاہ رنگ (بلا۔موت) آپ سے دور کی گئی۔ اس کے بعد ۱۰/۳ کو میں نے مسٹر فاروقی کے ایڈریس پر تار دی گئی۔ جس پر میری غیر حاضری میں وہاں سے تار کا جواب آیا مولانا صاحب کی حالت بہتر ہے۔

۵/۱۰/۵۰ کو آپ کی طرف سے اطلاع ملی۔ اور آج بروز اتوار مولوی صاحب کی تندرستی کی خبر بذریعہ تار موصول ہوئی۔ جزاک اللہ

کراچی پیغام و ہدیہ تبریک لکھ دیا ہے۔

والسلام

ڈاکٹر حسن علی ۔ گوجرانوالہ

اور توحید کا مقدمہ حضرت احدیت کی پیشی میں ہے مگر اس زمانے کے اندھے اب تک بے خبر ہیں۔ آسمانی سلسلہ کی ان کی نظر میں کچھ بھی عزت نہیں۔ کاش ان کی آنکھیں کھلیں اور دیکھیں کہ کس کس قسم کے نشان اتر رہے ہیں اور آسمانی تائید ہو رہی ہے اور نور پھیلتا جاتا ہے مبارک وہ جو اسکو پاتے ہیں۔

تمام اشتہار کے آخری اشعار

آنکس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند
با فر تو فر خسرواں چہ کند
چوں بندہ شناخت بداں عز و جلال
بعد از تو جلال دیگراں چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

امامِ وقت کی پکار

(غازی ایف-ار-احمدی-آزاد کشمیر ریاستہ کوٹلی)

آج سے صدی پیشتر اسلامی دنیا کے اندر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ فسق و فجور کی بھیانک گھٹائیں ہر جانب مسلمان قوم کے اوپر اُمڈی ہوئی تھیں۔ دشمنانِ اسلام کی وہ چنگاریاں جنہیں عرب کے پانی سے بجھایا جا چکا تھا۔ ٹھنڈی ریت میں دب کر سُلگ رہی تھیں۔ اور اس انتظار میں تھیں کہ مومنِ اسلام کے محافظ کب سوتے ہیں تاکہ موقعہ پا کر اسلام کو نابود کر دیا جائے آخر مسلمان قوم کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر تمام طاغوتی قوتیں حرکت میں آ گئیں۔ اور اس کی لپیٹ میں آہستہ آہستہ مسلمان آنے شروع ہو گئے۔ یہ ایک ایسا دَور تھا کہ مسلمان قوم پر ہر طرف ناامیدی چھائی ہوئی تھی۔ اور مسلمان اُن سب ہتھیاروں سے محروم ہو چکے تھے جن سے وہ دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے۔

آخر غیرتِ خداوندی جوش میں آئی اور ایک گمنام گاؤں سے ایک چشمہ پھوٹا۔ غفلت کی تاریکیوں میں بھٹکنے والی قوم جس مردِ کامل کی آسمان سے اُترنے کی منتظر تھی وہ پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے نمودار ہوا وہ مردِ کامل۔ وہ اقوامِ عالم کا رہنما۔ وہ اسلام کا محافظ۔ مسیحِ موعود اور شبیرِ خدا غیرتِ اسلامی سے اُٹھا اور دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اس کے پاس تلوار نہ تھی۔ مگر وہ ایک گھٹا بن کر کفار پر چھا گیا۔ اس کے قلم نے ہر لوہے کو کاٹا۔ اس کے اخلاق اس کی تہذیب نے ہر خُلق اور ہر تہذیب پر فتح حاصل کی۔ اُس نے کفار کی ناپاک سازشوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے دلائل اور براہین کے سامنے کفر کی تاریکیاں دوپہر کے سائے کی طرح مٹنی شروع ہو گئیں۔ اس کی روحانی گرج سے سب کانپ اُٹھے۔ اور دشمن راہِ فرار تلاش کرنے لگ پڑے اس نے سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا۔ اور اسلام کا صحیح راستہ بنایا۔

مگر افسوس صد افسوس اس کی قوم اسکو نہ پہچان سکی اس کی مخالف ہو گئی۔ مگر وہ چٹان سے مضبوط تر انسان مفسدوں اور شریروں کے پروپیگنڈے اور مخالفت کے باوجود اپنا کام کرتا رہا۔ اور خدمتِ اسلام اور تحفظِ اسلام میں کوشاں رہا۔ صاف دل لوگ اور جوہر شناس لوگ اس کی روحانی فوج میں داخل ہوتے گئے۔ لیکن بدقسمتی سے قوم کا کثیر حصہ اس کے راستہ میں روک بن کر کھڑا رہا۔ مگر یہ عزمِ صمیم رکھنے والا امامِ وقت جادۂ استقامت سے بال برابر بھی نہ ہٹا۔ علمائے وقت اس مرسلِ خدا کی اطاعت کی بجائے اسکے دشمن بن گئے۔ اور اس کے مقدس جہاد کا ساتھ دینے کی بجائے ان کی عداوت کا پارہ اونچا ہو گیا۔ اور ظلم و ستم کی رفتار تیز ہو گئی۔ کس قدر قوم کی یہ بدقسمتی تھی کہ ایک طرف تو رحمت کے پھول برسائے جاتے تھے لیکن دوسری طرف اس کے جواب میں پتھروں اور اینٹوں کی بارش کی جاتی تھی۔ دعاؤں کا جواب گالیوں میں اور نیکی کا بدلہ بدی سے دیا جاتا تھا۔ لیکن اس حکیمِ امت کے پاؤں میں لغزش نہ آئی وہ اپنا کام کرتا چلا گیا۔ افسوس قوم نے اس نور کی قدر نہ کی وہ دن کو دشمنوں کے سامنے شیر کی طرح لڑتا تھا۔ مگر رات کو اپنی قوم کے لئے خدا کے حضور روتا تھا۔ کہ اے ربِ دو جہاں میری قوم کی حالت پر رحم کر اسے راہِ راست پر لا۔ یا رب ان توحید کے علمبرداروں کو جو راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں ان کو حقیقت کے سمجھنے کی توفیق دے اس نے کیا سچ کہا ہے ؎

امروز قومِ من نہ شناسد مقامِ من
روزے بگریہ یاد کنند وقتِ خوشترم

آخر وہ محسنِ اسلام۔ وہ موعود انسان جس کے متعلق رسولِ عربی دو جہان کے والی نے ارشاد فرمایا تھا کہ:-

"اے میری قوم جس وقت وہ تم میں آئے تو میرا اسلام دینا"

(افسوس قوم نے مقدس اور پاک پیغام دینے کی بجائے عداوت اور دشمنی کو انتہائی بلندیوں تک پہنچا دیا) اور وہ مجددِ اعظم اپنا کام پورا کر کے ہم سے رخصت ہو گیا۔ اور اپنی پاک اور مقدس روح ہم میں چھوڑ گیا۔ اور آج اس کی قائم مقام روحانی انجمن "احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور" اسی جوش اور اسی جذبہ سے تحفظِ اسلام، خدمتِ اسلام اور اشاعتِ اسلام میں سرگرم اور کوشاں ہے۔

مسلمان قوم یا وہ مومن مسلمان جو اپنے دل کے اندر خوفِ خدا رکھتا ہے، یا وہ انسان جو سچائی اور حقیقت کے سامنے سر جھکانا ایمانیات کا ایک جزو تصور کرتا ہے۔ اس حقیقت کو غور سے دیکھے۔ کہ اس نصف صدی میں جو امامِ وقت کے دعوے پر گذرا ہے بڑے بڑے گدی نشینوں اور تکفیر کے فتوے دینے والے علما اور ان کی جماعتوں اور انجمنوں نے جو اس مقدس امام کے مشن کو نابود کرنے کے لئے حرکت میں آئیں اس کا کیا بگاڑا۔ خدا کا یہ مشن ترقی ہی کرتا چلا گیا اور آئندہ بھی مخالفین کی ہزاروں کوششوں کے باوجود ترقی ہی کرتا جائیگا، اور مخالفین ناکام و نامراد ہی رہیں گے۔

خوب یاد رکھو۔ ہر وہ قوت اور طاغوتی طاقت اس چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے۔ جس چٹان کو تائیدِ غیبی حاصل ہو اور خدا کا فضل شاملِ حال ہو۔

آخر میں میں ان علماء کو جو سڑی ہوئی اور گندی ہڈیوں کو پھر چوس رہے ہیں اور اپنے آپ کو مقبول لیڈر بنانے کے لئے جماعت احمدیہ کی مخالفت کر کے قوم کو تباہی اور بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم سے پہلے مخالفین نے کیا حاصل کیا جو تم حاصل کر لوگے۔ یاد رکھو تمہاری یہ مخالفت اور طغیانی و سرکشی غیرتِ خداوندی کو جوش میں لا رہی ہے اور وہ وقت آنے ہی والا ہے جب اس کی غیرت کی آگ تمہاری شیخیوں اور شرارتوں کو بھسم کر کے رکھ دے گی۔

غیر کیا جانے کہ غیرت اُسکی کیا دکھلائیگی
خود بتائیگا انہیں وہ یار بتلانے کے دن

(وما علینا الا البلاغ)

سیّد افضل بشیر کی تعزیت

مسلم ہائی سکول نمبر ۱ کے اساتذہ اور طلباء کا یہ اجتماع سیّد افضل بشیر حسین صاحب پسر کرنل سیّد بشیر حسین انسپکٹر جنرل پونس کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبرِ جمیل کی توفیق کا بارگاہ الٰہی سے ملتجی ہے۔

اس اچانک حادثہ پر عزیز مرحوم کے غم میں شرکت کے لئے آج کے لئے سکول بند کیا گیا۔

نیز یہ فیصلہ کیا گیا کہ مذکورہ بالا ریزولیوشن کی ایک کاپی اخبار پیغام صلح کو ایک کاپی عزیز مرحوم کے لواحقین کی خدمت میں ارسال کی جائے۔

مرزا خلیل الرحمٰن
سیکنڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور

نوٹ:-

مسلم ہائی سکول نمبر ۲ بھی اس اندوہناک خبر کے موصول ہونے پر بند کر دیا گیا۔

(اخبار و افکار بقیہ از ص ۴)

بغیر ڈرائے دھمکائے ایمان لے آئے لیکن اس کو کیا کہا جائے کہ اس نے بار بار قرآن کریم میں عذاب اور وعید کی خبروں سے کفار کو ڈرایا بھی اور دھمکایا بھی اور اس کا ہمیشہ سے یہ طریق چلا آ رہا ہے کہ جب دنیا شوخی و شرارت میں بڑھ جاتی ہے تو عذاب ہی کے ذریعے ڈرا دھمکا کر انہیں اپنے دروازہ پر جھکاتا ہے کیا زمیندار کا مراسلہ نگار اس سنتِ الٰہیہ سے انکار

اخبارِ احمدیہ

— چوہدری غلام باری صاحب انکم ٹیکس آفیسر ملتان سے بعہدہ اسسٹنٹ کمشنر ترقی یاب ہو کر راولپنڈی تبدیل ہو گئے ہیں اس ترقی کی خوشی میں انہوں نے مبلغ دس روپیہ یتامیٰ فنڈ میں انجمن کی نذر کئے ہیں، جزاہ اللہ خیرا چوہدری صاحب ممدوح ہماری جماعت کے ایک سرگرم ممبر ہیں، جہاں گئے قرآن کریم کا درس شروع کرا دیا جس میں تمام سرکاری عہدیدار شریک ہوتے رہے۔ لائلپور اور ملتان میں آپ کی وجہ سے جماعت کو بڑی تقویت ملی۔

— سیالکوٹ سے ایک دوست اطلاع دیتے ہیں کہ پچھلے دنوں گرمیوں کی چھٹیوں میں ماسٹر عبدالحفیظ صاحب بٹ بدوملی سے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان ایام میں انہوں نے جماعت میں حقِ تبلیغ ادا کیا اور شہر میں نمازِ جمعہ اور خطبہ کے فرائض بھی احسن طور پر بجا لاتے رہے چودھری محمد سعید صاحب بھٹہ ان دنوں چھاؤنی میں جمعہ کی نماز پڑھاتے رہے۔ اس سے دونوں جماعتوں میں حرکت پیدا ہو گئی۔ جزاہما اللہ۔

— موضع شادیاں سے ماسٹر عبدالاعلیٰ صاحب درخواست کرتے ہیں کہ ان کی صحت کے لئے دعا فرمائی جائے۔

— خلیل الرحمٰن صاحب کارکن انجمن اپنی اہلیہ صاحبہ کے لئے جو ایک سال سے بیمار ہیں دعائے صحت کے خواستگار ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

مومن کو خداداد مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیئے

وعن عمرو بن میمون الاودی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل وھو یعظہ اغتنم خمسًا قبل خمسٍ شبابك قبل ھرمك وصحتك قبل سقمك وغناك قبل فقرك وفراغك قبل شغلك وحیاتك قبل موتك۔

رواہ الترمذی مرسلًا۔ مشکوٰۃ کتاب الاداب۔

ترجمہ:- عمرو بن میمون اودیؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دوران نصیحت میں فرمایا۔ پانچ چیزوں کو پانچ عوارض کے پہلے غنیمت جانو (اور ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کرو) (۱) جوانی کو پہلے بڑھاپے کے (۲) صحت کو پہلے بیماری کے (۳) توانگری کو پہلے ناداری و افلاس کے (۴) فراغت کو پہلے مشغول ہونے اور مبتلا ہونے کے (کیونکہ اکثر آدمی جب کاروباری دھندوں میں پھنس جاتے ہیں تو آخرت کی فکر بھول جاتے ہیں۔ ہاں ایسے لوگ بھی ہیں رجالٌ لا تلھیھم تجارۃٌ ولا بیعٌ عن ذکر اللہ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں کاروباری معاملات میں بھی خدا نہیں بھولتا دست بکار دل بیار) (۵) ایام زندگی کو پہلے موت کے (کیونکہ اس مختصر سی زندگی میں اگر ہم فکر آخرت کریں تو حیات ابدی کے لئے بہت سا سامان جمع کر سکتے ہیں)

ذکر الٰہی کے بغیر دنیا و مافیہا کی تباہی

وعن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا ان الدنیا ملعونۃٌ ملعونٌ ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالمٌ او متعلمٌ رواہ الترمذی وابن ماجہ

مشکوٰۃ کتاب الادب

ترجمہ:- ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو دنیا درگاہ رحمت سے راندی گئی (جس دنیا میں خوف الٰہی مفقود ہو) اور وہ تمام چیزیں جو اس میں ہیں راندۂ درگاہ رحمت ہیں (کیونکہ ایسی چیزیں مخلوق خدا کی تباہی کیلئے استعمال ہوتی ہیں) ہاں ذکر الٰہی سے اور ایسی چیز (اعمال حسنہ) سے جسے وہ (اللہ تبارک تعالیٰ) دوست رکھتا ہے اور عالم (ربانی) کے وجود سے اور ان متعلمین کی وجہ سے (جو اس عالم ربانی یا امام العصر کے چشمہ صافی سے فیض حاصل کرتے ہیں) دنیا و مافیہا ہمہ رحمت بن جاتے ہیں۔

تعمیر سیرت حسنہ کے اصول

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یاخذ عنی ھؤلاء الکلمات فیعمل بھن او یعلم من یعمل بھن قلت انا یا رسول اللہ فاخذ بیدی فعد خمسًا فقال اتق المحارم تکن اعبد الناس وارض بما قسم اللہ لك تکن اغنی الناس واحسن الی جارك تکن مؤمنًا واحب للناس ما تحب لنفسك تکن مسلمًا ولا تکثر الضحك فان کثرۃ الضحك تمیت القلب رواہ احمد والترمذی۔

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:- ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون شخص مجھ سے یہ احکام سنے اور ان پر عمل کرے گا یا (سن کر) سکھلائیگا ایسے شخص کو کہ وہ ان پر عمل پیرا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں سیکھتا ہوں اور ان پر عمل کروں گا پس حضورؐ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور پانچ چیزیں گنیں (۱) پس فرمایا ان چیزوں سے بچو جو تیرے لئے حرام کی گئیں ہیں (ایسی صورت میں) تو عابد ترین ہو جائے گا (یعنی تم میں عبودیت کے آثار نمایاں ہو جائیں گے) (۲) پھر فرمایا اس پر راضی رہو جو قسام ازل نے تیرے لئے مقرر کر چھوڑا ہے (ایسی صورت میں) تو لوگوں سے بے نیاز ہو جائے گا (اللہ تعالےٰ تمہیں اس قدر نوازے گا کہ تو کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ گورنری کے عہدہ پر بھی فائز ہوئے) (۳) اپنے ہمسایہ پر احسان کر کہ تو مومن کامل بن جائے گا (۴) اور لوگوں کے لئے وہ بات پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے کہ تو مسلمان کامل ہو جائیگا (سلامتی کا مجسّم پیغام بن جائیگا) (۵) اور کثرت سے نہ ہنس اس لئے کہ کثرت سے ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے (ایسے دل میں خوف خدا اور محبت الٰہی کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی)

انسانی روح کی تکمیل و تربیت چاہتی ہے کہ اس پر مختلف قسم کے ابتلا آئیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

سیر کو جاتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے ذیل کی تقریر فرمائی :- اللہ تعالےٰ چاہتا تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا۔ لیکن بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں کہ انسان پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہم و غم کی بھی حالت ہے ان اختلاف حالات اور تغیر و تبدل اوقات سے ہم اللہ تعالےٰ کی عجیب و غریب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو دنیا میں ہم و غم نہیں پہنچتا اور جو اس وجہ سے اپنے آپ کو بڑے ہی خوش قسمت خوشحال سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مدارس میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک تمام لڑکے ورزش بھی کیا کریں۔ اس ورزش اور قواعد سے جو بچوں کو سکھائی جاتی ہے سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ مدعا و منشا تو ہوتیں سکتا کہ انہیں کسی لڑائی کے لئے تیار کیا جائے اور نہ یہ کہ ان کا وقت ضائع کیا جائے۔ بلکہ اس کا اصل مدعا و منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ اعضا جو حرکت کو چاہتے ہیں اگر انہیں بالکل بیکار چھوڑا جائے تو ان کی تمام طاقتیں، اور نشو و نما زائل اور ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسے

(باقی بر صفحہ ۹ کالم نمبر ۳-۴)

---

(۱) ایں چنیں کس چو رونہد بجہاں ❊ بر جہاں عظمتش کنند عیاں
(۲) چوں بیاید بہار باز آید ❊ موسم لالہ زار باز آید
(۳) وقت دیدار یار باز آید ❊ بیدلاں را قرار باز آید
(۴) ماہروئے نگار باز آید ❊ خور بہ نصف النہار باز آید

ترجمہ:- (۱) ایسا شخص (درسگاہ نبوّی کا فیض یافتہ) جب دنیا میں نمودار ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دنیا میں (اپنے وجود باجود سے) نمایاں کر دیتا ہے۔

(۲) جب وہ آتا ہے تو (اس خزاں زدہ دنیا میں) پھر باد بہاری چلنے لگتی ہے جس سے گل و گلزار میں رنگینی آجاتی ہے۔

(۳) ہاں یہی وہ وقت ہے جس میں دیدار یار کا پھر موقعہ نکل آتا ہے اور رنجور دل بھی اطمینان حاصل کر لیتے ہیں۔ (کیونکہ)

(۴) وہ (اللہ تبارک و تعالےٰ) بہ حسن و احسان پھر دنیا پر رجوع برحمت فرماتا ہے (اور اس کی رحمت سے اس تاریک و تار دنیا پر) آفتاب ہدایت (خلیفۂ رسولؐ) اپنی کامل روشنی میں ظاہر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی امام مسجد ووکنگ کی ایک تقریر

اس تقریر کے بعض اقتباسات بذریعہ ڈاک ہمیں موصول ہوئے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔
مدیر

کاکس میں ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی امام مسجد ووکنگ نے مارل ری آرمامنٹ ورلڈ اسمبلی یعنی اخلاقی قوت کو دوبارہ زندہ کرنے والی تحریک، کو خطاب کرتے ہوئے . . . فرمایا، کہ

ابتدا میں جن دنوں میں پاکستان کے ایک کالج میں پروفیسر تھا۔ میں ایک بہت بڑی شخصیت سے ملا میرا مطلب حضرت مولانا محمد علی صاحب سے ہے جنہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ اور جن کے ایک صاحبزادے بھی کچھ عرصہ سے حصول علم کے لئے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اس ملاقات کے بعد میں نے مذہبی علوم کو حاصل کرنا شروع کیا۔ اور بعد ازاں کالج کی ملازمت کو چھوڑ کر میں نے دین اور انسانیت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اسکے بعد سنہ ۱۹۲۸ء میں مجھے تبلیغی سلسلہ میں جرمن بھیج دیا گیا جہاں میں نے قریباً ۱۱ سال کام کیا۔ وہاں میں نے پہلی بار مارل ری آرمامنٹ کی تحریک کا جسے بعد میں آکسفورڈ گروپ کا نام دے دیا گیا۔ . . . مطالعہ کیا۔ اور اسے بہت سی باتوں میں اپنے ہمخیال پایا۔

سنہ ۱۹۴۶ء میں جب میں ووکنگ مسجد کا امام بن کر انگلینڈ آیا تو مجھے اس تحریک مارل ری آرمامنٹ سے مزید واسطہ پڑا اور یہ معلوم کر کے کہ اس کی بنیاد عین اسلامی اصولوں پر ہے میں اس تحریک کے زیادہ قریب ہوتا چلا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا ہمارے مذہب کی بنیاد خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے پر ہے۔ ایسا خدا نہیں جو صرف مغرب یا مشرق کا رب ہو بلکہ ایسے خدا پر جو تمام کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر شخص اس خدائے برتر سے ہمکلام ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ پہلے اپنے قلب کو پاک اور صاف کر لے۔ اس ضمن میں سب سے ضروری امر یہ ہے کہ سب اپنے قلب کو تمام قسم کے بتوں سے پاک کرنے قومی اور نسلی امتیازات یہ بھی بت ہیں جو اس تمام کائنات کے رب سے تعلق پیدا کرنے میں روک ہیں، اور دوسرے یہ کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے امور کو اپنے زاویہ نگاہ سے نہ پرکھے بلکہ وہ اس نظریہ سے دیکھے کہ اسے کیا ہمیں الہٰی ارشاد کیا ہے۔ اور وہ اس سے کیا تقاضا کرتا ہے۔ یہ وہ دو امور ہیں کہ اس سے ہم اپنے قلوب کو پاک کر سکتے اور خدا کے کلام سے محظوظ ہو سکتے ہیں۔

دیگر تقادیر کے تاثرات بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ باہمی نسلوں کے امتیازات کو دور کرنے کا جو یہ حل بیان کیا گیا ہے۔ کہ پہلے ہم اپنے خیالات و قلوب میں اور نظریہ حیات میں ایک انقلاب پیدا کریں۔ تو اسکی بنیاد بھی ایک اسلامی اصل پر ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :۔

"اللہ تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ انفرادی طور پر خود اپنی حالتوں میں ایک تغیر پیدا نہ کریں"

آج موجودہ زمانہ میں سب سے بڑی ضرورت اسی امر کی ہے کہ ہم پہلے اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کریں۔ تا ہم بعد میں دنیا کی الجھنوں کو سلجھا سکیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم دوسروں میں تو عیب جوئی کرتے ہیں لیکن اپنی کمزوریوں کا جائزہ نہیں لیتے۔ صاحب موصوف نے فرمایا کہ جب میں پہلی بار اس سوسائٹی سے ملا تو میں نے وہی کچھ سنا جو آج سے ایک عرصہ پیشتر سیدنا حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا تھا۔ یعنی یہ کہ دوسروں کے عیب نکالنے سے پیشتر ہمیں عزم کر لینا چاہیئے کہ ہم اپنے عیوب کو دیکھیں اور انہیں دور کرنے کی کوشش کریں اسی سے ہی ہم اپنے اندر حقیقی انقلاب پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ آپ نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو مزکی مت خیال کرو یہ اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔

اپنے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ سب سے اہم چیز جو میں نے یہاں کاکس میں دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ مذہبی نسلی اور چھوٹے اور بڑے کے اختلافات کے باوجود سب کے سب لوگ یہاں ایک دوسرے کو بھائی بھائی خیال کرتے ہیں۔ یہاں اگر ایک چھوٹے سے حصہ میں یہ رنگ پیدا ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تمام دنیا میں یہ رنگ پیدا نہ کیا جا سکے اس کا ایک نظارہ وسیع پیمانہ پر . . . ہر سال مکہ میں دیکھا جاتا ہے کہ کس طرح دنیا بھر کے خطوں کے لوگ گورے اور کالے امیر و غریب وہاں باہم ملتے ہیں۔

آخر میں تقریر کو ختم کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ دنیا بھر کے تمام مسلمان اس نظریہ میں تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاکیزہ ارشادات

(بقیہ از صفحہ ۸)

ورزش کے ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہے ورزش کرنے سے گو بظاہر اعضاء کو تکلیف اور تکان ہوتی ہے لیکن آخرکار وہی انکی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح پر فطرت انسانی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے تاکہ اس کے جملہ قویٰ کی تکمیل ہو جائے۔ اسی وجہ سے یہ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہوتا ہے جبکہ وہ انسان کو بعض وقت ابتلاء میں ڈال دیتا ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی رضا بالقضاء اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ پر یقین نہیں ہوتا ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا سی تکلیف پہنچنے پر وہ گھبرا جاتے ہیں اور خودکشی کرنے میں ہی آرام دیکھتے ہیں۔ لیکن انسانی روح کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے۔ کہ اس پر مختلف قسم کے ابتلا آئیں تاکہ اس کا اللہ تعالےٰ پر یقین بڑھے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ تاہم جن لوگوں کو اپنی عمر میں کسی قسم کی تکلیف اور ابتلا کا سامنا نہیں پڑتا ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ بالکل دنیا اور اس کی خواہشات میں منہمک ہوتے ہیں۔ اور ان کا سر کبھی اوپر کی طرف نہیں اٹھتا اور خدا تعالےٰ کا کبھی بھول کر بھی انہیں خیال نہیں آتا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انسانیت کی اعلےٰ درجے کی خوبیوں کو ضائع کر دیتے اور اس کی بجائے ادنیٰ سی باتیں حاصل کر لیتے ہیں۔ کیونکہ مصائب کے اندر ایمان اور ایقان کی ترقی ان کے لئے وہ راحت اور اطمینان کے سامان پیدا کرتی جو دنیا کے اموال و لذات میں کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ دنیا دار لوگ بچوں کی طرح آگ کے انگارہ پر خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں ہوتے۔ لیکن جو لوگ ابتلاؤں کی حالت میں استقامت سے کام لیتے ہیں انہیں اللہ تعالےٰ اپنے خاص فضل سے ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی ابتلا نہیں آیا وہ ایک وجہ سے بدقسمت ہیں کیونکہ وہ ناز و نعمت کی زندگی بسر کر کے خدا سے غافل اور بہائم کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی زبان ہوتی ہے لیکن اس سے حق نہیں بول سکتے اور ان کی زبان پر خدا کی حمد و ثنا کبھی جاری نہیں ہوتی۔ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے اور ذائقہ چکھنے کے لئے ہوتی ہے۔ انہیں آنکھیں ہوتی ہیں لیکن نظارۂ قدرت دیکھنے کے لئے نہیں بلکہ بدکاری کے لئے۔ پھر ایسے لوگوں کو خوشی اور راحت کیسے میسر آ سکتی ہے۔ کسی شخص کو ہم و غم میں مبتلا دیکھ کر یہ مت سمجھو کہ وہ بدقسمت ہے۔ نہیں بلکہ اگر وہ اس ہم و غم میں خدا کو نہ بھولے تو وہ اس سے پیار کرتا ہے اور اس پر بڑی بڑی رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح پر کسی بیمار اعضاء پر مرہم لگانے سے پیشتر اس کا چیرنا اور عمل جراحی کرنا ضروری ہوتا ہے اسی طرح پر خدا کی برکات کے نزول سے پہلے اس کی راہ میں ہم و غم آنا ضروری ہوتا ہے۔ غرض یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ دنیا کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور اس میں ترقی کرنے کے لئے کس قدر بلیات اور آفات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ابتلا کی حالت میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں سے پہچانا جاتا ہے دنیا میں جس قدر مختلف مذاہب ہیں۔ ان میں سے سوائے اسلام کے کسی ایک نے بھی ایسا خدا نہیں منوایا جو دعاؤں کو سنتا اور ان کا جواب دیتا ہو۔

اسلام غیروں کی نظر میں

(۱) امریکہ مشہور عالم ڈریپر کا قول ہے:۔

"دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی جلدی اور اس قدر وسعت سے نہیں پھیلا، جتنا کہ مذہب اسلام تھوڑے عرصہ میں کوہ الٹائی سے لیکر بحر الکاہل تک اور ایشیا کے مرکز سے افریقہ کے مغربی کناروں تک جا پہنچا۔"

(۲) سر ولیم میور (لائف آف محمد کا مصنف) جو اسلام کی مخالفت میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ ایک جگہ مندرجہ ذیل الفاظ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے:۔

"اسلام نے ہمیشہ کے واسطے تو ہمات باطلہ کو جن کی تاریکی مدتوں سے چھا رہی تھی کالعدم کر دیا۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ۔۔۔ درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں پایا نہیں جاتا۔"

(۳) چیمبرز ان سائیکلو پیڈیا میں ایک آرٹیکل لکھنے والا لکھتا ہے کہ:۔

"یورپ میں علوم فنون کی ترقی کا اصل سبب اسلام ہی ہوا ہے۔"

(۴) ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی لکھتا ہے کہ:۔

"جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور اس کی کامیابی کے اسباب کو ابھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہو گا کہ اشاعت مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا۔ کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذاہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اقوام عیسوی نے اپنے فاتحوں کے دین کو قبول کر لیا اور بالآخر ان کی زبان کو بھی اختیار کیا تو یہ محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اپنے جدید حاکموں کو ان قدیم حاکموں سے جن کی حکومت میں اس وقت تھے بہت زیادہ منکر پایا۔ ان کے مذہب کو اپنے مذہب سے بہت زیادہ سچا اور سادہ پایا۔ یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزور شمشیر نہیں پھیل سکتا۔ جس وقت عیسویوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کر لیا اس وقت اس مفتوح قوم نے جان دینا قبول کیا لیکن مذہب کی تبدیلی قبول نہیں کی۔ فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر پھیلایا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شائع کیا گیا ہے اور یہی ترغیب تھی جس نے اقوام ترک و مغل کو بھی جنہوں نے آگے چل کر عربوں کو مغلوب کیا دین اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چین میں بھی اسلام کی اشاعت کچھ کم نہیں۔" (تمدن عرب)

(۵) رابرٹس اپنی تاریخ چارلس پنجم میں لکھتا ہے:۔

"وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعت مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی۔ ایک طرف تو وہ اپنے پیغمبر کے دین کو پھیلاتے تھے دوسری طرف ان اشخاص کو جو اسے قبول نہیں کرتے تھے اپنے اصلی ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے۔"

(۶) میشو رہبان اپنی کتاب سفر مشرق میں لکھتا ہے کہ:۔

"عیسائیوں کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے کہ مذہبی رواداری جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانون مروت ہے عیسائیوں کو مسلمانوں نے سکھایا یہ بھی ایک ثواب کا کام ہے کہ انسان دوسرے کے مذہب کی عزت کرے اور کسی مذہب کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے۔"

(۷) تاریخ جنگ صلیبی میں مذکورہ مصنف میشو لکھتا ہے:۔

"جس وقت حضرت عمر رضی بیت المقدس کو فتح کیا تو انہوں نے عیسائیوں کو مطلق نہیں ستایا برخلاف اس کے جب صلیبیوں نے اس شہر مقدس کو لیا تو انہوں نے بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا۔"

(۸) فتح بیت المقدس کے متعلق ڈاکٹر گستاولی بان لکھتا ہے کہ:۔

"بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمر رضی کے اخلاق ہم پر ثابت کرتے ہیں کہ ملک گیران اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک ان مدارات کے مقابلہ میں جو صلیبیوں نے اسی شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کیا نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عمر اس شہر میں بہت تھوڑے اشخاص کے ساتھ داخل ہوئے تھے۔ اور آپ نے سفر ونیس میں بطریق سے درخواست کی تھی کہ مقامات مقدسہ کی زیارت میں آپ کے ہمراہ چلے۔ اسی وقت حضرت عمر رضی نے منادی کرا دی کہ میں ذمہ دار ہوں کہ باشندگان شہر کے مال اور ان کی عبادت گاہوں کی عزت کی جائے گی۔ اور مسلمان عیسائی گرجوں میں نماز پڑھنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ جو سلوک عمرو بن عاص رضی نے مصریوں کے ساتھ کیا۔ وہ اس سے کم نہ تھا۔ باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ انہیں پوری مذہبی آزادی، پورا انصاف بلا رو رعایت جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے۔ عمال اسلام اپنے عہد پر اس درجہ مستحکم رہے اور انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جو ہر روز شہنشاہ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ہاتھ سے انواع اقسام کے مظالم سہا کرتے تھے۔ اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا۔ کہ سارے ملک نے بکشادہ پیشانی دین اسلام اور عربی زبان کو قبول کر لیا میں بار بار کہوں گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزور شمشیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔"

(۹) مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ میں ایک مسیحی نے لکھا تھا:۔

"ہم عیسائیت اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہیں تو ایک نمایاں فرق یہ نظر آتا ہے کہ عیسائی مذہب کے راستہ میں جب علوم و فنون آگئے تو اس نے نہایت بے دردی سے ان کو پامال کیا۔ لیکن اسلام نے خود علوم و فنون کی بنیادیں قائم کیں۔ اور عیسائیت اور مجوسیت نے جن شائقین علوم کو شوق علم کے جرم میں جلاوطن کیا۔ اسلام نے ان کو اپنے دامن میں پناہ دی۔ جس طرح عیسائیت علم اور تمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی۔ اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

(۱۰) بیروت کے ایک مسیحی اخبار الوطن میں ایک مسیحی نامہ نگار نے آنحضرت صلعم کے متعلق ایک مضمون لکھا اس میں وہ لکھتا ہے کہ:۔

"پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کی قوم کے پھیلنے اور باقی رہنے کے تمام سامان فراہم کر دیئے۔ کیونکہ مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کریں گے تو وہ اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اس میں پائیں گے۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان پر سوائے تقوی کے اور کسی چیز کے سبب ترجیح نہیں دی گئی مسلمان اپنے خلیفہ کا خود انتخاب کرتے تھے غیر مسلم ذمیوں کے لئے اسلامی ممالک میں تسکین و راحت کے ساتھ رہنا آسان کر دیا کیونکہ حکم دیا کہ تمام مخلوق خدا کی اولاد ہے اور سب سے پسندیدہ خدا کے نزدیک وہ ہے جو اس کی اولاد کو فائدہ پہنچائے انہوں نے عورت کے مرتبہ کو بلند کر دیا۔ بیت المال کے لئے قواعد مرتب کئے اور حکمت و دانائی کو مسلمانوں کا گمشدہ مال قرار دیا اور اس کے حاصل کرنے کی تاکید کی۔"

(۱۱) جون ڈیون پورٹ صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت (صلعم) نے ہرگز اس قدر خونریزی نہیں کی جس قدر موسے علیہ السلام نے بت پرستی کی بیخ کنی کے لئے کی تھی۔"

(۱۲) مشہور مورخ ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ:۔

"قدرت کے قانون میں ہر شخص اسلحہ کے ذریعہ اپنی ذات و ملکیت کی حفاظت کا حق رکھتا ہے وہ اپنے دشمنوں کو دفع کر سکتا ہے یا ان سے زیادتی کا بدلہ لے سکتا ہے اور اپنے انتقام و معاوضہ کو ایک مناسب حد تک وسیع کر سکتا ہے۔ محمد (صلعم) صاحب کو ان کے ہموطنوں کی ناانصافی نے اس وقت محروم و جلاوطن کیا جبکہ وہ اپنے خیر اندیش مذہب اور صلح آمیز رسالت پر عامل تھے۔"

(۱۳) مسٹر طامس کارلائل اپنی کتاب "لیکچرز آن ہیروز" میں لکھتا ہے کہ:۔

اسلام کا آنا عرب کی قوم کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب پہلے ہی پہل اس کے ذریعہ زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہبانوں کی غریب قوم تھی اور جب سے دنیا بنی تھی عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتی تھی اور کسی شخص کو ان کا کوئی خیال بھی نہ تھا۔ اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ اعتماد کرتے تھے بھیجا گیا۔ اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی اور چھوٹی چیز بڑی بن گئی۔ اس کے بعد ایک صدی کے اندر ایک جانب غرناطہ اور ایک طرف دہلی ہو گئی ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو چھپا ہوا ریگستان تھا۔ مگر دیکھو اس نے زور شور سے اڑ جانے والی بارود کی طرح نیلے آسمان تک اٹھتے ہوئے شعلوں کے ذریعہ دہلی سے تا بہ غرناطہ روشن کر دیا۔"

(۱۴) جی۔ ایم راڈویل لکھتا ہے کہ:۔

"دلیلوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت (صلعم) کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ لوگوں کو جہالت اور بت پرستی سے چھڑائیں اور یہ کہ ان کی زیادہ سے زیادہ خواہش یہ تھی کہ امر حق یعنے توحید الٰہی کا جوش جو ان کی روح پر غایت درجہ مستولی ہو رہا تھا اس کا خوب اشتہار و اظہار کریں۔ ان کی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون کی نسبت ان لوگوں کا تصور کرنا چاہیئے۔ جن کے اخلاق اور ایمان کو ابنائے جنس کے تمام امور دنیوی پر کامل اختیار حاصل ہے۔ قرآن میں ایک نہایت گہری حقانیت ہے جو ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے کے قوی

اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں"

(۱۵) جرمن مستشرق عمانویل ڈیوشس لکھتا ہے:۔

" اسی قرآن کی مدد سے تمام سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہنچے۔ ان عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا۔ اور مغرب و مشرق کو فلسفہ، طب اور علم ہیئت کی تعلیم دی۔ اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انھوں نے حصہ لیا۔ ہم ہمیشہ اس روز کا ماتم کریں گے جس روز غرناطہ عربوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔"

(۱۶) ڈاکٹر سیموئیل جانسن لکھتا ہے کہ:۔

" قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے۔"

(۱۷) ڈاکٹر لڈولف کریہل جس نے ۱۸۸۴ء میں آنحضرت صلعم کے حالات شائع کئے تھے لکھتا ہے کہ:۔

قرآن میں عقائد، اخلاق اور ان کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں، عدالت، حربی انتظامات مالیات اور نہایت محتاط قانون غربا وغیرہ کی بنیاد خدائے واحد کے یقین پر رکھی گئی ہیں۔"

(۱۸) ریورنڈ ڈبلیو اسٹیفن لکھتا ہے کہ:۔

" آنحضرتؐ نے بت پرستی کے ایک منتشر انبار کے عوض میں ایک خالص توحید کا عقیدہ قائم کیا آپؐ نے لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا اور ان کی تمدنی حالت کو ترقی دی۔ اور ایک سنجیدہ اور معقول طریق عبادت جاری کیا۔ آخر کار آپؐ نے اس ذریعہ سے بہت سے وحشی اور آزاد قبیلوں کو جو محض ذرّوں کی طرح ادھر ادھر اُڑتے پھرتے تھے باہم ملا کر ایک ٹھوس ملکی جماعت کی شکل میں منتقل کر دیا۔ آپؐ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے تھے جہاں ملکی نظام معقول اعتقادات اور خالص اخلاق سے لوگ ناواقف تھے۔ آپؐ نے ان تینوں باتوں کو وہاں رواج دیا۔ ملکی حالت۔ مذہبی اعتقاد اور اخلاقی حالت کی اصلاح کر دی۔ بہت سے آزاد قبیلوں کی جگہ آپؐ نے ایک قوم چھوڑی۔ بہت سے معبودوں اور بہت سے معبودوں کے باطل عقیدوں کی جگہ آپؐ نے ایک قادر مطلق مگر رحمٰن و رحیم خدا کا معقول عقیدہ قائم کیا۔ لوگوں کو تعلیم دی کہ وہ اس خیال کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ وہ وجود مطلق ہر دم ہمارا محافظ و نگہبان ہے۔ اسی کو نیکیوں کا جزا دینے والا سمجھیں اور اسی کو بدوں کو سزا دینے والا سمجھ کر اس سے ڈریں۔"

(۱۹) ڈاکٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام اسی موضوع پر لکھی گئی ہے کہ:۔

" اسلام کی اشاعت بزور شمشیر نہیں بلکہ صلح و آشتی کے ساتھ ہوئی ہے جو قابل مطالعہ ہے اور اس کا اردو ترجمہ دعوت اسلام کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔"

(۲۰) موسیو لیبلی جنہوں نے ایک بے نظیر کتاب مشرق پر لکھی ہے اور جو ایک نہایت محقق اور مذہبی مصنف ہیں ان کا قول ڈاکٹر گستاؤلی بان نے اپنی کتاب تمدن عرب میں اس طرح نقل کیا ہے:۔

" مسلمان ان انتظامات میں جو اقوام مزدوری پیشہ کی فلاح کے متعلق ہیں۔ اس وقت ان سخت غلطیوں سے بچے ہوئے ہیں جو مغرب میں واقع ہوتی ہیں۔ ان میں اب تک وہ عمدہ نظامات کامل طور سے باقی ہیں جن کے ذریعہ سے انہوں نے امیر و غریب و غلام و مالک میں صلح قائم رکھی ہے اس قدر کہنا کافی ہے کہ وہ قوم جس کو تعلیم دینے کا دعوے یورپ کر رہا ہے فی الواقع وہ قوم ہے جس سے خود اسے سبق لینا چاہیئے۔"

(۲۱) پروفیسر ایڈ ورڈ مونٹ پروفیسر السنہ مشرقیہ جنیوا یونیورسٹی کہتے ہیں کہ:۔

" آنحضرت صلعم کو اصلاحِ اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو کامیابی ہوئی اس کے اعتبار سے آپ کو انسانیت کا محسنِ اعظم یقین کرنا پڑتا ہے۔"

(مسلسل)

ٹھیٹھ ہندو تہذیب

نمک، شکر، دودھ، مکھن، شہد اور پانی زہر ہیں

جناب ٹنڈن کے ارشادات

نئی دہلی۔ ۱۶۔ اکتوبر۔ آل انڈیا نیچر کیور کانفرنس کی رسم افتتاح ادا کرتے ہوئے کانگریس کے صدر مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن نے اس کا انکشاف کیا کہ بیماریوں کے علاج کے موجودہ طریقے غیر سائنٹیفک ہیں۔

دوائیاں استعمال نہ کرو

آپ نے کہا گذشتہ ایک سو سال میں ایسی ادویات کثیر تعداد میں بنائی گئیں جو مضرت رساں ثابت ہوئیں۔ ٹیکہ اندازی اور چیچک کا ٹیکہ دونوں خطرناک ہیں جن لوگوں کو ایام طفلی میں ایسی ادویات دی گئیں وہ عمر بھر صحت مند نہیں رہے۔

مسٹر ٹنڈن نے یہ بھی مشورہ دیا کہ اگر علاج کے لئے ادویات سرے سے ہی استعمال نہ کئے جائیں تو اچھا ہے جو لوگ دوائیاں استعمال نہیں کرتے وہ مقابلتاً صحت مند رہتے ہیں۔

حیوانوں کی طرح کچی غذا کھاؤ

آپ نے اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ کچی غذا پر برسوں گذارہ کرتے رہے۔" بھلا پکا ہوا کھانا انسان کے لئے کیسے مفید ہو سکتا ہے؟ فطرت بھی پکے ہوئے کھانوں کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔" آخر میں کانگریس کے صدر نے مشورہ دیتے ہوئے کہا:۔

نمک — مضر صحت

نمک استعمال مت کیجئے۔ یہ میرا تجربہ ہے کہ نمک صحت کے لئے مضر ہے۔ جن لوگوں کو خون کے دباؤ کی شکایت تھی جب انہوں نے نمک کا استعمال ترک کر دیا وہ صحت مند ہو گئے۔

شکر — سفید زہر

شکر استعمال مت کیجئے۔ یہ مضرت رساں ہے۔ گاندھی جی اسے سفید زہر کہتے تھے۔ اس کی تیاری میں تمام قدرتی نمک ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس کی بجائے کھجوری شکر یا گڑ بہتر ہے۔

دودھ، مکھن، گھی اور شہد انسانوں کیلئے نہیں

دودھ۔ مکھن، گھی اور شہد کے بغیر گذارہ کیجئے۔ یہ سب مرتکز اغذیہ ہیں۔ دودھ انسانی نظام جسمانی کے لئے غیر ضروری ہے۔ "یہ میری غذا نہیں۔ خدا نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ شہد تو صرف مکھیوں ہی کے لئے ہے جو اسے جمع کرتی ہیں۔

پانی ترک کرو

مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن نے اس کا انکشاف کیا کہ آپ ۱۹۲۱ء میں چھ ماہ پانی کے بغیر رہے ہیں۔ آپ نے کہا "اگر کوئی شخص نمک ترک کر دے تو پھر وہ پانی کا استعمال بھی ترک کر سکتا ہے۔

اشتہار مشعر حکم حاضری مدعا علیہ

(زیر آرڈر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خاں ایم۔ ایس سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ

نمبر مقدمہ ۱۶۰ دیوانی بابت سال ۱۹۵۰ء۔

مسٹر ٹی اے چنائی بذریعہ مسٹر کے۔ اے مارکر۔ مدعی

بنام

سردار انباشی سنگھ پروپرائٹر نشاط میڈیکل ہال جناح روڈ کوئٹہ حال وارد ہندوستان۔ مدعا علیہ

دعویٰ مبلغ ۔/۶۹۴ روپے

بنام

سردار انباشی سنگھ پروپرائٹر نشاط میڈیکل ہال جناح روڈ کوئٹہ

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ سردار انباشی سنگھ بطرف ہندوستان چلا گیا ہے اور اس کا موجودہ پتہ معلوم نہیں جس پر حسب معمول تعمیل سمنات کی جا سکے۔ لہذا اشتہار ہذا بنام سردار انباشی سنگھ مذکور جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر بتاریخ ۲۴ ماہ اکتوبر ۱۹۵۰ء حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اسکی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۶/۹/۵۰

کو بہ ثبت دستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا

مہر عدالت　　دستخط۔ حاکم

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

کراچی۔ ۱۳ اکتوبر۔ معلوم ہوا ہے کہ وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خان نے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی پیش کردہ رپورٹ کی بعض دفعات کے بارے میں مشرقی بنگال کے ارکان پارلیمنٹ کو مطمئن کرنے کی غرض سے ایک فارمولا تیار کر لیا ہے۔ اور اب یہ توقع ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی ۱۶ نومبر کو آئین کے بنیادی اصولوں سے متعلق رپورٹ منظور کر لیگی۔

آج جمعیتہ الفلاح کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے گورنر جنرل پاکستان الحاج خواجہ ناظم الدین نے اعلان کیا کہ پاکستان کا آئین تیار ہونے پر قرار داد مقاصد پر یقیناً عمل ہوگا اور پاکستان ایک صحیح اسلامی سلطنت بن جائیگی۔

پشاور۔ ۱۳ اکتوبر۔ حکومت سرحد نے اعلان کیا ہی کہ صوبہ میں جاگیرداریوں کے خاتمہ کے ساتھ ہی صوبہ سرحد میں نواب آف امب کی جاگیر بھی ختم کر دی گئی ہے۔ یہ جاگیر نواب صاحب کو مرکزی حکومت سے ملی تھی۔

کراچی۔ ۱۳ اکتوبر۔ آج ۹۔ ارکان پر مشتمل اسپین کا ایک تجارتی وفد بذریعہ طیارہ ہندوستان سے کراچی پہنچ گیا۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان برطانیہ سے بڑی مقدار میں چینی خرید رہی ہے۔ برطانیہ کے علاوہ دوسرے ملکوں سے بھی چینی خریدی جا رہی ہے۔ چینی کے دو جہاز کراچی پہنچ گئے ہیں۔ توقع ہے کہ چند دنوں تک مزید جہاز کراچی پہنچ جائیں گے۔

کراچی۔ مرکزی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ پنجاب اسمبلی کے آئندہ انتخابات میں شامل ہونے والے مسلم لیگی امیدواروں کا انتخاب خود کرے گا۔ بورڈ کا یہ اجلاس مسٹر لیاقت علی خان کی کوٹھی میں انہی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔

۱۵ اکتوبر۔ میران شاہ میں افغان زئی وزیریوں اور دوکر قبیلے کے ملکوں اور علماء کا ایک عظیم الشان جرگہ منعقد ہوا۔ جس نے متفقہ طور پر افغانستان کی چچا شاہی کے اس رویہ کی مذمت کی جو اس نے پاکستان کی اسلامی مملکت کے خلاف شروع کر رکھی ہے۔

اس جرگہ نے محمد ظاہر شاہ کے نام ایک مکتوب لکھا ہے جس میں انتباہ کیا ہے کہ اگر افغانستانی چچا شاہی اپنی خیریت چاہتی ہے تو وہ ان کے وطن عزیز پاکستان کے خلاف معاندانہ طرز عمل کو فوراً ترک کر دے۔

نئی دہلی ۱۶ اکتوبر۔ بھارت کے وزیر اعظم پنڈت نہرو نے آج ایک پریس کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اقوام متحدہ میں کمیونسٹ چین کے داخلہ کی راہ میں جو رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں وہی مشرق بعید کی موجودہ بدامنی کی بڑی حد تک ذمہ دار ہیں۔

کشمیر کے متعلق پنڈت نہرو نے کہا "میں حکومت ہند کی طرف سے یہ اعلان کرنے کو طیار ہوں کہ ہندوستان کشمیر کے بارے میں جنگ کی کسی قسم کا کوئی قدم نہیں اٹھائے گا بشرطیکہ ہندوستان پر حملہ نہ ہو اور مزید کوئی جارحانہ کارروائی نہ ہو"۔

بلادِ غیر

لندن ۱۳ اکتوبر۔ کمیونسٹ چین نے برطانیہ پر یہ الزام عائد کیا ہے کہ اس نے ملایا میں چینی باشندوں کے قتل عام کی مہم جاری کر رکھی ہے چینی عوام اس خونریزی کو کبھی برداشت نہیں کریں گے اور اس صورت حال کے جو نتائج برآمد ہوئے ان کی تمام ذمہ داری برطانیہ پر عائد ہوگی۔

ٹوکیو۔ جنگ کوریا کی تازہ ترین اطلاعات کے مطابق اقوام متحدہ کی فوجیں شمالی کوریا میں بدستور بڑھ رہی ہیں لیکن کمیونسٹ فوجوں نے کیمون میں اپنے زبردست مضبوط مورچے کی مدافعت کے لئے بے پناہ فوج میدان جنگ میں جھونک دی ہے۔

لندن۔ کل رات شاہ برطانیہ کی جائے رہائش بکنگھم محل سے بعض سفارتی دستاویزات چرالی گئی ہیں۔ خفیہ پولیس اب چوری کرنے والوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

بلغراد۔ مارشل ٹیٹو کی کمیونسٹ حکومت کے ایک نئے قانون میں ایک ایسی دفعہ رکھی گئی ہے جس کے مطابق جمہوریہ یوگوسلاویہ کی مسلمان عورتوں نے اگر برقعہ پہننا نہ چھوڑا تو انہیں قید کی سزا دی جائے گی۔ جو مسلمان مرد اس بات پر اصرار کریں گے کہ ان کی بیویاں اور بیٹیاں پردہ ترک کریں انہیں دو سال قید بامشقت کی سزا دی جائے گی یا پچاس ہزار دینار جرمانہ کیا جائے گا۔

اس قانون کا مقصد سرکاری طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس طرح مسلمان عورتیں اپنے حقوق کو بطریق احسن استعمال کر سکیں گی۔ جو اشتراکی حکومت نے انہیں عطا کئے ہیں۔

فلشنگ میڈوز۔ ۱۳ اکتوبر۔ کل یو۔ این۔ او۔ کی اقتصادی اور معاشی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا جس میں روس کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ کمیٹی میں نیشنلسٹ چین کے بجائے کمیونسٹ چین کو نمائندگی دی جائے۔

ٹوکیو۔ کل امریکہ کے جنگی جہاز مسوری اور اقوام متحدہ کے دوسرے جنگی جہازوں نے چنگ جن پر زبردست بمباری کی جو شمالی کوریا اور روس کی مشترکہ سرحد سے ۶۴ میل جنوب کی طرف شمالی کوریا کے مشرقی ساحل پر ایک اہم بندرگاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ٹوکیو۔ ۱۶۔ اکتوبر۔ محاذ جنگ سے موصول شدہ تازہ (بقیہ) اطلاعات مظہر ہیں کہ جنوبی کوریا کی فوجیں مشرقی ساحل سے پیشقدمی کرتے ہوئے اب شمالی کوریا کے صدر مقام پیانگ یانگ سے صرف ۴۳ میل رہ گئی ہیں۔

سانفرانسسکو ۱۶ اکتوبر۔ آج انٹرنیشنل ایئر ٹرانسپورٹ ایسوسی ایشن کے برطانوی ڈائرکٹر جنرل سر ولیم پی ہلڈرڈ نے ایسوسی ایشن کے چھٹے سالانہ اجلاس میں ایٹمی طاقت کے صنعتی استعمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہوائی جہازوں میں ایٹمی طاقت کا استعمال ہوائی جہازوں کی رفتار میں بے انتہا اور غیر محدود اضافہ کر دے گا۔ آپ نے کہا اس صورت میں فضائی کمپنیوں کو بیحد منافع حاصل ہوگا۔

سانفرانسسکو۔ ۱۵ اکتوبر۔ جزیرہ ویک سے ایک اطلاع ملی ہے کہ کل رات صدر ٹرومین نے ایک گھنٹے تک جنرل میکارتھر سے تبادلۂ خیالات کیا جس میں نہ صرف جنگ کوریا بلکہ مشرق بعید کے دوسرے امور سے متعلق امریکہ کی عام پالیسی پر بھی بحث کی گئی۔

ملاقات کرنے کے بعد صدر ٹرومین نے اخباری نامہ نگاروں کو مطلع کیا کہ جنرل میکارتھر نے مجھے کوریا اور مشرق بعید کے دوسرے علم حالات سے اچھی طرح آگاہ کیا۔ اور میں اس ملاقات کے نتائج سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ کوریا میں امن قائم کرنے اور وہاں کے عوام کی زندگی کو بحال کرنے کے سلسلہ میں جو کچھ کیا جا چکا ہے یا جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ وہ میرے لئے اطمینان کا موجب ہے۔ مجھے امید ہے کہ امریکہ کی بڑھتی ہوئی طاقت اور یو۔ این۔ او کے دوسرے ملکوں سے اس کے اشتراک مساعی سے وہ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی جو اس وقت قیام امن کی راہ میں روڑہ اٹکا رہی ہیں۔

پیرس۔ ۱۵ اکتوبر۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شمالی افریقہ اور مڈغاسکر سے تازہ دم فوجیں ہند چینی جانے والی ہیں جہاں حال ہی میں فرانسیسی فوج کو کمیونسٹوں کے مقابلہ میں زبردست شکست ہوئی ہے۔

ہند چینی کی تازہ ترین اطلاعات سے پتہ چلتا کہ فرانسیسی فوج ایک ایسے مقام سے پسپا ہو گئی ہے جو ہنوئی سے ۔۔ میل شمال کی طرف واقع ہے۔ اس اثنا میں ہنوئی کی حفاظت کے خاطر خواہ انتظام کیا جا رہا ہے۔

بغداد ۱۵ اکتوبر۔ پاکستان کے وزیر خزانہ مسٹر غلام محمد نے بغداد میں اسٹار کو بتایا کہ وہ اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں کہ تمام مسلم ممالک اسرائیل کا اقتصادی مقاطعہ کریں۔ ان کی رائے میں یہ مقاطعہ بالکل قابل عمل ہے۔

کراچی۔ ۱۵ اکتوبر۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت پاکستان ایک ایسے سائنٹیفک ادارے کے قیام کی کوشش کر رہی ہے جو شیشہ سازی اور ظروف سازی کے کام میں حکومت کی امداد کرے گا۔

نئی دہلی۔ ۱۵ اکتوبر۔ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پنڈت نہرو اور مولانا ابوالکلام آزاد آمادہ ہو گئے ہیں کہ بابو پرشوتم داس ٹنڈن کی مجلس عاملہ میں شامل ہو جائیں صدر کانگرس کل کانگریس کی مجلس عاملہ کے ارکان کا اعلان کر دیں گے۔

ہفت روزہ پیغام صلح ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار ارگن

پیغام صلح

سالانہ چندہ چھ روپے (پاکستانی) ۔ ۱۲-۸ روپے (ہندوستانی)

ایڈیٹر دوست محمد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

تبلیغ مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۸ — یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۱۹ ر محرم الحرام ۱۳۷۰ھ ۔ یکم نومبر ۱۹۵۰ء — نمبر ۴۳ ۴۴

خادم رحمانی نوری صاحب کی گرانقدر قربانی!

مجھے یقین ہے کہ دنیا کا چین تبلیغ اسلام سے ہی وابستہ ہے

اخویم مکرم جناب مولوی احمدیار صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپ کی ہر دو اطلاعات مع نقل خط جناب فاروقی صاحب موصول ہوئیں۔ قبل ازیں اخبار سے حضرت امیر ایدہ اللہ زاد عمرہ کی علالت کی خبر پڑھکر ہم لوگ وردِ دل سے دعاؤں میں مشغول تھے دعا ہے اللہ تعالیٰ اس تبلیغی میدان میں ہم جیسے ناتجربہ کار سپاہیوں کو یتیم نہ بنائے۔ آمین یارب العلمین ۔ آمین ۔ قبولیت دعا کیلئے عملی اقدام کی سخت ضرورت ہے اسلئے حضور کی تحریک سے جن کاموں کیلئے ہماری جماعت قدم اٹھا چکی ہے لازم ہے کہ ہم لوگ حتی الامکان قربانیوں سے اُن کاموں کو سرانجام دیں اور حضور کو ان کے ہم و غم سے بالکل آزاد رکھیں۔ حقیقتہ حضور کو اس سے مطمئن رکھنا اس وقت تک دشوار ہوگا جب تک کہ اسلام دنیا کے کونے کونے میں نہ پہنچا دیا جائے۔ اس کے حصول کیلئے مجھ جیسا نابکار ہی پہلے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ میں پختہ عہد کرتا ہوں کہ میں آج سے بمثل "مردار بدست غسال" حضور کے ہر ارشاد و پروگرام پر عمل کرنے کیلئے تیار ہونگا اور اپنے اہل خانہ و اہل ذریت کے ہر ایک فرد کو خادم و مبلغ اسلام بنانے کیلئے انجمن کے ہر حکم پر عمل کرونگا۔ میرا تمام مال اور میری تمام جائداد انجمن کے کاموں کیلئے وقف ہے اور انجمن جب بھی چاہے اسے مصرف میں لاسکتی ہے اور مجھے اس دن بڑی خوشی ہوگی کہ جب کہ انجمن میرے بچوں کو بھی کسی تبلیغی کام میں لگالے۔ میرا وطن جس سے تقریباً پچیس سال قبل ہوئے ہجرت کرکے میں تبلیغ اسلام کے لئے اس کھاسی ہل کی پہاڑی قوم کے اندر آبسا ہوں وہاں بھی میرا ایک مکان اور چند ہزار روپے کی مالیت کی زمین ہے ۔ اس جائداد کو بھی میں انجمن کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ گھر بالکل خالی ہے۔ مناسب ہوگا اگر انجمن کی طرف سے ایک مبلغ جاکر تبلیغی سلسلہ میں اس گھر کو کام میں لائے اور اس زمین کی آمدنی جو کہ ایک مبلغ کے اخراجات کیلئے کافی ہے انجمن میں بھیجا جائے تا انجمن پر اس مبلغ کا بوجھ نہ پڑے غرضیکہ میں اپنی تمام جائیداد خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں اور ایک پائی تک اپنی اولاد کیلئے پیچھے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ کمیونزم Communism سے اگرچہ میں متنفر ہوں لیکن اللہ جل جلالہ کی قائم کردہ انجمن اشاعت اسلام کو اپنی State تصور کرتے ہوئے میں اس State کی ایک مسلم رعیت کی حیثیت سے سب کچھ اس کیلئے وقف کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آج اسی انجمن کے نظام و ارشاد کے ماتحت چلنے میں دنیا کا روحانی و مادی چین وابستہ ہے۔

یہ خبر بھی جماعت کیلئے باعث خوشی ہوگی کہ بنگلہ، کھاسی وغیرہ زبانوں میں میری تصانیف اور تراجم کی تعداد تقریباً پچاس تک پہنچ چکی ہے۔ تمام احباب جماعت کی خدمت میں سلام۔

والسلام ۔ خاکپائے بزرگان، خادم رحمانی نوری

قرآن میں چوری کی سزا

قابل توجہ مجلسِ دستور ساز پاکستان

عبد الکریم صاحب تونسوی

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح فان اللہ یتوب علیہ ان اللہ غفور الرحیم (سورہ مائدہ ۳۸-۳۹)

اس آیت میں چوری کے جرم کی سزا بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ السارق کے ساتھ السارقہ کے لفظ سے تمام مفسرین نے یہی سمجھا ہے کہ اس سے مراد چور عورت ہے۔ گویا مقصد ایزدی ان کے خیال میں یہ ہے کہ چور خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس کے ہاتھ کاٹے جاویں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ۔ جب کبھی نوع انسان کے کسی انعام یا سزا کا ذکر کرتا ہے۔ تو شاذ و نادر حالتوں کے بغیر صرف مذکر کے صیغے کرتا ہے اور مونث خود بخود ہی اس میں شامل سمجھی جاتی ہے مثلاً قرآن پاک کے اسی مقام پر جہاں مفصلہ بالا آیت درج ہے۔ پہلے باغیوں یا فسادیوں کی سزا بیان کی تو صرف مردوں کی کی۔ اور عورتیں ان میں شامل سمجھی گئیں۔ بہشت و دوزخ کے ذکر میں ہر جگہ لفظ مذکر ہی استعمال ہوئے ہیں مگر کوئی شخص ان سے یہ نتیجہ نہیں نکالتا۔ کہ عورتیں ان سے مستثنےٰ ہیں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ یہاں سارق کے ساتھ سارقہ کیوں لایا گیا کیا آپ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر سارقہ کا لفظ نہ لایا جاتا تو چور عورت سزا سے محفوظ رہتی۔ اور اگر ایسا نہیں تو پھر سارقہ کا لفظ زائد از ضرورت ہے مگر ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن کے اندر کوئی لفظ فالتو یا زائد از ضرورت نہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم اس کی ضرورت کو نہ سمجھیں۔ لہذا سوچنا چاہیئے کہ سارقہ کیوں لایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں سارقہ سے مراد چور کا معین و مددگار ہے۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک وہ جو کام کر رہے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو ان کے مددگار ہیں۔ مرد اور عورت میں سے بالعموم مرد کام کرنے والا ہوتا ہے اور عورت اس کی مددگار ہوتی ہے۔ اس لئے مددگاروں کے لئے اللہ تعالےٰ نے مونث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید نے بالعموم جہاں کہیں کسی کام یا نتیجہ میں مرد کے ساتھ عورت کا صیغہ استعمال کیا ہے، وہاں ہمیشہ اس سے مراد اس کام میں معین و مددگار لی ہے خواہ وہ عورت ہو یا مرد۔ فعل زنا میں مرد کا پہلا مددگار زانیہ ہوتی ہے۔ اور دوسرا مددگار وہ دلال ہوتے ہیں جو بیچ میں پیغام رساں بن کے اسے وقوع میں لاتے ہیں اور تکمیل کراتے ہیں اسی لئے زانیہ کے لفظ میں وہ سب شامل ہیں اسی طرح چوری کا کام بالعموم انجام نہیں پا سکتا جب تک ناڑ بازی کرنے والے۔ چور کے پناہ دہندہ اور چوری کے مال کے چھپانے والے نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے سارقہ کے لفظ میں ان سب کو شامل کیا ہے۔ اور سب کے لئے ایک ہی سزا یعنی ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ چور کی سزا تو مقرر کرے مگر جو لوگ اس کے اصل محرک اور بانی مبانی ہوں وہ مزے سے عیش لوٹا کریں۔ انگریزی قانون میں بھی اعانت جرم جرم ہی سمجھا جاتا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں اسلامی شرع اتنی ناقص ہے کہ وہ اعانت جرم کو جرم ہی خیال نہیں کرتی۔ اور اس پر کوئی سزا تجویز نہیں کرتی۔ اور اگر کرتی ہے تو بتا دیں۔ کہ چور کے مددگاروں کے لئے کسی مقام پر کونسی سزا تجویز کی ہے۔

یہ بات کہ یہاں سارقہ سے چور کے مددگار مراد ہیں۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ سارق اور سارقہ کے درمیان واؤ کا لفظ لایا گیا ہے۔ اگر مراد چور عورت ہوتی تو واؤ کی بجائے او کا لفظ ہوتا۔ سارقہ کا معنی متعین کرنے میں یہ بھی ایک پر زور دلیل ہے جس کی اہمیت عربی دان اصحاب سے مخفی نہیں۔

(۲) ایک دوسری بات جو یہاں قابل غور ہے۔ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے چوروں کو سچی توبہ کرنے کی مہلت دے کے سزا سے معاف فرمایا ہے۔ حالانکہ اسلامی فقیہوں کی تعزیرات میں معافی کا کوئی ذکر نہیں۔ چور کی معافی کے متعلق میری ایک عالم سے گفتگو ہوئی اور میں نے کہا کہ کیا وجہ ہے۔ کہ فقہ حنفی میں معافی کی کوئی صورت بیان نہیں کی گئی۔ تو اس نے جواب دیا کہ چور کو توبہ کا فائدہ قیامت کو ملے گا یعنی وہاں سے کوئی عذاب نہ دیا جاوے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کی توبہ دنیا میں اسے سزا سے بچا لے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا ہے۔ تو پھر ہر ایک چور توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جاویگا میں نے کہا کہ چور توبہ کرے یا نہ کرے اس کی دنیوی سزا اسے اخروی سزا سے محفوظ رکھے گی۔ چنانچہ اسی موضوع پر تین حدیثیں اس کے سامنے پیش کی گئیں۔ جو حسب ذیل ہیں:-

(۱) کتاب ایمان اور اسلام میں عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ایک مجلس میں لوگوں سے مفصلہ ذیل امورات کی بیعت لی (۱) خدا کے ساتھ شریک نہ بناؤ (۲) زنا نہ کرو (۳) چوری نہ کرو (۴) کسی کو ناحق قتل نہ کرو (۵) اپنے دل سے بنا کر کسی پر بہتان مت لگاؤ (۶) نیک کاموں میں میری اطاعت کرو۔

بیعت لینے کے بعد رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص ان سب باتوں پر عامل رہا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ اور جس شخص نے کوئی بات بجز شرک کے ان کے برخلاف کی تو اس کا معاملہ اللہ کے اختیار ہے۔ اگر وہ چاہے تو بخش دے اور اگر چاہے تو عذاب دے۔ سب صحاح والے بجز ابو داؤد کے اس کے راوی ہیں۔ اور نسائی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے۔ کہ اگر دنیا میں کسی شخص کو اپنے غلط عمل کی سزا مل گئی۔ تو وہ اسی کے لئے کفارہ اور ذریعہ طہارت بن جاتی ہے۔ نسائی کی حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ جرائم کے عوض دنیاوی سزا اخروی سزا کے لئے کفارہ ہوتی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی جرم کی دو سزائیں ملیں ایک دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔

(۲) جامع ترمذی میں حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے۔ کہ جب آیت من یعمل سوءً یجز بہ (۴: ۱۲۳) نازل ہوئی۔ تو میں بہت مغموم ہوا۔ اور رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا۔ کہ ایسا کون شخص ہے جس نے کوئی برا کام نہ کیا ہو۔ تو کیا بالضرور ہم لوگ اپنے کئے کی سزا پاویں گے۔ آپ نے فرمایا تم کو اور دوسرے مسلمانوں کو برے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں مل جاوے گا۔ حتیٰ کہ تم سب خدا کے دربار میں حاضر ہو گے۔ تو تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو گا۔ اور منافقوں اور کافروں کی برائیاں جمع ہوتی جاویں گی۔ تا آنکہ وہ قیامت کے دن ان کا بدلہ پاویں گے۔

(۳) جامع ترمذی میں حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ جو شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے اور اسے دنیا میں سزا مل جاوے۔ تو خدا اس سے زیادہ انصاف والا ہے کہ وہ آخرت میں اس کو جرم کی بابت اسے دوبارہ سزا دے۔ اور جو شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے اور خدا نے اس کے گناہ کو ڈھانپ لیا ہو اور معاف کر دیا ہو۔ تو خدا اس سے زیادہ بخشش والا ہے کہ وہ آخرت میں لوٹا کر ایسے جرم کی سزا دے جس کو اس نے معاف کر دیا ہو۔

پس میری رائے میں قرآن کی رو سے چور کو سچی توبہ کرنے کا ایک دفعہ موقعہ ملنا چاہیئے۔ اگر باوجود توبہ کے وہ پھر چوری کرے تو اسکو سزا ضرور ملنی چاہیئے۔

(۳) عقل انسانی کا تقاضا ہے کہ جرائم کی سزا دیتے ہوئے خواہ وہ ایک ہی نوعیت کے ہوں مجرموں کے مختلف حالات اور جرم کی شدت و خفت کے اعتبار سے سزاؤں کی کمیت و کیفیت میں فرق کیا جائے۔ چنانچہ تمام متمدن دنیا کی تعزیرات کی کتابیں جرائم کی سزا تجویز کرتے ہوئے ہمیشہ زیادہ سے زیادہ سزا کا ذکر کرتی ہیں۔ اور کم سے کم کا فیصلہ جج کی قوت تمیزی پر چھوڑ دیتی ہے۔ یہ ہرگز باور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب تعزیرات سزا کے اس ضروری اصول سے بے خبر ہو کر ایک ہی قسم کے تمام جرائم کے لئے ایک ہی سزا تجویز کرے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مفسرین کے نزدیک قرآن نے مسئلہ سزا کے اس ضروری اصول کو نظر انداز کر دیا ہے۔ لہذا ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ چوری جب ایک خفیف مقدار سے بڑھ جائے تو اس کی سزا ہاتھ کاٹنے کے سوا کچھ نہیں۔ حالانکہ قرآن جب ایک طرف چور کی معافی کا ذکر کرتا ہے اور دوسری طرف ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے۔ تو اس کا منشا اس کے سوا کچھ نہیں۔ کہ وہ چوری کے لئے کم سے کم سزا یعنی معافی سے لے کر زیادہ سے زیادہ سزا یعنی ہاتھ کاٹنا بتاتا ہے اس واسطے یہ کہنا کہ اسلام میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کے سوا کچھ نہیں، میرے نزدیک اصول قرآن کی غلط تعبیر کرنا ہے۔ قاضی کو اختیار ہے کہ وہ چور کو اس کے اور چوری کے حالات کے مطابق ہاتھ کاٹنے کی انتہائی سزا تک جو سزا مناسب سمجھے دیوے۔ یعنی بید۔ جرمانہ قید۔ یہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں۔ کہ وہ سب چوروں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے اور سب کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔

ہاتھ کاٹنے کی سزا کی مزید تفصیلات قرآن میں مذکور نہیں کہ کس قدر چوری پر یہ سزا عائد کی جائے۔ ہاتھ کونسا کاٹا جاوے۔ ایک دفعہ کی چوری کے بعد والی چوریاں کس سزا کی مستحق ہیں۔ چوری کی تعریف کیا ہے۔ راستہ میں یا کسی

(باقی بر صفحہ ۹)

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ ۱۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر ۴۲

امام مظلوم

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، ہر قوم کا نیا سال شروع ہونے پر خوشیاں منائی جاتی اور مبارکبادیاں دی جاتی ہیں لیکن مسلمانوں کا نیا سال جس طرح شروع ہوتا ہے، ماتم و بکا اور سینہ کوبی کے جو مناظر پہلے دس دنوں میں دیکھنے میں آتے ہیں اور واقعہ کربلا کو جس طرز سے بیان کر کے لوگوں کو رلایا جاتا ہے وہ نہ صرف ایک بہت افسوسناک ذہنیت کو واضح کرتا ہے۔ بلکہ حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کے لئے بھی چنداں قابل فخر نہیں سمجھا جا سکتا، حضرت امام نے جو مشکلات میدان کربلا میں برداشت کیں، جن ہولناک مصائب میں سے ہو کر آپ گذرے اور حق کی حمایت میں اپنا سر کٹوانے سے بھی دریغ نہ کیا، وہ آپ کی ذات پاک کو بہت بلند کرنے کا موجب ہے، اور اس سے بڑا عظیم الشان سبق لیا جا سکتا ہے، لیکن یہ کیا ہے کہ ہم بجائے اس کے کہ آپ کے اس عظیم الشان کارنامہ پر فخر کا اظہار کریں اور اپنی قوم کو بتائیں کہ اسی طرح راہ حق میں بڑی سے بڑی قربانی دیتے اور اپنی گردنوں تک کٹوانے کی اگر ضرورت پیش آئے تو اس سے دریغ نہ کرنا چاہیئے، ہم عورتوں کی طرح رونے بیٹھ جاتے اور امام مظلوم کے کارناموں کے سوانگ بھرنے شروع کر دیتے ہیں۔ کیا یہ کسی بلند کیرکٹر رکھنے والی قوم کا طریق ہے، کیا اس طریق سے ایک پست ذہنیت کا اظہار نہیں ہوتا اور ہم اپنے عمل سے ثابت نہیں کرتے کہ امام مظلوم کی شہادت ایک ایسی شکست ہے، جس پر رونے اور نوحہ خوانی کرنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں؟

ہمارے شیعہ بھائی اور وہ سنی حضرات جو رسم محرم میں شرکت اختیار کرتے ہیں ہمیں معاف فرمائیں ہم امام حسین علیہ السلام کی عزت و عظمت کے منافی سمجھتے ہیں، کہ آپ کے اس عظیم الشان کارنامہ پر جس کا آخری سین میدان کربلا میں دیکھا گیا ماتم و بکا کیا جائے، ماتم و بکا تو اس وقت ہوتا کہ حضرت امام یزیدی افواج سے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کر دیتے اور یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی جان بچا لیتے لیکن جس حالت میں آپ نے ہر قسم کے کرب و بلا کو برداشت کر کے اور تمام قسم کے مصائب اٹھا کر بھی اس عظیم الشان مقصد کو نہیں چھوڑا جس کو لے کر آپ کھڑے ہوئے تھے، یہاں تک کہ اپنی جان بھی اس راہ میں قربان کر دی، تو یہ آپ کی ناکامی نہیں جس پر رویا جائے، بلکہ عظیم الشان کامیابی ہے، جس پر جس قدر فخر و مباہات کا اظہار کیا جائے تھوڑا ہے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ محرم کا مہینہ بجائے اس کے کہ ماتم کا مہینہ تصور کیا جائے، خوشی و مسرت کا مہینہ قرار دینا چاہیئے، کہ اس مہینہ میں اسلام کا سر ایک طاغوتی طاقت کے آگے جھکنے کے بجائے اور زیادہ بلند ہو گیا، اور امام حسینؓ کو اپنی قربانی سے وہ بلند درجہ نصیب ہوا اور ایسا عظیم الشان سبق تمام امت کو ملا جو ہر طرح قابل فخر ہے، یہی وہ بات ہے جس کو....

.... اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کیا اسلام کی یہ زندگی جو میدان کربلا میں اسے حاصل ہوئی ہمارے شیعہ بھائیوں کو گوارا نہیں کہ اس پر ہر سال سینہ کوبی اور گریہ و بکا کیا جاتا ہے امام حسین مظلوم بیشک ہیں، لیکن شکست خوردہ نہیں، بلکہ مظلوم ہو کر آپ نے وہ عظیم الشان فتح حاصل کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، پھر رونا اور گریہ و زاری کرنا چہ معنی دارد؟ اس پست خیالی کو چھوڑیئے اپنی نظروں کو بلند کیجئے اور امام عالی مقام کی برسی اس رنگ میں منایئے جو آپ کی شان کے شایان ہے تا کہ امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو آپ کی پاک سیرت کو اپنے اندر پیدا کریں اور اعلائے کلمۃ اللہ اور حق بات کے مقابلہ میں کسی بڑی سے بڑی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے تیار نہ ہوں خواہ اس کے لئے اپنی جان بھی دینی پڑے، اگر یہ سیرت اور کردار قوم کے اندر پیدا ہو جائے تو ہم سمجھتے ہیں کہ امام حسینؓ کی شہادت فی الواقعہ آج بھی اسلام کو زندہ کرنے کا موجب ہوئی، رونا اور ماتم کرنا اس پست فطرتی کا نشان ہے جو شکست خوردہ اور بزدل قوموں میں پائی جاتی ہے، اسلام اس کا حامی نہیں نہ امام حسین نے ایسی بزدلی دکھائی،

بیجا نہ ہوگا اگر اس موقعہ پر اس امام مظلوم کا بھی ذکر کیا جائے جس نے اس زمانہ میں ایک نہیں سینکڑوں کربلائیں دیکھیں اور اب تک اس کے خدام اپنی کربلاؤں میں سے ہو کر گذر رہے ہیں، اس امام علیہ السلام نے بھی کربلاؤں میں سے ہوتے ہوئے اسلام کو اس زمانہ میں زندہ کیا ہے، اور ایسا زندہ کیا ہے، کہ اس کا منور چہرہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دنیا پر ظاہر ہو گیا، اور تو اور خود مسلمان آج سے نصف صدی پہلے اسلام سے جس درجہ مایوس ہو چکے تھے، وہ ان مرثیوں سے ظاہر ہے جو اس وقت کے شعراء نے اسلام اور مسلمانوں کی حالت کے متعلق کہے، اور یہاں تک مایوسی کا اظہار کیا کہ یورپ کے بڑھتے ہوئے سائنس اور فلسفے کے سامنے اسکو عاجز اور لاچار سمجھتے ہوئے چند دنوں کا مہمان تصور کیا گیا، اس وقت ایسے حالات میں وہ امام مظلوم اٹھا جس کو اس صدی کا مجدد قرار دیا گیا اور اس نے للکار کر کہا کہ

"اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں، جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کے فتح کے نشان نمودار ہیں" (آئینہ کمالات اسلام)

اس کی اس آواز پر ہنسی اڑائی گئی، تمسخر کیا گیا آوازے کسے گئے، گالیاں دی گئیں، مقدمات بنائے گئے، اور تختہ دار پر چڑھانے کی کوششیں کی گئیں، صرف مسلمان ہی نہیں، عیسائی، ہندو، آریہ، اور تمام اقوام اس کے مقابلہ میں کھڑی ہو گئیں، لیکن اس نے کسی بات کی پرواہ نہ کی اور جس خیال اور عقیدہ کو اسلام کی زندگی کا موجب سمجھا اس کو لے کر کھڑے ہو گئے، اور اسلام کی صداقت و عظمت کے متعلق ایسے زبردست دلائل پیش کئے غیر مذاہب کے اعتراضات کے ایسے منہ توڑ جواب دیئے کہ لیظهره على الدين كله کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا اور اسلام کا غلبہ اور اقبال ظاہر آنکھوں سے دکھائی دینے لگا اس کی فتح کے نشان آج آسمان پر ہی نہیں زمین پر بھی نمودار ہیں اور اس امام مظلوم کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں، اے کاش اس پر آوازے کسنے والے لوگ آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ جو بات اس نے آج سے پچاس برس پہلے کہی تھی اور ان حالات میں کہی تھی جب اس کا وہم و گمان بھی کسی کو نہ ہو سکتا تھا وہ آج کس طرح پوری ہو رہی ہے، اور اس کے پیش کردہ علم کلام اور ان قربانیوں نے جو اس پاک امام اور آپ کے ساتھیوں نے کیں اسلام کو آج کس طرح پھر زندہ کر دیا اس کے باوجود اس کو برا بھلا کہنا کہاں کا حق اور انصاف ہے،

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کے متعلق کراچی سے آمدہ اطلاعات

بذریعہ ٹیلیفون:—

۱۸ اکتوبر۔ حضور کو پیٹ درد کی شکایت بدستور ہے، جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

۲۴ اکتوبر۔ بخار نہیں ہے، پیٹ میں معمولی تکلیف ہے، نیند خود بخود آ جاتی ہے بیرونی ممالک کی ڈاک سنتے ہیں اور جوابات بھی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر نے آج سے سات دن بعد پورے طور پر اٹھنے بیٹھنے کی اور چلنے پھرنے کی اجازت دیدی ہے، فالحمد للہ۔ احباب کرام سے استدعا ہے کہ حضرت ممدوح کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرماتے رہیں۔

۳۰ اکتوبر۔ بحمد اللہ بیماری بکلی دور ہو چکی ہے کمزوری باقی ہے۔

شکریہ تعزیت

میں ان سب دوستوں کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میرے فرزند افضل بشیر کی اچانک موت پر تعزیت و ہمدردی کے پیغامات بھیجے، نقصان بہت بڑا ہے لیکن احباب کے ہمدردانہ پیغامات میرے رنج و اندوہ کو کم کرنے میں بہت بڑی امداد کا موجب ہوئے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ اس نقصان کو برداشت کرنے کی ہمیں طاقت عطا فرمائے آمین۔

مخلص

سید بشیر حسین

مرزا ولی احمد بیگ صاحب کا دورہ

جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب مبلغ ہالینڈ برائے فراہمی چندہ مرمت برلن مسجد جماعتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ پہلے وہ سرگودھا۔ بھیرہ لائل پور تشریف لے گئے ہیں۔ اور سب جماعتوں کا دورہ فرمائیں گے لہذا سب دوست فراہمی چندہ میں ان کی امداد فرما دیں مشکور ہوں گا۔

مرتضیٰ خاں

اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

ان الحمد للہ رب العالمین

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا

اخبار ــــ و ــــ افکار

مخلوط تعلیم

کچھ دنوں سے معاصر "تنظیم" میں مخلوط تعلیم پر موافق و مخالف رائیں شائع کی جارہی ہیں اس وقت تک جو رائیں شائع ہوئی ہیں ان میں کالجوں کے طلباء اور طالبات کی رائیں عموماً مخلوط تعلیم کے حق میں ہیں اور دوسرے لوگوں کی مخالف حامیان مخلوط تعلیم کے نزدیک عورت اس وقت تک مرد کے رجحانات طبعی کو سمجھ نہیں سکتی، نہ حالات حاضرہ اور ضروریات زمانہ سے پورے طور پر واقفیت ہو کر آئندہ اپنی اولاد کی پرورش اس کے مطابق کر سکتی ہے جب تک مخلوط تعلیم نہ ہو، بلکہ کئی نوجوان طلباء کے نزدیک، ترقی کا راستہ ہی اب یہی ہے کہ ہماری لڑکیاں کالجوں میں ان کے دوش بدوش تعلیم پا سکیں، ان کے نزدیک یہ راستہ اخلاقی خرابیاں پیدا کرنے کے بجائے اخلاق کو پختہ اور مضبوط بنانے کا موجب ہے۔

یہ باتیں ان نوجوانوں کے مونہوں سے نکل رہی ہیں جن کی مائیں مخلوط تعلیم کی شاہراہوں سے گذرنے اور ترقی کے مزعومہ راستہ پر گامزن ہونے کے بجائے گھروں کی چار دیواری یا زنانہ مدارس و کالجوں ہی میں تعلیم حاصل کرتی رہیں لیکن باوجود اسکے ایسے بچے انہوں نے پرورش کئے جو اپنے زعم میں زمانہ کے ماحول کو خوب سمجھتے اور ترقی کے رستوں سے خوب واقف ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اولاد کو حالات زمانہ کے مطابق صحیح طور پر پرورش کرنے کے لئے مخلوط تعلیم کا ہونا لازمی نہیں۔

رہا اخلاقی خرابیوں کا سوال، اس کے لئے دلائل کے بجائے اس عملی تجربہ کو سامنے رکھنا چاہیئے جو مغرب نے حاصل کیا ہے کیا اہل مغرب نے مخلوط تعلیم اور مرد و عورت کے آزادانہ خلاملا سے بہترین اخلاق پیدا کئے ہیں؟ کیا آج یورپ ان اخلاقی اور جنسی خرابیوں سے تنگ نہیں آچکا جو مخلوط تعلیم اور مرد و عورت کے خلاملا سے پیدا ہوئی ہیں؟ اگر اخلاق کی مضبوطی اسی کا نام ہے تو کمزوری اخلاق کس چیز کا نام ہوگا۔

غور کرنا چاہیئے مسلمانوں نے اپنی ساڑھے تیرہ صد سالہ تاریخ میں جن بلند اخلاق اور بہترین کیریکٹر رکھنے والی عورتوں کو پیدا کیا اور جن کے اعمال و کردار سے تاریخ کے صفحات روشن ہیں انہوں نے کونسے کالجوں میں مخلوط تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا ان کے بطنوں سے ایسے قابل انسان پیدا نہیں ہوئے جنہوں نے ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر پہنچکر مخلوق خدا کو ایسے فوائد پہنچائے جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے، ان پردہ میں بیٹھنے والی ماؤں سے مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے کیریکٹر ان کا بلند تھا یا ہماری مخلوط تعلیم پانے والی بیٹیوں کا؟ علم کا نور ان کے دماغوں میں روشن تھا یا آج ہماری مخلوط تعلیم حاصل کرنے والی بچیوں کا دماغ اس سے منور ہے؟

ہم نہیں کہتے کہ لڑکیوں کو تعلیم نہ دلاؤ یہ تو ایک ضروری فرض ہے لیکن ان کو زیور علم سے آراستہ کرنے کے لئے مخلوط تعلیم کو شرط قرار دینا صحیح نہیں، اخلاق کی بلندی اور علم کی ترقی کے لئے پردہ اور مرد و زن سے علیحدہ تعلیم ضروری ہے، اور تعلیم بھی وہ ہونی چاہیئے جس کے ساتھ مذہب کی چاشنی ہو، قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام اس کا جزو لاینفک ہو، کیا حامیان مخلوط تعلیم اس پر غور کریں گے؟

ملاحدہ و مُرتدین

جمعیتہ اہل حدیث پاکستان نے بنیادی حقوق کی کمیٹی کے متعلق ایک قرارداد پاس کی ہے، جو سات شقوں پر مشتمل ہے، ان میں سے ساتوں شق یہ ہے:۔

"نیز دستور میں اس امر کی وضاحت ہونا چاہیئے کہ ملاحدہ اور مرتدین کے شہری حقوق کی نوعیت کیا ہوگی، کیا انہیں تبلیغ و اشاعت کی اجازت ہوگی؟ اور انہیں موقع دیا جائے گا کہ اسلامی معاشرہ میں بے دینی پھیلاتے رہیں یا ان کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندیاں عاید کی جائیں گی؟"

یہ "ملاحدہ و مرتدین" کون ہیں جن کی تبلیغ سے جمعیتہ اہل حدیث پاکستان کو اس قدر خوف لاحق ہے، کیا اسلامی معاشرہ اتنا ہی کمزور واقع ہوا ہے کہ اسکو "ملاحدہ و مرتدین" کے تبلیغی اثرات سے بچانے کے لئے حکومت کے جبر و تحکم اور قانون کے شکنجہ کی ضرورت ہے؟ ایسا معاشرہ جس کو برقرار رکھنے اور بے دینی کے اثرات سے بچانے کے لئے قانون کی ضرورت ہو، جمعیتہ اہل حدیث اور ازیں قبیل مولویوں ہی کا معاشرہ ہو سکتا ہے، اسلام تو اس قسم کا کمزور مذہب نہیں، اس سے تو جو بھی آکر ٹکر لے گا خود پاش پاش ہو جائے گا، پھر حیرت ہے کہ ملاحدہ و مرتدین کی تبلیغ و اشاعت اور ان کے شہری حقوق کی نوعیت کی فکر کیوں لاحق ہوئی سوائے اس کے یہ سمجھا جائے کہ اس قسم کا مطالبہ کرنے والوں کا اپنا ایمان کمزور ہے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

پھر یہ بھی دریافت طلب ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو جمعیتہ اہل حدیث کی اصطلاح میں "ملاحدہ و مرتدین" کہا جا سکتا ہے، کیا ان کی مراد علمائے دیوبند سے ہے جن کے متعلق مولوی احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ ہے کہ

مرتدون باجماع الاسلام

یہ تمام علماء اور ان کے متبع اجماع اسلام سے مرتد ہیں (حسام الحرمین صفحہ ۱) کیا مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے ہم مشرب علماء اور ان کے پیرو اس سے مراد ہیں جن کے متعلق کھلا فتویٰ ہے کہ:۔

"یہ قطعاً مرتد و کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہیں جیسا مرتد و کافر ہے"

یا جمعیتہ اہل حدیث کا اشارہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے ساتھیوں اور پیروؤں کی طرف ہے جن کو ...... اہل دیوبند نے رد التکفیر علی الفواش التنظیر میں کافرہ اکفر، دجال مائۃ حاضرہ، مرتد خارج از اسلام وغیرہ شاندار الفاظ میں یاد کیا ہے۔

کیا مولانا ظفر علی خاں اور ازیں قبیل شعراء کی طرف تو ان کا اشارہ نہیں جن کے متعلق یہ فتویٰ دیا جا چکا ہے کہ:۔

"ظفر علی خاں کے اشعار کا مفہوم کفر و الحاد ہے اور قایل پر تجدید اسلام اور تجدید نکاح لازم ہے (زمیندار ۷ رجون ۲۵ء)

یا شاید جمعیتہ اہلحدیث کی مراد ان لوگوں سے ہو جن کے متعلق جامع الشواہد صفحہ ۲ پر لکھا ہے کہ:۔

"چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور مجددیہ سب لوگ کافر ہیں"

اگر ملاحدہ و مرتدین سے مراد یہی لوگ ہیں جن میں خود اہل حدیث کا گروہ بھی شامل ہے، تو فی الواقعہ ان کے شہری حقوق کی نوعیت متعین کرانا اور ان کی تبلیغ و اشاعت پر قانونی پابندیاں لگوانا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے نام نہاد "اسلامی معاشرہ" کو کوئی ٹھیس لگ جائے اور ایسے "ملاحدہ و مرتدین" کی تبلیغ و اشاعت سے اسلام کا نام و نشان باقی رہ جائے۔

"اسلامی پروگرام"

معاصر "امروز" رقمطراز ہے:۔

"جناب محمد علی مجاہد سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام داڑھی نے "اسلامی پروگرام" کا ایک باتصویر نسخہ "امروز" میں چھپنے کے لئے بھیجا ہے۔ جس کی ساری تصویریں انہوں نے خود ہی بنائی ہیں۔ سب سے پہلے قاضی صاحب کی تصویر ہے جو جامع مسجد کے امام بھی ہیں اور وارنٹ بھی جاری کر سکتے ہیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن ہے، دوسرے میں بید ہے، جس سے وہ ایک شخص کو پیٹ رہے ہیں۔ یہ شخص باقاعدہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔ قاضی صاحب نے بید کے زور سے اسے نمازی بنا دیا۔ اس کے نیچے ایک اور ملزم کی تصویر ہے جو روزے نہیں رکھتا تھا۔ اسے بھی مار مار کے روزہ دار بنایا جا رہا ہے۔

اس تصویر سے داہنے ہاتھ ایک لاٹھی افسر کی تصویر ہے جس کے منہ اور ہاتھ کالے کر کے ایک گدھے پر سوار کر دیا گیا ہے۔ اس کی ناک میں نکیل ہے اور ایک "اسلامی سپاہی" جو سبز وردی میں ملبوس ہے نکیل تھامے ہوئے ہے۔ بائیں طرف تین چار "اسلامی سپاہی" ایک ملزم کو پکڑے ہوئے ہیں۔ اور قاضی صاحب ایک ہاتھ میں تسبیح لئے دوسرے ہاتھ سے ملزم کے بید رسید کر رہے ہیں۔ غرض یہ باتصویر اسلامی پروگرام دیکھنے کی چیز ہے۔ ان تصویروں کو چھاپنا مشکل ہے ورنہ قارئین خود دیکھ کے اندازہ کر لیتے کہ بعض حضرات نے اسلامی حکومت کے متعلق کتنے عجیب و غریب تصورات قائم کر رکھے ہیں۔"

فی الواقعہ مولوی لوگوں نے اسلامی حکومت کا یہی نقشہ بنا رکھا ہے، اور پاکستان کو اسی قسم کے خلفشار سے دوچار کرنا چاہتے ہیں، ان کی خواہش ہے کہ حکومت کا نظام ان کے ہاتھ میں دیدیا جائے تاکہ جس کو چاہیں ماریں، پیٹیں، قتل کریں، یا سولی چڑھادیں خدا نخواستہ اگر خدا نخواستہ ان لوگوں کو کبھی اختیارات مل جائیں تو مسلمانوں اور اسلام

مغرب میں ایک انقلاب

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار

عین اس وقت جبکہ اسلام چاروں طرف سے مخالفت کی ظلمتوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور قریب تھا کہ یہ ٹمٹماتی شمع ہمیشہ کے لئے بجھ جائے۔ ایک مردِ خدا الٰہی وعدہ

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون

کے ماتحت خدا تعالےٰ سے بشارت پاکر کھڑا ہوا۔ اور اس نے اس بڑھتی ہوئی مایوسی کو اسلام کے غلبہ اور استحکام میں تبدیل کر دیا۔ وہ ایک سورج کی طرح مشرق سے اُبھرا اور اس نے مخالفتوں کے اندھیروں کو پھاڑتے ہوئے اسلام کی حقیقت اور اس کی خوبیوں کو چار دانگ عالم میں واضح اور بیّن کر دیا جس سے مخالفین نہ صرف میدان چھوڑ کر کمینوں میں جا گھسے بلکہ انہوں نے اسلام کی برتری کو تسلیم کر لیا۔ پھر کیا تھا اسلام کا نور چاروں طرف پھیلنا شروع ہوا جس سے غیر بھی متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور اسلام جو ایک وقت میں صید لاغر کے مثل تھا اپنی بے مثل اور با برکات تعلیم کے باعث کافرین کے دلوں میں گھر کرتا چلا گیا۔

اس سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے حضرت امام زمان نے اپنے ساتھیوں کی خاص تربیت کی اور ان کے قلوب میں بھی اشاعت اسلام کا بے پناہ جذبہ بھر دیا۔ انہیں ظاہری اور باطنی علوم سے بہرہ ور کیا۔ جس کے نتیجے میں انہوں نے حضرت کی وفات کے بعد اپنی تمام قوتوں کو اس کامل دین کے پھیلانے میں صرف کر دیا۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے افراد نے جس خوبی کے ساتھ اس فرض کو سرانجام دیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ حال ہی میں جو خطوط ہمیں انگلینڈ سے موصول ہوئے ہیں ان کے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن سے قارئین کرام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، کہ مغربی اقوام میں ان افراد کی مسلسل کوششوں سے کس قدر اسلام کے بارے میں انقلاب . . . . پیدا ہو رہا ہے۔ (مدیر)

قرآن کریم کی قبولیت

آئرلینڈ کے ایک نوجوان میکائل نامی خان غلام ربانی خان صاحب کو خط لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

"آج صبح ہی مجھے آپ کا ارسال کردہ قرآن کریم کا ایک نسخہ ملا جسے وصول کرکے مجھے بیحد خوشی ہوئی۔ میں نے اس کے بعض حصوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ اس کا سمجھنا میرے لئے چنداں مشکل نہیں۔

گذشتہ رات پلائی موتھ بریدرن کا ایک جلسہ تھا۔ میں نے بھی شرکت کی۔ وہاں ایک عیسائی خطیب صاحب نے کہا کہ جب تک کوئی شخص اس بات پر یقین نہ کرے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اس کے گناہوں کے کفارہ کے لئے موت کا مزہ چکھا وہ کبھی بھی خواہ دوسری دفعہ ہی کیوں نہ جنم لے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا میں نے اس پر بڑا غور کیا ہے۔ اور بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں یقینی طور پر جنت میں داخل ہو سکتا ہوں بشرطیکہ میں ایک خدا اور اس کی نازل کردہ کتاب قرآن شریف پر ایمان لے آؤں اور دیگر بنی نوع انسان کے ساتھ نیک سلوک کروں۔ اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا ہے کہ کیا میرا یہ عقیدہ صحیح ہے کیونکہ پلائی موتھ بریدرن والے اس کا انکار کرتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:۔

مجھے یقین ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کامل ہے اور تمام دیگر مذاہب میں جس چیز کی کمی ہے یہ مذہب ہی اسکو پورا کرنے والا ہے۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ میں اسلام کو قبول کر لوں۔ آپ اپنا بیعت فارم بھیجدیں شاکر ہونگا والسلام۔

ایرس ہمبری لکھتے ہیں:۔

"میرے نزدیک اسلام ایک کامل مذہب ہے اور قرآن کریم مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ کیونکہ اس میں کوئی بھی ایسی بات درج نہیں جسے عقل تسلیم نہ کرتی ہو۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو شروع سے لیکر آخیر تک حق ہے۔ بائیبل کی طرح یہ نہ صرف ایک برگزیدہ انسان اور اس کے حواریوں کی تاریخ ہے بلکہ اس میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے پیغام کی حقیقت پر بحث کی گئی ہے۔ اسلام کی برتری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں رسول کی حیثیت اور اس کی تعلیمات کی حقیقت کو بیّن طور پر بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح نہیں کہ انہوں نے اپنے انبیاء کو انسان سے اُٹھا کر خدائی کے مرتبہ تک پہنچا دیا ہو۔

سیرت نبیؐ

ایک خاتون زینب نامی سوئٹزرلینڈ سے "میں نے اسلام کیونکر قبول کیا" کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:۔

"مجھے اس بات کا تو علم نہیں کہ ابتداء میں میرا رجحان اسلام کی طرف کیونکر ہوا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک بار جب مجھے حضرت نبی کریم صلعم کی سیرت پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ تو میں دریائے حیرت میں غرق ہو گئی۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام سچا مذہب ہے اور دیگر تمام مذاہب کی حیثیت آج افسانہ سے بڑھکر نہیں۔

اس کے بعد وہ لکھتی ہیں:۔

جس دن سے اسلام میرے دل میں گھر کر گیا ہے اس دن سے میرے دل میں ایک اطمینان پیدا ہو گیا ہے۔

اسلامک ریویو

ایم۔ اے علی پیرس سے خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب کو لکھتے ہیں:۔

"حال ہی میں جب آپ پیرس میں تھے تو ہم نے الجیرین قائد سے ملاقات کی تھی اس دوران میں انہوں نے اسلامک ریویو کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ شائع کرنے کے بارے میں جو اظہار کیا تھا وہ مجھے امید ہے بہت جلد تیار ہو جائیگا اور یہ انشاء اللہ نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔

مسز کیتھلین شیلر سمتھ لکھتی ہیں:۔

"اسلامک ریویو نہایت عمدہ رسالہ ہے میں عنقریب اس کی خریدار بن جاؤں گی"

ڈاکٹر عبداللہ صاحب کا لیکچر

ڈاکٹر ایس۔ ایم عبداللہ صاحب نے کرسچیئن چرچ اڈلٹ سکول میں "اسلام میں ازدواجی زندگی کی اہمیت" کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

اسلام کا بنیادی اصول بنی نوع انسان کے مابین اخوت کا پیدا کرنا اور سوسائٹی کو بہتر بنانا ہے۔ اسلام نے ازدواجی زندگی کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ شادی نہ صرف ایک خاندان کے لئے بطور سنگ بنیاد ہے بلکہ تہذیب کا دار و مدار بھی اس پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے بعدازیں اسلام میں شادی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے جہیز و طلاق وغیرہ کو بیان کیا۔ آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہا:۔

"حلال چیزوں میں سے خدا تعالیٰ کو ناپسندیدہ چیز طلاق ہے"

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ

اسلام میں شادی کے متعلق یہی اصل ہے کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک ہی شادی کرے اور تعدد ازدواج کو ضرورت کے ماتحت جائز قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اگر مجبوری اور ضرورت کے ماتحت کسی کو دوسری شادی کی ضرورت پڑے تو وہ چار تک کر سکتا ہے لیکن اصل یہی ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی شادی کی جائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمد بلڈنگس لاہور

فضیلت قرآن

اے کان دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ (مسیح موعودؑ)

عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علیؓ فاخبرتہ فقال أ وقد فعلوھا قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اما انھا ستکون فتنۃ قلت فما المخرج منھا یا رسول اللہ قال کتاب اللہ تعالیٰ فیہ نبأ ما قبلکم و خبر ما بعدکم وحکم ما بینکم ھو الفصل لیس بالھزل من ترکہ من جبار قصمہ اللہ تعالیٰ ومن ابتغی الھدیٰ فی غیرہ اضلہ اللہ تعالیٰ وھو حبل اللہ المتین وھو الذکر الحکیم وھو الصراط المستقیم وھو الذی لا یزیغ بہ الاھواء ولا تلتبس بہ الالسنۃ لا یشبع منہ العلماء ولا یخلق علی کثرۃ الرد ولا تنقضی عجائبہ وھو الذی لم تنتہ الجن اذ سمعتہ حتی قالوا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ من قال بہ صدق ومن عمل بہ أجر ومن حکم بہ عدل ومن دعا الیہ ھدی الی صراط مستقیم خذ الیہ یا اعور اخرجہ الترمذی۔ تلخیص الصحاح فی فضل القرآن

ترجمہ:- حارث بن اعور رضؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) میرا مسجد میں گذر ہوا (تو دیکھا کہ) لوگ احادیث (رسولؐ کے متعلق (بڑی بے احتیاطی سے) موگفتگو ہیں۔ میں حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں اس امر کے متعلق اطلاع دی۔ انہوں نے فرمایا کیا واقعی (اب لوگوں کا حال) ایسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اس پر آپ فرمانے لگے سنو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے خبردار عنقریب فتنہ وفساد برپا ہوگا (یعنی حضورؐ کی طرف غلط روایات منسوب کر کے ہوائے نفس کے بندے فتنہ پیدا کریں گے) میں نے عرض کیا اس فتنہ سے بچانے والی کونسی چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کتاب اللہ تعالےٰ (کیونکہ غلط احادیث کو پرکھنے کے لئے یہ کسوٹی ہے) جس میں اگلی (یعنے پہلے لوگوں کا انجام) اور پچھلی (یعنی قیامت تک کے لئے آئندہ فتنوں سے بچنے کے لئے) خبریں (ہدایات) مندرج ہیں۔ اور موجودہ زمانہ میں جو معاملات تمہارے درمیان پیدا ہوتے ہیں ان کے لئے حکم ہے اور وہ ایک قول فیصل ہے اس میں کوئی بیہودگی نہیں جو شخص حقیر سمجھ کر اسے ترک کر دے گا (یا اگر قوم مسلم اسے ترک کر دے گی) اللہ تعالےٰ اس (شخص یعنی قوم) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا (یعنی اس قوم میں سے یگانگت اور اتحاد مفقود ہو جائیگا اور دنیا میں ذلیل بن کر رہ جائے گی) اور جو (شخص یا قوم) غیر قرآن میں ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالےٰ اس کے لئے گمراہی کے سامان پیدا کر دے گا (بسبب اس کی اپنی کجروی کے) وہ (یعنی قرآن) اللہ تعالےٰ کا مضبوط رشتہ ہے وہ حکمت والا محکم اور مضبوط ذکر ہے وہ ایک سیدھا راستہ ہے وہی ایک ایسی چیز ہے جس سے ہوائے نفسانی کی وجہ سے کوئی کجی پیدا نہیں ہو سکتی جس میں تلبیس نہیں ہو سکتی (قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے پڑھنے سمجھنے اور سمجھانے سے) علماء (علماء ربانی) سیر نہیں ہو سکتے اور جو کثرت درس و تدریس سے پرانا نہیں ہوتا (اہل فکر اس میں سے ہر زمانہ کی بیماریوں کا علاج تلاش کر لیتے ہیں) اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اور یہی وہ کتاب ہے جسے سن کر جن (اہل دل یہود) بھی صبر نہ کر سکے اور سنتے ہی پکار اٹھے انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنا [24] (ابن مسعود رضؓ کی روایت سے یہی پتہ ملتا ہے کہ وہ نصیبین کے یہودیوں کی ایک جماعت تھی) جو شخص اس کے موافق کوئی بات کہے گا وہ ضرور صادق ہوگا (کیونکہ حدیث رسولؐ قرآن کے خلاف نہیں ہو سکتی) اور جو شخص اس پر عمل کریگا ضرور کامیاب ہوگا اور جو شخص (حاکم وقت) اس کے مطابق فیصلہ دے گا یا قانون جاری کریگا وہ ضرور عادل ہوگا اور جو شخص اس کی طرف بلایا جائیگا یقیناً وہ سیدھے راستے پر بلایا جائے گا۔ اے اعور اس حدیث کو یاد رکھو (کاش آج مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں)

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے ؛ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں ؛ پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا (مسیح موعودؑ)

ہمارا خدا تو دعاؤں سے ہی پہچانا جاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

غرض یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ دنیا کی اصل حقیقت کیا ہے۔ اور اس میں ترقی کرنے کے لئے کس قدر بلیات اور آفات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ابتلاء کی حالت میں ہی دعاؤں کے عجیب وغریب خواص اور اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ دنیا میں جس قدر مختلف مذاہب ہیں ان میں سے سوائے اسلام کے کسی ایک نے بھی ایسا خدا نہیں منوایا جو دعاؤں کو سنتا اور ان کا جواب دیتا ہو۔ کیا ایک ہندو پتھر۔ درخت یا بیل کے سامنے کھڑا ہو کر یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی دعاؤں کو سنتے یا جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایک عیسائی یہ دعوےٰ کر سکتا ہے کہ اس نے جس خدا یسوع کو مانا ہے وہ اس کی دعاؤں کو سنتا اور ان کا جواب دے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ سننے اور بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے اور جسے قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے خود فرمایا ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا۔ اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر کوئی شخص جسے اللہ تعالےٰ پر کامل ایمان ہو وہ ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے تو اس کی دعاؤں کا جواب اسے ضرور دیا جائے گا۔ قرآن شریف میں ایک مقام پر ایسے لوگوں کے لئے جو گوسالہ پرستی کرتے اور اسے خدا بناتے ہیں آیا ہے الا یرجع الیھم قولا کہ وہ ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیتا جس سے ثابت ہوا جو معبود بولتے نہیں ہیں وہ گوسالہ کے ہی مانند ہیں۔ ہم نے بارہا عیسائیوں سے دریافت کیا ہے کہ اگر فی الحقیقت تمہارا معبود ایسا ہی ہے جو تمہاری دعاؤں کو سنتا اور ان کے جواب دیتا ہے تو بتاؤ کہ تم میں سے وہ کس شخص سے بولتا ہے؟ تم جو یسوع کو اپنا معبود ٹھہراتے ہو اسے بلا کر بھی تو دکھاؤ۔ میں بڑے زور سے دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے عیسائی مجتمع ہو کر یسوع کو پکاریں تو وہ کبھی جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ تو انسان تھا جو مر گیا ہوا ہے۔ اس لئے عیسائی قوم کو ملزم کرنے کے لئے اس سوال سے بڑھکر اور کوئی ہتھیار نہیں۔ ہمیشہ ان سے پہلا سوال یہی ہونا چاہیئے کہ کیا ان کا خدا ناطق ہے یا غیر ناطق؟ اگر وہ غیر ناطق ہے تو اس کا گونگا ہونا ہی اس کے ابطال پر دلیل ہے۔ لیکن اگر وہ ناطق ہے تو اسے ہمارے مقابل پر بلا کر دکھاؤ اور اس سے وہ بولیاں بلواؤ جن سے ثابت ہو کہ وہ انسانی طاقت اور مقدرت سے بالاتر ہیں یعنی عظیم الشان پیشگوئیاں اور آئندہ کی خبریں لیکن وہ پیشگوئیاں اس قسم کی نہ ہونی چاہئیں جیسی یسوع اپنی زندگی میں کرتا تھا کہ مرغ بانگ دیگا لڑائیاں ہوں گی قحط پڑیں گے بلکہ ایسی پیشگوئیاں ہوں جن میں قیافہ اور فراست کا کوئی دخل نہ پایا جائے اور وہ صریحاً انسانی طاقت اور فراست سے بالاتر معلوم ہوں میں پھر دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی بھی عیسائی پادری جرأت نہیں رکھ سکتا کہ اللہ تعالےٰ کے مقابل پر ایک عاجز اور ضعیف انسان یسوع کی اقتداری پیشگوئیاں پیش کر سکے۔

اسلام کی آغوش میں!

پروفیسر الحاج عبدالکریم صاحب جرمینس

ذیل میں ہنگری کے ایک نومسلم کی قبولیت اسلام کی داستان جو انہوں نے خود لکھی ہے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں ایسی سعید روحیں موجود ہیں جن کو اسلام کی صحیح تصویر پہنچانے کی ضرورت ہے یہی ایک چیز ہے جو ان کے دل و دماغ کی تشنگی کو سیراب کر سکتی ہے پروفیسر عبدالکریم جرمینس کا یہ بیان ان لوگوں کے غور اور توجہ کے قابل ہے جو اسلام کو اہل یورپ کے دل و دماغ کے لئے قابل اطمینان نہیں سمجھتے۔ (مدیر)

عنفوان شباب کا زمانہ تھا کہ میں برکھا رت کی ایک سہ پہر کو ایک باتصویر رسالہ مطالعہ کر رہا تھا۔ اس رسالہ کے صفحات واقعات و حوادث حاضرہ۔ افسانہ جات اور دور دراز ممالک کے حالات کے آئینہ دار تھے کچھ دیر تک تو میں یونہی استغنا سے اس کی ورق گردانی کرتا رہا۔ دفعۃً میری نظر ایک تصویر پر پڑی۔ یہ تصویر کیا تھی مسقف مکانوں کا ایک نقشہ تھا جن میں سے بعض کے گنبد آسمان سے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ان پر چاند کی خوشنما روشنی نے منظر کی جاذبیت کو دوبالا کر دیا تھا۔ ان چھتوں پر کچھ لوگ بیٹھے تھے جن کے لباس کی سج دھج محض تصور میں ہی آ سکتی ہے۔ ان کا سایہ عجیب و غریب قطاروں میں دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس نقشہ نے پے درپے تصور کو اپنی طرف جذب کر لیا۔ یہ عام یورپین مناظر سے بالکل مختلف تھا۔ اس کا پس منظر تاریک تھا اس پر سفید روشنی کی جھلک پڑتی تھی جس نے جزویات منظر کو دھندلا سا بنا دیا تھا۔ روشنی اور تاریکی ایک مثبت اور ایک منفی کیفیت نے وہ سماں پیدا کر دیا تھا کہ میں باکراہ اس طرف کھنچا چلا جاتا تھا۔ یہ ایک مشرقی منظر تھا، خطہ عرب کے کسی حصہ کا۔ ایک ادیب ایک داستان اپنے سامعین کو سنا کر انہیں تصویر حیرت بنا رہا تھا۔ یہ تصویر اس قدر حقیقی معلوم ہوتی تھی کہ گویا تصور میں میں خود اس کی دلکش آواز کو ہمہ تن گوش سن رہا ہوں اور وہ ادیب محض اپنے عربی سامعین کی سمع نوازی ہی نہیں کر رہا بلکہ مجھے بھی ——— ایک سولہ سالہ نوجوان کو ہنگری میں ایک نرم گدیلوں والی آرام کرسی پر بیٹھے ہوئے اپنی معجز کلامی سے مسحور کر رہا تھا۔

میرے دل میں ایک بے پناہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں اس روشنی کا پتہ لگاؤں جو اس تصویر میں تاریکی کے ساتھ مصروف نبرد آزمائی ہے۔ انسانی علم کے دو مخالف قطبین جن کے درمیان ہمارے روح کی دائمی جد و جہد جولانی کرتی رہتی ہے میرے دل و دماغ پر مسلط ہوتے تھے۔ میں بے خبری کی تاریکی سے بیدار ہوا اور روشنی کی طرف لپکا اسلامی مشرق کے "لاونعے" نے مجھ پر ایسا غلبہ حاصل کر لیا تھا کہ اس سے رہائی ناممکن تھی میں نے ترکی زبان سیکھنی شروع کر دی۔ کیونکہ ہم ہنگری والوں کے لئے یہ زبان قریب ترین تھی۔ لیکن یہ زباندانی کی خواہش کے ماتحت نہ تھا۔ بلکہ جس چیز کی مجھے ضرورت اور تلاش تھی وہ مشرقی روح تھی جو لٹریچر کے اندر پنہاں ہو۔ میں نے مسلمان ترکی شعراء کی روح کو اپنانا چاہا۔ مجھے جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ ادبی ترکی زبان میں ترکی الفاظ کی بہت کم مقدار پائی جاتی ہے اس کی نظم میں زیادہ تر فارسی اور نثر میں زیادہ تر عربی ہے۔ میں نے تینوں زبانوں پر عبور حاصل کرنا چاہا تاکہ میں اس روحانی دنیا میں داخل ہو سکوں جس نے بنی نوع انسان کو اپنی روشنی سے منور کر دیا ہے۔

سفر بوسنیا اور اہل اسلام سے ملاقات

موسم گرما کی رخصتوں میں مجھے خوش قسمتی سے بوسنیا کا سفر پیش آیا۔ جو ہمارے لئے سب سے زیادہ قریب مشرقی ملک ہے داب سے پہلے مجھے بینز( ) میں پھرنے کا اتفاق ہوا۔ یہ ایک خوبصورت قصبہ ہے جو پرانی دیواروں سے گھرا ہے اور دریائے ارلد کے آبشار کے کناروں پر واقع ہے جونہی کہ میں ہوٹل میں فروکش ہوا میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ میں یہاں کے مسلمانوں سے ملاقات کروں اب تک تو ان کا تعارف مجھے ترکی زبان کے ذریعہ سے ہوا تھا جس کی گرامر کی کتابیں پیچیدہ عربی رسم الخط میں لکھی ہیں۔ رات کا وقت تھا اور دھندلی روشنی والے بازاروں میں میں نے ایک معمولی سی کیفے کا پتہ لگایا جس میں تنکوں سے بنے ہوئے مونڈھوں پر دو بوسنیہ کے آدمی بیٹھے تھے۔ وہ اپنے روایتی ڈھیلے ڈھالے پاجامے پہنے ہوئے تھے کمر پر پیٹی بندھی تھی اور اس میں چمکدار خنجر آویزاں تھے۔ ان کے سر کے لباس اور غیر متعارف پوشاک سے ایسا مترشح ہوتا تھا کہ وہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔ کانپتے ہوئے دل کے ساتھ میں اندر چلا گیا اور ہوٹل کے ایک حصے میں دبک کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اپنی متعجبانہ نگاہیں مجھ پر ڈالیں۔ اس وقت مجھے وہ سب کہانیاں جو مذہبی جنون میں آ کر مسلمانوں کے نام نہاد ظلم و ستم کے متعلق لوگوں نے کتابوں میں لکھی ہیں یاد آ گئیں۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ میری غیر متوقع آمد پر سرگوشیاں کر رہے ہیں میں ایک نوعمر بچہ تو تھا ہی فوراً میرے دل میں آیا کہ یہ لوگ اس "کافر" نوجوان کے تخلیہ میں مخل ہے خنجر آزمائی کرنا چاہتے ہیں میں نے چاہا کہ میں جان بچا کر باہر نکل جاؤں مگر جرأت نہ پڑی۔

تھوڑی دیر کے بعد کیفی کا خادم میرے لئے خوشبو سے مہکتا ہوا کافی کا پیالہ لے آیا اور ان ہیبت ناک آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اور جب ان میں سے ایک نے مشفقانہ سلام ایک دوستانہ تبسم کے ساتھ کیا تو میں نے ان کی طرف اپنا رخ بدلا مگر میرے چہرہ پر خوف کے آثار تھے۔ اپنے کانپتے ہوئے ہونٹوں کو میں نے بھی تبسم ریزی پر مجبور کیا۔ وہ جنہیں میں دشمن تصور کئے بیٹھا۔ اٹھے اور میری میز کے نزدیک آ گئے۔ اب میں کیا کہوں کہ مجھ پر کیا گذری۔ میرا دل کانپ رہا تھا اور یہی خیال تھا کہ یہ مجھے چھوڑنے والے نہیں خدا جانے ابھی قتل کر دیں گے۔ لیکن انہوں نے مجھے پھر سلام کیا اور میرے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ ایک نے مجھے سگریٹ پیش کیا اور اسے سلگایا ہی تھا کہ تمام توہمات ہبا ملشوراً ہو گئے۔ میں نے محسوس کر لیا کہ ان کی جنگی وردی کے اندر ایک دل ہے۔ جس میں محبت جاگزین ہے۔ میں اپنے آپ میں آ گیا مجھ میں ہمت آ گئی۔ ان سے اپنی ٹوٹی پھوٹی ترکی میں بات شروع کر دی۔ یہ ایک جادو کی چھڑی کی طرح کام کر گئی۔ ان کے چہرے دوستی کے جذبات سے جن میں محبت کی چاشنی تھی چمک اٹھے۔ یہ پرانے بزرگ اب تک یہ زبان جانتے تھے جو صدیوں تک ان کی دفتری زبان رہی تھی۔ اور ان کے اسلامی دلوں نے ایک اجنبی کے لئے محبت کے سنہری دروازے کھول دیئے اور اس محبت کا مظاہرہ کیا جس کا خواب و خیال بھی نہ تھا۔ کہاں کی خصومت کہاں کی دشمنی ——— انہوں نے مجھے اپنے ہاں مدعو کیا۔ میں ان کے خنجر سے خائف تھا مگر خنجر کیسا اور خوف کہاں کا۔ مجھ پر انہوں نے عنایات کی بارش کر دی۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ مجھے ذاتی طور پر مسلمانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔

مسٹر ویمبری سے میری ملاقات

دو سال کے عرصہ میں میں نے میٹرک پاس کر لیا۔ آج سے پچاس سال قبل کا ذکر ہے کہ ہماری یونیورسٹی کو مستشرقین میں سے ایک نامی گرامی شخص مسٹر ویمبری کی ذات پر بڑا فخر تھا۔ صاحب موصوف ترکی میں رہ چکے تھے اور ترکستان کی سرزمین کے چپے چپے سے واقف تھے۔ اس وقت مسٹر موصوف اپنی عمر کے سترھویں سال میں تھے ان میں سے ان کی قیام گاہ پر ملا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تم ترکی زبان کیوں سیکھنا چاہتے ہو؟ اس پیچیدہ زبان کا ایک لفظ جانے بغیر بھی تم اچھے بھلے انسان رہ سکتے ہو" میں ان کے اس سوال سے گھبرا گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کمرہ میرے اردگرد گھوم رہا ہے۔ اس گھبراہٹ کے عالم میں مجھے اس عظیم الشان لائبریری کا خیال نہ رہا جو صاحب موصوف کے کمرہ کے اندر پوری ایک دیوار میں پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے جو کچھ نظر آیا وہ ایک چھوٹے قد و قامت کا ایک بوڑھا مگر فاضل انسان تھا جو چلتے ہوئے لنگڑاتا تھا اور جس کے علم کی پیاس اسکو صحراؤں سے پار تمر لنگ کی قبر تک لے گئی۔ اور جس کے درویشانہ لباس کے نیچے ایک سنگرین بہادر کا دل چھپا ہوا تھا میں نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا کہ میں نے پہلے بھی اپنے طور پر یہ زبان کچھ سیکھی ہے۔ لیکن میں فارسی کی وجہ سے عاجز آ گیا اگرچہ میں مانتا ہوں کہ مجھے عربی سیکھنی چاہئے۔ فاضل موصوف کی چمکتی ہوئی آنکھیں مجھ پر گڑی تھیں۔ آپ لنگڑاتے ہوئے اٹھے اور اپنی لکھنے پڑھنے والی میز کی طرف آئے۔ ایک ترکی کتاب کھولی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ اسے پڑھو۔ میں نے جھجکتی ہوئی آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ مگر فاضل موصوف کے مشفقانہ انداز سے میری جھجک دور ہو گئی یہ قسطنطنیہ کے ایک ہسپتال کی ایک سالانہ رپورٹ تھی۔ آپ نے فرمایا بہت خوب میرے ننھے بچے! تمہاری بنیاد اچھی ہے۔ یہ رہی سعدی کی گلستان۔ اسکو پڑھو۔ اس سے تم کو فارسی کا کچھ علم حاصل ہو جائیگا اور اگر کہیں کوئی مشکل آئی تو میں اسکو دور

کرتے میں تمہاری مدد کروں گا

میں فاضل موصوف سے رخصت ہوا۔ اُن سے مصافحہ کیا اور اپنے آپ کو دنیا میں نہایت خوش قسمت طالب علم سمجھتا تھا کہ ایسے فاضل مستشرق کی ملاقات سے بہرہ اندوز ہوا ہوں۔ لیکن میرے رستہ میں ابھی بہت سی مشکلات تھیں۔ گلستان کی فارسی سے انگریزی ڈکشنری کے استعمال کے لئے مجھے انگریزی کا سیکھنا ضروری تھا۔

سال آئے اور بہت گئے۔ کئی قسم کے واقعات گذر لئے۔ کئی جگہ کے سفر پیش آئے اور بہت کچھ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ہر ایک واقعہ نے میری متجسس آنکھوں کے سامنے ایک نیا منظر پیش کیا۔ میں نے یورپ کے تمام ممالک کا دورہ کیا۔ قسطنطنیہ کی یونیورسٹی میں تحصیل علم کیا۔ ایشیائے کوچک اور شام کے تاریخی عجائبات نے میرے دل پر خاص اثر کیا۔ میں خدا کے فضل سے ترکی فارسی اور انگریزی سیکھ گیا۔ بوڈاپسٹ کی یونیورسٹی میں مجھے "تعلیمات اسلامیہ" کی کرسی نصیب ہوئی۔ میں نے پڑھا اور بہت پڑھا وہ علوم جو صدیوں سے مرتب اور مدون تھے سب پڑھ ڈالے۔ بڑی بڑی جلد کتب کے ہزارہا صفحات میری مشتاق آنکھیں بصد شوق پڑھ گئیں۔ لیکن میری روح ابھی پیاسی تھی۔ ابھی مذہبی علوم کے گلشن سدا بہار میں میرا گزر نہیں ہوا تھا۔ ابھی گلہائے روحانیت سے میرا مشام جان معطر نہیں ہوا تھا۔ انہی دنوں میں رابندر ناتھ ٹیگور نے مجھے اپنی "شانتی نکیتن" کی یونیورسٹی میں اسلامی تعلیمات کی کرسی ترتیب دینے کی دعوت دی۔ ہندوستان امن کی سرزمین ہے اور اس کا مستقبل بڑا امید افزا ہے۔ کائنات کے دائمی قوانین کا مظاہرہ اس زمین سے زیادہ کہیں آپ کو نظر نہیں آئیگا۔ یہ سفلی زندگی ایک عارضی چیز ہے۔ انسان کو دائمی اور حقیقی زندگی کے لئے جو اس زندگی کے بعد آنے والی ہے تیاری کرنا چاہیئے۔ ایسی مذہبی فلسفی فضا کے اندر سانس لینے سے انسان کے دل و دماغ کے اندر کس قدر راحت اور خوشی محسوس ہوتی ہے اس فضا کے سامنے دنیوی جاہ و جلال کا تمام تار و پود بکھر کر رہ جاتا ہے۔ دنیا کی سلطنتیں اور معاشرے اور دنیا کے ظاہری علوم و فنون جن پر انسان اس قدر اتراتا ہے اور فخر کرتا ہے سب اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

دماغی اطمینان اور روحانی تشنگی

ہم نے بڑے شوق اور محنت سے اپنے لیکچر تیار کئے۔ ہم نے یورپین مستشرق کی تعلیمات کے مطابق اسلام کی تاریخ۔ خود مذہب اسلام اور اس کے احکام و آئین کا تجزیہ کیا اور اس بڑے انبار کو مختصر تفصیلات میں تقسیم کر دیا۔ انسانی کمالات کا جو بہت بڑا حرم محترم ہمارے پاؤں کے آگے اس طرح پڑا تھا جس طرح کہ اینٹوں کا ایک بہت بڑا انبار ہو۔ ہم جب چاہتے ایک اینٹ کو لیکر اس کی خوب چھان بین کرتے لیکن ہم اس حرم محترم کو دوبارہ تعمیر کرنے سے عاجز تھے۔ میں نے اپنا لیکچر شام کے وقت لائبریری کے چبوترے پر دیا۔ کھجور کے بڑے بڑے درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ کے ساتھ ساتھ اُمیہ اور بنی عباس کی ترقی کی داستان کا سلسلہ چل رہا تھا۔ میرے طالبعلم جو کچھ میں بیان کرتا خوب سمجھتے تھے۔ اور یورپین علم کے طریق تجزیہ کی داد دیتے تھے۔ لیکن ایک طرف تو ان معصوم طالب علموں کا گروہ تھا جو میری ہر بات پر سر تسلیم کرتے تھے اور دوسری طرف میرا یہ عالم کہ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میرا علم جامد خشک اور سفلی ہے۔ . . . . ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آدم نے جب سے علم کے درخت کا پھل چکھا ہے اسکو بہشت بریں سے جواب دیا گیا ہے اور اسکی راحت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ کھجور کے پتوں کی سرسراہٹ نے مجھے متنبہ کیا کہ "بات کو دل سے ماننے کی کوشش کرو"۔ اس وقت سے جوں جوں طلبا کی تعداد بڑھتی گئی میں نے اپنے ہر سبق اور لیکچر کو زیادہ خشک اور مضمحل کن پایا۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی نئے رستہ کی تلاش کرنی چاہیئے۔ میرا دماغ تو مطمئن تھا۔ مگر میری روح بدستور تشنہ تھی میں نے اپنے لئے ضروری سمجھا کہ میں اپنے دماغ کو اس علمی ذخیرہ سے خالی کر دوں جس کو اب تک میں نے حاصل کیا تھا اور اسکو مجاہدات کی آگ میں ڈال کر اندرونی تجارب کے ذریعہ سے حاصل کروں چند ماہ کے بعد مجھے دہلی یونیورسٹی نے اپنے ہاں دعوت دی۔ ایک آرام دہ آراستہ کمرہ مجھے رہائش کے لئے دیا گیا جس میں پروفیسر صاحبان ہر روز مجھے ملنے آتے تھے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین۔ عبدالحق۔ اسلم اور دوسرے تو انصاری اصحاب نے میرے ارد گرد خاص اسلامی ماحول پیدا کر دیا۔ ہم عربی دینی کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ اسلم نے میرے کمرے کی گہرائی کو دیکھا اور اس خیال کا اظہار کیا کہ اگر اسلام مختلف آب و ہواؤں اور دوسرے عمرانی حالات کے ماتحت یورپ میں پھیل سکے تو آج یہ ساری دنیا کا مذہب بن جاتے مگر منطقہ حارہ میں اس کی روح ماؤف ہو گئی اور اس کی طاقت نفوذ زائل ہو گئی۔ میں نے بھی ان سے اس بات میں اتفاق ظاہر کیا۔

سعد انصاری میرے نہایت قریبی پڑوسی تھے۔ جب کبھی بھی کسی پیچیدہ فقرہ کو سمجھ نہیں سکتا تھا بجز ان کے دروازے پر دستک دیتا اور آپ مسکراتے ہوئے چہرے سے فوراً قدم رنجہ فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کچھ فکر نہ کرو اگر خدا نے چاہا تو تم بھی کچھ ہو جاؤ گے۔ خدا کے ہاتھ میں سب علموں کی چابی ہے۔ لیکن میں محض تقدیر پر ہی مطمئن نہیں رہ سکتا۔ کبھی ایک عبارت کے حل کرنے میں مجھے کئی گھنٹے بلکہ کئی دن لگ جاتے اور نیند میں بھی عجیب عجیب فقرے میرے دماغ میں چکر لگاتے جن کا حل کرنا میرے لئے اور بھی باعث فرحت تھا ؎

رشک زلف یار ہیں عقدے دل کے مرے
اور الجھے جاتے ہیں جتنا سلجھانے کو میں

جب نیند سے بیدار ہوتا تو اپنے آپ کو تسلی دیتا کہ یہ تمام مشکلات محض خواب و خیال ہیں اور ایک نہ ایک دن حل ہو جائیں گی۔

حضرت نبی کریم صلعم کی زیارت

ایک رات اور وہ کیسی مبارک رات تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ فداہ امی و ابی نے مجھے اپنے دیدار فرحت آثار سے مشرف فرمایا۔ حضور کی ریش مبارک حنا سے رنگین معلوم ہوتی تھی۔ حضور کا لباس نہایت سادہ مگر نہایت ہی عجیب تھا اور حضور کے کپڑوں سے نہایت فرحت افزا خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ حضور کی چشمان مبارک میں بڑی اعلیٰ قسم کی چمک دمک تھی۔ بڑی جلالی آواز میں حضور نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تم کیوں غم کرتے ہو؟ صراط مستقیم تمہارے سامنے ہے۔ جس طرح زمین کی سطح بچھی ہوئی ہے تم بھی اس پر پھیل جاؤ۔ اس پر چلو اس حالت میں کہ تمہارے قدموں میں ثبات ہو اور تمہارے دل میں قوت ایمان"

میں خواب میں ہی نہایت اضطراب میں عربی زبان میں پکارا:۔

"یا رسول اللہ آپ کا فرمان سر آنکھوں پر۔ مگر یہ امر حضور کے لئے آسان ہے۔ حضور تمام مراحل سے گزر چکے ہیں۔ جب امر الٰہی نے حضور کو آپ کے رستہ پر چلایا اور آپ کی مساعی کوششوں کے آثار رنگ لائے۔ آپ اپنے دشمن پر غالب آ گئے۔ لیکن مجھے ابھی کتنے مراحل میں سے گذرنا ہے اور کون جانتا ہے کہ مجھے کب سکون ملے گا؟"

حضور صلعم نے میری طرف تیز تیز نگاہوں سے دیکھا۔ اور پھر حضور کسی گہری سوچ میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر لب جان بخش کو جنبش دی۔ حضور کی عربی اس قدر فصیح و بلیغ تھی کہ ہر لفظ اس طرح آواز دیتا تھا جس طرح ایک نقرئی گھنٹی بجتی ہے۔ یہ پیغمبرانہ زبان جو کہ احکام الٰہیہ کی حامل ہے میرے دل پر غضب کا اثر ڈال رہی تھی الم نجعل الارض مھاداً والجبال اوتاداً وخلقنکم ازواجاً وجعلنا نومکم سباتاً۔ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں اور تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا اور تمہاری نیند کو آرام کی چیز بنایا میں بڑے کرب و بلا سے چلایا۔ یا رسول اللہ! مجھ پر نیند حرام ہو گئی ہے۔ میں ان مسائل دقیقہ کو حل کرنے سے عاجز ہوں جو پردوں کے اندر مخفی ہیں۔ یا رسول اللہ میری امداد فرمائیں"۔ ایک چیخ میرے حلق سے نکلی۔ مجھ پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی کہ میرا دم گھٹا جاتا تھا۔ میں رسول اللہ صلعم کے رعب سے ڈر چکا تھا۔ میں نے ایسا محسوس کیا کہ میں کسی گہرے سمندر میں غوطے کھا رہا ہوں۔ پھر میں یک لخت جاگ اٹھا۔ میرے سر میں خون کھول رہا تھا۔ میرا تمام جسم پسینہ سے بھرپور تھا۔ میرے ہر ایک عضو میں درد محسوس ہوتا تھا۔ ایک خطرناک خاموشی مجھ پر طاری تھی۔ اور میں سخت مغموم اور متفکر تھا۔

قبولیت اسلام سے مشرف ہو گیا

دوسرے جمعہ جامع مسجد دہلی میں ایک عجیب و غریب منظر منصۂ شہود پر آیا۔ صاف سنہرے بالوں زرد چہرے والا ایک اجنبی بعض بزرگوں کی معیت میں مسلمانوں کے جم غفیر میں سے اپنا رستہ بناتے ہوئے مسجد میں داخل ہوا۔ میں نے ہندوستانی لباس پہنا ہوا تھا۔ میرے سر پر ایک چھوٹی رامپوری ٹوپی تھی۔ میرے سینے پر ترکی کے تمغے تھے جو مجھے پہلے سلاطین نے عطا فرمائے تھے۔ مومنین کی جماعت میری طرف بڑی حیرت اور تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ میں اور میرے رفقاء سیدھے منبر کی طرف گئے۔ اس کے چاروں طرف بڑے بڑے اہل علم بزرگ قوم تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے بڑے تپاک سے السلام علیکم کہا اور بڑی

گرمجوشی سے میرا استقبال کیا میں منبر سے ذرا فاصلے پر ادب سے بیٹھ گیا اور میری آنکھیں مسجد کی میناکاری پر لگی تھیں میں نے دیکھا کہ ایک کونہ میں شہد کی مکھیوں نے اپنا چھتہ لگا رکھا تھا۔

دفعتہً نماز کی تکبیر ہوئی۔ مکبرین جو صحن کے مختلف حصوں میں کھڑے تھے انہوں نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی تاکہ جو لوگ پہلی صف سے دور ہیں ان تک آواز پہنچ جائے اور وہ نماز کے لئے کھڑے ہو جائیں تقریباً چار ہزار نفوس تکبیر کی آواز سن کر سپاہیوں کی طرح کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فوراً صفیں بنالیں اور خضوع و خشوع سے نماز ادا کی میں بھی ان میں کھڑا ہو کر خدائے واحد کے آگے سر جھکاتا رہا۔ میرے لئے یہ بہت خوشی اور عزت کا وقت تھا۔ خطبہ کے اختتام پر مولانا عبدالحی صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے منبر کے قریب لے گئے۔ مجھے بڑی احتیاط سے جانا پڑا ایسا نہ ہو کہ کسی پر میرا پاؤں جا پڑے۔ اور اب وہ لمحہ آگیا جو میری زندگی میں ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ میں منبر کی سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ لوگوں میں کچھ خاص جوش اور حرکت پائی جاتی تھی ہزاروں انسان میری طرف دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ان کے چہروں سے خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ سفید ریش علماء کی جماعت میرے اردگرد جمع تھی۔ وہ میری پیٹھ پر خوشی سے تھپکی دیتے تھے۔ ان کے اس طریق سلوک سے مجھ میں ایک خاص طاقت اور قوت پیدا ہو گئی۔ مجھ میں ایک خاص استقامت آگئی۔ میں بلا دھڑک منبر کی ساتویں سیڑھی پر چڑھ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری آنکھوں کے نیچے انسانوں کا ایک سمندر موجیں مار رہا ہے۔ جو دور دور کھڑے تھے وہ اپنی گردنیں میری طرف لمبی کر کے دیکھتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا صحن مسجد حرکت میں ہے ماشاء اللہ ماشاء اللہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ہر دل محبت اور شفقت کے جذبات سے لبریز نظر آتا تھا۔ ہر نگاہ جو میری طرف اٹھتی تھی مجھ تک خلوص اور پیار کا پیغام لاتی تھی۔

برادران اسلام کی محبت و خلوص

میں نے اس مشتاق مجمع کو عربی میں خطاب کیا اور عرض کیا:-

ایها السادات الکرام! میں یہاں دار دراز ملک سے تحصیل علم کے لئے آیا تھا اور یہ وہ علم تھا جو میں اپنے وطن میں حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میں آپ لوگوں کے پاس روحانیت کی دولت لینے آیا تھا اور آپ نے وہ دولت مجھے عطا کی۔ اس کے بعد میں نے اسلام کے کارناموں پر جو اس نے دنیا کی تاریخ میں کئے روشنی ڈالی اور خدا نے جو معجزہ حضرت نبی کریم صلعم کے معاملہ میں کر کے دکھایا اس کا ذکر کیا۔ پھر میں نے مسلمانوں کے موجودہ زوال کی وجوہ پر بحث کی اور ان اصولوں پر روشنی ڈالی جو پھر اسلام کی شان شوکت کا موجب ہو سکتے ہیں اور جن سے اسلام پھر زندہ ہو سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عام طور پر ہمارے مسلمان بھائی یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ خدا کی مرضی ہی ایسی تھی مگر قرآن مجید کہتا ہے:-

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

یعنے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

میں نے اپنی تقریر کی اساس قرآن مجید کی اسی آیت پر رکھی اور پرہیزگاری اور تقوے کے موضوع پر بہت کچھ کہا اور بدی اور معصیت سے ڈرایا۔ اور عرض کیا کہ ہم کو اس کے خلاف ایک جہاد کرنا چاہیئے۔ نیکی، بھلائی چاہیئے۔ اور بدی کا قلع قمع کرنا چاہیئے۔ میری تقریر نے سامعین پر ایک ساحرانہ اثر کیا اور چاروں طرف سے اللہ اکبر کی صداؤں سے مسجد گونج اٹھی۔ یہ صدائیں اس قدر متواتر اور اس قدر جوش و خروش سے بلند ہوئیں کہ میرے لئے ناقابل برداشت ہو گئیں اور مجھے صرف اس قدر یاد ہے کہ اسلم صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر بڑی کوشش سے مسجد میں سے مجھے باہر نکال لائے۔ میں نے ان سے کہا کہ اس قدر جلدی کی کیا ضرورت ہے؟

لوگ چاروں طرف سے میرے اردگرد کھڑے تھے اور مجھ سے معانقہ کر رہے تھے۔ بہت سے غریب، بیمار، کمزور لوگ بڑی حسرت کی نگاہوں سے میری طرف دیکھتے اور مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرتے مگر ازدحام کی وجہ سے مجبور تھے۔ وہ میرے لئے دعائیں کرتے اور میرا ہاتھ چومنا چاہتے تھے۔ میں نے خدا کے حضور دعا کی کہ اے باری تعالےٰ یہ لوگ مجھے میری ہستی سے زیادہ بڑھاتے ہیں میں دنیا کے کیڑوں میں سے ایک کیڑا ہوں میں روحانی کا متلاشی ہوں۔ ایک عاجز انسان ہوں جس طرح کے دوسرے ہزاروں انسان ہیں مجھے خیال آیا کہ اس کے ایک سیاسی لیڈر کے لئے کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہوگا کہ لوگ اس پر اعتماد کرتے ہیں ہر معاملہ میں اس کی رہنمائی اور اس کی امداد کے طالب ہوتے ہیں اور وہ اسکو اپنے سے بدرجہا اعلیٰ و افضل سمجھتے ہیں۔ اس کی پوزیشن عالمی بڑی ذمہ داری کی ہوتی ہے۔ معانقوں سے تو فرصت نہ ملی مگر اسلم جواری جلدی مجھے مجمع میں سے کھینچ کر باہر لے آئے اور ایک ٹانگہ میں بٹھا کر گھر لے آئے۔ میں نے پھر ان سے کہا کہ کیا معاملہ ہے کہ آپ اس قدر عجلت فرما رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ لوگوں کے دل میں آپ کی اس قدر محبت ہے کہ ہزاروں آپ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ آپ کے لئے ممکن نہیں تھا آپ تو معانقہ کرتے کرتے عاجز آجاتے اور خدا جانے کیا کیفیت ہوتی ممکن تھا کہ اس ازدحام میں آپ کا دم ہی گھٹ جاتا۔

اسلم صاحب کا خیال غالباً درست تھا۔ دوسرے دن لوگ بتعداد کثیر مجھے ملنے آئے اور مبارکباد دیتے آئے اور انکی محبت و شفقت کے جذبات سے میرے اندر اس قدر حرارت اور روحانیت پیدا ہوئی جو میرے لئے مدت العمر کیلئے کافی ہے۔

قرآن میں چوری کی سزا

(بقیہ از صفحہ ۲)

عام گذرگاہ سے کسی چیز کا اٹھانا چوری میں داخل ہے یا نہ وغیرہ وغیرہ۔ ان سب باتوں پر فقہائے کرام کے فتاوے، انکی کتابوں میں درج ہیں۔ ہم ان کا اعادہ غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جس شخص کو عہدہ قضا سپرد کیا جاوے گا۔ اس میں یقیناً اتنی ہی قابلیت ہوگی کہ وہ خود ہی ان باتوں کا حالات کے تقاضا کے مطابق فیصلہ کر سکے۔ اور اگر تمدن کی موجودہ ہیئت میں تفصیلات طے کرنا ضروری ہوں۔ تو بہتر یہ ہے کہ ان کو علماء کرام کی کمیٹی متفقہ طور پر طے کر لے۔ شخصی تقلید کے اصول کو خیرباد کہنا چاہیئے۔

(۴) جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور کوئی وجہ نہیں، کہ اسے غلط قرار دیا جائے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کی رو سے قاضی کو چور اور اس کے مددگاروں کے بارہ میں پورا اختیار حاصل ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں۔ کہ وہ ان کے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ وہ ان سے توبہ کرا کے بالکل کورا بھی چھوڑ سکتا ہے اور بید، جرمانہ، قید کی سزا بھی دے سکتا ہے انتہائی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس تشریح کے ساتھ اس چیخ پکار کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کہ قرآن کی سزائیں وحشیانہ سزائیں ہیں۔ جو موجودہ متمدن دنیا میں قابل قبول نہیں۔ سوال یہ، جس ملک میں عام لوگ چوری پیشہ ہوں وہاں دس دو چار نامی چوروں کو اور ان کے مددگاروں کو کیوں نہ ہاتھ کاٹنے کی سزا دیدے۔ جس سے چوری یک لخت بند ہو جائے۔ کیا مفاد عامہ کا تقاضا اس سے بہتر پورا ہوگا۔ کہ ... کو سزا دی جاوے اور ہزاروں ویسے جرائم رک جاویں۔ یا اس سے پورا ہوگا کہ ہزاروں کو سزا دی جاوے اور کمی ایک کی بھی نہ ہو۔

نوٹ:-

اگر کسی صاحب کو اس مضمون پر کوئی اعتراض ہو اور وہ کسی اخبار میں اپنا اعتراض چھپوائیں۔ تو میری ان سے ... استدعا ہے کہ وہ اس اخبار کی کاپی میرے مطالعہ کے لئے بھجوادیں۔ ... مشکور ہونگا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی بذریعہ ٹیلیفون کراچی سے اطلاع دیتے ہیں کہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کو جو پیٹ درد کی شکایت تھی وہ بفضل خدا ۲ دن سے رفع ہو چکی ہے اور ڈاکٹر صاحب نے خود ہی کروٹ بدلنے، اٹھنے، بیٹھنے اور موٹرگاڑی پر باہر سیر کیلئے نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔

احباب سے درخواست ہے کہ وہ حضرت امیر کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے اپنی دعائیں کو جاری رکھیں۔

مسلمانانِ پاکستان کے نام کھلی چٹھی

غازی ایف۔ آر احمدی، آزاد کشمیر براستہ کوٹلی۔

برادرانِ اسلام!

یہ پاکستان اور مسلم قوم کی بدقسمتی ہے کہ آج جبکہ مسلمانوں کو یکجہتی اور اتحاد کی اشد ضرورت ہے جماعت احرار افتراق تشتت پیدا کرنے کی کوشش میں ہے۔ قوم میں انتشار پیدا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کو انہوں نے اپنے سب کا ہوا بنا رکھا ہے اور آئے دن خدمت اسلام کرنے والی اس واحد جماعت کو طرح طرح کے غلط الزامات کی بناء پر اسلام سے خارج اور مسلمانوں سے علیحدہ کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

اے مسلمان بھائیو!

کیا ان علماء کی طاغوتی سرگرمیوں کو جو یقینی طور پر قوم اور ملک کی ہلاکت کا باعث ہیں اور جس سے قوم کا اتحاد سخت خطرے میں ہے اس کے انسداد کا تمہیں کوئی خیال نہیں۔ کیا تم ان علماء کے کہنے پر اس مقدس جماعت کی مخالفت پر تلے ہوئے ہو جس کا مقصد و نصب العین ہی خدمت اسلام اور اشاعت اسلام ہے۔ کیا تم ان لوگوں کی بربادی چاہتے ہو جو کفرستانوں میں مسجدیں تعمیر کرا کر خدا کے نام کو بلند کر رہے ہیں۔ کیا تم ان لوگوں کو کافر کہتے ہو جو کفرستانوں میں اسلام کی عظمت کا سکہ بٹھا رہے ہیں۔ اور کیا تم ان لوگوں کو ننگ اسلام تصور کرتے ہو جن کے مقابلہ میں دشمنان اسلام دم دبا کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور کیا تم ان لوگوں کو پاکستان اور مسلمان قوم کا دشمن خیال کرتے ہو جو قوم اور ملک کو اتحاد۔ اخوت اور ایمان کا درس دیتے ہیں۔ اور کیا تم ان لوگوں کے وجود کو اسلام کے لئے توہین خیال کرتے ہو جو قرآن مقدس کے نور سے تاریک دنیا کو منور کر رہے ہیں۔

اے پاکستان کی عظمت کے محافظو!

آج تم ان فسادی کی باتوں کو سن کر خوش ہوتے ہو جو تم میں نفاق اور فساد کا بیج بو رہے ہیں اور جو تکفیر بازی سے قوم کی جڑ کو بیدردی سے کاٹ رہے ہیں۔ کیا تم تاریخ کو نہیں دیکھتے کہ علماء کی تکفیر بازی نے قوم اور اسلام کو کس قدر نقصان پہنچایا۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تم آنکھیں کھولو۔ تمہاری یہ نوزائیدہ مملکت پاکستان ایک نازک دور میں سے گذر رہی ہے جس کے لئے قوم کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ خیال رہے اگر قوم میں تشتت پیدا ہو گیا تو مسلمان مصیبت اور تباہی کا شکار ہو جائیں گے۔ دشمن اس کوشش میں ہے کہ مسلمانوں کو پھر تفرقہ بازی کی رَو میں بہا کر تباہ و برباد کر دیا جائے۔

اے پاکستان کے خیر خواہو!

آج علماء احرار مسلم قوم میں تفرقہ اور فساد کو پھر ہوا دے رہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے قبل ازیں تفرقہ بازی اور تکفیر بازی سے اسلام کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھا۔ اور یوں مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی ہونے سے دُور رکھا اور آج یہ دوبارہ مذہبی لبادہ اوڑھ کر قوم کی سادگی اور خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم میں انتشار پیدا کرنے کے لئے میدان میں کود پڑے ہیں۔ "اتحاد۔ ایمان۔ اخوت" کو اپنا مقصد سمجھنے والے بھائیو قوم پر یہ تباہی کب تک دیکھتے رہو گے۔ کون مسلمان ہے جو امت عربیؐ پر یہ طرز اوانہ تاخت اور سفاکیاں اپنی آنکھوں سے دیکھے اور چپ رہے۔ کون ہے وہ مسلمان جو مسلمان کو اس طرح تباہی کی طرف جاتے دیکھے اور خاموش رہے یہ کس قدر ظلم ہے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہرایا جاتا ہے کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ قوم اور ملک کے ہمدرد اٹھیں اور آگے بڑھ کر قوم کی جڑ کاٹنے والے ان علماء کے چہرہ سے نقاب اُلٹ دیں تاکہ قوم اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ ان بڑی بڑی پگڑیوں کے نیچے باطل اور لکشمی کو سجدہ کرنے والے بڑے بڑے سر ہیں اور ان گھنی ڈاڑھیوں کی اوٹ میں نفس پروری کی سیاہی چھپی ہوئی ہے۔

خدارا بیدار ہو جاؤ اور قوم کی جڑ کاٹنے والوں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے والوں سے بچ جاؤ یہ ظالم اور نفس پرور ہیں۔ یاد رکھو پاکستان خدا داد عطیہ ہے اور دشمن اس کوشش میں ہے کہ پاکستان کو ضرر پہنچائے۔ لیکن تمہاری سلامتی اسی میں ہے کہ تم اتحاد اسلام اور خدمت اسلام کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنا لو اور ایک دوسرے کے مخلص بھائی بن جاؤ اور حقیقی جاں نثار بن جاؤ اور تمہاری جماعتی عداوت اور فرقہ بندی اور تکفیر بازی کی لعنت اس میں سدِ راہ نہ ہو جائے۔ اور ان علماء کے جھگڑالو اور طاغوتی کرشمے تم کو مسحور و بے خود نہ کر دیں۔ کیونکہ ان کی تمام شعاعیں سراب صحرا کی مانند ہیں کہ دُور سے دیکھنے والا اس کو للچائی ہوئی آنکھ سے دیکھ کر آبِ حیات تصور کرتا ہے مگر جب قریب آ جاتا ہے تو وہاں کچھ نہیں پاتا۔

اے علمائے احرار!

خدا سے ڈرو۔ کیوں ذاتی مفاد اور نفس پروری کے لئے قوم اور ملک کی جڑوں پر کلہاڑی مار رہے ہو۔ اور کیوں امام وقت اور اس کی جماعت کی مخالفت پر کمربستہ ہو۔ یاد رکھو مامورِ خدا کی مخالفت اور توہین اچھی نہیں۔ خدا کے مرسل کو تم کافر کہتے ہو۔ یہودیوں نے بھی تو حضرت عیسیٰ ابن مریم کو جھوٹا اور کافر کہا۔ خدا کے فرستادہ کو کافر اور مرتد کہنا آسان نہیں۔ تم لوگوں نے ایک بہت بھاری بوجھ سر پہ اٹھایا ہے اور تم سے ان سب باتوں کا جواب پوچھا جائیگا۔

لوگو خدا کے مامور سے ٹکر مت لو۔ ابھی کچھ وقت باقی ہے اور تم بہت سا ثواب کھو چکے ہو۔ باز آ جاؤ۔ تاریخ دیکھ لو۔ آخر یہودیوں نے مسیح علیہ السلام سے دشمنی کر کے کیا لیا اور تم کیا لو گے۔

پیٹتا ہو گا دو ہاتھوں سے کرے سے مرگئے
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہونگے آشکار

اے میرے احراری بھائیو!

خدا کا خوف کرو۔ اور مسیح موعود کو اس کے کاموں سے پہچانو۔ یاد رکھو خدا کے مامور کے برگزیدہ کی مخالفت کر کے خدا کو جوش میں مت لاؤ۔ آگے ہی دنیا میں سفاکیاں بڑھ چکی ہیں۔ بدگمانیوں سے باز آ جاؤ کہ پاک اور مقدس کی توہین سے آسمان سرخ ہو رہا ہے اور تم نہیں دیکھتے کہ فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا کہ خدا اپنے جلال میں ہے۔ اور در و دیوار پر لرزہ ہے۔ کیا موجودہ سیلاب اور ہولناک قتل عام سے تمہارے دلوں میں خوف خدا پیدا نہیں ہوا۔ افسوس تمہاری عقلیں کہاں گئیں کہ قدرت کے کاموں کو نہیں پہچانتیں۔ اے بھائیوں صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا اچھا نہیں۔

اگر وہ مامورِ خدا اس صدی میں نہ آتا اور اپنا مقدس چہرہ نہ دکھاتا تو دنیا گمراہی میں ڈوب جاتی اور ہر نفس ملحد اور دہریہ ہو کر مرتا۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت میرزا صاحب نے اسلام کی کشتی کو عین وقت پہ تھام لیا۔ یہ چودھویں صدی کی تھی چودھویں رات کا چاند تھا۔ جس میں خدا نے اپنے نور مسیح موعود کو چادر کی طرح زمین پر پھیلا دیا۔ اب کیا تم خدا سے لڑو گے اور اس فولادی قلعہ سے اپنا سر ٹکراؤ گے۔ یاد رکھو جس جماعت کو تم کافروں کی جماعت سمجھتے ہو وہی صرف ایک جماعت ہے جو تمام دنیا میں خدمت اسلام، اشاعت اسلام، حمایت اسلام کا کام کر رہی ہے یہی ایک جماعت ہے جو دشمنان اسلام کے خلاف مالی۔ جانی اور قلمی جہاد کر رہی ہے۔ اگر کبھی ایسا وقت آیا کہ تحفظ اسلام کے لئے تلوار اٹھانے کی ضرورت پڑی تو انشاء اللہ یہ جماعت اسلامی مجاہدوں کے اگلے مورچوں میں بھی پیش پیش نظر آئے گی۔

آخر میں صاحبانِ بصیرت، اور انصاف پسند اصحاب کی خدمت میں میری التماس ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں جو خدا اور رسول نے ان پر عائد کی ہیں۔ اور مجددِ وقت کے حالات اور مجدد وقت کے ملفوظات اور کلمات کا از خود مطالعہ کریں انہیں غور کرنا چاہیئے کہ رسول عربی کا وہ وعدہ جو ہر صدی پر مجدد کے آنے کا تھا اس کا کیا بنا۔ یہ وعدہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں پورا ہوتا چلا آیا وہ آج چودھویں صدی میں جبکہ گمراہی اور ضلالت اپنے پورے زوروں پر پہنچ چکی تھی کیوں پورا نہ ہوا۔ آخر اپنے علماء سے پوچھو کہ اس صدی کا مجدد کہاں گیا۔ اور اور وہ موعود ابن مریم کب نازل ہو گا۔ جس کی انتظار کر کر کے تم ناامید ہو چکے ہو۔ کیا اس کو کوئی ابھی تک سیڑھی نہیں ملی کہ آسمان سے نیچے اتر سکے۔

اے مسلمان بھائیو! خدارا کچھ تو حقیقت پہ غور کرو۔ آخر یہ غفلت کب تک۔ اٹھو اور ایک قدم آگے بڑھاؤ اور ملاں کے پیدا کئے ہوئے فساد کو بالائے طاق رکھ کر سچائی کو تلاش کرو۔ تم ان تکفیر باز خشک ملاؤں کو ان کی اپنی غضب و حسد کی دھکتی ہوئی بھٹی میں جلنے دو اے دانشمندو! تم ان کاغذی گڈیوں پر کیوں فریفتہ ہوتے ہو۔ کیا یہ کفر کے فتوے غیر معصوم ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ظالم دلوں کے نتائج نہیں۔ حضرت مخبر صادق رسول عربیؐ کی پیشگوئی ان علماء کے متعلق کس طرح روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی جیسا کہ حضور نے ان علماء کے متعلق فرمایا شرمن تحت ادیم السماء یعنی اس وقت کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اور یہ کس طرح علماء وقت پر صادق آتی ہے۔ سو اب آؤ اے خدا کے واحد کے آستانے پر جھکنے والو اپنے امام اعظم کی اصل تصویر اور زندگی کو دیکھو۔ ملاں کی پیدا کی ہوئی نفرت کو پھینک کر مظلوم امام کی حقیقی سچائی کو پاؤ کہ اب فلاح اسی میں ہے۔ آؤ اور

"زمیندار" میں صداقت مسیح موعود کا نادانستہ اعتراف

برادر مکرم و محترم ایڈیٹر صاحب۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبار زمیندار مؤرخہ ۲۹ ستمبر میں جناب غلام نبی صاحب چشتی بی ٹی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول ساہی وال کا ایک مضمون "مسلمان کے اوصاف" کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں صاحب موصوف نے اس زمانہ میں غلبۂ اسلام کے نمایاں ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی چار دانگ عالم میں مقبول ہونے کا نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اعتراف فرمایا ہے۔ ان ہر دو حقائق کا اعتراف دراصل سیدنا حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور جماعت احمدیہ کے برحق ہونے کا اعتراف ہے۔ یہ امر ایک معجزہ سے کم نہیں کہ وہ اخبار جس کے کار حضرت امام وقت اور آپ کی جماعت کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کے لئے وقف تھے۔ ان تھوڑے سے دنوں میں نادانستہ ان پر دہ حقائق کو جو سیدنا حضرت مسیح موعود کی صداقت کے سب سے زبردست ثبوت ہیں۔ اپنی اخبار میں شائع کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقانیت کو تسلیم کر چکا ہے۔ دلائل میں ہمیشہ بحث کی گنجائش رہ جاتی ہے لیکن شریف الطبع انسان واقعات کو تسلیم کر کے ان کا انکار نہیں کیا کرتے۔ کیا ادارہ زمیندار ان واقعات پر غور کرے گا۔ کہ ایڈیٹر زمیندار ووکنگ میں عید الضحیٰ کے موقعہ پر فرزندان توحید کے عدیم المثال اجتماع سے متاثر ہوئے۔ بحالیکہ ان فرزندان توحید کے مجمع کا روح رواں حضرت میرزا کا ایک ادنیٰ خادم اور اس عظیم الشان اجتماع کا امام صلوٰۃ تھا۔ اسی زمیندار اخبار کے ایک قابل احترام مضمون نگار نے کھلے الفاظ میں قرآن حکیم کی غلبۂ اسلام کی پیشگوئی کے اس زمانہ میں پورا ہونے اور اسلام کے اطراف واکناف عالم میں مقبول ہونے کا اعتراف فرمایا ہے۔ سیدنا حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے مسیحیت کی بنیاد اور بعثت کی غرض یہی دو باتیں تھیں۔ اور زمیندار اخبار اپنے اعتراف کے مطابق حضرت مسیح موعود اپنے مشن میں اور اپنے مقاصد میں کامیاب وکامران ہوئے

فالحمدللہ

محترم چشتی صاحب کو منسلکہ چٹھی کے ذریعہ میں نے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت کی دعوت دی ہے۔ اگر پسند فرمائیں۔ تو اسے اخبار میں شائع فرما دیں۔ شاید کسی متلاشی حق روح کے لئے یہ مفید ثابت ہو۔

خاکسار صادق علی

مکرمی محترمی ہیڈ ماسٹر صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اکثر آپ کے مواعظ حسنہ اخبار زمیندار میں پڑھتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی ایسے پاک نفوس ہیں جن کے دلوں میں اپنی قوم کے لئے درد ہے اور وہ قوم کے کردار کو بلند کرنے کے لئے اپنی سمجھ کے مطابق کوشش فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے آپ کی مساعی کو مشکور فرمائے اور ان کے لئے آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

مسلمان قوم اپنے کردار کے لحاظ سے اس وقت انتہائی پستی میں ہے۔ آپ حسن ظن اور اپنی فطرتی سعادت کی وجہ سے قوم کو مسلمان سمجھ کر مخاطب فرماتے ہیں۔ اور میں بھی انہیں مسلمان ہی کہتا ہوں۔ لیکن آپ غور کر کے دیکھ لیں کہ قوم کی اکثریت کو اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یارب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجورا۔ مسلمان قوم کا اسلام ایک رسمی اسلام رہ گیا ہے۔ وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے باپ دادا مسلمان تھے۔ ایک ہزار میں سے ایک مسلمان آپ کو بمشکل ملیگا جو قرآن حکیم میں تدبر تو کجا اس پاک کتاب کو رسمی طریق پر پڑھتا ہی ہو۔ اور پھر جو پڑھتا ہے۔ الا ماشاء اللہ، وہ اس کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ تو اس کا ذہن کیسے روشن ہو۔ مسلمان قوم کی سب سے بڑی بیماری یہ ہے۔ کہ انہیں مرنے سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ اس زمانہ کے نام نہاد علماء کا اپنا کردار اور وہ طریق عمل ہے جس میں وہ اسلام اور قرآن کو پیش کرتے ہیں۔ دوسری اقوام قرآنی تعلیم کو اپنا کر بام ترقی پر پہنچ رہی ہیں۔ اور قرآن کو اپنا رہنما و رہبر کہنے والی قوم قرآن کو چھوڑ کر قعر مذلت میں گرتی چلی جا رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میرے اس عریضہ کا محرک آپ کا وہ مضمون ہوا ہے جو "ایک مسلمان کے اوصاف" کے عنوان سے اخبار زمیندار مؤرخہ ۲۹ ستمبر میں شائع ہوا ہے۔

اے مرا روئے محبت سوئے تو
بوئے انس آمد مرا از کوئے تو

آپ نے اس مضمون میں ایک ایسی صداقت کا اعتراف فرمایا ہے۔ کہ اگر اس کے کل اجزا پر تدبر کیا جائے۔ تو مسلمان قوم کی حالت کی اصلاح بڑی آسان ہو جاتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے۔ کہ "قرآن مجید کا یہ دعویٰ کہ ہم مذہب اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کریں گے یعنی لیظہرہ علی الدین کلہ پورا ہو چکا ہے۔" جزاک اللہ آپ کا ارشاد صحیح اور حق ہے اسلام اس وقت تمام مذاہب پر غالب ہے اسلام کی صداقت اور دوسرے ادیان کا باطل ہونا اس زمانہ میں روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا ہے۔ دنیا کی نظریں امن اور نجات کے حصول کے لئے اسلام کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ بلکہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر جنہوں نے اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ یہ رائے ظاہر کر چکے ہیں کہ آئندہ سو سال میں یورپ کا مذہب اسلام ہو گا۔ اور کہ دنیا کو اس کے موجودہ آلام و مصائب سے نجات صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام امن اور صلح کا مذہب ہے۔ اور یہ مفہوم اس کے نام میں مضمر ہے۔ اب آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ غلبۂ اسلام کا وعدہ مسیح کے نزول کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور یہ حق بھی ہے۔ ابھی ساٹھ سال کی بات ہے۔ کہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کو کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ اور اسلام کی مغلوبیت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی علمائے اسلام عیسائیوں اور آریوں کی یورشوں سے عاجز آ چکے تھے۔ اور بقول مولوی عبداللہ العمادی صاحب ایڈیٹر وکیل امرتسر:۔

"وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے۔ اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے۔ یا نہ کر سکتے تھے ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سر راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گرمی کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں۔ اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا۔ کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔" کہ ایک مرد خدا اٹھا۔ اور اس نے تمام عالم میں اعلان کیا کہ غلبۂ اسلام اس کے ہاتھ پر مقدر ہے۔ اور اس نے ہمارے دیکھتے دیکھتے اسلام کو ہر میدان میں جملہ ادیان پر غالب کر کے دکھا دیا جس سے ہر مسلمان بچہ بچہ واقف ہے اور جس کا اعتراف آپ کو بھی ہے۔ اس مرد خدا نے ایک جماعت بنائی۔ اور اس کے ہر چھوٹے اور بڑے کے دل میں یہ ایمان پیدا کر دیا۔ کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں اسلام کل دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ دوسری حقیقت ہے جس کا اعتراف آپ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:۔

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا شہرہ چار دانگ عالم میں موجود ہے۔"

آپ کو علم ہو گا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے بعد تین قرن اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم یہ تین قرن جنہیں حدیث اسلام کی مضبوطی کا زمانہ قرار دیتی ہے۔ تین سو سال ہیں۔ اس کے بعد کذب وغیرہ پھیل گئے۔ اور مسلمان اس اعلیٰ حالت سے گر گئے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی ترقی رک گئی۔ قرآن کریم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رکے کا زمانہ ایک ہزار سال تھا۔ پس تیرہ صدیوں کے بعد اسلام کا یکایک تمام ادیان پر غالب آ جانا زمینی اسباب سے نہیں۔ بلکہ الٰہی مشیت سے ہے جس نے قادیان کے نیک بندے کو الہام کیا کہ

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"

آپ کو اللہ تعالیٰ نے زیور علم سے مزین فرمایا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ یورپین مصنفین اسلام اور بانئے علیہ التحیۃ والسلام کی تصویر کن کن رنگوں میں کھینچتے رہے ہیں۔ پھر آج اسلام کے متعلق ان کے زاویہ نگاہ کو کس چیز نے بدل دیا۔ آپ کو اقرار ہے کہ:۔

"اس زمانہ کا مسلمان اپنے کردار سے اسلام کی حقانیت کو جھٹلاتا ہے"

(باقی ز صفحہ ۱۴)

امامِ وقت کے مخالفین سے خطاب

غلام مریم صاحبہ احمدی دختر میاں عبدالحق صاحب پنشنر جہلم

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب بھی دنیا میں کسی زمانے میں کوئی مجدد۔ محدث یا امام آتا ہے اور دعوے مجددیت کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو علمائے وقت فوراً اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ خودساختہ پیشوایت کے علمبردار جو خود غلط عقیدوں میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں فوراً اکٹھے ہو کر اس خدا کے اس فرستادہ پر کفر کے فتوے لگاتے اور اسے واجب القتل ٹھیراتے ہیں اور ہر طرح سے ان خدا کے بندوں کی مخالفت پر تل جاتے ہیں۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجئے اور دیکھئے کون بزرگ ہے جو ان علماء کے ہاتھوں سے بچا۔ امام غزالی کی مخالفت شدید کی گئی اور ان کی کتابیں جلادی گئیں۔ دریابرد کی گئیں۔ حضرت غوث اعظم کے وقت کے علماء نے ان کی ایذارسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو قید کیا گیا۔ حضرت امام مالک و امام شافعی کو اس قدر ایذائیں پہنچائی گئیں کہ اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضرت امام محمد بن حنبل کو بری طرح سے ذلیل کیا گیا اور ان کو کوڑے لگوائے گئے قید کیا گیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کو گوالیار کے قلعہ میں قید کیا گیا۔ غرض علماء وقت ہمیشہ انبیاء کے اظلال کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ مجدد یا محدث یا امام آتا ہی اس وقت ہے جب کہ زمانہ میں کوئی متقی عالم باعمل نہیں رہتا اور اس وقت کے علماء بڑی بڑی غلطیوں میں گرفتار ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ جس عقیدہ پر جمے ہوئے ہوتے ہیں اپنی دانست میں اس کو درست سمجھتے ہیں لیکن خدا کے مرسل اور خدا کے مامور آ کر ان کی غلطیوں اور ان کے غلط عقیدوں کی بیخ کنی کرتے ہیں۔ جس پر وہ مخالف ہو کر طرح طرح کے الزام لگاتے اور قوم کو دھوکا دے کر خدا کے فرستادہ کی صحبت سے محروم کر دیتے ہیں۔

یہی کچھ اس چودھویں صدی کے امام مظلوم کے ساتھ ہوا بلکہ اس خدا کے برگزیدہ انسان کے ساتھ وہ ظلم ہوا کہ جس کی مثال تاریخ اسلام پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اے لوگو۔ تم کیوں خدا کا شکر ادا نہیں کرتے کہ تم میں وہ موعود انسان آیا جس نے آ کر سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا اور دشمنان اسلام کو منہ توڑ جواب دیا اور اپنے انوار روحانی اور دلائل و براہین نیرہ سے اسلام کو ایسا بلند کیا کہ مقابلہ پر کوئی نہ آ سکا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اے قوم کے بزرگو! ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ کیا اس مامور خدا کے لئے آسمان سے نشان ظاہر نہیں ہوئے اور کیا کبھی خدا کاذب کی بھی تائید کرتا ہے کیا کبھی خدا کاذبوں کو اتنی مہلت دیتا ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ جب وہ روح القدس پا کر کھڑا ہوا تو اس کے خلاف کس قدر شور اٹھا اور ایک دنیا اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ بہت سی آندھیاں چلیں طوفان آئے مگر اس پر کوئی زوال نہ آیا وہ دن بدن آگے ہی بڑھتا چلا گیا دشمنوں کو کچلتا اور روندتا ہوا وہ اپنا کام کرتا چلا گیا اس نے ہر بار پکار کر کہا کہ جھوٹے الزامات مجھ پر مت لگاؤ۔ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ کیا قرأت و لا محدث کی یاد نہیں رہی۔ یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعوے کیا ہے اے نادانوں بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اسکو عربی میں مرسل اور رسول کہیں گے یا کچھ اور۔

ایک خط میں آپ لکھتے ہیں:۔

"حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر اس عاجز کو الہام ہوا ہے۔ اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا ہے لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت اور رسالت سے مراد حقیقی نبوت اور رسالت ہے۔ جس سے انسان خود صاحب شریعت کہلاتا ہے بلکہ رسول کے لفظ سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا اور نبی کے لفظ سے صرف اس قدر مراد ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے علم پا کر پیشگوئی کرنے والا یا معارف پوشیدہ بتانے والا۔ سو چونکہ ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔ اس لئے اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہئیں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیئے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس آیت کا انکار کرنا یا بے استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے علیحدہ ہونا ہے جس طرح کہ وہ ایک خطرناک حالت میں ہے۔ اسی طرح وہ جو شیعوں کی طرح اعتقاد میں حد سے گذرتا ہے جاننا ...... چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا اور ہم محض دین اسلام کے خادم بن کر دنیا میں آئے ہیں اور دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ نہ اس لئے کہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین بنا دیں۔ ہمیشہ شیطان کی رہزنی سے اپنے تئیں بچانا چاہیئے اور اسلام سے سچی محبت رکھنی چاہیئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو بھلانا نہیں چاہیئے۔ ہم خادم اسلام ہیں اور یہی ہمارے ظہور کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں۔"

(الحکم ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

کس قدر صاف طور پر آپ نے اپنی پوزیشن واضح کر دی ہے۔ آخر تم نے کیوں ناحق اس مقدس انسان کے خلاف شور برپا کر رکھا ہے اگر یہ شخص کاذب ہوتا تو خدا کبھی اس کو اتنی مہلت نہ دیتا اور اگر یہ انسان کا اپنا فعل ہوتا تو کب کا تباہ ہو چکا ہوتا اور قبل اس کے جو تمہارا ہاتھ اٹھتا خدا کا ہاتھ اسکو تباہ کر دیتا۔

سو اے بھائیو اور بہنوں بے سود مزاحمت کرو اور سعادت اختیار کرو اور جلد جھک جاؤ تا خدا تم پر رحم کرے ڈرو کہ امام وقت کی مخالفت تمہیں انتہائی پستیوں میں نہ ڈال دے۔ کیا تم اس شخص کی مخالفت کرتے ہو جس کو خدا نے کہا:۔

"تیرے پر سلام اے ابراہیم آج تو ہمارے نزدیک با مرتبہ اور امین ہے خدا کا دوست۔ خدا کا خلیل۔ خدا کا بشیر ہم نے ہر ایک امر میں تیرے لئے آسانی کر دی۔ بیت الفکر اور بیت الذکر اور جو اس میں داخل ہوا۔ وہ امن میں آ گیا۔ وہ بیت الذکر برکت دینے والا اور برکت دیا گیا ہے اور ہر ایک برکت کا کام اس میں کیا جائے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور کسی ظلم سے ایمان کو مکدر نہیں کیا۔ انہیں کو امن دیا جائے گا اور وہی ہدایت یافتہ ہونگے"

(پیشگوئی مندرجہ براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۸)

پس اے لوگو، اے خدا کے بندو۔ اٹھو اور مجدد وقت کے ساتھ ہو کر خدمت اسلام بجالاؤ۔ اٹھو اور مجدد وقت کی تائید اور حمایت کر کے اس نور اور ایمان کو حاصل کرو جس کو وہ دوبارہ دنیا میں لے کر آیا ہے

خدمت دین کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت

اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

قومی مشورہ اور امداد کی ضرورت

مدت سے گوجرانوالہ کی جماعت احمدیہ کی خواہش چلی آ رہی ہے کہ ایک پبلک جلسہ اس شہر میں کیا جاوے۔ اس وقت گوجرانوالہ کی آبادی قریباً ۲ ½ پونے تین لاکھ انسانوں پر مشتمل ہے۔ اہل اسلام کی موجودہ مذہبی حالت جو ہے۔ وہ سب احمدیوں پر واضح ہے اور اہل اسلام بھی خود اپنی اس روحانی کمزوری کو محسوس کرتے ہیں احمدیت کی غرض و غایت یہی ہے کہ ایسے ناواقف لوگوں میں قرآن۔ اسلام۔ احمدیت کی تبلیغ کی جاوے۔ مگر ساتھ ہی اس بات پر بھی غور کرنا ہے کہ کس طرح ایک پبلک جلسہ کا انتظام کیا جائے۔ کیونکہ مخالفت بھی زوروں پر ہے اور طالبان حق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ اکثر لوگ سیاست میں مستغرق رہنے کو اسلام سمجھے ہوئے ہیں۔ کیا سیالکوٹ وزیرآباد، گجرات، لاہور اور لائلپور کے بزرگ ہماری اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے کسی طرح ہماری اعانت کر سکتے ہیں۔

امید ہے ان جماعتوں کے سرگرم احباب اس طرف ضرور متوجہ ہو کر ثواب حاصل کریں گے۔

ڈاکٹر حسن علی گورنمنٹ پنشنر
سینئر سب اسسٹنٹ سرجن۔ گوجرانوالہ

اعلانِ نکاح

مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کی نواسی پروین سلطانہ بنت شیخ غلام مصطفےٰ حیرت کا نکاح ملک غلام اکبر ولد ملک غلام جیلانی صاحب سے بعوض حق مہر مبلغ تین ہزار روپیہ۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب نے پڑھا، اسی موقعہ پر دولہا کے والد صاحب نے مبلغ پانچ روپیہ انجمن کی نذر کئے۔ فجزاہ اللہ تعالےٰ۔

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

حضرت مصعب بن عمیرؓ

شیخ غلام قادر صاحب احمدی بلڈنگس لاہور

ابتدائی حالات

مصعب بن عمیرؓ مکہ کے ایک نہایت حسین اور خوشرو نوجوان تھے ابراھیم بن محمد العبدری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مصعب بن عمیرؓ جوانی میں خوبصورتی اور پیشانی کے بالوں میں مکہ کے جوانوں میں یکتا تھے ان کے والدین ان سے بہت محبت کرتے تھے آپ کی والدہ بہت مالدار تھیں وہ انہیں نہایت نفیس اور باریک کپڑے پہناتی تھیں وہ اہل مکہ میں سب سے زیادہ عطر لگانے والے تھے اور حضرمی جوتا پہنتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کر کے فرماتے کہ میں نے مکہ میں مصعب بن عمیر سے زیادہ خوبصورت مالدار باریک کپڑے پہننے والا اور ناز و نعمت والا کسی کو نہیں دیکھا (طبقات جزء خامس حصہ دوم)

قبولیت اسلام

اللہ تعالےٰ نے جہاں انہیں ظاہری حسن سے آراستہ فرمایا وہاں انہیں طبع لطیف اور ذوق سلیم سے بھی مزین کیا تھا۔ اس پیکر حسن کے نقوش فطرت میں نقش توحید کی کمی تھی جسے اس نے دربار نبوی میں حاضر ہو کر پورا کر لیا۔ ان ایام میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارقمؓ کے گھر میں جہاں حضور پناہ گزین تھے ابن ابی الارقم کو دعوت اسلام دے رہے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ اسی جگہ حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مگر اپنی والدہ اور قوم سے اپنا اسلام چھپائے رکھا اور خفیہ طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

ایک روز عثمان بن طلحہ نے انہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا ان کی والدہ اور قوم کو خبر کر دی بس کیا تھا مصعبؓ کی مشکلات و مصائب کا زمانہ شروع ہو گیا۔ قوم نے انہیں قید کر دیا۔ اور وہ برابر قید میں رہے یہاں تک کہ پہلی ہجرت حبشہ میں آپ حبشہ چلے گئے۔

اس ناز و نعمت کے پروردہ نے دنیا کے عیش و آرام پر لات مار کر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی چنانچہ عروہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ مسجد بنا رہے تھے۔ دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ مصعب بن عمیرؓ حاضر ہوئے اور ان کے جسم پر دھاری دار چادر کا ایک ٹکڑا تھا جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا صحابہ کرام نے یہ حالت دیکھ کر مارے ترحم اپنی گردنیں جھکا لیں مصعبؓ نے سلام کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور اچھی طرح ان پر اللہ تعالےٰ کی ثنا کی اور فرمایا الحمد للہ اب دنیا کو چاہیئے کہ اپنی حالت بدل دے میں نے مصعب کو دیکھا کہ مکہ میں قریش کا کوئی نوجوان اپنے والدین کے پاس ان سے زیادہ ناز و نعمت میں نہ تھا انہیں اس عیش و آرام کی زندگی سے خیر کی رغبت نے جو اللہ اور ان کے رسول کی محبت میں تھی نکال دیا۔ (آج اس نازک ترین دور میں جس میں سے اسلام گذر رہا ہے ایسے سرفروشوں کی ضرورت ہے) طبقات ایضاً

جنگ احد میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تو کفن کے لئے صرف ایک چادر میسر آئی جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہو جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا۔ طبقات ایضاً

اشاعت اسلام

جب نور اسلام کی ضیا بار شعاعیں کوہ فاران کی چوٹیوں میں سے گذر کر مدینہ منورہ تک پہنچیں تو وادی یثرب کا ایک معزز طبقہ اس نور سے منور ہو گیا چنانچہ انہوں نے خدمت اقدسؐ میں درخواست کی کہ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے کسی کو مامور فرمایا جائے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ جوہر شناس نے مصعب بن عمیر کا انتخاب کیا جنہیں حضورؐ نے چند زرّین نصائح فرما کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا۔

مبلغین کے لئے لمحہ فکریہ

مدینہ پہنچکر مصعب بن عمیرؓ اسعدؓ بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور خانہ بخانہ گھوم کر اشاعت اسلام کی خدمت انجام دینے لگے اس طرح آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہر روز ایک، ایک دو دو آدمی مسلمان ہونے لگے۔ اسلام ظاہر ہو گیا اور انصار کے تمام مکانوں اور عوالی (مدینہ کی آس پاس کی بستیوں) میں اسلام پھیلتا چلا گیا۔

مبلغین کو حلیم الطبع اور موقعہ شناس ہونا چاہیے

ایک روز مصعب بن عمیرؓ بنی ظفر کے ہاں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلہ عبد الاشہل کے سردار سعد بن معاذؓ نے جو کہ بعد میں اسلام کا فدائی بنا اپنے رفیق اسید بن حضیرؓ (جسے بعد میں راہ مولا میں شہادت کی سعادت نصیب ہوئی) سے کہا "اس داعی اسلام کو اپنے محلہ سے نکال دو یہ شخص ہمارے کم علم ضعیف الاعتقاد طبقہ کو گمراہ کرتا پھرتا ہے اگر اسعد (میزبان مصعب) میرے عزیزوں میں سے نہ ہوتے تو میں آپ کو اس بات کی تکلیف نہ دیتا بلکہ بنفس نفیس اس کا علاج کرتا" یہ بات سن کر اسعد نے نیزہ اٹھایا اسعد کے مکان پر پہنچا اور خشم آلود لہجہ میں مصعبؓ سے یوں مخاطب ہوا:-

"تمہیں یہاں کس نے بلایا ہے کہ تم ہمارے ضعیف الاعتقاد اور سادہ لوح طبقہ کو گمراہ کرتے پھرو؟ اگر تمہیں جان عزیز ہے تو ... ابھی یہاں سے چلے جاؤ"

مصعبؓ نے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ بھائی جان بیٹھ جائیں اور کچھ ہماری گذارشات بھی سن لیں۔ اگر ہماری گفتگو آپ کو پسند آئے تو قبول کرنا ورنہ ہم خود چلے جائیں گے چنانچہ اسید وہیں نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے اور غور سے مصعب کی باتیں سننے لگے حضرت مصعبؓ نے چند آیات کریمہ تلاوت فرمائیں اور اس خوبی سے عقائد اور محاسن اسلام بیان فرمائے کہ اسید کا قلب صافی نور ایمان سے یکسر منور ہو گیا اور بیتاب ہو کر بولے کیسا اچھا مذہب ہے! کیسی اچھی ہدایت ہے!! اور پوچھا کہ اس مذہب میں داخل ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

حضرت مصعبؓ نے فرمایا پہلے نہا دھو کر کپڑے بدلو پھر صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔ اسیدؓ بن حضیر نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور اللہ تعالےٰ کی اس آخری جماعت میں داخل ہو گئے جسے اصلاح خلق کا فرض منصبی تفویض ہوا تھا۔

اسید غضب و انتقام کے بدلے عشق و محبت کا سودا خرید کر جب واپس لوٹے تو سعد بن معاذ دور ہی سے تاڑ گئے اور کہا خدا کی قسم اس شخص کی حالت میں ایک بہت بڑا انقلاب نظر آتا ہے۔ قریب پہنچنے پر پوچھا کہو کیا کر آئے؟ اسید نے بڑے حکیمانہ طریق سے سعد کو مصعب بن عمیرؓ تک پہنچایا چنانچہ جواب دیا برادر تم اپنے بھائی اسعد کی خبر لو جسے قتل کرنے کے لئے بنی حارثہ تلے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ اس کے اسلام قبول کرنے اور اشاعت اسلام کرنے پر ناراض ہیں نیز تمہارے خالہ زاد بھائی کو قتل کر کے تمہاری تذلیل کرنا چاہتے ہیں (چونکہ عبد الاشہل اور بنی حارثہ میں دیرینہ عداوت تھی) سعد بن معاذ جوش غضب میں فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے بھائی کی مدد کے لئے اس کے مکان پر پہنچے یہاں پہنچکر اسے وہی واقعہ پیش آیا جو اسید بن حضیر کو پیش آیا تھا۔ جب مصعبؓ بن عمیرؓ سے اسلام کے محاسن اور قرآن کریم کی آیات سنیں تو فوراً اسلام کا اقرار کیا اور اسی جوش میں اپنے قبیلہ والوں کے پاس آئے اور ببانگ بلند سوال کیا:-

"اے بنی اشہل بتاؤ میرا تمہارے ساتھ کیا تعلق ہے؟ سب نے کہا آپ ہمارے سردار۔ نہایت عقلمند اور عالی نسب ہیں۔ سعد نے کہا اللہ کی قسم تمہارے مردوں اور تمہاری عورتوں سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ۔ اس آواز پر تمام قبیلہ نے لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے

مدینہ میں جمعہ کا قیام

مصعب بن عمیرؓ نے دربار نبوی سے اجازت حاصل کر کے سعد بن خیثمہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ کی بنا ڈالی۔

تبلیغ کا عملی ثبوت

بیعت عقبہ ثانیہ میں مصعب بن عمیرؓ تہتر اکابر و اعیان کی پُرعظمت جماعت تجدید بیعت کے لئے اپنے ساتھ لائے (بیعت عقبہ اولیٰ میں صرف بارہ آدمی شریک ہوئے تھے) اور آنحضرت صلی اللہ کی خدمت میں اپنی کارگذاری کی مفصل رپورٹ پیش کی جسے سن کر حضورؐ ان کی (مصعبؓ کی) محنت و جانفشانی سے بیحد محظوظ ہوئے (طبقات ایضاً)

غزوات

مصعب بن عمیرؓ میدان فصاحت کی طرح میدان وغا میں بھی کامل شہسوار تھے۔ غزوۂ بدر میں جماعت مہاجرین کا سب سے بڑا علَم ان کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ احد میں

بھی علمبرداری کا شرف انہیں نصیب ہوا۔

شہادت

جنگ احد میں اتفاقی غلطی کی وجہ سے جب پانسہ پلٹ گیا اور مسلمان ناگہانی طور پر مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے تو یہ علمبردار اسلام یکہ وتنہا مشرکین کے نرغہ میں پھنس گیا۔ مگر علم کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹا رہا۔ اتنے میں ایک شقی القلب مشرک ابن قمہ نے بڑھکر تلوار کا وار کیا جس سے آپ کا داہنا بازو شہید ہو گیا۔ لیکن بائیں ہاتھ سے فوراً علم کو سنبھال لیا اس وقت آپ کی زبان پر یہ آیت جاری تھی:۔

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

ابن قمہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں بازو بھی قلم ہو گیا باوجود اس کے مصعبؓ نے علم کو دونوں بازوؤں کا حلقہ کر کے سینہ سے چمٹا لیا۔ دشمن نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور نیزہ سے اس شدت کا وار کیا کہ یہ پروانۂ اسلام فرش خاک پر آرہا اور مذکورہ آیت کا اعادہ کرتا ہوا دائمی نیند سو گیا۔

طبقات ایضاً

تجہیز و تکفین

جب مصعب بن عمیرؓ ہاں یہ عاشق صادق عشق و محبت کی داد دیتا ہوا کوچۂ یار میں کشتۂ ناز ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شہید ملت کی نعش مبارک کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه

الآیہ۔ یعنی مومنین میں سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ سے جو عہد کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا۔

اور پھر اس حیات ابدی پانے والے عاشق زار کی لاش کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ "میں نے تمہیں مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش پوشاک کوئی نہ تھا لیکن آج دیکھتا ہوں تمہارے بال اُلجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے"

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا "بیشک اللہ کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ بارگاہ الٰہی میں حاضر رہو گے"، اور فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روز قیامت تک جو کوئی ان پر (شہیدان ملت پر) سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے"

(طبقات ایضاً)

اخلاق

اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا مصائب و مشکلات اور ملک حبش کی صحرا نوردی نے انہیں جفاکش اور مستقل مزاج بنا دیا تھا مکتب مصائب نے انہیں اچھی طرح سکھلا دیا تھا کہ مخالفین میں رہ کر کس طرح تبلیغ اسلام کرنی چاہیئے یہی وہ صفات تھیں جنہیں مدنظر رکھکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نومسلموں کی تعلیم و تربیت اور اشاعت اسلام جیسی اہم خدمات پر مامور فرمایا تھا۔

خلق عالم ہمہ بشور و شر اند
عشق بازان بعالم دگر اند
اصل طاعت بود فناز ہوا
تو کجا طریق عشق کجا

(مسیح موعودؑ)

ترجمہ (۱) تمام دنیا (جبکہ ہوس رانی اور فتنہ و فساد میں مبتلا ہے۔ عاشقان سرمدی نے ایک دوسرا عالم آباد کر لیا ہے۔

(۲) (لاف وگزاف سے اطاعت خداوندی کا دعوےٰ کرنے والے کاذب ہیں) اصل اطاعت تو ہوا و حرص کو مٹا دینے میں ہے۔ ارے (اے جھوٹے مدعی) تو کہاں اور طریقت عشق و محبت کہاں۔

اخبار احمدیہ

—— گذشتہ ہفتہ ڈرج گانا (جنوبی امریکہ) سے وہاں کی جماعت کے ایک ممتاز فرد عبدالرحیم جگو صاحب علم دین حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے انہوں نے جمعہ کے دن مسجد احمدیہ میں ایک مختصر تقریر کی جس کا خلاصہ آیندہ اشاعت میں درج ہوگا۔

—— ایک چینی طالب علم محمد معصوم صاحب بھی اسی ہفتہ یہاں پہنچے۔ ان کو چین سے آئے ہوئے ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے ان کے بزرگوں نے انہیں حضرت امیرایدہ اللہ کی خدمت میں علم دین حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا، لیکن غلطی سے ربوہ چلے گئے، وہاں سے اب یہاں پہنچے ہیں۔

—— جھنگ مگھیانہ سے مولوی محمد حسین صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے مکرم دوست شیخ محمد لطیف صاحب کچھ دنوں سے بعارضہ نمونیہ بیمار ہیں، گذشتہ سیلاب میں ان کا کافی مالی نقصان ہوا ہے، احباب کرام سے استدعا ہے کہ انکی صحت اور پریشانیوں کے دور ہونے کی دعا فرمائیں۔

—— جہلم سے مولوی احمد گل صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے محترم بھائی شیخ عبدالعزیز صاحب دس بجے ۲۱ اکتوبر کو چار بجے صبح بیس یوم بیمار رہ کر فوت ہو گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اپنے مکرم بھائی اور دیگر لواحقین کیساتھ اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل دے ۔

(بقیہ از صفحہ ۱۱)

تو بجائے اس زمانہ کے مسلمانوں کے ذریعے سے تو یورپ یا چار دانگ عالم کے نقطۂ نگاہ میں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ اس زمانے کے مسلمانوں کا کردار اور وہ چیز جسے وہ اسلام سمجھ رہے ہیں۔ اسلام کی قبولیت میں روک بن رہا ہے یہیں پر بس نہیں۔ بلکہ جن لوگوں کے ذریعے عالم میں یہ انقلاب پیدا ہو رہا ہے۔ ان نیک لوگوں کو موجودہ زمانہ کا مسلمان کشتنی و گردن زدنی قرار دیتا ہے۔ اور ان کے کام میں ہر ممکن روک ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ہمارے ان بھائیوں کی مذبوحی حرکات کے باوجود غلبۂ دین اسلام نمایاں ہوتا جا رہا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات دنیا کے گوشہ گوشہ میں قبولیت حاصل کرتی جا رہی ہیں۔ یہ کامیابی۔ یہ خدمت اسلام تیرہ سو سال سے ایک بطل جلیل کے ذریعہ مقدر تھی۔ اور وہ عظیم الشان انسان میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوائے اور کوئی شخص نہیں تھا۔ یہ انقلاب جس کے آپ معترف ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے متبعین کے ذریعہ رونما ہوا ہے افسوس کہ دوسرے مسلمان اس جہاد میں حصہ نہ لیتے بلکہ اس مجاہد و مجدد اعظم کی تکذیب کرنے اور اس کے راستہ میں روڑے اٹکانے کی وجہ سے تمام سعادتوں سے محروم ہو گئے کیسے تعجب کی بات ہے کہ "کھاؤ پیو اور عیش اڑاؤ" یہ یورپ کا مذہب تھا۔ لیکن اس زمانہ کے مسلمانوں نے اسے اپنا لیا ہے اور یورپ روحانیت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ یہ زمانہ کا انقلاب ہے۔ مسلمان قوم کی اصلاح سے مایوس تو ہم بھی نہیں۔ یہ اصلاح ہو کر رہے گی۔ لیکن اب یہ اصلاح مضامین سے نہیں ہو سکتی۔ ملاں جس چیز کو اسلام کہکر پیش کرتے ہیں۔ اس سے لوگوں کے دل اطمینان نہیں پاتے زمیندار کی قسم کی اخبار ہیں انہیں دین اور خادم دین جماعت کے ساتھ تمسخر و استہزاء کی تعلیم دیتی رہتی ہیں۔ اس لئے آپ ایسے بزرگ جو قرآن و حدیث سے دینی حقائق لکھتے ہیں۔ وہ اسے درخور اعتنا نہیں سمجھتے بلکہ اسے پڑھتے ہی نہیں۔ اس لئے اب یہ قوم مضامین سے اصلاح کی حد سے آگے نکل گئی ہے۔ اب ان کے دفع مرض کے لئے کسی سخت قسم کا اپریشن بکار ہے اور قدرت کا ہاتھ حرکت میں آچکا ہے۔ مسلمانوں کی اصلاح اس آسمانی علاج سے ہو سکتی ہے۔ جو ایک مردہ قوم میں زندگی کی روح پیدا کرنے کے لئے اس زمانہ کا مسیحا لایا۔" اشاعت اسلام کر داور دین

آہ! افضل شاہ

از مولانا مرتضیٰ خان صاحب

پس از مرگِ جواناں گل مماناد
پس از گل درچمن بلبل مماناد

ہمارے محترم دوست اور بھائی کرنل بشیر حسین کا صاحبزادہ افضل شاہ عین عنفوان شباب میں والدین کو دائمی داغِ مفارقت دے گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جانکاہ صدمہ صرف والدین کے لئے ہی المناک نہیں ہے بلکہ کل قوم کے لئے ہے جس کا افضل ایک قیمتی فرد تھا۔ یہ سچ ہے کہ انسان فانی ہے اور موت سب کے لئے مقدر ہے ؎

پرِ جگرِ خستہ کے اُڑ جاتے ہیں پُرزے
یاد آتی ہے افضل ہمیں جب تیری جوانی

مرحوم نے حیاتِ ارضی کی صرف ۲۱ منزلیں طے کیں کہ خدا کے پاس پہنچ گیا۔ وہ طویل القامت۔ حسین۔ موزوں اندام تھا۔ حسنِ ظاہری کے ساتھ حسنِ اخلاق سے کافی بہرہ ور آیا تھا۔ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتا۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں سے محبت اس کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ جہاں کہیں کوئی ملتا بڑے ادب سے سلام کرتا۔ بڑوں کے سامنے کبھی گستاخی کا کوئی کلمہ اس کی زبان سے نہیں سنا گیا۔ چھوٹے بچوں سے اکثر مذاق کرتا اور انکو خوش کرنے اور ہنسانے کی کوشش کرتا بچپن کا زمانہ کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے۔ افضل کا بچپن بھی مسلم ٹاؤن میں کھیل کود میں گذرا وہ کھیلتا تھا اور خوب کھیلتا تھا

اس کے بہت سے دوست تھے جن سے وہ بہت مانوس تھا۔ بعض غریب دوستوں کی وقتاً فوقتاً مالی مدد بھی کرتا تھا۔ لیکن باوجود کھیل کے شوق کے وہ مسجد میں بھی آتا اور نماز بھی پڑھتا اور جب کبھی ناغہ کرتا تو ہم میں سے اگر کوئی اسے نصیحت کرتا کہ نماز کے لئے مسجد میں کیوں نہیں آئے شرمندگی سے سر نیچا جھکا لیتا اور شرمیلے لہجے میں کہتا کہ اچھا جی آؤنگا اور جب میں نے ایک دفعہ سالانہ جلسہ کے لئے چندہ جمع کرنے کی تحریک کی تو اس نے اور اس کے چھوٹے بھائی اکرام نے سب سے بڑھکر اس میں حصہ لیا

ایف۔ اے کر لے کے بعد افضل اپنی مرضی سے ہی فضائی محکمہ میں داخل ہو گیا اور وہاں دو سال تک ٹریننگ حاصل کی اپنے کام میں بڑا ہوشیار ثابت ہوا اور محکمہ کے افسروں میں وہ بہت نیک نام تھا۔ اس کے بعض بزرگ اس کام کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن افضل ہمیشہ یہ جواب دیتا کہ مجھے پاکستان کی خدمت کرنا ہے خواہ میری جان ہی جاتے۔ وہ نوجوان سچا محب وطن تھا وطن پر اس نے جان قربان کر دی۔ گذشتہ ۱۲ اکتوبر کو دوپہر کے وقت اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ملا کہ وہ بخیریت ہے۔ لیکن اسی شام کورسالپور سے ٹیلیفون پر اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع ملی۔ افضل کے والد بشیر حسین عشاء کے وقت دورے سے واپس گھر میں داخل ہی ہوئے تھے اور ابھی کھانا بھی نہیں کھایا تھا کہ ان کو یہ جگر دوز خبر ملی کہ افضل دو بجے کے قریب فضائی حادثہ سے جان بحق ہو گیا ہے۔ ہوائی جہاز بھیجا جا رہا ہے۔ کوئی صاحب آکر ان کی میت لے جائیں۔ بیچارے ماں باپ اور تایا الطاف حسین اور اعزہ واقارب کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی جس کرب و بلا سے رات گذری اس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے، الفاظ اس کے بیان کرنے سے قاصر ہیں ؎

دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے

۱۳ کی صبح کو سات بجے بشیر حسین ہوائی جہاز میں سوار ہو کر خود رسالپور پہنچے اور اپنے لختِ جگر کے ٹکڑوں کو کفن پہنا کر ۱۱ بجے کے قریب مسلم ٹاؤن میں لے آئے۔ جو بھی اس سانحہ ہوش ربا کو سنتا دستِ تاسف ملتا۔ سینکڑوں انسان جمع تھے۔ دل فرطِ غم سے داغدار اور آنکھیں فرطِ غم سے اشکبار تھیں سب کی نظر بشیر حسین پر پڑتی تھی کہ یہ خدا کا بندہ کیونکر اس صدمے کو برداشت کرے گا کیونکہ جوان بیٹے کا داغ تھا ؎

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ
نورِ نظر کا داغ ہے لختِ جگر کا داغ

لیکن آفرین بشیر حسین پر وہ اس امتحان میں کامیاب نکلا اس نے بڑے صبر کا اظہار کیا اور بڑے استقلال اور حوصلے سے اس رنج فرسا صدمہ کو برداشت کیا اولٰئک علیھم صلوٰۃ من ربھم نماز جمعہ کے بعد مسلم ٹاؤن سے فوجی اعزاز کے ساتھ جنازہ اٹھا۔ خلقت کا شمار نہ تھا۔ کوٹھی کے اندر مستورات اور کوٹھی کے باہر مردوں کا ایک جم غفیر تھا۔ کوئی مرد، کوئی عورت اور کوئی بچہ ایسا نہ تھا کہ جس نے افضل کو نہ دیکھا ہو اور وہ اشکبار نہ ہو۔

شاہ جمال کے وسیع میدان میں مرحوم کا جنازہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے پڑھایا جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد کا یہ عالم تھا کہ بقول مولانا صاحب موصوف اس قدر تعداد د(یکھی)

(۴۴) کسی لیڈر کے جنازہ پر بھی دیکھی نہیں گئی۔ عصر کے وقت عزیز مرحوم کو فوجی اعزاز کے ساتھ ان کے خاندانی قبرستان واقعہ شاہ جمال میں سپردِ خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ افضل کو فردوس بریں میں اعلیٰ سے اعلیٰ جگہ دے۔ وہ دنیا میں اسی قلیل عرصہ کے لئے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ایسی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا ہم مسلمانوں کا شیوہ ہونا چاہیئے۔ ہمارے رسول کریم صلعم کے فرزند بھی جب فوت ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ اگرچہ دل مغموم اور آنکھیں آنسو بہاتی ہیں لیکن ہم خدا کی مشیت پر راضی ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاحبزادہ مبارک احمد کے انتقال پر فرمایا۔ بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

تعزیت کرنے والوں کا سلسلہ کئی دن جاری رہا۔ ۲۰ اکتوبر کو حضرت مولانا صدرالدین صاحب نے ایک مختصر سی تقریر فرمائی، جو قیمتی نصائح پر مشتمل تھی۔ افضل کی رحلت کا صدمہ صرف کرنل بشیر حسین۔ مرحوم کی والدہ۔ مرحوم کے تایا سید الطاف حسین۔ مرحوم کے چھوٹے بھائی اکرام۔ مرحوم کے ناناجان اور دیگر اعزا کا ہی صدمہ نہیں بلکہ ہم سب کا صدمہ ہے۔ لیکن سوائے صبر کے چارہ نہیں کہ یہی خدا اور اس کے رسول کی تعلیم ہے۔ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار

حضرت امیر ایدہ اللہ کے لئے احباب کی پُرخلوص دعائیں اور قربانیاں

وزیرآباد آج بعد نماز جمعہ تمام احباب جماعت کا ایک جنرل اجلاس ہوا جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق دعا کی گئی۔ نیز بطور صدقہ -/۱۵ روپے غربا میں تقسیم کے لئے دئیے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ ان -/۲۵ روپے کی ادویات منگوا کر غربا میں مفت تقسیم کی جاویں۔ اور دعا کی جاوے کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو صحت بخشے۔ آمین۔

لائلپور حضرت امیر ایدہ اللہ کی علالت پر ساری قوم بے چین اور دردمند ہے۔ جناب الحاج شیخ میاں محمد صاحب اور اخویم میاں فضل احمد صاحب کے ذریعہ روزانہ کراچی کے حالات پہنچتے رہتے ہیں اور ساری جماعت حضرت کی صحت کے لئے بارگاہ ایزدی اشکبار ہے اللہ کریم حضرت کا بزرگانہ سایہ قوم کے سر پر بدیر سلامت رکھے۔ آمین

گوجرانوالہ یہ معلوم کرکے کہ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ روبصحت ہیں۔ دل کو بڑا اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضور کو شفائے کلی اور کامل صحت عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ میں حضور کے لئے بڑی دعائیں کر رہا ہوں۔ اور دعاؤں میں بدستور رغبت۔ درد اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ میرے نزدیک یہ بڑی نیک علامات ہیں

صادق علی

گدگ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی کامل صحت کے لئے از بارگاہ الٰہی میں دعا کی گئی اور تمام احباب اور اراکین انجمن سے بھی دعا کی استدعا کی گئی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حبیب پاک کے طفیل حضرت امیر کو صحت کلی عطا فرمائے۔ آمین

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

لاہور ۲۲ ر اکتوبر - حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ تقاوی کے طور پر جو بیج دیا جائیگا اس کی قیمت میں بازار کی شرح کے مقابلہ میں ایک روپیہ فی من کی کمی کر دی جائے۔

کراچی - پاکستان مسلم لیگ کے صدر مسٹر لیاقت علی خاں نے کہا کہ پاکستان کی طاقت اور استحکام کا بڑی حد تک انحصار مضبوط موثر اور منظم مسلم لیگ پر ہے۔

ڈھاکہ - معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بھارت نے پتھاریہ اور دریائے کسیارا کی سرحدی لائن کے متعلق باگے ٹربیونل کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ پتھاریہ کے جنگل کی سرحدی لائن کی حد بندی کے متعلق باگے ٹربیونل نے فیصلہ دیا تھا کہ ریڈکلف کے بیان کے مطابق ہونی چاہیئے۔ بھارت نے اس لائن کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے جو سر ریڈکلف نے نقشہ پر کھینچی اور بعد کو اس کی تصدیق باگے ٹربیونل نے بھی کر دی - اس علاقہ کا عملی قبضہ بھی اس لائن کے مطابق ہے۔

پشاور - معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ افغانستان کی تحریک آزادی کے لیڈروں نے اقوام متحدہ سے اپیل کی ہے کہ ملک کے اقتصادی سیاسی انتشار کو ختم کرنے کے لئے افغانستان میں عوامی حکومت قائم کرنے میں مدد کی جائے۔

ڈھاکہ - مشرقی بنگال کی مسلم لیگ کونسل کے کئی اراکین نے صوبائی لیگ کے عہدے داروں سے مطالبہ کیا ہے کہ (۱) فوراً کونسل کا اجلاس طلب کریں تاکہ کونسل بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات پر غور کرے۔

(۲) کونسل کا جب اجلاس ہو تو اس میں پاکستان مجلس دستور ساز کے ان اراکین کے طرز عمل اور رویہ پر بھی غور کیا جائے جنہوں نے ان سفارشات پر دستخط کئے۔

نئی دہلی ۲۷ ر اکتوبر - تبت پر کمیونسٹ چین کے حملہ کی اطلاعات پر ہندوستان میں گہری تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے- آج وزارت خارجہ ہندوستان نے ایک سرکاری اعلان جاری کیا ہے- جس میں کہا گیا ہے- کہ حکومت نے پیکن کے سفارتخانہ کے توسط سے حکومت چین کو یہ اطلاع دے دی ہے کہ حکومت ہند کو ان خبروں کے موصول ہونے پر حیرت اور افسوس ہوا ہے۔

کراچی ۲۷ ر اکتوبر - معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اگر پاکستان کے ارباب حل و عقد نے مجوزہ بنیادی اصولوں کے بارے میں اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو حکومت کے قائم کردہ تعلیمات اسلامیہ بورڈ کے تمام ارکان مستعفی ہو جائیں گے۔ ڈاکٹر حمیداللہ صدیقی نے بورڈ کی رکنیت سے استعفیٰ بھی دے دیا ہے۔

مدراس ۲۶ ر اکتوبر - آج ڈاکٹر چوپیٹ گڈواتی نے صدر آل انڈیا ریفیوجی کونسل نے جنوبی ہند کے صحافیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا :-

ہندوستان کے تقریباً ایک کروڑ پناہ گزین آہستہ آہستہ اخلاقی اور طبعی موت کا شکار ہو جائیں گے اگر ان کی فوری امداد نہ کی گئی"

کراچی ۲۸ ر اکتوبر - حکومت پاکستان کے دو وزراء خواجہ شہاب الدین اور ڈاکٹر محمود حسین نے آج ایک پریس کانفرنس میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات پر اعتراضات کا جواب دیا۔

ڈاکٹر محمود حسین نے اس اعتراض کی تردید کی کہ بنیادی اصولوں کی سفارشات کے ماتحت صدر حکومت کو بالاتر قرار دیا گیا ہے جو اسلامی اصولوں کی تنقیص کے مرادف ہے، انہوں نے کہا کہ صدر حکومت قانون سے بالاتر نہیں اسے محض خاص خاص حقوق عطا کئے گئے ہیں۔

کشمیر

نئی دہلی - ۲۶ ر اکتوبر - آج ہندوستان کے مشہور سوشلسٹ لیڈر مسٹر جے پرکاش نرائن نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کے حل میں تاخیر ہندوستان کی قومی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے- مسٹر جے پرکاش نرائن نے اقوام متحدہ پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مسئلہ کشمیر کا جلد سے جلد حل کیا جائے اور یہ اعلان کیا کہ میری پارٹی پاکستان کے ساتھ دوستانہ رویہ رکھتی ہے"

مظفرآباد ۲۵ ر اکتوبر - کل آزاد کشمیر کی تیسری سالگرہ کے موقع پر مظفرآباد میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس میں یو این او سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ہندوستان کو اپنے مواعید کا احترام کرنے پر مجبور کرے - تاکہ کشمیر میں رائے شماری کرائی جائے۔

لاہور - ۲۷ ر اکتوبر - آج کینیڈا کے انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل ریلیشنز کے ڈائرکٹر پروفیسر ایف ایچ سوارڈ نے پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل ریلیشنز کے زیر اہتمام ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان کیا کہ کینیڈا کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ ایک غیر جانبدارانہ استصواب کے ذریعہ کیا جائے - جو اقوام متحدہ کی نگرانی میں منعقد ہو۔

طہران - ۲۸ ر اکتوبر - آج ایران کے بڑے بڑے علماء اور انجمنوں نے سکیورٹی کونسل کے صدر کو تار بھیجے ہیں کہ کشمیر میں آزادانہ اور غیر جانبدار رائے شماری کرنے کے لئے موثر اقدام کئے جائیں۔

سری نگر - جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس نے آج متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے جس میں اقوام متحدہ کشمیر کے مسئلہ کو سلجھانے میں جو کام رہی ہے - اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اور کہا گیا ہے- کہ کشمیری عوام کو اب خود پہل کرنی چاہیئے - اور جلد از جلد انتخاب کر کے ایک مجلس دستور ساز منتخب کر لینی چاہیئے۔

پنڈت نہرو نے کل نیشنل کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کشمیر کے متعلق ہندوستان کے رویہ کی تائید کی اور کہا کہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کشمیری عوام ہی کے ہاتھ میں ہے-

انہوں نے کہا کہ اگر کشمیر پاکستان میں شامل ہو گیا تو بالکل تباہ ہو جائیگا - میں کشمیر کو ہندوستان میں شامل کرنا چاہتا ہوں - میں کشمیر کی پاکستان میں شمولیت کا مخالف ہوں کیونکہ اس سے کشمیر تباہ ہو جائے گا اور میں کشمیر کی تباہی نہیں چاہتا۔

بلادِ غیر

ٹوکیو - ۲۵ ر اکتوبر - محاذ جنگ سے موصول شدہ تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ کمیونسٹ فوجیں سرحد منچوریا سے ۴۵ سے ۵۰ میل کے اندر اقوام متحدہ کی فوجوں سے ڈٹ کر آخری مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہو رہی ہیں۔

لنڈن - پیکن ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ کمیونسٹ چین کے فوجی دستے تبت میں داخل ہو گئے ہیں - تاکہ تبت کو سامراجی طاقتوں کے پنجے سے آزاد کرا سکیں - اور اس کی اقتصادی تمدنی اور سیاسی حالت کی اصلاح کر سکیں۔

طہران - اخباری اطلاعات کے مطابق روس اور ایران کے ایک مشترک کمیشن کا اجلاس ۱۱ ر نومبر کو بحیرہ کیسپین کی بندرگاہ استرہ میں منعقد ہوگا - جس میں روس اور ایران کی مشترک سرحد کے تعین کے مسئلہ پر غور کیا جائے گا۔

سائیگان ۲۸ ر اکتوبر - اطلاع ملی ہے کہ فرانسیسی فوج نے لاؤ کے قریب واقع ایک اور سرحدی چوکی کو بھی خالی کر دیا ہے جو بن فیسٹ کے نام سے مشہور ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ویٹنامی فوجیں فرانسیسی محاذ کے دونوں سروں پر جمع ہو رہے ہیں - تاکہ بیک وقت دونوں سروں پر حملہ کر سکیں۔

فلشنگ میڈوز - کل سیاسی کمیٹی کے اجلاس میں قیام امن سے متعلق مختلف قراردادیں زیر بحث آئیں - مسٹر کینس (برطانیہ) نے اپنی تقریر میں اس امر پر زور دیا کہ روس کی طرف سے جو تجویز پیش کی گئی اسے قیام امن کے منافی قرار دیا جائے - اور اسے مسترد کر دیا جائے - کیونکہ اس تجویز کا اس کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہو سکتا کہ دنیا کو دھوکا دیا جائے۔

آپ نے کہا کہ مغربی جمہوری ملکوں اور روس میں اس وقت تک بات چیت نہیں ہو سکتی جب تک کہ روس اور مغربی ملکوں کی فوجی طاقت کی ایک سطح پر نہیں لایا جاتا، آپ نے کہا کہ روس نے ۴۰ لاکھ سے زیادہ فوج جمع کر رکھی ہے - جسے اس نے کیل کانٹے سے لیس کر رکھا ہے۔

ٹوکیو ۳۰ ر اکتوبر - محاذ جنگ سے جو خبریں آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جنوبی کوریا کی جو فوجیں منچوریا کی سرحد پر پہنچ گئی تھیں وہ آج ۳۰ میل پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی ہیں - کیونکہ محاذ کے پیچھے شمالی کوریا کے

پیغام صلح یکم نومبر ۱۹۵۰ء جلد ۳۸ نمبر ۴۲-۴۳ رجسٹرڈ نمبر ۸۳۸

چٹ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — فون نمبر ۳۷۳۷

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود — ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

پیغامِ صلح

سالانہ چندہ - چھ روپے - پاکستان سے
۸-۱۲-۰ ہندوستان سے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے - ۲۳ شلنگ

ایڈیٹر
دوست محمد

جلد ۳۸ — یوم چہار شنبہ مؤرخہ ۲۶ محرم الحرام سنہ ۱۳۷۰ھ - ۸ نومبر سنہ ۱۹۵۰ء — نمبر ۴۴

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آیگا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

جو کام ہمارے سپرد کیا گیا تھا قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانا

میرے دل پر اس بات کا صدمہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ابھی اس کام میں حصہ نہیں لے رہے

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ ترین پیغام

بیماری سے اُٹھنے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل پیغام قوم کے نام ارسال کیا ہے۔

کراچی - ۳۰ اکتوبر - برادران محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کسی کی صحت یا میری بیماری یا جب وقت مقرر آجائے - موت کوئی غیر معمولی چیز نہیں یہ خدا کا قانون ہے - جو دنیا میں جاری ہے - میں ۷ ار ستمبر کو بیمار ہوا - ۱۸ ر ستمبر کو معلوم ہوا کہ میں خطرناک طور پر بیمار ہو چکا ہوں اور ڈاکٹر کی ہدایت کے ماتحت بستر پر لیٹ گیا - اور آج خدا کے فضل سے مجھے بیٹھنے کی اجازت ملی ہے - ان ایام میں چالیس دن ایسے گذرے کہ میں روزانہ محسوس کرتا تھا کہ میرا وقت مقرر آچکا ہے - اور یہ بھی یہ سچ کہ جو شخص قریبًا اسی سال کو پہنچ چکا ہو وہ اپنی زندگی کی مقررہ میعاد کو پہنچ چکا ہے - اللہ تعالےٰ کے فضل سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے کچھ اور مہلت دی گئی ہے - وہ کب تک ہے اسے خدا ہی بہتر جانتا ہے - مگر ان اوقات میں جب میں موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھتا تھا ایک ہی خواہش دل میں تھی اور یہی دعا تھی کہ اگر اللہ تعالےٰ اپنے کلام پاک کا اور کام مجھ سے لینا چاہتا ہے اسکے لئے مجھے مہلت عطا فرمائے اور سامان بھی عطا فرمائے - کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو کام ہمارے سپرد کیا گیا تھا - قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانا، وہ گو ہم کر رہے ہیں مگر ہمارا قدم بہت ہی سست ہے - میرے دل پر اس بات کا صدمہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ابھی تک اس کام میں حصہ نہیں لے رہے - حالانکہ کوئی کام بھی دنیا میں نہیں ہوتا جب تک اس کے لئے ایک جماعت کے دلوں میں دیوانگی پیدا نہ ہو - اسلام کی تاریخ کو اٹھا کر پڑھ لیجئے یہی دیوانگی تھی جس نے ایک سو سال سے بھی کم عرصہ میں خدا کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا۔ حالانکہ اس وقت کوئی سامان سہولت کے اس قدر موجود نہ تھے - مگر آج ہمارے لئے اس قدر سامان سہولت کے موجود ہیں مگر ہمارے دلوں میں اس کام کے لئے وہ دیوانگی اور تڑپ نہیں جس کی اس کام کے لئے ضرورت ہے۔

اس لئے میں اس حالت میں کہ ابھی بستر پر ایک مشت استخواں کی طرح پڑا ہوں اور ابھی نہیں جانتا کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور کسی قدر مہلت دے گا - میں آپ لوگوں سے اپنی جماعت کے عزیزوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اپنے دلوں کے اندر دیوانگی اور تڑپ پیدا کرو وہ دیوانگی اور تڑپ جو دنیا کو بھی نظر آجائے - دنیا سے کسی عزت اور جاہ کے طالب مت بنو - خدا کے ہاں اپنے مرتبہ کو بلند کرنے کی کوشش کرو - اس کے لئے نہ صرف یہ کہ نمازوں میں اپنی دعاؤں کے اندر خدا سے یہ مانگو کہ اے خدا ہمارے دل میں اپنے دین کے پھیلانے کے لئے اور اپنے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے لئے وہ محبت پیدا کر دے - جو تو اپنے نیک بندوں میں پیدا کرتا رہا ہے - تیرا دین اور تیرا قرآن ایک حسن ہے اور ایک نور ہے جو ابھی دنیا پر اپنی پوری روشنی سے ظاہر نہیں ہوا - اور دنیا کی آنکھوں پر اس کی طرف سے پردے پڑے ہوئے ہیں - کثیر حصہ دنیا کا وہ ہے جس کو ابھی یہ نور پہنچایا ہی نہیں گیا - اور بہت سے ایسے ہیں جن کے ہاتھوں میں یہ نور ہے مگر ان کی آنکھوں پر پردہ ہے - اے خدا تو میری آنکھوں سے اس پردہ کو ہٹا دے - اور اپنے نور کے اس جلوہ سے میرے دل کو روشن کر دے کہ میں تیری دنیا کو اس نور سے روشن کر دوں - یہ دعا بھی کریں مگر اس کے ساتھ جدوجہد میں بھی اپنا قدم آگے بڑھائیں - میرے پیارو! یاد رکھو کہ یہ دنیا کی زندگی جس کی کشش نے آپ کو خدا کے اس نور سے غافل رکھا ہے محض ایک خواب ہے - یاد رکھو یہ خدا کا وعدہ ہے پورا ہو کر رہے گا - میں نے چالیس دن بڑی شدت کے گذارے ہیں جو عمر بھر نہیں گذارے - مگر اس تمام عرصہ میں میں یہ بھی دُعا کرتا رہا ہوں کہ اگر اے خدا تیرے علم میں میرا وقت آچکا ہے تو میری جماعت کے اندر ایک زبردست قوت پیدا کر دے - اور اپنے دین کے لئے، اور اپنے قرآن کے لئے کوئی جنون پیدا کر دے - تاکہ میرے بعد تیرے اس کام کو نقصان نہ پہنچے - والسلام

خاکسار - محمد علی

مخلوط تعلیم

محمد یحییٰ بٹ

کسی قوم کا عروج یا زوال اس کے نوجوانوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ وہ قوم جو اپنے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے ذہنی اور اخلاقی قویٰ کی نشوونما صحیح طریق پر نہیں کرتی اس کا تنزل اور انحطاط یقینی امر ہوتا ہے۔ ایک وقت میں، کسی قوم کو اگر کچھ عروج حاصل بھی ہو اور اس کے نوجوانوں کی تربیت، جن پر کہ آئندہ وہ بوجھ پڑنے والا ہوتا ہے اعلےٰ پیمانہ پر نہ ہوئی ہو تو پھر بھی ایسی قوم کی ترقی کا رُک جانا اور زوال پذیر ہو جانا نہایت ممکن ہے۔

پاکستان کی مضبوطی اور استحکام بھی ہمارے نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت بنانے کے لئے یہ بڑا ضروری ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کی تربیت اسلامی نظریات کے ماتحت کریں۔ ان کے دلوں میں اسلامی اصولوں کو جاگزین کریں۔ تا وقت آنے پر جب مملکت کا بوجھ ان پر پڑے تو وہ حصول پاکستان کے مقصد کو قریب تر لا سکیں۔

لیکن افسوس ہے کہ نوجوانوں کی تربیت اس رنگ میں نہیں ہو رہی۔ ان کے دل و دماغ پر ابھی تک مغربی تہذیب کا اثر ہے۔ اس کی چمک دمک سے ان کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں۔ وہ اس تہذیب کے انجام کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اس کے ابتدائی مراحل کی دلفریبی کو دیکھتے ہوئے اسکو اپنانا چاہتے ہیں۔ اس کی بنیاد چونکہ نفس پروری پر ہے۔ اس لئے اس میں بظاہر ایک کشش ہے۔ لیکن اسلام کا حس کا نصب العین ہوا و حرص سے آزادی دلانا ہے ایسی کا نام لیوا بھلا کیونکر اس راہ کو اپنا سکتا ہے۔

عورت کی تعلیم و تربیت مسلمان قوم کا ایک قرض ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے بغیر قوم کی ترقی مشکل ہے۔ قوم کو ترقی کی راہ پہ گامزن کرنا یا اسے ذلت کی گہرائیوں میں دھکیل دینا اس میں عورت کا بہت بڑا دخل ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم و تربیت پر بڑا ہی زور دیا ہے سیدنا حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا :-

رجل کانت عندہ آمۃ فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران ۔ ''

. . . .

. . . . . . یعنی لونڈیوں کا بہتر تعلیم و تربیت کرنے والا ۔ اور پھر آزاد کر کے ان سے شادی کرنے والا خدا کے ہاں بڑے اجر کا مستحق ہے۔ اس ارشاد کو لونڈیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں اپنی بیٹیوں کی اعلےٰ تعلیم و تربیت کرنے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر خدا کی خوشنودی کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اس پر تو سب مسلمان متفق ہوں گے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کے حصول کے لئے اسلام نے کونسا طریق مقرر کیا ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم کا موجودہ طریق یقیناً اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کے باہم اختلاط کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اس سے فوائد کم اور نقصان زیادہ ہیں۔ مخلوط تعلیم کے حامیوں نے اس کے بعض فوائد پیش کئے ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ مروجہ طریقہ تعلیم ہر دو جنسوں میں خود اعتمادی اور ضبط نفس کے پیدا کرنے کے لئے ممد اور معاون ہے۔ علیحدگی سے جو اجنبیت پیدا ہوتی ہے وہ اس سے بکلی دُور ہو سکتی ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ ایک ماں کے لئے اپنے بچے کی بہترین تربیت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس ماحول سے اچھی طرح واقف ہو۔ جس میں کہ اس بچے نے اپنی عمر گزارنی ہے اور یہ مقصد مخلوط تعلیم سے حاصل ہو سکتا ہے۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر یہ حضرات ان خیالات کو لکھنے سے پیشتر ذرا واقعات کو اپنے سامنے رکھ لیتے۔ ایک نظریہ تو وہ ہے جسے اسلام پیش کرتا ہے اور اس کا تجربہ تاریخی رنگ میں ہمارے سامنے موجود ہے اور دوسرا وہ نظریہ ہے جس کا انجام واقعاتی رنگ میں ہمارے سامنے مغربی اقوام پیش کر رہی ہیں اب ایک آزمائی ہوئی چیز سے نصیحت نہ پکڑنا یقیناً غلطی ہے۔

ایک مسلمان کہلانے والی قوم کا طرز فکر موجودہ طرز فکر سے یقیناً مختلف ہونا چاہیے دیکھنا تو یہ ہے کہ اسلام جو مکمل ضابطۂ حیات ہے اور جو لڑکیوں کی تعلیم پر بڑا زور بھی دیتا ہے۔ وہ کن قیود کے اندر ان کی تعلیم کو تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے۔ نہ یہ کہ موجودہ طرز فکر کے تحت ہم خود ہی اپنے ذہن سے اختراع کرتے پھریں

مثل مشہور کل شئی یرجع الی اصلہ

یعنی ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اسلام کے نظام حیات کا ہر شعبہ بھی اس کے مرکزی نقطہ کو حاصل کرنے میں ممد ہوتا ہے۔ اس کے کسی ایک شعبہ کو چھوڑنا حقیقت میں اسلام سے دور ہونا ہے۔

اسلام کا مرکزی نقطہ قلب انسانی کو پاک کرنا ہے تا کہ اس کے نتیجہ میں افعال اور اعمال میں پاکیزگی پیدا ہو۔ عورت اور مرد کے میل جول میں بھی اسلام نے اس مرکزی نقطہ کو نظر انداز نہیں کیا۔ فرماتا ہے۔

واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب

اس میں حضرت نبی کریم صلعم کے صحابہ کو حکم دیا کہ اگر تم آپؐ کی بیبیوں سے کوئی بات پوچھنے کے لئے یا علم حاصل کرنے کیلئے انکے پاس جاؤ تو تم پس پردہ ان سے پوچھ لیا کرو۔

اس آیۃ ارشاد میں چار امور کی طرف اشارہ ہے :-

(۱) عورت مرد کی معلم ہو سکتی ہے۔
(۲) عورتیں مردوں سے باتیں کر سکتی ہیں۔
(۳) عورت اور مرد کا کھلم کھلا ملاپ منع ہے۔
(۴) عورت اور مرد کا پردہ کے پیچھے بات چیت کرنا جائز ہے۔

پھر فرمایا :-

ذالکم اطھر لقلوبکم و قلوبھن

یہ طریق تمہارے (یعنی مردوں کے) دلوں اور ان کے (عورتوں کے) قلوب کو زیادہ پاکیزہ رکھنے کا موجب ہے۔

وہ حضرات جو اس بات کے مدعی ہیں کہ کھلم کھلے میل جول سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اس آیت پر غور کریں کہ ایک طرف صحابہ کرام ہیں اور دوسری طرف آپؐ کی بیبیاں ہیں جو پاکیزگی کے اعلےٰ مراتب تک پہنچے ہوئے ہیں اور جن کی پاکیزگی کی خود خدا نے شہادت دی ہے۔ ان کو یہ حکم ہوتا ہے کہ تم اگر ضرورت کے تحت ایک دوسرے سے ملو تو پردہ کے پیچھے سے ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کیا کرو۔ ورنہ تمہارے قلوب گندے ہو جائیں گے جس کا لازمی نتیجہ اعمال کی خرابی ہے۔ اب کون ہے جو یہ دم مار سکے کہ ہم اس زمانہ میں اس طریق سے انحراف کر کے اپنے قلوب کو پاک رکھ سکتے ہیں۔ یہ محض نفس کا دھوکہ ہے۔

صحابہؓ اور آپؐ کی بیویاں نہ صرف پاکیزگی کی بلندیوں تک پہنچی ہوئی ہیں۔ بلکہ آپؐ کی بیویوں کو اُمہات المومنین قرار دیا ہے۔ اور اُن سے شادی کرنا حکماً منع فرمایا ہے۔ اب اس زمانہ میں ایک نوجوان لڑکا اور ایک نوجوان لڑکی جن میں ایک دوسرے سے ازدواجی تعلقات پیدا کرنے میں کوئی روک بھی نہیں کس طرح اپنے آپ کو مطہر اور پاک رکھنے کا دعوےٰ کر سکتے ہیں۔ ایسا دعوےٰ یقیناً باطل ہے۔

نفس کو پاکیزہ رکھنے کا واحد حل یہی ہے جسے قرآن کریم نے مذکورہ بالا حکم میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اگر ایک لڑکا یا لڑکی ایک وقت میں سوسائٹی سے ڈر کر فعل بد سے اجتناب بھی کرے تو ٹھیک لیکن پھر بھی قلب کا گندا ہو جانا نہایت ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ گند بالآخر فعل بد کے رنگ میں موقعہ ملنے پر ظاہر بھی ہو جائے۔

سو اس واضح اور بین طریق سے ہٹ کر کوئی دوسرا طریق اختیار کرنا بالآخر سوسائٹی کو ناپاک بنانے کا موجب ہوگا اس لئے اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ اسی اصل کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم اپنے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی جن پر آئندہ مملکت اسلامیہ کی ذمہ داری پڑنے والی ہے اسلامی رنگ میں تربیت دیں تا صحیح معنوں میں وہ قوم کے لئے باعث فخر بن سکیں۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ رُو بہ صحت ہیں۔ ابھی کمزوری ہے احباب سے درخواست ہے کہ وہ حضور کی صحت کاملہ کے لئے اپنی دعاؤں کو جاری رکھیں۔

— بارکرم دوست ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب فجی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص ممبر محمد طیب خاں صاحب کو آنکھوں میں تکلیف تھی جس کی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی۔ حال ہی میں دو تین بار انہیں فالج کا حملہ ہوا ہے احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ ان کی صحت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔

پیغام صلح

جلد ۳۸ } یوم چہارشنبہ مورخہ ۲۶ محرم ۱۳۷۰ھ } نمبر ۴۴

بعثت مجددین
اسلام کی صداقت پر ایک زندہ دلیل

یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب بھی کبھی امام زمان کے دعوے مجددیت کو مخالفین حضرات کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ عموماً یہ سوال کرتے ہیں کہ جب اسلام مکمل ہو چکا تو پھر مجددین کو ماننے کی کیا ضرورت۔

یہ سوال دراصل حقیقت اسلام سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ اسلام نہ صرف کامل اور مکمل ضابطہ حیات ہے بلکہ وہ ہر دور میں اپنے ماننے والوں کو انعامات الٰہیہ کی بشارت بھی دیتا ہے۔ جیسے فرماتا ہے۔

تؤتی اکلھا کل حین

یعنی اسلام ایک ایسا درخت ہے جو تا قیامت خشک نہیں ہوگا بلکہ کاملین اور مخلصین ہر زمانہ میں اس کے پھل سے بہرہ یاب ہوتے رہیں گے۔ دین کا کامل ہونا اور چیز ہے لیکن اس کے ثمرات کا جاری رہنا شئی دیگر ہے

قرآن کریم میں اس دعوے کو اکثر اور بڑے زور سے مخالفین کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم کی بعثت مبارکہ کے بعد تمام پہلے انبیاء اور ان کے ادیان کے فیوض ختم ہو چکے ہیں۔ اور اب اگر کوئی شخص روحانی زندگی کو حاصل کرنے کا خواہاں ہو تو وہ اسلام ہی کی پیروی سے اسے حاصل کر سکتا ہے۔ کوئی مشرقی ممالک کا فرد ہو یا مغربی ممالک کا اپنے سابقہ دین کی پیروی کر کے یہ زندگی ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ فرمایا:-

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

یعنی (اے دنیا جہان کے لوگو) اگر تم خدا کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری (یعنی حضرت نبی کریم صلعم) کی کامل پیروی کرو۔

پھر فرمایا:-

ان الدین عند اللہ الاسلام

کہ خدا کے نزدیک اب کامل دین صرف اسلام ہی ہے۔

پھر فرمایا:-

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

یعنی جو اسلام سے باہر رہ کر کسی اور دین کی پیروی کرے گا اس کی عبادت ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

اس کا ثبوت تو ثنیاً واقعاتی رنگ میں سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ میں دیکھا کہ کس طرح وہ شخص جس نے اسلام کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی وہ خدا کا محبوب بن گیا اور وہ جنہوں نے اس سے بے رغبتی اختیار کی وہ نہ صرف خدا کی رضا کو حاصل کرنے میں ناکام ہی رہے بلکہ وہ اپنے پہلے مقام سے بھی گر گئے۔ اب جبکہ یہ چیلنج صرف اسی زمانہ تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر دور کے مخالفین کو اس میں خطاب ہے تو پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر زمانہ میں اس کا ثبوت نہ مل سکے اگر زمانہ گذشتہ ہی پر اس کی صحت کا دار و مدار رکھا جائے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو ازمنہ سابقہ کی طرف رجوع نہ کرنے دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ مذہب جو اپنی سچائی کے لئے صرف زمانہ گذشتہ کے واقعات کا محتاج ہے وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔ زندہ مذہب وہی ہے جس کے روحانی ثمرات ہر زمانہ میں اس کے متبعین کاملین تازہ بتازہ حاصل کر سکیں۔ سو اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اس محک پر ہر زمانہ میں پورا اترتا رہا۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں اسلام کے متبعین میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان تمام انعامات کا (جن کا وعدہ قرآن کریم میں دیا گیا ہے) مورد بنایا۔ اور پھر انہوں نے اپنے آپ کو مخالفین کے سامنے اسلام کی حقانیت پر بطور حجت پیش کیا۔ یہی وہ عظیم الشان شخصیتیں ہیں جنہیں حدیث میں مجددین اور محدثین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

آج وہ لوگ جو مجددین کی بعثت کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتے وہ غور فرمائیں کہ اس سے انکار کر کے وہ کہیں اس بات کا تو ثبوت نہیں دے رہے کہ نعوذ باللہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح ایک مردہ مذہب ہے جس کے ثمرات آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ مخالفین کے مقابلہ میں ان کے پاس ان تمام دعاوی کی صحت پر آخر کیا دلیل ہے۔

مجددین جیسا کہ عام لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہیں دین میں کچھ گھٹانے یا بڑھانے کے لئے نہیں آتے۔ بلکہ ان کا وجود دین اسلام کی حقانیت پر ایک زندہ دلیل ہوتا ہے۔ وہ ایک فرقان ہوتا ہے جس سے حق اور باطل کی تمیز کی جاتی ہے اس زندہ دلیل کو چھوڑنا سخت غلطی اور ناشکری ہے۔ ہر وہ شخص جو اس وجود سے منہ موڑتا ہے وہ خود مردہ اور ایک مردہ دین کا پیرو ہے۔ اور اس سے تعلق جوڑنا ایک زندہ مذہب کی پیروی کرنا ہے جو بالآخر زندگی تک پہنچا دیتی ہے۔

آج امام زمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا وجود بھی اسلام کی حقانیت پر ایک زندہ دلیل ہے۔ وہ تمام وعدے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک کامل پیرو سے کئے ہیں۔ آپ کا وجود ان سب کا عملی ثبوت ہے۔ اسلام کے زندہ اور برحق مذہب ہونے پر یہ وہ دلیل ہے جس سے تمام دیگر مذاہب عاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے بارہا مخالفین کو اس میدان میں مقابلہ کے لئے بلایا لیکن کوئی بھی آپ کے مقابلہ پر نہ نکل سکا۔

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

حضرت مرزا صاحب نے تجرباتی طور پر دنیا پر ثابت کر دیا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی پیروی سے انسان اپنے نفس کا تزکیہ کر سکتا اور خدائے قدوس سے تعلق لگا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ خدا کا اپنے مخلصین سے ہمکلام ہونا آج بھی ویسے ہی جاری ہے جس طرح ازمنہ گذشتہ میں تھا۔

اب ہمارے غیر احمدی احباب سوچیں کہ اگر حضرت مرزا صاحب کے وجود کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو اس امر پر کیا دلیل ہے کہ اسلام کی پیروی سیدنا حضرت نبی کریم صلعم کی محبت اور اطاعت میں فنا ہونے سے آج بھی کوئی شخص الٰہی انعامات کا مورد بن سکتا ہے۔

اس سائنٹیفک زمانہ میں کسی امر کو محض تھیوری تک ہی محدود دیکھ کر تسلیم نہیں کیا جاتا جب تک تجربہ کے بعد پیدا شدہ نتائج بھی اس کی تصدیق نہ کریں۔ ایک ایسی عظیم الشان شخصیت کو جس نے کہا ؎

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

پیچھے چھوڑ کر کوئی کس طرح اسلام کو اس معقول پسند طبقہ کے سامنے پیش کر سکتا اور ان کے دل میں اس کی سچائی کو جاگزین کر سکتا ہے۔

موجودہ اسلامی دنیا کی تاریخ پر غور کر کے دیکھ لیجئے۔ حضرت مرزا صاحب کے سوا کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے ببانگ دہل اپنے وجود کو اسلام کی صداقت کے لئے بطور ایک دلیل پیش کیا ہو۔

جس نے اس دہریت کے زمانہ میں بڑے وثوق سے اس بات کا دعوے کیا ہو کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ حی اور قیوم ہے اور وہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔

نہ صرف یہ بلکہ اس امر کا وعدہ دیا ہو کہ اگر کوئی منکر میری صحبت میں کچھ عرصہ آ کر رہے تو وہ ضرور خدا کو دیکھ لے گا۔

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین

یعنی اس شخص سے بہتر کون ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے اور کہتا ہے میں (کامل) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

غور فرمائیں ایسی عظیم الشان شخصیت سے انکار کیا حقیقت اسلام سے انکار اور دین سے بے رغبتی نہیں ــــ؟

محمد یحیٰی بٹ

سانحۂ ارتحال

ہمارے مکرم دوست خلیل احمد خاں صاحب ٹکٹ کلکٹر این۔ ڈبلیو۔ آر۔ اطلاع دیتے ہیں کہ گذشتہ ہفتہ ان کے صاحبزادہ تسلیم احمد خاں بعارضہ نمونیہ فوت ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بچہ ڈاکٹر حسن علی صاحب گورنمنٹ پنشنر گوجرانوالہ کا نواسہ تھا اس کی عمر قریباً سات ماہ تھی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور والدین کو اس کا نعم البدل

فانی فی اللہ کی ایک دعا میں دنیا کی تمام مشکلات کا حل

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

ہزار سرزنی و مشکلے نہ گردد حل
چو پیش او بروی کار یک دعا باشد (مسیح موعودؑ)

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

عن انس قال اصابت الناس سنة نبینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة قام اعرابی فقال یارسول اللہ ھلک المال وضاع العیال فادع لنا فرفع یدیہ وما نری فی السماء قزعة فوالذی نفسی بیدہ ما وضعھما حتی ثار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل من علی المنبر حتی رایت السحاب یتحادر عن لحیتہ فمطرنا یومنا ذالک ومن الغد ومن بعد الغد ومن بعد الغد والذی یلیہ حتی الجمعة الاخری فقام ذالک الاعرابی او غیرہ فقال یارسول اللہ تھدم البناء تغرق المال فادع اللہ لنا فرفع یدیہ وقال اللھم حوالینا ولا علینا فما یشیر بیدہ الی ناحیة من السحاب الا انفرجت وفی روایة اللھم حوالینا ولا علینا اللھم علی الاکام والضراب وبطون الاودیة ومنابت الشجر قال فانقلعت وخرجنا نمشی فی الشمس اخرجه السنة الا الترمذی القزعة بالتحریک قطعة من الغیم والجمع قزع ۔ تلخیص الصحاح ۔ فی الاستسقاء

حضرت انسؓ سے روایت ہے ایک دفعہ لوگ خشک سالی میں مبتلا ہوئے۔ عین اس وقت جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے۔ ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلعم مال برباد ہو گئے اور بال بچے ضائع ہو گئے۔ حضورؐ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ حضورؐ نے دونوں ہاتھ (دعا کے لئے) اُٹھائے اور آسمان میں ہم ابر کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے قسم ہے اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے کہ ہنوز آپؐ نے دونوں ہاتھ نہیں چھوڑے تھے کہ ابر پہاڑ کی طرح (آسمان میں) پھیل گیا۔ پھر ہنوز آپؐ منبر پر سے نہیں اُترے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ابر سے آپؐ کی ریش مبارک پر بوندیں پڑ رہی تھیں غرضیکہ اس دن تمام روز پانی برستا رہا۔ دوسرے روز بھی برستا رہا اور تیسرے روز بھی برستا رہا۔ حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک پانی برستا رہا۔ پھر وہی دیہاتی شخص یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکانات گر گئے اور مال مویشی ڈوب گئے حضورؐ ہمارے لئے دعا کیجئے تو آپؐ نے دونوں ہاتھ (دعا کے لئے) اُٹھائے اور (اللہ تعالےٰ کے حضور) اس طرح دعا فرمائی یا اللہ ہمارے اطراف میں برسا اور ہم پر نہ برسا پس آپؐ اپنے دست مبارک سے ابر کی جس جانب اشارہ فرماتے تھے ابر اس جانب سے ہٹ جاتا اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے دعا کی کہ یا اللہ ہمارے اطراف پر برسا اور ہم پر نہ برسا۔ یا اللہ ٹیلوں بلندیوں، نالوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسا۔ راوی کا بیان ہے کہ ابر بالکل صاف ہو گیا اور ہم دھوپ میں واپس چلے (اس حدیث میں ہمارے لئے سبق ہے کہ ہم اپنے نیک اعمال سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنا مضبوط رشتہ جوڑیں کہ وہ ہمیں دعا کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری دعاؤں کو قبولیت کا شرف بخشے چنانچہ خدام رسولؐ میں سے ہر زمانہ میں توفیق یافتہ شخص پیدا ہوئے اور آج بھی اس زمانہ میں ایک بہت بڑا خادم رسول دنیا میں نمودار ہوا (مسیح موعودؑ) اور اس کے فیض سے آج بھی اس کی جماعت میں توفیق یافتہ لوگ موجود ہیں کاش لوگ ان مقبول ہستیوں کی طرف رجوع کریں)

مرو بہ بیخبری نزد ما بیا و نشین ٭ کہ قلب اہل صفا موجب شفا باشد

اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنیوالا آخرکار کامیاب ہو جاتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات

غرض یہ مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کا خدا دعاؤں کا سننے والا ہے۔ کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ کہ ایک طالب دعا نہایت رقت اور درد کے ساتھ دعائیں کرتا ہے لیکن اس کی دعاؤں کے نتائج میں تاخیر اور توقف واقع ہوتا ہے۔ تو اس کی وجہ کیا ہوتی ہے؟ دعاؤں کی قبولیت کی تاخیر کے وقت یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اول تو دنیا کے تمام کاروبار تدریجاً ہوتے ہیں۔ مثلاً دیکھو ایک انسان کے بچہ کو پورا جوان بننے کے لئے کس قدر مراحل اور منازل طے کرنے پڑتے ہیں۔ پھر ایک بیج سے درخت بننے کے لئے کس قدر توقف ہوتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح پر اللہ تعالےٰ کے قدرتی امور کا نفاذ بھی تدریجاً ہوتا ہے۔ پھر اس توقف میں یہ مصلحت الٰہی بھی ہوتی ہے کہ انسان اپنے عزم اور عقد ہمت میں پختہ ہو جائے اور اسے معرفت الٰہی میں استحکام کا پورا پورا رسوخ حاصل ہو۔ کیونکہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جس قدر مراتب اور مدارج کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسی قدر اسے زیادہ اور سخت محنت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس استقلال اور ہمت ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو انسان کامیابی کی منازل کو طے نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے مشکلات میں ڈالا جائے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اسی لئے فرمایا ہے۔ دنیا کی کوئی کامیابی اور راحت ایسی نہیں ہے۔ کہ جس کے شروع میں کسی قسم کا رنج اور مشکل نہ ہو۔ اور اس سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جو باہمت اور مستقل مزاج ہوں۔ بے ہمت اور متلون مزاج راستہ میں ہی تھک کر رہ جاتے ہیں۔ پنجابی میں کسی نے کہا ہے

ایہو ہیگی کیمیا جے دن تھوڑے ہو

پس جب اللہ تعالےٰ پر سچا اور پکا ایمان ہو کہ وہ ہماری دعاؤں کو سننے والا ہے۔ تو ایسا ایمان سخت سے سخت مشکلات میں بھی ایک لذت دیتا ہے۔ اور ہموم و غموم میں ایک اعلےٰ درجہ کا سہارا ہوتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں اگر کوئی پناہ نہ ہو تو انسان کا دل کمزور ہو جاتا ہے جس سے آخرکار وہ مایوس ہو کر ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اور خودکشی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ یورپ کے ممالک میں تو خصوصاً کثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ذرا سی ناکامی اور نامرادی پر بندوق مار کر اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خودکشی کرنا ان کے ایمان کی کمزوری اور ان کے مذہب کا بودا پن ہے۔ اگر ان کے مذہب میں کوئی قوت اور طاقت ہوتی تو وہ اپنے پیرووں کو ایسی ناکامی اور نامرادی سے نکالنے کے لئے کوئی تدبیر بتاتا۔ اس لئے وہ لوگ جنہیں اللہ تعالےٰ پر ایمان ہے اور اس قادر مطلق ہستی پر کامل یقین ہے کہ وہ انسان کی دعاؤں کو سنتا اور ان کا جواب دیتا ہے۔ ان کے مشکلات کے وقت دلوں میں ایک طاقت اور ہمت پیدا کرتا ہے۔ ایسی دعائیں حقیقت میں بہت قابل قدر ہوتی ہیں اور اللہ تعالےٰ سے دعائیں کرنے والا آخرکار کامیاب ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ نادانی اور سوئے ادب ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کے ارادہ کے ساتھ لڑنا چاہے۔ مثلاً یہ دعا کرے کہ رات کے پہلے حصہ میں سورج نکل آئے یا اور اسی قسم کی دعائیں مانگتا رہے کیونکہ اس قسم کی دعائیں کرنا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی میں داخل ہیں۔ علاوہ ازیں دعاؤں میں عجلت پسند اور گھبرا جانے والا بھی نقصان اُٹھاتا اور ناکام رہتا ہے

مقیم حلقۂ ابرار باش روزے چند ٭ مگر عنایت قادر گرہ کشا باشد (مسیح موعودؑ)

ترجمہ:۔ اے شخص (اگر میرے پاس تیرا گذر ہو تو) حقیقت حال سے آگاہی حاصل کئے بغیر نہ جا۔ کیونکہ اہل صفا کے سایۂ عاطفت (میں چند روز گذارنا ہی) موجب شفا ہے۔

قدوسیوں کے حلقہ میں چند روز گذار۔ ہو سکتا ہے کہ اس قادر مطلق کی عنایت (تیری دستگیری کرے اور) تیری مشکلات کا حل نکل آئے۔

از برٹنڈ رسل

وہ دیوتا جو ناکام ہوا

روسی اشتراکیت کی اندرونی تصویر اسکے ماننے والوں کی قلم سے

شیخ محمد افضل متعلم بی۔ اے

ذیل کا مضمون برٹنڈ رسل کے مضمون کا ترجمہ ہے۔ رسل نے یہ عنوان ایک اسی نام کی کتاب سے لیا ہے جو چھ بہت بڑے اور نامور اشتراکی مصنفین نے لکھی ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے انفرادیت کو کچل کر رکھ دینے والے بے جا اور ناروا طریق کار کی کھلم کھلا مذمت کی ہے۔ رسل لکھتا ہے کہ اشتراکی تحریک کا بالکل وہی حشر ہوا جیسا کہ ان اصلاحی تحریکوں کا ہوا کرتا ہے جو انسانیت کے نام پر نشو ونما پاتی ہیں لیکن ان کا انسانی حقوق سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ کمیونزم کو دنیا کے ستم خوردہ لوگوں نے ایک نئے دیوتا کی طرح اپنایا۔ لیکن یہ دیوتا انسانیت کے لئے سب سے زیادہ ستمگر ثابت ہوا۔ مصنف کے خیال میں کمیونزم کے ناکام ہونے کا سبب لینن کے تخیل کی خامیاں ہیں۔ اور جو لوگ ابھی تک اس دیوتا کے فریب میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ مضمون باعث عبرت ہوگا۔ (مترجم)

روسی انقلاب

پہلی جنگ عظیم کے دوران میں روسی انقلاب مشرق میں ایک اچانک سنہری سویرے کی طرح ظاہر ہوا۔ ۱۹۰۷ء سے برطانیہ نے حکومت زار کی ستم رانیوں سے جو وابستگی اختیار کر رکھی تھی وہ مغرب کے تمام انسانیت پسند اور ترقی یافتہ لوگوں کی دل شکنی کا باعث تھی اور اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں ایسے واقعات ظاہر ہوں گے جن کی درحقیقت انسانیت کو ضرورت تھی۔ سوویٹ فرمانروائی کے متعلق مخالفین نے جس اندھی اور غلط قسم کی نفرت کا اظہار کیا تھا اس کی بناء پر یہ بات آسان ہوگئی کہ تمام تنقید کو محض پروپیگنڈا قرار دیا جائے۔

چھ اشخاص کا کمیونزم سے ارتداد

۱۹۲۰ء میں جب میں نے سمجھ لیا کہ روسی حکومت کے مقاصد اور طریق کار میرے لئے نفرت انگیز ہیں تو بائیں بازو کے تمام دوست اس سے خوفزدہ ہو گئے۔ اور مجھے غدار کے نام سے موسوم کیا گیا۔ لیکن بتدریج اس تحریک سے ارتداد کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ چھ مشہور و معروف اشخاص نے اس تحریک کو رد کرنے کے دلائل ایک اہم کتاب TEE GOD-THAT FAILED (دیوتا جو ناکام ہوا) میں درج کئے ہیں۔ ان اشخاص کے نام یہ ہیں۔ آرتھر کوئسلر۔ اگنیز یوسلونی۔ رچرڈ سائیٹ۔ اینڈری گائڈ۔ لوئی فشر۔ اور سٹیفن سپنڈر۔ ان تمام لوگوں کے پاس کمیونسٹ پارٹی کو ترک کرنے کی مختلف وجوہات تھیں۔ ہر فرد کے لئے۔ وجوہات ایسی تھیں جن کا انکار ایک متعصب انسان ہی کر سکتا ہے۔ ہر شخص اسی شدت سے مایوس ہوا جس شدت سے اس کا اس تحریک پر ایمان تھا۔

خاردار پودے

ان لوگوں کو ایسی تکلیف پہنچی ہے۔ جیسا کہ سینٹ کو الگزینڈر ششم کے دربار میں اس کے مظالم اور اسے میسرز بورگیا کے جرائم کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دیکھ کر ہوتی۔ کیونکہ الیگزینڈر نے یہ اعلان کیا تھا۔ کہ وہ اسی خدا کی راہ پر چل رہا ہے جسے سینٹ جان نے نجات دہندہ قرار دیا تھا۔ یہ سچ ہے کہ ان کی توقعات معقول نہ تھیں۔ اور نہ ہی مارکس اور لینن پر انجیل مقدس کی طرح کوئی خوشخبری نازل ہوئی تھی جس سے انسانی نجات کی تھوڑی بہت امید قائم ہو سکے۔ لینن اور مارکس کی تحریکات میں انگور کی بیلوں کی بجائے خاردار پودے زیادہ ہیں۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ خاردار پودوں میں سے انگور چن سکیں۔ جابر طبقہ کے ظلم اور ناانصافی کے باعث وہ حساس طبیعتیں جو دکھ اور تکلیف کے مشاہدہ سے شدید متاثر ہوتی ہیں۔ ہم ان کی مخلصانہ حمایت کو معاف کر سکتے ہیں جو وہ ان لوگوں کے لئے ظاہر کرتے ہیں۔ جنہیں زیردستوں کی حمایت کا دعوے ہے۔ اور جن کا خیال ہے کہ انہی کا رائج کردہ نظام انسان کے تمام مظالم اور تکالیف کو حتی الامکان ہمیشہ کے لئے ختم کر دیگا۔

جمہوریت کی بجائے آمریت

جیسا کہ سلونی نے کہا ہے کہ ایک نئی دنیا کے قیام کے ابتدائی سالوں میں روسی نوجوانوں میں جوش و خروش کا وجود بالکل بجا تھا۔ کیونکہ اس نئی دنیا کے متعلق ہمیں امید واثق تھی کہ وہ پرانی دنیا سے بہتر ہوگی لیکن یہ کتنا تلخ اور مایوس کن تھا کہ جیسے سال گذر گئے اور نئی حکومت نے اپنے آپ کو مضبوط بنا لیا جمہوریت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اور اس کی جگہ آمریت کی سخت گیریوں نے لے لی۔

گو آخر میں سلونی نے سوشلزم میں اٹل یقین کو دہرایا ہے بشرطیکہ وہ جمہوری ہو

انسانیت کش فلسفہ

شروع شروع میں سوویٹ نظام پر تنقید صرف وہی لوگ کرتے تھے جو اشتراکیت کے خلاف تھے۔ لیکن حال ہی میں خاصی دلچسپ تنقید ان لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے جو اس تحریک کا دم بھرتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس وقت روس میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے بالکل خلاف ہے جس کا ابھی تک پرچار کیا جاتا رہا ہے۔ مساوات تک رسائی اجرت پیشہ لوگوں کا اپنے کام کے حالات پر زیادہ سے زیادہ اختیار۔ غیر ذمہ دارانہ قوتوں میں تخفیف۔ یہ تھے ابتدا میں سوشلزم کے مقاصد جس کے نتیجہ میں تمام تر خوشحالی میں اضافہ کی توقع تھی۔ اشتراکیوں کے خیال میں ان مقاصد کے حصول کے لئے ایسے ذرائع کی ضرورت تھی جو سرمایہ داروں کے لئے تکلیف دہ تھے ان ذرائع کے خوف نے مخالفت پیدا کی اور یہی مخالفت تلخی اور طبقہ وارانہ تنازعہ کا سبب بنی بہتوں کے دلوں میں نفرت کے جذبہ نے اس حد تک ترقی کی کہ فلاح انسانی کا اصل جذبہ مفقود ہوگیا۔ مارکس نے نفرت اور فساد کو مقدس بنایا۔ اجرت پیشہ لوگوں کے مفاد کی اہمیت سرمایہ داروں کو تباہ کرنے کے جذبہ کے مقابل پر جذباتی بلکہ ذہنی طور پر بہت کم ہوگئی اور موجودہ اشتراکی نظام مارکس کے انسانیت کش فلسفہ کا محض ایک خول ہے۔

علیحدگی کی وجوہ

وہ وجوہات بہت دلچسپ ہیں۔ جن کی بناء پر اس کتاب کے مصنفین نے اشتراکیت سے قطعی طور پر علیحدگی اختیار کی۔ کوئسلر کو سپین کے جیلخانہ کی جبری فراغت نے فرد کی اہمیت کا شدید احساس دلایا۔ سلونی کو جب سرکاری طور پر ٹراٹسکی کی ایک تحریر کی مذمت کے لئے کہا گیا تو اس نے اصرار کیا کہ اسے اصل تحریر دکھائی جائے۔ لیکن نہیں! ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ جماعتی نظم و ضبط کی رو سے یہ ضروری تھا کہ وہ بہرحال اس کی بغیر دیکھے ہی مذمت کرے۔

رچرڈ رائٹ کی یہ خواہش تھی کہ وہ محض ایک مصنف ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے امریکی رفیق کار اسے شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور اسی بناء پر انہوں نے رچرڈ کو غدار قرار دیا۔ ہنری گائیڈ کو سٹالین کی پرستش اور ذہنی اور فنی آزادی کی عدم موجودگی نے سخت پریشان کیا۔ لوئی فشر نے ہٹلر سٹالین معاہدہ کے موقعہ پر بہت تامل کے بعد اس جماعت سے علیحدگی اختیار کی۔ سپنڈر جو اس جماعت کا بہت تھوڑے عرصہ کے لئے رکن رہا۔ اشتراکیوں کے ان طریقوں کے استعمال کے باعث بہت بددل ہوا جو انہوں نے ہسپانیہ کے شاہی خیر خواہوں کی مختلف جماعتوں کو کچلنے کے لئے استعمال کئے۔ اور کوئسلر نے بھی اسی بناء پر اس قسم کی واجی جماعت بندی سے قطع تعلق کیا۔

بنیادی وجہ

جہاں تک میرا تعلق ہے میں ان تمام اعتراضات کو صحیح قرار دیتا ہوں۔ سوائے اس اعتراض کے جو انفرادی اہمیت کے متعلق ہے۔ ان تمام امور کا تعلق بیماری کے ظاہری اثرات سے زیادہ ہے اور اس کی اصل حقیقت سے کم۔ میرے خیال میں اس کی بنیادی وجہ ایک تعصب اور نازک احساس کی عدم موجودگی ہے ایک اخلاقی اور دوسرا ذہنی۔ جب یہ نقائص جمع ہو جائیں تو پھر یہ آمریت اور اس کی کامیابی کے لئے ظالمانہ روش اختیار کرنے کو صحیح بتاتے ہیں۔ یہ دو نقائص جو بدرجہ اتم لینن میں موجود تھے بعد میں تمام خرابیوں کی جڑ بنے اور انہیں صرف کسی بیرونی قوت سے ہی دبایا جا سکتا تھا۔ جو کچھ ظاہر ہوا وہ اس شخص کے خلاف توقع نہ تھا جو تاریخ کا علم رکھتا تھا اور انسانی طبع کا فہم بھی رکھتا تھا۔ یا جسے متعصبانہ معتقدات کی ناکامی کا فلسفیانہ طور پر احساس تھا۔ بدقسمتی سے جب شبہ ناقابل برداشت ہو جائے اور بے یقینی بھی حد سے گذر جائے تو اس کے مصائب کا مشاہدہ اس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے کہ انسان فوری علاج کے لئے جذباتی طور پر بیقرار ہوتا ہے

انسان عقل اور احتیاط سے کام لینے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور وہ ہر اس علاج کے لئے تیار ہو جاتا ہے جو اسے تکلیف سے خلاصی دلائے۔ یہ طرز فکر کمیونزم کے شیدائیوں کے ایمان کی بنیاد ہے

آمریتیں جن کا انجام اچھا نہیں ہوا

تاریخ کو ایسی آمریتوں DICTATORSHIPS کا علم ہے جن کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ تاریخ میں فیثا غورث ہی پہلا شخص تھا جس نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد ڈالی جو ان لوگوں پر مشتمل تھی جو ایک خاص عقیدہ کی پیروی کرتے تھے۔ اس نے اپنا سکہ کیروٹن کے شہر پر جمائے رکھا۔ اس نے اس شہر کے لوگوں کو جیومیٹری (اقلیدس) پڑھنے کی ترغیب دلائی اور انہیں پھلیوں کے استعمال سے منع کیا۔ یا تو جیومیٹری سے نفرت کی وجہ سے یا پھلیوں کی محبت کے باعث وہاں کے شہری اس کے خلاف ہو گئے اور اسے وہاں سے بھاگتے ہی بن پڑی۔ ایک اور اہم مثال قرون وسطیٰ کے چرچ کی ہے جو بظاہر مذہب کی محبت پر قائم تھا۔ لیکن اسے اپنے عقائد کی ترویج کے لئے آزمائش اور تحقیقات کا سہارا لینا پڑا۔ کرام ول کا سینٹس (SAINTS) کا قانون کئی لحاظ سے نظام لینن سے مشابہ تھا۔ اس کی حکومت جمہوریت اور آزادی کے نام پر شروع ہوئی اور نفرت انگیز فوجی سزاؤں پر ختم ہوئی۔ اسی طرح فرانسیسی انقلاب جو انسانی حقوق کی خاطر شروع ہوا پہلے روب سپیئر ROBE SPIERRE پیدا کیا اور پھر نپولین۔ ان دونوں کے دنوں میں انسانی حقوق کی کوئی وقعت نہ تھی ان تمام حالات میں جھگڑے کی بنا ایک نسخہ میں اندھا دھند اعتقاد تھا۔ یہ اعتقاد اتنا شدید تھا اور علاج بظاہر اتنا خوب کہ مقصد کے حصول کی خاطر ہر طرح کا ظلم روا رکھا جا سکتا تھا۔

ایک نفسیاتی غلطی

سوویٹ روس کے نظام کی طرح ان تمام حالات میں ایک نفسیاتی غلطی پوشیدہ تھی۔ طاقت میں عجیب مٹھاس ہے۔ یہ ایسا نشہ ہے جس کی خواہش اس کی عادت کے ساتھ بڑھتی ہی جاتی ہے جو لوگ نیک ترین ارادوں سے بھی طاقت حاصل کر لیتے ہیں جلد اپنے آپ کو ایسی باتوں سے یقین دلا لیتے ہیں جو ان کے نزدیک اختیارات سے دستبردار نہ ہونے کے لئے معقول وجوہ ہیں۔ بالخصوص اس وقت ہوتا ہے جب انہیں اس بات کا احساس ہو کہ وہ ایک نہایت اہم مقصد کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مخالفین جاہل اور مجرم ہیں۔ ان بدبختوں کو کیا حق ہے کہ وہ نئے حسین دور کے آنے کی مخالفت کریں اگر ان پر ظلم کیا جائے تو یہ بات یقیناً قابل افسوس ہے۔ لیکن انڈوں کو توڑے بغیر ان کا آملیٹ نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی اثنا میں چند افراد پر مشتمل حکومت کرنے والے رہبروں کے بعد ایسے لوگ ان ممتاز جگہوں پر قبضہ کر لیتے ہیں جو ان سے کم حیثیت رکھتے ہیں ایسے لوگ ان اختیارات سے فائدہ تو اٹھانا چاہتے ہیں لیکن وہ نئے دور کے آغاز میں دلچسپی نہیں لیتے۔ ان آدمیوں کے نزدیک طاقت کا رکھ رکھاؤ زیادہ ضروری ہوتا ہے۔ اور وہ اسے ارضی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ پس یہی ذرائع مقاصد بن جاتے ہیں۔ اور اصلی مقاصد صرف اتوار کے دن گرجا گھروں میں یاد آتے ہیں۔ یہ ایک پرانی کہانی ہے اور اس سے واقفیت ہونا بھی ضروری ہے لیکن پھر بھی لینن اور اس کے مداح اس سے سبق لینے سے قاصر رہے ہیں۔

منکروں کی ایذا رسانی

ایک بات اور بھی ہے جسے ہم فلسفیانہ غلطی بھی کہہ سکتے ہیں۔ انسان کی حماقتوں کی لمبی فہرست میں ایسے مسلک بھی ہیں۔ جو بعد میں محض دروغ ثابت ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے منکروں کی ایذا رسانی بالکل جائز قرار دی گئی ہے، جادوگری، افسوں طرازی، کالا جادو، جو محض ایک دھوکہ تھیں جن کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ان کو عمل میں لایا جاتا ہے۔ لاتعداد آدمی ان گناہوں کے الزام میں تکلیف دہ موت کا شکار ہو جاتے۔ ایک ہسپانوی عورت کو محض اس لئے آتشدان میں اذیت دی گئی کہ وہ ہفتہ کے روز صاف کپڑے پہنا کرتی تھی۔ اور کہتی کہ لحم خنزیر سے اسے بدہضمی ہو جاتی ہے ان باتوں کی وجہ سے ــــ جاسوسی والوں نے اسے یہودیہ قرار دیا۔ کوئیکرز کو نئے عہد نامہ (انجیل) میں ایمان کے باعث اور آزاد خیالوں کو اس کے انکار کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ اٹھارویں صدی میں یہ ظالمانہ حماقتیں بہت کم ہو گئیں اور انیسویں صدی میں تو ناپید ہی ہو گئیں۔

جدید روس میں مخالفت کی سزا

لیکن ہمارے زمانے نے ان کی تجدید کی۔ تاریخ کے مادی نظریہ کا مذہب ایسا ہی ناقابل فہم ہے جیسا کہ چھٹی صدی عیسوی میں قسطنطنیہ کا مذہب قارئین کو یاد ہوگا کہ بادشاہ جسٹینین JUSTINIAN اپنے عقائد کی بنا پر دوزخ میں گیا۔ جدید روس میں مخالفت کی سزا اتنی ہی سخت ہے جتنی جور و ستم کے کسی پہلے دور میں ہو سکتی تھی اور یہی عظیم الشان حماقت سائنٹیفک سوشلزم کے نام پر روا رکھی جاتی ہے۔

کمیونسٹ آمریت کا نظریہ

بعض دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمیں اپنے اعتقادات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے لیکن اگر ہمارے اعتقادات مشکوک ہیں تو ان پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے اس کا جواب دو طرح دیا جا سکتا ہے۔ اول یہ کہ شبہات کے بھی درجات ہیں اور بعض اوقات شبہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ دوم کچھ کام جو غلط عقیدہ کی وجہ سے کئے جاتے ہیں وہ زیادہ مضر نہیں ہوتے لیکن اس کے برعکس ایسے کام بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق اگر عقیدہ میں پوری صداقت موجود نہ ہو تو وہ نقصان کا موجب بن جاتے ہیں اگر محض ایک بات پر متفق نہ ہونے کے باعث تمہارا دیوالہ نکال دیا جائے یا تمہیں جلا دیا جائے تو یہ اس وقت تک بالکل غیر مناسب ہوگا جب تک کہ مقتدر اصحاب اپنی رائے اور عقائد میں صحیح نہ ہوں اور واقعی غلطی کے نتائج تباہ کن ہوں گے۔ آپ اگر بارش کے ڈر سے چھتری لے جائیں اور بارش نہ ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں۔ کمیونسٹ آمریت یہ فرض کر لیتی ہے کہ انہیں جلد یا بدیر یقیناً کامیابی ہوگی۔ اگر اس کامیابی کے لئے ایک نسل، غلامی، نفرت، جاسوسی، جبری مزدوری، آزاد طرز فکر کی تباہی اور مخالف نظریہ رکھنے والی اقوام کے تعاون کے انکار کی بھینٹ چڑھانا پڑے تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ کیا انسانی معرفت کی دنیا میں کوئی ایسا نظریہ ہے جس کے متعلق اس درجہ اتفاق کا اظہار کیا گیا ہو؟ میرے خیال میں کوئی نہیں لیکن ہو بھی تو وہ شاید ان کا نظریہ نہیں ہو سکتا۔

حکومت طاقت کے بل بوتہ پر

تاریخ، نفسیات اور فلسفہ کی ان بنیادی غلطیوں کی بنا پر کمیونزم کی تمام خرابیاں معرض وجود میں آئی ہیں۔ ۱۹۱۸ء کی مجلس دستور ساز میں جب بالشویکوں کے مخالفین کی تعداد زیادہ تھی تو انہوں نے اپنے تئیں راستی پر خیال کرتے ہوئے اس مجلس کو برخواست کر دیا۔ اور محض طاقت کے بل بوتہ پر حکومت کرتے رہے کیونکہ ان کے پاس قانونی طور پر اپنی طاقت کا جواز نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے دوسری تمام سیاسی جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا۔ جب اقلیت کے پاس حکومت صرف طاقت کی وجہ سے ہوتی تو اسے پولیس کا محتاج رہنا پڑتا ہے سازشوں کا اندیشہ پولیس کے ظلم و تشدد کا باعث بنتا ہے اور یہ ظلم و تشدد عناد بڑھا دیتا ہے اور یہ عناد سازشوں کے خوف کو اور زیادہ کرتا ہے اور یہ برائی کا چکر اصلی طاقت والوں کا حلقہ اور تنگ کر دیتا ہے۔ اور جو لوگ پولیس کے ذریعے حکومت کرتے ہیں ان کو مضبوط سے مضبوط تر بنا دیتا ہے۔ بچے اپنے والدین سے اور بیویاں اپنے شوہروں سے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس پر کیا گذرے گی۔ ممکن ہے اسے جنگی دستہ میں بھیج دیا جائے یا نامعلوم قید خانہ میں۔ یا اسے قطب شمالی میں جبری مزدوری کی وجہ سے سسک سسک کر موت کی نیند سونا پڑے۔ یہ حقیقت ہے۔ جو اس پرجوش ایمان کے باعث پیدا ہوئی۔ کہ ارضی جنت کی راہ کو پا لیا گیا ہے۔

اقتصادی تفریق

ابتدا میں اشتراکیوں نے طاقت اپنے ہاتھ میں رکھی اور اقتصادی مساوات کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور یہی اقتصادی مساوات ان کے مبینہ مقاصد میں سے ایک تھی۔ پہلی نسل میں سے جس نے اپنے عقائد کے لئے مصائب اور تکالیف برداشت کیں اپنی زندگی سادگی سے بسر کی۔ لیکن جب کمیونزم کو ترقی کا ذریعہ سمجھا جانے لگا اور اس کی طرف خود غرض عناصر متوجہ ہوئے تو یہ تمام حالات بدل گئے۔ محض طاقت کس کام کی تھی اس لئے اقتصادی تفریق کو دوبارہ رائج کیا گیا

غیر مطمئن مزدور

آج کل جو اطلاعات حاصل ہوتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ روس میں اقتصادی تفریق دوسرے ممالک سے زیادہ ہی ہے ٹریڈ یونینیں حکومت کا ایک محکمہ ہیں۔ ایک غیر مطمئن مزدور کو یا تو لیبر کیمپ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ یا اسے راشن کارڈ سے محروم کر دیا جاتا ہے اور وہاں صحیح قسم کے پروپیگنڈا

ں کی حالت اتنی خراب ہے کہ انگلستان میں صنعتی انقلاب کے زمانہ میں بھی نہ تھی۔

کاشتکار مزدور کا انگریزی علاج جیسا کہ HAMMND کی کتاب دیہاتی مزدور میں بیان کیا گیا ہے۔ سٹالین کے اس رویہ سے کہیں بہتر ہے، جو اس نے لاکھوں انسانوں کو قتل کرنے اور جلاوطن کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ ایلورڈوسٹ کی زندگی گو کارخانہ میں بہت خوشگوار تھی لیکن ویب[1] کی نئی تہذیب Webbs new Civilization کے بے گھر بچوں کی حالت کے مقابلے میں بدرجہا بہتر تھی۔

انسانیت کی ذلت

روس میں غلام مزدور، انگلستان میں انیسویں صدی کے (قانون غربا) کی طرح انسانیت کی ذلت کی زندہ تصویر ہیں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ انسان مجرم پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سوسائٹی کے بُرے ماحول کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے لئے سازگار حالات پیدا کئے جائیں اور اچھے کام کئے جائیں تو وہ یقیناً اپنے آپ کو سدھار سکتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم میں روس کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ اگر جرائم کو حسین بنانا مقصود نہ تھا تو اصلاحی مشقت جو مزدوروں سے لی جاتی تھی اس کا سخت اور ناخوشگوار ہونا ضروری تھا۔ رفتہ رفتہ رازداری اور جابرانہ قوت کے قدرتی نتائج پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اقتصادی لحاظ سے لیبر کیمپ فائدہ مند تھے۔ مشینوں کی عدم موجودگی ہو کہ آزاد مزدور رکھنے کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ جبری مزدور کے لئے یہ اہم نہ سمجھی گئی اور حکومت کے خیال میں تو خراب حالات بھی کوئی وقعت نہ رکھتے تھے۔ پس مجرم بہت فائدہ مند ثابت ہوئے۔ اور ان کی تعداد کو ایک معین مقدار میں رکھنا ضروری ہو گیا۔ اس کے لئے کئی طریقے اختیار کئے گئے کبھی قانون میں تبدیلی کے ذریعے کبھی لوگوں کو جلاوطن کیا گیا۔ خصوصاً پولینڈ والوں کو دوسرے مفتوح ملکوں کو بعض مقتدر اصحاب کا خیال ہے کہ سوویٹ روس میں ۱۶ فیصدی لوگوں سے جبراً مزدوری کرائی جاتی ہے۔ لیکن اس میں شاید مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور ان کی حالت زار بیان سے باہر ہے۔

پُراسرار رازداری

روس میں ایک برائی جو دوسروں کے لئے ضروری امر ہے سیاہ قسم کی رازداری ہے۔ کسی خاص بات کے لئے نہیں بلکہ ہر شئے کے لئے۔ دوسری اقوام اعداد و شمار شائع کرتی ہیں۔ لیکن روسی ایسا نہیں کرتے۔ ہاں مستقبل کے متعلق اعداد و شمار کا پروپیگنڈا ضرور کرتے ہیں۔ دوسری اقوام نے غیر ملکیوں کو اپنے ممالک میں چند فوجی ٹھکانوں کے علاوہ گھومنے پھرنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی۔ لیکن روس میں اس کا نام و نشان بھی نہیں ہے دوسری حکومتیں اپنے باشندوں کو دوسروں کے ممالک میں سفر کرنے کی اجازت دیتی ہیں لیکن روسی حکومت اس ڈر سے ایسا نہیں کرتی کہ کہیں وہ اپنے ملک کے ناموافق حالات کا موازنہ دوسرے ممالک سے کر کے بددل نہ ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ شمال مشرقی سائبیریا میں فرانس اور جرمنی کے برابر ایک علاقہ ہے جو محض افسروں اور ملزموں سے آباد ہے وہاں سونے کی ایک کان ہے جسے اتنا ہی اہم سمجھا جاتا ہے جتنا جنوبی افریقہ کی کانوں کو لیکن روسی حکومت کے علاوہ کوئی بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کی سالانہ پیداوار تخمیناً کیا ہے جب رائل سوسائٹی کے صدر نے دیوی لوف کو یہ اطلاع دینا چاہی کہ اسے مجلس کا اعزازی رکن چن لیا گیا ہے۔ وہ دیوی لوف کے متعلق اتنا بھی معلوم نہ کر سکا کہ وہ کہاں ہے آیا زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ اس پردے کے پیچھے کیا ہو رہا ہے کیا یوٹوپیا بنائی جا رہی ہے۔ میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔ زار روس کے زمانے میں ایک کتاب اس عنوان سے چھپی تھی

WHO CAN BE HAPPY & FREE IN RUSSIA

لیکن سٹالن کے عہد میں کوئی ایسی کتاب نہیں چھپ سکی۔

ہولناک مشاہدہ

میں نے روس کے بین الاقوامی تعلقات کی بابت کچھ نہیں لکھا۔ یہ ایک مسئلہ ہے جس سے لوگ بخوبی واقف ہیں۔ سوویٹ شہنشاہیت، سوویٹ بداعتمادیاں اور ایٹمی ہتھیاروں پر پابندیوں سے انکار بہت بری باتیں ہیں۔ لیکن اتنی بری نہیں جتنی کہ اس کی اندرونی برائیاں۔ روس میں طالب علم طاقت کے آزادانہ استعمال کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ ایک ہولناک مشاہدہ ہے جس کی بناء لینن کے طرز فکر میں خامیاں ہیں۔

[1] ویب ایک پختہ خیال اشتراکی ہیں جن کی مشہور تصنیف سوویٹ اے نیو سویلائزیشن ہے۔ مدیر

ووکنگ سے ایک خط

منجانب خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب

برادر مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔

السلام علیکم

۲۸ اپریل کی رات اس قدر کڑاکے کی سردی ہوئی کہ صبح کے وقت سبز درختوں کے پتے بھی زمین پر . . . . . گرے ہوئے پائے گئے۔ اخبارات سے معلوم ہوا۔ کہ روس کی طرف سے سرد لہر اس طرح پر نازل ہوئی کہ پہاڑوں پر بغیر بارش ہونے کے برف گری اور تمام جزیرہ کی فضا کو خنک کر دیا۔ دن بہت چھوٹے ہو گئے ہیں۔ سورج تقریباً آٹھ بجے طلوع ہوتا ہے اور ۴½ بجے غروب ہو جاتا ہے۔ لیکن لوگ بدستور ۶ بجے شام تک کام کرتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ اوقات کے پابند ہیں۔ موسم کے رد و بدل سے کام میں تغیر نہیں کرتے۔ ۲۲ اپریل سے گرمی کا وقت ختم ہو گیا۔ اور تمام گھڑیاں ایک گھنٹہ پیچھے کر دی گئیں۔

۳۰ اپریل کی رات ووکنگ میں لفٹننٹ جنرل محمد ایوب خاں کمانڈر انچیف نامزدہ پاکستان آرمی کی دعوت تھی۔ ۳۰ معززین اصحاب و خواتین شامل ہوئے۔ بریگیڈیر جنرل سید غوص صاحب اور کموڈور چودھری پاکستان نیوی معہ بیگم صاحبہ شریک دعوت تھے۔ ووکنگ کی نومسلم خواتین اور اصحاب بھی شامل تھے اسلامک ریویو کے متعلق جنرل صاحب نے فرمایا۔ کہ گذشتہ ماہ کوئٹہ میں میجر جنرل احیاء الدین صاحب کے ہاں اسلامک ریویو کا پرچہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بلند پایہ مضامین و خدمت اسلام کی انہوں نے تعریف کی۔

دفتر ووکنگ مشن لاہور کو چاہیئے کہ تمام اعلیٰ فوجی اور سول افسروں کو نمونہ کی کاپیاں بھجوا کر ان کی خدمت میں عریضہ بھی ارسال کر دیا کریں۔ کہ اگر وہ پسند کریں تو رسالہ جاری رکھا جاوے۔ اور ساتھ ہی بصورت خریداری کس طرح وہ چندہ مرکز لاہور کو بھجوا سکتے ہیں۔ وہ بھی تحریر ہونا چاہیئے۔

ضیافت پُرتکلف تھی۔ لذیذ کھانوں کا چُنا جانا۔ بیگم ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی جانفشانی اور تکلیف کا نتیجہ تھا۔ کامیاب مہمانداری کا سہرا ان کے سر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

مشن کے کام میں اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا کر دی ہے۔ مولانا عبدالمجید صاحب نہایت ہی خوبی کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو کی ایڈیٹری کا کام چلا رہے ہیں۔ اور ہفتہ کی شام درس قرآن شریف مسلم پریرہوس لنڈن میں دیتے ہیں۔ جہاں کافی تعداد میں مسلم و نومسلم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور پانچ دن مجھے اور ایک دو دن ڈاکٹر صاحب کو اور باقی دن مسٹر عازم کو ہر ہفتہ میں لنڈن وہائٹ اور کرنیول لیکچر اور نماز جمعہ کے لئے جانا ہوتا ہے۔

مختلف سوسائٹیوں میں لیکچر کے لئے بھی جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ایس ایم عبداللہ صاحب کا ووکنگ Rotary Club کی استدعا پر موضوع اسلام پر ایک پُر معارف لیکچر ہوا جس کی نقل ارسال کر رہا ہوں۔ تا کہ اس کا ترجمہ شائع کر دیں۔

آپ کا

غلام ربانی

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کیلئے دعا

محمد عبدالصمد صاحب ایم اے صدر اعلیٰ بہار مطلع فرماتے ہیں کہ:۔

"گذشتہ جمعہ مورخہ ۲۷ اکتوبر کو احمدیہ مسجد میں احباب جماعت اور غیراز جماعت دوست جمع ہوئے۔ اور سب نے مل کر حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے لئے دردِ دل سے دعا کی اور یہ بھی دعا کی گئی کہ اللہ تعالےٰ حضور کو اشاعت اسلام و خدمت دین کیلئے مزید مہلت دے

آمین

امریکہ میں ہماری تبلیغی سرگرمیاں

لاس اینجلس میں پہلی شاندار عید

امریکنوں کا قبول اسلام۔ نومسلمین کا جوش تبلیغ

میاں بشیر احمد صاحب منٹو مبلغ امریکہ کا خط سان فرانسسکو سے

سان فرانسسکو ۲۳ر اکتوبر

محبی و شفیقی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

پاکستان کی آزادی کا دن سان فرانسسکو میں حسب معمول منایا گیا مگر چودہ اگست کو نہیں بلکہ آٹھ ستمبر کی شب کو۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ کیلیفورنیا یونیورسٹی برکلے کے مسلم طلباء جن کے زیر اہتمام یہ جلسہ ہونا تھا یوم آزادی تک کافی روپیہ جمع نہ کر سکے۔ اوّل تو یہاں پاکستانی طلباء کی تعداد پندرہ سولہ سے زیادہ نہیں اور پھر ان میں اتنی قدرت نہیں کہ وہ تمام اخراجات کو خود ہی مل کر برداشت کر سکیں بہرحال انھوں نے ہمت کر کے اپنے دوسرے پاکستانی بھائیوں سے التجا کی کہ وہ ان کی مدد کریں اور اس طرح چھ سو ڈالر کے قریب رقم انھوں نے جمع کر لی۔ جلسہ یہاں کے ایک ہوٹل سینٹ فرانسس میں ہوا۔ حاضرین کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہوگی۔ پچاس کے قریب پاکستانی ہوں گے۔ باقی سب امریکن تھے جلسہ کی کارروائی میں نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت سے شروع کی۔ مختصر الفاظ میں اس کا مطلب بھی سمجھا دیا۔ بعد میں بذل الرحمان ایک طالبعلم نے پاکستان کی موجودہ حالت بیان کی اور پھر ایک اور طالب علم منصور صاحب نے ڈاکٹر لوکاز کا جو فارمن کرسچین کالج لاہور کے پرنسپل رہ چکے ہیں حاضرین سے تعارف کرایا اور ان سے تقریر کی درخواست کی۔ جلسہ کے اختتام پر میں نے چند لوگوں میں اپنا اسلامی لٹریچر تقسیم کیا۔ چند ایک امریکنوں نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا اور دیر تک بیٹھے مجھ سے باتیں کرتے رہے۔

عورتوں میں اسلامی تعلیم کا شوق

اوک لینڈ سان فرانسسکو سے دس میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔ آبادی تین لاکھ کے قریب ہے۔ وہاں کی عورتوں کی ایک سوسائٹی نے مجھ سے درخواست کی کہ میں انہیں اسلامی تعلیم کے اصولوں سے واقف کر دوں۔ چنانچہ بارہ ستمبر کی شب کو ان کا میرے دفتر میں اجتماع ہوا۔ میں نے اپنی تقریر میں خصوصیت سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور نبوّت کے مسئلہ پر روشنی ڈالی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید کا بیان ہے ان پر حتی المقدور واضح کیا یہ مجلس رات کے بارہ بجے تک قائم رہی۔

یہ تمام عورتیں شادی شدہ تھیں۔ میں چاہتا تھا کہ وہ دن کو کسی وقت میرے پاس جمع ہوں کیونکہ میں ساڑھے نو بجے صبح گھر سے روانہ ہوتا ہوں اور پھر سات بجے شام کو واپس جاتا ہوں۔ اس کے بعد کسی جلسہ وغیرہ میں شریک ہونا میرے لئے ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے دن کو آنا مشکل تھا۔ وہ اپنے بچوں کو کسی کے حوالے کر کے آئیں۔ رات کو آنا ان کے لئے آسان تھا یا تو وہ انہیں سُلا سکتی تھیں اور یا انہیں ان کے باپوں کے سپرد کر سکتی تھیں۔ ان کی یہ علمی دلچسپی دیکھ کر مجھے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور خوشی بھی ہوئی کہ بعض لوگوں کو علم حاصل کرنے کا اس قدر شوق ہے ساڑھے آٹھ بجے وہ آئیں اور بارہ بجے تک بیٹھی رہیں اور واپس اوک لینڈ ایک بجے کے قریب پہنچیں۔

رئیس فجی کی آمد

اخی مکرم ماسٹر محمد عبداللہ صاحب نے فجی سے اطلاع دی تھی کہ ۱۴ر ستمبر کو سٹر ہاتولابلہ سکونہ جو فجی کے ایک بہت بڑے رئیس اور سردار ہیں سان فرانسسکو ایرپورٹ پر پہنچیں گے اور خواہش ظاہر کی تھی کہ مسلم سوسائٹی کی طرف سے ہم انکا استقبال کریں۔ صرف میں اور ان کے فرزند اکبر جلال الدین محمد اکبر صاحب وہاں جا سکے آج جمعرات کا دن تھا اور چھٹی نہ ہونے کی وجہ سے باقی ممبروں کا ساتھ جانا محال تھا۔ اتفاق سے ان کے ہوائی جہاز میں کسی خرابی کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ وقت پر نہ پہنچ سکے۔ انہیں صبح دس بجے پہنچنا تھا۔ مگر دوسرے دن ایک بجے بعد دوپہر پہنچے۔ ہم نے اپنا کچھ اسلامی لٹریچر ان کو ہدیۃً دیا۔

عید الاضحیٰ کی نماز

Los Angeles کی پاکستان مسلم ایسوسی ایشن اور عرب لیگ نے عید الاضحیٰ منانے کی بڑی زبردست تیاریاں کر رکھی تھیں۔ چار سو آدمیوں کو دعوت طعام دی ہوئی تھی اور ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ اس کا خوب چرچا کیا ہوا تھا۔ نماز پڑھانے کے لئے مجھے دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ میں محمد افضال صاحب کے ساتھ جو کرشن نگر لاہور کے رہنے والے ہیں اور یہاں اکنامکس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ ۲۲ر ستمبر کو یہاں سے روانہ ہوا اور ۲۳ کی صبح کو لاس اینجلس پہنچ گیا۔ عید کی نماز ۲۴ر ستمبر کو ہوئی۔ بیحد رونق تھی اور کثرت سے امریکن آئے ہوئے تھے۔

ایک امریکن کا قبول اسلام

اس موقعہ پر ایک امریکن ....

Nicholas M. Vasilatos

صاحب نے برضا و رغبت اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔ اللہ تعالےٰ انہیں ہدایت پر قائم رکھے اور ان کی ہستی ہمارے لئے مفید بنائے Los Angeles کی تاریخ میں یہ پہلی بار تھی کہ عید اس شان سے منائی گئی۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق تشویش

جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کا خط مجھے ۱۷ر ستمبر کی صبح کو ملا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی علالت کی اطلاع ملی۔ اسی وقت خیریت دریافت کرنے کے لئے کیبل گرام بھیجا۔ تین چار دن گذر گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔ بے چینی کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ ہر آنے جانے والے سے اسی کا تذکرہ تھا۔ خود بھی دعائیں مانگتا تھا اور دوسروں سے بھی بار بار اس کی درخواست کرتا تھا۔ چار یا پانچ اکتوبر کو پیغام صلح بذریعہ ہوائی ڈاک ملا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ۲۷ ستمبر کو حضرت صاحب پر بیماری کا دوسرا خطرناک حملہ ہوا مگر اللہ تعالےٰ نے بچا لیا۔ نو اکتوبر کو جناب نصیر احمد فاروقی صاحب کا خط ملا تو ہوش و حواس قائم ہوئے۔ انہوں نے یہ مژدہ سنایا کہ اب وہ رو بصحت ہیں اور خطرے کی حالت باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالےٰ ہمارے حضرت امیر کو دیر تک سلامت رکھے اور انہیں صحت اور طاقت عطا فرمائے کہ وہ اس کے دین کی خدمت حسب سابق کرتے رہیں۔

نومسلمین کی شادیاں

امریکہ میں جو لڑکے اور لڑکیاں میرے ذریعے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں ان کے متعلق مجھے یہ فکر بھی رہتا ہے، کہ مسلمان لڑکوں کو مسلمان بیویاں ملیں اور مسلمان لڑکیوں کو مسلمان شوہر ملیں۔ یہ کام قدرے مشکل ہے۔ مگر میرے نزدیک بہت اہم ہے۔ مشکل اس لئے ہے کہ اول مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد بالکل مختصر ہے اور دوسرے انتخاب میرے ہاتھ میں نہیں بلکہ خود لڑکے یا لڑکی نے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اہمیت اس کی ظاہر ہے۔ اسلامی سوسائٹی قائم کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان خاندان قائم کئے جائیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے مجھے اس میں بھی بہت حد تک کامیابی ہوئی۔ ہماری تین نومسلم لڑکیوں کی شادیاں تین مسلمان لڑکوں سے ہو گئی ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔

نومسلمین کا جوش تبلیغ

ہماری مسلم سوسائٹی میں چند ایسے افراد جمع ہو گئے ہیں جن کی ہمت اور لیاقت کی وجہ سے ہماری بہت ترقی ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک تو ہمارے نومسلم بھائی چارلس پانی آگوا Charles Paniagua جو اب میرے ہم نام ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام دوستوں کو بھی باصرار کہہ رکھا ہے کہ وہ انہیں چارلس کی بجائے بشیر احمد کے نام سے پکاریں۔ اپنے دائرہ میں تبلیغ کا حق خوب ادا کرتے رہتے ہیں۔ ہمارا لٹریچر بھی تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ ۳۰ر ستمبر کو ان کا ایک لیکچر "اسلامک آرٹ" پر تھیوسافیکل سوسائٹی میں ہوا اور بہت پسند کیا گیا۔ دوسرے دوست محمد باقر کمالی ہیں جو ایران سے یہاں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔ اپنے کالج میں یہ بھی ہمارا کام بیحد

نمدگی سے کر رہے ہیں - پندرہ اکتوبر کو ان کی ایک تقریر بھی .... Mazdaznan سوسائٹی میں ہوئی -

ایک خاتون کا قبول اسلام

تیرہ اکتوبر جمعہ کے دن MISS Bessie Ashlee دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں - چھ سات مہینوں سے وہ اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کر رہی تھیں آخر اللہ تعالےٰ نے ان کے سینہ کو اسلام کے نور سے منور کر دیا اور انہیں اتنی ہمت اور جرأت عطا فرمائی کہ وہ اس کا اعلان بھی کر دیں - پچھلے برس وہ کیلیفورنیا یونیورسٹی برکلے سے گریجویٹ ہوئی ہیں اور اب Oakland میں کسی دفتر میں سیکرٹری کے طور پر کام کر رہی ہیں -

ہفتہ وار جلسے

ہمارے ہفتہ وار جلسے پوری باقاعدگی سے ہر اتوار کو ہوتے ہیں، بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان مسلمان طالب علموں کو بھی اب شوق ہو رہا ہے کہ وہ صرف یہی نہیں کہ ہمارے جلسوں میں شریک ہوں - بلکہ خود بھی عملی حصہ لیں - ہمارے کل کے جلسے میں افضال اور ریحانہ نے اسلامی معاشیات پر بحث کی، افضال صاحب ایک مقالہ بھی لکھ لائے ہوئے تھے جو ان کی درخواست پر ریحانہ نے پڑھکر سنایا - ریحانہ پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے حیدر آباد دکن میں رہتی تھیں - اب ان کے والد محترم کراچی میں مقیم ہیں - ان کا مضمون یہاں اکنامکس ہے اور اس میں ایم اے کی تیاری کر رہی ہیں -

ایک مخالف احمدیت

مولانا عبدالحلیم صدیقی صاحب جو اپنے طور پر مسلم مشنری کے طور پر کام کر رہے ہیں اور جب میں اپریل ۱۹۵۰ء میں ٹرینیڈاڈ میں گیا تھا تو یہ بھی وہاں موجود تھے چند ایام کے لئے سان فرانسسکو آئے ہوئے تھے - ان کا یہاں صرف ایک لیکچر ہوا ہے جس میں چالیس سے زیادہ آدمی شریک ہوئے ان میں سے تیس کے قریب تو پاکستانی تھے اور باقی امریکن تھے جب کہ ان کی تاخیر سے ایک مضمون لکھا ہوا پڑھ کر سنا دیا بعد میں حسب معمول حاضرین میں سے بعض نے سوالات پوچھے ایک لڑکی تعداد ازدواج کے متعلق سوال کیا انہوں نے جواب میں کہا کہ ہمارا مذہب بعض حالات میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت دیتا ہے اس نے کہا کہ مہربانی کر کے وہ حالات آپ بیان فرمائیں انہوں نے کہا کہ اگر آپ میرے مکان پر کسی وقت تشریف لے آئیں تو میں بتفصیل تمام حالات بیان کر دوں گا حاضرین کو اس جواب پر بہت ہنسی آئی اور کئی منٹ تک متواتر قہقہے لگتے رہے - اس کے بعد جب کبھی کسی نے سوال کیا لوگوں نے شور کرنا شروع کر دیا کہ ان کے مکان پر چلے جانا وہاں تمہیں بتفصیل جواب مل جائے گا یہ حالات دیکھ کر جلسہ ختم کر دیا گیا -

ان کا ایک لیکچر برکلے میں ہوا - باقی وقت انہوں نے تحریک احمدیت کی مخالفت میں گزارا ہے - ٹرینیڈاڈ میں بھی یہی کچھ کر رہے تھے -

اگر کوئی مسلمان خواہ ہماری جماعت سے تعلق نہ بھی رکھتا ہو تبلیغ اسلام کے لئے کمر ہمت باندھے اور اس کے لئے جد و جہد کرے تو میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے - مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ بارہ ہزار میل کا سفر طے کر کے امریکہ آنا اور پھر تحریک احمدیت کی مخالفت میں اپنا وقت گذارنا کہاں کی اسلام کی تبلیغ ہوئی اور پھر تبلیغ اس طرح تو ہو نہیں سکتی کہ کوئی آدمی آندھی کی طرح آئے اور بگولے کی طرح چلا جائے - اس کے لئے تو صبر اور استقامت کی ضرورت ہے - یہ کام جم کر بیٹھ جانے سے ہوتا ہے اس کے لئے بہت کچھ غم کھانا پڑتا ہے - بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے - یہ اتنا آسان کام نہیں جتنا بعض لوگوں نے سمجھ رکھا ہے - اللہ تعالےٰ انہیں سمجھ اور دل دے -

خاکسار
بشیر احمد منٹو

قبولِ اسلام و تبدیلِ نام

میں ایس - ڈبلیو - جیمس ولد آر - ڈبلیو - جیمس - ریلوے ٹیلیگراف سگنیلر این - ڈبلیو - آر - لاہور بذریعہ "پیغام صلح" اعلان کرتا ہوں کہ میں برضا و رغبت خود اسلام قبول کر چکا ہوں اور اب میرا نام نور محمد دیوانہ (این - ڈبلیو - دیوانہ) ہے مجھے آئندہ اسی نام سے پکارا جائے - آپ کا مخلص

این ڈبلیو دیوانہ - سابق ایس ڈبلیو جیمس

شیخ میاں مقبول احمد صاحب کے نکاح کی

پُر مسرت تقریب

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست شیخ میاں عطاء اللہ صاحب لائل پوری ملز اونر و رئیس اعظم ملتان کے صاحبزادہ شیخ میاں مقبول احمد صاحب کا نکاح مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو محترمہ عذرا پروین بنت خواجہ امیر بخش صاحب کے ساتھ بعوض بیس ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھا گیا -

دولہا کے والد محترم نے اس تقریب کی خوشی میں مبلغ ایک ہزار روپیہ انجمن کو عطا فرمائے ۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے موجب خیر و برکت بنائے - آمین -

حضرت امیر ایدہ اللہ کی اپیل!

دس دن کی آمد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی اپیل کے جواب میں دوران سال میں متعدد جماعتوں کی طرف سے رقوم وصول ہوئیں اور بعض احباب نے انفرادی طور پر بھی حصہ لیا ہے جس کیلئے دفتر ان کا شکر گذار ہے - جماعتوں میں سے جس جماعت نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور سب سے زیادہ باقاعدگی کیساتھ رقم فراہم کر کے مرکز میں بھیجی وہ جماعت کراچی ہے بلکہ موعودہ رقم کی بجائے جو ۲۲۸۸/- بھی - ۸۸۹۵/- کی رقم ارسال کی ہے جس کیلئے ہم جملہ ممبران جماعت کراچی اور ان کے سیکرٹری خان محمد حسن خاں صاحب کے خاص طور پر شکر گذار ہیں - دوسری جماعتوں میں ابھی بہت سے احباب ایسے ہیں جنہوں نے حصہ نہیں لیا یا کم حصہ لیا ہے، اس لئے اُن سب کی خدمت میں گذارش ہے کہ چونکہ ابھی پوری رقم وصول نہیں ہوئی اس لئے جن احباب نے اب تک حصہ نہیں لیا وہ اب توجہ فرمائیں اور اس قومی ضرورت کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کریں -

امید ہے کہ احباب اس ضروری تحریک میں بہر حال حصہ لیں گے -

جزاہم اللہ احسن الجزاء
مرتضیٰ خاں - اسسٹنٹ سیکرٹری تحصیل

انبیاء کی حفاظت

اور

ان کے مخالفین کی ناکامی و ہلاکت

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک بڑے مفسر قرآن جو یہاں مسجد نواب والی میں درس قرآن دیتے ہیں میں نے ان کو ایک عالم اسلامی سمجھ کر ذیل کا مضمون بطور خط لکھا۔ انہوں نے پڑھ کر کئی دن بعد مجھے بلا جواب واپس دے دیا۔ اگر ہو سکے تو آپ اس مضمون کو اخبار میں درج کر دیں۔ والسلام

عمر الدین احمدی

مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دامنت آپ نے درس میں فرمایا کہ بنی اسرائیل نے سینکڑوں نبیوں کو قتل کیا اور ان کے ساتھ علماء کو بھی قتل کیا۔ آج مسلمان یہود سے بھی بڑھے ہوئے ہیں مگر دنیا ... کے ماتحت علماء کی حفاظت ہو رہی ہے۔

مولانا اگرچہ آپ کے درس میں کوئی آیت ایسی نہ تھی کہ قتل انبیاء پر بحث ہوتی مگر چونکہ آپ اس بحث کو درمیان میں لے آتے ہیں اس لئے میرا بحیثیت ایک سامع اور طالب صداقت حق ہے کہ میں آپ سے دریافت کروں کہ کیا انبیاء اللہ کا قتل ہو جانا کہیں قرآن کریم کے خلاف تو نہیں۔

آپ نے عبد کی تعریف یہ کی ہے کہ یہ قرب پر دلالت کرتا ہے اور تقرب الی اللہ کی وجہ سے پیار کے طور پر خدا تعالیٰ انبیاء کو عبدؔ کے لفظ سے پکارتا ہے اور عبد کا وہ خود ہر طرح محافظ اور ذمہ دار ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر زکریا اور یحیٰی علیہما السلام جو اللہ کے مخلص بندے ہیں اور نبی ہیں وہ ضرور عبد ہونے کی وجہ سے حفاظت خاص کی وجہ سے قتل سے بچائے گئے ہوں گے۔ قرآن مجید میں تو ان دونوں نبیوں کے قتل کا اشارہ تک بھی نہیں۔ کسی صحیح حدیث نبوی میں بھی اس کا ذکر نہیں اسرائیلیات میں جو ذکر ہے وہ بالکل بے معنی ہے۔ اور غلط ہے۔

آپ نے سورہ یوسف کے آخری رکوع کی تفسیر کرتے ہوئے جب آیت

حتیٰ اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا فنجی من نشاء

کو پڑھا تو آپ اس کی تفسیر گول مول کر گئے نہ یہ بتایا کہ یہ "الرسل" کیوں مایوس ہوتے اور ان کو اپنی تکذیب کا یقین کیوں ہو گیا (ظن بمعنی یقین بھی آتا ہے) پھر اس عالم مایوسی میں نصرت الٰہی نے آکر کیا کیا۔ اور فنجی من نشاء کے ماتحت نصرت الٰہی نے اپنے رسولوں کو مکذبین کے ہاتھوں سے نجات دی یا نہیں۔ اور اگر زکریا علیہ السلام یا کوئی اور نبی قتل ہو گیا تو وہ جاءہم نصرنا فنجی من نشاء کا کیسے مصداق ہو سکتا ہے۔

بات بڑی صاف ہے بشرطیکہ نگاہ قرآن کریم پر ہو نہ اسرائیلیات پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے تمام رسولوں کا یہ ذکر ہے اور سب رسولوں پر ہی قوم کی تکذیب کی وجہ سے انبیاء کو ان کے ایمان لانے والے سے مایوسی ہو جاتی رہی اور جب یہ حالت انتہا کو پہنچی تو الا ان نصر اللہ قریب کے وعدے کے مطابق جاءہم نصرنا اللہ کی نصرت آئی اور نبی کامیاب ہو گئے اور خاص کر وہ نبی اور اس کی جماعت ظالموں کے ہاتھوں سے بچائی گئی۔ اور ظالموں کو تباہ کر دیا گیا — یہ وہ قانون الٰہی ہے جس کا ذکر قرآن میں بالصراحت ایک اور مقام پر بھی اس طرح ہے:۔

قال الذین کفروا لرسلہم لنخرجنکم من ارضنا او لتعودن فی ملتنا فاوحی الیہم ربہم لنہلکن الظالمین و لنسکننکم الارض من بعدہم ذالک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔

(لنخرجنکم کے لفظ کے اندر ہر قسم کی بلاکت شامل ہے جیسے فرمایا اخرجناہم من جنات وعیون ومقام کریم)

اس آیت میں بطور قاعدہ کلیہ کل رسولوں کو وحی الٰہی سے یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ ہم ان ظالموں کو جو تم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں ہلاک کر دیں گے اور ان کو ہلاک کر کے تم کو ان کی جگہ زمین میں آباد کریں گے۔

غور فرمایئے اگر حضرت یحییٰ یا ان کے والد حضرت زکریاؑ قتل ہو گئے تو ان کے ساتھ لنہلکن الظالمین و لنسکننکم الارض کا وعدہ کیسے پورا ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے جملہ رسولوں کی حفاظت کے متعلق ایک عام قانون یوں بیان فرمایا ہے:۔

فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم

یعنی تاکہ خدا کے رسولوں کے دشمنوں کو یا لوگوں کو یہ علم ہو جائے کہ خدا کے رسولوں نے خدا کے پیغاموں کو پہنچا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے رسولوں کی حفاظت کے لئے ان کے آگے اور پیچھے ملائکہ کا پہرہ لگا دیتا ہے۔ تاکہ رسالت کی تکمیل ہو جائے۔

اب اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ زکریا علیہ السلام آرہ سے چیرے گئے اور یحییٰؑ تلوار سے کاٹے گئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ملائکہ کی رصد سو گئی تھی اور دوسرے یہ کہ رسالات رب کی تبلیغ کا کیا حشر ہوا۔

قرآن مجید میں تو لکھا ہے کہ مدعی رسالت اگر قتل ہو جائے تو وہ مرفوع الی اللہ نہیں ہوتا پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ زکریا علیہ السلام یا کوئی اور نبی قتل ہو گئے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وقولہم انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللہ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم .... وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ

یہود مسیح کے قتل ہو جانے کو اس کے غیر رسول ہونے پر دلیل ٹھیراتے ہیں۔ کیونکہ تورات کا یہی مذہب ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا نہ صلیب دی لیکن معاملہ مشتبہ ہو گیا ان کے لئے یا مسیح مقتول و مصلوب کی مانند ہو گیا ان کے لئے۔ .... اور یقیناً مسیح کو انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو اپنی طرف اٹھایا۔

چونکہ بل اضرابیہ ابطالیہ کا ماقبل اور ما بعد متضاد ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ما قتلوہ کو ہم قتلوہ کر دیں تو لازماً رفعہ اللہ الیہ کو ما رفعہ اللہ کرنا ہوگا۔

اس ایک واقعہ سے ہی بحث ختم ہو جاتی ہے اس کی رو سے مدعی رسالت اگر واقعی قتل ہو جائے تو وہ غیر مرفوع الی اللہ ہے جسے دوسرے لفظوں میں ملعون کہتے ہیں ایسا مدعی رسالت ہرگز سچا رسول نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں سے بچ رہنے کی جو دلیل اپنے یار غار صدیق اکبرؓ کو دی تھی وہ خاص معیت الٰہیہ تھی آیت قرآنی

لا تحزن ان اللہ معنا

اس پر گواہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو بھی فرعون سے بچانے کے لئے اسی معیت خاص کا وعدہ تھا چنانچہ فرمایا:۔

انی معکما اسمع واری

قرآن سے یہ ثابت ہے کہ یہ معیت خاصہ جملہ انبیاء کے ساتھ ہے۔ پس کسی نبی کا بھی قتل ہو جانا ممکن نہیں ہے۔

مولانا۔ میں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کی کہ میں قرآن کریم سے عدم قتل انبیاء ثابت کرتا ہوں آپ اس کے خلاف ثابت کیجئے تو آپ نے فرمایا کہ آپ تفاسیر میں دکھایئے۔ یا تفاسیر دیکھئے۔

مگر مولانا جب میں آپ کو بھی مفسر قرآن مان کر پھر آپ کی بات جو میرے نزدیک خلاف قرآن ہے نہیں مانتا تو کسی دوسرے مفسر کی بھی ایسی ہی بات میرے لئے کیا حجت ہو سکتی ہے۔ تفسیر مفسر کا خیال ہے اور قرآن خدا کا قول ہے پس قول خدا کے مقابل قول بشر بے حقیقت ہے اور آپ کا مطالبہ بھی ناواجب ہے۔ تاہم میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پہلے مفسروں میں سے بھی یقتلون النبیین کا ترجمہ

مباشرۃ الاسباب للقتل

دکھا سکتا ہوں خواہ قتل واقع ہو یا نہ ہو۔

آپ نے مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تفسیر میں قتل بمعنی ارادہ قتل کا ذکر کیا تھا مگر سوال یہ ہے کہ یہ درست ہے یا نہیں۔ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ میں سوائے ارادہ یا تدبیر قتل کے اور کیا معنے ہو سکتے ہیں پہلے پارہ کے ساتویں رکوع میں یقتلون النبیین کا ذکر ہے اور یہ وقت حضرت موسیٰ کا اپنا زمانہ ہے فرمایئے اس وقت

تک کون کون سے انبیاء کو بنی اسرائیل نے قتل کیا تھا۔ ایک یوسفؑ کا واقعہ ہے سو وہاں قتل کر دو یا کنوئیں میں گرا دو تا کہ کوئی قافلہ اسے لے جائے دو فعل ہیں۔ قتل تو ہوا ہی نہیں۔ کنوئیں میں یوسفؑ کو ضرور گرایا گیا۔ مگر وہاں بھی وہ بچ رہے۔ پس موسیٰ کے زمانہ تک بنی اسرائیل نے ایک بھی نبی قتل نہیں کیا۔ البتہ حضرت ہارون کو وہ قتل کرنے لگے تھے۔ مگر ناکام رہے پس یہاں یقتلون کے معنے سوائے اسباب قتل کے استعمال کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح تیسرے پارہ میں گیارھویں رکوع میں یقتلون النبیین بغیر حق آیا ہے وہاں یہ الفاظ خود حضرت خاتم النبیین صلعم کے متعلق ہیں پس اس سے مراد یہاں بھی صرف اسباب قتل کا استعمال ہے وبس۔ اس سے قتل ہو جانا ثابت نہیں۔

مولانا صاحب انبیاء کو قتل کرنا تو مذکور ہے مگر قرآن مجید میں ان کا قتل ہو جانا مذکور نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ قتل کرنا یہود کا فعل ہے جو انہوں نے کیا جیسا کہ حضرت عیسےٰ کے متعلق کیا۔ مگر اس سے انبیاء کا قتل ہو جانا ثابت نہیں ہو سکتا۔ جیسے حضرت عیسےٰ کا قتل ہو جانا ثابت نہیں ہے۔ پس مولانا للّٰہ غور فرما دیں اور جو حق ہو قبول فرما دیں اور خاکسار کو بھی ہدایت فرما دیں۔

رسولوں کو مارنے کی کوشش کرنا

پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ اس نے ان کی طرف بھیجے ہوئے رسول کو پکڑ کر مارنے کی کوشش کی جیسا کہ الفاظ قرآنی مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے:۔

وھمت کل امت برسولھم لیاخذوہ وجادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق فاخذتھم فکیف کان عقاب

(پ ۲۴ المومن)

اخذ کے معنے لغت میں کسی پر قابو پا کر قتل کرنے کے بھی ہیں۔ پس آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ ہر امت نے ان کی طرف بھیجے ہوئے خدا کے رسول کو پکڑ کر سے قتل کرنا چاہا اور اس سے مجادلہ کیا باطل کے ساتھ تاکہ حق کو گرا دیا جائے۔ پس میں نے ان کو پکڑ لیا پھر انجام کیسا ہوا؟۔

اب مولانا آپ ہی فرمائیے اگر بقول نعمانی رسول کو پکڑ کر واقعی مار ڈالیں تو فکیف کان عقاب کا کیا جواب ہوگا اور حق واقعی گر جائیگا یا نہیں۔

افان مات او قتل

آپ چونکہ ایک بڑے عالم اور مفسر قرآن ہیں ممکن نہیں کہ آپ کی نظر آیت

ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

کی طرف نہ جائے اور آپ یہ نہ کہہ اٹھیں کہ اگر امکان قتل انبیاء نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ قرآن حکیم میں

"افان مات او قتل"

کے الفاظ بیان نہ فرماتا۔ اس لئے میں اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔ جو بقول مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری ذیل مفسر قرآن اور علماء دیوبند حسب ذیل ہے:

"یہ قضیہ شرطیہ ہے اور قضیہ شرطیہ میں مقدم کا امکان بھی ضروری نہیں صرف شرط و جزا کا تلازم ضروری ہے جیسے ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین اس لئے افان مات او قتل سے قتل نبی کا ثبوت پیش کرنا غلطی ہوگی"

دستخط ابو الوفا ثناء اللہ بقلم خود ۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء

"مولوی ثناء اللہ صاحب کا جواب صحیح ہے" ....

دستخط محمد شفیع عفی اللہ عنہ ۲۷/۱۲ (مہر) دار الافتاء دیوبند

تمام رسولوں کی صدا ایک اور ہمیشہ نتیجہ بھی ایک ہی رہا

مولانا آپ چونکہ بہت زیادہ معتقد ہیں اور بجائے قرآن کے تفاسیر قرآنی سے اس بحث کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں مولانا ابو الکلام آزاد کی تفسیر سے بھی ایک حوالہ پیش کرتا ہوں سنئے:۔

"سب رسولوں نے کہا کہ تمہارا بھروسہ اپنی طاقت پر ہے اور ہمارا پروردگار عالم پر تم جو کر سکتے ہو کر کے دیکھ لو .... فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم بھی انتظار کرتے ہیں تم بھی انتظار کرو۔ صاف طور پر واضح کر دیا کہ تمام رسولوں کی صدائیں ایک ہی طرح کی ہیں اور تمام قوموں کے انکار و سرکشی کا عنوان بھی ایک ہی رہا پھر جو نتیجہ پیش آیا وہ بھی سب کے لئے یکساں تھا اور ایک ہی تھا فاوحیٰ الیھم ربھم لنھلکن الظٰلمین ولنسکننکم الارض من بعدھم ذالک لمن خاف مقامی وخاف وعید"

(سورہ ہود اور استقراء تاریخی ترجمان القرآن صفحہ ۲۱۲)

مولانا کا یہ لکھنا بالکل درست ہے اور قرآن کے مطابق ہے۔ قرآن مجید سے تمام انبیاء کا اپنے مخالفوں کو یہ چیلنج دیا جانا ثابت ہے

قل ادعوا شرکاءکم ثم کیدون فلا تنظرون ان ولیّ اللہ

(۹/۱۴)

یہ الفاظ اگرچہ بزبان خاتم النبیین ہیں جو جملہ انبیاء کے قائم مقام ہیں مگر دوسرے انبیاء کے اس قسم کے الفاظ بھی صراحتاً موجود ہیں۔ مثلاً

(۱) فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انّ ربی علیٰ کل شیءٍ حفیظ

(۲) فعلی اللّٰہ توکلت فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الیّ ولا تنظرون۔

یہ صرف نمونہ ہے خدا کے نبیوں کے چیلنج کا سوال یہ ہے کہ خدا کی پناہ لینے والے اور اس کی تائید و نصرت پر بھروسہ رکھنے والے انبیاء اس قسم کا چیلنج دیں کہ اگر مارے جاویں تو یہ کس کی ذلت ہے۔ کیا یہ خدا کی شان کے لائق ہے نبی تو کہیں کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے ہم اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہاں یہ شان بے نیازی ہو کہ باوجود وعدہ نصرت اور حفاظت لوگ خدا کے ۷۰ نبیوں کو بقول آپ کے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر پھینک دیں۔ اور اگر خدا کو کبھی غیرت آئی بھی آئی تو صرف ایک حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے آئی اس نے یہود کے ہاتھوں قتل و صلیب سے بچانے کے لئے سیدھا آسمان پر اٹھا لیا۔ شاید اس کا کوئی خاص سبب ہو۔ یہود نے قتل عیسےٰ کا دعوےٰ کیا تو ڈانٹ دی کہ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ کیوں۔ اچھا اگر مسیح کو قتل نہیں کیا تو ذکریا اور یحییٰ علیہما السلام کو تو قتل کیا ان کے لئے کیوں غیرت الٰہی جوش میں آئی (استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب علیہ)

قرآن و حدیث کی گواہی

مولانا خدا جانتا ہے کہ اگر قرآن مجید کی کسی آیت سے انبیاء کا قتل ہو جانا ثابت ہوتا ہو یا کسی حدیث صحیح سے ایسا ثابت ہوتا ہو تو میرا فرض ہوگا کہ بحیثیت ایک مسلمان سر تسلیم خم کر دوں۔ مگر مجھے تو قرآن و حدیث کی گواہی سے جو علم ملتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے رسولوں کا خاص طور پر حامی و حافظ و ناصر ہوتا ہے، لوگوں کے ہر مکر و فریب خواہ وہ ان کے ہلاکت کے لئے کرتے ہیں خدا ان کو بچاتا ہے۔

جتنے انبیاء کا ذکر قرآن مجید میں ہے ان سب کے قتل سے بچائے جانے کا ذکر ہے اور وہ خیر الماکرین ہے ہر ممکن تدبیر سے بچا لیتا ہے۔ ابراہیمؑ کو آگ میں بچایا۔ یوسفؑ کو ان کے بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچایا۔ موسےٰؑ و ہارون علیہما السلام کو فرعونیوں سے قتل سے بچایا۔ داؤد علیہ السلام کو قتل سے بچایا۔ جبکہ دشمن قلعہ کی دیوار پھاند کر آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے عیسےٰؑ کو یہود کے ہاتھوں قتل سے بچایا محمد صلعم کو آپ کے دشمنوں کے ہاتھوں بار بار بچایا۔ اسمٰعیل علیہ السلام جو ذبیح اللہ ہیں ان کو چھری کے نیچے سے بچایا۔

اب آپ قرآن مجید میں سے ایک ہی واقعہ کسی نبی کے قتل ہو جانے کا دکھا دیں تو میں مسئلہ قتل انبیاء میں آپ کو حق بجانب تسلیم کر لوں گا۔

باقی ـــــ باقی

چندہ
مرمت برلن مسجد

قبل ازیں خطوط کے ذریعہ تمام انجمنوں اور احباب کو برلن مسجد کی مرمت کے لئے چندہ کی فراہمی کے لئے عرض کیا جا چکا ہے۔ اب اس سلسلہ میں یہ گذارش ہے کہ اس خاص غرض کے لئے انجمن نے رسیدیں چھپوائی ہیں۔ جن پر برلن مسجد کی تصویر بھی ہے۔ وہ احباب جو اس نیک تحریک میں حصہ لے رہے ہیں یا لینا چاہتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو لینا چاہیئے) وہ حسب ضرورت رسید بکیں دفتر سے حاصل کر سکتے ہیں۔

مرتضیٰ خاں
اسسٹنٹ سیکرٹری تحفیس

رفتارِ عالم

پاکستان و ہند

کراچی ۔ ۴ نومبر ۔ تعلیمات اسلامیہ کے بورڈ کے رکن مفتی محمد شفیع نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ آئینی اصولوں کے بارے میں بورڈ کی سفارشات شائع کر دے ۔ مفتی صاحب نے اس امر کی تصدیق کر دی ہے کہ حکومت نے بورڈ کی سفارشات قبول نہیں کیں ۔

نئی دہلی ۔ یکم نومبر ۔ نمایندہ خصوصی نے اطلاع دی ہے کہ تبت پر چین کے حملہ سے ہندوستان کے مقابلہ میں نیپال کو زیادہ فکر و انگیز ہو گئی ہے ۔ تبت سے نیپال کا قرب اور مشترکہ سرحدوں کی وجہ سے نیپال کی یہ تشویش بالکل فطری بات ہے ۔

لاہور ۔ آج شام تقریباً پچاس لیگی کارکنوں کا اجتماع ہوا جس میں بہت بھاری اکثریت سے فیصلہ کیا گیا کہ آیندہ چند دنوں میں سرکاری لیگ سے استعفیٰ دے دیا جائے گا ۔

راولپنڈی ۔ راولپنڈی ڈویژن کے سپرنٹنڈنٹ ٹیلیگراف نے اطلاع دی ہے کہ فی الحال اردو رسم الخط میں ٹیلیگرام لاہور اور راولپنڈی کے درمیان قبول کئے جائیں گے ۔ اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا تو اسے دوسرے مقامات تک وسعت دے دی جائے گی ۔ اور مستقل طور پر اردو ٹیلی گرام روانہ کئے جا سکیں گے ۔

ضلع گوجرانوالہ کے پرانے مسلم لیگی کارکن چودھری ارشاد اللہ تارڑ ممبر آل پاکستان مسلم لیگ اور حجانیاں مسلم لیگ کے صدر نائب صدر اور جنرل سیکرٹری نے سرکاری مسلم لیگ سے استعفیٰ دے دیا ہے ۔

لاہور ۔ ۳۱ر اکتوبر ۔ سابق وزیر اعظم پنجاب خان افتخار حسین ممدوٹ اپنے رفقاء سمیت مسلم لیگ سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے " جناح مسلم لیگ " کے قیام کا اعلان کر دیا ہے ۔ تاکہ قائد اعظم کے متعین کردہ نصب العین کے مطابق پاکستان میں صحیح آزاد اسلامی جمہوریت کا قیام عمل میں لایا جا سکے ۔ خان ممدوٹ نے اس ضمن میں مسلم لیگ کے تمام مخلص کارکنوں اور صحیح اسلامی اصولوں کی اساس پر پاکستان کو شاہراہ ترقی پر گامزن کرنے کی خواہش رکھنے والے مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی ہے ۔

کوئٹہ ۵ ۔ نومبر ۔ آج پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں نے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے افغانستان کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم افغانستان کے عوام کی بھلائی اور ترقی کے خواہاں ہیں ۔

انہوں نے کہا کہ حکومت پاکستان، بلوچستان کی آئینی اور اقتصادی ترقی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی ۔

لاہور ۵ ۔ نومبر ۔ پنجاب کے محکمہ خوراک کے سیکرٹری نے آج گندم کے تاجروں سے اپیل کی ہے کہ سیلاب کی وجہ سے کافی تباہی پھیل چکی ہے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر انہیں نفع خوری سے پرہیز کرنا چاہیئے اور غلہ کی قیمتوں کو کم کر دینا چاہیئے ۔

انہوں نے کہا کہ اگر وہ اپنی سماج دشمنی پر اڑے رہے تو حکومت مجبور ہو کر عوام کو ان کی حرکات سے محفوظ کرنے کے لئے ذخیرہ وغیرہ میں سے کچھ غلہ بازار میں بھیجے گی ۔

کشمیر

لندن ۔ یکم ۔ انا واجرنل کے ایسوسی ایٹ ایڈیٹر مسٹر نارمن سمتھ نے مسئلہ کشمیر پر روشنی ڈالتے ہوئے کشمیر کے بارے میں پاکستان کے موقف کو حق بجانب اور جائز قرار دیا ہے ۔ آپ نے کہا کہ پنڈت نہرو کشمیر کے بارے میں ہندوستان کا جو نکتہ نظر پیش کرتے ہیں ان سے کوئی غیر جانبدار شخص مطلقاً متاثر نہیں ہوتا ۔ ہندوستان کے دلائل انتہائی غلط ہیں ۔

واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان کو کشمیر کی ضرورت نہیں ہے اور کشمیر کے نہ ملنے سے ہندوستان کو ذرہ کا نقصان نہیں پہنچے گا ۔ اس کے برعکس کشمیر پاکستان سے اقتصادی ثقافتی مذہبی اور جغرافیائی رشتوں سے اس قدر منسلک ہے کہ ان دونوں کو جدا کرنا ناممکن ہے ۔

کشمیر کی آبادی کا ۷۵ فیصدی حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے جو فطرتاً پاکستان میں شمولیت کے حامی ہیں ۔

کراچی ۔ کشمیر کے بارے میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو لاکھوں مسلمانوں کے دستخطوں پر مشتمل موتمر عالم اسلامی کی جو یادداشت پیش کی جا رہی ہے اس میں اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ کشمیر کے معاملہ میں انصاف کے علاوہ کسی دوسرے جذبہ سے ہرگز متاثر نہ ہوں ۔ اور نہایت سرگرم جدوجہد کے ذریعہ اہل کشمیر سے انصاف کرائیں ۔

فلشنگ میڈوز ۔ ۴ر نومبر ۔ اقوام متحدہ میں روسی نمایندہ مسٹر یعقوب ملک نے کل یہاں اس امر کا اظہار کیا کہ ہندوستان اور پاکستان کو کشمیر کا مسئلہ حفاظتی کونسل سے باہر خود ہی حل کرنا چاہیئے ۔

بغداد ۔ سابق عراقی وزیر اعظم السید محمد الصدر نے حفاظتی کونسل کو ایک تار بھیجا ہے جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ کشمیر میں آزاد استصواب رائے کے متعلق وہ اپنا فیصلہ برقرار رکھے ۔

انہوں نے مزید کہا کہ کشمیر کے عوام کی اکثریت کو اپنا فیصلہ آپ کرنے کا حق حاصل ہے ۔

قاہرہ ۔ آج مصری پارلیمان کے ۱۴ ارکان نے اقوام متحدہ پر زور دیا کہ وہ ریاست جموں و کشمیر میں جلد سے جلد غیر جانبدارانہ اور منصفانہ رائے شماری کرائیں ۔

مصری پارلیمانی ارکان نے ایک مشترکہ بیان میں کہا کہ ہم تنازعہ کشمیر کے منصفانہ حل میں تاخیر کو گہری تشویش کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اس مسئلہ کے حل میں مزید تاخیر سے نہایت خطرناک نتائج پیدا ہوں گے ۔ اور دنیا کا امن پارہ پارہ ہو جائے گا ۔

کوئٹہ ۔ ۵ ۔ نومبر ۔ آج پاکستان کے وزیر اعظم نے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گے جب تک کہ ان کے ۴۲ لاکھ کشمیری بھائیوں کو خود ارادیت حاصل نہ ہو جائے ۔

کراچی ۴ ۔ معلوم ہوا ہے کہ کراچی اور سندھ میں عنقریب دیا سلائی کی چار فیکٹریاں قائم ہونے والی ہیں ۔ یہ فیکٹریاں حیدرآباد ٹرسٹ کی جانب سے قائم کی جائیں گی ۔ اس ٹرسٹ کے صدر میر لائق علی ہیں ۔

بلادِ غیر

یکم نومبر ۔ واشنگٹن ۔ امریکی وزیر خارجہ مسٹر ڈین ایچی سن نے اعلان کیا ہے کہ حکومت امریکہ تبت کے خلاف کمیونسٹوں کی جارحانہ کارروائی کو انتہائی افسوسناک اور خطرناک تصور کرے گی ۔

لیک سکسس ۔ آج اقوام متحدہ کی سیاسی کمیٹی نے ایک قرارداد منظور کر لی جس کے مطابق اقوام متحدہ کے رکن ممالک کو اسپین سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت ہو گئی ۔

ٹوکیو ۔ اقوام متحدہ کی جو فوجیں شمالی کوریا کے مغربی ساحل پر سرحد منچوریا کی طرف بڑھتی چلی آ رہی تھیں آج کمیونسٹوں نے ان کی پیشقدمی روک دی ۔ امریکہ اور کمیونسٹوں کے جٹ طیاروں میں آج زبردست جھڑپیں ہوئیں ۔

قاہرہ ۔ مصر کی تین یونیورسٹیوں نے پشاور یونیورسٹی کو پیامات تہنیت روانہ کئے ہیں ۔ ان یونیورسٹیوں کے نام یہ ہیں ۔ جامعۃ الازہر ۔ قاہرہ کی الفواد اول یونیورسٹی اور اسود کی محمد علی یونیورسٹی ۔

کالیانگ ۴ر نومبر ۔ جنگ تبت کی تازہ ترین اطلاعات مظہر ہیں کہ کمیونسٹ چین کی "نجات دہندہ" فوجیں تبت کے دارالحکومت لاسہ سے صرف ۱۰۰ میل دور رہ گئی ہیں ۔

واشنگٹن ۴ر نومبر ۔ امریکہ میں ایوان نمایندگان کے ۴۳۵ ارکان سینٹ کے ۳۶ ارکان اور ۳۲ گورنروں کا انتخاب ۷ نومبر سے شروع ہو رہا ہے ۔ جس میں ۴ کروڑ امریکی اپنا حق رائے دہی استعمال کریں گے ۔ سینٹ میں اس وقت ڈیموکریٹک پارٹی کے ۵۴ ارکان ہیں ۔ اور اس کے مقابلہ میں ری پبلک پارٹی کے ۴۲ نمایندے ہیں ۔ ایوان نمایندگان میں ڈیموکریٹک پارٹی کو ۲۶۱ اور ری پبلکن جماعت کو ۱۶۹ نشستیں حاصل ہیں ۔

ٹوکیو ۔ ۵ر نومبر ۔ محاذ جنگ سے جو خبریں آئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آج شمالی کوریا کی فوجوں نے تین محاذوں پر زبردست جوابی حملے کر کے امریکی فوجوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ۔ آل انڈیا ریڈیو کا کہنا ہے کہ شمالی کوریا کی فوجیں پیانگ یانگ سے صرف ۳۰ میل دور ہیں ۔

سنگاپور ۔ کوریا جانے والا برطانوی ٹینکوں کا دستہ یہاں پہنچ گیا ۔

پیغام صلح ۸ر نومبر ۵۰ء نمبر ۴۴ رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

چٹ

قبولیت دعا خدا تعالےٰ کی ہستی کا زندہ ثبوت ہے

ارشادات گرامی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اسلام میں اگر قبولیت دعا نہ ہوتی تو اللہ تعالےٰ کی ہستی پر بہت سے شکوک پیدا ہوسکتے تھے۔ اور ضرور ہوتے اور جو مذہب قبولیت دعا کے قائل نہیں ہیں ان کے پاس خدا کی ہستی کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میرا اپنا تو یہ مذہب ہے کہ جو شخص دعا اور اس کی قبولیت پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ جہنمی ہے اور وہ خدا کی ہستی سے ہی منکر ہے۔ اللہ تعالےٰ کی شناخت کا یہی طریق ہے کہ انسان اس وقت تک دعا میں لگا رہے جب تک کہ خدا اس کے دل میں پورا پورا یقین نہ بھر دے اور انا الحق کی آواز اسے نہ آ جائے۔ گو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس مرحلہ کو طے کرنے اور اس مقام تک پہنچنے کے لئے بہت سی مشکلات اور تکالیف ہیں۔ لیکن ان سب کا علاج صبر ہے حافظ نے کیا اچھا کہا ہے

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آرے شود ولیک بخون جگر شود

یاد رکھو کوئی شخص اپنی دعا سے فیض حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ پورے صبر اور استقلال کے ساتھ دعاؤں میں نہ لگا رہے اور اللہ تعالیٰ پر کبھی اور کسی صورت سے بدظنی اور بدگمانی نہ کرے بلکہ اسے تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک تصور کرے پھر صبر کے ساتھ دعاؤں میں لگا رہے تو وہ وقت آ جائیگا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو سن لے گا۔ اور اسے جواب دے گا۔ جو لوگ اس نسخہ کو استعمال کرتے ہیں وہ کبھی محروم اور بے نصیب نہیں ہوتے بلکہ وہ یقیناً اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار ہیں اس نے انسانی تکمیل کے لئے ایک عرصہ تک صبر سے کام لینے کا قانون رکھا ہوا ہے جسے وہ بدلا نہیں کرتا۔ اس لئے جو شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے لئے خدا تعالےٰ اپنے مقررہ قانونوں کو تبدیل کر دے وہ اس کی جناب میں بے ادبی اور گستاخی کرتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض لوگ بہت بے صبری سے کام لیتے اور مداری کی طرح چاہتے ہیں کہ فوراً ان کے کہتے ہی کام ہو جایا کرے یہ کمزوری ایمان کی علامت ہے۔

بے صبری کرنے سے خدا تعالیٰ کا کچھ نہیں بگڑتا انسان اپنا ہی نقصان کرلیتا ہے بعض لوگوں نے قصے اور افسانے بنا رکھے ہیں کہ فلاں فقیر نے پھونک مار کر یہ بنا دیا اور وہ کر دیا۔ میں ایسی باتوں کو ہرگز نہیں مان سکتا۔ اور یہ محض من گھڑت بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ کیونکہ یہ خدا تعالےٰ کی سنت کے خلاف اور قرآن شریف کی تعلیم کے بالکل مخالف ہیں اور ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے ہر ایک امر کے لئے قرآن شریف کا معیار موجود ہے۔ دیکھو حضرت یعقوبؑ کا پیارا بیٹا یوسفؑ جب بھائیوں کی شرارت سے ان سے علیحدہ ہوگیا تو چالیس برس تک آپ اس کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دعائیں حضرت یوسفؑ کی ملاقات کا باعث ہوگئیں۔ لیکن اگر وہ جلد باز ہوتے تو خاک نتیجہ برآمد ہوتا اتنا لمبا عرصہ دعائیں کرتے رہنے پر بعض ملامت کرنے والوں نے اعتراض بھی کیا کہ تو یوسف کو بیفائدہ یاد کرتا ہے۔ لیکن حضرت یعقوبؑ نے یہی جواب دیا۔ کہ میں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور گو حضرت یعقوبؑ کو بھی ظاہراً کچھ خبر نہ تھی لیکن خدا پر ایسا یقین تھا کہ فرمایا انی لاجد ریح یوسفؑ۔ پہلے تو یہی معلوم تھا کہ دعاؤں کا سلسلہ لمبا ہوگیا ہے۔ اس لئے اگر خدا نے دعاؤں میں محروم کرنا ہوتا تو وہ جلد ہی جواب دے دیتا۔ لیکن اس سلسلہ کا لمبا ہوجانا ہی قبولیت کی دلیل تھا۔ کیونکہ کریم ایک سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا۔ بلکہ بخیل سے بخیل بھی ایسا نہیں کرتا۔ اور اگر ایک بخیل بھی سائل کو دروازہ پر دیر تک انتظار میں بٹھائے تو آخر اسے کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی دعاؤں کے زمانہ کی درازی پر خود قرآن شریف کے الفاظ ابیضت عیناہ دلالت کرتے ہیں۔ حاصل مطلب یہ کہ دعاؤں کے سلسلہ کے دراز ہونے سے کبھی گھبرانا اور بے صبر نہ ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک نبی کی تکمیل بھی جدا جدا پیرایوں میں کرتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ کی تکمیل اس نے اسی غم میں کی تھی۔ الغرض۔ دعاؤں کا یہی اصول ہے اور جو شخص قرآن سے واقف نہیں وہ نہایت خطرناک حالت میں پڑ جاتا ہے۔ لیکن جو شخص اس اصول کو بخوبی سمجھ لیتا ہے اس کا انجام نہایت مبارک ہوتا ہے۔ جو لوگ دنیا میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ ان سے گرفت کرتا ہے۔ تو ان کی جان ہی لے لیتا ہے۔ لیکن مومن کے ساتھ وہ ایسا سلوک نہیں کرتا۔ اس کی تکالیف کا انجام نہایت اچھا ہوتا ہے اور انجام کار متقی کے لئے ہی ہے جیسے فرمایا والعاقبۃ عند ربک للمتقین مومن کو جو تکالیف اور مصائب آتی ہیں وہ اس کی ترقیوں کا ذریعہ بنتی ہیں اور ان کا تجربہ بڑھانے کے لئے ایسے واقعات انہیں پیش آتے ہیں۔ اور آخرکار اللہ تعالےٰ ان کے تکالیف کے ایام کو راحت سے بدل دیتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کی خوش قسمتی کے دن آتے ہیں۔ تو اس پر سے بہائمی زندگی کے سب اثرات دور ہو جاتے اور ان پر ایک موت وارد ہوجاتی ہے۔ اس لئے خدا شناسی کے بعد بہائمی سیرت کے لذت و ذوق اس میں نہیں رہتے بلکہ ان سے اسے نفرت و کراہت پیدا ہوجاتی ہے اور پھر نیکیوں کی طرف توجہ کرنا اس کی معمولی عادت میں داخل ہوجاتا ہے پہلے جو نیکیوں کے کرنے سے اس کی طبیعت پر ایک قسم کی گرانی محسوس ہوتی تھی وہ نہیں رہتی۔ بلکہ علوتاً نیکی کرنے کی طرف راغب ہوجاتا ہے۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

قاضی عبدالحق صاحب

جسمانی حالت

جو لوگ آجکل عورتوں کے حامی ہونے کا دعوے کرتے ہیں ان میں مبالغہ کرنے کا بہت میلان پایا جاتا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ عورتیں کسی پہلو سے بھی مردوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں اور باوجودیکہ وہ جسمانی طور پر مردوں کی نسبت کمزور اور نازک ہیں پھر بھی وہ ان کو مردوں کے ساتھ مساوات کا درجہ دیتے ہیں عورتیں جو ہر وقت گھر کے دھندوں میں مصروف رہتی ہیں اور جن کے مشاغل ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنا قریباً سارا وقت اپنے گھروں کی چار دیواری کے اندر خرچ کریں وہ ان کے نزدیک ان مردوں کے مساوی ہیں جن کو تمام دن کھلی ہوا کھانی پڑتی ہے اور جن کو کل دنیا کے جھگڑوں میں حصہ لینا پڑتا ہے اور جن کے تجربہ کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ جو لوگ عورتوں کو مردوں کے برابر بنانا چاہتے ہیں وہ ایک ناممکن امر کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جن چیزوں میں قدرت نے فرق رکھ دیا ہے ان کو ایک رنگ میں لانا انسان کا کام نہیں۔ جب سے انسان پیدا ہوا عورت مرد کے لئے بطور مددگار کے رہی ہے جو گھر میں اپنے بال بچوں کے درمیان ایک آرام کی زندگی بسر کرتی رہی ہے اور مرد بیرونی دنیا کے کاروبار میں مصروف رہ کر ایک محنتی کی زندگی گزارتا رہا ہے۔

عورت کا میدانِ عمل

عورت گھر میں رہ کر بچوں کی پرورش اور بوڑھوں اور ضعیفوں کی خبرگیری کرکے مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے اور مرد اپنی بیوی بچوں کے لئے دنیا میں پھر کر معاش کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اگر عورت کو گھر سے نکال کر بیرونی دنیا کے جدوجہد اور عمل میں دھکیل دیا جائے کہ جاؤ اپنے لئے زندگی کا سامان آپ مہیا کرو تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ ایک چار پہلو سوراخ میں ایک گول گیند۔ قدرت نے اسکو ایک نازک بدن دیا ہے جو ہرگز دنیا کی محنت اور مشقت اٹھانے کے لئے موزوں نہیں۔ برخلاف اس کے مرد کو ایک مضبوط چست بدن دیا گیا ہے جو سخت سے سخت محنت اٹھانے کی بھی قابلیت رکھتا ہے ہمیشہ سلامتی اسی میں ہوتی ہے کہ جو راہ قدرت نے تجویز کی ہے اس پر قدم مارا جائے۔ مرد اور عورت کو جو علیحدہ قدرت نے حیثیت عطا کی ہے اس نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو کونسا طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ اور یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ان دونوں میں جو زیادہ کمزور ہے وہ آرام کی زندگی اختیار کرے اور جو زیادہ مضبوط ہے وہ محنت کی زندگی میں داخل ہو......

......یعنی عورت اپنے پیارے بچوں کی میٹھی بول چال کو سنتی ہوئی گھر میں امن کی زندگی گذارے اور چولہے کے لئے زینت ہو اور مرد گھر سے نکل کر اپنے اہل و عیال کے لئے حلال کی روزی کمائے۔

قابلِ غور امر

...... اس انتظام کو ذرا الٹا کر دیکھو کیا نتیجہ ہوگا۔ ایک ہی دن میں سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ دنیا کی چستی و چالاکی سکون سے بدل جائے گی۔ ہتھیاروں اور اوزاروں کی کھڑکھڑاہٹ بند ہو جائے گی فتح کے نعرے اور خوشی کی آوازیں سننے میں نہیں آئیں گی۔ ہر طرف درد کی چیخیں اور اضطراب کا چلانا سنائی دیگا عورت اپنے خیالات کی نرمی اور اپنے جسم کی کمزوری کے ساتھ دنیا کو سستی اور کاہلی کا ایک خوفناک منظر بنا دے گی۔ اور مرد اپنے چست قویٰ اور محنت کش طبیعت کے ساتھ اپنے تئیں گھر میں رہنے کے بالکل ناقابل پائیگا۔ اور جلدی زندگی سے بیزار ہو جائے گا۔ اس طرح جلد ہی دنیا کی حالت بگڑ جائے گی۔ تمام کاروبار خراب ہو جائیگا اور تمام تحریکیں رک جائیں گی جہاں دلیری اور جرات کی ضرورت ہے وہاں کمزوری اور نرم دلی کام نہیں دے گی۔

فطری امور کی مخالفت

بیشک نرم دلی اور رقیق القلب ہونا ایک اچھی چیز ہے مگر جہاں دلیری اور بہادری کی ضرورت ہو وہاں رقت قلب اور نرم دلی کس طرح کام دے سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ عورتوں کو ہر مہینہ میں ایام حیض گذارنے پڑتے ہیں اس لئے ضروری ہوگا کہ ہر ماہ میں کم از کم ایک ہفتہ تک دنیا کا کاروبار روک دیا جائے۔ ایسا ہی ایام حمل میں ایک سال تک ان کو دنیا کی محنت کشی اور جفاکشی سے سبکدوش ہونے کی ضرورت پیش آئے گی۔ الغرض جو لوگ یہ شور مچا رہے ہے کہ عورتیں کسی رنگ میں بھی مردوں سے کم نہیں وہ اس طرح ذوق کو جو قدرت نے دونوں میں رکھا ہے نظر انداز کر رہے ہیں اور عورتوں کو اس درجہ سے بڑھانا چاہتے ہیں جو قدرت نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

تفریط کا پہلو

مگر جہاں ایک گروہ عورتوں کے معاملہ میں افراط سے کام لے رہا ہے، وہاں ایک گروہ تفریط کی طرف چلا گیا ہے۔ یہ دوسری قسم کے لوگ عورت کو سخت بے قدری کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جو منزلت خدائے تعالےٰ نے ان کو عطا کی ہے ان سے ان کو گرانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورت کی اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں کہ مرد ان کے ذریعہ اپنی خواہش کو پورا کر لیں۔ وہ ان کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ گائے بکری اونٹ وغیرہ اور جب چاہتے ہیں ایک پرانے کپڑے کی طرح ان کو پھینک دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک عورتیں کوئی ہستی نہیں رکھتیں۔ اور وہ ان کا یہی کام سمجھتے ہیں کہ غلاموں کی طرح ان کے ساتھ گذارہ کریں۔ مرد جو چاہے ان سے سلوک کرے۔ عورتوں کا مردوں پر کوئی حق نہیں عورت کا فرض ہے کہ رنج و راحت میں مرد کی خدمت کرے لیکن جب عورت اس قابل نہ رہے کہ مرد کی کوئی خدمت کر سکے تو مرد اسکو ایک ردی چیز کی طرح پھینک سکتا ہے، خواہ عورت نے سالہا سال تک اپنے خاوند کی نہایت جانفشانی سے خدمت کی ہو۔ بیماری کے وقت کئی دن تک اس کے سرہانے بیٹھی رہی ہو اور کئی راتیں اس کے بستر کے پاس جاگتی رہی۔ بخار میں اس کے جلتے ہوئے ابرؤوں کو اپنے ٹھنڈے ہونٹوں کے ساتھ چوما ہو۔ اور اپنی سسکتی ہوئی آواز کے ساتھ آنکھوں سے آنسو بہا کر اپنے خداوند کے آگے دعائیں کی ہوں کہ اے میرے رب تو میرے ننھے بچوں کے باپ کا سہارا ہمارے سروں پر قائم رکھ۔ لیکن ان سب باتوں کا عوض اسکو یہ دیا جاتا ہے کہ ایک معمولی غلطی پر ڈنڈوں سے اسکو پیٹا جاتا ہے اور وحشیانہ بیرحمیوں کا اسکو تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔

قابلِ نفرت امر

ایسا سلوک اپنے عمر بھر کے ساتھی کے ساتھ کرنا سخت قابلِ نفرت ہے۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس وقت عورت کی حالت اس سے بھی بدتر تھی صحرائے عرب کے رہنے والے عورت کو انسان کے لئے ایک ذلت کا داغ سمجھتے تھے اور اس پر ہر قسم کا ظلم کرنا جائز سمجھتے تھے مگر عورت کی خوش قسمتی سے اس ملک میں ایک نبی پیدا ہوا جس نے عورت کو وہ عزت دی جس کی وہ سچے معنوں میں حقدار ہے۔ اسلام ایسا مذہب نہیں جو کسی امر میں حد سے بڑھ جائے۔ کسی چیز کی ناجائز رعایت وہ روا نہیں رکھتا اور نہ کسی چیز کی حق تلفی کی وہ اجازت دیتا ہے بلکہ جو امر حق اور درست ہو وہ اسکو بیان کرتا ہے۔ اس نے عورت سے پورے انصاف کا برتاؤ کیا ہے۔

اسلام میں عورت کے حقوق کی محافظت

دنیا کے کل مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کے حقوق کی حفاظت کی ہے۔ جن جن حقوق کی وہ جائز طور پر مستحق تھی وہ سب اسکو دیئے ہیں کوئی ایسا حق نہیں جس سے اسلام نے عورت کو محروم رکھا ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دنیا میں اسلام ہی ایک مذہب جس نے عورت کی جائز حمایت کا بیڑا اٹھایا ہے اور جو لوگ آج کل عورت کی حمایت میں جائز حدود سے بھی نکل رہے ہیں وہ اگر اپنی مقدس کتابوں کو ٹٹولیں گے تو ان میں ہرگز کوئی ایسی تعلیم نہ پائیں گے جو ان کے آزادی کے خیالات کی تائید کرتی ہو۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کو وہی حیثیت دی ہے جس کی وہ مستحق ہے اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس میں عورت کی راہ سے ہر ایک قسم کی رکاوٹ کو ہٹا دیا گیا ہے تا جن جن امور کے حاصل کرنے کے لئے اس میں قابلیت رکھی گئی ہے ان کو وہ بآسانی حاصل کر سکے۔

قرآنی تعلیم

آج کل جن لوگوں نے عورت کے حقوق کی حمایت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ انہوں نے قرآن شریف میں سے ہی ایک نسخہ لیا ہے جس کو وہ وسعت دے رہے ہیں اور جس کی تائید کے لئے وہ اپنے اپنے مذہب کی کتابوں میں سے کوئی ہدایت پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۱)

پیغام صلح

جلد ۳ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۴ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ | نمبر ۴۵

جماعت کی توجہ کیلئے

جماعت احمدیہ کوئی سیاسی جماعت نہیں اور نہ ہی اس کا مقصد کسی دنیوی وجاہت یا سرداری کو حاصل کرنا ہے۔ اس کا معرض وجود میں آنا چند بیدار مغز اور دنیوی انقلابات سے واقف اشخاص کی سوچ بچار و غور و خوض کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کی بنیاد الٰہی ارادہ کے تحت رکھی گئی۔

عین اس وقت جبکہ اسلام چاروں طرف سے مخالفین کے اعتراضات کا نشانہ بنا ہوا تھا اور قریب تھا کہ اس کا نور بجھ جائے۔ خداوند تعالیٰ نے ایک مرد کامل پر اپنی روح نازل کی اور اس کے ذریعہ سے مایوس قوم کو یہ خوشخبری سنائی

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے
محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"

یہی وہ مرد کامل تھا جس نے اس جماعت کی بنا رکھی اور اس کا نصب العین محض اسلام کو تمام ادیان پر غالب کرنا مقرر کیا۔

دنیا میں ایک صالح انقلاب پیدا کرنا کوئی معمولی امر نہیں۔ تاریخ عالم شاہد ہے کہ جب بھی کبھی ایسے انقلاب کی ضرورت محسوس ہوئی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے انسان کو مبعوث کیا جس نے کہ پہلے اپنے نفس کی خوب اچھی طرح اصلاح کر لی ہو۔ یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ ایسا شخص یا ایسی جماعت دنیا کو شیطان کے پنجہ سے چھڑانے میں کامیاب ہو سکے جس نے خود اپنے نفس کو شیطانی گرفت سے رہائی نہ دلائی ہو۔ وہ لوگ جو اپنے شیطان کو زیر نہیں کر سکتے وہ بھلا کس طرح دوسرے شیاطین کو گرانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کام کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء اور ان کے نائبین کو ہی مقرر کرتا رہا تا فسق و فجور کے وقت وہ ایک صالح انقلاب پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

امام زمان نے اس مقصد کے حصول کے لئے جہاں اپنی جماعت کی ذہنی تربیت کی اور علمی میدان میں ہر مخالف کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں دلائل ساطع اور براہین قاطع سے مسلح کیا وہیں اس لازمی جزو کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ اخلاقی اور روحانی رنگ میں بھی ان کی تربیت کی۔ جو بھی آپ کی صحبت میں کچھ عرصہ بیٹھا اس میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ ان کے بعض بین حسن سلوک اور دیگر تمام دینی امور میں مخالف سے مخالف نے بھی ایک نمایاں تبدیلی محسوس کی۔ یہی وجہ تھی کہ احمدیت باوجود شدید مخالفت کے دن بدن ترقی کرتی چلی گئی۔

اصلاحی جماعت کی اس رنگ میں تربیت نہایت ضروری ہے۔ تاریخ عالم میں ہمیں کوئی بھی ایسی مثال نہیں ملتی جو محض علمی ترقی اور دلائل ساطعہ سے ہی نفوس انسانی میں ایک صالح انقلاب برپا کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہو۔

حضرت میرزا صاحب کے دعوے سے پیشتر ہی کے حالات دیکھ لیجئے مسلمانوں میں بہت سی ایسی جماعتیں تھیں جنہوں نے اپنی زندگی کا مقصد تبلیغ اسلام کو ٹھہرا رکھا تھا۔ قرآن کے تراجم کو پھیلانا کتب دینیہ یا احادیث نبویہ کو اردو یا فارسی میں ترجمہ کرکے رواج دینا ان کا شغل تھا۔ لیکن اس کے باوجود نفوس میں نیکی کی طرف کوئی حرکت نہ پائی جاتی تھی۔ آخر کیا؟ اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے حضرت میرزا صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے:

"صرف رسمی اور ظاہری طور پر قرآن شریف کے تراجم پھیلانا یا فقط کتب دینیہ اور احادیث نبویہ کو اردو یا فارسی میں ترجمہ کرکے رواج دینا یا بدعات سے بھرے ہوئے خشک طریقے جیسے زمانہ حال کے اکثر مشائخ کا دستور ہو گیا ہے سکھلانا یہ امور ایسے نہیں جن کو کامل اور واقعی طور پر تجدید دین کہا جائے بلکہ مؤخر الذکر طریق تو شیطانی راہوں کی تجدید ہے۔ اور دین کا رہزن۔ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کو دنیا میں پھیلانا بیشک عمدہ طریق ہے مگر رسمی طور پر اور تکلف اور تکلفا اور غور اور خوض سے یہ کام کرنا اور اپنا نفس واقعی طور پر حدیث اور قرآن کا مورد نہ ہونا ایسی ظاہری اور بے مغز خدمتیں ہر ایک باعلم آدمی کر سکتا ہے اور ہمیشہ جاری ہیں ان کو تجدید دین سے کچھ علاقہ نہیں۔ یہ تمام امور خدا تعالیٰ کے نزدیک نقط استخوان فروشی ہے اس سے بڑھکر نہیں، اللہ جلشانہ فرماتا ہے لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون، اور فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم اندھا اندھے کو کیا راہ دکھاوے گا۔ اور مجذوم دوسروں کے بدنوں کو کیا صاف کرے گا"

پھر فرمایا:-

"تجدید دین وہ پاک کیفیت ہے کہ اول عاشقانہ جوش کے ساتھ اس پاک دل پر نازل ہوتی ہے کہ جو مکالمہ الٰہی کے درجہ تک پہنچ گیا ہو۔ پھر دوسروں میں جلد یا دیر سے اس کی سرایت ہوتی ہے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخوان فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں اور ان کی باتیں از قبیل جوشیدن ہوتی ہیں نہ محض از قبیل کوشیدن اور وہ حال سے بولتے ہیں نہ مجرد قال سے۔ اور خدا تعالیٰ کے الہام کی تجلی ان کے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں اور ان کی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بکلی مصفا کئے گئے ہیں اور بتمام و کمال کھینچے گئے ہیں۔"

یہ ہمیں چونکانے کے لئے کافی ہے۔ اگر آج ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں اور ہماری تبلیغی کوششیں دنیا میں ایک صالح انقلاب پیدا کریں تو لازمی ہے کہ ہم پہلے اپنے اندر ایک پاکیزہ انقلاب پیدا کریں اور ہر لحظہ اپنے نفوس کا محاسبہ کریں اور اپنی تمام توجہ کو اصلاح نفس کیطرف پھیریں تا بصورت دیگر ایسا نہ ہو کہ ہماری یہ دن رات کی کوششیں خدا تعالیٰ کے نزدیک نقط استخوان فروشی سے بڑھ کر کوئی وقعت نہ رکھیں۔

فعل ایک ہی ہے لیکن اس کا اثر اور اجر ہمارے نفوس کی تبدیلی کے ساتھ بدل جانے والا ہے۔ اس لئے اشد ضرورت ہے کہ ہم جو امام زمان کے جانشین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں روحانی لحاظ سے بھی آپ کے حقیقی خلفاء بنیں تاہم اپنے بلند مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔

خوب یاد رکھئے صرف یہی وہ اصل ہے جس سے ہماری کامیابیاں وابستہ ہیں۔ جتنی سرعت سے ہم اپنی اسی اصل کو مضبوط تر بناتے چلے جائیں گے اتنی تیزی سے ہی خدا کی نصرتیں ہمارے شامل حال ہوتی جائیں گی۔

وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم

(محمد یحییٰ بٹ)

مجلس معتمدین کا اجلاس

مجلس معتمدین کا اجلاس مورخہ ۱۹ر نومبر بروز اتوار صبح دس بجے احمدیہ بلڈنگس میں شروع ہوگا۔ تمام ممبران کرام سے درخواست ہے کہ بروقت شمولیت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

احمد یار
جنرل سیکرٹری

سانحہ ارتحال

(۱) یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ ہماری جماعت کے ایک مخلص بزرگ شیخ محمد دین جان صاحب ایڈووکیٹ لاہور کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد آج مورخہ ۱۴ر نومبر وفات پا گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

ہمیں اس صدمہ میں پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اس اندوہناک خبر کے موصول ہونے کے بعد دفتر بند کر دیا گیا۔

(۲) ہمارے محترم بزرگ ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے ایک سالہ نواسہ کا گذشتہ اتوار انتقال ہو گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون دعا ہے اللہ تعالیٰ جملہ لواحقین کو صبر عطا فرمائے اور والدین کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

(۳) ہمارے مکرم دوست ماسٹر محمد عبداللہ صاحب فجی سے اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے جماعت کے مخلص اور پرجوش ممبر محمد اسحاق خان صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جملہ احباب متوفین کے لئے نماز جنازہ

افراط اور تفریط کی راہ کو چھوڑ کر عورت کے معاملہ میں نہایت ہی سیدھی اور سچی راہ کو اختیار کرتا ہے جبکہ وہ ارشاد فرماتا ہے:-

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصلحت قنتت حفظت للغيب بما حفظ الله۔

(النساء ۶)

مرد عورتوں کے لئے موجب ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور کہ مرد (عورتوں کے لئے) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک بی بیاں وہ ہیں جو فرمانبردار ہیں اور اپنے خاوندوں کی غیر حاضری میں ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے حفاظت کی ہے۔

مرد کی عورت پر فضیلت

خدا تعالیٰ کسی کی رعایت نہیں کرتا۔ نہ تو اس نے ان لوگوں کی فضولیوں کی پیروی کی ہے جو ہر ایک امر میں عورتوں اور مردوں کو مساوات دینا چاہتے ہیں، اور جو عورتوں کی آزادی پر حد سے زیادہ زور دیتے ہیں اور نہ ہی مذکورہ بالا آیت میں ان لوگوں کی طرفداری کی گئی ہے جو عورتوں کو کمینہ مخلوق سے بھی کمتر خیال کرتے ہیں۔ بلکہ جو درجہ نظام قدرت میں عورت کو دیا گیا ہے، اسی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مرد عورت پر جسم کے لحاظ سے اور نیز عقل کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ اور اس لئے جسمانی دنیا میں اسے عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ بیوی بچوں کا تکفل اور ان کی تادیب و تربیت مرد کا کام ہے۔ گھر کا کاروبار اور امور خانہ داری عورت کے فرائض میں شامل ہیں۔ نیک مرد کماتا اور اپنی کمائی گھر لاتا ہے اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتا ہے۔ نیک بیوی اپنی عفت اور اپنے خاوند کی عزت کی حفاظت کرتی ہے۔ ایک کا کام دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اگرچہ عورت جسماً اور عقلاً مرد سے کمتر ہے مگر وہ ایک دوسرے کے لئے محتاج ہیں کہ ایک کا گذارہ دوسرے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

عورت کا فرض

مذکورہ بالا آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرد عورت کے لئے سہارا ہے اور مرد کا فرض ہے کہ کما کر اسکو کھلائے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ عورت اپنی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اور بسبب جسمانی کمزوری کے اسے مرد کے ساتھ محض طفیلی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے کے متعلق خاص حقوق رکھتا ہے اگر مرد کا یہ فرض ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لئے محنت کرے اور روزی کمائے، تو عورت کا فرض ہے کہ خاوند کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی ناموس کی حفاظت کرے اور اس کے بال بچوں کی خبر گیری کرے۔ اس طرح ہر ایک کے سپرد وہ کام کیا گیا ہے جو اس کی طبیعت اور قدرت کے عین مطابق ہے۔ مرد چونکہ عورت کی نسبت مضبوط ہے اس لئے محنت ومشقت کا کام مرد کے سپرد کیا گیا ہے اور عورت چونکہ مرد کی نسبت نازک ہے اس لئے آرام کا کام اس کے ذمہ ڈالا گیا ہے مگر دونوں میں سے دوسرے کی مدد کے بغیر گذارہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہے صحیح عملی تقسیم ان کے فرائض کی جو خدا تعالیٰ نے پاک کلام قرآن شریف سے تجویز فرمائی ہے۔ اس طرح جسمانی دائرہ میں عورت کی حیثیت کا سوال قرآن شریف نے نہایت صفائی سے حل کر دیا ہے اور اس تقسیم کی حکمت بھی بالکل عیاں ہے۔ اس تقسیم میں خدائے علیم نے عورت کی معذوریوں کو کیسا ملحوظ رکھا ہے اب اگر اسکو حیض آتا ہے یا اس کو یکے بعد دیگرے حمل کے دورے گذارنے پڑتے ہیں یا ایک چھوڑ کر دو دو بچوں کو اسے اپنی چھاتی کے دودھ سے پالنا پڑتا ہے تو کچھ بھی حرج کی بات نہیں کیونکہ موجودہ تقسیم میں جو قرآن شریف نے اس کے لئے کام مقرر کیا ہے۔ اس میں اس کو بیرونی دنیا کے جھگڑوں سے سبکدوش کیا گیا ہے گھر ہی اس کے لئے چھوٹی دنیا ہے اور بچوں کی میٹھی زبان اس کے لئے ایک ایسی راگنی ہے جو بیرونی دنیا کے شور وغل سے ہزار درجے زیادہ شیریں ہے۔ گھر اس کے لئے نہایت موزوں جگہ ہے اور وہ گھر کے لئے نہایت موزوں ہے۔ مرد کی جسمانی فضیلت مادہ پر نہ صرف انسانوں تک محدود ہے بلکہ دوسرے حیوانوں میں بھی نظر آتی ہے۔

اختلاف کی برکات

مرد کی فضیلت سے عورت کی کوئی تحقیر و توہین لازم نہیں آتی بلکہ یہ فرق اس لئے ہے کہ دونوں پر ظاہر ہو جائے کہ ہر ایک ان میں سے کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ نسل انسان امن کے ساتھ اور مناسب طریق پر بڑھے اور ترقی کرے۔ اگر دونوں میں جسمانی طور پر پوری مساوات ہوتی تو بچوں کی پرورش اور تربیت کا انتظام کرنا مشکل ہوتا۔ کیونکہ عورت بصورت ایک سخت اور پھرتیلی طبیعت رکھنے کے یہ پسند نہ کرتی کہ گھر کی چار دیواری میں رہ کر اپنے بچوں کی پرورش میں مشغول رہے۔ اب چونکہ یہ صاف بات ہے کہ مرد کے جسمانی اور عقلی قویٰ عورت کی نسبت زیادہ قوی ہیں اس لئے یہ سراسر انصاف کی بات ہے کہ اس لحاظ سے عورت کا دائرہ زندگی مرد کے دائرہ زندگی کے ماتحت رہے اگر اس کے ساتھ دونوں میں باہم محبت اور خیر خواہی ہو اور ہر ایک ان میں سے دوسرے کے ساتھ ملکر کام کرنا اور اس کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھے تو عورت کی یہ ماتحتی عین برکت اور خیر کا موجب ہوگی۔

روحانی حالت

عورت کی جسمانی حالت پر بحث کرنے کے بعد اب میں اس کی روحانی حالت کی طرف رجوع کرتا ہوں جو انسانی فطرت کا نہایت ہی ضروری پہلو ہے۔ خدا تعالیٰ کی عبادت انسانی زندگی کی اصل غرض ہے خواہ وہ انسان کیا ہی حیثیت رکھتا ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے

وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون

یعنی میں نے جن وانس کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اس لئے انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ مرد و عورت دونوں کو اپنے اپنے روحانی قوے کی تکمیل کا برابر موقعہ دیا جائے جسمانی حالات میں جو فرق ہے اس کا اثر تو صرف یہی ہے کہ مرد و عورت کی زندگی کے دائرے جدا جدا قائم ہو گئے۔ اگر ان کے روحانی حالات میں کچھ فرق ہوتا تو زیادہ نقصان کی بات ہوتی۔ مادی دنیا میں ان کی زندگی کے دو دائرے جدا جدا ہیں اس لئے ان کے مطابق ان کی جسمانی حالتیں بھی جدا جدا بنائی گئیں مگر ان کی زندگی کا روحانی مقصد ایک ہی ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کا مقصد نجات حاصل کرنا ہے۔ جب روحانی طور پر دونوں کی زندگیوں کی غرض ایک ہی ہے اس لئے اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے دونوں کے لئے برابر سہولت ہونی چاہیئے اور دونوں میں مساوات کا رنگ رہنا چاہیئے۔

مرد اور عورت میں مساوات

چنانچہ اسی اصل کے مطابق اسلام نے روحانی ترقی کا میدان مرد و عورت دونوں کے لئے یکساں کھلا رکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

ان المسلمين والمسلمات والمومنين والمومنات والقنتين والقنتت والصدقين والصدقت والصبرين والصبرت والخشعين والخشعت والمتصدقين والمتصدقت والصائمين والصائمت والحفظين فروجهم والحفظت والذاكرين الله كثيرا والذاكرات اعد الله لهم مغفرة واجرا عظيما

(احزاب ۵)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنے فروج کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں خدا تعالیٰ نے روحانی ترقی کے تمام منازل میں مرد کو عورت کے ساتھ ساتھ رکھا ہے کیونکہ برخلاف جسمانی پہلو کے عورت کا روحانی پہلو مرد کی نسبت کچھ کم تربیت پذیر اور قابل ترقی نہیں ہر ایک زمانہ میں ایسی عورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی منازل کو طے کیا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کے مکالمہ سے بھی مشرف ہوئیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو خدائے تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی بشارت دی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

واوحينا الى ام موسى ان ارضعيه فاذا خفت عليه فالقيه في اليم ولا تخافي ولا تحزني انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين

یعنی ہم نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تو اپنے بچے کو دودھ پلا اور جب تجھے اس کی نسبت خوف پیدا ہو تو اس کو دریا میں ڈال دے اور کچھ خوف نہ کر اور نہ کچھ غم کھا۔ ہم اس کو تیرے پاس پھر واپس بھیجیں گے اور اسکو ایک رسول بنائیں گے۔ (باقی دارد)

اسلامی فقہ کا مقام عصر حاضر میں

از قلم ڈاکٹر علی سلیمان صاحب

یورپین مقننین کا خیال

زمانہ حال میں تھوڑے عرصہ سے اسلامی فقہ نے دنیا کے قوانین میں پھر اپنا اثر و رسوخ حاصل کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس ضروری علم کی طرف سے کافی عرصہ تک لوگ تغافل برتتے رہے لیکن اب حالات پر تغیر واقع ہو چکا ہے اور یہ نظریہ کہ اسلامی فقہ زمانہ حاضرہ کی ضروریات و مقتضیات کو پورا کرنے کے لئے غیر مکتفی ہی نہیں بلکہ عاجز محض ہے بدیہی طور پر غلط ثابت ہو رہا ہے۔ گذشتہ صدی کے خاتمہ سے دنیا کے مقننین نے اسلامی فقہ کے مطالعہ میں کافی سے زیادہ عرقریزی کی ہے اور بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس علم کو دنیا کے قوانین میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور یہ مستحق ہے کہ اسکو زمانہ حاضرہ کے آئین کا ماخذ قرار دیا جائے۔ عہد عثمانیہ کے بڑے بڑے فقیہوں اور مقننین نے سنہ ۱۸۶۹ء میں "قانون دیوانی" مرتب کیا۔ اس مجموعہ میں اسلامی فقہ کے ہی متعدد مسائل کو ایک جدید پیرایہ میں ترتیب دیا گیا ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ "عثمانی قوانین دیوانی" کا ماخذ و منبع بیشتر اسلامی فقہ ہی تھا۔ اس کے بعد مصر کے فاضل فقیہہ اور مقننین قادری پاشا نے عثمانی مقننین کے طریق کار کو ہی اختیار کیا۔ یعنی انہوں نے اپنے قوانین کا مجموعہ بھی اسلامی فقہ ہی سے مرتب کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مصر کی عدالتوں میں بھی ایک حد تک یہی قوانین جاری کر دیئے گئے اور تمام قومی معاملات میں بھی انہی قوانین کا تتبع اختیار کیا گیا۔

مصر سے باہر بھی اسلامی علم اصول قوانین نے بہت سے مستشرقین اور دوسرے قانون دانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے اور انہوں نے اس علم کے متعلق بڑی اعلیٰ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اور اسکو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ غیر اسلامی ممالک میں وہ ممتاز ہستیاں جو وضع قوانین میں ید طولیٰ رکھتی ہیں اور جنہوں نے اسلامی فقہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے ایک تو امریکہ کے مشہور و معروف مقنن جناب وگمور (VIGMORE) صاحب ہیں جنہوں نے اپنی تصنیف ... (PANORAMA-OF-LEGAL SYSTEMS) میں اسلامی فقہ کی بہت تعریف و توصیف کی ہے۔ اس کے بعد جرمن کے فاضل مقنن کوہلر (KOHLER) اور اطالیہ کے فاضل مقنن ڈیل ویکیو (DEL VECCHIO) کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو اسلامی فقہ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

موخر الذکر روم (دار الخلافہ اٹلی) میں کالج آف لاء کے ڈین (DEAN) ہیں۔ ان تمام فاضل واضعان قوانین کی بے لوث رائے یہ ہے کہ اسلامی فقہ میں ایک ایسی بے نظیر لچک پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہر متغیر حالت میں اسکو بسہولت اختیار کیا جا سکتا اور تمام زمانوں میں اسکو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یعنے ہر نئی ضرورت کو پورا کر سکتی ہے۔ ان فاضل مقننین نے اسلامی فقہ کو وہی مرتبہ اور وہی حیثیت دی ہے جو رومن اور اینگلو سیکسن علم قوانین کو حاصل ہے اور ان تین قانونی سسٹم میں سے جن کو اس دنیا سکونت پر قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہے۔ اسکو ایک قابل قدر سسٹم قرار دیا جاتا ہے۔ اسلامی فقہ کی قدر و قیمت کا صحیح صحیح اندازہ پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ تک نہ ہو سکا اس وقت مصری فقیہہ صنہوری پاشا کی قیادت میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کا مقصد فقہ اسلامی کا مطالعہ اس کا احیاء اور ان علمی خزائن کو دریافت کرنا تھا جو اس کے اندر مخفی ہیں۔ کئی ایک علم دوست اصحاب اس مدرسہ میں داخل ہوئے اور بالآخر مدرسہ کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس درسگاہ کے ثمرات میں سے وہ قابل قدر تصنیف ہے جو فرانسیسی زبان میں ڈاکٹر شفیق شحاتہ ... CHAFIQ CHEHATAH کے قلم سے منصۂ شہود میں آئی اور جس کا نام GENERAL THEORY-OF-OBLIGATIONS IN ISLAMIC LAW ہے۔ یہ کتاب قاہرہ میں سنہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ اس میں فاضل مصنف رقمطراز ہے کہ:-

"اسلامی قانون متعدد فقیہوں کی صدیوں کی عرقریزی کا نتیجہ ہے۔ جو تمام عربی ممالک پر پھیلے ہوئے تھے۔ عربی علم فقہ اب تک مشرق کی علمی وراثت کے قیمتی خزائن میں ایک قابل قدر خزانہ سمجھا جاتا ہے۔"

حال میں بین الاقوامی عدالتوں اور کانفرنسوں میں اور جب سے اگست سنہ ۱۹۳۲ء میں ہیگ میں انٹرنیشنل کانگریس آف کمپریٹو لا" کا انعقاد ہوا ہے اسلامی فقہ ہی دنیا کی حکومت میں منبع قوانین کا ماخذ و منبع گردانی جا رہی ہے کانگریس مذکورہ میں یہ ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ اسلامی فقہ کو قوانین کا منبع قرار دے کر اس کے لئے ایک خاص جگہ مخصوص کی جائے۔ صنہوری پاشا کو اس اعزاز کا بجا طور پر حق حاصل ہے کہ وہ علمی رنگ میں اسلامی فقہ کی تعلیم کے موجد اعلیٰ ہیں یہ شرف ان کو ان کی کتاب موسومہ بہ THE CALIPHATE & ITS EVOLUTION-TOWARDS ORIENTAL-LEAGUE-OF-NATIONS کے بعد حاصل ہوا۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں اسلامی فقہ کو موجودہ زمانہ کے قانون کا بہترین ماخذ اور منبع قرار دیا گیا ہے صنہوری پاشا کی سب سے بڑی خدمت جو انہوں نے عملی میدان میں اسلامی فقہ کی کی ہے وہ ان کی وہ مساعی ہیں جو انہوں نے مصر کی سول کوڈ میں اس فقہ کو داخل کرنے میں سرانجام دی ہیں۔ اس فاضل فقیہہ کا عقیدہ ہے کہ اسلامی فقہ کے مسائل اگر بہتر نہیں تو کم از کم ایسے ہی معقول، موثر اور قابل قبول ہیں جیسے کہ مہذب دنیا کے موجودہ ضابطہ ہائے قوانین۔ آئین پاشا نے موصوف نے اپنی تصنیف "القانون والانتقاد" جلد ۶ میں جو جنوری سنہ ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی تحریر کیا ہے کہ ہمیں اس سطحی نظریہ سے جو بعض مقننین نے اسلامی فقہ کے متعلق ظاہر کیا ہے کہ اس کے مسائل فرسودہ ہو چکے ہیں اور اب قابل عملدرآمد نہیں، اتفاق نہیں اور ایسا خیال ہمارے نزدیک غلط ہے۔ اسلامی فقہ بہت ترقی کر چکی ہے اور موجودہ دور کی مقتضیات کو پورا کرنے اور زمانہ حال کی ترقی کی رو کے دوش بدوش چلنے کے لئے اس میں اور بھی اہلیت پیدا ہو سکتی ہے ڈاکٹر این ویکوان سابو ENICOIN SABATO نے اپنی کتاب ISLAM AND POLICY OF CALIPHS صفحہ ۱۲۵-۱۲۶ میں بالکل ٹھیک لکھا ہے۔

"اگر اسلام میں کوئی تغیر بھی عمل میں نہ لایا جائے اور اسکو اسی حالت میں رہنے دیا جائے تو بھی یہ موجودہ معاشرہ کی ضروریات کے لئے مکتفی ہو سکتا ہے اور صدیوں تک اس کے اثر و رسوخ میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی اس کی لچک اور اس کی زندگی لا انتہا ہی ہے ...... اس نے دنیا کو ایک نہایت محکم اور پائیدار قانون دیا ہے جو موجودہ یورپین قانونی نظام پر کئی ایک لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔"

جدید مصری ضابطۂ دیوانی

صنہوری پاشا نے مصری دیوانی ضابطہ میں اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ اس کا مسودہ انہوں نے سنہ ۱۹۳۶ء میں تیار کیا تھا۔ یہ سنہ ۱۹۴۸ء میں بطور لاء کے پاس ہوا اور اکتوبر سنہ ۱۹۴۹ء میں اس کا نفاذ عمل میں آیا۔ اگر اس ضابطہ کی کوئی دفعہ پیش آمدہ مقدمہ کے لئے کافی ثابت نہ ہو۔ اور اگر جج کو انفصال مقدمہ کے لئے کسی نظیر کی ضرورت پڑے تو اس صورت میں مصری کوڈ نے جج کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اسلامی فقہ کی پناہ ڈھونڈے اور وہاں سے روشنی حاصل کرے کیونکہ کوڈ مذکور کا اصل منبع اور ماخذ یہی فقہ ہے۔ آرٹیکل (الف) پیرا (بی) مصری ضابطہ دیوانی میں لکھا ہے:-

اگر کسی خاص مقدمہ میں جج کے پاس ..... کوئی قانونی دفعہ نہ ہو تو اس کو اپنا فیصلہ عام رواج از ملک کے عام قانون کے ماتحت دینا چاہیئے اور اگر وہاں بھی کچھ نہ ہو۔ تو اسکو اسلامی فقہ کے مطابق فیصلہ دینا چاہیئے۔

اسی طرح اس ضابطہ کی بہت سی دفعات ہیں جن میں اسلامی فقہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور شادی اور ورثہ کے قوانین کو نہ صرف کلیتہً ہی اختیار کیا گیا ہے بلکہ ضابطہ مذکورہ کے ہر ایک آرٹیکل کی تشریح میں اسلامی فقہ کے اصول ہی کو پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح سے اسلامی فقہ کے اصول کو یا تو منبع قرار دیا گیا ہے جس میں منصفوں کو اپنے فیصلہ کا اظہار کرنا چاہیئے اور یا ان کو دیوانی قوانین کی دفعات کے عاید کرنے اور ان کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لئے بطور ایک ہدایت نامہ کے استعمال کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

زمانہ حاضر کی آئین سازی کا رجحان

سب سے پہلی بات جو جدید مصری آئین نے ان اصولوں سے اخذ کی ہے وہ اس خارجی نظریہ کی طرف رجحان ہے جو موجودہ جرمن نظام آئین کی تہ میں کارفرما ہے یہ نظریہ کسی فریضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں مادی یا خارجی وجوہ کو ذاتی وجوہ پر فوقیت دیتا ہے اور معاہدہ کی صورت میں نیت کی بجائے

ظاہری ارادے کو پیش نظر رکھتا ہے نیز یہ ان قواعد و ضوابط کو منضبط کرتا ہے جو رسم و رواج قبولیت عامہ اور نظائر پر مبنی ہوتا ہے اور ان تدابیر و حیل کو اختیار کرنے میں اندرونی نیات کا پاس نہیں رکھتا۔ جدید مصری ضابطہ دیوانی نے اسلامی اصول و قوانین کا تتبع کیا ہے اور جرمن نظام آئین نے خارجی نظریہ کو اختیار کرتے ہوئے ذاتی نظریہ کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ جو لاطینی بولنے والے ممالک کے نظامہائے آئین کا امتیاز خصوصی ہے۔ خارجی نظریہ جو اسلامی قوانین کی اساس ہے لوگوں کی باہمی لین دین میں استحکام کا موجب ہے۔ جدید مصری ضابطہ دیوانی (آرٹیکل ۴،۵) نے حق کے ظالمانہ طریق استعمال کے خلاف بھی قانون وضع کیا ہے جس کے متعلق مغربی دنیا کے جدید قوانین میں کوئی علاج نہیں کیا گیا۔ (اس کے لئے آپ محمد فتحی لیون کی تصنیف THE ISLAMIC DOCTRINE OF A USE OF BIGHTS ملاحظہ فرمائیں) اسلامی فقہ میں یہ نظریہ کئی ارتقائی منازل طے کر چکا ہے پہلے پہل یہ خیال کیا جاتا تھا کہ ہر ایک فعل جس کا مقصد قرآن مجید کے مقرر کردہ حق کا پورا کرنا ہو ناجائز نہیں ہو سکتا یہی وہ اصول ہے جس کا تتبع فرانس کے واضع قوانین (BLAMOL) اور اس کے متبعین نے اس صدی کے ابتداء میں کیا ہے لیکن اسلامی فقہ نے حق کی تعریف بیان کرنے میں کمال کر دیا ہے اور یہ وہ نظریہ ہے جو مغربی واضعان قوانین کو آج سے چند سال پہلے تک نہیں سوجھا تھا اور وہ یہ ہے کہ حق ایک مجلسی فریضہ ہے اور امام الغزالی نے فرمایا ہے کہ حق کے استعمال کرنے کا مقصد جائز ہونا چاہیئے اور قانون حقوق مذہبی اور مجلسی خطاب کے لئے استعمال ہونا چاہیئے ابن القیم جوزیہ اور ابن تیمیہ نے امام غزالی کے بیان کردہ اصول کو ہی قابل تتبع قرار دیا ہے۔

اسلامی فقہ کی فوقیت مغربی نظامہائے قوانین پر

اسلامی فقہ مغربی دنیا کے نظامہائے قوانین پر اس لحاظ سے فوقیت رکھتی ہے کہ یہ حقوق کے غلط استعمال کے لئے اپنی توجہ محض ذاتیات پر ہی محدود نہیں رکھتی۔ اور ان میں کسی خارجی خیال کا اضافہ نہیں کرتی بلکہ اس نے ہر ایک حق کا استعمال مجلسی اور اقتصادی مقاصد کے لئے محدود کر دیا ہے۔ اسی طرح اسلامی فقہ نے ان حقوق کے استعمال پر پابندیاں قائم کر دی ہیں۔ جن سے دوسروں کو نقصان یا ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ حق کے استعمال کرنے والے کا ارادہ نقصان پہنچانے کا تھا یا نہیں یا اس کا استعمال قوم کے رسم و رواج اور ملک کے مفاد عامہ کے خلاف تھا یا نہیں۔ اسلامی فقہ نے پڑوسیوں کے باہمی تعلقات کے بارہ میں قوانین بیان کئے ہیں حالانکہ مغربی دنیا کے قوانین ان سے اب تک تہیدست ہیں۔

حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایوں کے حقوق کے متعلق بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ بخاری میں ایک حدیث آتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ:- جبریئل مجھ پر پڑوسی کے متعلق بہت کچھ تاکید کرتا ہے اور مجھے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسکو میری جائداد کا وارث قرار دیا جائے۔ جس حد تک اسلام میں ہمسائیوں کے حقوق کی عزت قائم کی گئی ہے اس کا اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے جو امام غزالی نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں زیب رقم فرمایا ہے:-

"ان میں سے ایک نے شکایت کی کہ اس کے گھر میں چوہوں کی بہت کثرت ہے۔ اسے نصیحت کی گئی کہ وہ ان چوہوں کو نکالنے کے لئے ایک بلی رکھ لے مگر اس نے کہا کہ اگر وہ بلی رکھے گا تو اندیشہ ہے کہ چوہے اس کی آواز سے ڈر کر پڑوسیوں کے گھر میں چلے جائیں گے اور اس طرح پڑوسیوں کو تکلیف ہوگی۔ لہذا یہ امر قابل قبول نہیں کیونکہ جس چیز کو میں خود ناپسند کرتا ہوں وہ پڑوسیوں کے لئے کیونکر روا رکھوں۔"

ہمسائیوں کے حقوق و مراعات کے متعلق قوانین مرشد الحیران کے آرٹیکل ۵۷-۶۱ میں اور مصری ضابطہ دیوانی کے آرٹیکل ۸۰۷ میں بالتصریح بیان کئے گئے ہیں۔

نقصانات کی ذمہ داری کے اصول

جدید مصری ضابطہ دیوانی نے ان قوانین کو بھی اسلامی فقہ سے لیا ہے جو لوگوں کے افعال و طریق کارکردگی کی قانونی ذمہ داری سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس باب میں اس نے جرمن اور اینگلوسیکسن اصول کے ساتھ مطابقت کا اظہار کیا ہے۔ اسلامی فقہ کے نزدیک جائز عذرات مثلاً صغرسنی اور دیوانگی انسان کو بری الذمہ قرار نہیں دیتے اور زمانہ حال کی اصطلاح میں نہ ہی اسلامی فقہ اس بات کی مؤید ہے کہ ذمہ داری ایک خارجی امر ہے۔ اسلامی فقہ نے مغربی ضابطہ ہائے قوانین سے ۱۴ سو سال پیشتر نقصانات کی ذمہ داری کے اصول کو بیان کر دیا ہے۔

اسلامی قوانین کی رو سے نقصان یا تو بالواسطہ ہوگا یا بلاواسطہ۔ یعنی یا تو نقصان براہ راست ایک طبعی کام کا نتیجہ ہوگا یا ایسے واقعات رونما ہو گئے ہوں گے جو بالآخر نقصان پر منتج ہوں گے۔ اگر نقصان براہ راست واقع ہوا ہے اور کسی فعل کا طبعی نتیجہ ہے تو اس کا مرتکب ذمہ دار قرار دیا جائیگا۔ اگرچہ اس کا ارادہ اپنے کسی فعل سے نقصان پہنچانے کا نہ ہو۔ اگر بچہ اپنی پیدائش کے دن کسی چیز پر گر پڑے اور اس چیز کو نقصان پہنچے وہ اس نقصان کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا اور اگر کوئی دیوانہ حملہ کرنے اور دوسرے شخص کے کپڑے پھاڑ ڈالے وہ اس نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ جو اس کے اس فعل سے واقع ہوا اگرچہ ان دونوں کا ارادہ نقصان پہنچانے کا نہ تھا۔

جدید مصری ضابطہ دیوانی ایک حد تک اسلامی فقہ کے اصول کو لئے ہوئے ہے اور پیرا ۲ دفعہ ۱۶۴ میں تصریح موجود ہے کہ ایک شخص جس کو قوت ممیزہ نہیں ہے کسی غلط افعال کا جو اس سے سرزد ہوں ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اسی دفعہ کے پیرا ۲ میں لکھا ہے کہ:-

"تاہم اگر نقصان یا ضرر اس شخص کے افعال سے واقع میں آیا ہے جو قوت ممیزہ سے بے بہرہ ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں مل سکتا جو اس کے افعال کا ذمہ دار قرار دیا جائے یا یہ صورت ہو کہ ذمہ دار شخص سے نقصان یا ضرر کی تلافی مشکل ہو تو جج مجاز ہے کہ وہ اس شخص کے نقصان کی تلافی کا حکم دے جس کے فعل سے نقصان وقوع میں آیا لیکن اس میں فریقین کی نیت کا خیال ضرور رکھنا چاہیئے۔"

جدید مصری ضابطہ انتقال نے قرضہ جات کا اصول بھی اسلامی فقہ سے لیا ہے۔ اور اس باب میں بھی اس نے جرمن اور اینگلوسیکسن علم اصول سے مطابقت اختیار کی ہے حالانکہ لاطینی استعمال کرنے والے ممالک نے ایک غیر منطقی قاعدہ قائم کر کے انتقال حقوق کو تو جائز قرار دیا ہے مگر انتقال قرضہ کو جائز قرار نہیں دیا۔ جدید مصری ضابطہ نے ایسے واقعات کے رونما ہونے سے جن کا معاہدہ کے دن گمان نہیں ہو سکتا تھا۔ معاہدات کے فسخ کا اصول بھی قائم کیا ہے اور یہ اصول اسلامی فقہ کا ہی ہے۔ اسکو ابھی لاطینی ممالک نے نہیں لیا۔ ہاں ایک اس بارہ میں استثناء بھی لاطینی ممالک میں عام حکومتی کاروبار میں تو یہ اصول برتا جاتا ہے مگر ملک کے ضابطہ دیوانی میں اس کا نام و نشان نہیں۔

اس کے علاوہ جدید مصری ضابطہ نے اور بہت سے اصول اسلامی فقہ سے اخذ کئے ہیں۔ اس ضابطہ نے مذہبی اور خیراتی ٹرسٹوں (اوقاف) کے متعلق (دفعہ ۶۲۸) نیز اجارہ داری (دفعہ ۶۹۹) کے متعلق زرعی زمینوں کے پٹہ پر لین دین کے متعلق (دفعہ ۶۱۰) پٹہ والی زمینوں کی فصلوں کے تباہ ہو جانے کے متعلق (دفعہ ۶۱۶) پٹہ لینے والے کی موت سے پٹہ ختم ہو جانے کے متعلق (دفعات ۶۰۱ و ۶۰۲) معقول وجوہ کی بناء پر پٹہ کے ختم ہو جانے کے متعلق۔ اور مقروض کے قرض سے بری قرار دیئے جانے کے متعلق (دفعہ ۳۷۱) اسلامی فقہ سے ہی قوانین اخذ کئے ہیں۔

یہ قوانین ان اصولوں کے علاوہ ہیں جو قدیم مصری ضابطہ دیوانی نے اسلامی فقہ سے اخذ کئے تھے۔ اور ان کو جدید ضابطہ نے بھی قائم رکھا ہے اور ان میں سے بعض یہ ہیں:-

ایک مریض کا بستر مرگ پر کسی چیز کا فروخت کرنا (دفعہ ۴۷۷) فریب اور دھوکہ (دفعہ ۱۲۹) فروخت شدہ اشیاء میں نقائص کو چھپائے رکھنا (دفعہ ۴۲۷) مشترکہ دیواروں کا قانون (دفعہ ۸۱۴) وغیرہ وغیرہ۔ بیاہ شادی کے جملہ اصول۔ حق شفعہ۔ اور یہ اصول کہ متوفی کے مال میں سے جب تک قرض ادا نہ ہو جائے ورثہ تقسیم نہ ہو۔ یہ تمام اصول اسلامی فقہ سے لئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں جدید مصری ضابطہ نے بہت سی قانونی اصطلاحیں اسلامی فقہ سے ہی لی ہیں۔

مکرم صنہوری پاشا نے جدید مصری ضابطہ کے مسودے کو پیش کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی ہے اس میں سے چند فقرات ذیل میں دے دینا مناسب ہوگا۔ آپ نے فرمایا:-

"ہمارے اس مجوزہ جدید ضابطہ میں اسلامی فقہ کو جو حیثیت دی گئی ہے یہ ایک نیا رجحان ہے جس کا مقصد ہے کہ اس فقہ کو عزت کا وہ مقام دینا چاہیئے جس کا اسکو حق حاصل ہے۔ ہمیں اس فقہ کو اپنی مجوزہ کوڈ کا ایک تاریخی ماخذ ہی نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ بہترین شکل میں ایک عجیب و غریب مجموعہ قوانین ہے مختلف قوانین کے مطالعہ میں اسلامی فقہ کو ایک بلند اور قابل قدر مقام حاصل ہے۔ موجودہ زمانہ کے ضابطہ ہائے قوانین و اصول جو نہایت ترقی یافتہ سمجھے جاتے ہیں ان سب پر اسلامی فقہ کو فوقیت حاصل ہے بلکہ اسکی معنوی خوبیوں کے بھی اور بلحاظ زمانہ کے بھی اس نے حقوق کے غلط استعمال اور دوسرے اخلاقی اور مجلسی قوانین کے متعلق جو اصول وضع کئے ہیں وہ ہمیشہ انصاف پر مبنی ہیں مصر کے ججوں اور مجسٹریٹوں کو چاہیئے کہ وہ انکو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ اور ان کی روشنی میں ......

گذشتہ سے پیوستہ (قسط نمبر ۲)

انبیاء کی حفاظت اور ان کے مخالفین کی ناکامی و ہلاکت

مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

احادیث کی شہادت

اگر قرآن سے آپ نبیوں کا قتل ہو جانا ثابت نہ کر سکیں تو پھر احادیث صحیحہ متواترہ سے اس کا ثبوت دیں ورنہ قرآن کے خلاف کوئی شہادت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

خیبر میں یہودیہ نے آنحضرت صلعم کو گوشت میں زہر دیا جس سے آپ کا ایک صحابی فوت ہو گیا لیکن آپ کو خدا نے بچا لیا۔ اس یہودیہ سے آپ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ اس لئے کیا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں تو خدا آپ کو بچا لے گا ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے اور جھگڑا ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائیگا۔ آنحضرت صلعم نے اس کے اس عذر کو قبول فرما لیا اور اسے کچھ نہ کہا اگرچہ دوسرے قتل کی وجہ سے اسے سزا ملی۔ مگر آپ نے خود کو زہر دینے کو اس کے عذر پر معاف کر دیا۔ گویا آپ نے تسلیم کر لیا کہ خدا کے رسولوں کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

ایک دفعہ جب آپ کے قتل کی خبر جنگ احد میں مشہور ہوئی تو آپ نے اس کی تردید میں فرمایا:-

انا النبی لا کذب

جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں خدا کا سچا نبی ہوں میں کیسے قتل کیا جا سکتا ہوں۔ یہ خبر غلط ہے۔

ایک دوسرے جنگ کے موقعہ پر جبکہ آپ دس بارہ اصحاب کے ساتھ اکیلے رہ گئے اور ہوازن کے تیر بارش کی طرح برس رہے تھے ابوبکر صدیق نے آپ کی رکاب پکڑ کر عرض کی کہ اگر اجازت ہو تو عارضی طور پر جنگ بند کر کے اپنی فوج کو جمع کیا جائے ورنہ بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو آنحضرت صلعم نے کہا اے ابوبکر میری سواری کو چھوڑ دو اور ایڑی لگا کر حضور سب سے آگے بڑھے اور بلند آواز سے پکارا الی عباد اللہ انی رسول اللہ۔ اے اللہ کے بندو میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ دشمن کو موقعہ ملا اس نے سختی سے حملہ کیا اور خدا کے نبی کی آواز نے صحابہ کو آپ کے گرداگرد اس طرح جمع کر دیا جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور ایک فیصلہ کن جنگ ہو کر اہل اسلام غالب آ گئے۔ اور خدا کی مقررہ رصد نے اس کے رسول کی پوری پوری حفاظت کی۔ اصحابہ کی وہ سواریاں جو میدان جنگ سے بھاگ رہی تھیں خود بخود رسول اللہ صلعم کی طرف دوڑ کر آ گئیں۔

ان احادیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ خدا تعالے اپنے رسولوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ اس لئے وہ تمام اسرائیلیات جن میں انبیاء کے قتل کا ذکر ہے یا تو سرے سے غلط ہیں یا ان میں نبیوں سے مراد معمولی خواب بین یا جھوٹے نبی ہیں نہ کہ سچے خدا کے نبی۔ جن کے متعلق خدا کا وعدہ ہے کہ

کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔

اہل قرآن کا مذہب

اہل حدیث کے رد عمل کے طور پر ہمارے زمانہ میں اہل قرآن پیدا ہوئے۔ ان لوگوں کا مذہب ہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے جملہ انبیاء و رسل قتل سے محفوظ ہیں۔

مجدد زمان حضرت مرزا صاحب کا مذہب

سب سے بڑھکر میں اپنی تائید میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد زمان کی شہادت کو پاتا ہوں۔ آپ ان کو مجدد مانیں یا نہ مانیں مگر بات آپ نے نزول کے معنوں میں وہی مسلک اختیار کیا جو حضرت مرزا صاحب کا ہے آپ نے آنحضرت صلعم کے لئے بھی انزلنا الیکم رسولا سے استدلال کر کے نازل ہونا بیان فرمایا اور یہ بالکل حق ہے مسیح کے نزول کی حقیقت بھی دراصل یہی ہے۔

حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

ان الذین یفترون علی اللہ لایکون لھم خیر العاقبۃ ویعادیھم اللہ فیقتلون تقتیلا و یطوی امرھم بالشرع حین فلا تسمع ذکرھم الا قلیلا۔ واما الذین صدقوا وجاؤ من ربھم فمن ذا الذی یقتلھم او یجعلھم ذلیلا۔ ان ربھم معھم فی صباحھم وضمائرھم دھجیرھم واذا دخلوا اصیلا۔

صداقت کا خاصہ ہے کہ وہ آہستہ آہستہ غالب آ جایا کرتی ہے۔ اب آپ نوٹ کریں کہ آیندہ اسلام کا مذہب مسئلہ قتل انبیاء میں وہی ہوگا جو اوپر مجدد وقت کے الفاظ میں مذکور ہے۔ اور یہی حق ہے۔

شہادت مولانا محمد طیب صاحب

میں نے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دار العلوم کی خدمت میں بار بار اس مسئلہ کے متعلق عرض کی آخر انہوں نے بھی فرما دیا:-

"قتل انبیاء کے وہ معنے جو آپ کرتے ہیں یعنی ارادہ یا کوشش قتل یا اسباب قتل کا استعمال خواہ نتیجہ مترتب ہو یا نہ ہو ہو سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی امر مانع نہ ہو۔"

مولانا نے کوئی دوسرا امر جو مانع ہو آج تک تو بیان نہیں فرمایا نہ وہ بیان کر سکیں گے اس لئے ان کی شرط تو ایک امر زائد ہے۔ اور آپ نے جو فرمایا تھا کہ مولانا محمد علی صاحب لاہوری نے اپنے ترجمہ و تفسیر قرآن میں قتل کے معنے ارادہ قتل یا کوشش قتل ہیں۔ ان کی تائید مولانا محمد طیب صاحب فاضل نے بھی کر دی ہے۔

میں نے مولانا آزاد (ابو الکلام آزاد) صاحب سے دریافت کیا کہ قرآن میں کہاں کسی نبی کے قتل ہو جانے کا ذکر بھی ہے تو مولانا صاحب نے مجھے لکھا کہ:-

"قرآن کریم میں قتل انبیاء کے متعلق عام تصریح نہیں پائی جاتی"

بایں ہمہ مجھے علم ہے کہ مولانا آزاد صاحب بھی انبیاء بنی اسرائیل کے قتل کے قائل ہیں۔ لیکن مجھے تو صرف یہ دکھانا ہے کہ وہ از روئے قرآن مجید قائل ہیں کہ قتل نبی کی تصریح قرآن میں نہیں ہے۔ فھو المقصود۔ مولانا کا خط میرے پاس محفوظ ہے۔ آپ دیکھ سکتے ہیں اور یہ خط ۵ر جنوری ۱۹۵۰ء کا ہے۔

پہلی تفاسیر

اگر ہم پہلی تفاسیر کو دیکھتے ہیں تو ان میں ایک بات یہ ملتی ہے کہ وہ فریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون پر ضرور لکھتے رہے کہ کذبتم کو ماضی اور تقتلون کو مضارع لانے کی یہ وجہ ہے کہ وہ اس وقت درپے قتل محمد صلعم تھے۔ گویا وہ بھی قتل کے معنے کوشش قتل مانتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کو مقتول کوئی بھی نہیں مانتا۔

دوسری بات یہ ملتی ہے کہ پہلے زمانہ میں جن لوگوں نے قتل انبیاء کا انکار کیا ان کو ملحد قرار دیا گیا۔ اس لئے ان کی آواز دبی رہی۔ ورنہ ایسے لوگ ضرور موجود رہے ہیں جو عدم قتل انبیاء کے قائل تھے۔ صحابہ میں سے بعض صحابہ ایسے بھی تھے جنہوں نے جنگ احد میں جب یہ خبر سنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہوتے تو ہرگز قتل نہ ہوتے غالباً ان کی نظر بھی روایت

ما قتل نبی قط فی الحرب

کے الفاظ ہوں گے۔ اور امام تیشاپوری بھی اسی مذہب کے پیرو معلوم ہوتے ہیں۔

ذکریا اور یحییٰ ع

میں ان دو نبیوں کے متعلق اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کے قتل ہو جانے کا نہ قرآن کریم میں اور نہ کسی حدیث صحیح میں ذکر ہے۔ انجیل میں اور اسرائیلی روایات میں ان کے قتل کا بے سروپا بیان ضرور ہے۔ جو تحقیقات کی کسوٹی پر پرکھنے سے غلط ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ذکریا علیہ السلام انتہائی بڑھاپے کے عالم میں جبکہ وہ قوت مردانہ سے خالی ہو چکے تھے اللہ تعالے سے ذریت طیبہ کی دعا کرتے ہیں۔ فرشتہ نازل ہوتا ہے اور غلام زکی کی بشارت دیتا ہے جس کے معنے ہیں کہ لڑکا عمر بلوغت تک ذکریا علیہ السلام کے سامنے پہنچے گا۔ اس بیان کی رو سے حضرت ذکریا کی عمر اندازاً سو برس سے زاید معلوم ہوتی ہے۔ اور اس قدر لمبی عمر کے باوجود ان کے قتل کئے جانے کا اشارہ تک کہیں نہیں۔

یہ جو روایات میں ہے کہ قوم ان کو مارنے لگی وہ بھاگے اور اس قدر تیزی سے بھاگے کہ قوم پیچھے رہ گئی اور آگے آپ نے ایک موٹے درخت سے پناہ مانگی وہ درخت پھٹا اور آپ اس کے اندر گھس گئے پھر درخت مثل سابق ہو گیا اور راستے میں قوم آ پہنچی اور ذکریا علیہ السلام کا تھوڑا سا کپڑا

باہر رہ گیا تھا اسے پہچان لیا یا یہ کہ درخت جو پھٹ کر جڑ گیا تھا اس جوڑ کو دیکھ کر کہنے لگے جادوگر جادو کے زور سے یہاں گھسا ہوا ہے۔ اور آرہ رکھ کر درخت کو اوپر سے نیچے تک کاٹ ڈالا اور حضرت ذکریا کے دو ٹکڑے سر سے پاؤں تک ہو گئے۔ جب آرہ سر پر پہنچا تو ہائے کرنے لگے آواز آئی خبردار اگر اب ہائے کی تو دفتر نبوت میں سے نام کاٹ دیا جائے گا۔

یہ قصہ قصص الانبیاء میں بھی درج ہے مگر یہ سارا کا سارا ایک ناول ہے وبس۔ نہ قرآن سے ثابت نہ حدیث میں مذکور، نہ شان خدا کے لائق نہ شان پیغمبری کے لائق۔

یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ ایک رنڈی کی خواہش پر سر قلم کر دیئے گئے تھے۔ بالکل ایک جھوٹا افسانہ ہے جسے قرآن کریم اشارۃ النص کے ساتھ رد کرتا ہے۔ سنئے خدا فرماتا ہے:۔

سلام علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا

تین وقت اللہ کا سلام یحییٰ پر اس آیت میں ہے۔ پہلے بوقت ولادت کیونکہ بنی اسرائیل کے بچے (لڑکے) قتل کئے جاتے تھے اس لئے بشارت میں سلامتی کا ہونا لازمی تھا سو حضرت یحییٰ کو خدا تعالےٰ نے بچایا۔ دوسرا موقعہ سلام کا بوقت موت بتایا ہے۔ تاکہ یہ ثابت ہو کہ وہ تورات کے حکم کے موافق قتل کی لعنتی موت سے نہیں مرا بلکہ اپنی طبعی موت سے مریگا۔ تیسرا موقعہ سلام کا بعثت کا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ عاقبت میں بھی سلامتی پانے والا ہوگا۔

یوم یموت کے معنے یوم یقتل ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ یوم یموت کی یوم اموت کے الفاظ حضرت عیسیٰ کی شان میں نہیں ہیں اور یوم اموت کو معنے قتل و صلیب سے موت نہیں بلکہ طبعی موت سے وفات ہے اس لئے یوم یموت کے معنے بھی طبعی موت ہی کے ہیں۔ لہذا یحییٰؑ کے قتل کا خیال بالکل غلط ہے۔

قتل انبیاء کا مسئلہ

ممکن ہے کہ آپ اس مسئلہ پر بحث کو غیر ضروری سمجھ کر بات کو ٹال دیں اس لئے میں یہ بھی واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر یہ طے ہو جائے کہ سچا رسول من اللہ کبھی قتل نہیں ہوا تو یہود و نصاریٰ اور بہائی مذہب سے مقابلہ میں ہم صرف ایک مسئلہ سے غالب آسکتے ہیں۔

یہود سے تو ہم اس طرح غالب آجاتے ہیں کہ پہلے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مقتول ہونا آپ کے دعوےٰ رسالت کے سچا ہونے کی دلیل قرار دیتے ہیں اور ایک یہودی کے لئے تورات کے مذہب کی رو سے ایک مدعی رسالت کو سچا ماننا لازمی ہے اگر وہ قتل سے بچ رہے۔

پھر ہم ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ سے مسیح علیہ السلام کو غیر مقتول ثابت کر کے مرفوع الی اللہ سچا رسول ثابت کر سکتے ہیں۔

نصاریٰ کو جو مسیح کے مقتول و مصلوب ہونے کے قائل ہیں جھوٹا ٹھہرا سکتے ہیں یہ بتا کر کہ مقتول و مصلوب تو حسب تعلیم تورات ملعون ہوتا ہے۔ نہ کہ مرفوع الی اللہ۔ بہائیوں کو ان کے بانی باب کے دعوئی رسالت کے چھٹے سال گولی سے مارا جانے کی بنا پر جھوٹا مدعی رسالت قرار دے کر بابی اور بہائی مذہب کے پیروؤں پر حجت تمام کر سکتے ہیں۔

اس لئے اس مسئلہ کی اہمیت ظاہر ہے۔ لہذا آپ محض للہ اس کی طرف توجہ فرمادیں اور بلا خوف لومۃ ولائم حق کا اعلان فرمادیں۔ دیکھئے حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے جب یہ کہا کہ

اخاف ان یقتلون

میرے اللہ میں ڈرتا ہوں کہ فرعونی جن کا ایک آدمی میرے ہاتھ سے مر گیا ہے مجھے قتل نہ کر دیں۔ تو جواب ملا

کلا

ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اب آپ اس ہرگز نہیں ہرگز نہیں کی وجہ قرآن میں تلاش کیجئے تو بجز اس کے کہ آپ خدا کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھ خاص معیت الٰہیہ ہے اور کوئی وجہ نہیں۔ پس جہاں یہ وجہ پائی جائے گی وہاں قتل ہونے کا امکان نہیں ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ ہر رسول کا معاملہ ایسا ہی ہے پس ہر رسول قتل سے محفوظ ہے۔

لوطؑ کی حفاظت

مولانا جس طرح حضرت ابراھیمؑ کو آگ میں بچایا گیا اسی طرح حضرت لوط پر جب قوم نے بلوہ کرنا چاہا اور آپ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو فرشتوں نے کہا کہ مت پرواہ کر کیونکہ

لن یصلوا الیک

وہ تجھ تک پہنچنے نہ پائیں گے۔

لاتبدیل قانون

مولانا خدا تعالےٰ قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کو بطور تسلی فرماتا ہے:۔

ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علیٰ ما کذبوا واوذوا حتیٰ اتٰھم نصرنا ولا مبدل لکلمات اللہ ولقد جاءک من نبای المرسلین

اب آپ خود ہی فرمایئے تکذیب و اذیت کی انتہا پر نصرت الٰہی کا آنا ایک لاتبدیل قانون الٰہی ہے جو جملہ مرسلین سابقین کی زندگی سے ثابت ہے اب اس عادت اور لاتبدیل قانون کی موجودگی میں انبیاء کا قتل ہو جانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

اگر آپ قرآن کریم کو قتل انبیاء کو ذہن میں رکھ کر پڑھیں گے تو آپ اس سے بہت زیادہ دلائل قرآن مجید سے اخذ کریں گے چونکہ آپ کو خدا نے بہت علم دیا ہے اور آپ ایک صوفی مزاج فاضل انسان ہیں۔

مہربانی کر کے اس مضمون کو آپ اپنے جواب کے ساتھ امانت سمجھ کر واپس فرمادیں میں آپ کا جواب من وعن شائع کر دوں گا۔ میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ "الاستقصاء فی قتل الانبیاء" شائع کرنے کا فیصلہ کر لیا ہوا ہے۔ اس میں آپ کا جواب بھی شائع کر دوں گا۔ انشاء اللہ۔

اگر آپ کو اس مضمون کا جواب لکھنے کی فرصت نہ ہو تو مجھے آپ بلالیں اور زبانی جواب بتادیں میں نوٹ کر کے آپ کو آپ کا جواب لکھ کر دے دوں گا۔

والسلام

سانحۂ ارتحال

ہمارے مکرم دوست منشی خلیل الرحمٰن صاحب کارکن دفتر کی اہلیہ۔ دختر ۱۲ نومبر کو وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ہمیں اس صدمہ میں منشی صاحب موصوف سے دلی ہمدردی ہے دعا ہے اللہ تعالےٰ مرحومہ کو جنت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جملہ احباب سے نماز جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اشتہار

مشعر حکم حاضری مدعا علیہ۔

(زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی)

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خاں ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ۔

نمبر مقدمہ ۲۰۰ بابت سنہ ۱۹۵۰ء

مہم النساء دختر مستری خلیل احمد سکنہ رجھپال سنگھ لین کوئٹہ مدعی

بنام

محمد یامین ولد محمد یٰسین سکنہ حال محلہ لاہوری لاڑکانہ سندھ مدعا علیہ

دعویٰ تنسیخ نکاح

بنام محمد یامین ولد محمد یٰسین سکنہ حال محلہ لاہوری لاڑکانہ سندھ۔ مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی محمد یامین تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے اور روپوش ہے اس لئے اشتہار ہذا بنام محمد یامین مذکور جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکور بتاریخ ۳۰ ماہ نومبر سنہ ۱۹۵۰ء (۳۰/۱۱/۵۰) کو بمقام کوئٹہ حاضر عدالت ہذا نہیں ہوگا تو اس کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ نومبر سنہ ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

درخواست دُعا

مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح کے چار سالہ نواسہ کی آنکھ میں کچھ دنوں سے کوڈیشیا چُبھ گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ حالت خطرہ سے خالی نہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ دردِ دل سے بچہ کی صحت یابی کیلئے دعا فرمائیں۔

خط و کتابت کرتے وقت

چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ مینجر

اکابرین سلسلہ احمدیہ کے خطوط

بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ طال عمرہٗ کی خدمت میں!

حضرت امیر ایدہ اللہ کے دوران علالت میں بزرگان دین نے جو خطوط لکھے ہیں ان میں سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں

(۱) حضرت مولانا صاحب کی بیماری کی خبر سن کر اس قدر صدمہ ہوا کہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے ۔ رات بھر اس قدر بیقراری رہی کہ کروٹیں لیتے رات گذاری ۔ دعا تو ہم لوگوں کا ہتھیار ہے اور پھر ایسے مبارک وجود کے لئے دعا کیا ہی مجیب دعا ہے ۔ جس مبارک وجود کے لئے خدا کے رسولؐ خدا کا مسیح اور خدا کے فرشتے دعا کرتے ہوں اس میں ایک عاصی گناہگار بھی شامل ہو ۔ تو دعا منظور ہوتی ہے ۔ میں نے آج دو ہفتے کے بعد یہ پہلی چٹھی اپنے ہاتھ سے لکھی ہے ۔ اپنے غم کا اظہار کرنا تھا جو مولانا کی بیماری سے مجھے ہوا ہے ۔ اور ایک مقدس وجود کی خاطر غم و فکر کرنا عین ثواب ہے ۔ مفت کا ثواب لینے کی خاطر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں ۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم مغفور نے ایک بڑی مہلک بیماری سے نجات پاکر سلسلہ کی ایک بڑی خدمت انجام دی ۔ وہ کام جو انہوں نے بیماری سے اٹھ کر مجدد اعظم کی تصنیف کا کیا رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رہے گا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے کوئی بڑا عظیم الشان کام حضرت امیر سے لینے والا ہے ۔

پچاس سال مسلسل شب و روز اس پاکیزہ انسان کی قلم دین اسلام کی حمایت کے لئے چلی ہے ۔ یہ کوئی تھوڑا کام نہیں ۔ بلکہ امر واقعہ ہے کہ حضرت صاحب (حضرت مسیح موعودؑ) کا تجدید دین کا کام حضرت مولانا نے مکمل کیا ہے ۔ دنیا کی پیاس ان کے پیدا کئے ہوئے لٹریچر سے بجھ رہی ہے اور بجھتی رہے گی اور ایک وقت آئے گا کہ افواج کی افواج اس دین میں لوگ داخل ہوں گے ۔ جو تڑپ اور عشق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی ترقی کے لئے حضرت مولانا کو دیا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے ۔ ہم نے ان کی وہ قدر نہیں کی جو کرنے کا حق تھے ۔ کوئی زمانہ آئے گا کہ ان کی قدر کا اندازہ دنیا کو ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ مولا کریم آپ کو جلد صحت کامل عطا فرمائے اور اپنے تصرفات کا نمونہ دکھلائے ۔

فاروقی صاحب پر اللہ کا کوئی خاص فضل ہے ۔ کہ حضرت امیر کا مقدس وجود ان کے گھر ہے ۔ جس قدر چاہیں خدا کو خوش کر لیں ۔ جو مرحلے صدہا سالوں میں طے نہیں ہو سکتے وہ دنوں میں طے ہوتے ہیں ۔ یہ نعمت ان کے ہی حصے میں آئی ہے ۔ اور یہ سب کچھ ان کی سعادت مندی خدا پرستی اور قرآن کے عشق کی وجہ سے ہے ۔ خدا ان کو ہر طرح سے خوش رکھے ۔

حضرت کی خدمت میں جب کبھی ڈاکٹر اجازت دیں میرا سلام عرض کر دیویں کہ ان لوگوں کی خوشی میں تو خدا خوش ہوتا ہے ۔ فقط

(۲) .... دعا تو ہم آپ ثواب لینے کی خاطر کرتے ہیں ۔ یہ پاک ہستیاں ہمیشہ دنیا میں نہیں آتیں ۔ جن لوگوں نے ساری عمر دنیا کی ترقی کا کچھ نہ کیا ۔ کیونکہ اسکو بقا نہیں ۔ اور صرف یہی کام کیا جس کی خدا بھی قرآن شریف میں طرح کرتا ہے ۔ اس سے بڑھکر خوش نصیب کون ہے جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ۔ حضرت مولوی صاحب جنہوں نے زمانہ طالب علمی سے خدا کا عشق پایا اور آدھی صدی کے قریب اپنی وکالت کا پیشہ جو ان دنوں بڑے شغل و ترقی پر تھا لات مار کر درویشی پسند کی ۔ خدا جن لوگوں سے کام لینا چاہتا ہے ان کی خلقت میں بڑے جوہر رکھے جاتے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کو خود مومن کی جان لیتے وقت تردد ہوتا ہے ۔ ہم تو محض خدا کی خوشنودی کے لئے اس کے خاص بندے کے لئے دعائیں کرتے ہیں ۔ دراصل خدا کا اپنا منشا نظر آتا ہے کہ کوئی اور بڑا کام ان سے لے ۔ ورنہ یہ حملے کب کمزور انسان کو جینے دیتے ہیں ۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ دماغی کام منع ہے ۔ احباب بھی یہی کہتے ہیں ۔ لیکن یہی مشکل ایسے مقدس لوگوں کا جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں ۔ مثنوی مولانا روم میں لکھا ہے کہ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اسکو ہر وقت کوئی مکیاں مارتا رہے ۔ ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے ۔ کبھی خدا ان پر کوئی محنت ڈال دیتا ہے ۔ اور کبھی وہ آپ کوئی ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے ان پر محنت نازل ہو ۔ نہایت درجہ برکت کی بات یہ ہے کہ انسان خدا کے واسطے دین کی خدمت میں لگا ہو ۔ اس سے زیادہ دنیا میں کچھ نہیں کہ انسان خدا کے واسطے کام کرے اور خدا اس کے واسطے راستے کھول دے ۔ اور اسے مدد عطا فرمائے ۔

قرآن پہنچانے کا عشق مولوی صاحب کی اصل غذا ہے وہ کس طرح چھوٹ سکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ایسے کاموں سے صحت پر کیا اثر پڑے گا ۔ دنیا مردار کے کام تو ضرور انسان کے دل و دماغ پر برا اثر ڈال سکتے ہیں لیکن یہ کام جو حضرت مولٰنا نے اٹھایا ہوا ہے اس سے اچھا اثر ہی پڑیگا جماعت کا ایک ایک فرد پریشان ہے ۔ اللہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب کو صحت کاملہ اپنی جناب سے عطا فرمائے

ڈاکٹر اے جے کرونن

مجھے خدا پر ایمان کیوں ہے؟

ترجمہ از: شیخ عبد الرحمن صاحب

یہ مضمون ایک انگریزی رسالہ سے ترجمہ کیا گیا ہے جو حال ہی میں ڈاکٹر اے جے کرونن نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر موصوف ایک انگریز طبیب ہیں اور انہوں نے اپنے مضمون (WHY I BELIEVE IN GOD) میں بیان کیا ہے کہ وہ کس طرح دہریت سے نکل کر ہستی باری تعالےٰ پر ایمان لائے۔ قطع نظر اس کے کہ صاحب مضمون عیسائی ہیں۔ یہ مضمون واقعی بصیرت افروز ہے اس میں خدا کی ہستی پر ایمان کے متعلق ذاتی مشاہدات سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے موجودہ دور میں دہریت کے عالمگیر خطرہ کو جو کہ بنی نوع انسان کے لئے زبردست تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ شدت سے محسوس کیا ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ خدا "رب العالمین" ہے وہ سب کا خدا ہے اور خالق و قادر مطلق ہے چنانچہ اس مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ قرآن کریم کی قبولیت صرف اسکے پڑھنے اور ماننے والوں ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے جدید علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ ساتھ خدا کی اس زندہ کتاب کے علوم خود بخود دنیا پر اثر ڈالتے جا رہے ہیں۔ آج اس میں کچھ بھی شک شبہ کی گنجائش نہیں کہ خدا کی ہستی پر زندہ ایمان اور اس کی نازل کردہ کتاب قرآن کریم ہی کو نسل انسانی کا اطمینان قلب اور امن و چین وابستہ ہے۔ (مترجم)

حصول تعلیم کا زمانہ

ڈاکٹری کے طلباء، اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو مذہبیت سے زیادہ مس نہیں رکھتے تو جب میں گلاسکو یونیورسٹی میں طبی تعلیم حاصل کر رہا تھا اپنے ہمجولیوں اور ہمجنسوں سے کیسے مختلف ہو سکتا تھا چیر پھاڑ کی تجربہ گاہ میں اکثر گوشت پوست سے معرّا انسانی جسموں کے ڈھانچے جب ہمارے سامنے آتے ۔ اور ہم ان کی رہنمائی میں مطالعہ کرتے ..... تو ہماری نظر میں انسانی جسم ایک پیچیدہ مشین سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔ چیر پھاڑ کی اس تحقیقات کے دوران میں مجھے کبھی کوئی چیز ایسی نہ ملی جس سے میں روح یا نفس کے لازوال ہونے کا پتہ چلا سکتا مجھے جب بھی کبھی خدا کی ہستی کا خیال آتا تھیں اسکو اپنی احساس برتری کی مسکراہٹوں میں اڑا دیتا۔ میری وہ طنزیہ مسکراہٹیں انسانی دماغ کی اس کہنہ اختراع (یعنی خدا) پر ایک استہزا ہوتی تھیں۔

ایک تبدیلی

ڈاکٹر بن جانے کے بعد میرا تعین جنوبی ویلز کے ایک علاقے میں ہوا جہاں کہ کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی ایک بستی تھی۔ اس جگہ پہلی بار مجھے زندگی کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ یہاں میرے مشاہدہ میں یہ بھی آیا کہ میرے ہم جنس، انسان کس جرات اور زندہ دلی کے ساتھ "کان کنی" کی صعوبتوں کا..... مقابلہ کرتے ہیں۔

ایک روز ایک بچے کی معجزانہ پیدائش پر میں بطور مددگار موجود تھا۔ میں نے زندگی میں پہلی بار انسانی پیدائش کے اس معجزے کو نزدیک سے دیکھا اور موت کی غیر مرئی دھڑکنیں سنیں۔ اس سے میرے خود تراشیدہ نظریہ حیات میں ایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ درسی کتابوں میں بیان کردہ علوم سے کہیں زیادہ صاف واضح اور جامع علوم، زندگی کے ہر شعبہ میں موجود ہیں۔ المختصر میری کھوکھلی برتری کا احساس جاتا رہا اگرچہ میں اس حقیقت کو حتمی طور پر نہ سمجھ سکا تاہم خدا کی جستجو میں میرا یہ پہلا قدم تھا۔

ایمان باللہ کا ایک واقعہ

"کان" کے مزدوروں کی اس بستی میں لوگ انتہائی طور پر مذہبی تھے ان کا ایمان اور یقین ان کی روزمرہ زندگی پر اثر انداز تھا۔ اس دوران میں کوئی ہی ہفتہ گذرتا ہوگا کہ جس میں مجھے خدا پر یقین کو نزدیک تر لانے کا کوئی واقعہ پیش نہ آجاتا ہو۔ مجھے وہ واقعہ کبھی نہیں بھول سکتا جبکہ ایک دن ایک کان میں اچانک بہت زبردست دھماکا ہوا اور چودہ مزدور اس کان کے اندر بند ہو گئے۔ وہ پانچ دن تک متواتر اس میں مدفون رہے۔ ایک طرف گاؤں بھر میں دعائیں ہوتی رہیں اور دوسری طرف کان کا دروازہ کھولنے کی بھی کوشش لگاتار جاری رہی۔ پانچواں دن ختم ہوتے کو تھا ان کی زندگی کی امید ختم ہو گئی۔ آہ و زاریوں میں دعائیں تسکین قلب کا باعث تھیں۔ آخر ملبہ اور پتھروں کے منوں ڈھیر ہٹاتے ہوئے لوگ جب ان مزدوروں تک پہنچے تو انہیں اندر سے ہلکے ہلکے اور میٹھے سروں میں دعاؤں کی آواز آئی۔ دیکھا کہ کان کے اندر مدفون چودہ مزدور خضوع و خشوع کے ساتھ دست بدعا تھے.........

اے رب العزت ہماری
مدد فرما

اور اسی طرح وہ گھرے ہوئے انسان خدا کی یاد میں محو، اپنے حوصلوں کو بلند رکھنے میں کامیاب رہے۔ جب انہیں باہر لایا گیا تو ان کو خراش تک نہ آئی تھی اگرچہ وہ قدرے کمزور ہو گئے تھے خوشی کے جذبات سے بھرپور، لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ سب نے مل کر پرسوز آواز میں دعائیں مانگیں۔ اور سب خدا کا شکر بجا لائے۔ تمام وادی عورتوں۔ بچوں۔ جوانوں اور بوڑھوں کی دعا اور حمد سے گونج اٹھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ذرہ ذرہ خدا کی حمد و ثنا میں جھوم رہا ہے میں جب ان چودہ آدمیوں کو لے کر کان سے باہر آیا گیتوں کی گونجتی ہوئی آواز مجھے زندگی کا پیغام معلوم ہوئی۔ خدا پر ایمان کا یہ نظارہ نہایت دلکش تھا۔ اس میں ایک اثر تھا جو احاطہ تحریر سے باہر ہے

ایک نرس کا خلوص

ایک سال بعد میرا تبادلہ "مون موتھ شائر" میں ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی پسماندہ بستی تھی۔ جہاں نہ کوئی بھی طبی سہولت موجود نہ تھی اور مجھے ضلع کی صرف ایک نرس کی مدد سے کام سرانجام دینا ہوتا تھا۔ وہ نرس ایک سادہ اور گمبھیر عورت تھی جس کے چہرے سے متانت اور پختگی ٹپکتی تھی۔ اس کی شفاف آنکھوں سے سلجھی ہوئی بے ساختگی عیاں تھی جس سے اس کے عمومی خط و خال میں جاذبیت پیدا ہو جاتی تھی ضلع بھر میں وہ ایک ہی نرس تھی جو بیس سال سے خدمات سرانجام دے رہی تھی۔ مسلسل دن رات کی مصروفیت دس میل کے رقبہ کا چکر غرضیکہ اسکے سخت کام کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں اس کی خندہ پیشانی صبر و تحمل اور خوش اخلاقی پر بہت متحیر و متجسس ہوا۔ اس کا بے مثال خلوص اس کے کردار کی خصوصیت تھی۔ وہ باوجود انتہائی مصروفیت کے، بیماروں سے اظہار ہمدردی کرنا نہیں بھولتی تھی اور دن بھر کی متواتر محنت و مشقت کے بعد رات کو اگر کسی جاں بلب مریض کا بلاوا آ جاتا تو اسکو اپنی تکان کی کوئی پرواہ نہ ہوتی تھی۔

ان سب خدمات کے باوجود اس کی تنخواہ بہت ہی قلیل تھی۔ ایک رات جب ہم ایک خاص اور محنت طلب مریض کا اپریشن کرنے کے بعد تھوڑے سے وقفے کے لئے اکٹھے چائے پینے کے لئے بیٹھے تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے کہا۔

"نرس! تم اپنی تنخواہ کی بڑھوتی کے لئے کیوں کوشش نہیں کرتی۔ تمہیں کم از کم ایک پونڈ فی ہفتہ مزید ملنا چاہیئے۔ تم بہت عقلمند ہو۔ خدا گواہ ہے کہ تم اس ترقی کی حقدار ہو"

چند لمحے سکوت رہا۔ وہ مسکرائی اس کی نگاہوں میں خلوص اور بے نیازی ٹپک رہی تھی جس نے مجھے چونکا دیا۔

"ڈاکٹر"! وہ بولی "اگر خدا کو معلوم ہے کہ میں واقعی اس قابل ہوں جو تم کہہ رہے ہو تو میرے لئے بس اس کا جاننا ہی نعمت بے بہا کے مترادف ہے"

اس کے اس جملے میں توکل علی اللہ اور ایمان باللہ کے خزائن پنہاں تھے۔ میں نے شدت سے محسوس کیا کہ اس کی تمام زندگی اس کی خدمات اور ایثار، محض خدا پر ایمان کا ٹھوس نتیجہ ہیں۔ میں نے تمام عقلی دلائل اور غور و فکر کی گہرائیوں میں جھانکا تو اس کی زندگی کا مقصد بہت ہی بلند پایا اور اس کے مقابلہ میں مجھے اپنی زندگی ایک بے حقیقت چیز اور بے بنیاد دیوار نظر آنے لگی۔

"کان" کے حادثے اور دیہات کی سادہ اور نیک دل نرس کے بیساختہ جملے نے میری کایا پلٹ دی۔ میں لادینی اور الحاد کے دلدل سے نکل کر ایمان کی ٹھوس اور ہموار سطح پر آ گیا۔

خدا کی ہستی پر دلیل

میں اس مضمون میں صرف خدا پر ایمان

باقی بر صفحہ کالم ۲

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ - مورخہ ۱۱ صفر ۱۳۷۰ھ | نمبر ۴۶

آہ! شیخ محمد دین جان

اشاعت سابقہ میں ہماری قوم کے ایک محترم رکن شیخ محمد دین جان ایڈووکیٹ کی خبر مختصراً دی جاچکی ہے، یہ محترم انسان جن پاکیزہ صفات کا مالک تھا، اور نیکی و اخلاص جس درجہ اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے، خدمت دین کا جوش جو اس کے اندر پایا جاتا تھا، اور اس کے لئے ایثار و قربانی کے جو مناظر ان کی طرف سے وقتاً فوقتاً دیکھنے میں آئے شاید بہت تھوڑے انسانوں میں اس کی نظیر مل سکے۔

ایک عرصہ تک وہ ہماری انجمن کے جنرل سیکرٹری اور وقتاً فوقتاً دوسرے مختلف شعبوں کے افسر اور قانونی مشیر بھی رہے اور یہ سب کام اپنے کاروبار وکالت جو ان کی آمدنی کا واحد ذریعہ تھا نقصان کرکے محض رضائے الٰہی کے لئے اس کام کو آنریری طور پر سرانجام دیتے رہے "آنریری" سے یہ نہ سمجھا جائے کہ برائے نام جنرل سیکرٹری تھے جیسا کہ عام طور پر دوسری انجمنوں میں آنریری کام کرنے والوں کا حال ہوتا ہے، بلکہ اپنے قیمتی اوقات کا بیشتر حصہ دفتر میں مختلف شعبوں کی دیکھ بھال، نظم و نسق اور دفتری امور کی سرانجام دہی میں صرف کرتے تھے، انجمن کے مالیات پر بالخصوص گہری نظر رکھتے تھے اور آمد و اخراجات کو متوازن رکھنے بلکہ آمدنی بڑھانے کی سعی کرتے رہتے تھے، اور اس سعی و جہد میں اپنے مالیات سے قطعاً بے نیاز اور لاپرواہ ہوجاتے تھے، جس کا خمیازہ انہیں بعد میں بری طرح بھگتنا پڑا۔

صرف ایک ہی بار نہیں متعدد مرتبہ انہیں انجمن کی خدمات کے لئے بلایا گیا اور ہمیشہ انہوں نے بلا چون و چرا اس پر لبیک کہا، اور جب جواب ملا، بلا تردد الگ ہوکر دوسرے اراکین کی طرح ساعی و سرگرم رہے۔ خدا نے اپنے فضل سے انہیں گہری سوچ اور دور رس نظر عطا کی تھی جو انجمن کے کاروبار میں ہمیشہ بہت مفید ثابت ہوئی۔

شیخ صاحب ممدوح کے عادات و شمائل کو مختصر طور پر "پیغام صلح" کے جوبلی نمبر میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جو ہو بہو ان کی تصویر ہے:۔

"شیخ محمد دین جان صاحب وکیل، دبلا پتلا انسان، دور تک سوچنے والا، واقعات کو پہلے سے بھانپ لینے والا، کھری بات منہ پر کہہ دینے والا، انجمن کا خادم، جب آواز دو حاضر، جب چاہو رخصت، نقصان اٹھا کر بھی خاموش رہنے والا بزرگ اخلاص کا پیکر۔"

ظاہر ہے کہ ایسے انسان کی موت کوئی معمولی موت نہیں، ایسے مخلص کارکن بہت کم پیدا ہوتے ہیں، اگرچہ ایک مدت سے خدمات انجمن سے سبکدوش تھے اور کمزوری صحت اور مسلسل اور لمبی بیماری کی وجہ سے خانہ نشین ہوگئے تھے، لیکن اپنے ایام جوانی میں جس تن دہی اور محنت سے انجمن کی خدمات سرانجام دیں اور اس سلسلہ میں جو ایثار انہیں کرنا پڑا وہ انشاء اللہ ان کے درجات کی بلندی کا موجب ثابت ہوگا۔

شیخ صاحب ممدوح اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چند لڑکے اور لڑکیاں چھوڑ گئے ہیں، جن میں سے بعض اعلےٰ تعلیم حاصل کرکے اچھی سرکاری ملازمتوں میں جاچکے ہیں۔ ہمیں اس صدمہ میں ان سب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔

تمام جماعتوں سے استدعا ہے کہ شیخ صاحب ممدوح کا جنازہ غائبانہ پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچائیں۔

دعائے صحت کی درخواست

مکرم میاں شیخ عطاء اللہ صاحب لائلپوری ملازم ملتان جنہوں نے حال ہی میں اپنے صاحبزادہ کی شادی پر انجمن کو ایک ہزار روپیہ مرحمت فرمائے تھے، کچھ دنوں سے علیل ہیں، ان کی صحت کیلئے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت

کراچی سے مولوی عبدالوہاب صاحب ۱۴ نومبر کے خط میں اطلاع دیتے ہیں کہ:۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت خدا کے فضل سے ترقی کر رہی ہے، اب خدا کے فضل سے دو چار قدم چل بھی لیتے ہیں۔ ابھی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ دعا فرماویں اللہ تعالےٰ حضور کو کلی صحت عطا فرمائے۔

ہمارا سالانہ جلسہ

جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۵۰ء مقرر ہوئی ہیں۔ مہتمم جلسہ سالانہ مرزا خلیل الرحمٰن صاحب مقرر ہوئے ہیں۔ ۲۴ کو خواتین کا اجلاس ہوگا۔

احمد یار - جنرل سیکرٹری

جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری اطلاع

جو حضرات جلسہ سالانہ پر تقریر کرنا یا نظم پڑھنا چاہیں وہ اپنے مضمون اور وقت سے جلد از جلد اطلاع بخشیں۔

افسر نشر و اشاعت جلسہ سالانہ - احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہندوستان کی جماعتوں کے چندے کے متعلق ایک ضروری اعلان

ہندوستان کی تمام جماعتوں اور وہاں کے تمام احباب کو جو سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں، یا معاون ہیں قبل ازیں مکرر بذریعہ خطوط اطلاع دی جاچکی ہے کہ انجمن کے تمام قسم کے چندے مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجے جائیں:۔

شیخ انعام الحق صاحب - ہاؤس نمبر ۱ اے کلاس - محلہ اعظم پورہ ملک پیٹھ - حیدرآباد دکن

ممکن ہے کہ بعض دوستوں کو خطوط نہ ملے ہوں اسلئے اب بذریعہ اخبار اطلاع دی جاتی ہے کہ تمام چندے شیخ صاحب موصوف کے نام بھیجے جائیں۔ [illegible]

ایک اور افسوسناک حادثہ

مکرم! السلام علیکم - یہ خبر حلقہ احباب میں نہایت افسوس سے سنی جائیگی۔ کہ والد بزرگوارم قاضی فضل حق صاحب ۱۵ کو ہم سب کو داغ مفارقت دیکر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نے اپنی تمام عمر تقویٰ و طہارت سے گذاری جب ۱۹۳۹ء میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے تو اس سلسلہ کی برکت سے بیش از بیش ترقی کی۔ نمازوں کو سوز و گداز سے ادا کرتے قرآن مجید کا مطالعہ اور حضرت مسیح موعود کی کتب اکثر پیش نظر رکھتے تھے، مرحوم حضرت نبی کریم صلعم اور مسیح موعودؑ کے عاشق زار تھے ہم سب کو اپنے پاس بلاتے اور سلسلہ کا کلام سناتے اور زار زار رویا کرتے تھے مرحوم نہایت ہی خوش اخلاق تھے کبھی بدخلقی ان سے ظہور میں آئی تھی کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کی اپنی حالت کے مطابق مہمان نوازی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ فرماتے ریٹائر ہونے پر جب پراویڈنٹ کی رقم ملی تو سب سے پہلے وصیت کی رقم نکالی جس کا کچھ حصہ خود انجمن میں ارسال فرمایا اور بقیہ کے لئے مجھے وصیت فرمائی۔ کہ تم بھیجدینا۔ غرض مرحوم کی زندگی ہمارا گھر ایک بابرکت گھر تھا۔ اللہ اور رسول اور مسیح موعود کا بابرکت کلام ان کے ذریعہ سے ہمارے کانوں میں پڑتا رہتا تھا۔ مگر اب ان کی وفات سے یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اگرچہ میں کمزور ہوں۔ اور دینی کاموں میں سست ہوں۔ لیکن بزرگان سلسلہ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی حضرت والد بزرگوار کے نقش قدم

(باقی بر صفحہ ۱۲ کالم ۴)

اخبار ـــــ و ـــــ افکار

نزولِ مسیح اور احرار

احراری اخبار "آزاد" نے کچھ دن ہوئے یہ سوال کیا تھا کہ قرآن کریم اور احادیث کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحب کی حیثیت کیا ہے؟ معاصر "الفضل" نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان کے مزعومہ مسیح ناصری جب آسمان سے نازل ہوں گے تو بحیثیت نبی اللہ جو حیثیت ان کے الہام اور وحی کی ہوگی وہی حضرت مرزا صاحب کے الہام کی حیثیت سمجھ لی جائے قطع نظر اس بات کے کہ حضرت مرزا صاحب نبی اللہ تھے یا نہیں اور کہ آپ نے خود اپنے الہام کو قرآن کریم کے ماتحت رکھا ہے قائلین حیات مسیح کے اعتقاد کے رو سے جواب بہرحال معقول تھا، لیکن "آزاد" نے اس کے جواب میں یہ لکھ دیا کہ:۔

"حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے پر پھر ان پر وحی کا سلسلہ جاری ہوگا یہ کہیں قرآن کریم اور حدیث سے ثابت نہیں وہ جب تشریف لائیں گے ان کا عمل دخل قرآن حکیم اور حدیث شریف کے مطابق ہوگا مرزائیوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر لیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان پر پھر الہام نازل ہوں گے یہ صرف اس لئے کہ وہ مرزا قادیانی کے الہامات کو صحیح ثابت کریں"

یہ جواب کس قدر غیر معقول اور خود احراری مسلمات کے خلاف ہے اگر حضرت عیسے علیہ السلام پر الہام نازل نہیں ہوں گے تو ان کا عمل دخل قرآن اور حدیث کے مطابق کیسے ہو جائے گا یہ تو رسولاً الی بنی اسرائیل تھے اور قرآن کریم کے نزول سے چھ سو سال پہلے اس عالم سے گذر چکے انجیل ان پر نازل ہوئی اور اسی کا ان کو علم ہوگا، قرآن اور حدیث کس سے پڑھیں گے؟ اگر کسی ملاں سے پڑھیں گے تو خود احراری عقیدہ کے مطابق کہ نبی کسی سے تعلیم حاصل نہیں کرتا یہ ان کی شان کے خلاف ہے اور اگر کہا جائے جیسا کہ اعلان کیا جا چکا ہے کہ ان کی نبوت سلب ہو جائے گی تو امام سیوطی کا یہ فتوٰے ہے کہ من قال بسلب نبوتہ فقد کفر (حجج الکرامہ ص ۴۳۱)۔ جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے سلب ہو جانے کا قائل ہے وہ کافر ہے، پس "آزاد" بتائے کہ وہ احرار کو کس زمرہ میں رکھنا چاہتا ہے؟ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے قرآن اور حدیث کا علم خود خدا تعالےٰ کی طرف سے ان کو دیا جائے گا اور کوئی راہ مفر نہیں اور یہی ان کا الہام و وحی ہوگی، اور خوب یاد رکھئے جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ گئے اور صرف اسی قدر الہام ان پر نازل ہوا کہ قرآن اور حدیث کو پڑھو اور ان پر عمل کرو، اس دن ختم نبوت باطل ہو گئی، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک ختم ہو کر نعوذ باللہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا زمانہ شروع ہو جائیگا، یہ قیامت خیز منظر احرار کو شاید گوارا ہو، مگر اس قوم کو گوارا نہیں ہو سکتا جو حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو قیامت تک ممتد یقین کرتی ہے۔

اُمتِ محمدیہ اور الہام

"آزاد" کے مندرجہ بالا جواب سے ایک اور امر پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ وہ امت محمدیہ میں الہام کا بھی قائل نہیں، حالانکہ اولیاء اللہ اور مجددین جو اس امت میں ہو گذرے ہیں، اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہامات ان پر نازل ہوتے رہے ہیں اور اکثر الہامات انکی کتابوں میں موجود ہیں، حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیشتر الہامات ان کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور قرآن کریم کی کئی آیات الہاماً ان پر نازل ہوئی ہیں۔ اسی طرح اور کئی بزرگوں نے اپنے مکالمات و مخاطبات کا ذکر کیا ہے اور پھر تعجب ہے کہ "آزاد" نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کو ایک انوکھی چیز کیوں سمجھ لیا؟ آخر سابق بزرگان دین کے الہامات کے متعلق اس کا کیا خیال ہے، کیا وہ نعوذ باللہ مفتری علی اللہ تھے کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت کے نیک لوگوں کے ساتھ ہمکلام ہونا بند کر دیا ہے "آزاد" کو چاہیئے اس بارہ میں جماعت احرار کے عقیدہ کو وضاحت سے بیان کرے تاکہ دنیا پر یہ روشن ہو جائے کہ اس جماعت کے اعتقادات دنیائے اسلام کے مسلمہ معتقدات کے کس قدر خلاف اور اسلام سے کتنی دور جا رہے ہیں۔

امن کی اپیل

امن اور پھر تمام دنیا کا امن، ایسی بیش بہا نعمت ہے جس کو شاید ہی کوئی رد کر سکے، یہی وجہ ہے کہ عالمی امن کمیٹی کی طرف سے جب یہ اپیل شائع ہوئی کہ ایٹم بم کو غیر مشروط طور پر خلاف قانون قرار دیا جائے اور اس پر کڑی نگرانی رکھی جائے اور جو ملک سب سے پہلے ایٹم بم استعمال کرے اسے جنگی مجرم قرار دیا جائے اس پر مختلف ممالک کے تقریباً پچاس کروڑ شہریوں نے بلا تامل دستخط کر دیئے، اب اسی سلسلہ میں پولینڈ کے دارالحکومت وارسا میں عالمی امن کانگریس منعقد ہو رہی ہے۔

خیال نیک، عزم مبارک، مطالبہ برحق لیکن سوال یہ ہے کہ یہ مطالبہ اور یہ خیالات کن لوگوں کی طرف سے پیش کئے جا رہے ہیں، کیا عالمی امن کا انحصار اب صرف ایٹم بم کے استعمال پر ہی رہ گیا ہے اور امن عالم کی اپیل کرنے والوں کی طرف سے چین میں جو انقلاب برپا کیا گیا، کوریا میں جو خون کی ندیاں بہائی گئیں تبت اور ہند چینی میں جو "سرخ" نظارے دکھائے گئے اور جن کی دھمکیاں قریباً ہر ملک کو دی جا رہی ہیں کیا وہ عالمی امن کے منافی نہیں؟ غور کیجئے ایک طرف امن عالم کی اپیلیں ہو رہی ہیں، اور دنیا کو ایٹم بم کی تباہیوں سے بچانے کی کوشش کی جا رہی ہے (غالباً اس لئے کہ روس ابھی تک اس کا راز پورے طور پر معلوم کرنے سے قاصر ہے) اور دوسری طرف توپ و تفنگ، ٹینکوں اور ہوائی حملوں سے امن عالم کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے شاید اسی وجہ سے عالمی امن کی یہ اپیل روس کی طرف سے اقوام متحدہ کی اسمبلی میں پیش ہونے پر مسترد کر دی گئی۔ اللہ ہی ہے کہ دنیا کے امن کو پھر بحال کرنے کا سامان کرے، مگر یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک دنیا بے دینی اور فسق و فجور کو چھوڑ کر خدائے واحد کے آگے اپنے سر کو نہ جھکا دے یہی امن عالم کو بحال کرنے والی ایک چیز ہے اور اسی کی اپیل تمام دنیا سے کرنی چاہیئے۔

جماعت احمدیہ کی خدمات جلیلہ

جماعت احمدیہ اپنی قلت تعداد کے باوجود تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کی راہ میں جو عظیم الشان خدمات سر انجام دے رہی ہے اس کی نظیر اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے، مسلمانوں میں اس وقت بیشمار جماعتیں موجود ہیں، جن میں سے کئی ایک دینی مقاصد بھی اپنے سامنے رکھتی ہیں، لیکن ان کی راہ ایک ہی ہے، سیاست، ان کا خیال ہے کہ یہی ایک راہ ہے جس سے ان کے دینی مقاصد پورے ہو سکتے ہیں، اور اس رستہ میں جو مکر و فریب کرنے پڑتے اور سیاسی اقتدار کے لئے جو حیلے تراشنے پڑتے ہیں وہ سب انہیں گوارا ہیں، صرف ایک جماعت احمدیہ ہی ہے جو تمام افراط سے اپنا دامن بچاتے ہوئے محض اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ کی سیدھی راہ پر گامزن ہے اور خدا کے فضل سے ہر طرح کامیاب و کامران چلی جا رہی ہے، اس چیز پر جن لوگوں نے ٹھنڈے دل سے غور کیا وہ اس بات پر حیران ہیں کہ یہ جماعت اتنا عظیم الشان کام کس طرح سر انجام دے رہی ہے، ایک مصری اخبار نے کچھ عرصہ ہوا اسی بات کا ذکر ان الفاظ میں کیا:۔

"ولو قام المصلحون یصیحون حتی تبح اصواتهم و تکتبون حتی تتکسر اقلامهم ما جمعوا من الاموال والرجال فی جمیع الاقطار الاسلامیة عشر ما تبذل هذه الشرذمة القلیلة۔

(الفتح نمبر ۳۱۵ مورخہ ۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۵۱ھ ہجری)

یعنی اگر اس زمانہ کے دوسرے مصلحین کھڑے ہوں اور اس جہاد کے لئے لوگوں کو بلائیں، حتیٰ کہ ان کی آوازیں بیٹھ جائیں، اور لکھتے لکھتے ان کی قلمیں ٹوٹ جائیں تو وہ تمام عالم اسلامی میں ان اموال و رجال کا دسواں حصہ بھی جمع نہ کر سکیں جس قدر یہ چھوٹی سی جماعت خرچ کر رہی ہے۔

یہ ایک مخالف کا اعتراف ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں اپنے پاک دین کی اشاعت کے لئے جو توفیق ہماری چھوٹی سی جماعت کو عطا فرمائی ہے دوسری تمام اسلامی جماعتیں اور مصلحین زمانہ اس سے یکسر محروم ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دعاؤں کا شکریہ اور ایک دعا کی درخواست

برادران محترم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل شام ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب براچ ہارٹ سپیشلسٹ نے جو میرے معالج ان دو ماہ میں رہے ہیں میرا پورا معاینہ کرنے کے بعد یہ رائے ظاہر فرمائی کہ اب خدا کے فضل و کرم سے میرے تمام اعضاء نے ڈیڑھ سولہ آنے فی روپیہ صحت کی حالت پر ہیں۔ اور مجھے یہ بھی اجازت دی کہ اب میں دو چار قدم چل بھی لوں تو کوئی ہرج نہیں فالحمد للہ جہاں مجھے ان کے ایسا اطمینان دینے سے خوشی ہوئی میں نے یہ بھی خیال کیا کہ اپنے احباب کو بھی اس میں شامل کر لوں بالخصوص اس لئے بھی کہ اکثر احباب میرے متعلق متفکر رہے ہیں۔ اور شاید اب بھی ہیں اس کے ساتھ ہی میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری بیماری میں فرداً فرداً اور اجتماعاً بھی دعائیں کیں۔ فی الواقعہ جس حالت کو میں پہنچ چکا تھا وہ ایسی خطرناک تھی کہ اس سے شفا پانا میں جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کا نشان سمجھتا ہوں۔ میں ایسی حالت کو پہنچ چکا تھا کہ سولہ دن شب و روز برابر گیس کا محتاج رہا اور میری حالت کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ محض فضل الٰہی تھا جس نے اس حالت میں میری دستگیری فرمائی اور اس فضل کی جاذب جماعت کی پے در پے دعائیں تھیں۔ میں فرداً فرداً اکثر ان احباب کا شکریہ ادا نہیں کر سکا۔ جو مجھے یہ اطلاع دیتے رہے کہ وہ میرے لئے دعائیں کرتے رہے ہیں۔ اس لئے اب اخبار کے ذریعہ سے ان سب احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ بھی ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی سخت ترین حالت میں بھی اپنی جماعت کے لئے دعا کرتا رہا ہوں۔ اور ایک طرف اگر شدت تکلیف ایک کراہ پیدا کرتی تھی تو اس کے ساتھ ہی خدا کے رسول اور اس کی کتاب کے لئے اور ان احباب کے لئے جو اس کتاب کو دنیا میں پہنچانے کے کام میں مصروف ہیں۔ اور اس کے رسول کے نام کو دنیا میں روشن کرنے میں مصروف ہیں بے اختیار ایک آہ بھی اٹھتی تھی اور مجھے یقین ہے کہ جس طرح پر اللہ تعالےٰ نے میری جماعت کی دعاؤں کو میرے حق میں قبول فرمایا۔ وہ میری ان دعاؤں کو بھی قبول فرمائے گا۔ جو میں نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں یا اس غرض سے کی ہیں کہ اللہ تعالےٰ وہ دن جلد جلد ہم کو دکھائے جب ہم اس کے قرآن کے نور کو ساری دنیا میں پھیلا ہوا دیکھ لیں۔

میرا یہ یقین کہ یہ محض جماعت کی دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں احباب نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی قبولیت کی بشارت دی ہے اور یہ اطلاع اس وقت مجھے دی جب میں نہایت خطرناک حالت میں پڑا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر میں ان سب احباب کے نام لے کر اس مضمون کو طویل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میری غرض ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا ہے۔ لیکن دو باتوں کا ذکر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں ایک یہ کہ جماعت کے مشہور ملہم سید اسد اللہ شاہ صاحب کو بھی خدا تعالےٰ نے میری صحت کی بشارت دی۔ بیماری کے پہلے ہی ایک دو دنوں میں عطا فرمائی۔ اور ایک خواب میں نے اپنی بیماری کے غالباً پہلے ہی دن دیکھا جس میں مجھے یہ بشارت دی گئی کہ اللہ تعالےٰ میری جماعت کی دعاؤں کو میرے لئے قبول فرمائیگا۔ وہ خواب یہ تھا کہ میں نے اپنے بڑے بھائی مولوی عزیز بخش صاحب کو دیکھا کہ وہ اپنے مکان کی اوپر کی منزل میں ایک مصلیٰ بچھا کر بیٹھے ہیں سر ننگا ہے اور دونوں ہاتھ خدا کے سامنے اٹھائے ہوئے ہیں۔ منہ مشرق کی طرف ہے اور میرے لئے درد بھری دعائیں کر رہے ہیں۔ مولانا صاحب تو یقیناً میرے لئے دعا کر رہے تھے لیکن مجھے اس کی تعبیر یہ سمجھ آئی کہ میرے بڑے بھائی سے مراد میری جماعت ہے۔ کیونکہ جماعت کا وجود ایک فرد واحد کے وجود سے بڑا ہے۔ خواب میں مشرق کی طرف منہ کر کے دعا کرنا اس کی قبولیت کی نشانی ہے۔ سو میں پھر خدا کی حمد کرتا ہوں کہ اس نے میری جماعت کی دعاؤں کو قبولیت کا شرف عطا کر کے مجھے ایک مہلک بیماری سے نجات دی۔ اور احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان سے اب ایک اور دعا کے لئے درخواست کرتا ہوں اور یہ امید رکھتا ہوں کہ جس خدا نے ایک ناکارہ انسان کے حق میں جماعت کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا فرمایا وہ یقیناً اس اہم مقصد کے لئے جس کی طرف میں اب توجہ دلانا چاہتا ہوں ان دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔

یہ اہم مقصد اسلام کے غلبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم بھی جانتے ہیں اور ہر ایک مسلمان کا بھی اس بات پر ایمان ہے کہ اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر مسیح موعود کے ظہور سے وابستہ ہے۔ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں صرف یہ فرق ہے کہ وہ مسیح کے منتظر ہیں اور ہم یہ مانتے ہیں کہ وہ مسیح موعود آ چکا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام کو دنیا میں پھیلانے اور دنیا میں قرآن کو پہنچانے کا جو جوش حضرت مسیح موعود کے دل میں تھا وہ اس زمانہ میں دوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ اور اس کے لئے بالخصوص آپ کی توجہ یورپ اور امریکہ کی طرف ہوئی کیونکہ ان ممالک کی اقوام ساری دنیا پر چھائی ہوئی تھیں۔ آپ کے فیض صحبت کا اثر کچھ ہمارے دلوں پر بھی پڑا اور اس جماعت کے دلوں میں بھی تبلیغ اسلام کی تڑپ کا وہی رنگ پیدا ہوا اور اس جماعت نے تبلیغ اسلام کی بنیادیں یورپ اور امریکہ میں رکھیں۔ لیکن جیسا کہ میں اپنی بیماری کے بعد اپنے پہلے خط میں بھی توجہ دلا چکا ہوں ہمارے دلوں میں وہ جنون نہیں جو رسول خدا صلعم اور آپ کے صحابہ یا حضرت مسیح موعود کے دل میں تھا۔ اصلاح خلق کا درد جب کبھی کسی دل میں پیدا ہوا تو اس میں سب سے پہلے یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ وہ خدا کے حضور گر کر اپنی روح کو اس بلند مقام پر پہنچائے جہاں وہ خدا تعالےٰ کے فضلوں کی جاذب بن جائے۔ تمام انبیاء اور صلحاء کی زندگیاں یہی ایک نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے آنحضرت صلعم کے متعلق اپنے شعر میں یہ نقشہ کھینچا ہے۔

من نمے دانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے

کاندراں غارے آوردش حزین و دل فگار

یعنی جب آپ نے اپنی کوششوں سے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا کہ لوگوں کو راہ راست پر لا سکیں تو دنیا سے کنارہ کش ہو کر ایک غار میں دعاؤں میں مصروف ہو گئے اور درحقیقت یہی دعائیں تھیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے فضل کو اس زمین پر ایک بارش کے رنگ میں اتارا اور اس مردہ زمین کو زندہ کر دیا یہی اس کی سنت ہے۔ خود حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ اس وقت جب ہم دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو تمام اطراف میں ایک ضلالت اور گمراہی اور فسق و فجور پھیلا ہوا نظر آتا ہے اور بعض وقت ہم اپنی بشری کمزوریوں سے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کام نہیں ہو سکتا۔ لیکن حق یہ ہے کہ ہم ان ذرائع کو اختیار نہیں کرتے جن ذرائع سے پہلے اس قسم کا کام ہوا۔ جس قدر انبیاء دنیا میں آئے ان سب کے زمانہ میں دنیا اسی طرح گمراہی اور ضلالت میں گھری ہوئی تھی مگر وہ اور ان کے ساتھی خدا کے آگے اس درد کو لیکر گئے یہاں تک کہ ہر قسم کی ظلمتوں اور تاریکیوں کو پاش پاش کر کے خدا کے نور کو دنیا میں پھیلا دیا۔ اس لئے میں اپنے احباب کو یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ آپ کو خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود کے زمانہ سے لیکر آج تک دعاؤں کی قبولیت کے بہت سے نشان دکھلائے ہیں۔ آیئے اس مقصد کے حصول کے لئے اس طرح دردمندانہ دعاؤں میں لگ جائیں جس طرح وہ لوگ لگے رہتے تھے جن کے رستہ پر چلنے کی دعائیں ہم دن رات مانگتے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیھم۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ہماری جماعت کے کم از کم کچھ احباب جن کی تعداد میں چاہتا ہوں کہ ایک سو سے کم نہ ہو۔ خاص طور پر دعاؤں میں لگ جائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے دین کی نصرت کے دروازے کھول دے۔ اپنے فضل و رحم سے اپنی مخلوق کی روحانی ربوبیت کے سامان پیدا کر دے اپنے دین اسلام کو جس طرح پر اس کا وعدہ ہے تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اپنے قرآن اور اپنے رسول کی قبولیت کی زبردست ہوائیں اس دنیا پر چلا دے اور اپنے قرآن محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا کے دلوں پر مسلط کر دے مسلمانوں کے دلوں پر بھی مسلط کر دے کہ وہ قرآن پر چلنے والے اور اس کے لئے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو فدا کرنے والے ہوں اور غیر مسلموں کے دلوں پر بھی مسلط کر دے کہ ان کی گردنیں قرآن کے سامنے جھک جائیں۔

اگر ایک سو آدمی پختہ عزم کو دل میں لیکر یہ عہد کر لے کہ وہ اپنی دعاؤں کو آج سے اس مقصد کے لئے مخصوص کر دیں گے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب ہم اپنی آنکھوں سے اس نظارے کو دیکھ لیں کہ اللہ تعالےٰ کے فضلوں کی بارش زمین پر شروع ہو گئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے احباب اپنے ناموں سے مجھے بھی اطلاع دیں یہ گویا میرے ساتھ ایک گونہ عہد ہوگا اور عہد انسان کے اندر ایک قوت بھی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ دعائیں اس میں شبہ نہیں کہ زیادہ تر تہجد کی نماز میں ہونی چاہئیں۔ مگر میں انشاء اللہ اپنے تیسرے مکتوب میں آپ کو یہ بتانے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ ہم اپنی معمولی پنجوقتہ نمازوں میں بھی بلکہ اپنی دن رات کی مصروفیتوں میں بھی ان دعاؤں سے کام لے سکتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے میں یہ جاننا ضروری سمجھتا ہوں کہ کون کون سے احباب ایک جماعت کے رنگ میں

(باقی بر صفحہ ۶)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

امام کا عورتوں کو وعظ کرنا

عن ابن عباس قال اشهد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ومعه بلال فظن انه لم یسمع النساء فوعظهن وامرهن بالصدقة فجعلت المراة تلقی القرط والخاتم وبلال یاخذ فی طرف ثوبه

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپؐ کے ساتھ بلالؓ تھے تو آپؐ نے سمجھا کہ عورتیں نہیں سن سکیں پس آپؐ نے ان کو وعظ کیا اور انہیں خیرات کا حکم دیا تو عورتوں نے اپنی بالیاں، انگوٹھیاں پھینکنی شروع کر دیں اور بلال اپنے کپڑے کے کنارہ پر لیتے جاتے تھے۔

نوٹ:- حدیث میں صدقہ کا حکم دینے سے امام بخاری نے تعلیم کا استدلال کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کسطرح عورتوں کو وعظ میں اور تعلیم میں مردوں کے ساتھ شریک کرنا ضروری سمجھتے تھے اور اس بات میں بھی کہ وہ نیک قومی کاموں میں حصہ لیں۔

حدیث کے لئے حرص

عن ابی هریرة انه قال یارسول اللہ من اسعد الناس بشفاعتك یوم القیامة قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد ظننت یا ابا هریرة ان لا یسالنی عن هذا الحدیث احد اول منك لما رایت من حرصك علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا اله الا اللہ خالصا من قلبه اونفسه۔

ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے لینے میں سب سے زیادہ خوش قسمت کون ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ میں جانتا تھا کہ کوئی شخص تم سے پہلے اس بات کے متعلق مجھ سے سوال نہیں کرے گا اس وجہ سے کہ میں حدیث پر تمہاری حرص کو دیکھتا ہوں۔ سب سے زیادہ خوش نصیب میری شفاعت کے حاصل کرنے میں قیامت کے دن وہ شخص ہے جو خالص اپنے دل یا جی کے ساتھ لا اله الا اللہ کہتا ہے۔

نوٹ:- قول لا اله الا اللہ سے مراد سارا کلمہ طیبہ ہے یعنی لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ - یہ حدیث کا عام محاورہ ہے جس طرح قرآن کریم کا محاورہ ایمان باللہ والیوم الآخر ہے - خالصاً قلب سے کہنے کا یہ منشا ہے کہ منافقت کے طور پر نہ ہو کیونکہ جو کام آدمی خالص دل سے کرتا ہے اس کے لئے پورا زور بھی لگاتا ہے

ہر ایک شخص علم حاصل کرنے کی کوشش کرے

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے۔ کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ علم کو یوں نہیں اٹھائے گا کہ علم کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ عالموں کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہیگا۔ تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے ان سے سوال کیا جائیگا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے پس خود گمراہ ہونگے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے - نوٹ:- علم کا جاتا رہنا ...

دعاؤں کا شکریہ اور ایک دعا کی درخواست

(بسلسلہ از صفحہ ۵)

اس کام کو ایسے عزم کے ساتھ اختیار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ اگر میری موت کی خبر بھی کل ان کو پہنچ جائے تو وہ اس عزم کو نہیں چھوڑیں گے اور جب تک اللہ تعالیٰ ان کو زندہ رکھے وہ دعاؤں میں برابر لگے رہیں گے۔ میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ ایسا انتظام کر دوں کہ ان احباب کو ایک دوسرے کے ناموں سے بھی اطلاع ہو جائے۔ مگر میں پھر یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایسا عزم انہی دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے جن میں نسل انسانی کی بہتری کے لئے غم اور درد بھرا ہوا ہو - اور ان کے دلوں میں سے یہ تڑپ اٹھے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بھی اصلاح فرما دے اور ان کو اپنے قرآن اور اپنے رسول کے رستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما دے اور غیر مسلموں کی بھی اصلاح فرمائے اور ان کے دلوں کو بھی اپنے قرآن اور رسول کے نور سے روشن کر دے۔ اسلام کا غالب آنا اور قرآن کا ساری دنیا کو فتح کر لینا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا مگر میں بھی خدا کے دروازے سے ایک امید لیکر آیا ہوں اور آرزو رکھتا ہوں کہ میرے احباب اس آرزو کے پورا ہونے میں میری مدد کریں۔ والسلام

خاکسار محمد علی

سپاس تعزیت

میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکرگزار ہوں جنہوں نے میرے بچہ تسلیم احمد کے انتقال پر تعزیت اور ہمدردی کے پیغامات بھیجے صدمہ تو بیشک بڑا ہوا لیکن احباب کے ہمدردانہ پیغامات میرے رنج کو کم کرنے کا بہت حد تک موجب ہوئے - اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا پر خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خلیل احمد خاں - ٹکٹ کلکٹر، لاہور

امتحان میں کامیابی پر عطیہ

مکرم محترم ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اپنے لڑکے سید الوحید کے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے امتحان میں کامیابی پر انجمن کو -/50 بمد دوکنگ مشن اور -/50 بمد مساکین عطا کئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

صدق (جدید)

زیر ادارت مولانا عبدالماجد صاحب بی اے دریابادی انشاء اللہ یکم دسمبر سے پورے آب و تاب کیساتھ نکلنا شروع ہو جائیگا قیمت سالانہ تخفیف شدہ بجائے ۱۰ کے صرف ۸ سالانہ۔ (حکیم) عبدالقوی دریابادی مہتمم صدق (جدید) کچہری روڈ۔ لکھنؤ

مجھے خدا پر ایمان کیوں ہے؟

(بقیہ از صفحہ ۲)

کے متعلق بحث کر رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہ موضوع اس دور جدید میں اس قدر توجہ کا محتاج ہے کہ بنی نوع انسان کی تاریخ میں پہلے کبھی نہ ہوا ہوگا۔ تقریباً نصف دنیا نے دہریت کی چار دیواری میں محصور ہو کر خالق جہاں کی ہستی کے خلاف زبردست تحریک شروع کر رکھی ہے۔ دوسری طرف ہم لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں ہمارا رویہ خدا پر ایمان کے متعلق انتہائی افسوسناک ہے ہم اس خطرے سے قطعی بے پرواہ ہیں اور یہ عجیب بے دینی اور لامذہبیت پیدا ہو رہی ہے بسا اوقات ہم توجہ ہی نہیں کرتے خدا کی ہستی کا ثبوت، حساب کی مثالوں سے نہیں مل سکتا۔ لیکن اگر ہم اپنی طبیعیاتی دنیا کے اسرار و عجائبات پر ہی غور کریں۔ اس کی پیچیدگی اور ربط کے کمالات کو دیکھیں، اس کی وسعت کا مشاہدہ کریں تو ہم ایک لازمی ذات خالق اور مالک کی ہستی کے موجود ہونے کے احساس سے راہ فرار اختیار نہیں کر سکتے۔ ایک شخص اگر گرما کی پرسکون رات میں حد نظر تک جگمگاتے ہوئے ستاروں کو دیکھنے کی جرأت کرے تو کیا اسکا شرارت سے اعتراف حقیقت نہ ہوگا کہ یہ کائنات محض اتفاق اور حادثہ ہی نہیں اس کے قیام کا مقصد بھی کچھ ہے؟ اور ہماری یہ زمین جو باقاعدگی سے محور کے گرد گھومتے ہوئے

لپٹتے دامن سے موسموں کے موتی بکھیرتی ہے کیا یقیناً سائنسدانوں کی اس محض بے مقصد گیند سے کہیں زیادہ اہم ہے جو کسی حادثہ کی وجہ سے سورج میں سے لڑھک آئی ہو؟

(باقی ــــ باقی)

جماعت احمدیہ کا مقام بلند

احباب جماعت کی خدمت میں ایک دردمندانہ گذارش

جناب ماسٹر صادق علی صاحب گوجرانوالہ

برادران کرام - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

ایک عرصہ سے میرے دل میں تڑپ تھی کہ احباب جماعت کو ان ذمہ داریوں کا احساس کراؤں - جو سلسلہ احمدیہ میں شمولیت سے ان پر عاید ہوتی ہیں - لیکن اپنی علمی فرومائگی اور عملی بے بضاعتی کی وجہ سے خاموش رہا - اب جبکہ یہ خیال مجھ پر مسلط ہو رہا ہے - کہ شاید اس دار فنا میں میری زندگی کا زمانہ نہایت مختصر رہ گیا ہے - میں سمجھتا ہوں - کہ جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں - وہ کہہ گذروں -

اس سے نہ میں انکار کرتا ہوں - نہ کوئی اور دوست انکار کر سکتا ہے کہ کچھ عرصہ سے جماعت پر ایک جمود کی کیفیت طاری ہے - میں خیال کرتا ہوں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ قدر نہیں کی - جو آپ کی قدر کا حق تھا - اس لئے ہم نے سلسلہ احمدیہ کی عظمت کو نہیں سمجھا - اور اس عظمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہم نے خود اپنی اہمیت کو نہیں سمجھا اور ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں رہا -

مسیح موعودؑ کا بلند مقام

مسیح موعودؑ وہ بلند شخصیت ہیں جن کا تیرہ سو سال سے انتظار تھا - اور جس کے دیدار کی حسرت لئے ہوئے لاکھوں کروڑوں انسان اس دنیا سے گذر گئے - مبالغہ ہمیشہ ناپسندیدہ ہوتا ہے - لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - کہ اگرچہ امت محمدیہ میں مجددین و محدثین کرام بڑی کثرت سے ہوئے - لیکن ان کا دائرہ عمل محدود تھا مجدد اعظم حضرت مسیح موعود کا دائرہ عمل کل عالم پر محیط تھا - آپ کا کام صرف دین اسلام کی تجدید ہی نہیں - بلکہ جملہ مذاہب عالم کے ایک ایک باطل اصول کا استیصال کر کے دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنا تھا - جو مجدد معظم نے نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا یہ ہم نہیں کہتے بلکہ سلسلہ احمدیہ کے اشد ترین مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی اس حقیقت الامر کا اعتراف کیا ہے -

اور آج ہر مسلمان اس غلبۂ اسلام کو کھلا کھلا دیکھ رہا ہے - آپ کے کام کی اس عظمت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لئے خصوصیت سے پیشگوئیاں فرمائیں - آپ کے زمانہ اور آپ کے کام کی تعیین فرمائی - زمین آسمان، چاند اور سورج نے آپ کی صداقت پر شہادت دی - جس سے یہ مطلب تھا کہ آپ کی بعثت سے دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگا - اور یہ انقلاب ہو کر رہے گا اور کوئی طاقت اسکو روک نہیں سکتی - اولیاء اللہ اس امت میں بکثرت ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کے وجود سے ہی مذہب قائم رہتا ہے - مگر مسیح موعود کو ایک خصوصیت حاصل ہے - کہ آپ کی عظمت اور علو مرتبت کے اظہار کے لئے آنحضرت صلعم نے خواہ استعارہ کے رنگ میں سہی نبی اللہ کا لفظ استعمال فرمایا اور فرمایا کہ وہ میرے سب سے زیادہ قریب ہے بلکہ انتہائی یگانگت اور نفی غیریت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ میری قبر میں دفن ہوگا - جس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے سید و مقتدا کی ذات پاک میں اس طرح گم ہو جائے گا - کہ اس کی اپنی علیحدہ کوئی ہستی نہیں ہوگی وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے یہی معنی ہیں - اس لئے ہم پر کسی غیر نے نہیں بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات پڑھیں اور ہمارا تزکیہ فرمایا - اور ہمیں کتاب و حکمت سکھائی - یہ وجدان کی باتیں نہیں - بلکہ یہ نا قابل انکار حقائق ہیں - خود جناب مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے مَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْمُصْطَفٰی مَا عَرَفَنِیْ وَ مَا رَاٰی - یہ بھی اسی حقیقت کا اظہار ہے خدا کے پاکباز بندے تفاخر یا تعلّی کی راہ سے کوئی بات نہیں کہتے وہ دشمن کے استہزاء اور دوست کی مدح سرائی سے یکساں بے نیاز ہوتے ہیں - وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے اندر ایک حقیقت پنہاں ہوتی ہے - جس کی مقصد خدا کے بندوں کی نفع رسانی ہوتی ہے مَنْ فَرَّقَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ الْمُصْطَفٰی مَا عَرَفَنِیْ وما رای میں آپ سب احباب جماعت کو آپ کے مقام بلند کی طرف توجہ اور آپ کی گرانقدر ذمہ داریوں کا احساس کرانا مقصود ہے - کیونکہ ان الفاظ کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ جماعت جو خدا کے مسیح نے بنائی ہے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت سے کامل مماثلت ہے - یہ کوئی معمہ یا چیستان نہیں - بلکہ واقعات روز روشن کی طرح اس مماثلت کو ظاہر کرتے ہیں -

جماعت کی صحابہؓ سے پہلی مماثلت

صحابہ رضؓ کا گروہ وہ پاکباز گروہ تھا جن کی زندگی کا مقصد اسلام کی حفاظت اور تمام ادیان باطلہ پر اسلام کے غلبہ کا اظہار تھا - آپ تیرہ سو سال کی تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھ لیں - صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد امت مسلمہ میں جماعت احمدیہ کے سوائے کوئی ایسی جماعت پیدا نہیں ہوئی - جن کا واحد نصب العین اسلام کی حفاظت اور اسلام کی اشاعت ہو جس طرح صحابہ کی جماعت سے ملک عرب اور دوسرے ممالک اسلام کا غلبہ نمایاں ہوا آج اسی طرح جماعت احمدیہ کی مساعی سے تمام دنیا میں اسلام کا غلبہ نمایاں ہوتا جا رہا ہے - اور وہ دن دور نہیں کہ دنیا کی کثیر آبادی کا مذہب اسلام ہو - آپ غور کر کے دیکھ لیں اگر خدانخواستہ صحابہ کی جماعت مٹ جاتی تو اسلام کا کوئی نام لیوا نہ رہتا - بعینہٖ اسی طرح آج اگر یہ چھوٹی سی جماعت احمدیہ ہلاک ہو جائے - جیسا کہ اس کے ناپاک طبع اور بد باطن دشمن چاہتے ہیں - تو اسلام کی حفاظت اور اشاعت کرنے والی اور کوئی جماعت دنیا میں نہیں رہے گی -

دوسری مماثلت

دوسری بڑی مشابہت آپ کی جماعت کو صحابہؓ کی جماعت سے یہ ہے - کہ امت محمدیہ میں صرف دو گروہ ہوئے ہیں - جنہوں نے قرآن حکیم سے جو سرچشمہ ہدایت ہے اور حدیث سے جو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے - بیک وقت تمسک کیا - اور دونوں کو ان کے مناسب مقام پر رکھا - اور اس طرح اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی تعمیل کی تکمیل کی - وہ یا تو صحابہ کی جماعت تھی یا یہ جماعت احمدیہ ہے - ورنہ مسلمانوں میں اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ ہمیشہ ایسے ہی گروہ ہوتے رہے - کہ اگر ایک وقت میں ایک گروہ نے احادیث کو فروغ دینا چاہا - تو قرآن حکیم کی طرف سے یکسر عدم توجہی اختیار کی - بلکہ حدیث کو قرآن پر حکم قرار دیا - یا اگر قرآن کو آگے کیا تو احادیث سے کلیتہً انکار کر دیا - اور بیشتر حصہ تو قرآن و حدیث دونوں سے بے نیاز ہو کر فقہی مسائل کو ہی اصل دین سمجھ بیٹھا -

تیسری مماثلت

تیسری زبردست مشابہت آپ کو صحابہ رضؓ کی جماعت سے یہ ہے - کہ امت محمدیہ میں صرف آپ کی جماعت اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہی دو ایسے گروہ ہوئے ہیں - جو قرآن کریم کی جملہ آیات کے متعلق كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا پر ایمان رکھتے اور ہر آیت کو ہدایت سمجھتے رہے ہیں - ورنہ مسلمانوں کا ہر گروہ قرآن کریم میں ناسخ و منسوخ کے جھگڑوں میں مبتلا رہا ہے - یہاں تک کہ بعض مفسرین نے چھ سو آیات تک کو منسوخ قرار دیا ہے - یہیں تک بس نہیں کی مسلمانوں نے ناسخ و منسوخ آیات کے متعلق عجیب و غریب قسم کے عقائد بنا رکھے ہیں - بعض آیات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کا پڑھنا منسوخ ہے - لیکن ان پر عمل واجب ہے - اور بعض آیات کا پڑھنا واجب ہے اور ان پر عمل منسوخ ہے - یہ قرآن پاک کے ساتھ ہنسی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ چند ایک روایات ایسی ہیں جن میں ناسخ و منسوخ کا عقیدہ بعض صحابہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے - لیکن وہ سب روایات ضعیف ہیں - اور حق یہی ہے کہ صحابہ کسی آیت کو منسوخ نہیں سمجھتے تھے - اور تیرہ سو سال بعد یہ سعادت اور یہ فخر ہمیں حاصل ہوا ہے کہ ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے علم کی برکت سے قرآن کریم کی کسی آیت کو منسوخ نہیں سمجھتے - بلکہ ایمان رکھتے ہیں - كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا - خدا کا پاک کلام ایسے لوگوں کو اَلرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ قرار دیتا ہے - اس سے زیادہ بلند مرتبہ کی کس کو تمنا ہو سکتی ہے - یہ عظمت یہ مرتبہ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے دامن کی وابستگی سے حاصل ہوا ہے - افسوس ہے کہ ہمارے غیر از جماعت مسلمان بھائیوں نے حضرت مسیح موعود کے لائے ہوئے علوم کی قدر نہیں کی - لیکن وہ وقت دور نہیں جبکہ امام وقت کا تو ذکر ہی کیا ہے - یورپ اور امریکہ کے لوگ حضرت امام کے بہت سے خدام کو بھی امام کہکر پکاریں گے - اور ان قربانیوں کے لئے جو آپ کے لوگوں کو اسلام کی دولت سے مالا مال کرنے کے لئے کر رہے ہیں - آپ پر سلام اور درود بھیجیں گے - اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِیْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ -

چوتھی مماثلت

کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اسلام کا اقرار ہے۔ اس کلمہ طیبہ یا اقرار اسلام کی عزت آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کے دلوں میں تمام عزتوں پر فائق تھی۔ صحابہ کرام اس کلمہ کی عزت کے لئے زندہ تھے۔ اور اس کلمہ کی عزت قائم کرنے کے لئے جانیں دیتے تھے۔ حضرت خالد رضؓ کا قصہ آپ کو معلوم ہے کہ جب میدان جنگ میں آپ نے ایک کافر کو مغلوب کر کے قتل کرنا چاہا۔ تو اس نے کہا۔ انا صابی۔ جس سے اس کا مطلب تھا۔ کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ لیکن اس اقرار ایمان کو حضرت خالد رضؓ نے محض جان بچانے کا حیلہ تصور کیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ اس کافر کے مرتے وقت اقرار اسلام کو یا دوسرے لفظوں میں کلمہ پڑھنے کو اس قدر اہمیت دی گئی۔ کہ یہ خبر آنحضرت صلعم تک پہنچائی گئی۔ اور آپؐ حضرت خالد رضؓ پر اس قدر ناراض ہوئے۔ کہ جب آپ بار بار آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتے تھے اے میرے خدا اے میرے اللہ میں خالد رضؓ کے اس فعل سے بیزار ہوں۔ تو حضرت خالد رضؓ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ عتاب۔ یہ رنج اور غضب دیکھ کر میں خواہش کرتا تھا۔ کہ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں۔ یہ تھی کلمہ کی عزت۔ یہ تھی اقرار اسلام کی عظمت۔ جس کو بعد میں آنے والی نسلوں نے ایک کھیل بنا دیا۔ اور آج تو یہ حالت ہے کہ علماء اور مشائخ کفار کو اسلام میں داخل کرنے کے بجائے اسلام کے نام لیواؤں کو اسلام سے خارج کرنے کی فکر میں مرے جاتے ہیں تاکہ ان کی رعونت ان کے تکبر اور حسد کے ناپاک جذبات تسلی پا سکیں۔ افراد افراد کو کافر کہتے ہیں۔ تو جماعتیں جماعتوں کو کافر قرار دیتی ہیں۔ اور نوبت یہاں تک پہنچا دی گئی ہے کہ خطبہ جمعہ کے لئے اذان اگر مسجد کے صحن سے دی جائے تو علماء کے ایک گروہ کے نزدیک کفر ہے۔ اور اگر مسجد کے اندر دی جائے۔ تو علماء کے دوسرے گروہ کے نزدیک کفر ہے۔ چلو قصہ ختم ہوا مسلمانوں کا ہر گروہ ایک یا دوسری طرح فتوے کفر کے نیچے آ گیا۔ اور دنیا میں ایک بھی مسلمان نہ رہا۔

بنگر ایں بازی کناں را چوں جہند
از حسد بر جاں خود بازی کنند
مومنے را کافرے داداں قرار
کار جاں بازیست نزد ہوشیار

لیکن ان تمام ظلمتوں اور ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جماعت احمدیہ روشنی کا ایک مینار ہے جس کے ہر طرف جلی حروف میں لکھا ہوا ہے

"ہر کلمہ گو مسلمان ہے"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کیلئے غیرت اور عزت یا آپؐ کے پاک صحابہ کے دلوں میں تھی یا آخرین میں جماعت احمدیہ نے اسکو قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ یہ چوتھی مشابہت ہے جو آپ کو صحابہ رضؓ کرام سے حاصل ہے۔ صحابہ رضؓ میں بھی اختلاف رائے ہوتا تھا۔ اور بعض اختلافات تو ایسے ہوئے کہ جن کی وجہ سے جنگوں اور خونریزیوں تک نوبت پہنچ گئی۔ لیکن کسی صحابیؓ نے دوسرے کو کافر یا دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا۔ اسی طرح جماعت احمدیہ میں بھی بعض مسائل میں اختلاف رائے ہوتا ہے (اور فی الواقعہ اسی قسم کے فروعی اختلافات غیر از جماعت مسلمانوں میں وجہ کفر بن جاتے ہیں) لیکن کوئی شخص ان اختلافات کی بناء پر دوسروں کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ اختلاف امتی رحمۃ کا مصداق بن جاتا ہے۔ جس سے علوم میں وسعت اور مزید روشنی حاصل ہوتی ہے۔

پانچویں مشابہت

یہ باتیں میں آپ کی مدح سرائی کیلئے نہیں کہہ رہا۔ یہ حقائق ہیں جو اس وقت آپ کی نظر سے مستور ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود فرمایا ہے۔ صحابہ رضؓ سے ملا جب مجھ کو پایا۔ اس لئے آپ اپنے منصب کو سمجھیں اور اس مرتبہ کے لحاظ سے جو ذمہ داری آپ پر عاید ہوتی ہے اس کا احساس کریں۔ اس وقت ہمارے ملک پاکستان میں کئی تحریکیں کام کر رہی ہیں۔ کہیں مسلم لیگ اور عوامی مسلم لیگ اور جناح مسلم لیگ ہے۔ کہیں اسلامی جماعت اور جماعت احرار ہے۔ کہیں خاکسار تحریک۔ اور اسلام لیگ اور آزاد پاکستان پارٹی ہماں سب مختلف جماعتوں کا نصب العین اپنے اپنے گروہوں کے لئے پاکستان کی چھوٹی سی ریاست میں ایک عارضی حصول اقتدار ہے۔ ممکن ہے اس مقصد کے حصول کے لئے یہ لوگ کچھ قربانی بھی کرتے ہوں۔ لیکن وہ اس یقین کے ماتحت ہے کہ اگر ان کا داؤ چل گیا تو اصل بمعہ بہت بڑے سود کے ان کو واپس مل جائیگا۔ لیکن آپ کی جماعت کا مقصد ان تمام مقاصد سے ہر نوع میں بالکل مختلف ہے۔ آپ میں سے ہر شخص کو قربانی لازماً کرنی پڑتی ہے۔ لیکن اس قربانی سے آپ کا مقصد کسی دنیوی نتیجہ کا حصول نہیں بلکہ محمدیؐ سے کافۃ الناس کو نفع پہنچانا آپ کا مقصود ہے۔ حق و صداقت کی تبلیغ سے بڑھ کر کوئی انسانی ہمدردی نہیں۔ کیونکہ اس سے انسانوں کو دونوں جہانوں کے آلام و مصائب سے نجات دلانا اور دونوں جہانوں میں راحت ابدی دلانا مقصود ہوتا ہے۔ یہ آپ کی جماعت کو صحابہ کرام کی جماعت سے پانچویں مماثلت ہے۔ کہ جس طرح وہ پاک گروہ تمام دنیوی مفاد سے بے نیاز ہو کر حفاظت اسلام و خدمت اسلام کرتا تھا۔ اسی طرح ہماری جماعت کے حفاظت اسلام اور خدمت اسلام میں کوئی دنیوی مفاد مد نظر نہیں صحابہ میں تو کوئی فرقہ بندی تھی ہی نہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ بھی انہی کے مانند ہر جگہ یورپ ہو یا امریکہ۔ تمام فرقہ بندیوں سے بلند ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند کرتے ہیں۔ یہی سر ہے۔ یہی راز ہے اس امر میں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں میں احمدیوں کی تبلیغ کرتے ہیں۔ تاکہ مومنین کی جماعت کثیر تعداد میں ساری دنیا پر اپنا روحانی اثر ڈال سکے۔ لیکن بلاد غیر میں ہم صرف اسلام کے وسیع اصولوں کی تبلیغ کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام

حاصل مطلب اس تمام کلام کا یہ ہے کہ آپ کی جماعت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت ہے یہی راز ہے اس امر میں کہ حضرت مسیح موعود غلام احمد کے نام پر نہیں بلکہ احمدؐ کے نام پر بیعت لیتے تھے۔ اگر کسی صاحب کو ان باتوں پر اعتراض ہو۔ تو چاہیئے کہ وہ صحابہ کرام یا ہماری جماعت میں ان خصوصیات سے انکار کرے۔ یا پھر کسی اور گروہ کا نشان دے جن میں یہ خصوصیات اسی طرح پائی جاتی ہوں۔ اور یہ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ مماثلت تامہ صرف اولین اور آخرین میں ہی ہو سکتی ہے۔

صحابہ کی صفات پیدا کرو

اس لئے برادران سلسلہ! جب آپ نے جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر وہ تمام ذمہ داریاں قبول کر لی ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ نے قبول فرمائی تھیں۔ تو پھر آپ کے کردار اور آپکے اخلاق بھی اتنے ہی بلند ہونے چاہئیں، جتنے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تھے۔ یہ سچ ہے کہ صحابہ کرام بھی یکساں مرتبے اور استعداد وں کے مالک نہ تھے۔ ان میں بھی تفریق مدارج تھی۔ لیکن راستبازی۔ خشیۃ اللہ اور تقوےٰ اور خدمت دین میں جان فدا کرنے کا جذبہ ان میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ آپ کی جماعت میں بھی نہایت بلند پایہ انسان ہو گذرے ہیں۔ اور اب بھی ہیں۔ جن کے نام اسلامی تاریخ میں زریں حروف سے لکھے جائیں گے۔ میرے جیسے کمزور بھی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ دیانت داری۔ راستبازی۔ خشیۃ اللہ۔ تقویٰ اور خدمت اسلام کا شوق اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے۔ ہم میں بحیثیت جماعت یہ صفات پیدا ہو جانی چاہئیں۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم میں اپنی پوزیشن کا احساس ہو۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود کی صداقت پر کامل ایمان اور آپ علیہ السلام سے والہانہ محبت ہو۔ تاکہ ہر امر میں ہمیں اپنے خدا کو راضی کرنے کا خیال تمام خیالات پر فائق ہو جائے۔ یہ احساس اور یہ جذبہ محبت ہی ہم میں اور ہمارے غیر میں امتیاز پیدا کر دے گا۔ الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے وقت نہیں آیا۔ کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جائیں اور اس کے لئے جو حق سے اترا ہے۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا جان لو کہ اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرے گا۔ مردہ زمین زندہ ہو رہی ہے اس کے فاسد مادوں کو متواتر کامیاب اپریشنوں کے ذریعے سے دور کیا جا رہا ہے۔ خدا کے مسیح کی دور رس نظر نے اسے ساٹھ سال پہلے دیکھ لیا تھا کہ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض مردوں کی چلنے لگی ناگہ زندہ وار

رحماء بینھم کا نقشہ پیش کریں

یہ مردہ زمین زندہ ہو کر رہیگی اسلئے کہ یہ خدا کا وعدہ ہے۔ لیکن اسکو زندگی بخشنے کے لئے آپ کی تھوڑی سی قربانی کی ضرورت ہے میں یہ نہیں کہتا کہ آپ چندے کی رقم بڑھائیں۔ نہ ہی میں یہ کہتا ہوں۔ کہ آپ اپنی زندگیاں خدمت دین کے لئے وقف کریں۔

(باقی برصفحہ ۱)

۱؎ جس طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے سیدنا حضرت مسیح موعود کی خدمات اسلام کا تیرہ سو سال میں بے مثل ہونیکا اعتراف کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر اقبال نے جماعت احمدیہ کا مثیل صحابہ ہونا تسلیم فرمایا ہے۔ جبکہ انہوں نے اپنے علیگڑھ کے لیکچر میں فرمایا کہ جس کسی نے ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ دیکھنا ہو۔ وہ قادیان میں دیکھ سکتا ہے۔

لاما مذہب کی مختصر تاریخ

دلائی لاما اور مذہبی نظامِ حکومت

جناب ایس محمد آصف صاحب

تبت کے متعلق آج کل اخبارات میں سنسنی خیز اطلاعات درج ہوتی ہیں۔ ساتویں صدی عیسوی سے تبت میں مذہبی حکومت قائم ہے۔ لیکن ان دنوں اس حکومت کا تختہ الٹا جا رہا ہے۔ یہ تبدیلی سارے ایشیا پر اثر انداز ہوگی۔ اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قارئین پیغام صلح کو تبت اور لامہ ازم کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچائی جائیں۔ ذیل کے مضمون میں نہایت اختصار کے ساتھ ان معلومات کو پیش کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

لاما مذہب تبت کے باشندوں کا مذہب یہ در اصل بدھ مت کی ہی ایک مسخ شدہ صورت ہے۔ بدھ مت جب تبت میں پہنچا اور وہاں کے لوگوں نے اسے قبول کیا تو رفتہ رفتہ اس میں وہاں کی مقامی روایات بھی شامل کر دی گئیں۔ تبت کے مقامی رواج اور مذہبی رسومات اور بدھ مت کے اخلاقی امتزاج سے لامامت پیدا ہوا جو آجکل تبت کا شاہی مذہب ہے۔

تبت ساتویں صدی عیسوی میں بربریت کے دور سے نکلا ہے اور اس وحشت و تاریکی سے نکلنے کا باعث صرف بدھ مت ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی سے پہلے ہمیں تبت کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ یعنی اس سے پہلے قرون خالیہ ہیں لیکن ساتویں صدی میں تبت میں ایک نہایت مشہور اور اولوالعزم بادشاہ گذرا ہے جس کا نام تھا "سردن تسان گامپو" اس کی شادی ۶۴۱ء میں چینی شہنشاہ کی بیٹی "وینچک" سے ہوئی۔ اس واقعہ کے دو سال بعد اس جری اور اولوالعزم بادشاہ نے دوسری شادی نیپال کے بادشاہ "امسوارمان" کی بیٹی "برکوتی" سے کی۔ یہ دونوں شہزادیاں بدھ مت کی پیرو تھیں۔ اور اس کے اوامر و نواہی کی سختی سے پابند تھیں۔ ان کے حسن عمل نے خاوند کو متاثر کیا اور وہ اپنا آبائی مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ جب اس نے بدھ مذہب قبول کیا تو وہ اس وقت بالکل نوجوان تھا۔ یہ نوجوان بادشاہ تبت میں تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا علمبردار خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس بادشاہ اور اس کی مذکورہ بالا بیویوں کی تبت کی منہیات میں ایک ممتاز حیثیت ہے۔ "شاہ سردن تسان گامپو" ۶۵۰ء میں فوت ہوا۔ اس کی وفات کے بعد بدھ مت آہستہ آہستہ تبت میں پھیلتا چلا گیا اور تبتیوں کا قدیم مذہب جو محض مجموعہ توہمات تھا۔ قریباً ایک سو سال تک اس سے برسرپیکار رہا۔ یہاں تک کہ ایک اور جلیل القدر بادشاہ کا جس کا نام "تھیسردن دتسان" تھا زمانہ آ پہنچا۔ اس بادشاہ کے زیر نگیں چین کا بھی کافی حصہ تھا یہ بادشاہ ایک چینی شہزادی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس لئے اسے بدھ مت سے بہت عقیدت اور محبت تھی۔

اس بادشاہ نے ہندوستان سے بدھ مت کے ایک مشہور فاضل جسے گرو پدما سمبھاوا کہتے تھے تبت میں مدعو کیا جس نے دعوت خسروانہ کو قبول کیا اور ۷۴۷ء میں تبت پہنچا یہی وہ عظیم انسان ہے جو لاما مذہب کا بانی گذرا ہے۔ مذہب لاما کی رو سے اس کی حیثیت بدھ کی ہے۔ بعض فرقے اس کی پرستش بھی کرتے ہیں تبتی زبان میں اسے "گرو رینبوچی" کہتے ہیں یعنی وہ گرو ہے جس کا وجود بہت ہی قیمتی ہے۔

یہ شخص جس کی حیثیت تبت کے مذہبی لٹریچر میں بہت وسیع ہے اس کی آمد سے تبت میں ایک نئے مذہبی روشنی کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے تبت جھٹپٹے میں تھا۔ گو بدھ مت تو وہاں پہنچ چکا تھا۔ مگر کوئی استاد اور لیڈر وہاں نہ پہنچا تھا۔ اس کی آمد سے گویا بدھ مت کا تبت میں آفتاب طلوع ہوا۔ اس دور سے پہلے تبت کو کاہنوں اور ساحروں نے بالکل جہنم بنا رکھا تھا۔ اور تبتیوں کو توہمات کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ اس فاضل اور بلند فطرت انسان نے ان لوگوں کو ان پابندیوں اور زنجیروں سے نجات دلائی۔

تبت میں سب سے پہلے خانقاہ اسی گرو نے ۷۴۹ء میں تعمیر کی۔

لاما خالص تبتی زبان کا لفظ ہے جو کے معنی ہیں سب سے اعلیٰ۔ اس خطاب کا تعلق صرف خانقاہ سے ہے۔ خانقاہ کے عمائد پر ہی اس کا اطلاق ہوتا رہا۔ گو اب خانقاہ سے باہر بھی لامہ مت کے راہبوں پر بحیثیت مجموعی اس کا استعمال ہونے لگا ہے۔ ان لاماؤں نے اپنے مذہب کے لئے کوئی خاص اصطلاح اختراع نہیں کی۔ وہ یا تو اسے صرف مذہب کہتے ہیں یا بدھ مذہب کہکر پکارتے ہیں۔ لامامت کی ابتدائی تاریخ محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ پہلے گرو کی تعلیمات کئی صدیوں بعد مرتب ہوئیں اور اسکو مرتب کرنے والے پچیس راہب تھے وہ تعلیم جس کی اشاعت لامامت کے بانی نے کی۔ وہ بدھ مت کے فرقہ مہایانہ سے عبارت ہے جو اس وقت کشمیر کی وادی میں رائج تھا۔ اس تعلیم میں پہلے ہی خارجی عناصر شامل ہو چکے تھے۔ لیکن تبت پہنچکر وہاں کی مقامی روایات بھی اس میں شامل ہو گئیں۔

ابتدائی لامامت قدیم تصوف سحر اور ارواح پرستی پر مشتمل ہے جسے بدھ مت میں ملفوف کر دیا گیا ہے۔ اور آج تک اس نے اپنی خصوصیت کو قائم رکھا ہے اور انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ تبتی لوگوں کے لئے باعث کشش ہے۔ ورنہ بدھ مت اگر ان کے سامنے اصلی شکل میں پیش ہوتا تو شاید وہ لوگ اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے۔ تبت والوں کے ہاں مسئلہ کرم اور تناسخ کی نوعیت صرف اخلاقی ہے اور یہ کافی حد تک ان لوگوں کی قسمت کے تخیل سے ہم آہنگ ہے۔ بادشاہ تھیسردن دتسان نے اس مذہب کی اشاعت میں خوب حصہ لیا اور ملک کی تمام اطراف میں بہت سی خانقاہیں تعمیر کیں اور اس میں کشمیری اور ہندوستانی اساتذہ سکھانے کے لئے مقرر کئے۔

ابتدا میں چینی بدھ مت کے پیروؤں نے بھی اس کی مخالفت کی۔ لیکن وہ اسے دبانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ لاما ازم تبتی لوگوں کے مزاج عقلی کی صحیح تصویر تھا اس لئے اس مذہب کو تبت سے خارج کرنا نہایت دشوار امر تھا۔ لامامت کی بنیادوں کو اس کے بانی نے خود ہی بہت مضبوط کر دیا تھا۔ اس کے بعد یہ مذہب بتدریج ترقی کرتا رہا۔ تاریخی لحاظ سے لامامت کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) دور قدیم

(۲) دور وسطی

(۳) دور جدید

دور قدیم

کی تعلیم تو ان ستونوں پر کندہ ہے جو اب تک لاسہ میں استادہ ہیں اور جنہیں وہاں ۸۲۲ء میں چینیوں کے ساتھ معاہدہ کر کے نصب کیا گیا۔ ان کندہ عبارتوں کا ترجمہ ڈاکٹر بوشل نے کیا۔ ان میں سے ایک فقرہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

"وہ یعنی فان (تبتی) اور ہان (چینی) دونوں کی توجہ تین گرانقدر چیزوں کی طرف رہی ہے۔ یعنی تمام بزرگ ولی لوگ سورج، چاند، ستارے اور دیگر اجرام فلکی اور ان سے بہبود کی استدعا کی ہے کہ وہ ان دونوں پر شاہد رہیں"

اسی مندرجہ بالا اقتباس سے اس دور قدیم کی کافی حد تک تحلیل ہو سکتی ہے کہ اس میں اجرام پرستی اور ارواح پرستی کا عنصر شامل تھا۔

اس دور میں بدھ مت کی کتابوں کا ترجمہ تبت کی زبان میں ہوا۔ اور خانقاہوں کے ساتھ جاگیریں بھی شامل کر دی گئیں۔

وسطی دور بدھ مت کے لئے تبت میں کافی حد تک مظلومیت اور درد و کرب کا دور ہے۔ اس دور میں بدھ مت کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ تبت میں ایک بادشاہ لان دھرما ہوا ہے اس نے لاماؤں پر بہت ظلم کیا ہے۔ بدھ مت کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی انتہائی سعی کی۔ خانقاہوں کو منہدم کیا اور بدھ مت کی کتابوں کو جلا دیا۔ اور بہت سے لاموں کو بوچڑ اور قصائی بننے پر مجبور کیا۔ لیکن لامامت ان مشکلات سے بالآخر نجات پا گیا۔

تیسرا دور دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ دسویں صدی میں متعدد کشمیری راہبوں نے تبت کا سفر کیا اور وہاں مستقل طور پر مقیم ہوئے اور ۱۰۳۰ء میں آتشیا راہب وہاں جو لامہ مت کا مصلح اعظم گذرا ہے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بنگال کا رہنے والا تھا اور وہاں کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ بدھ مت کا ایک جید اور ذکی فاضل تھا۔ اسے عقل و فہم کا مظہر اتم خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے لامامت کی بہت اصلاح کی جس سے لامامت میں ایک جدید فرقہ پیدا ہوا جسے "کادم پا" کہتے ہیں۔ اسی کے زمانہ سے لامامت تبت میں نہایت مضبوطی کے ساتھ گڑ گیا۔ اور آج تک نہایت مضبوطی سے قائم ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں لامامت کو چینی شہنشاہ قبلائی خاں کے ذریعہ بہت تقویت حاصل ہوئی۔ یہ روشن خیال شہنشاہ اپنی سلطنت کے مختلف کٹے پھٹے حصوں کو یکجا کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس رابطۂ اتحاد کے لئے لاما ازم کو انتخاب

کیا۔ کیونکہ اس مذہب کی اس کے اپنے مذہب سے کافی مشابہت تھی۔ اس کے بعد لاماازم کا لٹریچر منگولین زبان میں ترجمہ ہوا۔ اس کے بعد سے اس شہنشاہی اعانت سے لامامت میں کلیسائی عسکریت پیدا ہوگئی اور یہ رقیب فرقوں کو تشدد کے ساتھ دباتا رہا۔ پندرہویں صدی عیسوی کے شروع میں ایک لامانے جس کا نام "تسان پا" تھا۔ "آتنیا" کے اصلاح شدہ فرقہ کی تنظیم کی اور اس کا نام "گیلگیا" رکھا۔ جس کا مطلب ہے وہ تعلیم جو نیکی کی حامل ہو۔ اس فرقہ کے سامنے سب فرقے ماند پڑ گئے اور پانچ پشتوں کے اندر اس نے تبت کی مذہبی بادشاہت حاصل کر لی جو آج تک اس کے پاس چلی آتی ہے۔ اس فرقہ کا سب سے پہلا عظیم الشان لاما جس نے یہ مذہبی اور شاہی رتبہ حاصل کیا "گیڈن ڈھب" ہے اس نے اپنی جانشینی کا انحصار مسئلہ حلول پر رکھا اس فرقہ کو شاہی اختیارات سنہ ۱۶۴۰ء میں حاصل ہوئے اور یہ پانچویں عظیم الشان لاما کے عہد میں ہوا۔ اس نے ایک مغل شہزادہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تبت کو فتح کرے اور اسے بطور تحفہ کے عظیم الشان لاما کے حضور میں پیش کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سنہ ۱۶۵۰ء میں لاما کے ان شاہی اختیارات کو شہنشاہ چین نے بھی تسلیم کر لیا اور اسے مغل خطاب "دلائی لامہ" کا دیا۔ جس کے معنی ہیں وسیع یا سمندر۔ اور اسی خطاب کی وجہ سے اسے "دلائی لامہ" کہا جاتا ہے۔ گو اس خطاب سے تبتی لوگ بے خبر ہیں۔ وہ عظیم الشان لاما کو "پُرشوکت ہیرا" کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ اس مذہبی بادشاہت کے قیام پر باقی تمام فرقوں کو تشدد کے ساتھ کمزور کر دیا گیا اور بہت سی ایسی روایات بنا لی گئیں جن سے دلائی لامہ کو زیادہ سے زیادہ طاقت حاصل ہو۔ دلائی لامہ جس کا درجہ اوتار کا ہے لاسہ میں ایک عظیم الشان مندر نما محل میں رہائش رکھتا ہے۔ اور اس محل کو "پوٹالا" کہتے ہیں۔

دلائی لاما کو تبت میں بہت سطوت حاصل ہے۔ اس ادارہ کو زیادہ پُرشوکت بنانے کے لئے اس کے متعلق مافوق الفطرت روایات بنائی گئی ہیں اسے ایک ایسا دیوتا اور معبود خیال کیا جاتا ہے جو انسانی قالب اختیار کئے ہوئے ہے۔ یعنی وہ ایسا انسان ہے جو فوق البشر ہے۔ ابتدا میں "دلائی لامہ" "ڈی پنگ" کی خانقاہ میں رہا کرتا تھا لیکن جب اسے شاہی رتبہ حاصل ہوا۔ تو اس نے لاسہ کے قرب و جوار میں سرخ پہاڑی پر ایک محل تعمیر کیا۔ جو اپنی ہیئت تعمیر میں مندر نما ہے۔

بتدریج بدھ مت کے تمام فرقوں نے جو تبت میں رائج تھے "دلائی لاما" کی فوقیت اور برتری کو تسلیم کر لیا۔ گو یہ فرقے اب بھی اپنی اپنی خانقاہوں میں اپنی انفرادی تنظیم رکھتے ہیں۔ لیکن وہ سب اپنی مجموعی حیثیت میں "دلائی لاما" کے زیر نگیں ہیں۔ لامامت میں دلائی لاما کو وہی حیثیت حاصل ہے جو رومن کیتھولک کلیسا میں پوپ کو حاصل ہے۔

ایک دلائی لاما جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کا جانشین اس کا کوئی بیٹا یا رشتہ دار نہیں ہوتا اور نہ جمہور کے انتخاب سے نیا "دلائی لامہ" مقرر ہوتا ہے۔ بلکہ تبت والوں کے ہاں نامزدگی کا بالکل نرالا اصول رائج ہے ان کے مذہبی عقیدہ کی رو سے فوت شدہ دلائی لامہ کی روح کسی اور انسان کے قالب میں جنم لیتی ہے۔ دلائی لامہ کے متعلق یہ نظریہ کیسے قائم ہوا اس کے متعلق تاریخ بالکل خاموش ہے۔ غالباً ابتداء میں یوں ہوا ہوگا کہ ایک دلائی لاما کی وفات پر اس رتبہ کے حصول کے لئے تمام ملک میں بدامنی اور سازشوں کا جال بچھ جاتا ہوگا۔ سو ملک اور قوم کو فتنہ اور فساد سے نجات دلانے کے لئے کسی عقلمند دلائی لاما نے اس نظریہ کو وضع کیا۔ تاکہ اس کی وفات پر کسی قسم کا شور و غوغا بلند نہ ہو۔ لیکن یہاں یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اس نظریہ کا کوئی تعلق مسئلہ تناسخ سے ہے وہ اس سے بالکل علیحدہ چیز ہے۔ مسئلہ تناسخ کی رو سے یہ ضروری نہیں کہ ایک انسان کی موت کے بعد اس کی روح ایک انسان ہی میں جنم لے۔ اس مسئلہ حلول کے مطابق نہایت ضروری ہے کہ سابق لاما کی روح کسی نومولود بچے کا قالب اختیار کرے اور بعد میں وہ بچہ لاما بنایا جائے .... خلاصہ کلام یہ کہ دلائی لاما کبھی مرتا نہیں بلکہ ہمیشہ مختلف انسانی قالب بدلتا رہتا ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کسی نوزائیدہ بچے کے متعلق یہ معلوم کیسے کیا جائے کہ آیا واقعی سابق لاما کی روح اس کے قالب میں ہے۔ اس کی لاما مذہب کے راہبوں نے مختلف علامتیں مقرر کر رکھی ہیں جس بچے میں وہ علامتیں جمع ہو جاتی ہیں اسے انتخاب کر لیا جاتا ہے۔

سب سے پہلا "دلائی لاما" جس نے اس اصول کو قائم کیا اس کا نام "گیڈن ڈوب" تھا "گیڈن ڈوب" کے بعد یہ نظریہ اتنا مقبول ہوا کہ باقی فرقوں نے بھی اسے اپنے ہاں رائج کر لیا۔

دلائی لامہ مذہبی بادشاہ یا دھرم راجہ ہے۔ اس کے تاج پر بجلی کا نشان ہے۔ یہ اس کے فرقہ کا امتیازی نشان ہے۔ اور اس کی مہر پر مندرجہ ذیل فقرے کندہ ہیں:۔

"سلطنت کا عظیم المرتبت سردار مذہب کا محافظ مبداء علم وفضل سب بدھوں کا سردار شاستروں کا شارح۔ بد ارواح کو نکالنے والا۔ مقدس قانون کا فاضل۔ خدا کا اوتار۔ گناہوں سے نجات دلانے والا سب مذاہب سے افضل مذہب کا قائد۔"

اس دھرم راجہ کا قیام موسم گرما میں "تاشی چو" کے قلعہ میں ہوتا ہے۔ یہ عمارت پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ اس کی سات منزلیں ہیں اس عالی شان عمارت میں پانچسو کے قریب راہب رہتے ہیں۔

نیپال کے لاموں پر بھی اس کا انتظامی اقتدار ہے۔ گورکھا حکومت نے اس کے انتظامی حقوق کو تسلیم کیا ہوا ہے۔

اس عظیم الشان مذہبی بادشاہ کے ماتحت ایک کثیر تعداد اکابر لاماؤں کی ہے جن میں سے تیس تبت میں ہیں۔ انیس شمالی منگولیا میں۔ ستاون جنوبی منگولیا میں ۳۵ کوکونار میں۔ ۵ چی آمدو میں اور ۱۴ پیکن میں۔ اس تعداد میں بعض دفعہ رد و بدل بھی ہوتا رہتا ہے۔

دلائی لاما کی وفات کے بعد عنان حکومت پھر ایک ریجنٹ کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے یہ ریجنٹ بھی عموماً ایک راہب ہوتا ہے۔ البتہ اس کے معاونین کے لئے ضروری نہیں کہ وہ بھی راہب ہوں۔

تبت میں راہبوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کے ہاں سازشوں کی بھی گرم بازاری ہے اور اس پر لطف یہ کہ ان راہبوں کی بدعنوانیوں کی روک تھام کے لئے کسی قسم کی پولیس مقرر نہیں ہے روز قتل و غارت بھی خانقاہوں میں ہوا کرتے ہیں۔ خانقاہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ رقابتیں بھی ہیں۔ ان رقابتوں اور سازشوں کو صرف ایک طاقت ہے جو حد سے بڑھنے سے روکتی ہے۔ اور وہ طاقت دلائی لاما کے شاہی اختیارات اور مافوق الفطرت شخصیت کی ہے۔

---

* تبدیلی۔ دنیا کی حقیقت کو سمجھنے میں تھوڑے سے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اور آج کل تو عبرت حاصل کرنے کے لئے ہر جگہ بڑا سامان ہے۔ اللہ تعالےٰ کی مدد ہر رنگ میں میرے عزیز بھائیوں کے شامل حال رہے۔

بقیہ از صفحہ ۸

میں صرف یہ کہتا ہوں کہ خدا کے ذکر کے لئے اپنے دل نرم کریں۔ اپنے نفس امارہ کو ذبح کر دیں۔ رحماء بینھم کا نقشہ پیش کریں۔ اور ایک دوسرے بھائی سے نیک اثر قبول کریں۔ وہ پیہ خود بخود دم جائے گا۔ زندگی وقف کرنے والے خود بخود میدان میں نکل آئیں گے ۔۔۔ اگر اس طرح بھی مردہ زمین میں زندگی کی حرکت پیدا نہ ہوئی۔ تو میں سچ کہتا ہوں۔ آپ پھر بھی خسارہ میں نہیں رہیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ اس قوم کے جذبات سے جس نے خدا کے رسول کی اتنی زبردست اور واضح پیشگوئیوں کو اس زمانہ میں پورے ہوتے دیکھا ہے۔ جس نے مسیح وقت کے ہاتھ سے زندگی بخش جام پیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جس کے ہر فرد نے اپنی ذات میں آسمانی تائیدات مشاہدہ کی ہیں ایسے دردناک الفاظ میں اپیل کرنی پڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مجھے شرم آتی ہے۔

قلتِ جماعت کا شکوہ

بہت سے احباب جماعت کی قلت کا رونا روتے ہیں۔ یہ ایک بے معنی بات ہے خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ایک بڑی جماعت پہلوں میں سے اور تھوڑے سے پچھلوں میں سے۔ پھر قلت کا کیا گلہ ہے بیس سال کا عرصہ ہوا خود میں نے ایک کشف دیکھا تھا۔ جس میں مسیح موعود کی فوج پانچ ہزار ہی تھی اور اس نے دجال کے ساتھ لڑ کر آخری جنگ فتح کی۔ تو یہ ہماری تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ ہی رہے گی۔ اور دنیا میں روحانی انقلاب پیدا کرنے اور صداقت کا نور پھیلانے کے لئے یہ تعداد ہرگز کم نہیں۔ بشرطیکہ ہمارے اپنے قلوب روشن ہوں۔ ہر شخص بجائے خود غور کر کے دیکھ لے کہ کیا اس کا اپنا قلب روشن ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ کہ سیدنا مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی ہر انسان کے دل پر ایک نور کا نزول ہوتا ہے۔ پھر یہ انسان کے اپنے اعمال ہیں۔ چاہے تو وہ اس نور کو ترقی دے یا اپنی بے پرواہی سے اسے زائل کرے اس لئے ہم میں سے ہر ایک شخص کی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ سب سے پہلے یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہمارے اندر الٰہی نور پوری آب و تاب سے جلوہ افروز ہو جائے۔ یہ کوئی مشکل امر نہیں۔ خیال میں ذرا تبدیلی ہی*

قرآن میں زناء کی سزا

قابلِ توجہ مجلس دستور ساز پاکستان!

جناب عبد الکریم صاحب تونسوی

(۱) الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ولا تاخذکم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاخر ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین۔

(۲) الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة لا ینکحها الا زان او مشرک وحرم ذالک علی المؤمنین۔

(۳) والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا اولئک هم الفاسقون۔

(۴) الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان الله غفور الرحیم

ترجمہ۔ زانیہ اور زانی ان میں سے ہر ایک کو ۱۰۰ کوڑے مارو، اور اگر تم اللہ اور قیامت کے دن کا یقین کرتے ہو تو اللہ کے حکم میں ان پر کوئی مہربانی نہ کرو۔ اور مومنوں کی ایک جماعت کو ان کی اس سزا کے دیکھنے کیلئے اکٹھا کرو۔

(۲) زانی مرد زانیہ یا مشرکہ کے بغیر نکاح نہ کرے۔ اور زانیہ عورت کو بغیر زانی یا مشرک کے کوئی نکاح میں قبول نہ کرے اور مومنوں کے لئے حرام ہے کہ وہ ان کے اندر نکاح کریں۔

(۳) اور جو شخص پاکدامن بی بیوں کو تہمت زناء لگا کر پھر اپنے دعوے کے ثبوت میں چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو۔ وہ فاسق ہیں۔

(۵) ہاں جو سزا کے بعد توبہ کریں اور اصلاح حال کریں۔ تو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔

قبل اس کے کہ ہم قرآن میں زناء کی سزا کا بیان کریں۔ بطور تمہید اس قدر بتا دینا ضروری ہے کہ قرآن میں بہت کم۔ فوجداری جرائم کی سزا درج ہے۔ بغاوت۔ چوری۔ زناء تہمت زناء یا ایک آدھ اور گنے چنے جرائم ہیں۔ جن کی سزا قرآن نے بیان فرمائی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ قرآن دیگر جرموں کو جرم ہی نہیں سمجھتا۔ اور ان کے لئے کوئی سزا تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ان کے علاوہ دیگر جرائم کی سزا کا فیصلہ ہر ملک اور ہر قوم کے مخصوص حالات کی بناء پر ہونا چاہیئے۔ اور ان کے لئے مفصلہ بالا شمار کردہ جرائم کی سزا کی مانند کوئی سزا تجویز کرنی چاہیئے۔ سزا کے تعیین میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ وہ ایک لمبے عرصہ پر ممتد نہ ہو۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے فوری ہو۔ اور ایسی ہو کہ اس سے دوسرے لوگ عبرت پکڑیں۔ تاکہ جرائم کی تعداد کم ہو۔ بخلاف ازیں انگریزی قانون کا میلان اس طرف ہے۔ کہ سزا کو ایک لمبے عرصہ پر پھیلا دیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب ہے کہ انگریزی قانون جیلخانوں کی آبادی کا باعث بنتا ہے۔ اور اسلامی قانون ہنگامی فوری سزا دے کے حکومت کو جیل خانوں کے کروڑوں روپے کے خرچ سے بچا لیتا ہے۔ اگر اسلامی سزائیں دنیا میں رائج کر دی جاویں۔ تو حکومتوں کو جیل خانوں کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ کیونکہ مجرموں کو بید۔ جرمانہ۔ ہاتھ کا کٹنا یا جلاوطنی وغیرہ کی سزا دے کر فوراً رہا کر دیا جاوے گا اور قید کی سزا محض شاذ و نادر حالتوں میں دی جاوے گی۔ اگر دیکھا جاوے۔ تو یہ بہت بڑا فرق ہے۔

(۲) ہم اپنے سابقہ مضمون "قرآن میں چور کی سزا" میں بتلا چکے ہیں۔ کہ سارقہ سے مراد سرقہ کے تمام مددگار لوگ ہیں۔ خواہ وہ مونث ہوں یا مذکر اور خود عورت اگر چور ہے تو وہ لفظ سارق میں بھی داخل ہے اور سارقہ بھی ہے۔ یہاں بھی وہی کیفیت ہے۔ زانیہ میں فعل زنا کے تمام مددگار لوگ مراد ہیں۔ خواہ وہ دلال ہوں۔ دلالہ ہوں پیغام رساں ہوں۔ یا زانیوں کے لئے آسانیاں فراہم کرنیوالے ہوں۔ یا زناء کے مفعول ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہاں اس آیت میں ایک اور سوال درپیش ہے۔ کہ الزانیہ کا لفظ پہلے کیوں لایا گیا اور زانی بعد میں۔ چور کی سزا بیان کرتے ہوئے سارقہ سارق کے بعد لایا گیا تھا۔ آخر کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ کہ یہاں زانیہ کو زانی سے پہلے لایا گیا۔ ہمیں جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ چوری کے جرم میں بڑا مجرم چور ہوتا ہے اور اس کے مددگار بعد میں۔ مگر زناء کی صورت میں زناء کے مددگار یعنی زانیہ زانی سے مقدم ہے۔ کیونکہ ان کی امداد اور رضامندی کے بغیر فعل زناء واقع ہی نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے اسے پہلے لایا گیا۔

(۳) مفصلہ بالا آیات سے جو اس مضمون کے شروع میں لکھی گئی ہیں۔ ان کے معنے جس طرح ہم نے کئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن نے زناء کی دو سزائیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ زانیوں کو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں، اور دوسری یہ کہ ان کا مقاطعہ کر دیا جاوے۔ یعنی ان کو مومنین کی جماعت سے علیحدہ کر کے یہ اجازت نہ دی جاوے کہ وہ توبہ سے قبل بغیر مومنوں کے اندر نکاح کریں، نہ مرد زانی کو کوئی مومن اپنی بہن بیٹی وغیرہ نکاح کے لئے دیوے اور نہ کوئی مومن زانی عورت کو نکاح کے لئے قبول کرے۔ وہ اپنے نکاح کے لئے زانیوں یا مشرکوں کو تلاش کریں۔ اس معنے کے لئے ضروری ہے کہ آیت ۲ کے لا ینکح کو جو فعل مضارع منفی ہے۔ نہی کے معنوں میں لیا جاوے مگر بعض عالموں نے نہی کا معنی نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن نے محض ایک صورت حال بیان کی ہے۔ حالانکہ اگر وہ صورت حال کا بیان ہوتا۔ تو ضرور ہے۔ کہ ہم دنیا میں اسی مطابق ہوتا ہوا پاتے۔ چونکہ دنیا کا رویہ ہر طرح کی پابندی سے آزاد ہے اس لئے ہم کو لا محالہ مضارع منفی کا معنی نہی کا لینا پڑتا ہے۔

مضارع منفی کو خواہ اپنے معنوں میں لیا جاوے۔ یا اسے نہی سمجھا جاوے۔ دونو طرح کے معنوں میں ایک نقص ہے جس کا جواب دینا چاہیئے۔ وہ یہ کہ قرآن میں دیگر احکام کی رو سے مومن کا مشرکہ کے ساتھ اور مومنہ کا مشرک کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور یہاں اس کے خلاف ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مشرک اور مشرکہ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں یعنی مشرکہ وہ عورت ہے۔ جو اپنے خاوند کے ساتھ کسی دوسرے کو حظ اٹھانے میں شریک کرے۔ اور مشرک وہ مرد ہے۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر عورت کو حظ حاصل کرنے میں شریک کرے پس زانیہ اور مشرکہ کے معنی میں فرق ہے مشرکہ ستوہر وار زانیہ ہے۔ اور زانیہ وہ مرد یا عورت ہے جو فعل زناء میں کسی دوسرے کی مدد کرے اپنے آپ کو مفعول بنانے سے یا کسی دوسری طرح۔ اسی طرح زانی اور مشرک میں فرق ہے زانی عام ہے۔ خواہ اس کی بیوی ہو یا نہ ہو۔ اور مشرک وہ زانی ہے جس کی بیوی ہو۔

یہ بات کہ یہاں لا ینکح سے مراد نہی ہے رسول اللہ کی ایک حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ ایک شخص مرثد کی دوستی مکہ کی ایک فاحشہ عورت بنام عناق سے تھی۔ اس نے رسول اللہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ عناق سے میرا نکاح کر دیجئے۔ رسول اللہؐ خاموش ہو گئے۔ تا آنکہ یہ آیت الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة۔۔۔۔۔ الخ نازل ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے مرثد کو فرمایا۔ کہ اس سے نکاح مت کر اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ لا ینکح گو فعل مضارع ہے مگر اس کا مفاد نہی کا ہے۔ تمام اصحاب سنن نے اسکو روایت کیا ہے۔

جو عالم صاحبان ہمارے اس قول کو نہیں مانتے۔ وہ زانی کے لئے صرف ایک ہی سزا تجویز کریں گے۔ یعنی ۱۰۰ کوڑے۔ دوسری سزا مقاطعہ ان کے لئے کوئی سزا نہ ہو گی۔ اور ہم بھی ان کے خاطر سے فی الحال مانے لیتے ہیں کہ قرآن نے زناء کے لئے صرف ایک ہی سزا یعنی ۱۰۰ کوڑے تجویز کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ۱۰۰ کوڑے انتہائی سزا ہے۔ ہم نے اپنے مضمون "قرآن میں چور کی سزا" کے اندر لکھا تھا۔ کہ چور کی سزا ہاتھ کاٹنا انتہائی سزا ہے کم سے کم سزا جج کی قوت تمیزی پر منحصر ہے۔ دنیا بھر کی قانون کی کتابیں سزا کے بیان کرنے میں ہمیشہ یہی قاعدہ ملحوظ رکھتی ہیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ سزا بیان کر دیتی ہیں۔ اور کم سے کم سزا کا کوئی ذکر نہیں کرتیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام کی تعزیرات کی کتاب یعنی قرآن مجید اس قاعدہ کے خلاف سب مجرموں کے لئے ایک ہی سزا تجویز کرے اور سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے۔ حالانکہ ہر ایک مجرم کے حالات مختلف ہوتے ہیں جن پر جرم کی شدت اور خفت کا دارومدار ہوتا ہے۔ مثلاً اسی زناء کو دیکھو ایک وہ زانی ہیں۔ جو اپنی بیٹی۔ بہن۔ بھتیجی وغیرہ کے ساتھ ملوث ہوتے ہیں۔ یا وہ زانی ہیں جو چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر کرتے ہیں، یا وہ زانی ہیں، جو جوش جوانی سے محروم

ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کی بیوی بھی موجود ہوتی ہے۔ پھر بھی وہ محض شوقیہ زناء کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں وہ زانی ہیں۔ جو فی الحقیقت تجرد سے مجبور ہو کر کسی عورت۔ لڑکے۔ گدھی وغیرہ کے ساتھ منہ کالا کرتے ہیں۔ کیا ہو سکتا ہے کہ ان سب کے زناء کو ایک ہی درجہ دیا جائے۔ اور سب کو ایک ہی سزا ملے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خلفائے اربعہ اور خود رسول اکرمؐ نے زناء کی انتہائی حالتوں میں ۱۰۰ کوڑوں کی سزا کو ناکافی خیال کر کے مجرمین کو رجم کی سزا دی۔ یعنی فتوئے موت صادر کیا۔ ہمارے زمانہ میں رجم جائز ہے یا نہ۔ کم از کم اتنا تو معلوم ہے کہ قرآن میں رجم کا کوئی ذکر نہیں اور جب حالت یہ ہے تو اسے کیوں ایک منسوخ التلاوہ اور قائم الحکم آیت کی بناء پر زیر بحث لایا جاوے۔ منسوخ التلاوہ اور قائم الحکم آیات کا مسئلہ ایک نہایت بے سرپا مسئلہ ہے۔ جس کی عقل انسانی ہرگز کوئی تائید نہیں کرتی۔ جب آیت کا حکم باقی ہے۔ تو اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ آیت کو منسوخ فرما دیتا۔ البتہ عقل اس امر سے بھی بغاوت کرتی ہے کہ بیٹی یا بھتیجی کے ساتھ زانی کو زندہ رہنے دیا جائے۔ اس لئے اگر بعض مخصوص حالتوں میں زانی کے خلاف موت کا فتوےٰ صادر کیا جاوے تو اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ مگر وہ صرف فتوئی موت ہو، فتوئی رجم نہ ہو۔ کیونکہ رجم آجکل کے تمدن کے خلاف ہے اور کوئی انسانی طبیعت رجم کو گوارہ نہیں کر سکتی بہرحال یہ سب کچھ قاضی کی رائے پر منحصر ہے۔ قرآن زانی کے لئے صرف ۱۰۰ کوڑے انتہائی سزا بتاتا ہے۔ اور بس اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ ۱۰۰ کوڑے کس شرط کے ساتھ وابستہ ہیں۔ فرمایا کہ زناء کے لئے چار گواہ ہونے چاہئیں۔ جو قانونی شہادت کے مطابق زناء کو ثابت کریں۔ اور اگر چار گواہ نہ ہوں۔ تو پھر تہمت لگانے والے کو ۸۰ کوڑے مارے جاویں۔ ظاہر ہے کہ خود فعل زناء کے دیکھنے والے عینی شاہد شاذ و نادر ہی میسر آ سکتے ہیں اس لئے ۱۰۰ کوڑوں کی حد شاذ و نادر ہی جاری ہو سکے گی۔ البتہ ایسے شاہد ملیں گے۔ جن کو مختلف حالات کے دیکھنے سے یقین ہو کہ فعل زناء واقع ہوا ہے یا ہو گیا ہے۔ مثلاً بوس و کنار۔ بغلگیر ہونا۔ گود میں بٹھانا۔ مرد و عورت کا ایک ہی کمرہ میں بند ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی شہادت پر قاضی مجرم کے حالات کے مطابق سزا دیگا۔ جو بہرحال کسی صورت میں ۱۰۰ کوڑوں سے زائد نہیں ہو سکتی۔ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کی یہ روایت درج ہے۔ کہ زناء کی سزا اس وقت دی جائے جبکہ زناء کے ثبوت پر پوری دلیل قائم ہو جائے۔ یا حمل رہ گیا ہو۔ یا خود زانیوں کا اقرار ہو۔

(۴) اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے کہ زناء اور چوری کے جرموں کی سزا میں ایک بنیادی فرق ہے۔ وہ یہ کہ چور کو توبہ کرنے کا موقعہ سزا سے قبل دیا گیا ہے۔ اور زانی کو سزا کے بعد دیا۔ فرمایا الا الذین تابوا من بعد ذالک و اصلحوا فان اللہ غفور الرحیم۔ یہاں ذالک کا اشارہ سزا کی طرف ہے۔ گویا زانی ہوں یا زناء تہمت لگانے والے ہوں، سب کی توبہ سزا کے بعد قبول ہو گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ زانی کسی صورت میں حد سے بری نہیں ہو سکتا۔ مگر چور توبہ کر کے حد سے بری ہو سکتا ہے بشرطیکہ قاضی قبول کرے۔

(۵) یاد رہنا چاہیئے کہ حمل کی صورت میں محض زانیہ کے کہہ دینے سے کہ یہ حمل فلاں مرد کا ہے۔ وہ مرد قابل تعزیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ اور تین گواہ گواہی نہ دیں۔ یا قوی قرائن نہ ہوں۔ اسی طرح اگر عورت کی شہرت عام بدکارہ ہونے کی ہو۔ اور وہ حاملہ پائی جائے تو پھر بھی کسی مرد پر شرعی حد قائم نہ ہو گی صرف عورت پر ہو گی۔ اس سلسلہ میں صحاح ستہ کی چند احادیث کا خلاصہ پیش کرنا خالی از فائدہ نہ ہو گا۔

(۱) ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے مدینہ کے اطراف میں ایک عورت سے بوس و کنار کیا۔ اور بجز جماع کے میں نے اس کیساتھ سب کچھ کیا۔ اور اب میں سزا کے لئے حاضر ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اسے ملامت کی۔ کہ اس نے اپنا گناہ کیوں آشکارا کیا۔ چنانچہ وہ شخص چل دیا۔ رسول اللہؐ نے ایک آدمی اس کے پیچھے دوڑایا اور واپس بلا لیا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی " واقم الصلوٰۃ طرفی النہار ...... الخ

ترجمہ:- آپ دن کے اطراف میں اور رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کیا کریں۔ نیکیوں سے برائیوں کا اثر دور ہوتا ہے۔ قبول کرنے والوں کے واسطے یہ ایک نصیحت ہے"۔ بجز نسائی کے سب صحاح والے اس کے راوی ہیں۔

(۲) مسلم اور ابی داؤد میں حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے زناء اور حمل کا اقرار کیا۔ رسول اللہ صلعم نے اسے وضع حمل تک انتظار کرنے کا فرمایا۔ جب بچہ جننے کے بعد آئی تو رسول اللہ صلعم نے دودھ پلانے کے عرصہ تک توقف کرنے کا فرمایا۔ جب وہ دودھ پلائی سے فارغ ہو کر تیسری دفعہ واپس آئی تو پھر اسے رجم کیا گیا۔

نوٹ:- اس حدیث میں زانی کے رجم کرنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ سزا سے محفوظ رہا۔

(۳) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم کے سامنے ایک عورت کے ساتھ زناء کا اقبال کیا۔ رسول اللہ صلعم نے اسی عورت کو بلا بھیجا۔ اور اس نے زناء کا انکار کیا۔ تو رسول اللہ صلعم نے مرد کو حد لگائی اور عورت کو چھوڑ دیا تو چاہیئے کہ ان تینوں روایتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کونسی عقلی دلائل پر مبنی تھا۔ ہماری رائے یہ ہے کہ حدیث نمبرا میں جرم کے اقرار کرنے والا مرد اس واسطے سزا سے محفوظ رہا۔ کہ اس کا کوئی مدعی نہ تھا۔ اور نہ اس کا کام اس کی اپنی شہادت کے مطابق زناء پر منتج ہوا۔

حدیث نمبر۲ میں عورت کو اس واسطے رجم کیا کہ اس نے سزا پانے پر بار بار اصرار کیا اور سزا کے روکنے کی کوئی وجہ نہ رہی۔

حدیث نمبر۳ میں عورت سزا سے محفوظ رہی کیونکہ اس نے نہ تو اقرار جرم کیا۔ اور نہ اس کے برخلاف کوئی شہادت تھی اور نہ کوئی مدعی تھا۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ زناء کی سزا سنگساری قرآن سے قطعاً ثابت نہیں۔ قرآن نے جرم کی عامۃ الوقوع صورت کو پیش نظر رکھ کر سزا بیان فرمائی ہے مخصوص مجرموں کا نہ کوئی ذکر فرمایا اور نہ سزا بیان کی۔ اور قرآن جیسی عالمگیر کتاب کے لئے یہی انسب بھی تھا۔ کہ وہ مخصوص مجرموں کو اپنے رسول کے حوالے کر دے کہ وہ جو مناسب سمجھے۔ ان کے ساتھ سلوک کرے۔ اب بھی مخصوص مجرموں کی سزا قاضی کے متعلق ہونی چاہیئے۔ کہ وہ جس طرح چاہے حکم جاری کرے۔

نوٹ:- اگر کوئی صاحب اس مضمون کے موافق یا مخالف کچھ لکھ کر کسی اخبار میں شائع کرائیں۔ تو ان سے نیازمندانہ استدعا ہے کہ اس اخبار کی کاپی براہ کرم خاکسار راقم کے پاس بھجوا دیں۔

عبدالکریم تونسوی

م صاحب اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ احباب کرام سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اشتہار

مشعر حکم حاضری مدعا علیہ

زیر آرڈر ۵ - قاعدہ ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خان صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سب جج سیالکوٹ۔

نمبر مقدمہ ۲۷ دیوانی بابت ۱۹۵۰ء

محمد اشرف ولد سلطان محمد راجپوت سکنہ سگری ضلع راولپنڈی حال کلرک ایم۔ ای۔ ایس کوئٹہ مدعی

بنام

مسماۃ زکیہ خانم دختر فقیر محمد۔ فقیر محمد ولد نامعلوم۔ فضل دین ولد فقیر محمد سکنائے ڈھوک رتہ عمرل سید احمد سٹریٹ راولپنڈی مدعا علیہ۔

دعویٰ حقوق زناشوئی و حکم امتناعی

بنام مسماۃ زکیہ خانم دختر فقیر محمد۔ فقیر محمد ولد نامعلوم ساکنان ڈھوک رتہ عمرل سید احمد سٹریٹ راولپنڈی۔

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مدعا علیہ مسمی فقیر محمد و مسماۃ زکیہ خانم تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں اور روپوش ہیں اس لئے اشتہار بنام فقیر محمد و مسماۃ زکیہ خانم مذکوران جاری کیا جاتا ہے کہ اگر مذکوران بتاریخ ۱۵ ماہ دسمبر ۱۹۵۰ء کو بمقام سیالکوٹ حاضر عدالت ہذا نہیں ہونگے تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۱۲ ماہ نومبر ۱۹۵۰ء کو بدستخط میرے اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

مہر عدالت — دستخط جج

بقیہ از صفحہ ۳

پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کا جنازہ احمدی احباب میں سے صرف دو اصحاب کو میسر آیا۔ کیونکہ گاؤں میں بود و باش ہے۔ جہاں اور کوئی احمدی نہیں ہے لہذا براہ مہربانی ان کا جنازہ غائبانہ ادا فرمایا جاوے۔ والسلام۔ غم نصیب خاکسار

قاضی عبدالقدیر خلف قاضی فضل حق صاحب مرحوم۔ ضلع سیالکوٹ

پیغام صلح:۔ قاضی فضل حق صاحب فی الواقعہ ایک پاکباز اور پاک باطن آدمی تھے ہر طرح کی مخالفت برداشت کر کے تبلیغ میں سرگرم رہتے تھے ہمیں ان کی وفات کا دلی افسوس ہے اور اس صدمہ میں ان کے فرزند قاضی عبدالقدیر م

انگلستان میں یوم انبیاء علیہم السلام کی تقریب

مکتوب گرامی خان بہادر غلام ربانی خاں صاحب

ووکنگ ۱۹ نومبر مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم

مسلم سوسائٹی ان گریٹ نے بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۵۰ء یوم انبیاء علیہ السلام (Prophets Day) منایا۔ اس ضمن میں Caxton Hall London میں چھ بجے شام جلسہ ہوا۔ مسجد ووکنگ کے مسٹر شاہ نے قرآن پاک کی خوش الحانی سے تلاوت کی، بعدہٗ شیخ محمد اقبال آنریری سیکرٹری نے تعلیم اسلامی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ کے سر پہ یہ سہرا ہے کہ آپ نے تمام انبیاء پر ایمان لانا اور ان کی تعظیم وتکریم کرنے کو مسلمان کے عقیدہ میں داخل کر دیا۔ قرآن پاک کی یہ تعلیم ہے کہ ہر ایک قوم اور ملک میں خداوند تعالےٰ کے مرسل آئے یہی وجہ ہے کہ مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتا ہے اور ان کے پیغام حق پر ایمان رکھتا ہے۔ اور مسلمان کے لئے یہ بھی حکم ہے کہ ان کے مدارج میں تفریق نہ کرے۔ اس تعلیم کے پیروان دل سے تمام راہنمایان مذہب کی تعظیم کرتے ہیں آج تمام مذاہب کے پیروان کے باہمی بغض اور عناد کو ختم کرنے کا یہی ایک واحد اور مؤثر ذریعہ ہے اور یہ قیمتی نسخہ صرف قرآن پاک ہی میں پایا جاتا ہے۔ تمام دیگر ادیان اپنی مقدس کتب میں اس راہنمائی سے محروم ہیں۔ اور وہ محسوس کرتے ہوئے اسلام کے اس بلند اصول کو اپنا رہے ہیں۔ سلسلہ تقریر کو ختم کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ آج مسلمان یوم انبیاء کے منانے سے اپنے ایمان اور وسعت قلبی کا عملی ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

اس اجلاس میں تمام مذاہب کے راہنما شریک تھے۔ چنانچہ یہودی۔ پارسی، چینی ہندو۔ عیسائی۔ بدھ، نمایندگان نے اظہار خیالات کرتے ہوئے۔ مسلم سوسائٹی ان گریٹ برٹن کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے ہم سبکو اس اہم فریضہ کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا نیز کہا آپس میں مذہبی مفاہمت اور رابطۂ اتحاد کو مضبوط کرنیکا یہی واحد ذریعہ ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا آخری پیغام جو پیغام صلح کے نام سے موسوم ہے اس قسم کی تمام تحریکات کا پیش خیمہ تھا۔ مجدد زمان نے مذہب اسلام میں بغض وعناد دور کرنے کا نسخہ عین وقت پر دنیا کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ بفضل ایزدی علماء و فضلاء مذہب کا رجوع اس مقصد کی طرف ہو رہا ہے کہ تمام مذاہب کے راہنمایان کا احترام کیا جائے ان کی عزت کی جاوے۔ اور ان کی تعلیم پر چلنے کی کوشش کی جاوے۔ قرآن پاک کی اعلیٰ تعلیم اور حضرت محمد مصطفےٰ کی بلند شخصیت۔ دنیا میں آج آفتاب کی طرح روشن ہو رہی ہے۔

اس ملک میں ماہ نومبر بہ لحاظ کہر، بادل اور بارش کے بدترین مہینہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس ماہ کی پانچ تاریخ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس رات انگلستان میں تمام بچے آتشبازی کرتے ہیں اور کھلی جگہوں پر لکڑیوں کا انبار جمع کر کے آگ روشن کرتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ انگریزی میں گاتے ہیں جو پانچ نومبر کے واقعہ کی یاد کو تازہ رکھتی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ۱۶۰۵ء میں چند رومن کیتھولکس نے جن کا سرغنہ گائی فاکس تھا (Guy Fawkes) یہ سازش کی کہ کنگ جیمس اور ممبران پارلیمنٹ کو پارلیمنٹ کے افتتاح کے دن بارود کے ذریعہ اڑا دیا جاوے یہ اس لئے کہ بادشاہ Protestant پروٹسٹنٹ تھا۔ چنانچہ اس کے لئے اس نے باقاعدہ ایک سرنگ کے ذریعہ پارلیمنٹ ہاؤس کے نیچے بارود جمع کیا۔ لیکن وقت مقررہ پہ آگ لگانے سے چند گھڑیاں پیشتر ہی اس سازش کا انکشاف ہو گیا۔ جس سے وہ سازش ناکام ہو گئی اور وہ کیفر کردار کو پہنچے۔ ان کی یادگار ابھی تک قائم ہے اور ساڑھے تین سو سال سے بڑی باقاعدگی اور دھوم دھام سے یہ رسم منائی جاتی ہے جس کے لئے بچے سوانگ بن بن کر آنہ آنہ جمع کرتے ہیں تاکہ بارود بازی کر سکیں۔ اور پارلیمنٹ میں بھی ہمیشہ کے لئے یہ قاعدہ بن چکا ہے کہ پارلیمنٹ کے افتتاح سے پہلے پارلیمنٹ کے نیچے کے کمروں کی خوب تلاشی لی جاتی ہے۔ چنانچہ امسال جب پارلیمنٹ کا ہوس آف کامن نیا تیار ہوا۔ کیونکہ گذشتہ جنگ میں جرمن ہوابازوں نے اسکو برباد کر دیا تھا۔ اور اس کے افتتاح کے لئے بھی تمام کامن ویلتھ کے نمایندگان آئے اور بادشاہ نے اس کی افتتاح کی رسم ادا کی تو تمام نیچے کے کمروں کی خوب تلاشی کی گئی کہ مبادا Guy Fawkes گائی فاکس کی نسل میں سے کوئی زندہ نہ ہو، اور وہ کہیں اس کی روایت کو تازہ نہ کر دے۔

ہندوؤں میں دسہرہ کے دن اگر راون کا بت جلایا جاتا ہے تو یہاں گائی فاکس Guy Fawkes کے مجسمے کو نذر آتش کیا جاتا ہے۔

خداداد نعمتوں کو خدمت خلق میں صرف کرو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب حمید بلڈنگس لاہور

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتزول قدما ابن آدم یوم القیامۃ حتی یسأل عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفی ما انفقہ وما عمل فیما علم رواہ الترمذی۔

مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:- ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس طرح) روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا قیامت کے دن انسان بارگاہ رب العزت میں کھڑا رہے گا جب تک کہ وہ پانچ باتوں کے متعلق نہ پوچھا جائیگا (۱) سوال ہوگا تونے اپنی عمر بحیثیت مجموعی کیسے گذاری (کیونکہ انسان کے پیدائش کی غرض ہی یہ ہے ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - کہ انسان پر عبودیت کے آثار اجلے ہوکر نظر آئیں یہی مقام فناہ و بقاء ہے) دوسرا سوال ہوگا تونے ایام جوانی کس طرح خرچ کئے (انسانی زندگی میں جوانی کا حصہ بہت نازک ہے اس زمانہ میں اسے عجیب مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے لہذا جس شخص نے اس حصہ کو صبر وسکون - استقلال و استقامت سے عبور کیا فلاح پاگیا) تیسرا سوال مال کے متعلق ہوگا کہ تونے اسے کس طرح حاصل کیا (یعنی کسب حلال سے یا کسب حرام اور جور و ظلم سے) اور کن باتوں میں صرف کیا (خدمت خلق میں — یہ خدمت جسمانی اور روحانی دونوں پر مشتمل ہے — یا عیش وعشرت اور مخلوق خدا کی تباہی میں صرف کیا) اور چوتھا سوال یہ ہوگا کہ تونے عمل کس طریق پر کیا (یعنی اپنے اعمال وافعال میں تعلیم خداوندی کو مدنظر رکھا یا تعلیم شیطان پر کاربند رہا) پانچواں سوال یہ ہوگا کہ تونے علم سے کیا نفع حاصل کیا (کیا اپنے علم سے اصلاح نفس کی اور لوگوں کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھا یا علم کو مکاری عیاری دغابازی اور فریب نفس کا ذریعہ بنایا)

دین کو دنیا پر مقدم کرنے سے علم و حکمت عطا ہوتا ہے، امام زمانہ کی شناخت ملتی ہے

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . ما زھد عبد فی الدنیا الا انبت اللہ الحکمۃ فی قلبہ وانطق بہا لسانہ و بصرہ عیب الدنیا وداءھا ودواءھا واخرجہ منہا سالما الی دار السلام رواہ البیہقی فی شعب الایمان - مشکوٰۃ کتاب الرقاق

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ دنیا (کے مال وجاہ) سے (دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے) بے رغبت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس شخص کے قلب صافی کو علم وحکمت کا چشمہ شیریں بنا دیتا ہے اور اس کی زبان (حقیقت بیان) پر علم وحکمت کی نہریں جاری کردیتا ہے - اسے دنیا (وما فیہا کے انہماک) کے دکھ درد اور (اس سے نجات حاصل کرنیکے لئے) اس کے علاج پر کامل بصیرت عطا فرماتا ہے اور اسے اس دردو محن سے نکال کر صحیح وسلامتی کے ساتھ دارالسلام (امن وعافیت کے حصار یعنی امام وقت) کی طرف اس کی راہنمائی فرماتا ہے -

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار (مسیح موعودؑ)

قرآن کریم میں دو عظیم الشان فتنوں کا ذکر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات گرامی

قرآن شریف کو سورۃ فاتحہ سے شروع کرکے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر ختم کیا ہے۔ لیکن جب ہم مسلمانوں کے معتقدات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو دجال کا فتنہ اسلام میں سب سے عظیم الشان فتنہ نظر آتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ ایسے عظیم الشان فتنہ کا ذکر کرنا اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں بھول گیا ہو۔ نہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ دجال کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو دھوکا لگا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں جن دو فتنوں سے بچنے کے لئے دعا سکھائی گئی ہے اول ان میں سے غیر المغضوب علیہم والا فتنہ ہے جس سے بالاتفاق مراد یہود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ بھی ایک وقت ایسا آنیوالا ہے جبکہ وہ یہود سے مماثلت پیدا کریگی۔ اس لئے اس سے بچنے کے لئے یہ دعا سکھائی گئی وہ زمانہ جس میں امت محمدیہ یہود سے مشابہت پیدا کرلے گی، ظہور مسیح موعود کا زمانہ ہوگا یعنی جس طرح پہلے یہود قوم کو ایک مسیح دیا جائے گا۔ اور جس طرح سے پہلے مسیح پر یہودیوں نے کفر کا فتوےٰ لگا کر اسے طرح طرح کی تکالیف دی تھیں اسی طرح مثیل یہود قوم بھی مثیل مسیح پر کفر کا فتوےٰ لگا کر اس کے انکار پر زور دے گی۔ گویا کہ غیر المغضوب علیہم کی دعا میں یہ سکھایا گیا۔ کہ یہود کی طرح مسیح موعود کی توہین اور تکفیر سے ہمیں بچا۔ دوسرا عظیم الشان فتنہ جس کا ذکر سورہ فاتحہ میں کیا گیا ہے اور جس پر اس سورۃ کو ختم کیا گیا ہے وہ نصاریٰ کا فتنہ ہے جسے ولا الضالین میں بیان فرمایا۔ اسی طرح جب ہم قرآن شریف کے آخر پر نظر ڈالتے ہیں تو دونوں بھی ہمیں ان ہردو فتنوں کے متعلق کھلی کھلی شہادت ملتی ہے مثلاً غیر المغضوب کے مقابل پر سورۃ تبت یدا ہے۔ مجھ پر بھی فتوےٰ تکفیر لگنے سے پہلے یہ الہام ہوا تھا۔ اذ یمکر بک الذی کفر اوقد لی یا ھامان لعلی اطلع علی الہ موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین۔ تبت یدا ابی لہب وتب۔ ما کان لہ ان یدخل فیہا الا خائفا وما اصابک فمن اللہ۔ یعنی وہ زمانہ یاد کر کہ جب مکفر تجھ پر کفر کا فتوےٰ لگائیگا اور اپنے کسی حامی کو جس کا لوگوں پر اثر پڑسکتا ہو کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ بھڑکا تا میں دیکھ لوں۔ کہ یہ شخص جو موسیٰ کی طرح کلیم اللہ ہونے کا مدعی ہے، خدا اس کا معاون ہے یا نہیں۔ اور میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے۔ اور آپ بھی ہلاک ہوگیا۔ کہ اس میں دخل دیتا مگر ڈر ڈر کر۔ اور جو رنج تجھے پہنچے گا۔ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ غرض سورہ تبت غیر المغضوب علیہم کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے اور ولا الضالین کے مقابل قرآن شریف کے آخر میں سورۃ اخلاص ہے اور اس کے بعد کی ہردو سورتیں سورۃ الفلق اور الناس ان ہردو کی تفاسیر ہیں۔ جن میں اس تیرہ و تار زمانہ سے پناہ مانگی گئی ہے۔ جبکہ مسیح موعود پر کفر کا فتوےٰ لگا کر مغضوب علیہم کا فتنہ پیدا ہوگا اور عیسائیت کی ضلالت اور ظلمت دنیا پر محیط ہونے لگی۔

پس جس طرح سورۃ فاتحہ میں قرآن کریم کی ابتداء ہے، ان دونوں بلاؤں سے محفوظ رہنے کی دعا سکھائی ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کے آخر میں بھی ان فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعا کی تعلیم کی۔ تاکہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ اوّل بآخر نسبتے دارد۔

جماعت احمدیہ لاہور کا عظیم الشان سالانہ جلسہ ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۵۰ء کو منعقد ہوگا

تمام احباب خود تشریف لائیں اور اپنے دوستوں کو بھی ہمراہ لاویں۔

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ - مورخہ ۱۸ صفر ۱۳۷۵ھ | نمبر ۴۸

اختر علی خاں کا سجدۂ سہو

اسی اشاعت میں دوسری جگہ "زمیندار" کے ایڈیٹر مولوی اختر علی خاں کا ایک بیان نقل کیا گیا ہے، جو انہوں نے مسجد ووکنگ میں نماز عید ادا کرنے کے متعلق دیا ہے۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ اسی نماز عید کے متعلق "زمیندار" کے خاص نامہ نگار مقیم لندن نے ایک "خاص برقیہ" زمیندار کے نام ارسال کیا تھا، جو عید اضحےٰ کے تین چار دن بعد روزنامہ زمیندار میں شائع ہوا اور "پیغام صلح" میں بھی نقل کیا گیا، اس میں ووکنگ کی نماز عید پر جس خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا تھا، وہ حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے:۔

"کل عید اضحےٰ کی تقریب سعید پر شاہجہان مسجد ووکنگ میں **اسلامی اخوت کا روح پرور منظر** دیکھا گیا اس کی مثال لندن کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی، مسجد میں **سینکڑوں مسلمانوں** نے نماز عید ادا کی جن میں دنیا کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے **فرزندان توحید و رسالت** موجود تھے۔

ووکنگ مسجد انگلستان کے ایک نہایت دلکش دیہاتی علاقے میں واقع ہے کل یہ مقام ملک ملک کے **مسلمان مردوں** عورتوں اور بچوں کے عظیم الشان اجتماع سے ایک قابل دید جگہ بن گیا ایسا اجتماع پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا"

"نماز کے بعد **مسلمانوں** کے آپس میں بغلگیر ہونے اور ایک دوسرے کو **مبارکباد دینے کا نظارہ ایسا شاندار تھا کہ دیکھنے والوں پر بیحد اثر ہوا**"

"پاکستانی، افریقی، عرب، ترک ایرانی، مصری، چینی، ہندوستانی سیلونی، برمی، ملائی، جاپانی، انگریز، جرمن، روسی، فرانسیسی مسلمان بڑے شوق اور محبت سے آپس میں گلے ملتے رہے اور دیکھنے والے اس **اخوت پر عش عش کرتے رہے**، عید کے بعد ایک شاندار ضیافت عصرانہ ہوئی، اور لندن میں عید اضحےٰ ایک عجیب دلکش یادگار دلوں میں چھوڑ کر ختم ہوئی"

"زمیندار" کے خاص نامہ نگار مقیم لندن (جو غالباً خود مولوی اختر علی خاں ہی تھے) کے اس بیان کے مقابلہ میں مولوی اختر علی خان کا تازہ بیان (جو دوسری جگہ نقل کیا گیا ہے) رکھیئے اور غور کیجئے کہ دونوں میں سے کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ کیا "زمیندار" کے خاص نامہ نگار نے اس اضطراب و اضطرار کو نہ دیکھا تھا، جو نماز عید ادا کرتے وقت مولوی اختر علی خاں کو لاحق ہو رہا تھا؟ کیا اسکو یہ نظر نہ آیا تھا کہ مولوی اختر علی خاں نے "جماعت میں کھڑا ہونا پسند نہ کیا" اور ایک کونہ میں سجدہ سہو ادا کر لیا"؟ پھر کیوں اس نے اس کا ذکر نہ کیا، آخر وہ کونسی مجبوری تھی، کہ مولوی اختر علی خاں نے اپنے اضطراب اور سجدہ سہو کو یہاں تک چھپایا کہ اور تو اور خود اپنے نامہ نگار پر بھی اسکو آشکارا نہ ہونے دیا اور باوجود اس کے کہ نامہ نگار کا بیان شائع ہوئے پورے دو مہینے گذر گئے، اس کی تردید کا خیال تک ان کے دل میں نہ آیا، اور اس نئے بیان کی ڈاٹری اس وقت بنائی گئی جب "نوائے وقت" نے ان کے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے ووکنگ کی نماز عید میں انکی شرکت کا حوالہ دیا۔

پھر ہم حیران ہیں کہ کونسی مجبوری تھی، جس کی وجہ سے انہیں اپنی نیت کے خلاف یہ "نماز حالت اضطرار میں ادا" کرنی پڑی، وہ لکھتے ہیں کہ

"لندن میں عید کی نماز مرزائیوں کی ووکنگ مسجد میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے علاوہ دوسری جگہ ایسی نہیں جہاں یہ فریضہ ادا کیا جا سکے"

ممکن ہے یہ فقرہ "نوائے وقت" کے اعتراض سے بچنے کے لئے ان کی پناہ کا موجب ہو، ورنہ اس حقیقت کا وہ انکار نہیں کر سکتے کہ ووکنگ کے علاوہ لندن میں دو بلکہ تین جگہ نماز عید ادا ہوتی ہے، ایک تو پٹنی کی قادیانی مسجد میں جہاں انہوں نے ایک ضیافت بھی کھائی اور قادیانی جماعت کی تعریف کے پل بھی باندھے، لیکن ان کے متعلق بھی وہی عذر نہیں ہو سکتا ہے جو ووکنگ میں ان کے اضطراب و اضطرار کا موجب ہوا لیکن دوسری دو جگہیں تو کسی بھی اضطراب کا موجب نہ تھیں، انہوں نے لندن میں اسلامک کلچرل سنٹر کا نام سنا ہوگا، بلکہ خود وہاں جا کر دیکھا بھی ہوگا، کیا وہاں کی نماز عید کا انکو علم نہ تھا؟ کیا جس مجبوری و اضطرار کا ذکر انہوں نے ووکنگ کے متعلق کیا ہے وہ وہاں موجود نہ ہو سکتی تھی؟ صرف وہی نہیں ایسٹ اینڈ کے غریب مسلمان بھی اپنی نماز عید الگ پڑھتے ہیں شاید ان میں جا کر پڑھنا انہوں نے اس لئے گوارا نہ کیا ہو کہ وہ غریب مزدور ہیں اور "زمیندار" شاہانہ مزاج ایڈیٹر کے جو پاکستانی اخباری وفد کے رکن کی حیثیت سے وہاں گیا تھا شایان شان نہ تھا کہ غریب مزدوروں کے اندر جا کر نماز عید پڑھتے۔

اس سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ووکنگ میں مولوی اختر علی خاں نے نماز عید کیوں ادا کی بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ اس کے لئے جس مجبوری اور اضطرار کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں، اور اگر ایسی ہی مجبوری تھی، تو نماز تو ان کی وہاں بھی نہ ہوئی کیونکہ انہوں نے جماعت میں کھڑا ہونا پسند نہ کیا اور ایک کونہ میں سجدہ سہو ادا کر لیا، کس غلطی پر انہوں نے سجدہ سہو ادا کیا؟ سجدہ سہو تو ہمیشہ کسی ایسی غلطی پر ہوتا ہے جو نماز کے اندر ہو جائے۔ یہ سجدۂ سہو عجیب ہے جو اس بات پر ادا کیا گیا کہ ہائے میں نے نماز کیوں پڑھ لی، یا فلاں امام کے پیچھے نماز کیوں پڑھی، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جماعت سے الگ ایک کونہ میں کھڑے ہو کر انہوں نے امام کی امامت سے بھی انکار کیا اور نماز میں شرکت سے بھی، ہم حیران ہیں کہ وہ کونسی تلوار ان کے سر پر لٹک رہی تھی، کونسا شخص ان کے سر پر سنگین لئے کھڑا تھا کہ انہیں مجبوراً یہ سب کچھ کرنا پڑا، اور وہ سنگین اور تلوار اس وقت ان کے اضطراب و اضطرار کا موجب نہ ہوئی جب وہ جماعت سے الگ ایک کونہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور باجماعت نماز ختم ہو جانے کے باوجود وہ کافی دیر تک نماز پڑھتے رہے اور سجدہ سہو کرتے رہے اور بعد میں انہیں کیا مجبوری پیش آئی کہ اس کا ذکر تک کسی سے نہ کیا لوگوں سے خوش ہو کر گلے ملتے رہے، دلی اضطراب کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا یہاں تک کہ اپنے نامہ نگار کو بھی اس سے لاعلم رکھا، وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ووکنگ کا امام عبداللہ جب خطبہ پڑھ رہا تھا تو میں اٹھکر دور ایک کونہ میں جا بیٹھا تاکہ میرے کان ان الفاظ سے آشنا نہ ہوں جو ان لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے ہوئے ہیں"

کونسے الفاظ؟ کیا قرآن کے الفاظ جو ووکنگ میں خدائے تعالےٰ کی عظمت و توحید ثابت کرنے کے لئے پڑھے جاتے ہیں، کیا محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت اور حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کی قربانی کا ذکر جو اس خطبہ میں کیا گیا وہ انہیں سننا گوارا نہ تھا؟ اگر یہی چیز ہماری گمراہی ہے، تو آپ بیشک لا تسمعوا ھذا القرآن کا وظیفہ کرتے رہیئے، ہمیں آپ سے کوئی شکوہ نہیں، لیکن یاد رکھئے کہ یہ چیزیں اور یہ فرضی اضطراب و پشیمانی اور سجدہ سہو آپ کو اس الزام سے نہیں بچا سکتا جو ایڈیٹر "نوائے وقت" نے آپ پر لگایا ہے، اگر نوائے وقت کے ڈائرکٹروں میں کسی احمدی کا شامل ہونا اس کی مرزائیت نوازی پر دال ہے تو یقیناً مولوی اختر علی خاں کا ووکنگ میں نماز عید ادا کرنا ان کے تمام فرضی اضطراب و پشیمانی اور سجدہ سہو کے باوجود مرزائیت نوازی کا حقیقی ثبوت ہے۔

ایک اور غلط بیانی جو مولوی اختر علی خاں نے اپنے اس بیان میں کی ہے یہ ہے کہ انہوں نے ووکنگ میں احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دعا کی اور یہ کہا کہ اے اللہ "یہ لوگ مجھے کافر سمجھتے ہیں اس لئے میں بھی انہیں کافر سمجھتا ہوں"

انا للہ وانا الیہ راجعون، یہ کتنا بڑا جھوٹ ہے، جو انہوں نے خدا کے حضور بولا، کب ووکنگ والوں یا لاہوری جماعت کے کسی احمدی نے انہیں کافر کہا؟ کیا ووکنگ والوں سے انہوں نے پوچھ لیا تھا کہ تم مجھے کافر سمجھتے ہو یا مسلمان؟ اگر قادیانی جماعت کے متعلق ایسا کہا ہوتا تو ایک بات بھی تھی لیکن جن لوگوں کو یہ اعلان کرتے ہوئے کم و بیش سینتیس اڑتیس سال گذر گئے کہ ہمارے نزدیک ہر کلمہ گو مسلمان ہے اور کسی مسلمان کو کافر کہنا خود اپنے کفر پر مہر کرنا ہے، ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ لوگ

(باقی بر صفحہ ۴ کالم ۴)

نمازِ عید میں سجدہ سہو

"زمیندار" مؤرخہ ۲۰ نومبر میں مولوی اختر علی خاں کی ایک ڈائری شائع ہوئی ہے، جس میں انہوں نے بعنوان بالا ووکنگ میں نماز عید ادا کرنے کے متعلق حسب ذیل بیان دیا ہے۔ اس بیان کے متعلق آج کا مقالہ افتتاحیہ دوسری جگہ ملاحظہ ہو۔

نمازِ عید میں سجدۂ سہو

لندن ۲۳ ستمبر۔ آج عید قربان ہے ڈاکٹر حامد صبح ہی موٹر لے کر آگئے۔ ان کے دونوں صاحبزادے بھی ساتھ تھے۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے عربی زبان میں ایسے بے تکلف گفتگو کرتے ہیں جیسے عرب بچے کیا کرتے ہیں۔ بڑے لڑکے کی عمر آٹھ سال ہے۔ اور چھوٹے کی پانچ۔ ان دونوں کی والدہ مکہ معظمہ کی رہنے والی ہیں اور نہایت ذہین اور تعلیمیافتہ خاتون ہیں۔

اسلامی تقریبات پر جس مسرت و شادمانی کے مظاہرے اسلامی ممالک میں ہوتے ہیں اور جس شان و شوکت سے وہاں یہ مقدس تہوار منائے جاتے ہیں۔ لندن میں وہ تو نظر نہ آسکے۔ البتہ ان حلقوں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی موجود ہے اسلامی تہواروں پر کافی رونق ہو جاتی ہے۔ اور وہاں کے مسلمان اپنی تقریبیں خاصے اہتمام سے مناتے ہیں۔ چنانچہ آج مسلمان ہر طرف خوش و خرم نظر آتے تھے اور عید کی خوشیوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے پوری سرگرمی سے مصروف تھے۔ جابجا دعوتوں کا اہتمام موجود تھا۔ دوست و احباب کی محفلیں گرم تھیں۔ اپنے غیر مسلم دوستوں کو اس تقریب سعید کی مسرتوں میں شامل کرنے کے لئے وسیع انتظامات کئے جا رہے تھے۔ غرضیکہ یہاں مسلمانوں کی مختصر تعداد ہونے کے باوجود عید کے موقعہ پر بہت چہل پہل ہو جاتی ہے۔ اور خاص طور پر نماز عید کے وقت جب تقریباً تمام مسلمان ایک جا مجتمع ہو کر بارگاہ خداوندی میں سر نیاز جھکاتے ہیں۔ تو اس چہل پہل میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔

لندن میں عید کی نماز مرزائیوں کی ووکنگ مسجد میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے علاوہ دوسری کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں یہ فریضہ ادا کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ لندن میں رہنے والے ہر طبقہ و خیال کے مسلمان اسی مسجد میں نماز عید ادا کرنے پر مجبور ہیں۔ مسلمانوں کی یہ محرومی حد درجہ قابل افسوس ہے کہ لندن جیسے عظیم الشان شہر میں جہاں مختلف اغراض اور مقاصد کے ماتحت مسلمانوں کو اکثر جانے آنے کا واسطہ رہتا ہے اور کافی تعداد ہمیشہ وہاں قیام پذیر بھی رہتی ہے۔ ووکنگ کے مقابلہ میں ایک بھی ایسا مرکز قائم نہیں کر سکے جس میں وہاں کے مسلمان اسی قسم کی تقریبات پر اپنے اجتماع کر سکیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ پاکستانی مسلمانوں کے علاوہ بہت سے دوسرے ممالک مثلاً نائیجیریا۔ مراکش۔ ٹیونس مصر۔ ترکی۔ روس اور بھارت وغیرہ کے مسلمان بھی نماز عید ادا کرنے کے لئے ووکنگ ہی میں آئے ہوئے تھے۔ پاکستان کی افواج قاہرہ کے سپہ سالار جنرل ایوب اور پاکستان ایئر فورس کے طلباء بھی یہیں موجود تھے۔

میں ووکنگ جانے کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن اس مجبوری کے پیش نظر کہ نماز عید ادا کرنے کے لئے اور کوئی جگہ موجود نہ تھی اور اس شدید اصرار کی وجہ سے جو بھائی ضیاء الاسلام۔ بھائی غضنفر اور ڈاکٹر حامد نے مجھے آمادہ کرنے تک بڑی گرمجوشی سے جاری رکھا مجھے ووکنگ جانے پر مجبور ہونا پڑا۔ یہاں ہر ملک کے مسلمان دیکھ کر گو میرے اس اندوہ و ملال میں ذراسی کمی تو رونما ہوگئی جس سے اپنے آپ کو ووکنگ میں دیکھ کر میرا سینہ لبریز ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اضطراب و پشیمانی آج تک میرے دل سے زائل نہیں ہو سکی جو میری نیت اور میرے عمل سے پیدا ہوئی تھی۔ چنانچہ جب نماز شروع ہوئی تو میں نے گڑگڑا کر معافی مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ! تو میرے عمل اور میری نیت کو مجھ سے بہتر جانتا ہے کیونکہ تو عملوں اور نیتوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے۔ تجھ پر روشن ہے کہ میں یہ نماز حالتِ اضطرار میں ادا کر رہا ہوں ورنہ میری نیت یہ نہیں کہ اس جگہ کھڑے ہو کر تیرے حضور میں سر جھکاؤں۔ یہ لوگ مجھے کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں بھی انہیں کافر سمجھتا ہوں۔ اگرچہ میں ظاہراً ان کے ساتھ نماز عید ادا کر رہا ہوں۔ لیکن میری نیت اور میرا دل ان کے ساتھ نہیں ہے۔ مجھ سے یہ حرکت بالکل اضطراری اور غیر ارادی طور پر سرزد ہوئی ہے۔ جس کے لئے میں تیری بارگاہ میں عفو و کرم کا طلبگار ہوں۔

یا اللہ! تو دلوں کی گہرائیوں میں دبے ہوئے راز جاننے والا اور نیتوں کے پردوں میں چھپی ہوئی باتوں کو دیکھنے والا ہے۔ اگر انسان نسیان و خطا کا پتلا ہے۔ اور بھول جانا اس کی سرشت میں داخل ہے۔ لیکن تو جانتا ہے کہ میں نے یہ بھول دانستہ اور جان بوجھ کر نہیں کی بلکہ اضطراری طور پر ہوگئی ہے۔ اس لئے میرا یہ گناہ بخش دے اور مجھے سیدھی راہ چلنے کی توفیق عطا فرما۔ مجھے ہمت دے کہ میں زندہ رہوں تو تیرے نام اور پیغام کی عظمت کے لئے۔ اور مروں تو تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کے لئے۔

اھدنا الصراط المستقیم

میں نے وہاں نماز تو ادا کی۔ لیکن میری نیت چونکہ ان لوگوں اور اس امام کے ساتھ نہ تھی جو نماز پڑھا رہا تھا۔ اس لئے میں نے جماعت میں کھڑا ہونا بھی پسند نہ کیا اور ایک کونہ میں سجدہ سہو ادا کر لیا۔ میری نیت اللہ کے سامنے تھی اور میں ایک کونے میں بیٹھ کر عوذ بنا ہوا تھا ان لوگوں کی نماز ختم ہوگئی لیکن میں ابھی نماز پڑھ رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد میری نماز ختم ہوئی۔ اور میں نے پھر دعا کی کہ اے قادر مطلق! مرزائیوں کو راہ راست پر لا تاکہ یہ فرقہ جو تیرا نام تو لیتا ہے لیکن تیرے محبوب کے مقابلے میں ایک اور مصنوعی نبی یا بناسپتی مہدی اور مسیح کو لا کھڑا کرتا ہے اور اس طرح توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس گمراہی سے نجات حاصل کرنے اور صراط مستقیم پر چلنے کے قابل بن سکے۔ ووکنگ کا امام عبداللہ جب خطبہ پڑھ رہا تھا تو میں اٹھ کر دور ایک کونے میں جا بیٹھا تاکہ میرے کان ان الفاظ سے آشنا نہ ہوں جو ان لوگوں کی گمراہی کا باعث بنے ہوئے ہیں چنانچہ اللہ نے مجھے ان خیالات سے پورے طور پر محفوظ رکھا۔

ہدیہ تبریک

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں خوشی کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب میاں غلام عباس صاحب خلف الرشید میاں غلام رسول صاحب مرحوم رئیس جھنگ کو بفضل خدا پاکستان نے اڈیٹر جنرل آف پاکستان کے عہدہ جلیلہ پر مقرر فرمایا ہے۔ ہم اس عظیم الشان ترقی پر میاں صاحب موصوف کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ انہیں مزید ترقیات عطا فرمائے اور اپنے دین کو پھیلانے کی بھی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مقالۂ افتتاحیہ

(بقیہ از صفحہ ۳)

مجھے کافر سمجھتے ہیں کتنی بڑی غلط بیانی اور کس قدر ناپاک جھوٹ ہے، کاش ایسا فقرہ لکھتے ہوئے کچھ شرم آجاتی کہ یہ میں ان لوگوں کے متعلق لکھ رہا ہوں جن کے پیچھے ہر سال بلکہ سال میں دو مرتبہ دنیا جہان کے "فرزندان توحید و رسالت" نماز عید ادا کرتے ہیں، اگر یہ لوگ ان سب کو کافر سمجھتے ہیں تو ان سب کی نمازیں کیا ہوئیں اور ان کا اسلام کہاں رہ گیا؟ مولوی اختر علی خاں نے تو حالت اضطراب و پشیمانی میں سجدہ سہو ادا کر لیا لیکن باقی تمام مسلمان تو خوشی خوشی نماز پڑھ کر اور یہ سمجھ کر اپنے گھروں کو گئے کہ امام مسجد ووکنگ کے پیچھے فریضہ عید ادا ہوگیا، کیا مولوی اختر علی خاں کے نزدیک ان میں سے کسی کی بھی نماز ادا نہ ہوئی اور وہ سب کے سب اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے؟ غور کیجیے تم نے یہ افترا کر کے کہ ووکنگ والوں کے نزدیک دوسرے مسلمان کافر ہیں دنیا جہان کے مسلمانوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور ان کی نمازوں کو اکارت کر کے رکھ دیا، کیا اب بھی تمہیں شرم نہ آئے گی؟

مشرقی پاکستان میں تبلیغی دورہ

چند دن ہوئے مولانا آفتاب الدین احمد صاحب سابق امام مسجد ووکنگ بذریعہ طیارہ تبلیغی سلسلہ میں ڈھاکہ تشریف لے گئے ہیں۔ آپ قریباً ایک ماہ تک وہاں قیام فرمائیں گے۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ مولانا صاحب کی کامیابی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ ان کا ایڈریس یہ ہے:۔
معرفت سید احسن علی۔ بی۔ ایل
۱۳۱۔ ایس کے داس روڈ
ڈھاکہ

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں

حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق

پاپائے روم کا نیا عقیدہ

مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی

گئے نومبر کی پہلی تاریخ کو پاپائے روم نے دنیا میں یہ اعلان نشر کیا:۔

آسمانی نوشتوں کے علم کو قائم رکھنے کے لئے کلیسیاء عالم میں چونکہ روح حق ہمیشہ سے موجود ہے اور اس نے گذشتہ صدیوں میں بارہا اپنے عقیدہ کا اظہار کیا ہے اور اس لئے بھی کہ کیتھولک دنیا کے پادریوں نے اپنے کلی اتفاق سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ **مریم کے معہ جسم آسمان پر چڑھ جانے کا عقیدہ کیتھولک مذہب کا مسلمہ مسئلہ قرار دیا جائے**۔ کیونکہ یہ ایک ایسی صداقت ہے جس کی بنیاد مقدس نوشتوں پر اور اس کی جڑھ ایمانداروں کے دلوں میں قائم ہے تاریخ نے قدیم سے اس کی تصدیق کی ہے اور علماء دین نے اپنے مطالعہ اور تحقیق سے اسے درست پایا ہے ہم سمجھتے ہیں خدا کے فضل سے ایک ایسا موزوں وقت آگیا ہے کہ مقدس مریم کو یہ حق دینے کی رسم کا اعلان کر دیا جائے۔

اس کے بعد پاپائے روم نے لاطینی زبان میں اپنا یہ حکم صادر کیا اور اس کے ضمن میں اپنے اس اعلان اور نئے عقیدہ کی مندرجہ ذیل وجوہات بیان کیں

(۱) ہمارا یہ زمانہ دکھ مصیبت اور لادینی کا زمانہ ہے مگر یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ کیتھولک ایمان پہلے کی نسبت زیادہ پرجوش ہو رہا ہے اور خداوند کی ماں مریم مقدس کے ساتھ عقیدت ترقی پذیر ہے۔

(۲) مسیح نے اپنی موت سے گناہ اور موت پر فتح پائی اس کے نام پر بپتسمہ لینے والے بھی مسیح کے وسیلہ سے دونوں پر فتح پاتے ہیں۔

(۳) عام قانون کے مطابق خدا قیامت سے پہلے موت اور گناہ پر فتح کے نشانات ظاہر کرنا نہیں چاہتا مگر مریم نے خاص استثنائی قاعدہ کی بناء پر ریاضت کے ذریعہ موت اور گناہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لئے وہ خاتمہ دنیا تک اپنی جسمانی نجات کے لئے کفارہ کی محتاج نہیں۔ فرمایا مریم کا آسمان پر چڑھ جانا آپ کی بیگناہی کی وجہ سے تھا۔

(۴) ایمانداروں کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں کہ وہ یہ تسلیم کر لیں کہ مریم فوت ہو گئی تھی اور ان کا ایمان اس امر میں مانع ہوگا کہ مریم کا جسم قبر کے فساد میں محفوظ رہا اور وہ اپنے بیٹے کے ساتھ ہو کر آسمان پر چڑھ گئیں کہ جہاں کوئی بشر نہیں پہنچ سکتا

اس کے بعد فرمایا شروع سے علماء نے اس خیال کو ظاہر کیا ہے روایات اور تاریخ سے اس کی نشاندہی کی ہے۔

پاپائے روم نے سونے کے مائیکروفون کے ذریعہ اپنے اس حکم کے جستہ جستہ فقرات کو پڑھا اور تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ عقیدہ پاپائے اعظم کے خاص گرجا کے ریڈیو اور کیتھولک دنیا کے تمام ریڈیوز کے ذریعہ ایک ساتھ سنایا گیا۔

ایک لاکھ معتقدین پاپا پطرس کے گرجا کے وسیع میدان میں کھڑے تھے کہ پاپا ایک دفعہ پھر انہیں برکت دینے کے لئے ظاہر ہو چکا۔ ۴۰ منٹ بعد وہ اپنے بلند جھروکے میں لوگوں کو برکت دینے کے لئے رونق افروز ہوا۔

پوپ کے اس اعلان کے خلاف انگلینڈ کے پادریوں کا انتباہ

انگلینڈ کے کیتھولک کلیسا کنٹربری اور یارک کے پادریوں نے ذیل کا اعلان نشر کیا۔ روما میں یہ اعلان کیا گیا کہ پوپ یکم نومبر کو یہ اعلان نشر کرنا چاہتا ہے کہ اب آئندہ کنواری مریم کے جسم سمیت آسمان پر جانے کا عقیدہ رومن کیتھولک کلیسا کے مسیحی مذہب کا ضروری جزو ہوگا ہم فی الفور کھلم کھلا یہ اعلان کرتے ہیں کہ کلیسائے برطانیہ ہرگز اس عقیدہ کو کیتھولک دین کا جزو اور ضروری حصہ نہیں سمجھتا اور نہ کلیسا کے ممبروں سے اس پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے برطانیہ کا کلیسا اپنے خداوند یسوع کی ماں کی پوری عزت و تکریم کرتا ہے مگر مقدس نوشتوں میں اس کا شائبہ تک بھی موجود نہیں اور نہ صدر اولی کے کلیسا کی تعلیم میں اس کے جسم سمیت آسمان پر جانے کا عقیدہ ملتا ہے انگلینڈ اپنے عقیدہ کی حفاظت کے لئے ایسے ہر قسم کے اصولوں اور آراء سے انکار کرتا ہے جو واضح طور پر مقدس نوشتوں میں نہیں پائے جاتے۔

ہم نہایت درد دل سے افسوس کرتے ہیں کہ روما کے کیتھولک کلیسا نے اپنے اس فعل سے مسیحیوں میں اصولی اختلاف کو بڑھا دیا ہے۔ اور انہوں نے اس کے ذریعہ مسیحیوں میں اتحاد کی روح کو مجروح کر دیا ہے جو انجیل کی بنیادی صداقتوں پر مشتمل تھی۔

خدا کا اکلوتا بیٹا

انداز بیان گو مرا پر جوش نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

مسیحی دنیا نہایت گہرے شوخ رنگ کے کیتھولک اور ہلکے پھیکے ملگجی پروٹسٹنٹ پر مشتمل ہے جن کی آگے سینکڑوں شاخیں ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کے صعود آسمانی کے متعلق کیتھولک کی دو مختلف جماعتوں کے دو مختلف نظریوں کا اعلان ابھی ابھی آپ نے سنا۔ نسل انسانی کے اندر امن اور صلح کے راستہ میں دو بڑی مصیبتیں حائل ہیں ایک مشین اور دوسرے پیر مشینوں کے خداوند آئے دن نئی نئی مشینوں کی ایجاد سے عوام کی روٹی چھین رہے ہیں ان کے ہوس بھرے دلوں کی تمنا ہے کہ وہ ان لوہے کے ٹکڑوں میں انسانی گوشت کی کتنی بڑی مقدار ڈال دیں کہ ان کے ہاں ان گنت ڈالروں کے ڈھیر لگ جائیں۔ دوسری طرف صفحۂ زمین پر خدا کے خلفاء اور نائب یہ نہیں چاہتے کہ ان کی خلافت معطل رہے اور نسل انسانی کا جم غفیر ان کے سامنے زمین پر رینگتا رہے یا عوام ان کی پوجا اور پرستش سے آزاد ہوں یہی وجہ ہے کہ جہاں مشینوں کے خداوند دھڑا دھڑ حیرت انگیز مشینیں ایجاد کر رہے ہیں خدا کے نائب اور خلفاء نئے نئے عقائد کی تخلیق سے لوگوں کو پھانس رکھنے میں کوشاں ہیں ان حضرات کا یہ عقیدہ کہ خدا کا صرف ایک بیٹا ہے اور اس بیٹے میں ایک ہو کر ہم سب خدا کا اکلوتا بیٹا ہے کچھ کم فسادات کا موجب نہ تھا، اب اکلوتے بیٹے کی بات چلی تو سنئے ڈاکٹر فرائڈ جو زمانۂ حال کا بہت بڑا ماہر نفسیات ہے اس نے جہاں اس علم کے بے شمار مسائل پر بحث کی ہے اکلوتے بیٹے کی ذہنی کیفیت پر بھی غالباً پہلی مرتبہ قلم اٹھایا ہے۔ بچہ کا پہلا تعلق ماں کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کے بعد باپ کے ساتھ۔ پہلی عورت جس سے بچہ محبت کرتا ہے وہ ماں ہے اور پہلا مرد جس کی طرف وہ فطرتاً کھنچتا ہے وہ باپ ہے، والدین کے افعال اعمال اور کردار بچہ کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے ہیں اور ان کی محبت و پیار کی سرد اور گرم چھاؤں میں بچہ پروان چڑھتا ہے، ماں باپ جب بچہ سے بہت پیار کرتے ہوں جس کی ایک بہت بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کا بیٹا اکلوتا ہو اور ان کے پاس کوئی دوسرا بچہ نہ ہو کہ جس میں وہ محبت بانٹ سکیں تو یہ ایک مسلم امر ہے کہ اکلوتے بیٹے بالعموم ماں باپ کے صرف لاڈلے ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ زندگی کی دوڑ میں سب سے مل کر رہنے سہنے کے عادی نہیں بنتے اکیلا ہی گھر بار کا تاجدار رہنا اسے رواداری۔ عدل و انصاف اور رحم و ہمدردی کے جذبات سے محروم کر دیتا ہے اس سے اس کے شجر حیات میں ناہموار گرہیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں اور ان سے جو شگوفے پھوٹتے ہیں وہ نہایت ہی تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اکلوتا بیٹا ہونے کے جو نقصانات ہیں ان پر نظر کرتے ہوئے اول تو کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ بچہ اکلوتا نہ رہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ماں باپ اسے ایسی سطح پر رکھیں کہ جہاں اسے اس کے ہم عمر بچوں کے ساتھ رہنے کے مواقع میسر ہوں تاکہ اسے یہ پتہ چل جائے کہ دنیا میں صرف وہی نہیں بلکہ اس جیسے اور بھی ہیں اکلوتا بیٹا خواہ انسان کا ہو یا خدا کا ایک خطرہ کا الارم ہے کہ اس کے ساتھ محبت کا توازن بگڑنے نہ پائے

دمی مرغ چمن با گل نوخاستہ گفت
ناز کم کن کہ دریں باغ بسے چوں تو شگفت
گل بخندید و بگفت از راست نرنجیم ولے
ہیچ عاشق سخن تلخ بہ معشوق نہ گفت

جہاں کسی ہستی کے ساتھ والہانہ عشق کیا جاتا ہے تو سچائی کا کلمہ کہنے سے زبان رک جاتی ہے اسلام میں خدا کے اکلوتے کا تصور موجود نہیں اور نہ فی الواقعہ کوئی خدا کا اکلوتا ہے اس کی وجہ ایک تو یہی ہے کہ اکلوتے کے ساتھ پیار مبالغہ اور غلو کی حد تک پہنچ جاتا ہے اور اسے خواہ مخواہ باپ کے برابر یا اس سے بھی بلند و بالا سمجھ لیا جاتا ہے مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا ہے اس خیال نے ہمیشہ ہمیشہ مسیحیت کے اندر غلو، تفرقہ اور فساد کی راہیں کھول دی ہیں قرآن مجید نے فرمایا یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے باز رہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو بلکہ سچ کہو اسی غلو کا نتیجہ تھا کہ سب سے اول عیسائیوں میں توحید

کے خلاف تثلیث کے قائل دو گروہ پیدا ہوئے ان کے الگ الگ نام ...... TRINITARIAN اور TRITHEIST ہیں پہلا گروہ تین میں ایک میں تین کا قائل ہے جو ایک مہمل اور بعید از فہم خیال ہے اس الجھن کو سلجھانے کے لئے دوسرا گروہ پیدا ہوا جو مستقل تین الگ الگ خدا مانتا ہے اور یہ توحید کے خلاف ضلالت عقل کی بین مثال ہے۔

خداوند کی ماں

جناب مسیح کو خدا کا اکلوتا اور خدا کے برابر سمجھ لینے کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ آپ کے والدین بھی عام انسانوں سے بلند اور بالا خیال کئے جاتے کسی نامعلوم امر کی بناء پر آپ کے والد کو کلیسا میں کوئی اہمیت نہیں ملی آپ کی والدہ ماجدہ بھی پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں میں کچھ زیادہ عزت اور تعظیم کی حقدار نہیں سمجھی جاتیں۔ اور نہ مسیح کے بعد صدراولی میں ان کی کوئی توقیر مذکور ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے صحیح نام اس کے معنی اور درجہ و مقام کے متعلق کوئی معقول لٹریچر ہمیں نہیں ملتا گویا ایک غیر ضروری ہستی سمجھ کر اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

(۱) میری (Mary)
(۲) ماریہ یا مریہ (Mariah)
(۳) مِریَم Miriam
(۴) مَریَمْ Mariam

نہ صرف مختلف اناجیل میں اس نام کا تلفظ مختلف ہے بلکہ ایک ہی انجیل کے مختلف نسخوں میں بھی اس کے متعلق اختلاف ہے مثال کے طور پر ایک حوالہ پیش ہے متی باب اول آیت ۲۰ میں ویٹیکن (Vatican) اور ریجیس (Rigius) مطبوعہ پیرس کے یونانی نسخوں میں میری (Mary) ہے مگر اسی انجیل کے گریسباخ ۔ شولز ۔ لاکمین ۔ ٹشنڈارف ۔ ٹرگلس ۔ ڈین الفرڈ وغیرہ وغیرہ تمام یونانی نسخوں میں مریم ہے۔ اسی طرح لوقا ۲ : ۱۹ میں مریہ ہے مگر حاشیہ میں اس کی قرأت مریم بھی دی ہے۔

قرآن مجید کا اعجاز

اس مقدس عورت کے اسم گرامی کا صحیح تلفظ جب ابتدائی تحریرات کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا تو وہی تلفظ درست تسلیم کیا گیا جو اسی عرب نے قرآن مجید میں تلاوت کیا ہے اور یہ قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امی ہونے کے باوجود اہل کتاب کی یونانی عبرانی اور آرمینی زبانوں کی غلطیاں کیونکر درست کر سکتے تھے۔

سائیکلو پیڈیا ببلیکا میں اس صداقت کا اعتراف یوں کیا گیا ہے۔

It was accordingly quite proper that from the earliest Christian times when the etymology of the name was being discussed the form Mariam was assumed P. 2953

جس طرح مریم کے تلفظ میں اناجیل کا اور ہر انجیل کے مختلف نسخوں کا اختلاف ہے اسی طرح لفظ مریم کے معنی میں بھی ابہام ہے لفظ میری (Mary) بے معنی لفظ ہے البتہ اس میری (Mary) کے ساتھ 'یاہ'، لگا کر یعنی میریہ بنا کر اسے بامعنی بنانے کی کوشش کی گئی ہے مگر مریہ تلفظ اناجیل میں شاذ ہے

پرانے عہد نامہ میں مریم حضرت ہارون ع کی بہن کا نام لکھا ہے اور اس کے معنی باغیہ عورت بتائے گئے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ ع کے خلاف پروپیگنڈا کیا تھا۔

علماء نے اس نام کے دو مادے تجویز کئے ہیں مرہ اور مرءٌ۔ مرہ کے معنی باغی ہونا ہیں اور مرءٌ کے معنی موٹا اس لئے مریم کے معنی یا تو باغیہ عورت ہونا ہیں یا فربہ عورت جو عربوں اور عبریوں کے نزدیک خوبصورت اور حسین سمجھی جاتی تھی۔

ہمارا سالانہ اجتماع

جلسہ سالانہ کی تاریخیں اس دفعہ ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۵ء مقرر ہوئی ہیں جس میں جماعت کے جملہ بزرگ اور دیگر مقررین حضرات اسلام اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے مسلک پر اور دیگر پیش آمدہ مسائل پر اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

۲۴ر دسمبر کو خواتین کا جلسہ منعقد ہوگا۔ جس میں خواتین کے دینی لیکچروں کے علاوہ زنانہ دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔

جملہ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ وہ وقت کی قربانی کر کے زیادہ سے زیادہ اس میں شریک ہوں اور کوشش کر کے اپنے دوستوں کو بھی ساتھ لائیں تا وہ ان بصیرت افروز تقریروں سے مستفید ہو سکیں۔ باہر سے آنے والے احباب اپنے بستر ہمراہ لائیں اور اپنی آمد سے خاکسار کو پیش از وقت مطلع فرمائیں۔ والسلام

مرزا خلیل الرحمان
مہتمم جلسہ سالانہ

دستکاری کی نمائش!
خواتین سلسلہ کی توجہ کے قابل

ایک عرصہ سے خواتین سلسلہ احمدیہ نے اشاعت اسلام کے مبارک کام میں حصہ لینے کے لئے جلسہ سالانہ پر دستکاری کی نمائش کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ جس میں خواتین کوئی سا دستکاری کا کام اپنے ہاتھ سے بنا کر مرکز میں بھیج دیتی ہیں جسے نمائش کے موقعہ پر فروخت کر دیا جاتا ہے۔

امسال بھی یہ **نمائش** ۲۴ر دسمبر ۱۹۵۵ء بروز **اتوار** خواتین کے جلسہ کے بعد منعقد ہوگی۔ اس لئے جملہ خواتین سے پرزور استدعا ہے کہ وہ اس **نمائش** میں حصہ لینے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

نمائش کے لئے اشیاء کو تیار کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ چیزیں خوبصورت پائیدار اور عام استعمال میں آنے والی ہوں۔ مثلاً کڑھے ہوئے دوپٹے بچوں کے سویٹر۔ موزے۔ ٹیبل کلاتھ غلاف تکیہ۔ کرسیوں کے کشن بچوں کے کھلونے۔ پلنگ پوش۔ کاتا ہوا سوت۔ کھیس۔ لیڈیز رومال، دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعات وغیرہ وغیرہ۔

نمائش میں حصہ لینا اشاعت اسلام کے عظیم الشان جہاد میں حصہ لینا ہے جو یقینی طور پر روحانی ترقیات کا بہت بڑا ذریعہ ہے لہٰذا خواتین کے لئے یہ ایک نادر موقعہ ہے کہ وہ چار دیواری کے اندر بیٹھ کر اس **مبارک جہاد** میں حصہ لے سکتی ہیں۔

اس مبارک جہاد میں حصہ لینے والی جملہ خواتین سے درخواست ہے کہ وہ جلسہ سے پیشتر پیشتر اپنی تیار کردہ اشیاء مرکز میں بھیجدیں۔

جلسہ سالانہ کے مقررین

جلسہ سالانہ کے مقررین حضرات کی خدمت میں خطوط لکھے گئے ہیں کہ وہ ۲ر دسمبر ۱۹۵۵ء تک اپنی تقریر کے موضوع سے مطلع فرمائیں۔ مذکورہ تاریخ تک اگر ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو اس صورت میں سمجھ لیا جائیگا کہ دفتر کی طرف سے جو موضوع انکی خدمت میں بھجوائے گئے ہیں ان سے اتفاق کرتے ہوئے انہوں نے منظوری عطا فرما دی ہے کہ انہیں انجمن کی مجلس منتظمہ کی منظوری سے جلسہ سالانہ کے پروگرام میں شائع کر دیا جائے۔

ان بزرگوں کے علاوہ جو دوست جلسہ سالانہ کے موقعہ پر تقریر کرنا چاہتے ہوں یا کوئی نظم پڑھنا چاہتے ہوں وہ بھی اپنے موضوع سے ۳ر دسمبر تک اطلاع بخشیں۔

خاکسار۔ محمد آصف۔ افسر نشر و اشاعت جلسہ سالانہ

ختم نبوت میں بابیت و بہائیت کا رد

مولانا عمرالدین صاحب از بمبئی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ خدا تعالیٰ نے قیامت تک ہونیوالے کل انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ کو ہدایت کامل پر مشتمل کتاب دے کر مبعوث فرمایا اس لئے آپ پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہوجانا ایک طبعی امر ہے۔ اگر قرآن کریم میں آپ کو صرف آپ کے زمانہ بعثت سے لے کر دور آدم کے آخر تک کے لئے رسول قرار دیا جاتا ہے اور آپ کو خاتم النبیین نہ کہا گیا ہوتا تو بھی سمجھا یہی جاتا کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں کیونکہ آپ کا ایک زندہ نبی ہونا اور آپ کی ہدایت کا زندہ اور کامل کتاب ہونا لازماً آپکے تاخر زمانی کی دلیل ہے اور آپ کا مرتبہ سب نبیوں سے افضل ہونا بھی اسی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ نبی کا سب سے بڑا کمال اس کا اپنے فیض روحانی سے اپنے متبعین کو مرتبہ کمال تک پہنچانا ہے اور جب یہ کمال آنحضرت صلعم میں موجود ہے اور آج بھی آپ کا افاضہ روحانی دنیا میں موسیٰ و عیسیٰ جیسے کاملوں کو پیدا کرسکتا ہے اور کرتا رہا ہے تو پھر اب کسی اور نبی کی ضرورت ہی کہاں رہی۔ جس طرح آفتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے آفتاب کی ضرورت نہیں اسی طرح آنحضرت صلعم کو خدا تعالےٰ نے ہدایت کا زندہ اور ہمیشہ چمکتے رہنے والا آفتاب بنایا ہے۔ جیسا کہ آپ کی شان میں سراجاً منیراً کے الفاظ کا منشا ہے۔ ما قیل:۔

افلت شموس الاولین وشمسنا
ابداً علی فلک العلیٰ لاتغرب

اس لئے دور محمدی میں ہر ضرورت انسانی کو پورا کرنے کے لئے آفتاب رسالت محمدی کی فیض رسانی کافی ہے۔ اور کسی نئے یا پرانے رسول کی امت محمدیہ کو کیا کل دنیا کے انسانوں کو ضرورت نہیں۔ ختم نبوت کا یہی منشا ہے۔ احادیث نبویہ میں مختلف پیراوں میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے اور سب کا خلاصہ بالفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ

"انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی"

میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد نبوت کا مدعی دجال ہے۔ کسی ماننے والے کے لئے اس حقیقت واضح کا صریح انکار تو ممکن نہیں مگر چونکہ تاویل کا باب بہت طویل ہے اس لئے بابی اور بہائی ایک طرف اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں اور کھلے لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نبیوں اور رسولوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا مانتے ہیں اور یہ بھی کہ آپ کا دور نبوت و رسالت قیامت تک ہے۔ مگر دوسری طرف وہ باب اور بہاء اللہ کو نبی اور رسول کہکر بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے جب ان سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ تم باب یا بہاء اللہ کو نبی یا رسول کیسے مان سکتے ہو جبکہ تم قرآن مجید کو خدا تعالےٰ کی سچی اور لاتبدیل کتاب مانتے ہو۔ تو پہلے تو وہ یہ بحث شروع کردیتے ہیں کہ قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے نہ کہ خاتم الرسل۔ پھر وہ آیات قرآن سے پڑھنی شروع کردیتے ہیں جن سے ان کے خیال میں انبیاء رسل کا آتے رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس مسئلہ پر بابیوں بہائیوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے قادیانیوں کی بھلائی کے لئے یہ چند سطور لکھتا ہوں۔

بہاء اللہ اور ختم نبوت

میں اس مضمون ختم نبوت کو بہاء اللہ کے بیان سے ہی شروع کرتا ہوں کیونکہ بابی تو ختم ہوچکے اور اگر وہ کہیں ہیں تو وہ لایموت فیھا ولا یحیٰی کے مصداق ہیں۔ مگر بہائی اپنے پروپگنڈا میں بہاء اللہ کو مظہر خدا اور نبی اور رسول اور پیغمبر وغیرہ قرار دیکر دنیا کو غلط فہمی میں پھنسانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں اس لئے میں پہلے بہاء اللہ کے اپنے عقیدہ ختم نبوت سے شروع کرتا ہوں۔ بہاء اللہ نے لکھا ہے:۔

(۱) الصلوٰۃ والسلام علیٰ سید العالم و مربی الامم الذی بہ انتہت الرسالۃ والنبوۃ وعلیٰ آلہ واصحابہ دائماً ابداً سرمداً"
(فردوس ص۲۹۳)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسی کتاب کے صفحہ ۲۴۲ پر لکھا ہے کہ:۔
"خاتم الرسل وسید الکل"

(۳) پھر اشراقات میں بہاء اللہ نے لکھا ہے کہ:۔
"کل بیقین مبین بدانند کہ "خاتم الانبیاء" درمقام خود شبہ و مثل و شریک نداشتہ
"اولیاء صلوٰۃ اللہ علیہم بکلمہ او مخلوق شدہ"
(اشراقات)

(۴) "اسئلک یا الٰہی۔۔۔۔۔۔ بالذی بہ اظہرت امرک وسلطانک وانزلت آیاتک ورفعت اعلام نصرتک فی بلادک وزینتہ بطراز الختم وانقطعت بہ نفحات الوحی بان لاتخیبنی مما قدرتہ للمقربین من عبادک"
(الواح مبارکہ ص۴۰۵)

(۵) "اسئلک باسمک المہیمن علی السماء وبامواج بحر رحمتک یا فاطر السماء وبکتاب الاعظم الذی ھدیت لہ الامم واخبرت فیہ عبادک بالقیامۃ وظہوراتہا وبالساعۃ واشراطہا وجعلتہ مبشراً لاولیائک ومنذراً لاعدائک بان تجعلنی فی کل الاحوال صابراً فی بلائک وناظراً الی افق فضلک ومتمسکاً بحبل طاعتک وعاملاً بما امرتنی فی کتابک انک انت الغفور الکریم وانک انت اللہ رب العالمین اے رب صلی علی سید یثرب والبطحاء وعلیٰ آلہ واصحابہ"
(الواح مبارکہ ص۴۰۶)

(الف) نوٹ:۔ اس کے آگے کی لوح "ھو السمیع الحکیم" میں ساری کی ساری قرآن مجید کے اندر بیان کردہ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق چاہی گئی ہے اور بطفیل اولیا و اصفیاء اسلام اور افق حجاز سے چمک کر کل عالم کو منور کر دینے والے نور محمدی کے طفیل یہ دعا کی ہے کہ اللہ کے بندوں کو خدا کے ذکر و ثنا اور عمل بالقرآن کی توفیق عطا ہو۔

مگر بخوف طوالت میں نے اسے نقل نہیں کیا۔

(ب) نوٹ:۔ اگر کوئی چالاک تقیہ باز بہائی یہ کہے کہ یہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس طرح دعا مانگا کریں۔ تو میں کہتا ہوں تب بھی بہائیت باطل ہے کیونکہ جب عمل بالقرآن اور صراط مستقیم مصرح فی الاسلام ہی پر قائم رہنے کی تعلیم ہے تو کسی نئی شریعت کے لانے کا دعوےٰ ہی غلط ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ خاص مرزا حسین علی نوری الملقب بہ بہاء اللہ کی اپنی دعائیں ہیں نہ یہ کہ کسی غیر کو نصیحت۔ میرے سامنے ایک دفعہ ایک بہائی نے چالاکی سے کہا کہ یہ تو ہدایت و تعلیم دی گئی ہے مسلمانوں کو اور حضرت بہاء اللہ تو رب العالمین ہیں ان کے لئے یہ ہدایت کیسے ہوسکتی ہے تو میں نے اس فتنہ بہائی کو کہا ذرا الواح کو آنکھیں کھول کر پڑھیئے اور بتایئے یہاں کونسا ایسا قرینہ ہے جس سے آپ کی بات ثابت ہوسکے میں تو نص صریح پیش کرتا ہوں جو آپ کے لئے آپ کے مدعی ربوبیت کی طرف سے ہے۔ اور آپ دجل سے کام لیکر دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ سامعین سمجھ گئے اور بہائی فتنہ خاموش ہوگیا۔ میں بہائی کتب سے ایسے صریح حوالے اور بھی پیش کرسکتا ہوں جہاں نبوت اور رسالت کو تا قیامت ختم شدہ تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن سردست یہ اوپر کے چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں اور بہائیوں سے سوال کرتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ باب یا بہاء اللہ کے لئے نبوت و رسالت کے دعویٰ کی کہاں گنجائش باقی ہے جبکہ

محمد رسول اللہ پر نبوت و رسالت ختم ہوچکی۔ اور دائماً ابداً سرمداً نبوت محمدی ہی باقی و جاری و ساری ہے اور وحی نبوت کے دروازے ہمیشہ کے لئے مسدود ہوچکے اور قرآن مجید کا پیش کردہ صراط مستقیم ہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے کی توفیق خود بہاء اللہ اپنے لئے اور تمام اہل عالم کے لئے خدا سے مانگتا ہے۔"

- - - - - - - - -

ختم نبوت کی حقیقت

کاش بہائی لوگ ختم نبوت کی حقیقت جانتے تو وہ ان صریح حوالوں کو پڑھکر کبھی بہائیت کو ایک مستقل مذہب کی صورت میں قبول نہ کرتے جو در اصل عبد البہاء کا مذہب ہے نہ بہاء اللہ کا مسیح ناصری کے مذہب کو خراب کیا پولوس نے بہاء اللہ جس کو بہائی مسیح موعود بھی کہتے ہیں اس کے مذہب کو خراب کیا اس کے بیٹے عبد البہاء نے اور حضرت مرزا محی الاسلام سچے مسیح موعود ہیں ان کے مذہب کو جو در اصل اسلام ہی ہے نہ کوئی نیا مذہب خراب کیا آپ کے بیٹے میاں محمود احمد صاحب نے - میں بابیوں بہائیوں اور قادیانیوں کی ہدایت کے لئے ختم نبوت کے اصل معنے اور انکی حقیقت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانی ..... سناتا ہوں سنئے - آپ فرماتے ہیں:-

ختم نبوت کے الہامی معنے

"اوحی الی ان الدین ھو الاسلام والرسول ھو المصطفٰے سید الانام فکما ان ربنا واحد یستحق العبادۃ وحدہ کذالک رسولنا المطاع واحد لا نبی بعدہ ولا شریک معہ وانہ خاتم النبیین"

(منن الرحمٰن صـ۲)

ترجمہ - میری طرف وحی کی گئی ہے کہ اب دین صرف اسلام ہے اور رسول صرف محمد مصطفٰے تمام انسانوں کا سردار ہے جس طرح ہمارا خدا اکیلا مستحق عبادت ہے اسی طرح ہمارے رسول محمد صلعم اکیلے مطاع ہیں کوئی نبی ان کے بعد نہیں نہ کوئی ان کے ساتھ نبوت میں شریک ہے اور وہ بلا شبہ نبیوں کو ختم کرنے والا ہے -

یہ وہی معنے ہیں جن کا قائل خود بہاء اللہ بھی ہے اور کسی قادیانی کی تو مجال کیا ہے کہ وہ ان معنوں کو رد کر سکے - ان الہامی معنوں کو بارہا قادیانیوں کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے اور آج تک ان کی طرف سے نہ ان کی تردید ہوئی نہ کوئی تاویل بلکہ وہ ایسے خاموش رہتے ہیں گویا ان کو ان معنوں کی خبر ہی نہیں - دیسے بہائی جو در اصل اجرائے نبوت کے مسئلہ میں قادیانیوں کے امام ہیں - وہ بھی ان معنوں پر کچھ نہیں بول سکتے جبکہ خود ان کا "خدا" ہی یہ کہتا ہے کہ بلا شبہ نبوت و رسالت کے مقام میں محمد صلعم منفرد ہیں نہ ان کا اس میں کوئی شریک ہے نہ مثیل - جیسا کہ اوپر کے حوالوں سے ظاہر ہے - اور جب وحی نبوت بند ہو گئی جیسا کہ الفاظ "انقطعت نفحات الوحی" سے صاف ظاہر ہے تو پھر بہائی آج اس وحی کا مدعی کسی کو کیسے قرار دے سکتے ہیں -

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے بہائی لیڈر خود قائل ہیں کہ

باب و بہاء اللہ نبوت و رسالت کے مدعی نہیں ہیں دور ولایت سے دور نبوت محمد صلعم پر ختم ہو چکا

اگر کسی کو اس میں شبہ ہو تو وہ المنا ... وغیرہ اور رسائل ابو الفضل کو پڑھ لے اب اگر کوئی یہ کہے کہ ولایت تو نبوت سے بھی افضل اور بڑی ہے تو میں کہوں گا وہ نہ نبوت کو جانتا ہے نہ ولایت کو - بہاء اللہ تو خود لکھتے ہیں کہ ولایت ظل نبوت ہے جو اتباع نبی سے حاصل ہوتی ہے -

(دیکھو الواح صـ۱۲)

(باقی دارد)

خواتین کا جلسہ

(۱) اس دفعہ خواتین کا جلسہ نہایت اہمیت رکھتا ہے - اس لئے جملہ خواتین سے پرزور درخواست ہے کہ وہ ابھی سے اس کے لئے تیاری شروع کر دیں اور اس جلسہ میں شمولیت فرما کر جلسہ کو کامیاب بنائیں - باہر سے آنے والی خواتین کے لئے ہر قسم کے آرام اور سہولت کا انتظام تسلی بخش کیا جائیگا -

(۲) جو خواتین اس جلسہ میں تقریر کرنا چاہتی ہوں - یا کوئی مقالہ اور نظم پڑھنا چاہتی ہوں وہ اپنے موضوعات اور وقت سے جلد مطلع فرمائیں، تا پروگرام مرتب کرنے میں آسانی ہو -

اس سال کا جلسہ

جلسہ سالانہ کی تاریخوں کا اعلان گذشتہ شیوع میں کیا جا چکا ہے اس پرچہ میں بھی کسی دوسری جگہ افسر جلسہ کا دعوت نامہ درج ہے، اسی ضمن میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہمارا اس سال کا جلسہ اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ وہ مبارک وجود جو اپنی گوناگون خصوصیات کی وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک نشان ہے، ایک خطرناک بیماری سے شفایاب ہو کر اس جلسہ میں ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا - حضرت امیر ایدہ اللہ کی شفایابی جماعت احمدیہ کی دعاؤں کا ایک اعجازی کرشمہ ہے، اور جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کی زیارت اور آپ کے روحانی اور علمی فیوض سے مستفیض ہونے کے لئے امید ہے کہ احباب جوق در جوق جلسہ میں شامل ہوں گے، اور ان عظیم الشان کاموں میں حصہ لیکر جو اس جماعت کے سپرد کئے گئے ہیں، مامور الٰہی کی ان دعاؤں کے وارث ہوں گے:-

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالٰے ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرماوے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عطا فرماوے، اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو اے خدائے ذو المجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانات کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین"

بزم ادب ادارہ تعلیم القرآن

بخدمت مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ تعلیم القرآن ہوسٹل میں ہر اتوار ہماری "بزم ادب" کا باقاعدہ اجلاس ہوتا ہے - جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب صدارت فرماتے ہیں - جس اجلاس میں صاحب موصوف بوجہ مصروفیت تشریف نہیں لا سکتے تو اجلاس سپرنٹنڈنٹ صاحب ہوسٹل یا کسی بورڈر کی زیر صدارت منعقد کیا جاتا ہے - گذشتہ اتوار کے اجلاس کی روئیداد درج ذیل ہے - اپنے قابل قدر جریدہ میں اسے شائع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں -

بزم ادب ادارہ تعلیم القرآن ہوسٹل لاہور

اتوار مورخہ ۱۲ - اکتوبر ۱۹۵۰ء

بزم ادب ہوسٹل ادارہ تعلیم القرآن کا اجلاس محمد ...زخان صاحب بی - اے - بی ٹی متعلم لا کی زیر صدارت منعقد ہوا - خادم صاحب نے قرآن کریم کی تلاوت کی - اس کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی راقم الحروف نے گذشتہ اجلاس کی روئداد پڑھکر سنائی نذر رب صاحب متعلم ایف اے نے نہایت موثر طریق سے اپنے مضمون "سائنسدان، سیاستدان، شاعر، اور جرنیل میں سے کون قوم کی تقدیر بدل سکتا ہے" کو نبھایا - مقرر صاحب نے سیاستدان کو سب سے زیادہ بلند مقام پر کھڑا کیا - اس پر سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل نے مختصر سی تقریر میں بتلایا کہ قوموں کی تقدیر بدلنے میں روحانی معلمین سب سے پیش پیش ہیں اور ان کا مقام سب سے زیادہ بلند ہے - روحانی معلمین کے بغیر کوئی قوم عروج حاصل نہیں کر سکتی - اس کے بعد حکیم بخش خان صاحب بی - ایس - سی متعلم لا نے ایک مختصر سا علمی مضمون سنایا - یونیورسٹی ٹورنمنٹ میں مصروفیت کی وجہ سے بعض حضرات اپنے مضمون پیش نہ کر سکے - صدر صاحب نے مختصر سی تقریر میں بورڈران سے اپیل کی کہ آئندہ اجلاس میں بورڈران اخلاقی - ادبی - مذہبی اور معاشی موضوعات پر تقریریں کریں

اُندلسی مُسلمانوں کی علمی خِدمات

اسلام سے پہلے یورپ کی حالت

دنیا کا کوئی بھی مورخ عیسائی یا غیر عیسائی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ جب مسلمان قوم اندلس میں آئی تو سارا یورپ جہالت اور بدتہذیبی کے اندھیروں میں اُلجھا ہوا تھا۔ علم کی مشعل کہیں روشن نہ تھی کلیسا یقیناً تھے۔ لمبی لمبی تسبیحاں ہاتھوں میں رکھنے اور صلیبیں گلوں میں لٹکانے والے پادریوں کی بھی کمی نہ تھی مقدس رہبانیت کے جھرمٹ کے جھرمٹ ہر طرف رعنائیاں بکھیرتے یقیناً نظر آتے تھے مگر ان میں کوئی بڑا عالم نہ تھا۔ کوئی طبیب حاذق کوئی منجم، کوئی سائنسدان، کوئی کیمیاگر، کوئی جغرافیہ دان اور کوئی بڑا فن کار نہ تھا، چند پادری یقیناً ایسے تھے جو لاطینی یا عبرانی زبان سے شُدبُد رکھتے تھے۔ مگر ان کی تعداد دس ہزار میں صرف ایک تھی یعنی دو ہزار جاہلوں میں ایک شخص ایسا تھا جو لاطینی زبان پڑھ یا لکھ لیتا عوام کے گروہ کے گروہ انتہائی جاہل اور بیہودہ تھے دس دس بستیوں میں کوئی ایسا شخص نصیب سے نظر آتا جو حرف شناس ہو۔ مگر مسلمانوں نے اس ملک میں آتے ہی اس کی کایا پلٹ دی۔ ہر طرف علم کی مقدس شعلیں جلائیں۔ رصدگاہیں قائم کیں، دواسازی کے ادارے کھولے، زراعت میں حیرت انگیز ترقی کی اور صنعت و حرفت کو عروج بخشا۔

مسلمانوں کا علمی ذوق اور اسکا سبب

مسلمانوں نے اس ملک میں علم کی جو خدمت کی۔ سائنس کی جو نئی ایجادات کیں ان کا ذکر بڑی تفصیل چاہتا ہے یہ تفصیل کا موقعہ نہیں،

مختصر یوں سمجھئے۔ کہ

یہ قوم جو اندلس میں پہنچی جہالت کو سب سے بڑا گناہ تصور کرتی تھی، جاہل ہونا اس کے نزدیک انتہائی ذلت کی بات تھی اس کے جو افراد بعض ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر بچپن میں علم سے محروم رہ جاتے وہ بڑے ہو کر اپنی کمزوری کو اس طرح چھپاتے جیسے وہ کوئی بہت بڑے عیب دار تھے جیسے اُن کے چہرہ پر کوئی گھناؤنا داغ تھا۔

علم سے اس درجہ شغف کا سب سے بڑا سبب یقیناً یہ تھا کہ اندلس کے مسلمان بادشاہ خود بڑے عالم تھے، عبدالرحمان اوّل۔ ہشام اوّل۔ الحکم اوّل، عبدالرحمن ثانی الحکم ثانی، ہشام ثانی، ابن ابی عامر، حتیٰ کہ ابوالحسن، الزغل، اور ابوعبداللہ بھی اپنے وقت کے بہت بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں الحکم ثانی کے بارے میں تو اندلس کی تاریخ میں کچھ ایسی دلچسپ باتیں لکھی ہیں، جیسی بوعلی سینا، الغزالی، ابن رشد، اور دوسرے آئمہ فن کے لکھی پائی گئی ہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ الحکم ثانی کے کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں موجود تھیں جن میں سے اکثر ایسی کتابیں تھیں جن کے حاشیوں پر الحکم ثانی نے اپنے قلم سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا، ان میں سے کئی کی شرحیں خود انہوں نے لکھیں، کئی پر لمبے لمبے اشارات تحریر کئے۔ آخر عمر میں کثرت مطالعہ کے سبب ان کی بینائی ان کا ساتھ چھوڑ گئی تھی مگر ان کا شوق پہلے جیسا تھا۔ وہ آخر وقت تک نئی نئی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے۔

شاہ بطلوس

سرقسطہ کے بادشاہ المقتدر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے سائنسدان اور ریاضی دان تھے بطلوس کے بادشاہ المظفر اتنے بڑے عالم تھے کہ انھوں نے عربی زبان میں ایک حیرت انگیز انسائیکلوپیڈیا تصنیف کی جس کی پچاس جلدیں تھیں، یہ ممتاز اہل علم بادشاہ تھے۔ ان کے علاوہ اندلس کا کوئی مسلمان بادشاہ ایسا نہ تھا جو بہترین عالم نہ ہو، شعر تو قریب قریب ہر اندلسی بادشاہ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ بعض بہت اونچے شاعر تھے۔ اور بعض رسمی انہیں علم سے اتنی ہی محبت تھی جتنی تاج و تخت سے، وہ علم کو بہترین ساتھی اور بہترین لباس سمجھتے، یہی سبب تھا کہ اندلس کی کوئی بستی یا کوئی گاؤں شہر یا قریہ ایسا نہ تھا جہاں بہترین کتب موجود نہ ہوں۔ اندلس کے دُور دراز مقامات میں بادشاہوں نے خود جا کر مکتب اور مدرسے کھولے۔ ہر بستی جس میں دس دس گھر موجود ہوتے ابتدائی درسگاہ سے خالی نہ ہوتے اور کوئی کاشتکار بچہ عربی زبان پڑھ لینے اور لکھ لینے کی صلاحیت سے محروم نہ ہوتا۔

بڑی بستیوں میں کئی کئی بڑے مدرسے ہوتے۔ جہاں ثانوی تعلیم دی جاتی تحصیلوں اور ضلعوں میں اعلیٰ درسگاہیں تھیں اندلس بھر میں تعلیم کے سب سے بڑے مرکز تین تھے قرطبہ۔ اشبیلیہ اور غرناطہ، طلیطلہ، سرقسطہ ملاغہ، المریا، بلینہ، شاطبہ اور دوسرے اضلاع اپنی بڑی درسگاہوں کے سبب کچھ کم اہمیت نہ رکھتے تھے۔ خصوصیت سے بلینہ نے اپنی تعلیم گاہوں، بڑے بڑے علماء اور سائنسدانوں کے سبب بڑی شہرت پائی۔

قرطبہ میں تعلیمی ادارے

بارھویں صدی عیسوی میں قرطبہ میں ایک ہزار بڑی بڑی درسگاہیں اور تعلیمی ادارے ایسے موجود تھے جہاں ثانوی اور اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔ ان درسگاہوں میں دس ہزار سے زائد ماہرین تعلیم ہر وقت موجود رہتے، ان میں بعض علماء تو یگانہ روزگار حیثیت رکھتے اور وہ اپنے فن میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابن رشد، زرقل ابوالوفا بغدادی، اسحاق ابن حنین، اشبیلی۔ ابوالحسن علی۔ ابن ابی صلت۔ ابن یونس، الحازن جابر کوفی، جابر ابن افلح۔ داؤد الغربی، ابوالقاسم ابن زہر۔ ابن سعید الخطیب۔ ابن وافد اور التمیمی جیسے علمائے فن نوادر و رجال میں سے ہیں جن کی نظیر دنیا آج تک پیدا نہ کر سکی۔

یہ اساتذۂ فن قرطبہ، اشبیلیہ، بلینہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیوں اور تعلیم گاہوں میں تعلیم بھی دیتے اور نئی نئی ایجادات و تحقیقات بھی کرتے۔ ان میں سے بعض علماء ایسے ہیں جو سو سو اعلیٰ درجہ کی کتابوں کے مصنف اور سائنس کی بہت اہم ایجادات کے موجد ہیں۔

تینوں مقامات کی یونیورسٹیاں قرآن، حدیث، فقہ، ہندسہ، طب، موسیقی، نظم و نثر ادویہ سازی، جراحت، نجوم، سائنس، اور زراعت و باغبانی کی تعلیم دیتے۔ اساتذہ فن میں بہت سے یہودی اور عیسائی اندلسی بھی تھے۔

قرطبہ یونیورسٹی میں طلباء کی زیادتی

قرطبہ یونیورسٹی کے مقامی کالجوں میں گیارہ ہزار طلباء روزانہ تعلیم پاتے۔ یہ محض وہ طالب علم تھے جو اونچی جماعتوں میں تکمیل کے مدارج طے کر رہے تھے، ان طلباء میں یہودی، عیسائی، اندلسی، غیر اندلسی سب ہی ہوتے، یورپ کے اکثر مقامات کے طلبہ مختلف جماعتوں میں داخل تھے، ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جاتا جو مقامی طالب علموں سے ہوتا تعلیم میں نہ کوئی تفریق تھی نہ امتیاز۔ ہر کوئی برابر تھا۔ امراء کے بچوں کو چھوڑ کر باقی ہر طالب علم کو یونیورسٹی کی طرف سے بیش کتابیں مفت ملتیں اور غیر مقامی طالب علموں کو رہائش، خوراک اور لباس کی سہولتیں بھی مفت بہم پہنچائی جاتیں۔

یونیورسٹی کے ماتحت جو کالج قائم تھے ان میں ہر مضمون کے الگ الگ شعبے تھے طب زراعت اور ہیئت یا سائنس کی درسگاہیں خصوصی درسگاہوں کی حیثیت رکھتی تھیں قرطبہ اشبیلیہ اور غرناطہ کے طبی کالج، یورپ بھر میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان تینوں کالجوں کے ساتھ بہت بڑے بڑے معمل دواسازادارے اور تجربہ گاہیں بھی تھیں جہاں ہزارہا جانوروں کی نعشیں علم الابدان کی تعلیم کے لئے ہر لحہ موجود رہتی تھیں۔

ہر مضمون کے باقاعدہ امتحانات ہوتے تھے خصوصیت سے طب اور دواسازی کے شعبے کے امتحانات تو بہت سخت تھے طبیب اور دواساز کو سخت منزلوں میں سے گذرنا پڑتا انہیں نہ صرف نظری تعلیم میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہوتی بلکہ کئی کئی سال تک شاہی تجربہ گاہوں میں عملی تعلیم بھی لینی پڑتی، دواساز کو دواسازی کی اجازت اور طبیب کو علاج کرنے کی سند اس وقت ملتی جب وہ متعلقہ فن کی ایک ایک بات سے واقف ہو جاتے۔ کند ذہن، نکمے اور بےحس طالبعلموں کو نہ دواسازی کی اجازت ملتی اور نہ علاج کا حق دیا جاتا۔

سائنسدانوں کی حوصلہ افزائی

قرطبہ، اشبیلیہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیوں کی نہ صرف عمارتیں قابل دید تھیں، ان کی تجربہ گاہوں اور معملوں کا سامان حیرت انگیز ہوتا۔ سائنس کے معمل تو اچھے خاصے عجائب خانے تھے۔ ان میں عجیب عجیب کمرے جن کی لمبائی اور چوڑائی سو سو فٹ ہوتی۔ درجنوں کی تعداد میں موجود ہوتے۔ ہر پروفیسر اور ہر ماہر فن کی تجربہ گاہ الگ اور خصوصی ہوتی۔ اس کی ہر رصدگاہ کو شاہی محل کا منصب تھا۔ اور کسی شخص کو اس کی رصدگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر داخلہ کی اجازت نہ ہوتی حکومت وقت اسے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتی۔ اگر وہ ستاروں پر کمندیں پھینک کر انہیں جھوکانے کی کوشش کرنا چاہتا تو سرکاری خزانے اس کے قدموں میں ڈھیر ہوتے۔ بادشاہ وقت آپ اس جیسے سائنسدان کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھتا۔ وقت پڑنے پر اپنے گلے کے آخری جواہرات اور اپنے محل کی آرائشی چیزیں اس کے لئے قربان کرنے سے دریغ نہ کرتا۔ الناصر، منصور اور الحکم ثانی کے دور میں بعض سائنسدانوں کے معمل اندلس کے شاہی محلوں سے زیادہ وسیع تھے اور ایک سائنسدان کی سواری جب باہر نکلتی تو لوگ یوں اس کا احترام کرتے تھے

جیسے بادشاہ وقت تھا۔

ایجادات کی روئیدادیں

سائنس کے کالج اور معمل میں جو اساتذہ وقت کام کرتے ان کی تحقیقات و انکشافات ایجادات کے متعلق ہفتہ وار، ماہوار، دو ماہی، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ روئدادیں چھاپی جاتیں۔ گو ان کی تعداد بہت زیادہ ہوتی، مگر اتنی ضرور ہوتی کہ ایک ایک کاپی ہر سائنسدان اور ہر سرکاری ادارہ اور کتب خانہ کو مہیا کر دی جاتی یہ سارے کام سرکاری طور پر انجام پاتے کاغذ کے بھاری ذخیرے ہر وقت ہر یونیورسٹی کی تحویل میں رہتے شاطبہ کے عظیم الشان کاغذ ساز کارخانے ان کاموں کے لئے دن رات کاغذ بناتے یہ وہ وقت تھا جب سارے یورپ میں ایک شیٹ کاغذ بھی تیار نہ کیا جاتا تھا۔

کتب خانے

ہر یونیورسٹی کے ساتھ بڑے بڑے کتب خانہ بھی ہوتے، ان کتب خانوں میں ہر مضمون کی کتابیں جمع رہتی تھیں۔ کوئی مضمون ایسا نہ تھا جس پر ہزاروں کتابیں موجود نہ ہوں، یہ کتب خانے بیک وقت اشاعت کرتے تھے۔ یونیورسٹی کے اساتذہ اپنے اپنے فن پر جو رسالے اور کتابیں تصنیف کرتے یہ کتب خانے ان کتابوں کو شائع کرتے۔ اس وقت پریس نہ تھے۔ پریس کی کمی خطاط اور خوش نویس پوری کرتے۔ ایک ایک کتب خانہ میں کئی کئی ہزار خطاط اور خوشنویس ملازم ہوتے جیسے ہی کوئی نئی کتاب تصنیف ہوتی یہ خوش نویس اس تصنیف کی ہزاروں سینکڑوں نقلیں کر لیتے، ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کتبخانوں اور علماء کو پہنچا دی جاتیں۔

کتابوں کی وسیع اشاعت کا طریق

بیان کیا گیا ہے کہ صرف شاہی کتب خانہ میں جو یونیورسٹیوں کے علاوہ تھا ایک وقت میں پانچ پانچ ہزار خطاط کام کرتے، دنیا کے ہر حصہ میں جو کتاب تصنیف ہوتی وہ یہاں پہنچ جاتی۔ یہاں اس کی ہزاروں نقلیں ہوتیں اور اس طرح پورے ملک کے کتب خانے اس تصنیف سے زینت پاتے۔ قرطبہ میں الحکم ثانی کے زمانہ میں بیس ہزار دکانیں صرف کتابیں بیچتیں۔

ان کتابوں کی جلدیں مطلا اور مذہب ہوتی۔ بعض جلدوں میں خوشبودار لکڑی بھی استعمال کی جاتی۔

کتابوں کے انتخاب میں کوئی سختی نہ برتی جاتی، ہر موضوع اور ہر خیال، ہر ملک، ہر قوم اور ہر ملک کی کتابیں ان کتب خانوں میں آتیں۔ نئے نئے تراجم ہوتے مترجمین کی جماعت کو سرکاری طور پر اس بات کا مجاز قرار دیا گیا تھا کہ ہر معینہ کتاب کو اپنی زبان میں ترجمہ کر لیں۔

منصور ابن ابی عامر کے زمانہ میں جب سرکاری کتب خانوں پر احتساب تھا تو ہزاروں کتابیں ایسی ملیں جو دہریت اور خلاف اسلام فلسفے کی مبلغ تھیں۔

علماء اندلس کی خدمات

علمائے اندلس نے صرف تاریخ پر کئی ہزار کتابیں تصنیف کیں۔ فلسفے، فقہ طب اور سائنس پر تو لاکھوں کتابیں لکھی گئیں جغرافیہ پر ساتھ جغرافیہ دانوں نے اعلیٰ درجہ کی تصانیف مرتب کیں۔ ان کے تیار کردہ نقشے بہت اعلیٰ درجہ کے تھے جو ریشم کے کپڑوں پر بنائے گئے تھے۔

ابن حمید اور ابن جبیر نے جغرافیہ کی خاطر دنیا بھر کی سیاحت کی۔ ابن بطوطہ ۲۴ سال تک سیاحت کرتے رہے۔ عبد البکری کی آدھی زندگی اسی فن کی خاطر سیاحت میں گذری مالغہ کے ادریسی نے جغرافیہ میں بڑا نام پایا ہے یہ مالغہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دنیا جہان کی سیاحت کی، نہ صرف سیاحت کی بلکہ ان ملکوں کے طول و عرض کا حساب کیا جغرافیائی حالات جانے اور پھر ان کو مرتب کر کے علم کی ایک بڑی ضرورت پوری کی — ادریسی نے جو جغرافیہ لکھا وہ دنیا کا سب سے پہلا جغرافیہ ہے۔ جو نقشے تیار کئے وہ تین سو سال تک سند رہے اور جو حالات بیان کئے وہ آج تک صحیح سمجھے جاتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ادریس دنیا کے سب سے بڑے جغرافیہ دان تھے۔ انہوں نے دنیا کا ایک ایسا کرّہ بنایا تھا۔ جس میں زمین و آسمان کی ہر کیفیت درج کی تھی یہ کرّہ ۵ ½ من وزنی تھا۔ اس کے ایک طرف ستارے اور برج بنے تھے اور دوسری طرف خشکی اور تری کے تمام زمین کے حصے نمایاں کئے گئے تھے۔

مسلمانانِ اندلس کی علمی خدمات

اندلس کے عرب جغرافیہ دانوں نے اس موضوع پر بڑی محنت کی اور نہ صرف اندلس کے جغرافیائی حالات مرتب کئے بلکہ اس وقت کی معلوم دنیا یورپ اور ایشیا کی کیفیات جغرافیائی تحریر کیں۔ ان مصنفین نے، جو جغرافیائی درجے مقرر کئے اور جو پیمائش لکھی وہ قریب قریب اب تک صحیح سمجھی گئی ہے۔ جغرافیہ ایسی محنت مسلمانان اندلس نے تاریخ پر بھی کی ہے۔ اندلس کے کئی بادشاہ ایسے تھے جنہوں نے تاریخ پر کئی کئی تصانیف کیں بطلیوس کے بادشاہ ابن افطس نے اندلس کی ایک بڑی مستند تاریخ لکھی الحکم ثانی کی تاریخ تو اپنے اونچے معیار کے اعتبار سے صدیوں ممتاز رہی۔ ابن احمد طلیطلی، حجازی الغزالی الحجازی۔ ابن بشکوال۔ محمد اور لسان الدین ابن خطیب جیسے مصنفین نے تاریخ کی دنیا میں بہت شہرت پائی ہے اندلس کے ہر دور میں تاریخ نویسی پر بہت توجہ دی گئی ہے کوئی زمانہ ایسا نہ تھا جبکہ ہر ضلع میں ایک مورخ اور شاہی دربار میں ایک مورخ اعلیٰ نہ ہوتا۔ ہر مقام پر واقعہ نویسوں کی تو بہت بہتات تھی۔

جو حیثیت اس دور میں اخبار نویسوں کی ہے وہی اس زمانہ میں مورخوں کی تھی — یہ مورخین سرکار سے بھاری تنخواہیں پاتے اور جب تصانیف مکمل کر لیتے تو اونچے انعامات سے نوازے جاتے۔ حد تو یہ ہے کہ اندلس کے عربوں نے جانوروں تک کی تاریخ لکھ ڈالی ابو المنذر کلبی نے اور ابن زید نے گھوڑوں کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ اور عبد الملک نے اونٹوں کی۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ اندلس کے مسلمانوں نے تاریخ پر بارہ ہزار کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض نے غیر معمولی شہرت پائی ہے

اندلس میں نحو، فقہ اور طب پر بھی ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں ہیئت اور فلسفے پر تو الگ الگ ایک ایک مصنف نے دس دس بیس بیس کتابیں تصنیف کیں۔

ابن رشد کی موشگافیاں

مسلمان خلیفوں میں ابن رشید نے شہرہ پایا ہے سلیمان بن جبرائیل بھی کچھ کم مشہور نہیں ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے یہ حقیقت ثابت کی کہ قانون ارتقاء کا اثر حیوانات، نباتات اور جمادات میں یکساں موجود ہے۔ ڈاروں کے شہرہ آفاق نظریہ کی بناء اندلس کے ان خلیفوں کی موشگافیاں ہیں ابن رشد نے اس باب میں بعض ایسی موشگافیاں کیں کہ علمائے وقت نے ان کو گردن زدنی سمجھا۔ مگر ابن رشد کا نام اب تک زندہ ہے اور ان کے فلسفے اور حکمت نے تو یورپ کو زندگی بخشی ہے۔ دنیا بھر کے موجودہ اور ماضی کے فلسفی ابن رشد کے شاگرد اور خوشہ چیں ہیں۔

اندلس کے مسلمانوں نے ریاضی پر بڑی محنت کی ہے۔ انہوں نے ستاروں کی رفتار معلوم کی — ان کے جدول تیار کئے۔ سورج کے مدار کی دوری — دائرۃ البروج کا تدریجی التقاء انحرافت اور دن و رات میں اعتدال کی صحیح قدر مقرر کی۔ کسور اعشاریہ کے قواعد بنائے الجبرا میں نئی نئی باتیں معلوم کیں جیب ہندسی ایجاد کیا۔ قاعدہ مساوات لکھی اور ساخت المثلثات ان ہی کی ایجاد ہے۔ اشبیلی اور زرقل اس فن کے امام تھے۔ انہوں نے اس فن کو بہت ترقی دی زرقل نے مدار النجوم کے لئے بیضوی راستہ تجویز کیا اس عالم بے مثل نے آفتاب کے بعد اقصیٰ کی حرکت معلوم کرنے کے لئے چار سو دو تجربے کئے اس نے اپنی رصدگاہ میں ان مشاہدات پر جتنی محنت کی اور کسی نے نہیں کی۔ ابو الحسن علی نے نو سو مشاہدات کئے، ابن سینا نے جو فہرست تیار کی اس میں ایک ہزار بائیس ستاروں کے نام لکھے ہیں ابن ابی صلت تیس سال تک سیاروں کی رفتار معلوم کرنے میں لگے رہے۔

مسلمان ریاضی دانوں اور سائنسدانوں نے جو کرۂ ارضی و سماوی بنائے۔ وہ اپنی مثال آپ تھے — ان میں پانچ جدولیں ہوتیں، جو دونوں طرف کو دی جاتیں۔ نیچے کے حصے میں گیارہ لکن ہوتے۔

اوپر کے حصوں میں برجوں کی علامتیں بنی ہوتیں۔ کہکشاں کی طرف اشارے ہوتے اور بڑے بڑے ستاروں کے نام لکھے ہوتے اندلسی عربوں نے بعض اصطرلاب ایسے بنائے جن کے ذریعہ سو شہروں کا طول بلد معلوم کیا جا سکتا۔

ابن یونس نے جو دھوپ گھڑی بنائی اس سے آفتاب کی رفتار سے متعلق کئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ ابن یونس کے علاوہ کئی دوسرے ریاضی دانوں نے جو دھوپ گھڑیاں اور کلاک بنائے ان سے بھی بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔

موجودہ کلاک کی اصل بھی اندلسی عربوں کی ایجاد ہے گلیلو کلاک کا موجد نہیں محض نقال ہے۔ اس نے یہ فن اندلسی عربوں سے چرایا۔ اور ریاضی اور ہیئت میں اندلس کے عربوں نے غیر معمولی محنت کی۔ ان کی وجہ سے ریاضی اور سائنس میں غیر معمولی ایجادات ہوئیں الخازن یا الہیثم نے دنیا میں پہلی بار شفق، ہوا کے ثقلِ نوعی اور ایتھر سے متعلق بہت سے انکشافات کئے۔ بالخصوص علمائے اندلس ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے گھومنے والے کرے، اصطرلاب، دھوپ گھڑیاں۔ پانی کی گھڑیاں، آب پیما آلات منظر کواکب اور تومیقات ایجاد کئے۔

(باقی ـــ باقی) (ماخوذ)

اَصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم

حضرت جعفر طیارؓ کی سیرت طیبہ

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

جعفرؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی تھے۔ عمر میں تقریباً دس سال حضرت علیؓ سے بڑے تھے۔

قبولِ اسلام

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو ساتھ لیکر نماز میں مشغول تھے ابو طالب ان دو طائران قدس کو سربسجود دیکھ کر بہت متاثر ہوئے، اپنے دوسرے صاحبزادہ یعنی حضرت جعفر طیار کو ارشاد فرمایا کہ تم بھی اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جعفرؓ نے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نماز کی لذت و سرور نے ان پر اتنا اثر کیا کہ فوراً حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ہمیشہ کے لئے اللہ عزوجل کے پرستاروں میں شامل ہو گئے۔ (اسد الغابہ)

ہجرت حبش

مشرکین قریش کی ستم آرائیوں سے تنگ آ کر جب بحکم رسولؐ چند صحابہ حبش کی طرف روانہ ہوئے تو جعفر طیار بھی ان میں شامل ہو گئے۔ یہ مختصر سی جماعت معہ عورتوں اور بچوں کے کل تراسی [۸۳] افراد پر مشتمل تھی۔

مشرکین کا تعاقب

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ جب صحابہ کی یہ جماعت حبش میں امن و سکون کے ساتھ قیام پذیر ہوئی اور فراغت و بیفکری سے ارکان دین ادا کرنے لگی تو مشرکین قریش پر یہ بات گراں گذری اور انہیں یہ سن کر سخت صدمہ ہوا کہ شاہ نجاشی نے ان کے ساتھ نہایت نیک سلوک کا برتاؤ کیا اور انہیں بہت سی مراعات سے نوازا ہے چنانچہ انہوں نے باہم مشورہ کر کے ایک وفد بہت سے تحفے تحائف دیکر شاہ نجاشی کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ ان مسلمانوں کو اپنی سلطنت سے نکال دے یہ وفد دو شخصوں پر مشتمل تھا عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن عاص بن وائل۔ (سیرۃ ابن ہشام)

ابو طالب کو جب قریش کی اس شرارت کا علم ہوا تو آپ نے چند اشعار شاہ نجاشی کی تعریف میں لکھکر بھیجے ان اشعار میں شاہ نجاشی کے نومسلم مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک کا شکریہ تھا اور دشمنوں کے شر کو ان سے دفع کرنے کے لئے ترغیب تھی۔ (ابن ہشام)

مشرکین کے ان دو نمایندوں نے اراکین سلطنت کو رشوت دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا اور ان کے ذریعہ دربار شاہی میں رسائی حاصل کر لی وہ تمام تحائف جو اپنے ساتھ لیکر گئے تھے شاہ نجاشی کی خدمت میں پیش کئے جنہیں بادشاہ نے قبول فرمایا اور ان سے حبش میں آنے کا مقصد دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہماری قوم کے چند نوجوان جہلا اپنے قومی مذہب کو ترک کر کے آپ کی سلطنت میں آ کر آباد ہو گئے ہیں ان کے رشتہ داروں نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ ان لوگوں کو آپ ہمارے ساتھ روانہ کر دیں۔ اراکین سلطنت اور علماء نصاریٰ نے بھی ان لوگوں کی تائید میں کہا کہ ہمیں ان نوواردوں کو اپنی سلطنت سے نکال دینا چاہیئے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ شاہ نجاشی کو ان باتوں سے سخت رنج ہوا اور جوش غضب میں کہا واللہ میں ان مہمانوں کو جو دوسرے ممالک پر میری سلطنت کو ترجیح دے کر میری پناہ میں آئے اور آباد ہوئے ہیں ہرگز ان کے ساتھ نہ بھیجوں گا۔

اصحاب رسول نجاشی کے دربار میں

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ نجاشی نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ اس پر سب لوگوں نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ حقیقت حال نجاشی کے سامنے بیان کر دی جائے جس میں ہمارا تبلیغی مقصد بھی حل ہو جائیگا۔ چنانچہ یہ لوگ جعفر طیارؓ کو اپنا نمایندہ بنا کر دربار میں پہنچے جہاں علاوہ اعیان سلطنت کے بڑے بڑے علماء نصاریٰ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نجاشی نے انہیں مخاطب کر کے سوال کیا کہ وہ کونسا نیا مذہب ہے جسے آپ لوگوں نے قبول کر کے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو خیرباد کہا۔

حضرت جعفر طیارؓ کی باوقار تقریر

جعفر طیارؓ نے نجاشی کے سوال کا جواب ایک پر اثر اور برجستہ تقریر میں دیا۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ ہم جاہل تھے۔ بتوں کی پرستش ہمارا مذہب تھا۔ ہماری اخلاقی حالت یہاں تک بگڑ چکی تھی کہ ہم مردار خور تھے (۲) فواحش اور گناہ کا علی الاعلان ارتکاب ہمارا وتیرہ تھا (۳) قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی ہم نے جائز کر رکھی تھی (۴) ہم میں سے زبردست کمزور کو کھا جاتا تھا۔ الغرض ہم ایسی ذلیل حالت میں تھے کہ ہم نے تمام اخلاقی حد بندیاں توڑ کر رکھدی تھیں اللہ تعالےٰ نے ہم پر اپنا فضل کیا اور اپنا رسول ہم میں مبعوث فرمایا جس کے نسب اور شرافت۔ صدق و امانت اور عفاف سے ہم خوب واقف ہیں۔ اس رسول نے ہمیں توحید الٰہی اور معرفت کی طرف بلایا اور بت پرستی سے جو ہم میں مدتوں سے رائج تھی منع فرمایا۔ صدق مقال۔ اداء امانت صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی گناہوں سے بچنے اور ترک فواحش کا ہمیں حکم دیا یتیم کا حق تلف کرنے اور نیک عورتوں پر بری تہمت لگانے سے ہمیں منع فرمایا۔ اللہ عزوجل کی عبادت، نماز، روزہ اور زکوٰۃ کو ہم پر فرض کیا چنانچہ ہم نے اس رسول کی تصدیق کی ہم نے کفر و شرک سے بیزاری ظاہر کی۔ جس چیز کو ہمارے رسول نے حلال بتلایا اسے حلال سمجھا اور جس چیز کو حرام بتلایا اسے حرام سمجھا۔ ہماری قوم نے اس دین حق کے اختیار کرنے پر ہمیں تکلیفیں پہنچائیں اور طرح طرح کے دکھ دیئے تا کہ ہم اس پاک دین کو ترک کر دیں اور پھر انہیں گناہوں اور فواحشات میں ملوث ہو جائیں جن میں سے اس بزرگ رسول نے ہمیں نکالا تھا۔ پس جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا اور ہمارے لئے وہاں (مکہ میں) رہنا دشوار ہو گیا تو ہم وہاں سے نکل کھڑے ہوئے آپ کے ملک کو ہم نے پسند کیا آپ کے پڑوس کی ہمیں رغبت ہوئی اور اے بادشاہ ہمیں امید ہوئی کہ یہاں آپ کی سلطنت میں ہم ان ظالموں کے ظلم سے محفوظ رہیں گے۔

نجاشی پر قرآن کریم کا اثر

نجاشی نے یہ تقریر سننے کے بعد جعفر طیار کو کہا کہ وہ پڑھکر سناؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے رسولؐ پر نازل فرمایا ہے چنانچہ حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کی تلاوت شروع کی اور اس محبت اور گداز میں تلاوت فرمائی کہ شاہ نجاشی رو پڑا اور اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ علماء نصاریٰ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ جب جعفرؓ پڑھ چکے تو نجاشی نے کہا بیشک یہ وہی کلام ہے جو عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے یہ اور وہ ایک ہی مبداء نور سے نکلے ہیں۔ پھر وفد قریش کو مخاطب کر کے کہا بہتر ہے کہ تم میری حکومت سے باہر نکل جاؤ۔ (سیرت ابن ہشام)

وفد مشرکین کی عیاری اور ناکامی

عمرو بن عاص نے اپنے ساتھی عبداللہ بن ربیعہ کو کہا کل میں ایسی چال چلوں گا کہ ان لوگوں (اصحاب رسولؐ) کا پورا پورا استیصال ہو جائے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ نے جو ایک نیک دل انسان تھا کہا ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے آخر یہ لوگ ہمارے بھائی بند ہیں۔ مگر عمرو بن عاص پر اس نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور دوسرے روز اس نے شاہ نجاشی سے کہا یہ لوگ حضرت عیسےٰ کے متعلق بہت برا خیال رکھتے ہیں چنانچہ اس مسئلہ کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے شاہ نجاشی نے اصحاب رسولؐ کو پھر طلب کیا۔ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جتنا فکر ہمیں آج لاحق ہوا ایسا کبھی نہ ہوا تھا باہم مشورہ سے فیصلہ یہی ہوا کہ ہرچہ بادہ باد بات وہی کرنی چاہیئے جو برحق ہو۔ ہوگا وہی جو اللہ تعالےٰ کو منظور ہے۔ سب لوگ دربار نجاشی میں حاضر ہوئے۔ نجاشی نے سوال کیا تمہارا عیسےٰ بن مریم کے متعلق کیا خیال ہے۔ حضرت جعفر طیارؓ نے کہا کہ ہمارے نبیؐ پر ان کے متعلق یہی نازل ہوا ہے۔ کہ وہ اللہ کے بندے۔ اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے حضرت مریم کی طرف ڈالا جو کنواری اور بزرگ و پارسا تھیں یہ سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا قسم ہے اللہ تعالےٰ کی تم نے جو کچھ بیان کیا ہے عیسیٰ علیہ السلام اس تنکہ کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام)

نجاشی کی بلند اخلاقی

پھر ملازموں کو حکم دیا کہ وہ تمام تحفے تحائف جو یہ لوگ (وفد قریش) میرے پاس لائے ہیں انہیں واپس کر کے یہاں سے نکال دو میں راشی نہیں ہوں واللہ یہ سلطنت اللہ تعالیٰ نے مجھے رشوت لے کر عنایت نہیں فرمائی۔ (سیرۃ ابن ہشام)

نجاشی کا قبول اسلام

سنہ ۔۔ھ میں شاہ حبش نجاشی نے حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ پر جو اب تک حبشہ میں مقیم تھے اسلام قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے پیغمبر اور خدا کے رسول ہیں۔

(تاریخ اسلام حصہ اول، معارف پریس اعظم گڑھ)

حضرت جعفرؓ کی مراجعت

حضرت جعفرؓ حبشہ سے سنہ ۷ھ میں واپس مدینہ تشریف لائے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے۔ حضرت جعفرؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے انہیں گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا میں نہیں جانتا کہ مجھے جعفرؓ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔

(طبقات ابن سعد)

حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت

جمادی الاول سنہ ۸ھ میں موتہ پر فوج کشی ہوئی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم امارت زید بن حارثہ کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اگر زید شہید ہوں تو جعفرؓ اس علم کو سنبھالیں اور جعفر کے بعد عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہوں گے۔

بخاری کتاب المغازی

میدان جنگ کا نقشہ

میدان جنگ میں متقابل فوجوں کا تناسب حیران کن تھا۔ غنیم نے جبکہ ایک لاکھ ٹڈی دل کی طرح کیل کانٹے سے لیس فوج میدان کارزار میں اتار دی تھی، سرفروشان اسلام کا لشکر تین ہزار سے متجاوز نہ تھا، حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ گھوڑے سے کود پڑے اور علم سنبھال کر غنیم کی صفوں کو چیرتے ہوئے دور تک آگے نکل گئے۔ چونکہ دشمنوں کا ہر طرف ہجوم تھا، تیغ و تبر، تیر و سنان کی بارش ہو رہی تھی آپ کا جسد مبارک زخموں سے چھلنی ہو گیا۔ دونوں ہاتھ بھی یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تھے تاہم اس جانباز سپاہی نے اس حالت میں بھی علم تو حید کو سرنگوں نہ ہونے دیا (اسد الغابہ) بالآخر جب شہید ہو کر گر پڑے تو عبداللہ بن رواحہ نے اور بعد ازاں خالد بن ولید نے علم کو سنبھالا اور مسلمانوں کو موت کے منہ سے کامیابی کے ساتھ بچا لائے۔

ایک بہادر کی موت

عبداللہ بن عمرؓ نے جو اس جنگ میں شریک تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفرؓ کی نعش کو تلاش کیا اور دیکھا تو سامنے کی طرف پچاس زخم تھے۔ تمام بدن پر زخموں کا شمار نوے سے بھی متجاوز تھا مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان کی پشت پر کوئی زخم نہ تھا (طبقات و بخاری)۔ اللہ اللہ صحابہ رسولؐ کس بلند شان کے انسان تھے اور ایک وقت وہ مسند

درس و تدریس کی زینت ہیں تو دوسرے وقت میدان کارزار میں فوجوں کی کمان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

رسول کریم صلعم کا حزن و ملال

حضور علیہ التحیۃ والسلام کو جب جعفرؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ (اسد الغابہ)

جعفرؓ کو طیار کیوں کہتے ہیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روح الامین نے بشارت دی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلہ میں دو نئے بازو عنایت فرمائے ہیں جن سے آپ ملائکہ جنت کے ساتھ ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں۔ (مستدرک حاکم) چنانچہ ذوالجناحین اور طیار آپ کا لقب ہو گیا۔

محاسن اخلاق

حضرت جعفر حسن اخلاق کا مجسمہ تھے بہت کشادہ دست اور فیاض تھے، آپ کا دستر خوان غربا اور مساکین کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ابو المساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کرتا ہے بات یہ تھی کہ میں پیٹ بھر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا رہتا تھا اور اس وقت جب نہ میں خمیری روٹی کھاتا تھا نہ دھاری دار کپڑا پہنتا تھا اور نہ فلاں (مرد) اور نہ فلاں (عورت) میری خدمت کرتے تھے اور میں اپنے پیٹ کے بل پتھروں پر بھوک کے مارے پڑ جاتا اور کسی شخص سے کہتا کہ (فلاں) آیت مجھے سنا ڈالا کہ وہ آیت مجھے یاد ہوتی غرض یہ ہوتی مجھے لے جائے اور کھانا کھلائے، مسکینوں کے لئے سب لوگوں سے زیادہ بہتر جعفر بن ابی طالب تھے ہم کو لے جاتے (اصحاب صفہ کو) اور جو ان کے گھر میں ہوتا ہم کو کھلا دیتے۔ یہاں تک کہ کبھی ہمارے پاس کپی (شہد یا گھی کی) باہر لے آتے جس میں کچھ بھی نہ ہوتا تھا تو ہم اسے پھاڑ ڈالتے اور جو اس میں ہوتا اسے چاٹ لیتے۔

عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ میں بعض اوقات حضرت علیؓ سے کچھ مانگتا تو انکار کرتے لیکن جب اپنے والد جعفرؓ کا واسطہ دیتا تو ضرور کچھ نہ کچھ دیدیتے (سیرۃ الصحابہ) ۴۲

آئیں آکر جلسۂ احباب میں شرکت کریں!

مرتضیٰ خاں حسن

جن کو ناموس محمد مصطفیٰؐ کا پاس ہے
جن کے دل میں خدمت اسلام کا احساس ہے

جان و دل سے جو نثار حضرت داور ہیں
دین سے رکھتے ہیں محبت کفر سے بیزار ہیں

جن کے سینوں میں نہاں ہے آتش عشق نبیؐ
دین کی خدمت کو سمجھتے ہیں جو راز زندگی

منسلک سلک اخوت میں ہیں جنکے جسم و جاں
جنکے چہروں پر عیاں ہیں نور ایماں کے نشاں

جن کے دل میں ہے محبت عیسیٰؑ موعودؑ کی
ہادیٔ برحق امام مہدیٔ مسعودؑ کی

آئیں آکر جلسۂ احباب میں شرکت کریں
اور مل کر چارۂ درد دل ملت کریں

کار و بار عاشقاں کار جدا است
برتر از فکر و قیاسات شما است (مسیح موعودؑ)

بازار محبت میں عاشقان الٰہی کا کاروبار نرالا ہے (کیونکہ سوائے سرفروشی کے دوسرا مال یہاں قابل اعتنا نہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ کاروبار) تمہارے وہم و گمان سے بالاتر ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کی خوشی میں شکرانہ فنڈ کی قابلِ قدر تحریک

لئن شکرتم لازیدنکم

(میاں نصیر احمد صاحب فاروقی)

کراچی - ۱۷ نومبر ۱۹۵۰ء -

برادران جماعت - السلام علیکم - پشاور کے ایک محترم بزرگ نے مجھے ایک خط لکھا ہے جسے میں یہاں نقل کئے دیتا ہوں فرماتے ہیں :-

"اللہ کریم نے بالآخر اپنے عاجز بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور اس ذات بزرگ و برتر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کو محض اپنے فضل و کرم سے نئی زندگی عطا فرمائی اور جماعت احمدیہ پر پھر سے احسان عظیم فرمایا ؎

مستجاب آید دعائے عاشقاں
اے دعاگو ایں دعا را باز گو

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کا وجود ہی فی نفسہٖ اس رب جلیل کی قدرت کا اعجاز ہے اور اسی وجود کو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کئے جانے کے لئے مختص کیا گیا۔ اسی ہستی کو حضرت اقدس کے اعجازی قلم کی امانت سپرد فرمائی جس قلم کی بدولت جو خدمت دین متین حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے لی گئی اس کے لئے رہتی دنیا گواہ رہے گی۔ اور پھر حضرت مسیح موعود کے مخصوص نشان قبولیت دعا کو جس حسن خوبی سے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے وابستگی عطا ہوئی اُن میں سے ہر ایک امر دفتر بیت معرفت کردگار - ان امور کے پیش نظر جماعت پر بھی لازم ہے کہ وہ اس ذات باری تعالیٰ کے حضور تشکر و امتنان کرے۔ اس کی جو صورت میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ ایک "Thanks Giving Fund" کیلئے تحریک کی جائے اگر جناب کو اس سے اتفاق ہو تو جناب اس تحریک کا بیڑا اپنے ذمہ لیں۔ اس فنڈ کا مصرف حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی اقتضائے رائے پر منحصر ہونا چاہیئے - اس ضمن میں میں اپنی طرف سے مبلغ پانچسو روپے کی حقیر رقم کا ڈرافٹ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ بالآخر آپ سے اس گزارش کی بھی جرأت کرتا ہوں کہ اس تحریک کے سلسلہ میں میرا نام اپنی ذات تک محدود رکھیں تو زہے عزو شرف - والسلام دعاگو"

اس تحریک کی ایک رنگ میں ابتداء تو خادم رحمانی صاحب کے خط سے ہوئی جو اخبار پیغام صلح میں چھپ چکا ہے اب ملک کے ایک دوسرے کونہ یعنی پشاور سے ان محترم بزرگ نے اپنے طور پر اس تحریک کو اُٹھایا ہے اور مع مندرجہ بالا خط کے کسی علم کے ملک کے ایک تیسرے کونہ یعنی نواب شاہ (سندھ) سے جناب حافظ عبدالرشید صاحب مبلغ اسلام نے خود بخود یہ کہا ہے کہ وہ اپنے موجودہ پراویڈنٹ فنڈ کے چوتھائی حصہ کو حضرت امیر کی صحت کی خوشی میں بطور شکرانہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان تینوں حضرات کو بہت بہت جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہم غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو توجہ دلائی کہ جناب باری کے اس احسان عظیم کا شکریہ ہمیں کسی عملی رنگ میں ادا کرنا چاہیئے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ کی قدر و منزلت اور محبت جماعت بلکہ غیر از جماعت لوگوں کے دلوں میں کس قدر ہے اس کا کچھ اندازہ تو مجھے ان خطوط - تاروں اور ٹیلیفون کے پیغاموں سے ہوتا رہا جو حضور کی بیماری کے دوران میں یہاں آتے رہے۔ اور اس سے بڑھ کر جس درد اور گریہ و زاری سے جماعت کے احباب نے حضور کی صحت اور درازی عمر کے لئے دعائیں کیں اُس سے عیاں ہے کہ اس مقدس اور بابرکت ہستی کی کس قدر محبت اور قدر احباب کے دلوں میں ہے مسلسل بیماریوں، عمر کی زیادتی، ضعیفی اور آخری بیماری کے خطرناک حملے نے ایسی صورت حالات پیدا کر دی تھی کہ بعض دفعہ تو یہ خطرہ شدت سے محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کی یہ نعمت ہم سے چھن جائے گی۔ مگر جناب باری نے ہم پر رجوع برحمت فرمایا اور یہ نعمت ابھی ہمارے پاس اور رہنے دی۔

اس خط کے اوپر جو ارشاد الٰہی میں نے نقل کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم ہماری نعمت کا شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمت کو بڑھائیں گے اور اگر ناشکری کرو گے تو پھر میرا عذاب بہت سخت ہے۔ زبان سے شکر ادا کرنا تو ابتدائی اور گھٹیا طریقہ ہے۔ اور اگر زبانی شکر کے ساتھ عملی ناشکری ہو تو وہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کو پیدا کرنیوالی چیز ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون بہترین شکر وہ ہے جو عملاً کیا جائے۔ اس لئے جہاں ہمارے لئے جناب باری کے آگے سجدے میں گر کر زبان سے شکر کرنا لازم ہے وہاں عملی طور پر کوئی قدم اُٹھانا بہت مستحسن ہے۔ ملک کے مختلف کونوں سے علیحدہ علیحدہ مگر بیک وقت یہ تحریک ہونا کہ حضرت امیر کی صحت یابی کے موقعہ پر عملی طور پر یوں قدم اُٹھایا جائے کہ کچھ مالی قربانی کر کے اس کام کو تقویت دی جائے جس کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس انسان کو چن لیا ہے میرے نزدیک ایک آسمانی اشارہ ہے کہ رضائے الٰہی کا رستہ یہی ہے۔

اس لئے میں نہایت انشراح صدر سے اس تحریک کو اُٹھانے کا بیڑا اپنے سر لیتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جماعت کے احباب کو وقتاً فوقتاً قربانیاں کرنی پڑتی ہیں، مگر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود نے اس جماعت کے نفوس میں قربانی کی وہ تڑپ پھونکی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے کبھی تھکتے نہیں، اس میں وہ بھی ہیں کہ جو خدا کی راہ میں خرچ کر کے وہ لذت پاتے ہیں جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں پاتے۔ ان میں وہ بھی ہیں جو حضرت امیر ایدہ اللہ کے لئے اپنا مال تو کیا اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ان میں وہ نیک دل بھی ہیں جو کبھی نیک بات ٹالتے نہیں اور ان میں وہ باحیا انسان بھی ہیں جو نیک تحریک پر انکار کرنے کی جرأت اپنے میں نہیں پاتے۔

میں ان تمام مردان خدا سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالےٰ کے اس احسان عظیم کے شکرانہ کے طور پر اپنے دلوں کو خدا کی راہ میں کھولیں اور اپنی محبوب ترین چیزوں میں سے مال کی قربانی کریں کہ اس میں ان کا بھی بھلا ہے۔ دین کا بھی اور باقی دنیا کا بھی۔ اللہ تعالےٰ نے فرما دیا ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ پیسہ محبوب ترین چیزوں میں سے ہے اور اس کو خرچ کئے بغیر نیکی کا اعلےٰ مقام نہیں ملتا یہ پیسہ جو وہ دیں گے وہ ایک ایسے اعلےٰ مقصد پر خرچ ہو گا کہ اس سے بڑھ کر کوئی مقصد نہیں، حضرت امیر نے اس تحریک کو پسند کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کا ارادہ ہے کہ اس فنڈ کو وہ قرآن کریم یا سیرت کی اشاعت کے کام میں لگائیں گے۔

اس لئے میرے دوستو میری اس آواز کو اَن سُنی نہ کر دینا۔ نیکی کا موقعہ سامنے آئے اور انسان اس نیکی سے محروم رہ جائے۔ یہ بڑی بدقسمتی اور نقصان کا سودا ہے۔ میں آپ کو اس نیک کام کی طرف بلاتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ جس کے ہاتھ میں دل ہیں وہ آپ کے دلوں میں انشراح صدر پیدا کرے کہ آپ خوشی بلکہ گرم جوشی سے اس کار خیر میں حصہ لیں۔ میں نے آج اس تحریک کا ذکر اپنے دوست چودھری امجد خان صاحب سے کیا تو انہوں نے اسے بہت پسند فرمایا اور اپنی جیب سے پانچسو روپیہ کے عطیہ کا وعدہ فرمایا میں اس نیک فال کے ساتھ اس تحریک کی بسم اللہ کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ جن نیک دلوں میں تحریک پیدا ہو وہ اپنے عطیہ جات محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور...

قرآن اور محمد صلعم کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کیلئے ضروری تجویز

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا مکتوب گرامی

کراچی - ۲۰ نومبر - بردین - برنس روڈ

میرے محترم بھائیو - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شکرانہ فنڈ کے نام سے ایک اپیل جو پشاور کے ایک مخلص بھائی کی تحریک پر مبنی ہے۔ فاروقی صاحب کی طرف سے اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ مگر یہ تحریک درحقیقت بیک وقت کئی ایک قلوب سے اٹھی۔ جب میرے علم میں لائی گئی تو میں نے اسے ایک مبارک تحریک خیال کیا۔ اس بیماری کے دوران میں مجھے کئی ایک نظارے دکھائے گئے جنہوں نے اس بات پر میرے ایمان کو اور بھی زیادہ پختہ کر دیا کہ وقت آ گیا ہے کہ یہ زمین قرآن اور محمد صلعم کے نور سے اشرقت الارض بنور ربھا کے مصداق ہو جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو مہلت دی گئی ہے وہ اسی لئے دی گئی ہے کہ میں خدا کے نور کو دنیا میں پہنچانے کا کچھ اور کام کر لوں اور مجھ جیسے ناکارہ پر یہ محض خدا کا ایک احسان ہی گو میں نہیں جانتا کہ یہ نور کس وقت کے لئے ہے۔ اگر اس کی نگاہ میں میرا کوئی کام اس کی رضا کا موجب ہے تو وہ میرا کام نہیں اس جماعت کا کام ہے جو خدا کے نور کو دنیا میں پہنچانے کے لئے قربانیوں پر قربانیاں کر رہی ہے۔ اور جس طرح ملائکہ خدا کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں وھم لا یسئمون (اور وہ تھکتے نہیں) اسی طرح یہ جماعت یہ خدا کا اس پر فضل ہے قربانیوں میں لگی رہتی ہے۔ اور تھکتی نہیں۔ میں تو ابھی ایک تحریک کرتا کرتا ہی بیمار ہو گیا تھا مگر بایں جس دن ڈاکٹر خادم رحمانی کا خط میں نے اخبار میں پڑھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس جماعت کے اخلاص کی گہرائیوں کو خدا ہی جانتا ہے۔ اور شاید اگر خدا سب کو توفیق نہ بھی دے۔ اور ہر ایک کی مشکلات کو وہی بہتر جانتا ہے۔ تو کچھ بلکہ بہت سے مخلصین ایسے ہونگے جو اپنے نفسوں پر دکھ برداشت کر کے بھی اس قربانی کیلئے قدم اٹھائیں گے۔ پھر یہ قربانی اگر محض میری ذات کیلئے ہوتی تو اور بات تھی۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ میرے مخلص دوست ایسے بھی ہیں کہ اگر میں انکے گھر میں بیمار ہو جاتا تو وہ میری ذات کیلئے بھی بے دریغ خرچ کرتے اور اسے بوجھ نہ سمجھتے اور اسی طرح میری ذات پر اپنا روپیہ پانی کی طرح بہا دیتے جس طرح میرے عزیز فاروقی صاحب نے بہایا مگر اب جو قربانی شکرانہ فنڈ کے رنگ میں آپ سے چاہتا ہوں وہ ایک بہت ہی بلند غرض کے لئے ہے وہ قرآن اور محمد صلعم کے نام کو دنیا میں روشن کرنے کیلئے ہے۔ میرے ذہن میں بیماری کے ایام میں بالخصوص ایک تجویز چکر لگاتی رہی ہے اور اس کا ذکر سخت ترین گھڑی کو اپنے سامنے دیکھ کر میں نے فاروقی صاحب سے کر بھی دیا تھا کہ کسی طرح قرآن کریم اور سیرت نبوی کو اسقدر سہل الحصول بنا دیا جائے کہ کسی شخص کے رستے میں جو انہیں حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو بڑی قیمت روک نہ رہے۔ میں نے اب بھی اس تجویز کو مکمل نہیں کیا مگر میرا خیال ہے کہ اگر اس فنڈ میں چالیس پچاس ہزار روپیہ جمع ہو جائے تو نہ صرف ایک سال کے عرصہ میں دس ہزار شائقین کے ہاتھوں تک ہم قرآن کریم کو پہنچا دیں گے بلکہ اسکے ساتھ ہی ایک ایسی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے کہ مستقل طور پر سالانہ چار یا پانچ ہزار ہاتھوں تک اسی طرح قرآن شریف پہنچتا چلا جائے۔ اسی غرض کو مدنظر رکھکر میں نے پشاور کے اس بزرگ کی تحریک کو سب احباب تک پہنچانا ضروری سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن احباب کو شرح صدر عطا فرمائے وہ اس میں شامل ہوں۔

میرا خیال سرسری ہے مگر اس پر ابھی میں نے بعض احباب کا مشورہ لینا ہے کہ پاکستان اور بھارت میں بالخصوص طلباء کو قرآن شریف پہنچانیکا انتظام کیا جائے۔ مجھے بہت سے ایسے بزرگوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جنہوں نے اپنے طالبعلمی کے زمانہ میں میرا انگریزی ترجمۃ القرآن پڑھا اور انہوں نے کہا کہ اس وقت سے قرآن کریم کے مطالعہ نے انکے دلوں پر ایک گہرا اثر پیدا کیا اور انکی زندگی میں ایک بیداری پیدا کر دی اور اپنے لئے میں نے ان کے دلوں میں احترام اور محبت کے بلند جذبات پائے۔ میں نے اس دوسری بات کا ذکر صرف اسلئے کیا ہے کہ عوام الناس اور بالخصوص طبقہ علماء میں جو ہماری جماعت کے متعلق ایک نفرت کا جذبہ پایا جاتا ہے اسکو دور کرنے کیلئے بھی انشاءاللہ یہ امر بہت حد تک معاون ہوگا۔ کہ ہم قرآن کریم کی تعلیم کو طلباء میں عام کر دیں۔ اسلئے میرا خیال ہے کہ قرآن شریف کی جو نئی ایڈیشن طبع ہو رہی ہے اس کی کم از کم پانچ ہزار کاپی دس سے لیکر پانچ روپے تک پر پاکستان اور بھارت کے مسلم اور غیر مسلم طلباء کے لئے وقف کر دی جائے۔ اور اگر جیسا کہ میرا خیال ہے دس ہزار کاپی اس رعایت کیساتھ دینے کے ہم قابل ہو جائیں تو بقیہ پانچ ہزار کاپی میں سے دو ہزار کاپی انگلستان میں اسی رعایتی قیمت پر معرفت ووکنگ مشن اور دو ہزار کاپی امریکہ میں بمعرفت سان فرانسسکو مشن اور ایک ہزار کاپی دوسرے ممالک کیلئے مخصوص کر دی جائے۔ اگر دس ہزار تک یہ تعداد نہ پہنچ سکے تو پھر ہر جگہ ایک ہی نسبت سے اسکو کم کر دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اس جماعت کے عاشقان قرآن دس ہزار کی تعداد کو پوری کر دیں گے بلکہ اس سے اوپر نکل جائیں گے

سال گذشتہ سے خواجہ نذیر احمد صاحب یہ اصرار کر رہے ہیں کہ میں خود ووکنگ جاؤں چنانچہ بیماری سے پہلے میں جہاز پر جگہ کا انتظام بھی کر چکا تھا اور آنے جانے کے خرچ کی ذمہ داری بھی خود انہوں نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے سو اگر میری صحت نے اجازت دی تو میں امید رکھتا ہوں کہ انگلستان میں اور اس کے ساتھ ہی شاید امریکہ میں بھی قرآن کریم اور سیرت نبوی کے پہنچانے کے اور رستے بھی کھل جائیں بہرحال یہ ایک عظیم الشان کام ہے جو اسلام کے غلبہ کو دنیا میں لانے کا موجب ہوگا جس کی طرف سے ساری اسلامی دنیا ابھی غافل ہے مگر جس کی طرف ہماری جماعت قدم اٹھا چکی ہے۔ اسی قدم کو تیز کرنے کی ضرورت ہے جو احباب اس میں حصہ لیں وہ جلد سے جلد اپنے وعدوں کو پورا کر دیں تاکہ دسمبر میں سالانہ جلسہ میں جو قدم ہم نے اٹھانا ہے وہ طے ہی کر لیں۔

خاکسار محمد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۸

فون نمبر ۳۷۴۷

لوائے ماینہ ہر سعید خواہد بود ۔ ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے :- چھ روپے

سالانہ چندہ ہندوستان سے :- ۰-۱۲-۸

سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۲۳ ر شلنگ -

ایڈیٹر

دوست محمد

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ ۔ مؤرخہ ۲۵ صفر ۱۳۷۰ھ ۔ ۶ دسمبر ۱۹۵۰ء | نمبر ۴۸

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا

مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام

آں کتابِ حق کہ قرآن نامِ اوست

بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

یک قدم دوری ازاں روشن کتاب

نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نہ نیا نہ پرانا

۲- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

۳- قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آیندہ ہوگی۔

۴- سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے

۵- اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا

جماعت کیلئے ایک خوشخبری

میاں غلام عباس صاحب تمیم آڈیٹر جنرل کے عہدۂ جلیلہ پر

اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے ۔ کہ حکومت پاکستان نے جناب میاں غلام عباس صاحب کو بوجہ خدمات اور قابلیت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے عہدۂ جلیلہ پر مقرر فرمایا ہے۔ جناب میاں صاحب کی یہ ترقی اس قدر عظیم الشان ہے کہ حکومت پاکستان میں اس عہدہ سے بڑھکر کوئی دوسرا سرکاری عہدہ نہیں ہے۔ چنانچہ دنیاوی رنگ میں اس ترقی پر جس قدر بھی خوشی کی جائے اسی قدر کم ہے۔

جناب میاں صاحب کی اس عزت افزائی پر جماعت کے بہت سے احباب اپنی خوشی کے اظہار کیلئے آپکے دولتکدہ پر تشریف لے گئے۔ جناب میاں صاحب نے احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اختتام پر اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ آنکے لئے دعا کی جائے تا اللہ تعالیٰ ان کو حکومت پاکستان کی خدمات کے ساتھ ساتھ اسلام کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ اس دعا کے بعد احباب اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔

احباب جماعت کا یہ خیال ہے کہ جناب میاں صاحب کی موجودہ ترقی حضرت مخدوم الملت خانبہادر غلام رسول صاحب مرحوم و مغفور کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

شیخ عبدالحق ۔ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کراچی

پیغام صلح ہم میاں غلام عباس صاحب کی خدمت میں تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ملک و ملت کی بہترین خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کا عزمِ لاہور

میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کا خط سیکرٹری صاحب کے نام

کراچی ۔ ۳۰ ر نومبر ۔ مکرمی جناب مولوی احمد یار صاحب

السلام علیکم ۔ حضرت امیر ایدہ اللہ ۹ ر دسمبر کو یہاں پاکستان میل سے روانہ ہوکر ۱۰ ر دسمبر بروز اتوار شام کو لاہور انشاء اللہ تعالیٰ پہنچیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمارے امیر کو اس سخت بیماری سے شفا بخشی ۔ مگر ابھی حضور کی طبیعت کمزور بہت ہے اور ڈاکٹری حکم ہے کہ ابھی آپ کچھ مدت کام کم کرنا چاہیئے اور بالخصوص بات چیت بہت کم کرنی چاہیئے۔

یہاں بیماری کے دوران میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے ذمہ وار ٹھہرایا کہ انکی ہدایتوں کی تعمیل کرواؤں سو میں نے ضروری سمجھا کہ اس آخری اور ضروری ہدایت کو جماعت کے احباب تک عموماً اور لاہور میں استقبال اور مزاج پرسی کرنے والے احباب تک خصوصاً پہنچا دوں تاکہ وہ احتیاط برتیں۔ بیشک خود وہ بات خاطر خواہ کریں مگر **حضرت امیر کو حتی الامکان جواب دینے کی تکلیف نہ دیں اور نہ لمبے جواب کی توقع رکھیں۔**

یہ بابرکت اور پُرنور ہستی اب کراچی سے لاہور جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہو اور اسے اپنی حفاظت میں رکھے ۔ آمین

خاکسار نصیر احمد فاروقی

جلسہ فنڈ

سالانہ جلسہ کی تاریخوں کا اعلان ہوچکا ہے امید ہے کہ احباب شمولیت جلسہ کیلئے تیاری کر رہے ہوں گے، لیکن ایک ضروری امر جس کی طرف سب سے پہلے توجہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ احباب کی مہمانی اور اخراجات جلسہ کیلئے ہر دوست کو کچھ نہ کچھ حصہ لینا چاہیئے اور ایسی رقوم ان کے آنے سے پہلے مرکز میں پہنچ جانی چاہئیں۔

اسی سلسلہ میں فرداً فرداً جلسہ فنڈ کی رقم متعین کرکے احباب کو اطلاع دی جاچکی ہے۔ امید ہے کہ تمام احباب اپنی اپنی رقم چندہ ماہ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں مرکز میں ارسال فرماکر مشکور فرمائیں گے تاکہ جلسہ کے ضروری مصارف میں کام آسکے۔ امید ہے کہ احباب فوری توجہ فرمائیں گے

مرتضیٰ خاں ۔ اسسٹنٹ سیکرٹری

چندے بھیجنے والے حضرات کی توجہ کے قابل

بیرونی جماعتوں سے جو دوست چندہ وغیرہ مرکز میں ارسال فرماتے ہیں عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ رقم پہلے بھیجدیتے ہیں اور اس کی تفصیل بعد میں ارسال کرتے ہیں۔ اس سے دفتر کو دوگنا کام کرنا پڑتا ہے اول یہ رقم "بلا تفصیل" میں جمع کردی جاتی ہے اور پھر تفصیل کے آنے پر خزانہ سے بذریعہ بل برآمد کراکر تفصیل کے مطابق ضروری مدات میں جمع کرائی جاتی ہے ۔ اس لئے تمام احباب اس بات کو نوٹ کریں کہ آیندہ ترسیل رقم کے ساتھ ہی تفصیل بھیج دیا کریں۔ امید ہے احباب اس کی طرف خاص توجہ دیں گے۔

احمد یار ۔ جنرل سیکرٹری

وقت کی پکار!

وقت ہے وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت

محمد یحییٰ بٹ صاحب

یہ ایک حقیقت ہے کہ امت محمدیہ پورے تیرہ سو سال سے ایک مسیح کے آنے کی منتظر تھی۔ بڑے بڑے عظیم المرتبت اولیاء اس رجل عظیم کا زمانہ پانے کی حسرت کرتے رہے۔ لیکن انہیں اس کا زمانہ نصیب نہ ہوا۔

احادیث میں جہاں اس مرد خدا کی آمد کی پیشگوئی مندرج ہے وہاں اس کے زمانہ کی حالت کا بھی نقشہ کھینچا گیا ہے۔ عین اس وقت جبکہ اسلام ہر طرف غالب ہو رہا تھا۔ اس کے انتہائی بیکسی کے زمانہ کا نقشہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن وہ عالم الغیب ہستی جس نے کہ "اسلام" کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس نے اس انحطاط کی حالت کو بھی اپنے رسول پہ کھول دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہر قوم اور ہر تہذیب کو حوادثات زمانہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک وقت یہ اگر کوئی قوم انتہائی ترقی حاصل کئے نظر آتی ہے تو بعد میں اس کا زوال بھی ایک حقیقت الامر دکھائی دیتا ہے۔ یہ الٰہی قانون ہے جو اٹل ہے ہر کمال را زوالے۔ اسلام کو بھی انہی حوادثات زمانہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اور زمانہ کے بدلتے ہوئے حالات اور اس کے رجحانات اس پر بھی اثر انداز ہوئے جس سے اس کا وہ کمال جو ابتداء میں اسے حاصل تھا بعد میں آنے والے زمانہ میں آہستہ آہستہ کم ہوتا رہا یہاں تک کہ موجودہ دور میں اس کا انحطاط اپنے انتہائی مقام تک پہنچ گیا جس سے قوم میں یاس اور ناامیدی کی لہر دوڑ گئی یہی وہ زمانہ تھا جس کے لئے آنحضرت صلعم نے اس رجل عظیم یعنی مسیح کے آمد کی پیشگوئی فرمائی تھی۔

یوں تو درمیانی زمانہ میں بھی مسلمانوں پر بڑے بڑے انقلابات آئے۔ لیکن وہ یاس اور ناامیدی کی حالت جس کے دور کرنے کے لئے مسیح کی آمد کی پیشگوئی کی گئی تھی وہ کبھی مسلمانوں میں پیدا نہ ہوئی خلافت راشدہ کے بہترین دور کا ختم ہونا بے شک مسلمانوں کے لئے ایک ابتلاء تھا۔ بعد میں بنو امیہ کا زوال اور بنو عباس کی تباہی یہ بھی مسلمانوں کے لئے مصیبت عظمیٰ تھی۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان انقلابات نے قوم کو مردہ نہیں ہونے دیا بلکہ اس نے ہر انقلاب کے بعد اپنی زندگی اور حرکت کا ثبوت دیا۔

ابتداء میں اگر خلافت راشدہ کا دور ختم ہوا تو فوراً ہی آمریت (ڈکٹیٹرشپ) نے اس کی جگہ لے لی جو بعد میں شہنشاہیت میں بدل گئی۔ بعد میں اگر بنو امیہ کا زوال ہوا تو جھٹ بنو عباس میدان عمل میں نکل آئے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے وقار کو دوبارہ قائم کر دیا۔ یہ تمام انقلابات کبھی بھی مجموعی طور پر مسلمانوں پر محیط نہیں ہوئے۔ بلکہ یہ انحطاط اور زوال کا دور ایک ایک پارٹی تک ہی محدود رہا۔ اگر ایک پارٹی میدان عمل میں کمزور اور ناکام ہوئی تو دوسری پارٹی نے برسر اقتدار آ کر اس کی جگہ لے لی۔

یہ دور جاری رہا۔ یہاں تک کہ بارھویں صدی میں ایک خطرناک دور سے امت محمدیہ کو دوچار ہونا پڑا۔ یہ دور مسلمانوں پر نہایت ہی خطرناک اور پر از مصائب تھا۔ اس دور کی تاریخ پڑھ کر کہ کس طرح مسلمانوں کو اپنے وطن سے نکال دیا گیا اور ان کے بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو تہ تیغ کیا گیا ایک مسلمان کا دل آج بھی کانپ اٹھتا اور جسم لرز جاتا ہے۔

سپین جس پر مسلمانوں نے صدیوں حکومت کی اور جہاں انہوں نے علم کی نہریں بہائیں۔ یونیورسٹیاں قائم کیں کالج اور سکول کھولے اور بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں تعمیر کیں۔ ۱۲۳۶ء میں نہایت ہی بے کسی اور ناداری کی حالت میں وہاں سے دھکے دے کر باہر نکال دیئے گئے۔

ایک طرف اگر مسلمانوں کو اس ذلت کے ساتھ اپنے گھروں سے بے گھر کیا جا رہا تھا تو عین اسی دور میں عباسیوں کے زوال کے باعث مسلمانوں کو بغداد میں تہ تیغ کیا جا رہا تھا۔ ہلاکو خان ایک بگولے کی طرح بغداد پر ٹوٹ پڑا جس نے بغیر امتیاز چھوٹے بڑے بوڑھے جوان، عورت مرد کے جو بھی اس کی لپیٹ میں آیا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا، یہ وہ وحشتناک اور بربریت سے پر دور تھا جس کی مثال تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مسلمانوں کی سیاسی قوت کو دھکا لگا۔ لیکن اس کے باوجود اسلامی روح کو کوئی نقصان نہ پہنچا، وہ مردہ نہیں ہوئی بلکہ زندہ رہی۔ دین زندہ رہا۔ اسلامی تہذیب اور ثقافت زندہ رہی۔ اس کی دلفریبی اور کشش بھی حسب سابق موجود رہی۔ چنانچہ اس انقلاب کے بعد ہی اس نے اپنی زندگی کا ثبوت یوں دیا۔ کہ وہ فاتح قوم جس نے مسلمانوں کے جسم و جان اور مال و متاع کو فتح کیا۔ ایک تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اسلام کی روحانی طاقت کے سامنے مفتوح ہو گئی۔ اور وہی قوم جو مسلمانوں کی سیاسی قوت کے ملیا میٹ کرنے کا باعث ہوئی، وہی بعد میں اسکے استحکام کا ذریعہ بن گئی۔

دوسرے اگر مغرب میں غیر مسلموں نے مسلمانوں کو سپین سے نکال دیا تو ادھر مشرق میں اس کی روحانی طاقت نے غیر مسلموں کو فتح کرنا شروع کر دیا۔ اور ایک تھوڑے ہی عرصہ میں مشرق میں مسلمانوں کی ایک مضبوط سلطنت قائم ہو گئی

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے

موجودہ دور کی مشکلات اور اس کے مصائب پہلے سے کہیں زیادہ تھے۔ اس دور میں مسلمانوں کی دو ہی بڑی سلطنتیں تھیں ایک رومی سلطنت جو ترکی خلیفہ کے ماتحت تھی دوسری ہندوستانی سلطنت جو مغلوں کے ماتحت تھی۔ مسلمانوں کی یہ دونوں سلطنتیں آہستہ آہستہ زوال پذیر ہونا شروع ہوئیں۔ اندرونی بے چینیوں اور کشمکشوں کے باعث اٹھارویں صدی عیسوی میں دونوں سلطنتوں کا وقار ختم ہو گیا۔ جس سے یکبارگی مسلمانوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ آخر ۱۷۹۹ء میں جب ٹیپو سلطان سلطنت مغلیہ کے کھوئے ہوئے وقار کو قائم کرنے کی کوشش میں ناکام ہوئے اور شہید کر دیئے گئے۔ تو مسلمانوں کی رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل گئیں۔

پھر کیا تھا حوصلے تو پہلے ہی سے پست ہو چکے تھے۔ ایک یاس اور ناامیدی کی لہر مسلمانوں میں دوڑ گئی۔ کہ اب اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

چنانچہ سلطنت کے زوال کے بعد جو لٹریچر عالم اسلامی میں پیدا ہوا وہ اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ حزن اور یاس کی ایک عالمگیر لہر کس قدر مسلمانوں پر چھا گئی۔ اسی دور میں کہ ہمارے وطن کے سب سے بڑے شاعر میرزا غالب تھے انہوں نے مسلمانوں کے اس زوال کا مرثیہ لکھا ہے۔

یا شب کو دیکھتے تھے کہ گوشہ بساط
داماں باغبان و کف گلفروش ہے
یا صبحدم جو دیکھئے آکر تو بزم میں
نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

غور فرمائیے ان اشعار سے کس قدر یاس ٹپک رہی ہے۔

مولانا حالی لکھتے ہیں:۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

یہی نہیں بلکہ تمام لٹریچر آپ پڑھ جائیں آپ کو یہی رونا نظر آئیگا۔ کہ امت ختم ہو گئی دین ختم ہو گیا۔

سیاسی شکست تو تھی ہی لیکن افسوس کہ سیاسی انحطاط اور شکست کو اسلام کی شکست قبول کر لیا گیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کرام اور عوام کی توجہ تبلیغ اسلام سے ہٹ گئی یہی وہ نمایاں فرق ہے جو پہلے انقلابات اور موجودہ زمانہ کے انقلاب میں ہمیں نظر آتا ہے۔

ہر چھوٹے بڑے نے یقین کر لیا کہ اب اسلام کسی صورت میں غالب نہیں آ سکتا۔ یہی یاس اور ناامیدی ہی مصیبت عظمیٰ تھی جو اس دور کے مسلمانوں کے شامل حال تھی۔ اور جسے دور کرنے کے لئے مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ (باقی۔ باقی)

ہمارے ایک سیامی دوست

ڈاکٹر عبدالوہاب خان صاحب سیام سے اپنے تازہ خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کی بینائی میں یکلخت کمی واقع ہو گئی ہے جس کا اثر ان کے مزاج پر بھی پڑا ہے اور وہ زیادہ کام کرنے کے قابل نہیں رہے جب سے انہوں نے حضرت امیر کی بیماری کے متعلق سنا ہے یہی دعا کرتے رہے ہیں کہ اے خدا مجھ جیسے ناکارہ انسان کی بقیہ زندگی مولانا محمد علی کو بخش دے۔

احباب جماعت ڈاکٹر صاحب موصوف کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ انہوں نے سیامی ترجمۃ القرآن شروع کر رکھا ہے اور ان کی بڑی خواہش ہے کہ یہ کام تکمیل کو پہنچ جائے۔

پیغام صلح

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ ۔ مورخہ ۲۵ صفر ۱۳۷۰ھ | نمبر ۴۸

جلسہ سالانہ کی بلند ترین اغراض

دنیا میں ہر جگہ اور ہر قوم اور ہر جماعت کے سالانہ اجتماعات اور جلسے منعقد ہوتے ہیں، لیکن شاید ہی کوئی ایسا اجتماع ہو جس کے پیش نظر وہ بلند اغراض ہوں جو ہمارے سالانہ جلسہ سے تعلق رکھتی ہیں، اللہ کا نام دنیا میں بلند کرنا، دنیا کو اس امن اور اتحاد کا پیغام دینا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے اور جس کے ذریعہ دنیا ان مصائب اور نکالیف، اس بدامنی اور پریشانی سے نکل کر جو آج اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوتے ہے اور اس دشمنی اور عناد، تباغض، تحاسد اور باہمی نفرت وحقارت کو چھوڑ کر جو ملکوں اور قوموں کی تباہی اور بربادی کا موجب ہو رہی ہیں ایک عالمگیر برادری اور اخوت ومساوات کا رنگ اختیار کر سکتی ہے۔

یہ وہ غرض ہے جو اس زمانہ میں خدا کے مامور اور مجدد نے ہمارے سامنے رکھی، اور غور کر کے دیکھ لو یہی ایک چیز ہے جس کے حاصل کئے بغیر دنیا میں نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ موجودہ مصائب اور پریشانیاں جو دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہیں کس طرح کم ہو سکتی ہیں، اس وقت انسان انسانوں کو کھانے کے لئے دوڑ رہے ہیں، قومیں قوموں کو ہڑپ کرنے کے لئے دوڑ رہی ہیں اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے، ایک دوسرے کو زیر نگیں لانے اور قسما قسم کے اسلحہ اور ایٹم بم جیسے تباہی خیز ہتھیار سے قوموں اور ملکوں کو تباہ وبرباد کرنے کی تدابیر سوچ رہی ہیں، ان کی اصلاح کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے کہ دنیا کا تعلق خدا کے ساتھ جوڑا جائے اور اس حقیقت کو ان کے ذہن نشین کر دیا جائے کہ تمام قومیں ایک ہی خدا کی مخلوق ہیں، اور رنگ ونسل، ملک وطن کے افتراق کے باوجود مساوی حقوق اور آزاد زندگی بسر کرنے کا یکساں حق رکھتی ہیں، یہ نظریہ صرف اسلام نے پیدا کیا ہے اور صرف نظریہ ہی نہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں میں قومی ونسلی اور لونی امتیازات کے باوجود ایک ٹھوس اخوت ومساوات پیدا کر کے اور ملکوں میں محبت واتحاد قائم کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے ذریعہ سے دنیا میں امن واتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مجلس اقوام متحدہ (یو۔این۔او) کی بھی یہی غرض ہے کہ دنیا میں امن وامان اور اتحاد قائم کیا جائے، قوموں کی قوموں پر چڑھائی کو روکا جائے اور جنگوں کا سلسلہ دنیا سے موقوف کر دیا جائے، لیکن دیکھ لیجئے اس کی مساعی، اس کی اغراض کے کہاں تک مطابق ہیں، چین پر کمیونسٹوں کے تسلط کو روکنے میں مجلس اقوام کہاں تک کامیاب ہوئی، یہودیوں اور عربوں کے تصادم میں اس نے حق کا ساتھ کہاں تک دیا، جنوب مغربی افریقہ پر جنوبی افریقہ کے تسلط اور خود جنوبی افریقہ میں نسلی افتراق کے قانون کو روکنے میں اس نے کہاں تک کامیابی حاصل کی، کشمیر اور حیدرآباد اور جوناگڑھ پر ہندوستان کی چیرہ دستی اور ظلم وستم کو اس نے کہاں تک روکا، اور سب سے بڑھکر کوریا پر امریکہ کی چڑھائی کو روکنے کے بجائے خود اس آگ میں کود کر کیا اس نے دنیا میں ایک عالمگیر جنگ کا خطرہ پیدا نہیں کر دیا؟ یہ وہ سوال ہے جس کا صحیح جواب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مجلس اقوام متحدہ اپنی اغراض ومقاصد کو پورا کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکی ہے اور وہ امن واتحاد جس کے لئے دنیا تڑپ رہی ہے، اس کے ذریعہ پورا ہونا مشکل ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اس مجلس کے اراکین میں زیادہ تر وہی لوگ شامل ہیں جو رنگ ونسل کے امتیازات کے حامی اور خدائے واحد کی مخلوق پر دست تطاول دراز کرنے کے شائق ہیں، اسلام نے ایک خدا کو منوا کر تمام مخلوق کے اندر اخوت ومساوات قائم کر دی اور آج دنیا اگر امن کا منہ دیکھ سکتی ہے تو اسی ایک ذریعہ سے کہ اس واحد خدا کے آستانہ پر جھک کر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آکر مساوات اور محبت واتحاد کا سبق حاصل کیا جائے، یہ وہ سبق ہے جو عملی رنگ میں اسلام دنیا کو پڑھا چکا ہے اور آج بھی دنیا اس کے ثمرات کو حیرت واستعجاب کی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی ہے آج بھی قوموں اور نسلوں، ملکوں اور وطنوں کے اختلاف کے باوجود لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والے ایک ہیں اور باہمی رشتہ اخوت میں منسلک ممالک اسلامیہ کی ایک متحدہ فیڈریشن قائم کر رہے ہیں۔

حضرت مجدد وقت نے اسی پیغام اخوت کو دنیا میں لے جانے، اسی محبت واتحاد کے پیغام کو اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے ہمیں کھڑا کیا ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ **اسلام کے غلبہ** کے سوائے اور کوئی راہ دنیا میں امن واتحاد کی نہیں۔ اس غلبہ کا وقت اب قریب ہے، لیکن اسکو قریب تر لانے کے لئے ہماری سرتوڑ کوششوں، قربانیوں اور جد وجہد کی ضرورت ہے ہمارا جلسہ سالانہ۔ انہی کوششوں کے ذرائع سوچنے، اسلام کو دنیا میں پہنچانے کے رستے تلاش کرنے اور اس کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے منعقد ہو رہا ہے یہ وہ بلند ترین غرض ہے جو دنیا کی اور مجالس اور اجتماعات میں نظر نہیں آتی، آئیے اور اس جلسہ میں شامل ہو کر اسلام کو دنیا پر غالب کرنے، امن واتحاد کو دنیا میں قائم کرنے کی تدابیر سوچئے۔ خود آئیے اور دوسروں کو ساتھ لائیے کہ اسی میں آپ کی اور تمام دنیا کی خوشحالی مضمر ہے۔

دستکاری کی نمائش!

خواتین سلسلہ کی توجہ کے قابل

گذشتہ ایشوع میں جملہ خواتین سلسلہ سے دستکاری کی نمائش میں حصہ لینے کے لئے درخواست کی گئی تھی امید ہے کہ خواتین نے اس کے لئے اشیاء کو تیار کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ نمائش کے لئے کسی چیز کا تیار کرنا۔ یہ وہ طریق ہے کہ جس سے جملہ خواتین اپنے گھروں میں بیٹھے دین اسلام کو دنیا کے اطراف میں پہنچانے کے عظیم الشان جہاد میں حصہ لے سکتی ہیں۔

خواتین کے لئے خدا کی رضا کو حاصل کرنے کا یہ ایک نادر موقع ہے۔ جسے کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہیئے۔ خدا کے ہاں کسی چیز کے چھوٹا یا بڑا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے ہاں اخلاص کی قدر ہے۔ اس لئے اگر آپ کے دل میں خدا اور اس کے رسول کے نام کو دنیا میں بلند کرنے کی تڑپ ہے تو اٹھئے اور اس مبارک جہاد میں حصہ لینے کے لئے کوئی سا دستکاری کا کام چھوٹا ہو یا بڑا تیار کیجئے۔ ہاں البتہ چیزوں کو تیار کرتے وقت جیسا کہ پہلے بھی اعلان کیا جا چکا ہے اس امر کا خاص خیال رکھیں کہ اشیاء پائیدار خوبصورت اور عام استعمال میں آنے والی ہوں مثلاً کڑھے ہوئے دوپٹے۔ بچوں کے سویٹر۔ موزے ٹیبل کلاتھ۔ غلاف تکیہ۔ کرسیوں کے کشن، بچوں کے کھلونے، پلنگ پوش، کاتا ہوا سوت کھیس، لیڈیز رومال، دیواروں پر آویزاں کرنے کے خوبصورت قطعات وغیرہ وغیرہ۔ اس مبارک جہاد میں حصہ لینے کے لئے دیگر بہنوں کو بھی تحریک کریں تاکہ وہ بھی اس سعادت کو حاصل کر سکیں۔

جملہ سیکرٹری صاحبان اور مبلغین حضرات کی خدمت میں بھی درخواست ہے کہ وہ ہر گھر میں اس کی تحریک کریں اور کوشش کر کے تیار شدہ اشیاء کو جلسہ سے پیشتر دفتر میں بھجوا دیں۔

لاہور میں حضرت امیر ایدہ اللہ سے ملنے کے اوقات

حضرت امیر ایدہ اللہ کے عزم لاہور کی خبر دوسری جگہ درج ہے، جس میں بتایا گیا ہے، کہ آپ ۹ ردسمبر کو کراچی سے روانہ ہو کر ۱۰ رکی شام کو پاکستان میل سے لاہور پہنچیں گے امید ہے احباب ریلوے اسٹیشن پر آپ کا پرجوش استقبال کریں گے۔ اپنے گرامی نامہ میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"احباب کو اطلاع دیدیں کہ اگر کوئی دوست (لاہور پہنچنے کے بعد) مجھے ملنا چاہیں تو اس کے لئے موزوں وقت ۴½ بجے شام ہوگا۔۔۔۔۔۔ اس کے سوائے اگر کوئی دوست ملنے کی خواہش کریں تو اسکے متعلق فون پر دریافت کر کے تشریف لائیں"

امید ہے احباب کرام اس ارشاد کو خاص طور پر ملحوظ رکھیں گے۔

یورپ کی سماجی زندگی کی تباہی کورٹ شپ سے ہوئی

جس کا صحیح علاج اسلام نے کیا ہے

کراچی کی ایک تقریب نکاح میں میاں نصیر احمد صاحب فاروقی کا خطبہ

مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۵۰ء کو بعد از نماز مغرب جناب مولوی رحیم بخش صاحب خلف الرشید حضرت مولانا مولوی عزیز بخش صاحب کی صاحبزادی عزیزہ نگہت جبین صاحبہ کی تقریب عروسی جناب چوہدری سلطان علی صاحب کے صاحبزادہ چوہدری اعجاز احمد صاحب کے ساتھ جو حکومت پاکستان کی ہوائی فوج میں لفٹنٹ کا عہدہ رکھتے ہیں بعوض دس ہزار مہر قرار پائی۔ اس پُرمسرت تقریب کے موقع پر حکومت پاکستان کے معزز عہدیداروں نے جن میں بڑے بڑے آفیسر تھے۔ شرکت فرمائی۔ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضرت امیر ایدہ اللہ بھی تھوڑے عرصہ کے لئے تشریف فرما ہوئے۔

نکاح کا عالمانہ خطبہ ہماری جماعت کے خطیب اور درس قرآن کریم دینے والے جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی نے دیا۔ جس کو حاضرین مجلس نے بے حد پسند فرمایا۔ ناظرین "پیغام صلح" کے لئے اس خطبہ میں سے خلاصہ پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ تا وہ بھی اس عالمانہ خطبہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں۔

جناب میاں صاحب نے خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حاضرین مجلس کو یوں مخاطب فرمایا۔

(ا) یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ اللہ تعالےٰ نے تمام نسل انسانی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ جس نے تم سب کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔ واقعات عالم پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم سے قبل دنیا میں یہ دعوےٰ کہیں موجود نہیں تھا۔ خود ملک عرب میں قومیت پر زبان پر۔ خاندان پر اس قدر فخر کیا جاتا تھا کہ اس سے بڑھکر کوئی دوسری قوم اس مرض میں گرفتار نہ تھی۔ آج کل کا زمانہ جس کو روشنی کا زمانہ کہا جاتا ہے اس میں یہ خیال ابھی عام نہیں ہوا۔ ابھی چند سال کی بات ہے کہ جرمن قوم کے مشہور ڈکٹیٹر ہٹلر نے دنیا کے سامنے یہ دعوےٰ کیا تھا کہ جرمن قوم دنیا میں افضل ترین قوم ہے۔ اسی قسم کے دعاوی انگریزوں، امریکنوں اور روسیوں سے بھی سنے جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ دنیا ابھی تک اسی قسم کے مفروضہ اور خود ساختہ قومی تفاخر کے اندر جکڑی ہوئی ہے۔ یہ تو درحقیقت قرآن کریم کا ہی کمال ہے۔ اور یہی اس کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہے۔ کہ آج سے چودہ سو سال پیشتر اس حقیقت کو ظاہر کر دیا گیا کہ نسل انسانی کی اصل ایک ہے اور اس اعلان سے دنیا کے اس مشکل ترین اور پیچیدہ مسئلہ کا حل کر دیا۔ کہ جب نسل انسانی کی اصل ایک ہی ہے تو پھر تمہارے حقوق بھی برابر برابر ہونے چاہئیں۔ موجودہ تحقیقات سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ قرآن نے جس نظریہ کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہی صحیح ہے۔

(ب) اسی حصہ آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا "خلق منھا زوجھا" اسی اصل سے انسان کا جوڑا بنایا چنانچہ اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے دوسرے مقام پر یوں فرمایا۔

"ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ" خدا تعالےٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ تمہارے ہی نفسوں سے تمہارے لئے بیبیاں پیدا کیں۔ تا کہ تم ان سے تسکین قلب حاصل کرو۔ اور اس کی مزید وضاحت فرمائی۔

ولھن مثل الذی علیھن گویا ازدواجی یا معاشرتی زندگی میں بلحاظ حقوق مرد و عورت میں مساوات ہے۔ اس مساوات کا سبق قرآن نے اس وقت دیا۔ جب کہ اس کا نام و نشان تک موجود نہ تھا بلکہ میں تو یہ کہوں گا۔ کہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی بجز اسلام کسی دوسرے جگہ مثال نہیں مل سکتی۔

(ج) اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا کہ ہم نے تمہارے ہی نفس سے تمہارا جوڑا بنایا ہے۔ تا کہ تم ایک دوسرے سے تسکین حاصل کرو۔ اس پر بعض لوگوں نے سوال اٹھایا ہے کہ بعض حالات میں میاں بیوی میں اختلاف کیوں پیدا ہوتا ہے۔ ایسے معترضین نے قرآن کو غور سے نہیں پڑھا۔ قرآن کریم نے اس اختلاف کا جو علاج بتلایا ہے اگر اس پر عمل کیا جائے۔ تو اس دنیا میں ہی انسان کا گھر جنت کی مثال بن سکتا ہے۔ ایسے موقعوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ یہ دعا کرو۔ "ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریٰتنا قرۃ اعین۔ اے رب ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی راحت عطا فرما۔ اور اس دعا کو یوں ختم کیا ہے۔

واجعلنا للمتقین اماما۔

ہم کو متقیوں کا امام بنا۔ اس سے ثابت ہے کہ قرآن کریم کی منشا یہ ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت تقوےٰ کو اختیار کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھکر اپنے آپ کو نمونہ بنائیں اور اسی خطبہ نکاح کی آیات میں خدا تعالےٰ نے چار دفعہ مرد و عورت کو تقوےٰ اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جو بھی جھگڑے ہوتے ہیں وہ اس وقت رونما ہوتے ہیں جب تقوےٰ کے پہلو کو چھوڑ دیا جاتا ہے مثلاً اس قسم کی شکایات کہ مرد بیوی کو تنگ کرتا ہے، یا بیوی بدزبان ہے، عیب یا نا پاکیاں جو ایک دوسرے پر ظاہر کی جاتی ہیں۔ اس وقت رونما ہوتی ہیں جب تقویٰ کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ جب تم ایک دوسرے سے تسکین اور راحت حاصل کرتے ہو تو تقوےٰ اختیار کرو۔ باقی رہ گیا اس قسم کا علاج کہ مرد و عورت میں یک جہتی پیدا کرنے کے لئے کورٹ شپ ہونی چاہیئے یا یہ کہنا کہ محبت وہاں پیدا ہوتی ہے جہاں حسن یا خوبصورتی ہو تو میں ایسے معالجوں سے پوچھنا چاہتا ہوں، کیا یورپ نے اپنی سماجی زندگی کی تباہی و بربادی اسی کورٹ شپ کی طرف منسوب نہیں کی اور کیا ہماری آنکھوں کے سامنے روزانہ ایسے واقعات رونما نہیں ہوتے جہاں بڑے بڑے حسین جوڑے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس لئے اس کا وہ علاج نہیں ہے، جو مغربی روشنی کے دلدادہ تجویز فرماتے ہیں۔ بلکہ صحیح علاج وہی ہے۔ جو قرآن کریم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور جس کا مختصر ذکر میں نے کیا ہے۔

اس خطبہ کے بعد جو آدھ گھنٹہ تک جاری رہا (اور افسوس ہے کہ پورے طور پر قلمبند نہ ہو سکا) جناب میاں صاحب نے حاضرین مجلس کے سامنے ایجاب و قبول کرا کر نکاح کا اعلان کیا، دعا ہے اللہ تعالےٰ اسکو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت بنائے اور جناب میاں صاحب کے پند و نصائح پر ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ عبدالحق
جائنٹ سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ کراچی۔ ۲۸ نومبر ۱۹۵۰ء

پیغام صلح

ہم اس تقریب سعید کے تمام متعلقین کو تہ دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے موجب خیر و برکت کرے۔

دلہن کے والد ماجد خانصاحب میاں رحیم بخش صاحب نے اس تقریب کی خوشی میں انجمن کو دس روپیہ بطور عطیہ اشاعت اسلام مرحمت فرمائے۔

جزاہ اللہ خیرا

دعا کا مجاہدہ اور اس میں شریک ہونیوالے دوستوں کیلئے ہدایات

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

برادرانِ محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

میری درخواست دعا کے جواب میں احباب کے خطوط آ رہے ہیں ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ میں ایسی دعائیں نہیں کرتا اس میں احمدیت کا شائبہ بھی نہیں۔ مگر میں صرف دعا نہیں چاہتا اس دعا کے لئے ایک زبردست مجاہدہ چاہتا ہوں۔ ایک اور بزرگ نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں ایک خواب دیکھا تھا جو ان کی پرائیویٹ ریکارڈ میں لکھا ہوا موجود ہے۔

"تقریباً ۴ بجے کا وقت ہوگا کہ میں ایک بہت وسیع میدان کے ایک کونہ میں آپ کے بالکل نزدیک پیچھے کھڑا ہوں۔ اس میدان میں بہت سے آدمی ہیں آپ کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید ہے اور آپ کا وہ ہاتھ سر سے اوپر ہے۔ آپ لوگوں کو وعظ کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں اور اشاعت اسلام کی طرف متوجہ کر رہے ہیں"

غالباً یہ وہی سال ہے یا اس سے ایک سال پیشتر تھا جب میں نے تراجم قرآن کے لئے ایک فنڈ قائم کرنے کے لئے ایک اپیل کی تھی۔ اس وقت ہمارا عزم یہ تھا کہ پانچ سال کے اندر کم سے کم پانچ نئی زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے شائع ہو جائیں۔ روپیہ بھی جمع ہو گیا پانچ زبانوں میں خدا کے فضل سے ترجمے بھی مکمل ہیں۔ تامل میں ترجمہ مکمل ہوئے تین سال گذر چکے ہیں مگر وہ اب تک چھپنے میں نہیں آتا۔ سندھی اور گورمکھی ترجموں کی تکمیل پر بھی دو سال گذر چکے ہیں مگر ان کے چھپنے میں بھی روک پر روک پڑتی جاتی ہے۔ جاوی زبان میں بھی ہمارے ایک جاوی دوست نے ترجمہ مکمل کر لیا تھا مگر وہ بھی اب تک نہیں چھپ سکا۔ صرف کھاسی زبان کا ترجمہ چھپنا شروع ہے مگر وہ صرف ایک مرد خدا کی ہمت سے جسے اب تک ہم نے صرف لفظی مدد دی ہے اور برمی زبان کے لئے ایک اور مرد خدا کمر ہمت باندھے کھڑا ہے یوں ایک ساتویں زبان سیامی میں بھی کچھ کام شروع ہو گیا ہے مگر میرے دل پر جو ایک صدمہ ہے وہ یہ ہے کہ تین زبانوں میں جو مکمل ترجمے موجود ہیں۔ وہ چھپنے میں کیوں نہیں آتے کیا کہیں ہم میں جمود تو نہیں آ رہا؟ کیا جماعت کے بزرگوں کی توجہ اس طرف سے کم تو نہیں ہو رہی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا کوئی فعل تو ہم سے سرزد نہیں ہوا؟ کیا ہمیں ایک توفیق مل کر پھر وہ ہمارے ہاتھ سے تو نہیں چھن رہی؟ جماعت قادیان نے بھی غالباً ۴۲ء میں یہ اعلان کیا تھا کہ تین سال کے اندر اتنی یورپین زبانوں میں ترجمے چھپوائیں گے مگر وہاں بھی ہنوز روز اول ہے۔ اور بھی کچھ کمزوریاں ہم میں ہیں جن کا میں یہاں ذکر نہیں کرتا۔ حق کا غلبہ دلوں پر اگر ہوگا تو اسی قرآن کے ذریعہ سے اور محمد رسول اللہ صلعم کی قوت روحانی سے ہوگا اس لئے میں نے جماعت کے بزرگوں سے مجاہدہ کے رنگ میں دعا کی درخواست کی ہے اس میں جماعت کے لئے بھی دعا شامل ہے بلکہ مقدم ہے کیونکہ اگر یہ جماعت رہ گئی تو گویا مسیح موعود بھی ناکام ہوا۔ مگر یقیناً ایسا نہیں ہوگا۔ سخت بیماری کے ایام میں میں نے کئی نظارے دیکھے جن میں بعض بڑی بڑی بشارتیں بھی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی دیکھا جو ہمارے اس بزرگ بھائی کے خواب سے کچھ ملتا جلتا ہے وہ نظارہ یہ تھا کہ میرے سر پر ایک ٹوکری ہے جس میں کچھ قیمتی سامان ہے جو میں نے ایک منزل مقصود پر پہنچانا ہے چلتے چلتے میں گر گیا ہوں اور وہ میرا سامان بھی پاس ہی بکھرا پڑا ہے اور میں اس گری ہوئی حالت میں زار زار رو رہا ہوں اور خدا تعالیٰ سے بڑے الحاح سے دعا کر رہا ہوں کہ اے میرے خدا۔ مجھے اٹھا اور یہ سامان منزل مقصود پر پہنچانے کے لئے طاقت عطا فرما۔ ایک رنگ میں میری یہ حالت تھی مگر دوسرے رنگ میں یہ جماعت کی حالت کا نقشہ تھا۔ کہ وہ اپنی اس پہلی حالت پر قائم نہیں جب ہم دنیا میں مشن پر مشن قائم کرتے چلے جاتے تھے۔ اور قرآن کے ترجمے پر ترجمے کر کے انہیں دنیا میں پہنچاتے چلے جاتے تھے اور آج یہ حالت ہے کہ ہماری زبانوں پر بڑے بڑے آدمیوں کی زبانوں پر یہ لفظ آ رہے ہیں کہ فلاں فلاں مشن کو بند کر دو، قرآن کریم کے ترجموں کے کام کو ملتوی کر دو۔ جس دن یہ ہوا اس دن یہ جماعت مر جائے گی اور وہ اپنے دین کو دنیا میں پہنچانے کے لئے اور لوگوں کو کھڑا کر دے گا۔

مجاہدہ دعا کی تمہید کے رنگ میں میں تین باتوں کا ذکر کرونگا گو میں ابھی بہت کمزور ہوں تحریر میں ہاتھ کانپتا ہے۔ بول کر لکھوانے سے ڈاکٹر روکتا ہے اور میرے لئے زیادہ گفتگو کرنا وہ نقصان دہ قرار دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ملاقات کرنے کے لئے جو احباب آتے ہیں ان سے بھی زیادہ گفتگو کرنا میرے لئے ممنوع ہے۔ دن کا بیشتر حصہ اب بھی لیٹ کر گذارنا میرے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو اور اپنی کوششوں کو کمزور پا کر آپ سے امداد کا طالب ہوا ہوں، ان تینوں باتوں میں سے پہلی بات جو آج میں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ قرآن شریف کے وعدوں پر جب تک ہمارے دلوں میں ایمان کامل نہ ہو اس وقت تک ان دعاؤں کے لئے سچی تڑپ پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میری پہلی درخواست ان اصحاب سے جو اس مجاہدہ کے لئے اٹھیں یہ ہے کہ وہ قرآن شریف کو بہت کثرت سے پڑھیں۔ اس کے الفاظ کے اندر ایک شوکت اور قوت ہے۔ اور انسان جب غور سے اسکو پڑھتا ہے تو قرآن کے الفاظ کی قوت اس کے قلب کے اندر ایک قوت پیدا کرتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کی گہرائی کے اندر داخل کرے۔ قلب انسانی قرآن کریم کی تلاوت سے ایک طاقت ضرور حاصل کرتا ہے۔ اور وہ بے پناہ قوت جو صحابہ کے دلوں کے اندر داخل ہوئی اسی قرآن سے ہی آئی۔ مگر یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کے دل کے اندر ایک قوت جذب ہو اور قرآن کے الفاظ اس کے دل کے اندر داخل ہوتے جائیں۔ تب وہ طاقت دل کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ تو قرآن کی تلاوت کی پہلی شرط یہ ہے کہ اپنے گھر کے کسی کونہ میں اپنے لئے ایک چھوٹی سی غار بنا لو۔ جہاں بیٹھ کر تم دنیا اور مافیہا سے الگ ہو جاؤ۔ چاہے وہ پانچ منٹ کے لئے ہو یا دس منٹ کے لئے یا آدھ گھنٹہ کے لئے۔ وہاں قرآن کریم کو پڑھو۔ نبی کریم صلعم کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے وقت آیت رحمت پر خدا کی رحمت مانگتے تھے۔ عذاب کی آیت پر عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ بھی تلاوت قرآن کریم تو جہاں خدا کی رحمت کا ذکر ہو اور اس ذکر سے قرآن بھرا پڑا ہے کوئی صفحہ اس ذکر سے خالی نہیں۔ خدا کی رحمت مانگو۔ یہ دعا مانگو کہ وہ اس ساری زمین پر اپنی رحمت کی بارش برسائے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بالخصوص دعا مانگو۔ سب سے ہی بڑھکر اپنی جماعت کے لئے دعا مانگو کہ اس وقت قرآن کو دنیا میں پہنچانے کا بوجھ اس کے سر پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور بخشش کا ذکر آئے تو اس کی مغفرت اپنے لئے اپنی جماعت کے لئے اسلام کے نام لیواؤں کے لئے مانگو۔ انعام پانے والوں کا ذکر آئے، انبیاء اور راستبازوں کا ذکر آئے تو وہ سب انعام اپنے لئے مانگو جو پہلے راستبازوں پر ہوئے گئے۔ ہاں وہ انعام مانگو وہ کامیابیاں مانگو جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس زبردست طاقت کا ذکر آئے کہ کس طرح وہ حق کو دنیا پر غالب کرتا چلا آیا ہے اور باطل کو مٹاتا چلا آیا ہے تو تمہارے دل سے یہ فریاد اٹھے کہ اے خدا دنیا پر آج ظلمت چھائی ہوئی ہے عقائد کے رنگ میں اور عمل کے رنگ میں بھی تو اپنی اسی زبردست طاقت کا نشان آج بھی دنیا کو دکھا دے اور حق کو دنیا پر قائم کر دے رب احکم بالحق اور باطل کو نابود کر دے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کا نظارہ آج بھی دنیا کو دکھا دے۔ قرآن کریم کی عظمت کا ذکر آئے اس مضمون کی آیات آئیں کہ قرآن کو ہم نے شفا اور رحمت بنا کر بھیجا ہے یا اس قسم کا ذکر آئے کہ یہ قرآن مردوں کو زندہ کر دے گا مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا دے گا یا زمین کے کناروں تک پہنچ جائے گا۔ تو تم وہاں ٹھہر جاؤ اور تمہارے دل سے یہ دعا اٹھے کہ اے خدا آج بھی اپنے اس قرآن کے ذریعہ سے مشکلات کے پہاڑوں کو اڑا دے اور وہ سامان ہمیں عطا فرما کہ ہم تیرے اس قرآن کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں اور اپنے آسمان رحمت کے دروازے ایسے کھول کہ تیرے قرآن اور تیرے پاک پیغمبر تیرے خاتم النبیین کی قبولیت کی ہوا ساری زمین پر چل جائے۔ خدا کی بارش سے

مردہ زمین کو زندہ کرنے اس پر سبزیاں اور باغ اگانے کا ذکر آئے تو تمہارے دل سے یہ دعا نکلے کہ اے خدا یہ زمین جو روحانی طور پر مرچکی ہے تو اس پر اپنی روحانی بارش برسا اور اس کو روحانی طور پر زندہ کر دے۔ اور انسانوں کے دلوں کو نور ایمان سے منور کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ جسمانی اور روحانی بارش کا ذکر کیا ہے ومن اٰیاتہ انک تری الارض خاشعۃ فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت ان الذی احیاھا لمحی الموتیٰ۔ انبیاء اور رسل اور مومنین کی نصرت کا ذکر آئے تو وہی نصرت اپنے لئے مانگو، وہ نصرت مانگو جو اس نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو دی کیونکہ مقصود تمہارا بھی وہی ہے کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو اور لوگ اس کی عظمت کے سامنے جھکیں۔ پہلی ہلاک شدہ قوموں اور ان کی نافرمانیوں کا ذکر آئے تو تمہارے دل کانپ اٹھیں کہ اے خدا ہمیں اپنی نافرمانیوں سے بچا کہ یہ تیری قوم جو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے اٹھی تھی اور جسے صاف طور پر کہدیا گیا تھا کہ ہم نے تمہیں اس لئے سب سے اعلیٰ امت بنایا کہ تم تمام قوموں کو نیکی اور حق کے رستے دکھاؤ جس طرح رسول نے تمہیں نیکی اور حق کا رستہ دکھایا ہے۔ جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس اس اپنے رسول کی امت کو اپنی اور اپنے رسول کی نافرمانی سے بچا اور ان کے اندر وہ قوت پیدا کر دے کہ یہ تیرے قرآن کے عامل بن جائیں اور ان کو تباہی کے رستوں سے بچا جن پر چل کر پہلی امتیں برباد ہو گئیں۔ اللہ تعالےٰ کے ان وعدوں کا ذکر آئے کہ وہ حق کو دنیا میں غالب کرے گا۔ اور یاد رکھو کہ کیا گذشتہ انبیاء کے تذکروں میں اور کیا دوسرے پیرایوں میں قرآن کریم اس ذکر سے بھرا پڑا ہے تو تمہارے دل سے یہ تڑپ اٹھے کہ اے خدا تو اس زمانہ میں بھی حق کو غالب اور باطل کو نابود کر دے۔ ہاں یہ آواز بھی بیکسی کی حالت میں تمہارے دل سے اٹھے کہ اے خدا یہ میری آرزو ہی نہیں یہ تیرا وعدہ بھی ہے اے خدا تو اپنے وعدہ کو پورا فرما اللّٰھم انجز وعدک وانصر عبدک ورسولک وانصر دینک اور اے خدا تو ہماری بھی مدد فرما کہ ہماری بھی یہی ایک آرزو ہے کہ تیرا دین دنیا میں پھیل جائے۔ اور تیرے قرآن اور تیرے رسول کا چرچا ساری دنیا میں پھیل جائے۔ اے خدا آج تیرے اسلام کے لئے تیری وہ نصرت بکار ہے جس سے یہ ساری دنیا میں غالب آجائے۔ تیرے قرآن کے لئے تیری وہ نصرت بکار ہے جس سے اس کی روشنی ساری دنیا میں پھیل جائے اے خدا تو نے اپنے رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا مگر دنیا میں بے شمار قومیں ابھی اس رحمت سے محروم ہیں اے خدا تو نے اپنے قرآن کو ذکر للعالمین بنا کر بھیجا تھا مگر ابھی بے شمار قومیں ہیں جن تک یہ پیغام نہیں پہنچا۔ تو ہماری وہ مدد فرما کہ ہم اس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں اور تیرے رسول کا حسن ساری دنیا کو دکھانے میں کامیاب ہو جائیں۔ اے خدا تیری نصرت یقیناً آتی رہی ہے اور آتی رہے گی مگر اس کے مانگنے والے سست ہیں۔ تیرے افضال نازل ہوتے ہیں ہوتے رہے ہیں ہوتے رہیں گے مگر ان کو جذب کرنے والے دل دنیا کی محبتوں میں گرفتار ہو کر اور دنیاوی نمائش اور بڑائی کے طالب ہو کر سست ہو گئے ہیں تو ہی اپنی جناب سے ان میں قوت پیدا کر دے۔

قرآن کریم میں یہ دو چار موقع ہی نہیں جہاں انسان کے دل سے اس قسم کی دعائیں اٹھیں یہ ایسے مضامین سے بھرا پڑا ہے۔ میں نے چند باتیں بطور نمونہ بیان کی ہیں میری غرض یہ ہے کہ روزانہ کچھ حصہ قرآن کا پڑھو مگر اس طرح پر نہ پڑھو کہ اس کے لفظ تمہاری زبان پر تو ہوں مگر تمہارے دلوں میں نہ اتریں۔ پانی تو پتھر پر بھی بہتا ہے اور اچھی زمین پر بھی بہتا ہے۔ مگر پتھر پر روئیدگی پیدا نہیں ہوتی۔ اچھی زمین اسی پانی سے لہلہا اٹھتی ہے۔ قرآن کا صحیح مقام انسانوں کی زبانیں نہیں انسانوں کے دل ہیں۔ قرآن کو پڑھو مفہوم سمجھ کر بھی پڑھو۔ مگر اس کا مقام اس سے بہت بلند ہے اسکو اپنے قلوب پر وارد کرو۔ یہ قلب نبوت پر اترا، فانہ نزلہ علیٰ قلبک اور قلب ہی اس کا مقام ہے اس کو اس طرح پڑھو کہ گویا یہ تمہارے قلب پر اتر رہا ہے یہ یقیناً اللہ تعالےٰ کے الفاظ ہیں مگر تم ان سے قوت اس وقت حاصل کر سکتے ہو جب یہ تمہارے قلب سے نکلیں۔

والسلام

خاکسار محمد علی

یردین - برنس روڈ - کراچی

۱۲/۵
۲

بسلسلہ گذشتہ — نمبر ۲

حضرت مریمؑ کے متعلق

پاپاءِ رُوم کا نیا عقیدہ

مولینا عبد الحق صاحب ودیارتھی

قرآن مجید کا دوسرا اعجاز

یہ بتایا جا چکا ہے کہ لفظ مریم کے معنی عبرانی لغت میں یا تو باغیہ عورت ہیں جیسا کہ عہد نامہ عتیق میں حضرت ہارونؑ کی بہن مریم کی وجہ تسمیہ بتائی گئی ہے یا مرءٌ مصدر سے اس کے معنی فربہ اندام (موٹی) عورت ہیں جو سریوں اور عبریوں میں حسین عورت سمجھی جاتی تھی یہ دونوں معنی مریمؑ کی تقدیس و تعظیم اور ان کی والدہ ماجدہ کی شان سے بعید ہے ایک عابدہ اور نیک بیبی اس کی دینداراں ہیکل کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہے اس کا ایسا ناپاک یا غیر مذہبی نام رکھے کیونکہ ایسی بزرگ عورت کا نام اس کی شان کے مطابق ہونا چاہئیے۔ انجیل میں تو اس کا ذکر نہیں مگر قرآن مجید کے انباءِ غیب میں سے ہے کہ مریمؑ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے وقت مریم اور اس کی اولاد کے حق میں دعا کرتے ہوئے ماں نے اپنی بچی کا نام مریم رکھا۔ ایسی ذہنی کیفیت کے وقت برا نام رکھنا محال ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ لفظ مریم کا مصدر مرءٌ ہے اور مرءَ اور اِمرءُ کے معنی ترقی دینے اور روحانی نشو و نما کرنے کے ہیں یا یاہ کے معنی خدا ہیں اور میم اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے لگائی گئی ہے اور یوں یہ لفظ مریم بنا ہے جو انجیل لاطینی کے نسخہ میں ماریہ ہے اور اس کے معنی ہیں خدا نے اسے بڑھایا اور ترقی دی قرآن مجید نے بخلاف انجیل نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کا صحیح نام بتایا ہے بلکہ اس کے معنی بھی نہایت صحیح اور اس کی شان کے مطابق بیان کئے ہیں چنانچہ فرمایا وانبتھا نباتاً حسناً۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی ماں کی دعا کو خوب قبول کیا ہے اور اس کی اولاد کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھا روحانی طور پر اسے خوب بڑھایا اور اس کی تہذیب نفس کی، یہی معنی لفظ مریم کے ہیں۔

قرآن مجید کا تیسرا اعجاز

مسیحی تاریخ نویسوں نے نام نہاد خداوند کی ماں یعنی مریم کے بارہ میں استغناء برتا ہے کہ ان کی بناء پر اس کی کچھ عظمت اور اہمیت ظاہر نہیں ہوتی۔ نہ اس کا صحیح نام یاد رکھا اس نام کے معنی بھی نہایت ناشائستہ بیان کئے ہیں اس کے والدین اور شجرہ نسب کا ذکر تک نہیں کیا، قرآن مجید نے مسیحیوں کے اس شبہ کی بھی تردید کی کہ وہ حضرت داؤد کے خاندان سے تھیں، قرآن مجید اسے آل عمران میں سے اخت ہارون بتاتا ہے اور یہ خاندان لیوی ابن یعقوب کا خاندان تھا۔ اب مسٹر ایوارڈ نے تسلیم کیا ہے کہ مریم داؤد کے خاندان سے نہ تھیں کیونکہ داؤد یہودا ابن یعقوب کے خاندان سے تھے (دیکھو سائیکلو پیڈیا بلیکا زیر عنوان "یسوع کی ماں مریم") ایوارڈ کی دلیل یہ ہے کہ مریم الیسابت کی رشتہ دار تھیں اور الیسابات کا داؤد کے شجرہ نسب سے ہونا اسی انجیل لوقا میں مذکور ہے۔ (باقی - باقی)

اخبار احمدیہ

— لاہور میں جلسہ سالانہ کی تیاریاں پورے زور و شور سے ہو رہی ہیں۔

— سانحۂ ارتحال۔ (۱) حکیم احمد خاں صاحب برادر چودھری رحمت خاں صاحب بدر مرحوم ۲۵ر نومبر کو مسلم ٹاؤن لاہور میں بقضائے الٰہی فوت ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالےٰ مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مرحوم کے فرزند سعید احمد خاں اور جملہ افراد خاندان سے دلی ہمدردی ہے۔

(۲) یہ سطور لکھی جا رہی تھیں کہ سلسلہ کے ایک نہایت پرانے بزرگ سید حیدر شاہ صاحب سکنہ چوہٹہ مفتی باقر کی وفات کی اطلاع ملی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سید صاحب ایک نہایت خاموش مرنجاں مرنج اور پاکباز انسان تھے۔ ایک عرصہ تک مسجد احمدیہ بلڈنگس میں صبح کی نماز اور نماز جمعہ میں شامل ہوتے رہے لیکن زیادہ ضعیف اور بیمار ہو جانے کے سبب خانہ نشین ہو گئے آج ۷ر دسمبر کو وفات پائی اور اپنے خاندانی قبرستان بیبیاں پاکدامنہ میں دفن ہوئے اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، ہمیں ان کے فرزندان اور دیگر لواحقین سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ تمام بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

جلسہ سالانہ کی ضرورت و اہمیت

جلسہ کے خلاف ایک مولوی کا فتویٰ

اور اس پر حضرت مسیح موعودؑ کی تنقید

جلسہ سالانہ ہر قوم، ہر جماعت اور ہر انجمن اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے منعقد کرتی ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ سالانہ کی بنا رکھی تو مخالف مولویوں نے اسکو بھی بدعت و کفر قرار دے کر لوگوں کو آپ سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ ذیل کا مضمون جس میں اسی فتوے کی تردید کی گئی ہے خود حضرت مسیح موعود نے بنفس نفیس ۱۸۹۲ء میں لکھا۔ آپ نے اس مضمون میں جلسہ سالانہ کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہوئے جو علمی نکات بیان فرمائے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ اس موقعہ پر جبکہ جلسہ سالانہ قریب آرہا ہے قارئین کرام کے مطالعہ میں لائے جائیں۔ امید ہے احباب اس سے خاص طور پر مستفیض ہوں گے۔

قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے جو اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے جو امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے لائے ہیں اور وہ یہ ہے یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا واضلوا۔ یعنے بباعث فوت ہوجانے علماء کے علم فوت ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا اور سردار قرار دیں گے اور مسائل دینی کے دریافت کے لئے ان کی طرف رجوع کریں گے تب وہ لوگ بباعث جہالت اور عدم ملکہ استنباط مسائل خلاف طریق صدق و ثواب فتویٰ دیں گے پس آپ بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اور پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنے مولوی اور محدث اور فقیہہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے۔ پھر ایک اور حدیث ہیں کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اترے گا یعنی اس پر عمل نہیں کرینگے۔ ایسا ہی اس زمانہ کے مولویوں کے حق میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں اس وقت ہم بطور نمونہ صرف اس حدیث کا ثبوت دیتے ہیں جو غلط فتووں کے بارے میں ہم اوپر لکھ چکے ہیں تا ہر یک کو معلوم ہو کہ آجکل اکثر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ لگتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ سال گزشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیت استفادہ ضروریات دین و مشورہ اعلاء کلمہ اسلام و شرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ر دسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ ان دنوں میں فرصت اور فراغت رکھتے ہیں اور بباعث ایام سرما یہ دن سفر کے مناسب حال بھی ہیں۔ چنانچہ احباب اور مخلصین نے اس مشورہ پر اتفاق کرکے خوشی ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ یہ بہتر ہے اب ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو اسی بنا پر اس عاجز نے ایک خط بطور اشتہار کے تمام مخلصوں کی خدمت میں بھیجا جو ریاض ہند پریس قادیان میں چھپا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں اور معرفت ترقی پذیر ہو اب سنا گیا ہے کہ اس کارروائی کو بدعت بلکہ معصیت ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ نے ہمت کرکے ایک مولوی صاحب کی خدمت میں جو رحیم بخش نام رکھتے ہیں اور لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام ہیں ایک استفتاء پیش کیا جس کا یہ مطلب تھا کہ ایسے جلسہ پر روز معین پر دور سے سفر کرکے جانے میں کیا حکم ہے اور ایسے جلسہ کے لئے اگر کوئی مکان بطور خانقاہ کے تعمیر کیا جائے تو ایسے مدد دینے والے کی نسبت کیا حکم ہے استفتاء میں یہ آخری خبر اس لئے بڑھائی گئی ہے جو مستفتی صاحب نے کسی سے سنا ہوگا جو حبی فی اللہ اخویم **مولوی حکیم نورالدین** صاحب نے اس مجمع مسلمانوں کے لئے اپنے صرف سے جو غالباً سات سو روپیہ یا کچھ اس سے زیادہ ہوگا قادیان میں ایک مکان بنوایا جس کی امداد خرچ میں اخویم حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے بھی تین چار سو روپیہ دیا ہے۔ اس استفتا کے جواب میں میاں رحیم بخش صاحب نے ایک طول طویل عبارت ایک غیر متعلق حدیث شد رحال کے حوالہ سے لکھی ہے جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے جس کے لئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے۔

اب منصف مزاج لوگ ایمانًا کہیں کہ ایسے مولویوں اور مفتیوں کا اسلام میں موجود ہونا قیامت کی نشانی ہے یا نہیں اے بھلے مانس کیا تجھے خبر نہیں کہ علم دین کے لئے سفر کرنے کے بارے میں صرف اجازت ہی نہیں بلکہ قرآن اور شارع علیہ السلام نے اسکو فرض ٹھہرا دیا ہے جس کا عمداً تارک مرتکب کبیرہ اور عمداً انکار پر اصرار بعض صورتوں میں کفر تک پہنچا دیتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ نہایت تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ اور فرمایا گیا ہے کہ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین یعنے علم طلب کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اور علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں جانا پڑے۔ اب سوچو کہ جس حالت میں یہ عاجز اپنے صریح صریح اور ظاہر ظاہر الفاظ سے اشتہار میں لکھ چکا کہ یہ سفر ہر مخلص کا طلب علم کی نیت سے ہوگا پھر یہ فتوے دینا کہ جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے وہ مردود ہے کس قدر دیانت اور امانت اور انصاف اور تقوے اور طہارت سے دور ہے رہی یہ بات کہ ایک تاریخ مقررہ پر تمام بھائیوں کا جمع ہونا تو یہ صرف انتظام ہے اور انتظام سے کوئی کام کرنا اسلام میں کوئی مذموم امر بدعت نہیں انما الاعمال بالنیات بدظنی کے مادہ فاسدہ کو ذرا دور کرکے دیکھو کہ ایک تاریخ پر آنے میں کونسی بدعت ہے جبکہ ۲۷ر دسمبر کو ہر ایک مخلص بآسانی ہمیں مل سکتا ہے اور اس کے ضمن میں ان کے باہم ملاقات بھی ہو جاتی ہے تو اس سہل طریق سے فائدہ اٹھانا کیوں حرام ہے تعجب کہ مولوی صاحب نے اس عاجز کا نام مردود تو رکھ دیا مگر آپ کو وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں طلب علم کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نسبت ترغیب دی اور جن میں ایک بھائی مسلمان کی ملاقات کے لئے جانا موجب خوشنودی خدائے عزوجل قرار دیا ہے اور جن میں سفر کرکے زیارت صالحین کرنا موجب مغفرت اور کفارہ گناہاں لکھا ہے اور یاد رہے کہ یہ سراسر جہالت ہے کہ شد رحال کی حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ بجز قصد خانہ کعبہ یا مسجد نبوی یا بیت المقدس اور تمام سفر قطعی حرام ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مختلف اغراض کے لئے سفر کرنے پڑتے ہیں کبھی سفر طلب علم ہی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی سفر ایک رشتہ دار یا بھائی یا بہن یا بیوی کی ملاقات کے لئے یا مثلاً عورتوں کا سفر اپنے والدین کے ملنے کے لئے یا والدین کا اپنی لڑکی کی ملاقات کے لئے اور کبھی مرد اپنی شادی کے لئے اور کبھی تلاش معاش کے لئے اور کبھی پیغام رسانی کے طور پر اور کبھی زیارت صالحین کے لئے سفر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت **عمر** رضی اللہ عنہ نے حضرت **اویس قرنی** کے ملنے کے لئے سفر کیا تھا اور کبھی سفر جہاد کے لئے بھی ہوتا ہے خواہ وہ جہاد تلوار سے ہو اور خواہ بطور مباحثہ کے اور کبھی سفر بہ نیت مباہلہ ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی سفر اپنے مرشد کے ملنے کے لئے جیسا کہ ہمیشہ اولیاء کبار جس میں سے حضرت **شیخ عبدالقادر** رضی اللہ عنہ اور حضرت **بایزید بسطامی** اور حضرت **معین الدین** چشتی اور حضرت **مجدد الف ثانی** بھی ہیں اکثر اس غرض سے بھی سفر کرتے رہے جن کے سفرنامے اکثر ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اب تک پائے جاتے ہیں اور کبھی سفر فتوے پوچھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے اس کا جواز بلکہ بعض صورتوں میں وجوب ثابت ہوتا ہے اور امام بخاری کے سفر طلب حدیث کے لئے مشہور ہیں۔ شاید میاں رحیم بخش کو خبر نہیں ہوگی اور کبھی سفر عجائبات دنیا کے دیکھنے کے لئے بھی ہوتا ہے جس کی طرف آیت کریمہ قل سیروا فی الارض اشارت فرما رہی ہے اور کبھی سفر صادقین کی صحبت میں رہنے کی غرض سے جس کی طرف

آیت کریمہ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ہدایت فرماتی ہے اور کبھی سفر عیادت کے لئے بلکہ اتباع جنازہ کے لئے بھی ہوتا ہے اور کبھی بیمار یا بیمار دار علاج کرانے کی غرض سے سفر کرتا ہے اور کبھی اسی مقدمہ عدالت یا تجارت وغیرہ کے لئے بھی سفر کیا جاتا ہے اور یہ تمام قسم سفر کی قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رُو سے جائز ہیں بلکہ زیارت صالحین اور ملاقات اخوان اور طلب علم کے سفر کی نسبت احادیث صحیحہ میں بہت کچھ حث ترغیب پائی جاتی ہے، اگر اس وقت وہ تمام حدیثیں لکھی جائیں تو ایک کتاب بنتی ہے ایسے فتوے لکھانے والے اور لکھنے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ ان کو بھی تو اکثر اس قسم کے سفر پیش آجاتے ہیں۔ پس بجز تینوں مسجدوں کے اور تمام سفر کرنے حرام ہیں تو چاہیئے کہ یہ لوگ اپنے تمام رشتے ناطے اور عزیز و اقارب چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور کبھی ان کی ملاقات یا ان کی غمخواری یا ان کی بیمار پرسی کے لئے بھی سفر نہ کریں۔ میں خیال نہیں کرتا کہ بجز ایسے آدمی کے جس کو تعصب اور جہالت نے اندھا کر دیا ہو وہ ان تمام سفروں کے جواز میں متامل ہو سکے۔ صحیح بخاری کا صـ۱۶ کھول کر دیکھو کہ سفر طلب علم کے لئے کس قدر بشارت دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ من سلك طريقا يطلب به علما سهل الله له طريق الجنة یعنے جو شخص طلب علم کے لئے سفر کرے اور کسی راہ پر چلے تو خدا تعالےٰ بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے۔ اب اے ظالم مولوی ذرا انصاف کر کہ تو نے اپنے بھائی کا نام جو تیری طرح کلمہ گو، اہل قبلہ اور اللہ رسول پر ایمان لاتا ہے مردود رکھا اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بکلی محروم قرار دیا اور اس صحیح حدیث بخاری کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه او نفسه اور مردود ٹھہرانے کی اپنے فتوے میں وجہ یہ ٹھہرائی کہ ایسا اشتہار کیوں شائع کیا اور لوگوں کو جلسہ پر بلانے کے لئے کیوں دعوت کی۔ اے ناخدا ترس ذرا آنکھ کھول اور پڑھ کہ اس اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کا کیا مضمون ہے کیا اپنی جماعت کو طلب علم اور حل مشکلات دین اور ہمدردی اسلام اور برادرانہ ملاقات کے لئے بلایا ہے یا اس میں کسی اور میلہ یا تماشا اور راگ اور سرود کا ذکر ہے اے اس زمانہ کے ننگ اسلام مولویو تم اللہ جل شانہٗ سے کیوں نہیں ڈرتے کیا ایک دن مرنا نہیں یا ہر یک مواخذہ تم کو معاف ہے حق بات کوشش کر اور اللہ اور رسول کے فرمودہ کو دیکھ کر تمہیں یہ خیال تو نہیں آتا کہ اب اپنی ضد سے باز آجائیں بلکہ مقدمہ باز لوگوں کی طرح یہ خیال آتا ہے کہ آؤ کسی طرح باتوں کو بنا کر اس کا رد چھاپیں تا لوگ نہ کہیں کہ ہمارے مولوی صاحب کو جواب نہ آیا۔ اس قدر دلیری اور بددیانتی اور یہ بخل اور بغض کس ثمر کے لئے۔ آپ کو فتوے لکھتے وقت وہ حدیثیں یاد نہ رہیں جن میں علم دین کے لئے اور اپنے شبہات دور کرنے کے لئے اور اپنے دینی بھائیوں اور عزیزوں کو ملنے کے لئے سفر کرنے کو موجب ثواب کثیر و اجر عظیم قرار دیا ہے بلکہ زیارت صالحین کے لئے سفر کرنا قدیم سے سنت سلف صالحین چلی آئی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے دن ایک شخص اپنی بد اعمالی کی وجہ سے سخت مواخذہ میں ہوگا تو اللہ جلشانہٗ اس سے پوچھے گا کہ فلاں صالح آدمی کی ملاقات کے لئے کبھی تو گیا تھا تو وہ کہے گا بالارادہ تو کبھی نہیں گیا مگر ایک دفعہ ایک راہ میں اس کی ملاقات ہوگئی تھی تب خدا تعالےٰ کہے گا کہ جا بہشت میں داخل ہو میں نے اسی ملاقات کی وجہ سے تجھے بخش دیا۔ اب اے کوتہ نظر مولوی ذرا نظر کر کہ یہ حدیث کس بات کی ترغیب دیتی ہے۔ اور اگر کسی کے دل میں یہ دھوکہ ہو کہ اس دینی جلسہ کے لئے ایک خاص تاریخ کیوں مقرر کی ایسا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کب ثابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کو دیکھو کہ اہل بادیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسائل کے دریافت کرنے کے لئے اپنی فرصت کے اوقات میں آیا کرتے تھے اور بعض خاص خاص مہینوں میں ان کے گروہ فرصت پاکر حاضر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتے تھے۔ اور صحیح بخاری میں ابی حمزہ سے روایت ہے قال ان وفد عبد القيس اتوا النبي صلى الله عليه وسلم قالوا انا نأتيك من شقة بعيدة ولا نستطيع ان نأتيك الا في شهر حرام۔ یعنی ایک گروہ قبیلہ عبدالقیس کے پیغام لانے والوں کا جو اپنی قوم کی طرف سے آئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہم لوگ دور سے سفر کر کے آتے ہیں اور بجز حرام مہینوں کے ہم حاضر خدمت ہو نہیں سکتے اور ان کے قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رد نہیں کیا اور قبول کیا پس اس حدیث سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جو لوگ طلب علم یا دینی ملاقات کے لئے کسی اپنے مقتداء کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیں وہ اپنی گنجائش فرصت کے لحاظ سے ایک تاریخ مقرر کر سکتے ہیں جس تاریخ میں وہ بآسانی اور بلا حرج حاضر ہو سکیں اور یہی صورت ۲۷ر دسمبر کی تاریخ میں ملحوظ ہے کیونکہ وہ دن تعطیلوں کے ہوتے ہیں اور ملازمت پیشہ لوگ بسہولت ان دنوں میں آسکتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اس دین میں کوئی حرج کی بات نہیں رکھی گئی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مثلاً کسی تدبیر یا انتظام سے ایک کام کا جو دراصل جائز اور روا ہے سہل اور آسان ہو سکتا ہے تو وہی تدابیر اختیار کر لو کچھ مضائقہ نہیں ان باتوں کا نام بدعت رکھنا ان اندھوں کا کام ہے جن کو نہ دین کی عقل دی گئی اور نہ دنیا کی، امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی دینی تعلیم کی مجلس پر تاریخ مقرر کرنے کے لئے ایک خاص باب منعقد کیا ہے جس کا یہ عنوان ہے من جعل لاهل العلم اياما معلومة یعنے علم کے طالبوں کے افادہ کے لئے خاص دنوں کو مقرر کرنا بعض صحابہ کی سنت سے اس ثبوت کے لئے امام موصوف اپنی صحیح میں ابی وائل سے یہ روایت کرتے ہیں کان عبد الله يذكر الناس في كل خميس۔ یعنے عبداللہ نے اپنے وعظ کے لئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا۔ اور جمعرات میں ہی اس کے وعظ پر لوگ حاضر ہوتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جلشانہٗ نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا ہے کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمت اسلام کے لئے ہم قرین مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونے کے لئے مفید خیال کریں وہی بجالاویں جیسا کہ وہ عزّ اسمہ فرماتا ہے واعدوا لهم ما استطعتم من قوة یعنے دینی دشمنوں کے لئے ہر یک قسم کی طیاری جو کر سکتے ہو کرو اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمت اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجالاؤ اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازو کی اپنی مالی طاقت کی اپنے احسن انتظام کی اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔ اب نادان اور اندھے اور دشمن دین مولوی اس صرف قوت اور حکمت عملی کا نام بدعت رکھتے ہیں اس وقت کے یہ لوگ عالم کہلاتے ہیں جن کو قرآن کریم کی بھی خبر نہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس آیت موصوفہ بالا پر غور کر کے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ برطبق حدیث نبوی کہ انما الاعمال بالنيات کوئی احسن انتظام اسلام کی خدمت کے لئے سوچنا بدعت اور ضلالت میں داخل نہیں ہے جیسے جیسے بوجہ تبدل زمانہ کے اسلام کو نئی نئی صورتیں اور مشکلات پیش آتی ہیں یا نئے نئے طور پر ہم لوگوں پر مخالفوں کے حملے ہوتے ہیں ویسی ہی ہمیں نئی تدبیریں کرنی ہوتی ہیں پس اگر حالت موجودہ کے موافق ان حملوں کے روکنے کی کوئی تدبیر اور تدارک سوچیں تو وہ ایک تدبیر ہے بدعات سے اسکو کچھ تعلق نہیں اور ممکن ہے کہ بباعث انقلاب زمانہ کے ہمیں بعض ایسی نئی مشکلات پیش آجائیں جو ہمارے سید و مولیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس رنگ اور طرز کی مشکلات پیش نہ آئی ہوں مثلاً ہم اس وقت کی لڑائیوں میں پہلی طرز کو جو مسنون ہے اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ اس زمانہ میں طریق جنگ و جدال بالکل بدل گیا ہے اور پہلے ہتھیار بیکار ہو گئے اور نئے نئے ہتھیار لڑائیوں کے پیدا ہوئے اب اگر ان ہتھیاروں کو پکڑنا اور اٹھانا اور ان سے کام لینا ملوک اسلام بدعت سمجھیں اور میاں رحیم بخش جیسے مولوی کی بات پر کان دھر کے ان اسلحہ جدیدہ کا استعمال کرنا ضلالت اور معصیت خیال کریں اور یہ کہیں کہ یہ وہ طریق جنگ ہے کہ نہ رسول اللہ صلعم نے اختیار کیا نہ صحابہ اور تابعین نے تو فرمائیے کہ بجز اس کے کہ ذلّت کے ساتھ اپنی ٹوٹی پھوٹی سلطنتوں سے الگ کئے جائیں اور دشمن فتحیاب ہو جائے کوئی اور بھی اس کا نتیجہ ہوگا پس ایسے مقامات تدبیر اور انتظامات میں خواہ وہ مثلاً جنگ جدل ظاہری ہو یا باطنی اور خواہ تلوار کی لڑائی ہو یا قلم کی ہماری ہدایت پانے کے لئے یہ آیت کریمہ موصوفہ بالا کافی ہے یعنی یہ کہ اعدوا لهم ما استطعتم من قوة۔ اللہ جلشانہٗ اس آیت میں ہمیں عام اختیار دیتا ہے کہ دشمن کے مقابل پر جو احسن تدبیر تمہیں معلوم ہو اور جو طرز تمہیں موثر دکھائی دے وہی طریق اختیار کرو۔ پس اب ظاہر ہے کہ اس احسن انتظام کا نام بدعت اور معصیت رکھنا اور انصار دین کو جو دن رات اعلاء کلمہ کی فکر میں ہیں جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حب الانصار من الايمان ان کو مردود ٹھہرانا نیک طینت انسانوں کا کام نہیں ہے (باقی باقی)

ختم نبوت میں بابیت و بہائیت کا رد

مولانا عمرالدین صاحب (بمبئی)

بسلسلہ اشاعت مؤرخہ ۲۹ ر نومبر ۱۹۵۰ء

اصطلاح میں خاتم کسے کہتے ہیں

اسلامی اصطلاحات میں خاتم کے جو معنے اور مراد ابتدا سے آج تک مسلم ہیں وہ یہ ہیں۔ "خاتم در اصلاح صوفیہ عبارت است از کسے کہ قطع کردہ باشد مقامات را و رسیدہ بود نہایت کمال ـــــ" (اصطلاحات علوم از صاحب کشاف زمحشری)

اسکو زیادہ واضح اور صاف معنوں میں سمجھنے کے لئے حقیقۃ الوحی کی مندرجہ ذیل عبارت کو پیش کرتا ہوں:-

"فان ثبوت کمال النبی لا یتحقق الا بثبوت کمال الامۃ ومن دون ذالک ادعاء محض لادلیل علیہ عند اھل الفطنۃ

ولا معنی لختم النبوت علی فرد من غیر ان تختم کمالات النبوۃ علی ذالک الفرد ومن الکمالات العظمی کمال النبی فی الافاضۃ وھو لا یثبت من من غیر نموذج یوجد فی الامۃ" (الاستفتاء)

یعنی نبی کے کمال کا ثبوت اس کی امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور اس کے ماسوا محض بے دلیل دعوے ہے جس پر اہل عقل و فہم کے نزدیک کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور کسی فرد پر ختم نبوت کے اس کے سوائے اور کوئی معنے نہیں کہ اس فرد پر نبوت کے تمام کمالات ختم ہو جائیں اور نبی کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے فیض سے دوسروں کو کامل کرنے والا ہو اور یہ کمال کبھی ثابت ہو نہیں سکتا بغیر اس کے کہ امت میں نبی کے کمال کا نمونہ موجود ہو۔

نکتہ

جب افاضہ روحانی سب سے بڑا کمال ہے تو ظاہر ہے کہ ایسے فیض رساں وجود کی موجودگی میں جو کچھ کسی کو ملے گا وہ اسی خاتم کے فیض سے ملے گا۔ لہذا اس کی موجودگی میں کوئی دوسرا نبی یا رسول ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ نبوت و رسالت کے لئے بغیر استفادہ کسی دوسرے نبی کے وحی نبوت کا پانا ضروری ہے۔ اور وہ سلسلہ خاتم کے وجود سے بند ہو چکا۔ یہ بندش کوئی زبردستی نہیں بلکہ ایک طبعی امر ہے۔ جس طرح نظام شمسی میں آفتاب منبع ہے تمام روشنی اور نور کا اور ہر روشنی اور نور اس پر جا کر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح نظام عالم میں ہدایت روحانی کے لئے جو "سراج منیر" یا سورج چمکنے والا ہے وہ خاتم النبیین ہے اس لئے ہر روحانی روشنی اور کمال اسی آفتاب ہدایت سے ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اس کے آگے کوئی ضرورت نہیں اور اس وقت تک ہے جب تک نوع انسانی موجود رہے۔ اس لئے یہ کہا جاتا ہے کہ اب قیامت تک دور محمدی ہے اور آپ آفتاب رسالت ہیں جو دائماً اور سرمداً فلک العلیٰ پر روشن ہے اور اس آفتاب کے ہوتے ہوئے کسی نبی یا رسول کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

ایک غلط اعتراض

بعض نادان یہاں غلطی سے بول اٹھتے ہیں کہ پھر مجددوں و محدثوں کی یا اولیاء کاملین کی امت محمدیہ میں کیا ضرورت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی ضرورت ایسی ہے جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی کا ہونا ضروری ہے۔ اگر روشنی ختم ہو جائے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ جس وجود سے روشنی آ رہی تھی وہ مر گیا اور محمد رسول اللہ کا خاتم النبیین ہونا چاہتا ہے کہ ان کے انوار و برکات تا قیامت جاری رہیں۔ اور امر واقعہ بھی یونہی ہے۔ اس لئے معترض کو خود ہی سوچنا چاہیئے کہ وہ اعتراض کرنے میں کس قدر حق سے دور ہے۔

مجددین و محدثین کا امت محمدیہ[۲] میں وجود تو محمد رسول کے آفتاب کی شعاعیں ہیں اور ان کا وجود حیات آفتاب رسالت محمدی کی ایک دلیل ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ چاند آفتاب کی پیروی سے کس طرح منور ہو جاتا ہے حالانکہ وہ اپنی ذات میں زمین کی طرح بے نور ہے مگر آفتاب کی پیروی سے وہ بدر کامل ہو کر چمکتا ہے۔ اور وہ گواہی دیتا ہے کہ آفتاب روشن ہے وہی روشنی جو دن کو براہ راست آتی ہے ضیا کے نام سے موسوم ہوتی ہے اور وہی روشنی جب رات کے وقت چاند کے ذریعہ آتی ہے تو نور کے نام سے موسوم ہوتی ہے۔ جس طرح ماہ دلیل ہے ضیاء آفتاب کی ٹھیک اسی طرح ! اولیاء اللہ (مجددین و محدثین اور علماء ربانی و مامورین) کا وجود بھی فیض محمدی کا ثبوت ہے اور آنحضرت صلعم کے زندہ نبی ہونے پر ہر زمانہ میں گواہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہم دوسرے تمام دینوں کو مردہ اور اسلام ہاں صرف اسلام کو زندہ دین کہتے ہیں اور یہ ہمارا کہنا نہیں بلکہ خود خدا کا کہنا ہے کہ

ان الدین عند اللہ الاسلام

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ

اب اگر کوئی شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کی پیروی کرے گا تو وہ تا قیامت کبھی مقبول نہ ہوگا۔

میں اس جگہ "مجدد اعظم" کے الفاظ جو ان معنوں کو بہت خوبصورتی سے واضح کرنے والے ہیں نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ الفاظ حسب ذیل ہیں:-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری تائید کریگا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ **تمام نبوتیں** اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت **خاتم الشرائع** ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے اور اسی کا مظہر[×] ہے اور اسی سے فیضیاب ہے، خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے، مگر خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستورالعمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالے کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک **ظلی نبوت** اسکو عطا کرتا ہے جو **نبوت محمدیہ کا ظل** ہے یہ اس لئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے، نادان آدمی جو در اصل دشمن دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذہبوں کی طرح ایک مردہ مذہب ہو جائے۔ مگر خدا نہیں چاہتا **نبوت اور رسالت کا** لفظ خدا تعالے نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا۔ مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں اس سے بڑھکر کچھ نہیں ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لکل ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات

[×] ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب[۲] کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ابتداء سے ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات متعدیہ کے اظہار اور اثبات کے لئے کسی شخص کو آنجناب کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور پر نبوت کا رنگ پیدا کرے سو اس طور سے خدا نے میرا نام نبی رکھا یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا تا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کامل کا نمونہ ٹھہروں (منہ)

ومناصبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ اور لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے مگر یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت اور اس کا مقصد بھی یہی ہے

کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے"

اب ناظرین دیکھ لیں کہ کس طرح مجددین اسلام کے وجود کو ہر زمانہ کے لئے حجت کے طور پر پیش کر کے اسلام اور بانئے اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ثبوت دیا گیا ہے، اور لطف یہ کہ خود اپنے مدمقابل تمام غیر مسلموں کو مقابلہ کا چیلنج دے دیا ہے مگر

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
صف دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ممکن ہے کہ کوئی بابی یا بہائی ہماری پیش کردہ تحریر کو صرف یہ کہہ کر ٹھکرا دے کہ ہم تو اس تحریر کو اپنے لئے حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے میں ان کے گھر سے بھی اس پر شہادت پیش کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ مگر اس سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ ان کے حجت نہ سمجھنے سے یہ حجت ملزمہ کچھ کمزور نہیں ہو جاتی۔ اور مجدد اعظم کا یہ چیلنج کوئی نئی چیز نہ تھا بلکہ براہین احمدیہ کے زمانہ سے لے کر آپ کی وفات تک بارہا یہ چیلنج اسی طرح تمام غیر از اسلام مذاہب کو دیا گیا اور براہین کا زمانہ ۱۸۸۰ء سے شروع ہوتا ہے اور مجدد اعظم کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی ہے اور اسی زمانہ کے اندر بہاء اللہ زندہ تھے اور ان کی وفات ۱۸۹۲ء میں ہوئی ان کے بعد ان کے فرزند عبدالبہا حضرت مجدد اعظم کی زندگی میں موجود تھے وہ کیوں مقابلہ میں نہ نکلے۔ صرف گھر میں بیٹھ کر خاموش رہ کر انہوں نے اپنے خلاف حجت ملزمہ قائم کر لی۔ اور

اگر کہو کہ حضرت مرزا صاحب کو بھی تو باب و بہاء کے دعاوی کا علم تھا انہوں نے کیوں انکا رد نہ لکھا۔ میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب تو ختم نبوت کے ضمن میں ہمیشہ باب و بہاء کا رد کرتے رہے۔ آپ ذرا چشمۂ معرفت کا اوپر کا حوالہ غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ الفاظ:۔

"خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے۔"

چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۵

کس دشمن اسلام و قرآن اور حضرت خاتم الانبیاء کے متعلق ہیں۔ کیا ان کا سب سے اول مصداق باب و بہاء قرار پاتے ہیں یا کوئی اور۔ ایک بابی یا بہائی تو اپنے عقیدہ فاسدہ کی وجہ سے مجبور ہے کہ وہ تسلیم کرے کہ بلاشبہ ان الفاظ کا مصداق اول باب پھر بہاء اللہ ہی ہے۔

بابیوں اور بہائیوں نے اور خود بہاء اللہ صاحب نے شیعوں کی ایک کتاب حدیث سے جسے بحار الانوار کہتے ہیں۔ روایات کو لیکر اپنے دعاوی کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے اس لئے ہمیں بھی حق ہے کہ ہم اسی میں سے اسلام کی پیشکردہ دلیل صداقت پر بطور دلیل ایک حدیث کو نقل کریں۔ سنیئے:۔

هم الاولیاء وهم الرسل

"عن جابر عن ابی جعفر قال سألته عن تفسیر هذه الآیة لکل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضی بینهم وهم لا یظلمون قال تفسیرها بالباطن ان لکل قرن من هذه الامة رسولاً من آل محمد یخرج الی القرن الذی هو الیهم رسول وهم الاولیاء وهم الرسل"

(بحار الانوار جلد ہفتم باب جوامع تاویل صفحہ ۱۵۵)

دیکھئے کس صفائی سے ہر صدی کے سر پر آنے والے مجددین کے مرسل ہونے کا اقرار ہے اور اہل سنت والجماعت کی حدیث مجدد "ان الله یبعث لهذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها" کی صداقت کا اقرار ہے۔ اور ان اولیاء اللہ کو جو الرسل کہا ہے تو وہ انکی ماموریت یا بعثت کے لحاظ سے ہے نہ کہ تشریعی رسالت کے معنوں میں کیونکہ اس کے ختم ہو جانے کے تمام آئمہ اہل بیت (جن میں اس حدیث کے بیان کرنے والے ابی جعفر بھی شامل ہیں) قائل ہیں۔

صرف لفظ رسول کو دیکھ کر اس حدیث کا اگر کوئی شیعہ صاحب انکار کردیں یا کوئی غالی بغلیں بجائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ لفظ رسول عام ہے ہر رسول کا نبی ہونا ضروری نہیں ہے البتہ ہر نبی کا رسول ہونا لازمی ہے۔ قرآن مجید کی آیت کفینا من بعده بالرسل اور وإذا الرسل اقتت اور اذ ارسلنا علیهم اثنین .... فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون اور آیت وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی اس پر شاہد ہیں۔ اور احادیث میں محدث کے مرسل ہونے پر بخاری کی حدیث جس میں وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث "کو قرآن کی آیت کی قرأت ثانی قرار دیا گیا ہے۔ کافی گواہ ہے۔

بہائیوں کے لئے بحار الانوار کی اس حدیث سے ایک عمدہ ہدایت ہے۔ وہ ہمیشہ قرآن مجید کی آیت ولکل امة رسول اور یا بنی ادم اما یاتینکم رسل منکم ختم نبوت کے خلاف اجرائے نبوت و رسالت کے لئے بطور دلیل پیش کیا کرتے ہیں اور انہیں کی دیکھا دیکھی قادیانی نوآموز مولویوں نے بھی آیت "اما یاتینکم رسل منکم" سے اجرائے نبوت کا استدلال کرنا شروع کردیا۔ لیکن جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں علماء میں سے ایک فتنہ پیدا ہوگا انہیں میں لوٹ جائے گا۔ قادیانی علماء میں سے یہ فتنہ اجرائے نبوت کا خیال پیدا ہوا اور میاں محمود احمد صاحب کی وجہ سے ہوا آخر یہ فتنہ خدا نے انہیں لوٹا دیا اور وہ اس طرح کہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے خود ہی اپنے مریدوں کو منع کر دیا کہ وہ ان کے خاندان کو خاندان نبوت کہا کریں کیونکہ اصل خاندان نبوت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان ہی ہے مرزا صاحب تو صرف ظلی طور پر نبی ہیں نہ بالاصالت۔ جناب میاں صاحب کے اس اعلان کا یہ اثر ہوا کہ ان قادیانیوں کو جنہیں بغیر نبی اللہ کہے روٹی ہضم نہ ہوتی تھی ان کے اخباروں میں "خاندان نبوت" کا ہیڈنگ اڑا دیا گیا ہے اور اس کی بجائے "خاندان مسیح موعود" کا صحیح ہیڈنگ لکھا جاتا ہے غرض بابی اور بہائی اور ان کے چھوٹے بھائی جو نبوت اور رسالت اصلی کے اجراء کے قائل ہوں ان سب کے لئے مذکورہ بالا حدیث ایک رہنما ہے۔ اس حدیث میں اولیاء امت کو جو ہر صدی میں مبعوث ہونے والے ہیں رسول کہا گیا ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ یہ کیسی رسالت ہے۔ اس رسالت سے مراد یقیناً صرف لغوی معنی میں بھیجا جانا مراد ہے اور یہ ایسی رسالت ہے جو مجددیت اور محدثیت تک محدود ہے، انبیاء کی رسالت اس سے مراد ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ جب نبوت ختم ہوگئی تو رسالت نبوت خود بخود لازماً ختم ہوگئی۔

قادیانیوں کا علاج

ممکن ہے کوئی قادیانی میری بات سے مطمئن نہ ہو اور مجھے گالیاں دینی شروع کردے تاکہ اپنی شیعیت کا تقاضا پورا کرے اس لئے میں یہاں لفظ رسول سے مراد مجدد امت محمدیہ کا ثبوت حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں درج ذیل کرتا ہوں حضرت اقدس آیت قرآنی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا سے اپنے صدق دعوے پر استدلال کرتے ہوئے جہاں اپنے لئے مجازاً لفظ نبی و رسول کو لکھتے ہیں ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ لفظ نبی یا رسول سے مراد مجدد ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کی صرف یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرلے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے" (حاشیہ تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹)

(باقی ملاحظہ)

درخواست دعا

مسٹر رشید با فردین جو مولوی امیر علی صاحب (ٹرینیڈاڈ) کے عزیزوں میں ہیں۔ بعارضہ ناشُتنا بیمار ہیں۔ مسٹر رشید طبی تعلیم کی غرض سے ٹرینیڈاڈ سے آئے ہوئے ہیں انہیں ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

تحریکِ احمدیت اور اسکی تقویت

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - لاہور - مؤدبانہ التماس ہے کہ ذیل کا مضمون مسٹر کریم بخش خاں بی-ایس سی - متعلم لاء نے بزمِ ادب ہوسٹل ادارہ تعلیم القرآن لاہور کے اجلاس میں پیش کیا تھا - اسے اپنے قابل جریدہ میں شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں -

خادم غلام محمد سپرنٹنڈنٹ ہوسٹل

حدیث مجدد کی رُو سے سرورِ کائنات جناب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو جانے کی وجہ سے ہر سو سال کے راس پر اس امت میں مامورین من اللہ کا ورود ہونا ثابت ہے جن کو مجددین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - چنانچہ اس حدیث کی بنا پر ہر صدی کے راس پر مجدد مبعوث ہوتا رہا ہے - ظاہر ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر بھی ایک مجدد کا ظہور ایک لازمی امر ہے - مجدد کا کام تجدید دین ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں جو خامیاں اور غلط اصول وقت کے تخریبی عمل کی وجہ سے راہ پا جاتے ہیں وہ ترک کئے جائیں اور اصل اسلام دنیا کے روبرو پیش کیا جائے -

دنیا میں کوئی چیز اپنی اصلی اور ایک ہی حالت میں نہیں رہ سکتی - اگر اشرف المخلوقات یعنی انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ بھی تغیر اور تبدل سے بری نہیں ہے - ایک سٹیج ہوتی ہے جب کہ ایک معمولی خون کا قطرہ ہوتا ہے - پھر لوتھڑا کی شکل اختیار کرتا ہے پھر کبھی شیر خوار بچہ ہوتا ہے - جوان ہوتا ہے بوڑھا ہوتا ہے اور آخرکار مرکر خاک میں مل جاتا ہے - بعینہٖ مذاہب میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور ایک وقت آتا ہے جبکہ ایک مذہب کی اپنی اصلی حالت کہیں کی کہیں رہ جاتی ہے - اگر مذاہب میں تجدید کا سلسلہ نہ ہو تو پھر دنیا میں خدا تعالےٰ کے احکام کو سمجھنے میں انسان کو ٹھوکریں لگیں اور کوئی خاطرخواہ نتیجہ نہ نکلے - لہذا اس امر کے لئے کہ خدا تعالےٰ کے احکام فرمان اٹل ہیں مجددین کی بعثت کا مسئلہ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے - اور یہ فضیلت صرف اسلام کو دی گئی ہے -

صدی چہاردہم میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوےٰ مجددیت کیا - اور اسلام کے چند ایک اصولوں کی جو کہ اب خلاف اسلام ہو چکے تھے تجدید کی - اور عوام الناس کے دل میں اسلام کے متعلق صحیح سپرٹ پیدا کیا اور اسکی تبلیغ کیلئے ایک تڑپ پیدا کی - آپ کی صحبت کی وجہ سے بعض نامور ہستیوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور ان کا ساتھ دیا - مرزا صاحب نے ایک جماعت قائم کی جس کا نام جناب سرورِ کائنات کے جمالی اسمِ گرامی احمدؐ کی نسبت سے جماعت احمدیہ رکھا - یہ جماعت ارادہ الٰہی و مشیت ایزدی کے مطابق قائم ہوئی تھی - اور اس واسطے خدا تعالےٰ کی نصرت شامل حال رہنا ضروری امر تھا - ایک سے اب لاکھوں کی تعداد تک پہنچ جانا اور روزافزوں ترقی و عروج کے زینہ پر گامزن ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر کرتا ہے کہ یہ جماعت کوئی معمولی اور انسانی دماغ کی اختراع نہیں ہے - بلکہ اس کے ساتھ خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہے -

تحریک احمدیہ کا مقصد دنیا کے ہر گوشہ میں اور چپہ چپہ میں اسلام کے پیغام کو پہنچانا - اور آوازِ حق بلند کرنا ہے - چنانچہ اس امر کو مدنظر رکھ کر جماعت نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا - قریباً ہر ملک میں اسلامی لٹریچر پہنچایا جا چکا ہے اور بعض ممالک میں مبلغ بھی بھیجے گئے ہیں چنانچہ آج کل مہذب اقوام یہ تسلیم کر چکی ہیں - کہ اسلام ہی دنیا کی پیچیدگیوں کا حل ہو سکتا ہے - اسلام کے نزدیک سب سے بڑا جہاد تبلیغ احکام الٰہی ہے اور اس فریضہ کو جماعت احمدیہ نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہی ہے - اور ہمیشہ نئی سکیموں اور تجاویز پر عمل پیرا ہو کر اسلام کی تبلیغ میں سعی بلیغ کا ثبوت دے رہی ہے - قرآن کریم کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور تفاسیر تحریر کی گئی ہیں - ہر موضوع پر ٹریکٹ پائے جاتے ہیں جو بڑی فراخ دلی سے تقسیم کئے جاتے ہیں - وغیرہ وغیرہ - لیکن ان تمام کاوشوں کے باوجود اس تحریک کو اعلےٰ پیمانے پر چلانے اور بہتر سے بہتر ترقی دینے کی اشد ضرورت ہے - اور میرے خیال میں عمل ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے تحریک کو تقویت مل سکتی ہے - آج وقت آگیا ہے کہ خالی باتیں کوئی نہیں سننا چاہتا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے - علامہ اقبال

علامہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

ہمیشہ ایک تھیوری ہوا کرتا ہے اور ایک پریکٹیکل - اور مؤخرالذکر ہی ایک چیز ہے جو کہ قابلِ تقلید ہوا کرتی ہے - اسلام صرف بہترین تھیوری نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا قابلِ عمل پریکٹیکل ہے جس کو جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب جیسی مسموم ممعمل گاہ میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے - تو معلوم ہوگا کہ اسلام نے عرب میں ایک ایسی تبدیلی رونما کی تھی جو کہ دنیا میں محیرالعقول کا حکم رکھتی ہے - وہ قوتیں کے شراب کے عادی اور جنگجو پیشہ آن کی آن میں ترقی کے منازل طے کرنے لگے اور تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا - یہ سب کچھ عمل تھا - اب بھی اسلام ان مخصوص خواص سے خالی نہیں ہے - صرف تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے - میرے خیال میں سب سے مؤثر اور دلپذیر طریقۂ تبلیغ عمل ہی ہے -

اگر ہم اسلام کو عملی طور پر اپنائیں تو عوام الناس کے لئے زیادہ کشش کا باعث ہوگا - برعکس اس کے اگر ہم اسکی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملا دیں اور عملاً کچھ نہ کریں تو یہ دعوے بغیر دلیل کے مترادف ہوگا - علیٰ ہٰذالقیاس اگر ہم کہیں کہ نماز ہی ایک چیز ہے جس سے تسکین قلب حاصل ہو سکتی ہے اور نماز فحش باتوں سے انسان کو محفوظ رکھ سکتی ہے اور ساتھ ہی نماز کے نزدیک بھی نہ پھٹکیں تو کون ہوگا جو ہم پر یقین کریگا لوگ خیال کریں گے کہ یہ ڈھونگ رچایا ہوا ہے اسی طرح جب ہم سمجھتے ہیں کہ خدمت خلق سے ہم خدا تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں - تو ہمارا کام صرف یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم صرف لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتے پھریں اور عمل کچھ نہ کریں - ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ ہم عملاً خدمت خلق کریں اور حسب استطاعت اس میں حصہ لیں - اسی طرح ہر دعوےٰ کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے -

اب آخر میں میں پھر کہوں گا کہ خالی نصیحت کوئی معنی نہیں رکھتی - احمدیوں کا اخلاق مانا ہوا ہے اور میری دعا ہے کہ علم کے ساتھ صالح عمل میں بھی جماعت پیچھے نہ رہے - ورنہ یہ ضرب المثل صادق آتی ہے کہ،

دیگرے را نصیحت خود را فضیحت

کریم بخش خاں - بی - ایس سی - ایف - ای - ایل
سٹوڈنٹ لاء کالج لاہور -

جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنیوالے احباب کیلئے

حضرت امام زمان کی دعائیں

ہمارا سالانہ جلسہ ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر کو منعقد ہو رہا ہے - احباب کو معلوم ہے کہ اس اجتماع کی بنیاد حضرت امام زمان نے خود اپنے ہاتھ سے رکھی اور اس کی غرض محض تبلیغ اسلام کے مبارک جہاد کو مضبوط کرنا قرار دیا - آپ نے فرمایا کہ ان ایام میں احباب مرکز میں جمع ہوں اور تمام مل کر زمانہ کے بدلتے ہوئے رجحانات کے ساتھ ساتھ اسلام کی تعلیم کو مقبول کرنے کی تدابیر حسنہ سوچیں -

آج محض دین کی خاطر مال و جان اور وقت کی قربانی کرنا خدا کے نزدیک بہت محبوب ہے - سو احباب جو اپنے اموال کو خدا کی راہ میں پانی کی طرح بہاتے ہیں ہاں ان کے لئے اپنے قیمتی اوقات کو قربان کرنے کا ایک نادر موقع ہے - حضرت امام زمان نے اس مبارک اجتماع میں شامل ہونیوالے احباب کے لئے ایک دعا فرمائی ہے جو خدا کے ہاں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے - فرماتے ہیں :-

" ہر ایک صاحب جو اس للٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دُور فرما دے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عطا فرمائے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے - آمین ثم آمین "

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس جلسہ میں شرکت فرما کر حضرت امام زمان مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا اپنے آپ کو مورد بناتے ہیں -

اندلسی مسلمانوں کی علمی خدمات

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

اندلس کے مسلمانوں نے کیمیا سے جو دلچسپی لی اس سے ان پر بہت سے انکشافات ہوئے اور یہ حقیقت کسی طرح جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ ان کے اس شوق نے انہیں کیمیا اور دواسازی کا موجد بنا دیا، تیزاب شورہ، تیزاب کبریت، الکحل، تیزاب نوشادر، پوٹاش، چاندی کے پانی، اور فاسفورس کے ایجاد کرنے والے یہی اندلسی عرب ہیں یہ لوگ ہائیڈروجن اور آکسیجن کے وجود سے بھی آگاہ تھے اور ان کے خواص کا بھی علم رکھتے تھے۔ جابر ابن حیان پہلے اندلسی سائنسدان ہیں جنہوں نے معدنیات کے تکسد اور گاسوں کا علم دنیا کو دیا۔ وہ علم کیمیا کے سب سے بڑے عالم تھے۔ وہ علم الادویہ کے بقراط تھے۔ جابر ہی وہ سائنسدان ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نمک اور شورہ کا مرکب تیزاب بنایا۔ یہ اندلسی محقق ہی تھے جنہوں نے ادویات میں کچلہ، سیلیچہ، حب الملوک، املی، مرصندل، کباب چینی، جو پار، سنا، ریوند چینی اور کافور جیسے مفردات سے یورپ کو آگاہ کیا۔

اندلس کے مسلمان بادشاہوں نے اپنے علماء کے سبب علم الادویہ کو بہت ترقی دی ہر بڑے شہر میں سرکاری خرچ سے بڑے اونچے دواخانے قائم کئے۔ ان دواخانوں پر ویسے ہی توجہ کی جاتی جیسے آج کل ملک کے دفاع پر کی جاتی ہے ان دواخانوں میں جو دوائیں تیار ہوتیں ان کی نگرانی حکومت کے ذمہ دار عمال کرتے تاکہ دواؤں کی تیاری میں غفلت نہ ہو۔ اور ایسی دوائیں تیار نہ ہو جائیں جن سے صحت عامہ پر برا اثر پڑے۔ ان دواخانوں یا تجربہ گاہوں کے انچارج بڑے بڑے حکماء اور طبیب ہوتے اور نئی نئی ایجادات سے ملک کو آشنا کرتے۔ حکومت جو دوائیں تیار کرتی وہ ہر ہسپتال اور ہر دواخانہ کو مہیا کی جاتیں۔

اندلسی عربوں نے طب میں بڑا نام پایا ہے ان میں سے ایک ایک نے اس فن پر سو سو کتابیں لکھی ہیں جسد انسانی کی تشریح امراض چشم، علم تولید، چیچک، خسرہ، اور مختلف بخاروں پر ان کی الگ الگ تصانیف موجود ہیں۔

ان علماء میں ابوالقاسم علم جراحی کے موجد تھے۔ ان کے علاوہ ابن زہر، ابن رشد، ابن واخد، ابن سعید الخطیب نے نوجہ کردی ابن واخد طلیطلی نے علم الادویہ پر ایک نادر کتاب تصنیف کی۔ بیس سال صرف کئے۔ ابن زہر نے سب سے پہلے یہ بات دنیا کو بتائی۔ کہ خارش کا سبب کیا ہے۔ اور اس کا علاج کیا ہے۔ محمد ابن قاسم نے آنکھوں کے علاج پر چھ سو صفحوں کی ایک کتاب لکھی محمد تمیمی نے فتق اور رسولی پر چار سو صفحوں کی کتاب لکھی۔ داؤد اور غربی نے تبخیر۔ امراض چشم اور قبض پر خوب تفصیل سے لکھا ہے۔ آنکھ اور نگاہ پر جس عالم نے سب سے زیادہ توجہ کی۔ وہ صلاح الدین ابن یوسف تھے۔ ان علماء کے زمانہ میں علم جراحی، علم الادویہ اور علم الابدان میں نئے نئے انکشافات ہوئے انہوں نے انسانی جسموں کو چیرا۔ اور ان کے ایک ایک حصہ سے واقفیت تامہ حاصل کی۔ ان کی تصانیف ان کے ان تجربات سے بھری ہیں۔ انہوں نے نئے نئے علاج تجویز کئے اور نئی نئی علامتیں تشخیص کیں علم جراحی میں جو آلات آج یورپ کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں ان میں سے اکثر اندلسی عربوں کی ایجاد ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ ہر حصہ جسم کے لئے ان کی پچکاریاں الگ الگ تھیں۔ اس دور میں جس طرح پٹی باندھی جاتی ہے۔ یہ بھی اندلسی عربوں کی ایجاد ہے۔ عمل جراحی میں ابن زہر اور ابوالقاسم نے جو ایجادات کیں۔ وہ یورپ میں آج بھی ویسی ہی مقبول ہیں جیسی اس وقت تھیں۔ جراحی کے بہت سے آلات ان لوگوں کے خود بنائے ہوئے ہیں۔

پودوں کے خواص معلوم کرنے میں اندلسی طبیبوں نے بڑی جدوجہد اور محنت کی۔ ابن العوام نے اپنی کتاب میں چھ سو اکیس بوٹیوں کے نام لکھے ہیں۔ جو مختلف دواؤں میں استعمال کی جا سکتی ہیں۔ ابن البیطار نے تین سو دواؤں کو تیار کرنے کے نسخے قلمبند کئے ہیں۔ ابن اسواری نے تو ان بوٹیوں کی تصویریں بھی چھپائی ہیں، جن سے مختلف ادویات تیار کی جا سکتی ہیں اور جن پر انہوں نے خود تجربات کئے۔

ان میں سے گو بہت سی کتابیں ظالم عیسائیوں نے جلا دیں مگر کچھ کتابیں کسی نہ کسی طرح یورپ پہنچ گئیں۔ یورپ کے علماء حکماء اور سائنسدانوں نے ان کتابوں سے پورا فائدہ اٹھایا اور ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ کا موجودہ طریق علاج اور علم الادویہ اندلس کے علماء کا عطیہ ہے۔ یورپ کے موجودہ سائنسدانوں نے گو سائنس میں بڑی ترقی کی ہے۔ گو آج کل یہ عمارت بہت اونچی اٹھ گئی ہے۔ مگر اس کی اساس کی تحقیقات اگر کی جائے تو اندلسی عربوں کے تجربات کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔

یورپ آج جتنا بھی چاہے اپنی تحقیقات پر فخر کر سکتا ہے۔ مگر ایسا کرتے وقت اسے کبھی یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ یہ سب کچھ اس نے اس قوم سے سیکھا۔ جو افریقہ کے ساحل سے ہوتی ہوئی اندلس میں آئی۔ اسے یہ حقیقت بھی کسی طرح نہ بھولنی چاہیئے کہ دسویں صدی عیسوی میں ہماری وجہ سے اندلس جنت کا نمونہ تھا۔ لوگ قرطبہ کو فوارول کا شہر کہتے تھے۔ اس کی سڑکیں میلوں تک قندیلوں سے روشن ہوتیں۔ اس کے گلی کوچوں میں فرش بچھے ہوتے۔ اسکی یونیورسٹیوں میں ہر وقت ایک لاکھ سے زیادہ طالب علم تعلیم پاتے۔ وہاں کوئی قصبہ اور شہر ایسا نہ تھا جہاں تعلیم گاہ اور ہسپتال موجود نہ تھا مگر اس کے مقابلہ میں لندن اور پیرس جیسے بڑے شہروں میں نہ سڑکیں پختہ تھیں نہ روشنی کا کوئی انتظام تھا۔ کوچہ و بازار کوڑے کرکٹ کے ڈھیر تھے۔ ہسپتال اور تعلیم گاہیں تو عنقا تھیں۔ (ماخوذ)

شکریہ احباب

جن دوستوں نے اہلیہ کی وفات پر خطوط کے ذریعہ اظہار ہمدردی فرمایا ہے۔ خطوط کے ذریعہ سے جدا جدا جواب دینے کی بجائے میں

جلسہ سالانہ پر آنیوالوں کی خدمت میں

اول۔ امسال مندرجہ ذیل حضرات جلسہ سالانہ کے مختلف شعبوں کے انچارج مقرر ہوئے ہیں۔

(۱) افسر مکانات۔ مولوی آفتاب الدین احمد صاحب
(۲) افسر نشر و اشاعت۔ شیخ محمد آصف صاحب۔
(۳) افسر طعام۔ چودھری عبد المجید صاحب۔
(۴) افسر جلسہ مستورات۔ شیخ محمد لطیف صاحب

دوم۔ لاہور میں جیسا کہ احباب کو معلوم ہے مکانات کی بہت قلت ہے۔ لیکن اس کے باوجود فیملی کوارٹرز مہیا کرنے کی بڑی کوشش کی جا رہی ہے امید ہے کہ بوجہ مجبوری اگر کوئی علیحدہ انتظام نہ ہو سکا تو احباب دوستوں کے ساتھ اکٹھا رہنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

سوم۔ احباب بستر ہمراہ لائیں۔

مرزا خلیل الرحمٰن
افسر جلسہ سالانہ

خواتین کا جلسہ!

(۱) گذشتہ ایشوع میں اسی عنوان کے تحت جملہ خواتین سلسلہ کی خدمت میں پر زور درخواست کی گئی تھی کہ وہ امسال ضرور اپنے ... جلسہ میں شمولیت فرمائیں اور اسے بارونق اور کامیاب بنائیں۔

یہ جلسہ جیسا کہ پہلے بھی اعلان کیا جا چکا ہے ۲۸ دسمبر بروز اتوار منعقد ہوگا۔ اس لئے تمام خواتین ۲۸ دسمبر کے دن کو یاد رکھیں اور جلسہ میں شمولیت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں۔

(۲) رہائش کے لئے ہر ممکن سہولت اور آرام کا خاص خیال رکھا جائے گا۔

(۳) جو خواتین اس جلسہ میں تقریر کرنا چاہتی ہوں یا کوئی مقالہ اور نظم پڑھنا چاہتی ہوں وہ جلد اپنے موضوعات اور وقت سے مطلع فرمائیں تا پروگرام بروقت مرتب ہو سکے۔

(افسر جلسہ مستورات)

جلسہ سالانہ کے اغراض و مقاصد

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

بعد ہذا بخدمت جمیع احباب مخلصین التماس ہے کہ ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو مقام قادیان میں اس عاجز کے محبوں اور مخلصوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا۔ اس جلسہ کے اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو۔ پھر اس کے ضمن میں یہ بھی فوائد ہیں کہ اس ملاقات سے تمام بھائیوں کا تعارف بڑھے گا اور اس جماعت کے تعلقات اخوت استحکام پذیر ہوں گے۔ اسوا اس کے اس جلسہ میں یہ بھی ضروریات میں سے ہے کہ یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر حسنہ پیش کی جائیں کیونکہ اب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ یورپ اور امریکہ کے سعید لوگ اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں اور اسلام کے تفرقہ مذاہب سے بہت لرزاں اور ہراساں ہیں چنانچہ انہی دنوں میں ایک انگریز کی میرے نام چٹھی آئی جس میں لکھا تھا کہ آپ تمام جانداروں پر رحم رکھتے ہیں اور ہم بھی انسان ہیں اور مستحق رحم کیونکہ دین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم سے اب تک بے خبر ہیں۔ سو بھائیو یقیناً سمجھو کہ یہ ہمارے لئے ہی جماعت تیار ہونے والی ہے خدا تعالیٰ کسی صادق کو بے جماعت نہیں چھوڑتا انشاء اللہ القدیر سچائی کی برکت ان سب کو اس طرف کھینچ لائے گی۔ خدا تعالیٰ نے آسمان پر یہی چاہا ہے اور کوئی نہیں کہ اسکو بدل سکے سو لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادراہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ کاموں کی پرواہ نہ کریں، خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر یک قدم پر ثواب دیتا ہے۔ اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلاءِ کلمہ اسلام پر بنیاد ہے اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں دہریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پسند مخالفوں کا نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے۔ اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالیٰ اس امت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا ضرور یہی ہوگا جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔ بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے آمین ثم آمین۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور عفی اللہ عنہ (۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

جماعت احمدیہ لاہور کا سالانہ جلسہ ۲۴-۲۵-۲۶-۲۷ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو احمدیہ بلڈنگس میں منعقد ہوگا تمام احباب سے درخواست ہے کہ وہ خود تشریف لائیں اور اپنے دوستوں کو بھی ہمراہ لائیں۔ **پروگرام صفحہ ۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔**

صداقت دین پر مؤثر ترین دلیل

اجتماعی زندگی میں اصول مذہب کا ثمرہ

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامینر لاہور

ہمارے زمانہ میں مذہب سے بیزاری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ دین کو ہماری اس مادی زندگی سے کچھ تعلق و واسطہ نہیں۔ زندگی مابعدالموت پر ایمان تو نہیں رہا اس لئے اُخروی زندگی کی بہبودی و فلاح کی دلیل بھی مؤثر و کارگر نہیں رہی۔ اس وقت وہی مذہب قبولیت کا شرف حاصل کر سکتا ہے جس کی نسبت یہ ثبوت مہیا کیا جا سکے کہ اس کے نظریے و اصول اور ارکان و عبادات ہماری اسی زندگی کے لئے بہترین شاہراہ حیات ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مذہب کے معنے تو اس زندگی کے نبھانے کا طریق کار ہوں مگر اس بارہ میں سب سے بڑی غلط فہمی یہ گھر کر چکی ہو کہ اس کا ہماری زندگی سے کچھ بھی تعلق و واسطہ نہیں بلکہ اس کا اثر و نتیجہ محض ہماری آیندہ زندگی سے ہی محدود ہے۔ مذہب کے بارہ میں یہ غلط فہمی اس قدر وسیع اور گہری اور ہمہ گیر نہ ہوتی اگر صرف منکر دین ہی اس کا موجب ہوتے لیکن اس سے زیادہ اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ خود حامیان دین متین کے نہ صرف عقاید و تعلیم بلکہ ان کی زندگیوں کی اُفتاد اس امر پر بین گواہی دے رہی ہے کہ مذہب کے عقائد و عبادات کا اثر اس زندگی میں نہیں بلکہ آخرت سے ہی محدود و مختص ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک سچے و کامل دین کا یہ ادعا ہے کہ انسانی زندگی اسی مادی حیات تک ہی بس نہیں بلکہ مادی فنا کے بعد روحانی بقا یقینی و قطعی امر ہے اور لاریب ہمارے اعمال کا نتیجہ ہمیں نہایت واضح رنگ میں اسی کثیف زندگی کے خاتمہ پر نظر آ جائیگا لیکن اس ایمان سے یہ کہاں لازم آ گیا کہ یہ امر بھی تسلیم کر لیا جائے کہ دینی معتقدات و اعمال کا اثر صرف دوسری زندگی سے متعلق ہے اور جہاں تک اس مادی زندگی کا تعلق ہے وہ بے نتیجہ ہیں؟ دین کا ایک نہایت ہی غلط و عام تصور یہی ہے کہ زندگی مابعدالموت میں نجات کے حصول کے لئے بعض تعلیمات و عبادات مختص ہیں جو شخص ان کا معتقد و پابند ہوتا ہے وہ اپنی دوسری ہی زندگی کو سنوار لیتا ہے مگر جہاں تک اس کی دنیاوی زندگی کے تعلقات و طریق کار کا سوال ہے یا ان پر دینی عقاید و اعمال کے اثر پذیر ہونے کا تعلق ہے ان کا آپس میں کوئی بھی رشتہ نہیں۔ مثلاً اگر ایک شخص اپنے دنیاوی معاملات میں اچھا نہیں اور وہ اخلاق کے لحاظ سے نہایت ہی ادنے مقام پر ہے تو ایسا شخص بھی صحیح عقائد کے ماننے، ایمانیات کا مدعی ہونے اور مذہبی عبادات و رسومات کا نہایت سختی سے پابند ہونے کی وجہ سے مذہب کے عامیانہ تخیل کے باعث اُخروی زندگی میں فلاح یافتہ ہوگا۔ جب تک دین کے متعلق یہ غلط تصور رائج ہے اور جب تک علماء و حامیان دین کی زندگیاں اس کو تقویت و تائید پہنچا رہی ہیں تب تک یہ امید رکھنا کہ موجودہ سائنٹیفک اور علمی دور میں لوگ مذہب کی طرف رجوع کریں گے ایک خیال خام و امید موہوم ہے۔

حضرت مسیح موعود کے علمی انکشافات

قبل اس کے کہ میں اس امر کی وضاحت کروں کہ کس طرح حضرت مسیح موعود کی اپنی عملی زندگی ہی مذہب کی صداقت پر ایک زبردست دلیل تھی میں یہ امر بھی بیان کر دیتا ہوں کہ موجودہ علم و سائنس کے دور میں آپ نے دین کی صداقت کو علمی حقائق کی روشنی میں کس طرح احسن و اکمل طور پر واضح کیا۔ جلسہ مذاہب عالم میں جو لیکچر حضرت مسیح موعود نے اسلامی اصولوں کی فلاسفی پر فرمایا اس میں اس عقدہ کو کہ کس طرح انسانی اعمال و افعال اور تعلقات و اخلاق ہماری اس زندگی پر اور دوسری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں ایک نہایت ہی سہل و آسان طریق پر اس کو حل کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ مومن کی جنت اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اور جس کی جنت یہاں سے شروع نہیں ہوئی وہ اس خام خیال کو دل سے نکال دے کہ آخرت میں اسے نجات حاصل ہو جائیگی اس پر مندرجہ ذیل آیت بطور دلیل پیش فرمائی:-

و من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی و اضل سبیلا

جو اس زندگی میں جہالت و گناہ کی موت مرا۔ وہ دوسری زندگی میں بھی فلاح و نجات کی روشنی سے بے بہرہ و بے نصیب رہے گا۔ سبحان اللہ اس دقیق مسئلہ کو کس قدر عمدگی و آسانی کے ساتھ حل کر کے دکھلا دیا جس سے نہ تو اخروی زندگی کا انکار لازم آیا اور نہ ہی اس زندگی پر دینی اعمال کا بے اثر ہونا ماننا پڑا بلکہ دونوں زندگیوں کو ایک ہی سفر کی دو منزلیں ثابت کر دیا نیز عقاید تعلیم اور عبادات و ارکان دین کا نتیجہ اسی زندگی میں مترتب ہونا تسلیم کر لیا گیا۔

افضل زندگی کا معیار اخلاقی قوی کی نشو و نما

فرقان حمید کی تعلیم کی رو سے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اخلاق عالیہ کا ثمرہ اسی دنیا میں انسان کو مل کر رہتا ہے۔ دین و دنیا دو الگ الگ باتیں نہیں جس طرح اسلام کے نزدیک روح کوئی ایسی شئی نہیں جو باہر سے آکر جسم میں داخل ہو جاتی ہے بلکہ وہ جسم کے اندر سے ہی نکلتی اور اس کے بڑھنے سے پرورش پاتی ہے۔ عین اسی طرح دین کوئی خارجی امر نہیں بلکہ اسی دنیاوی زندگی کو نبھانے اور باہمی تعلقات کو استوار کرنے کا وہ بہترین طریق ہے جو خدا تعالے کی منشاء کے ماتحت انسان اختیار کرتا ہے۔ دین، دنیا سے ہی پیدا ہوتا ہے اور اس کے کمال کا ظہور دنیاوی رنگ میں اعلے مراتب کے حصول کا متقاضی ہے

اس جگہ یہ امر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ فرقانی مفہوم میں بہبود و فلاح سے مراد محض جسمانی آسائش و آرام کے لوازم ہی نہیں یہ تو ادنے چیزیں ہیں بلکہ اس سے انسان کے اعلے و ارفع قوے کی یعنی اخلاقی قوے کی ترقی مراد ہے یہ تو ممکن ہے کہ ایک شخص کو مادی طور پر نقصان اُٹھانا پڑے مگر دین کے نزدیک یہ امر قابل غور ہوگا کہ کسی فعل کے نتیجہ میں انسان کے اخلاقی قوے کو ترقی ہوئی یا انحطاط؟ اگر کسی شخص کے افعال اس کے اخلاق کے لئے باعث تنزل ہیں تو اسے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ کسی نامعلوم طریق پر اس کا ایمانی دعوے اور اس کی عبادات اس کی اُخروی زندگی کو بہتر بنا دیں گے۔ دنیاوی امور کی انجام دہی اور انسانوں کے ساتھ تعلقات کے نتیجہ میں کسی شخص کے اخلاقی قوی کس قدر ترقی پذیر ہوتے ہیں یہ ہے وہ اصل بنیادی سوال جو ایک سچے و کامل مذہب کے پیش نظر رہتا ہے۔ چنانچہ اس صدی میں حضرت مسیح موعود کی یہی ایک ندا رہی کہ چونکہ ہر دین یہ دعوے کرتا ہے کہ اس کی پیروی سے خدا مل جاتا ہے تو پھر آؤ دیکھیں کہ وہ کونسا مذہب ہے جس کے پیرو اس معیار پر پورے اترتے ہیں اور اگر کوئی مذہب اس زندگی میں خدا تک نہیں پہنچا سکتا تو پھر اس امر پر کیا دلیل ہے کہ وہ آخروی زندگی میں خدا سے ملا دے گا؟

آپ کا چیلنج دیگر ادیان سے صرف اسی قدر نہ تھا کہ دین اسلام کے اصول عندالعقل اعلے و افضل ہیں اور علمی طور پر دین اسلام کی صداقتیں ابدی حقیقتیں ہیں بلکہ اس سے بہت بڑھکر جس حقیقت کی طرف آپ نے دنیا کو توجہ دلائی وہ یہ تھی کہ آج وہ کونسا کامل و سچا دین ہے جو اپنے کامل پیرو کو اسی زندگی میں ہی الٰہی انعامات کا مورد بنا دیتا ہے؟ مثلاً منجملہ دیگر امور کے ایک بنیادی بات ہر مذہب کے نزدیک اپنے کامل پیرو کو خدا تک پہنچا دینے کا دعوے ہے تو اسلام نے تو ہر زمانہ میں ایسے لوگ باکمال و باصفا پیدا کر دکھلائے جو اسی زندگی میں ہی خدا تک جا پہنچے چنانچہ اس زمانہ میں خدا تک پہنچکر خدا نمائی کی علامات کے دکھلانے کا ثبوت جس شخص نے اپنی زندگی میں دیا وہ صرف حضرت مسیح موعود ہی تھے۔ آپ نے دیگر ادیان کے پیروؤں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنے میں سے کسی کامل پیرو کو کھڑا کریں جو خدا تک پہنچ گیا ہو لیکن اس چیلنج کو قبول کرنے والا کہیں سے بھی کوئی کھڑا نہ ہوا کہ

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

ہم میں سے بہت سے اصحاب نے یہ امر فراموش کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دنیا پر اسلام کی صداقت کا سکہ بٹھلا دینا اصول اسلام کی علمی برتری ثابت کرنے کی وجہ سے۔ اس میں شک نہیں کہ اصول دین کی صداقت و برتری ثابت کر دکھلانا ایک عمدہ کام ہے خصوصاً اس زمانہ میں کہ جو علم و سائنس کا دور ہے گو یہ حقیقت ہے کہ آج خود سائنس کی ترقیات صرف دلائل و علمی مناظرات تک ہی محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی سے اس کا بہت بڑا تعلق پیدا ہو گیا ہے۔ سائنس اور فلسفہ میں یہی ایک بنیادی فرق ہے۔ فلسفہ کا دائرہ صرف دلائل اور منطقی بحث تک ہی محدود ہو کر رہ جاتا ہے لیکن سائنس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر اس امر کو جو عندالعقل یا ذہنی تصور میں صحیح معلوم دیتا ہے تجربتہً دکھلائے کہ آیا واقعہ میں بھی وہ ویسا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ کسی اصول یا امر کا عندالعقل واجب

(باقی صفحہ)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہارشنبہ مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ | نمبر ۷۹

جلسہ سالانہ کی بلند ترین اغراض

(۲)

ایک اور بلند ترین غرض جو ہمارے سالانہ جلسہ میں پیش نظر ہوتی ہے اور جو دنیا کے کسی اور اجتماع میں پائی نہیں جاتی وہ ہم سب کا مل کر دعائیں کرنا ہے۔ حضرت مجدد وقت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاندار کارناموں اور خدمات اسلام میں سے یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے کہ اس دہریت اور الحاد کے زمانہ میں جب اور تو اور خود مسلمان بھی بہت حد تک دعا کے قائل نہ رہے تھے۔ اور ان کا ایمان اس بات سے اٹھ چکا تھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے مصیبت زدہ بندوں کی دعاؤں اور فریادوں کو سنتا اور قبول فرماتا ہے آپ نے دعا پر ایمان پیدا کیا اور اسے ہر بڑے سے بڑے کام کے لئے سب سے زبردست ہتھیار قرار دیا۔ اور اس بات پر ایک محکم ایمان پیدا کر دیا کہ دعا ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے ہر مشکل ترین کام آسان ہو جاتا ہے اور ہر امر جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہو خدا تعالےٰ کے آگے گرنے اور عاجزانہ الحاح کرنے سے ممکن بن جاتا ہے اور ایسی تدابیر و اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جن سے وہ مشکل خود بخود حل ہو جاتی ہے۔

اسباب اور دعا دو چیزیں ہیں جو اس دنیا میں کام کر رہی ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں لوگوں کی نظریں عام طور پر محض مادی اسباب پر ہی لگی ہوئی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے آگے کوئی چیز نہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے ہی زمانہ میں مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے لیڈروں نے بھی انہی مادی اسباب پر زور دیتے ہوئے دعا کو ایک فضول اور لغو چیز قرار دے دیا۔ اور اس بات کا کھلے طور پر اعلان کر دیا کہ اللہ تعالےٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور تدابیر ہی ہیں جن سے دنیا کے کام چلتے اور چل سکتے ہیں۔ دعا ان اسباب و تدابیر سے بڑھکر کام نہیں دے سکتی۔ حضرت مجدد وقت نے نہایت زوردار الفاظ میں اس بات کی تردید کی اور بتایا کہ دعا ایک ایسا زبردست ہتھیار ہے جو نہ صرف اسباب و تدابیر کو موثر اور کامیاب بناتا ہے بلکہ جہاں کوئی ذریعہ اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہو وہاں محض دعا ہی معجزانہ طور پر کام کرتی اور ظاہر اسباب و تدابیر سے بڑھ کر اثر دکھاتی ہے آپ نے اس حقیقت کو ان نشانات سے واضح کیا جو آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالےٰ نے دکھائے کئی مایوس اور لاعلاج بیمار جن کو ڈاکٹر اور حکیم جواب دے چکے تھے، آپ کی دعا سے اچھے ہو گئے کئی ناممکن کام جن کے لئے ظاہری تدابیر و اسباب ختم ہو چکے تھے آپ کی توجہ الی اللہ سے اس طرح بن گئے کہ دنیا حیران اور انگشت بدنداں رہ گئی۔ آپ نے بارہا منکرین دعا کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ آئیں اور آپ کے پاس کچھ عرصہ رہ کر آپ کی دعاؤں کے اعجازی اثرات اپنی آنکھوں سے دیکھیں بار بار آپ نے حضرت نبی کریم صلعم کی ان پرسوز دعاؤں کی طرف توجہ دلائی جنہوں نے عرب جیسے ملک میں بیس سال کی قلیل ترین مدت میں وہ عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا جو بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی مذہبی جماعتیں مدت ہائے دراز کی کوششوں سے پیدا نہ کر سکیں۔

یہ وہ چیز تھی، یہ وہ امام وقت کا اعجازی کارنامہ تھا جس نے آپ کے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں ایک مضبوط اور محکم ایمان پیدا کر دیا اور وہ دعا کو تمام تدابیر اور اسباب سے بڑھ کر اپنا ہتھیار سمجھنے لگ گئے۔ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اس جماعت میں ایسے لوگ بکثرت موجود ہیں جو ہر کام میں خدا تعالےٰ سے مدد مانگنا، اس کے آستانہ پر سر نیاز رکھ کر اپنی اور دوسروں کی حاجات اور مرادوں کے لئے اس سے التجا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں کو چاروں طرف سے مصائب اور مشکلات گھیرے ہوئے ہیں، اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے ان کی طاقت دشمن کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے ایسے وقت میں ایک ہی چیز ان کو بچا سکتی ہے اور وہ ان لوگوں کی دعائیں ہیں جن کو دعا کی طاقت پر پختہ یقین اور محکم ایمان ہے۔ انفرادی طور پر وہ لوگ اپنی اپنی جگہ دعاؤں میں لگے ہوئے ہیں اور یقیناً یہ انہی کی دعاؤں کا اثر ہے کہ دشمن ہر قسم کے زبردست حملوں کے باوجود ابھی تک اپن کوششوں میں ناکام اور نامراد ہے ابھی حال ہی میں ہم نے استجابت دعا کا ایک شاندار نشان اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، یعنی اس پاک اور بابرکت وجود کا جس کو اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں اپنے پاک کلام کی خدمت و اشاعت کے لئے چن لیا ہے، اعجازی طور پر موت کے منہ سے نکلنا یہ محض جماعت احمدیہ کی دعاؤں اور تضرع اور الحاح کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس پاک وجود کو اپنے پاک دین کی خدمت کے لئے ایک مہلک بیماری سے بچا لیا، فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

آؤ اور اس سالانہ اجتماع میں اپنی ان دعاؤں کو بھی ایک اجتماعی رنگ دیں کہ جماعت کی دعائیں سب سے بڑھکر مقبول ہوتی ہیں، یہ کوئی نئی چیز نہیں، ہر سال یہ نظارہ دنیا دیکھتی ہے کہ لاہور کے ایک حصہ میں جہاں امام وقت کی روح نے خدائے لایزال سے وصال حاصل کیا، چند فانی فی اللہ لوگ جمع ہوتے ہیں اور اسلام کی سربلندی، محمد رسول اللہ صلعم کی عظمت، اور قرآن کی مقبولیت کے لئے جہاں مختلف قسم کی تدابیر سے کام لیتے اور رسائل نچھاور کرتے ہیں وہاں اللہ تعالےٰ کے آگے سربسجود ہو کر دلی الحاح کے ساتھ دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اس پاک دین اور اپنے پاک کلام کو دنیا میں غالب اور مقبول بنائے کہ اسی سے دنیا کی نجات اور امن وابستہ ہے۔ آئیے پھر ایک دفعہ اکٹھے ہو کر اس ایمان کو تازہ کریں جو امام وقت نے دعا پر پیدا کیا اور اسلام کی کامیابی اور مسلمانوں کی بہتری اور خوشحالی کے لئے مل کر دعائیں کریں کہ صرف یہی ایک رستہ ہے جس سے ہر قسم کی دینی و دنیوی کامیابی اور فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔

گمراہ کن پراپیگنڈا

"زمیندار" کے اس ننگ صحافت سپوت نے جو عمر بھر خرابات میں گذارنے کے بعد بمصداق حدیث نبوی واذا ساد القبیلۃ فاسقھم آج قوم کا لیڈر بننے کا خواہاں ہے، پاکستان کے صحافتی وفد کا رکن بن کر انگلستان میں جو گل کھلائے ہیں ان میں سے اس سجدہ سہو کی حقیقت کو آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جو ووکنگ میں نماز عید پڑھنے کے بعد اسے کرنا پڑا۔ اب اسی سلسلہ میں اس گمراہ کن پراپیگنڈا پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے جس کا ذکر اس نے ۷ دسمبر کے "زمیندار" میں کیا ہے، پروفیسر آربری کے ساتھ ایک مکالمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"پروفیسر آربری سے باتوں باتوں میں قادیانیوں کا بھی ذکر آ گیا اور پروفیسر آربری نے فرمایا کہ اس جماعت کے متعلق آپ کا کیا نظریہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ پاکستان میں صرف میرا ایک اخبار ہے جس نے اس فرقہ ضالہ کے خلاف جہاد جاری کر رکھا ہے .... حق تو یہ ہے کہ اس جماعت نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ غیر مسلم کبھی نہیں پہنچا سکتے .... قادیانی تو وہ سانپ ہیں جو اسلام ہی کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اسلام ہی کے جسم میں اپنے زہریلے اثرات بھی پھیلاتے ہیں یعنی یہ وہ مار آستین ہیں جو اس شخص پر ڈنک چلاتے ہیں جس کی آستین ان کے لئے دارالامان ہے اپنے آپ کو مسلمان کہکر اسلام کے اصول و عقائد میں رخنہ اندازی کر لیا لے، اپنی اسلامیت کی مکارانہ بے حقیقت اور پرفریب مظاہرہ کر کے دین فطرت کے حقائق سے اعلانیہ تلبیس کی باتوں سے اللہ کے مقدس کلام کو (معاذ اللہ) جھٹلانے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبہ کا (نعوذ باللہ) مضحکہ اڑانے والے اگر اسلام اور مسلمانوں کے غیر مسلموں سے بھی بڑھ کر دشمن اور صریحاً کافر نہیں تو اور کون ہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ قادیانی فرقہ کا وجود اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے کفار و مشرکین سے کہیں زیادہ خطرناک ہے"

پھر آگے چل کر لکھا ہے۔

"میں نے اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ شاید آپکو علم نہ ہو ان قادیانیوں میں بھی آگے چل کر دو فرقے بن گئے ہیں ایک فرقہ مرزا غلام احمد کو پیغمبر مانتا ہے اور دوسرا مجدد تسلیم کرتا ہے اس لحاظ دونوں میں بھی باہمی کھٹ پٹ رہتی ہے لیکن مسلمانوں کے نزدیک یہ دونو گروہ اپنی اپنی جگہ گمراہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا ان سے کوئی واسطہ نہیں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرزندان توحید کو ان دونوں فرقوں کے فتنہ و شر سے محفوظ رکھے۔"

سن لیا آپ نے؟ کیا اس سے بڑھکر مکر و فریب اور فتنہ و تلبیس سے بھری ہوئی تحریر آپ نے کہیں دیکھی ہے؟ وہ شخص جو ووکنگ میں احمدی امام کے پیچھے نماز عید پڑھکر مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا اور ایک خاص برقیہ کے ذریعہ اس نماز کی کیفیت لکھتے ہوئے تمام ان لوگوں کو جو اس اجتماع میں شریک ہوئے اور جن میں احمدی امام اور اس کے ساتھی شامل ہیں "فرزندان توحید" قرار دیتا ہے وہ پروفیسر آربری کے سامنے تو پتہ نہیں کیا کہہ آیا ہو، صرف "زمیندار" کے پڑھنے والوں کو خوش کرنے کے لئے انہی "فرزندان توحید" کو مار آستین قرار دیتا اور کفار و مشرکین سے بدتر ٹھہراتا ہے ؎

گر اسلام این است کہ اختر دارد
وائے گر پس امروز بود فردائے

ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے

(باقی بر صفحہ کالم ۱)

شکرانہ فنڈ میں جماعت کراچی کا حصّہ

کراچی - ۲۹ر نومبر ۱۹۵۰ء -

مکرمی جناب اڈیٹر صاحب

السلام علیکم - حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت کی خوشی میں "شکرانہ فنڈ" کے لئے جو اپیل ہوئی ہے اس میں کراچی کے احباب نے مندرجہ ذیل عطیہ جات عطا فرمائے ہیں - اللہ تعالےٰ انہیں بہت بہت جزائے خیر دے اور حضرت امیر کی قیادت میں دین کے لئے جہاد کے مزید مواقع عطا فرمائے - ابھی کچھ احباب باقی ہیں جن سے اپیل نہ ہو سکی - تمام جماعتوں کے خطیبوں - صدر صاحبان اور سیکرٹری صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ اس نیک کام میں دلچسپی لیں اور احباب سے چندہ لیکر خود بھی ثواب دارین حاصل کریں :-

نام	نقد	وعدہ (روپے آنے پائی)
۱- الحاج چودھری امجد خاں صاحب	نقد —.—.—	وعدہ ۵۰۰.—.—
۲- جناب میاں غلام عباس صاحب	// x x x	// // ۲۰۰.—.—
۳- مسٹر بشیر ملک صاحب	// ۱۰۰.—.—	x x x
۴- جناب حکیم محمد فیروز صاحب	// ۱۰۰.—.—	
۵- مسٹر نصیر احمد فاروقی	// ۱۰۰.—.—	
۶- مسز // // //	// ۱۰۰.—.—	
۷- حاجی محمد اسماعیل صاحب	// ۳۰.—.—	
۸- خانصاحب رحیم بخش صاحب	// x x x	وعدہ ۱۰۰.—.—
۹- جناب مولانا عزیز بخش صاحب	// x x x	وعدہ ۱۰۰.—.—
۱۰- مسٹر منور علی خاں صاحب آف محمود ٹ	// x x x	وعدہ ۵۰.—.—
۱۱- ڈاکٹر غلام مجتبےٰ صاحب	// x x x	وعدہ ۵۰.—.—
۱۲- مولوی عبد الرحمٰن صاحب	// x x x	وعدہ ۵۰.—.—
۱۳- ڈاکٹر نذیر احمد صاحب	// x x x	وعدہ ۵۰.—.—
۱۴- ایم - اے باسط صاحب	// x x x	وعدہ ۵۰.—.—
۱۵- مولوی عبد الحق صاحب	// x x x	وعدہ ۳۰.—.—
۱۶- اصغر علی صاحب	// x x x	وعدہ ۲۰.—.—
۱۷- نسیم جاوید پسر اصغر علی صاحب	// x x x	وعدہ ۵.—.—
۱۸- چودھری خوشی محمد صاحب	// x x x	وعدہ ۲۰.—.—
۱۹- مسٹر حسن علی	// x x x	وعدہ ۲۵.—.—
۲۰- ڈاکٹر قریشی صاحب	// x x x	وعدہ ۲۵.—.—
۲۱- چودھری غلام رسول صاحب	// x x x	وعدہ ۲۰.—.—
۲۲- شیخ نذیر احمد صاحب	// x x x	وعدہ ۲۰.—.—
۲۳- مولوی عبد الرزاق صاحب	// ۱۰.—.—	
۲۴- شیخ عبد المجید صاحب	// ۵.—.—	
۲۵- ملک معل خاں صاحب	// ۵.—.—	
۲۶- انعام الحق صاحب	// ۵.—.—	
۲۷- عبد اللطیف صاحب	// ۱۰.—.—	
۲۸- عبد الغفور بٹ صاحب	// ۱۰.—.—	
۲۹- افتخار احمد صاحب	// ۱۰.—.—	
۳۰- پیر علی شاہ صاحب سانگھڑ	// ۱۰.—.—	
۳۱- پیر محمد مشتاق صاحب سانگھڑ	// x x x	وعدہ ۵.—.—
۳۲- عبد الرشید صاحب	// x x x	وعدہ ۱۰.—.—
۳۳- منظور الٰہی صاحب	// x x x	وعدہ ۵.—.—
۳۴- شیخ عبد العلی صاحب	// x x x	وعدہ ۱۰.—.—
میزان کل	نقد ۴۵۵.—.—	وعدہ ۱۳۲۵.—.—

خاکسار - نصیر احمد فاروقی

خستگانِ قوم کی اللہ نے سُن لی دُعا

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت پر شکرانہ الٰہی

بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں مولینا مرتضیٰ خان صاحب کا خط

بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ کی طرف سے ذیل کا خط برائے اشاعت موصول ہوا ہے :-

بخدمت محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر ایدہ اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ حضرت امیر کو اب خدا کے فضل سے آرام ہے - اب اللہ تعالےٰ آپ کو طاقت بھی عنایت فرمائے کہ سفر کر سکیں اور واپس بخیر وعافیت تشریف لا سکیں - میں ان کو براہ راست خط نہیں لکھ رہا کیونکہ ممکن ہے کہ آپ ابھی اس قابل نہ ہوں کہ خطوط وغیرہ پڑھ سکیں - اس لئے آپ میرا السلام علیکم ضرور پہنچا دیں - اور اس عریضہ کا ضرور ذکر فرماویں - جو کچھ خوشی ہم لوگوں کو حضرت کے صحتیاب ہونے سے ہوئی ہے، اس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ہیں میں نے اپنے خیالات کا کسی قدر اظہار چند اشعار میں کیا ہے جو درج ذیل ہیں - والسلام -

خاکسار نیازمند - مرتضیٰ خاں

واہ وا! لائی صبا ہے کیا نوید جاں فزا
حق تعالےٰ نے امیر قوم کو بخشی شفا

الاماں صد الاماں! آیا جو دَورِ ابتلا
سخت مشکل آ پڑی تھی ہوگیا فضلِ خُدا

کیا کہیں کس طرح کاٹے ہم نے لیل و نہار
پیش ربّ ذوالمنن روتے رہے با حالِ زار

درد تھا غم تھا الم تھا چھا رہی اِک یاس تھی
اور تو کچھ بھی نہ تھا بس خُدا کی آس تھی

شکرِ حق کہ آج سجدے کیوں بجا لائیں نہ ہم
گیت کیوں حمدِ خدائے پاک کے گائیں نہ ہم

پھر ہمارے گلستاں میں آگئی فصلِ بہار
پھر لگی چلنے نسیمِ رحمتِ پروردگار

وہ امیرِ قوم جو ہے افتخارِ مُلک و دیں
وہ امیرِ قوم جو ہے صدرِ بزمِ آخریں

وہ امیرِ قوم جو ہے آیتِ فضلِ خُدا
ہیں درخشاں جس کی پیشانی پہ انوارِ خُدا

جانشیں جو ہے امام مہدیٔ موعود کا
پاسبانِ دینِ احمد ہادیٔ راہِ صدیٰ

از سرِ نو زندگی اسکو خدا نے کی عطا
خستگانِ قوم کی اللہ نے سُن لی دُعا

دعاؤں کیلئے مجاہدہ اور اسکے متعلق ضروری ہدایات

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

برادرانِ محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجاہدۂ دعا کے متعلق احباب کے خطوط آ رہے ہیں مگر کچھ ان کی رفتار سست ہے اور کچھ ان احباب کی توجہ اس طرف کم بلکہ بہت کم نظر آتی ہے - جن پر سب سے زیادہ یہ ذمہ داری ہے مثلاً ہمارے مبلغین کی جماعت یا ہر جماعت کے سرکردہ لوگ جن کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کی کامیابی کا سارا دارومدار ہی رجوع الی اللہ پر یا دعا پر ہے - بعض خطوط سے ایسا بھی مترشح ہوتا ہے کہ کچھ احباب کے دلوں میں یہ خیال بھی ہے - کہ دعا تو ایک چیز ہے جو بندے اور خدا کے درمیان ایک راز کے طور پر ہے - اور اس کا دوسرے پر ظاہر کرنا کیا ضروری ہے یا اس کے لئے اقرار کرنا کیا ضروری ہے - انسان کو جب میسر آئے کرے - بعض احباب کے دل میں شاید یہ بھی خیال ہے کہ ایک اقرار کو کر لیں پھر شاید اسکو نباہ نہ سکیں - میں خود پہلے اس بارے میں کچھ لکھ چکا ہوں - اور پھر دوہرانا چاہتا ہوں کہ میرا مطلب یہی ہرگز یہ نہیں کہ ہم اپنی دعاؤں کا ڈھنڈورہ پیٹیں - اس لئے میں ان احباب کے نام بھی شائع کرنا پسند نہیں کرتا جو ایسا اقرار کریں - صرف ان کو جماعت کا رنگ دینا چاہتا ہوں - آخر ہم جماعت میں اکٹھے ہو کر بھی دعا کرتے ہیں - دنیا اس وقت ایک تباہی کی طرف دوڑی جا رہی ہے اور اب اگر انسانیت کو اگر ہلاکت سے بچا سکتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے - بعض اوقات ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک اکیلے انسان کو کھڑا کر دیتا ہے اور اس کے دل میں اس قدر درد رکھ دیتا ہے اور اپنے دروازے پر اسکو اس قدر گرا دیتا ہے کہ وہ اکیلا ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کو جذب کر کے انسانیت کو بچا لیتا ہے - مگر وہاں بھی اس کے ساتھ ایک گروہ ہو جاتا ہے - جیسا کہ فرماتا ہے انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك - بلکہ حضرت موسیٰ کو پیغمبری کے منصب پر کھڑا کیا گیا تو انہوں نے خود دعا کی مجھ اکیلے کے لئے یہ بوجھ بہت ہے - مجھے اپنے اہل سے ایک بوجھ بٹانے والا مددگار دے - کے نسبحك کثیرا ونذکرك کثیرا - اس وقت شر کا غلبہ اس قدر ہے کہ اس کے مقابل میں تیری تسبیح اور تیرے ذکر کی بہت زیادہ ضرورت ہے - ہم کم سے کم دو تو ہوں - سو میرے بھائیو اس وقت دنیا فسق و شر سے بھری ہوئی ہے اور تباہی کی طرف دوڑی جا رہی ہے - اور خدا کے فضلوں اور رحمتوں کے دروازوں کو اپنے اوپر بند کر رہی ہے - اس لئے ایک ایسے گروہ اور جماعت کی ضرورت ہے جو خدا کے آگے گر کر خدا کے فضلوں اور رحمتوں کی جاذب بن جائے - تو ہم ہی وہ جماعت کیوں نہ بن جائیں - بہت سے لوگ ہیں جو اس جماعت کو حق پر جانتے ہوئے اس میں اس لئے شامل نہیں ہوتے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد بہت بڑا ہے - ممکن ہے ہم اسے نباہ سکیں یا نہ نباہ سکیں - لیکن یہ ایک دائمی صداقت ہے کہ جو شخص بھی سچے دل سے خدا کے رستے میں مجاہدہ کرنے کا اقرار کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے - الذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا - اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر ایمان رکھتے ہوئے دعا کے مجاہدہ کے لئے قدم اٹھاؤ - یہ امر ہماری اپنی زندگیاں سنوارنے کا موجب ہو جائیگا - اسی سے تمہارے اپنے قلوب میں ایک سکینت نازل ہوگی - یہ امر تمہارے اپنے دکھوں کو دور کرنے کا موجب ہوگا -

میں نے پچھلے مضمون میں لکھا تھا کہ دعا کے اس مجاہدہ کے لئے تمہید کے طور پر میں تین باتیں بیان کروں گا - جن میں سے پہلی بات یہ تھی کہ دنیا سے منقطع ہو کر چاہے دس بیس منٹ ہی ہوں قرآن کریم کی تلاوت کریں اور اس کے الفاظ کو اپنے دل پر وارد کرنے کی کوشش کریں - یہ قرآن ہمارے نبی کریم صلعم پر جب نازل ہوتا تھا تو دنیا سے منقطع ہونے کی حالت میں نازل ہوتا تھا - جب مجلس میں بھی ہوتے تو تصرف الٰہی سے دل میں ایک انقطاع ہو جاتا تھا وہ بات ہمیں میسر نہیں لیکن اگر ہم کوشش کریں تو اب بھی وہ رستہ کھلا ہے - کہ یہ قرآن کریم کی تلاوت ہمارے قلوب میں ایک نئی زندگی اور ایسی قوت پیدا کر دے جس سے ہم دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیں - ہمارے امام نے بھی ایک لمبی مدت - صرف قرآن کریم کی تلاوت میں دنیا اور دنیا کے تعلقات سے منقطع ہو کر گذاری ہم اگر اپنے دنیوی کاروبار میں ایک لمبا عرصہ اس کے لئے نہیں نکال سکتے تو روزانہ کچھ نہ کچھ وقت نکالیں - میں اپنی جماعت کے نوجوانوں کو لڑکوں اور لڑکیوں کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ آج ان کا ماحول بہت گندہ ہے - دنیا کی ظاہری کشش نے انہیں اپنے اندر گھیرا ہوا ہے - وہ دنیا سے انقطاع کا کچھ وقت ضرور نکالیں - میں نے اگلے دن ایک اخبار میں دیکھا تھا کہ نیویارک میں نوجوانوں کی ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی ہے جو ہفتہ اور اتوار کے دن دنیا سے الگ ہو کر باہر کسی مقام پر جمع ہو جاتے ہیں اور کوئی اخبار وغیرہ تک بھی اس وقت اپنے ساتھ نہیں لے جاتے اور وہ صرف ایک روحانی اجتماع ہوتا ہے - روحانیت کی طرف دنیا میں ایک بیداری پیدا ہو رہی ہے تو ہم لوگ جن کے سامنے ہمارے امام نے اتنا بلند مقصد رکھا ہے کہ دنیا میں ایک روحانی انقلاب پیدا کر دیں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم پہلے اپنے اندر وہ روحانی انقلاب پیدا کریں -

آج میں ایک دوسری بات کی طرف اپنے احباب کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا جو احباب تہجد کے لئے نہیں اٹھ سکتے میں انہیں بھی اسی مجاہدہ میں شامل کرنا چاہتا ہوں - مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ان باتوں پر عامل ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے اندر ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیگا کہ تہجد کے لئے اٹھنا بھی ان کے لئے آسان ہو جائے گا - آج میں اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کا یوں تو لفظ لفظ ایسا ہے کہ اس کے اندر ایک خدائی قوت موجود ہے مگر بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہ جلد انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے ہیں - اور کلام الٰہی کی شوکت ایک معمولی قلب انسانی پر بھی اثر کر جاتی ہے - بہت قرآن کے منکر بھی ایسے مقامات پر قرآن کریم کی تعریف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں - چنانچہ بڑے بڑے مخالفین ایسے مقامات سے متاثر ہو جاتے ہیں - مثلاً سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی یا ایسے مقامات پر جہاں اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا ذکر ہے یا اس کی قوت اور شوکت کا ذکر ہے تو اپنی دعاؤں میں اثر پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کے ایسے مقامات کو حفظ کر لیں اور ان کے مفہوم کو بھی اچھی طرح سمجھ لیں - اور ان مقامات کو اپنی تہجد کی نماز میں یا معمولی نمازوں میں دوہرائیں یا فارغ اوقات میں جب تنہا ہوں ان کو دوہرائیں -

اس بارے میں ذیل کے مقامات کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں - اور سب سے پہلے جس چیز کو میں نے رکھا ہے اسکو سب احباب مقدم کریں -

۱- قرآن کریم کی دعائیں - یہ دعائیں ایک رسالہ میں الگ جمع ہوئی ہوئی موجود ہیں اور ہر قسم کے مضامین ان کے اندر آجاتے ہیں - دین و دنیا کی حسنات کی دعائیں - حق کے غلبہ کی دعائیں - اعدائے حق کے ہلاکت کی دعائیں - خدا کی نصرت کی دعائیں - انسان کے غموں اور دکھوں کو دور کرنے کی دعائیں - گناہوں کی مغفرت کی دعائیں - اپنے بھائیوں اور اولاد کی مغفرت کی دعائیں - سب مومنین کے لئے رحمت اور برکت کی دعائیں - کفار کے مظالم سے نجات کی دعائیں وغیرہ - یہ ہیں بھی مختصر - جو اصحاب انگریزی سمجھ سکتے ہیں وہ یہ رسالہ جو بہت مختصر ہے ضرور منگوا لیں - دوسرے احباب کے لئے میں کسی وقت ان کو اخبار میں بھی انشاء اللہ شائع کرا دوں گا -

۲- اللہ تعالیٰ کی عظمت اور صفات کے اذکار - ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے قرآن کریم کو پڑھتے وقت آپ خود اپنے لئے چن کر ان کو یاد کر لیں - مثلاً آیۃ الکرسی سورہ [illegible] کی ابتدائی آیات - سورہ حشر کی آخری آیات - اور بہت سے ایسے مقامات ہیں -

۳- وہ مقامات جہاں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انبیاء کی انتہا درجہ بیکسی کے وقت ان سے غلبہ کے [illegible] وعدے فرمائے اور کس طرح ان کی دعاؤں کو [illegible] مثلاً سورہ ابراھیم کے بعض حصص -

سورہ انبیاء کا آخری سے پہلا رکوع جہاں حضرت ایوب کا ذکر شروع ہوتا ہے اور آخری رکوع یہ ایک طویل فہرست ہے مگر اس وقت میں زیادہ تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتا۔ یہ تھوڑے تھوڑے مقامات بھی یاد کرکے ان کو نمازوں میں دہرایا جائے تو یہ نمازوں کے اندر ایک لذت اور اثر پیدا کر دیں گے۔ کبھی فرصت کم ہو تو چھوٹی سورتوں پر کفایت کریں مگر کبھی تنہائی میں موقعہ مل جائے اور دل میں انشراح ہو تو مجیہ ذکر الٰہی کو بھی لمبا کر دیں۔ مگر دن میں ایک دو ایسے موقع ضرور نکالنے چاہئیں صرف ایک بات کو مدنظر رکھا جائے۔ کہ یہ لفظ صرف زبان سے ادا نہ ہوں بلکہ دل کی گہرائیوں میں پہنچ جائیں۔ اس کے لئے ابتدا میں بڑی مجاہدہ کی ضرورت ہوگی۔ یوں ہی قرآن کریم کو آہستگی اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم ہے۔ ورتل القرآن ترتیلا۔ کیونکہ ٹھہر کر پڑھنے سے زبان سے اتر کر یہ لفظ دل میں پہنچ جاتے ہیں اور جب انسان ٹھہر کر پڑھے اور اس کے مفہوم کو دل تک پہنچانے کی کوشش کرے تو آہستہ آہستہ وہ وقت بھی اس پر آجاتا ہے کہ وہی لفظ پہلے دل سے نکلتے ہیں اور پھر زبان پر آتے ہیں اور یہی خدا کے قرب اور اس کی قبولیت کا مقام ہے کہ انسان کے منہ سے وہ بات نکلے جو پہلے اس کے دل سے آ نکلے۔

خاکسار۔ محمد علی

پروین برٹن روڈ۔ کراچی۔ ۸ ۱۲/ ۵۰

(بقیہ از صفحہ ۲)

(بقیہ از صفحہ ۲)

قرار پانا ہرگز اس امر کا ثبوت نہیں کہ وہ فی الواقعہ اسی طور پر موجود بھی ہے فلسفہ و سائنس کے اس فرق کو دکھلانے کے لئے ایک لطیفہ کا ذکر کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا، کہتے ہیں کہ صدہا سال تک فلسفہ دان دو گروہوں میں بٹے رہے ایک فریق اس امر پر دلائل دیتا تھا کہ مرغی کے بچے یعنی چوزہ کے منہ میں دانت ہوتے ہیں مگر دوسرا فریق اس امر کو باطل کرنے کے لئے اپنے دلائل و براہین پیش کیا کرتا تھا لیکن فیصلہ ہونے میں نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ کسی نے کہا آپ چوزہ پکڑ کر اس کا منہ دیکھ لیں کہ حق بات کونسی ہے۔

یہ لطیفہ بظاہر ایک چٹکلہ ہی معلوم دیتا ہے مگر ہم غور کریں تو ہمارے اندر نزاع کے کس قدر امور موجود ہیں کہ جن کی بابت دلائل و منطق کے ذریعے جھگڑنے کی بجائے ہم واقعات حقہ فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہوتے ہیں مگر ہم ان کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

دین کو سائنس ثابت کر دکھلایا

حضرت مسیح موعود نے جس معجزنما کامیابی و غلبہ سے اسلام کی صداقت کی دھاک بٹھلا دی تھی وہ یہی ایک امر تھا کہ آپ نے دین و مذہب کے اصولوں کو بجائے توہمات و تصورات کا مجموعہ ... یا انہیں محض ایک فلسفہ و علم کلام کی حیثیت سے پیش کرنے کے۔ انہیں واقعات حقہ کے رنگ میں دکھلا دیا۔ چنانچہ اس بنیادی امر پر کہ خدا موجود ہے یا یہ کہ کسی سچے مذہب کا کامل پیرو خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر سکتا ہے آپ نے محض نظری دلائل و منطقی قضیات ہی قائم کر دینے تک بس نہیں کی۔ اگر آپ صرف اسی قدر کام کر جاتے تو یقیناً دین اسلام کی حقانیت و صداقت کی وہ دھاک اور اس کی روشنی کی وہ چمک پیدا نہ ہوتی جو کہ اس وقت ہوتی ہے۔ آپ نے خود اپنی بے مثل تصنیف براہین احمدیہ میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ عقل و علم زیادہ سے زیادہ صرف اس حد تک ہی جا سکتے ہیں کہ یہ کہہ دیں کہ ابلغ و احسن نظام کائنات سے ثابت ہے کہ کوئی خدا ہونا چاہیئے۔ مگر ان کے ذریعہ سے یہ ثابت کر دکھلانا کہ فی الواقع خدا موجود ہے بھی ہرگز ممکن نہیں، اور ان دو باتوں میں کہ خدا ہونا چاہیئے اور یہ کہ خدا حقیقتاً موجود ہے جس قدر نمایاں فرق ہے وہ ہر ایک پر بخوبی عیاں ہے۔ ایسا ہی ہر مذہب کے پیرو دعویدار ہیں کہ ان کا دین خدا تک پہنچا دیتا ہے لیکن کون شخص اس وقت موجود ہے جو یہ کہتا ہو کہ میں فی الواقع خدا تک جا پہنچا ہوں! آؤ مجھ میں خدائی لقاء کی صفات و علامات دیکھ لو لہٰذا اگر حضرت مسیح موعود اسلام کے کامل پیرو ہونے کی حیثیت سے خدا کی ہمکلامی کا دعوےٰ کرکے اسے واقعی صادق ثابت نہ کر دکھلاتے تو پھر یقیناً آپ دین اسلام کی صداقت کا وہ سائنٹیفک ثبوت ہرگز پیش نہ کر سکتے جس کا تعلق انسانی زندگی سے ہے۔ نہ آپ خدا تعالیٰ کی موجودگی پر سائنٹیفک حجت پیش کر سکتے اور نہ اسلام کی صداقت کا ثبوت عملی زندگی و واقعات حقہ کی بنا پر پیش کرنے والے ہوتے۔ چونکہ مشیت خداوندی میں تھا کہ

چندہ ماہوار کا عہد جماعت میں شمولیت سے قبل لینا ضروری ہے

جناب خادم رحمانی نوری شیلانگ سے لکھتے ہیں:۔

جماعت احمدیہ کی قوت کو ظاہر کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ کم تعداد سے ہی دنیا کو بفضل خدا ایک عظیم الشان کام کرکے دکھا دیا جائے۔ سو اس کے حصول کے لئے میں نے یہاں یہ طریق اختیار کر رکھا ہے۔ کہ ہر وہ شخص جو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہے اس سے چندہ ماہوار ادا کرنے کے لئے پہلے ہی سے عہد لے لیتا ہوں اور ہر وہ شخص جو یہ عہد نہیں کرتا اسے میں جب تک یہ عہد نہ کرے جماعت کا ممبر ہی نہیں بناتا۔ میرے ناقص خیال میں اگر ہر ایک ممبر کو اس سے مطلع کر دیا جائے تو سلسلہ کے لئے بہت ہی مفید ہوگا۔ ہاں اگر کوئی شخص نہایت ہی مجبوری کی حالت میں چندہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ تو میں اسے جماعت میں داخل کر لیتا ہوں۔ اور خود ہی ان کی طرف سے برائے نام کچھ چندہ دے دیتا ہوں۔ چند ایک رسیدیں اس قسم کی میں اس لفافے کے ساتھ سیکرٹری صاحب تحصیل کو بھیج رہا ہوں۔ آپ انہیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ایک نئے ممبر کا بیعت فارم بھی بھیج رہا ہوں۔ اس ممبر سے بھی میں نے حسب قاعدہ پہلے ہی سے چندہ کا وعدہ لے لیا ہے۔

میرے خیال میں کسی فرد کو محض اس لئے کہ وہ سلسلہ احمدیہ کو حق پر سمجھتا ہے اور وہ باقاعدہ چندہ ادا نہیں کرتا جماعت کا ممبر بنا لینا سلسلہ کے لئے مضر ہے۔ حضرت مسیح موعود نے تو فرمایا ہے کہ ہر وہ ممبر جو متواتر تین ماہ تک چندہ ادا نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ ویسے تو مستقبل قریب میں ہی انشاء اللہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ دنیا کے اکثر مسلمان سلسلہ احمدیہ کو حق پر سمجھیں گے۔ تو کیا اس وقت ان تمام کو ہی محض بیعت فارم پر دستخط کر دینے کی وجہ سے جماعت کا ممبر شمار کر لیا جائیگا؟

مجھے یقین کامل ہے کہ یہ سلسلہ احمدیہ ہی آئندہ اسلام اور مسلمانوں کے وقار کا موجب ہوگا۔ اس لئے میری خواہش ہے کہ میرا ہر بھائی اس میں عملی طور پر ضرور حصہ لے۔

والسلام

نابکار

خادم رحمانی نوری

خواتین کا جلسہ اور دستکاری کی نمائش

۲۴ر دسمبر قریب آرہا ہے تمام خواتین مع اپنی دیگر بہنوں کے اس دفعہ ضرور جلسہ میں شمولیت فرمائیں اور

دستکاری کی نمائش

کے لئے جو اشیاء انہوں نے تیار کی ہیں یا جو ابھی نامکمل ہیں انہیں جلد مکمل کرکے جلسہ سے پہلے پہلے مرکز میں بھیجدیں۔

(افسر جلسہ مستورات)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ ارشادات

شیخ غلام قادر صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور

اہلِ معاصی کی سزا کا ایک رنگ

عن عقبة ابن عامرٍ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایت اللہ عزوجل یعطی العبد من الدنیا علی معاصیة ما یحب فانما ھو استدراج ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما نسوا ما ذکروا به فتحنا علیھم ابواب کل شیءٍ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنٰھم بغتة فاذا ھم مبلسون ٥

رواہ احمد۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق

عقبہ بن عامر سے روایت ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو دیکھے کہ اللہ عزوجل ایک شخص (یا قوم) کو باوجود اس کے گناہوں کے اپنی ان تمام نعمتوں سے نوازتا ہے جو وہ شخص (یا قوم) چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے (یعنی تمدنی۔ معاشرتی اور سیاسی تفوق) یہ عطاء ربانی (اس شخص یا قوم کے حق میں) بطور استدراج ہے (یعنی جتنا جتنا وہ قوم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت فکر حصول دنیا کے لئے استعمال کرتی ہے سیڑھی بہ سیڑھی بام ترقی پر پہنچ جاتی ہے۔ ہر منزل پر اسے ایک موقع ملتا ہے کہ وہ اس بات پر کبھی غور کرے کہ یہ نعمت جس عقل و فکر کے ذریعہ اسے ملی ہے وہ صانع عالم کی عطا کردہ ہے تاکہ وہ مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی کے حصول کی کوشش کرے جو شرف انسانیت ہے ورنہ محض مادی ترقی تو اس قوم کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے جیسا کہ آجکل مغربی اقوام کو پیش آ رہا ہے) پھر حضور علیہ التحیۃ والسلام نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:۔ سو جب انھوں نے اسے چھوڑ دیا جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی۔ (باوجود اس کے کہ) ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب اس پر (بجائے شکر کرنے کے) اترانے لگے جو انھیں دیا گیا۔ (دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگے اور دیگر اقوام کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے لگے) ۔ ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا تب وہ مایوس ہوگئے (جیسا کہ آجکل وہ تمام اقوام جنھوں نے مادی ترقی کی تمام منازل طے کرلیں کشاں کشاں تباہی کی طرف جا رہی ہیں اور اس مہیب عالمگیر تباہی سے بچنے کی انہیں کوئی صورت نظر نہیں آتی جو ان کے دروازوں پہ کھڑی ہے لہذا مایوسی کی حالت میں اٌمنوں کا نفرنسوں کے تار عنکبوت سے کمزور قلعوں میں پناہ ڈھونڈ رہی ہیں)

فلاح یافتہ انسان

عن ابی ذرٍ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد افلح من اخلص اللہ قلبه للایمان وجعل قلبه سلیمًا ولسانه صادقًا ونفسه مطمئنة وخلیقته مستقیمةً وجعل اذنه مستمعةً وعینه ناظرةً فاما الاذن فقمعٌ واما العین فمقرةٌ لما یوعی القلب وقد افلح من جعل قلبه واعیًا - رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق

ترجمہ:۔ حضرت ابو ذر غفاری سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے (تکمیل) ایمان کے لئے قلب صافی عنایت فرمایا۔ اور اس (قلب) کو تسلیم و رضا کے لئے محفوظ کر لیا اور جس شخص کو صدق مقال اور نفس مطمئنہ بخشا اس کی فطرت میں راستبازی اور راست روی ودیعت فرمائی اسے (حق بات کے) سننے والا کان اور حقیقت بین نگاہ بخشی۔ پس کان قیف کی مشابہ ہے جس کے ذریعہ کلمات حق دل میں اترتے ہیں) اور چشم حقیقت بین (اسوۂ حسنہ اور نیک کردار کو) مد نظر رکھتی ہے (اور ان نیک نمونوں کو دل تک پہنچاتی ہے) جسے قلب سلیم محفوظ کر لیتا ہے اور یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قلب بصیرت عنایت فرمایا (جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ان تین ذرائع ہدایت سے فائدہ نہ اٹھایا وہ انسانیت سے معرا ہیں۔ لھم قلوبٌ لا یفقھون بھا ولھم اعینٌ لا یبصرون بھا ولھم اذانٌ لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل اولٰئک ھم الغافلون ٥ الاعراف ۱۲۔ ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھ کا کام نہیں لیتے اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھنے کا کام نہیں لیتے اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سننے کا کام نہیں لیتے وہ چار پایوں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں یہی بےخبر ہیں۔

آن دیدہ کہ نورے نگرفت است ز فرقاں ؛ حقا کہ ہمہ عمر ز کوری نہ رہیدہ
آں دل کہ بجز از شے گل و گلزار خدا جست ؛ سوگند تواں خورد کہ بوئش نشنیدہ (المسیح موعود)

ترجمہ:۔ وہ آنکھ جسے قرآن شریف سے روشنی نہ ملی واللہ وہ تمام عمر نور بصیرت اور حصول لطائف سے عاری رہی۔

ہاں وہ دل جو قرآن کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے گلستان رحمت کی جستجو کرتا ہے ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے لطف و کرم کے گل گلزار کی خوشبو تک نہیں پا سکتا۔

مامور من اللہ کی فطرت میں بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات طیبہ

مامور من اللہ جب مبعوث ہوتا ہے تو اس کی فطرت میں بنی نوع انسان کی سچی ہمدردی رکھی جاتی ہے۔ اور یہ ہمدردی عوام سے بھی ہوتی ہے اور اپنی جماعت سے بھی ایسی ہمدردی میں ہمارے نبی کریم سب انبیاء وغیرہ سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ آپ ساری دنیا کے لئے مامور ہو کر آئے تھے اور آپ سے پہلے جس قدر انبیاء آئے تھے وہ مختص القوم اور مختص الزمان کے طور پر تھے۔ لیکن آنحضرت کل دنیا اور ہمیشہ کے لئے نبی تھے۔ اس لئے آپ کی ہمدردی بھی کامل ہمدردی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لعلك باخع نفسك ان لا یکونوا مومنین۔ اس آیت کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ کیا تو ان کے مومن نہ ہونے کی فکر میں اپنی جان دے دیگا۔ جس سے اس درد اور فکر کا پتہ لگ سکتا ہے جو آپ کو دنیا کی حالت دیکھکر ہوتا تھا۔ کہ وہ مومن بن جائے۔ یہ معنی تو آپ کی عام ہمدردی کے لحاظ سے ہیں۔ اور دوسرے معنے یہ ہیں۔ کہ مومنوں کو مومن بنانے کی فکر میں تو اپنی جان دے دیگا۔ یعنی اس کے ایمان کو کامل بنانے کے لئے اسی لئے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ و رسوله۔ بظاہر تو یہ تحصیل حاصل معلوم ہوتی ہوگی۔ لیکن جب حقیقت حال پر غور کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے کئی مراتب ہوتے ہیں۔ جن سب کی تکمیل اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔ غرض مامور کی ہمدردی مخلوق کے ساتھ اس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ بہت جلد اس سے متاثر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے ماموروں کے درمیان دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ مامور تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا ہی ہے۔ دوم بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ بھی مامور کا رسول بن جاتا ہے۔ یہ ایک باریک بھید ہے۔ جسے ہر شخص جلدی سے سمجھ نہیں سکتا مؤخر الذکر صورت اس وقت واقع ہوتی ہے۔ جبکہ مامور اپنی جماعت کو اپنی منشاء کے موافق نہیں دیکھتا تو اس کے دل میں ایک درد پیدا ہوتا ہے اور اس پر ایک چوٹ لگتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تمثیلی طور پر اس کی جماعت کے بعض افراد پر ان کے عیوب ظاہر کر دیتا ہے۔

اعلان فسخ بیعت جناب میاں صاحب

جب انسان کسی روحانی سلسلہ میں منسلک ہوتا ہے تو پہلے ہی سے کچھ ایسے وجوہ پیدا ہو جاتے ہیں جو اس کی مجبوری زندگی میں ایک انقلاب کا باعث بنتے ہیں۔ اور ان غلط اعتقادات کو جنہیں مذہب کے بنیادی اصولوں سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ محض سوسائٹی کے نظریات کا عکس ہوتے ہیں بدل کر ایک صحیح مسلک اور صراط مستقیم اختیار کر لیتا ہے۔

مجھے اپنے سکول کی زندگی میں اخبار "پیغام صلح" اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف کے مطالعہ کرنے کا بارہا اتفاق ہوا۔ اور میرے ان اعتقادات میں جو محض ماحول کی پیداوار کا نتیجہ تھا ایک نظری انقلاب پیدا ہوا۔ آخر میری ذہنیت فیصلہ نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ اعتقادات نظریات ہی نہیں بلکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیم کا آئینہ ہیں۔ اور مسلمان اسلام کی اس حقیقی تعلیم سے دور جا چکے ہیں۔

اس کے بعد خانگی الجھنوں نے مجھے دورِ غفلت میں مبتلا رکھ کر حق و باطل کے امتیاز و تحقیق کا مزید موقعہ نہ دیا۔ مگر اس دورِ غفلت کے بعد میری باختہ رنگ چنگاری میں یکایک حرارت پیدا ہوئی اور خدا تعالیٰ کی مہربانی سے میرا دل نورِ ہدایت سے منور ہو گیا۔ ماہ رمضان المبارک میں مجھے عالم خواب میں، کثیر التعداد و اژدحام خلائق کے درمیان مہدی آخر الزمان کی زیارت نصیب ہوئی جو اس وقت یہ فرما رہے تھے ؎

دولتے ما پتہ ہر سعید خواہد بود
دولتے فتح نمایاں بنام ما باشد

چنانچہ میں نے اس خواب کی تفصیل ایک احمدی دوست کو من وعن لکھ کر بھیجدی جن سے میرے دوستانہ مراسم تھے۔ چونکہ وہ اتفاق سے جماعت قادیان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے طبعًا انہوں نے مجھے قادیان جانے کی تحریک کی۔ ان کی تحریک پر سنہ ۱۹۴۶ء کے سالانہ جلسہ میں قادیان پہنچکر قبولِ احمدیت کے شرف سے مشرف ہوا۔ چونکہ بندہ محض خدمت دین کے شوق سے احمدیت میں داخل ہوا تھا۔ اس لئے بعض قادیانی دوستوں سے مشورہ کر کے بعد اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کر دی۔ لیکن جہاں تک میرے بنیادی عقائد کا تعلق تھا۔ ان میں اور جماعت قادیان کے عقائد میں جو اکثر لوگوں سے سننے میں آتے تھے میں ایک بہت بڑا تفاوت پاتا تھا اور میں نے محسوس کیا کہ ان کے عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ جب دل میں اس قسم کے شبہات پیدا ہو گئے تو ان کو دُور کرنے کے لئے علمائے قادیان کی طرف رجوع کیا۔ لیکن بجائے تسلی کرانے کے انہوں نے منافق کے "امتیازی" خطاب سے مجھے نوازا (یہ خطاب اس جماعت میں بہت رواج پا چکا ہے) چونکہ جماعت قادیان جناب میاں صاحب کی تاویلات پر مہرِ تصدیق ثبت کرنا اپنے لئے فرض عین خیال کرتی ہے۔ خواہ یہ تاویلات اسلامی تعلیمات کی ضد ہی کیوں نہ ہوں اور ایک بیّن تناقض ہی کیوں نہ پیدا کر رہی ہوں۔ لہٰذا اس جماعت میں تحقیق حق کرنے والا انسان بھی ان کی نگاہ میں منافق ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کی خدمتِ دین کی انتہائی تمنا بھی ٹھکرا دی جاتی ہے۔ مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کے پیش نظر راہ کسبہ پر گامزن ہونے کی کتنی ہی جدوجہد کیوں نہ کی جائے مگر اس جماعت کے اندر رہ کر راہ ترکستان کی سبک رفتاری سے سرمو انحراف نہیں ہو سکتا۔

جماعت قادیان میں ایسے افراد کی کمی نہیں جنہیں روز و شب انہی حالات سے واسطہ رہتا ہے۔ اور منافق کے خطاب سے انہیں بارہا نوازا جاتا ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے حالات سے کچھ اس قدر مجبور ہیں کہ

"نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی"

کے مصداق حوصلہ شکن ماحول میں ایام حیات گزار رہے ہیں۔ مگر ان خوش اعتقاد مریدوں کی بھی ہرگز کمی نہیں جو "صما و عمیانا" کی حالتِ سکر میں تا ہنوز مدہوش ہیں۔

آخر ایک لمبی تحقیق کے بعد جو عرصہ چار سال پر پھیلی ہوئی ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جماعت لاہور کے عقاید حضرت مسیح موعود کے عقائد کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں اور انہیں میں حضور کی اصل تعلیم کی جھلک نظر آتی ہے لہٰذا

اس لئے میں جماعت قادیان کے غلو آمیز عقائد سے جو حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے صریح منافی ہیں بیزار و تائب ہو کر اپنی دینی خدمات حضرت مولانا مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؎

شرم آید از بضاعت بے قیمتم ولیک
در شہر آبگینہ فروش است و جوہری

تجدید بیعت کے بعد حضرت مولانا بندہ کو جس دینی خدمت کے لئے موزوں خیال فرمائیں گے بندہ اسے اپنے لئے عین سعادت خیال کرے گا۔

محمد حسن قریشی احمدی منشی فاضل، مولوی عالم
حال مقیم احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

پنجاب میں تاریخی اشیاء کا جائزہ

حکومت پنجاب نے حال ہی میں ایک ایسی کمیٹی بنائی ہے جس کا کام صوبہ پنجاب میں ان تمام اشیاء کا جائزہ لینا ہوگا۔ جو تاریخی ادبی اور ثقافتی اعتبار سے اہم ہیں۔ ان اشیاء میں قلمی نسخے دستاویزیں اور سکے وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس جائزے کا مقصد یہ ہے کہ ان تمام اشیاء کی ایک فہرست تیار کی جائے جو ہند و پاکستان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اہل علم حضرات کے لئے تاریخی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکے اور ساتھ ہی ان لوگوں کو جن کے قبضے میں ایسی دستاویزیں ہیں۔ ان اشیاء کی حفاظت اور مرمت کے سلسلے میں مفید مشورہ بھی دیا جا سکے۔ تاکہ یہ اشیاء جو تمدنی اعتبار سے نہایت اہم ہیں۔ آیندہ نسلوں کے لئے محفوظ ہو جائیں۔

اس کام کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔ تقسیم ہندوستان کے باعث بہت سا تاریخی مواد بھارت ہی میں رہ گیا۔ تقسیم سے پہلے اور تقسیم کے بعد فرقہ وارانہ فسادات کے دوران میں نایاب قلمی نسخوں کی ایک کثیر تعداد جل گئی یا ویسے تلف ہو گئی جس کا نقصان عظیم واقع ہوا۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ رفتہ رفتہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ کچھ تو ان حضرات کی بے توجہی اور غفلت ہے جن کے قبضے میں یہ چیزیں پڑی ہیں اور کچھ اس لئے کہ مرور ایام کے ساتھ ساتھ یہ اشیاء قدرتی طور پر فرسودہ اور کہنہ ہو کر تلف ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ڈر ہے کہ اگر ان کی مناسب مرمت اور حفاظت کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ کیا گیا تو یہ بیش بہا خزانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسانی دسترس سے باہر ہو جائیں گے۔ حکومت پاکستان نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ ہند و پاکستان کی تاریخ از سر نو مدوّن کی جائے۔ مذکورہ بالا کمیٹی کا کام یہ ہوگا۔ کہ اس قسم کی تاریخ لکھنے والوں کے لئے تازہ مواد بہم پہنچائے۔ اور ایسی فہرست مہیا کرے۔ جو ان دستاویزوں کے مالکوں کے اور علمی اور ادبی اداروں کے مابین براہ راست ایک ربط قائم کر دے۔

کام میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر کمیٹی نے صوبہ پنجاب کو تین حلقوں میں تقسیم کیا ہے۔ لاہور - راولپنڈی اور ملتان، کمیٹی اپنا کام عنقریب ملتان کے حلقے میں اور خاص شہر لاہور میں شروع کرے گی۔ اس لئے ملتان اور لاہور کے علاقوں میں رہنے والوں سے التماس ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، اور جو تاریخی اہمیت کی اشیاء ان کے پاس موجود ہوں انہیں کمیٹی کے ارکان سے معائنہ کرائیں کمیٹی کے ارکان نہ صرف ان اشیاء کی فہرست تیار کریں گے، بلکہ ساتھ ہی انہیں محفوظ رکھنے کے لئے مفید مشورہ دیں گے۔ اور مدد بہم پہنچائیں گے۔

اس سلسلہ میں جملہ خط و کتابت بنام میاں محمد سعد اللہ ایم اے۔ ایف آر۔ ایس۔ پی ۔سی۔ ایس۔ صدر پنجاب ریجنل کمیٹی سروے آف ہسٹاریکل ریکارڈ - سول سیکرٹریٹ لاہور ہونی چاہیئے۔

صوفی غلام مصطفےٰ تبسم
سکرٹری

(بقیہ مقالہ از صفحہ ۳)

اسلام کے جسم میں کون سے زہریلے اثرات پیدا کئے ہیں۔ اسلامی اصولوں میں کیا رخنہ اندازی کی ہے، کلام اللہ کو کب جھٹلایا اور کہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات طیبہ پر مضحکہ اڑایا؟ کیا قرآن کریم کے تراجم دنیا میں شائع کرنا اس کلام پاک کو جھٹلانا ہے؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور احادیث کے تراجم کو دنیا میں پہنچانا معاذ اللہ آپ کا مضحکہ اڑانا ہے؟ کیا اسلامی اصولوں کی صداقت کو دنیا میں پھیلانا، ان میں رخنہ اندازی کے مترادف ہے؟ اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ حق سے اسلام کے جسم میں زہریلے اثرات پیدا ہوتے ہیں؟ آخر یہی کام ہیں جو جماعت احمدیہ کر رہی ہے اور یہ اس قدر بیّن اور روشن ہیں کہ جس کی آنکھیں کھلی ہیں وہ ان کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا، ظفر علی خاں اور اس کے بیٹے کو اگر یہ چیزیں گمراہی اور کفر و شرک نظر آتی ہیں تو یہ جماعت احمدیہ کا قصور نہیں، انہیں چاہیئے کہ اپنی آنکھوں کا علاج کریں، اور دوسروں کو گمراہ قرار دینے سے پہلے اپنے فتنہ و شر کو دیکھنے کی کوشش کریں۔

مسلمانانِ اندلس کا صنعتی عروج

رشید اختر ندوی

کسی پچھلی اشاعت میں ہم نے مسلمانانِ اندلس کے علمی کمالات کی ایک مختصر تصویر پیش کی تھی۔ آج ہم مسلمانانِ اندلس کے صنعتی عروج سے متعلق چند باتیں گوش گذار کرنا چاہتے ہیں، گو اس دور میں یورپ اور امریکہ بہت آگے چلے گئے ہیں۔ مگر ایک وقت ایسا بھی تھا جب ہم ترقی و عروج کی انتہائی منازل میں تھے۔ جب سارے جہان میں ہمارے صنعتی کمالات کی دھوم مچی تھی جب ہم ہی سب سے بڑے فنکار اور صناع تھے اور ہم نے یہ عروج اس وقت پایا تھا جب یورپ میں صنعت وحرفت کو کوئی مقام حاصل نہ تھا۔

اندلس میں ہماری صنعتی ترقی کا آغاز نویں صدی عیسوی میں ہوا۔ گو اس وقت بجلی کی بے پناہ قوت انسان کے بس میں نہ آئی تھی۔ مگر مسلمانانِ اندلس نے بجلی کا کام پانی کی روانی سے لیا۔ وہ دریاؤں پر عجیب وغریب قسم کے بند باندھ کر پانی کو سطح زمین سے بہت اونچا اٹھا کر آبشار کی صورت دے دیتے۔ اس طرح پانی کے بہاؤ میں جو شدت وتیزی پیدا ہوتی اس سے مسلمانانِ اندلس اپنے کارخانوں کو چلاتے اشبیلیہ، المریا، شاطبہ، غرناطہ اور قرطبہ کے اکثر کارخانے پانی ہی سے چلتے۔

اندلس کے مسلمانوں سے پہلے یقیناً پن چکیوں کا وجود اکثر ملکوں میں پایا گیا ہے۔ مسلمانانِ اندلس نے یقیناً اپنے کارخانوں کو پانی کے زور سے چلانے کا خیال پن چکی ہی سے لیا ہے۔ لیکن اس کے سوا کسی دوسری قوم نے یہ سعادت نہ پائی کہ وہ اپنے عظیم الشان کارخانوں کو بھی پانی کے زور سے چلاتی۔

اندلس کے مسلمانوں نے سب سے زیادہ شہرت کپڑا بننے میں پائی ہے خصوصیت سے ریشم کا کپڑا بننے میں تو ان کا کوئی ثانی آج تک پیدا نہیں ہوا۔ ریشم کے کیڑے اور انکو پالنے کی ترکیب وہ یقیناً چین سے لائے۔ لیکن انہوں نے کپڑا بننے کی صنعت کو جو ترقی دی وہ ان کی اپنی دانائیوں کا نتیجہ تھی۔ جیسے جیسے ریشمی کپڑے کی صنعت نے ترقی کی ویسے ویسے ریشم کے کیڑے زیادہ پالے گئے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اشبیلیہ، غرناطہ، بلنیہ، زراقہ، المیریا، سلاغہ، طلیطلہ اور جیان کے نواح میں پچاس پچاس سو میل کے علاقے صرف ریشم کے کیڑے پالنے کے لئے مخصوص تھے۔ شہر جیان کے متعلق لکھا ہے کہ صرف اس شہر میں تین ہزار مزرعے ریشم کے کیڑے پالتے تھے۔ سلاغہ، زراقہ، المیریا، کے مزرعے تو بیشمار روپے کماتے تھے۔ اشبیلیہ کے ریشم کے کارخانوں میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار جولاہے صرف دو قسم کا ریشم کا کپڑا بنتے۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ سارے اندلس میں ریشم بننے والے بڑے بڑے کارخانوں کی تعداد آٹھ سو تھی۔ ان میں سے ایک ایک کارخانے میں کئی کئی ہزار کرگھے تھے، سلاغہ اور المیریا کے ریشم کے کارخانے سب سے بڑے تھے۔ اشبیلیہ کے ریشم کے کارخانے تیسرے نمبر پر غرناطہ کے کارخانے چوتھے نمبر پر اور طلیطلہ کے کارخانے پانچویں نمبر پر تھے۔ پانچویں نمبر پر ہونے کے باوجود طلیطلہ میں ساٹھ ہزار کرگھے ہر وقت چلتے رہتے۔ ان کارخانوں میں جو کپڑا تیار ہوتا اس میں اس قدر صفائی اور پاکیزگی ہوتی کہ پورا کا پورا تھا ایک چھلہ میں سے گذارا جاسکتا تھا۔

اس زمانے میں اندلس کی آبادی سوا کروڑ کے قریب تھی۔ جس میں سے ایک کروڑ کے قریب افراد ریشمی کپڑا استعمال کرتے۔ یہ کپڑا اس کثیر مقدار میں تیار ہوتا کہ نہ صرف اندلس کی آبادی کو کفایت کرتا بلکہ دوسرے ملکوں کو بھی جاتا۔ جن دنوں میں اندلس کے عام افراد اور کھاتے پیتے لوگ ریشمی لباس میں ملبوس نظر آتے یورپ میں یہ لباس صرف بادشاہوں کے لئے مخصوص تھا اور یہ بھی وہاں تیار نہ ہوتا اندلس سے آتا ان دنوں یورپ میں ریشمی کپڑا تیار کرنے والا کوئی کارخانہ نہ تھا۔ اندلس ہی کو اس کی اجارہ داری حاصل تھی۔ سلاطین بنوامیہ کے زمانہ میں قرطبہ اشبیلیہ اور طلیطلہ اور المیریا ریشمی کپڑے کی سب سے بڑی منڈیاں تھیں، یہیں زیادہ کارخانے تھے بنوامیہ پر جب زوال آیا اور مسلمانوں سے اندلس کا یہ حصہ خالی ہوا تو یہ صنعت بھی مسلمانوں کی طرح غرناطہ میں محدود ہوگئی۔ سلاطین بنواحمر کے زمانہ میں مسلمان کاریگروں کے ساتھ یہ صنعت غرناطہ میں آن بسی تھی۔ بنواحمر کے زمانہ میں غرناطہ، سلاغہ اور المیریا ریشمی کپڑا بننے کے کارخانوں کے مرکز بن گئے۔ صرف المیریا کے مضافات میں پانچ سو سے زیادہ کارخانے ریشم کا کپڑا تیار کرتے پچاس ہزار سے زیادہ کرگھے وہاں تھے اور دو لاکھ مزدور ان کرگھوں کو چلاتے تے۔ المیریا کی طرح سلاغہ نے بھی اس صنعت میں بڑا فروغ پایا ہے بلکہ آخر دور میں تو سلاغہ کا ریشمی کپڑا اپنی نفاست کے اعتبار سے بےمثل سمجھا جاتا تھا۔

ریشمی کپڑے کے علاوہ المیریا، سلاغہ اور غرناطہ میں سوتی کپڑا تیار کرنے والے کارخانے چار ہزار سے زاید تھے۔ ان کارخانوں میں نہ صرف اعلٰے درجہ کا سوت تیار ہوتا بلکہ مختلف قسم کے چیک کپڑے بھی بنائے جاتے۔ یہاں کا سلک تو اپنی مثال آپ تھا۔ یہاں کے ایک علاقہ بیوسی گیونیا میں مرینہ کا پشم بنتا، یہ اونی کپڑا اپنی نفاست باریکی اور ملائمت کے سبب سونے میں تلتا۔ یہاں کے کاریگر نت نئی طرزیں نکالتے۔ ہر سال ان کے کارخانے پہلے سے زیادہ نرم کپڑا تیار کرتے۔ سونے اور چاندی کے تاروں کو ریشم اور مرینہ کے تاروں کے ساتھ ملاکر جو کپڑا تیار کرتے وہ گو بہت ہی قیمتی ہوتا مگر اندلس کے اکثر امراء کے حرم اس سے آشنا تھے۔ بعض کارخانے تو صرف شاہی لباس تیار کرنے کے لئے مخصوص تھے۔ ان کارخانوں کے کاریگر بڑے بڑے مشاہرے پاتے اور ہر سالی انعامات سے نوازے جاتے۔

ریشمی اونی اور سوتی کپڑے کی صنعت اس دور میں اندلس سے مخصوص ہوگئی تھی وہاں کی ایک تہائی آبادی کا انحصار اس صنعت پر تھا اس لئے اس میں خوب ترقی ہوئی جو خصوصیت ان دنوں مانچسٹر، نیویارک، ٹوکیو اور گلاسکو کی ہے وہی اسلامی اندلس کی تھی۔ یورپ بھر میں بلکہ پورے ایشیا میں کوئی دوسرا ملک ایسا نہ تھا جو اس صنعت میں اندلس کا مقابلہ کرسکتا

اندلس اور غرناطہ کے کارخانے نہ صرف اندلس کے لئے کپڑا تیار کرتے تھے بلکہ دنیا بھر کے لئے بھی۔ یہی سبب تھا کہ وہاں ہر سال کئی کئی سو نئے کارخانے قائم ہوتے اور کپڑے کی برآمد ہر سال بڑھتی رہتی۔

کپڑے کے علاوہ اس ملک کو کاغذ کی اجارہ داری بھی حاصل تھی۔ بنوامیہ کے دور میں شاطبہ میں کئی سو کارخانے کاغذ تیار کرتے اور پچاس ہزار مزدور ان کارخانوں میں کام کرتے تھے۔

یورپ اور ایشیا بھر میں شاطبہ ہی ایک ایسی جگہ تھی جہاں روئی سے ہزاروں ٹن کاغذ تیار ہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مکہ معظمہ میں سنہ ۸۰۰ء میں روئی کا کاغذ استعمال ہوا۔ اور مسلمانانِ اندلس سے پہلے چین کے لوگوں نے ریشم سے کاغذ کا کام لیا۔ مگر یہ محض انفرادی مثالیں ہیں، جو کاغذ چین میں بنایا جو کاغذ مکہ معظمہ میں استعمال ہوا وہ چند تختوں سے زیادہ نہ تھا مسلمانانِ اندلس نے اس چیز کو وسعت بخشی اور یورپ اور ایشیا بھر میں اس صنعت میں اجارہ داری حاصل کی۔

یورپ کے صناعوں نے گو ہر اچھی صنعت کے فروغ کا رشتہ اپنے ساتھ جوڑا ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ لندن کے ایک کارخانے نے جب کاغذ کی صنعت پر توجہ کی اس وقت سترھویں صدی کے ۹۰ سال بیت چکے تھے یعنی سنہ ۱۶۹۰ء سے پہلے یہاں کسی شخص کو علم ہی نہ تھا کہ کاغذ کس طرح بنتا ہے، حالانکہ اس سے سات سو سال پہلے اندلس کا ایک معمولی شہر شاطبہ روزانہ دس ہزار ٹن سے زائد کاغذ تیار کرلیتا تھا۔

ہم پیچھے ذکر کرچکے ہیں کہ شاطبہ کی آدھی آبادی کاغذ کی صنعت پر گذارا کرتی تھی بڑے کارخانوں کے علاوہ ہر گھر میں چھوٹے چھوٹے کارخانے بنے تھے۔ جہاں دو دو چار چار آدمی اپنی استعداد کے مطابق کاغذ تیار کرتے۔ سلاطین بنوامیہ کی علمی سرپرستی کے سبب ہر سال لاکھوں کتابیں تصنیف ہوئیں اور چھپیں شاطبہ کے کارخانے جتنا کاغذ بھی تیار کرتے حکومت ان سے خرید لیتی۔ کوئی کارخانہ ایسا نہ تھا جس کا تیار کیا ہوا کاغذ بےکار پڑا رہے۔ جو کاغذ شاطبہ میں تیار ہوتا وہ خوبصورتی اور نفاست کے اعتبار سے موجودہ ترقی یافتہ زمانہ کے کاغذ سے کسی نوع بھی کم نہ تھا۔ کاغذ کی کئی قسمیں تھیں اور کئی سائز تھے۔ شاطبہ کی مشینیں اس درجہ مکمل تھیں کہ ایک ایک مشین روزانہ ٹنوں کاغذ تیار کرلیتی، یہ ساری مشینیں پانی کے زور سے چلتیں۔ اس لئے ان کی کارگذاری کی رفتار بہت تیز تھی۔

اندلس کی ضرورت سے جو کاغذ بچ جاتا وہ یورپ اور ایشیا کو بھیجا جاتا۔ باہر کے جو تاجر اندلس آتے وہ یہاں کے دوسرے نوادرات کے ساتھ ساتھ یہ کاغذ بھی لے جاتے بادشاہ اندلس کے علاوہ اندلس کے امرا اور تاجر بھی بڑی مقدار میں کاغذ خریدتے۔ صرف قرطبہ میں بیس ہزار تاجر ایسے تھے جو کتابوں کو بیچنے کا کام کرتے۔ صرف اس ایک بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اندلس میں کتنا کاغذ ہر سال تیار ہوتا ہوگا۔ جب ایک شہر میں کتابیں فروخت کرنے والے تاجروں کی تعداد بیس ہزار تھی تو ملک بھر میں یہ طبقہ ایک لاکھ سے کم نہ تھا۔ اور ایک لاکھ تاجروں کے ہاں کتنی کروڑ کتابیں ہوں گی اس کا اندازہ اس وقت کیسے کیا جاسکتا ہے جبکہ ساری کتابیں مقدس پادریوں نے آگ کی نذر کردیں۔ یہ ساری کتابیں جس کاغذ پر لکھی جاتیں وہ شاطبہ میں تیار ہوتا۔ جب شاطبہ کو عیسائیوں نے فتح کیا تو وہاں کے سارے کاریگروں نے

غرناطہ میں پناہ لی وہ اپنے ساتھ یہ صنعت بھی لے گئے مگر سالطہ کے بعد ملاغہ اور غرناطہ نے لے لی۔ گو وہاں کاغذ کی صنعت نے وہ فروغ نہیں پایا جو شاطبہ میں اسے نصیب ہوا مگر دنیا بھر میں ملاغہ اور غرناطہ ہی ایسے مقامات تھے جہاں کاغذ کے کارخانے دن رات کاغذ تیار کرتے نظر آتے تھے مگر افسوس غرناطہ کے زوال کے بعد اس صنعت نے بھی دم توڑ دیا۔ اور کتنے سو سال بعد تک دنیا اس مفید صنعت سے قریب قریب محروم رہی۔

کاغذ کے بعد چینی کے برتنوں کی صنعت میں اندلس نے بڑی شہرت پائی ہے۔ ملاغہ میں ایک سو سے زائد ایسے بڑے کارخانے تھے جہاں صرف چینی کے برتن بنتے۔ اس شہر کے مقامات کی مٹی چینی کے برتنوں کے لئے بہت موزوں تھی۔ یہاں جو برتن تیار ہوتے ان پر عجیب غریب قسم کے بیل بوٹے بنائے جاتے بعض برتن تو ایسے تھے جن کے کناروں پر سونے اور چاندی کی نازک نازک پتریاں چڑھائی جاتیں، یہ برتن صرف امراء اور بادشاہوں کے کام آتے۔ زیادہ تر جو برتن تیار ہوتے ان پر موجودہ زمانہ کی طرح سنہری روپہلی اور طلائی رنگ چڑھائے جاتے جو سونے اور چاندی کی پتریوں کی جگہ خوب پُر کرتے۔ ان برتنوں کی ساخت اور ان کے رنگ میں انتہائی نفاست ہوتی۔ ملاغہ کے علاوہ بلنسیہ مرسیہ، کلاٹایوڈ اور مرریگرا دمیں بھی اس صنعت نے بہت فروغ پایا تھا۔ ان علاقوں کی مٹی بھی چینی کے برتنوں کے لئے بہت مناسب تھی۔

یہ کام ان کارخانوں میں جس خوبصورتی اور نفاست کے ساتھ ہوتا اس کی مثال ہمیں نہیں ملتی، یہاں کے کارخانوں کے بنے ہوئے برتن بعض کھنڈرات سے برآمد ہوئے ہیں ان میں جو چمک دمک اور نفاست پائی گئی ہے وہ موجودہ دور کے برتنوں میں ناپید ہے۔ یورپ کے کاریگروں نے بہت کوشش کی ہے کہ ان کے برتن بھی وہ نفاست پالیں مگر ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی، نہ جانے ان لوگوں کے پاس کیا ترکیب تھی کہ وہ برتنوں پر طلائی اور نقرئی بیل بوٹے اس طرح بناتے کہ چینی کا رنگ تبدیل نہ ہوتا صرف ان خطوط سے چینی کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا اصل رنگ قائم رہتا اور عجیب بہار دیتا۔

چین نے اس صنعت میں بڑا کمال پایا ہے اور وہاں کے بنائے ہوئے برتن ابھی مثال آپ سمجھے گئے ہیں۔ مگر ملاغہ کے کارخانوں نے چین کے کارخانوں کو شکست دے دی تھی اور اس صنعت میں وہ کمال پایا جو کسی ملک کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اپنے اس خصوصیت کے سبب ملاغہ کے برتن دنیا بھر کو برآمد کئے جاتے۔ دنیا بھر کے بازار ان کی منڈیاں تھے۔ وہ ہر ملک میں بکتے اور امراء کے گھروں کی زینت بڑھاتے تھے۔

چینی کے برتنوں کے سبب بھی ملاغہ کو بہت شہرت ملی اور وہاں کے کاریگروں اور تاجروں نے بہت دولت کمائی انگریز محققین تک نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ملاغہ کے برتنوں میں جو نفاست تھی وہ کسی دوسرے ملک کے برتنوں میں آج تک پیدا نہیں کی جا سکی۔

اندلس کو چمڑے سے کپڑا بنانے میں بھی خوب کمال حاصل تھا۔ قرطبہ اس صنعت میں بہت مشہور تھا۔ وہاں کے کاریگر چمڑے کو کچھ اس طرح کماتے کہ وہ کپڑا بن جاتا۔ اس پر عجیب غریب بیل بوٹے بناتے اور سونے چاندی کے تار جوڑ کر ایسا حسن پیدا کرتے کہ آنکھیں دیکھتیں اور حیران رہ جاتیں۔ چمڑے سے اس قسم کے خوبصورت کپڑے بنانے کی صنعت بھی کچھ ان لوگوں کے ساتھ مخصوص تھی جیسے ہی یہ لوگ ختم ہوئے یہ صنعت بھی ختم ہوگئی۔ اور ان کے بعد کوئی جماعت ایسی نہ آئی جو چمڑے سے ایسا دلفریب اور عجیب وغریب کپڑا تیار کر سکتی۔ اس کپڑے سے جو جلدیں تیار کی جاتی تھیں، وہ تو نادر روزگار تھیں، ان پر جو جواہرات اور موتی جڑے جاتے اور اس نفاست سے جڑے جاتے کہ دل دیکھتے ہی باغ باغ ہو جاتا۔ شاہی کتب خانوں کی کتابوں کی جلدیں عموماً اسی چمڑے سے بنائی جاتیں۔ اندلسی عربوں نے اس صنعت میں جو کمال پایا وہ بھی ان کے ساتھ ہی رخصت ہوا۔

یہ خصوصیت بھی اندلس ہی کو حاصل ہے کہ وہاں مختلف دھاتوں کو ایک ساتھ گلا کر عجیب قسم کے برتن تیار کئے جاتے، برتنوں کے علاوہ شیر، ہرن، اور اس طرح کے دوسرے جانوروں کے مجسمے بھی بنائے جاتے۔

اس صنعت میں بھی ملاغہ نے بہت عروج پایا ہے، وہ تانبے چاندی سونے اور دوسری دھاتوں سے ملا کر کچھ نرالی وضع کے برتن تیار کرتے، جو برتن ایک ایک دھات سے بنتے۔ مثلاً تانبے یا پیتل سے ان پر مختلف دھاتوں کو پگھلا کر ایک قسم کا ملمع پالش کیا جاتا۔ اس ملمع سے نہ صرف برتن کی قیمت بڑھ جاتی اس کے حسن میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوتا، ایسے برتن یوں حقیر دھاتوں سے بنتے مگر خوب قیمت پاتے، ان میں ایسی صفائی اور ایسی نفاست ہوتی کہ گاہک ان کو قیمتی دھاتوں سے بنا ہوا سمجھتا۔

جب تک توپیں ایجاد نہ ہوئی تھیں بھاری بھاری منجنیقوں سے کام لیا جاتا۔ ان منجنیقوں کے ذریعے کئی کئی من کے پتھر اچھالے جاتے مگر جب مسلمانوں نے بارود ایجاد کر لیا۔ تو منجنیقوں کی جگہ توپیں بنانے لگے۔

بعض محققین کا خیال ہے توپ کے موجد چینی ہیں۔ مگر ڈاکٹر ڈاٹ لی بان اور رینان جیسے بڑے یورپین محققین نے اتفاق رائے سے یہ فخر عربوں کے دامن میں ڈالا ہے، اور عرب بھی اندلس کے، اس لئے کہ اندلس میں مسلمانوں کے عروج سے پہلے جتنی لڑائیاں لڑی گئی ہیں ان میں منجنیقوں کا ذکر تو بار بار آیا ہے مگر توپوں کے استعمال کا کوئی واقعہ درج نہیں کیا گیا۔

لسان الدین ابن خطیب کے بیان کی صداقت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بادشاہ اندلس و مراکش ابو یوسف نے جب سنہ ۱۲۷۳ء میں قشتالیہ کے ایک شہر سجلماسا کا محاصرہ کیا۔ تو بڑے بڑے دھانوں کی توپیں استعمال کیں۔ اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی اس ایجاد سے مسلمانوں نے بہت کم فائدہ اٹھایا۔ زیادہ فائدہ فرڈی ننڈ بادشاہ قشتالیہ وارغون نے حاصل کیا۔ ملاغہ، غرناطہ، بازہ اور دوسری لڑائیوں میں مسلمانوں کے خلاف یہ ہتھیار استعمال کیا۔

اوپر جن صنعتوں کا ذکر ہوا ان میں زیادہ تر صنعتیں دھاتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ظاہر ہے ان صنعتوں کا فروغ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک دھاتیں زمین سے نکالی نہ جاتیں۔ صنعتوں کے فروغ کے لئے کان کنی بہت ضروری تھی۔ مسلمانوں نے اس باب میں بھی خوب کام کیا ہے۔ اندلس کی چپہ چپہ زمین کھود ڈالی اور جہاں کہیں کوئی دھات ملی اس کے نکالنے میں پوری یکسوئی سے لگ گئے۔

یوں کان کنی کا کام ان سے پیشتر بھی ہوا مگر وہ جب اندلس میں آئے تو انہوں نے زمین کی چھاتی میں سوسوں انگلیاں چبھو دیں۔ اور اس کے چھپے خزانے خوب خوب نوچے۔ ثمارس کے قریب پانچوں کانیں اب تک موجود ہیں۔ جہاں اندلسی عربوں نے اپنے شوق اور جستجو کو آزمایا۔

انہوں نے سونا، چاندی، لوہا، تانبا، قلعی اور قیمتی پتھر خوب نکالے اور اس طرح ملک کی دولت میں غیر معمولی اضافہ کیا۔ انہوں نے اندلس کی کوئی ایسی جگہ کھودے بغیر نہ چھوڑی جہاں انہیں کسی دھات کے چھپے ہونے کا گمان ہوا۔ انہوں نے بعض مقامات پر ناکامی کا منہ بھی دیکھا۔ مگر آج کل کے امریکنوں کی طرح انہوں نے کبھی ہار تسلیم نہ کی۔ اندلسی عربوں نے زمین سے پارہ بھی خوب نکالا، صرف پارہ کی کانوں میں ایک ہزار مزدور کام کرتے تھے تانبے اور لوہے کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تو کوئی انتہا نہ تھی۔ ان کانوں کے قریب مزدوروں کے شہر کے شہر آباد تھے جن میں ایک ایک وقت میں پچیس پچیس تیس تیس ہزار خاندان رہتے۔ ان کو بڑی بھاری اُجرتیں دی جاتیں اور ان کی اولاد اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کو زندگی کی ہر آسائش مہیا کی جاتی آج کل جس طرح امریکہ کے کان کن ہر آئے دن ہڑتالیں کرتے رہتے ہیں ایسی ہڑتالیں مسلمانوں کے دورِ حکومت میں کبھی ایک بار بھی نہ ہوئیں اندلس کے مسلمان حکام ان کان کنوں سے کچھ اس طرح کا شریفانہ برتاؤ کرتے کہ یہ خود کو کبھی نامطمئن اور مضطرب نہ پاتے۔

ان کی اولاد کو تعلیمی وظائف ملتے۔ اور خود ان کو اتنی اُجرتیں ملتیں کہ پانچ دس سال کی ملازمتیں کرنے کے بعد وہ عمر بھر خالی رہ کر بھی بھوکے نہ رہ سکتے تھے۔ ان چند سالوں کی کمائی ہوئی دولت ان کے عمر بھر کے گذارے کے لئے کفالت کرتی۔

اشتہار

مشتہر حکم حاضری مدعا علیہم

زیر آرڈر ۵۔ قاعدہ ۲۰۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی۔

بعدالت جناب خان محمد سرفراز خاں ایم ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی سب جج صاحب بہادر کوئٹہ۔

نمبر مقدمہ ۲۰۲ دیوانی بابت سال سنہ ۱۹۵۰ء

حاجی باز محمد ولد حاجی عبدالحکیم خاں پوپلزئی سکنہ قندھار۔ مدعی

بنام

۱۔ دین محمد ولد صالح محمد خاں کاکوزائی دوکاندار چمن، ۲۔ حاجی گجن۔ ۳۔ کرم خاں دوکانداران جانشین ابراہیم متوفی سکنائے چمن (۴) حاجی محمد اکبر ولد محمد عظیم دوکاندار چمن مدعا علیہم

دعویٰ فہمید حساب

بنام

کرم خان و گجن خان دوکانداران جانشین ابراہیم خان متوفی سکنائے چمن مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں مسمیان کرم خان و گجن خاں تعمیل سمنات سے دیدہ دانستہ گریز کرتے ہیں اور روپوش ہیں۔ اس لئے اشتہار ہذا بنام کرم خان و گجن خاں مذکوران جاری کیا جاتا ہے۔ کہ اگر مذکوران بتاریخ ۱۸-۱۲-۵۰ بمقام چمن حاضر عدالت ہذا نہیں ہوں گے تو ان کی نسبت کارروائی یکطرفہ عمل میں آوے گی۔

آج بتاریخ ۱۱-۱۱-۵۰ کو بہ ثبت دستخط ہمارے و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط حاکم

(قسط ۳)

ختم نبوت میں بابیت اور بہائیت کا رد

از مولانا عمر الدین صاحب از بمبئی

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۶ر دسمبر ۱۹۵۰ء

بہائیوں کا علاج

اس خیال سے کہ کوئی بہائی یہ نہ کہے کہ جس طرح قادیانیوں کو مرزا صاحب کے قول سے چپ کرا دیا گیا ہے، ہم کو بھی کوئی حوالہ اسی طرح دکھا دیا جائے۔ تو میں ان کی خاطر بھی ایک حوالہ ان کے "رب" کی کتاب میں سے نقل کر دیتا ہوں، ذرا غور سے مطالعہ فرمائیے

"(والقمر اذا تلاها) والقمر رتبة الولاية التي تتلا شمس النبوت اي يظهر بعدها ليقوم على امر النبي بين العباد"

(الواح ص۱۲)

یعنی آیت والقمر اذا تلاها میں قمر سے مراد رتبہ ولایت ہے جو شمس نبوت کے پیچھے آتا ہے یعنی وہ چاند ولایت آفتاب رسالت کے بعد اس لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان محمد صلعم کے امر یا دین اسلام کو قائم کرے۔

اس حوالہ سے اولیاء اللہ کا خدا کی طرف سے مامور ہو کر کھڑے ہوتا اور محمد صلعم کے دین کو بندوں کے درمیان قائم کرنا صاف تسلیم کر لیا گیا ہے۔ پھر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ان پر نکتہ چینی کرنے والے مردہ ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"الذین ینظرون الکتاب ویتخذون منہا ما یعترضون بہ علی مطلع الولایت انہم اموات غیر احیاء" الواح ص...

یہاں مطلع الولایت یا اولیاء اللہ کا اسلام میں باذن اللہ کھڑا کیا جانا اور ان کے اوپر اعتراضات کرنے والے معترضین کے مردہ ہونے کی دلیل ہے۔

ولایت نبوت سے نیچے کا درجہ ہے

اگر کوئی بہائی یہ کہے کہ ہم تو ولایت کو نبوت سے اوپر کا درجہ مانتے ہیں اس لئے ہم باب و بہا کو اولیاء میں سے مان کر بھی انکو سب انبیاء سے افضل مانتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ بہاء اللہ خود قائل ہے کہ ولایت اتباع نبی سے حاصل ہوتی ہے اور نبوت و رسالت سب سے اونچا درجہ ہے جو ممکن للبشر ہے جیساکہ وہ شمس حقیقت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

"تطلق (الشمس) علی انبیاء اللہ وصفوته لانهم شموس اسماءه وصفاته بين خلقه لولاهم ما استفاء احد بانوار العرفان كما ترى ان كل ملة من ملل الارض استضاءت بشمس من هذه الشموس المشرقات والذى انكرها صار محروما عنها"

اس کے آگے یہ بیان ہے کہ شمس عیسوی سے شمس محمدی کے زمانہ کے اندر جس قدر اولیاء ہوئے وہ آفتاب عیسوی کے فیضان سے ہوئے۔

اگرچہ اس بیان سے انبیاء کی فضیلت علی الاولیاء کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے مگر چونکہ میں جانتا ہوں کہ بہائی لوگ بہت ٹیڑھی چال چل کر بھی حق کا انکار کر دیتے ہیں اس لئے میں ایک صریح حوالہ درج ذیل کرتا ہوں۔

"در ہر عہد و عصر آفتاب عنایت خود را از مشرق جود و کرم بہ ہمہ اشیاد مستشرق فرمودہ و آں جمال عزۃ احدیہ را از مابین بریہ خود منتخب نمودہ بخلعت تخصیص مخصوص فرمودہ لاجل [رسالت] تا ہدایت فرماید تمام موجودات را . . . . . . اوست مراۃ اولیہ و طراز قدمیہ و جلوہ غیبیہ و کلمہ تامہ و تمام ظہور و بطون سلطان احدیہ . . . . . . و ادے ازیں مقام بلند اعلے کہ مقام عرفان و لقاء آں شمس احدیت و آفتاب حقیقت است تجاوز ممکن نہ"

الواح صفحہ ۳۱۱-۳۱۲

یہاں بہاء اللہ صاحب صفائی سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ جمال عزۃ احدیہ جس کو خدا تعالے مخلوق کی ہدایت کے لئے منصب رسالت پہ کھڑا کرتا ہے اس رسول کے مقام سے کوئی اور بلند مقام نہیں ہے اس مقام سے آگے بڑھنا ناممکن ہے پس رسول جسی کو یہاں مراۃ اولیہ - طراز قدمیہ جلوہ غیبیہ اور کلمہ تامہ اور سلطان احدیہ کا مظہر ظاہر و باطن قرار دیا گیا ہے یا مختصر الفاظ میں یوں کہتے کہ خدا کے رسول، خدا کے مظہر ہوتے ہیں ان کے مقام نبوت و رسالت سے اوپر کوئی مرتبہ ممکن للبشر نہیں ہے۔

اور اولیاء اللہ کے ظاہر ہونے کے لئے وہ خدا کی طرف سے آفتاب کے مقام پر ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ بمنزلہ چاند کے - اور یہی قرآن مجید سے ثابت ہے۔

تعریف نبوت میں تبدیلی کا سوال

قادیانی حضرات ... یہ کہدیا کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں مرزا صاحب مدعی نبوت ہونے سے انکار کرتے تھے اس وقت وہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی کے لئے غیر امتی ہونا شرط ہے اس لئے بوجہ امتی ہونے سے انکار کرتے تھے لیکن جب خدا تعالے سے علم پاکر آپنے یہ سمجھ لیا اور اسکو واضح بھی کر دیا - کہ نبی ہونے کے لئے غیر امتی ہونا لازمی نہیں ایک امتی بھی درحقیقت نبی ہو سکتا ہے تب آپ (مسیح موعود) نے بوجہ تبدیلی تعریف نبوت خود کو ڈنکے کی چوٹ نبی اور رسول قرار دیا -

مگر یہ تمام نتیجہ ہے غلو کا ورنہ نہ تو حضرت مرزا صاحب نے کبھی یہ کہا کہ یہ شرط کہ نبی امتی نہیں ہونا منسوخ ہو گئی اور نہ ہی آپ نے امتی نبی ہونے سے بڑھکر کبھی دعوے کیا - جن معنوں میں ۱۹۰۱ء سے پہلے خود کو امتی نبی کہتے تھے انہی معنوں میں بعد میں بھی خود کو امتی نبی قرار دیا - اور ہمیشہ کہ امتی نبی دراصل نبی نہیں ہوتا اس لئے صاف بار بار یہ اقرار کیا کہ میری نبوت مجاز و استعارہ کے رنگ میں ہے۔ مثلاً فرمایا:-

"سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقت"

میں نے اس موضوع پر قادیانیوں کے مائہ ناز مبلغ مولوی اللہ دتہ صاحب سے انعامی مباحثہ کیا جس کا ابھی فیصلہ نہیں ہوا - مولوی صاحب تین پرچے لکھ چکے مگر مجال ہے جو ایک بھی حوالہ انہوں نے ایسا پیش کیا ہو کہ جہاں حضرت صاحب یہ فرماتے ہیں کہ تعریف نبوت جو پہلے سمجھ میں اسکو غلطی سے صحیح سمجھتا رہا اور میں کہتا رہا کہ نبی کا براہ راست وحی پانا اور کسی کا امتی نہ ہونا ضروری ہے - لیکن اب الہام الٰہی سے مجھے یہ غلطی معلوم ہو گئی اس لئے اب میں باوجود امتی ہونے کے سچ مچ یا حقیقتاً نبی ہوں -

قادیانی سر پٹک کر مر جائیں مگر کبھی ایک بھی حوالہ نہیں دکھا سکتے جو پہلی بیان کردہ جامع و مانع تعریف نبوت کو جو ۱۸۹۹ء میں آپ نے لکھی تھی - تبدیل کرنے والا ہو - کیونکہ اس تعریف میں تبدیلی ممکن ہی نہیں جس طرح بہاء اللہ کی اوپر کی عبارت میں انبیاء کو آفتاب اور اولیاء کو ماہتاب قرار دیا ہے اور یہی قرآن سے ثابت ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود نے بھی نبوت و ولایت میں بھی فرق بیان فرمایا ہے چنانچہ آپ اپنی ابتدائی تالیف ست بچن میں فرماتے ہیں کہ انبیاء فیض دینے والے اور اولیاء فیض لینے والے ہوتے ہیں جس کی مثال جسمانی نظام عالم میں آفتاب و ماہتاب کی ہے (ست بچن ص۶۶) اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ حقیقت اب بدل گئی ہے جو تعریف نبوت میں تبدیلی ہو سکے - - اگر اب بھی اولیاء اللہ کا وجود فیضان محمدی کا ہی نتیجہ ہے - تو پھر ان اولیاء کو انبیاء کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہیں جیساکہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ

"ایمان مے آریم کہ او خاتم الانبیاء است بعد او پیغمبرے نیست مگر آنکہ از فیض او پرورش یافتہ باشد موافق وعدہ او ظاہر شدہ و خدا را مکالمات و مخاطبات است باولیاء خود در امت و ایشاں را رنگ انبیاء دادہ مے شود و در حقیقت انبیاء نیستند"

(مواہب الرحمٰن ص۶۶)

اب اس عبارت میں بلا کسی قسم کی تفریق کے جملہ اولیاء امت محمدیہ کو جن میں خاتم الاولیاء لازماً شامل ہے مثیل انبیاء قرار دیا ہے لیکن ساتھ ہی صاف کہدیا کہ وہ سب کے سب حقیقتاً انبیاء نہیں ہیں -

بعض کج بحث قادیانی یہاں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لیتے ہوئے یہ عذر کیا کرتے ہیں کہ یہاں ایک فرد کو اولیاء میں سے الگ کر کے بیان کیا گیا ہے جو وعدہ نبوی کے مطابق ظاہر ہوا ہے - یعنی مسیح موعود - مگر وہ نہیں سوچتے کہ اس عبارت میں خاتم الاولیاء کا الگ بیان کسی طرح اسکو زمرۂ اولیا سے الگ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ مکالمہ مخاطبہ جو مسیح موعود کو ہے وہ بھی فیضان محمدی کا ہی نتیجہ ہے نہ کہ براہ راست - جس طرح دوسرے اولیاء کو رنگ انبیاء کا دیا جانا یہاں مذکور ہے اسی طرح مسیح موعود نے اپنے متعلق بھی یہی کہا۔

---

* مجھ کو مجازاً نبی کا نام دیا گیا ہے نہ حقیقتاً اب اگر دوسرے اولیاء ... تشبیہ ... میں نہ کہ مسیح موعود شدہ تشبیہ

کی وجہ سے استعارۃً نبی ہیں مگر وہ درحقیقت اسی طرح نبی نہیں جس طرح دوسرے اولیاء کو فرمایا کہ درحقیقت

انبیاء نیستند یہی وجہ ہے کہ الہام الٰہی میں آپکو کہیں ... بار بار امتی قرار دیا گیا دوسری طرف آدم و ابراہیم

موسیٰ و عیسیٰ و محمد ... علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مظہر بھی پکارا گیا اور پھر یہی حقیقت کو ایک الہام میں جری اللہ فی حلل الانبیاء

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۰ء احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۱۳۷۰ھ

۲۴ر دسمبر ۱۹۵۰ء بروز اتوار

جلسۂ خواتین۔ صبح ۱۰ بجے سے ایک بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا۔ اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی۔ اس جلسے میں تعمیر پاکستان اور تبلیغ اسلام کے متعلق معزز خواتین تقاریر فرمائیں گی۔

اجلاس اوّل ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۰ء۔ بروز پیر

نشست اوّل:۔ دس بجے صبح سے ۴۵-۱۲ تک

زیر صدارت:۔ محترم الحاج شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر لائلپور

۱۰ تا ۱۵-۱۰:۔ تلاوت قرآن کریم۔ و نظم۔ قاری بوستان خاں صاحب

۱۵-۱۰ تا ۳۰-۱۰:۔ افتتاحی تقریر ۔۔۔ حضرت امیر ایدہ اللہ

۳۰-۱۰ تا ۴۵-۱۱:۔ ڈچ گی آنا میں جماعت احمدیہ کی مساعی ۔۔۔ عبدالرحیم جگو صاحب

۴۵-۱۰ تا ۱۵-۱۱:۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ ۔۔۔ مولانا احمد یار صاحب ایم اے۔ مولوی فاضل

۱۵-۱۱ تا ۱۲:۔ تقریر ۔۔۔ مرزا ولی احمد بیگ صاحب

۱۲ تا ۴۵-۱۲:۔ سائنس اور مذہب کے بنیادی اصولوں میں کوئی تضاد نہیں ۔۔۔ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب

دوسری نشست ۲ بجے بعد دوپہر سے ۱۵-۵ تک

زیر صدارت:۔ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری حکومت سندھ

۲ تا ۱۵-۲:۔ تلاوت قرآن مجید و نظم ۔۔۔ قاری بوستان خاں صاحب

۱۵-۲ تا ۳۰-۲:۔ چین میں تبلیغ اسلام کے امکانات ۔۔۔ محمد معصوم صاحب چینی

۳۰-۲ تا ۱۵-۳:۔ مسیح الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیشگوئیاں زمانہ کی سب سے اہم ضرورت کو پورا کرنے والی ثابت ہو چکی ہیں ۔۔۔ مولانا شیخ عبدالرحمن صاحب مصری ناظم تبلیغ بلاد پاکستان

۱۵-۳ تا ۴:۔ قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود کا دعویٰ ۔۔۔ مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل عبرانی و سنسکرت

۴ تا ۴۵-۴:۔ جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا تصور ۔۔۔ ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب انچارج ڈاڈر سینی ٹوریم

۴۵-۴ تا ۱۵-۵:۔ تربیت اولاد ۔۔۔ مرزا مسعود بیگ صاحب

اجلاس دوم ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۰ء۔ بروز منگل

نشست اوّل:۔ صبح دس بجے سے پونے ایک بجے تک

زیر صدارت:۔ محترم شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

۱۰ تا ۱۵-۱۰:۔ تلاوت قرآن کریم و نظم ۔۔۔ قاری بوستان خاں صاحب

۱۵-۱۰ تا ۴۵-۱۰:۔ بدلے ہوئے حالات اور ہم (مقالہ) ۔۔۔ غلام ربانی صاحب

۴۵-۱۰ تا ۳۰-۱۱:۔ انسانیت کا صحیح تصور اور اسلام ۔۔۔ مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع

۳۰-۱۱ تا ۳۰-۱۲:۔ تقریر ۔۔۔ حضرت مولانا صدرالدین صاحب سابق مبلغ انگلستان و جرمنی

۳۰-۱۲ تا ۴۵-۱۲:۔ سالانہ رپورٹ ۔۔۔ جنرل سیکرٹری

دوسری نشست ۲ بجے بعد دوپہر سے سوا پانچ بجے تک

زیر صدارت:۔ الحاج خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب انچارج ڈاڈر سینی ٹوریم ہزارہ

۲ تا ۱۵-۲:۔ تلاوت قرآن کریم و نظم ۔۔۔ قاری بوستان خاں صاحب

۱۵-۲ تا ۳۰-۲:۔ ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔۔۔ مولوی دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام صلح

۳۰-۲ تا ۱۵-۳:۔ دستوری سفارشات کا جائزہ ۔۔۔ مولانا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر سول اینڈ ملٹری گزٹ

۱۵-۳ تا ۴۵-۳:۔ ہماری سیاسی جماعتیں ۔۔۔ الحاج حافظ محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات

۴۵-۳ تا ۱۵-۴:۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد مجدد صدی چہاردہم نے اصطلاحی نبوت کا دعویٰ کیا اور کلمہ گوؤں کو کافر قرار دیا؟ ۔۔۔ ڈاکٹر غلام محمد صاحب

۱۵-۴ تا ۳۰-۴:۔ جانشین کا حکم ۔۔۔ میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی

۳۰-۴ تا ۱۵-۵:۔ تقریر ۔۔۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

آخری اجلاس ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۰ء۔ بروز بدھ

نشست اوّل:۔ ۱۰ بجے صبح سے ½۲ بجے بعد دوپہر تک

زیر صدارت:۔ میاں غلام عباس صاحب آڈیٹر جنرل حکومت پاکستان

۱۰ تا ۱۵-۱۰:۔ تلاوت قرآن عزیز و نظم ۔۔۔ قاری بوستان خاں صاحب

۱۵-۱۰ تا ۴۵-۱۰:۔ تقریر ۔۔۔ میاں ظہور احمد صاحب

۴۵-۱۰ تا ۱۵-۱۱:۔ احمدیت بمقابلہ قادیانیت و بہائیت ۔۔۔ حضرت مولانا عمرالدین صاحب الہ آبادی

۱۵-۱۱ تا ۴۵-۱۱:۔ مشرقی پاکستان کے متعلق میرے تاثرات ۔۔۔ مولانا آفتاب الدین احمد صاحب ایڈیٹر اخبار لائٹ

۴۵-۱۱ تا ۱۵-۱۲:۔ تقریر ۔۔۔ سردار محمد یوسف صاحب گرنتھی

۱۵-۱۲ تا ۴۵-۱۲:۔ "دو مجاہدے" ۔۔۔ میاں نصیر احمد صاحب فاروقی

۴۵-۱۲ تا ۱۵-۱:۔ اسلامی فقہ ۔۔۔ قاضی عبدالرشید صاحب

۱۵-۱ تا ۲:۔ تقریر ۔۔۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

نشست دوم:۔ بعد از نماز ظہر و عصر

(اجلاس جنرل کونسل)

نوٹ:۔ ا- نماز ظہر و عصر ــــــ ڈیڑھ بجے (½۱) باجماعت ادا کی جائیں گی۔

نماز مغرب و عشاء ــــــ ساڑھے پانچ بجے شام جمع ہوں گی۔

ب- درس قرآن کریم حضرت مولانا صدرالدین صاحب ہر روز نماز فجر کے بعد مرکزی مسجد میں دیا کریں گے۔

ج- کھانے کے اوقات حسب ذیل ہوں گے:۔

۳۰-۸ بجے صبح سے ۳۰-۱۰ صبح تک

۷ بجے شام سے ۹ بجے رات تک

د- بعد درس قرآن کریم صبح کی چائے مسجد میں ہی دی جائے گی۔

ہ- احمدیہ کانفرنس ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو ٹھیک بعد از عشاء مرکزی مسجد میں شروع ہوگی۔

و- جنرل کونسل کا اجلاس ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۰ء بعد از نماز ظہر منعقد ہوگا۔

ز- احباب بستر ہمراہ لائیں۔

المشتہر:۔ مرزا خلیل الرحمٰن مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فون نمبر ۳۷۴۷

ے پئے ہر سعید خواہد بود ؛ ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد

جماعت احمدیہ لاہور کی تعلیمی خصوصیات

۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا نہ نیا نہ پرانا۔
۲۔ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
۳۔ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ آئیندہ ہوگی۔
۴۔ سب صحابہؓ اور آئمہ قابل احترام ہیں سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
۵۔ اسلام تمام دنیا پر غالب آئیگا۔

پیغامِ صلح

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا ہفتہ وار آرگن

سالانہ چندہ پاکستان سے چھ روپے
سالانہ چندہ ہندوستان سے ۔ ۱۲-۸ روپے
سالانہ چندہ ممالک غیر سے ۔ ۲۲ شلنگ

ایڈیٹر دوست محمد

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
آں کتابِ حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ - ۲۰ دسمبر ۱۹۵۰ء | نمبر ۵۰

ہم پہ لازم ہی شریکِ جلسۂ سالانہ ہوں

جناب مولانا مرتضیٰ خان صاحب حسن

اُٹھو پھر اے عاشقانِ ملتِ بیضا اُٹھو ؛ دیں کی خدمت کیلئے باندھو کمر مردانہ وار
پھر خدا سے نصرت و تائید کے طالب بنو ؛ پھر کرو مل کر دعائیں با دو چشمِ اشکبار
سر بسجدہ ہوں اگر ہم درگہِ باری میں آج ؛ ہونگے ہم فضلِ خدا سے کامیاب و کامگار
ہم پہ لازم ہے شریکِ جلسۂ سالانہ ہوں ؛ رکھ گئے جس کی بنا ہیں مہدئ عالی وقار
ہم مجاہد ہیں خدا کے فضل سے قاعد نہیں ؛ گھر میں ہم بیٹھے رہیں کاہل نہیں اپنا شعار
بے نیازی کا کیا ہی شکوہ ہمتِ عالی تو ہے ؛ عزم مردانہ دکھاؤ مشکلیں گو ہوں ہزار
ہاتھ سے جانے نہ پائے خدمتِ دیں کا یہ وقت ؛ پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ لیل و نہار
ہم تو جنیئے ہیں خدا کے دیں کی خدمت کیلئے ؛ حکم ہم کو دے گئے ہیں یوں مسیحِ نامدار
دوستاں خود را نثارِ حضرتِ جاناں کنید ؛ در رہ آں یارِ جانی جان و دل قرباں کنید
آں دلِ خوش باش را کاندر جہاں جوید خوشی ؛ از پئے دینِ محمد کلبۂ احزاں کنید

از تعیش ہا بروں آئید اے مردانِ حق
خویشتن را از پئے اسلام سرگرداں کنید

احبابِ لاہور سے ایک درخواست

از حضرت امیر ایدہ اللہ

جماعت کے ایک مخلص دوست نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ جماعت لاہور کے احباب جن کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر سہولت دی ہے کہ ان کے گھر میں جلسہ ہوتا ہے نہ باقاعدہ جلسہ میں شامل ہوتے ہیں نہ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں :۔

"میں نے یہ دونوں باتیں یونہی نہیں لکھ دیں بلکہ پچھلے سالوں کے تجربہ کی بناء پر لکھ رہا ہوں حق بات یہ ہے کہ مرکز میں وہ جوش نہیں ہے جو کہ پہلے تھا یا جو ایک فعال جماعت کے مرکز میں ہونا چاہیئے۔ نمازوں میں وہ باقاعدہ شامل نہیں ہوتے جلسہ میں وہ باقاعدہ نہیں آتے۔ میری دلی خواہش ہے اور بارگاہِ ایزدی میں دعا بھی کروں گا کہ وہ اس قوم کی حالت پر رحم کرے) کہ جب اذان ہو جملہ صاحبان جہاں ہوں اپنا اپنا کام چھوڑ کر شامل نماز ہوں"۔

میں احباب لاہور سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی ان ایام کو دنیا کے کام کاج چھوڑ کر عبادت کے ایام بنا دیں جس طرح باہر کے لوگ اپنے کل کام چھوڑ کر لاہور پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح لاہور کے دوست ان تین ایام میں اپنے کل کام چھوڑ کر ٹھیک صبح دس بجے جلسہ گاہ میں پہنچ جائیں اور دونوں اجلاسوں میں شامل ہوں۔ ظہر و عصر کی نماز باجماعت میں بھی شامل ہوں۔ اور پھر مغرب و عشاء کی نمازیں پڑھ کر گھروں کو جائیں۔

دوسرے یہ میری درخواست ہے کہ ہر ایک دوست اپنے حلقۂ اثر میں کوشش کر کے غیر از جماعت احباب کو جلسہ میں لائیں باہر کے دوست کئی کئی احباب کو ساتھ لاتے ہیں مگر لاہور کے دوست اس ضرورت سے غافل ہیں۔

خاکسار محمد علی

نویں صدی عیسوی میں اندلس کے عربوں کے زرعی کمالات

(رشید اختر ندوی)

اس دور میں جب کہ قریب قریب تمام بڑے بڑے زرعی آلات یورپ اور امریکہ سے ساری دنیا کو برآمد کئے جاتے ہیں، کوئی شخص بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ یورپ پر کوئی زمانہ ایسا بھی آیا تھا جب وہاں کے کاشتکار ریت مٹی اور کیچڑ کی جھونپڑیوں میں رہتے تھے اور وہ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ ہل کے سوا کوئی اور زرعی آلہ کھیتی باڑی میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اندلس کے عربوں نے نویں صدی عیسوی میں اپنی خداداد ذہانتوں اور غیر معمولی صلاحیتوں کے سبب اندلس کو جنتِ ارضی کی شکل دے دی تھی۔ حالانکہ وہ جب اس ملک میں آئے تھے تو اس کی تین حصے زمین قطعاً بنجر پڑی تھی مسلمانوں کے آتے ہی اس زمین کے دن پھر گئے، یہ لہلہاتے کھیتوں میں بدل گئی، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگا جہاں کبھی پانی کا قطرہ دکھائی نہ دیتا تھا وہاں سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی نہریں بہنے لگیں۔ عربوں نے ہر جگہ کنوئیں کھودے تالاب بنائے کنوؤں پر رہٹوں سے کام لیا۔ ایک ایک میل کے رقبہ میں پانچ پانچ سو کنوئیں کھودے یہ کام عوام نے نہیں حکومت وقت نے کیا حکومت نے ملک کی زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے اپنے خرچ اور اہتمام کے ساتھ کنوئیں کھدوائے۔

جہاں کی زمین کنوؤں کے قابل نہ تھی وہاں مناسب مناسب فاصلے پر تالاب بنوائے ان تالابوں کا طول تین تین میل! اور گہرائی پچاس پچاس فٹ تھی یہ تالاب ایک طرح سے قدرتی جھیلوں کا کام کرتے تالابوں کے علاوہ دریاؤں پر جو بند باندھے گئے تھے ان میں آب رسانی کے ضوابط کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا تھا۔ وہ بہت اونچے اور لمبے بنائے جاتے ارنج کے بند کی لمبائی دو سو چونسٹھ فٹ اور اونچائی باون فٹ تھی۔ مرشیہ کے قریب دریائے حضورہ پر جو بند باندھا گیا تھا وہ سات سو ساٹھ فٹ لمبا اور چھتیس فٹ اونچا تھا۔ بلینہ کے ایک اور بند کی لمبائی سات سو فٹ تھی۔ اسی طرح المزدرا کے آبدوز کا حجم ۵۰۷ فٹ اور قطر آدھ فٹ تھا۔ مرادبلا کا زیرِ زمین تہ تاب ایک میل لمبا اور تیس فٹ چوڑا تھا۔ کری ونٹ کے تہ تاب کی لمبائی ۵۹۵ فٹ تھی اور چوڑائی ۳۰ فٹ۔

ان بندوں، آبدوزوں اور تالابوں کے ذریعے اندلس کے چپے چپے کو سیراب کر دیا گیا تھا۔ کوئی زمین ایسی نہ تھی جو پانی سے محروم ہو۔ کوئی کاشتکار ایسا نہ تھا جو یہ کہہ سکے کہ حکومت اندلس نے اسے کھیتی باڑی کے لئے پانی ایسی نعمت سے محروم رکھا۔

آب رسانی اور تقسیم کے لئے حکومت کا جو عملہ کام کرتا وہ انتہائی دیانتدار ہوتا۔ کیا مجال تھی کہ کسی کاشتکار کے ساتھ زیادتی یا ظلم ہو۔ کیا مجال تھی کہ کوئی اہلکار کسی حقدار کا حق اسے نہ دے۔ پانی کی تقسیم کے سلسلہ میں جو جھگڑے پیدا ہوتے ان کا حل کاشتکاروں کی اپنی عدالت کرتی یہ ایک قسم کی پنچایت ہوتی جو ہر جمعرات کو بستی کی مسجد کے دروازہ پر اپنا اجلاس کرتی۔ اس میں پورے انصاف اور دیانت سے کام لیا جاتا۔ گو حکومت اس کی نگرانی نہ کرتی، لیکن حکومت کو اس کے فیصلوں کا پورا علم ہوتا۔ وہ ان فیصلوں کا احترام کرتی اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ انداز آج تک اندلس میں موجود ہے۔ اندلس کے ہر گاؤں کی عدالت آج بھی جمعرات کے دن اپنا یہ اجلاس طلب کرتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے یہ اجلاس مسجد کے دروازوں پر ہوتے آج مسجد کی جگہ کلیسا کو حاصل ہے۔

اندلس بھر میں زمین کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے کھاد کو استعمال کیا جاتا کھاد کی تیاری اور جمع کرنے کے لئے سرکاری خرچ سے ہر بستی میں بڑے بڑے تالاب بنائے گئے۔ ہر قسم کا کوڑا کرکٹ اور گلے سڑے پھل ان تالابوں میں حکماً جمع کئے جاتے۔ یہ کھاد کے ذخیروں کا کام دیتے اور جب ضرورت ہوتی کاشتکار ان میں سے حصہ پاتا۔

پیداوار کو ترقی دینے اور باغات کی نشوونما کے سلسلہ میں ہر بستی میں زراعت کی درسگاہیں بنی تھیں جہاں کاشتکار کو اصول باغبانی اور زراعت کی تعلیم دی جاتی۔ پیوند لگانا سکھایا جاتا۔ پودوں کے خواص بتائے جاتے اور پھلوں کی پیداوار بڑھانے کے اصول سمجھائے جاتے۔

مسلمانوں کے دور میں اندلس کا کوئی کاشتکار اور باغبان ایسا نہ تھا جو پھلوں کو بڑھانے اور فصلوں کو زیادہ پیدا آور بنانے کے فن سے آگاہ نہ ہو۔ اندلس کے کسان جاہل نہ تھے بلکہ پڑھے لکھے تھے وہ پھلوں کے رکھ رکھاؤ اور فصلوں کی حفاظت کے کام کو خوب جانتے تھے اور ان کو یہ خوب معلوم تھا کہ زراعت سے انسانی زندگی کا کتنا گہرا رشتہ ہے اندلس کے مسلمان کاشتکار نہ صرف کاشتکار تھے بلکہ پودوں کے امراض کے معالج بھی تھے۔ وہ نہ پھلوں کو خراب ہونے دیتے نہ فصلوں کو۔ ان کے کھیتوں میں رنگا رنگ کے خوشبودار پھول اُگتے وہ ان کی حفاظت بھی کرتے اور ان سے عطر بھی کھینچتے۔ ہر کاشتکار عطر کھینچنے کی مشین بھی رکھتا اور اس کام میں ماہر بھی ہوتا۔

اندلس کے مسلمانوں کو زراعت کے فن میں جو کمال حاصل تھا وہ آج تک یورپ کے کسانوں کو نصیب نہیں ہوا۔

اندلس سے عموماً غلہ برآمد نہ کیا جاتا تھا جو غلہ پیدا ہوتا اسے ہر جگہ کے کاشتکار پہاڑوں کی کھوؤں میں کچھ اس طرح محفوظ کر دیتے کہ برسوں کام آتا اور بہتر و تازہ رہتا بیان کیا گیا ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کے زوال اور اخراج کے دو سو سال بعد مسلمان کاشتکاروں کے محفوظ کئے ہوئے ذخیرے دستیاب ہوئے۔ جب ان کو کھولا گیا تو ان سے جو غلہ برآمد ہوا وہ بالکل ایسا تھا جیسا کہ اس سال کا غلہ تھا اس کی عمدگی اور صلاحیت میں قطعاً کوئی فرق پیدا نہ ہوا تھا۔

اس سے تین سو سال بعد ایک کھتہ ایسا ملا جس میں گندم رکھی گئی تھی اس گندم کا جب تجزیہ ہوا تو وہ بالکل تر و تازہ گندم کے مانند پائی گئی۔ اسکو پیسا گیا اس سے روٹیاں پکائی گئیں جن کے مزے میں قطعاً کوئی فرق نہیں تھا۔ محققین کو اس بات کا یقین تھا کہ یہ گندم پانچ سو سال پہلے محفوظ کیا گیا تھا۔

غلے کے علاوہ اندلسی عرب ہر قسم کے پھل کو کئی کئی سال تک محفوظ رکھ سکتے یہ پھل برسوں ویسے کے ویسے رہتے اجلیز [illegible] ی مون سے اور تر و تازہ کون۔ یہ عرب پھلوں اور نباتات کو خراب کرنے والے ہر قسم کے کیڑوں کو مارنا جانتے تھے۔

حیرت ہوتی ہے کہ اندلس کے مسلمان کاشتکاروں نے یہ مہارت کہاں سے پائی تھی یہ تو ایک عجیب قسم کی وجدانی کیفیت تھی جو اس ترقی کے زمانہ میں آج بھی بڑے فنکار ملکوں کو نصیب نہیں ہوئی۔

ابن العوام اشبلی نے بارہویں صدی عیسوی میں فن زراعت و باغبانی پر ایک کتاب تصنیف کی تھی اس کتاب میں زراعت و باغبانی کے عجیب و غریب نکات بیان کئے تھے۔ زراعت و باغبانی کے علاوہ اس کتاب میں ان جانوروں کی خور و پرداخت کے اصول بھی بیان کئے گئے تھے جو کاشت میں کام آتے اور جن سے کاشتکاروں کی آمد میں معقول اضافہ ہو سکتا۔

اندلس کے مسلمانوں نے سٹابری بہی، لیموں، کھجور، شہتوت، انجیر، کیلا، انار، پستہ، بادام، چاول، تل، پالک، ناگرول، چقندر، بوزہ، مرچ سیاہ، اور زعفران، قہوہ، کپاس پیدا کیں۔ یورپ میں یہ چیزیں ان کی وساطت سے روشناس ہوئیں۔ شکر بھی عربوں کی ایجاد ہے انگور گو پہلے بھی اندلس میں ہوتا۔ مگر عربوں نے اس پھل کی زراعت پر خوب توجہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگور کا ایک ایک آدھ سیر کا ہوتا ایک ایک ناشپاتی ڈیڑھ ڈیڑھ سیر وزن کی ہوتی اور سیب تیس تیس انچ چوڑے ہوتے۔ نارنگی کا بھی کچھ ایسا ہی عالم تھا آج کل اندلس کا جو علاقہ قطعاً بنجر اور بیکار پڑا ہے وہاں مسلمانوں کے زمانہ میں نہریں ہی نہریں بہتیں، اور ہر طرف سبزہ ہی سبزہ لہلہاتا۔ پھل دار درختوں کی یہ کیفیت تھی کہ سو سو میل تک پھیلتے چلے گئے تھے۔ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے خوبصورت گاؤں آباد تھے۔ جن کی مسجدوں سے اذان کی صدائیں بلند ہوتیں اور خوش پوش دیہاتی قدم قدم پر اللہ کی بڑائی بیان کرتے نظر آتے۔ (باقی دارد)

ولادت یہ خبر مسرت سے پڑھی جائیگی کہ ہمارے عزیز دوست خواجہ ثناء اللہ شاہ صاحب منیجر اخبار لائٹ کے ہاں ۱۹ دسمبر کی شب کو اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو خادم دین بنائے۔ آمین

پیغام صلح

جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر

خیر مقدم

جس وقت یہ پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا بہت سے دوست اور بزرگ شمولیت جلسہ کیلئے لاہور پہنچ چکے ہوں گے اور بہت سے برسرِ راہ ہوں گے ہم ان سب احباب کرام کا صدق دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یہ دعا کرتے ہیں:۔

"ہر ایک صاحب جو اس الٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرما دے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عطا فرماوے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

یہ مامور الٰہی کی دعائیں ہیں جو اس سفر میں آپکے ساتھ ہوں گی۔ کس سوز اور درد کے ساتھ اس مامور ربانی نے آپ لوگوں کیلئے دعائیں کی ہیں۔ روزانہ لوگ سفر کرتے ہیں اپنے دنیوی کاروبار کے لئے جیبوں تک ہر رہتے ہیں اور بعض لوگ زندگی کا بڑا حصہ سفر ہی میں گذار دیتے ہیں لیکن یہ سفر جو سال بھر میں صرف تین دن کے لئے آپ کو اختیار کرنا پڑتا ہے کس قدر مبارک اور کتنا کامیاب ہے کہ اس سے مشکلات و اضطراب اور ہم و غم دور ہونے، ہر ایک تکلیف سے مخلصی عطا ہونے ہر ایک مراد کی راہیں کھلنے اور آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا فضل و رحم ہے اٹھائے جانے کی دعائیں مامور الٰہی کی طرف سے آپ کو ملتی ہیں کس قدر مبارک ہیں آپ لوگ جو ان دعاؤں کے مستحق و مورد ہیں۔

بیشک جلسہ میں آپکو کچھ تکالیف بھی اٹھانی پڑیں گی حسب منشا آرام و آسائش حاصل نہ ہوگا۔ بہت کچھ خرچ بھی کرنا پڑیگا لیکن اس کے معاوضہ جو کچھ آپ کو ملیگا وہ اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے جو گھروں کے آرام و آسائش یا دنیوی فائدہ کیلئے سفر اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیا دینی معلومات کی وسعت اور معرفت الٰہی کا حصول کچھ کم قیمتی شے ہے؛ کیا دوستوں سے تعارف اور تعلقات اخوت کا استحکام پذیر ہونا بہت بڑی اہمیت اپنے اندر نہیں رکھتا؟ کیا یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر سوچنا اور انکو اسلام کے نور سے منور کرنے کا سامان کرنا ہماری دنیا و آخرت کو سنوارنے والی چیزیں نہیں؟ یہی وہ اغراض ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ کی قرار دی ہیں اور آج ایسا کوئی جلسہ دنیا میں منعقد نہیں ہوتا جس میں یہ تینوں اہم ترین اغراض پیش نظر ہوں۔ آپکا ان اغراض کو لیکر یہاں آنا اور محض انہی اغراض کو پورا کرنے کے لئے سفر کی صعوبت اختیار کرنا زمانہ حاضرہ کا ایک ایسا واقعہ ہے جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور ان دعاؤں کا آپ کو مستحق ٹھہرانے کا موجب ہوگا جو مسیح موعودؑ نے ایسا سفر اختیار کرنیوالوں کے لئے کی ہیں، اس لئے ہم پھر ایک دفعہ آپکا خیر مقدم کرتے ہیں کہ آپ کا یہ سفر مبارک اور کامیاب ثابت ہو ؛

نقد و نظر

سرمہ چترالی۔ کیپٹن سید امام علی شاہ شاہی طبیب آف چترال امام اسٹیج امپیریل لاہور، عوام کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ایک ایسا سرمہ تیار کیا ہے جو تقریباً جملہ امراض چشم خصوصاً ککرے، سرخی، اینچن ہاری، آنکھ دکھنا۔ پانی بہنا، ضرب، زخم، خارش، بھینگا وغیرہ کیلئے بیحد مفید ثابت ہوا ہے۔ اس سرمہ کے باقاعدہ استعمال سے آنکھیں ہمیشہ روشن رہتی ہیں۔ اس کی تین شیشیاں ہمیں برائے ریویو موصول ہوئیں جو ہم نے اپنے دوستوں میں آزمائش کیلئے تقسیم کیں، انکی رائے میں یہ سرمہ مذکورہ بالا امراض کیلئے بہت مفید ہے۔ مندرجہ بالا پتہ سے طلب کیجئے۔

طبّی مائۃ عامل اس نام سے ایک ۳۰۸ صفحہ کی کتاب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ نے شائع کی ہے جسمیں حکیم صاحب موصوف نے اپنے طبی معمولات میں سے ایک سو خاص الخاص نسخے جو انکے بیشمار تجربات میں آچکے ہیں جمع کر دیئے ہیں۔ یہ کتاب طب یونانی کے ماہرین یونانی دواخانوں اور عام شائقین کیلئے جو نسخے بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں بہت قابل قدر اور مفید ثابت ہوگی شروع میں حکیم صاحب ممدوح نے اپنی سوانح حیات بھی قلمبند کی ہے، جو بہت دلچسپ ہے۔

قیمت فی جلد پانچ روپے۔ حکیم محمد حسین مرہم عیسیٰ مکان حکیماں اعادہ میاں چراغ الدین بیرون دہلی دروازہ لاہور سے طلب کیجئے ؛

جلسہ سالانہ کے تین دن

حضرت امیر ایدہ اللہ

میری اپنے احباب سے یہ التجا ہے کہ جلسہ کے تین ایام کو چلہ کشی کے رنگ میں عبادت الٰہی کیلئے مخصوص کر دیں۔ ہماری تقریروں میں صرف اعلائے کلمۃ اللہ مدنظر ہو۔ اور جماعت کو اس مجاہدہ کے لئے تیار کرنا جس پر ہمیں ہمارے امام نے لگایا ہے اور ہمارا اکثر وقت ان ایام میں تسبیح اور استغفار میں صرف ہو۔ دنیا کا کوئی کام ہو بھی تو اسے تین دن کے لئے چھوڑ دیں۔ ہماری نمازوں میں باقاعدگی بھی ہو۔ یعنی پانچوں نمازوں کو باجماعت ادا کرنا اور خضوع و خشوع بھی ہو۔ ہم ایک جماعت کے رنگ میں خدا کے دروازے پر ایک سائل بن کر آئیں اور اس کی نصرتوں کے طالب ہوں۔ ہمارے دلوں سے یہ آہ اٹھے کہ اے خدا تو اس چھوٹی سی جماعت کو صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنے انعامات کی بارش ہم پر برسا۔ پانچوں نمازوں کے علاوہ ان ایام میں جلسہ میں شامل ہونے والے تمام احباب مرد ہوں یا عورتیں تہجد کی نماز بھی ادا کریں۔ جو لوگ ان ایام میں اپنے گھروں میں رہتے ہیں وہ گھروں میں صبح چار ساڑھے چار بجے اٹھیں۔ اور جو جلسہ گاہ میں یا مسجد کے قریب ٹھہرے ہوتے ہیں وہ مسجد میں پہنچکر اپنی آہیں بلند کریں۔ ایک مخلص دوست نے اس طرف بالخصوص توجہ دلائی ہے۔ ان کے خط کے الفاظ نقل کرتا ہوں:۔

"سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہر ایک آدمی کے لئے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ وہ ان تین ایام میں نماز تہجد کا پابند ہو۔ اور چار بجے وہ ضرور مسجد میں پہنچ جائے اور بارگاہ ایزدی میں رو رو کر ترقی اسلام کے لئے دعا کرے۔ اگر ایسا ہو جائے اور ہم چند صد نا منجاروں اور گنہگاروں کی آہوں کی صدا بارگاہ رب العزت میں پہنچ جائے تو میرے خیال ناقص میں جلسہ کی غرض و غایت پوری ہو جائے"۔ سب احباب ان پر عامل ہونیکی کوشش کریں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی

مہمانوں کا استقبال

از جناب محمد اعظم علوی صاحب

حریم شوق میں صحرائیوں کی آمد آمد ہے ؛ شہِ لولاک کے سودائیوں کی آمد آمد ہے
چمن میں آج پھر رعنائیوں کی آمد آمد ہے ؛ مسیح وقت کے شیدائیوں کی آمد آمد ہے
ہزاروں میل سے یہ نورِ عرفاں لینے آئے ہیں ؛ کچھ اپنی روح کی تسکیں کا ساماں لینے آئے ہیں
سلام اے نصرتِ دینِ محمدؐ کے طلبگارو ؛ سلام اے شب ظلمت میں صداقت کے پرستارو
سلام اے آسمانِ عشق میں ڈوبے ہوئے تارو ؛ سلام اے حسنِ قرآں کے نگہبانو نگہدارو
مسیحا کے مدینہ میں تمہیں آنا مبارک ہو ؛ مبارک ہو تمہیں صد بار یہاں آنا مبارک ہو
تمہارے دل میں پوشیدہ محبت کے شرارے ہیں ؛ ادائیں کیسی دلکش ہیں چلن کیسے پیارے ہیں
تمہیں ہم اپنی آنکھوں پر بصد عزت بٹھائینگے ؛ تمہاری راہ میں ہم دیدہ و دل کو بچھائیں گے
تمہیں فرطِ محبت میں گلے سے ہم لگائیں گے ؛ ہیں جو پھر دو سال بھر کے اپنا ارماں اب نکالینگے
جہانِ رشک و نزہیں اک بہارِ جاوداں تم ہو ؛ بہشتِ خاکیاں تم ہو بہشتِ قدسیاں تم ہو
تمہاری کوششوں کی دھوم ہے اقصائے عالم میں ؛ عیاں ہے نصرت باری تمہاری سعی پیہم میں
تمہاری سمت اٹھتی ہیں نگاہیں اک زمانے کی ؛ تمہیں وہ شاخ ہو بنیاد ہے جو آشیانے کی
اٹھو کچھ فکر کر لو اپنے اپنے آب و دانے کی ؛ گھڑی پھر آن پہنچی ہے تمہارے آزمانے کی
زمانہ منتظر ہے اب طلوعِ مہرِ ایماں کا ؛ جنازہ اٹھ چکا ہے مادیت کے ساز و ساماں کا

اٹھو دامانِ گیتی کو بہشت جاوداں کر دیں
جہانِ رنگ و بو کو باعثِ رشکِ جناں کر دیں

حضرت امیر کی دینی کتب امریکی عوام میں پاکستان کا بہتر مفہوم پیدا کرنیکا موجب ہوئی ہیں!

یو۔ این۔ او کی مذہبی کانفرنس کے سیکرٹری کا مکتوب وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں

پچھلے دنوں جب مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان امریکہ تشریف لیگئے تو شکاگو میں انہیں یہ خط ملا، جو یو۔این۔او کی اس مذہبی کانفرنس کے سیکرٹری مسٹر اطوتی۔ ولیم۔ احرک کا لکھا ہوا ہے، جو ۱۹۴۹ء میں نیویارک میں منعقد ہوئی تھی۔ اس خط کی نقل حضرت امیر ایدہ اللہ کو بذریعہ تار وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے کراچی میں موصول ہوئی۔ ذیل میں اس کا ترجمہ ہدیۂ قارئین کرام ہے۔

بخدمت عزت مآب لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان۔ ایجویٹ بیچ ہوٹل شکاگو

ہم آپ کے توسط سے پاکستان کے عوام کے سامنے اس حسن کارکردگی کا اعتراف کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے ہموطن مولوی محمد علی اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، انگریزی زبان میں دینی ادبیات کی اشاعت اور اپنی ذاتی کوششوں سے امریکی عوام میں پاکستان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے مابین بہتر افہام و تفہیم پیدا کرنے کیلئے کر رہے ہیں۔ ہم ان تمام کوششوں کے بھی معترف ہیں جو پاکستان کے دینی رہنما عالمی امن کے قیام اور انفرادی معیار زندگی کی بہتری کے لئے سرانجام دے رہے ہیں۔

ہم آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ لاہور کے ان عالی فکر اصحاب کو ترغیب دلائیں کہ وہ ادارۂ اقوام متحدہ کے توسط سے اپنی تنظیم کی ایک شاخ نیویارک شہر میں بھی کھولیں چاہے یہ شاخ آپ کے وفد اقوام متحدہ نیویارک کے ساتھ ہو یا اس سے الگ۔ اس سے انہیں مقامی، قومی، اور بین الاقوامی پریس، ریڈیو، اور دیگر علمی فورم کی سہولتیں اور تعاون حاصل ہو جائے گا۔ جو وہاں میسر آ سکتی ہیں۔

یہ وہ قیادت ہوگی جو ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اسلام، عیسائیت اور یہودیت میں باہم افہام و تفہیم پیدا کرنا چاہتی ہے اس طرح بین الاقوامی تفہیم اور تعاون کو بڑھائے گی اور امن عالم کی کوشش کی مضبوط بنیادیں رکھ دیگی جو ان لوگوں کے ہاتھوں رکھی جائیں گی جو ایک سچے خدا کو مانتے ہیں اور بنی نوع انسان کی وحدت اور اخوت کے قائل ہیں۔

اس قسم کی نمائندگی امریکیوں کو ان پاکستانی ضروریات کا صحیح اندازہ دے سکے گی جو ریاستہائے متحدہ اور رئیس ٹرومین کے چار نکاتی پروگرام کے ذریعہ پوری کی جا سکتی ہوں۔

آپ کی اہلیہ محترمہ، اور آپ کے وفد نے جو تعلق محبت امریکی عوام کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ مدتوں یاد رہے گا۔

اطوتی۔ ولیم۔ احرک

پیغام صلح لکھتے ہیں: وزیر اعظم پاکستان نے اس خط کا کیا جواب دیا؟ یا اس بارہ میں کیا کارروائی انہوں نے کی یا کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں، اس کا کچھ حال معلوم نہیں ہو سکا۔ کیا وہ اس پہ مفصل روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائینگے؟

حضرت امیر ایدہ اللہ کے متعلق درد دل سے نکلی ہوئی دعائیں

سید تصدق حسین صاحب قادری کا مکتوب بغداد سے

باب الآغا۔ بغداد۔ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۵۵ء

بخدمت شریف حضرت سیدنا امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی اچانک علالت کی خبر سب سے پہلے عزیزم فاروقی صاحب کے خط مرقومہ ۲۷ ستمبر سے ملی، اس اندوہناک اطلاع سے کیا عرض کروں دل پر کیا گذری صدمہ سے دل بیٹھا جا رہا تھا۔ ایسی اضطراری حالت میں یہ گنہگار بارگاہ رب العزت مالک حقیقی جس کا وعدہ ہے ادعونی استجب لکم کے آگے سجدہ میں گر گیا اور دعا کی کہ اے مجیب الدعوات میرے آقا۔ میرے امیر امام وقت کے روحانی فرزند کو شفائے کامل اور عاجل بخش۔ اے میرے مولا ابھی تیرے بہت سے کام دھورے پڑے ہوئے ہیں ان کی تکمیل کے لئے اس مرد مجاہد کو مہلت عطا فرما۔ یہ تو اس گنہگار کی حالت تھی بزرگان سلسلہ اور اہل حال حضرات نے اپنی نیم شبی دعاؤں میں کیا کچھ نہ کیا ہوگا وابستگان سلسلہ حقہ کے تمام افراد چھوٹے بڑوں کی اپنی اپنی جگہ یہی حالت ہوگی ان کے قلوب کی گہرائیوں سے اپنے محبوب امیر کی صحتیابی کے لئے پھوٹ پھوٹ کر دعائیں نکل رہی ہوں گی شکر ہے اس مجیب حقیقی کا کہ اس نے اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا اور حضور کو صحت عطا فرمائی اللہ تعالے اکمل صحت عطا فرمائے آمین۔

ہوائی ڈاک سے آج اخبار پیغام صلح مجریہ ۱۸ نومبر ملا۔ اس کے سرورق پر آپ کا خطاب بنام احباب جماعت نظر سے گذرا اس میں آپکے اس فقرہ نے "جو کام ہمارے سپرد کیا گیا تھا قرآن کریم کو ساری دنیا میں پہنچانا میرے دل پر اس بات کا صدمہ ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ابھی اس کام میں حصہ نہیں لے رہے" تڑپا دیا۔ اف اس ہلاک اور خطرناک بیماری میں بھی اس مقدس وجود کو قرآن کریم کو ساری دنیا میں پہنچانے کا یہ درد! اے کاش کہ ہماری قوم کے دلوں میں اس درد کا احساس پیدا ہو اور وہ اپنے پیارے امیر کی تمنا کو پورا کرکے اس کے قلب حزیں پر سے اس صدمہ کو دور کرنے میں حصہ لے۔

اے میرے محترم امیر آپ یقین رکھیں کہ آپ کی یہ تمنا "قرآن کریم کو ساری دنیا میں پہنچانا" اللہ تعالے ضرور پوری کرے گا اگر ہم نے اس بروقت مقدس آواز پر لبیک کہا اور آپ کے اس ضروری پیغام پر کان دھرے اور ہر کوئی اس کی تکمیل کیلئے آپ کو سرفروش کی ایک اور مضبوط جان نثار جماعت عطا فرمائیگا جو آپکی آرزو کو پوری کرنے کا باعث ہوگی اللہ تعالے آپ کو ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور آپ کے ہاتھوں اپنے دین متین کی مزید خدمت لے اور ہمیں آپ کے ارشادات کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جملہ احباب سے سلام علیکم۔ سبحانی صاحب حج سے واپس آ گئے مکہ معظمہ میں سخت بیمار ہو گئے تھے اب بخیریت ہیں بصرہ سے ہمیشہ آپ کی خیریت دریافت کرتے ہیں۔ ووکنگ سے محترمی غلام ربانی صاحب کا خط بھی آیا کرتا ہے یہ بے لوث مرد حق بھی خوب کام کر رہا ہے اسلامک ریویو کے بارے میں مرکز کو چاہیئے کہ ان کے مشورہ پر عمل کرے۔

خاکسار۔ تصدق حسین

سندھ سیکرٹریٹ سے ایک خط

سندھ سیکرٹریٹ۔ کراچی

۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء

ڈیر غلام صاحب۔ مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ اس ہولناک مرض سے جس کو Coronary Thrombosis

کے نام سے پکارا جاتا ہے شفایاب ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے آپ جیسے مقدس انسان کو بچا لیا جس کا جذب اندرون اسلام اور اس کے لٹریچر میں اس قدر شاندار اضافہ کا موجب ہوا ہے، یقیناً آپ نے اس کلمۂ حکمت کو عملاً زندہ کر دیا ہے کہ مذہب نرا عقیدہ نہیں نہ جذبۂ دل ہے، بلکہ ایک خدمت کا نام ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو عمر طویل عطا کرے تاکہ آپ علم و حکمت کی روشنی کو نسل انسانی میں پھیلا سکیں جس نے اپنی روح کو مادیت کے آستانہ پر قربان کر دیا ہے۔ آمین

"نرا علمیت ہمیشہ یار باد" یہ اس شخص کی دلی خواہش اور دعا ہے جو اپنے آپ کو آنجناب کے مداحوں میں شامل کرنے کی جرأت کرتا ہے۔

اے۔ ڈی۔ ملوی

شکرانہ فنڈ میں مستورات کا حصہ

بیگم صاحبہ شیخ ایزد بخش کا ایثار

مکرمی ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم

شکرانہ فنڈ کے لئے مستورات میں علیحدہ تحریک ابھی تک نہیں ہوئی حالانکہ ان کا حق ہے کہ ان کو یہ نیک بات پہنچائی جائے اور یہ مردوں پہ فرض ہے۔ اس فرض کا خیال تو مجھے پہلے بھی تھا مگر آج محترمہ اہلیہ شیخ ایزد بخش صاحب نے اپنی پازیب اس فنڈ میں عطا فرمائیں تو مجھے تحریک ہوئی کہ میں یہ درخواست [illegible]

(باقی صفحہ کالم ۳ پر)

پیغام صلح
جلد ۳۸ | یوم چہار شنبہ مورخہ ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۷۰ھ | نمبر

خیر مقدم

جس وقت یہ پرچہ قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا کئی دوست اور بزرگ شمولیت جلسہ کیلئے ہور پہنچ چکے ہوں گے اور بہت سے برسر راہ ہوں گے ہم ان سب احباب کرام کا صدق دل سے خیر مقدم کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں یہ دعا کرتے ہیں:۔

"ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسے کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالےٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرما دے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عطا فرماوے اور ان کی ہر ایک مرادات کی راہیں ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو اے خدا اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکلکشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین"

یہ امور الٰہی کی دعائیں ہیں جو اس سفر میں آپ کے ساتھ ہوں گی، کس سوز اور درد کے ساتھ اس مامور ربانی نے ان لوگوں کے لئے دعائیں کی ہیں۔ روزانہ لوگ سفر کرتے ہیں اپنے دنیوی کاروبار کے لئے مہینوں باہر رہتے ہیں اور بعض لوگ زندگی کا بڑا حصہ سفر ہی میں گذار دیتے ہیں لیکن یہ سفر جو سال میں صرف تین دن کے لئے آپ کو اختیار کرنا پڑتا ہے کس قدر مبارک اور کتنا کامیاب ہے کہ اس سے مشکلات و اضطراب اور ہم و غم دور ہونے، ہر ایک تکلیف سے مخلصی عطا ہونے ہر ایک مراد کی راہیں کھلنے اور آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا کا فضل و رحم ہے اٹھائے جانے کی دعائیں مامور الٰہی کی طرف سے آپ کو ملی ہیں کس قدر مبارک ہیں آپ لوگ جو ان دعاؤں کے مستحق و مورد ہیں۔

بیشک جلسہ میں آپکو کئی تکالیف اٹھانی پڑیں گی حسب مراد آرام و آسائش حاصل نہ ہوگا۔ بہت کچھ خرچ بھی پڑیگا لیکن اس کے معاوضہ جو کچھ آپ کو ملیگا وہ اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے جو گھروں کے آرام و آسائش یا دنیوی فائدہ کے لئے سفر اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیا دینی معلومات کی وسعت اور معرفت الٰہی کا حصول کم قیمتی شے ہے؟ کیا دوستوں سے تعارف اور تعلقات اخوت کا استحکام پذیر ہونا بہت بڑی اہمیت اپنے اندر نہیں رکھتا؟ کیا یورپ اور امریکہ کی دینی ہمدردی کے لئے تدابیر سوچنا اور انکو اسلام کے نور سے منور کرنے کا سامان کرنا ہماری دنیا و آخرت کو سنوارنے والی چیزیں نہیں؟ یہی وہ اغراض ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے اس جلسہ کی قرار دی ہیں اور آج ایسا کوئی جلسہ دنیا میں منعقد نہیں ہوتا جس میں یہ تینوں اہم ترین اغراض پیش نظر ہوں۔ ان اغراض کو لیکر یہاں آنا اور محض انہی اغراض کو پورا کرنے کے لئے سفر کی صعوبت اختیار کرنا زمانہ کا ایک ایسا واقعہ ہے جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائیگا اور ان دعاؤں کا آپ کو مستحق بننے کا موجب ہوگا جو مسیح موعودؑ نے ایسا سفر اختیار کرنیوالوں کے لئے کی ہیں، اس لئے ہم پھر ایک دفعہ آپکا خیر مقدم کرتے ہیں کہ آپ کا یہ سفر مبارک اور کامیاب ثابت ہو۔

نقد و نظر

چترالی۔ کیپٹن سید امام علی شاہ شاہی طبیب آف [illegible] امام [illegible] ایجنسی اچھرہ لاہور، عوام کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ [illegible]

طبی مائتہ عامل اس نام سے ایک ۳۰۸ صفحہ کی کتاب حکیم محمد [illegible] صاحب [illegible]

جلسہ سالانہ کے تین دن

حضرت امیر ایدہ اللہ

میری اپنے احباب سے یہ التجا ہے کہ جلسہ کے تین ایام کو چلہ کشی کے رنگ میں خدا کیلئے مخصوص کر دیں۔ ہماری تقریروں میں صرف اعلائے کلمۃ اللہ مدنظر ہو۔ اور جماعت کو اس کام کے لئے تیار کرنا جس پر ہمیں ہمارے امام نے لگایا ہے اور ہمارا اکثر وقت ان ایام میں استغفار میں صرف ہو۔ دنیا کا کوئی کام ہو بھی تو اسے تین دن کے لئے چھوڑ دیں۔ ہم نمازوں میں باقاعدگی بھی ہو۔ یعنی پانچوں نمازوں کو باجماعت ادا کرنا اور خضوع و خشوع ہم ایک جماعت کے رنگ میں خدا کے دروازے پر ایک سائل بن کر آئیں اور اس کی نصرت کے طالب ہوں۔ ہمارے دلوں سے یہ آہ اٹھے کہ اے خدا تو اس چھوٹی سی جماعت کو صراط مستقیم پر قائم رکھ اور اپنے انعامات کی بارش ہم پر برسا۔ پانچوں نمازوں کے علاوہ ان ایام میں جلسہ میں شامل ہونے والے تمام احباب مرد ہوں یا عورتیں تہجد کی نماز بھی ادا کریں۔ جو لوگ ان ایام میں گھروں میں رہتے ہیں وہ گھروں میں صبح چار ساڑھے چار بجے اٹھیں۔ اور جو جلسہ گاہ کے قریب قریب ٹھہرے ہوتے ہیں وہ مسجد میں پہنچکر اپنی آہیں بلند کریں۔ ایک مخلص نے اس طرف بالخصوص توجہ دلائی ہے۔ ان کے خط کے الفاظ نقل کرتا ہوں:۔

" سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ہر ایک آدمی کے لئے یہ لازمی قرار دیا جائے کہ تین ایام میں نماز تہجد کا پابند ہو۔ اور چار بجے وضو کر کے مسجد میں پہنچ جائے اور بارگاہ ایزدی میں رو رو کر ترقی اسلام کے لئے دعا کرے۔ اگر ایسا ہو جائے اور ہم چند صد نا ہنجاروں کی آہوں کی صدا بارگاہ رب العزت میں پہنچ جائے تو میرے خیال ناقص میں جلسہ کی غایت پوری ہو جائے۔" سب احباب ان پر عامل ہونیکی کوشش کریں۔ والسلام

خاکسار۔ محمد علی

مہمانوں کا استقبال

از جناب محمد اعظم علوی صاحب

حریم شوق میں صحرائیوں کی آمد آمد ہے ؛ شہ لولاک کے سودائیوں کی آمد آمد
چمن میں آج پھر رعنائیوں کی آمد آمد ہے ؛ مسیح وقت کے شیدائیوں کی آمد آمد
ہزاروں میل سے یہ نور عرفاں لینے آئے ہیں ؛ کچھ اپنی روح کی تسکین کا سامان لینے آئے
سلام اے نصرت دین محمدؐ کے طلبگارو ؛ سلام اے شب ظلمت میں صداقت کے پرستارو
سلام اے آسمان عشق میں ڈوبے ہوئے تارو ؛ سلام اے حسن قرآں کے نگہبانو نگہبانو
مسیحا کے مدینہ میں تمہیں آنا مبارک ہو ؛ مبارک ہو تمہیں صد بار یہاں آنا مبارک
تمہارے دل میں پوشیدہ محبت کے شرارے ہیں ؛ ادائیں کیسی دلکش ہیں چلن کیسے پیارے
تمہیں ہم اپنی آنکھوں پر بصد عزت بٹھائینگے ؛ تمہاری راہ میں ہم دیدہ و دل کو بچھائینگے
تمہیں فرط محبت میں گلے سے ہم لگائیں گے ؛ نہیں [illegible] رکھ کے اپنا ارمان نکالیں

صداقت دین پر مؤثر ترین دلیل

اجتماعی زندگی میں اصول مذہب کا ثمرہ

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کیمیکل اگزامینر لاہور

(۲)

خارجی وجود کی شہادت سائنٹیفک ثبوت ہے سائنس کا تمام زور آج اس امر پر ادا ہے کہ جو امر منوایا جائے اس کا منبع و مخرج محض انسانی دماغ ہی نہ ہو، (Subjective) بلکہ خارج سے اس کا ثبوت بھی لازم و ضروری ہے (Objective) پس دین کا یہ اصول کہ خدا تعالےٰ موجود ہے اور وہ اپنے کامل بندوں سے کلام کرتا ہے موجودہ سائنٹیفک دور میں محض عقلی دلائل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس طور سے کہ صرف گذشتہ زمانہ کے حوالوں پر اکتفا کیا جائے بلکہ سائنس کے اس دور میں خدا تعالےٰ کی ہستی پر کوئی خارجی امر پیش کرنا یا اس کی ہمکلامی کے ثبوت میں کوئی تازہ شہادت ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ پس آج حضرت مسیح موعود نے زمانہ حال کے تمام تقاضوں اور اس کی تمام حاجتوں کو پورا کر کے دکھلایا ہے۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ سائنس کا یہ مطالبہ کہ جس امر کو تسلیم کرایا جائے اس کا ثبوت خارج میں پیش کرنا ضروری ہے اور محض انسانی دماغ کے خیالات و تصورات سے کسی چیز کی موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ایک اعلیٰ و عمدہ اصول ہے۔ فرق صرف اس قدر رہ گیا ہے کہ سائنس نے اپنی جدوجہد کو مادی دنیا تک محدود کر رکھا ہے اور اس کا واسطہ انسان کی جسمانی حسوں تک ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر اسی اصول کو انسان کی روحانی و اخلاقی حسوں پر بھی منطبق کیا جائے تو اس کے نتیجہ میں وہی کچھ ثابت ہو گا جو ایک سچا و کامل مذہب تسلیم کرواتا ہے۔

دنیاوی زندگی میں جنت کا نمونہ جو اصحاب تعلق باللہ کے باعث کامل ہوتے ہیں ان کی انفرادی زندگیاں واقعی جنتی زندگی کا نمونہ پیش کرتی ہیں، ان کے مدنظر اپنے اسلئے روحانی و اخلاقی قوی کی ترقی ہوتی ہے، اور دنیاوی اسباب کے تاثر سے وہ بے نیاز ہوتے ہیں

جس طرح ایک سچا دین یہ تلقین کرتا ہے کہ دنیاوی نعماء و سامان آرائش کو ہیچ و حقیر یقین کر کے اس کے مقابل اصل مقصد اخلاقی بلندی کا حصول ہونا چاہیئے بعینہٖ اس کے مطابق کامل اصحاب کی زندگیاں ہوا کرتی ہیں۔ کیونکہ جو اصحاب ماموریت و مجددیت کے عالی مقام پر کھڑے کئے جاتے ہیں ان کی زندگیاں نہ صرف دنیا سے بے التفاتی کے بنیادی اصول کے علاوہ کامل تعلق باللہ کی علامات بھی دکھلاتی ہیں خوارق و معجزات ان کی تائید و نصرت کے لئے ظاہر کئے جاتے ہیں، ایسا علم غیب جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے ان پر کھولا جاتا ہے ان کے مخالف تباہ و برباد کئے جاتے اور ان کے سچے متبع مظفر و منصور رہتے ہیں، مگر یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ یہ بات صرف ایسے اصحاب کی اپنی زندگیوں تک ہی محدود ہوا کرتی ہے بلکہ یہ سلسلہ تائید و نصرت الٰہی اور جنتی زندگی کا ان کے کامل پیروؤں کو بھی نصیب ہوتا ہے اس کی طرف حضرت مسیح موعود نے اپنی الوصیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مامور کی بعثت کے وقت میں خدا تعالےٰ اپنی دو قدرتیں ظاہر کرتا ہے ایک وہ قدرت جو خود مامور و نبی کے ہاتھ پر ظاہر کی جاتی ہے اور دوسری وہ قدرت جو مامور کی وفات کے بعد اس کی جماعت کے ذریعہ ظہور میں آتی ہے۔ اگر ہم انفرادی و اجتماعی جنتی زندگی کی کامل مثال ملاحظہ کرنی ہو تو اس کا نمونہ ہمیں آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں ملتا ہے جس طرح خدائی قدرت نصرت کا ظہور خارق عادت طور پر آنحضرت صلعم کی زندگی میں ہوا جس طرح آنحضرت صلعم کے مخالف نامراد و ناکام ہوئے اور آپ کا ساتھ دینے والے منصور و غالب رہے بعینہٖ اسی کے مانند آپ کی وفات کے بعد قدرت خداوندی کا ظہور نمایاں رنگ میں آپ کی جاں نثار جماعت کے حق میں بھی ہوا آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں ہی مخالفین کے مقابل فتح و نصرت پائی نہ صرف جسمانی و ظاہری فتح بلکہ روحانی و حقیقی فتح جو لوگ پشتوں سے بگڑے ہوئے اور اخلاقی رذائل میں اسفل ترین مقام پر تھے انہیں مطہر و مزکی بنا دیا، ملک عرب کی ظاہری و باطنی کایا ہی پلٹ دی۔ یہ پہلی خدائی قدرت تھی جو آنحضور صلعم کے اپنے ہاتھوں پر دکھلائی گئی پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی قوم یعنی صحابہ کرام کے ہاتھوں پر خدائی قدرت کا دوسرا نمونہ دکھلایا گیا۔ صحابہ کرام کی ظاہری و باطنی طاقت کے مقابل پر کوئی مخالف بھی ٹھہر نہ سکا اور جیسے آنحضور صلعم نے اپنی انفرادی و کامل طاقت کے ذریعہ خدائی طاقت کی جلوہ نمائی کر دکھلائی اسی طرح صحابہ کرام رض کی اجتماعی قوت و طاقت کے مقابل سارا جہاں سرنگوں ہو گیا۔ جس طرح آنحضور صلعم کی مساعی جمیلہ سے ملک عرب میں ایک نئی تہذیب ایک نیا دین اور ایک نئی سلطنت ظہور پذیر ہوئی، آپ کے صحابہ کرام رض کی جدوجہد کی بدولت بھی کل روئے زمین پر ایک نیا انقلاب بپا ہوا۔ ایک بے سرو سامان جماعت نے جس نے کوئی فوجی تربیت نہ پائی تھی اور جو فنون جنگ سے نا آشنا تھی کس طرح ایک بیس پچیس سال کے قلیل عرصہ میں وقت کی زبردست و عظیم الشان مملکتوں کو کچل کر رکھ دیا لیکن اس کے علاوہ یہ معجزہ زیادہ حیرت انگیز ہے کہ مفتوح ممالک کی قوموں کو بھی کامل طور پر فتح کر لیا۔ جہالت کی جگہ علوم و فنون کے چرچے اور رذائل اخلاق کی بجائے اخلاق کامل کے نمونے ہر قوم و ہر ملک میں پیدا کر دیئے کیا یہ تصرف خدائی طاقت کی جلوہ نمائی کے بجز کسی اور طرح ممکن ہے تاریخ عالم میں کیا کوئی اور مثال اس کی بتلائی جا سکتی ہے؟

اجتماعی اخلاقی زندگی کا نمونہ یا اصول دین پر ایمان کا عملی رنگ بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگ رہی ہے کہ یہ صرف دین کے اعلیٰ اصولوں اور افضل عقائد و تعلیم دین اور ان کی عملی رنگ میں اشاعت ہی تھی کہ جس سے قرون اولیٰ میں اسلام کو وہ شاندار فتح و ترقی حاصل ہوئی جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عاجز ہے۔ اس غلطی کی وجہ فطرت انسانی سے سراسر بے خبری اور انسان کی نفسیاتی حقیقت سے کلیتہً لاعلمی ہے۔ انسان جو تاثیر اپنے ماحول سے لیتا اور اپنے گردو پیش کے عملی نمونہ سے حاصل کرتا ہے اصول و عقائد کی صوری تعلیم یا عقل و علم کی بناء پر ذہنی اپیل اس کا دسواں حصہ بھی اثر ڈالنے سے قاصر و عاجز ہے۔ بلکہ ہمارے سامنے تاریخی حقائق یہ صداقت پیش کرتے ہیں کہ باطل و غلط اصولوں کو نہ صرف لوگ تسلیم کر لیتے بلکہ ان پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ انسان میں بعض اعلیٰ اخلاقی قوے ودیعت کئے گئے۔ ان قویٰ کی صحیح صحیح نشوونما اور ان کا عملی نمونہ پیش کرنا جس قدر قابل کشش و جذب شے ہے دنیا میں ایسی کوئی اور موثر و کارگر چیز نہیں۔ نہ علم و دلائل سے یہ امر ممکن ہے نہ صحیح و سچے معتقدات و اصول اس کی ہمسری کر سکتے ہیں۔ جب کوئی اکیلا فرد بھی سیرت کے کسی پہلو میں کچھ کمال ظاہر کرتا ہے تو وہ بھی دوسروں کے لئے باعث توجہ بن جاتا ہے۔ لیکن اگر کردار کے کئی ایک پہلوؤں میں یا جملہ امور میں ایک انسان اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھلاتا ہے تو ایسا شخص نہ صرف اپنی زندگی میں اپنی جانب لوگوں کو جھکا لیتا ہے بلکہ اس کی زندگی کے ختم ہو جانے پر بھی اس کا ذکر ہمیشہ کے لئے لوگوں میں باقی رہ جاتا ہے اور ایسے شخص کے واقعات زندگی مطالعہ کرنے سے بھی ایک اثر پڑتا اور قلب انسانی میں ولولہ اٹھتا ہے۔ پس زیادہ موثر طریق جو کامیابی کا موجب ہوا کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو اصحاب حق و صداقت کے اصولوں کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے ہوں ان کی شخصیتیں اعلیٰ اخلاقی نظریوں کا عملی نمونہ پیش کرنے والی ہوں اور وہ عام لوگوں اور اپنے نزدیکی ماحول پر ایک اثر ڈالنے والی ہوں۔

دنیا میں ایسی اعلیٰ شئے یا عمدہ سے عمدہ چیز کونسی ہے جسے انسان نے بد استعمالی کے باعث اس کی صورت کو بگاڑ کر پیش نہ کیا ہو، اجتماعی اخلاقی نمونہ قائم کرنے کی بلاغرض سے ایک مامور جس نظام کو قائم کرتا ہے بد قسمتی سے اس کے بارہ میں بھی یہی فساد واقع ہو جاتا ہے۔ کسی اصلاحی نظام کا تو مقصد یہی ہوا کرتا ہے کہ تا راستی، حق گوئی انصاف و عدل رحم و احسان و دیگر صفات حسنہ عملی زندگیوں میں جلوہ گر نظر آئیں مگر تھوڑی یا بہت دیر کے بعد مصلح کے پیرو اصل مقصد کو تو نظروں سے اوجھل کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ حصول کو مقصد سمجھ کر اخلاقی تنزل کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ مامور و مصلح کی اصل غرض لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے سے اخلاق فاضلہ کو ترقی دینا اور اعلیٰ کردار و سیرت کا ایک اجتماعی نمونہ پیش کرنا ہوا کرتا ہے مگر بعد میں آنے والے نام نہاد پیرو اس اجتماع کا مقصد کوئی دوسرا تجویز کر لیتے ہیں۔ بعض تو جماعت کی تائید و نصرت کی خاطر تعصب، بے انصافی، جبر و ظلم روا رکھنے کو دین کی خدمت سمجھ بیٹھتے ہیں اور بعض کسی اور دنیاوی مقصد کے حصول

کو سامنے رکھ کر اسے ہی مذہبی جامہ پہنا دیتے ہیں اور بعض کو یہ ٹھوکر لگ جاتی ہے کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم صداقت کے علمبردار ہیں یعنی اس کی نشر و اشاعت کے ذمہ دار ہیں جس کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ اس دین کے عقاید اور تعلیم کو عام کر دیا جائے خواہ اس نظام و جماعت کے اپنے اجتماعی عمل میں وہ اعلیٰ اصول و نظریئے کسی جگہ کارفرما نظر آئیں یا نہ آئیں جن کی طرف کہ اس کی ندا ہے۔

لہٰذا جب پیرو اصل مقصد کی طرف سے غافل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ عملی زندگی میں اعلیٰ اخلاق و کردار کا نمونہ پیش کرنا ایک باطنی جہاد کا طالب ہے جو ایک کٹھن منزل ہے۔ اور حصول ذرائع میں ہی پھنس کر رہ جاتے ہیں تو اس صورت میں یہ کیونکر توقع کی جا سکتی ہے کہ دین کے اصول ان ثمرات کو مترتب کرنے کا باعث ہوں جن کا وعدہ دیا جاتا ہے جب دین و مذہب کا اصل اور اس کا انتہائی مقصد انسانوں کے اخلاقی قویٰ کو نشوونما دینا ہے تو اس حالت میں جبکہ عملی زندگی میں اس کے پیروؤں نے اس مقصد کو بھلا دیا ان شاندار نتائج کو دکھلانا جن کا ادعا کیا جاتا ہے لیکن عملی زندگی میں دین کے اصل مقصد کو خارج کر دینے کے باعث کسی بڑے اصلاحی انقلاب کو بپا نہیں کیا جا سکتا۔

علوم سائنس کی اشاعت کا باعث ماہرین فن کی موجودگی ہی ہے

کسی شعبۂ فن یا علم کے پھیلانے میں بھی تب ہی کامیابی کی امید ہو سکتی ہے جب اس خاص علم کے ماہر موجود ہوں جو اس میں بڑی دسترس رکھتے ہوں۔ اسی طرح جبکہ دین کی اشاعت کا اصل مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ انسانوں کے اخلاقی قویٰ ترقی پذیر ہوں تو اس میں کامیابی کی توقع کیونکر ممکن ہو سکتی ہے جبکہ وہی بلند مقصد زندگی کی تگ و دو میں موجود نظر نہ آئے پھر چونکہ مذہب کا اولین مقصد اصلیت و حقیقت کو قائم کرنا ہے اس لئے اگر داعیان دین کی اپنی زندگیاں اخلاقی بلندی کو پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہیں تو اس بات کا ثبوت کہاں رہ جاتا ہے کہ دین کے ذریعے اخلاقی بلندی قائم ہوتی ہے؟ اور جبکہ عملی زندگی سے دینی مقصد کا ثبوت نہ مل سکا تو اس کی طرف عوام کا رجحان کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

ایک اعتراض اور اس کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب آپ کی بعثت کی اصل غرض تبلیغ اسلام ہے اور دنیا میں آنحضرت صلعم کی نبوت کو منوانا ہی ہے تو پھر اس کی تکمیل کے لئے اپنے دعاوی کی تحدی سے پیش کرنا اور جماعت میں شمولیت پر زور دینا کہاں تک صحیح ہے۔ اشاعت دین کے مقصد کو تو ہر مسلمان بطور مسلّمہ تسلیم کرتا ہے اور اس میں امداد و معاونت اختیار کرنے کو نیک امر جانتا ہے تو پھر ایک علیحدہ اور مخصوص جماعت بنانے کا کیا مطلب ہے؟ اکثر بعض اصحاب نے تو حضرت اقدسؑ کے ان دعاوی اور الہامات کو بھی اپنے دعاوی کو تحدی سے پیش کرنے اور جماعت کی توسیع و ترقی میں جدوجہد کرنے کو تبلیغ اسلام کے منافی و متضاد متصور کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کے خیال میں انہی وجوہ سے عوام میں مخالفت کا باب کھلتا ہے۔

حضرت اقدسؑ نے ایک موقعہ پر یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جس مقام پر مخالفین اسلام نکتہ چینی کرتے ہیں اگر غور کیا جائے تو اسی جگہ کوئی بڑا گہرا راز مخفی ہوتا ہے جس سے دین اسلام کی خوبصورتی و کمال نظر آتا ہے بہر صورت خیال میں جہاں یہ اصول دین اسلام کے بارہ میں عام طور پر صحیح ہے وہاں ان مذکورہ بالا اعتراضوں کے بارہ میں بھی صحیح . . . ہے۔ جن لوگوں کو دعاوی کے پیش کرنے اور ایک صالح جماعت کی تعمیر پر اعتراض ہے ان اصحاب نے احیاء دین کی سنت مستمرہ کو ہرگز نہیں سمجھا جیسے کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ سائنس کی مانند مذہب کی بنیاد بھی واقعیت اور زندگی کے عمل پر قائم ہے نہ کہ محض خیالی تصور پر۔ اب مقام غور ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں جبکہ دین پر سے ایمان اٹھ چکا ہے حقیقی معنوں میں دین کے قیام کا تقاضا کیا ہے؟ دین کی ساری بنیاد تو اس امر پر موقوف ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی فی الواقع موجود ہے اس کی صفات ہر آن زندہ ہیں اور وہ اپنے کامل بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تو جب انہی بنیادی امور کا انکار کیا جا رہا ہو تو تب بجز کسی ذی روح انسان کی بعثت کے جو مدعی الہام ہو کیونکر یہ ممکن ہے کہ کسی شخص کو دین فطرت کی طرف مائل کیا جا سکے۔ اگر اس زمانہ میں کسی کے سامنے کسی مدعی الہام کو کھڑا نہیں کیا جاتا تو اسے دو ہی صورتیں ممکن ہو سکتی ہیں یا تو دین کے بنیادی اصولوں کے ثبوت میں صرف انسانی قیاس و منطق کو پیش کیا جائے یا گذشتہ زمانہ کا حوالہ دیا جا سکے یہ دونوں صورتیں ایسی ہیں کہ جو سائنس کے محکم اصول کے تقاضا کو پورا نہیں کر سکتیں تازہ . . . اور زندہ خارجی ثبوت نہ ہونے کے باعث دین کا صحیح معنوں میں احیاء قطعاً ممکن نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں یہ اعتقاد و ایمان اپنے اندر نہ تو وہ چمک و روشنی رکھے گا اور نہ ہی وہ قوت عمل و جذبہ ایثار کہ جو حق کے پھیلانے کے لئے از بس ضروری ہے۔ احیاء دین کا مطلب و مقصد صرف اسی قدر نہیں کہ دین کے اصولوں میں جو غلطیاں پڑ گئی ہیں ان کی درستی کر دی جائے بلکہ یہ تو ایک ادنیٰ امر ہے اصل غرض تو یہ ہے کہ دین کی بنیادوں کو قائم کیا جائے۔ امور دینیہ و اصول مذہب کو زندگی کے ہر شعبہ میں عملاً دکھلا دیا جائے۔ دین کی بنیاد اگر الہام الٰہی پر ہے تو پھر یقیناً ہر زمانہ اس بات کا محتاج ہے کہ اس کی زندہ شہادت کا ثبوت دیا جائے خصوصاً ایسے زمانہ میں کہ دین کا انکار عالمگیر صورت اختیار کر چکا ہو اور جب کسی امر کے تسلیم کرانے کے لئے خارجی واقعہ اور زندگی کے عمل کا مطالبہ بہت شدومد سے کیا جا رہا ہو۔

نشاۃ اولیٰ میں اسلام کا اس قدر سرعت کے ساتھ ایسی عالمگیر حیرت انگیز ترقی کر جانے کا باعث بھی صرف یہ امر تھا کہ صحابہ کرام نے اسلام کی افضلیت و برتری پر بڑے بڑے لیکچر دیئے یا عمدہ علم کلام دنیا میں پھیلا دیا۔ جیسے مخالفین اسلام نے کہہ دیا کہ جو بزور شمشیر اسلام پھیلایا گیا یا سلطنت کے رعب و داب یا مال و دولت کی لالچ سے لوگوں نے اس میں شمولیت اختیار کی۔ اس نظریہ کے بارہ میں تو صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ جیسے خود ایک مغربی مصنف نے انصافاً کہہ دیا کہ بالفرض اگر مان لو کہ تلوار سے اسلام پھیلا تو بھی سوال یہ ہے کہ جبکہ حضرت نبی کریم صلعم تن تنہا اس دین کو لیکر اٹھے تھے تو انہوں نے تلوار پر قبضہ کیونکر حاصل کر لیا؟ ایسا ہی بالفرض سلطنت کا رعب و داب اور ثروت و جاہ کی طلب نے بعض لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی تحریک کی تب بھی پہلا سوال تو یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اسلام کو حکومت و اقتدار کس طرح حاصل ہو گیا جبکہ نہ ابتدائی مسلمانوں کا مقصد حصول سلطنت تھا اور نہ فنون جنگ میں انہوں نے مہارت حاصل کی تھی؟

ایک اور نظریہ اشاعت و تبلیغ کے متعلق یہ ہے کہ یہ صرف اس دین کی علمی صداقت کی اپیل تھی، اس کے اصولوں کا فطرت انسانی کے مطابق ہونا تھا اور ابتدائی مسلمانوں کا ان صداقتوں کو لوگوں کے روبرو محض بذریعہ دلائل و براہین پیش کرنا ہی تھا کہ جس سے اسلام کی فتح ہوئی اس میں کلام نہیں کہ ایک صادق دین کے اصول و ارکان فطرت انسانی کے عین مطابق ہوتے ہیں اور انکی صداقت ایک غیر متعصب و انصاف پسند شخص پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی لیکن قابل غور امر تو یہ ہے کہ اگر ابتدائی تبلیغ کا مطلب صرف اسی قدر محدود ہوتا کہ علمی طور پر دین کی صداقتوں کو پیش کر دیا جائے تو محض اس طریق کار کے باعث دین اسلام کے پھیلنے کی رفتار کبھی موجود نہ ہوتی جیسے تاریخ کے اوراق میں ہم دیکھتے ہیں۔ نصف صدی کا عرصہ تو بڑے تھوڑی ہے کسی دین کو صرف دلائل کے ذریعہ منوانے کے لئے نہایت ہی ناکافی ہے اس قلیل مدت میں تو شاید کسی مذہب کے مجمل دلائل صداقت بھی جمع نہیں کئے جا سکتے چہ جائیکہ ان کی اشاعت بھی کما حقہ ہو جائے اور پھر سب سے مشکل امر تو یہ ہے کہ ان پر ایسا ایمان پیدا ہو جائے کہ زندگیوں میں تبدیلی واقع ہو جائے یہ ایک حقیقت ہے کہ اکثر اوقات ایک انسان دوسرے کو دلائل و براہین اور بحث و مباحثہ سے کسی صداقت کا قائل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا شاید وہ کسی منکر کو خاموش کرانے میں کامیاب تو ہو جائے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ صداقت کا اثر دل میں گھر کر جائے مگر جملہ تعصبات پر جن میں کہ انسان نے پرورش پائی ہوتی ہے اس پر غالب آ کر اور اپنے ہم مذہبوں و ہم قوم کی مخالفت کو خرید کر اپنے دنیاوی مفاد پر لات مار کر صداقت کو قبول کر لینا محض علمی کوشش اور ذہنی جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔

صداقت کا زبردست و مؤثر ثبوت زندگی کا عمل ہے

اشاعت کے بارہ میں مذکورہ بالا نظریوں کی مثال اس طرح سے جیسے

شہادت کو پیش کیا جاتا۔ اسلام کے غلبہ کی ضرورت اور اس کی موجودہ زمانہ میں افادیت تب ہی عملی رنگ میں متحقق ہو سکتی تھی جبکہ خارج دنیا میں اسلامی سوسائٹی یا اسلامی نظام کا نمونہ قائم کر کے دکھلایا جاتا، اسی مؤخر الذکر عظیم الشان حقیقت کی طرف ۱۹۱۲ء میں علی گڑھ میں حضرت اقبال نے یہ ارشاد فرمایا:۔

"اس زمانہ میں اگر ٹھیٹھ اسلامی تہذیب کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو وہ اس فرقہ میں نظر آئے گا جو پنجاب میں جماعت احمدیہ کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔"

انفرادی اجتماعی نمونہ کمال کو ظاہر کرتا ہے اسلام کو محض علمی رنگ میں پیش کرنا اور اس پر بنا شدہ انفرادی یا اجتماعی نظام زندگی کو دکھانے سے قاصر رہنا بہت ہی ادنیٰ مقام ہے اس صورت میں داعی کسی امر واقعہ کا داعی نہیں ہوتا بلکہ محض ایک خوبصورت تخیل کا کہ جس کا عملی ثبوت وہ واقعات میں پیش نہیں کر سکتا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ تو دین حقہ کے اصولوں کو زندگی کے عمل میں رواں دواں دکھانا چاہتے تھے اور آپ ایسا نہ کر سکتے تھے اگر آپ اپنی انفرادی زندگی میں اسلام کا کامل نمونہ پیش کرنے سے عاجز رہتے یا ایک جماعتی نظام کے ذریعہ اسلام کے اصولوں کو اجتماعی طور پر زندہ کر کے نہ دکھلا سکے۔ اب جائے غور ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے دعاوی کو تحدی کے ساتھ پیش کر کے اسلام کو زندہ ثابت کیا یا اس کے بغیر بھی یہ ممکن تھا؟ ایسا ہی اگر ایک جماعتی نظام کی شکل میں اسلام کے اجتماعی اصولوں کی جلوہ گری آپ نہ کرتے یعنی اسلام پر عمل پیرا ایک زندہ جماعت کو قائم نہ کرتے تو آپ کا دعویٰ کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے صادق ٹھہر سکتا تھا؟

جماعت احمدیہ کے قیام کا اولین مقصد غیر از جماعت اصحاب کو یاد رکھنا چاہئے کہ بانیٔ سلسلہ کا اصل مقصد جماعت کی تعمیر ہے اولین و مقدم اسلام کے اجتماعی نظام کا ایک نمونہ قائم کر دکھلانا ہے نہ کہ محض علوم اسلام کی اشاعت کے لئے ایک انجمن کا قیام۔ اس جماعت کے پیش نظر جب تک مقدم طور پر اعلیٰ اخلاقی نمونہ قائم کرنا رہے گا تب تک ہی یہ جماعت صحیح معنوں میں علوم کے ذریعہ بھی غیروں میں اشاعت کو بجا لانے کا موجب بن سکتی ہے۔

مامور کی وفات کے بعد اس کی جماعت اس کے مقاصد کی پیروی کرتی ہے۔ مامور اپنی انفرادی زندگی میں کامل نمونہ پیش کرتا ہے بہر وجہ بوجہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کے خدائی علم وقدرت کے نمونے دکھلاتا ہے اخلاق فاضلہ کی ایسی نمایاں تجلی اس کی زندگی میں نظر آتی ہے کہ جو بشری طاقتوں سے بالاتر ہوتی ہے لیکن اس کی وفات کے بعد اس کی جماعت بشرطیکہ وہ سچے رنگ میں اس کی متبع ہو اجتماعی طور پر اخلاق عالیہ کا نمونہ پیش کرتی ہے یا ایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا کے فرقانی جملہ کی وہ عملی تفسیر پیش کرتی ہے صرف اسی قدر نہیں کہ اس کا مقصد یہ رہ جاتا ہے کہ وہ کاغذوں پر یا منہ کے الفاظ سے اصول دینیہ کے داعی ہوتے ہیں بلکہ مقدم طور پر ان کا اجتماعی نظام عمل اصول حقہ کا آئینہ دار ہوتا ہے وہ اپنی زندگی اور اس کے نتائج سے دنیا کے سامنے اپنے دین کی صداقت کو پیش کرنے والے ہو جاتے ہیں مثلاً جب ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ اصل راحت و آسائش دنیا کے سامانوں میں منحصر نہیں بلکہ اخلاق فاضلہ پر قیام اور خدمت خلق سے وابستہ ہے تو فی الواقعہ جماعت کے عمل سے دنیا پر یہی اثر پڑتا ہے کہ یہ لوگ اخلاق و ایمان کے مقابل دنیا کو ہیچ و حقیر یقین کرتے اور اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔ جب اس جماعت کا یہ کہنا ہوتا ہے کہ ایمان و اخلاق فاضلہ کا نتیجہ باہمی انسانوں میں اتحاد و امن اور محبت و یگانگت کا پیدا کرنا ہوتا ہے تو ساتھ ہی دنیا کو اس جماعت کے افراد کے مابین وہی اتحاد اور باہمی ہمدردی و محبت کے نمایاں نمونے نظر بھی آ جاتے ہیں۔ جیسے کہ مذہب کا یہ دعویٰ ہے کہ ایمانی و اخلاقی زندگی کفر و دنیا دارانہ زندگی کی نسبت بہتر و افضل ہے بعینہ اسی کے مطابق جماعتی زندگی میں دنیا اس افضلیت و شرف کو جاری دیکھ لیتی ہے پس جب اسی دنیا میں ایمان و اخلاق فاضلہ کے نتائج و ثمرات کا مشاہدہ کرا دیا جاتا ہے تو یہ وہ سچی و مؤثر دلیل ہوا کرتی ہے جس کا جواب کسی کے پاس نہیں ہوا کرتا اور یہ وہ کاری برہان ہوتی ہے جس سے سخت سے سخت دل بھی قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

بعثت مجددین کی غرض تو قرآن کریم کی ہدایت کی راہیں تعلیم پر کامل ہو چکیں اور اخلاق عالیہ کے کمال کا نمونہ آنحضرت صلعم کی زندگی پر ختم ہو گیا۔ پھر باوجود ان کے خدا سے ہمکلامی اور احیاء دین کے لئے مجددوں کی بعثت کا اصل مطلب کیا ہے؟ وہ یہی ہے کہ مامور و مصلح انوار نبوت میں حقیقی طور پر رنگے جانے کے باعث لوگوں کی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں اور یہ پاک تبدیلی بجز نمونہ و مثال کے کسی اور طرح پیدا نہیں کی جا سکتی۔ جو لوگ اس خیال میں ہیں کہ مامور و مصلح اصل مقاصد صرف علمی غلطیوں کو دور کرنا اور علوم دینیہ کی اشاعت کے لئے ایک نظام قائم کرنا ہوتا ہے انہوں نے سخت ٹھوکر کھائی ہے مفصلہ ذیل اقتباسات حضرت اقدسؑ کی تحریرات سے مختصراً دیئے جاتے ہیں جن سے نہایت وضاحت سے یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ مصلح و مجدد کی بعثت کا حقیقی و انتہائی مقصد ایک ایسی جماعت کی تنظیم و تشکیل اور اس کی ترقی و توسیع ہوا کرتا ہے جو ایمان و اخلاق اور پاک تبدیلی خارق عادت نمونہ قائم کر دکھلانے والی ہو اور اگر یہ مقصد کسی طرح اس جماعت کے سامنے سے ہٹ جائے اور اس بلند مقصد کو نظر انداز کر کے وہ کوئی اور دنیاوی مقصد ہی سامنے رکھ لے تو وہ ہرگز مامور وقت کی صحیح نیابت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ نہ ہی اسے اس صورت میں ان عظیم الشان نتائج کے حصول کی امید رکھنی چاہیئے جو صرف اسی شرط سے وابستہ کیے گئے کہ جب ان کی زندگیاں ایمان و اخلاق کے سانچے میں ڈھل گئی ہوں۔ لیکن جب کوئی جماعت اپنے مامور کی سچی اتباع میں دنیا کے مقابل ایمان و اخلاق کا عملی نمونہ پیش کرتی ہے تو پھر اسے وہ کامیابی نصیب ہو جاتی ہے جسے یقیناً تائید ایزدی و نصرت ربی کہنا ہی سزاوار ہے اور جس کے آگے کوئی مخالفت و مشکل کھڑی نہیں رہ سکتی اور یہ کامیابی کا وعدہ اٹل و حتمی ہے خطا نہیں جاتا مگر یہ صرف اسی شرط سے مشروط ہے کہ مامور وقت کی جماعت کے پیش نظر اولین مقصد اجتماعی ایمان و اخلاق کا نظام و نمونہ قائم کرنا ہو جس کے سامنے اور تمام مقاصد ہیچ و حقیر بن کر رہ جائیں۔ پس جب کوئی جماعت اپنے مصلح کی صحیح رنگ میں متابعت کر کے اسی کے مقصد کی حامل ہو جاتی ہے تو پھر اس کی نسبت یہ کہنا صحیح ہوا کرتا ہے کہ وہ قدرت ثانیہ کی مظہر جماعت ہے جیسے کہ یہ امر واقعات کی صورت میں صحابہ کرام کی زندگیوں میں ہمیں نظر آتا ہے کہ جنہیں نہ اس امر کی پرواہ ہوا کرتی تھی کہ ہماری ظاہری فتح ہوتی ہے یا شکست نہ اس بات کی کہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے یا کمی، نہ انہیں اس کی دھن لاحق تھی کہ ہم کس طرح دنیا کے کونہ کونہ میں اسلام کے پیغام کی خوبصورتی کو الفاظ میں یا کتب کے ذریعہ پہنچا دیں بلکہ ان کے مدنظر اگر کوئی امر تھا تو وہ یہی کہ کس طرح اصول اسلام ان کی زندگیوں میں اور ان کے اجتماعی نظام عمل میں رواں دواں ہو جائیں پس جب انہوں نے واقعی اس کا نمونہ قائم کر دکھلایا تو پھر دنیا میں ان کی وہ قبولیت اور انہیں وہ عظیم الشان فتح و کامیابی ہوئی کہ جس کی نظیر موجود نہیں۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اشارے کئے ہیں۔ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔

نہ صرف رسولوں سے وعدہ ہے بلکہ نصرت و غلبہ کا حتمی وعدہ مومنوں کی جماعت سے بھی ہے اور آخرت کے علاوہ اسی دنیا کی زندگی میں وہ کامیابی کا منہ دیکھ لیا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے رسالہ الوصیت میں جن دو قدرتوں کا وعدہ فرمایا ہے وہ یہی ہیں جن کو قرآن کریم نے اس جگہ بیان فرمایا ہے اسی حقیقت کو قرآن میں دوسرے مقام پر ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا غرض تمہارے قیام کی یہ ہے کہ تم اجتماعی رنگ میں اخلاق فاضلہ کا وہ نمونہ دنیا کے لئے پیش کرو جیسے خود رسول صلعم اپنی انفرادی زندگی میں تمہارے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ گویا یہ بتلا دیا کہ سنت اللہ احیاء دین کی نسبت یہ ہے کہ پہلے ایک شخص مامور کر کے بھیجا جاتا ہے اور اس کے ذاتی فیضان اور اثر سے ایک قوم تیار کی جاتی ہے پھر یہ مومنوں کی قوم اجتماعی رنگ میں دنیا کے لئے ایمان و اخلاق کی ایک مثال بن کر کھڑی ہوتی ہے اور اس طرح دنیا میں حق کا بول بالا ہوتا ہے۔

اب میں چند ایک اقتباسات حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے نقل کرتا ہوں جن سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ مامور و مصلح کا اصل مقصد زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرنا ہوا کرتا ہے جس کی طرف ہمیں سب سے بڑھ کر توجہ کرنی چاہیئے۔ (نوٹ) یہ اقتباسات صلا پر بعنوان ایک صالح معاشرہ کی ضرورت اور اشاعت اسلام

بہائی مذہب اور دہریت

مولانا عمر الدین صاحب - از بمبئی

بہائی مذہب کا بانی بہاء اللہ تو صاف لفظوں میں قائل ہے کہ:-

اللہ تعالے تمام چیزوں کا خالق ہے۔ جو کچھ زمینوں آسمانوں میں ہے وہ سب کا سب اللہ تعالے کے امر سے عدم محض سے وجود میں آیا ہے۔
(الواح مبارکہ)

لیکن اس کا پہلا جانشین عبد البہا جسے بہاء اللہ نے اپنی تعلیمات کا مفسر مقرر کیا ہے وہ جب یورپ میں جاتا ہے تو وہاں وہ ماحول کے اثر سے دب کر کہتا ہے:-

Matter is eternal + indestructible

یعنی مادہ عالم قدیم ہے اور نا قابل فنا ہے۔

اسی طرح روح کے متعلق بھی عبد البہاء نے کہا کہ وہ قدیم ہے اور لا فانی ہے۔

اس دہریانہ خیال کو صحیح قرار دینے کے لئے عبد البہاء نے دانستہ یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ اگر مادہ اور روح کو قدیم اور ان سے پیدا ہونے والے سلسلہ کو ازلی ابدی نہ مانا جائے تو خدا کی خدائی پر اعتراض پڑتا ہے کیونکہ مالک بلا ملک اور رب بلا مربوب - خالق بلا مخلوق - رازق بلا مرزوق تصور میں آ ہی نہیں سکتا - اس لئے عبد البہاء سلسلہ پیدائش عالم کو قدیم مانتے ہیں اور ان کے نزدیک جب سے خدا ہے تب سے ہی مخلوق ہے۔

آریہ اور بہائی

قدامت روح و مادہ اور سلسلہ پیدائش کو پرواہ سے انادی (قدیم) مانتے ہیں آریہ اور بہائی دونوں ایک ہی سٹیج پر کھڑے ہیں۔ آریہ بھی یہی کہتے ہیں کہ خدا کی صفت خالقیت کا تقاضہ یہ ہے کہ مخلوق کا سلسلہ اس وقت سے ہو جب سے خالق ہے۔ ورنہ خدا کو خالق بلا مخلوق اور مالک بلا املاک تسلیم کرنا پڑے گا۔

اسلامی جواب

یہ کہنا کہ خدا کی صفات قدیمہ کا یہ تقاضا ہے کہ روح و مادہ قدیم ہو - بالکل مہمل بات ہے کیونکہ جبکہ روح و مادہ قدیم ہو تو ان دو قدیم وجودوں سے خدا کی ہستی یا اس کے صفات کا کیا تعلق جس طرح خدا خود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور زوال و تغیر و تبدل یا فنا کو اس کی ذات میں کوئی دخل نہیں اسی طرح جب مادہ اور روح بھی غیر فانی ازلی ابدی ہوں تو ان کے ہونے سے خدا کا ہونا قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ حق یہ ہے کہ اس کی عدم ضرورت ثابت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ جیسے جین دھرم والے روح و مادہ کو ازلی و ابدی مانتے ہیں تو ما حصل ہی وہ اس عالم کے کسی بنانے والے کو نہیں مانتے اور دہریہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مادہ مع اپنی صفات و حرکت کے قدیم ہے اور Matter in Motion باعث ہے تمام تخلیق عالم کا - اگرچہ یہ بھی غلط خیال ہے کیونکہ نظام عالم اگر قدیم مادے سے بنا ہوا مانا جائے تو بھی اس نظام میں بنانے والا ضرور نظر آ رہا ہے جیسے ایک مکان کا وجود معمار کے کام کا نشان ہے ایسے ہی یہ عالم باوجود مادہ عالم کے قدیم مان لینے کے بھی بنانے والے کا پتہ ضرور دیتا ہے۔

اس عالم کا بنا ہوا ہونا بھی دلیل ہے کہ مادۂ عالم مخلوق ہے کیونکہ کوئی قدیم شئے کسی تغیر و تبدل کو کبھی قبول نہیں کر سکتی۔ مثلاً اگر فرض کر لیا جائے کہ مادہ عالم الگ الگ ذروں کی شکل میں موجود ہے تو اب ان کو ملا دینا یا ملا سکنا ناممکن ہے کیونکہ ان کا اپنی اپنی پوزیشن پر قیام کسی قیوم کی وجہ سے نہیں بلکہ خود بخود ازل سے ہے اور وہ ازلی Position مادہ سے الگ نہیں کی جا سکتی نہ اس میں کوئی تغیر ممکن ہے۔

میرا اس وقت مقصد عدم وجود مادہ پر بحث کرنا نہیں اس لئے میں اس موضوع بحث کو اتنا کہکر ختم کر دیتا ہوں کہ ہر وہ شخص جس میں سوچنے اور سمجھنے کا مادہ ہے وہ بآسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ ہر وہ شئے جو تغیر و تبدل کو قبول کرے وہ لازماً حادث ثابت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ستاروں، سیاروں اور آفتاب کے واجب الوجود ہونے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس لئے انکار کر دیا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں ہیں بلکہ ہر لحظہ وہ اپنی جگہ کو چھوڑتے نظر آ رہے ہیں ابراہیم علیہ السلام کی یہ دلیل

فلما افلت قال انی لا احب الآفلین۔

یعنی جب آفتاب جو اس نظام عالم میں سب سے بڑا ہے وہ بھی غروب ہو گیا تو ابوالانبیاء نے فرمایا کہ میں تو اس کو اپنا محبوب نہیں بنا سکتا یہ تو فانی ہے۔ اگر یہ قائم بالذات ہوتا تو اپنے مقام سے کیوں ہٹ جاتا۔

شاید کوئی بہائی یا آجکل کا دہریہ یہ کہے کہ غروب آفتاب کو تو ابراہیم علیہ السلام نے خود ہی نہیں سمجھے کہ آفتاب تو غروب نہیں ہوتا یہ تو زمین کا کرہ ہے جو اس کے گرد گھومتا ہوا اپنی محوری حرکت کی وجہ سے ہر لحظہ اپنا ایک رخ کہ آفتاب کے سامنے رکھتا ہے اور دوسرا رخ سامنے نہیں رہتا۔ اس لئے غروب آفتاب تو ہوتا ہی نہیں۔ تو میں ایسے عقلمند دہریہ یا بہائی معترض کو پوچھتا ہوں کیا وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ زمین اور چاند دونوں کے دونوں آفتاب ہی سے علیحدہ شدہ دو ٹکڑے ہیں جن کو قدرت نے ایک اندازہ سے اتنے فاصلہ پر علیحدہ کر کے باہمی کشش سے حرکت دے دی ہے اور پھر زمین کو ایک وقت خاص کے اندر انسانوں کی رہائش کے قابل بنا دیا۔ اس لئے زمین کا گھومکر دن اور رات کے ظاہر ہونے کا باعث بننا بھی دراصل تو سورج کے ایک حصہ کا اپنے محور کے گرد گھومنا ہے اور اسکو ہم آفتاب کا غروب کہنے میں حق پر ہیں۔ پھر سورج زمین کی طرح اپنے محور کے گرد گھوم رہا ہے اس لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ بھی اپنی جگہ پر قائم نہیں پھر اپنے محور پہ گھومنا بھی ہر لحظ تغیر کا ثبوت ہے اور یہ بھی آج اہل تحقیق قبول کرتے ہیں کہ آفتاب بھی اپنے مقام کو بدلتا ہے، آفتاب غروب ہو گیا کہنا بھی درست ہے۔ یہ زبان کا محاورہ ہے جس سے مراد دراصل یہی ہے کہ زمین کا ایک رخ آفتاب کے سامنے سے ہٹ گیا۔ کیا تمام مسافر خواہ وہ پیدل ہو یا سواری پر ہوں جب کسی مقام پر پہنچتے ہیں تو بجائے یہ کہنے کے کہ ہم اس مقام پر آ پہنچے عموماً یہ کہتے ہیں کہ فلاں مقام آ گیا۔ حالانکہ مقام تو نہ آیا نہ گیا بلکہ مسافر اس مقام پر آیا ہے۔ دہلی آ گئی ہے کہنے والا کم سے کم علم … بھی یہ جانتا ہے کہ اس سے معنے یہ ہیں کہ وہ دہلی پہنچ گیا ہے۔

اس طرح آفتاب کو غروب ہونے والا کہنے سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ غروب آفتاب کی اصلیت سے ناواقف تھے محض حماقت ہے کیا ابراہیم علیہ السلام کا آفتاب کے متعلق یہ کہنا "ھٰذا اکبر" (نظام شمسی میں یہ سب سے بڑا ہے) نہیں بتاتا کہ خدا تعالیٰ نے انکو یہ علم دے دیا تھا کہ آفتاب اس نظام عالم میں مرکز کی طرح ہے ورنہ ظاہری نظر سے دیکھتے ہیں تو چودھویں کا چاند بھی بڑا نظر آتا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم نے اپنی ستارہ پرست قوم کو بتلایا کہ یہ بھی تغیر و تبدل اور زوال کے تابع ہے اور وقت آئیگا کہ آفتاب بھی فنا ہو جائیگا۔ زمین اور چاند سب ٹکرا کر فنا عالم کا باعث ہو جائیں گے۔ اس لئے میں تو صرف اور صرف واحد ذات باری تعالے کو ہی اپنا محبوب حقیقی جانتا ہوں اور اسی کی پرستش کرتا ہوں۔ اسی لئے قرآن مجید میں یہ حکم ہے کہ:-

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن۔

یعنی نہ آفتاب کو سجدہ کرو نہ چاند کو۔ سجدہ کرو اللہ تعالے کو جس نے ان کو پیدا کیا۔

صرف ذات باری ہی ایک ایسی ہستی ہے جو بانی (؟) دینے والی اور زوال و تغیر و تبدل سے مبرا ہے۔ باقی سب اشیاء مفرد ہوں یا مرکب فنا ہونے والی ہیں کیونکہ وہ سب کی سب مخلوق ہیں۔ اور یہ مشاہدہ ہے کہ زوال و تغیر و تبدل مخلوق ہی میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے زوال و تغیر و تبدل کو قبول کرنے والی ذات ضرور فانی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ آفتاب کا گردش کرنا اور اس کا غروب خواہ کسی وجہ سے ہو اس کے

محدود ہونے کی دلیل ہے اور محدود لازماً مخلوق ہی ہوتا ہے۔ اور کوئی محدود ہستی اس لائق نہیں کہ اسے اپنا رب مانا جائے۔

رب بلا مربوب اور خالق بلا مخلوق

عبدالبہاء کا یہ کہنا کہ رب بلا مربوب اور خالق بلا مخلوق متصور نہیں ہو سکتا۔ یہ بالکل بے معنی بات ہے۔ جب یہ طے ہو چکا کہ خالق کا مخلوق سے تقدم زمانی لازمی ہے تو اب اس بدیہی امر کا انکار کرنا کہ مخلوق کے بغیر خالق متصور نہیں ہو سکتا فضول بات ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ صفات دو طرح کی ہوتی ہیں ایک وہ جو ہر وقت بالفعل موجود ہوتی ہیں اور ان صفات کا خارج میں ظہور فاعل کے ارادہ پر موقوف ہوتا ہے جیسے نطق انسان کی ایک صفت ہے مگر ہر وقت اس کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ جب انسان چاہتا ہے بولتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذاتی صفات مثلاً علم، قدرت، تقدس وحدت سب کی سب ہر وقت بالفعل موجود ہیں مگر صفات اضافی جن کا ظہور ارادۂ الٰہی پر موقوف ہے مثلاً رزاقیت، خالقیت ان کا وجود خارج میں ہر لحظہ نہیں ہوتا۔ بلکہ جب مخلوق خدا کو پیدا کرتا ہے تب ان صفات کا بھی ظہور ہوتا ہے مثلاً جب تک مخلوق نہ ہو صفت رزاقیت معطل رہیگی اور جب مخلوق ہوگی تو مخلوق کے متعلق جن صفات کا تعلق لازمی ہے وہ بھی ظاہر ہو جائینگی۔

احیاء و اماتت

صفت خالقیت اور صفت افنا باہم متضاد ہیں اس لئے ان صفات کا ظہور ترتیب ہی ممکن ہے جبکہ خدا تعالیٰ کو فاعل بالارادہ ہستی مانا جائے۔ جس زمان و مکان میں صفت احیاء کارفرما ہوگی وہاں صفت اماتت کا تعطل ہوگا ورنہ دونوں لامحدود صفات باری تعالیٰ باہم متضاد ہونے کی وجہ سے ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ احیاء کی صفت کو اماتت کی صفت مانع ہوگی ما سلف اسلام میں یہ مانا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے وہ ارادہ الٰہی کے ماتحت خدا کے حکم کے مطابق کام کرتی ہیں۔ جب ایک صفت برسرکار ہو تو اس کی متضاد صفت معطل رہتی ہے۔

خالق کا تصور

بلاشبہ یہ سچ ہے کہ جب تک مخلوق کا وجود نہ ہو خدا تعالیٰ کو کوئی خالق کہنے والا نہ ہوگا مگر اس کے یہ معنے تو نہیں کہ خالق موجود ہی نہیں پس مخلوق و مربوب کا وجود ہمارے لئے خالق و رب کی ذات کا ایک ثبوت ہے۔ اور اگر مخلوق و مربوب کا وجود ہمارے لئے خالق و رب کی ذات کا ایک ثبوت ہے۔ اور اگر مخلوق و مربوب نہ ہو تو خالق کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

قدامت نوعی

آریہ اور بہائی جس وجہ سے مخلوق کو قدیم قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ ہے کہ خدا کی صفات قدیمہ کے لحاظ سے ان کے نزدیک مخلوق کا وجود ضروری ہے تاکہ اس کی کوئی صفت کسی آن معطل نہ ماننی پڑے۔ اور اس کے لئے آریوں نے مادہ اور روح کو قدیم مانا اور پھر ان کے سلسلہ پیدائش و فنا کو بھی قدیم مانا اور بہائیوں نے بھی انہیں کا تتبع کر کے مخلوق کو قدیم اور روح و مادہ کو غیر مخلوق مان لیا۔ یہ بڑی دہریت ہے جو عبدالبہاء نے بہائیوں میں پھیلائی۔ ورنہ بہاءاللہ نے تو کھلے لفظوں میں سوائے ذات باری کے ما سوا اللہ کو خواہ روح ہو یا مادہ مخلوق مانا ہے اور خدا تعالیٰ کو الاول اور الآخر مانا ہے اور اسلامی عقیدہ کا اقرار کیا ہے۔

الاول = لیس قبلہ شیئا
الآخر = لیس بعدہ شیئا

یعنی خدا تعالیٰ اپنے ما سوا سے اول و آخر ہے۔ وہی ہر شئے کے پہلے ہے اور وہی ہر شئے کے آخر ہے۔ مگر خدا کی اولیت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آریہ اور بہائی قدامت مادہ و روح کے قائل ہو گئے اور قدامت نوعی کو قدامت شخصی سمجھ بیٹھے اس لئے ان دونوں کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہے:۔

"قدامت نوعی سے کیا مراد ہے

" ابتداء میں خدا کی صفت وحدت کا دور تھا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس دور نے کتنی دفعہ ظہور کیا بلکہ یہ دور (صفت وحدت) قدیم اور غیر متناہی ہے بہرحال صفت وحدت کے دور کو دوسری صفات پر تقدم زمانی ہے۔ پس اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ ابتداء میں خدا اکیلا تھا اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ پھر خدا نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا۔" (چشمہ معرفت ص ۲۲۳)

اس حوالہ سے تمام پہلو جو قدامت نوعی کے ہیں حل ہو جاتے ہیں اور اس ایک تحریر کے سمجھ لینے سے تمام مشکلیں جو قدامت نوعی کے مان لینے سے پیدا ہوتی ہیں حل ہو جاتی ہیں۔

ایک آریہ کا اعتراف

دہلی میں جب سوامی شردھانند صاحب نے انگریزی سرکار کی ایک پولیٹیکل چال کے ماتحت شدھی کے سلسلہ میں تمام مسلمانوں کو چیلنج کیا کہ وہ ویدک دھرم اور اسلام میں ہمیشہ کے لئے فیصلہ کے لئے مباحثہ کر لیں۔ راقم ان دنوں دہلی میں ہی تھا۔ فوراً سوامی جی کو لکھا کہ سوامی صاحب سب کو بلانے کی کیا ضرورت ہے احمدی جماعت اس خدمت کو انجام دینے کے لئے یہیں موجود ہے۔

سوامی جی تو نہ بولے پنڈت رامچند آریہ مناظر نے ایک مناظرے کے دوران میں ہمارے چیلنج کو منظور کر لیا کہ مجھے اسلام پر اعتراض کا موقع دیا جائے۔ ہم نے ایک خاص جلسہ اسی غرض سے کیا اور پنڈت جی نے یہ سمجھ کر کہ ویدک دھرم کے عقیدہ قدامت روح و مادہ اور پرواہ کے انادی سلسلہ کا ثبوت وہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے دے سکتے ہیں بحث میں مسئلہ قدامت نوعی پر حضرت مرزا صاحب کی دو تین تحریریں پیش کیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی صفات قدیمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے شخصی قدامت صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے ہے۔

میں نے پہلے تو ان حوالوں کو پڑھ کر یہ بتایا کہ جس شئے کی شخصی قدامت نہ ہو وہ حادث ہوتی ہے اس کے سلسلہ کو اگر نوعی طور پر قدیم کہیں تو یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ سلسلہ بہت پرانا ہے حتیٰ کہ انسانی علم کی حد سے وہ باہر ہے مگر خدا تعالیٰ کے علم میں اس کی ابتداء اور انتہا سب ہوتی ہے۔ نوعی قدامت اور شخصی قدامت میں بھی فرق ہے اور اگر ایسا نہ مانیں تو یہ دونوں قدامتیں ایک ہو جائیں گی۔ حالانکہ مصنف کا اقرار بالصراحت یہ ہے کہ قدامت شخصی بجز ذات باری اور کسی شئے کو نہیں ہے۔

مختصر بات یہ کہ نوعی قدامت والے سلسلے سے بھی پہلے خدا کی ذات واحد ہے اور توحید کی صفت زماناً مقدم ہے دوسری تمام صفات کے ظہور سے جن کا تعلق مخلوق سے ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفت وحدت کا زمانہ لاانتہائی ہے اور وہ سب سے پہلے ہے۔ اور اس اپنے بیان کو صحیح منشاء تحریر ثابت کرنے کے لئے میں نے اوپر کا حوالہ چشمۂ معرفت میں سے پیش کیا۔ جس کو سنتے ہی آریہ مناظر حواس باختہ ہو کر بول اٹھا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی غلطی ہے جو انہوں نے صفت وحدت کے دور یا زمانہ کو زماناً مقدم لکھ دیا ہے۔ میں نے کہا یہ غلطی نہیں بلکہ آپ کے عقیدہ پرواہ کے انادی کا صحیح حل ہے۔ اس کے بعد آریہ مناظر کی پریشانی بڑھتی چلی گئی اور پبلک نے وہ نظارہ دیکھا جس کا ذکر

فبہت الذی کفر

کے الفاظ قرآنی میں ہے۔ اور میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا نظارہ پہلے نہ دیکھا تھا بہت مناظرے کئے اور دیکھے مگر اس مناظرہ کا جو اثر تھا وہ دراصل اسلام کی فتح نمایاں تھی جو بہت شاندار فتح تھی جس کو خود اس وقت آریوں کو بھی ماننا پڑا۔ اور مسلمانوں کے لئے تو اس دن بہت بڑی خوشی تھی۔

ایک بہائی ڈاکٹر

میرے دوست ہیں انہوں نے جب کہا کہ مخلوق کی نہ ابتداء ہے اور نہ انتہاء بلکہ جب سے خالق ہے تب سے مخلوق ہے میں نے کہا کہ ایک مثال دنیا میں ایسی دکھا دو کہ کسی شئے کا بنانے والا اور وہ شئے ہم عمر ہوں۔ تو وہ کہنے لگے کہ سورج اور اس کی شعاعیں۔ میں نے کہا کہ شعاعیں تو سورج کی مخلوق نہیں ہیں بلکہ سورج کا جزو ہیں جو ہر لحظہ سورج سے علیحدہ ہوتی ہیں۔ اور سورج کے فانی ہونے کا ایک ثبوت بھی ہے۔ پھر میں نے ان کو اور دلائل سے بھی مثال کی غلطی بتائی مگر وہ مرغ کی ایک ٹانگ ہی کہتے گئے کیونکہ ان کے خیال میں عبدالبہاء جو کہے وہی حق ہے اور علم الٰہی ہے۔ میں نے اس پر ان کو کہا کہ چلو فیصلہ کی آسان صورت یہ ہے کہ آپ بہاءاللہ کا ایک حوالہ ہی پیش کر دیں جس میں وہ ما سوا اللہ کے کسی شئے کو بھی قدیم مانتے ہوں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے ایک انگریزی کا رسالہ گھر سے لا کر مجھے پڑھ کر سنایا جس میں لکھا تھا کہ

Matter is eternal & indestructable

میں نے یہ الفاظ سنتے ہی کہا کہ یہ

(باقی بر صفحہ [illegible])

ایک صالح معاشرہ کی ضرورت اور اشاعت اسلام کا مقصد

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی وہ موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"

"لیکن اس سلسلہ کو قائم کرکے اللہ تعالیٰ اور بہت سی غلطیوں کو دور کرنا چاہتا ہے اس وقت توحید صرف زبان پر رہ گئی ہے۔ سچا موحد کوئی نظر نہیں آتا۔ ہر ایک دل دنیا کی محبت میں غرق ہو رہا ہے ——— یہ کلمہ نہایت موزوں، سچا اور بابرکت ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ دنیا کی محبت ہر بدی کی ابتدا ہے اکثر لوگ دنیا سے محبت کے سبب ہلاک ہو رہے ہیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ جس مذہب و طریقہ کو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ اچھا نہیں ——— اگر دنیا کا تعلق درمیان میں نہ ہوتا اور محبت نہ ہوتی تو آج بھی ان کا ایک گروہ کثیر آج ہی مسلمان ہو جاتا ——— اسلام لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہا ہے اور یورپ ایشیا کے لوگ اندر ہی اندر اس بات کو بخوبی سمجھ رہے ہیں کہ دیگر تمام ادیان باطل ہیں مگر دنیا سب کو محجوب کر رہی ہے۔ یہ ایک زہر ہے جو ایک منٹ میں کیا ایک سیکنڈ میں ہلاک کر دیتی ہے۔ بڑا گناہ جو اس زمانہ میں پیدا ہوا وہ حب دنیا ہی ہے۔ یہ ایک باریک زہریلا کیڑا ہے جو خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا ——— ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کا مذہب نہیں رہا مگر کتب و آثار میں اسلامی حقیقت موجود ہے۔ صحابہ کی یہ حالت تھی کہ دنیا ان سے پیار کرتی تھی اور نہ وہ دنیا سے پیار کرتے تھے انہوں نے آنحضرت صلعم کی متابعت میں ایک نئی زندگی پائی تھی اب دیکھنا چاہیئے کہ کیا ان لوگوں کا قدم صحابہ کے قدموں پر ہے۔ ہرگز نہیں۔ پس خدا تعالیٰ کا منشا اس سلسلہ کے قیام سے یہ ہے کہ لوگ پھر اس راہ پر چلنے لگیں"۔ (از:- رسالہ احمدی و غیر احمدی میں فرق)

"دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا ——— مجھے اس بات کا غم نہیں کہ یہ اموال کیونکر جمع ہوں گے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جن کے سپرد ایسے اموال کئے جاویں وہ کثرت مال کو دیکھ کر ٹھوکر نہ کھائیں اور دنیا سے پیار نہ کریں"۔ "الوصیت"

"میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جائے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان اور اس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے ——— اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے یا پھر اس جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاتے اور خدا کا منشا پورا ہو پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ پا بھی لیا اور اسکو پوری طرح زیر کر بھی لیا تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں کیونکہ اگر ہمارے آنے کی غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے نشان تو نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں مگر جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اس کے متعلق جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو آج کل مجھے کھائے جا رہا ہے"

بقیہ از صفحہ ۱

الفاظ بہاءاللہ کے تو ہو ہی نہیں سکتے عبدالبہاء کے ہو سکتے ہیں۔ اب جو وہ رسالہ میں نے ان سے لیکر کھولا تو اس کے شروع میں ایک ورق میں بہاءاللہ کی ایک لوح کا ترجمہ تھا اور باقی وہ عبدالبہاء کی تحریریں تھیں۔ تب میں نے اپنے بہائی دوست سے کہا کہ آپ بہاءاللہ کی تحریر لائیں۔ عبدالبہاء کی تحریر کا مطالبہ نہیں ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ عبدالبہاء چونکہ مفسر بہاء ہے اور بہاءاللہ نے اسے اس کام پر منصوص طریقہ سے مامور کیا ہے۔ اس لئے اس کا کہنا بھی بہاءاللہ کا کہنا ہے۔ مگر وہ باوجود میرے پُرزور مطالبہ کے بہاءاللہ کی کوئی تحریر پیش نہ کر سکے اُلٹا جب میں نے متعدد تحریریں الواح میں سے مخلوق کے عدم سے وجود میں آنے پر پیش کر دیں جن کا کوئی معقول جواب نہ ہونے کی وجہ سے بحث کو ختم کر دیا گیا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

جلسۂ خواتین اور دستکاری

خواتین سلسلہ احمدیہ کا جلسہ ۲۴ دسمبر کو ۱۰½ بجے سے ۲ بجے تک مسلم ہائی سکول لاہور میں منعقد ہوگا، محترمہ بیگم شاہنواز صاحبہ، زہرہ نسیم صاحبہ بی اے ایل ایل بی، امۃ اللہ بیگم صاحبہ بی اے بی ٹی، رضیہ بیگم صاحبہ بی اے بی ٹی، اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب اور اہلیہ چوہدری ظہور احمد صاحب تقاریر فرمائیں گی، عزیزہ شریفہ کمال، مسز اعظم علوی، عزیزہ کشور سلطانہ اور دیگر بچیاں بھی پروگرام میں حصہ لیں گی، جلسہ کے بعد دستکاری کی ایک مختصر نمائش ہوگی جس میں گھریلو استعمال کی چیزیں فروخت ہوں گی اور یہ رقم اشاعت اسلام پر خرچ ہوگی، خواتین سے درخواست ہے کہ وقت مقررہ پر جلسہ گاہ میں پہنچ جائیں۔ المشتہر:- بیگم مولانا محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور

(بقیہ از صفحہ ۲)

کروں کہ جماعتوں کے پریذیڈنٹ صاحبان۔ سیکرٹری صاحبان یا واعظین مہربانی فرماکر مستورات تک اس نیک کام کو پہنچائیں اور انہیں سمجھائیں کہ یہ فنڈ کیا ہے اور کس نیک مصرف پر خرچ ہوگا۔ جو بھی قربانی مستورات کریں گی اس میں ان بزرگوں کو بھی ثواب ملیگا۔

اہلیہ شیخ ایزد بخش صاحب نے نہ صرف خود اپنا زیور عطا فرمایا بلکہ اپنی چھوٹی چھوٹی بچیوں سے بھی چندہ دلوایا۔ چنانچہ ان کی تینوں لڑکیوں نے اپنے اپنے جیب خرچ سے اتنی رقم دی ہے کہ اگر اسی حساب سے مرد بھی اپنی کمائیوں سے دیں تو حضرت امیر کی خواہش کہ اس فنڈ میں چالیس ہزار روپیہ ہو جائے تو کئی ہزار کاپی قرآن کریم کی بیک مشت اور ۴ یا ۵ ہزار ہر سال مفت یا رعایتی قیمت پر طلباء اور دوسروں کو پہنچائی جا سکے پوری ہو سکتی ہے۔

(خاکسار۔ نصیر احمد فاروقی)

اخبار احمدیہ

——— حضرت امیر ایدہ اللہ کی طبیعت بحمداللہ دن بدن بحال ہو رہی ہے، قرآن کریم انگریزی کے پروفوں کی صحت میں آپ کا کافی وقت صرف ہوتا ہے شیخ محمد آصف صاحب اور ڈاکٹر اللہ احمد حسن صاحب آپ کی معاونت میں کام کرتے ہیں

سانحۂ ارتحال یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں افسوس سے پڑھی جائے گی کہ ہمارے محترم دوست مولوی محمد رمضان صاحب منڈی بہاؤالدین کی اہلیہ محترمہ ایک طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک اور صالح خاتون تھیں، ایک عرصہ تک اپنے گھر میں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتی رہیں اور غیر احمدی معززین اور شرفا کی لڑکیاں دور دور سے ان کے درس میں شامل ہوتی رہیں، ہمیں مولوی محمد رمضان صاحب عمان کے فرزند عبدالرؤف صاحب اور دیگر لواحقین سے بھی دلی ہمدردی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

اعلان نکاح خواجہ محمد شفیع صاحب کی صاحبزادی محمودہ نکہت کا نکاح خان بہادر اورنگ زیب صاحب کے صاحبزادہ سردار علی خان صاحب بی اے سے بعوض ایک ہزار روپیہ حق مہر ۲۰ نومبر ۱۹۶۵ء کو بمقام سیالکوٹ پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح چوہدری محمد سعید صاحب بھٹہ مبلغ اسلام نے نہایت موثر طریق پر دیا۔ دولہا صاحب نے اس خوشی میں مبلغ دس روپے انجمن کو بطور عطیہ مرحمت فرمائے

پروگرام جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء (۱۳۷۵ھ) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۴ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز اتوار

صبح دس بجے سے ایک بجے تک خواتین کا جلسہ ہوگا - اور دستکاری کی نمائش بھی ہوگی - اس جلسے میں تعمیر پاکستان اور اسلام کے متعلق مختصر تقاریر ہونگی

اجلاس اوّل ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز پیر

نشست اوّل :- دس بجے صبح سے ۱۲-۴۵ تک

زیر صدارت :- محترم الحاج شیخ میاں محمد صاحب ملز اونر لائلپور

- ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۵ :- تلاوت قرآن کریم و نظم :- قاری بوستان خاں صاحب
- ۱۰-۱۵ تا ۱۰-۳۰ :- افتتاحی تقریر :- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ
- ۱۰-۳۰ تا ۱۰-۴۵ :- ڈچ گی آنا میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی :- جناب عبدالرحیم جگو صاحب
- ۱۰-۴۵ تا ۱۱-۱۵ :- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ :- جناب مولانا احمد یار صاحب ایم اے مولوی فاضل
- ۱۱-۱۵ تا ۱۲ :- گذشتہ جنگ عظیم کے دوران میں یورپ کی حالت :- جناب مرزا ولی احمد بیگ صاحب
- ۱۲ تا ۱۲-۴۵ :- سائنس اور مذہب کے بنیادی اصولوں میں کوئی تضاد نہیں :- جناب شیخ [illegible] صاحب [illegible] گورنمنٹ پنجاب

دوسری نشست :- ۲ بجے بعد دوپہر سے ۵-۱۵ تک

زیر صدارت :- میاں نصیر احمد صاحب فاروقی چیف سیکرٹری حکومت سندھ

- ۲ تا ۲-۱۵ :- تلاوت قرآن مجید و نظم :- قاری بوستان خاں صاحب
- ۲-۱۵ تا ۲-۳۰ :- جانشین کا حکم :- جناب میاں ممتاز احمد صاحب فاروقی
- ۲-۳۰ تا ۳-۱۵ :- مسیح الزمان حضرت مرزا غلام احمد آف قادیان کی پیشگوئیاں زمانہ کی سب سے اہم ضرورت کو پورا کرنے والی ثابت ہوئی ہیں :- جناب مولانا شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری ناظم تبلیغ [illegible]
- ۳-۱۵ تا ۴ :- قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود کا دعویٰ :- جناب مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل عربی و سنسکرت
- ۴ تا ۴-۴۵ :- جماعتی زندگی کے متعلق حضرت مسیح موعود کا تصور :- جناب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب الحاج [illegible]
- ۴-۴۵ تا ۵-۱۵ :- تربیت اولاد :- جناب مرزا مسعود بیگ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور

اجلاس دوم ۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز منگل

نشست اوّل :- صبح دس بجے سے پونے ایک بجے تک

زیر صدارت :- محترم شیخ نیاز احمد صاحب رئیس وزیر آباد

- ۱۰-۰۰ تا ۱۰-۱۵ :- تلاوت قرآن کریم و نظم :- قاری بوستان خاں صاحب
- ۱۰-۱۵ تا ۱۰-۴۵ :- بدلے ہوئے حالات اور ہم (مقالہ) :- جناب غلام ربانی صاحب
- ۱۰-۴۵ تا ۱۱-۳۰ :- انسانیت کا صحیح تصور اور اسلام :- جناب مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع
- ۱۱-۳۰ تا ۱۲-۳۰ :- تقریر :- حضرت مولانا صدر الدین صاحب سابق مبلغ انگلستان و برلن
- ۱۲-۳۰ تا ۱۲-۴۵ :- سالانہ رپورٹ :- جناب جنرل سیکرٹری صاحب

دوسری نشست :- ۲ بجے بعد دوپہر سے سوا پانچ بجے تک

زیر صدارت :- الحاج خانبہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب الحاج [illegible]

- ۲ تا ۲-۱۵ :- تلاوت قرآن کریم و نظم :- قاری بوستان خاں صاحب
- ۲-۱۵ تا ۲-۳۰ :- ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام :- جناب [illegible] صاحب ایڈیٹر پیغام صلح
- ۳-۰۰ تا ۳-۱۵ :- تقریر :- جناب مولانا یعقوب خاں صاحب ایڈیٹر لائٹ
- ۳-۱۵ تا ۳-۴۵ :- ہماری سیاسی [illegible] :- الحاج جناب حافظ محمد حسن صاحب چیمہ وکیل گجرات
- ۳-۴۵ تا ۴-۳۰ :- دو [illegible] :- جناب میاں نصیر احمد صاحب فاروقی
- ۴-۳۰ تا ۵-۱۵ :- تقریر :- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

آخری اجلاس ۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء بروز بدھ

نشست اوّل :- ۱۰ بجے صبح سے ۱½ بجے بعد دوپہر تک

زیر صدارت :- میاں غلام عباس صاحب آڈیٹر جنرل حکومت پاکستان

- ۱۰ تا ۱۰-۱۵ :- تلاوت قرآن کریم و نظم :- قاری بوستان خاں صاحب
- ۱۰-۱۵ تا ۱۰-۴۵ :- صداقت مسیح موعود :- جناب اسلم خاں صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور
- ۱۰-۴۵ تا ۱۱-۱۵ :- احمدیت بمقابلہ بابیت و بہائیت :- جناب مولانا عمر الدین صاحب شملوی
- ۱۱-۱۵ تا ۱۱-۴۵ :- مشرقی پاکستان کے متعلق میرے تاثرات :- جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب ایڈیٹر اخبار لائٹ
- ۱۱-۴۵ تا ۱۲-۱۵ :- تقریر :- جناب سردار محمد یوسف صاحب گرنتھی
- ۱۲-۱۵ تا ۱۲-۴۵ :- کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم نے اصطلاحی نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا :- جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب
- ۱۲-۴۵ تا ۱-۱۵ :- اسلامی فقہ :- جناب قاضی عبدالرشید صاحب

نوٹ :- ا- نماز ظہر و عصر ڈیڑھ بجے (۱½) باجماعت ادا کی جایا کرے گی۔ نماز مغرب و عشاء ساڑھے پانچ بجے (۵½) شام جمع کی جائیں گی۔

ب- درس قرآن کریم حضرت مولانا صدر الدین صاحب ہر روز نماز فجر کے بعد مرکزی مسجد میں دیا کریں گے۔

ج- طبیعت کی کمزوری کے باعث حضرت امیر ایدہ اللہ بیرونی جماعتوں کو ملاقات نہیں فرمائیں گے۔ ۲۵-۲۷ دسمبر کو صبح ۹½ سے ۱۰ بجے صبح تک اور ۲۶ دسمبر کو ۴ سے ۵ بجے بعد دوپہر جلسہ گاہ میں تشریف لائیں گے ان اوقات میں احباب سلسلہ حضرت ممدوح سے مصافحہ فرما سکتے ہیں۔

د- کھانے کے اوقات حسب ذیل ہوں گے :-

۸-۳۰ بجے صبح سے ۱۰-۳۰ بجے صبح تک

۷-۰۰ بجے شام سے ۹-۰۰ بجے شام تک

ہ- بعد درس قرآن کریم صبح کی چائے مسجد میں ہی دی جائے گی

و- احمدیہ کانفرنس ۲۶ دسمبر ۱۹۵۵ء کو ٹھیک بعد از نماز عشاء مرکزی [illegible] میں شروع ہوگی۔

ز- جنرل کونسل کا اجلاس ۲۷ دسمبر کو بعد از نماز ظہر منعقد ہوگا۔ احباب بستر ہمراہ لائیں۔

المشتہر :- مرزا خلیل الرحمٰن (بی اے بی ٹی) مہتمم جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور